

اشرف المصنفين

المصنفين

مصنفين مقتدرين دار احمد خان

حفظ التتبع

مصنفين مقتدرين دار احمد خان

نشر

مصنفين مقتدرين دار احمد خان

مصنفين مقتدرين دار احمد خان

مصنفين مقتدرين دار احمد خان

أَشْرَفُ التَّفَاسِيرِ
تَفْسِيرُ
نَعِيمِ

پارہ ۱

مُفَسِّرُ
صَاحِبِزَادَةِ مُفْتِیِ اَقْتِدَارِ اَحْمَد خان نَبِی

خَلْفُ الرَّشِیدِ
شیخ التفسیر حکیم الامت مُفْتِیِ اَحْمَد یار خان نَبِی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ

نَاشِئُ
نَعِیمِ کُتُبِ خانہ
مُفْتِیِ اَحْمَد یار خان روڈ ۵ چوک پاکستان، گجرات

جملہ حقوق بحق مفتی اقتدارا حمد خان نعیمی قادری محفوظ ہیں

نام کتاب	تفسیر نعیمی پارہ ۷ اتم
نام مصنف	صاحبزادہ مفتی اقتدارا حمد خان یوسف زئی، بدایونی ابن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی قادری بدایونی
ناشر کتاب	نعیمی کتب خانہ محلہ مسلم آباد مفتی احمد یار خان روڈ گجرات پاکستان
تعداد پہلی بار	گیارہ سو عدد
سن اشاعت	اکتوبر ۱۹۹۹ء اور ۱۴۲۰ھ ہجری جمادی الثانی
مطبع	لاہور

سرٹیفیکیٹ

تین بار اس کی تصحیح کی گئی، اور عربی آیت کی تصحیح تین عدد قرآن مجید سے کی گئی
۱۔ مکتبہ قرآن کینیسیو ۴/۵ ۲۔ تاج کینیسیو ۵۲ پاکستان ۳۔ مثل تاج کینیسیو مطبع دہلی انڈیا
تین حضرات نے تصحیح فرمائی۔ ۱۔ صاحبزادہ مفتی اقتدارا حمد خان ۲۔ صاحبزادہ
الحاج محمد عبدالقادر خان۔ ۳۔ مولانا مولوی ندیر احمد مغل صاحب

المتماس

حتی الامکان کوشش وجہا نفسانی سے حرفاً حرفاً، اس کی اردو عربی تصحیح کی گئی ہے
لیکن اس کے باوجود اگر کسی صاحب کو اردو یا عربی کی کوئی غلطی نظر آئے تو براہ کرم
پورے حوالے کے ساتھ، یعنی صفحہ نمبر سطر نمبر لکھ کر ہم کو آگاہ فرمائیں ہم شکر
گزار ہوں گے۔ اجر و ثواب کی اُمید رب تعالیٰ کی بارگاہِ قدس سے ہے۔
شکراً مع الاحترام۔ ادارہ نعیمی کتب خانہ گجرات

کاتب
marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الانبیاء کے سات رکوعوں کی مختصر تفسیر اور فضائل و عملیات اور اس کا تعوید

پہلا رکوع اس رکوع کی دس آیت میں پانچ باتوں کا تذکرہ فرمایا گیا۔ ایک یہ کہ قیامت بہت قریب آگئی اور کفار و فاسق غفلت میں بھٹکتے اور مست ہوئے پھر رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قرآن مجید توریت و انجیل کے بعد نئی نصیحت بن کر آیا ہے مگر کفار اپنے پہلوں کی طرح اس کو بھی کھیل و مذاق میں ہی سنتے ہیں حالانکہ بتا دیا گیا کہ یہ آخری کتاب ہے دوم یہ کہ پچھلے کفار کی طرح یہ ہمارے عظیم الشان محبوب نبی مختار کل رسول کو بھی اپنے جیسے ایک معمولی اور کمزور انسان ہی سمجھ رہے ہیں اور نبی مگر اہل معجزات کو جادو سمجھتے ہیں اور لوگوں کو جادو جادو کہہ کر ورغلا تے روکتے ہیں سوم یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوابی گفتگو کا ذکر فرمایا گیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سب باتیں بلکہ وہ تو آسمان اور زمین کی سب باتیں سنتا ہے۔ چہاں کہ کفار یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نبی تو خوابوں جیسی باتیں یا شاعروں جیسی کہاوتیں سناتے ہیں اور اتنے کثیر معجزے دیکھنے کے باوجود پھر بھی نشانیاں طلب کر رہے ہیں۔ پہلے انبیاء کے معجزات آپ تو تسلیم کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اُن جیسے معجزے لاؤ مگر اُس وقت کے کفار نے ان کو بھی نہ مانا جو تمہارے ہی بڑے تھے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تھا اور اگر تم کو اپنے پہلے باپ دادوں کی ہلاکت کا حال اور انبیاء سابقین کے معجزات، وحی کلام الہی کا پتہ نہیں تو اپنے بڑے بھٹکے تاریخ دانوں سے پوچھ لو۔ پنجم کفار کے ایک یہودہ سوال و اعتراض کا جواب دیا گیا۔ کفار کہتے تھے کہ یہ نبی ہیں تو ہماری طرح کھاتے پیتے کیوں ہیں ان کو وفات کیوں ہوگی، فرمایا گیا کہ ہم نے تو شروع سے آج تک کوئی جسم ایسا نہیں بنایا جو غذا نہ کھاتا، نہ ہی کبھی کسی کو ہمیشہ زندہ رہنا ہے موت تو آخر ضرور ہی آتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اچھے بندوں کی موت نجات ہے اور بُروں کی موت ہلاکت۔ ارے کم عقلوں تم قرآن کے انکاری ہوتے ہو۔ اس قرآن کریم سے تو تمہاری ذات تمہاری زبان لغت تمہارے ملک کی عزت تا قیامت سارے جہانوں بلکہ جنت میں ابد الابد تک قائم ہوتی ہے۔ دوسرا رکوع اس رکوع کی اُنہیں آیت میں حسب ذیل دس باتوں کا ذکر فرمایا گیا ایک یہ کہ فرمایا گیا کہ کتنی ہی بستیاں گزشتہ زمانوں میں ان کے ظلم و فساد مچانے کی وجہ سے ہم نے تباہ کر دیں اور اُن کے علاقوں میں دوسری قومیں و قبیلے ہم نے پیدا فرما دیں اور ضروری نہیں کہ ہمارا عذاب آسمان کی طرف سے ہی آئے جنگ و جدال اور دشمن کے حملوں کی صورت میں بھی ہمارا عذاب پہلے ظالم لوگوں پر آتا رہا ہے تو جب اُن

ظالموں نے جنہوں نے معصوم انبیاء پر ظلم کیا تھا ہمارا زمینی حملہ آوری عذاب آتا محسوس کیا تو منہ چھپا کر
 بزدل ہو کر بھاگنے لگے۔ تو کہنے والوں نے پکار کر کہا کہ اے گستاخو بے ادب ظالموں نہتوں پر رعب
 جمانے والو بزدلو اب کیوں بھاگ رہے جاؤ اپنے اُن ہی گھروں کی طرف جہاں تم کو اتنے عیش و آرام
 دئے گئے تھے شاید تم کو کوئی تمہارا حال پوچھنے والا بھی نہ ملے۔ اس دنیوی عذاب کو دیکھ کر توبہ
 کرنے لگے مگر اب کیا فائدہ توبہ تو وہ اچھی جو نبی علیہ السلام کی فرمانبرداری سے ہو۔ وہ توبہ اور معافی
 مانگتے ہی رہے مگر ہم نے دشمنوں کے حملوں کے ذریعے ان سب گستاخوں کو تہس نہس کر دیا۔ دوم
 فرمایا گیا کہ کوئی مخلوق بیکار نہیں پیدا کی گئی نہ آسمان نہ زمین نہ جمادات نباتات حیوانات۔ لہذا تم بھی
 صرف کھانے پینے عیش و عشرت کے لیے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ تم سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 غلامی و فرمانبرداری کرانی ہے سوم۔ بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ کے ربیت و اسے عقیدہ کا بطلان
 فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ہم اپنے گھر کی رونق بنانے کے لیے اولاد بنانا چاہتے تو وہ اولاد حسب دستور
 ہمارے پاس رہتی ہم ان کو اپنے پاس ہی رکھتے نہ کہ تمہارے پاس یعنی عزیر علیہ السلام وغیرہ جو یہود
 و نصاریٰ کے عقیدہ کفریہ میں ابنُ اللہ ہیں وہ اللہ کے پاس ہی رہتے نہ کہ دنیوی عالم یا آسمانوں میں
 فرشتوں کے پاس۔ چہاں فرمایا گیا کہ ہم حق کے ذریعے باطل کو ہلاک و برباد فرماتے ہیں۔ پنجم فرمایا گیا
 کہ آسمان و زمین کی تمام مخلوق ہماری ملکیت ہیں نہ کہ حصے دار شریک و ارث ثابت فرمایا جا رہا ہے کہ
 ان میں کوئی اللہ کی اولاد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اولاد مملوک نہیں اور مملوک اولاد نہیں ہو سکتی۔ ششم
 مقربین بندوں کی صفات بیان فرمائی جا رہی ہیں کہ ان کی تین صفات اور شانیں ہیں ۱۔ عبادت کر کے
 مغرور نہیں ہوتے ہر دم عاجزی ہی کرتے ہیں ۲۔ عبادت سے کبھی نہیں تھکتے ۳۔ رات دن ہر کام عبادت
 بنا کر کرتے ہیں کبھی سُستی و غفلت نہیں کرتے ہر دم ہر کیفیت میں اپنے اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں
 اس فرمان میں بندوں کے تین گروہ کا تذکرہ ہے انبیاء کرام۔ ملائکہ۔ اولیاء اللہ۔ ہفتم فرمایا گیا کہ
 جب اتنی کثرت و قوت والی مخلوق ہر دم ہماری عبادت میں ہے تو یہ کفار ہم کو بھی مانتے ہوئے
 دوسرے دیوتا کیوں بنائے پھرتے ہیں حالانکہ سمجھنا چاہیے کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور دوسرا
 معبود حقیقی بھی آسمان و زمین میں ہوتا تو یہ آسمان و زمین دونوں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ٹوٹ پھوٹ
 جاتے لہذا مان جاؤ کہ عرشِ اعظم جیسی بڑی چیز کا رب ہی اللہ سبحانہ فقط معبود ہے اور اگلے پچھلے
 کفار کے عقیدے سے سب غلط ہیں اسی کی شانِ جلال ہے کہ اس سے کوئی شخص کسی بات کی پوچھ گچھ
 کی جرئت نہیں کرتا۔ اور ہرگز اللہ کے بندوں سے کسی شخص کی پوچھ گچھ کی جرئت نہیں ہے۔

معبود بنانے پر دلیل مانگو۔ ہشتم یہ کہ اگلی آیت میں قرآن مجید اور اُس کی وحی کا ذکر ہے اگلی پچھلی موجودہ اُمت کا ذکر ہے اپنی عبادت کرنے کا تذکرہ نہم بات یہ کہ فرمایا گیا کفار تو انبیاء اور ملائکہ کو اللہ سبحانہ کی اولاد بنائے پھرتے ہیں مگر یہ اللہ کے نیک اور مقرب و مکرم بندے ہیں ان کی صفات و اللہ کے سامنے دُم نہیں مارتے اس کی اجازت بغیر بات نہیں کرتے ۲ اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے ہر حال کی خود خبر گیری فرماتا ہے ۳ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے شفاعت بھی کرتے رہتے ہیں جس کی شفاعت کرنے کی اللہ خوشنودی و اجازت فرماتا ہے ۴ اور وہ مقرب بندے اللہ کے جلال سے ڈرتے و قائل رہتے ہیں۔ دہم فرمایا گیا کہ اگر مخلوق میں کوئی بھی یہ کہے کہ اے لوگو میں تمہارا معبود ہوں اللہ کے سوا تو ہم اُس کو جہنم کی سزا دیں گے اسی طرح ہم تمام ظالموں کو سزا دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً نمرود، فرعون، ہامان، شداد، اور ابلیس وغیرہ شیطین کو۔ تیسرا رکوع اس رکوع کی بارہ آیت میں آٹھ باتیں بیان فرمائی گئیں ۱ آسمان اور زمین کی شان و صفات بیان فرمائے گئے ۲ پہلے یہ دونوں بند تھے ان کے خزانے ان کے اندر ہی چھپے اور بند تھے پھر ترتیب وار ان کے خزانے ظاہر ہوئے اور ہوتے رہیں گے ظاہری بھی جو آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ بالنی بھی جو رویت قلبی اور سوچ و فکر سے معلوم ہوتے ہیں ۳ زمین کی بناوٹ اور ایک جگہ ٹھہرے ہونے کا ذکر ۴ آسمان کے ٹھہرے ہونے کا ذکر کہ اس کو محفوظ چھت فرمایا گیا کفار ان آنکھوں دیکھی قدرتوں سے بھی منہ پھیرتے ہیں۔ دوم آگے فرمایا گیا کہ رات دن چاند سورج ایک فضا میں تیرتے پھر رہے ہیں۔ سوم فرمایا گیا کہ کسی مخلوق کو دائمی بقا نہیں جو زمین پر آیا اس نے موت کا مزہ چکھا ہے۔ لہذا کسی کی موت پر نہ خوشی مناؤ نہ کسی کی موت کا انتظار کرو۔ دنیوی زندگی تو اچھے برے کے امتحان و آزمائش کی گھڑی ہے چہارم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ آپ کا ہی مذاق نہیں اڑاتے یہ تو رحمن اور اپنے رب سے منکر ہیں پنجم انسان کی جلد بازی کا ذکر ششم آئندہ قریبی وقتوں کی اللہ تعالیٰ کی خاص نشانیاں جو عقل انسانی کو حیرت میں ڈالیں وہ ظاہر کی جائیں گی یعنی اسلام کی بلا و سیدہ و اسباب ترقی و غلبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر سلطنت و عروج وغیرہ۔ ہفتم انکار قیامت و عذاب الہی میں کفار کی گفتگو اور ان کا جواب بیان ہوا۔ ہشتم۔ پہلے کافر بھی اپنے رسولوں کا مذاق و انکار ہی کرتے رہے اُسی مذاق بازی کی وجہ سے اُن پر ہلاکت کا عذاب آیا تھا۔ چوتھا رکوع۔ اس رکوع کی نو آیت میں سات باتیں مذکور ہوئیں۔ اولاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات جو ہر قسم کے بندے پر ہیں ان کا ذکر فرمایا گیا۔ اور اُس کے باوجود کفار کی ناشکریاں اور کفریات ہیں فرمایا گیا کہ کافروں کو

اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچا سکتا نہ بت نہ دیوی دیوتا۔ یہ زندگی اور عیش سامانیاں۔ لمبی عمر میں بہتے
 فی عطا کیں ہیں نہ کہ تبوں نے۔ لیکن اب زیادہ ہمت و قوت نہیں دی جائے گی بلکہ دیکھیں گے کہ دن
 ان کی سلطنتیں بادشاہتیں حکومتی قوتیں اور زمین کے ملکیتی اور سلطنت کے حدود سرحدی کنارے کم
 ہونے چلے جا رہے ہیں۔ دوم۔ تبلیغ احکام اور پیغام وحی کا ذکر فرمایا گیا۔ سوم۔ کفار کے نہ مانتے کی وجہ
 بیان ہوئی کہ وہ بہرے میں چہارم۔ فرمایا گیا کہ یہ بڑے شوق سے جلد بازی سے عذاب مانگا کرتے ہیں مگر
 حالت یہ ہے کہ اگر عذاب کی ذرا سی پھسکا رہی ان کو چھو جائے تو چیخ اٹھیں کہ ہائے ہم ہلاک ہو گئے اور
 اپنے سب ظلم و کفر کا اقرار کر لیں۔ پنجم۔ قیامت کے کچھ حالات بیان فرمائے گئے کہ حساب و کتاب کے
 لیے میزانِ عدل قائم ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ ششم۔ فرمایا گیا کہ توریت دی گئی جس میں تین چیزیں تھیں فرقان
 یعنی قانونِ الہی شریعت اور فیاء یعنی ایمانی روشنی اور ذکر یعنی نصیحت متقیوں کو۔ ہفتم۔ متقیوں
 کی نشانیاں بتائی گئیں کہ کون متقی ہوتا ہے۔ ہفتم آخر میں فرمایا گیا کہ اے توریت کو مانتے والو یہ
 قرآن مجید بھی برکتوں والی نصیحت اور قانون ہے۔ اس کے منکر کیوں ہوتے ہو۔ پانچواں رکوع۔
 اس رکوع کی پچیس آیت میں چار باتوں کا ذکر ہوا۔ پہلی یہ کہ آیت راہ سے رہا تک ابراہیم علیہ السلام
 کا ذکر ہے اس قفے کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے دس باتیں ارشاد ہوئیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
 بچپن سے ہی یا عالم ارواح سے تمام ہدایتوں کو پانے والے تھے رب تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ ان تمام سعادتوں
 کے لائق ہیں۔ آپنے چچا آذر کو جس طرح ایمان لانے کی تبلیغ و ترغیب فرمائی اس کا ذکر ہے۔ ۱۲۔ اپنے چچا
 کی قوم کو سمجھانا۔ تبوں اور کافروں کو برا کرکش و نقصان دہ فرمانا۔ قوم کی انکاری باتیں اور ابراہیم علیہ السلام
 کا وعظ و نصیحت فرماتے ہوئے رب تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمانا۔ ۱۳۔ تبوں کی مخالفت اور ایک خاص موقعہ
 پر ہر چھوٹے بڑے بت کی توڑ پھوڑ کرنا اور بڑے بت کے کندھے پر وہی ہتھوڑی رکھ دینا تاکہ
 سمجھیں کہ بڑے بت نے یہ سب توڑ پھوڑ کی ہے اور کہا جاسکے کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو اس
 اپنے بڑے بت سے پوچھ لو۔ اور ان کو اپنے ان بناؤں کی فداؤں کی بے بسی پر شرمندگی ہونا تاکہ وہ
 مومن بن جائے۔ ۱۴۔ قوم کا میلے میں جانا پھر واپسی پر اپنے تبوں کی حالت دیکھنا اور انتہائی غم و غصے
 میں ابراہیم علیہ السلام سے پوچھ گچھ کرنا ابراہیم علیہ السلام کے جواب پر سب کا شرمندہ سرنگوں ہونا
 اور دل میں اپنے آپ کو بے وقوف اور ظالم کہنا۔ اور تبوں کا حال بتانا لیکن کفر پر ہی قائم رہنا
 حالانکہ دل میں جان گئے کہ بت نے بڑے مجبور میں بول بھی نہیں سکتے۔ ۱۵۔ حضرت ابراہیم کا دشمنوں
 کے ہمرے مجمع میں انتہائی بہادری سے تبلیغ فرمانا اور کفر کے نقصانات بیان فرمایا۔ ۱۶۔ قوم کا

لاجواب ہو کر آپ کو آگ میں جلاتے کا فیصلہ کرنا اور آگ میں ڈال دینا ۹ آگ کا سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا ہونا ۱۰ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ غرودی قوم کفار نے تو ہمارے ابراہیم کے خلاف بڑے بڑے مکر کئے مگر ہم نے کافروں کو ہی ذلیل و رسوا اور دنیا و آخرت کا گھاٹے نقصان والا کیا۔ دوم ارشاد ہوا کہ ہم نے ابراہیم اور لوط علیہما السلام کو ہر کافر کے دغا فریب مکر و فساد اور دشمنی و ظلم سے نجات فرمائی جب تمام امتحانات میں کامیاب ہو گئے تو ہم نے اپنے خلیل کو بیٹوں پوتوں کا اولاد عطا فرمائی اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ اولاد کو صالح نیک متقی بلکہ اکثر کو نبی بنایا۔ یہ رب تعالیٰ کی بڑی کریمی ہے کہ اولاد نیک صالح ہو کر شش فساد ی قاسق فاجر چور ڈاکو ظالم شیطن نہ بنے۔ اور مزید انعام یہ کہ حضرت ابراہیم کے ان بیٹوں پوتوں کو علم کثیر دے کر اقوام عالم کا امام بنایا اور دنیا کا ہادی و مرشد بنایا سوم یہ کہ ہم نے اولاد ابراہیم کو وحی اور ابہام کی نصیحت بھیجی کہ ہمیشہ اچھے کام اعمال خیر کرنا ۱۱ نمازیں قائم رکھنا ۱۲ زکوٰۃ دیتے رہنا۔ ان نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے وہ ہمیشہ پابندی سے ہماری عبادت کرتے رہتے تھے چہارم۔ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ ہے کہ ہم نے ان کو علم و حکمت عطا فرمائی ۱۳ ان کی زندگی اور حیثیت والی قوم سے نجات بخشی ۱۴ اپنی خاص رحمت میں ان کو کرم سے داخل فرمایا بیشک وہ صالحین میں سے تھے۔ چھٹا رکوع۔ اس رکوع کی اٹھارہ آیت میں آٹھ باتوں کا بیان ہوا۔ اول نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ ہم نے حضرت نوح کو ان کے دعا مانگنے و التجا کرنے پر کافروں سے نجات دی اور تمام ہندی کفار کو سیلاب کے طوفان میں ڈبو دیا۔ دوم آیت ۱۵ سے آیت ۲۲ تک حضرت داؤد اور ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر ہو رہا ہے یہاں سات چیزیں بیان ۱۶ بکریوں اور کھیت کے جھگڑے دونوں حضرات کا ایک فیصلہ اور سلیمان علیہ السلام کے فیصلے کی تائید ربانی ۱۷ حضرت داؤد علیہ السلام کے بیسے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر فرمایا گیا اس طرح کہ وہ سب حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ باؤاز بلند تسبیح اور حمد الہی کرتے تھے ۱۸ حضرت داؤد کو ذرہ وغیرہ جنگی لباس بنانے کی صنعت اور کاری گری سکھائی گئی یہ ان کا معجزہ تھا۔ اس لیے کہ لوہے سے ذرہ بنانا ایجاد فرمایا پہلے ذرہ بنانا کوئی نہ جانتا تھا اور لوہا آپ کے ہاتھ میں جا کر موم ہو جاتا تھا آپ کو لوہاروں کی طرح چٹانا نہ پڑتا تھا یہ جنگی لباس داؤد علیہ السلام کے طفیل سب انسانوں کو رب تعالیٰ نے عطا فرمایا لہذا سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے مسلم ہوں یا غیر مسلم ۱۹ سلیمان علیہ السلام کے لیے ہم نے آندھیوں اور تیز ہواؤں کو مسخر کر دیا کہ اس زمانے میں حضرت سلیمان کے حکمت ہوائیں چلتی تھیں ۲۰ فرمایا گیا کہ ان تمام حالات سے ہم واقف ہیں ہمارے علم سے کوئی چھپ نہیں سکتی ۲۱ حضرت

سلمان کے بے جنات و شیطین بھی معجز فرما دئے گئے کہ وہ ان کے حکم کے غلام بن گئے تھے کہ سمندروں میں غوطہ لگا کر موتی نکالتے اور سلمان علیہ السلام کا ہر کام نہایت تابع داری سے کرتے تھے وہ ہم نے ہی جنات کی سرکشی سے ہر چیز کو بچا یا محفوظ رکھا ہوا تھا اور شیطانوں کو کام بگاڑنے سے روک رکھا تھا۔ سوم۔ ایوب علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ بیمار ہوئے تو انہوں نے کافی دنوں کے بعد اپنے رب تعالیٰ سے اپنی بیماری کا ذکر عرض کیا اور شفا کی طلب کی تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور بیماری سے شفا دی بیماری کے زمانے میں حضرت ایوب اور ان کی اولاد لونڈی غلاموں کا جانی مالی جتنا نقصان ہوا تھا سب وہ بھی دیا گیا اور اس کے علاوہ مزید بھی ہم نے عطا فرمایا۔ چہارم۔ تین انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام فرمایا گیا کہ یہ تینوں بھی صابرین ہیں سے تھے اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا تھا یہ سب صالحین میں سے تھے۔ پنجم۔ حضرت ذوالنون یعنی یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کس طرح ناراض ہو کر اپنی قوم سے دور چلے گئے پھر دریا کی گھجلی سے ان کو نکلا اور وہ گھجلی کے پیٹ میں آیت کریمہ پڑھتے رہے ہم نے انکی انتہائی غریبی اور اعترافِ غرض قبول فرمایا تو ان کو نجات دی اور یہی طرح ہم اہل ایمان کو نجات دیتے ہیں ہشتم آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے زینہ اولاد کے لیے دعا مانگی ہم نے ان کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا اور ان کو ایک اولو العزم نبی رسول حضرت یحییٰ عطا فرمائے گئے۔ اولاد کے لیے ان کی بانجھ بیوی کو قابل اولاد بنایا یہ سب خاندان واسے اہل خانہ والدین اور فرزند اچھے کاموں میں جلدی کرتے تھے امید و بیم سے ہم کو پکارتے تھے اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر رہ کر ہمیں خشوع و خضوع سے یاد کرتے تھے یہاں حضرت مریم کا اشارہ ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے ہمیشہ اپنی پاک دامن کی حفاظت کی تو ہم نے ان کے جسم میں اپنی خاص روح پھونکی جس کے ذریعے ان کو قدرت الہی سے ایک بیٹا عطا فرمایا اور دونوں ماں بیٹے کو تمام جہانوں کے لیے قدرت کی شاندار نشانی قرار دیا۔ ہشتم ہم نے فرمایا کہ ابتدا سے انتہا تک سب دین بنیادی اور اصولی طور پر ایک ہی توحید و عقائد والا ہے۔ اگرچہ نام مختلف ہوتے رہے اور میری ربوبیت تم سب کے لیے ہے لہذا سب کائنات پر فرض ہے کہ میری عبادت کرو اور سب کو لڑنا بھی ہماری ہی طرف ہے۔ ساتواں رکوع اسی آخری رکوع کی انیس آیت میں بارہ باتیں ارشاد ہوئیں۔ اول۔ کفار کی یہودہ امتوں اور فضول تسنوں اور خیالی عقیدوں کا رد فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ جو بھی دنیا سے ایک دفعہ ہلاک ہو کر مر گیا وہ دوبارہ پھر کبھی بھی لوٹ کر دنیا میں نہیں آسکتا۔ اُس کے لیے واپس آنا حرام و ناجائز ہے جو یہاں سے نیک صالح اعمال کر کے گیا اُس کے اعمال کی بے قدری بربادی نہ ہوگی سب بحفاظت لکھے جا رہے ہیں۔ دوم۔ قیامت کی ایک نشانی بتائی جا رہی ہے کہ یا جوج ماجوج کھوئے جائیں گے اور وہ تمام روئے زمین پر پھیل جائیں گے

سوم، ارشاد ہوا کہ قیامت قریب آگئی جو حق وعدہ ہے۔ آج کفار منکر ہیں مگر جب آپہنچی گی تو آنکھیں بھیڑی رہ جائیں گی۔ پھر ہائے ہائے کرتے سب کچھ مانیں گے اور اپنی غلطی تسلیم کریں گے۔ چہارم، کفار کا انجام بیان فرمایا گیا کہ تم اور تمہارے سب بُت اور معبودانِ باطل جہنم کا ایندھن ہیں۔ یہ ہی دلیل ہے بتوں کے جھوٹا ہونے کی۔ پنجم جہنم میں ان کی کیفیت بیان کی گئی۔ ششم جہنمیوں کے ذکر کے بعد جہنم سے دور رکھے جانے والے اور پچھلے جہنم والوں کا ذکر ہوا کہ وہ اتنے دور ہوں گے جہاں جہنم کی بجھکنہ پہنچے گی۔ وہ جنت میں رہیں گے اور ان کی جنتی زندگی کی شان بیان فرمائی گئی۔ ہفتم، آسمان اور زمین کو پیٹنے کا ذکر ہوا اور دوبارہ زندگی ملنے کا تذکرہ ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے ضرور پورے فرماتا ہے۔ ہشتم، زبور میں لکھا ہے کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوتے رہیں گے۔ نہم، فرمایا گیا کہ قرآن تمام دنیا کے لیے کافی ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ عبادت گزار بننا چاہے تو اس کے لیے اب قرآن مجید ہی تا قیامت کافی ہے اس کو کسی آسمانی یا دنیوی کتاب کی ضرورت نہیں۔ دہم، اے پیارے نبی تم تمام جہانوں کے لیے رحمت کامل ہو۔ گیارھویں حکم فرمایا گیا کہ ساری کائنات میں میری لاشریک الٰہیت کا اعلان فرما دیجئے۔ اور اقوامِ عالم کو دعوتِ اسلام دیجئے۔ وہ مانیں یا نہ مانیں۔ فرمایا گیا کہ قیامت کا فقط تذکرہ کر دو جتنی وقت نہ بتاؤ کہ دور ہے یا نزدیک وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی فرما دو کہ مولیٰ تعالیٰ تمہاری سب باتوں کو جانتا ہے ظاہر ہوں یا خفیہ۔ فرما دو کہ یہ زندگی اور عیش و آرام تمہارے لیے ایک امتحانی ڈھیل اور عارضی بہت بھی ہو سکتی ہے یہ کوئی قبولیت کی نشانی نہیں۔ بارھویں، آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کا ذکر فرمایا گیا جو بدر و حسنین کی شکل میں قبول ہوئی۔ فرما دو کہ ہمارا رب رحمن ہی مددگار ہے تمہاری خرافات کے مقابل۔ اس سورۃ پاک میں سات چیزیں خصوصیت اور اہتمام سے ذکر فرمائی گئیں۔ اکفر کے نقصانات ۱۲ ایمان لانے کے فوائد ۱۲ اس سعادت میں سولہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء پاک مختصر ذکر کے ساتھ بیان فرمائے گئے اسماء مبارکہ علی الترتیب اس طرح ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط حضرت نوح حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت داؤد حضرت سلیمان حضرت ایوب، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس حضرت ذوالکفل، حضرت یونس حضرت زکریا حضرت یحییٰ علیہم السلام ۱۲ اصل ایمان یعنی توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل بیان فرمائے گئے کہ اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق یعنی فرشتوں کا ذکر اور شانِ بندگی کا ذکر فرمایا گیا جس سے کفار کے غلط عقیدوں کی تردید ہوئی ۱۲ توحید و رسالت کے بارے میں کفار کے غلط عقیدوں کی تردید ہوئی ۱۲ آخر میں نیک و بد انسانوں کے انجام کا ذکر فرمایا گیا۔ سورۃ انبیاء کے فضائل جب یہ سورۃ تلازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت خوشی

کا اظہار فرمایا اور صحابہ کرام نے جشن منایا ۲ اس سورت پاک میں خصوصی طور پر ان انبیاء و کرام کی شان و نصرت بیان کر دی گئی جن کے متعلق عیسائی گستاخانہ عقائد رکھتے ہیں۔ مثلاً داؤد، سلیمان۔ اور لوط علیہم السلام۔ آج کی بائبل میں ان کے متعلق گندے اور کفریہ عقیدوں سے بھری پڑی ہے ۳ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پورے قرآن مجید کی صرف چار آیت ہیں جن کو اہم اعظم کہا گیا ہے ان میں سے تین آیت اسی سورۃ میں ہیں پہلی آیت ۸۲ دوسری آیت ۸۴ تیسری آیت ۸۵۔ اہم اعظم کے درجہ والی چوتھی آیت پارہ ۲ سورۃ مومن (خافرا) کی آیت ۲۴ ہے۔ راز ماخوذ علیہا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲ اس سورت کا بیشتر حصہ حرم شریف میں نازل ہوا اس کے ذریعہ حرم شریف کو یہ سعادت حاصل ہوئی یہی پہلی سورت ہے جس کی کچھ آیت حرم شریف میں نازل ہوئی ۱۳ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ سورۃ الانبیاء کے عملیات۔ صاحب عملیات فرماتے ہیں ہر مصیبت کی مشکلات دور کرنے کے لیے اس سورت کی آیت مندرجہ ذیل طریقے سے تلاوت کرے تو بڑی سے بڑی مشکل بھی دور ہو جاتی ہے تجربہ شدہ ہے بشرطیکہ بندے کی روزی و خوراک حلال و طیب ہو۔ اس طرح طریقہ ہے کہ اولاً تازہ غسل کرے خوشبو لگائے پاکیزہ صاف سنئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہنے۔ اگر کسی وجہ سے غسل نہ کر سکے تو تازہ وضو کرے اور وضو میں دنیوی باتیں نہ کرے پھر یہ سب کام کر کے چار رکعات نفل ایک سلام سے پڑھے۔ پہلی رکعت میں ثنا اور سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد سومرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاَسْتَجِبْنَا لَہٗ وَنَجِّنَہُ مِنَ النّٰغَمِ وَ کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ پھر رکوع سجدہ حسب دستور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سو دفعہ اِنِّیْ مُسْنِنٌ اَنْفَرْتُ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ پھر تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سو دفعہ پڑھے وَ اُفُوْضْ اَمْرِیْ اِلٰی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بِعَصِیْرِ بَالِغٌ۔ پھر چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سومرتبہ پڑھے۔ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنَعْمَ الْوٰکِلِیْنَ۔ پھر رکوع سجود النقیات کے بعد سلام پھیر کر سورۃ قمر کی آیت مَا سَؤْمَرْتُمْ یُّرْسے۔ سَبَّحْ۔ اِنِّیْ مُخْلُوْبٌ فَاَنْتَ صَدِّقٌ پھر اپنی حاجت اور حل مشکلات کے لیے گیارہ دفعہ دعا مانگے پھر یہ کپڑے اتار کر دوسرا کوئی جوڑا پہنے یہ کام تین دن کرے بہتر ہے کہ بدھ جمعرات اور جمعہ کی راتوں میں بعد نماز عشا کرے تینوں دنوں میں کپڑے وہی پہلے دن و اے پہنے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کام ضرور ہوگا۔ دوم۔ اگر کوئی شخص غلین چہریشاں حال ہو تو سورۃ الانبیاء کو ہر روز پڑھے کسی بھی نماز کے بعد۔ اول آخر درود شریف گیارہ دفعہ اور درمیان میں سورۃ انبیاء پوری مکمل تین دفعہ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی غم باقی نہ رہے گا پریشانی نہ

ہوگی۔ سوم۔ اگر کوئی شخص دشمنوں سے خائف ہو تو کسی عامل اور با اجازت صاحب تعویذات سے اس کا تعویذ لکھوا کر اپنے پاس رکھے خواہ گلے میں پہنے۔ تعویذ کا زائچہ یہ ہے۔ اس کے کل اعداد ۳۸۲۲۱۹۷۲۱۹۷۲۱۹۷۲

۷۸۶

۹۵۵۵۴	۹۵۵۵۷	۹۵۵۶۱	۹۵۵۶۷
۹۵۵۶۰	۹۵۵۶۸	۹۵۵۵۳	۹۵۵۵۸
۹۵۵۶۹	۹۵۵۶۳	۹۵۵۵۵	۹۵۵۵۲
۹۵۵۵۶	۹۵۵۵۱	۹۵۵۵۰	۹۵۵۶۲

ہیں اور اس کی چالی خاتمہ تیرھویں میں ہے چہارم اگر کوئی شخص چاہے کہ اس کا دل نور ایمانی سے روشن ہو جائے تو تا عمر روزانہ بعد نماز عشا با وضو قبلہ رخ بیٹھ کر تین دفعہ تلاوت کرے۔ اول آخر درود شریف گیارہ

دفعہ (دھوٹ) تمام تلاوتوں میں شرط لازمی ہے الفاظ حروف اور اعراب یعنی زیر بر جزم پیش شہدہ کی ادائیگی بالکل صحیح ہو کرے۔ سورۃ انبیاء میں فقہی حنفی کے استنباط سے تقریباً تیرائی مسائل شریعت ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور اس سورت آیت جلیلہ و عظیمہ سے تقریباً بیست و نو فائد مسلمانوں کو حاصل ہو رہے ہیں اور شان نبوت کی ایک واضح جھلک جوں جوں سورت میں نظر آرہی ہے کہ مختلف آیت میں آسمانی وزین مخلوق کی شان و کمال بیان فرمانے کے بعد آخر میں محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام جہانوں پر شان احسان بیان فرمائی کہ کائنات مخلوق میں یہ جہان ہی یہ جہان والے ہیں۔ اور ان سب کے لیے یہ ہمارے محبوب محمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت ہیں اور تمام جادات نباتات حیوانات شمس و قمر کو اکب و شمس یہاں تک کہ انبیاء رسل علیہم السلام کے لیے بس وہی ایک رحمت نامہ قائمہ دائمہ ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں تمام اولین آخرین انسانوں کے لیے حساب قیامت کا ذکر اور حساب کے لیے شفاعت ضروری آیت ۱۸ میں آسمان وزین کے علم کا ذکر آیت ۱۹ میں آسمان وزین کی مخلوق کا ذکر آیت ۲۰ میں فرشتوں اور ان کی عبادت کا ذکر آیت ۲۱ میں ہر نبی کی تبلیغ دین و توحید کا ذکر آیت ۲۲ میں پانی کی نعمت کا ذکر آیت ۲۳ میں زمین کے ساکن ہونے کا ذکر آیت ۲۴ میں آسمان کے چھت ہونے کا ذکر آیت ۲۵ میں رات دن سورج چاند کی نعمت پیدا کرنے کا ذکر آیت ۲۶ میں حیات دنیوی کے امتحان ہوتے اور فنا ہونے کا ذکر آیت ۲۷ میں جھوٹے معبودوں بتوں کی کمزوری بیان کی گئی آیت ۲۸ میں میزان قیامت کا ذکر آیت ۲۹ میں موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کو ضیاء فرقان و ذکر ملنے کا بیان آیت ۳۰ میں قرآن مجید ذکر مبارک ہے آیت ۳۱ ابراہیم علیہ السلام کو رشد دیا گیا آیت ۳۲ میں ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی آیت ۳۳ یونس کا ذکر آیت ۳۴ داؤد و سلیمان علیہما السلام کی شان آیت ۳۵ نوح علیہ السلام کی شان آیت ۳۶ لوط علیہ السلام کی شان آیت ۳۷ زکریا و یحییٰ علیہما السلام کی شان آیت ۳۸ اسماعیل و ادریس و ذری الکفل کی شان کا ذکر آیت ۳۹ میں واقعات یونس علیہ السلام آیت ۴۰ زکریا و یحییٰ علیہما السلام کی شان کریمت کا ذکر آیت ۴۱ میں مریم و عیسیٰ علیہما السلام کی شان کا ذکر آیت ۴۲ میں یونس کے انعام اُخروی کا ذکر آیت ۴۳ یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر آیت ۴۴ میں کفار کا دوزخ میں حال آیت ۴۵ اہل ایمان کی اُخروی میراث کا ذکر آیت ۴۶

سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَاثْنَتَا عَشَرَ آيَةً وَسَيُذَكَّرُ

سورۃ انبیاء مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کی ایک سو بارہ آیتیں اور سات رکوع ہیں اس کا تفسیری ترجمہ خلافت ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بخشنے والا رحم فرما بیوالا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ

بہت ہی قریب آگیا لوگوں کے ان کا حساب اور وہ سب ہی پڑے ہوئے ہیں غفلت میں

لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ

مُعْرِضُونَ ۱ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرِ مِّنْ تَرَبُّهُمْ

منہ پھرنے والے ۱۔ کبھی نہ ہوا کہ آیا ہوا ان کے پاس کلام ان کے رب کی طرف

پھیرے ہیں۔ جب ان کے رب کے پاس سے انہیں

مُحَدِّثَاتٍ اِلَّا اسْتَمْعَوْا وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۲

نیا سگسٹار انہوں نے اس انداز سے کہ وہ مذاق ہی اڑا رہے ہیں

کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیتے ہوئے۔

لَا هِيَ قُلُوبُهُمْ ط وَاَسْدُّوا النَّجْوٰى ۳ الَّذِیْنَ

حال یہ ہے کہ مست ہیں ان کے دل۔ اور سرگوشی میں راز داری کا ان لوگوں نے

ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت

ظَلَمُوا أَهْلَ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ

جنہوں نے ظلم کیا۔ کیا نہیں ہے یہ نہ اتم جیسا عام بشر ہی کیا پس ملنے آتے ہو تم کی کہ یہ کون ہیں ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں کیا

السِّحْرِ وَأَنْتُمْ تَبْصِرُونَ ۝۳

ایک جادوگر کو حالانکہ تم سب کچھ سمجھتے ہو جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر

تعلقات اس سورت پاک کا پچھلی سورۃ پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی سورۃ طہ میں انبیاء کرام کا تذکرہ ہوا اب اس سورۃ پاک میں انبیاء کرام کی تعلیم و تبلیغ اور پاکیزہ اخلاق کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق پہلی سورۃ طہ کی آخری آیت میں قیامت اور عذاب سزا جزا کے انتظار کا ذکر کیا گیا اب اس سورۃ کی ابتدائی آیت میں قیامت عذاب حساب کتاب کے انتظار کی گھڑی قریب آنے کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی سورۃ طہ کی اکثریت میں کفار کی ضد حسد سرکشی اور اسلام سے منہ پھیرنے اور دولت کے عیش میں رہنے کا ذکر ہوا اب اس سورۃ کی آیت میں اس کی وجہ بیان ہو رہی کہ وہ کفار غفلت میں زندگی بسر کرتے بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ چوتھا تعلق پچھلی سورۃ طہ میں فرعون موسیٰ کا تفصیلی ذکر ہوا کہ فرعون نے معجزات دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور معجزوں کو جادو کہا تھا۔ اب اس سورۃ میں اس واقعے کو تفصیل سے بیان کر نیکی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ جس طرح اُس نے معجزوں کو جادو کہا تھا اسی طرح اس زمانے کا فرعون البوجہل اور اُس کے ساتھی پیارے بنی آخر الزمان کے معجزات کو دیکھ کر بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ سب جادو ہے۔

شان نزول مکتے کے سردار ان کفار انکار قیامت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیامت وغیرہ کچھ شان نزول بھی نہیں ہوگا اور اگر آتی بھی ہے تو ابھی بہت زمانوں بلکہ صدیوں دراز مدتوں بعد بہت دور ہے لہذا ڈرنیکی کوئی بات نہیں ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ قیامت بہت ہی قریب ہے اور دن بدن قریب ہوتی جا رہی ہے۔ یہ سرکشی و غفلت سراسر نقصان دہ ہی ہے۔ (دخرائن العرفان)

تفسیر نحوی

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِمْ
مِنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ يُخَذِّتُ اِلَّا اَسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ اِقْتَرَبَ

باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب یہ ہمیشہ متعدی ہوتا ہے کبھی لام جارہ سے کبھی من سے یہاں للناس یعنی لام سے متعدی ہے قُرب سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِقْتَرَبَ بمعنی قریب آنا۔ قُرب مصدر کی ضد نقیض ہے للناس۔ لام حرف جر تعدیہ بمعنی لوگوں کا، لوگوں کے لیے یا بمعنی عُنْد یعنی لوگوں کے پاس یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے اس تقدم سے حصر اور متوجہ کرنے کا فائدہ حاصل ہوا حِسَابُہُمْ یہ مرکب اضافی فاعل ہے۔ واو عالیہ اس کا مابعد حال ہے حِسَابُہُمْ ضمیر کا ضم ضمیر جمع غائب مبتدا ہے فی جارہ ظرفیہ کیفیت غفلۃ اسم حاصل مصدر آخر کی ت مصدر یہ اور تنوین تعظیفی ہے بمعنی سخت لاپرواہی۔ لاطلی بھول یہ جار مجرور متعلق مقدم مُعْرِضُونَ اسم فاعل جمع مذکر کا باب افعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِعْرَاضُ بمعنی منہ پھیرنا عَرْض سے مشتق ہے ضم ضمیر صیغہ اس کا پوشیدہ فاعل ہے ان تمام بارز و مستتر ضمائر جمع غائب کا مرجع للناس ہے۔ ایک قول میں فی غفلۃ پوشیدہ۔ و اَقْرَبُونَ اسم فاعل کا متعلق ہے اور یہ جملہ اسمیہ موصوف یا بیان ہے مُعْرِضُونَ کا مگر یہ غلط ہے مُعْرِضُونَ اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی ضم مبتدا اپنی اس خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مال ہے اِقْتَرَبَ کے متعلق ناس کا یا حِسَابُہُمْ کی ضم ضمیر کا اِقْتَرَبَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ ما حرف نفی زائدہ یعنی عمل نہیں کرتا نہ لفظی نہ معنوی خیال رہے کہ ما حرف نفی تین قسم کا ہے واوہ جو جملہ اسمیہ کے اول میں آئے وہ مشبہ بلیس ہوتا ہے اور فعل ناقضہ جیسا عمل کرتا ہے واوہ جو فعل ماضی پر داخل ہو، وہ معنوی عمل کرتا ہے کہ مثبت کو منفی فعل بنا دیتا ہے واوہ جو فعل مضارع پر داخل ہو وہ مضارع کو منفی نہیں بناتا بلکہ اپنے معنی دغنی کو پورے چلے پر جاری کرتا ہے فعل بذات خود اپنے صیغے میں مثبت ہی رہتا ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ ایسا کبھی بھی نہ ہوا کہ یہ ہوا ہو مگر انہوں نے ضد نہ کی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس کا کے بعد مضارع بمعنی مال ہی ہوتا ہے۔ نیز کبھی اس کے بعد اِلَّا آتا ہے کبھی نہیں۔ باقی باب ضرب کا مضارع مثبت واحد مذکر غائب اَقِی سے مشتق ہے بمعنی آنا۔ لانا۔ ملنا یہاں بمعنی ملنا ہے۔ ہم ضمیر منصوب متعین مفعول بہ ہے مرجع ناس ہے ایک قرئت میں تَاْتِيْہُمْ ہے واحد مؤنث۔ من جارہ زائدہ متعدی بنانے والا ذکر اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنی نصیحت۔ آیت یا بمعنی کلام اللہ ایک قول میں ذکر سے مراد ذات اللہ سنی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ جار مجرور محلاً مرفوع ہے کیونکہ باطناً فاعل ہے یا قی کا موصوف من رُبِّہُمْ

یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے۔ مُخْدِتِ بَابِ افعال کا اسم مفعول واحد مذکر اس کا مصدر ہے اَخْدَثَ
خَدَثَ سے بنا ہے بمعنی آیا ہونا اس سے ہے مَلَثَ بمعنی نوید جو پہلے نہ ہو دھکن (قدیم اور واجب کا
غیر اسی سے ہے حادثہ) اچانک ہونے والا کام (بجائے گہرہ صفت ہے) ذکر کی دونوں مل کر مجرور ہو ا جار مجرور
مل کر متعلق دوم یا مضمر اور فاعل معنوی (باطن) ہو ایاتی کا۔ الا حرف استثناء مفرغ کیونکہ مستثنیٰ مِنْهُ مذکور
میں اس نے سابقہ نفی کو توڑ دیا ایک قرینت میں محدث پڑھا گیا ہے ذکر کے غلی رفع کی وجہ سے اِسْمَعُوْا
بَابِ افعال کا فعل ماضی جمع مذکر غائب بعض غات کے نزدیک یہاں ذکر مقدر ہے کیونکہ الْاَفْعَلُ پر
داخل نہیں ہوتا۔ دراصل ہے اِلَّا ذِكْرًا اِسْمَعُوْا دائرہ یہاں آخر میں اِلَیْکَ اس لیے نہیں آیا کہ حضور پھرائی
جو اِلَیْکَ سے کرنا تھا وہ ضمیر سے ہو گیا۔ سَمِعَ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِسْمَاعٌ بمعنی سننا متعدی
ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ ہے جس کا مرجع لُتَّاسُ ہے ضمیر واحد مذکر غائب مفعول یہ ہے
مرجع ہے ذکر واو عالیہ مُمُ ضمیر مبتدأ یَلْبِثُوْنَ بَابِ فتح کا مضارع جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر
صیغہ ہے لُتَّاسُ سے مشتق ہے بمعنی مذاق اُرانا مذاق دہلگھکنا۔ کھیلنا یہاں پہلے معنی میں ہے
یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدأ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے اِسْمَعُوْا کے فاعل کا یہ
سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے یا۔ تیخیم کے ضم ضمیر مفعول یہ کا یا تی فعل اپنے باطنی اور متعلق
مفعول یہ وغیرہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا مگر ابھی مکمل نہیں ہوا۔ اگلی عبارت اس کا حال ہے لَا هِيْةُ
قُلُوْبُهُمْ لَا هِيْةُ بَابِ نَصَرٍ یا سَمِعَ کا اسم فاعل واحد مؤنث ہے لُتَّاسُ سے مشتق ہے بمعنی
بے ملی تا واقعہ نا سمجھی کی بنا پر کسی اچھی چیز سے منہ پھیرنا چھوڑ دینا بے رغبتی کرنا بعض کے نزدیک
لُتَّاسُ سے مشتق ہے بمعنی کھیل مذاق میں مشغول رہنا۔ بجائے نصب ہے کیونکہ یہ پورا جملہ حال ہے
قُلُوْبُهُمْ یہ مرکب اضافی فاعل ہے لَا هِيْةُ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یَلْبِثُوْنَ
کے فاعل ایک قول میں لَا هِيْةُ رفع سے ہے کیونکہ خبر دوم ہے مُمُ مبتدأ کی۔ اگرچہ یہ پورا جملہ حال ہے
اور اس پر سے جملے کا غلی یعنی موقع غل کے لحاظ سے اعراب نصب ہے مگر چونکہ اصل جملہ عامل
ہوتا ہے اس لیے جب کہ اس پر نفلی اعراب آسکتا ہو تو نفلی بھی ضرور آئے گا لیکن جب نفلی اعراب
نہ آئے جیسے مبنیات اور معرب مضارع تب صرف غلی اعراب ہوتا ہے۔ وَاسْرُوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا اَهْلَ هَذَا اِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ اَفْتَاوْنَ السَّحَرُوْا اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ واو سر جملہ
ابتداء کلام کے لیے ایہ ہمیشہ زائد ہوتی ہے۔ اَسْرُوا بَابِ افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب اس
کا مصدر ہے اَسْرَارٌ بُرئ سے مشتق ہے مضاعف ثلاثی ہے ترجمہ ہے خفیہ اور نہایت آہستہ آواز سے

بات کناہ بعض نے کہا ہے کہ اسی سے سرور اور سرور بمعنی دلی پوشیدہ خوشی مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس کا مصدر ستر نہیں بلکہ سر (ستر) ہے بالضمہ الخوی۔ اسم جامد حاصل مصدر بمعنی راز جید خاص بات قلبی بلکہ بعض نے فرمایا سر اور نجوی ہم معنی ہے یہاں دونوں کا ذکر تاکید میں بالئے کے لیے ہے یعنی بہت ہی بہتہ فاری میں اس کو سرگوشی اور اردو میں کانا پھوسی کہتے ہیں بحالت فتح تقدیری ہے مفعول یہ اسر واکا اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے۔ نجوی کا مصدر نجو یا نجی ہے الذین اسم موصول جمع مذکر ظلموا باب ضرب کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہو کر موصول صلہ ملکہ بدل اکل ہوا انشا کے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل کا۔ اسر و اسب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ستری قول ہوا۔ صل حرف استفہام ہے مگر چونکہ اس کے بعد الا استثنائی ہے اس لیے یہاں نفی سوالیہ کے لیے اردو میں ترجمہ ہے کیا ایسا نہیں جب لانے نفی توڑی تو مطلب ہوا کہ ایسا ہی ہے۔ هذا اسم اشارہ قریہ بمعنی یہ۔ مراد اشاریہ ہے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم الا حرف استثنا متصل بشر اسم مفرد جامد مبتدا شکم مرکب اضافی خبر ہے دونوں جملہ امیہ ہو کر مشتق ہوا خدا کا دونوں مل کر معطوف علیہ آف۔ دراصل ہے ف اور سوا کو اہمیت دینے کے تعلیل عکس کی جاتی ہے اس طرح تعلیل عکس سے ایک موجودہ جگہ قرآن مجید میں آف مذکور ہے ف حرف عطفت تعقیب کے لیے ہے آف سوالیہ ہے تاؤن باب ضرب کا فعل مضارع جمع مذکر حاضر آتی سے مشتق ہے بمعنی آنا۔ لاتا، یا پلانا یا جانا دراصل تھا تاؤن کی تکرار کے ثقل کی وجہ سے تعلیل نجوی میں ی مخدوف ہوئی اور اس کا پیش روضہ ماقبل کو واؤ کی مناسبت سے دیدیا گیا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جمع مذکر حاضر انتم پوشیدہ ہے جس کا مرجع الناس ہے۔ التخر اسم مفرد جامد حاصل مصدر بحالت نصب مفعول لہ ہے یعنی جادو کے لیے اور تہ آتی بمعنی جانا ہے ایک قول میں التخر بمعنی سامر ہے یعنی جادوگر تہ آتی بمعنی ملنا ہے اور یہ مفعول یہ ہے۔ واؤ حالیہ بمعنی مالاکہ۔ انتم ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل کیونکہ مبتدا ہے تبعرون باب افعال کا فعل مضارع معروف جمع مذکر حاضر اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہوا۔ تاؤن کے فاعل کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشا یہ ہو کر معطوف ہے صل هذا پر دونوں عطفت مل کر مقولہ ستری ہو کر قول مقولہ ستری ہوا قول مقولہ ملکہ جملہ تالیہ ہو گیا بعض نے فرمایا صل خدا کا پورا جملہ بدل ہے یا عطفت بیانی ہے نجوی کا مگر پہلی ترکیب درست ہے۔

یہ سورۃ تمام آیت میں مکی ہے کیونکہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور جو سورت ہجرت سے پہلے نازل ہو وہ مکی ہوتی ہے اس کا نمبر نزول تہتر ہے یعنی یہ سورۃ

سورۃ انبیاء کا تعارف

بہتر سورتوں کے بعد نازل ہوئی۔ سورۃ ابراہیم کا نزول نمبر ۷۲ ہے اور اس کی ساتھ والی سورۃ حج کا نزول نمبر ۱۰۴ ہے۔ سبحان اللہ قربان جاؤں علم مصطفیٰ کے کہ کس طرح اپنے نزولی متفرق سورتوں آیتوں کو ترتیب الہی کی عرشی و آسمانی رُئی میں پرو دیا۔ اس میں سات رکوع۔ اور قرآن کو فو و مکہ کے نزدیک اس کی ایک سو بار آیتیں ہیں اور قرآن مدنی و بصری کے نزدیک اس کی ایک سو گیارہ آیت ہیں۔ آیت ۶۶ میں اختلاف ہے پہلے قول میں قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ سے لَا يُصْغِي كُمْ دِيكُ ایک آیت ہے اور اُفْتَكُمُ سے أَفَلَا تَعْقِلُونَ تک ایک آیت ۶۷ ہے۔ اس طرح ایک سو بار آیتیں بنتی ہیں یہی جمہور کا قول ہے اور درست ہے۔ مشہور ہے۔ دوسرے قول میں قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ سے۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ تک سب ایک ہی آیت ہے ۶۶ اس طرح تمام آیت ایک سو گیارہ بنتی ہیں۔ اس سورۃ کے کل الفاظ ایک ہزار ایک سو اٹھاسی ہیں اس کے حروف چار ہزار آٹھ سو ساٹھ ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس کے حروف چار ہزار آٹھ سو نوے ہیں۔ تیس عروف زائد۔ غالباً انہوں نے کھڑی زیر کو بھی الف مانا ہے وَاللَّهُ وَدَسُوْلُهُ اَصْلَمُ۔ (تفسیر مدارک و ابن عباس) اس سورۃ میں آٹھ چیزیں مذکور ہوئیں را غافلین کو جھڑک ۲۱ رسول اور نبی علیہم السلام کی معرفت اور پہچان کا غلط معیار اور صحیح معیار کا بیان اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی برابر سمجھنا طریقہ کفار ہے۔ ۲۲ توحید باری تعالیٰ کی پہچان اور معرفت کے عقلی فکری اخلاقی دلائل ۲۳ دنیوی زندگی کا بیان کہ وہ کھیل کود کے یے بے نتیجہ نہیں دی گئی۔ بلکہ اگلی اُخروی زندگی کی بڑی کامیابی یا ناکامی حاصل کرنے کے یے دارُ العمل ہے۔ اس لیے ہر شخص سے حساب لیا جائے گا۔ حیاتِ دنیوی کو کھیل کود و عیاشی سمجھنا نظریہ کفار ہے وہ فرشتوں کے متعلق کفار کے باطل عقیدے کا بیان اور اُس کی تردید و بطلان ۲۴ مختلف آیات میں چند انبیاء علیہم السلام کی سیرت طیبہ کا بیان تاکہ ہر بندہ اُن کے طرزِ عمل اور زندگی کے ہر مرحلے ہر شعبے میں اُن جیسا صبر، شکر، ثابت قدمی، استقلال اور لائحہ عمل اختیار کرے ۲۵ کفار کی اس غلط فہمی اور فریب خوردگی کا بطلان فرمایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے باوجود عذاب کیوں نہیں آتا اگر وہ سچے ہوتے تو مخالفوں پر عذاب آجاتا ۲۶ آخر میں تین چیزیں بیان ہوئیں۔ اولاً یہ کہ نیکی اور صداقت کی پیر دی ہی کامیاب زندگی ہے اس حق پرستی میں لا خوف علیہم ہے اسی میں فرشتوں کی مرجہا کی دولت ہے اسی میں ایمان کی بقا ہے۔ ثانیاً پھر قرآن مجید کی شان بیان فرمائی گئی سوم اور پھر آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظمت نبوتِ تامہ قائمہ اور رحمۃ عالمین کا ذکر فرمایا گیا۔ اس سورۃ کا نام سورۃ انبیاء ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ اس میں سولہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اُسماء و مقدس۔ اُلقاب معلّم، مختصر تذکرہ اور خصوصی شان انعاماتِ الہیہ کا بیان ہے از آیت ۲۱ تا آیت ۲۹ و حضرت موسیٰ۔

۱۳ عِزْرٰوْنَ ۱۴ اِبْرٰہِیْمَ ۱۵ لُوطَہٗ ۱۶ اِسْحٰقَہٗ ۱۷ یٰعْقُوْبَہٗ ۱۸ نُوْحَہٗ ۱۹ دَاوُدَہٗ ۲۰ سُلَیْمٰنَہٗ ۲۱ اِلٰیوْبَہٗ ۲۲ اَوْرٰیسَہٗ ۲۳ اِسْمٰییِلَہٗ ۲۴ ذُو الْکِفْلِہٗ ۲۵ ثٰیثَہٗ ۲۶ ذُو الْنُوْنِ یعنی یونس ۲۷ اَزْکَرِیَّاہٗ ۲۸ اٰیُّہِیْمَ السَّلَامَ چنانچہ فرمایا گیا۔ وَ لَقَدْ اٰتٰیْنَاکَ اِبْرٰہِیْمَ نَہٗ مَوْحٰی و عِزْرٰوْنَ کو فرقان اور روشنی و ذکر دیا۔ آیت ۲۴ میں ارشاد ہوا۔ اور ہم نے ابراہیم کو تمام عالم کی رشد و ہدایت دے دی۔ آیت ۲۵ میں فرمایا گیا۔ ہم نے اسحاق و یعقوب کو ہدایت ربانی کا اہم بنا دیا۔ آیت ۲۶ میں ارشاد ہوا۔ ہم نے لوط کو حکمت و علم عطا فرمایا آیت ۲۷ میں فرمایا گیا۔ ہم نے ان سب سے پہلے نوح کو مقبول الدعا بنایا اور ان کی ہر ہر دعا قبول فرمائی۔ آیت ۲۸ میں فرمایا گیا۔ وَعَلَّمْنٰہُ مَنَٰعَہٗ لَبُوْہِیْمَ۔ ہم نے داؤد کو لباس عجیبہ بنانے کا ہنر سکھا دیا۔ اور ان کے لیے پہاڑ و پرندے مسخر کر دئے آیت ۲۹ میں ارشاد ہوا۔ ہم نے سلیمان کو حکمت و علم دیا اور پورے جہان کی ہوا میں مسخر کر دیں کہ ان کے حکم سے ہوا میں چلتیں، آیت ۳۰ میں ارشاد ہوا کہ ہم نے ایوب کو اٰیٰتِہٖ اَھْلَہٗ وَ مٰثِلُھُمْ مَّعُھُمْ رَحْمَۃً مِّنْ حِنْدٍ بنا۔ اپنے پاس اُن کو اُن کے دُکھنے اصل و اموال کے ساتھ ساتھ رحمۃ عطا کی اور عابدین میں ان کا چرچہ قائم فرمایا۔ آیت ۳۱ میں ارشاد ہوا۔ ہم نے اسماعیل اور زکریٰ الکفل و ثیث، کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔ آیت ۳۲ میں ارشاد ہوا۔ ہم نے ذوالنون کو مقبول الدعا بنا دیا اور بھاری غم سے نجات دی۔ اُن کو کائنات کے لیے اپنی قدرت کا عجیب نشان بنا دیا۔ آیت ۳۳ میں فرمایا گیا۔ ہم نے زکریٰ کو مستجاب الدعوات بنا دیا اور ان کو سخی بیباک سراپا رحمت بنا دیا۔ آیت ۳۴ میں فرمایا گیا۔ کھجی پر چار انعام تھے راحۃ فی الخیرات و رغبۃ فی الدعا و رغبۃ فی الالٰتجا و اور خشعت فی الاعمال۔ پھر آخر میں اپنے محبوب کی شان بیان فرمائی کہ۔ وَ مَا اُرْسَلْتُکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ چونکہ اس سورۃ میں ازاول تا آخر صرف انبیاء و کرام کی شان و انعام کا ذکر ہے اس لیے رب تعالیٰ نے اس کا نام سورۃ انبیاء رکھا۔ ورنہ دیگر بہت سی سورتوں میں انبیاء علیہم السلام کے اعمال افعال اقوال اور القاب و اسماء مبارکہ اس سورۃ سے بھی زیادہ مذکور ہیں اور سورۃ انعام میں تو اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کے اسماء و پاک ہیں۔

تفسیر عالمانہ | اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَتٍ مِّنْ مَّآیَا تَتَجَمَّعُونَ مِنْ ذِکْرِہِمْ رَیْبُھُمْ مُحَدَّثَاتٍ اِلَّا اَسْتَعُوْذُ بِاللّٰہِ یَعْلَمُوْنَ کیا عجیب ظلم و حماقت ہے ان کفار و منافقین اور فاسقین و فاجرین کا اپنی جانوں پر کہ قریب آگیا ان لوگوں کا یوم قیامت والا حساب جو کبھی نہ ٹل سکے اور وہ بد نصیب ہزار سمجھانے کے باوجود ابھی تک غفلت میں ہی پڑے ہیں اس طرح کہ اللہ تعالیٰ رسول کے دین ایمان اخلاص اطاعت اتباع اعمال آخرت سے منہ پھیرنے والے اور رنجوی افعال و کردار میں بڑی پستی چلا کی سے منہک۔ کفار ظالم منافق بد قسمت اور ناقیامت فاسقین احمق

ہیں اور کفار و غافلین کا اعراض یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ کوئی بھی نیا ذکر پہلے بار و عند نصیحت تبلیغ آیت و احادیث بذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ان کے رب تعالیٰ کی طرف ایسا نہیں آیا جس کو وہ مان لیتے ہوں مگر وہ بے توجہی بے دھیانی کرتے ہوئے اس انداز میں سنتے ہیں کہ وہ گویا ان سب ایامیات کو کھیل سمجھتے ہیں۔ لَٰحِیۃ قُلُوۡبُہُمْ وَاَسۡرُوۡا النَّجۡوۃ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا اَهٰلَ ہٰذَا لَاۤ اَبۡشَرُ مِمَّۡلَکُۡمُ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَاَنْتُمْ تَبۡصِرُوۡنَ۔ کیونکہ ان کے دل مذاق بازی میں لگنے والے ہیں خود دور کی غفلت میں پڑنے والے نہ آیت میں تدبیر نہ فرمان احادیث میں تعجل نہ اپنے انجام میں تفکر نہ پھلی مذاہب زدہ ہلاک و تباہ شدہ اقوام قریات کی تواریخ و مشاہدات میں تفقہ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے ہر انسان کو پانچ قوتیں عطا فرمائی ہیں پہلی قوت سماعت دوم، اگر سماعت درست ہو تو بصارت حاصل ہوتی ہے و بصارت درست ہو تو بصیرت ظاہر ہوتی ہے و بصیرت ظاہر ہو تو تدبیر پیدا ہوتا ہے و تدبیر کیا جائے تو تفکر نمودار ہوتا ہے ان پانچوں کو استعمال کیا جائے تو تفقہ بیدار ہوتا ہے۔ ان کو صحیح استعمال کے دو ذریعے ہیں پہلا ہے توجہ قلبی۔ دوم نصب عقل یعنی قلب اگر سمجھنے پر آمادہ ہو تو عقل قائم ہو کر ڈٹ جاتی ہے۔ اس لیے کہ

عقل اندر حکم دل یقانی است چوں زول آزاد شد شیطانی است

اگر عقل میں نصب نہ ہو تو تعجب ہے اور اگر دل میں توجہ نہ ہو تو لہو ہے۔ لہو سبب ہے یا علت ہے لعب کا۔ ہر دنیوی کام لعب ہے اور دنیا کو اھمیت دینا آخرت سے غافل ہو جانا لہو ہے یہاں اس سورۃ میں چار چیزوں کا اس ترتیب سے ذکر فرمایا گیا کہ پہلے غفلت کا ذکر پھر اعراض کا پھر لعب پھر لہو کا ذکر۔ نیز سورۃ محمد کی آیت ۲۴ میں بھی ارشاد ہوا کہ اِنَّمَا الْحٰیۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ۔ یہ ترتیب اس لیے ہے کہ لہو علت ہے لعب کی اور لعب علت اور وجہ ہے اعراض کی اور اعراض علت ہے غفلت کی انسان کے قلب میں جب لہویت آتی ہے تو عقل میں لہویت آجاتی ہے اور جب عقل میں لعب ہو تو طبیعت میں اعراض پیدا ہوتا ہے اور جب طبیعت میں اعراض ہو تو مزاج میں غفلت آجاتی ہے اور غافل انسان اپنی غفلت کی بنا پر ہر اچھائی اور مفید چیز کا تسخر اڑاتا ہے تسخر کا انداز تسخر ہے۔ تسخر اسے دخول اور دخول سے سفاهت، سفاہت سے حماقت، حماقت کے تین درجہ ہیں پہلا درجہ فسق اس سے اوپر چھی منافقت اس سے اوپر کھلا کفر۔ ان مقامات و حالات میں انسان سے احساس نقصان و ضیاع ختم ہو جاتا ہے۔ وہ نہیں سمجھ پاتا کہ ہر گزرجائیوالی ساعت دور ہو رہی ہے اور آئیوالی ساعت قریب ہو رہی ہے۔ غافل لوگ گردش ایام کو عمر زیادہ ہونے کا نام

دیتے ہیں کہ فلاں کی عمر زیادہ ہوگئی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ۔

مافل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے متادی بہ گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھڑادی
غافلین وقاسقین نے کبھی اس فرمان نبوی پر غور نہیں کیا جو آقا کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد مقدس فرمایا کہ۔ اِنَّا دَاۤاِلسَّاعَةِ كَآئِنٌ۔ یعنی میں اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے
یہ دو انگلیں یعنی مومن کی شہادت کی انگلی اور درمیان کی انگلی۔ یا کافر کی سبب اور وسطی انگلی۔ اور قیامت
میں صرف اتنا ہی زمانہ دوری باقی رہ گیا ہے جتنا اس بڑی چھوٹی انگلی کی درازی میں۔ یہ حدیث پاک
تفسیر ہے اِخْتَرَبْتُ السَّاعَةَ کی کہ اے غافلو! اب قیامت آنے اور حساب آفر قائم ہونے میں نہ سکا
بعد ہے نہ زمانی۔ مگنا بھی قیامت قریب ہے جیسے کہ یہ دو انگلیاں بیچ کی انگلی میں جتنی معمولی تھوڑی
سی درازی ہے بس موت اور موت کا فرشتہ بھی اتنا ہی دور ہے۔ اور موت سے قبر قبر سے میدانِ حشر
ملا ہوا ہے۔ زمانی قریب اس طرح کہ اب کوئی نبی کوئی کتاب نہیں۔ اب کسی کا زمانہ آئے گا اب تو نبوت
کتاب ہدایت رحمت برکت عزت سب کچھ میرے ہی پاس ہے میرے بعد صرف قیامت کا انتظار
ہے۔ میں اور قیامت بلافاصلہ ملے ہوئے ہیں اے غافلو تم سمجھتے ہو کہ قیامت دور ہے۔ مگر
رب تعالیٰ کے علم میں رَاۤاِخْتَرَبْتُ لِّلنَّاسِ حَسَابًا بَہْمًا۔ ہے۔ اب مومن مسلمان عاملِ کثیف
عابد زائد بننے کی مدت بہت تھوڑی رہ گئی ہے اور یہ صرف کفار مکہ کو ہی تنبیہ نہیں بلکہ قیامت
ہر کافر کی مذمت کرتے ہوئے ہر فاسق گناہگار کو بھی جھڑک فرمائی جا رہی ہے اور ذکر سے مراد
آیت احادیث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ نصیحتیں۔ اور اولیاءِ علیا کی بھی تبلیغیں ہیں۔ محدث
سے مراد پہلے بار بار آیت و احکام کا اترنا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف محافل و مجالس
میں وعظ فرمانا بار بار سمجھانا ہے۔ اور کفر منافقت فسق و فجور مرام و باطل عقائد و نظریات
لغویات سے روکنا ہے۔ لیکن ان تمام مشفقانہ مجاہد نصیحتوں آیتوں معجزوں کو دیکھنے سننے کے باوجود
وَ اَسْتُرُوا۟ النَّجْوٰی۔ اور بچائے عقل سے کام لے کر راہِ راست و طریقہ نجات پر آنے کے
خفیہ اجتماعات اور مجلسیں قائم کر کے ایسی سرگوشیاں اور آہستہ باتیں کرتے ہیں یہ اپنی جانوں پر
آبدی اُخروی ظلم کرنے والے کفار مکہ یہ مجلسیں اور باتیں یا اسی لیے ہیں کہ دیکھیں اگر یہ نبی ہیں تو
ان کو ہماری خفیہ اجتماعی محفلوں اور آہستہ باتوں کا پتہ لگتا ہے یا نہیں اگر سچا نبی ہوگا تو اس کو
علم غیب بھی ملا ہوگا جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو۔ ورنہ نہیں۔ حالانکہ ان گستاخوں بد نصیبوں کافروں کو
پتہ نہیں کہ ہمارے یہ محبوب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم متعدد وصال تا قیامت کائنات کے نامریں

کے خفیہ آہستہ سلاموں کو بھی سن لیتے ہیں اسی لیے رب نے انجیبات میں سلام کو مخاطب اور آہستہ رکھا اور یا ان کفار کی آہستہ خفیہ ٹھٹھیلیں اس لیے ہیں کہ اسے سردار و تم سب اپنے نوکر و خادموں، کامیوں، غلاموں، ماتحتوں، ملازموں کو یہ باتیں سمجھاؤ کہ وہ گلی گلی کوچہ کوچہ ہر اپنے پرانے مسافر مقیم واقعہ و اجنبی وغیرہ ہر اس آدمی کو بتائے جو مسلمان ہونے کی طرف راغب ہو یا مسلمانوں کے پاس جاتا ہو اسلام کی باتیں سنتا ہو اس کو اسلام سے دودنی سے نفور اور قرآن سے متنفر کرتے ہوئے کہو کہ هَلْ هَذَا الْاَبَشْرُ مِثْلُكُمْ۔ اے یہ جسے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، یہ نبی نہیں کیونکہ یہ تو ہر چیز میں تمہاری برابر ہے۔ ذرہ بھر کسی خوبی طاقت قدرت میں تم سے زیادہ نہیں کھانے پینے مونے جاگنے میں تمہاری طرح محتاج بیماری تندرستی لاغری ضعیفی میں تمہاری طرح کمزور بچپن جوانی بڑھاپے میں تمہاری جیسی عمر بال کمال جسم اعضا میں تمہاری ہم شکل غرض کہ زندگی کا کونسا شعیبہ ہے جس میں وہ تم پر کس طرح کی برتری حاصل کر سکے۔ جب یہ نہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ نبی ہو جائے اور اس کو اللہ کے پیغام آتے ہوں ہاں البتہ یہ فصیحانہ کلام حیران کن باتیں اور وہ چند عجیب معجزات جو تم نے اُس کے ہاتھوں دیکھے مثلاً چاند حیر دینا جلی گٹھلی یا بے گٹھلی کے کجور کا دنیا یا عمرو بن ہشام ابو جہل کے ہاتھ مٹھی کی کنکرہ لوں سے اپنا کلمہ پڑھوا دینا وغیرہ وغیرہ تو یہ سب جادوگری ہے اَفَتَأْتُونَ السَّحَرَةَ۔ تو کیا تم اُس کے جادو میں پھنستا چاہتے ہو ہمارے مشاہدے اور بتانے سمجھانے کے علاوہ وَ اَن تُمْرُتُمْ بِمُفْرَدٍ اور یہ کہ تم خود بھی عقل مند اور بصیرت و بصارت والے ہو۔ اور یا اس لیے یہ لوگ خفیہ مینگیں، آہستہ بولیاں سرگوشیاں کھسر پھسر کرتے بولتے تھے کہ حقیقت میں سب کچھ سمجھتے تھے اور عقل و دماغ سے جانتے تھے کہ یہ ہماری طرح کالبشر نہیں بلکہ مافوق الفطرت شخصیت ہے۔ اسی لیے مِثْلُكُمْ کی بات برملا کہنے کی جرئت نہ کرتے تھے نہ زور سے اظہار کر سکتے تھے کہ کہیں اپنے ہی ہم کو نہ جھٹلا دیں بلکہ ایک دفعہ ایکبار ایک شخص نے جب پوچھ لیا کہ تم اس شخص کو جادوگر کہتے ہو اور اس کے معجزوں کو جادو کلام کو تحریف تو یہ تو بتاؤ کہ اس نے جادو سیکھا کس سے اور کب سیکھا۔ جب کہ اس کی ولادت سے اب تک بچپن جوانی بڑھاپا سب ہماری نظروں کے سامنے ہم سے کبھی جدا نہ ہوا۔ تب وہ سب کفار اور بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والے لاجواب ہو گئے۔ تیز جادو تو صرف زمین پر چل سکتا ہے مگر اس نے تو آسمان کا چاند توڑ کر دکھا دیا تھا۔ ان سوالات کی بھرمار سے کمل ٹھٹھیلیں اور بلند آوازی کے اعتراضات نہ کر سکتے تھے۔

مفسرین کے مختلف اقوال | اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ بِمَنْ قَوْلٍ مِنْ اِيْنِ مَا اس سے مراد یوم قیامت ہے جس سے مراد وقت موت ہے، کیونکہ موت بھی

قیامت صغریٰ ہے موت سے دنیوی ہلاکت اور اچھے برے اعمال بند۔ اور قبر کی زندگی متصل ہے قیامت سے جو مرگیا اُس کی قیامت قائم ہوگی۔ یا اس سے مراد زندگی کی ہر آنیوالی گمراہی ہے کیونکہ حساب قیامت سے قریب کرنے والی ہے۔ غفلت۔ میں پانچ قول ہیں۔ ۱۔ اس سے مراد کفر ہے۔ ۲۔ یا مراد بھول نبیان۔ ۳۔ یا مراد ہے حماقت جہالت کی لاپرواہی۔ ۴۔ یا مراد ہے۔ دنیوی کھیل کود و کاروبار میں مشغولیت۔ ۵۔ یا مراد ہے دنیا پرستی دنیا سازی۔ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ میں دو قول ہیں۔ ۱۔ اس سے مراد ہے ظاہری کمال بال اعضا و شکل و صورت والا انسان۔ ۲۔ یا مراد ہے باطنی اعضا عقل دل و دماغ گرسے کلبھی۔ سینے معدے والا انسان۔ کفار نے معرفت نبوت کو عقل و شکل و صورت سے مائل کرنا چاہا۔ حالانکہ نبوت کی پہچان کلی انسانی بشری شکل و صورت سے نہیں بلکہ نبوت کی پہچان کا ذریعہ معجزات ہیں۔ اگر فرشتہ بھی نبی آجاتا تب بھی اس کی نبوت کا ثبوت معجزہ ہی ہوتا معجزوں کو ان حقائق نے جا دو کہہ دیا۔ لکڑی میں تین قول ہیں۔ ۱۔ اس سے مراد کفار مکہ۔ ۲۔ اس سے مراد تا قیامت کفار۔ ۳۔ اس سے مراد ہر غافل انسان، کافر ہو یا منافق یا فاسق و فاجر۔ ذکر میں دو قول ہیں۔ ۱۔ اس سے مراد آیت وحی۔ ۲۔ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریریں و غلط نصیحت احادیث کیونکہ آقا پر کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات۔ ذکر۔ مِّنْ ذُرِّيَّتِهِمْ ہے، مُحَدِّث میں تین قول ہیں۔ ۱۔ اس سے مراد الفاظ و حروفِ قرآن ہے۔ ۲۔ اس سے مراد ایک حکم کا بار بار نازل ہونا۔ ۳۔ اس سے مراد نزولِ الفاظ ہے نہ کہ کلام اور معنی و کلام خیال۔ کہ مفہوم کلام اور مدلول قرآن تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ اصنافِ باری تعالیٰ یہ ہر طرح قدیم ہے قصص یہ واقعات حادث ہے۔ ۲۔ تسخیل جیسے کفار کے کفریات مثلاً۔ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا۔ (صاوی)

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے مائل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ منشاء اسلام یہ ہے کہ مسلمان دنیوی زندگی کے تمام معاملات میں کفار سے بالکل علیحدہ ہو جائیں مسلمان کی اپنی علیحدہ ہی شناخت ہو کسی چیز میں بھی کفار کی مشابہت نہ آنے پائے۔ یہاں تک کہ سوچ فکر اور لگن لگن مشغولیت میں بھی کفر و اسلام کا فرق ظاہر ہوتا رہے۔ یہ فائدہ فی غفلۃ متخوضون فرمائے سے حاصل ہوا کہ ان آیت میں کفار کی یہ نشانی بتائی گئی کہ تمام زندگی دنیا میں مشغول رہنا آخرت کی تیاری اور سوچ فکر تدبیر تدبیر عقل کی طرف بالکل نہ آنا کفار کا طریقہ ہے مسلمان کو کفار کی دیگر مشابہتوں کے ساتھ ساتھ اس مشابہت سے بھی بچنا چاہیے۔ یہ آیت کفار کی مذمت کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو متنبہ و خبردار اور فاسقین کو زجر توہین فرما رہی ہیں۔ دوسرا فائدہ۔ جنت دوزخ عالم برزخ آج بھی موجود ہیں اور قیامت محشر برحق ہیں۔ جنت دوزخ زمین پر نہیں بلکہ اپنے مقام پر موجود اور بنی ہوئی ہیں یہ عبرت

آمیز قائمہ اِخْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ سے حاصل ہوا۔ لہذا اِن احمق مفسروں معنفوں کو عبرت پکڑتے راہِ راست پر آجانا چاہیے جو خَلَقَتْ جنت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ جنت زمین پر ہی بنائی جائے گی۔ یا پتھری و ہریہ قسم کے مصنوعی مسلمان جو قیامت کو عجیب صورت میں پیش کرتے اور بدعتیہ کی بنائے پھرتے ہیں یہ آیت اسی قسم کے منکرین قیامت کی تردید میں نازل ہوئی بتایا یہ جارہا ہے کہ دنیا کی سرزمین نہ جنت ہے نہ دوزخ نہ اس کی گنجائش بلکہ یہ عالم دنیا عبادات کی کاشت اعمال کی محنت کی جگہ ہے اور آخرت پھل کھانے جزا لینے کی جگہ ہے نہ اس کو دارالجزا سمجھو نہ آخرت سے غفلت برتو۔ تیسرا خاکندہ۔ آج کل کے بدعتیہ گستاخ لوگ کفار مکہ سے بدتر ہیں کہ وہ تو آقاہ کائنات حضور اقدس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا بِشْرٌ مِّثْلُکُمْ کہنے کی جرئت و ہمت نہ کرتے تھے مگر یہ بد بخت ٹولہ برملا کہتا، لکھتا چھاپتا پھرتا ہے کہ نبی ہماری ہی طرح معمولی آدمی اور ہماری برابر بشر ہیں غرض کہ یہ لوگ کفار مکہ سے بڑے شیطان ہیں۔ ان کفار مکہ نے چونکہ اپنی آنکھوں سے بہت سے معجزات اور شانِ نبوت رسالت دیکھی تھی اس لیے برملا نہ کہہ سکتے تھے۔ مگر ان بد نعیب گستاخوں قلبی آنکھوں کے اندھوں نے کچھ دیکھا نہیں اس لیے اپنی برابری کا دعوے شیطنی کرتے پھرتے ہیں یہ قائمہ وَاسْتَوُوا التَّجْوٰی سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ نعتِ نبی ہے۔ اُن کا معنی ہے۔ فقط میں ہی وہ بشر ہوں جو تم سب کی ہر شان ہر صفت، ہر قوت طاقت ہر عقلیت علمیت میں شامل ہوں۔ اس کا پورا تفصیلی بیان سوہویں پارے کی تفسیر نعیمی سورۃ کہف آیت ۱۱ میں دیکھئے۔ لیکن کفار کا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہنا گستاخی نبوت ہے اور گستاخی کی نیت سے ہی وہ کفار یہ کہتے تھے۔ اس کا معنی ہے کہ یہ شخص ہم سے زیادہ نہیں ہماری برابر ہی ہے ہماری طرح دیکھا زیادتی شان کی نفی ہے۔ اس لیے کفر و گستاخی ہے مگر وہاں مِثْلُکُمْ میں شان قدرت قوت طاقت کی اجتماعی مجموعی زیادتی کا ثبوت دوجو دہے اس لیے وہ مِثْلُکُمْ نعتِ نبی عطا ہوا الہی ہے اور ایمانِ مومن ہے۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ زندگی و قسم کی ہے ایک کامیاب زندگی دوم ناکام زندگی۔ حلال طیب تمام حقوق کی حقیقی ادائیگی والی زندگی کامیاب زندگی ہے اور حرام و گناہوں کی ہود و لعب و هول و غفلت، اعراض و افتراق والی زندگی، ناکام زندگی ہے۔ مومن کو چاہیے کہ دنیا کے تمام حقوق میں اپنا حساب کتاب میزانِ درست رکھے یہ مسئلہ اِخْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ فرماتے سے مستفہم ہوا کہ دیکھو رب تعالیٰ جو علیم بھی ہے خیر بھی ہے

وہ بھی قیامت میں باقاعدہ بروز قیامت میزانِ عدل قائم فرمائے گا اپنے علم و قدرت پر فیصلہ نہ فرمائے گا، تو انسان جو نہ عظیم ہے نہ خیر وہ کس طرح حقوق کا حساب ذمہ داریوں کی کتاب اور عہدالتجارتوں کی ترازو و خلد کرنے کی جوت کر سکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ قرآن مجید جب پڑھا جائے تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ خاموش رہ کر انتہائی غور و فکر سے سنے قرآن مجید میں غور و فکر میں قسم کا ہے۔ الفاظ قرآن کانوں سے وہ تفسیر و معانی قرآن قلب سے اور مسائل قرآن عقل سے سمجھنا فرض ہے۔ الفاظ قرآن کا نام کتابُ اللہ ہے۔ معانی قرآن کا نام حدیثِ رسول اللہ ہے اور مسائل قرآن کا نام فقہ ائمہ اربعہ ہے۔ یہ مسئلہ رَاٰ اَسْمَعُوْا وَاَوْحُوْا یَلْعَبُوْنَ لَا هِیْئَةُ قُلُوْبُہُمْ سے مستنبط ہوا کہ قرآن مجید کے سننے سمجھنے سے غفلت کرنا بفکر تہیز کرنا شور مچانا کفار کا طریقہ ہے کہ وہ ہر نئے حکم کلامِ آیت شریعت طریقت کو کھیل کود مذاق میں ہی ٹال دیتے اور یہ مذاق و تسمخہ دراصل اشکار اسلام و شعار اسلام کا ایک انداز ہے۔ آج یہ ہی حال اقبال آلودہ مسلمانوں کا ہو گیا ہے کہ ہر حکم قرآنی آیت رحمانی اور فقہ اسلامی کو مُلّا کی فتوے بازی کا نام دے کر ٹالتے چلے جاتے ہیں اور شریعت پاک کی بڑی بڑی اہم باتوں کا مذاق اڑا دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی حرکتوں خباثتوں۔ برہمنوں ہندوؤں پنڈتوں کی اور کفار کی مشابہتوں سے بچنا اور عبرت حاصل کرنا چاہیے یہ سچ لو کہ قیامت قریب۔ حساب نزدیک ہے وہاں تم کو کوئی لیڈر فلسفی یا شاعر نہ بچا سکے گا۔ بلکہ وہ بے چارے تو خود وَہُمْ لَہُمْ مُحْضَرُوْنَ میں پھنسے ہوں گے۔ تیسرا مسئلہ قرآن مجید کلام اللہ ہونے میں قدیم ہے کیونکہ صفت باری تعالیٰ ہے۔ اس کا پورا بیان ہمارے فتاویٰ العطا یا حصہ سوم میں دیکھئے۔ لیکن نزول میں حادث ہے یعنی قرآن کریم کا بندوں کی طرف اتنا آنا نازل ہونا حادث ہے یہ مسئلہ مُحْدَث سے پہلے مَا یَا تِیْہُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یعنی مُحْدَث اور حادث ہونے کا تعلق بِمَا تِیْہُمْ اور اِتیان سے ہے نہ کہ ذِکْر یا قرآن سے۔ اور اگر ذکر سے بھی ہو تو معنی ہوں گے کہ قرآن کا نصیحت ہونا مُحْدَث ہے نہ کہ قرآن اس لیے کہ قرآن کے کلام ہونے کا تعلق باری تعالیٰ سے ہے اور نصیحت بننے کا تعلق بندوں سے ہے اور چونکہ رب تعالیٰ قدیم ہے لہذا اس کی صفت کلام و قرآن بھی قدیم، اور چونکہ بندے حادث تو ان کے لیے نصیحت بننا بھی حادث۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ اِشْکَرُ بِالنَّاسِ حَسَابُہُمْ یعنی حساب قریب آگیا، حالانکہ اس آیت کو نازل ہوئے چودہ سو سال گزر چکے ہیں مگر ابھی تک دور دور حساب قیامت کا پتہ نہیں تو پھر قریب کب ہوا اور اِشْکَرُ کبوں فرمایا گیا؟ جواب۔ یہ اعتراض بعض کفار نے امام رازی کے نامے میں کیا تھا اُس وقت چھ سو

سال گزرے تھے اس لیے تفسیر کبیر رازی میں چھ سو سال گزر جانے کا ذکر کیا ہے۔ اب چونکہ چودہ سو سال گزر چکے ہیں اور کفار کا یہ اعتراض اب بھی سنا جا رہا ہے اس لیے ہم نے اس کا ذکر کرتے ہوئے یہی مدت کھلی امام رازی نے اس کے چار جواب دیئے ہیں۔ پہلا یہ کہ قُرب آسمانی قُرب ہے جہاں ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے اور معترض کا بُد اپنے زمینی اعتبار سے ہے۔ جو بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّهُمْ يَبْتِغُوْنَكَ لَعِيْنًا وَّاَنْذَاكَ قَدِيْبًا۔ (سورۃ معارج آیت ۷۶) یعنی لوگ قیامت کو دور سمجھتے ہیں اور ہم اس کو قُرب دیکھتے ہیں۔ اور یہ ثابت ہے کہ انسانی گنتی کے اگر ہزار سال ہوں تو رب تعالیٰ کی قدرت میں وہ ایک دن ہوتا ہے، چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْكَ بِاَلْعَذَابِ وَاَنْ يُّوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَنْفٍ سَنَةٍ وَّمَا تُعَدُّوْنَ فِيْ سُوْرَةِ

۱۲ حج آیت ۱۲) جواب دوم یہ کہ یہ قُرب گزشتہ زمانوں کے اعتبار سے ہے۔ یعنی زیادہ مدت دنیا کی گزر گئی ہے اب باقی تھوڑی مدت رہ گئی ہے۔ حدیثِ مقننہ میں ہے کہ دنیا کی اب اتنی مدت رہ گئی ہے جتنی کہ کپڑے کا ایک دھاگہ۔ جواب سوم یہ کہ چونکہ ہر آنی والا زمان و مکان دن بدن قُرب ہوتا جاتا ہے اور گزرنے والا دور اس لیے اِقْتَرَبَ فرمایا گیا اور آیت کا معنی ہے کہ لوگوں کا حساب قُرب ہوتا جا رہا ہے

جواب چہارم یہ کہ ہر شخص کے حساب سے مراد اُس کی موت ہے کیونکہ موت بھی قیامت ہی ہے کہ اَعْمَال بند حساب شروع عذاب و ثواب کا دروازہ قبر میں ہی کھُل جاتا ہے۔ یہ چاروں جواب درست ہیں اس لیے اعتراض ختم ہو گیا۔ دوسرا اعتراض۔ قرآن قدیم نہیں بلکہ حادث ہے دیکھو اللہ نے فرمایا مَا يَأْتِيَهُمْ مِّنْ ذِكْرِ مِّنْ رَبِّهِمْ مُّعَدِّثٌ۔ لٰہذا اہل سنت کا اس کو مُحَدِّث یعنی حادث نہ ماننا اور قدیم کہنا تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔ استدلال اس طرح ہے کہ قرآن ہی ذکر ہے اور ذکر مُحَدِّث و حادث فرمایا گیا لٰہذا قرآن حادث مُحَدِّث۔ قرآن مجید کی مختلف آیات میں قرآن کو ہی ذکر فرمایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ قرآن ہی ذکر ہے۔ چنانچہ سورۃ ۲۵ ص آیت ۲۸۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

۲ سورۃ ۲۴ زخرف آیت ۲۸ ارشاد ہے۔ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وِلِقَوْمِكَ ۚ سورۃ ص آیت ۱۸

۱۸ ص وَانْقُرَانِ ذٰی اَلذِّكْرِ ۚ ۱ سورۃ حجر آیت ۱۷ اِنَّا نَحْنُ نَذَلُّ اَلذِّكْرَ ۚ سورۃ یس آیت ۶۹ میں ارشاد ہے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقَدْ اَنۡزَلْنٰہُ مُبٰیِّنًا ۚ ۱ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۱ ہٰذَا ذِكْرٌ

مُبٰرَکٌ اَنۡزَلْنٰہُ۔ اور سورۃ شعرا آیت ۲۷ میں بھی ارشاد ہے۔ مَا یَاۡتِيَنَّهُم مِّنْ ذِكْرٍ مِّنۡ اَنْۡحٰثٍ

مُحَدِّثٌ۔ ان تمام آیات میں ثابت فرمایا گیا ہے کہ قرآن ذکر ہے اور ذکر حادث تو قرآن حادث و معترضی اب موجودہ وہابی فرقہ، جواب۔ قرآن مجید میں دو چیزیں سب کو تسلیم ہیں اولاً مضمون اور معانی کلام

دوم۔ الفاظ و حروف کلام۔ ہم اہل سنت صرف مضمون اور معانی قرآن کو قدیم اور کلام اللہ کہتے ہیں۔ الفاظ و حروف کو قدیم نہیں کہتے یہ تو مادہ سما کے منہ سے نکلتے ہیں معترض کی پیش کردہ چھ آیت میں قرآن مجید کو بندوں کی نسبت سے ذکر فرمایا گیا اور اس سے مراد الفاظ و حروف کی عبارت مکتوبہ و مقولہ میں جو ہمارے کاغذوں۔ زبانوں پر منقوشہ متلوہ ہیں۔ اور یاد رکھو کہ ذکر کہتے ہی اُس کو ہیں جس کا تذکرہ و تلاوت کیا جائے یا ذکر سے مراد نصیحت ہے تو بھی بندوں کی ہی نسبت سے یہ قرآن مجید بندوں کے لیے نصیحت ہے تو جب سے بندے تب سے یہ قرآن پاک نصیحت بنا اور بندہ عادت تو قرآن مجید کا نصیحت ہونا عادت یعنی قرآن مجید عادت نہیں بلکہ قرآن مجید کا ذکر اور نصیحت بنا عادت ہے خود قرآن کریم و کلام اللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بھی اور سورۃ شعرا آیت ۲۵ میں بھی محدث سے پہلے یا تیمم نہ اُتھا ہو یعنی ذکر اپنے وجود میں عادت نہیں بلکہ اپنے نزول اور آنے میں عادت ہے۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ یہاں ذکر محدث سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی وعظ و تقریریں ہیں اور اُن کو میں نے سمجھا۔ فرمانا اس لیے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و کلام وحی الہیہ ہے جس کا ثبوت و ما ینطقن الحیٰ الخواہی والی آیت میں ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَ اَسْرُوا النِّجْوٰی۔ اُسروا کے معنی بھی ہیں خفیہ اور نجویٰ کے معنی بھی ہیں خفیہ تو دو لفظ کیوں ارشاد ہوئے صرف اُسروا کہنا کافی تھا جواب یہ کہنا غلط ہے کہ دونوں ایک ہم معنی لفظ ہیں بلکہ دونوں لفظ اپنے معنی کے اعتبار اور نوعیت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ اُسروا کا معنی ہے خفیہ جگہ میں مجلس و محفل لگانا۔ لیکن نجویٰ کا معنی ہے نہایت آہستہ گفتگو کان کے قریب منہ لاکر جس کو اردو میں کانا پھوسی اور فارسی میں سرگوشی کہتے ہیں۔ نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُسروا ہو مگر نجویٰ نہ ہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نجویٰ ہو مگر اُسروا نہ ہو۔ مثلاً کسی غار میں یا خفیہ مکان میں میٹنگ کی مجلس ہو لیکن حاضرین زور زور سے بول رہے ہوں اور یا مجلس عام کھلے مقام پر ہو مگر کچھ لوگ نہایت آہستہ سرگوشیاں کر رہے ہوں۔ جس کا بجز دو شخصوں کے کسی کو پتہ نہ چلے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ دونوں لفظ معنًا و نوعًا کیفیتًا بالکل علیحدہ ہیں۔ لہذا دونوں کا ذکر کفار کی اُس مجلس کا پورا نقشہ کھینچنے کے لیے بہت ضروری تھا۔

تفسیر صوفیانہ | اَقْتَرَبَ النَّاسُ حِسَابُهُمْ وَ هُمُ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِمْ قُلُوبُهُمْ۔ اے عالم ناسوت کے رہنے والو یاد رکھو کہ ہر شخص کا ہر مقام ہر قدم ہر وقت حساب زندگی قریب ہے یہ ابتداء و حساب ہی بندے کی قیامت صغریٰ ہے مگر بد نصیب عقیل اس بات کو

نہیں سمجھتے اور غفلت میں رہ کر بقاع ابدی سے منہ پھرائے پڑے ہیں۔ اشیاءِ فانیہ میں دلوں کو لگائے دین کو دنیا میں اُلجھائے مکر و عیاری کی دکان بھائے گدی جمائے بیٹھے ہیں فکر لاپرواہی، نورِ جبروتی، اسرارِ قدوسی، آیتِ غفاری اور اصواتِ قہاری کے اذکارِ محدث بار بار نزولِ اجلال ان کے ربِّ جلیل کی طرف سے فرماتے ہیں۔ مگر یہ ہر راہ کے دشتِ فرست میں کھیل کو مذاق و مزاج سے ہی سنتے گزر جاتے ہیں۔ دین کا لبادہ بھی دنیا کے لیے اوڑھتے ہیں۔ معرفتِ سلوک میں بھی حرص و طمع کے قدموں سے چلتے ہیں۔ عبادت و ریاضت بھی دنیا کے لیے ہی وجہ ہے کہ نہ وہ سمجھے رہے کہ روحِ زمین جس کی منتکاشی تھی وہ نہ آہِ سحرگاہی رہی منبر و محراب جس کے پیاسے تھے۔ نہ کسی کے سینہِ طبریز سے اب کبھی یا ساریۃ الجبل کی گونج سنائی دی نہ کسی کی زبانِ فیض سے وہ حکم قہاری جاری ہوا کہ کھڑاؤں اڑتی چلی جائے۔ بظاہر سمجھے بھی ہیں اذانیں بھی نمازیں بھی

دعائیں بھی مگر قوتِ مدعا نہ سے ہر طرح ہر جگہ محرومی نہ پیر میں نہ مرید میں نہ عالم میں نہ فقیہ میں نہ عدالت میں نہ تجارت میں نہ حاکم میں نہ محکوم میں نہ بادشاہ میں نہ وزیر میں نہ مسجد میں نہ محراب میں۔ یہ محرومی معرفت ہی ہمارا امتحان و ابتلا اور قریبِ حساب ہے۔ جس پر بندے غور نہیں کرتے اور غفلت میں گنوار رہے ہیں۔ علماءِ شریعت کے نزدیک یہ آیت مبارکہ کفارِ مکہ کی بُری کیفیتِ حالت میں نازل ہوئی مگر علماءِ طریقت کے نزدیک یہ آیت مبارکہ

ہر زمانے کے اہلِ ریاء نام نہود کی جھڑک کے لیے اتریں۔ اہلِ طریقت کے مسلک میں توحید و شرک کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ توحید یہ کہ فقط اللہ کو معبود ماننا اس کا شرک یہ کہ بت پرستی یا غلو میں عبادت توحید ہے اس کا شرک ریاء کاری یا تجارت میں امانت توحید ہے۔ اس کا شرک بددیانتی۔ خیانت ملاوٹ یا لباس و رہائش و غذا میں حلال کمائی اور کمائی میں حلال ذریعے یہ توحید ہے اس کا شرک حرام کمائی۔ حرام کھلائی حرام برتائی۔ علماءِ شریعت کے نزدیک یومِ حساب بعد موت سے شروع ہے۔ مگر علماءِ طریقت کے نزدیک مَوْتُ اَتَبَلُ اَنْ تَمُوْذُوْا ہے کہ مار دئے جانے سے پہلے اپنے نفس و نفسیات کو فنا کر کے خود مر جاؤ یعنی مثلِ مردہ تمہاری کوئی خواہش و چاہت باقی نہ رہے اور ہر قدم ہر عمل پر تمہارا ضمیر خود ہی تمہارا حساب لیتا رہے اور پتہ لگاتا رہے کہ بندوں کی نمازیں روزے سے چلے و نلیفے نوافل و تہجد انکو رومی و غزالی عطار و سعدی۔ رازی و شیرازی۔ جنید و یازید کیوں نہیں بتاتیں۔ کہیں ان کی توحید میں شرک اور حلال میں حرام کی ملاوٹ تو نہیں۔ اور یہ سب عبادتیں ریاضتیں جہد و دستارِ تسبیح و گودری۔ کلابیتِ قلوب دونوں کی مذاق بازی و تماشائی عیاری تو نہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر بندہ دنیا چمکانے اور دنیا داری سجانے کے لیے سجادہ نشین بن کر جبہ و ستار بنائے یا منبر و محراب پر قابض ہو جائے

تو اُس کے تمام اعمالِ صالحہ لَا حِیۃَ قُلُوْبُہُمْ یعنی دل کی عیاشیاں اور کھیل ہیں۔ کیا خطرناک زمانہ ہے کہ پیروں نے اپنے مریدوں سے پرورش اور مولویوں خطیبوں اماموں نے پیروں کو پرورش کا ذریعہ بنالیا۔ اور اسی خوف سے کہ کہیں یہ روزی رساں ادارے بند نہ ہو جائیں۔ پیروں نے مریدوں سے طریقت کو مولویوں نے پیروں سے شریعت کو چھپانا شروع کر دیا اور ایک دوسرے کے بے آمانیوں کی راہیں نکالنی شروع کر دیں۔ وَاسْتَوٰۤا النّٰجِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السّٰحِرَ کَذٰۤا نْتُمْ تُبْہِرُوْنَ۔ اور ان ہی راہِ سلوک کے بہرہ یوں نے ظلمتِ نفس کی خفیہ گاہوں میں مخفی ادارے بنائے کہ وادی طریقت کیلئے سچا مرشد معرفت تمہاری ہی برابر ہے اس کو تم پر کوئی برتری نہیں۔ مگر اس کا ہر قول و فعل سحر و فسون ہے۔ ہر گز اس کی اتباع میں قدم نہ رکھنا ورنہ مکرو عیادی کے عمر میں پھنس جاؤ گے۔ اور تم خود ہی اہل نظر و عقل سمجھا رہا ہو۔ اُس کی عبادت بناوٹ ہے اس کی ریاضت ملاوٹ ہے اس کی کرامت کراہت ہے اس کا قرب گراوٹ ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اجسامِ کثیف کی یہ طلسماتی کشمکش عالمِ دہرے جاری ہے اور جاری رہیگی، ہر نفسِ خبیث قوتِ روحانیہ کی اس طرح مخالفت کرتا ہے۔ لہذا ہر بندے کو اس سے بچنے کے لیے تین چیزوں پر تفکر و تدبّر سے اپنا مہاسہ کرنا چاہیئے پہلی یہ کہ غور کرے کہ میری عبادت قیام اور کوع بخود سے مجھ میں وہ قوتِ روحانیہ کیوں نہیں آتی جس سے بندہ مقربِ بارگاہِ بنا ہے۔ دوم یہ کہ عبادت سے پہلے اپنے دماغ سے غرور دیتِ قلب سے فرعونیت اور زبان سے بوجہلیت کو معد کر دے اگر سجدہ کیا مگر اگڑا اسی طرح باقی کہ سچے مسائل بتانے والے علمائے نفرت کج بخشی۔ قرآن سے فرار۔ احادیث سے ہمیزاری سنتِ نبی سے کسل مندی بے رغبتی تو ایسے سجدے بھی شرکِ خفی کے ملاوٹ والے ہوتے ہیں۔ ایسے مشکبرانہ مغرورانہ سجدہ دور کوع میں معرفت کی خوشبو نہیں ہوتی۔ سوم یہ کہ ہر آن خود فکر رکھے کہ کہیں میرے کسی عمل میں حرام شامل تو نہیں ہو رہا ہے یہی چیزیں ترقی معرفت اور ذخیرہ آخرت اور منزلِ قربت اور عملِ دلت میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ بلکہ یہ حرام غذا میں تو افروزی زندگی کے بے زہر قاتل ہیں مگر اس کو معمولی سمجھا جاتا ہے اور پرواہ نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ موجدِ مسلمان گیات نعشوں سے محروم ہے سعادت، صداقت، شجاعت، لیاقت، کرامت، جرات، ہمت، صاغت، فضیلت، عزت، حرقت صوفیا فرماتے ہیں کہ یہ گیارہ نعمتیں گیارہ اعمال سے ملتی ہیں عاجزی سے سعادت، صبر سے صداقت و شکر سے شجاعت، حلم سے لیاقت، رہبانندی سے کرامت، مخالفتِ نفس سے جرأت، کثابہ سے ہمت و اطاعت سے عدالت، و عبادت سے فضیلت، نافذت سے عزت و محبت سے حرقت ان تمام اعمال کا مجموعہ مانا ہے اس کی کوئی غائمت ترک نمازیں دینی زکوٰۃ نفعان کہ ترکِ فقر سے چہرے کا نور ختم ترکِ ظلم سے رکتِ ذرقِ تم ترکِ صر سے خندِ تنی تم ترکِ غریب سے اولادِ افزان ترکِ عشاء سے راحتِ شبِ ختم۔ وَاللّٰہُ وِیَسُوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

قُلْ مَا بِيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

انہوں نے کہا میرا رب جان لیتا ہے ہر اس بات کو جو آسمان میں ہو اور زمین میں ہو اور
نبی نے فرمایا میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٧﴾ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ

اور وہ سننے والا ہے جانتے والا ہے ۔ اِس کے باوجود کفار نے کبادیہ دمی پریشان

سنتا اور جانتا ، بلکہ بوے پریشان خواہی ہی

أَحْلَامُ رَيْبٍ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا

خواجہ ہی نہیں بلکہ انہوں نے خود بنایا ہے اس کو یہ نیرے شاعر ہی تو ہی ورنہ پھر لا دیں ہم کو

بلکہ اُن کی گھڑت ہے بلکہ یہ شاعر ہیں تو ہمارے پاس کوئی

پَايَةِ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ۝ مَا أَمَنْتُ

ایسا ہی کوئی معجزہ جیسا لائے وہ کہ رسول بنا گئے پہلے لوگ، نہیں ایمان لائے ان

نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے کوئی

قِيلَ لَهُمْ مَنْ قَرِيْبٌ أَهْلَكُنَّهَا أَفَرَأَيْتُمْ يَوْمَئِذٍ ④

سے پہلے اُن بستیوں واسے ہلاک کیا تھا ہم نے جن کو تو کیا یہ ایمان لائیں گے ہلاک

بستی ایمان نہ لائی جیسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا یہ ایمان لائیں گے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ

اور کبھی نہیں رسول بنایا، ہم نے آپ سے پہلے (زبانوں میں) مگر صرف اُن مرحلوں کو ہی کہ وحی بھیجتے رہے

اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد بھیجی ہم وحی کرتے تو

فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ⑤

ہم جن کی طرف توجہ دے رہے ہیں ان سے کہہ دو اگر تم نہیں جانتے۔

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

ان آیت مبارکہ کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں تعلقات کفار کی ان گستاخانہ باتوں کا ذکر ہوا جو نبی علیہ السلام کے خلاف تھیں اب ان آیت میں نبی علیہ السلام کی طرف سے جواب ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ کفار اللہ تعالیٰ کے کلام پاک اور انبیاء کرام علیہم السلام کی باتوں کو جا دو گری کہتے تھے۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ کبھی وہ کفار انبیاء کرام کی باتوں کو پریشان خوالوں اور کبھی شہری کہتے تھے اور پھر آیت الہیہ کا مطالبہ بھی کرتے تھے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کی یہ جھوٹا ہوا و لعب نہیں مذاق کی باتوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں گزشتہ امتوں کی ہلاکت کا ذکر ہوا ہے۔ ان ہی کفریہ حرکتوں پر کفار ہلاک کئے گئے جواب تم کہہ رہے ہو تو پھر سوچ لو کہ تمہارا انجام کیا ہونا ہے۔

شان نزول | حضرت قتادہ تابعی روایت کرتے ہیں ایک دفعہ سردارانِ مکہ حاضر بارگاہِ نبوت ہوئے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم سب سردارانِ مکہ آپ پر ایمان لے آئیں تو پھر یہ ہمارے چند مطالبے پورے کر دیجئے جن میں ایک مطالبہ یہ تھا کہ دادی مکہ کے ارد گرد جو پہاڑ ہیں ان کو سونے کا بنا دیں۔ تب یہ آیت لے کر حضرت جبریل حاضر بارگاہِ نبوت ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علیحدہ پیغام بھی دیا کہ اے پیارے محبوب! اگر آپ چاہتے ہیں تو یہ پہاڑ سونے کے بھی ہو سکتے ہیں لیکن اگر پھر بھی یہ ایمان نہ لائے تو حسب سابق دستور الہیہ کے مطابق ان کی ہلاکت یقینی ہو جائے گی جو آپ کی رحمتِ عالمیٰ کو منظور نہ ہوگی۔

تفسیر نحوی | قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْدَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَنُ هُوَ شَاعِرٌ قَلْبًا يَأْتِيهِ الْوَسْوَسُ الْأَوَّلُونَ. قَالَ فَعِلْ بِفَاعِلٍ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ ایک قرأت میں قل امر ہے ربی مرکبِ مضاف مبتداً کَعْلَمَ بابِ سَمِعَ فعل مضارع مثبت معروف واصل مذکر غائب علم سے مشتق ہے جو ضمیر

صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے رَبِّی بِالْقَوْلِ۔ اسم مفرد مصدر جامد عامل مصدر بمعنی بات ہر قسم کی بری یا جبری موصوف ہے فی حرف جزئیہ مکاتیب الشاء اسم مفرد جامد معرف باللام معطوف علیہ واو عاطفہ اَلْاَرْضُ اسم مفرد جامد مؤنث نفلی اس کی تصریح ہوتی ہے اُرْ لَیْسَۃُ السَّمَاوِیَّاتِ نفلی ہے اس کی تصریح ہے سُمِیۡۃٌ خیال رہے کہ عربی زبان میں مؤنث نفلی لفظ کل تقریباً ستاسی عدد ہیں اور تقریباً سب ہی معنوی مؤنث ہیں اس لیے ان کی تائید معلوم کرنے کے لیے ان کو معطر کرنا پڑتا ہے جس سے اصلیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ تصریح اصلیت سے ہی ہو سکتی ہے تفصیل کے لیے ہمارا فتاویٰ جلد چہارم (ابھی زیر تصنیف) میں ملاحظہ فرماؤ یا قصیدہ لامام ابن حاجب صاحب کافیہ میں دیکھو اَلْاَرْضُ معطوف دونوں عطف مل کر خبر و متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل کا اُن کے یہ اسم فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع قول ہے اور متعلق ہے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے القول کی یہ مرکب توصیفی مفعول ہے یَعْلَمُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ ہو اسم ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے رَبِّی مبتدا ہے السَّمِیۡعُ الْعَلِیۡمُ دونوں اسم صفت مشبہ مبالغہ کے لیے بروزن فعیل "سَمِیۡعٌ" اور علم "سَمِیۡعٌ" ہے مشتق ہے بمعنی ہر طرح سے ہمیشہ سننے والا جاننے والا۔ یہ دونوں دو خبریں ہیں ہو مبتدا کی ایک قول میں یہ دونوں موصوف صفت ہو کر ایک ہی خبر ہے۔ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے ربی یعلم کے چلے پر دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قال فعل کا دونوں قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ ایک قرئت میں قل فعل ہے ہر حال دونوں صورتوں میں فاعل ضمیر صیغہ کا مرجع آقا کا ثنات علی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ بَلٰی۔ حرف مفرد جامد۔ یہ اپنے مقسم کے اعتبار سے دو قسم کا ہے اور قسم کے اعتبار سے تین قسم کا ہے۔ پہلی تقسیم میں اس کی قسمیں ۱۔ یہ حرف عطف ہے اور ہمیشہ درمیان کلام میں آتا ہے اس کے بعد ہمیشہ مفرد عبارت ہوتی ہے اس کا ماقبل معطوف علیہ مابعد معطوف ہوتا ہے اور یہ لیکن کی طرح استدراک کے لیے آتا ہے ۲۔ یہ حرف اضراب ہے درمیان کلام میں آتا ہے مگر ہمیشہ نہیں اس کے ماقبل اور مابعد جملہ ہوتا ہے مفرد نہیں ہو سکتا اس صورت میں یہ عطف کرتا ہے لیکن اکثر یہ ابتداء کلام میں آتا ہے اس لیے عطف نہیں کرتا قرآن مجید میں تقریباً اٹھائیس جگہ یہ لفظ ارشاد ہوا ہے اور سب جگہ ہی اضراب کے لیے ہے کیونکہ اس کے بعد ہر جگہ جملہ عبارت ہی ارشاد ہوئی اس کی تین قسمیں ہیں ۱۔ بل اضرابی کا مابعد خود توسیحا اور حقیقی ہو مگر اس سے مقصود کسی کبرائی ہو یہی صورت یہاں ہے پہلے بل قالوا میں ہے یعنی واقعاً کفار نے قرآن مجید کو پریشان دعو سے کہا مگر یہ کہنا برا ہے دوم یہ کہ کبھی یہ بل اضرابی مابعد عبارت کی برائی کے لیے ہوتا ہے اور ماقبل کی تصحیح

مقصود ہوتی ہے سوم یہ کہ ماقبل کی وضاحت کے لئے بل بولا جائے یہاں دوسرا اور تیسرا بل اسی قسم کا ہے پہلا بل مقولہ ربانی ہے اور دوسرا و تیسرا مقولہ کفار ہے۔ پہلا ابتداء کلام میں ہے رتواب معنی ہے کلام کو سختی تاکید سے ثابت کرنا، قائل فاعل پوشیدہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ افضلت اسم جمع مذکر مکسر اس کا واحد ہے فاضلت لغوی ترجمہ ہے جھاڑو کی سینک (تنکا) اور یعنی چھوٹے بڑے اچھے برے جھاڑو کے تنکے اصطلاحاً موسموں کو افضالت کہہ دیتے کہ وہ بھی منتشر خیالات اور اٹلی بیٹی خوابوں کا مجموعہ ہوتا ہے مضاف ہے افعلام اسم جمع منفرد علم کی جمع بمعنی خواب مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی خبر ہے پوشیدہ تلک اسم اشارہ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ بل عطف افزا یہ اقترائی باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب اس میں ضمیر صیغہ صواس کا فاعل ہے مرجع نبی کریم کی ذات پاک قرئی سے مشتق ہے بمعنی گھر لین کسی کی نسبت کر لینا ضمیر واحد مذکر اور مرجع قرآن مجید مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر پھر معطوف علیہ ہوا بل برے عطف ہو مبتدا شاعر اسم فاعل واحد مذکر شعر سے مشتق بمعنی مقفاً متحجج اور ہم وزن اور باتوں کو نظم یا نثر میں بیان کرنا پتی ہوں یا بھوئی جب یہ نقب یا صفت بن کر آتا ہے تو جامد ہوتا ہے اور اس کی جمع شعرا ہوتی ہے اور مشتق کی جمع ہے شاعرون مگر یہاں جامد ہے بحالت رفع خبر ہے صواس مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے بل اقترائی پر دونوں عطف مل کر افضالت کے جملے پر عطف ہوا سب مل کر مقولہ اول ہوا یا عطف ہے اگلی عبارت ف حرف جزا اس سے پہلے شرط کا جملہ پوشیدہ ہے اردو میں ایسے جملے کا مخفف ہے ایسا نہیں بیات باب ضرب کا امر حاضر معروف واحد مذکر غائب بالام امر مکسور یا لام تاکید ہے الیٰ سے مشتق ہے بمعنی دنیا آنا لانا پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ضمیر جمع شکلم مفعول بہ ہے بیاتہ تنکریہ بمعنی کوئی آیت اسم مفرد مؤنث نفلی ت آخر کی تائید یا وحدت کی ہے مجرور ہے یہ جار مجرور متعلق ہے بیات کا۔ کاف جارۃ صرف تشبیہ ما اسم موصول ایک قول میں ماسدہ یہ ہے اُرسل۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق مجہول واحد مذکر غائب الاولون اسم تفضیل جمع مذکر۔ اس کا واحد اول ہے قول سے مشتق ہے بمعنی پہلے والے مراد ہے انبیاء کرام علیہم السلام یہ نائب فاعل ہے اُرسل کا دونوں مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور ہو کر متعلق دوم ہے بیات کا سب مل کر جملہ فعلیہ نشائیہ ہو کر جزا ہے شرط مشترک دونوں مل کر مقولہ دوم ہوا قائل کا سب مل کر جملہ قویہ ہو گیا۔ مَا اَمَنْتُمْ تِلْكَ مِنْ قُرْبَةٍ اَهْلَكْنَهَا فَهُمْ يَوْمِئِذٍ يُرْمَوْنَ وَمَا اَدْرَاكَ اَنْتَ بِتِلْكَ اِلَّا يَجَادُوْهُمُ اَيْهُمْ فُتِلُوْا اَهْلَكَ التَّوَكُّلُ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ مَا اَمَنْتُمْ بِابِ اسفل کا فعل ماضی

مطلق منفی واحد مؤنث غائب قبل اسم ظرف زمانی مضاف ضم ضمیر مجرور متصل کا مرجع کفار مکہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف ہے ما اخذنا کا میں قریۃ۔ من حرف جر زائدہ تاکید کے لیے قریۃ اسم مؤنث لفظی آخر کی تائید کی اور توین (دو زمر) تنکیر کی ہے لفظاً مجرور ہے من کی وجہ سے لیکن حذف مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے اس لیے ظاہراً یہ جار مجرور متعلق ہے مگر حقیقتاً فاعل ہے موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ اُحْلَکْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم بمعنی واحد متکلم کیونکہ مرجع ذات واحد لا شریک لہ اللہ تعالیٰ ہے اس کا مصدر ہے۔ اِحْلَاکٌ هَلْکٌ سے بنا ہے بمعنی فنا کرنا خاص ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور متصل مرجع ہے قریۃ مفعول بہ ہے اُحْلَکْنَا فعل با فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی قریۃ کا اس لیے اس جملے کے بھی دو اعراب ہیں۔ لفظاً مجرور را محلاً مرفوع یہ مرکب توصیفی فاعل اور متعلق ہوا اَمْنٌ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ آف۔ در اصل تصادف آف حرف عطف تاکید کے لیے اُبھڑہ سوال انکار کی کے لیے یعنی ایسا نہیں ہوا اس تقدّم و تاخر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اہل قریہ ہیں یُؤْمِنُونَ باب افعال کا فعل مضارع مثبت استغناء می سوال انکاری، اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مبتدأ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے اَمْنٌ کے جملے پر دونوں مل کر جملہ معطوف ہو گیا۔ وَاَوْسِرْ جملہ ما اَرْسَلْنَا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم منفی فاعل پوشیدہ تَبْلُکُ مرکب اضافی ظرف ہے رَجَالاً اسم جمع مکتسر معروف نکرہ مستثنیٰ مفرغ ہے اِلَّا حرف استثنائی کی وجہ اس کا مستثنیٰ اَمْنٌ اَحْذَا۔ مذکور نہیں پوشیدہ پھر جاتا اپنے پوشیدہ مستثنیٰ نہ سے مل کر مفعول بہ ہے مگر پہلے رَجَالاً موصوف ہے۔ نُوْحِ باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم۔ ایک قرئت میں یُوْحٰی اسی باب کا مضارع مجہول واحد مذکر نُوْحِ سے مشتق ہے وحی کا نُوْحِ ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ کا خفیہ پیغام۔ اصطلاحی ترجمہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام پر کلام الہی کا نزول اس کی بہت سی قسمیں ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بیان کی جائیگی اِلَیْھِمْ جہ جار مجرور متعلق ہے نُوْحِ کا۔ ہم کا مرجع رَجَالاً ہے نُوْحِ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے رَجَالاً کی یہ مرکب توصیفی مستثنیٰ ہے پوشیدہ کا دونوں مل کر مفعول بہ اَرْسَلْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ ف جزائیہ۔ اِشْلُوْا باب فتح امر حاضر معروف جمع مذکر اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ مرجع ہے اہل مکہ اَصْلُ اسم نسبتی بمعنی والا مضاف ہے۔ اِلَیْھِمْ اسم ماضی جامد بمعنی یادداشت۔ علم معلومت۔ مراد ہے پڑھے لکھے تاریخ دان لوگ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِشْلُوْا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا و مقدم

ہوئی اسر تقدیم سے پوچھنے کی تاکید کا فائدہ ہوا ان حرف شرط کُتْم فعل ناقصہ ماضی جمع مذکر حاضر اس کا اسم پرشیدہ ضمیر صیغہ ہے مرجع اہل مکہ لَا تَعْلَمُونَ بآپ صبیح کا فعل مضارع منفی بلا جمع مذکر حاضر اس کا فاعل پرشیدہ ضمیر صیغہ اُنْتُمْ ہے مرجع اہل مکہ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط مؤخر ہوئی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تَنْسِیرِ عَالَمَانِ | قَالَ رَبِّیْ یُحْکِمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِیمُ الْعَلِیمُ بِنِ
اَرْسِلْ الْاَوَّلُوں۔ پیارے نبی مکرم نے فرمایا کہ میرا رب تعالیٰ ہر شخص کے ہر قول فعل کو ہر طرح جانتا ہے
بوسنے والا خواہ آسمانوں کی بلندیوں میں ہو یا زمین کی پستیوں میں شرقاً وغرباً ہر شاملاً جنوباً غاصد میں
ہو یا صحراؤں میں خفیہ محفلوں میں ہو یا آہستہ سرگوشی کے راز و نیاز میں اُسُروا ہو یا نجوی مرتبہ ہی نہیں
وہ ہر زبان کی سننے والا ہے اور ہر دل کی جاننے والا کیا یہ کافر سمجھتے ہیں کہ ان کی خفیہ مجلسیں آہستہ
باتیں یہودہ گفتگو اِزام تراشیاں اسلام و قرآن کے خلاف منصوبہ بندیاں۔ اللہ رسول سے عجیب سیٹنگی
کفار مکہ نے اپنی خفیہ مجلسوں میں جو سرگوشیاں کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو سب کچھ بتا دیا
کفار مکہ اسلام سے روکنے کے لیے پانچ باتیں کرتے تھے۔ یہی باتیں اُن کے اُسُروا کا مقصد اور
نجوی کا خلاصہ ہوتا تھا۔ اولاً کہتے تھے کہ یہ تو تمہاری طرح کا ایک بندہ بشر ہے۔ ثانیاً۔ یہ معجزات
اور عجیب عجیب باتیں یہ سب کھدا جادو ہے ۳ اس کا ضعیفانہ کلام جس کو یہ قرآن کہتا ہے
وہ رات کو سوتے کی پریشان خوابیں اضغاث و احلام ہیں جس نے اس کے دماغ کو پریشان اور
دیوانہ کر دیا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ رب کی طرف سے ہے حالانکہ احلام تو شیطن کی طرف سے
ہوتی ہیں وہی نیند کی خواب میں اضغاث پھیلاتا ہے اور پیدا کرتا ہے جس سے خواب احلام بن
جاتی ہے۔ چہارم یہ کہ اس کا دعویٰ نبوت شخص افتری اور کذب بیانی ہے۔ پنجم یہ کہ اس کے کلام کی
یہ فصاحت بلاغت جاذبیت سٹھاس اور لذت یہ سب شاعرانہ بناوٹ اور ہنرمندی ہے یہ بہت
بڑا شاعر ہے۔ بھلا کبھی ان باتوں سے نبوت ثابت ہوتی ہے یہ باتیں تو ہمارے دوسرے شاعروں
میں بھی ہیں۔ ہاں اگر یہ واقعی سچا نبی ہے اور اُس کا یہ قرآن بقول اُس کے اللہ کا کلام ہے تو فلاناً
ہماری مطلوبہ نشانیاں ہمارے پاس سے آئے۔ جس طرح اللہ کے پہلے بھیجے گئے رسول اُمت کے
مطلوبہ معجزات لاتے تھے۔ کیا شان تھی اُن کی واہ واہ جس قوم نے اُن سے جو مانگا انہوں نے فوراً
لا دیا۔ کسی سے اونٹنی مانگی تو فوراً نکال دی۔ کوئی عصابے کر رہا ہے دریا پھاڑ رہا ہے پار نکلا

ہے۔ پتھر پڑاتا ہے بارہ بارہ چشمے نکالتا ہے ہزاروں کی پیاس بجھاتا ہے۔ کوئی آتا ہے تو کورھیں
 کو اچھا۔ اندھوں کو بینا بیماروں کو تندرست مَرُعوں کو زندہ کرتا چلا آ رہا ہے یہ بوٹی نہ نبوت اور اس کا
 ہزاروں کو فائدے پہنچے نبی تو اس طرح اپنی قوم کی خواہش پوری کرتے اور مطالبے مانتے ہیں یہ نبی کیسا
 ہے کہ اب تک ہمارا ایک مطالبہ بھی پورا نہیں کیا۔ ہم نے مکے میں پانی کے چشمے بہا دیئے۔ باغ لگا دیئے
 غنچے کھلا دیئے۔ کوہ صفا کو مونے کا بنا دینے کا کہا۔ مگر نہیں کر سکا۔ بہت کیا تو اپنے جادو سے
 چاند توڑ دیا، پتھروں سے اپنے گلے پڑھوا دئے۔ ہمارے نبیوں سے اپنی گواہی دلوا دی۔ ہمیں اس
 سے کیا فائدہ۔ ہم تو اب اس کے قرآن کو کلام اللہ اس کے اسلام کو دین اللہ اور اس کے دعوے نبوت
 کو سچا مانینگے اور جب ایمان لائیں گے جب ہمارے مطلوبہ معجزے دکھائے۔ بعض مفسرین نے فرمایا
 کہ یہاں تین جگہ لفظ بَلّ آیا ہے اور تینوں جگہ ابطال کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ بَلّ تین معنی میں
 استعمال ہوتا ہے ۱۔ استدراک کے لیے ۲۔ انتقال کے لیے ۳۔ ابطال کے لیے۔ استدراک
 کا معنی ہے کثرت و زیادتی یعنی ایسا بھی ہے بلکہ ایسا بھی ہے۔ انتقال کا معنی ہے منتقل ہونا یعنی
 ایسا ہے بلکہ ایسا ہے۔ یا اس اعتبار سے ایسا ہے بلکہ اس اعتبار سے ایسا ہے اور ابطال کا
 معنی ہے کہ پہلے معنی کی نفی کر کے دوسرے معنی مراد لینا۔ ابطال کی دوسو تین ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے
 ہی کلام کی نفی کی جائے دوم یہ کہ کسی کے پہلے کلام کی نفی کی جائے۔ لفظ بَلّ ان تمام قسموں میں
 قرآن مجید کی مختلف آیت میں مستعمل ہے۔ یہاں بھی تینوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ ہماری بیان
 کردہ پہلی تفسیر میں بَلّ انتقال کے لیے ہے۔ یعنی یہ مدعی نبوت خود تو یہ کہتا ہے مگر ہم نہیں مانتے
 بلکہ اس کی وحی اَصْغَاثِ اَعْلَام ہے بلکہ اس کا دعویٰ نبوت افتر ہے۔ بلکہ اس کا کلام شاعرانہ ہے
 ان وہ بے رہ۔ یہاں ہوں بلکہ وہ شاعر ہے اس کی باتیں کلام اللہ نہیں بلکہ اَصْغَاثِ ہیں
 ان کے دعوے سچے نہیں افترائی ہیں۔ جن مفسرین نے یہاں بَلّ ابطال مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ
 ان آیت میں کفار کی پریشانی کا نقشہ کھینچا ہے کہ کبھی کہتے ہیں کہ اس کا ہر کام جادوگری ہے پھر
 خود ہی نفی کر کے کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ اَصْغَاثِ اَعْلَام ہے پھر کہتے ہیں یہ بھی نہیں بلکہ افتری ہے
 پھر کہتے ہیں یہ بھی نہیں بلکہ یہ شاعر ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں صرف اپنی شاعرانہ ہنرکاری سے
 لوگوں کو مرغوب کیا ہوا ہے یہ ہی تمام شاعروں کا ہنر اور فن شاعری کا کمال اور اشعار کی خصوصیت
 ہوتی ہے اور جن مفسرین نے یہاں بَلّ بمعنی استدراک یا ہے وہ بھی کفار کی بدحواسی کو ثابت
 کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کفار دن بدن شان اسلام کی ترقی سے گھبرا کر پریشان ہوتے تھے تو اپنی

اَسْرُ وَالنَّجْوٰی مَحْضُوْنَ میں یا تو سب بیک زبان ہو کر یا اپنی اپنی بات کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ مذعی نبوت
 تمہاری ہی مشابہت کا ایک معمولی بندہ بشر ہے۔ اس کو پریشانی کی خواہیں آتی ہیں جادو گراور شاعر
 بھی ہے ان چیزوں نے اس کے مزاج میں جنون پیدا کر دیا ہے بلکہ کئی باتوں میں اِفتِریٰ باندھتا ہے
 کفار اپنی بدحواسی سے یہ متفاد ہاتیں ایک ہی شخصیت میں جمع کر دیتے تھے حالانکہ یہ مختلف کیفیات
 ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ عام معمولی آدمی جادو گر نہیں ہو سکتا جادوگری کی اپنی ایک قوت
 یافت ہوتی ہے۔ اور اَصْغَاتِ وَاَصْلَامِ والا جنون ہوتا ہے جس میں کوئی حیاقت و عقل نہیں ہو سکتی پاگل
 و جنون شاعر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور شاعر پاگل نہیں ہو سکتا۔ اِفتِریٰ کرنے والا انتہائی چالاک ہوتا ہے
 چالاک کے لیے بھی عقل و خرد کی ضرورت ہے۔ خیال رہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں راسخام و اَصْلَام
 و رویاء مقام وہ خواب جو خود بخود ہر شخص کو آتی ہے خوش کن بھی ہوتی ہے پریشان کن بھی۔ اَصْلَام
 وہ جو دنیوی اُلجھنوں پریشانیوں یا روزمرہ کی عادتوں کی وجہ سے آجاتی ہیں۔ رویاء وہ خواب جو نیک آدمیوں
 کو اُن کے تقویٰ طہارت یا ان کے وُطینوں استخاروں کی وجہ سے آتی ہیں۔ بشارت کے لیے یا مذمت
 یا اشارت کے لیے ایسی ہی خوابوں کو نبوت کا چالیسواں حصہ فرمایا گیا۔ اسی کو وحی الہانی بھی کہا جاتا ہے
 یہ خوابیں اشارۂ ربانی ہوتی ہیں یہ کسی خاص مقصد کے لیے سب کی طرف سے ہوتی ہیں۔ پہلی قسم کی
 خوابیں علم انسانوں کے علاوہ جانوروں کو بھی آجاتی ہیں یہ فطرت حیوانی کی وجہ سے ہیں۔ جانوروں کی
 خوابوں کا مشاہدہ علم الچون والوں کے تجربے سے ثابت ہے۔ دوسری قسم کی خوابیں اپنی حرکتوں یا
 شیطان کی طرف سے محض پریشان کرنے دُرانے کے لیے ہوتی ہیں۔ ان خوابوں کی کثرت سے
 بندے کو تین طرح کا نقصان ہوتا ہے۔ یا خبیثی یا شکی یا پاگل ہو جاتا ہے۔ ان ہی خوابوں کو اَصْلَام اور
 اَصْغَات کہا جاتا ہے۔ کفار مکہ۔ قرآن کریم کو اَصْغَات کہتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں
 کو اَصْلَام کہتے تھے۔ یعنی یہ کلام اور دعویٰ سب اَصْغَاتِ اَصْلَام اور پریشان کن خوابیں ہیں جنہوں
 نے اُن کو خبیث بنا دیا ہے (معاذ اللہ) اور اپنی نبوت کا ان پر ضبط سوار ہو گیا ہے ان کے نزدیک
 یہی نبوت کی فقط ایک ہی دلیل تھی کہ قُلُوبًا تَنَا۔ ہمارے مطالبے کے معجزے لائے اور دکھائے تب
 ایمان لائیں گے۔ اگلی آیت ان کی ہی تردید فرما رہی ہے کہ مَا اٰمَنَتْ قُلُوبُهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَوْ اَنْهٰ
 اَقْعَمُ يَوْمُ مَوْتٍ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ فَمَلُّوْا اَهْلَ الْاَلْيَافِ
 اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْمَلُوْنَ۔ اے محبوب کل یہ کفار مکہ عقل کے پکے اور ضد کے پکے اب جو قُلُوبًا تَنَا
 کے دعوے اور ایمان لانے کے وعدے کرتے ہوئے انبیاء سابقین سے اُن کی قوموں کے مطلوبہ

معجزوں کا ذکر کر رہے ہیں اور اپنے نئے مشیروں عیسائیوں یہودیوں سے سن سنا کر فضول اور نقصان دہ مطالبے کر رہے ہیں ذرا اپنے مشیرانِ مفیدین تخریب کاروں سے یہ بھی معلوم کریں کہ وہ قومیں پھر کیوں ایمان نہ لائیں تھیں اور وعدہ خلافت کرتے ہوئے جب وہ لوگ پھر کافر ہی رہے تھے تو ان کا انجام کیا ہوا تھا یہی کہ ہم نے اُن سب کو یعنی بستی اور اہل بستی کو ہلاک کر دیا تھا۔ اُمّی بستی کے کھنڈرات ہی نشانِ عبرت رہ گئے تھے جو آج تک موجود ہیں۔ اَفْهَمُ یُؤْمِنُونَ تو کیا اب یہ کفار مکہ مطلوبہ معجزات و آیات مل جانے پر اپنا وعدہ ایمانی پورا کریں گے اور کفرِ شرک چھوڑ کر اللہ رسول پر ایمان لائیں گے۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہ تو بعض عداوتِ مخالفتِ عنادِ دشمنی سرکشی میں پہلی قوموں سے بھی زیادہ بد بخت و بدتر ہیں۔ یہ مطلوبہ معجزات پر سے کر دینے کچھ مشکل نہیں۔ انبیاءِ کرام کے پاس تو خدا داد بہت قوتیں ہوتی ہیں وہ اپنے رب کی اجانت سے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر بات تو اُن کے ایمان لانے کی ہے۔ اگر سابقہ اُمّتوں کی طرح یہ بھی ایمان نہ لائے تو ان کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔ روایت ہے کہ جب کفار نے یہ اپنے مطلوبہ معجزات مانگے تو جبریل امین علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے حبیبِ اکرم چاہو تو یہ معجزات بھی کر دکھاؤ لیکن یہ ازلی بد بخت پھر بھی ایمان نہ لائیں گے ہم دیباہی کر دیں گے جیسا تم چاہو گے۔ اور یہ ایمان نہ لائے تو ہمارے قانونِ ازلیہ قدیمہ کے مطابق ہلاک کر دئے جائیں گے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُن کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ ان کی حماقت کی کیا ہے یہ تو جنم کے اُمتی ہیں۔ رہا ان کفار کا یہ کہنا کہ یہ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ ہی ہے لہذا یہ رسول نہیں ہو سکتا۔ یہ استدلال بھی غلط ہے بشر ضرور ہے مگر مِثْلُکُمْ اور ان جیسا عام کمزور معمولی انسان نہیں ہے پوری کائناتِ مخلوق کے اختیار و قوت و صفات والا ہے۔ اسے نبی انہیں یہ بتا دو کہ آپ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے جن کا تذکرہ یہ یہود و نصاریٰ سے سُن چکے اور جن کے سچا رسول نبی ہونے کے یہ اقراری ہو رہے ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کی طرح قوتوں طاقتوں والے مرد ہی تھے اور مرد بشری ہوتا ہے نہ فرشتہ نہ جن نہ عورت ہم انسانی بشری مردوں کو ہی ہمیشہ نبی بناتے رہے اور ان کی طرف ہی وحی کرتے رہے۔ ان کا پیغام، کلامِ تبلیغِ احکام۔ قانونِ شریعت سب کچھ ہماری طرف سے وحی تھی نہ وہ جادو یا اضغاثِ اُحلام یا افتری یا شاعری تھی نہ یہ۔ ہمارے اس محبوبِ نبی کے پاس بھی وحی الہی ہی ہے وحی الہی کی گیارہ قسمیں ہیں ۱۔ وحیِ جلی سانی ۲۔ وحیِ خفی سانی ۳۔ وحیِ الہامی سانی ۴۔ وحیِ الہامی لفظی ۵۔ وحیِ الہامی ہدایتِ عقلی ۶۔ وحیِ تکلم ۷۔ وحیِ مکتوبی ۸۔ وحیِ قدسی ۹۔ وحیِ لسانی ۱۰۔ وحیِ سبیری ۱۱۔ وحیِ صوتی۔ اگر تم اس حقیقت کو جانتے ہو تو نبی اور ان کے صحابہ کی زبانی نہیں مانتے

تَوَقَّاسُ لَوْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ اُن تورات زبور انجیل والے اُھل کتاب یہودیوں
عیسائیوں سے پوچھ لو جو ان کتابوں کو پڑھتے پڑھانے ذکر کرنے مانتے والے ہیں اور خاص فقط ہمارے
اس نبی کی عداوت میں تم سے دوستی کرنے یہودہ مشورے دیتے اور غلط پٹیاں پڑھانے والے ہیں
اور تم بھی صرف عداوت نبی میں اُن کی اُلفت کا دم بھر رہے ہو ان پر اعتماد کرتے ہو اگلے مشورے
یہ کہ ہو حالانکہ تمہارا اور ان کا دین جدا وہ تمہارے دین کے دشمن تم ان کے دین کے دشمن اور گنا
اُرْسِلَ الْمُرْسَلُونَ۔ کہنے کے باوجود تم پھر بھی انبیاء کرام پر ایمان نہیں لاتے۔ تمہاری بدنیتی کا تو اسی
زبانی تعریفوں قلبی انکاروں سے اندازہ ہو رہا ہے۔ کل تک جس نبی کو تم امین اور صادقاً اَلْوَعْدِیتیم پر وعدہ
قول کا سچا اور صحیح کہتے تھے آج اگر اُس کی بات پر یقین نہیں رہا تو پھر اُنہی ذکر والوں سے پوچھ لو وہ ہزار
قسم کے بد دین اور جھوٹے ہی مگر تمہارے اس سوال کا جواب مجبوراً یہی دینگے کہ وہ سابقہ تمام انبیاء
اور کما اُرْسِلَ الْمُرْسَلُونَ۔ سب رسول انسانی بشر مرد ہی تھے۔ ہرگز نہ کہیں گے کہ ہمارے کو سنی
عیسی داؤد ابراہیم صالح وغیرہم جن یا فرشتہ یا عورتیں تھیں۔ یہ قَائِلُونَ کا حکم بھی اسی سے دیا جاتا
ہے کہ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ اگر تم اتنی فطرتی اور آسان عام فہم بات بھی نہیں جانتے اور تمہاری عقل
و شعور فہم و فراست یہ بھی نہیں سمجھ پاتی کہ نبی کا بشر ہونا ایک لازمی اور فطری امر ہے کیونکہ نبی انسانوں
اور بشروں کو ہی سمجھانے سکھانے اور بندہ بنانے کے لیے آتے ہیں اور بشر ہی بشر کو زندگی کا پورا
معاشرہ عملاً و قولاً سمجھا سکھا سکتا ہے۔ ہاں اَلْبَشَرُ تمہارا اِشْکُلُ کہنا یا اپنی جیسا سمجھنا یہ تمہاری بد عقل
کفر پر گستاخی اور حقیقت کے خلاف غلط بیانی ہے۔ اس لیے کہ انبیاء کرام اپنی صفات حمیدہ میں
فرشتوں سے بھی کافوق الفطرۃ شخصیات ہوتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ فقط اللہ تعالیٰ ہی اُن کی حقیقت
کو صحیح درست جاننے والا ہے سب سے زیادہ۔ اِن آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ قَالَ میں دعویٰ
میں کہ یہ قَالَ فعل ماضی ہے جملہ خبر یہ یہی مشہور و جہور قول ہے کہ یہ قُلْ فعل امر ہے ہے اور عبارت
جملہ انشائیہ ہے یَسْئَلُ عِلْمٌ میں تین قول ہیں کہ سننے والا ہر زبان کی جاننے والا ہر نیت کو کہ سننے
والا کفار کے کفریات کو جاننے والا ہے اپنے محبوب کی صداقت کو کہ سننے والا ہے سب کی اور
جاننے والا ہے کہ قَالُوا میں چار قول کہ سب کفار نے یہ سب باتیں کہیں کیونکہ وہ سب خود
انجس میں تھے اور انجس ہی اُن کی جہالت کی دلیل تھی۔ کہ ہم اس نبی کو کیا کہیں اس لیے کبھی کہہ کہتے
نہیں کچھ کہ مختلف کفار نے یہ مختلف باتیں کہیں کہ یہ باتیں ایک ہی مجلس میں بطریقہ اَسْرُو العجی
کہیں کہ مختلف مجالس کی باتیں قرآن میں تین قول ہیں کہ بستی اور بستی والوں کو ہلاک کر دیا کہ بستی اور

علاقہ کو بھی توڑ پھوڑ کر کھنڈ بنا دیا اور اشخاص کو مردہ کر دیا اور صرف بستی والوں کو ہلاک کیا۔ بستی کو تباہ اور بستی والوں کو ذلیل قیدی بنا دیا۔ یا در بدر غریب الحال کر دیا۔ جیسے کہ بنی اسرائیل سے نجات نصیر بادشاہ نے۔ اَخْلَ الَّذِکُز۔ میں دتو قول ہیں یہود و نصاریٰ کے بڑے لکھے اہل کتاب مراد ہیں۔ اَصْل ذکر سے مومن صحابہ مراد ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ مولیٰ اعلیٰ سے کسی نے پوچھا کہ اہل ذکر سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا اَخْلَ الَّذِکُز۔ یعنی ہم (صحابہ و اہل بیت) اَصْل ذکر ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ کفار مکہ تو صحابہ پر اعتماد ہی نہ کرتے تھے تو ان سے پوچھنے کا حکم بیکار تھا۔ اُس وقت تو کفار مکہ کو یہود و نصاریٰ سے اندھی اُلفت تھی ہر بات ان سے پوچھ کر کرتے ان کی ہی مانتے تھے۔ اس لیے پہلا قول درست ہے۔ مولیٰ اعلیٰ کا فرمانا کہ ہم اہل ذکر یہ کسی دوسرے موقعہ کی روایت ہے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر قدرتی فائدے ازلِ سیمع و علیم ہے۔ لیکن عطائی طور پر رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہر وقت ہر طرح کا سیمع و علیم بنا دیا ہے کہ کفار کی وہ خفیہ باتیں بھی رب نے محبوب کو وحی خفی و علی سے بتا دیں جو وہ آزمائشی طریقے پر اُسُروا النجویٰ سے کرتے تھے۔ کہ دیکھیں ہماری خفیہ سرگوشیوں کا پتہ اس مدعی نبوت کو لگتا ہے یا نہیں۔ یہ فائدہ اُسُروا النجویٰ کی آیت اور اُس کے بعد یہاں قَالَ رَبِّیْ فَرَلْنِی سے حاصل ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو میرے آقا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی شانیں اور حیاتِ طیبہ کی کیفیات ہیں۔ میرے رب کریم غفل و غلی سے تہ ہر غازی سے تاقیامت انتہائی خفیہ حاضر و مخاطب کے سینے سے اَسْلَامٌ عَلَیْکَ اَیْہَا النَّبِیُّ کے سلام پڑھوا کر واضح ثابت فرما دیا کہ ہمارا حبیب بعد وصال بھی ہر غازی کے انتہائی آہستہ اُسُروا النجویٰ۔ دسے سلام کا بذاتِ خود سیمع و علیم ہے دوسرا فائدہ۔ غلط جھوٹے اور قساوی آدمی کی بڑی نشانی یہ ہے کہ اُس کو خود اندرونی نفسیاتی طور پر اپنی بات کا اعتبار و اعتماد نہیں ہوتا نہ اُس کی یادداشت درست رہتی ہے۔ جیسا کہ فارسی کا مقولہ ہے۔ دروغ گو ما حافظ نہ باشد۔ یعنی جھوٹے کا حافظ نہیں ہوتا یہ فائدہ

قَالُوا بَلْ اَصْغَاتُ احْلَامٍ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ جب کہ لفظ بَل کو برائے ابطال یا جائے یہ بدل بدل کر کفار کا اوندھے اُسٹے بنا ڈھنی اِزام لگانا اسی کذب بیانی اور بدخواسی کی وجہ سے تھا۔ تبسوا فائدہ۔ افتری اور شاعری میں فرق یہ ہے کہ افتری جھوٹے کلام کو کہتے ہیں جس کا تعلق متکلم کی زبان سے ہے اور شعر کلام مؤثر کو کہتے ہیں جس کا تعلق سننے والے کے ذہن سے ہوتا ہے افتری کا مقصد اپنی بات منہ مانا ہے اور شعر و شاعری کا مقصد دلوں میں اثر

ڈالنا ہوتا ہے۔ انفرادی میں کذب اور تحقیر و غلط بیانی ہوتی ہے۔ مگر شعر میں رغبت، رہبت، شوق، سرور اور حزن و غم ہوتا ہے۔ انفرادی چار قسمیں ۱۔ اصل میں کذب ۲۔ نقل میں کذب ۳۔ ارادے میں کذب ۴۔ بلا ارادہ کذب۔ شعر کی بھی چار قسمیں ۱۔ غزل ۲۔ مجھو برائی ۳۔ مرثیہ تعزیت ۴۔ حمد و نعت (تفسیر منطری) انفرادی علم یقین ہے اور شاعری علم دقیق ہے یہ فائدہ بل انفرادی اور بل محو شاعر علیحدہ کئے سے حاصل ہوا۔ کفار کا اس طرح دو باتیں کہنے سے مقصد ایک طرح کا الزام لگانا تھا کہ ان کے نزدیک انفرادی سے مراد صرف عابدانہ بولی کا جھوٹ تھا اور شاعر سے مراد بنا سجا کر عیاری مکاری سے متغافل جھوٹ بولنا تھا۔ چوتھا فائدہ۔ لفظ رَجُلٌ در رجال انسان مذکر مردوں کو کہا جاتا ہے نہ کہ ملائکہ یا جنات یا عورتوں کو یہ فائدہ یہاں مطلقاً رَجُلٌ لَوْحِی دَاخِلٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء و مرسلین ہمیشہ مکمل قوت و طاقت بہادری اور اعلیٰ حسب نسب خاندان والے ہی ہوئے ہیں۔ پنج قوم یہ کمزور بزدل لوگوں کو بتی رسول نہیں بنایا جاتا۔ لفظ رجال میں تین قسم کی قوتوں کا اظہار ہے ۱۔ قوت جسمانی ۲۔ قوت روحانی و قلبی ۳۔ قوت خاندانی۔ سورہ جن کی آیت ۲۱ میں رِجَالٌ مِّنَ الْجِنِّ کے تین جواب دئے گئے ہیں ۱۔ یہ کہ یہ جنات کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اُس لَعْنَةٍ مِّنَ الْجِنِّ نے اپنے جنوں کو بھی رجال کہہ دیا۔ دوم یہ کہ یہاں رجال سے مراد صرف مذکر ہونے کا اشارہ ہے کہ زمانہ در جاہلیت میں مذکر انسان بحالت سفر مذکر جنات سے پناہ پکڑتے تھے۔ نہ کہ عورتیں پہنچتے۔ جنات کی عورتوں بچوں سے جواب سوم یہ کہ لفظ رَجُلٌ اور رجال جب مطلقاً ہوگا تو انسان مرد ہی مراد ہوگا اور جب کسی غیر کا ارادہ ہو تو لفظ رجال یا رجل کے ساتھ اس کا تذکرہ مفید کیا جائے گا تب وہ غیر مراد ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔

احکام القرآن | ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ خواب میں اگرچہ تین قسم کی ہوتی ہیں۔ منام۔ اہلام۔ رویا۔ مگر عام لوگوں کو اس کا پتہ نہیں لگ سکتا کہ کوئی خواب کسی حیثیت کی ہے اسی لیے فقہاء و کرام فرماتے ہیں کہ کسی بھی خواب کو کبھی برا نہ کہنا چاہئے اگرچہ کتنی ہی ڈراؤنی یا پریشان کن ہو۔ نہ ہی کسی خواب کا کوئی معنی مقصد اور تعبیر خود نکالنی چاہئے۔ بلکہ ہر کسی عام شخص کے سامنے بیان ہی نہ کرنی چاہئے۔ صرف علم تعبیر رکھنے والوں کو خواب سنائی چاہئے وہ ہی بتا سکتا ہے کہ یہ خواب منام ہے یا اہلام ہے یا رویا خواب رویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت یا نذارت ہوتی ہے اور خواب اہلام شیطان کی طرف سے۔ یہ مسئلہ اَصْفَاتُ اَحْلَام کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ عالمین بزرگ حضرات پریشان کن خوابوں

سے بچنے کے چند عمل بتاتے ہیں واجب خواب میں ڈر یا پریشانی آئے اور آنکھ کھلے تو ایک مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ پڑھ کر اسی کروٹ تھمتکا ر دے۔ پھر کروٹ بدل کر لیٹ جائے انشاء اللہ تعالیٰ اس خواب کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اور یہ خواب کسی سے بیان نہ کرے را پریشانی کی خوابوں سے مستقل بچنے کے لیے یہ عمل مجرب ہے کہ روزانہ سونے سے پہلے با وضو سورۃ کوثر ایک ہزار بار پڑھے اول آخر درود شریف گیارہ بار درود ابراہیمی نہ پڑھے کیونکہ وہ عرق نماز کیلئے ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث پاک سے ثابت نماز کے علاوہ منع ہے بخل جالیں دن کرے۔ دوسرا مسئلہ تقلید کرتا رب تعالیٰ کا علم ہے لہذا اچھا اور ضروری ہے۔ خاص کر ائمہ مجتہدین کی تقلید یہ تو واجب ہے یہ مسئلہ فَاَسْأَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ (الخ) سے مستنبط ہوا کہ جس چیز کا پتہ نہ ہو اس کو نہ تو چھوڑ دو۔ اور نہ اپنے انداز سے تخمینے لگاؤ بلکہ اصل ذکر یعنی اہل علم و معلومات سے پوچھ لو مسلمانوں میں اہل ذکر صحابہ کرام تابعین مجتہدین فقہاء ہیں کسی نے امام اعظم سے پوچھا کہ اہل ذکر کون لوگ ہیں آپ نے جواباً فرمایا۔ اس زمانے میں اہل ذکر امام جعفر صادق ہیں۔ تیسرا مسئلہ۔ اسلامی شریعت کے قانون سے جن واقعات و مقامات کی خبر میں کثرت اقوال و اطلاعی کا تو اثر پایا جائے تو وہ موجب علم و یقین ہوگا اگرچہ یہ اطلاعات اور خبریں کفار کی زبان سے ہوں یعنی کفار کی اس قسم کی خبر بھی مانی جائے گی یہ مسئلہ فَاَسْأَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کفار کو اہل ذکر فرمایا اور ان کی واقعاتی مقاماتی خبر و اطلاع کو معتبر قرار دیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ چاہئے تھا کہ فرمایا جاتا۔ یَعْلَمُ السِّرَّ اس لیے کہ پہلے فرمایا وَاسْرُو النُّجُوٰی۔ جیسا کہ سورۃ فرقان آیت ۷ میں ہے۔ قُلْ اُنْذِرْ لَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وہاں ستر ہے تو یہاں بھی ستر چاہئے تھا۔ جواب سورۃ فرقان میں اور یہاں دو طرح فرق ہے اس لیے وہاں ستر کہنا درست ہے اور یہاں قول کہنا درست ہے۔ پہلا فرق یہ کہ سورۃ فرقان میں مطلقاً ذات باری تعالیٰ کا وصف بیان فرمایا گیا جس طرح کہ رب تعالیٰ کی شان علام الغیوب اور عالم الغیب ہے اسی طرح یَعْلَمُ السِّرَّ بھی ایک شان بیان فرمائی گئی، مگر یہاں خاص اُن کفار کے اُسْرُو النُّجُوٰی کو جاننے کا ذکر ہے اور چونکہ اُسْرُو النُّجُوٰی قول ہی تھا اس لیے یہاں یَعْلَمُ الْقَوْلَ فرمانا عین درست ہے دوسرا فرق یہ کہ یَعْلَمُ السِّرَّ علم کی تاکید ہے اور یَعْلَمُ الْقَوْلَ میں زیادہ تاکید ہے اس لیے کہ جو یَعْلَمُ السِّرَّ کی شان والا ہو وہ قول کو پورے اولیٰ جانتا ہے۔ نیز قول عام ہے میری وجہی کو۔ دوسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ فرمایا گیا وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ سَمِیْع

کو پہلے بیان فرمایا گیا علیم کو بعد میں علیم کو پہلے ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ علم الہی قدیم ہے سماعت حادث ہے قدیم کا پہلے ہونا ضروری ہے جواب یہ اعتراض غلط ہے اس لیے کہ باعتبار صفت بالقوی کے تو دونوں ہی قدیم ہیں علم بھی سماعت بھی لیکن صفت بالفعل کے اعتبار سے معلوم و مسموع کی بنا پر دونوں ہی حادث ہیں البتہ یہاں سمیع کو پہلے اور علیم کو بعد میں ذکر فرمانا اسرؤال بخوی اور اقوال کفار کے لحاظ سے ہے کہ ہر کلام کو پہلے سنا جاتا ہے بعد میں اس کے معنی مقصد کا علم حاصل ہوتا ہے اس بات کو سمجھانے کے لیے پہلے سمیع فرماتا بعد میں علیم فرمانا بالکل درست ہے۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ۔ یعنی اے مشرکین مکہ تم اہل کتاب سے پوچھو کہ پہلے گزشتہ امتوں کے رسول انسان تھے یا فرشتہ یہ حکم کیوں دیا گیا حالانکہ کفار مکہ نہ پہلے رسولوں کو مانتے تھے نہ پہلی کتابوں کو ریت زبور انجیل کو مانتے تھے اور کہتے تھے لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (سورۃ سبا آیت ۳۱) یعنی ہم ہرگز نہیں مانتے قرآن کو اور نہ پہلی کتابوں کو جب وہ مانتے ہی نہیں تو پھر اہل کتاب سے پوچھنے کی کیا ضرورت وہ کیوں یقین کرتے۔ جواب: یہاں کتابوں کے مانتے یا تو ریت وغیرہ بد یقین کرنے کا ذکر مراد نہیں ہے بلکہ ان یہود و نصاریٰ سے پوچھنے کا ذکر ہے جو اس وقت اسلام دشمنی میں کفار مکہ کے پیشرو اور مشیران خاص اور مستند علیہ بنے ہوئے تھے کہ آج تم کو ان سے بڑا پیار ہو رہا ہے۔ اسلام کے خلاف ہر بات ہر سوال ان سے پوچھ پوچھ کر کر رہے ہو۔ تو یہ بھی ان سے پوچھو تاکہ تمہیں یقین آئے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انسانی فطری نفسیاتی طور پر یہ بات تجربہ شدہ ہے کہ اگر ایک بات کا ایک دو آدمیوں سے سن کر یقین نہ آئے تو کثیر سے سن کر یقین آجاتا ہے اگرچہ وہ کثیر تعداد والے اس کے مذہبی مخایف ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لیے نفسیاتی طور پر کفار مکہ کو اس بات کا یقین کرانے کے لیے فَاسْأَلُوا کا حکم دیا گیا۔ وَاللَّهُ اعْلَمُ۔

قَالَ رَبِّي يُعَلِّمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

تفسیر صوفیانہ

مرشد باطنی لاہوتی نے آوازِ جبروتی سے فرمایا کہ میرا پروردگار ازل قدیمی جانتا پہچانتا ہے ہر خفی جہری ستری مخفی بات کو آسمان ارواح میں بھی اور زمین اجسام میں بھی اور وہی ہے ازل قدیم کا سمیع آشکار علیم افکار سننے والا ہر ہر ذرے کی زبان کو اور جاننے والا ہے تمام کی نیات اور سننے والا ہے اہل نفوس کی کفریہ آواز کہ یہ کہہ جاتے والا ہے اہل قلوب کی ایمانیہ صداقت کو سننے والا ہے اہل درد عشق کی آہ سحر کا ہی کو جاننے والا ہے اہل امانت کے سینوں کو۔ وہی میزrab امانت رکھنے والا ہے محبوبین و عشاق کے سینوں میں علم فکر عقل فہم فراست بصیرت سماعت کی قوتوں کو مگر اہل نفوس

اس کو نہیں سمجھتے۔ بَنُ قَاوُۡۃً۔ بلکہ اپنی نادانی جہالت حماقت سے کہتے پھرتے ہیں کہ۔ اَفْضَعَاتُ اَحْلَامِ
 بَنِ اَفْطَرَمَہُ بَنُ هُوَ شَاعِرٌ قَلِیْلًا تَشَابِیْۃً کَمَا اَرْسَلْنَا الَّذِیْنَ یَکْشِفُوْنَ مَرَاۡقِبَاتِیْ کے دھوئے
 دوسراں کا ذہن ہیں۔ راہ سلوک کے الہامات افتری ہیں اور یہ واوی سرفت کے راہ نور و محض اقوال
 لطیف کے گارگیر ہیں یہ دعو پداری محض بازی گری ہے دلیل صداقت نہیں ہو سکتی۔ سچائی یہ ہے کہ
 غلو و مراقبات کو چھوڑ کر میدان ظاہر کی دنیوی نشانیاں لائیں جس طرح کہ فقہاء و ظاہر علماء و ماہر مشائخ
 اکابر دلائل و برہان کے جوہر دکھاتے رہے۔ اسے واوی انوار اور مرشد اسرار ان نفوس منکرین اور
 کافرین منعین کو سنا دے۔ مَا اَنْتَ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَدْرِیۡۃٍ اَهْلَکُنْہَا اَفْهَمَ یُؤْمِنُوْنَ وَمَا
 اَدۡرَسْنَا قَبْلَکَ الْاَیۡجَادُ نُوْحِیۡۤ اِلَیْہِمْ مَا سَلُوْۡا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔
 صوفیا فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ آیت ظاہراً بآطناً کفار مکہ کی مذمت کے لیے آئی مگر مسلمانوں میں بھی
 بعض ایسے نام نہاد مسلمان بد عقیدہ پیدا ہو چکے ہیں کہ اگر شریعت کو اتنے میں تو طریقت کے گستاخ اور اگر طریقت کو اتنے میں تو
 شریعت سے بیزار و قافل بلکہ متنفذ ہر طرف سے چلے بنا کر جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ کافرین تو انبیاء کے منکر
 مگر یہ گمراہ لوگ اولیاء اللہ کے منکر طریقت کی پاکیزہ مخلوقوں خلوتوں رچتوں و طیفوں مراقبوں کو مکر کا جال
 کہنے والے گستاخ ولایت۔ کفار تو معجزات کے اور یہ ضالین کرامات کے کفار نے انبیاء علیہم السلام
 سے ہمیشہ ناجائز و فضول مطالب کئے مگر یہ گمراہ اولیاء اللہ سے ناجائز اور دنیا پرستی کے مطالبے کرتے
 ہیں بلکہ دنیا پرست اگر مرید بھی بنتا ہے تو دنیا طلبی کے لیے اور مرشد بیعت سے صرف دنیا سازی کے
 ہی مطالبے کرتا ہے۔ آج کل پیر کا مصروف اور پیری مریدی کا مقصد صرف تعویذات کو سمجھ لیا گیا
 ہے پیروہ پیارا لگتا ہے جو نماز روزے کا حکم نہ دے شرعی پابندیوں سے آزاد کر دے طریقت
 کے چلے و طیفوں مراقبات خلوات نفس کشی سے علیحدہ کر دے یہ آیت ایسے بدنصیب لوگوں
 کا بھی نقشہ کھینچ رہی ہیں کہ اگر ایک مطالبہ پورا کر دیا جاتا ہے تو پھر بھی بندگی الہی کی طرف توجہ
 نہیں آتی بلکہ ان دنیا دار اہل نفوس کے مطالبے بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں کہ فلاں پیر صاحب نے تعویذ
 دیا تو فلاں مرید مال مال ہو گیا دولت مند بن گیا۔ تم پیر ہو تو تم بھی ہم کو ایسا ہی تعویذ دو جس سے دولت آئے
 اس کی پرواہ نہیں کہ فلاں ہو یا عوام۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ بیعت و ارشاد پیری و مریدی دنیا سازی کے لیے
 نہیں ہوتی بلکہ آخرت بنانے کے لیے ہوتی ہے۔ جب اس فلاں پیر نے فلاں مرید کو تعویذ دے کر دولت مندی
 مریدی بھی تو وہ کب عبادت و ریاضت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آیا تھا جواب تم آؤ گے۔ اولیاء اللہ بھی
 انسان ہی ہوتے ہیں کوئی دوسری مافوق الفطرت مخلوق نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے الہامات اسرار سے ان

ہی اہل قلب و عقل پر نزول و ورود فرما کر نوازا جاتا ہے جو بھی خلوص علی سے ہماری بارگاہ میں آتا ہے ان کے پاس ہم ان ہی مردانِ راہ کو اپنی ولایت کا تاج پہنا کر بھیجتے ہیں صرف نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے ولایت کا دروازہ تو ہر مسلمان کے لیے سدا کھلا ہوا ہے کیونکہ نبوت وحی عطا کی ہے اور ولایت کسی عطا کی ہے اگر یہ باتیں تم ان غفلت و کسالت کو معلوم نہیں تو ان ذکر والوں سے پوچھ لو جو ہر وقت رب تعالیٰ کی یاد اور ذکر فکر میں آخرت بنانے کے لیے عشقِ الہی محبتِ مصطفائی کی اتباع میں مصروف رہتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نبوت کو اور نبوت کی بارگاہ سے ولایت کو ہر زمانے میں فیض ملتا ہی رہتا ہے یہ راہ ولایت دنیا سازی کے لیے نہیں آخرت بنانے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام مومن کو شیطانی اثرات سے پاک و صاف کر دیا اور ان کے اجسام بشریہ کو بشری نفوس سے جن کی بنیاد ہی ظلمت اور تاریکی پر ہوتی ہے جدا کر دیا اور اس میں نفوسِ قدسیہ ودیعت فرما دئے اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے حال اور امت کے حال میں بڑا فرق ہے۔ وہ صفات جو وجود انبیاء میں موجود ہوتی ہیں جیہ ان کا ظہور ہوتا ہے تو انہیں وحی خفی و جلی اور آیتِ کلامِ الہی قدیم سے امداد ملتی ہے تاکہ دنیا زمانوں سے تاریکی صفات و کیفیات کا خاتمہ ہو۔ یہ انعامِ الہی انبیاء علیہم السلام کے لیے خاص رحمت اور امتوں کے لیے عام رحمت ہوتی ہے۔ یہی شانِ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تا ابد ہے کہ آپ کی مختلف صفات کے ظہور پر مختلف اوقات میں آیتِ قرآنیہ و احادیثِ قدسیہ نازل ہوتی رہیں۔ جیسا کہ رب تعالیٰ نے ایک ارشاد فرمایا کہ کفار تو کہتے ہیں کہ قرآن ایک دم مکمل طور پر کیوں نازل نہیں ہوا تاکہ ہم نے اس کو اسی لیے آیتِ آیت کر کے نازل فرمایا تاکہ اس سے تمہارے قلب مسعود کو مضبوط اور خوش رکھیں۔ اور امت پر آسانیاں قائم کریں چونکہ قلب اور نفس کے باہمی تعلق کی وجہ سے بشری صفات کے نمودار ہونے پر نفس کی حرکت سے اضطراب پیدا ہوتا ہے اس لیے اس اضطراب کو دور کرنے کے لیے دل کو مضبوط کیا جاتا ہے اور دل مرکزِ قوت ہے نفس امارہ مرکزِ ضعف اور کمزوری ہے اسی لیے انبیاء علیہم السلام کا نفس امارہ مردہ کر دیا جاتا ہے۔ اور سرکارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس امارہ تو نکال ہی دیا گیا اور اسی نکلنے کے لیے پچھن شریف میں سینہ چاک کیا گیا جس کا ظہور صرف ایک ہی دفعہ ہوا شبِ معراج کا شوقِ صمد صرف خواب میں ہوا نہ کہ جاگتے میں وہ معراج سنائی تھی نہ کہ ستائیس رجب والی جسمانی معراج جن لوگوں نے جسمانی معراج کی شب بھی ظاہرِ شوقِ صمد مانا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ امت کے اضطرابِ نفس کو دور کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جاتا ہے جو اعلیٰ اخلاق کا سبق دیتے ہیں اور کلامِ الہی کی آیت سناتے ہیں جن میں قلب و عقل۔ روح و نفس کا ذکر مرا حثاً یا اشارۃً موجود ہوتا ہے

نزولِ آیت سے انبیاء علیہم السلام کی تسلی۔ اولیاءِ علما کی تشفیٰ صالحین کی بشارت فاسقین کی نذارت کافرین کی ابدی ہلاکت کا ذکر ہوتا ہے تسلی سے قوتِ قلب کا ثبوت تشفی سے اضطرابِ نفس کی نفی بشارت سے خوشی نذارت سے خوفِ ہلاکت سے وعیدِ ظاہر ہوتی ہے۔ قرآنی آیت ان صفات کے اظہار کے لیے مختلف اوقات میں نازل ہوئیں۔ اسی لیے کلامِ الہی میں اخلاقِ محمدی کا تعلق قرآن حکیم سے قائم فرمایا گیا کہ قرآن مجید اور اخلاقِ نبوت کو عظیم کہا گیا اس طرح کہ زبانِ نبوت نے قرآن مجید پتہ دیا اور زبانِ قرآن نے خلقِ عظیم کا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منظرِ صفاتِ الہی ہیں اور قرآن مجید منظرِ مصطفیٰ ہے جس پر انبیاء علیہم السلام میں صفاتِ بشریت اسی لیے قائم کی گئیں تاکہ امت کی مکمل اصلاح ہو سکے۔ یہ اصلاح نہ ملکی صفات سے ممکن تھی نہ جنسی نہ نسانی۔ بدیں و جہتِ نامِ رسل علیہم السلام کو مروا دیا گیا۔ صفاتِ نبوی کی تعلیم سے ہی تذکیہ نفسی و جلاءِ روع ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اخلاقِ الہی ہے اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقِ عظیم ہے اخلاقِ عظیم تکمیل ہے اخلاقِ حسنہ کی اولیاء اللہ کے اخلاقِ اشرف۔ محنت میں عوام کو زمین کے اخلاقِ شریفانہ غرض کے سب تعالیٰ کے پاس اخلاقِ حسنہ کے خزانے میں جب رب تعالیٰ کسی بندے سے جلدائی فرماتا ہے تو اسے عطا فرماتا ہے۔ انہی خزانوں سے تمام مخلوق کو ان کی وسعتِ قلبی کے اعتبار سے عطاءِ اخلاق ہوتی ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلقِ عظیم کی عطا ہوئی یہ اکمل ترین ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔
بُعِثْتُ إِلَيْكُمْ لِأَتَمَّ مَكَانَهُ أَخْلَاقِي۔ یعنی میں تمہاری طرف اس لیے بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں، دیگر انبیاء علیہم السلام کو خلقِ اعلیٰ کی عطا ہوئی اولیاءِ علما کو اخلاقِ اشرف کی اہل ایمان کو خلقِ شریفانہ کی اور کفار کو خلقِ رذیلہ کی فاسقین کو خلقِ احمقانہ کی۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

وَمَا جَعَلْنَهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا

اور نہ بنایا ہم نے اُن کو ایسے بدن جو غذا نہ کھاتے ہوں اور نہ

اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ

كَانُوا خَالِدِينَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ

وہ ہمیشہ دنیا میں رہنے والے تھے۔ پھر پورا کر دیا ہم نے اُن کے وعدے کو کہ نجات دیدی ہم نے اُن کو

وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں۔ پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا تو انہیں نجات دی

وَمَنْ نَّشَاءُ وَاهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ﴿۹﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا

اور اُن تمام لوگوں کو جن کو پسند کیا اور فنا کر دیا ہم نے نابالغ کام کرنے والوں کو۔ البتہ بیشک نازل کی ہے اور جن کو چاہی اور حد سے بڑھتے والوں کو ہلاک کر دیا۔ بیشک ہم نے تمہاری

إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰﴾ وَكَمْ

ہم نے تم تک ایک عظیم ایسی کتاب کہ جس میں تمہارا چرچہ تذکرہ ہے تو کیا تم یہ بھی نہیں سوچتے عداوت کی طرف ایک کتاب ہماری جس میں تمہاری ناموری ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ اور کتنی

قَصَصًا مِنْ قَبْلِهِ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا

کتنی ہی فتاکردیں بستی وال قومیں جو ظالم تھیں اور نئے سرے سے پیدا کر دیا ہی بستیاں ہم نے تنباہ کر دیں اور وہ ستار تھیں اور

بَعْدَ هَاقَوْمًا آخَرِينَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّا أَحْسَوْا بِأُسْنَا

ہم نے ان کے بعد ہی دوسری قوموں کو مگر جب ان ظالموں نے محسوس کیا ان کے بعد اور قوم پیدا کی۔ تو جب انہوں نے ہمارا

إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ﴿۱۲﴾

ہمارے عذاب کو تب ہی وہ لوگ اس عذاب سے تیز بھاگنے لگے۔

عذاب پایا جی وہ اس سے بھاگنے لگے۔

ان آیات پاک سے سابقہ آیات پاک کا چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیت تعلقات میں انبیاء کرام کے انسان ہونے کی ایک دلیل پیش فرمائی گئی کہ وہ مرد ہی ہوتے ہیں اور ہوتے رہتے اب ان آیت میں دوسری دلیل بیان فرمائی جا رہی ہے کہ اپنے انسانی تعلق کے

مطابق کھاتے بھی ہیں لہذا کفار کا اب یہ مطالبہ کہ نبی کوئی فرشتہ ہونا چاہیئے وغیرہ وغیرہ یہ جب پہلے کبھی نہ ہوا تو اب کیا ہوگا۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اگر تم کو تاریخ اور نافرمانوں کی بستیوں کے انجام کا پتہ نہیں ہے تو ذکر والوں یعنی یہود و نصاریٰ یا عزرت دارنامور لوگوں سے اور پڑھوں لکھوں صاحب عقل حضرات سے پوچھ لو۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اسے یہ نصیحت تمہاری جلتی تمہارے پاس اتنی عظیم اور مضبوط کتاب آچکی ہے کہ اگر تم اس کی غلامی فرمانبرداری میں آجاؤ تو تم خود ماقیامت ذکر و اے بن جاؤ گے لوگ اور غیر قومیں تمہارے در کے سوالی بن جائیں گے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں نافرمان قوموں کی ہلاکت کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں ہلاکت کے بعد نبی مخلوق اور نبی قوموں کو ان بستیوں میں آباد کرنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

شان نزول ایک مرتبہ کفار مکہ نے بہت شور مچایا کہ اگر تم سچے نبی ہو اور عذاب آنے کی خبریں سچی ہیں تو جہنم پر جلدی عذاب نازل کرو اس پر یہ آیت نازل ہوئی از آیت من اتارنا ان میں ایک نافرمانوں کی تباہ شدہ بستی کا ذکر ہوا بستی کا نام صورت تھا ان ظالموں نے اپنے نبی علیہ السلام کو قتل کر کے شہید کر دیا تھا تب غضب الہی سے ان پر نجات نصیر بادشاہ کے حملوں کی شکل عذاب و قہر مسلط کیا گیا تھا جس نے بڑی بیدردی سے جن جن کر ان کافروں کو قتل کیا بلکہ اس کا قتل عام بڑھتا ہی گیا تو یہ ظالم کفار اس عذاب سے ڈر کر بھاگے فرمایا جا رہا ہے کہ اب تو عذاب کی بڑی جلدی چھا رہے ہو مگر جب آگیا تو اپنے ان بڑوں کی طرح بھاگتے پھرتے پھرو گے (از خزان العرفان)

تفسیر نحوی وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ وَمِنْ نَشَاءٍ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ

واو سر جملہ (ابتداء کلام کے لیے) مَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا۔ باب فتح کا فعل ماضی مطلق جمع مشکم منفی معروف ضم ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل مزج ہے رَجَالًا مفعول بہ اقول ہے جَسَدًا۔ اسم ماضی۔ صمد۔ جامد۔ لغوی ترجمہ مرکب چیز یعنی ملاوٹ شدہ جَسَد کے پانچ اجزاء ہوتے ہیں ۱۔ لبائی ۲۔ چوڑائی ۳۔ موٹائی ۴۔ گہرائی ۵۔ رنگ اس کی جمع ہے اَجْسَادٌ اسی معنی میں جسم اور وجود ہے مگر فرق یہ ہے کہ جسم عام ہے ان چیزوں کو بھی جن کے رنگ نہیں ہوتے اس لیے پانی اور ہوا کو جسم تو کہہ سکتے ہیں جسد نہیں کہہ سکتے اور وجود اصطلاحاً اس سے بھی زیادہ عام ہے ان چیزوں کے لیے جن کی گہرائی موٹائی لبائی چوڑائی بھی نہیں ہوتی جیسے خوشبو وغیرہ اسی فرق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لیے وجود کا استعمال ہو سکتا ہے لیکن جسد اور جسم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بولنا گناہ ہے جسد اور جسم میں نسبت

عام فاعل میں وجہ ہے اور وجود ان کی جنس بعید ہے۔ اور یہ جسد جسم کی فصل قریب ہے۔ ترکیب غری
 موصوف ہے لَا يَأْكُلُونَ۔ باب نصر کا مضارع منفی بلا معروف جمع مذکر غائب اُکُل سے مشتق
 ہے بمعنی غذا کھانا اس کا فاعل اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے رَجَالًا۔ اَلطَّعَامُ۔ اسم مفرد
 مبالغہ بر وزن نَعَالٍ عَلَامٌ وَغَيْرُهُ طَعْمٌ سے مشتق ہے بمعنی تیار شدہ غذا اس کی جمع اَطْعَمَ یعنی کسی
 چیز کو ایسی حالت میں لے آنا کہ کھانے والا اس کو بہت مزے سے کھا سکے۔ عام ہے ہر جاندار کی غذا
 کو یہاں مراد ہے انسانی غذا (خوراک) مفعول یہ لَا يَأْكُلُونَ اپنے فاعل و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ
 ہو کر صفت ہوئی حَبْدًا کہ یہ مرکب توصیفی مفعول دوم ہے مَا جَعَلْنَا کَاسِبٍ مَلِكًا جملہ فعلیہ ہو گیا وہ ہر جملہ
 کا نوا باب نصر کا ماضی مطلق منفی جمع مذکر غائب فعل ناقصہ مُم پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا اسم فاعل دین۔ اسم
 فاعل جمع مذکر بحالت نصب خبر ہے فَعْدٌ سے مشتق ہے بمعنی ہمیشہ رہنے والے۔ مَا کَانُوا اپنے اسم
 و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ ثُمَّ حَرْفِ عطف تراخی (دیر کرنے) کے لیے اس کا عطفی تعلق
 ہے نُوْحِي اِلَيْهِمْ سے یعنی ہم اپنے رسولوں کے پہلے وحی کے پیغامات بھیجتے رہے پھر بعد میں ہم نے
 ان سے کہے ہوئے وعدے پکے کر دیے۔ فَعْدٌ قَنَار۔ باب نصر کا ماضی مطلق جمع متکلم معروف مثبت
 بافاعل مُم ضمیر مفعول پہ اوّل اَلْوَعْدُ مفعول پہ دوم یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ
 تعقیبہ اُجْنِيَا باب افعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم بافاعل اس کا مصدر ہے اُجْنِ
 نَحْنُ سے بنا ہے بمعنی اُجْنِا۔ مضمضم ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل معطوف علیہ واو عاطفہ مَن
 اسم موصول جنسی جمع کے لیے نَشَأُ باب فَعَّج کا فعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم نَحْنُ سے
 مشتق ہے بمعنی پاتا ہوا پسند کرنا یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَن کا موصول صلہ مل کر معطوف
 ہوا مضمضم ضمیر کا دونوں عطف مل کر مفعول پہ ہوا اُجْنِيَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واو
 عاطفہ اُحْلِكْنَا۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے اُحْلِكْ حَلَكٌ سے بنا ہے
 بمعنی فنا کرنا الف لام استغراقی بمعنی اَلَّذِينَ مُسْرِفِينَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر مصدر
 ہے اِسْرَافٌ سَرَفٌ سے بنا ہے بمعنی ناجائز اور خلافِ قانون کوئی کام کرنا مراد ہے فضول خرچی
 بحالت نصب ہے، مفعول پہ ہے اُحْلِكْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اُجْنِيَا کے
 جملے پر یہ دونوں عطف مل کر معطوف ہوا ثُمَّ صَدَقْنَا کے جملے پر یہ دونوں عطف میں نُوْحِي کے
 جملے پر یہ فَقَدْ اُنْذَرْنَا اَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُونَ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ
 کَانَتْ ظَالِمَةً وَاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ فَلَمَّا اَخْسَوْا بِاَسْنَانِ اِذَا هُمْ مِنْهَا

يُؤْكُضُونَ - كَضَ لَام تَاكِيْدٌ بِاِبْتِدَائِهِ قَدْ اَنْزَلْنَا - باب افعال کا فعل ماضی قریب مثبت معروف جمع متکلم مصدر ہے انزال بمعنی اتارنا اوپر سے نیچے لانا نَزَلَ سے مشتق ہے بمعنی اتارنا یہاں ماضی قریب زمانہ کو بتانے کے لیے ہے اِلَّا جَارَہ انتہاء غایت کے لیے کم ضمیر جمع مذکر حاضر مرجع کفار مکہ یہ ضمیر متبعا ہے غایت کی یعنی اے کفار مکہ یا اے اہل عرب فقط تم تک یہ کتاب آئی۔ یہ جار مجرور متعلق ہے کتابا اسم مبالغہ بر وزن فِعال یہاں تنوین نیکی نہیں کیونکہ کتاب سے مراد مخصوص ذہنی قرآن کریم ہے بلکہ یہ تنوین (دو زبر) تعلیمی ہے یعنی بڑی اور عظیم کتاب موصوف ہے فیہ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ موجود اسم مفعول کا ذکر اسم مصدر جامد حاصل مصدر بمعنی تذکرہ مشہوری مضاف ہے کم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی نائب فاعل ہے موجود کا یہ اسم مفعول پوشیدہ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہوئی کتابا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے اَفْ واصل ہے قَا یہ پورے قرآن مجید میں اسی عکس (اُلٹے) طریقے پر تقریباً ایک سو چودہ مرتبہ آیا ہے ف عاطفہ اگلے جملے کا عطف ہے فیہ ذکر کُذِّعَ کے جملے پر۔ آہنزہ سوال انکاری و تنبیہ کے لیے ہے یعنی جھڑک ہے کہ ایسی بے عقل مت کرو۔ لَا تُعْقِلُونَ - باب ضرب کا فعل مضارع معروف منفی بلا جمع مذکر حاضر خطاب ہے اہل عرب کو یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف فیہ ذکر کُذِّعَ کے جملے پر واو سر جملہ۔ کم اسم کتابہ خبر یہ بیان کثرت کے لیے بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ مقدم ہے تَصْنِئًا باب ضرب کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم قسم سے مشتق ہے بمعنی ریزہ ریزہ کر کے فنا کرنا۔ رن جارہ تبعی فیہ قریۃ اسم مفرد جہنی جمع یعنی لفظاً واحد معنایاً جمع مراد ہے اہل قریہ یعنی بستی والے موصوف ہے کانت باب نصر کا فعل ماضی مطلق بمعنی ماضی بعید واحد مؤنث غائب جہی ضمیر صیغہ اس میں پوشیدہ اس کا مرجع قریۃ ہے یہ پوشیدہ ضمیر اسم ہے کانت کا ظاہر باب نصر کا فعل ماضی واحد مؤنث اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے کانت کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وانشانا کا جملہ معترضہ علیحدہ ہے۔ واو سر جملہ انشائیہ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِنشَاءً نَشَأَ یا نَشُوْا سے بنا ہے بمعنی پیدا کرنا بڑھانا قدا اور ہوتا۔ پرورش کرنا پیداوار میں اضافہ کرتا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ یَخْدَحَامِفَ اور مضاف الیہ ظرف زمانی ہے حاضریہ واحد غائب مؤنث کا مرجع قریۃ ہے قَوْمًا اسم مفرد لفظی لیکن معنایاً جمع ہے موصوف ہے آخرین باب ضرب کا اسم تفضیل جمع مذکر مگر یہ دیگر اسم تفضیل کے قاعدہ کلیہ حکم سے مستثنیٰ ہوتا ہے یہاں مِنْ ظاہر یا پوشیدہ کی ضرورت نہیں نہ معرف باللام

ہونے کی ضرورت بحالت فحسب کیونکہ مفت ہے تو ماک کی چونکہ تو ماک جمع ہے اس لیے آخرین جمع لایا گیا یہ مرکب توصیفی مفعول پہ ہے اُنشائاً کا سب مل کر حملہ فعلیہ ہو گیا فلماً ف عطفہ مابینہما حرف شرط لکاتین قسم کا ہوتا ہے ماکافہ یہ مرکب متکلف ہے ثم اور ماکافہ سے وائے استثنائیہ وائے شرطیہ یہاں پہی ہے اُخْتُوا باب افعال ماضی مطلق جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِخْسَئْتُ بمعنی محسوس کرنا پتہ لگ جانا اُخْسَئْتُ مضارع ثلاثی سے بنا ہے اس کا قائل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے بانی اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ ہے سخت نقصان دہ چیز اصطلاح میں جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو خدا پر مراد ہوتا ہے اور جب غیر کی طرف تو لڑائی جھگڑا دنگا فساد مراد ہوتا ہے تا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے بانی ثنائی مرکب اِضْطَافِی مفعول پہ ہے اُخْتُوا اپنے فاعل اور مفعول پہ سے مل کر حملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا اِذَا متعجبانہ و بمعنی اچانک، ثم ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع متصل مبتدا ہے منھا یہ جار مجرور متعلق مقدم بِرُكُفُونْ باب نصر کا فعل مضارع جمع مذکر غائب مثبت معروف رُكُفُونْ سے مشتق ہے بمعنی رو نہ نا۔ رگڑنا ٹھوکنار۔ پیر مارنا، تیزی سے دوڑ جانا۔ یہاں یہ آخری معنی میں ہے یہ فعل با قائل اور متعلق مقدم سے مل کر حملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر حملہ اسبہ ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر معطوف ہوا اِكَاثُ ظَالِمَةٍ کے چلے پر دونوں عطف مل کر صفت ہو گی مِنْ قُرْبَةٍ۔ خیال رہے کہ ان آیت میں جمع متکلم کی تمام ضمیریں اور صیغے اللہ کی طرف لڑتے ہیں۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً اَدْبَاً يَكُونُ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا مُخْلِدينَ ثُمَّ
تفسیر عالماتہ اَصَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَاَنجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَشَاءُ وَاَهْلَكَ الْمُسْرِفِينَ

کفار نے نبوت کو کبھی شاعری کبھی ساحری۔ کبھی جنون۔ کبھی فتون کسی افتری کبھی اُسلام کبھی آسیب زدگی جیسے گھٹیا اُلفاظ سے منسوب کیا اور تقاضا کیا کہ نبی کو تو فرشتہ ہونا چاہیے اس میں ملکیت کی صفات ہونی چاہئیں نہ کھائے نہ پئے نہ شادی بیاہ کرے نہ بازاروں میں چلے پھرے نہ کبھی فوت ہو ان تمام لغو تقاضوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کفار مکہ بلا سوچے سمجھے ہمارے محبوب نبی کریم کی ہر بات ہر کام پر اعتراض تو کر دیتے ہیں مگر یہ غور نہیں کرتے کہ اس سے پہلے ہم نے کسی بھی جاندار کو ایسا نہیں بنایا جو کھانا نہ کھائے اور نہ کوئی ایسا جسم بنایا جو ہمیشہ زندہ رہے حیاتِ دنیوی میں بلکہ ہر جسم کو صفاتِ جسمانیہ دی گئیں اور صفاتِ جسمانیہ میں کھانا پینا اور فوت ہونا بھی ہے یہاں تک کہ جسم نبوت پر بھی یہ لوازمات بشریہ طاری فرمائے اور جو لوازمات انسانی

جاندار جسم کے لیے از ابتدا اتہا ضروری ہوئے وہ سب جسم انبیاء کے لیے ضروری ہیں۔ خواہ یہ ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ہوں یا ان سے پہلے انبیاء جن کی تم مثالیں دیتے ہو اور جن کو تمہارے مشیران خاص مخالفت و ملامت والے یہود و نصاریٰ برحق نبی مانتے ہیں وہ بھی کھاتے پیتے بازاروں میں چلتے شادی بیاہ کرتے اور وفات پاتے رہے ان کے مزارات و قبور موجود ہیں یہ کوئی حیران کن انوکھی بات نہیں کہ نہ مانتے کا بہانہ لے کر اسی کی ضد لے بیٹھے نہ یہ کبھی نبوت کی نشانی رہی۔ نبوت کی نشانی تو یہ تھی کہ تَحَدُّ مَدَقَّتًا۔ جب کبھی کافر اُمت اپنے نبی کی مخالفت و عداوت اور اذیت رسانی میں اتہا کو پہنچی تو ہم نے اپنے انبیاء کو وحی کے ذریعہ وعدہ دیا کہ اب اس مردود و مودودی قوم کو ہلاک کر دیا جا رہا ہے۔ اور اپنے انبیاء و اہل ایمان کو جس کو ہم چاہتے پسند کرتے ہیں اس آسمانی ناگہانی عذاب سے نکال کر بچالیں گے۔ پھر ہم نے اپنے وعدہ پورا کر دیا اس طرح کہ اس عذاب سے انبیاء کو بھی علیحدہ بچا لیا اور جس جس کو چاہا ان کے ایمان کی وجہ سے بچا لیا اور ان تمام مقبوضین مرد و دین کو ہلاک و تباہ کر دیا جو ہر طرح کفر شرک ظلم ابزار سانی سرکشی غرور نافرمانی مخالفت دشمنی میں مدد سے بڑھنے والے تھے اور اپنا ہی نقصان کرتے والے۔ نبی کو انسان اور مرد بنا کر بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی عین حکمت و مصلحت ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مخلوقات انسانیت کی ہر چیز عام جاندار حیوانات و جنات سے مختلف و ممتاز فطری لازمی ہے یہاں تک کہ کھانے پینے جینے مرنے میں بھی مگر خود انسان میں باوجود ہر طرح عقل و فن ہونے کے اس چیز کا شعور نہیں کہ جانوروں سے اپنے آپ کو ممتاز کر سکے اور حیوانی زندگی سے الگ ہو کر شرافت و تہذیب کی زندگی گزار سکے۔ وہ اگر گھٹلتے ملتے محبت کرنے پر آئے تو کتوں بکروں سورؤں کے منہ چومتا ہے اور اگر تعظیم کرنے پر آئے تو چوہوں بندروں کو دیوی دیوتا سمجھ لیتا ہے اور لکڑیوں پتھروں درختوں کو خدا مان لیتا ہے۔ کھانے پر آئے تو بول براز۔ حرام اشیاء غلط و گندگی سب کچھ کھا جائے۔ پینے پر آئے تو شراب و پیشاب تک پی جائے۔ مرنے پر آئے تو سڑکوں کے کنارے مر جائے منہ کتے چاٹیں۔ مرنے کے بعد آگ میں جلایا جائے بے گور و کفن مٹایا جائے۔ لہذا ضروری تھا کہ انسان کو انسانیت سکھانے کے لیے نبوت کی ایسی مخلوق بنا کی جائے جو انسانیت کے لوازم بشری میں نور کے سانچے میں عقل کل شعور تمام لے کر اس عالم دنیا میں آئے اور انسانوں کو کھانا پینا چٹا کرنا دفنانا سکھائے۔ اور چونکہ قول سے زیادہ عمل مؤثر ہوتا ہے اس لیے رب تعالیٰ نے کسی نبی کا جسدِ عنبری ایسا نہ بنایا جو قوم و اُمت میں رہتے ہوئے نہ کھائے پئے اور نہ فوت ہو نبوت کے اجسام پر یہ تمام واردات عین حکمت ربانی اور اُمت

انسانیت پر مہربانی ہے ورنہ رب تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں لمبی عمر پائیں جیسے کہ زمین پر خضر و ایسا علیہما السلام اور آسمانوں پر عیسیٰ و ادریس علیہما السلام کہ یہ سب لمبی زندگی کے ساتھ بغیر کھائے پیئے آسمانوں پر موجود ہیں اور اصحاب کعب ہزاروں سالوں سے بغیر کھائے پیئے سو رہے ہیں۔ یہ تمام قدرت الہی کی نشانیاں ہیں۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اَیُّکُمْ کِتَابًا فِیْهِ ذِکْرٌ کُمْ اَخْلَا تَعْقِلُوْنَ۔ وَ کُمْ قَصَصْنَا مِنْ قَبْلِ کَانَتْ عَلَیْمَةً وَاَنْشَاْنَا بَعْدَ هَاقُوْمًا اٰخَرِیْنَ فَلَمَّا اَحْسَنُوْا بَاْسًا اِذَا هُمْ مِنْهَا یُرْکَضُوْنَ۔ اسے اہل عرب تم پر ہمارا کتاب بڑا احسان و شفقت ہے کہ بے شک ہم نے نازل فرمایا تمہاری طرف ایسی عظیم پامیدار ابدی کتاب کو جس میں تمہارا ذکر و ذکر ہے۔ خیال رہے کہ قرآن مجید کے نزول سے اہل عرب پر تین طرح احسان ہوا۔ اولاً یہ کہ اسے اہل عرب تمہاری زبان عربی میں یہ نازل ہوا یہ عربی کسی دوسری آسمانی کتاب کو نہ ملے اس قرآن مجید کی وجہ سے تمہاری عربی زبان ساری دنیا میں اپنوں پر ایوں میں مشہور و مقبول ہو گئی۔ اور زمان کے ذریعے تم مشہور ہوئے اور پھر تمہارے ذریعے تمہاری تہذیب معاشرہ رسم و رواج تمدن تعلق دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ دوم یہ کہ اس کتاب قرآن مجید نے تم کو شرافت بخشی۔ چہ و اہمیت سے ہشتائیت تک پہنچایا تمہاری تکلم کی شان۔ جرأت کی آن، بہادری کی دھاک بٹھائی، سوم یہ کہ اس قرآن کریم میں لوگوں کے لیے تمہارا اچھا اور نیک تذکرہ اور تمہارے لیے دین دنیا چلانے کا میابی سے قائم رکھنے کے اصول قواعد قوانین، انسانیت کے مفید درس اور نصیحتیں ہیں۔ اتنی عظیم آسان نمایاں اور ناقبامت باقی رہنے والی کتاب کو ماننے سمجھنے کے لیے بھی اَخْلَا تَعْقِلُوْنَ۔ تم ذرا عقل نہیں رکھتے نہ تدبیر کرتے ہو نہ تفکر نہ کہ غفلت کے غلاف سے نکلو شکر کرو اور احسان مانو ایمان لاؤ، حالانکہ تم سابقہ تحریروں کتابوں تاریخوں میں پڑھتے بھی ہو اور سنتے دیکھتے بھی رہتے ہو کہ تمہاری ہی طرح کی پہلی ہندی سرکش مغرور قومیں کتب الہیہ کو نہ ماننے والی انبیاء کی توہین و گستاخی تا فرمانی ایذا رسانی کر نیوالی کتنی ہی اُن بستیوں کو ہلاک کر دیا گیا جو اپنی ہی جانوں پر ظلم کر نیوالے لوگوں کی تھیں مع بستیوں کے اُن قوموں کو تباہ کر دیا۔ اس طرح کہ کسی پر ظالم و جابر بادشاہوں کو مستط کر دیا گیا جنہوں نے قتال تلوار ہلاک تیر سے اُن سرکشوں کا قاتمہ کر دیا۔ چونکہ یہ تسلط ہی و شکری بحکم الہی تھا اس لیے قُصْنَا جَمْعِ مُتَشٰکِلٍ کا صیغہ ارشاد ہوا جیسا کہ بیت المقدس کی اسرائیلی ظالم قوموں کے ساتھ مجت نصر بادشاہ نے کیا۔ جب کہ اُن بد بخت اسرائیلیوں نے چند انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا تھا تب رب تعالیٰ نے اُن ظالموں کو ہلاک کرنے کے بعد پھر قریب یمن ایک بستی حضور یا محل میں ایک

دوسری قوم کو پیدا فرمایا پھر جب کچھ زمانے بعد انہوں میں ظلم و غرور شروع کر دیا تو ان پر بھی قتال و خون ریزی کا عذاب بھیجا۔ انہوں نے خموس کر لیا کہ اب ہم پر مصیبت تنگی اور قتل عام کی غارت گری کا عذاب آیا تو لا ہے اس لیے وہ بستی سے نکل کر کسی جائے پناہ کی تلاش میں بھاگے کچھ پیدل کچھ سوار کہ شاید اس عذاب سے بچ جائیں۔ تفسیر صاوی نے یہ واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ علاقہ یمن میں ایک بستی جس کا نام حصور تھا یا سحول۔ وہاں ایک نبی موسیٰ بن میشاق بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام مبعوث ہوئے قوم نے ان کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے ان پر عذاب الہی آیا اور بخت نصر نے ان پر حملہ کر دیا ہزاروں کو قتل کیا عورتوں کو قیدی بنایا۔ باقی لوگ بستی سے جان بچا کر بھاگے ان کا یہاں ذکر ہے کہ اے ظالمو انبیاء کے سامنے بڑے مغروری سے اگڑتے تھے اب کیوں بزدل ہو کر بھاگ رہے ہو اب بھی ٹھہرے رہو یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ یہی بخت نصر بادشاہ جس نے پہلے بیت المقدس پر چڑھائی کی تھی اور وہاں کے کفار بدکار ظالم بنی اسرائیل کا قتل عام کیا تھا۔ کم قصصاً میں اسی پہلی قوم کا ذکر ہے قضم اور قضم کا فرق یہ ہے کہ قضم کا معنی ہے ٹکڑے کر کے ہلاک کرنا اور قضم کا معنی ہے بغیر قتل موت دیدینا۔ یا قضم کا معنی ہے مع بستی سب کچھ ہلاک کر دینا۔ اور قضم کا معنی ہے بستی سے نکال کر صرف لوگوں کو ہلاک کرنا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مفسرین کے مختلف اقوال۔ جسد اور جسم میں یہ فرق ہے کہ جسد صرف جسم کثیف کو کہتے ہیں جس کا رنگ جو ہر اور لمبائی چوڑائی موٹائی ہو مگر جسم کثیف و لطیف کو کہہ دیا جاتا ہے لہذا نوادغیرہ کو جسم تو کہا جاتا ہے جسد نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح جنات اور فرشتوں کا جسد نہیں جسم ہوتا ہے۔ صَدَقْنَا هُمْ اَلْوَعْدَ میں دو قول ہیں ۱۔ بذریعہ وحی انبیاء کرام علیہم السلام سے وعدہ فرمایا ۲۔ اپنا فیصلہ ازلی قدیمی سچا فرمایا۔ مُسْرِفِینَ میں دو قول ہیں ۱۔ اپنی جانوں پر حد سے بڑھنے والے ۲۔ اہل ایمان کی ایذا و رسانی میں حد سے بڑھنے والے۔ ذُکِّرْ کُذِّبَ میں چار قول ہیں ۱۔ ذُکِّرْ کُذِّبَ سے مراد عزلی زبان ۲۔ شرافت اور اچھا تذکرہ مراد ہے ۳۔ نصیحت اور دینی اصول و قوانین مراد ہیں ۴۔ وعدے اور وعیدیں مراد ہیں۔ کَمُ قَصَصَاتٍ۔ اور اَنْشَانَا بَعْدَ هَا۔ میں تین قول ہیں ۱۔ یہاں دو قومیں مراد ہیں پہلی قوم بیت المقدس والی کافر ظالم اسرائیلی دوسری قوم علاقہ عربین کے اہل عرب سحول یا حصوری بستی کے باشندے یہاں کا کپڑا بھی پہلے زمانوں میں مشہور ہوتا تھا ۲۔ یہ بستی حصور علاقہ یمن میں ہے ۳۔ علاقہ حجاز میں ہے اب اس کا نام سحول ہے شام کے قریب ہے لفظ اَنْشَاء اختراع، نگوین۔ تخلیق اور لفظ اَلْیَا ذُفْرِ قَرِیب ہم معنی الفاظ ہیں ان کے نبی کے اسم مقدس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ ان کا نام موسیٰ بن میشاق تھا۔ بعض نے کہا کہ ان کا نام شعیب بن ذی

محرم تھا اور ان کا مزار مقدس صنعانی پہاڑیوں میں ایک پہاڑی میں ہے علاقہ یمن کی سرحد پر مدینہ و اسے
 شعیب علیہ السلام دوسرے ہیں ۲ بعض نے کہا کہ ان کا نام خنظلہ بن صفوان تھا۔ یہی زمانہ حضرت ارمیاہ کا
 ہے ان کے زمانے میں بھی اختلاف ہے ایک قول میں یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے
 ۲ بعض نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کئی سو سال بعد کا ہے۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ اس
 عذاب الہی و اسے جلے سے پہلے اُس وقت کے ایک نبی ارمیہ علیہ السلام کو وحی آئی کہ بخت نصر اہل
 عرب پر حملہ کرتے والا ہے لہذا تم اپنے گروہ اہل ایمان کو اس بستی سے نکال کر بھاؤ اور بارہ سالہ
 لڑکے معدین عنان کی فاصد و بچہ بھال کرنا اس کو اپنے ساتھ اپنے براق پر بٹھا کر لے جانا۔ کیونکہ
 یہ نبی آخر الزمان کی اہل میں سے ہے اس کی صلب میں نبی آخر الزمان، میں۔ ارمیاہ علیہ السلام نے
 بحکم الہی اُن کو نہایت شاندار تربیت عطا فرمائی اور جوانی تک ساتھ ہی رکھا اور پھر آپ کی شادی ایک
 شہزادی مہمانہ سے کر دی یہ آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نوں دادا ہیں اور مہمانہ
 نوں دادی۔ عثمان دوسویں دادا اس شادی کے بعد بخت نصر کا حملہ علاقہ صور پر ثبات ہے۔
 (از تفسیر روح البیان)

فائدے | ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ مسلمانوں کو رب تعالیٰ
 نے تاقیامت دو واعظ عطا فرمائے ایک واعظ تاطق یعنی قرآن مجید دوم واعظ
 صامت یعنی موت۔ اس لیے ہر مسلمان کو حکم ربانی ہے کہ مشکلات دنیوی میں قرآن کی طرف رجوع کرو
 اور مشکلات قلبی میں موت کو یاد کرو یہ فائدہ فیہ ذکر و گم سے حاصل ہوا (روح البیان) جب کہ
 گم نمبر میں تمام مسلمانوں کو خطاب ہوا۔ دو سو فائدہ انبیاء کرام علیہم السلام بشری اعتبار سے
 جسد ہیں کہ کھانے پینے چلنے پھرنے جاگتے اور تمام حاجات انسانیہ کے ساتھ ہیں مگر نورانی اعتبار
 سے جسم ہیں کہ باعتبار اجسام لطیف ہیں کسی چیز اور لوازمات انسانیہ کے حاجت مند نہیں اکیلے
 انبیاء علیہم السلام کو اپنی برابر سمجھنا کفر ہے۔ یہ فائدہ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا (الخ) فرمانے سے حاصل
 ہوا کہ جسد افرمایا گیا نہ کہ جثما جسد اور جسم کا فرق تفسیر فالانہ میں بتا دیا گیا۔ تیسرا فائدہ۔ معافی
 توبہ اور رجعت الی اللہ وہی مغیب ہے جو نبی کی معرفت ہو اُن کے ہی سمجھانے فرمانے بتانے سے
 کی جائے خود اپنی عقل اپنے پھٹا دے اور ذاتی ندامت سے کہ نایا کسی فرشتے کی آواز سن کر توبہ
 توبہ کرنا فائدہ مند نہیں یہ فائدہ فَلَمَّا أَحْسُوا بَأْسَنَا فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن | ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ کھانا پینا سوتا

جاگنا۔ انسانی عیب نہیں ہیں بلکہ لوازماتِ انسانیہ میں سے ہیں لیکن اگر وہ کھانا پینا سونا جاگنا چھڑا کر تعلیمِ نبوت کے خلاف ہو تو یہی سب گناہِ تعلیم بن جاتے ہیں۔ اور آگ کھانے کے برابر ہے اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو کھانے پینے سونے جاگنے چلنے پھرنے والا بنایا تاکہ علی تعلیم حاصل کر کے امت سنبھلائے انسانیت نکھر جائے اس لیے ہر مسلمان پر افعالِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی واجب ہے اسی کو اتباع کہتے ہیں۔ لہذا جو بد بخت شخص دینی تحریر یا تقریر میں یہ کہے کہ انحالِ نبی کی اتباع واجب نہیں وہ گستاخِ قرینِ شیطان ہے۔ یہ مسئلہ جسدُ الاَیّاکلُون کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ سب سے اہم اور بہت ضروری چیزوں کو پورا کرنا اور نبھانا ہے وعدہ غلامی ہر ایک کے لیے بہت بڑا عیب ہے یہ مسئلہ ثَمَرُ صَدَقَاتِہُمْ اَوْ عَدَسٌ مستنبط ہوا کہ دیکھو رب تعالیٰ نے ایفا وعدہ کیے خاص اہتمام سے ذکر فرمایا ہے حالانکہ وہ غلاتی و مالک ہے اس پر کچھ واجب نہیں۔ تیسرا مسئلہ قانونِ شرعی کے مطابق کسی عذاب یا معصیت اور دوائی علاقہ میں جانا گناہ ہے۔ مثلاً طاعون زدہ وغیرہ علاقہ میں لیکن اگر اپنے رہائشی علاقے میں اچانک کوئی دیا یا طوفانِ آسمانی آجائے تو بھاگنا بھی منع ہے ہاں اگر آنے سے پہلے کوئی نکل گیا تو جائز ہے۔ یہ مسئلہ اِذَا هُم مِّنْهَا یَرْکُضُونَ سے مستنبط ہوا کہ ان لوگوں کا بخت نصر کے حملے کے اندیشے سے ڈر کر بھاگنا یا حملہ ہونے کی صورت میں بزدل بن کر بھاگنے کو برا کہا گیا۔ یہ حملہ ان کے ظلم و گناہ کی پاداش میں آسمانی عذاب ناگہانی آفت تھا، چاہیے تھا کہ وہیں رہ کر سچی توبہ کر لیتے تو شاید معافی ہو جاتی اور عذابِ الہی ٹل جاتا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا وَمَا جَعَلْنٰہُمْ پینے سے بے نیاز ہیں مثلاً ملائکہ اور جمادات نباتات بلکہ بعض انسان بھی جیسے کہ اصحابِ کہف جو صدیوں سے بغیر کھائے پئے سو رہے ہیں۔ تو پھر یہ آیت کیونکر درست ہوتی ہے رآیہ ہندو جواب۔ اس کے دو طرح جواب دئے گئے اولاً اس طرح کہ کفار کا اعتراض صرف انبیاء پر تھا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو نہ کھائے پئے نہ فوت ہو۔ جیسا کہ فرشتے نہ کھاتے پیتے ہیں نہ فوت ہوتے ہیں۔ ان کی تردید کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کی یہ جہتی نظرت ہے جبکہ ہم نے ان کا جسد بنایا نہ کہ فقط جسم اور جسد کفرت ہے کھانا بھی پینا بھی فرشتے جسد نہیں وہ جسم لطیف ہیں ان کی مثال دینا غلط ہے۔ اور جمادات کی تشبیہ اس لیے غلط ہے کہ وہ بے جان اشیاء ہیں۔ جواب دوم یہ کہ

یہاں جبلت و فطرت کا ذکر ہو رہا ہے ہر انسان فرشتا کھانے پینے کا ضرورت مند ہے۔ ہاں مطلب کعبت کا اتنے دور سے نہ کھانا پینا، تقدیٰ نیند کا اثر ہے یا بعض اولیاء اللہ کا چاہیں دن تک نہ کھانا پینا یہ ان کی ذاتی مشق ہے شاذ و نادر ہو تو ہے اور فواصات پر قیاس کرنا غلط ہے یہی حال غلو کا ہے ملحدانہ کی دراز زندگی فہوس ہے مگر موت ان کو بھی آتی ہے، یہ نوادرات کا منجانب استدھار بھی شان نبوت و ولایت بنانے کے لیے ہے کہ انبیاء علیہم السلام باوجود جنلی فطرت کے مطابق ہونے کے چہر بھی مافوق الفطرت قوت کے مالک بنائے جاتے ہیں۔ صوم وصال بھی اسی قوت خدا داد کے تحت ادا ہو سکتے تھے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ غیر ذکر کلمہ ظاہر تو کہیں اہل عرب کا ذکر نہیں بلکہ تاقیامت ہر انسان کے لیے اس میں وعدے و وعیدیں قانون بشارت و نذارت ہے تو یہاں ذکر کلمہ۔ کہوں فرمایا گیا! جواب۔ سب سے بڑا ذکر اور چرچہ تو یہی ہے کہ ان کی لغت و زبان میں قرآن مجید آیا جو تا ابد باقی ہے یہ بڑی عزت افزائی ہے دوم یہ کہ رب نے ہر صیغہ میں ان کو خطاب فرمایا باقی لوگوں کو ان کے واسطے سے سوم یہ کہ قرآن نے ساری دنیا کے بچے رکوع تازیان ان کے کعبے کی طرف کرا کر سارے عالم اسلام کو ان کے جغرافیہ کا محتاج و دانا بنیاد دیا۔ چہارم یہ کہ سارے عالم اسلام کی بڑی تجارتی منڈی ہر سال بلکہ پورا سال علاقہ عرب خاص کر شہر مکہ کو بنا دیا پنجم یہ کہ تمام دنیا میں اہل عرب کی عزت قرآن مجید کے ذریعہ ہوئی۔ رابطہ علم اسلامی کے لیے قرآن مجید سب سے بڑا اور موثر ذریعہ ہے۔ دیگر زبانیں اس کے سامنے پیچ ہیں۔ ششم یہ کہ لسانی فکری قرآن مجید نے ختم کئے ہر غیر عربی زبان عربی سمجھنے پر مجبور ہے کیونکہ اسی زبان پر ہر مسلمان کی عبادت و تلاوت کا مدار ہے اس کے علاوہ بھی ہزار باعزتیں اسی کتاب مبین کے ذریعے اہل عرب کو ملیں لہذا ان پر فرض اولین ہے کہ قرآن کریم کے دامن میں صحیح طور سے آئیں۔

تفسیر صوفیانہ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً دَانِجاً اور نہ بتایا ہم نے ان عالم اسرار والوں کو ایسے جسم جو نہ کھاتے ہوں۔ اور نہیں ہیں وہ اس عالم رنگ و بو کی معائب میں ہمیشہ کی زندگی و اسے پھرانے کا قدیم کا وعدہ ہم نے سچا کر دیا کہ ابتلا و تاسوتی سے ان اسرار والوں کو بھی بچا لیا اور اپنے پسندیدہ لوگوں کو بھی اور راہ معرفت کے عیاروں کو ہم نے غرونی کی موت سے ہلاک کر دیا۔ انسان کو چار چیزیں عطا فرمائی گئیں ۱۔ جسد ۲۔ جسم ۳۔ روح ۴۔ قلب۔ جسد کا غذا کھانا پینا جسم کی غذا عبادت روح کی غذا اللہ رسول کا عشق۔ قلب کی غذا شکر کھانا پینا انسان کی غفلت ہے اس سے ہی اس کی اشرافیت ہے یہ نعمت فرشتوں کو بھی نہ ملی کھانے پینے کا وہ نہیں

میں مہ غذا و رحمانی یعنی رزقِ حلال مہ شیطانِ غذا میں یعنی حرام رزق، شیطانِ کھانوں سے شہوتِ حرص ہوس
 اہلیتِ فتنہ و خور و شرکی غرور پیدا ہوتا ہے ہلال غذاؤں سے شوقِ عبادتِ ذوقِ محنتِ محبتِ ایمانی
 عشقِ رحمانی لذتِ فراقِ وصل کی خواہش، کعبہِ جمال کا قرب اور سیر الی اللہ کی قوتِ نصیب ہوتی ہے اگر
 غذا میں نہ ہو تو ہدایت نہ ہو ہدایت نہیں تو خواہشات نہ ہوں۔ اگر سیدہ بندگی میں خواہشات نہ
 ہوں تو تقابل نہ ہو اگر تقابل نہ ہو تو قرب الہی کی تمنا نہ ہو تمنا نہ ہو تو ہمت نہ ہو، حلال غذا سے بندہ
 اہل اللہ بنتا ہے اور حرام غذا سے اہل نفس و شیطانی بنتا ہے۔ غذا میں تے انسان کو گیارہ علم سکھائے
 ۱۔ علم ذوق ۲۔ علم لذت ۳۔ علم شہوت ۴۔ علم جوع ۵۔ علم عطش ۶۔ علم شکم سیری ۷۔ علم ہضم ۸۔ علم امراض
 ۹۔ علم طلب ۱۰۔ علم ادویہ ۱۱۔ علم تاثیرات نباتات۔ سب سے بڑی عبادت کھانے پینے میں احتیاط
 ہے لیکن حلال غذاؤں سے بچنا رہنا نیت ہے جو گناہ ہے حرام غذاؤں سے بچنا رہنا ہے جو تعلیم اسلام
 کی بنی ہے اس تعلیم کے لیے انبیاء علیہم السلام کو کھانے پینے والا بنایا اور اسی بات کو سمجھانے کے لیے
 نَزَّلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا (الح) البتہ بے شک نازل کی ہم نے اے عرب لوگو تمہاری طرف یہ
 کتاب مبین جس میں تمہارا ذکرِ نصیحت قوانین ہیں تاکہ تمہاری زندگی جانوروں سے ممتاز اور فرشتوں
 سے اعلیٰ ذوقِ قرآنی شوقِ رحمانی قربِ عرفانی والی ہو جائے۔ کیا تم اس بات کو نہیں مانتے سمجھتے کہ کس چیز
 میں فائدہ کس چیز میں نقصان ہے اے اہل نفوس چار چیزوں کی طرف رغبت نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے
 ۱۔ راہبانیہ عبادت کی طرف ۲۔ زاہدانہ عقل کی طرف ۳۔ دنیوی دُور سے تقویٰ کی طرف ۴۔ نابالغی کی طہات
 و عبادت کی طرف ان چیزوں کو کسی شمار میں نہ لانا چاہیے جو شخص ان اعمال پر بھروسہ کرتا ہے وہ عمر اور
 وقت ضائع کرتا ہے کیونکہ یہ چاروں کم عقل کے اعمال ہیں وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قُودِيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً
 وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ۔ فَلَمَّا أَحْسَوْا بِبَاسِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَبْكُونَ۔
 اور عالمِ ناسوت کی کتنی ایسی بے عقل وادیانِ باطنی کو ہلاک و ضائع کر دیا ہم نے جو ظلم کرنے والی تھیں
 اپنی عاقبت کو خراب کر کے اور خباثت کی ہلاکت کے بعد ہم نے اجسامِ ناسوتی اور ابدانِ لاہوتی
 و اجسادِ جبروتی میں نئے شعورِ تفکراتِ علومِ تصورات کو پیدا فرمایا اس طرح کہ جسم میں شعورِ بدن میں
 تفکرِ جسد میں تصور قائم ہو گیا۔ پھر جب غفلتِ عمل کا عذابِ محرومی پہنچا اور انہوں نے جان لیا کہ مقابلہ
 عذابِ مشکل ہے تو بجائے رجوعِ الی الحق اور توبہِ عرفانی کے حق سے فرارِ عمل سے دوری اختیار کی
 یہ ہی اہل نفوس کی بد نصیبی ہوتی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ شَرِّ الشَّیْطَانِ۔ اَعْمَالِ
 محرومی کی درستگی کا راستہ ان ہی خوش نصیب لوگوں کو دکھایا جاتا ہے جو اخلاقِ محمدی سے

منتصف ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں مگر گمراہوں کو دعوتِ عرفان نہیں دی جاتی اس لیے کہ یہ دعوت خداوندی ہے جو وہ اپنے مخصوص بندوں کو عنایت فرماتا ہے۔ اُمّ المؤمنین صدیقہ کفرمان کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کریم ہے اس میں بہت راز پوشیدہ ہے اور اخلاق ربانیہ کی طرف تفتی اشارہ ہے چونکہ یہ کہنا ممنوع ہے کہ اخلاق الہیہ سے متصف ہیں اس لیے اسی معنی کا بابا اب لہجہ یہی ہے کہ اخلاق نبوی کو قرآن کریم کی طرف منسوب کیا جائے یہی اخلاق اُمت کے لیے ذکرِ کلم ہے۔

لَا تَرْكُضُوا وَأَسْرِعُوا إِلَى مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَ

اب بیکار مت بھاگو اور لوٹ پڑو اسی عیش و عشرت کی طرف جو دئے گئے تم اس نہ بھاگو اور لوٹ جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئیں نہیں اور

مَسْكِينَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ ۝۱۳ قَالُوا يَوَيْلَنَا إِنَّا

بستی میں اور اپنے گھروں کی طرف تاکہ تم سے سوالات کئے جائیں بولتے جاتے تھے ہائے ہلدی ہلاکت بیشک اپنے سکانوں کی طرف شاید تم سے بلوچھتا ہو۔ برے ہائے خرابی ہماری بے شک

كُنَّا ظَالِمِينَ ۝۱۴ فَمَا ظُرُّكَ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ

ہم ہی ظالم تھے۔ تو یہ ہی رہا اُن کا رونا دھونا یہاں تک کہ بنا ڈالا

ہم ظالم تھے۔ تو وہ یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ

جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ ۝۱۵ وَمَا خَلَقْنَا

ہم نے اُن سب کو ایسی اکھڑی کھیتی جو جلی بجھی راگھ جیسی ہو۔ اور نہیں پیدا کیا ہم نے

ہم نے انہیں کر دیا کاٹے ہوئے بچے ہوئے۔ اور ہم نے

السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا ۖ لَوْ

آسمان اور زمین اور اُن کو جو اُن دونوں کے درمیان میں ہیں کھلوانے۔ اگر ہم آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنائے۔ اگر ہم

أَرَادْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهُمْ آلَاءً تَتَّخِذُهُ مِنْ دُونِنَا

ارادہ کرتے یہ کہ اختیار کریں ہم کھیل کی چیزیں تو یقیناً ہم رکھتے اُن کو اپنے ہی پاس کوئی بہلاؤ اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے اختیار کرتے

إِنْ كُنَّا فَعَلِينَ ۖ

اگر ہوتے ہم ایسے کام کرتے والے

اگر ہمیں کرنا ہوتا

تعلقات | ان آیت کریمہ کا پھل آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پھل آیت میں عذاب زمینی سے گھبرا کر کافروں کے بھاگنے پھپھنے اور جان بچانے کا ذکر ہوا اب ان آیت میں ان کی اس بزدلی و گھبراہٹ پر طعن فرمایا جا رہا ہے کہ رحیم کریم ہوتے نبی کو شبید کرنے والو بزدلو بد بختو اب کیوں بھاگ رہے ہو جاؤ اپنی عیش پرستی میں لوٹ کر پھر مزہ دیکھو۔ دوسرا تعلق پھل آیتوں میں کفار کے ظلم و سرکشی کرنے کا ذکر ہوا۔ ان آیت میں مار کھا کر افرات فرم کا ذکر کیا گیا عذاب سے پٹ کر پھر کہنے لگے کہ ہاٹے ہم ہی بڑے ظالم تھے۔ تیسرا تعلق پھل آیت میں سمجھایا گیا تھا کہ اس جہان میں سدا کسی نے نہیں رہنا یہیں پر نیک بند سے بن جاؤ عذاب آنے سے پہلے ٹھیک ہو جاؤ یہ جہلت اور درست ہونے کی قیمتیں گھڑیاں ہیں پھر یہ جہلت کبھی نہ ملے گی۔ اب ان آیت میں فرمایا گیا کہ کفار نے جہلت و ڈھیل سے فائدہ نہ اٹھایا اور جب عذاب آگیا تو لگے رونے پیٹنے مگر پھر بات نہ سنی گئی اور حصیداً خامدین بنادیا گیا۔

تفسیر نحوی | لَا تَرْكُضُوا ۖ وَادْعُوا إِلَىٰ مَا أَمَرْتُمْ فِيهِ وَمَسْكُكُمْ عَلَيْكُمْ تَسْكُونُ

marfat.com

قَالُوا يَوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ۔ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّى جَعَلْنَاهُمْ
 حَصِيدًا خَامِدِينَ۔ لَا تُكْفَرُوا۔ باب نصر کا فعل ہی حاضر معروف جمع مذکر حاضر کھنڈ
 سے بنا ہے بمعنی پیٹھ دکھا کر بھاگنا گھبرا کر یا ڈر کر تیز دوڑنا۔ یہ فعل نہیں با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ
 ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اُر جوار۔ باب ضرب کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر بالی حرف جر
 انتہاء غایت (مقصد) کے لیے کا اسم موصولہ۔ اُتْرُفْتُمْ۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق مجہول
 جمع مذکر حاضر مصدر اُتْرُفْتُ سے بنا ہے بمعنی دنیوی عیش و آرام دنیا اس کا نائب فاعل
 پوشیدہ ضمیر صیغہ اسم ہے فی جارتہ ظرفیہ مکانیہ کے لیے و ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما ہے
 یہ جار مجرور متعلق ہے اُتْرُفْتُمْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جملہ ہوا موصول جملہ مل کر معطوف علیہ
 ہوا۔ واؤ عاطفہ ملکن اسم جمع مکسر مضاف ہے اس کا واحد مُلْکُ اسم ظرف متعلق بمعنی رہنے کا جگہ مراد
 ہے گھر کم ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف ہوا کا کے پورے جملے پر دونوں
 عطف مل کر مجرور ہوا الی جارتہ سے جار مجرور دونوں متعلق ہے اِذْ جَعَلُوا كَالْعَلَكُمُ تَسْكُونُ۔ باب
 فتح کا ماضی احتمالی مجہول جمع مذکر حاضر مثلاً ہمزہ العین سے مشتق ہے یہ احتمالی شک کے لیے خوا
 بلکہ تعلیل و علت کے لیے ہے بمعنی تاکہ اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا نائب فاعل دونوں مل کر
 جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوئی اِذْ جَعَلُوا کی سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا لا اُتْرُكُوا
 کے جملے پر دونوں مل کر جملہ عطفی ہو گیا۔ قَالُوا ما پ نصر کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب اپنے
 پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ یا حرفِ ندا مجازاً اُنہیہ (روئے پٹنے)
 کے لیے ہے۔ وَاِذْ اسْم مفرد جامد بمعنی ہلاکت، تباہی بربادی۔ مضاف ہے اس لیے سنی برقعہ
 ہے فَاُضْمِرَ جمع متکلم مرجع وہی کفار مذکورہ یہ مرکب اضافی منادی ہے۔ اِنَّا۔ واصل ہے اِنَّا
 نَا۔ اِنَّ حرف مشبہ کا ضمیر جمع متکلم مرجع قَالُوا کا فاعل کفار بگڑے۔ اسم ہے اِنَّ کا کثرت فعل
 ماضی مطلق ناقصہ جمع متکلم نون شدہ دونوں ہیں پہلی گوئی مادے کی دوسری کا ضمیر جمع متکلم مرفوع
 کی (ضمیر صیغہ) یہ اسم ہے فعل ناقصہ کا ظلمین اسم فاعل جمع مذکر اس کا واحد ظالم بحالت نصب ہے
 کیونکہ خبر ہے گنا کی فعل ناقصہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے
 اسم منصوب خبر مرفوع سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جوابِ ندا ہے حرفِ ندا یہ قائم مقام ہوتا ہے
 اُدْعُوا یا دَعُوا) اپنے منادی اور جوابِ ندا سے مل کر مقولہ ہوا قَالُوا اپنے مقولہ سے مل کر جملہ قولیہ
 ہو گیا۔ فَ زائدہ بیانہ مَا زَالَتْ فعل ناقصہ واحد مؤنث غائب تِلْكَ اسم اشارہ دَعْوَا اسم

حامل مصدر جامد بمعنی اچھے چچ کر پکارنا یہاں مراد ہے یُوْلِنَا یُوْلِنَا کہنا اسم مقصورہ اس لیے تقدیری رفع ہے کیونکہ مشار الیہ ہے تِلْكَ یعنی مرفوع اسم کا مضاف ہے ضم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مشار الیہ تِلْكَ کا دونوں مل کر اسم ہوا مَازَالَتْ کا ایک قول میں خُذْ پوشیدہ اس کی خبر ہے مگر ایک قول میں تِلْكَ اسم ہے اور دَعُوْهُمْ خبر ہے اور ایک قول میں اس کا اَلْک وہ کہتے ہیں کہ جیسے فاعل مقدم مؤخر ہو سکتے ہیں ایسے ہی فعل ناقصہ کے اسم و خبر بھی مقدم مؤخر ہو سکتے ہیں حتیٰ حرف جو ماقبل فعل کی درازی کو روکنے کے لیے آتا ہے جَعَلْنَا بَابِ فَتَحٍ کا فعل ماضی مطلق جمع تنکلم مثبت معروف اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع خالق تعالیٰ جَعَلَ سے مشتق ہے بمعنی بنانا، بدل دینا۔ کر دینا۔ ضم ضمیر منصوب متصل کا مرجع وہی بھگوڑے کفار مفعول بہ اول ہے حَصِيدًا اسم صفت مشبہ صیغہ مبالغہ بروزنِ نَعِيلًا بمعنی نھوڑا اسم مفعول خُذْ سے مشتق ہے بمعنی کٹنا۔ کٹا ہوا ہوتا۔ جڑ سے اکھڑ جانا یہاں اسی معنی میں ہے ہر مبالغہ کا صیغہ واحد اور جمع دونوں کے لیے مستعمل ہے یہاں جمع کے لیے ہے ذوالحال ہے فَاْمِدْرِيْنَ بَابِ سَمْعٍ کا اسم فاعل جمع مذکر خُذْ سے مشتق ہے بمعنی بچھنا آگ کی راکھ بن جانا۔ انگاروں کو بچھا کر نہایت ہلکی راکھ کو خود اور خمد کہتے ہیں موٹی راکھ کو عربی میں رِمْاؤ اور گرم راکھ یعنی بھوبھل کر دِمَانٌ کہتے ہیں عربی میں راکھ کے لیے چار لفظ ہیں رِمْسُف نہایت باریک راکھ ۲ رِمْا د موٹی راکھ ۲ دِمَانِ سخت گرم راکھ ۲ خُذْ چنگا ريوں والی راکھ بحالت نصب ہے حال ہے حَصِيدًا کا یہ دونوں مل کر مفعول بہ دوم ہوئے جَعَلْنَا کے ایک قول میں حَصِيدًا مفعول دوم ہے اور فَاْمِدْرِيْنَ مفعول سوم ہے مگر یہ ترکیب غلط ہے کیونکہ جَعَلَ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے بسبب مفعول نہیں ہو سکتا۔ جَعَلْنَا فعل فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ضرور ہوا حتیٰ سے یہ جار مجرور متعلق ہے مَازَالَتْ کا سب مل کر حملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنِیْنَ۔ لَوْ اَمْ دُنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهٗوَالًا نَّخْذُ نَهٗ مِنْ دُنَا اِنْ كُنَّا فَعْلٰییْنَ۔ وَاَوْسَرُ جملہ مَا خَلَقْنَا بَابِ نَصَرٍ کا فعل ماضی مطلق منفی معروف جمع تنکلم صرف فصاحت کلام کے لیے اس کی جمع ضمیر کا مرجع واحد اللہ تعالیٰ ہے خَلَقَ سے مشتق بمعنی پیدا کرنا نیست سے ہست کرنا یعنی کچھ بھی نہ ہو تو اُس کو بہت کچھ بنا دینا اسی لیے بجز اللہ تعالیٰ کائنات میں کوئی شخص کسی بھی چیز کا خالق نہیں السَّمَاءُ اسم مفرد معرفت بِاللَّامِ جنسی مراد ہے تمام آسمان وَاَوْعَاطُفُ الْاَنْحُسُ اسم مفرد دو واحد وَاَوْعَاطُفُ ما اسم موصول بنین اسم ظرف مکانی مضاف ہے ضم ضمیر تثنیہ کا مرجع السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ ہے مضاف الیہ یہ مرکب اضافی سلبہ ہے

کما دونوں مل کر معطوف ہوا۔ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ کا پھر وہ دونوں آپس میں عطف میں سب عطف مل کر
مفعول بہ ہوا۔ لَعَلَّیْنِ باب فتح کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت فتح مفعول کما ہے یہاں یہ غیر عامل ہے
لَعَلَّیْنِ سے مشتق ہے بمعنی کھیلنا بیکار اور فضول کام کرنا یہاں مراد ہے کسی چیز کو اس کے مقصد اور
اپنے فائدے کے خلاف استعمال کرنا جس کو اردو میں کھلونا کہا جاتا ہے۔ مَاتَلَقْنَا فعل اپنے تمام
معمولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ لَوْ حرف شرط بمعنی اگر یہاں لَوْ شرطیہ ثبوت شرط کے لیے ہے
أَرَادْنَا باب افعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم رُوْدُ یا رُوْدُ سے بنا ہے اس کا مصدر
ہے رَاوَدُ اور ارَادَةُ بمعنی ارادہ کرنا۔ ارادے کی چار قسمیں ہوتی ہیں ۱۔ خواہش سے ارادہ کرنا
۲۔ پسند و چاہت سے ۳۔ بغیر خواہش کے بغیر چاہت ارادہ کرنا۔ یہاں عام ہے سب کو ان حرف
ناصبہ مضارع کو ہمیشہ نصب دیتا ہے تَخَذَ۔ باب افتعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم
اس کا مصدر ہے اتَّخَذَ اور اس کا مادہ ہے اَخَذَ بمعنی بنانا۔ اختیار کرنا۔ لَیْنَا لُحُوْا اسم مفرد ہا مرد
نکرہ بمعنی کھیل اور دل بہلاوے کی چیز یا بات۔ لَعِبَ اور لُحُوْا میں چھ طرح فرق جو انشاء اللہ تعالیٰ
تفسیر عالمانہ میں بیان کیا جائے گا یہ مفعول بہ تَخَذَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہوا اَرَادْنَا
کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام کے برائے تحقیق و تاکید اتَّخَذْنَا باب افتعال کا ماضی
مطلق جمع متکلم مصدر اتَّخَذَ یہ فعل بافاعل ضمیر مفعول بہ مرنے حرف جزائندہ بیانہ یعنی اپنے معنی
نہیں دیتا اور ابتدا کے لیے نہیں صرف بیان وضاحت کے لیے ہے لَرْنِ اسم تقریبی ظرف مکان
کے لیے جامد ہے ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اور اکثر مضاف الیہ ضمیر ہوتا ہے بمعنی قریب کا ضمیر جمع
متکلم ان دونوں آیتوں کی تمام ضمائر جمع متکلم کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق
ہے لَّا تَخَذْنَا فعل بافاعل اور متعلق سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء مقدم ہے بعض نحوویوں کے
نزدیک یہ جزاء ہے ماقبل جملہ لُوْا رُوْدَا کی اور اگلا جملہ جو شرط ہے۔ اس کی جزاء پوشیدہ ہے مگر یہ
ترکیب درست نہیں ہے۔ ان حرف شرط بعض نحوات نے اس کو ان نافیہ بتایا ہے۔ کُنَّا فعل ماضی مطلق
ناقصہ جمع متکلم اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا اسم ہے فَعَلِیْنِ اسم فاعل جمع فعل سے مشتق ہے اس
کا باب عمومی ہے یہ مادہ مجرور کے ہر باب میں گردان ہو جاتا ہے۔ یہاں جمع کا صیغہ تعدد جمعیت
کے لیے نہیں بلکہ کُنَّا کی جمعیت فصاحتی کی نسبت سے ہے فَعَلِیْنِ بحالت نصب ہے کیونکہ خبر ہے
کُنَّا کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط ہوئی جزاء مقدم سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر خبر جزاء
ہوئی لُوْا رُوْدَا کے جملے کی وہ شرط و جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

چاند سورج ستارے بادل پہاڑ دیا سمندر کھیت باغات جنگلات حیوانات چرند پرند مٹی ریت پتھر
 ٹیلے معدنیات دھات دولت گھر بار انسان جنات فرشتے حور و غلمان جنت دوزخ اعراف برزخ
 دنیا و آخرت کو فقط کھیل تماشے کے لیے۔ فرما اگر ہم کھیل تماشہ کرتے کا ہی ارادہ کرتے اور اپنے
 دل بہلاوے کے لیے بناتے تو پھر ہمیں علم عقل فہم نبوت نصیحت تفکر تدبیر تعقل تذکرہ سزا جزا پیدا
 کر کے انسانوں جنوں اور ان کی موت و حیات کو پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہم اپنے پاس ہی سب
 کچھ حور و غلمان کو بیوی بچے اور دھیر سارے کھلونے بنا لیتے۔ اگر ہم کرنا چاہتے۔ لیکن ہم ایسی
 فضولیات کرنے والے نہیں ہیں۔ مفسرین کے مختلف اقوال۔ لَا تَزَكُّوْا میں تین قول ہیں۔ ۱۔ غریبا
 مومنین نے ان بھگوروں ظالموں اُمراء کفار سے بطور طنز کہا یہ غریبا اپنی عبادت گاہوں میں محفوظ
 و ممنون تھے۔ رب تعالیٰ نے بخت نصر جیسے ظالم کافر بادشاہ کے دل میں ان کے لیے رحم ڈال دیا
 تھا۔ لشکر فوجیوں نے ان کو کچھ نہ کہا نہ قتل کیا نہ قید کیا یہ کلام فرشتوں نے انسانی شکل میں ان کو غالب
 ہو کر کیا۔ ۲۔ غیبی آوازیں آئیں فرشتوں کی یا جنات کی تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب چنگیز خان نے
 خوارزم شاہ پر حملہ کیا تھا تب بھی غیبی آوازیں آتی تھیں کہ اَیُّهَا الْکُفَّارُ اُقْتُلُوْا الْفُتَّانَ یعنی
 اے کافرو فاسقوں بدکاروں کو قتل کر دو۔ خوارزم شاہ کے زمانے میں زمانا اٹھتا اور سرائیں ختم
 یہ ذلت و رسوائی اسی وجہ سے ہوئی تھی اس وقت بھی نیکیوں نازیروں کو بچا یا گیا تھا۔ تَسْلُوْنَ میں
 تین قول ہیں۔ ۱۔ تم کو اسی طرح شان و عزت مل جائے گی تمہارے دروں پر بھکاری آئیں گے تم سے
 مانگیں گے۔ ۲۔ لوگ تم سے بچنے سے بھاگنے لگیں گے۔ ۳۔ تم کو اپنا سردار مانیں گے۔ ۴۔ بخت نصر بادشاہ
 تمہاری قدر کرے گا تم سے مشورے لے گا۔ پہلا قول درست ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّکُمْ لَمِنَ الْمَقْتُوْلِ
 ہیں۔ ۱۔ ہمارے ہلاکت۔ ۲۔ ہمارے ہماری کم بختی بد قسمتی۔ ۳۔ ہم پر موت پڑے جلدی موت آئے
 تاکہ اس ذلت و مہیبت سے جھوٹ جائیں۔ پہلے معنی میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے پریشانی اور گھبراہٹ کا
 اظہار ہے دوسرے معنی میں ندامت و پشیمانی پچھتاوا ہے تیسرے معنی میں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
 ہے اپنے آپ پر رائا گناہیں۔ میں میں قول۔ ۱۔ اپنے نبی کو قتل کرنے کا ظلم۔ ۲۔ عام غریبین مومنین
 کو مارنے ستانے کا ظلم۔ ۳۔ اپنے نبی اور اپنے مبعوث نبی کے اُمتیوں اہل ایمان کی بات نہ مان کر
 ایمان نہ لا کر اپنی جانوں پر ظلم۔ ۴۔ خواہم میں دو قول ہیں۔ ۱۔ قتل ہونے تک اسی طرح اپنے آپ
 پر لعنت ملامت کرتے رہے۔ ۲۔ ایک دوسرے پر الزام دھر کر آپس میں برا بھلا اور لعنت
 ملامت کرتے رہے۔ ۳۔ دعویٰ کا معنی ہے بد دعا لعینین۔ میں دو قول ہیں۔ ۱۔ یہ دنیا اور اشیاء

دنیا لوگوں کے کھیل کو دیش و عشرت کے لیے نہ بنائی گئی۔ اس قول کی دلیل یہ کہ آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بزمانہ بچپن ایک دفعہ لوگوں کو کھیلنے دیکھ کر فرمایا تھا۔ مَا خُلِقْنَا لِهَذَا۔ اے لوگوں ہم کھیل تماشوں کے لیے پیدا نہیں کئے گئے۔ دوسرا قول یہ کہ لُعَيْنٌ۔ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہو و لعب کے لیے یہ کھلونے نہ بنائے ہیں۔ اس قول کی دلیل اسی آیت کی اگلی عبارت ہے ہوا میں دو قول ہیں را کھیل تماشہ سے بیوی بچے۔ اِنْ كُنَّا فَعَلَيْنَا۔ میں دو قول ہیں۔ یہ اِنْ شریح ہے۔ یہ اِنْ نافیہ ہے۔ شریح کا ترجمہ ہے۔ اگر ہوتے ہم کر نیو اسے۔ اِنْ نافیہ کا ترجمہ ہے۔ ہم ایسا کرنے والے نہیں۔

قائد ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ مخلص مومن بندوں کی نیکیاں اور انبیاء علیہم السلام کا دامن حفاظت بندوں کو ہر قسم کے دیوی عذاب سزا و باء اور مصائب و تکالیف سے بچا لیتی ہیں۔ رب تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی ہر طرح خود حفاظت فرماتا ہے آیت و روایات اور تواریخ شاہد ہیں کہ جب کوئی عذاب آسمانی یا سلطانی کسی قوم پر آیا تو مولیٰ تعالیٰ نے اپنے پیارے پسندیدہ بندوں کو بچا لیا بلکہ ظالم و جابر بادشاہوں کے دلوں میں اُن کی عظمت و محبت ڈال دی خَا لَحْمَدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ جیسا کہ ہلاکو اور چنگیز خانی حملوں سے اللہ کریم نے حضرت شیخ سعدی جیسے بزرگوں کو بچا لیا بلکہ ان بادشاہوں اور ان کی فوج کے دلوں میں ان کی الفت و احترام ڈال دیا۔ یہ فائدہ لَا تَزْكُمُوا۔ (الح) کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ لٰہٰذَا اِنْ یُوقِفَ لَیْذُرَانِ قَوْمٍ اَوْ یُجِوُّ یُہودہ اتحاد کے پیاروں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو یہ کہتے پھرتے اور عوام کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں کہ ہر فرقہ سچا ہر گروہ اچھا ہے ہر ایک سے اتحاد کرو اور ہر جھوٹے سچے کو ایک جیسا سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر دشمن نے حملہ کیا تو نہ سستی بچے گا نہ وہابی نہ شیعہ اس اتحاد کے بہانے یہ لیڈران خطیبان حق کو باطل کی گود میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ اتحاد نہیں بلکہ ایمان فروشی ہے۔ اتحاد صرف وہی ہے جس کی تعلیم قرآن کریم نے عطا فرمائی کہ۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳) رب تعالیٰ نے ہمیشہ اُصل حق کی خود حفاظت فرمائی ہے حق والوں کو کسی باطل کی پناہ لینے کی ضرورت نہیں دوسرا فائدہ۔ اعمال خواہ کتنے ہی اچھے سچے یکے ہوں۔ اور اپنوں۔ پر ایوں اور خود اپنی ذات کے لیے ظاہراً ہر طرح مفید ہوں۔ لیکن اگر نبوت کے آستانے اور نبی کی تعلیم و اتباع سے بہت کر سن مرضی سے کئے جائیں تو وہ اعمال بارگاہ الہیہ میں کچھ قدر وقبولیت نہیں پاتے نہ کسی بدعتیہ

کو کسی عذاب و سزا سے بچا سکیں۔ یہ فائدہ لَعَلَّكُمْ تُسَلُّونَ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ وہ لوگ بہت سخی تھے اور ان کی سخاوت عوام و خواص میں مشہور تھی غریبوں کو خیراتیں دیا کرتے تھے لوگ ان سے حاجتیں مانگا کرتے تھے مگر شان نبوت کی گستاخی اور ذات نبوت کی اذیت نے ان کو ہر طرح ذلیل و تباہ کر دیا ان کی یہ سخاوتیں ان کے بالکل کسی کام نہ آسکیں۔ لہذا بد عقیدہ و بیہودہ مسلمانوں کو اپنی گستاخانہ حرکتوں سے بچنا چاہیے۔ تبسیر افائدہ ہر وہ کام یا وہ بات جو طریقہ اسلام و تعلیم نبوت کے خلاف ہو وہ ہو و لعب اور فقول ہے اس لیے کہ اسلام کا ہر حکم کسی مقصد و حکمت کے تحت ہوتا ہے جو کام کسی مقصد کے یہ نہ ہو وہ ہو و لعب ہے یہ فائدہ و مَلَخَقْنَا السَّمَاءَ (الح) فرمانے سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے یہ تمام مخلوق بچوں کے کھیل تاشوں کی طرح بے مقصد نہ بنائی جیسے کہ بچے یا بیوقوف گھروندے بناتے ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں ہر دنیا دار دولت پرست کافر و فاسق کو بیوقوف اور سفیہ فرمایا گیا ہے۔ ان آیت میں آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے منکرین کو بھی سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ ہوتے تو یہ ان کے ہزاروں معجزات محض کھیل تماشہ اور شعبہ ہوتے (تفسیر کبیر رازی)

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ بھیک مانگنا اگرچہ بعض موقعوں پر بعض لوگوں کے لیے ناجائز و گناہ ہے مگر بھیک دینا ہر وقت ہر شخص کے لیے ہر جگہ جائز ہے اگرچہ مسجد ہو کہ وہاں بھیک مانگنا تو حرام ہے مگر بھیک دینا جائز ہے یہ مسئلہ لَعَلَّكُمْ تُسَلُّونَ کے اس تفسیری قول سے مستنبط ہوا جس میں تُسَلُّونَ کا معنی اخیرات مانگے جانا کیا گیا ہے یعنی اسے بھاگتے کافر و تمہارے یہ کلام تو بہت اچھے تھے تو اب کیوں بھاگ رہے ہو لو لو اپنی اسی سرداری بڑائی اور سخاوت کی طرف۔ دوسرا مسئلہ۔ علماء اصول فقہ نے امر اور نہی کے سولہ سولہ معنی کئے ہیں جن میں ایک معنی تذلیل اور تعجیز کے بھی ہیں ان کا استنباط اسی قسم کی آیت سے ہے۔ مثلاً ذُقْ اَمْنُكَ اَنْتَ الْعَيْنُ يٰۤاَكْبَرُ يٰۤاَكْبَرُ (سورۃ دخان آیت ۴۹) یہ امر تذلیل ہے اور مثلاً قَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ (سورۃ بقرہ آیت ۲۴) یہ امر تعجیز ہے اور مثلاً اَدْعُوا شُهَدَاءَكُمْ (سورۃ بقرہ آیت ۲۵) یہ امر بھی تعجیز ہے وغیرہ وغیرہ اہل طرح۔ لَا تَوْكُنُوْا۟ وَاَرْجِعُوْا۟ کے صیغے امر اور نہی بھی حکم طنزی یا تذلیل ہے یہ قافوی اصولی مسئلہ اسی آیت سے مستنبط ہوا۔ تبسیر مسئلہ اسلام کی شریعت یعنی قرآن و حدیث میں ہر مسلمان ہر قسم کا کھیل حرام ہے موجودہ دور میں مسلمانوں کی کتنی بڑی بد نصیبی ہے کہ کھیل تاشوں کو ہی عزت

ملکی کامیاب و بنیاد سمجھ لیا گیا ہے آج کرکٹ، ہاکی، کبڈی جیسے فتویات لہو و لعب اور کھیل میں حیاتِ دنیوی کے قیمتی لمحات اور قوم کا سرمایہ ضائع کیا جا رہا ہے نہ آخرت کی فکر نہ تیر کی تیاری مالا مالک بفرمانِ حدیث مقتدرہ یہ تمام کھیل حرام باطل اور ضیاعِ وقت ہے یہ مسئلہ قصاً بینہما لعینین فرماتے سے مستنبط ہوا کہ آسمان اور زمین اور ان کی چیزیں حیاتِ دنیوی وغیرہ کھیل تماشوں کے لیے پیدائش کی گئیں۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ پہلے زمانے کا ایک فرقہ جبریت اور معتزلہ۔ اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف خالق خیر ہے خالق شر نہیں دلیل یہ کہ دیکھو یہاں رب فرماتا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَالْجِبَالِ وَالْأَنْهَارَ وَالْأَشْيَاءَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَلِلَّهِ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ الْكُتُبُ (سورہ اعراف ۵۴) یعنی ہم نے کھیل کو پیدا نہ کیا۔ کھیل کو دلتا شر ہے اس کے پیدا کرنیکی نفی فرمائی گئی (معتزلی) جواب یہ اعتراض اس لیے نہایت احمقانہ ہے کہ معتزلی نے آیت پر غور نہیں کیا یہاں لعب کے پیدا کرنے کی نفی نہیں بلکہ مقصد خلقت بیان فرمایا جا رہا ہے کہ مخلوق الہیہ کا مقصد وہ نہیں ہے جو ان کا فرض غافلین نے سمجھ رکھا ہے اسی لیے یہاں لعین ارشاد ہوا نہ کہ لعب نیز شر صرف اشیا کا نام نہیں بلکہ بعض شخصیات بھی شر ہیں مثلاً ابلیس سب سے بڑا شر ہے اُس کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ۔ خود ابلیس کا قول نقل کیا گیا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا تَذْكُرُوا الْاَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ اَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْاَوَّلُ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ الْآخِرُ وَلَٰكِنْ يَكُنْ لَكُمْ ذِكْرٌ (سورہ اعراف ۵۳) یعنی تم نہ پہلے نہ آخری کو یاد کرو۔ پہلے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا اور ان کو یاد کرنا تمہارے لیے یاد دہانی ہے۔ یہاں فرمایا کہ مومن لوگوں نے دی تھی مگر سوال یہ ہے کہ اس آواز کا فائدہ کیا تھا جب کہ اُن کے علاقہ پر دشمن کا حملہ ہو چکا تھا قتل عام جاری تھا اب واپس آنے کا کیا طریقہ ہو سکتا اور کیا فائدہ ہوتا اور اگر فائدہ نہیں تو یہ بے فائدہ غیبی آواز کیوں دی گئی؟ جواب یہ آواز بے فائدہ نہیں تھی بلکہ عبرت دلانے اور اپنے ظلم یاد کرانے کے لیے تھی اور یہی وجہ تھی کہ اُن کو اپنے ظلم یاد آئے اور یُوَلِّينَا۔ کہنے لگے یہ آواز اُن کی حرکت پر طنز اور ان کی بزدلی پر مذاق تھا۔ تیسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ اُن کفار کی توبہ کرنے رونے گڑ گڑانے کے باوجود ان کو ہلاک کر کے جہنم کا مہذب بنادیا گیا چاہئے تھا کہ اُن کو توبہ قبول کر کے بچا لیا جاتا یہ سختی غفارت رحیمیت کے خلاف ہے۔ جواب۔ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ سے ثابت ہو رہا ہے کہ انہوں نے نہ تو توبہ کی تھی نہ اللہ پر ایمان لائے تھے نہ توحید الہی کا اقرار نہ رسالت و نبوت کی تصدیق صرف یُوَلِّينَا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ۔ کہتے رہے نیز یہ کہنا بھی اپنی ہلاکت کا یقینی عذاب دیکھ کر تھا نہ کہ پہلے اس لیے معتبر نہ ہوا۔ یہ قتال

اُن کے لیے عذاب الہی تھا۔ اور عذاب کے وقت کی توبہ بھی نامقبول ہوتی ہے خیال رہے کہ بخت نصر اپنے مفتوحین کو پانچ طرح برباد کرتا تھا ۱۔ مردوں کو قتل کرتا۔ ۲۔ عورتوں کو قیدی بنالیتا ۳۔ بستی کے مکانات توڑ دیتا ۴۔ بے اور نعمتوں کو جلا دیتا ۵۔ بھگڑوں کو پکڑوا کر بھوکا مارتا تھا مرنے تک قید میں رکھتا اور پھر زندہ یا مردہ قیدیوں کو جلا دیتا تاریخ سے ثابت ہے کہ جنگی قید و جیل کا سبب بخت نصر ہے یہ اپنے قیدیوں کو غلام نہ بناتا تھا بلکہ بھوکا رکھ کر مارتا اور یا جلا دیتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ پانچ جرائم سے پانچ دباہیں پھوٹتی ہیں ۱۔ حد شکنی سے دشمن کا غلبہ ۲۔ جو حکومت خلاف شریعت فیصلے جاری کرے جو مفتی عالم غلط فتوے شائع کرے اُس پر غربت اور فقری آتی ہے ۳۔ جب فحاشی عام ہو تو اموات زیادہ ہوتی ہیں ۴۔ جب ناپ تول میں غلط رویہ ہو تو خشک سالی اور قحط پڑتا ہے ۵۔ جب زکوٰۃ نہ دی جائے تو بارشیں بند ہو جاتی ہیں یا بے وقت بارشیں ہو کر تباہی مچاتی ہیں (از تفسیر روح البیان) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ لَا تَرْكُضُوا وَاَرْجِعُوا اِلٰى مَا اُنْتَرَفَعْتُمْ فِيْهِ وَمَنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تَسْلُوْنَ قَالُوْا اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ فَمَا زِلْنَا تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَقٌّ

جَعَلْنَاهُمْ حَصِيْدًا خَمِيْدًا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اہل نفوس باطلین ظاہر اکتے ہی ان شان بان والے نظر آتے ہوں مگر حقیقتاً مردہ اور بزدل ہوتے ہی۔ وہ حیات دنیوی میں اعمال صالحہ کے قراری اشیاء دنیوی کی عیاشیوں آرام طلبیوں میں تو اُن کو نہ قلب کا بوش ہوتا ہے نہ عقل کا بوش نہ نظر کا فور لیکن موت کے نفاڑے کی آواز اُن کو پکارتی ہے کہ اب کدھر بھاگ سکتے ہو اب رجوع الی الخالق کا وقت ہے لو اُس انجامِ آخری کی طرف جس کے لیے تم کو حیات دنیوی کی لطافتیں اور مساکین ناموسی کی بہلنیں دی گئیں تاکہ لمحاتِ زندگی اور اعمالِ زندگی کا حساب و کتاب تم سے پوچھا جائے حساب یا بائے عذاب دیا جائے تب عالم نزع میں اہل نفوس پکارتے ہیں یٰٰیٰ یٰٰلٰہُنا ہائے ہماری غفلت بربادی ہم ہی ظالمِ ابدان بنے رہے۔ عمر گراں مایہ کو برباد ویران کر دے یہی زبانِ مال سے پکارتے ہیں یہاں تک کہ قبر کی گہرائیوں میں حَصِيْدًا خَمِيْدًا ہو کر بے نام و نشان کر دئے جلتے ہیں۔ کئی کھیتی ملی لکڑی بھی راکھ کی طرح موت کی آغوش میں جاگرتے ہیں پھر نہ نماز کے لیے اُٹھ سکیں نہ مسجد کی طرف جا سکیں۔ نہ نیکیوں عبادتوں کی طرف چل سکیں نہ قرآنِ کریم کو پکڑ سکیں نہ تلاوت کے لیے زبان نہ دیکھنے کے لیے آنکھ کھول سکیں۔ پھر تمنا و عبادت ہوئی مسجد یا د آجیں تو کیا فائدہ۔ اے غافل و نصیبو یٰٰیٰ یٰٰلٰہُنا کہنے کا تو بہت دراز ابد الابد تک وقت مل جائے گا مگر یا اللہ یا محمد یا رسول اللہ کہنے

پکارنے کے لیے یہی جیاتِ دنیوی کا تھوڑا سا وقت ہے وہ بندہ خوش نصیب ہے جس نے یا اللہ کی التجا میں
یا رسول اللہ کی آپ کی صدائیں اسی دنیا میں بھر لیں۔ کیونکہ یہ

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
وَمَلَخْنَاهُمَا السَّمَاءَ وَالأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
تَخَذُ مِنْهُ صُنْدُاقَانِ كُنَّا قَاعِلَيْنِ۔ اے عالم معرفت کے منکر و اور وادی سلوک کی طریقت
میں بھٹکنے والو ہم نے آسمانِ روحانی اور زمینِ جسمانی کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں عقل و شعور علم و فکر
قلب و جگر دست و پا کے باغات و غزائیں اُن کے درمیان ہیں محض بازیگری اور کھیل تماشہ بنانے
یا دکھانے کے لیے پیدا نہیں کئے نہ فقط کھیلنے کھانے کے لیے بنائے اگر ہم اسی لہو کا ارادہ
کرتے تو ہمیں دنیا جہان اور انسان جہان بناتے اور اپنی خلافت ارضی اُن کے سپرد کرنے کی ضرورت
نہ تھی ہم اپنے پاس ہی سب کھلونے بنا کر رکھ دیتے۔ جس طرح ہر شخص کے پاس ہی اُس کی دل جوئی
کے لیے اُس کے بجوی بچے اور دل بہلاوے کی چیزیں ہوتی ہیں اِن کُنَّا قَاعِلَيْنِ۔ اگر ہم کریمو اے
ہوتے تو ہمارے لیے یہ کچھ مشکل نہ تھا۔ یہ فکر و تدبیر علم کا شوق مراقبہ غلوت و جلوت موت جیات
سزا و جزا ولایت و امامت کے علیات سب کچھ عبرت سامانیاں ہیں اور امتحاناتِ عالم ناموتی
ہیں۔ سولی علی نے فرمایا اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے تم خود دن رات اپنا محاسبہ کر لیا کرو
اور اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے تم خود اپنے اعمال شریعت کی ترازو میں تول
لیا کرو۔ دنیا و فانی میں اندھا دھند لا تَزْگُفُوْا رمت بھاگو۔ بلکہ دَا زْجُفُوْا کا آواز موت بلند
ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی پیشی اور آخری رجوع کے لیے اپنے آپ کو خوب مزین
شریعت معطر طریقت منور معرفت معطر حقیقت میں آراستہ کر لو جب تم اُس دن حاضر بارگاہ ہو گے
تو کوئی بات تم سے پرشیدہ نہ رہے گی۔ محاسبہ چار چیزوں سے مکمل ہوتا ہے راحِظُ اللسان
رَ قَبْطُ الکلام رَ پابندی اوقات راترزیج الصالحات۔ اس لیے بندہ حتیٰ کو یہ بات ذہن نشین
رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں وہ خوب جانتا
ہے کہ اُس کے بندے غفلت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس لیے انھیں نفسانی خواہشات اور دنیوی
غلامی سے بچانے کے لیے مختلف اوقات میں یہ نمازیں فرض ہوئی ہیں۔ یہ پنج وقفہ نمازیں ایک
سلسلہ ہے جو بندوں کو حقیقی ربوبیت ادا کرنے کے لیے زندگی کو مقام عبودیت میں جکڑ دیتا ہے
اس طرح بندہ ایک نماز سے دوسری نماز تک اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور اس محاسبے کے ذریعے

شیطان کے رستوں کی رکاوٹ و بندش کرتا ہے۔ گویا پانچ نازیروں پانچ دروازے میں تو ایسی پس پر بند ہیں۔ اور بندہ ربانی ان میں محفوظ و مامون ہے نماز سے پہلے بکثرت بکیر سے پہلے استغفار استغفار سے توبہ۔ توبہ سے پہلے اذاتی۔ اذان سے پہلے وضو۔ یہ وہ پانچ فعل ہیں جن کو دیکھ کر شیطان جھانکتا ہے اور اپنے ہی اعمال بد کی قید میں چس کر چھٹا اچھدین ہو جاتا ہے۔ استغفار توبہ اذان وضو اس لیے ضروری کہ ان سے دل دماغ ضمیر و شعور کی گریں کھلتی ہیں، ان کو چھوڑ دیا جائے تو ہر کام ملامت شرع ہو جاتا ہے اور شریعت کے غلط برکام و کلام حرکت و سکون قلب پر ایک سیاہ دغ ڈال دیتا ہے۔ یہی قلب کی بند من ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ

بلکہ ہم تو قلب دھتے ہیں برحق چیز کو باطل چیز پر توہ حق دماغ دیتا ہے بلکہ ہم حق کو باطل پر چنک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھی نکال دیتا ہے

فَإِذَا هُوَ نَرَاهُ قُطٌّ وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۝۱۸

اس باطل کا تب ہی وہ فوراً فنا ہونے والا ہوتا ہے اور تمہارے لیے ہلاکت ہے اس وجہ سے تو تمہاری مثال ترجمہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَا

ہو اور اسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور وہ جو اُس کے مقرب ہیں اور اسی کے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور اُس کے پاس دے

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹

نہیں متکبر بننے اُس کی بندگی سے دھڑکے اور نہ کمزوری محسوس کریں۔ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں رات دن۔

يَسْبَحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿۲۰﴾ أَمْ

وہ حالانکہ کبھی بڑھتے رہتے ہیں رات و دن میں وہ تو کسی سستی کا افتراء نہیں کرتے ۔ بلکہ ان

اس کی ہاکی لہتے ہیں اور سستی نہیں کرتے ۔ کیا

اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ﴿۲۱﴾

کھدنے خود ہی ان کے نام کے معبودوں کو بنا لیا ہے زمین میں سے بھلا وہ کچھ زندہ کر سکتے ہیں ۔

انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے خدا بنائے ہیں کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں ۔

ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے ۔ پہلا تعلق ۔ پچھلی

تعلقات آیت میں کفار کا قول نقل فرمایا گیا کہ وہ عذاب دیکھ کر کہیں گے ہائے افسوس

ہمارے لیے دلیل ہے اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہاں واقعی تمہارے لیے دونوں

جہان کا دلیل یعنی خرابی و ہلاکت ہے دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے آسمان

و زمین میں کوئی چیز بیکار و باطل پیدا نہیں کی بلکہ کسی مقصد کے لیے پیدا فرمائی گئیں ہیں اب ان آیت

میں وہ مقصد بیان فرمایا گیا کہ ہر چیز اس کی عبارت کرتی ہے اور اس کی ملکیت ہے ۔ تیسرا تعلق

پچھلی آیت میں فرمایا گیا ہم نے کوئی چیز عبث اور لعبین پیدا نہ فرمائی باطل اور بیکار چیز پیدا کرنا

ہمارا کام نہیں ۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہم تو خود حتیٰ کے ذریعے باطل کو مٹا دیتے

ہیں جو تھا تعلق پچھلی آیت میں لعب و لہو کی نفی فرمائی جس سے محتاجی کی نفی ہوئی اور غیر محتاجی سے

قدرت کا ثبوت تھا اب ان آیت میں لَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ (الخ) فرما کر قدرت باری تعالیٰ کا

ذکر فرمایا گیا پانچواں تعلق پچھلی آیت میں شرک کی برائی و عذاب کو بیان فرمایا گیا اب ان آیت میں

لَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۔ فرما کر شرک کے برا اور باعث عذاب دائمی ہونے کی وجہ بیان

ہو رہی ہے ۔

بَلْ نَعَذِّبُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَذَرُهَا قَاعًا مُّطَهَّرًا وَكُلُّكُمْ

تفسیر نحوی | الْاَوَّلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۔ وَلَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ ۔ بل حرف

حذف یہ لفظ قرآن مجید تقریباً ایک سو بار آیا اور تمام جگہ اضراب یعنی سابقہ کلام کی نفی اگلے کلام کے

ثبوت کے لیے ہی مستعمل ہوتا ہے اب یہاں مطلب ہوا کہ ہو لعب کا ارادہ نہیں بلکہ ہم تو باطل یعنی ہوو
 لعب کو فنا کر دیتے حتیٰ چیزوں کے ذریعے۔ نَقَذْتُ بَابِ قَرَبٍ کا فعل مضارع مثبت معروف
 جمع شکم نَقَذْتُ سے مشتق ہے بمعنی ماسنے کے لیے کسی سخت چیز کو نشانے پر پھینکنا مجازی معنی ہے
 کسی چیز کو دان دینا اتار دینا۔ بوجھ ڈالنا اسی معنی میں تہمت کو نَقَذْتُ اور لاش کی شرعی سزا کو نَقَذْتُ
 کہتے ہیں۔ یہاں حقیقی معنی میں ہے بَجَّ جارہ تعدیہ کی بمعنی اکر۔ حتیٰ اسم مفرد جامد بمعنی حکمت و معلمت
 والی چیز علی جارہ توثیق الباطل اسم مفرد معرفہ جامد بمعنی بیکار فضول یہاں مراد ہے ہوو لعب کی
 چیزیں جنہی نسبتاً یہ جار و مجرور بالحق و علی الباطل، دو متعلق ہیں نَقَذْتُ کے فعل بافاعل دونوں متعلقوں
 سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ فَعَلَتْ عَاطِفٌ سَبْتِیۃٌ تَعْقِیۃٌ (بَعْدِیۃٌ) بِذِ مَعْ بَابِ فَعَّی کا فعل
 مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا فاعل حُوْضِیۃٌ صِبْغَہ پر شیدہ ہے جس کا مرجع
 بالحق ہے ذِ مَعْ سے مشتق ہے بمعنی بُہری۔ اندرونی چیز یہ متعدی بھی آتا ہے اور لازم بھی یہاں متعدی
 ہے یعنی دماغ کو کچھ کرنا مراد ہے (دماغ تو فنا کرنا) اور چونکہ دماغ توڑنے سے ہلاکت ہو
 جاتی ہے اس لیے یہاں ہلاک کرنے کے معنی میں ہے جب یہ لازم ہو تو مراد ہوتا ہے مغز (بھیجہ)
 اسی معنی میں جنگی زردی و دماغی زخمی کو مَدُّ مَوْغٍ اور چھوٹے سر چھوٹے دماغ
 والے کو مَدُّ مَعٍ کہتے ہیں ۱ ضمیر منصوب متصل مذکر کا مرجع ہے اباطل مقول سبکد مَعٍ کا سب
 مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَعَلَتْ عَاطِفٌ بَیَانِیۃٌ تَعْقِیۃٌ اِقْدَامُ مَقَابِلِیۃٌ یعنی اچانک ایک دم بہت
 جلدی۔ یہاں دوسرے دو معنی مراد ہیں حُوْضِیۃٌ صِبْغَہ مرفوع منفصل مبتدا ہے مرجع ہے اباطل۔
 رَاحِیۃٌ بَابِ فَعَّی کا اسم فاعل واحد مذکر رَحُوْیۃٌ سے مشتق ہے لازم بمعنی فنا اور نیست و نابود
 ہونے والا کسی کا زور ٹوٹ جانا غلبہ ختم ہو جانا یا پردہ چاک اور فاش ہو جانا یہاں پہلے معنی میں
 ہے۔ خبر ہے یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا فَعَلَتْ مَعٍ کے جملے پردہ دونوں عطف
 ہر معطوف ہوئے نَقَذْتُ کے جملے پردہ معطوف سابقہ عبارت پر خیال رہے کہ فَعَلَتْ عَاطِفٌ
 اصلاً تَعْقِیۃٌ یعنی دیر کے لیے آتی مگر جب اس کے بعد جملہ اسمیہ ہو تو تَعْقِیۃٌ مَعِ اَلْقَوْرَبَاتِ
 ہے جیسے یہاں کیونکہ جملہ اسمیہ میں استمرار اور سرعت فعل ہوتی ہے۔ وَادُّ مَرَجِلَہٗ بَیَانِیۃٌ یَا عَالِیۃُ کَلِمٌ
 یہ جار مجرور متعلق پر شیدہ اسم فاعل ثابت کے اَلْوَلِیُّ اسم مفرد مذکر جامد اس کا مؤنث غفلی
 وَدَّیَا شَبَّہ ہے یہ ہمیشہ مبنی فتح پر ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے معنوی فعل یا حرف ندا پر شیدہ مانا جاتا ہے
 اور یہ اس کا مفعول مطلق یا منادی ہوتا ہے علیحدہ مفرد بھی ہوتا ہے اور اسم ظاہر یا اسم ضمیر مضاف بھی

ہوتا ہے ہر حال میں مفتوح ہوتا ہے اس لیے اس کا مذکر یا منکلم کا مضاف نہیں ہو سکتا مؤنث کوئی
 منکلم کا مضاف بنایا جاتا ہے مثلاً وَتِلْكَ رِاسُ الْكَافِرِينَ اس کا حقیقی واصلی ترجمہ ہے ہلاکت برپا دی ذلت۔ مجازاً جہاں
 بھی ہلاکت یا ذلت پائی جائے وہ ویل ہے اس لیے مفسرین نے اس کے بارہ معنی کئے ہیں ۱۔ عذاب
 اخروی ۲۔ پوری وادی جہنم ۳۔ جہنم کا ایک دروازہ ۴۔ جہنم کا کھنواں ۵۔ ذلت ۶۔ شرمندگی ۷۔ حسرت
 ۸۔ سختی ۹۔ افسوس ۱۰۔ شر ۱۱۔ برائی ۱۲۔ کلمہ جھڑک (زجر و توبیخ) یہاں ہلاکت مراد ہے جملہ خبریہ ہے
 نہ کہ بددعا یہ انشائیہ یہ فاعل ہے پوشیدہ ثابت کا من حرف جر زائدہ تعلیلیہ یعنی وجہ سے ما موصولہ
 تَصِفُونَ بَابِ فَرْبِ كَا فَعْلٍ مَضَارِعِ حَالٍ مُثَبَّتٍ مَعْرُوفٍ جَمْعِ مَذَكَّرٍ حَاضِرٍ وَصْفٍ سَمْعٍ مُشْتَقٍّ بِمَعْنَى
 کسی کی کیفیت کثرت اور حال چال رنگ دھنگ علیہ بیان کرنا حقیقی ترجمہ ہے کسی کو کسی کی طرف
 نسبت دینا وہی یہاں مراد ہے توصیف کی دو قسمیں ہیں ۱۔ صحیح ۲۔ غلط یہاں غلط توصیف مراد ہے
 اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صبیغہ ہے اس کا اور نکتہ کا مرجع کفار مکہ ہیں یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ
 ہو کر جملہ ہوا موصول جملہ مل کر مجرور اور متعلق دوم ہے پوشیدہ ثابت کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ
 ہر جملہ مملوک اسم مفعول پوشیدہ لہ جار مجرور اسی پوشیدہ کا متعلق ہے مَن اسم موصول۔ مَوْجُودٌ
 پوشیدہ اسم مفعول فی حرف جر التثنات اسم جمع مؤنث سالم معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَلْاَرْضِ اسم مفرد
 مؤنث لفظ معطوف ہے دونوں مل کر مجرور اور متعلق ہے پوشیدہ موجود کا موجود اپنے پوشیدہ
 ضمیر صبیغہ مَوْنَابِ فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جملہ ہوا مَن کا دونوں مل کر نائب فاعل ہے مملوک پوشیدہ
 اسم مفعول کا وہ اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَمَنْ حَتَّى لَا يَسْتَكْبِرُونَ
 عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْجِرُونَ۔ يَسْتَحْجِرُونَ الْكِبْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ اِمَّا اتَّخَذُوا
 الْبُحَّةَ مَثَلًا لِّلَّذِينَ هُمْ يُشْرِكُونَ۔ واؤ ہر جملہ مَن اسم موصول مفرد جنسی جس میں جمعیت اور
 کثرت مراد ہوتی ہے عند اسم ظرف تقریبی تین قسم کے قریب کے لیے مستعمل ہوتا ہے ۱۔ قریب مکان ۲۔
 قرب زمانی ۳۔ قرب مدارج و مرتبہ و عظمت جس کو قرب بارگاہ بھی کہا جاتا ہے وہی یہاں مراد ہے ہ
 ضمیر مضاف الیہ مرجع ہے اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی صیغہ ہے مَن کا دونوں مل کر مبتدا ہوا۔ لَا يَسْتَكْبِرُونَ
 بَابِ اسْتِفْعَالِ كَا فَعْلٍ مَضَارِعِ مَنفَعِي يَلَا مَعْرُوفٍ جَمْعِ مَذَكَّرٍ غَائِبِ اس کا مصدر ہے اسْتَكْبَارٌ بمعنی اپنے
 آپ کو بڑا سمجھنا تکبر و غرور کرنا کبر سے مشتق ہے بمعنی بڑا ہونا یا بنانا یہ مادہ لازم و متعدی ہوتا ہے
 مگر استفعال میں اگر متعدی ہی ہے اس میں ضمیر صبیغہ حُم جمع مذکر اس کا فاعل ہے مرجع مَن جنسی
 جمع عَن حرف جر زوالیہ یعنی چھٹنے دور ہونے کے معنی ہیں عِبَادَتِ اسم مصدر ثلاثی مزید فیہ عبید مادہ

ثلاثی مجرد سے بنا ہے اسی سے ہے عبودیت انتہائی عاجزی انکساری سے کسی ذات کو اپنا مالک حقیقی اور خالق سمجھ کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور ثنا خوانی کرنا عبادت ہے اگر عجز میں کمی ہو تو وہ عبودیت ہے عبادت کی دو قسمیں ہیں را تجیری شاید یہاں ہی مراد ہے را اختیار ی یہ انس و جن کو ملی ہے ضمیر معصاف الیہ مرجع ہے اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی مجرد ہو کر متعلق ہے داؤد عاظم یا مایہ یا شیخرون باب تفسیر کا مضارع نفی جمع مذکر غائب مصدر استخار و خسر سے بنا ہے نفی را ملی حقیقی ترجمہ ہے کمزوری و خستہ ہونا یہ نیاں مثال مصدر ہے و خسر ہونا بھی کہتے ہیں یہی چیز کی نفی ہونا اثبات کی شکل میں اس کے مجازی اور نسبتی معنی ہیں آیت پر حسرت کسی پر حسرت یعنی ترس کھانا جب کچھ نہ کر سکے را خسر و خستہ ہونا را عاجز و غریب ہونا یہ اس وادی کے غیر ہونا حسرت یہ تھوکنے پانی ختم و خشک ہونا جھار و پھر جانا اسی معنی میں جھار و کھڑی میں خسرہ بھی کہتے ہیں یہ فعل بافعل پوشیدہ ضمیر صیغہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا ما سبق لا یستکبرون کے فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ کا یستخون باب تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف اس کا مصدر ہے یستخ یستخ سے بنا ہے معنی پائیزی بیان کرنا تعریف و توصیف و تذکرہ کرتا یہ ذکر صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص الیل و النہار بمعنی اوقات اور دن مراد ہے مسلسل لگاتار بغیر وقفہ یہ دونوں معطوف علیہ و معطوف مفعول فیہ ہے یستخون کا لا یفترقون باب نصر کا فعل مضارع منفی فتر سے مشتق ہے بمعنی سستی کرنا سست ہونا لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے یہاں متعدی ہے اس لیے سست ہونا غیر اختیاری اور کمزوری کی نشانی ہے اور یہ بات پہلے لا یستخرون میں بیان ہو چکی اس لیے متعدی ہونا تاکہ تفعیل حاصل نہ ہو جائے یعنی نہ کمزوری کی سستی ہے نہ جان کر یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہے یستخون کے فاعل کا یستخون اپنے پوشیدہ فاعل اور اس کے حال اور اپنے مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر پھر حال ہے لا یستخرون کے فاعل کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے پوشیدہ فاعل کا یا عطف ہے لا یستکبرون کے جملہ سب مل کر خبر مبتداء دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا ام حرف عطف منقطعه بمعنی بل اضراب اور سوال انکاری کے لیے یہ انکار وقوع کے لیے ہے نہ کہ انکار واقعہ یعنی کفار تو معبود بناتے ہیں مگر حقیقت میں ایسا ہے نہیں ام عاظمہ دو قسم کا ہوتا ہے را مقصدہ ام منقطعه را تحذو و باب افتعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب ضمیر پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع سابقہ کفار ملا الہتم اسم جمع مکسر منصرف الہ کی بمعنی بہت سے معبود مفعول بہ من جارہ بمعنی انی جارہ ترجمہ ہے میں سے یہ جار مجرد متعلق ہے اتخذوا کا ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع منفصل مبتداء ہے اس کا مرجع الہتم ہے یستخرون باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب سوالیہ ہے یا اس لیے کہ اس کا

تعلق باعتبار صفت اہلۃ ہونے کے ام منقطعہ سوالیہ سے ہے یا اس لیے کہ یہ کلام علیحدہ ہے اور یہاں ہمزہ سوالیہ پوشیدہ ہے دراصل تھا اُھم اور حذف کی وجہ ام کا دلاتی قرینہ ہے ایک قرئت یشرؤن باب کفر سے ہے یہ فعل با فاعل پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے اہلۃ کی وہ مرکب مفعول یہ ہے اِتخذوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدُ مَغْهًا فَيَاذَا هُوَ زَاهِقٌ وَ كَلَّمَ
تفسیر عالماتہ | اَوَّلُ مِمَّا تَكْفُرُونَ - وَ كَلَّمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ اَلْاَرْضِ - یہ دنیا نہ ہو دلعیب

ہے نہ ہو دلعیب کے لیے ہے بلکہ اس کی پیدائش اور خلقت میں یہ حکمت ہے کہ اس دنیا سے باطلیت ایسی فنا ہو بطلان نفسانی مغلوب ہو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ہر آن ہر زمان ہر لمحہ ہر مکان میں حق پیدا فرماتے ہیں اور اُس حق سے ایسی سخت ترین ضرب لگاتے ہیں ہم ہر اُس سر اٹھاتے شور مچاتے ظلم کھاتے باطل پر جو اُس وقت موجود ہو کہ وہ حق اپنی قوتِ خدا داد سے باطل کا دماغ اڑا دیتا ہے اس انداز سے کہ یکدم باطل مغلوب اور اُس کی باطلیت فنا و تباہ ہونے والی ہو جاتی ہے یہ فیصلہ الہیہ کا ازل سے کرشمہ قدرت ہے کسی بھی باطل کو حق کے مقابل قرار نہیں سب کو قرار ہے۔ انبیاء علیہم السلام حق ہیں منکرین نبوت باطل ہیں۔ تبلیغ انبیاء قذفِ حقانی ہے۔ باطل کا فرار شکست ہے اور شکست ہی دموغِ تباہی کا غداپ فنا ہے۔ قرآن حق ہے شیطن باطل۔ اسلام حق ہے کفر باطل معجزات حق ہیں سحریات باطل ہیں۔ ایمانیات حق ہیں لغویات باطل ہیں شریعت حق ہے۔ خباثت باطل ہے۔ عبادات حق ہیں۔ ہویات باطل ہیں طریقت حق ہے شرارت باطل ہے۔ نیکی حق ہے گناہ باطل ہے اعمالِ صالحہ حق ہیں اعمالِ لاعلمہ باطل ہیں تیاری آخرت حق ہے مشغولیت دنیا باطل ہے۔ مصدیقیت حق ہے زندیقیت باطل ہے۔ مخلص حق ہے منافق باطل ہے علماء ربانی یعنی ائمہ اربعہ حق ہیں علماء سوء باطل ہیں مقلدین حق ہیں غیر مقلدین باطل ہیں اولیاء اللہ حق ہیں اولیاء اللہ باطل ہیں ولی ابن ولی حق ہے ولی ابن ولی باطل ہے۔ روح کا جسم سے نکل کر بھاگنا زحقی ہے اور جسم کے ساتھ بھاگنا فرار ہے۔ حق کو قرار ہے باطل کو فرار ہے۔ حق کا زور ہوتا ہے۔ باطل کا شور ہوتا ہے۔ اہل حق کے لیے دنیا و آخرت کی نیل ہے اور اہل باطل کے لیے دنیا و آخرت کی ذیل ہے۔ قبل کا معنی کامیابی بقا و ایل

کا معنی ناکامی فنا۔ اسی کفریات باطل کی وجہ سے اسے کفارِ زمانہ تم اپنے خود ساختہ دست کاشتنے مصنوعی دیوتاؤں بتوں بھگوانوں کو خالق کائنات کے مقابل لاتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے

کہ اسکی قدرتوں طاقتوں والے کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ ربُّ الدُّجَالِ
والمجد والکرام ان سب کا خالق و مالک ہے۔ دنیا کی مخلوق چھ قسم کی ہے۔ اولایت کی نسبت سے
۱ کفویت کی نسبت سے ۲ الہیت کی نسبت سے۔ یہ تین نسبتیں مخلوق کی مخلوق سے ہیں ۳ خلقت
کی نسبت یہ نسبت صرف بندوں کی اللہ تعالیٰ سے ہے ۴ ملکیت کی نسبت۔ اس نسبت کا تعلق اللہ
تعالیٰ سے بھی ہے مگر ذاتی ابدی۔ اور مخلوقِ انسانی و جناتی سے بھی ہے مگر عطائی عارضی ۵ ایجاد کی
نسبت یہ نسبت صرف انسانوں سے متعلق ہے یہی سے ظاہر ہوتا ہے عبید و ولید اور حبیب و شریک
کا فرق۔ مخلوق سب اللہ تعالیٰ کی مگر وَلَدًا کَفُوًّا اَخْلَا اِنْجَادًا مِلْکًا کی نسبت و تعلق صرف وجودِ ظاہری سے
ہے کوئی کسی کا خالق نہیں ہو سکتا بخیر رب تعالیٰ۔ علمِ بخت فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں رب کریم
نے چھ چیزوں کو چھ چیزوں سے تشبیہ دی ہے ۱ حق کو کُھلک و مضبوط ہتھیار سے ۲ باطل کو ٹھوس اور
کنز و جسم کثیف سے ۳ نزولِ حق کو اُس کے قذافی اور سخت حملے سے ۴ باطل کی ناکامی کو اس کی دماغی
یجڑ سے ۵ حق کے خلیہ کو قیام و قرار سے ۶ باطل کے زُھوق کو اُس کی تباہی و فرار سے۔ قرآن مجید
میں تقریباً چھبیس چیزوں کو چھبیس چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے ۱ دینِ اسلام کو بادل سے ۲
قرآن مجید کو بجلی کی کڑک سے ۳ سزا و دینوی کو ظلمات سے ۴ انعاماتِ الہیہ کو نور سے ۵ اللہ تعالیٰ کے
نور کو مصباح سے ۶ نبوت کے آستندے کو زجاجہ سے ۷ حجاب کا معنی چراغ کی نور و روشنی تھی، زجاجہ
کا معنی اجینی ۸ متقی بندے کو محنتی اور عاقل مفید غلام سے ۹ کافر و فاسق کو نکتے بے عقل نقصان دہ
غلام سے ۱۰ حق کو مضبوط ہتھیار سے ۱۱ باطل کو کثیف و ضعیف جسم سے ۱۲ مالِ یتیم پر ظلم کرنے کو
آگ سے ۱۳ گمراہی کو اندھیرے سے ۱۴ ہدایت کو روشنی سے ۱۵ انیکوں کو گندم کی بالیوں سے
۱۶ ابراہیم کو شجرِ خبیث سے ۱۷ کفار کی اچھی باتوں و عادتوں کو پتھر کی زمین پر بے فائدہ
بارش سے ۱۸ اموں کے عدد و خیرات کو سرسبز کھیتی سے ۱۹ کافر کی خیرات کو ہوائی دھول سے
۲۰ اموں کو سمیع و بعیر بندے سے ۲۱ کافر کو اندھے بہرے گوشتے بندے سے ۲۲ کفار کے
اعمال کو مکاری کے جلے سے ۲۳ اہل دنیا کو ہانتے کتے سے ۲۴ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو
بوجھل گدھے سے ۲۵ کلمہ طیبہ کو شجر طیبہ سے جس کا ظاہر خوب صورت دراز اور بالیں مضبوط
۲۶ منافقت کو کمزور فار دار جھاڑیوں سے ۲۷ جنتی حور کو مکتوں موتی سے وَمَنْ عِندَ
لَا یَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا یَسْتَحْسِرُونَ۔ یُسَبِّحُونَ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُونَ۔
اور وہ لوگ جو اُس رب تعالیٰ کی بارگاہ کے مکرم و مقرب ہیں اور اُس کی پسندیدگی اور محبت کے

پاس ہیں ان کی شان و شناخت یہ ہے کہ وہ کبھی اپنے رب کی سجدہ ریزی عاجزی عبارت سے تکبر نہیں سمجھتے نہ بارگاہِ قدس کی انکساری عافری سے خود کو بڑا سمجھتے ہیں خواہ وہ مقبولین و مقربین افضلیت و اشرقیہ کے اعلیٰ و اکمل مقام نبوت و رسالت والے ہوں یا مقام علم و عقل کے ولایت والے ہوں یا افضلیت کے مقام قرب والے مدبراتِ امر کے فرشتے ہوں۔ اور وہ پیار سے بندے عبادتِ الہی ریاضتِ ربانی میں کبھی بھی زندگی بھر کسی قسم کی کمزوری لاغری سستی کسلندی غفلت نہیں دکھاتے ہر طرح سے ہر قسم کی تسبیحیں اپنے مولیٰ تعالیٰ کے لیے پڑھتے ان تمام وقتوں میں جو رات و دن میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں انتہائی پابندی و جمعی ذوق و شوق خشوع خضوع۔ لذتِ اہتمام سے۔ ذرا بھی بے رغبتی سستی وغیرہ کا افتراء نہیں کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں جس سے ان کے غرور یا تھکاؤٹ غفلت یا کمزوری کا اظہار ہو۔ وہ تو ہمیشہ اپنی عبادت و اعمال سے بندگی کا ہی اقرار و اظہار کرتے ہیں اور بندگی سے فقط عبدیت کا ثبوت ہوتا ہے نہ کہ معبودیت کا۔ اَمَّا اتَّخَذُوا اِلٰهَةً مِّنَ الدُّنْيَا هُمْ يُشْرِكُونَ۔ بلکہ ان بدعت کفار مشرکین نے خود ہی ان مقربین عابدین زاہدین تابعین کے ناموں پر زمین سے بت بنا کر اپنی مرضی کے سفری حضری موسمی معبود بنائے ہیں کہا ان نام نہاد خود ساختہ مصنوعی معبودانِ باطل میں یہ ہمت و طاقت قوت و کمال ہے کہ مردوں کو زندہ کر سکیں حالانکہ معبودِ حقیقی کے لیے تین شانیں اور قوتیں لازمی ہیں ایک یہ کہ وہ پیدا کر سکے دوم یہ کہ وہ ہر مخلوق کی ہر وقت ہر طرح پرورش و حفاظت کر سکے سوم یہ کہ وہ ہر مخلوق کو بارگاہِ زندہ کر سکے۔ پہلی دو قوتیں صفاتی عمل میں پوشیدہ ہیں اس لیے کوئی بھی غمزدی حالت و فرعونی عادت والا یہ دعویٰ کر سکتا ہے مگر تیسری قوت و صنعت تو ظاہر ہے اسی لیے یہاں اسی تیسری صفت قوت و قدرت کا ذکر فرمایا گیا کہ هُمْ يُنْشِرُونَ اے مشرک و تہیز موجود ہیں مڑے پڑے بوڑھے ہیں دن رات میتیں ہو رہی ہیں۔ کہو کسی دیوی دیوتا بت مورتی سے کہ کسی میت کو زندہ کر دے۔ وَمَنْ عِندَهُ مِّنْ مَّفْطَرٍ كَے تین قول ہیں علامی سے مراد صرف فرشتے ہیں اس کی دلیل یہ کہ فرمایا گیا۔ لَا يَسْتَحْسِرُونَ اور لَا يَقْتُلُونَ۔ یعنی ملائکہ نہ عبادت سے تھکتے سست ہوتے ہیں نہ غافل و بے رغبت ہوتے ہیں نہ کبھی بند کرتے ہیں کیونکہ عبادت ان کے لیے ایسی ضروری ہے جیسی انسانوں حیوانوں کے لیے سانس اور غذا خوراک جس طرح سانس عبادت میں رکاوٹ نہیں بنتی اسی طرح ملائکہ کے کسی عمل سے عبادت بند نہیں۔ عبادت بھی ہوتی رہتی ہے اور دیگر امورِ اعمال بھی۔ اے یہ کہ مَن عِندَهُ سے مراد صرف انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ ہیں

کہ عبادت کی یہ شان و کیفیت انبیاء علیہم السلام اور ان کی اتباع میں اولیاء اللہ کے اعمال صالحہ میں ہے اس قول کی دلیل یہ فرمان ہے کہ **بُسْبُحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ**۔ یعنی دن رات وہ تسبیح پڑھتے ہیں رات و دن کے اوقات عبادت صرف انسانوں کے لیے ہیں اور ان تمام وقتوں کی ہمیشہ ذوق و شوق سے پابندی کبھی بھی سُستی غفلت کسلندی دیری نہ کرنا صرف انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے اولیاء اللہ کا شیوہ ہے۔ علم انسان کی نہ یہ ہمت نہ شان نہ صفت نہ حالت نہ کیفیت ملائکہ کے پاس رات و دن نہیں وہ آسمانی مخلوق آسمان پر نہ دن نہ رات و تیسرا قول یہ کہ **مَنْ عُدَّ** سے انبیاء کرام اولیاء اللہ اور فرشتے سب ہی مراد ہیں۔ علیہم السلام یہی قول زیادہ درست اور مضبوط ہے کیونکہ اس آیت میں پہلے دونوں قولوں کے دلائل کی مطابقت کرنے سے یہ تیسرا قول زیادہ مدلل ہو جاتا ہے۔

فائدہ ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ مختصر میں انسان ہوں یا جنات یا ملائکہ ان سے عبارت منقطع نہیں ہو سکتی۔ اور دنیا کی کوئی چیز کسی وقت بھی ان کی عبادت میں رکاوٹ نہیں بن سکتی جیسے حیوانات کے لیے یہ ہو اُن میں فضا میں اُن کے تنفس اور سانس لینے کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی اور جس طرح کہ پانی کسی ٹھیلے یا آبی مخلوق کے لیے اُس کی سانس میں رکاوٹ نہیں بنتا یہ فائدہ **لَا يَفْتُرُونَ** فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بند سے ترک عبادت پر قسط و حجت نہیں رکھتے انبیاء کرام اپنی عصمت کی وجہ سے اور اولیاء مقربین اپنی حفاظت الہیہ کے انعام کی وجہ سے۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کو حق ہی پسند ہے۔ باطل پسند نہیں ہے اگرچہ لوگوں میں وہ کتنا ہی مقبول و منظور نظر ہو جائے۔ لہذا مسلمانوں کو جب علم چاہیے اور محبوب بننے کے لیے ہمیشہ حق کا ساتھ دینا چاہیے۔ **اَلْبِرُّ** یعنی نیکی حق ہے اور **اَلْاِثْمُ** یعنی برائی باطل ہے۔ یہ فائدہ۔ **بَلْ نَقْذِرُكَ بِالْحَقِّ**۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی باطل کے مقابل حق کو پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ شیطان کو مردود ازلی ابدی بنانے کے لیے آدم علیہ السلام کو۔ قابیل کو رُمواع زمانہ کرنے کے لیے حضرت بابل کو نمرود کو قارت کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو۔ فرعون کے دماغ توڑنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو ابوجہل کی طغیانیت کو فنا کرنے کے لیے آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میلہ کذاب کو تباہ و قتل کرنے کے لیے صدیق اکبر کو یزید اور یزیدیت کو بھگانے کے لیے امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین کو دین اکبری کی تباہی کے لیے مجدد الف ثانی سرھندی کو طوفان و بابت کو مٹانے کے لیے اعلیٰ حضرت

محمدؐ بریلوی کو طغیان قادیانیت کو توڑنے کے لیے پیر مہر علی شاہ حضرت اعلیٰ گڑوی کو ہندو اور
احراریت کے فتنہ و فساد کو روکنے کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح کو۔ اور قائد اعظم کی تائید و حمایت
مضبوطی و قوت کے لیے محدث علی پوری کو پیدا فرمایا۔ اس کی کروڑوں مثالیں ہیں۔ اور قیامت تک ایسا
ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کو ہر دور میں باطل سے بچا کر والا ہے۔ **قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
مَلِكِ ذَا الْكَرَمِ**۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ فقہ اسلامی کے
مطابق ملکیت اور اہلیت جمع نہیں ہو سکتی، جو شخص بیٹا یا بیٹی ہوگا وہ عبد اور
غلام یا لونڈی نہیں ہو سکتا جو غلام یعنی عبد یا ائمہ ہو وہ بیٹا بیٹی نہیں ہو سکتا یہ مسئلہ **وَلَا مَنُ فِي
السَّمَوَاتِ** سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ لام ملکیت کا ہے اور مَن سے مراد ہر ذوی العقول ہے خاص
کر انسان اس آیت نے یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی زبردست تردید فرمادی جو کہتے پھرتے ہیں کہ عزیر بن
بنی اللہ اور مسیح ابن اللہ **أَمْ لَكُمْ بَنَاتٌ** اللہ۔ دوسرا مسئلہ۔ دن رات میں رب تعالیٰ نے جو اوقات
عبادت مقرر فرمائے ہیں وہ بہت مبارک ساغبن ہیں۔ اُس وقت سُستی غفلت کسمندی کرتا بدترین گناہ
ہے۔ یہی اوقات تھکاوٹ و کمزوری کے اُس وقت نفس و شیطاں کی مخالفت کر کے عبادت میں لگ
جانا بندے کو مَن عِنْدَہ یعنی مقربین و محبوبین میں سے بنا دیتی ہے یہ مسئلہ **يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ**
اور **لَا يُفْتَنُونَ** فرماتے سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ فاسق و فاجر بدکار گناہگار فحاش
کی ذلت کرنا یعنی اسلامی مناصب میں اس کو اونچا مقام نہ دینا پیچھے ہٹانا۔ پیچھے رکھنا۔
واجب ہے مثلاً امامت سے ہٹانا مصلے سے اتارنا۔ امامت خطابت سے روک دینا یہ بھی
ذلیل کرنے کی ایک قسم اور باطنی طریقہ۔ شرعاً لازم و واجب ہے فاسق مُعلن کو عزت دینا یا شرعی
احترام کرنا گناہ ہے اُس کے لیے کھڑا ہو جانا یا ہاتھ چومنا سخت ممنوع یہ مسئلہ **يَجِدُ مَغْنَمَ** کی پوری
آیت سے مستنبط ہوا۔ لہذا مسلمانوں کو ایسی چاہ پلوسی اور کاسہ لیبی والی سیاست سے بچنا چاہیے
اور ہر باطل کی علی الاعلان مخالفت و تردید و تحقیر کر دینا چاہیے۔ اس لیے کہ فاسق کو اسلامی منصبوں پر
عزت دینا اسلام قرآن اور شریعت کی توہین و گستاخی ہے ادبی ہے فاسقین کو اس طرح ذلیل کرنا
یہ بھی **يَلْنُ نَقْدُ** یا لُحْنٌ عَلٰی الْبَاطِلِ کا ایک نقشہ ہے۔ باطل خواہ کسی بھی لباس میں ہو باطل
ہی ہے۔

اعترضات | یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا کہ ہم حق کی ایسی

جھٹ اندھ ضرب لگاتے ہیں باطل پر کہ اس کا دماغ ٹوٹ جاتا ہے اور ٹوٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے اور موت سے ہلاکت اور ہلاکت سے فنا ہو جاتی ہے۔ اس تشبیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ باطل ہمیشہ فنا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ مشاہدہ اور ذاتی و تاریخی شواہد ہیں کہ اکثر مواقع پر باطل نے حق کو شکست دیدی۔ جیسے کہ ابلیس نے آدم کو قابیل نے ہابیل کو یزید نے حسین کو قتل و شہید کر کے فنا کر دیا۔ یعنی موت دیدی۔ وغیرہ وغیرہ۔ جواب۔ یہ اعتراض غلط ہے اس لیے کہ معترض نے باطل اور اہل باطل میں اسی طرح حق اور اہل حق میں فرق نہ جانا اور تَقْذِفُ وَیَدُ مَعِ کَاسْمَعٰی نہ سمجھا۔ ابلیس قابیل یزید وغیرہم اہل باطل ہیں نہ کہ باطل ان کے نظریات عقائد اور منصوبے باطل ہیں یونہی آدم علیہ السلام۔ ہابیل اور امام حسین وغیرہم اہل حق ہیں۔ ان کے نظریات عملیات عقائد فکریات حق ہیں حق کو باطل پر مارا جاتا ہے نہ کہ اہل حق کو اہل باطل پر پھر باطل کا دماغ ٹوٹتا ہے نہ اہل باطل کا اور باطل زاحق ہوتا ہے نہ کہ اہل باطل دَمِغَ کَاسْمَعٰی ہے دائمی شکست ناکانی منصوبہ بندی بربادی تباہی اور زحمت کا معنی ہے ذلت و رسوائی۔ ذکر مٹ جانا۔ نیابتاً ہو جانا۔ اِنْقِذَاتُ اور تَقْذِفُ کَاسْمَعٰی ہے حق کا بول بالا۔ منصوبہ نظریہ کامیاب ہو جانا۔ دائمی عزت ارادوں کی تکمیل ناموری کائنات اچھا چرچہ پیارا تذکرہ۔ لہذا ابلیس دھوکہ دے کر بھی ناکام اور ذلیل ہوا۔ یہی اس کا دَمِغَ و فَنَآ ہے۔ آدم علیہ السلام دھوکہ کھا کر بھی آخر کار کامیاب و کامران ہوئے یزید قتل کر کے بھی ناکام و ذلیل پلید ہوا۔ امام عالی مقام شہید ہو کر بھی کامیاب و کامران ہوئے۔ شہادت یا قتل ہو جانا فنا نہیں۔ منصوبوں کی ناکانی باطل کی فنا ہے یہ آیت کریمہ ہی بتا رہی ہے۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ لَا یُسْخَرُونَ۔ اس کا مصدر ہے اِسْخَارٌ جس میں مبالغہ یعنی شدت اور زیادتی کا معنی پایا جاتا ہے یعنی پوری حسرت اور زیادہ شکاوٹ۔ تو آیت کا معنی ہوا کہ وہ پورے نہیں تھکتے۔ گویا کہ تھوڑے تھک جاتے ہیں اور تھوڑا تھکنا بھی عجیب ہے لہذا یہ لَا یُسْخَرُونَ فرمانا تعریف و توصیف نہ ہوئی۔ جواب۔ یہ ببالغہ تھکنے میں نہیں بلکہ انقطاع میں ہے یعنی ان کی عبادت اور تسبیح میں کبھی کبھی قیاسی انقطاع نہیں ہوتا یعنی کبھی بند نہیں ہوتی ہمیشہ جاری رہتی ہے ملائکہ کی مثل سانس کے اور انسانوں کی عبادت ان کے ذوق و شوق اور پابندی سے اس طرح سے کہ اعطائے کل ہو تو زبان سے جاری زبان بند ہو تو سانس سے جاری رہتی ہے سانس کے قلب ذکر تسبیح میں مشغول رہتا ہے جی سنی ہے هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ دوسرا مصدر آیت ہے اِسْخَارٌ اس سے بانی کا ترجمہ اردو میں کیا جانا ہے بالکل نہیں قطعاً نہیں۔ ایسا کام برکز نہیں ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ تو اب لَا یُسْخَرُونَ کا معنی اس طرح کیا جائے کہ وہ بالکل نہیں رکنتے قطعاً نہیں تھکتے عبادت جاری رکھتے ہیں۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں

فرمایا گیا۔ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ملائکہ ہیں اور لَا يَسْتَكْبِرُونَ اور لَا يَفْتَرُونَ۔ کا معنی ہے کہ ایک ان کے لیے بھی اُن کی عبارت بند نہیں ہوتی حالانکہ تسبیح و عبادت کا تعلق زبان سے ہے جب کہ قرآن مجید میں ہی ہے کہ ملائکہ کے ذمہ اور بھی بہت سے کام و کلام ہوتے ہیں۔ مثلاً رُسُلِ ملائکہ اور مدبرات امر ملائکہ کے ذمہ اپنی رسالت کی ڈیوٹیاں کام و کلام انبیاء علیہم السلام کی بارگاہوں میں حاضری ان سے کلام گفتگو۔ بعض فرشتے کفار پر لعنت ڈالتے ہیں۔ تو جس وقت یہ ملائکہ امورِ ذمہ داریاں لعنت کفار میں مشغول ہوں اُس وقت وہ تسبیح کیسے پڑھ سکتے ہیں زبان تو دیگر کاموں میں مصروف ہے لہذا تسلسل عبادت ٹوٹ گیا۔ جواب یہ اس کے دو جواب دئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر مَنْ عِنْدَهُ سے مراد صرف ملائکہ ہیں۔ تو یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ فرشتوں کو انسانوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا انسان کی زبان واقعی بہ دیگر باتوں میں مصروف ہو تو اُس کی تسبیح عبادت ذکرِ اللہ رک جاتا ہے تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اس لیے کہ ان کی ایک ہی زبان ہوتی ہے وہ اگر تسبیح و ذکرِ اللہ کریں تو دنیوی کلام بند اور اگر دنیوی کلام کریں تو ذکرِ اللہ بند مگر فرشتوں اور انسانوں میں دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ فرشتوں کی بہت زبانیں ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی تسبیح خوانی اور عبادتِ رحمانی کبھی بند نہیں ہوتی ایک زبان سے تسبیح و ذکر دوسری سے امور رسالت تیسری سے کفار پر لعنت ملامت۔ دوم یہ کہ فرشتوں کی عبادت ان کے لیے ایسی لازمی و ضروری ہے جیسے انسانوں کے لیے سانس اور غذا۔ انسان جو بھی کام یا کلام کرے اُس کی سانس بھی ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے اور غذا کھاتے ہیں تب بھی سانس جاری رہتی ہے نہ سانس کو چھوڑ سکتے ہیں نہ غذا کو بونہی فرشتوں کی عبادت ہر وقت چلتی رہتی ہے وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ جواب دوم یہ کہ اس آیت میں صرف ملائکہ کا ذکر نہیں بلکہ تمام مقربین بارگاہِ الہی بندوں کا ذکر ہے اور لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔ سے نفرت کی نفی ہے۔ لَا يَسْتَكْبِرُونَ سے کمزوری کی نفی لَا يَفْتَرُونَ سے غفلت کی نفی ہے کِنَلْ وَالنَّهَارَ۔ میں اوقاتِ معینہ کا ذکر ہے اور معنی ہے کہ مقربین بارگاہ جو بھی ہوں نہ تو عبادت و تسبیح سے نفرت کرتے ہیں نہ شیطانی تکبر نہ کسی وقت عبادت سے اُن کو تھکاوٹ ہوتی ہے اوقاتِ عبادت کی پابندی سے کبھی غفلت کو تا ہی نہیں برتتے نہ دیر لگاتے ہیں جو کچھ اعتراض۔ بعض تغابیر میں لکھا ہے کہ ملائکہ کی تسبیح خوانی مثل نفسِ انسانی ہے جس طرح انسانی غذا اور کلام و گفتگو کے باوجود سانس چلتی رہتی ہے۔ اسی طرح ملائکہ کی دیگر کلامی اُن کی تسبیح خوانی کو نہیں روکتی۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ انسانی کلام اور غذا کا

راستہ اور آلہ اور بے سانس کا راستہ اور تنفس کی رگ دالہ و فدیہ، دوسرا ہے مگر تسبیح و دیگر کلام کا راستہ ایک ہی ہے یعنی زبان تو سانس سے غذا اور غذا سے سانس واقعی نہیں مکتی مگر ایک کلام سے دوسرا کلام یقیناً رکتا ہے ایک چیز تو بند کرتی ہی پڑے گی ایک وقت دو مختلف کلاموں کا اجتماع محال ہے۔ جواب۔ یہاں مواظبت اور ہمیشگی سے مراد اوقات معینہ کی پابندی ہے نہ کہ تسلسل جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص یہاں ہمیشہ آتا ہے یا کہا جاتا ہے کہ آدمی ہمیشہ باجماعت نماز پڑھتا ہے تو وہاں بھی بلا تاخیر پابندی مراد ہوتی ہے نہ کہ مسلسل مشغولیت۔ پانچواں اعتراض یہیں فرمایا گیا۔ اَمِ اتَّخَذُوا الْاِلٰهَةَ مِمَّنْ اَلَا رَضِیْهُمْ یُشْرِکُوْنَ۔ یعنی ان کفار نے زمین سے الہ بنائے ہیں تو کیا یہ ان کے بنائے ہوئے معبود مردہ انسانوں کو زندہ کر سکتے ہیں اس آیت میں کفار مشرکین پر ایک تنقیدی اعتراض اور سوال انکاری ہے کہ چونکہ وہ تراشے ہوئے بت کسی کو زندہ نہیں کر سکتے ہیں۔ حالانکہ کفار مشرکین پر یہ تنقیدی اعتراض تب کیا جاسکتا ہے جب کہ وہ مشرکین بھی معبود ہونے کے لیے یہ شرط و قوت مانتے ہوں وہ تو کسی بھی معبود کے لیے یہ قوت و قدرت مانتے ہی نہیں تھے کہ معبودیت کے لیے مردوں کو زندہ کرنا ضروری ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو بھی خالق السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مانتے کے باوجود مردوں کو زندہ کرنے والا نہ مانتے تھے اور بر ملا کہتے تھے کہ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ مَوْحِیْ دَمِیْمٌ (سورۃ یس آیت ۷۶) تو وہ اپنے بتوں کے لیے یہ دعویٰ کیوں کرتے۔ اور جب مشرکین کا اپنے بتوں کے لیے یہ دعویٰ نہیں تو پھر مُمْ یُشْرِکُوْنَ کا انکاری سوال و اعتراض کیوں کیا گیا۔ جواب۔ یہ سوال انکاری نہیں بلکہ الزامی ہے کہ اسے کافر و مشرک کو تم نے مٹی لکڑی دھات وغیرہ زمینی چیزوں سے بت تراشے اور ان کو معبود بنا کر الہ سمجھ کر ان کی عبادت کی عبادت کے لیے ثواب دینا ضروری اور ثواب کے لیے حشر ضروری حشر کے لیے نثر یعنی زندہ کرنا ضروری اور نثر کے لیے معبود کے پاس قوت نثر ضروری اور قوت کے لیے سچی معبودیت ضروری تو کیا تمہارے یہ من گھڑت تراشے ہوئے دستی سفری حشری موسمی بت مُمْ یُشْرِکُوْنَ الہی نثر اور زندہ کرنیکی طاقت رکھتے ہیں جو تم نے ان کو معبود بنایا ان کی عبادت کی اور ثواب کی امید لگائی۔ تم اگر اپنے منہ سے یہ کہتے پھر وہ معبود کے لیے زندہ کرنا ضروری نہیں تو پھر ثواب کی امید نہیں تو پھر عبادت کیوں کرتے ہو۔ اور اگر یہ دنیا کی دولتیں سہولتیں انعامت کی بارشیں محبتیں تندریستیاں ہی عبادت کا ثواب ہے تو پھر غریب نادار بیمار مشرک بچاری کو کیا ملا۔ وَاللّٰهُ وَکَلَامُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ۔

تفسیر صوفیانہ | بَلْ نَقْذِرُكَ بِمَا لَحِقَ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَذَرُكَ هَاجِرًا هَهُنَ وَكَكُمُ
 ۱ | لَوْثِلٌ مِمَّا تَصِفُونَ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ حق کے تین مرتبے
 ہیں ۱۔ افعال ۲۔ صفات ۳۔ ذات ۴۔ ہر مرتبے میں بندے کے لیے حق کی تجلی ہوتی ہے جس کے ذریعے
 بندے سے باطل ختم ہوتا جاتا ہے۔ یعنی اگر افعال حق کی تجلی بندے کے افعال پر وارد ہو تو بندے
 سے باطل افعال گناہ فسق مٹ جاتے ہیں اور اگر صفات حق کی تجلی بندے کی صفات پر ہو تو بندے سے
 باطل صفات عادات مٹ جاتی ہیں اور اگر بندے کی ذات پر ذات حق کی تجلی ہو تو بندہ آئینہ حق بن جاتا
 ہے اور باطل کی ذات فنا ہو جاتی ہے پھر اگر بندہ ان تجلیات کو برداشت کرے تو مکاشفہ معرفت
 روحانی میں کما زاع البصر و ما ظنی کا مقام اعلیٰ پالیتا ہے ورنہ خور و جذب طاری ہو جاتا ہے (تفسیر نیشاپوری)
 افعال حق شریعت ہے جس کی دو قسمیں امر اور نہی صفات حق طریقت ہے اور ذات حق حقیقت ہے
 اور اس کا آخری مقام معرفت ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دس جزوں میں
 پیدا فرمایا۔ نو جز ہیں ملائکہ اور ایک جز میں باقی مخلوق پھر ملائکہ کی دس جزیں فرمائیں۔ نو جز سے وہ تسبیح
 کرتے ہیں اور ایک جز سے مدبرات امری کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ دیگر مخلوق میں دس جز ہیں
 فرمائیں جن میں نو جز جنات کی اور ایک جز میں انسان پھر انسان کی دس جزیں فرمائیں نو جز میں یا جوج
 ما جوج ایک جز میں بقیہ انسان (از تفسیر جامع البیان) ویل۔ ویس۔ ویج کافرق یہ ہے کہ دِل کا
 معنی حسرت ناک تباہی۔ ویس کا معنی ہے ذلت آمیز تباہی۔ ویج کا معنی ہے رحم کی اپیل والتجا
 وہ عدل الہی جس سے زمین و آسمان قائم ہیں وہ علم کثرت میں ظل وحدت ہے اگر مرکبات عالم میں
 اعتدال مزاج کی طرح صبیحہ و صدا نیت نہ ہو تو کائنات میں کچھ بھی باقی نہ رہے اور اگر ایک آن کے
 لیے بھی یہ مشکل وحدت ختم ہو جائے تو فساد کائنات برپا ہو جائے (ابن عربی) یہی وہ قوت وحدت
 ہے جس سے بَلْ نَقْذِرُكَ کا ظہور ہے۔ اس وحدت میں کثرت کا عقیدہ بنانے سے وَلَكُمُ الْوَيْلُ
 ہے۔ اسی وحدت کا تقاضہ قدری ہے کائنات میں کہ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ وَمَنْ عِنْدَهُ
 لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ۔ لَيْسَ لَهُنَّ الْيُتْلَىٰ وَ الشَّعَارُ لَا يَقْتُرُونَ
 عبادت کی عبادت نہیں ملتی مگر معرفت الہی تائید کے بعد اور معرفت نامہ نہیں ملتی مگر شہود ربانیہ کاملہ کے
 بعد اس لیے کہ لذت مناجات باوجود قوت جسمانیہ کے انسان کی اُس تک پہنچ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حجاب
 کی عبادت۔ کلفت غفلت معویت اور فتور و غرور سے خالی نہیں ہوتی بخلاف اہل کشف ربانی کی
 عبادت کے ان کی عبادت مثل عادت ہے۔ سہولت ادا و اہم بقا۔ مقام قیام میں۔ فتور وہ سکون ہے

جو حدت شوق اور پابندی کے بعد ظاہر و غالب ہو۔ بعض نے فرمایا فتور وہ نرمی و سستی ہے جو شدتِ ذوق کے بعد پیدا ہو۔ یا وہ ضعف ہے جو قوت کے بعد آئے۔ جو خوش بخت لَا يَفْتُرُ ذَنَابًا ہونے لگے وہ غفلتِ سستی کا ہلی، ضعف و سکون سے محفوظ ہیں۔ حدیث پاک میں ہے لَيْسَ عَامِلٌ شَرًّا وَ يَكُلُ شَيْئًا فَيَنْتَفِئُ ثُمَّ يَنْتَفِئُ إِلَى سُنَّتِي فَقَدْ نَجَا وَإِلَّا فَقَدْ هَلَكَ۔ یعنی ہر عامل کے لیے ایک شر ہے اور ہر شر کے لیے ایک فترت ہے۔ اس طرح کہ باطل کی صولت ہوتی ہے جس کو زوال ہے اور حق کی دولت ہوتی ہے جس کو زوال نہیں (راز روح البیان) أَمْرًا أَخَذُوا مِنَ الْجَهَنَّمَ مِمَّنْ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ۔ عالمِ روح میں انوارِ لاثانی مشاہداتِ لافانی کی بے شمار بشارتوں کے باوجود بھی اہل نفوس نے زمینِ جسمانی سے خواہشات و لذات کے معبود و معبود تراش لیے۔ یہ خواہشاتِ ماسوتیہ اور لذاتِ دنیویہ کیا ان کو قیامِ ابدی اور بقا و دوام کی زندگی بخش سکتی ہیں ہرگز نہیں تو اسے ہندگانِ سفاکتِ غلامانِ حماقت کیوں تم نے اپنے خالقِ کریمِ مَلَّ جُذْءِہ کی بارگاہِ قدس کی منزلِ معرفت سے منہ پھیرا اور وحدتِ قدیمی میں کثرتِ حادثہ کا شرک ملایا۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ

اگر ہوتے ان دونوں آسمان و زمین میں کچھ معبود اللہ کے علاوہ تو البتہ ٹوٹ بھوٹ جلتے یہ دونوں ہر چیز تو بے رحمی ہے اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے۔

اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ لَا يُسْأَلُ

اس اللہ کی پاکیزگی کی جو عرش کا بھی رب ہے اُن شریکِ باتوں سے جو یہ کفار منسوب کرتے پھرتے ہیں نہیں اللہ عرش کے مالک کو اُن باتوں سے جو یہ بتاتے ہیں۔ اُس سے نہیں پوچھا جاتا

عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ۝ أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ

ما سکتا اللہ کبھی بھی اُس کام کے بارے میں جو کرتا ہے اور سب لوگ اپنے اعمال کے بارے میں پوچھے جائیں گے تو کیوں ان کفار جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ کیا اللہ کے سوا اور

دُونِیَ الْهَةِ ۚ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرُ

نے اُس کے مقابل معبود کھڑے ہیں فرماؤ کہ لاؤ اپنی مضبوط دلیل یہ کلام تو شریعت ہے اس خدا بنا رکھے ہیں۔ تم فرماؤ اپنی دلیل لاؤ۔ یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے

مَنْ مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا

امت کے لیے جو میرے ساتھ ہے اور اُن امتوں کے لیے جو مجھ سے پہلے والیوں سے ہیں اور مجھ سے انگوں کا تذکرہ بلکہ ان میں اکثر حق کو نہیں

يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَا

لیکن ان کفار میں اکثر نہیں سمجھتے حق کو اسی لیے وہ منہ پھرتے ہیں اور نہیں بھیجا جانتے تو وہ روگردان ہیں اور ہم نے تم سے پہلے کوئی

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ

ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی رسول کو مگر وحی بھیجتے رہے ہم اُس کی طرف یہ کہ بے شک کوئی بھی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۚ ۲۵

معبود نہیں ہے سوائے میرے تو تم سب میری ہی عبادت کرو

معبود نہیں تو مجھ کو پوجو

تعلقات | ان آیت پاک کا پھلی آیت پاک ہے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پھلی آیت میں فرمایا گیا کہ کفار جو جھوٹے معبود بنائے پھرتے ہیں کیا وہ کچھ پیدا کر سکتے ہیں! اب ان آیت میں ان کا تردیدی و انکاری جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ کیا بنائیں گے۔

marfat.com

Marfat.com

یا سنواریں گے۔ بلکہ آسمان وزمین میں ایک بھی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا ہوتا تو آسمانوں اور زمین میں بے انتہا فساد ہی برپا ہوتا۔ دوسرا تعلق پھلی آیت میں کفار کے بناوٹی معبودوں کا ذکر جواب ان آیت میں اُن سے اسنے ان معبود عقیدوں پر دلیل طلب کی جا رہی ہے۔ تیسرا تعلق پھلی آیت میں مجبور معبودوں کی کمزوری کا ذکر ہوا کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے نہ اُن کو کسی کے پیدا کرنے کی قوت ہے اب ان آیت میں پتے حقیقی معبود رب تعالیٰ کی قوت کا ذکر فرمایا گیا کہ اُس سے تو کوئی شخص باز پرس کی ہمت نہیں کر سکتا۔

تفسیر نحوی لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يُفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ أَمَّا نَتَّخِذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَّوْ عَرَفَ شَرْطَ الْكَلَامِ حَيْثُ تَامَتْ شَرْطُ وَجْزٍ هِيَ كَانُ فَعَلِ تَامَتْ ظَرْفِيهِ مَكَانِيهِ حَيْثُ خَمِيرٌ بِمَجْرُورٍ مُتَّصِلٍ تَنْبِيْهِ غَائِبٍ مَرْجِعٍ پھلی آیت میں السموات والأرض ہے یہ جار مجرور متعلق ہے گان کا الہۃ اسم جمع نکرہ مگر استغراقی جمع نہیں اس لیے اس کا ترجمہ ہے چند معبود اگر استغراقی ہوتا تو ترجمہ سب معبود ہوتا۔ موصوف ہے الا حرف استثنیٰ یعنی غیر اس لیے علما و تقدیراً مرفوع ہے اور اعراب در رفع کا ظہور ہوا اللہ پر خیال رہے کہ بقاعدہ نحویہ الا بھی ماقبل اور مابعد کی معایت یعنی غیریت کے لیے آتا ہے اور غیر بھی مگر دونوں میں تین طرح فرق ہے ۱۔ الا حرف ہے اور غیر اسم ہے ۲۔ الا غیر کے معنی میں آتا ہے مگر کم کیوں کہ حرف کی قوت کم ہوتی ہے اس لیے کسی کے اوپر قبضہ و تصرف ظہور کر سکتا ہے لیکن غیر اسم ہے اس لیے یہ اکثر اپنی اسمی قوت کی بنا پر الا سے معنی میں آجاتا ہے ۳۔ الا سے جو غیریت ہوتی ہے وہ اور اثبات میں ہوتی ہے یعنی ماقبل نفی ہو تو مابعد میں نفی کو اور اگر ماقبل میں ثبوت ہو تو مابعد میں ثبوت کو ختم کرتا ہے اسی کو استثنا کہتے ہیں لیکن غیر ذاتا اور صفاتاً معایت پیدا کرتا ہے۔ جب کبھی دونوں قسم کی جھلک ہو تو الا بمعنی غیر یا غیر بمعنی الا ہوتے ہیں یہاں جہور نجات الا بمعنی غیر کہتے ہیں بحر مبرز نحوی اور وہ الا کو اپنے ہی معنی میں رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ موقوف صفت نہیں مبدل منہ سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ ترجمہ اس طرح ہوگا اگر ہوتے چند معبود کون جو اللہ کے سوا ہیں (از تفسیر روح المعانی) مگر صحیح یہ ہے کہ یہاں الا برے استثنا نہیں بلکہ سوا یا غیر کے معنی میں ہے کیونکہ قانون نحوی ہے کہ جب الا کا ماقبل جمع نکرہ عمومی ہو اور کلام مثبت ہو تو استثناء منع ہے اس لیے کہ نکرے میں استغراق نہیں ہوتا لہذا ما بعد الا ماقبل الا میں

داخل نہیں اور جب داخل نہیں تو نکانے کی کیا حاجت اور استثنا تو نکالنے کے لیے ہے لہذا جب دخول نہیں تو خروج نہیں اور استثنا ممنوع ہو گیا۔ یہاں الہیہ میں کلام مثبت بھی ہے۔ اور الہ جمع نکرہ عمومی بھی نیز اس لیے بھی استثنا ممنوع ہوا کہ حقیقت کے خلاف ہوگا کہ اگر استثنا کیا گی تو معنی ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ جہانوں میں معبود نہ ہو دیگر معبود ہوں تب تو فساد پڑے لیکن اگر اللہ بھی ساتھ ہو تو فساد نہ پڑے۔ حالانکہ آیت کا منشا یہ نہیں ہے۔ اللہ الا سے مل کر صفت ہے الہیہ کی یہ مرکب توصیفی۔

فَاعِل ہے گان کا سب مل کر حیلہ فعلیہ تاتمہ ہو کر شرط ہے۔

لَامِ حے حرف زائدہ جزائیہ فَعْدَتَا بَابِ نَصَرِ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف تثنیہ مؤنث غائب۔ فَعْدَتَا سے مشتق ہے بمعنی ٹوٹنا بگڑنا خراب ہونا یہاں پہلے معنی میں ہے بہر صورت لام مصدر ہے اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے یہ فعل با فاعل جملہ انشائیہ ہو کر جزا ہوا شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔ فَ تَرْتِیْبِہ مابعد کو ماقبل پر ترتیب دینے کے لیے ہے کہ معبود اللہ ہے جس کی یہ یہ صفات اور قوتیں ہیں۔ سُبْحٰنَ۔ اسم مصدر ہے بمعنی پاکیزہ ہونا۔ لازم ہے سُبْحٰنَ سے بنا ہے بروزن فُعْلَانِ اسی وزن سے مبالغہ پایا گیا یعنی بہت ہی ہر طرح کی ہر وقت پاکیزہ ہونا اب یہاں اسم جامد فاعل مصدر ہے بمعنی پاکیزگی یہ ہمیشہ فتح پر مبنی فرع ہوتا ہے اور ہمیشہ معصاف ہوتا ہے اس کا معصاف الیہ ہمیشہ اسم مفرد مذکر ہوتا ہے خواہ اسم ظاہر یا اسم ضمیر غائب یا حاضر یہ مصدر غیر متصرف ہے اس سے کوئی مشتق نہیں بنا اس کے مارے سے ہا پ تفصیل بتلے وہ متصرف ہے اس کے مارے میں علماء نحو کے اور بہت اقوال ہیں مگر مشہور مسلک یہی ہے اللہ موصوف ہے یا مُبْدِلٌ مِنْ رَبِّ الْعَرْشِ یہ مرکب اضافی صفت ہے یا بَدَلُ الْکَلْبِ ہے اللہ کا دونوں مل کر مطلق الیہ ہے سُجَّانَ کا یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے پوشیدہ فعل۔ سُبْحٰنَ کا اگر سُبْحٰنَ کو حاصل مصدر مانا جائے۔ لیکن اگر یہ اصل مصدر ہی ہے تو مفعول مطلق ہے اسی فعل پوشیدہ کا عَنْ حرف جر زوالیہ کا اسم موصول جنسی جمع استغراقی بمعنی وہ تمام شریکات۔ یُفَعِّقُونَ بَابِ قَرَبِ کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب وُضِعَ سے مشتق ہے بمعنی منسوب کرنا نسبتیں بنانا متعدی ہے مگر ماقبل کا موصولہ کے قریب سے مفعول نہیں آیا دراصل یُفَعِّقُونَ واو کلمہ ماقبل فتحہ ثقیل کی وجہ سے گر گئی۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع کفار ہیں یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صُلِّ ہوا موصول صِلَہ مکرر ہو اور دونوں جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ فعل یُسَبِّحُ کا سب مل کر حیلہ فعلیہ ہو گیا۔ لَا یُسَبِّحُ بَابِ فَتْحِ کا فعل مضارع منفی بلا مجهول واحد مذکر

غائب سئل سے مشتق ہے بمعنی پوچھنا۔ پرچہ گھر کرنا اعتراض کرنا یہاں اعتراض کے معنی میں ہے اس کا نائب فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع رب العرش ہے عن جاتہ زوالیہ بمعنی دوری۔ زائل یعنی اعتراض کہ کیوں ایسا کیا نہ کرنا چاہئے تمام موصولہ لفظوں فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ موصولہ مل کر مجرور متعلق ہے لائیل کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ ضمیر مرفوع منفصل جمع مذکر غائب مرجع کفار مبتدا ہے۔ یسئلون باب فتح کا مضارع مجہول مثبت یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ام حرف عطف بمعنی یکن اضراب یعنی نفرت اور انکار کے یہے اتخذوا باب افتعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب اتخاؤ مصدر ہے اتخاؤ مادہ ہے مصدر میں ہمزہ اصل کی تاء افتعال سے ت بنا کر مدغم کر دیا گیا یعنی بنانا۔ لینا، اختیار کرنا یہاں بمعنی اختیار بنانا ہے من عبارہ زائدہ بیانہ دون اسم ظرفی پانچ معنی مشترک ہے ۱۔ قریب ۲۔ موا ۳۔ مقابل، حفاظت ۴۔ علاوہ ۵۔ نیچے (فوق کی نفی) یہ معرب ہوتا ہے اس لیے تینوں قسم کے اعراب آجاتے ہیں دزیر، ذبر، پیش (یہاں بحالت کسر ہے مضاف ہے ضمیر کا مرجع رب تعالیٰ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے الیہ اسم منصوب مفعول بہ ہے اتخذوا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یسئلون کے جملے پر۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا اِذْ كُنتُمْ مَعِيَ وَذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَتِلْ بَابِ نَصَرِ كَا فَعْل امر حاضر معروف بافاعل انت ضمیر پوشیدہ مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا خیال رہے کہ انشائیت کل دس چیزوں سے ہوتی ہے ۱۔ امر ۲۔ نہی ۳۔ استفہام ۴۔ تمنی ۵۔ ترجی۔ ۶۔ عقود ۷۔ نداء ۸۔ عرض ۹۔ قسم ۱۰۔ تعجب ۱۱۔ حالوا باب افعال کا فعل امر ماضی معروف جمع مذکر در اصل تھا۔ التوا رائتاؤ مصدر ہے ائی مادہ التوا میں ہمزہ افعال کو حرف تنبیہ سے بدلا گیا حالوا ہوا اس تبدیلی سے کلام میں سختی اور عقابیت پیدا ہوئی ایک قول میں حالوا اسم فعل بمعنی امر حاضر ہے مگر یہ غلط ہے۔ آخر کا اکت زائدہ حرف تفعیل یعنی بھراؤ کے یہے انتم صیغہ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل مرجع کفار برضای اسم معرب مفرد بمعنی مضبوط دلیل، دلیل برحان میں چند طرح فرق ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بیان ہوگا۔ کم اسم ضمیر نفسی مجرور متصل جمع مذکر حاضر بمعنی اپنی مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے حالوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہو گیا۔

ہذا اسم اشارہ قریبی مبتدا ہے یہ مبنی اصل ہے صا حرف کی وجہ سے اس کا مشار الیہ بالفتح یعنی قرآن مجید ہے ذکر مضاف بمعنی تذکرہ قانون، شریعت من اسم موصول جمع جنسی بمعنی ان کا مراد ہے صحابہ کرام مخ اسم ظرف بمعنی ساتھ مضاف ہے فی ضمیر واحد متکلم مرجع ہے قل کا فاعل یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ مضاف الیہ ہے مخ کا دونوں مل کر جملہ ہوا موصول صلہ مل کر مضاف الیہ ذکر کا دونوں مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ ذکر من قبلی اسی طرح کی ترکیب سے سب مل کر معطوف ہوا دونوں عطف مل کر پھر معطوف علیہ ہوا بل حرف عطف اضرابی اکثر مضاف ضم ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مبتدا لا یخلمون۔ باب سمع فعل مضارع منفی معروف جمع مذکر غائب فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ کا مرجع کفار ہیں الحق اسم مفرد منصوب مفعول یہ ہے لا یخلمون کا سب مل کر جملہ فعلیہ غیر یہ مبتدا ہے دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر سبب ہوا ف عاطفہ سببیہ ضم ضمیر مبتدا معر ضنون باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر مصدر ہے اعراض بمعنی اٹھنا انکار کرنا غرض سے مشتق ہے اس کا معنی ہے منہ سامنے ہونا لازم ہے جب افعال سے متعلق ہو تو معنی ہوا منہ سامنے سے صاف ہونا اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے اسم فاعل یا فاعل مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف مسبب ہے اکثر ضم کے جملے کا یہ سبب مسبب معطوف ہے ذکر کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر مبتدا خدا اپنی اس خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ۔ ما ارسلنا باب افعال کا ماضی مطلق منفی معروف جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ من حرف جر زائدہ قبلک مرکب اضافی مجرور متعلق اول ہے من حرف جر تبعی فیہ رسول اسم مفرد نکرہ مفت مشبہ بروزن نعول رسول سے مشتق ہے یہ جار مجرور متعلق دوم ہے الا حرف استثناء اس نے مابعد جملے میں سے وہ نفی ختم کر دی جو ماقبل جملے میں ہے نونی، باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم مصدر ہے ایاؤونی سے بنا ہے الیہ جار مجرور متعلق ہے۔ ان حرف تحقیق ضمیر واحد مذکر کا مرجع رسول ہے اسم ہے ان کا حرف نفی جنس الہ مستثنیٰ منہ الا حرف استثنائی متقبل کے لیے ہے انا ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل مستثنیٰ دونوں مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ مل کر اسم ہوا لاکا یہ اسم خبر مل کر مشبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ سببیہ اعبدوا باب نصر کا فعل امر ماضی معروف جمع مذکر انتم پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ن دراصل فی ہے نون وقایہ فی ضمیر متکلم منصوب متصل مفعول یہ ہے اعبدوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشا ہے ہو کر معطوف مسبب ہوا لا الہ کے پورے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر ان یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر مفعول یہ ہوا نونی کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا ما ارسلنا کے جملے کا سب

مل کر حمد و استثنائے ہو گیا۔

تفسیر عالمیانہ | لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ لَا يُسَلُّ عَمَّا يُفَعَّلُ وَهُمْ يُكُونُونَ أَمِ اتَّخَذُوا

مِنْ دُونِهِ إِلَهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۚ اے محبوب نبی! ان بیوقوف کفار نے اتنے دھیرے سارے معبود بنا ڈالے ہیں جو خود ان سے سنبھالے نہیں جاتے۔ حالانکہ اگر ان آسمانوں زمینوں اور بلندیوں پستیوں والے تمام جہانوں میں چند معبود یا ایک بھی اور دوسرا معبود اللہ تعالیٰ کے سوا ہوتا تو یہ دونوں یعنی سب آسمان اور پوری زمین اپنی تمام بلندیوں پستیوں کے ساتھ ٹوٹ پھوٹ جاتے اور فساد عظیم مچ جاتا۔ اس لیے کہ وہ سب معبود یا آپس میں متفق ہوتے اور مل کر عالم کا نظام چلاتے سب کی طاقت بیک وقت خرچ ہوتی تب نظام عالم کی رفتار ضرورت سے زیادہ ہو جاتی اور زیادتی تیز رفتاری کی بنا پر ٹوٹ پھوٹ کا فساد ہی فساد ہوتا۔ اور یا اپنی باریاں مقرر کرتے اور معبود بیکار بیٹھا رہتا یہ چیز شانِ معبودیت کے خلاف ہے اور یا یہ مختلف الٰہائے ہوتے اور اپنی اپنی مرضی سے مخالف طریق پر نظام عالم چلاتے تب بھی ٹوٹ پھوٹ ہو جاتی اور نظام عالمین میں اس مخالفتانہ رویہ سے فساد مچ جاتا موجودات ٹکڑے ہو جاتیں۔ حکایت یہ کہ ایک دہریہ کافر ایک دفعہ ایک چرخہ کا تیلی بوڑھی عورت کے پاس سے گزرتے پوچھتے لگا کہ اے بی اماں! خدا کے پاس میں تمہارا کیا عقیبہ ہے اس کائنات میں کیا کوئی خدا اور کارساز ہے جو یہ نظام چلا رہا ہے یا یہ سب کچھ خود بخود ہوتا چلا آ رہا ہے اور اسی طرح ہوتا رہے گا اور اگر کوئی معبود ہے تو ایک ہے یا چند بوڑھی عورت نے جواب دیا کہ ساری کائنات کو پیدا کرنے اور چلانے والا ایک اللہ ہی معبود ہے کافر نے کہا اس کی دلیل۔ بوڑھی نے کہا میرا چرخہ۔ کافر نے کہا کہ ایک خدا ہے یا چند بوڑھی نے جواب دیا کہ ایک ہی معبود ہے چند ہو سکتے ہی نہیں۔ کافر نے کہا اس کی دلیل۔ بوڑھی نے کہا میرا چرخہ۔ دہریہ کافر بڑا جبران ہوا اور وہ بولا وہ کیسے مائی صاحبہ نے جواب دیا کہ اگر میں نہ ہوں تو یہ چرخہ نہیں چلتا۔ یہ چھوٹا سا چرخہ کسی چلانیو اے کا محتاج ہے تو پھر آسمانوں زمین سمس و قمر ستاروں کا اتنا بڑا چرخہ خود بخود کیسے چل سکتا ہے یقیناً کوئی ذات و عدۃ لا شریک ہے جو اس کو چلا رہی ہے۔ اور وہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ ہی ہے اور پھر اگر میں اکیلے اس چرخے کو چلاؤں تو درست چلتا ہے اور قائمہ پہنچاتا ہے لیکن اگر میرے ساتھ کوئی دوسرا بھی چلانے میں شامل ہو جائے تو وہ دوسرا شخص اگر اپنی پوری طاقت سے میری موافقت میں گھمائے تو چرخہ

اتنا تیز چلے کہ کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے سب وقت ضائع چلانا فضول اور اگر کم طاقت لگائے تو اس دوسرے کا وجود بیکار اور اگر میری مخالفت میں چرخہ چلائے تو چرخہ ٹوٹ پھوٹ جائے غرض کہ بغیر وجود اور ڈیل وجود دونوں صورتوں میں فساد ہی فساد ہے بڑیا مومنہ کی یہ مدلل تقریر سن کر وہ کافر دہریہ لا جواب اور حیران پریشان رہ گیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی چیز کا اعتدال یعنی حد معینہ سے ہٹ جانا فساد ہے اور حد اعتدال میں رہنا صلاح اور درستی ہے۔ فساد اور صلاح تین چیزوں میں جاری ہوتا ہے۔ جان یعنی روح میں ۱۲ بدن میں ۱۳ اشیاء عالم میں یہ آیت کریمہ ظاہراً تو چند الفاظ کی ہے مگر باطناً حقیقتاً ملیات عقلیات فکریات فہمیات میں معرفت توحید الہیہ کے دلائل و براہین کا بحر ذخار اور سمندر بیکراں اور میدان بے گنا رہے کہ ایمانیات وحدت اور انتفاع کثرت پر اتنی عام ذمہ اور آسان فہم حجتہ تامہ ہے جو ہر ذی عقل کے شعور میں سما جائے۔ علمائے اس کی تفسیر میں پھر چیزیں ظاہر فرمائیں۔ پہلی یہ کہ بندہ کیا ہے دوم یہ کہ بندگی کیا ہے سوم یہ کہ معبود اور الہیہ کون ہو سکتا ہے چہاں یہ کہ کون الہ نہیں ہو سکتا۔ پنجم یہ کہ کائنات مخلوق کے لیے معبود کیوں ضروری ہے ششم یہ کہ چند الہ یا دوسرا الہ کیوں نہیں ہو سکتے کیوں ناممکن۔ اولاً یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہر بندے پر دینا میں پانچ چیزیں لازم ہیں ۱ عبادت ۲ اطاعت ۳ اتباع ۴ تقلید ۵ اقتدار۔ بندے کی دنیوی زندگی میں بندگی شدید لازم کیونکہ زندگی بے بندگی شرمندگی۔ اور بندگی یہ ہے کہ کسی کو معبود سمجھا جائے اور معبود سمجھ کر اس کا حکم مانا جائے اس کے فرمان پر خود کو جھکا یا گرایا جائے معبود وہ ہو سکتا ہے جس کی ستائش شان وصفات ہوں ۱ قدرت کاملہ والا ہو ۲ علم تامہ والا ہو ۳ سے باخبر ہو کوئی چیز اس سے چھپ نہ سکے ۴ بطش شدید والا ہو ۵ قبض مضبوط والا ہو ۶ خالق کائنات ہو ۷ مالک عالمین ہو ۸ اقلیت والا ہو ۹ کمال والا ہو ۱۰ غنا والا ۱۱ اعطاء والا ۱۲ اعتبار والا ۱۳ صفات والا ۱۴ غیر منتہی ۱۵ غیر محتاج ۱۶ لازوال ۱۷ ربوبیت والا ۱۸ حکمت والا ۱۹ وحدت والا ۲۰ ہر شان میں اکمل ۲۱ ہر چیز کا ذاتی مالک ۲۲ ہر صفت میں یکتا لا شریک ۲۳ ہر بلندی و پستی پر بادشاہی والا ۲۴ ہر فرد پر اس کی حکمرانی ہو ۲۵ نیس گنبدہ شئی کی شان والا ہو ۲۶ موت دے سکے ۲۷ نیست کو صفت معدوم کو وجود اور مردے کو زندہ کر سکے ۲۸ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کائنات شمس و قمر کو چلا سکے امام رازی نے فرمایا کہ جس ذات میں یہ صفات ہوں بس وہی الہ ہو سکتا ہے جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ کسی کا معبود نہیں بن سکتا نہ اس کو سجدہ جائز نہ اس کی عبادت لائق اور یہ صفات صرف

اللہ وحدہ لا شریک میں ہیں۔ اب اگر اُس وحدہ لا شریک کے موا بھی کسی کو معبود سمجھ لیا جائے تو کائنات میں تقریباً چودہ قسم کے فساد اور حاققتیں ظاہر ہوں گی۔ پہلی یہ کہ چونکہ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ پوری کائنات اور کائنات کے ہر ہر فرد ہر چیز کا مالک ہو اور ملکیت تامہ ہو۔ لہذا اگر چند معبود ہوں تو کیا آپس میں ایک دوسرے کے مالک ہوں گے یا نہیں اگر ہوں تو محال کیونکہ اللہ بھی ملوک ہوا اور ملوک عبد ہوتا ہے اگر نہیں تو اللہ کی ملکیت تامہ نہ رہی اور اہلیت ناقص دوم یہ کہ اللہ کے لیے واجب الوجود ہونا شرط لازمی قدیمی ہے۔ اگرچہ چند معبود ہوں تو کیا واجبیت میں شریک ہیں یا ممتاز اگر شریک ہوں تو گویا ایک ہی وجود واجب سب کا ہوا تو وہ چند نہ رہے اور اگر علیحدگی اور ممتازیت ہو تو غیریت آگئی اور ہر اللہ مرکب ہو گیا واجبیت اور غیریت سے۔ اور مرکب محتاج ہوتا ہے۔ اور محتاج اللہ نہیں ہو سکتا کیونکہ محتاجی حدوث ہے جو وجوب کے خلاف ہے۔ قدیم ہونا اہلیت کے لیے شرط ہے۔ قدیم ہی واجب ہو سکتا ہے۔ سوم یہ کہ اگر چند معبود ہوتے تو اہلیت میں شریک ہوتے یا ممتاز اگر شریک ہوں تو تعدد نہ رہا ایک ہی اہلیت تقسیم ہو گئی اور اہلیت ناقص رہ گئی۔ اور اگر ممتاز ہوں یعنی ہر ایک کی اہلیت علیحدہ ہو تو پھر ایسی صفت کی ضرورت ہے جو ممتاز کرے اور وہ صفت ہر ایک میں اکمل چاہیے اور یہ محال کیونکہ اکمل ایک ہی ہو سکتا ہے دو طرفہ اکمل ہونا ممکن ہی نہیں اور اگر ایک اکمل ہو تو دوسرا اللہ ناقص رہا چہارم یہ کہ اگر چند معبود ہوں اور ان میں امتیازی نشان اور خصوصی صفت بھی ہو تو وہ امتیاز و صفت اور تباہی فی الامکان ہوگی یا فی الوجود یا فی الزمان یا فی المكان اور یہ سب اللہ میں محال لہذا امتیازی نشان ممنوع ہوا۔ پنجم یہ کہ اگر چند معبود ہوں تو کیا ہر ایک تدبیر عالین نظام کائنات میں اکیدا کافی ہو گا یا نا کافی اگر اکیدا ہی کافی ہو تو باقی فضول اور اگر نا کافی ہو تو ناقص اور اللہ ناقص بھی نہیں ہو سکتا نا کافی بھی نہیں فضول بھی نہیں۔ ششم یہ کہ ہر عقل جابہتی ہے کہ حادث کا کوئی فاعل اور بنانے والا ہوا اگر ایک ہی مدبر عالین مانا جائے تب تو کوئی الجھن دشواری نہیں لیکن اگر ہر حادث کے لیے علیحدہ فاعل مانا جائے تو دور یا تسلسل لازم آئے گا بے انتہا اور یہ سب محال لہذا بہت سے اللہ محال۔ ہفتم یہ کہ اگر چند معبود ہوں تو کیا ہر معبود اپنی علیحدہ شان قائم کر سکتا ہے اگر کر سکے تو وہ خصوصی شان یقیناً محدثات میں سے ہو اور محدثات سے خصوصیت پیدا کرنا بھی حادث ہوگا اور یہ اہلیت کے لیے محال ہے کہ اُس کی کوئی صفت بالقوة حادث ہو۔ اور نہ کر سکے تو عاجز ہوا اور اللہ کا عاجز ہونا بھی محال ہے، ہشتم یہ کہ اگر چند معبود ہوں تو کیا ہر معبود اپنی کوئی چیز دوسرے اللہ سے چھپا سکتا ہے یا نہیں اگر چھپا

کے توحس سے چھپایا وہ بے خبر اللہ ہوا اور اگر نہ چھپا سکے تو یہ اللہ عاجز ہوا۔ حالانکہ اللہ کا عاجز ہونا اور بے خبر ہونا دونوں محال۔ ہم یہ کہ اگر چند معبود ہوں تو یقیناً سب کی طاقت مل کر ایک کی طاقت سے زیادہ ہوگی۔ اور فرداً فرداً کی علیحدہ علیحدہ طاقت کم ہوگی تو پھر ہر ایک کی طاقت متناہی ہوئی اور مجموعہ دکن متناہی ہوگا۔ یعنی انتہا اور اختتام والا تو کوئی مقام ایسا ضرور آئے گا جہاں اللہ کی طاقت ختم ہو جائے۔ انتہاؤں کا مجموعہ بھی منتهی ہوتا ہے پس کل کی طاقت کا متناہی ہونا ثابت ہوگا اور اللہ کی کوئی صفت متناہی ہونا محال ہے کیونکہ متناہی کو زوال ہے اور زوال کو فنا۔ اور زوال و فنا حادث کی صفت ہے ثابت ہوا چند اللہ ہونا محال ہے۔ دھم یہ کہ چند ہونا یا دو ہونا عدد ہے اور واحد کے سامنے تمام عدد ناقص کیونکہ سب عدد واحد کے محتاج واحد کسی کا محتاج نہیں نیز ہر ایک عدد اپنے پہلے عدد سے زیادہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ کا محتاج ہونا بھی محال اور اللہ میں زیادتی کمی ہونا بھی محال۔ ثابت ہوا کہ اللہ واحد ہی ہو سکتا ہے۔ گیارہواں فساد یہ کہ اگر چند اللہ ہوں اور کسی معدوم کو موجود کرنا چاہیں اور سب اس فعل پر قادر ہوں تو جو پہلے ایجاد کرے گا دوسرا اُس کی ایجاد سے عاجز ہوگا کیونکہ تحصیل مائل محال ہے۔ اور اگر سب مل کر ایجاد کریں تو تعاون ہوا۔ اور تعاون کمزور کا مظہر اور کمزوری محتاجی کا مظہر۔ اور اگر بعض قادر تو غیر قادر اللہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر واحد لا شریک کئے اپنی قدرت سے ایجاد کر لیا تو تو قدرت ثابت ہوگئی اب دوبارہ اُس کی ایجاد نہ ہو سکتا۔ قدرت کے منافی نہیں۔ مگر دوسرا اللہ جب تک خود ایجاد نہ کرے اس کی قدرت و طاقت ثابت نہ ہوگی۔ بارہواں یہ کہ اگر چند معبود ہوں اور سب کے ارادے مختلف ہوں مثلاً ایک اللہ کسی جسم میں حرکت پیدا کرنا چاہے دوسرا اُس میں سکون پیدا کرنا چاہے تو دونوں میں ایک ہار جائے گا ایک جیت جائے گا تو جو جیتے گا وہ غالب و قادر اور جو ہارے وہ مغلوب و عاجز اور جو عاجز وہ مقہور۔ لہذا وہ اللہ نہیں ہو سکتا اور اگر سب معبود متفق ہوں تو انہوں کی تعداد بیکار تیرہواں یہ کہ اگر چند معبود ہوں اور سب کا علم جمیع معلومات پر یکساں ہو تو مشیت پائی گئی حالانکہ معبود وہ ہے کہ لیس کثیر شئی اس کی مثل کوئی ہو ہی نہیں سکتا نہ وہ کسی کی مثل، جو دھواں یہ کہ اگر چند معبود ہوں تو سب اہمیت میں شریک ہوئے اور شرکت جیب ہے کیونکہ کمی اور غیر اختیاری کی مظہر۔ شریک نہ پورے کا مالک نہ اُس کو پورے پر اختیار۔ اور اگر ملوکہ چیز شریک میں غیر منقسم ہو تو ہر شریک کو باقی شریک سے اجازت کی حاجت اگر دوسرے شریک اس ملوکہ چیز میں تفرق سے روک سکیں تو وہ غالب اور روکا ہوا اللہ مغلوب

اگر نہ روک سکیں تو یہ قاہرہ سب مقبور۔ لڑائی کا بھی اسکان ہے۔ نیز اگر چند معبود ہوں تو یا ہر ایک دوسرے کا محتاج ہو گا یا مستغنی اگر محتاج ہو تو یہ ناقص مستغنی ہو تو وہ ناقص۔ لہذا کوئی بھی الہیت کے لائق نہ رہا یہ وہ تمام دلائل عقلیہ ہیں جو اس آیت پاک سے نکلے ان سب سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایک بھی دوسرا معبود نہیں ہو سکتا اگر ایک بھی کوئی دوسرا معبود ہوتا تو صرف زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ پوری کائنات اپنی تمام بلندیوں پستیوں کے ساتھ تباہ و برباد ہو جاتے نظام کائنات میں فساد پڑے جاتا اور چونکہ ایسا نہیں ہوا لہذا بدلائل قاہرہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور دوسرا معبود نہ ہو سکتا ہے نہ ہے فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ۔ اور جب عقلاً نقلاً، فکرًا، ہر طرح کے دلائل و براہین سے ثابت ہو گیا اور کم سے کم ذہن و لے دماغ میں بھی سما گیا اور ہر ایک کی سمجھ میں آسانی آگیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کہیں کوئی معبود نہ ہے نہ ہو سکتا ہے تو کچھ لو اسے کائنات والو کہ سُبْحَانَ اللَّهِ صرف اللہ تعالیٰ ہی سُبْحَانَ ہے ہر اُس حیب و نقص سے اُس ذات جَلَّ جَدُّہ کو نزہت و پاکیزگی ہے جو کفارِ زمینی اور مشرکین دنیوی اپنے تراشے خراشے پھیلے بنائے مٹی پتھر کے بتوں بے عقلوں بے حشوں کو شریک الہیت بنائے کچھ پھرتے ہیں۔ بلکہ اُن تمام کفر و کفر سے بھی وہ ذاتِ علیٰ پاک ہے جن سے یہ کفارِ یہود و نصاریٰ اس کو موصوف کرتے ہیں کہ کبھی کفر کہتے ہیں کہ کبھی کہتے ہیں اُس کی بیوی ہے کسی کو ابن اللہ کسی کو بنت اللہ ٹھیرا دیا حالانکہ یہ سب اجسام کی صفات ہیں کہ بیوی بچے ہوں۔ اور جو خود جسم ہو وہ خالق جسم نہیں ہو سکتا اور جو خالق نہیں وہ الہ نہیں ہو سکتا وہ اللہ کریم تو ساری مخلوق سے بڑی چیز عرشِ عظیم کا بھی خالق مالک اور محافظ و رب ہے یہ بھی اُس کی وحدتِ شاہی کی دلیل اعظم ہے کہ فقط وہی واحد و یکتا عرش کا خالق کرسی کا مالک آسمانوں کا موجد زمینوں کا مربی لوح و قلم کا قیوم نور کا منبع ظلمت کا مخرج ذات و صفات کا مظہر جاد و نبات کا صانع انوار و حیوانات کا ناشر ہے اس شان و اکرام کا کہ لَا يُسَلُّ عَمَّا يَفْعَلُ۔ ایسا قادر و قدیم و دانا و علیم۔ خیر و حکیم قوی و قدیر ہے کہ اُس کی کسی بات کسی فعل میں کوئی اعتراضی سوال احتسابی کلام نہیں کیا جاسکتا، نہ کسی کی دنیا میں ہمت نہ آخرت میں جرئت جس کو جس طرح چاہے جب چاہے جہاں چاہے جو چاہے بنا دے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں کسی کو مقبول بنایا کسی کو مردود کسی کو خیر کسی کو شر کسی کو لذت کسی کو نفرت کسی کو آرام دیا کسی کو آلم کسی کو موت کچھ بات کسی کو صحت کسی کو بیماری کسی کو غنی کسی کو لاچار یہی اُس کے کسی فعل کو نہ سبب کی حاجت نہ علت کی ضرورت جب علت نہیں تو سبب نہیں

جب سبب نہیں تو عجز نہیں جب عجز نہیں تو حدوث نہیں۔ حدوث نہیں تو تغیر نہیں تغیر نہیں تو ممکن نہیں اور جہاں اسکان نہیں وہاں وجوب ہے اور جس کی ذات میں وجوب ہو اس کی صفات میں حکمت ہوتی ہے۔ جب حکمت ہے تو تدبیر اور جو تدبیر کا مالک ہو وہی تقدیر کا خالق ہو سکتا ہے اسی کے پاس سب قدرت و قوت و محنت ہوتی ہے اور جس کے ہر کام میں صحت و درستگی ہو تو اسی کے لائق حمد ہے۔ اور جس کے ہر کام پر حمد ہے وہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہے۔ جو حمد کی مستحق ہو اس کا کوئی قول و فعل مذموم نہیں اور جب مذموم نہیں تو لَا یُسْئَلُ ہے۔ نہ اس کا کوئی کام غلط نہ کسی کو کسی اعتراض و سوال کا حق۔ سوال سات قسم کے ہوتے ہیں ۱۔ سوال اعتراضی ۲۔ سوال احتیاجی ۳۔ سوال الزامی ۴۔ سوال امتحانی ۵۔ سوال اطمینانی ۶۔ سوال معلوماتی ۷۔ سوال احتیاجی۔ لَا یُسْئَلُ میں پہلے چار قسم کے سوالات مراد ہیں۔ سوال اعتراضی ابلیس نے کیا مردود و ملعون ہوا۔ سوال احتیاجی حاروت و ماروت دو فرشتوں نے کیا مغضوب ہوئے سوال الزامی خلقت آدم علیہ السلام پر تمام فرشتوں نے کیا تو سب سے علی مقابلہ و مناظرہ کر کر شکست دلوائی اور بذریعہ سجدہ معافی منگوائی سوال احتیاجی میں دعا اور بھیک مانگنا ہوتا ہے اس سوال میں سب مخلوق جن و انس، انبیاء اولیاء ملائکہ علیہم السلام رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدس کے سائل ہیں چنانچہ ارشاد قرآن مجید ہے یَسْأَلُهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَآلِ الْاَرْضِ (سورۃ رحمن آیت ۲۱) یعنی آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق اس مولیٰ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں۔ بھیک مانگتے ہیں۔ سوال اطمینانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا مسعود ہو گئے سوال معلوماتی حضرت عزیر علیہ السلام نے عرض کیا مقبول ہو گئے۔ افعال الہی کی غرض و غایت، نفع و نقصان بندوں کے لیے ہوتا ہے نہ کہ رب تعالیٰ کے لیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فاعل مؤثر ہے اور سب مخلوق مفعول تاثیر ہے۔ مفعول ملوک ہوتا ہے اور فاعل مالک اور ملوک کی ہمت و جرئت نہیں کہ مالک سے پوچھے اِنَا فَعَلْنَا کیوں کیا۔ سوال اعتراضی میں ہوتا ہے کیوں کیا۔ اور سوال اطمینانی و معلوماتی میں ہوتا ہے۔ کیسے کیا۔ سوال اعتراضی چھ چیزیں کہتا ہے ۱۔ یا اس لیے کہ فاعل بے عقل بے سمجھ ہو ۲۔ یا بے خبر ہو ۳۔ یا اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کرے ۴۔ یا اس کام کو نہ جانتا ہو بے علم ہو ۵۔ یا کبھی اس نے کام بگاڑا ہو ۶۔ یا بلا اجازت غیر کی ملکیت میں تصرف کیا ہو۔ معترض تین قسم کے ہو سکتے ہیں ۱۔ وہ جو فاعل پر حاکم ہو ۲۔ وہ جو فاعل سے زیادہ علم و عقل والا ہو ۳۔ وہ جس کی ملکیت میں بلا اجازت فاعل نے کوئی کام کیا ہو۔ بارگاہ ذوالجلال میں نہ کوئی کسی بھی قسم کا معترض ہو سکتا ہے نہ کسی قسم

کا اعتراض وَهُمْ يُسْئَلُونَ۔ لیکن تمام مخلوق اپنے اپنے افعال کی جواب دہ ہے دنیا میں بھی اس طرح کہ ہر مالک اپنے مملوک سے ہر استاد اپنے شاگرد سے، ہر بڑا اپنے چھوٹے سے ہر عالم جاہل سے ہر عاقل بیوقوف سے ہر بادشاہ وزیر سے ہر امیر غریب سے ہر طاقتور کمزور سے ہر شریک اپنے ساتھی شریک سے ہر مخالف اپنے مقابل سے ہر دشمن اپنے دشمن سے ہر حساب لینے والا حساب دینے والے سے اعتراض یا اعتساباً پوچھ سکتا ہے کہ تو نے یہ کام کیوں کیا۔ اور آخرت میں بھی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ سب بندوں کا حساب لے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ نیکیوں کیا اور کتنی کیں اور گناہ کیوں کئے دنیوی سوالات اعتراضی ہوتے ہیں اخروی سوالات اعتسابی وَهُمْ يُسْئَلُونَ اس لیے ہے کہ ہر بندہ اصلاً تسلاً خلقاً ناقص ہے جو ناقص ہوتا ہے وہ کمزور ہوتا ہے جو کمزور ہو وہ مجبور ہوتا ہے جو مجبور ہو وہ محتاج ہوتا ہے۔ بندے کے افعال دل سے اور دل محتاج ہے اعضا کا اور اعضا محتاج ہیں عقل کے عقل محتاج تدبیر کی تدبیر تصنیع کی۔ تصنیع تعلیم کی تعلیم معلّم کی۔ معلّم محتاج ہے علم کا اور علم محتاج ہے شعور بے شعور کا۔ اور شعور فکر کا اور فکر حکمت کا ہے حکمت کا حکمت ناقص تو فعل ناقص اور فعل ناقص تو بندہ مسخوفہ اور جو مسخوفہ ہو وہ بیوقوف ہو بیوقوف ہو وہ مذموم، اور جو مذموم ہو وہ دنیا میں قابلِ اعتراض اور آخرت میں قابلِ احتساب۔ اسی لیے بندے اپنے ہر فعل میں وَهُمْ يُسْئَلُونَ۔ ہیں کرنے میں بھی نہ کرنے میں بھی کیونکہ جو ناقص و محتاج ہوتا ہے اس میں تین کمزوریاں ہوتی ہیں ۱۔ اچھے کا پتہ نہیں ہوتا اس لیے اس کو امر کیا جائے کہ فلاں فلاں کام کرو ۲۔ برے کا بھی پتہ نہیں اس لیے نہیں کی جاتی ہے کہ فلاں فلاں کام کلام مت کرو ۳۔ ترجیح دینے کی صلاحیت نہیں اسی لیے بندہ مکلف ہے، اسی امر و نہی اور ترجیح کا نام شریعت ہے اور بندہ شریعت کا مکلف بنایا گیا۔ مکلف کے لیے دین الہی ضروری دین الہی کے لیے آستانہ نبوت سے شریعت اور شریعت سے امر و نہی و ترجیح کی پابندی ضروری۔ اگر یہ شرعی پابندی نہیں تو بندہ سراپا حماقت ہے اور حماقت ہو تو کفر ہی کفر ہے۔ اور ایسے ہی محتاج کفر نے آمرا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً۔ اتنی عام فہم اور آسان ذکر و دلیلوں کے باوجود کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابل اور اس کے سوا بہت سے معبود بنائے۔ اللہ تعالیٰ کی ترجیح اور وَصْدُ لَاشْرِيكَ ہونے پر تو عقلاً نقلاً فکر، فہم اتنی کثیر دلیلیں ہیں کہ ہر ورے دفترِ است معرفت کردگار۔ عالم دہر کا پتہ پتہ معرفت خالق کا ایک عظیم دفترِ تفہیم ہے۔ مگر ان کفار کے پاس ان پتھر مٹی لکڑی دعوات کے بتوں نور نبیوں کی اوجہیت پر کوئی عقلی نقل یا فکری دلیلِ کامل ہے۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اے

عرب تم فرماؤ ان سے کہ تم بھی اپنے دستی تراشے خراشے پھیلے تہائے بناؤں معبودوں کی معبودیت پر
 کٹ کر حان یعنی مضبوط و کامل دلیل لاؤ۔ خیال رہے کہ کسی چیز کو ثابت کرنے کے تین ذریعے ہوتے
 ہیں ۱۔ دلیل ۲۔ حجت ۳۔ برہان۔ ان تینوں میں فرق یہ ہے کہ اپنے ایک دعوے کو ایک پہلو سے ثابت
 کرنا دلیل ہے۔ جیسا کہ اشارہ کر کے یاروشنی کر کے کوئی چیز دکھانا ثابت کرنا اور مخالف کے
 دعوے کو توڑ کر اپنے دعوے کو ثابت کرنا حجت ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ چونکہ مخالف کی بات ظاہر و موجود
 نہیں اس لیے میری بات ثابت ہے۔ جیسا کہ سورۃ طہ کی آیت ۱۳۱ میں ہے کہ اگر ہم رسول نہ بھیجتے
 اور بندوں کو رسول بھیجے بغیر ہی ان کے کفر و شرک کی بنا پر ہلاک کر دیتے تو کفار کہتے قیامت میں کہ
 لَوْلَا اُذِمْسَتْ الْاِنْسَانُ سُوْلًا۔ یا اللہ تو نے ہمارے پاس اپنا کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔ یہ کفار کی
 محنت ہوتی اللہ تعالیٰ پر چنانچہ سورۃ نسا آیت ۱۶۵ میں رب تعالیٰ نے فرمایا۔ دُسْلًا مُّبَشِّرِیْنَ
 وَ مُنْذِرِیْنَ لِّئَلَّا یَكُوْنَنَّ لِلنَّاسِ عَلٰی اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الدُّنْیٰ۔ یعنی رسول اس لیے بھیجے گئے
 تاکہ کفار کو اللہ پر حجت و عند بیان نہ رہے۔ اور اگر عقلاً، نقلاً، عملاً، قولاً، فکرًا، قوتاً، علماً، الہاماً
 و زناً۔ تاکیدا ہر طرح ایک دلیل ہی مدعی کے تمام دعووں کو اس طریقے اور ایسے انداز سے ثابت کر
 دے کہ مخالف کو مجال انکار نہ رہے مانتے پر مجبور ہو جائے تو وہ برہان ہے۔ برہان وہ کامل
 اکل موکل مکمل مؤکد ثبوت ہے جو عام فہم ہو اور ہر شخص کو آسانی سے سمجھ آجائے جس کے بعد
 نہ کسی اور دلیل کی ضرورت رہے نہ حجت بازی کی نہ مکالمہ مناظرہ کی نہ بحث و مباحثہ کی نہ الہا
 دیاتیا کی۔ بعض نے فرمایا دلیل وہ جو کامل ہو برہان وہ جو اکل ہو۔ حجت وہ جو غالب ہو دلیل
 کی دو قسمیں ہیں ۱۔ دلیل اِتی ۲۔ دلیل لیتی۔ اگر علت سے معلول کو یا سبب سے مسبب کو ثابت
 کیا جائے تو دلیل اِتی ہے۔ جیسے آگ سے دھوئیں کو۔ یہ علت معلول ہے یا آگ سے گرنی کواثرات
 کیا جائے یہ سبب اور مسبب ہے۔ اور اگر معلول سے علت یا مسبب سے سبب کو ثابت کیا
 جائے تو دلیل لیتی ہے۔ جیسے دھوئیں سے یا گرنی سے آگ کا ثبوت۔ قرآن مجید میں لفظ دلیل
 صرف ایک جگہ ارشاد ہوا ہے سورۃ فرقان آیت ۲۴ اور لفظ برہان تین جگہ سورۃ نسا آیت
 ۱۶۵، سورۃ یوسف آیت ۲۴ سورۃ مومنون آیت ۲۴۔ لفظ برہان کم چار جگہ ارشاد ہوا ہے
 سورۃ بقرہ آیت ۱۱۱، سورۃ انبیاء آیت ۲۴ سورۃ نمل آیت ۲۴ سورۃ قصص
 آیت ۲۴۔ لفظ برہان ۱۔ ایک جگہ ارشاد ہوا سورۃ قصص آیت ۲۴۔ اور لفظ حجت سات جگہ ارشاد
 ہوا ہے سورۃ بقرہ آیت ۲۵ سورۃ نسا آیت ۱۶۵ سورۃ انعام آیت ۱۲۵ سورۃ شوری

آیت ۱۵ سورۃ انعام آیت ۸۲ سورۃ شوریٰ آیت ۱۳ سورۃ جاثیہ آیت ۲۵ فرقہ یہ آیت پاک معرفتِ وحدتِ الہی میں اتنی مضبوط و اکمل برہانِ ربانی ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو تمام کفریات شرک منجبر بہوت اور پریشان ہو گیا۔ اور سردارِ کفر اتنے گھبرائے کہ ان کو اپنا شرک بچانا مشکل ہو گیا اور آج تک اس کفرستانِ عالم پر اس کی لرزہ براندازی طاری ہے۔ خیال رہے قرآن مجید کی پانچ آیت نے آج تک بطلانِ کفر میں تہلکہ مچایا ہوا ہے۔ اور قرآن و اسلام کی حقانیت کی دھاک اور دیدہ پھیلایا ہوا ہے کہ کفر کا فراں و شرکِ مشرکان و بطلانِ منکراں آج تک منجبر بہوت متزلزل و مغلوب و سرنگوں ہیں۔ پہلی آیت سورۃ نزول ۱۵ اسرایٰ تکبیر کی آیت ۸۵ قُلْ کَیْنِ اجْتَمَعَتِ الْاَشْیَءُ وَالْاِنْعَاجُ عَلٰی اَنْ یَّاتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا یَا تُوْنَ بِمِثْلِهٖ (۱) اس میں تمام عالم کفر کو چیلنج کیا گیا ہے کہ تم کہتے ہو یہ انسانی کلام ہے تو پھر تم بھی اس قرآن جیسا قرآن ہے آؤ جن وانس مل کر بھی نہیں لا سکتے دوسری آیت سورۃ ہود مکیہ نزول نمبر ۵ کی آیت ۱۲ قُلْ فَاَلَا یَعْبُدُوْنَ سِوٰی مِثْلِهٖ مَقْشُورًا یعنی اگر یہ کفار منکرین کلامِ اللہ پر قرآن نہیں لا سکتے تو اس کی مثل دس سورتیں ہی لے آئیں۔ جب اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے اور تمام کفار پریشان گھبرائے رہنے کے باوجود منکر جاہلانہ ہی رہے تو تیسری آیت سورۃ بقرہ مدینہ نزول نمبر ۸ کی آیت ۲۲ نازل ہوئی۔ وَ اِنْ کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاتَّبِعُوا سُبُوْۤتَہٗ مِنْ مِّثْلِهٖ (۲) یعنی اگر یہ عرب کے قصاص کفار دس سورتیں بنا کر بھی نہیں لا سکتے تو پھر ایک سورۃ ہی اس جیسی بنا کر دکھا دی اگرچہ چھوٹے سے چھوٹی سورت کی برابر ہو، خواہ مخواہ بلا وجہ جہالت اور ضد بازی ہٹ دھرمی سے شک میں پڑے رہنا تو انسانیت نہیں۔ اس مقابلے کو نہایت آسان کرنے اور جلدی قبول کرنے کے لیے ایک رب سے چھوٹی سورۃ کو تو بھی پہلے ہی مکہ مکرمہ میں نازل کر دی گئی تھی جس کا نزول رہا ہے۔ چوتھی آیت سورۃ نساء کی آیت ۸۱ ہے۔ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْۤا فِیْہِ اَخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ یہ سورۃ مدنی ہے اور اس آیت میں یہود و نصاریٰ اور دنیا بھر کے کتابیوں کو ایک سخت ترین تنبیہ کرتے ہوئے کلامِ الہی کی نشانی اور سچی پکی علامت و پہچان بتائی گئی یہ نشانی سوائے قرآن مجید کے کسی اور کتاب مذہبی میں نہیں پائی جاتی۔ نہ بائبل میں نہ تالمود میں نہ وید میں نہ گرتھ میں نہ گیتا میں نہ بدھا میں۔ یعنی اگر ہوتا یہ قرآن کسی غیر اللہ انسان، جن یا فرشتے کا اپنا کلام تو لوگ اس میں بھی بہت اختلاف کذبیات اور تضاد بیابیاں پاتے اس آیت پاک کے نزول سے بھی عیسائی، یہودی اور منکروں قرآن پریشان اور بہوت ہو کر رہ گئے مگر اپنی نیت بناوٹی کو اس معیار و نشانِ کلامِ اللہ ثبات

ذکر کے کیونکہ ان تمام کی خصوصی خود نوشتہ کتب مذکورہ بالا میں اتنی واضح اور صاف تضاد و بیابیاں۔
 کذب سامانیاں اور اختلافات کثیرہ کی شرمناکیاں ہیں کہ ان سب احوالیاں کتب کے سرشرم سے
 آج تک غور میں۔ اسی وجہ سے اپنی ندامت کو چھپانے شرم کو مٹانے دھٹائی کو دکھانے کے لیے
 اس عظیم نشانی کو چھوڑ کر مختلف یہودہ اور لغو قسم کی خود ساختہ نشانیاں بنائے پھرتے ہیں واکہ اس
 قرآن میں ربط نہیں ۲۲ تعلق نہیں ۲۳ اور پھر جھوٹ و مکر کرتے ہوئے قرآن مجید کے سچے تاریخی
 موجودہ واقعات کو جھٹلاتے ہوئے باطلانہ ہٹ دھرمی بجاتے ہیں کہ فرعون کی میت کہیں نہیں
 ہے۔ سکندر ذوالقربین سدر سکندری والا نہیں اصحاب کعب کہیں نہیں ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر اہل
 جوئی کا زور لگانے کے باوجود پورے قرآن مجید میں کہیں ذرہ بھر اختلاف و تضاد بیانی ثابت نہ
 کر سکے اور نہ اپنی کتب کی ظاہر ظہور تضاد و بیابیاں اور کذبیات و فحشیات چھپانے کے قائل ہوئے۔
 عَلٰی ذٰلِكَ بِاٰیٰتِ حَسْبٍ لَّكَ الْكَافِرُ كُوْا جِمْ رَزَهٗ رَا نَدَامَ مَدَّ يَدَيْكَ بِمُهْوٍتَ كَيْفَا هُوَا هِے۔
 هٰذَا اِذْ كُنتُمْ مِّنْ مَّعٰی وَذِكْرُكُمْ قَبْلُ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهَمْ مُّعْضِضُوْنَ
 وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ
 دنیا میں کسی بات کو منوانے کے دو ہی طریقے ہیں ایک یہ کہ عقل و نبوی اور ذہن فکری سے عقل
 دلائل کے ذریعے۔ دوم یہ کہ دینی ذہنوں سے نقلی و تحریری مکتوبی دلائل کے ذریعے اور دلیل
 وہی مکمل ہے جو دونوں قسم کے ذہنوں کی مکمل تسلی کر کے لا جواب کر دے اس کلام پاک
 کے پہلے جملے کو گان فِیْهِمَا الْاِلٰهَةُ۔ رانہ میں عقلی دلائل مذکور ہیں۔ اور اگلی اس عبارت
 هٰذَا اِذْ كُنتُمْ مِّنْ مَّعٰی رانہ میں نقلی دلائل مذکور ہیں کہ اسے کفار و مشرکین تمہارے پاس
 اپنے دین و عقائد باطلہ مصنوعیہ کے حق میں تو کوئی بھی دلیل نہیں ہے نہ عقلی نہ نقلی۔ لیکن اہل ایمان
 کے پاس معرفت و وحدہ کی بے شمار عقلی دلیلوں کے علاوہ یہ ذکر بھی بُرہان ربانی ہے ان لوگوں کے
 لیے جو اس وقت میرے ہم زمانہ ہیں۔ اس ذکر کو قرآن کریم کہا جاتا ہے اور وہ ذکر بھی ہے جو
 مجھ سے پہلے امتوں کے لیے ہوتا رہا۔ جس کو صحف آدم صحف ادریس صحف ابراہیم، صحف موسیٰ
 توریت زبور انجیل کہا جاتا تھا ان تمام کتب سابقہ میں بے شمار نقلی منقولی تحریری مکتوبی دلائل
 سے خود رب تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور وحدہ لا شریک الہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ
 قرآن مجید میں تقریباً سات آیتیں ہیں واضح اور صاف ذکر فرمایا ہے کہ فقط ایک ہی اللہ تمام
 مخلوق کا معبود ہے۔ پہلی آیت سورۃ صمد آیت ۲۲ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ۔ الہ کی شان

یکساں ہے کہ وہ سب سے اول ہو۔ اور چونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اول ہے اس لیے فقط وہی سب کا
 الٰہ ہے۔ کیونکہ اول فرد واحد کا نام جو اول ہو وہی واجب ہو سکتا ہے وہی قیّم، اور وہی خالق۔ دوم
 سورة الانعام کی آیت ۵۹۔ وَجْهَهُ مِمَّا تَحْتُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُ حَاسًا اِلَّا هُوَ۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ
 ہی عالم الغیب ہے اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں۔ عالم الغیب ہوتا بھی اللہ کا خصوصی صفت ہے
 اگر کوئی اور بھی اللہ ہوتا تو وہ بھی عالم الغیب ہوتا اور پھر یہ صفت خصوصی نہ رہتی۔ اور اِلَّا هُوَ کتب
 درست نہ رہتا۔ آیت اس طرح نہ ہوتی۔ سوم۔ قرآن مجید میں تقریباً سینسٹیس جگہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
 ہے اگر کوئی اور بھی معبود ہوتا تو ان آیت متعددہ کثیرہ میں یہ اِلَّا کی خصوصیت نہ ہوتی اور نہ
 فرمایا جاتا کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی اللہ ہے۔ چہم۔ سورة قصص کی آیت ۲۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے
 لَمْ يَشْءِ اِلَّا وَجْهَهُ۔ یعنی کائنات میں تمام ہلاک ہونے والے ہیں سوا اللہ کی ذات پاک کے
 اس میں یہ دلیل ہے کہ اگر کوئی اور دوسرا بھی معبود ہوتا تو وہ بھی ہلاک نہ ہو سکتا کیونکہ اللہ کو فنا نہیں ہو سکتی
 اور چونکہ بجز رب تعالیٰ سب کو ہلاکت و فنا ہے اس لیے بجز رب تعالیٰ کوئی معبود نہیں۔ پنجم۔ سورة انعام
 کی آیت ۲۷ میں ارشاد ہے قُلْ اَرْتُبُّكُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى
 قُلُوبِكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِ اللّٰهِ بِآيٰتِكُمْ۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ وہ ہوتا ہے جو آنکھ کان اور
 دل دماغ دیتے پر قادر ہو۔ لیکن تمام کائنات میں یہ کیفیت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے انسان تو تہا
 آنکھوں کی بنیائی کانوں کی سماعت مٹا دے تو ہمارے دلوں پر ہر لگا دے تو کون معبود ہے جو تم
 کو یہ نعمتیں پھر عطا کرے ثابت ہوا کہ کوئی دوسرا معبود ہے ہی نہیں۔ ورنہ یہ فرمان نہ ہوتا۔ ششم
 سورة الانعام آیت ۱۷ میں ہے وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ اِلَّا هُوَ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ
 تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو کوئی بھی پوری کائنات عالمین میں دور نہیں کر سکتا سوا اِس اللہ
 ہی کے۔ اس میں دلیل یہ کہ کوئی اور معبود ہوتا تو اللہ معبود کی بھی ہوئی مصیبت دور کر دیتا کیونکہ
 اللہ میں طانت ہوتی ہے مصیبت دور کرنے کی۔ مگر چونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی فقط وعدہ کر سکتا ہے
 اس لیے وہی اللہ ہے۔ ہفتم۔ سورة الانعام کی آیت ۱۸ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ دلیل یہ کہ خالق صرف اللہ
 تعالیٰ ہے اور پوری کائنات کی ہر چیز مخلوق۔ لہذا اللہ ہی صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اللہ الخلق
 نہیں ہو سکتا۔ نیز اللہ ہی خالق بھی ہوتا ہے جب کوئی دوسرا خالق نہیں تو اللہ بھی نہیں۔ اللہ کے
 لیے خالق ہونا لازمی شرط ہے۔ یہ تھے وہ نقلیہ دلائل جو توریت و انجیل میں کہے تھے اور جن کو یہود
 و نصاریٰ پڑھتے رہتے تھے۔ اس کے باوجود بَلْ اَكْثَرُ هُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ

اکثر یہود و نصاریٰ اور مشرکین ان دلائل عقلیہ و نقلیہ کی حقانیت کو نہیں سمجھتے۔ بے شک اسے مشرکین مکہ تم اپنے ان مشیران خاص سے پوچھ کر دیکھو پڑھتے یہ سب ہیں مگر چونکہ بے علم جاہل ہیں اس لیے مُعْرِضُونَ۔
 شکر و ن ہیں کسی نے عزیز علیہ السلام کو ابن اللہ بنا لیا کسی نے مسیح علیہ السلام کو اور ابن اللہ کہنا بھی دوسرا
 الہ بنا کر ہے کیونکہ بیٹا باپ کی ہم نسل ہوتا ہے۔ جب باپ اللہ تو بیٹا بھی اللہ اور جب اللہ تو بیٹا
 بھی الہ۔ یہی ان یہود و نصاریٰ کا شرک کبیر اور ظلم عظیم ہے۔ اور اسے محبوب یہ دلائل عقلیہ و نقلیہ تکرر
 و توحیدہ صرف ان کتب و صحائف میں ہی نہیں۔ بلکہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ہم نے آپ سے پہلے
 ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا جس کو ہم نے اپنی وحدانیت الہیت کی وحی نہ بھیجی ہو کہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا۔ تمام
 جہانوں میں سوا میرے کوئی بھی معبود نہیں۔ ہر موجود شی مخلوق ہے اور مخلوق بندہ ہوتی ہے
 ۔ اور بندہ پر بندگی فرض۔ اس لیے تمام بندوں پر فرض ہے کہ فاعْبُدُونِ صرف میری ہی
 عبادت کریں۔ خواہ عالم ہوں یا جاہل عاقل ہوں یا سفید (مفسرین کے مختلف اقوال) کُفَّ بِنَا
 میں چار قول ہیں ۱۔ اُنکے سے ہو جاتے ۲۔ بے عدلی بے انصافی ہوتی ۳۔ بد انتظامی کا فتنہ ہوتا ۴۔ لافانوں
 کا ظلم پھیلتا۔ فقہاء میں دو قول ہیں ۱۔ تمام آسمان کل زمین و ہر بلندی و پستی اور اُن کی اشیاء۔ الہتہ میں
 دو قول ۲۔ ہر قسم کی وہ شخصیات و اشیاء جن کو مشرکین نے الہ سمجھ لیا۔ خواہ انسان۔ یا جنات یا فرشتے
 یا جمادات نباتات کے تراشے ہوئے بت یہی قول درست ہے ۳۔ صرف بُت مورتی دیوی دیوتا مراد ہوں
 کیونکہ یہ بے علم بے عقل بے خبر بے تدبیر ہیں۔ تدبیر عالم کو نہیں جانتے۔ هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ نَّحْيِ وَ
 ذِكْرٌ مِّنْ نَّبَاِیْنِ دو قول ۲۔ ذِكْرٌ مِّنْ نَّحْيِ سے مراد قرآن مجید اور ذِكْرٌ مِّنْ نَّبَاِیْنِ سے مراد سابقہ
 کتب الہیہ و صحیفے ۲۔ دونوں جگہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ اس میں پہلوں کا ذکر ہے موجودہ
 کا بھی اور آئندہ کا بھی۔ مگر پہلا قول درست ہے اس لیے کہ یہاں دلائل منقولہ کی کثرت مراد ہے
 نہ کہ اگلے پھیلوں کا تذکرہ۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ تفسیر روح البیان میں
فائدے ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے دنیا و آخرت میں کسی قسم کا کوئی سوال نہ ہو گا نہ اعتراض
 نہ احتسابی یہاں تک کہ میدان محشر میں رب تعالیٰ بھی ان کا حساب نہ لے گا نہ کوئی شخص دنیا میں کسی
 نبی علیہ السلام کے کسی قول فعل پر اعتراض کر سکے اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت قوت
 علیت حکمت۔ علیت قولیت عقل خرد۔ رائے مشورہ۔ اختیار قانون فیصلہ۔ بلکہ ہونا جاگنا چلنا
 پھرنا کھانا پینا سب کچھ رب تعالیٰ کی عطا تعلیم اور وحی سے ہے گویا کہ انبیاء علیہم السلام کے افعال و

وَأَقْوَالُ عِلْمٍ وَقُدْرَتُ اللَّهِ تَعَالَى كَمَا أَنَّهَا تَعَالَى بِرَأْسِهَا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِهِ الْعَظِيمَةِ۔ یہ فائدہ
لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ کی تفسیر و تفصیل سے حاصل ہوا۔ حکایت۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک
مخفل میں کسی بد بخت گستاخ نے کہا کہ نفسانی خواہشات سے کوئی انسان نہیں بچ سکتا اگرچہ نبی پاک
ہی ہوں اور وہ حدیث پڑھی کہ۔ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ۔ الطَّيِّبُ وَالْبَتَّاءُ وَوَقْتُ
عَبْدِي فِي الصَّلَاةِ۔ یعنی میری طرف میں چیزیں محبوب کی گئیں۔ خوشبو، عبادت ذاتِ رب اور میری
آنکھوں کی ٹھنڈک ناز میں ہے۔ اس مخفل میں ایک بزرگ بھی بیٹھے تھے انہوں نے فرمایا۔ ارے
کج بخت حبیبیت تجھے اللہ تعالیٰ سے جیا نہیں۔ تو کتنا آنکھل ہے کہ عربی الفاظ کا ترجمہ بھی تجھ کو
صحیح نہیں آتا یہاں حدیث پاک میں حُبِّبَ ہے نہ کہ أُحِبِّبْتُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میری طرف شرفاً
وَقَانُونًا تین چیزیں محبوب کی ہیں۔ وہ بے غیرت اُس مخفل میں سخت ذلیل و رسوا ہوا۔ وہ بزرگ فرماتے
ہیں کہ میں نے اُس کو لا جواب تو کر دیا مگر مجھ کو اُس کی اس گستاخی کا اتنا رنج و غم ہوا کہ مجھے بے چین
ہو گیا رات کو مجھے زیارتِ اقدس نصیب ہوئی اور فرمایا کہ تو غم نہ کر اعم نے اُس کا کلمہ تمام کر دیا۔
دوسرے دن میں نے سنا کہ وہ نہایت ذلیل طریقے سے قتل کر دیا گیا۔ میں کہتا ہوں کہ فقط نفسا سے
فقط شیطانی گستاخی کا خیال دل میں لانا اور اُس کو خواہشاتِ نفسانی سمجھنا ابستِ جلد ہے
حالانکہ نفسا میں تو ماں بہن بیوی بیٹی سب شامل ہیں اور معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حُبِّبَ دُورِ فُتْرَى
انتظامی پسندیدگی میں یہ بھی شامل ہے کہ عورتوں کی حفاظت کرواؤں حفاظت۔ نگہبانی۔ پاسبانی
و تکریم کرواؤں حقوقِ اہل دلوں مقامِ بنوانی سمجھاؤں۔ نکاحِ شرعی کے ذریعے بیوی بنا کر سڑکوں
چوراہوں بازاروں چبا روں کلبوں ٹھیلوں تجارتوں مشقتوں سے بچا کر اور اسلامی طرز پر ماں بہن
بیٹی بنا کر۔ جب کہ دنیا والوں نے عورت کو کہیں کتے بٹے سے بدتر جانور سمجھا کہیں پیر کی جلتی سمجھا
کہیں کلبوں کی زینت کہیں ٹھیل کی پچکیاں کہیں سنگا کیا کہیں۔ بچایا کہیں نہ ماں کا احترام نہ بہن کا خیال نہ
بیٹی کی شرم نہ بیوی کی غیرت کئی بد بخت تو بیویوں کی خاطر والدہ کو پیچ دیتے ہیں۔ بیوی کو لگا دیتے
ہیں بیٹی کو سجا دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے اسلام کی اس حدیثِ مقدسہ اور قانونِ نبوی نے عورت
کو صحیح مقام اور سچا انعام اور پکا تحفظ دیا ہے۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے تمام شان و مقام
و اے دعویٰ کی برحانِ قاطع اور دلیلِ اقل صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ یہ
فائدہ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ کی تفسیر میں برحان کی جامع مانع تعریف اور دلیل و بُرْهَان
کے فرق سے حاصل ہوا۔ کیونکہ حقیقی طور پر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی رب تعالیٰ کی تمام صفات

کے مظہر و مشیت میں برہان کی تعریف بخزنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسری شخصیت یا چیز پر صادق و قائم نہیں ہوتی معرفت وحدت کے دلائل تو بے حدویے شمار ہیں مگر برہان الہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاقہ کو دوسری شئی پوری کائنات عالم میں نہیں ہوتی رب تعالیٰ نے تمام کفار و مشرکین کو چیلنج فرمایا۔
 حَاتُوا بُرْهَانَكُمْ لَکِن اِنِّیْ اَعْرِضُ عَنْ کُفْرَکُمْ وَتَعْبِیْرُکُمْ۔ (سورۃ
 نساء آیت ۱۱۱) یہاں برہان سے مراد نبی کریم ہو سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن مجید بھی نہیں مراد لیا
 جاسکتا۔ بہت سی وجوہ کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت قرآن مجید
 مکمل نہیں آیا تھا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری شان و کمال کے ساتھ مکمل تشریف لا چکے
 تھے اور قَدْ جَاءَ کُمْ بُرْهَانٌ میں بھی پوری ہی برہان مراد ہے۔ تیسرا فائدہ فرمان حدیث
 پاک کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اور بھی اقوال ہیں مگر وہ اس لیے
 غلط ہیں کہ حدیث مقدسہ کے خلاف ہیں احادیث میں صرف یہی تعداد بیان فرمائی گئی مگر کلام الہی میں
 صحیفے چار سوا اور کتابیں چار ہیں۔ باقی انبیاء کرام علیہم السلام پر ربانی پیغامات و احکامات بذریعے
 جبریل علیہ السلام آتے رہے کوئی نبی بھی بغیر وحی کے نہ تھے۔ یہ فائدہ اِذَا تَوَخَّی اِلَیْہِ۔ (الخ) سے
 حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ شریعت
 اسلام میں سب سے بڑا عیب جہالت اور دینی معلومات سے جاہل رہنا ناقابل
 معافی جرم ہے اس لیے کہ جہالت کی وجہ سے ہی کفر ہوتا ہے اور جہالت سے ہی فسق و فجور
 یہ مسئلہ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ کے بعد فَحُصْدُ مُعْرِضُوْنَ کی قیاسی تعبیر سے مستنبط ہوا کہ ان اکثر
 کفار کا کفر لَا یَعْلَمُوْنَ کی جہالت کی وجہ سے ہے یہی حالت فساق کی ہے کہ دین سے بے علمی
 بے ہمدانی ناواقف کی وجہ سے مسلمان اپنی زندگی کو جہنمی بنا لیتا ہے ہر مسلمان کو دینی جہالت سے بچنا
 چاہئے۔ دوسرا مسئلہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا تعظیم یا تعذیر یا تعبیر یا تاویل کی نیت سے اگرچہ ہر شریعت
 میں حرام رہا بجز کچھ مخصوص موقعوں کے۔ مگر یہ سجدہ شرک و کفر نہیں ہے۔ شرک و کفر صرف عبادت کی نیت
 سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہے حرام کام کرنے سے بندہ فاسق گناہگار ہوتا ہے۔ شرک کرنے سے کافر
 یہ مسئلہ وَمَا اَرْسَلْنَا۔ (الخ) کی پوری آیت سے مستنبط ہوا کہ کسی نبی علیہ السلام کی شریعت اور وحی میں
 کسی موقع پر شرک کی اجازت نہیں دی گئی نہ فرشتوں کو نہ جن و انس کو سب کے لیے یہی حکم ہے
 اور ہوتا رہا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا عَابِدُوْنِ۔ اگر سجدہ تعظیمی یا تعذیری تاویلی شرک ہوتا تو اس کا

بھی اجازت کبھی کسی کو نہ ملتی خیال رہے کہ تاریخ عالم کی کسی شریعت میں تعظیمی سجدے کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ کبھی کسی نبی ولی نیک مومن جن انس فرشتے نے کبھی کسی کو تعظیمی سجدہ نہ کیا۔ صرف دو سجدوں کا فقط ایک ایک بار ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ پہلا سجدہ تقدیری جو رب تعالیٰ نے خود فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو کرایا عذر اور معافی کے لیے یہ تعظیمی سجدہ نہ تھا ورنہ مخلوق مرثیٰ فرشتی سے بار بار کروایا جاتا کیونکہ ہر مخلوق پر ہر نبی کی تعظیم ہمیشہ واجب ہے۔ دوسرا سجدہ غیر اللہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں اور والدین نے کیا یہ سجدہ خواب کی تعبیر پوری کرنا تھی چنانچہ یوسف علیہ السلام نے وضاحت فرمادی۔ ذَالِکَ تَاوِیْلُ رُؤْیَایَ دُورۃ یوسف آیت ۲۱۔ یہ بھی سجدہ تعظیمی نہ تھا ورنہ یوسف علیہ السلام اپنے والدین کو کرتے اور برادران یار بار کسے۔ حیرت صرف ایک بار ہی نہیں ہوتی۔ تیسرا مسئلہ۔ اہل باطل کو ذلیل کرنے اور ان کا بطلان و جھوٹا ہونا ظاہر و مشہور کرنے کے لیے ان سے دلیل طلب کرنی جائز ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ شاہد اس کا یہ دعویٰ صحیح ہو یا اُس کی عزت بڑھانے کے لیے جھوٹی سچی دلیل اور شجہ سے دکھانے کا طریقہ کرنا حرام ہے۔ یہ مسئلہ یہاں قُلْ مَا تَدْعُوۡا بِرُحْمٰیۡکُمْ اور سورۃ بقرہ کی آیت ۲۳ میں مَا تَدْعُوۡا بِرُحْمٰیۡکُمْ قُلْ مِثْلُہ۔ فرماتے اور کفار سے ان کے دعوئے الہیت و شرک پر دلیل مانگنے سے مستنبط ہوا وہاں خود رب تعالیٰ نے دلیل طلب فرمائی اور یہاں اپنے محبوب سے فرمایا۔ قُلْ۔ اے نبی تم فرماؤ کہ اے کافر و اپنے تئوں کی معبودیت پر پکی ٹھوس مکمل دلیل یعنی برہان پیش کرو وہاں بھی کافر آج تک لا جواب اور ذلیل و خوار ہیں اور یہاں بھی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا لَّا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص کوئی سوال نہیں کر سکتا اُس سے اُس کے کسی کام پر۔ لیکن سورۃ الرحمن آیت ۲۹ میں ارشاد ہے یُسْئَلُہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بنی آسمان و زمین میں ہر شخص اُس سے سوال کر سکتا ہے۔ قرآن کی یہ تقنا و بیانی کیوں و صیالی اجواب اس کا جواب ہم نے تفسیر عالماتہ میں واضح کر دیا کہ سوال کرنا سات قسم کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اعتراض۔ الزامی۔ احتسابی، امتحانی سوال کوئی نہیں کر سکتا یہاں لَّا یُسْئَلُ میں یہی چار قسم کے سوالات مراد ہیں اگر کوئی اپنی غلطی سے کسے گاتا تو معذوب ملعون۔ یا معنوب اور معنوب ہوگا۔ یہاں کلام کے سیاق و سباق سے یہی ثابت و ظاہر ہے کہ یہاں اعتراضی و غیرہ قسم کے سوال مراد ہیں اس لیے کہ یہاں عَمَّا یَفْعَلُ فرمایا گیا۔ یعنی رب تعالیٰ کی کلمہ درگی پر سوال۔ اور نہ کر سکنے کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے۔

کہ یہاں خود اختیاری، شہنشاہی ربوبیت، مرشس شاہی اور الہیت و وحدۃ لاشریک کا ذکر ہے۔ الہیت باطلہ کا بطلان اور تقابلی جائزہ ہے اور وہاں سورۃ رحمن کی آیت کے سیاق و سباق یعنی اول فآخر میں دینی و دنیوی علمی فکری آسمانی زمینی۔ رزقی۔ غذائی دولت و ثروت کی نعمتوں اور معطی و محتاج۔ سائل و مسئول کا ذکر ہے اس لیے یَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں فریادیں التجائیں اور بھیک مانگنے سوالِ احتیاجی کرنے کا ذکر ہے۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا اِذْ كُنتُمْ مِّنْ شُعْبٍ وَذِكْرُكُمْ قَبْلَ یعنی اے مشرک تم اپنے دلیل شرک لاؤ اور میری دلیل توحید یہ ذکر یعنی قرآن ہے اور پہلوں کا ذکر یعنی توریت و انجیل وغیرہ ہے۔ حالانکہ مشرکین مکہ نہ قرآن مجید کو مانتے تھے نہ توریت و انجیل کو جب کہ دلیل وہ ہوتی ہے جو مخالف بھی مانے تو یہ آیت دلیل توحید کیسے ہوگی (جواب)۔ اس کا جواب تین طرح دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ قرآن کریم اور کتب الہیہ اگرچہ تم نہیں ملتے مگر اس کا اعجاز اور معجزہ ہونا جس کے تمہاری عقل و ذہن دماغ اندرونی طور پر قائل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل ہے تم بھی کوئی ایسا معجزانہ کلام اپنے بتوں مصنوعی معبودوں کیلئے ملا کر دکھاؤ۔ دوسم یہ کہ تم اسلام کی ہر بات پر جو اعتراض کرتے ہو وہ یہود و نصاریٰ نے بدچھ کر کرتے ہو۔ اس وقت وہ تمہارے مشیر خاص بنے ہوئے ہیں تو یہ بھی ان سے بوجھو کہ ان میں جس توحید کا ذکر ہے کیا توحید زیر بغل و مخف میں ہی ای توحید کا ذکر ہے وہ یقیناً کہیں گے کہ ہاں ہے تو یہ ہماری سچائی اور توحید اسلامی کی دلیل ہوگی جس کو مخالفین نے تسلیم یہودیوں عیسائیوں نے اقرار کیا تو ان سے سن کر تم کو بھی ماننا لازم سوم جواب یہ دیا گیا کہ یہ قرآن مجید اور سابقہ آسمانی کتابیں صرف نقلی و تحریری مکتوبی منقولی دلائل ہی نہیں بتاتے دلائل عقلیہ بھی لا جواب انداز میں بیان فرماتے ہیں اس لیے یا تو ان کو ملنا اپنی برہان بھی عقلی و نقلی پیش کرو۔ ورنہ عذابِ ابدی کے لیے تیار ہو جاؤ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا لَوْ كَانَ فِیْهِمَا الْإِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اگر آسمانوں کے اندر اور زمین کے اندر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کچھ معبود ہوتے گویا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں ہے اس لفظ فی کی وجہ سے زمین و آسمان طرف ہوئے اور اللہ منطوق اور منطوق ہمیشہ طرف سے چھوٹا ہوتا ہے تو ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین سے چھوٹا ہوا۔ جواب۔ یہاں ذات باری تعالیٰ جل مجدہ کی منطوقیت نہیں بلکہ اُس کی صفت الہیہ اور معبودیت کا ذکر ہے فِیْہَا کا تعلق الہیت سے ہے اور اسی کی منطوقیت ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اگر زمین والوں کا آسمان والوں کا ان ظلیات و ارضیات میں کوئی اور دوسرا الہ ہوتا اللہ کے سوا تو یہ دونوں ٹوٹ پھوٹ کر فنا اور نیست و نابود ہو جاتے۔ اور ٹوٹ پھوٹ تو ثابت نہیں معلوم

ہو گیا کہ دوسرا کوئی معبود ہی نہیں صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی اس کائنات میں معبودیت ہے۔ یعنی تمام آسمانوں زمینوں میں اسی ذات وحدہ لا شریک کی عبادت ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اگر کوئی کسی کی عبادت کرے گا تو وہ جھوٹی اور باطل ہی ہوگی۔ لہذا۔ اب اعتراض غلط ہو گیا اور ذات باری تعالیٰ منطوق نہ بتانے ہی الہیت کو مجسم کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ الہیت صرف صفت ہے۔

تفسیر صوفیانہ | تَوَكَّأَ فِيهِمَا الْإِلَهَ أَلَا اللَّهُ لَعَنَدَنَا فَبُحِنَ اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ - كَذِبٌ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُنْكِرُونَ - أَمْ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ

الِٰهَةً - قُلْ هَآؤُنَا بُدُّهَا تَكُفِّرُ - اگر ہوتے آسمان روحانیت اور زمین بشریت میں ہدایت ربانی کے علاوہ کوئی اور دیگر بہت سے مدبرات جہانیت۔ مثلاً عقل کو آسمان روحانیت کا مدبر سمجھ لیا جائے اور ہوا و نفسانی کو زمین بشریت کا منکر عملیات بنالیا جائے اور یہ عقیدہ باطل اختیار کر لیا جائے کہ عقل سے روحانیت کی اصلاح اور خواہشات نفسانی کے کہنے پر بشریت کو استعمال کر کے اچھائی اور درستی قائم رہ سکتی ہے تو مشابہہ کشف و مراقبہ اور تجربہ و دہرنا سوتیہ ہے کہ فسدنا دونوں ہی تباہ ہو جاتے نہ روحانیت باقی رہتی نہ بشریت جیسے کہ عقل و غویٰ کی تدبیر ضعیف سے فلاسفہ اور سائنسدانہ شخصیات کا داغ روحانی اور اصل طبیعت کی خودی کا مزاج بشریت اور دہریوں کا تصور روحانیت اور فرقہ ملحہدین کا اعمال شریعت اور فرقہ اباحیہ کا عقیدہ روحانی ٹوٹ بھٹ گیا۔ اس طرح کہ ان کے قدم منزل توحید سے بھٹ گئے ان کے راستے مراوط و حدانیت سے بدل گئے اور عقائد کفریہ اپنا یہ کہ عالم کو قدیم کہہ کر رب قدوس کا شریک بنالیا نہ دعوت نبوی قبول کی نہ حق کی ہدایت یہی ہے آسمان روحانیت کا فساد اور زمین بشریت کی تباہی یہ ہے کہ پھسل گئے ان کے قدم عبادت کے معنی سے ہٹ گئے ان کے سفر شریعت کے راستے سے مڑ گئے ان کے چہرے حق کی اتباع سے اور لگ گئے ان کے اجسام طاغوت و شیطن کی عبادت میں۔ عارف کامل شیخ عثمان مغربی نے فرمایا کہ جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقدسہ کو اپنا امیر بنالیا حاکم جن لیا اپنے لینے دینے بغض و محبت اور تمام دینی و نبوی معاملات میں تو اس کے کلام سے حکمت کے پھول جھڑتے ہیں جن کی خوشبو سے پورا علاقہ معطر ہو جاتا ہے اور بندہ مدنی جن کا عطا بن جاتا ہے۔ لیکن جس نے اپنے معاملات پر خواہشات البیسیدہ نفسانیہ کو امیر و حاکم عذاب بنالیا اس کی زبان بدعت کے جھاڑ جھنکار سے فار ہو جاتی ہے یہی فساد سماوی روحانیت اور ارضی بشریت ہے۔ لہذا راہ معرفت کے سالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے ہر سفر طریقت میں کتاب و سنت والا و مریانی

ہ اسے اختیار کرے جو جنتِ محبوب کی طرف لے جانے والا۔ قربتِ مکشوف کی طرف چلانے والا اور وصلِ محبوب تک پہنچانے والا ہے۔ اسے راہِ حق کے متلاشیوں کو شش کر و کمالِ صدق کے حصول اور اعمالِ شریعت کے خلوص کی یونکہ یہی مسافرانِ حقیقت کا زاوِ راہ ہے۔ جس طرح اگر ایک منہ میں دو زبانیں ایک ایک جسم میں دو دل ایک بدن میں دو روحیں ایک آسمان پر دو سورج ہوتے تو عالمِ جسمانیّت میں اور جہانِ رنگ و بو میں فساد پچ جاتا۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی شدید تر تباہی آجاتی اگر دو الہ ہوتے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ لَوْ حَلَّلَ الشُّمُوكَ لَا نَطْمَسَتْ الْأَلْكَانُ عدل سے ہی عالمِ کثرت کا قیام و بقا ہے اور عدلِ ظن و عدت ہے اسی ظن و عدت سے آسمانوں کی اصلاح زمینوں کی قلامح ہے اگر مرکباتِ دہر میں خبیثہ وعدائیت نہ ہوتی تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور اگر کبھی خبیثہ وعدت ختم ہو جائے تو فساد برپا ہو جائے فَسُحْنُ اللَّهِ سَابِتُ الْعُرْشِ۔ پس ثنا ہے اس سب تعالیٰ کی جو عرش کا خالق ہے اُسی نے اس عرشِ اعلیٰ میں فیضِ دین کے معدن پیدا فرمائے اور قریشِ اُسفل میں دنیا کے مخزن۔ سبحان ہے اُس کی ذاتِ برہان ہے اس کی صفات اور رحمن ہے اُس کی عادات تمام وعدتیں اسی کے لائق وعدت میں ثنا ہے۔ ثنا میں حمد سے اور تمام حدیں اسی ذاتِ پاکِ مَلَّ وُحَلَّی کے لیے ہیں۔ منزہ ہے وہ اُن تمام خرافات۔ تخیلاتِ تصوراتِ نظریہ بدیہیہ سے۔ عَالِیْفُیُون۔ جن سے یہ کفار اُس ذاتِ قدیم کو موصوف کرتے ہیں یہ اسے برتر از خیال و قیاس گمان دوم و از ہر چہ گفتہ اندو شنیدند و کردہ اند زَبِیْثُ۔ اُس کے کسی فعل پر نہ سواں ہے نہ حساب ہے نہ کتاب نہ مواخذہ نہ مطالبہ کیونکہ وہ خالقِ سب مخلوق وہ مالکِ سب ملک وہ حاکمِ سب مخلوم وہ غالبِ سب مغلوب وہ حاسبِ اور سب محسوب وہ قاهرِ سب مقہور و لَہْذَا۔ وَ هُمْ يُكَلِّفُونَ۔ وہ سب دنیا و آخرت میں پوچھے جائیں گے دنیا میں عتاب سے آخرت میں عتاب سے دنیا میں کتاب سے آخرت میں حساب سے یہ بھی امتحان وہ بھی امتحان۔ دنیا میں دیکر امتحان ہے آخرت میں لے کر امتحان ادھر بھی وہی حاکم وَحْدَہ لَا شَرِیکَ اُدھر بھی وہی حاکم وَحْدَہ لَا شَرِیکَ آمَرَ اتَّخَذَ وَرَکِبًا انِ حَقَّارِ رذیلہ کثیفہ نے بہت سے معبود بنا رکھے ہیں۔ موفیاء و کرام فرماتے ہیں کہ شریعت میں غیر اللہ کی عبادت اس کو الہ ماننا ہے مگر طریقت میں غیر اللہ کا تصور و تخیل قائم کر لینا بھی اُس کو الہ ماننا ہے۔ شریعت کا کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ۔ طریقت کا کلمہ۔ لَا مَوْجُودَ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ دعویٰ ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ۔ اس کی برہان ہے قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ۔ اسے محبوب فرما دو کہ اِلٰہِ واحد کی برہان تو میں خود ہوں تم اپنے معبودوں کی برہان لاؤ اگر تم میں عقل و شعور بہت و جرئت

ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی برحان پوری کائناتِ انسانیت کے لیے محمد رسول اللہ ہی ہیں وجہ ہے کہ رسول اللہ اگر چہ شمار میں مگر الا اللہ کے ساتھ ازل سے ہی محمد رسول اللہ ہے خواہ ساقی عرش ہو بابِ جنت۔ سینہٴ علماں ہو یا پیشانی حوران۔ اشجارِ بہشت ہوں یا اوراقِ طوبی۔ ذکر قرآنی ہو یا بیانِ انجیل۔ آیتِ توریت ہوں یا دعاؤ زبردی ہذا ذکرِ مَن مَعِيَ وَذِکْرُ مَن قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُ حُمْدًا وَتَعْلَمُونَ الْحَقُّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ اے غفلتِ ناسوتی میں نفسِ نادان کو معبود سمجھنے والو یہ سزاوار و کشفِ نور اور معرفتِ توحید کے وہ ذکرِ برحانی ہیں جو اب بھی میرے ساتھ ہیں ظاہر و آشکار اور مجھ سے پہلے انبیاء ائم کے پاس نورِ وحدت کے دلائل و اذکار تھے مگر اس دنیا و دوزخ میں لا شعوری کی کثرت ہے لا شعوری سے بے علی اور بے علمی سے جہالت پیدا ہوتی ہے اور جہالت کی ظلمتوں میں حق کی پہچان محال ہوتی ہے اس لیے فَهُمْ مُّعْرِضُونَ۔ اور جب انسانیت میں حق کی پہچان نہ رہے تو اعرض کے لہجہ اور نفرت کی بیماریاں اُنکار کی سرکشیاں عروج کرتی ہیں۔ فسق کفر شرک سب اسی جہالت کی غارِ داغدار ہیں۔ پھولِ حق ہے اور غارِ باطل ہے خاویٰ اُنسیت و اُنسیت و مل و قرب رکھنے والے پھولوں سے مُعْرِضُونَ ہوتے ہیں خار و گل کا فرق بتانے والے حق و باطل کا نشان دکھانے والے وحدتِ محمود کو تحقیق سے ثابت کر کے سمجھانے والے اور کثرتِ مخلوق کا مکاشفہ کرتے والے علامہِ محققین ہی ہیں یہ علما ہی سیرِ مقامات و قطعِ منازلِ قربات میں اپنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ معیت اور خدمتِ ہمراہی میں ہیں اکیسے ارشادِ نبوی ہے عَلَّمُوا مَعِيَ كَأَنِّيَأْتِي بَنِي إِسْرَآئِيلَ کہ طلبِ حق کی صداقت اور کونین سے علیحدگی توجہ اِلی اللہ میں جو ذکر و عملیات میں قَبْلِي انبیاء علیہم السلام کا تھا وہ ہی اب میرے ہمراہی علما کا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ آسْمَانِ وَزَمِنْ تَوْخَلُّقِ كَيْفَ اور مخلوق معرفتِ خالق کے لیے اور معرفتِ عبادت کے لیے امدادِ ثمریت کے لیے اور ثمریتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے اسی لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو صرف اسی دلی کے لیے مبعوث فرمایا کہ بندوں کو بتادیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا۔ اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں حکمتِ بعثتِ انبیاء علیہم السلام یہی سمجھانے کے لیے ہے کہ آسمانوں اور زمین کے اندر دو چیزیں قائم و ظاہر ہیں ایک توحیدِ بالائتقان دوم عبادتِ بالاطلاص ان دونوں کا فائدہ معرفتِ الہی ہے کیونکہ فَاعْبُدُونِ کا مقصود اصل یَعْرِضُونَ ہے۔ معرفت وہ امانت ہے جس کو صرف انسان نے قبول کیا۔ عبادت مراطِ معرفت ہے اور معرفت مراطِ قرب ہے اور قرب مراطِ وصل ہے اور وصل مراطِ رویت ہے اور رویت اصل

منزل ہے اس لیے اعلیٰ ہے ہر طریقت سے لہذا عارفین مشتاق ہوتے ہیں منازلِ واصیلین کے واصیلین مشتاق نہیں ہوتے منازلِ عارفین کے منازلِ معرفت میں محنت مشقت اور تصکاوٹ پیدا ہوتی ہے مگر منازلِ وصل میں رویت ہے اور رویت سے سرور و رضا پیدا ہوتی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ معرفت اَلْعَفْ ہے۔ رویت اشرف ہے۔ معرفت اشہ ہے۔ رویت اگد ہے۔ پس سالکین پر واجب ہے کہ معرفتِ توحید کی تحقیق اور رویتِ حمید مجید کے وصل میں کوشش کرتے رہیں۔ توحید کی تین قسمیں ہیں ۱۔ سالکِ متبہی کی توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اس کی سیر منازلِ عالمِ اجسام میں ۲۔ سالکینِ واسطی کی توحید لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔ اس کی سیر منازلِ عالمِ قربِ روحانی ۳۔ سالکینِ منتہی کی توحید لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔ اس کی سیر وصلِ عالمِ حقیقت میں یہی معراجِ لامکانی ہے۔ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اکثر لوگ اسلام و توحید کے مدعی بنتے ہیں مگر حق و باطل میں فرق اور تمیز نہیں کر سکتے۔ اسی لیے شرک کو توحیدِ ریا کو خلوص خواہشات کو ریاضت، گستاخی کو ادب، بدعت کو تقویٰ، نجاست کو طہارت اور دنیا کو دین سمجھ کر سچائی صداقت و حقیقت و عدالت سے مُعْرِضُونَ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت کی اتباع طریقت کی اطاعت معرفت کی ریاضات ان میں ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اگر بندے میں وصالِ حق کی استعداد و صلاحیت یافت ہو تو یقیناً اہل حق کا وصل پالیں اور اس طرح سالکینِ شریعت، حاملینِ طریقت، عارفینِ معرفت، واصیلینِ حقیقت کی منزلیں پالیں۔ لیکن تارکینِ اصول کو وصول سے عرونی ہے اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق بدایت ہے اور اسی کی اعانت سے مقامِ صدق و التحقیق کا وصل ہے۔ عالمِ حیاۃ ظاہری میں ہر طرف دَعْوُ یُسْکُونُ کی آوازیں ہیں۔ ہر بندہ خود ہی سائل اور خود ہی مسؤل ہے جو خود اپنا محاسبہ کرتا ہے وہ کامران ہے مگر محاسبہ کرنے والا نازک کے لیے اپنے باطل کو ضبط کر کے اعتناء و جوارج کے ذریعے آمادہ کرتا ہے اور مقامِ محاسبہ کو مستحکم کرتا ہے۔ صاحبِ محاسبہ بندہ جب ناز پڑھتا ہے تو اس کا نور دوسری ناز تک اُس کے تمام اجزاء کو روشن رکھتا ہے اس طرح اس کی ناز اُس کے اوقات سے اور اُس کا باطن اُس کی ناز سے روشن و نور ہو جاتے ہیں۔ اور باطن کی چمک ظاہر پر جھلکتی ہے۔ یہ محاسبہ ہی سچی توبہ ہے اور بندہ حق پہنچ توبہ کرنے کے بعد رجوع الی اللہ کرتا ہے یہ رجوع توبہ کا دوسرا درجہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف صدقِ قلبی صفائی عقلی خلوصِ عملی سے رجوع کرتا ہے وہ ہر اُس چیز کو چھوڑ دیتا ہے جو اسے رب تعالیٰ سے غافل کرے جو بندہ اپنے محاسن و عیوب کو صدق و خلوص کے ترازو میں نہ تو لے وہ کامل مردوں کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہذا اعمال کی قایموں پر نظر رکھنا اور آئندہ کے لیے پچنا سچی بچی توبہ کے لیے ضروری ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ بَلْ عِبَادٌ

اور کفار نے ہمیشہ کہا کہ رحمن نے اولاد بنالی حالانکہ اس کو پاکیزگی ہے ایسی چیزوں سے بلکہ وہ سب ایسے
اور بولے رحمن نے بیٹا اختیار کیا۔ پاک ہے۔ وہ بلکہ بندے

مُكْرَمُونَ ﴿٣٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ

مقرب بندے ہیں کہ نہیں پہل کرتے وہ اُس معبود سے بات میں اور وہ سب اپنے الٰہی معبود کے حکم
میں عزت والے۔ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر

يَعْمَلُونَ ﴿٣٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

پر عمل کرتے ہیں جو جانتا ہے اس تمام کو جو اُن کے سامنے ظاہر ہے اور اُس تمام کو جو اُن کے پیچھے پوشیدہ ہے
کار بند ہوتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو اُن کے آگے اور جو اُن کے پیچھے ہے

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنَ

اور سفارش تک نہیں کرتے مگر اس کی جو منتخب ہو چکا اور وہ
اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جس کیجیے وہ پسند فرمائے اور وہ اس کے

خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي

اُس کے رعب سے کانپنے والے ہیں۔ اور جس ایک نے کہا کہ بے شک میں بھی
خوف سے ڈر رہے ہیں۔ اور اُن میں جو کوئی کہے کہ میں

إِلَهُ مِّنْ دُونِهِ فَذَلِكْ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ

معبود ہوں اُس اللہ کے سوا تو اس کفر پر بدلا دیں گے ہم اس کو جہنم کا۔ اس طرح
اللہ کے سوا معبود ہوں تو اُسے ہم جہنم کی جزا دیں گے۔ ہم ایسی ہی

نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝۶۹

بدلہ دیتے ہیں ہم تمام ظالموں کو

سزا دیتے ہیں سنگساروں کو

تعلقات ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پھلی آیت میں اپنے پاس سے ذمہ اختراع سے معبود بننا لینے کا ذکر ہوا اب ان کی قسموں کی

طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ اولاد بھی چونکہ ہم مثل ہوتی ہے تو گویا اولاد ماننا بھی معبود ہی بنانا ہے فرمایا گیا کہ یہ لوگ معبود نہیں یا ان کی اولاد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مکرّم قابل تعظیم بندے ہیں۔ دوسرا تعلق۔ پھلی آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص کسی کام۔ یا عمل پر پوچھ گچھ نہیں کر سکتا وہ ہر کام اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ اب ان آیت میں کفار کے خود ساختہ ذمہ معبودوں کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ وہ ہر کام اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر اس کے حکم اس کی رضا و اجازت سے کرتے ہیں اپنی مرضی سے ایک کام بھی نہیں کر سکتے۔ تیسرا تعلق۔ پھلی آیت میں کافروں سے ان کے باطل معبودوں کے بارے میں دلیل مانگی گئی تھی کہ ھا کُوا بُرْهَانَکُمْ۔ اب ان آیت میں عباد کی بندگی عاجزی اور تابعداری اور عبد ہونے کی دلیل دی جا رہی ہے۔ شان نزول۔ کہ مکہ میں

ایک قبیلہ بنی خزاعہ تھا جس نے اپنا عقیدہ یہ بنایا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں چونکہ فرشتے نظر نہیں آتے اس لیے وہ ان کو پردہ نشین بیٹیوں سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ یہودہ عقیدہ بنائے پھرتے ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی از ۲۱ تا ۲۹۔ (از خزائن العرفان) یہودیوں کا ایک فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے نسبت سسرالی قائم کی اور جنات تینوں سے بطور بیوی ہم بستر کی تو فرشتے بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ قرآن مجید کی سورہ صافات آیت ۱۵۸ میں ہے۔

وَجَعَلُوا ابْنَتَهُ وَابْنَتَ الْجَنَّةِ نَسَبًا (از تفسیر جامع البیان وکبیر) معاذ اللہ معاذ اللہ۔
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ یٰلَہٗ عِبَادٌ مُّکْرَمُونَ لَا یَسْتَوِی
بِالنَّوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِہٖ یَعْمَلُونَ۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ أَیْدِیْہِمْ وَمَلْفَہُمْ
وَلَا یَشْفَعُونَ۔ واوہر جملہ قالوا باب نصر سے فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ اتَّخَذَ باب افتعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اتَّخَذَ وَاخَذَ مہموز الفاسے بنا

بنا ہے لغوی ترجمہ ہے کسی کا رکھنا حاصل کرنا خواہ تناول سے ہو یا قبر سے مصیبت آنے اور قید کرنے کو بھی اخذ کیا جاتا ہے جبراً لینے کو موافقہ اسی معنی سے کہتے ہیں اتخاذاً دراصل تھا را اتخاذاً بمعنہ شامیہ مادیہ کو اولاً بنایا بوجہ ثقل پھر کی کوت بنایا بوجہ قرب مخرج پھر دونوں کا اوقام کر دیا۔ اَرْحَمُ باری تعالیٰ کا اسم خصوصی ہے بحالت رقع کیونکہ فاعل ہے وَلَدًا اسم منسی مفرد بمعنی حقیقی اولاد واحد جمع دونوں کے لیے ہے۔ بنسبت مذکر بمعنی نطفہ کی اولاد۔ بنسبت مؤنث بمعنی پیٹ کی اولاد ابن اور وَلَدٌ اَب اور والدین سات طرح فرق ہے تفصیل تفسیر عالمانہ میں بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ مفعول پہلے اَرْحَمُ ذوالحال ہے۔ اَرْحَمُ مصدر مضاف ضمیر واحد مذکر غائب مرجح اَرْحَمُ ہے۔ خبر متصل ہے کیونکہ مفعول مضاف الیہ یہ مصدر مضاف اپنے مفعول مضاف الیہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر حال ہے اَرْحَمُ کا دونوں مل کر فاعل ہے اتخذاً فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ بَلْ حرف عطف اضراب یعنی مقولہ سابق کی تردید کے لیے۔ عبادہ اسم جمع مکسر تکثیری واحد عِبْدٌ ہے مبتدا ہے مَلَكُمُ مَوْنٌ باب افعال کا اسم مفعول جمع مذکر معدیہ اِکْرَامٌ مَلَكُمُ سے بنا ہے بمعنی عزت دینا عزت لینا۔ مَقَرٌ ہارگاہ ہونا۔ ایک قہرُت میں مَلَكُمُ مَوْنٌ باب تفعیل سے ہے مُمٌ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا نائب فاعل یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر موصوف لَّا یَسْبِقُوْنَ باب ضرب کا فعل مضارع منفی بلا جمع مذکر غائب مُمٌ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجح عبادٌ سبق سے بنا ہے اس کا لغوی معنی ہے قدم سے آگے بڑھنا اب اصطلاحاً مُمٌ بڑھنے کو سبق اور سبقت کہہ دیتے ہیں۔ یہاں قول و مل میں آگے بڑھنا ہے ضمیر مفعول بہ مرجح اَرْحَمُ ب حرف جر بمعنی تی یا بمعنی من یا یہ ب بیسیہ ہے القول الف لام معرفہ منسی یا استعراقی قول اسم مال مصدر جامد بمعنی بات یہ جار مجرور متعلق ہے لَّا یَسْبِقُوْنَ سب سے مل کر معطوف علیہ ہوا واو عاطفہ مُمٌ ضمیر مبتدا ب جارہ تعدیہ کی اُمیر اسم مفرد جامد بمعنی حکم مضاف ہے ضمیر واحد مذکر غائب مرجح ہے اَرْحَمُ موصوف ہے۔ تعلیم باب سماع کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجح اَرْحَمُ کا اسم موصول منسی یعنی تمام اشیاء بین اسم ظرف مکانی مضاف ہے اُنیدی اسم جمع مذکر مکسر اس کا واحد ہے یذ بمعنی ہاتھ مضاف ہے۔ بین کا لغوی ترجمہ ہے ہاتھوں کے درمیان لیکن محاورہ معنی ہے سامنے ظاہر تاخذ نگاہ ہم اسم ضمیر جمع مذکر غائب خبر متصل مضاف الیہ مرجح ہے عبادہ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے یعنی کا یہ مرکب اضافی جملہ ہے کا کا دونوں مل کر معطوف علیہ ہے واو عاطفہ کا موصولہ خلف اسم مفرد بمعنی پیچھے پوشیدہ

نامعلوم مضاف ہے مضم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی صلب ہے موصول صلب کر معطوف ہے دونوں عطف
 مل کر مفعول یہ ہے یَعْلَمُ کاسب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے بامرؤیں ضمیر کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ
 ہے امر کا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے یَعْلَمُونَ کا۔ اس تقدم سے خبر کا فائدہ ہوا ترجمہ ہو گیا
 اُن کے حکم پر یَعْلَمُونَ اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا
 دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ لَا یَشْفَعُونَ باب فتوح کا مضارع متغی بلا جمع مذکر
 غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع ہے عبادٌ رَبِّهِمْ سے مشتق ہے بمعنی شفا رشح کرنا بخشوانا یہ فعل
 با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ نہ ہوا الا حروف استثناء۔ لام بارہ تفعیل کا مَن اسم موصول برائے ال غنول
 ارتضیٰ باب افتعال کا فعل ماضی مطلق اس کا مصدر ہے ارْتَضَاً وَرَضَىٰ سے بتا ہے بمعنی راضی ہونا
 رضا حاصل کرنا۔ ارْتَضَاً کا معنی رضا کے یہ منتخب کرنا کر لینا یا منتخب ہونا یہاں مراد ہے شفاعت
 کے لائق ہونا ہماری اس تفسیر سے یہ فعل لازم ہے اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع مَن ہے
 ایک قول میں مرجع اَرْحَمُنْ سے اور یہ فعل متعدی ہے تب ترجمہ ہو گا کہ جس کو اللہ نے شفاعت کے
 لائقوں میں سے چن لیا پسند کر لیا۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلب ہوا مَن کا دونوں مل کر مجرور
 متعلق ہیں پوشیدہ کِشْفَعُونَ کاسب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا لَا یَشْفَعُونَ کا دونوں مل کر
 جملہ استثنائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَهُمْ مِّنْ خَشِیَّتِهِ مُشْفِقُونَ۔ واو عاطفہ مضم ضمیر مذکر غائب
 مرفوع منفصل مبتدا ہے مرجع ہے عبادٌ رَبِّهِمْ جازہ بیانہ خشیۃ اسم مفرد حاصل مصدر جامد بمعنی
 رعب و بربہ جلال حدیث یہاں سب معنی درست ہیں مضاف ہے ضمیر مضاف الیہ مرجع اَرْحَمُنْ
 یہ مرکب اضافی مجرور متعلق مقدم ہے اس تقدم نے خبر کا فائدہ دیا مُشْفِقُونَ باب افعال کا اسم
 فاعل جمع مذکر مصدر ہے اِشْفَاقٌ شَفَقٌ سے بنا ہے بمعنی ایسا خوف ہونا جس کا اثر جسم پر ظاہر ہو
 اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے مرجع عبادٌ رَبِّهِمْ یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق
 مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا لَا یَشْفَعُونَ کے
 جملے پر وہ دونوں مل کر عطف ہوا وَهُمْ بِأَمْرِهِ کے جملے پر وہ عطف ہوا۔ اَلْ عِبَادُ کے جملے
 پر وہ عطف ہوا اَلْخَیْرِ کے جملے پر سب مل کر مقولہ ہوا قول کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا وَهُمْ
 یَعْلَمُونَ مِنْهُ اِنَّ اِلَهَیَّ مِنْ دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ کَذَٰلِكَ نَجْزِی الظَّالِمِیْنَ
 واو ہر جملہ مَن اسم موصولہ شرطیہ مَن پانچ قسم کا ہے ۱۔ شرطیہ ۲۔ سوالیہ ۳۔ انکاریہ ۴۔ نافیہ ۵۔ موصوفہ
 ۶۔ موصولہ ان میں سے صرف شرطیہ مضارع پر آتا ہے اور اس کو جزم دینا ہے دیگر کوئی جزم نہیں

دیتا یہاں مَنْ شرطیہ ہے اس کی اصلیت موصول ہوتا ہے اس لیے یہ معنی ہر جگہ ساتھ ساتھ گئے۔ یَقُولُ
باب نعر کا فعل مضارع مثبت معروف انشائی واحد مذکر غائب بحالت جزم ہے دراصل تھا
یَقُولُ مَنْ نے جزم دیا تو واؤ لام دوساکن ہوئے واؤ حرف ملت گر گیا۔ بمعنی ماضی ہے کیونکہ
مجزوم مضارع ماضی مطلق کے معنی میں ہوتا ہے۔ لیکن فعل ماضی اور مضارع بمعنی ماضی میں فرق
یہ ہے کہ حل ماضی میں صرف گزشتہ کا ذکر ہوتا ہے حال تک رہنے کا کوئی ذکر نہیں ہوتا لیکن مضارع
بمعنی ماضی میں گزشتہ سے حال تک یا مستقبل تک کا زمانہ مراد و شامل ہوتا ہے۔ مثلاً قَالَ اُس نے
کہا پہلے زمانوں میں مَنْ یَقُولُ جس نے بھی کہا اور اب تک ایسا ہی اسی قول پر ہے۔ اسی طرح ماضی متقی
اور مضارع نفی تجد بل میں بھی فرق ہے مِنْعَمْدٍ مَنْ جارہ تبعیضیہ ضم ضمیر کا مرجع جہاں ہے یہ جار
مجرور متعلق ہے یَقُولُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ یَقُولُ کا فاعل مَوْءُودٌ پرشیدہ مرجع مَنْ ہے
اِنَّ حرف مشبہ فی ضمیر واحد متکلم اسم ہے اِنَّ کا۔ الہ موصوف ہے مَنْ جارہ زائدہ۔ بیا نیہ دُونَ اسم
نافیہ بمعنی بغیر سوا مضاف ہے ضمیر کا مرجع اَلرَّحْمٰنُ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق
ہے صَادِقُ اسم فاعل کے دراصل معنی اس طرح ہے اِنِّیْ اِلٰہٌ صَادِقٌ۔ یہ اسم فاعل اپنے پرشیدہ ضمیر
صیغہ واحد متکلم فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہوئی اِلٰہُکَ دونوں مل کر خبر اِنَّ یہ سب مل کر جملہ
اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا یَقُولُ کا دونوں مل کر صیغہ ہو ا موصول صیغہ مل کر شرط ہوئی ف جزائیہ۔ یہاں ف
جزائیہ واجب ہے کیونکہ جزاء ذَالِکَ اسم ہے۔ ایک قول میں فَعَلٰی ذَالِکَ ہے یعنی اسی جرم یا اسی
کے پر ذَالِکَ اسم اشارہ مذکر کے لیے ہے تجزیٰ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف
بمعنی مستقبل جمع متکلم مرجع اَلرَّحْمٰنُ ضمیر غائب مرجع مَنْ ہے پہلا مفعول بہ تجزیٰ کا جہنم مفعول
دوم ہے مفعول فیہ ہے تجزیٰ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مشار الیہ ہوا ذَالِکَ کا اسم اشارہ
اپنے مشار الیہ سے مل کر مشبہ ہوا اگلی عبارت تَبَشِیْ کا۔ کَذٰلِکَ حرف تشبیہ تجزیٰ باب ضرب کا
مضارع بمعنی حال جزئی ہمزو اللام سے مشتق ہے بمعنی بدلا دینا جزا دینا ایک قرئت میں تجزیٰ باب
افعال سے دونوں جگہ۔ اَنْفَلِیْنِ اسم جمع کثرت مذکر سالم الف لام اسی بمعنی اَلَّذِیْنَ مفعول بہ
ہے تجزیٰ کا سب مل کر جملہ ہو کر مشبہ بہ ہوا ذَالِکَ مشبہ کا دونوں مل کر جزا شرط و جزا مل کر جملہ
قولیہ شرطیہ ہو گیا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُونَ لَا
تَسْبِقُوْہٗۤ اِلَّا الْقَوْلُ وَهُمْ بِاَمْرِہٖۤ یَعْمَلُوْنَ۔ اور کچھ مشرکین نے

اپنے شریک عقیدوں میں یہ کہا کہ رحمن نے اپنی رحمانیت پیار و شفقت سے اپنے بے اولاد بنائی اصل اور سب سے بڑا شرک یہی ہے بلکہ معبودیت باری تعالیٰ کا سرے سے انکار ہے ساتھ وہ سے ایک یہ کہ اللہ ضد۔ قدر۔ کفر۔ وارث شرک سے بے نیاز و منزہ یعنی سُبْحَانَ اللہ ہوتا ہے مگر والدین چیزوں کا محتاج ہوتا ہے دوم یہ کہ بیٹا اپنے باپ سے کچھ چیزوں میں مشابہ ہوتا ہے کچھ چیزوں میں علیحدہ اور جس کی یہ کیفیت ہو وہ دو قسم کی چیزوں سے مرکب ہوا۔ اللہ مرکب نہیں ہو سکتا کیونکہ مرکب اپنی ترکیب میں اجزا کا محتاج ہوتا ہے سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سُبْحَانَ اللہ ہے اور سبحان ہی معبود ہو سکتا ہے نہ کہ غیر سبحان۔ اسی لیے صحیفوں میں ایک ہزار بار۔ توریت میں پینتیس بار زبور میں اکہاون بار۔ انجیل میں پچیس بار اور قرآن مجید میں اکتالیس بار لفظ سبحان ارشاد ہوا۔ لفظ سُبْحَانَ۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی اہم خصوصی صفت ہے کہ بعض مفسرین نے اس کا معنی ہی اللہ کیا ہے کسی کو بھی بخیر و ب شر تعالیٰ سبحان کہنا جائز نہیں۔ چہارم یہ کہ فرمایا گیا۔ بَلْ عِبَادٌ مُّشْرِكُونَ جن ملکہ کو تم اللہ تعالیٰ کی اولاد کہہ رہے ہو وہ سب اُس کے بندے ہیں۔ بندے اولاد نہیں ہو سکتے اور اولاد بندہ نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ کو والد کہہ کر اُس کی معبودیت کا انکار ہے پنجم یہ کہ۔ فرمایا گیا مَکْرَہُونَ۔ ایک قرأت میں ہے مَکْرَمُونَ۔ یعنی وہ فرشتے مقرب و مکرم ہیں اور تکریم و تقرب اطاعت سے اطاعت عبادت سے اور عبادت عبد سے ہوتی ہے نہ کہ اولاد سے عبادت جس کی ہو وہ معبود ہے اور ولدیت جس سے ہو وہ باپ ہے مکرمون سے معبودیت ثابت اور ولدان سے معبودیت کا انکار۔ ششم یہ کہ فرمایا گیا۔ لَا يَسْقُوتُ ذِكْرُكَ فِي سَمَاءٍ مِّنَ السَّمَاوَاتِ میں وہ فرشتے آگے بڑھنے اور پہل کرنے کی ہمت نہیں کرتے نہ کوشش کرتے ہیں نہ انھیں پہل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ خیال رہے کہ سبقت کرنے کی سات وجوہ سے ضرورت پڑتی ہے۔ ۱۔ جب بندہ محتاج ہو کھانے کا یا پینے کا یا نکاح کا یا لباس کا یا سردی گرمی سے بچنے کا یا بیماری سے بچنے کا آفات بلیات سے ڈرتا ہو۔ ۲۔ اِنْ عَلَنَ مِنْ عَيْنِ غَنَاهِ جی کر لیتا ہے تو گناہ کی معافی اور حاجات کی حصول کے لیے دعا کرتا ہے اور دعا میں سبقت ہے۔ مگر ملاکہ کو یہ کوئی علت نہیں اس لیے ان کو کسی دعا وغیرہ کی اور دعا میں سبقت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہفتم وجہ یہ کہ ارشاد ہوا۔ وَهُمْ بِأَصْوَدَ لَيَلُونِ۔ یعنی ملاکہ صرف قول میں ہی تابع اور مطیع و منتظر حکم نہیں بلکہ ہر عمل میں بھی حکم کے بندے ہیں یہی اُن کی شانِ بندگی اور جوارِ عہدیت ہے۔ یہ چیز اولاد سے نہ ممکن ہے نہ میسر، تو اولاد کہہ کر عہدیت کا بھی انکار ہوتا ہے اور معبودیت

کا بھی خیال رہے کہ لفظ ابن اور ولد اس طرح اب اور والد میں تقریبات طبع فرق ہے پہلا فرق یہ کہ لغت عربی کے لحاظ سے ابن اسم نومی ہے اس لیے اس کی مؤنث بنت ہے ولد اسم جنسی ہے لہذا یہ مذکر مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے ولد کا مؤنث کوئی نہیں اسی طرح اب کی جمع ہوتی ہے والد کی نہیں ہوتی۔ دوسرا فرق یہ کہ ابن اور اب نسبتی لفظ ہے جس کا اردو میں ترجمہ ہے والا مثلاً ابن امیہ راستے والا (مسافر) اور ابوتراب یعنی مٹی والا ولد اور والد نسبتی لفظ میں تیسرا فرق یہ کہ ابن کا معنی پورے کیا ہوا اور اب کا معنی ہے پرورش کرنے والا۔ لیکن ولد کا معنی ہے نسل بننے والا اور والد کا معنی ہے نسل بنانے والا چوتھا فرق یہ کہ ابن اور اب عام ہے نطفے اور غیر نطفے کو مگر ولد کا معنی نطفہ اور والد کا معنی نطفے والا۔ پانچواں فرق یہ کہ ہر سکا سو تیل ابن اور اب ہو سکتا ہے لیکن والد اور ولد صرف سکے باپ بیٹے کو ہی کہہ سکتے ہیں۔ چھٹا فرق یہ کہ ابن اور ولد میں اسی طرح اب اور والد میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر ولد ابن ہے مگر ہر ابن ولد نہیں اسی طرح ہر والد اب ہے مگر ہر اب والد نہیں ہے نسبتیں چار قسم کی ہوتی ہیں ۱۔ نسبت تساوی ہے کہ دونوں چیزیں ہر تعداد میں برابر ہوں ۲۔ نسبت تباہی دونوں چیزیں بالکل جدا ہوں مثلاً آگ پانی اینٹ پتھر کوئی پانی آگ نہیں کوئی آگ پانی نہیں ۳۔ نسبت عام خاص میں وجہ کہ بعض میں اشتراک بعض میں جدائی ۴۔ نسبت عام خاص مطلق ساتواں فرق یہ کہ ابنیت اور ابوت ختم ہو سکتی ہے مگر ولایت اور والدیت کبھی ختم نہیں ہو سکتی لیکن عام عربی اصطلاح میں ابن کہہ کر ولد اور ولد بول کر ابن مراد لیا جاسکتا ہے اس طرح اب بول کر والد اور والد بول کر اب مراد لیا جاسکتا ہے بشرطیکہ کوئی قرینہ موجود ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ابن اللہ بول کر ولد اللہ مراد لیا جاسکتا اسی آیت کے قرینے سے۔ اور ابیہ اذر بول کر موی مراد ہے نہ کہ والدیت اغضونی و لوالدتی والی بڑھاپے کی دعا کے قرینے سے غرض کہ اس آیت کریمہ نے اہل شرک کے دعوے اولادیت کا ایک ایسے عظیم الشان انداز میں بطلان فرمایا کہ چار باتیں ظاہر ہوئیں ۱۔ ولایت اور عبدیت کا فرق ۲۔ فرشتوں کی عبدیت ۳۔ فرشتوں کا بارگاہ الہی میں بادب اور مشفق ۴۔ برحمت و خوف زدہ رہنا ۵۔ فرشتوں کا رب تعالیٰ کے نزدیک مقرب و مکرم ہونا۔ ملائکہ اپنی رائے اور عقل اپنی تدبیر سے نہ کوئی کلام کرتے ہیں نہ کام نہ پہلے بولنے کی جلدی کرتے ہیں۔ یہ بھی بارگاہ الہیہ کا ادب ہے۔ یہ فرق ہے اولاد اور عباد میں اولاد سراپا نزدیک ہوتی ہے۔ ذات و صفات میں عباد سراپا مجز و نیاز ہوتے ہیں۔ یَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُدًى مِّنْ خَشْيَةِ مُشْفِقِينَ۔ رب تعالیٰ کے

معبود حقیقی اور لاشریک ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ رب تعالیٰ جانتا ہے ان تمام حالات کیفیات اقوال و اعمال۔ افعال و کردار کو جو ان ملائکہ کے سامنے موجودگی میں ہو رہے ہیں خواہ ان کے اپنے یا دیگر تمام جہانوں میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اور وہ سب کچھ بھی جانتا ہے جو ان کی پیدائش سے پہلے تھا اور جانتا ہے اللہ جو کچھ کائنات میں ملائکہ کو چکے ہیں اور کر رہے یا آئندہ کرے ہیں اور یہ کہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ اس تمام کو جو ان کے سامنے قیامت میں ہونے والا ہے اور اس کو بھی جو دنیا میں گزر رہا ہے اور یہ کہ جانتا ہے رب تعالیٰ ان کو بھی جن کو یہ تمام ملائکہ بھی جانتے ہیں اور ان کو بھی جن کو ملائکہ بھی نہیں جانتے۔ اور حبیب اللہ میں اتنے مرعوب ہیں کہ اپنی مرضی سے کسی کی شفاعت نہیں کرتے سوائے ان ایمان والوں کی جنہوں نے اپنا ایمان و عقیدہ صحیح طریقہ سے مرنے تک بچائے رکھا۔ لیکن غفلت و سستی یا محبت بد کی وجہ سے گناہ کبیرہ و صغیرہ کرتے رہے اور پتی توبہ کی طرف بھی متوجہ نہ ہو سکے تارک صلوٰۃ و زکوٰۃ و صیام و قیام ہی آخر تک رہے یا توبہ تو کی مگر حقوق اللہ کی قضاہ کی تمام قسم کے لوگوں کی شفاعت ملائکہ بھی کریں گے اس لیے کہ اگرچہ یہ فاسق و فاجر تھے مگر ان کے توحید و رسالت پر سچا باادب ایمان لانے کی وجہ سے رب تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ کیونکہ اصل مضبوط اور شجر طیبہ تو اللہ رسول پر ایمان اور قیامت و شریعت پر سچا پکا درست عقیدہ بنانا ہے۔ رہے گناہ و خطا یا توبہ بشری کمزوری کی وجہ سے ابلیسی خستیاں اور شیطانی جھاڑیاں ہیں جن کی شاخیں پتی اور جڑیں کمزور ہوتی ہیں توبہ کی ہمت اور شفاعت کی محنت اور شفقت کی قوت سے اکھاڑ پھینکی جاسکتی ہیں۔ آسمان ہو یا زمین عرش ہو یا فرش دن ہو یا رات یہ تمام ملائکہ باوجود بے گناہ اور معصوم ہوتے کے اپنے رب کی عظمت و تعظیم کے بڑے جلال و بڑے سے ڈتنے ترسنے والے ہیں اور نذرہ براندام ہے اس لیے کہ وہ سچے بندے اور اللہ تعالیٰ سچا و احد حقیقی خالق و مالک و معبود ہے اور چونکہ ہر حال سے وہ باخبر ہے اس لیے رعب سے سرنگوں ہیں دم بخود ہیں۔ حکایت۔ تفسیر روح البیان و تفسیر امام رازی میں ہے کہ آقاہ کائنات صلوٰۃ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں ہم نے جبریل کو عرش کے پاس حبیب الہی سے کئی ہوئی شاخ کی طرح گرا ہوا پایا۔ میں کہتا ہوں کہ عجیب نظارہ قدرت ہے کہ سردار ملائکہ آج کی رات گری شاخ کی طرح حبیب و خشیت سے نذر رہے ہیں لیکن سردار انبیاء مسکراتے ہوئے لامکان پر جا رہے ہیں وہ شانِ عبدیت کا اظہار ہے اور یہ شانِ محبوبیت کا ظہور۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اس آیت پاک میں بندوں کے عباد و مکرّمون ہونے کی وجہ اور

طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کو ہر وقت اپنے پاس قریب اور یَعْلَمُ مَا بَيْنَ رَاغِبٍ کی صفت
ازلی والا سمجھنا بندے کو مکرم بنا دیتا ہے۔ جتنا قُرب زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی ہیبت
کو شان زیادہ ہوتی ہے جو بندہ جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اتنا ہی زیادہ مکرم ہوتا
جاتا ہے اور جتنا مکرم ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ لفظ خوف مشترک ہے چار معنی
میں۔ ۱۔ ہیبت کا رعب ۲۔ عظمت کا رعب ۳۔ خوف کا معنی اندیشہ ۴۔ خوف بمعنی تقویٰ ہیبت
کے۔ رعب کو اشتقاق کہتے ہیں اور عظمت کے رعب کو خشیت۔ وَمَنْ يَقُلْ مِثْقَلَةَ ذَرَّةٍ
مِّنْ دُونِهِ فَاِنَّكَ تَجْزِيهِ جَهَنَّمَ۔ كَذَلِكَ تَجْزِي الظَّالِمِينَ۔ یہ تمام حالات و معادلات
تو ہمارے مکرم بندوں کے ہیں اور اس لیے مکرم ہیں کہ عابد زاہد مطیع شفیقین۔ ہر قول
و عمل میں رب تعالیٰ کے حکم کے منتظر۔ بلا مرقی رب کسی بھی مغضوب علیہ اور ضال و مضل کی شفاعت
نہیں کرتے نہ دنیا میں دعا سے نہ آخرت میں التجا سے۔ وہ پیارے تو ہر آن بارگاہِ معلیٰ میں حقیقتاً
کُلِّتاً سرنگوں اور مراقب ہیں۔ لیکن اگر کوئی کبھی بغرضِ محال اپنے عمل یا قول سے یہ کہہ سکے کہ میں ہی
پایں بھی اللہ ہوں۔ عمل سے اس طرح کہ اپنے آپ کو کسی قسم کا سجدہ کرانے اور غیر اللہ کو سجدہ
کرنے کرانے کے جواز کا قائل ہو جس طرح گمراہ پیر سجدہ تعظیم کرتے اور جواز کی بیہودہ دلیلیں
دیتے پھرتے ہیں۔ قولاً اس طرح کہ منہ سے اپنے معتقدین کو کہیں کہ ہم معبود ہیں ہماری عبادت کرو
جیسا کہ سب سے پہلے زمانہ نوحی میں ابلیس نے کہا اور آج تک کہتا چلا آ رہا ہے۔ یا جسے نمرود
نے اپنے زمانے میں فرعون نے اپنے زمانے میں کہا۔ یا کوئی بھی تا قیامت شیطان پھنسے میں
آکر ایسی بات کہہ دے تو اُس کے تمام اعمالِ صالحہ برباد کر کے تُجْزِيهِ جَهَنَّمَ۔ اُس کو بہت
بڑی جہنم کی سزا اُس کے اس عملِ بد کے بدلے میں ہم دیں گے۔ اور کوئی ان کو چھڑانہ سکے گا۔ کیونکہ
یہ فعلِ بد اور قولِ کفر سب سے بڑا ظلم ہے۔ اور ہر قسم کے ظالم کو جو اپنا ظلم میدانِ محشر تک
اپنے ساتھ لیے چلا آئے ہم اس طرح سزا و جہنم کا بدلہ دیتے ہیں اسے مشرک و تم تو اپنے اپنے
شرکیہ عقیدے میں انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کو ابن اللہ اور بنات اللہ بنائے پھرتے ہو مگر
اِنَّ مَكْرَمِينَ وَمُقَدِّمِينَ نے ہمیشہ یہی کہا کہ اَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِي كُفْرِي وَلَا اَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ
یا اللہ میں کس طرح اللہ یا ابن اللہ ہو سکتا ہوں مجھ میں تو اہلیت کی کوئی بھی قوت یا نشانی نہیں
ہے میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تیرے ارادہ اور علم میں کیا ہے۔ لیکن اے اللہ تو میرے ہر حال
و زمان کو ہر وقت جانتا ہے اس لیے تو ہی احسن ہے فہم ہے کم یذہ ہے و کم یؤلفہ

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ: یہ آیت پاک ظاہراً اور لفظاً تو صرف ملائکہ کی معصومیت اور شانِ عبادت کا ذکر فرما رہی ہیں مگر باطناً تا قیامت اہل ایمان کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ بارگاہِ قدس کے مکرم و مقرب کے بیٹے بن عبادتیں کرنا ضروری ہیں۔ یہ کہ بندہ کتنا ہی ذی عقل بن جائے مگر اللہ تعالیٰ سے کسی قول میں آگے بڑھنے کی کبھی بھی کوشش نہ کرے۔ نہ رسم و رواج نہ صرف و اصطلاح میں نہ عدالتی قانون نہ ملکی انتظام میں کسی بات میں اللہ تعالیٰ کی بات سے سبقت نہ جانے کی کوشش نہ کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ کی بات وحی الہی ہے اور انسانوں کے پاس اب وحی الہی صرف بذریعہ قرآن مجید اور حدیث پاک ہے اور ان فرمودات نے زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی راہیں روشن کر دی ہیں۔ سبقت کرنے کی حرمت دہی کر سکتا ہے جو اپنے قول و قانون کو زیادہ اچھا اور اونچا سمجھے اور یہ وہم ہی ابلیسیت ہے۔ یہ فائدہ لَا يَشْفِقُونَ اُولٰٓئِكَ مُشْفِقُونَ اور عِبَادَةُ مُكْرَمُونَ فرمانے سے حاصل ہوا کتنے بد نصیب اور احمق ہیں وہ مسلمان جو اسلامی قانون کو چھوڑ کر انگریزی قانون کی غلامی میں اب تک جکڑے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم انگریز سے آزاد ہو گئے۔ دوسرا فائدہ: سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت ہے اسی سے دینی دنیوی ابدی مرتبے حاصل ہوتے ہیں عظمت عزت کرامت تقریبِ ملکوت اسی خشیتِ الہیہ کے ثمرات ہیں مگر اس کا حصول دو طرح سے ہے بعض خوش نصیبوں کو عبادت و ریاضت عاجزی انکساری اور محبتِ الہی سے یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے جیسے ملائکہ اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ و علماء ربانی اور عام لوگوں کو یہ دولت دہشتِ موت، سزا و قتل خوفِ عجز اور اسلامی سزاؤں حدود و تعزیرات قصاص و قطع کے ذریعے ملتی ہے۔ موت کا ڈر ہر جاندار کو فطری ہے یہ ختم نہیں کیا جاسکتا ہاں البتہ اگر یہ ڈر خشیت و اشتقاقِ الہی کا سبب بن جائے تو یہی موت تمغہ مومن بن جاتی ہے اسلامی سزائیں اسی خشیتِ باری تعالیٰ کو پیدا کرنے کے لیے مقرر کی گئی ہیں ورنہ بد نصیب لوگ فسق و فجور کی وجہ سے نہ عجز و عبادت میں آتے ہیں نہ خوفِ الہی پیدا ہوتا ہے۔ یہ فائدہ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ نیک بندوں کی یہ نشانی ہے اور بڑوں کو نیک بنانا بھی اشتقاق سے ہوتا ہے۔ بعض گمراہ لوگ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ اور سزا و موت کو ظلم کہہ دیتے ہیں وہ بد عقل یہ غور نہیں کرتے کہ مجرم انسان وحشی ہی ہوتا ہے اور وحشی کو اسی کے

مطابق سزا ضروری ہے۔ بعض بد بخت اسلامی سزاؤں پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سزاؤں سے مجرم کو درست اور تائب ہونے کا موقع نہیں ملتا، جیل کی سزا مجرم کی اصلاح کے لیے مفید ہے میں کہتا ہوں شاید اس کے خلاف ہے معمولی مجرم بھی جیل سے بڑا مجرم بن کر نکلتا ہے۔ جھوٹے ڈرٹ غلط افسانے بنا دی گئیاں سن کر تو قوم کو درغلایا جاسکتا ہے مگر حقیقت اور تجربہ اس کے خلاف ہے بندوں کو مُشْفِقُونَ بنانے کے لیے موت کا دُر ضروری ہے۔ جہاں میں اسلامی قانون نافذ ہوا۔ وہاں کے بڑے بڑے ظالم مجرم قاتق و فاجر تصور سزا سے ہی دُھڑھکی خشیہ کے گردہ میں خود بخود سابقہ سے تائب اور آئندہ سے شامل ہو گئے۔ نہ جرائم ہوئے نہ سزا کی نوبت آئی۔ انسانی فطرت و جبلت ہے کہ موت کا ڈر ہوگا تب رب تعالیٰ کا ڈر ہوگا۔ تیسرا فائدہ۔ یہ قانون شریعت ہے کہ کسی کا گناہ کسی دوسرے پر وارد نہیں ہوتا۔ جو کرے گا وہ ہی بھرے گا۔ یہ فائدہ بن عبّاد و مکرّمون فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو کفار نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد کہا یہ ان کفار کا بڑا کفر و ظلم تھا مگر ان کے اس ظلم کمانے اور کفر بکنے سے ملائکہ کی تکریم و تقرب میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ شریعت اسلامیہ کے علم الاخلاق میں سے بزرگوں کا ادب ہر مسلمان پر واجب ہے خاص کر دینی بزرگوں کا اور ادب و احترام میں سے یہ بھی ایک بہت اہم اور اخلاقی ادب ہے کہ بزرگوں کے سامنے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کی جائیں اسلام نے جن بزرگوں کا خاص طور پر اہتمام سے ذکر فرمایا ہے وہ سات ہیں ۱۔ والدہ ۲۔ والد ۳۔ استاد خاص کر دینی استاد ۴۔ دینی بزرگ ۵۔ اپنا پیشوا ۶۔ اپنا امام ۷۔ رشتے میں اپنے سے عمر میں بڑا اگرچہ کسی علم و فن میں وہ عمر والا اپنے اکی چھوٹے سے کم تر ہو مگر چھوٹے پر پھر بھی ادب واجب ہے۔ بزرگوں کے سامنے بڑھ بڑھ کر چرب زبانی دکھانا ان کے ہونے سے پہلے بولنا اور دوران گفتگو ٹوک بازی کرنا بے ادبی کے علاوہ آداب محفل کے خلاف ہے یہ مسئلہ لَا یَسْفُؤْنَہُ بِالْفَقْوِیِّ سے مستنبط ہوا کہ ملائکہ کے مؤدب اور با ادب ہونے کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ وہ فرمانِ الہی کے صادر ہونے سے پہلے کوئی بات نہیں کرتے۔ بات کہنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ یہاں تبارک و الہیہ میں بات کا طریقہ بتایا گیا۔ سورۃ حجرات کی آیت ۱۲ میں اُمنت کہ تبارک و نبوت میں بات کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ اس طرح کے احترام کہنے سے بندے میں عاجزی پیدا ہوتی ہے اور عاجزی ہی سے دنیا و آخرت کی عزت ہے۔ جو شخص بزرگوں کے سامنے بڑ بڑ چرچر کرتا رہے وہ شکیر ہو جاتا ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ یہ بات ہر مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ

کفار کے کسی بزرگ کے متعلق کفر یہ عقیدے یا عقیدت کی بنا پر اس بزرگ کی بے ادبی اور گستاخی ہرگز نہ کی جائے۔ مثلاً یہودی عیسیٰ علیہ السلام سے بدعقیدگی کرتے ہیں اور عیسائی بدعقیدتی مگر مسلمانوں کو بہر حال عیسیٰ علیہ السلام کا ادب کرنا فرض ہے اسی طرح شیعہ لوگ حضرت علی کے متعلق کچھ بھی کفر یہ عقیدت رکھتے پھر یہ مگر مسلمانوں کو لازم ہے کہ مولیٰ علی شیر خدا کی شرعی حدود و ضوابط کے مطابق ان کا احترام قائم رکھیں یہ مسئلہ **بَنِي إِسْرَءِیْلَ مَكَرُومُونَ**۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ کفار کے کفر یہ عقیدے کے باوجود سب تعالیٰ نے فرشتوں کی شان ظاہر فرمائی۔ تیسرا مسئلہ۔ تمام ملائکہ معصوم ہیں اور معصوم سے گناہ سرزد ہو سکتا ہی نہیں۔ ان میں گناہ کا مادہ ہی نہیں ہوتا۔ یہی شان انبیاء کرام علیہم السلام کی ہے۔ یہ مسئلہ۔ **لَا یُتَّقُونَ (الذی) کے پورے کلام سے مستنبط ہوا کیونکہ لَا یُتَّقُونَ اور یَا مَرْءَہُ یَعْمَلُونَ وَلَا یُتَّقُونَ کی نسبت ملائکہ کی طرف فرمائی یعنی وہ ایسا نہیں کر سکتے۔**

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ **سُبْحٰنَہُ** **بَنِي إِسْرَءِیْلَ مَكَرُومُونَ**۔ لیکن دیگر آیت میں فرمایا گیا **سُبْحٰنَہُ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُونَ**۔ اس فرق کی کیا وجہ؟ جواب۔ شرک دو قسم کا ہے ایک شرک جو بد راہٹ اور برا بری کا دوسرا شرک اور دیت کا۔ مشرکین پہلے شرک میں بتوں اور حیوانات چاند سورج کو اکب شجرات حجرت کو صاف صاف برابر کا الہہ مانتے ہیں اور ان کو اصلاً یا تصویراً سجدہ کرتے ہیں جب کہ سب تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی کوئی تکریم و تعظیم نہیں۔ ان کی تردید کے لیے **سُبْحٰنَہُ وَتَعَالٰی (الذی) فرمایا گیا۔ وہاں صرف رب تعالیٰ کی شان اور مشرکین کا کفر بیان فرمایا گیا۔ بتوں اور ان جھوٹے معبودوں کی کسی حیثیت کا ذکر نہ کیا گیا۔ مگر دوسرے شرک میں رب کی اولاد ہوتے کا عقیدہ بنایا گیا۔ یہ بھی اگرچہ شرک ہے۔ مگر اس میں اولاد کو الہہ نہ کہا گیا نہ اس اولاد کے بت بنا کر پوجے گئے۔ اگرچہ کسی کو الہہ کی اولاد کہنا بھی درپردہ اس کو الہہ ہی ماننا ہے کیونکہ اولاد والد کی مثل ہی ہوتی ہے۔ نیز اللہ کی تمام صفات بالقوۃ اور اللہ تعالیٰ کی الہیت بھی ذات باری تعالیٰ کی طرح قدیم ہے گویا کہ الہہ ہوتا بھی قدیم ہے۔ تو چونکہ جن کو اللہ تعالیٰ کی اولاد کہا گیا ہے وہ تمام بذات خود عند اللہ مکرم ہیں۔ اس لیے یہاں ان مشرکین کی تردید کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ کی شان بھی بتائی گئی اور ان پیاروں کی تکریم بھی ظاہر فرمائی گئی۔ اس طرح کی حرز بیانی سے دونوں قسم کے شرکوں کی حیثیت بیان فرمادی گئی کہ پہلے شرک میں مشرکین اور ان کے معبودان باطل دونوں جہنم کے اندھن مگر دوسرے شرک میں صرف مشرکین جہنمی ہیں۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ **وَلَا یُتَّقُونَ (الذی) اذ لمین اذ قضی۔ یعنی قیامت میں صرف****

ان کی شفاعت ہوگی جن سے اللہ تعالیٰ خوش اور راضی ہو۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ سب تعالیٰ فاسق و فاجر زانی
چور ڈاکو شرابی فحاشی تارک نماز سے بالکل راضی نہیں لہذا ان کی شفاعت بھی نہیں اور جس کی شفاعت نہیں
وہ ابدی جہنم میں پس ثابت ہوا کہ تارک صوم و صلوٰۃ اور گناہ کبیرہ کے تمام فاسقین کافر ہیں۔ اور کافر کی
ابدی جہنم ہے (معتزلی اور موجودہ وہابی) جواب۔ معترض نے اپنے اعتراض میں ابدی جہنم کی خود
ساختہ قید لگا کر یہ اقرار کر لیا کہ یہ اعتراض نہایت کمزور اور بیہودہ ہے اولاً تو یہ یاد رکھنا چاہیے
کہ ابدی جہنم صرف کفار کے لیے ہے۔ لیکن شفاعت کے نہ ملنے سے ابدی جہنم لازم نہیں اس لیے
بہت سے بڑے بڑے متکبر فساد جن کو شفاعت نہ ملے گی وہ اپنے گناہ کی پوری جہنمی سزا جگلت
کر پاک کر دئے جانے کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچ دئے جائیں گے۔ اگر فتنی کبیر و کفر
ہوتا تو ان کو جہنم سے نہ نکالا جاتا دوم یہ کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں یعنی جو سعید
بدرجہ پسندیدہ بندوں کو ملتی ہیں ان میں پہلی نعمت رضا ہے جب بندہ اللہ رسول قرآن و حدیث
شریعت طریقت عبادت و قیامت پر ایمان لاتا ہے تو اس کو اس ایمان کے بدلے میں رضا الہی کی
نعمت ملتی ہے اور صرف سچا پکا مومن بن جانے سے ہی من ارضی کے زمرے میں داخل ہو کر دیا جاتا
ہے۔ پھر جب وہ اعمال بھی صالحہ کرے گناہوں سے قطعاً بچے تو اس کو نعمت کرامت دیکر اکرام و مکرم بنا
دیا جاتا ہے اور وہ بندہ عبّاد مُکرم مُؤن میں شامل ہو جاتا ہے اگر گناہ کرے پھر توبہ تو مغفرت کی
نعمت ملتی ہے توبہ بھی نہ کر سکے مگر نام رہے تو شفاعت کی نعمت اگر گناہوں پر نام و شرمندہ
عاجز بھی نہ بنے تو جہنم کی سزا پوری کرنی پڑتی ہے۔ یہاں اِلَّا مَنْ ارْتَضٰ میں پہلی نعمت کا ذکر ہے جو
صرف مومن مسلمان بننے سے مل جاتی ہے۔ تبسیر اعتراض۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا عقیدہ بنانا
اگرچہ کفر اور بڑا ظلم و اڑھا ہے مگر شرک نہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے بت پرستی اور غیر اللہ کو سجدہ
کنا تو شرک بتایا ہے مگر اولاد مانتے والوں اور کسی کو ابن اللہ یا بنات اللہ کہنے والوں کو شرک
نہ کہا۔ جیسے کہ یہاں بھی اور قرآن مجید کی دیگر بہت سی آیات میں جب سُبْحٰنَہ کے بعد بُت پرستوں
کا ذکر ہوتا ہے تو عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ہوتا ہے۔ جب اولاد کا ذکر ہوتا ہے تو وہاں شرک کا ذکر نہیں
ہوتا۔ بلکہ یا تَوَسَّوْا سُبْحٰنَہ پر کلام ختم کر دیا جاتا ہے جیسے یہاں اور یَا عَمَّا یُفْرِقُوْنَ۔ یا هُوَ الْغَنّٰی فرمایا
جاتا ہے کہ چونکہ بُت پرستی میں غیر اللہ کو الہ بنانا ہے اور شرک صرف یہی ہے۔ اولاد مانتے
میں اولاد کے لیے الہیت کا عقیدہ ضروری نہیں لہذا یہ عقیدہ شرک نہیں ثابت ہوا کہ عیساؑ
یہودی شرک نہیں۔ جواب۔ اصلی شرک تو اولاد ماننا ہی ہے بُت پرستی کا شرک نقل اور مصنوعی ہے

چار وجہ سے ایک یہ اولاد کی شرکت ذات صفات اور ملکیت میں ہوتی ہے۔ لیکن بُت پرستی کی شرکت صرف کارکردگی میں۔ توں کو صرف شریک کار کہا جاتا ہے دوئم یہ کہ اولاد کی شرکت خود بخود ہوتی ہے دوسروں کی کرائی جاتی ہے سوم یہ کہ اولاد کی شرکت ختم نہیں کی جاسکتی دوسروں کی شرکت ختم کی جاسکتی ہے۔ چہدم یہ کہ اولاد کی شرکت کے اظہار کی ضرورت نہیں اولاد ماننا ہی شریک بنانا ہے۔ دوسروں کی شرکت کا اظہار کرنے سے شرکت نکال پتہ لگتا ہے۔ لہذا رب کے لیے صرف یہ عقیدہ بنانا کہ اُس کی اولاد ہے سب سے بڑا شرک کرتا ہے۔ لیکن رب تعالیٰ نے اہل شرک کے نفلوں سے اس لیے ذکر نہ فرمایا کہ اولاد کے دعویدار کفار نے اپنے منہ سے اُس کو شریک نہ کہا بخلاف بُت پرستوں کے کہ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ ہمارے بُت اور دیوی دیوتا رب کے شریک کار ہیں۔ اور اوپر والے الہ کی طرح الہ ہیں۔ ورنہ اولاد ماننا بھی الہ ماننا ہے اس لیے سورۃ مائدہ آیت ۱۶ اور سورۃ توبہ آیت ۲۴ میں اولاد ماننے کو الہ ماننا ہی فرمایا گیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۚ سُبْحٰنَہٗ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّشْكِرُونَ لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضٰی وَهُم مِّنْ خَشِيَّتِہٖ مُّشْفِقُونَ ۚ اہل شرع نے اہل خیر کو اپنے فساد میں شامل کرنا چاہا۔ کیونکہ اس دنیا و دوزخ میں ہر شخص اپنے گروہ کی تعداد بڑھانا چاہتا ہے بُرے لوگ یروں کی اور اچھے لوگ اچھوں کی اہل شرک ہزار خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں۔ اہل شرع ہی بہا کہ اہل خیر و ارث الہیات ہیں اور مخلوق نہیں بلکہ مولود ہیں۔ ان کی تردید میں قلبِ مریض کی پیغمبر اصرار کی آواز بلند ہوتی ہے کہ سُبْحٰنَہٗ ۚ وہ ذاتِ باری ہر کی کمزوری سے پاک ہے اس کو کسی وارث کی حاجت نہیں نہ کسی مولود کی ہے۔ اہل خیر اپنی خیر خیرات کی بنا پر ایسے مکرم بندے ہیں کہ تعظیم الہی حیثیتِ ربانی کی وجہ سے اپنے کسی دینی دیوی قول و عبادت میں جلد بازی اور خود راہی عقل اندازی نہیں کرتے۔ ان کی ہر بات و عبادت اور طریقہ و تعداد اوقات و نباتات اللہ رسول کے فرمودات و ارشادات کے عین مطابق ہوتی ہے اور ذرہ ذرہ اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ اہل خیر جانتے سمجھتے ہیں کہ اُس نورِ قدیم سے کسی کی کوئی بات و حالات کیفیات سرآت مخفی نہیں وہ خالق تعالیٰ جانتا ہے اُن سب کے موجودات کو اور معدومات و مخفیات کو۔ اس وجہ سے شفاعت بھی نہیں کرتے بجز اُن اہل ایمان لوگوں کی جو رب تعالیٰ کے پسندیدہ بن گئے کہ جن کا ایمان رب تعالیٰ کو پسند آگیا۔ اور مقرب باگاہ ہونے کی وجہ سے اُن کی بے نیازی سے لہنے کا پینے والے

بہے رہتے ہیں۔ اور صبر سے سانس روکے ہوئے ہیں۔ مگر وہ ہوتا ہے جس کو اخلاق البیہ میں سے کوئی خلق مٹا
 فرما دیا جائے۔ اور خلق اُس کو دیا جاتا ہے جو دین رسول اللہ کی دعوت دیتا رہے۔ دعوت سے خلقت
 ہے خلقت سے عبادت ہے عبادت سے کرامت ہے کرامت سے قربت اور قربت سے جنت
 وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ اِنِّي رَاٰهُ مِنْ دُوْنِهٖ قَدْ اَلَيْكَ نَجْدٌ يُّهٖ جَهَنَّمُ۔ کَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُتَّقِيْنَ
 اہل دل کی صحبت و محفل اگرچہ ہمہ خیال مفید ہی ہوتی ہے مگر اس محفل و مجلس کے اثرات و انوار کو
 قبول کرنے کے لیے عقل سلیم و قلب فہیم لازم ہے۔ ازلی بد بخت اور شریر و خبیث قالب والے
 ہزار ہا پاکیزہ مجلسوں کے باوجود اپنی جنلی کیفیت کو بدل نہیں سکتے ظاہر اکتے ہی عجز و سکون کے
 عابد ہوں مگر انجام کار اندرونی تکبر و زناالت ظاہر کر رہی دیتے ہیں ایسے ہی بد نصیبوں میں سے
 وہ بھی ہے جس نے عبد ہو کر معبودیت کا دعویٰ رچایا اور کمزور بندہ ہو کر اپنی الہیت کا شور مچایا۔ اہ
 خالق ارض و سما کے مقابل اپنی عبادت کا ڈھونگ رچایا چونکہ اس طرح کے ابلیس کے ساتھی قیامت
 تک مختلف آبادوں میں ہوتے ہی رہیں گے۔ کہ ابلیس اپنی ذریت کے سامنے۔ بادشاہ اپنی رعایہ
 کے سامنے وزراء اپنے امراء کے سامنے امراء اپنے غرہاء کے سامنے گمراہ پیر اپنے مریدوں کے
 سامنے منکبرانہ انداز میں اپنی ظاہری با یا ظنی طرز عمل سے اپنی الہیت کا دعویٰ کریں گے۔ ذالک
 وہ آواز فخر اور دعوے دارنی شر اس انجام پر ہے کہ نَجْزِيْہٖ جَهَنَّمُ۔ ہم اس کو جہنم کا بادی
 سزا دیں گے۔ اس لیے کہ الہیت کا جھوٹا دعویٰ یا اپنے آپ کو سجدہ کرنا ایک عظیم ظلم ہے اور
 ایسے ظلم کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ ہے کہ ابدی جہنم دی جائے اسی طرح ہم تمام ظالموں کو
 ان کے ظلم کا بدلہ دیتے ہیں جب تک کہ سچی توبہ نہ کریں اور توبہ اُس وقت تک درست نہیں
 ہوتی جب تک کہ سچے دل سے مجاہدہ نہ کیا جائے۔ سچے دل کا مجاہدہ وہ ہے جس میں مبرور
 مستقل مزاجی پائی جائے۔ مجاہدہ نام ہے اپنے نفس امارہ سے جہاد اور لڑائی و مقابلہ کرنے کا
 ہر کام میں نفس کی مخالفت مجاہدہ نفس ہے جس میں قلبی صبر اور عقلی تحمل ضروری ہی ہونگی کا اقرار اور
 تکبر ابلیسی کا توڑ ہے سب سے پہلے جھوٹی الہیت کا دعویٰ اور اپنی عبادت کا چرچہ ابلیس نے کیا
 اور ابدی جزاء جہنم پائی۔ اس صراطِ طریقت پر چلنے کے لیے بڑی احتیاط بڑا صبر بہت تحمل کی ضرورت
 ہے۔ بہترین صبر اور اعلیٰ تحمل وہی ہے جو رب تعالیٰ کی راہ میں کیا جائے کہ ہمہ وقت اور ہمہ تن صرف
 رب تعالیٰ سے ہی لگن رہے۔ اور مراقبہ خلوت ایسا ہو کہ تمام شیطانی خیالات منکبرانہ تصورات
 دل سے نکال دے۔ صبر کی چار قسمیں ہیں۔ حرام سے پناہ حلال و فرائض پر استقامت یہ صبر فضیلت

ہے۔ مغلسی پر غم و مصائب پر صبر اس طرح کہ ذرہ بھر شکوہ نہ کرے۔ نعمت پر صبر کہ مغرور نہ ہو۔
حرام دنیا جائز جگہ خرچ نہ کرے۔ صبر اہل ایمان کا مقام اور جنت کا زیور ہے۔ رب تعالیٰ کا پسندیدہ
ہے۔

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

کیا نہ خود کیا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اس کو بے شک سب آسمان اور پوری زمین دونوں
کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۚ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ

منہ بند ہوتے ہیں تو ہمیشہ ہم نے ہی منہ کھولے ان دونوں کے اور بنا کی ہم نے پانی کے ذریعے ہرزندہ
ہم نے انہیں کھولا۔ اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کب

شَيْءٍ رَّحِيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ

چیز تو کیا اب بھی ایمان نہیں لاتے اور گڑھ دیا ہم نے زمین کے
وہ ایمان لائیں گے اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے

رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ۚ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا

اندر پہاڑوں کو کہ کہیں سرگ پڑے ان لوگوں کو کہ اور بنا دے ہم نے ان پہاڑوں میں گھلے
کہ انہیں رے کہ نہ کاہنے اور ہم نے اس میں کٹا دہ راہیں

سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝۳۱ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ

راستے تاکہ یہ لوگ منزلوں تک پہنچ سکیں اور بنا ڈالا ہم نے اس آسمان کو
رکھیں کہ کہیں وہ راہ لائیں اور ہم نے آسمان کو چھت بنایا

سَقَفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَتِهَا مُعْرِضُونَ ﴿۳۰﴾

مغرور بھتِ حفاظت کی نوا اور کھڑاں میں موجود نشانوں سے بے توجہ رہنے والے ہیں۔

نہا۔ کھلی گئی۔ اور وہ اس کی نشانوں سے مدد مان ہیں۔

تعلقات ان آیت کا پہلا آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی معبودیت کا ذکر ہوا کہ تمام مخلوق ملائکہ وغیرہ اس کو معبود تسلیم کرتے ہیں اب ان میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت تمام مخلوق کیلئے غدی بیگانہ سانس سے تنق کے دونوں کھولنے کا ذکر ہے گریا کہ یہ آیت پہلی آیت کی دلیل ہے کیونکہ ربوبیت معبودیت کی دلیل ہے۔ دوسرا تعلق پہلی آیت میں ایک اعلیٰ ترین شانہ کے بیان یعنی جہنم کا ذکر کیا جہنم کا ذکر یہاں کرنا ضرورہ میں دی جائیگا لیکن آیت میں جہنم کا ذکر کیا گیا ہے جو سب کے لیے جہنم ہے اور انسان جہنم سے بچ بھی سکتا ہے اور جہنم میں جا بھی سکتا ہے۔ تیسرا تعلق پہلی آیت میں کفار کی کفریات کا ذکر فرمایا گیا کہ سب تعالیٰ کے علاوہ دوسری مخلوق کو اپنی من پسندی سے معبود بنائے پھرتے ہیں حالانکہ وہ ملائکہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے کرم بندے ہیں اس کے حکم سے ہی کام کرتے ہیں اب ان آیت میں ان کاموں کی تحقیر ہی خبر دست بیان فرمائی جا رہی ہے جو رب تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے کرنا ہے۔

تفسیر نحوی اَوَلَمْ يَرَوْا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالَ خَلَقْنٰهُنَّ سَاعَةً وَّجَعَلْنٰهُنَّ مِنَ الْمَادِّ كُلِّ شَيْءٍ حَرِيْمًا اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اہمزہ استفہام پر ہے واو عاطفہ زائدہ مرتبہ کی تعلیم (دہراؤ) کے لیے ایک قرأت میں اَلَمْ يَرَوْا واو کے بغیر ہے ایک قول میں او حرف عطف تعلیمی افسہ ہے چونکہ یہاں سوال انکاری کے لیے ہے یعنی مذیت کی نفی کا انکار اور نفی کی نفی ثبوت ہوتا ہے لہذا واو پر زبر آیا۔ خیال رہے کہ او عاطفہ گیارہ معنی کے لیے مستعمل ہو جاتا ہے تاخیر تا شک تا انجام تا تفصیل رہا بابت (جواز) تا استثناء یعنی واو وصل (اگرچہ) ان معنوں میں او سکون واو سے ہوتا ہے تا وضاحت رہ ثابت کرنے کے مترادف (انکار) تا سوال کے لیے ہوتا او بفتح الواو ہوگا۔ لَمْ يَرَوْا باب فتح کا فعل مضارع منفی جہد علم معروف واحد مذکر غائب چونکہ فاعل الَّذِيْنَ جمع اسم ظاہر ہے اس لیے فعل عامل صیغہ واحد آیا لیکن معنایں جمع ہی ہے دراصل تھا بڑائی رائی سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا۔ پہلے طرف کی گئی ماقبل الف زائدہ کی وجہ سے یزاد ہو گیا پھر لَمْ کے جزم کی وجہ سے آخری حرف علت اُف گر گیا۔ اَلَّذِيْنَ اسم

موصول جمع مذکر کفر و اباب نصر کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب محم پوشیدہ ضمیر مبینہ فاعل یہ مرجع الٰہی ہے
یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جملہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر فاعل ہے کفر کا۔ اَنْ حرف تحقیق السموات
اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے سماء معطوف علیہ واو عاطفہ الارض اسم واحد مؤنث لفظی سماعی دونوں یعنی
سموات والارض بحالت نصب ہے کیونکہ اسم ہے اَنْ کا اور سموات چونکہ معطوف علیہ ہے واحد الارض
کا اسی لیے یہ جمع بھی واحد کے درجہ میں ہے اور یہ دونوں تثنیہ کے درجہ میں ہیں بدیں وجہ گائتا فعل
ناقصہ تثنیہ آئے کہ جمع کیونکہ دونوں کائیت مراد ہے یعنی پورے آسمان اور پوری زمین محم ضمیر پوشیدہ
اسم ہے گائتا کا مرجع ہے۔ سموات والارض رتقا اسم مصدر بمعنی اسم مفعول مَرْتُوْقٌ رَتَقَ کے معنی
میں پیدائشی اور ابتدائی وقت سے منہ بند ہونا۔ خیال رہے کہ سَدُّ غَلَقٌ اور رَتَقٌ تینوں کے معنی
بند ہونا مگر فرق یہ ہے کہ غَلَقٌ بمعنی بعد میں بند کرنا اسی کو اسی کے جسم اور جز سے بند کرنا۔ مثلاً ہونٹ
سجھ دینا یا کولر بند کر دینا۔ سَدُّ بمعنی کسی دوسری چیز سے بند کرنا۔ یعنی آڑ لگا دینا رتقا آخر کا الف
توین مفتوح کی وجہ سے خبر ہے گائتا کی ایک قرئت میں رتقا ہے ت کے زیر سے سب مل کر جملہ فعلیہ
ناقصہ ہو کر معطوف علیہ ف حرف عطف بمعنی ثُمَّ عاطفہ فَتَقَاتَا۔ باب قَرَبَ یا نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق جمع
متکلم فتن سے مشتق ہے بمعنی اٹھو لا دینا۔ چیر دینا جدا کرنا کا مکر ضمیر متکلم اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ
محم ضمیر اس کا مفعول یہ مرجع ہے۔ سموات والارض فتقنا کی کیفیت کیا ہے اس میں تین قول ہیں۔
وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں کی جائیگی یہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ واو عاطفہ جَعَلْنَا بابِ نَحْجِ کا ماضی
جمع متکلم نَحْجٌ جَعَلْنَا اگر متعدی بیک مفعول ہو تو بمعنی پیدا کرنا اگر بدو مفعول ہو تو بمعنی تنہا مل کرنا یا
بیک مفعول ہے معنی ہے ہم نے پیدا کیا پانی سے ہر اُس کو جو اب موجودہ نظر آ رہی ہے اگر متعدی بدو
مفعول مانا جائے تو جتنا پڑھا جائے گا اور معنی ہو گا کہ ہم نے باقی وزندہ رکھا ہر چیز کو پانی کے ذریعے کہ
پانی کے بغیر کوئی چیز باقی اور زندہ نہیں رہ سکتی پہلی متعدی میں جعل بسیط ہے متعدی بدو مفعول ہو تو
جعل مرکب ہے۔ مِّنْ اَمَّا ذِیْہِ جار مجرور متعلق ہے کُلُّ مضاف شئی و نَحْی موصوف صفت مرکب توصیفی مضاف
الیہ ہے کُلُّ کا یہ مرکب اضافی مفعول ہے جَعَلْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا فَتَقَاتَا کے جملے پر
یہ دونوں معطوف چر عطف ہیں گائتا کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر اَنْ ہوئی اَنْ اپنے اسم خبر سے
مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول ہے ہے لَمْ یَزَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اَقْلًا۔ ہمزہ
سوالِ تردیدی کے لیے یعنی یہ برابر ہے ایسا نہ ہونا چاہیے۔ فَ عاطفہ تعقیبہ اسی کی وجہ سے سابقہ پورے
جملے پر عطف ہے مابعد کا دراصل تھاوَت اَمَّا ثَقُلُ کی وجہ سے ہمزہ پہلے ہوئی لَا یُؤْمِنُوْنَ رباب افعال

کا مضارع منفی بلا جمع مذکر غائب ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل ہے مروج کفار مکہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اور لَمْ یَرِ الْذِّیْنَ کے جملے پر دونوں مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا۔ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ مَا دَاسِيَ أَنْ تُبِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لِّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ واو عاطفہ اس کے مابعد جملے کا عطف ہے ماقبل عبارت وَجَعَلْنَا مِنَ الْعَالَمِ مَا يَرْجُونَ جملے سے مشتق ہے اور دُشْ یعنی میں متعلق ہے ہر قسم کے نیت سے ہست گزرتے ہیں مابعد و انا سے مضبوط کا رُضَا و حالات پھر تارہ ایجاو کا جیل کرناٹ نامزد اور مقرر کرناٹ بنانا و ستوانا زاپست کرنا یہاں مراد ہے گاڑنا فی حرف جزئیہ مکانیہ الْأَرْضِ الف لام عہد جاری یہ بارہر متعلق ہے رَوَاجِ اسم جمع مکرر اس کا واحد ہے رَاجِیۃ موزن نفل سماعی چونکہ غیر ذوی اعتقول میں سے ہے اس لیے اس کی جمع مذکر بھی آسکتی ہے جیسے یہاں اور موزن بھی آسکتی ہے جیسے رَاسِیَاتٌ مفعول یہ ہے رَوَاجُ سے مشتق ہے اسم فاعل ہے بمعنی ایک ہی جگہ سخت مضبوطی سے ٹھہرتے والا چیز مگر جمع مذکر سالم میں آکر یہ اسم جامد ہو گیا مراد ہے پہاڑ جو زمین کی کیلیں ہیں تاکہ زمین چل نہ سکے ایک جگہ ساکن رہے قرآن مجید میں تقریباً چوبیس مختلف آیت میں سکون زمین کا عبارتہ اشارۃ دلالتہ اعتقارہ تذکرہ فرمایا ہے ہم انشاء اللہ اس کی تفصیل عالمانہ تفسیر میں ذکر کریں گے اُن حرف تعلیلیہ و ماضی ہے لِأَنَّ لَآءَ (رُجُلًا) اُن تاصیہ کے قرینے سے بمعنی تاکہ نہ لُتْلَا کو حذف کر دیا گیا تمیذہ باب ضرب فعل مضارع واحد موزن غائب حقی ضمیر صیغہ مروج الْأَرْضِ مِیڈ سے مشتق بمعنی اِجْلًا۔ سِرْکَ۔ چلنا اس سے ہے مائدہ بمعنی دسترخوان کیونکہ وہ بھی چلتا پھرتا ہے کہ اٹھایا پھلایا جاتا ہے بے بارہ بمعنی مع یعنی ان کے ساتھ یا تعدیہ کی ہے یعنی ان کو لے کر ہم ضمیر کا مروج تمام اہل زمین مخلوق مگر چونکہ اہل مخلوق انسان ہے اس لیے ضمیر جمع مذکر آئی یہ بارہر متعلق ہے تمیذہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوئی جَعَلْنَا کے جملے کی جَعَلْنَا اپنے ضمیر بارز فاعل اور متعلق مفعول یہ اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واو عاطفہ جَعَلْنَا فعل باضمیر بارز جمع متکلم فاعل تھا خاص ضمیر کا مروج اَرْضِ ہے یہ بارہر متعلق ہے جَعَلْنَا کا رُفِیَا اسم جمع مکرر منفرد اس کا واحد ہے رُفِیۃ بمعنی پہاڑی راستہ خیال رہے کہ نفع اور وادی دونوں ہی پہاڑی راستے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ پہاڑوں کے درمیان گلی اور ٹرک کی طرح راستہ فح ہے لیکن پہاڑی علاقے میں میدانی جنگل کی شکل کا راستہ وادی ہے۔ یہ ترکیب نحوی میں مُبَدَل مَنَسَبٌ سُبُلًا اسم جمع مکرر واحد ہے سبیل یہ جمع تعلیلی ہے۔ بمعنی عام رستہ یہ جملہ اسل ہے دونوں مل کر مفعول یہ ہوا لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُونَ باب افتعال کا ماضی احتمالی برائے تعلیل بمعنی تاکہ اس کا مصدر ہے اَصْهَدُوا ترجمہ ہے ہدایت پالینا منزل پر پہنچنا عقل و سمجھ آجاتا۔ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر متبیب ہوا جَعَلْنَا کا جَعَلْنَا اپنے فاعل اور متعلق و مفعول یہ اور متبیب سے مل کر جملہ فعلیہ سبب ہو کر

بارشیں ہوائیں بھیجیں جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا اور زمین نے زندہ ہو کر اپنی کھیتیاں سبزیاں باغ کھلیاں نباتات کھل کر باہر نکال دئے۔ اور آسمان کی طرف سے آنیوالی بارشوں کے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنا دیا اور پانی سے ہی ہر چیز کو زندہ رکھا کہ زندگی کا وجود بھی پانی سے اور زندگی کی بقا بھی پانی سے۔ دوسری تفسیر کیا کفار نے اپنے عقل و شعور یا سابقہ کتب آسمانیہ کو پڑھنے والوں کی زبانی نہ سنا کہ سب آسمان اور پوری زمین پہلے دونوں ایک ہی جگہ جڑے پڑے تھے۔ تو ہم نے ان کو حیر کر علیحدہ کر دیا آسمانوں کو سات حد میں بندیوں پر قائم و جامد کر دیا زمین کو دہیں پڑے رہنے دیا اور ہم نے پانی سے ہی ہر چیز کا وجود بنایا۔ اور اسی پانی سے زندگی بخشی اس طرح کہ سب سے پہلے قدرت کبریائی سے ایک جوہر پیدا ہوا پھر جلال کبریائی سے وہ جوہر پچھل کر پانی بنا اور پوری کائنات فصائی میں پانی ہی پانی ہو گیا یہ پہلی تخلیقاتی مخلوق ہے پھر رحمت کبریائی سے پانی میں حرکت پیدا ہوئی حرکت سے جھاگ بنے اور بحالت لٹے جھاگ کیم کر زمین بن گئی اور بحالت پور پور سات آسمان بنا دئے گئے پھر آسمانوں میں کواکب اور زمین نباتات حجرات حیوانات و انسان بنا دئے گئے پیدائش کے بعد بھی یہ تمام مخلوق زمینی پانی کی حاجت مند اور پانی سے ہی زندہ موجود ہے ان تمام باتوں تقدیر حکمتوں کو دیکھتے جانتے ہوئے بھی اَفْلَاکُ یُؤْمِنُونَ کیا پس یہ عقل کے ضدی ایمان نہیں لاتے نہ تدبیر و تفکر کرتے ہیں کہ یہ دیوی دیوتا اور دیگر معبودان باطل جب کسی قدرت و قوت میں اُس کے مشابہ نہیں تو عبادت میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ ذرا سی عقل والا بھی اس کو سوچ کر ایمان لے آتا ہے۔ اسی سورہ کی آیت ۲۲ میں ارشاد ہے کہ لَوْ کَانَ فِیْ حِجَابِ الْجَهَنَّمَ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتْنَا یہاں ان آیت میں چھ طرح اس فرمان پر دلائل قائم کئے گئے ہیں اس انداز لطیف میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ آسمان و زمین تو دن رات نئی نئی نعمتوں سے شاد آباد ہو رہا ہے اس کی خوشنمائی بڑھتی ہی جا رہی ہے فساد اور ٹوٹ پھوٹ سے بچے ہوئے ہیں یہ بات ثابت کر رہی ہے کہ ساری کائنات سموات و الارض میں صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی معبود ممکن ہے۔ پہلی دلیل۔ آسمانوں اور زمین کا بندھنا اور اللہ تعالیٰ کا اُس کو کھونا یہ آسمان و زمین کی سلامتی و آبادی ہے نہ کہ فساد اس لیے ہے کہ معبود ایک ہے نہ کہ چند۔ دوسری دلیل۔ پانی سے ہی ہر چیز کو پیدا کیا گیا اور پانی سے ہی ہر چیز کو قائم و زندہ رکھا گیا یہ بھی وَعْدَةُ اللَّهِ لَشَرِکِ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ آسمانوں اور زمین کی تعمیر و آبادی ہے۔ پانی وہ عظیم نعمت ہے کہ ہر جاندار و نباتات اس کا ہر وقت محتاج ہے اسی بے جاندار و شجرات پر پانی بند کرنا ظلم عظیم ہے اس کا بڑا عذاب ہے تاریخ عالم میں سب سے پہلے یزید پلید نے پانی بند کیا یزید اگر کافر نہیں تو کفار سے زیادہ بڑا ظالم ضرور ہے۔ رعایہ اور فوج کو ظلم کی کھلی جھٹی دینا بھی بادشاہ کا ہی ظلم ہوتا ہے۔ تیسری دلیل۔ زمین پانی پر پڑی تھی مثل کشتی اس

کو آباد کرنے مخلوق کو بنانے کے لیے اس کا ایک جگہ ساکن و جامد ہونا ضروری تھا اس لیے رب تعالیٰ نے اس کے اندر پہاڑوں کی کیلیں ٹھونک دیں تاکہ نہ ہلے نہ چلے اگر یہ کیلیں نہ ٹھونکی جاتیں تو زمین پانی پر ملتی رہتی اور ہوا کے زور اور دباؤ سے جل پڑتی۔ تو کوئی عمارت سلامت نہ رہتی کوئی مخلوق قیام و رہائش نہ رکھ سکتے۔ ویرانی بربادی اور ٹٹ بھوٹ کا فساد بچ جاتا آبادی نہ ہو سکتی یہ زمین تو ذرا سا جزوی علاقہ کی زلزلہ برداشت نہیں کر سکتی مضبوط ترین عمارتیں بھی گر جاتی ہیں زمین میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں جنگلات کھیت و کھیلیاں باغ بلیغے تباہ ہو جاتے ہیں تو مسلسل حرکت و روش کب برداشت کر سکتی تھی اس کو ایک جگہ ساکن کر دینا سیارگی آوارگی سے روکے رکھنا بھی اُس کی سلامتی کے لیے ہے۔ اگر بجز باری تعالیٰ اور دوسرا بھی کوئی معبود ہوتا تو یہ سلامتی نہ رہتی کھینچا تانی شروع رہتی اس لیے اس سلامتی کو ماننے کے لیے جس کا عقل و شعور شاہدہ کر رہی ہے ایک معبود پر ایمان و عقیدہ ضروری ہے۔ یہ نصیب و بد عقل ہیں جو اب بھی شرک کر رہے ہیں۔ چوتھی دلیل رب تعالیٰ واحد و یکتا ہے ہی پہاڑوں میں کھلے کھلے راستے بنا دئے تاکہ لوگوں جانوروں مالی برداری کی گاڑیوں کے چلنے میں آسانی ہو زمین کی چہل پہل آبادی سفری تجارتی سہولت قائم رہے یہ پہاڑوں میں کھلے راستے قدرت وعدہ لا شریک کی بہت بڑی نعمت ہے ان راستوں کی مضبوطی و فراخی بھی عجیب شاہکار ہے اور یہ راستے ابتداء آفرینش سے ہی بنا دئے گئے ہیں ان راستوں میں انسانوں کے لیے بے شمار ہدایتیں ہیں۔ چاندیوں و لیل۔ آسمانِ اول کو زمین کی بہترین مضبوط خوب صورت چھت بنا دیا گیا جو ہر طرح کی قیامت محفوظ ہے۔ یہ شاہکار بھی وعدہ لا شریک معبودِ علین کی ہی قدرت یکتائی ہے۔ چھٹی دلیل اگلے آیت ۳۳ میں بیان فرمائی گئی ہے ان دلائل میں دو چیزیں سمجھائی جا رہی ہیں ایک یہ کہ زمین آسمان میں فساد نہیں بلکہ عجیب حصول ترتیب عالم کی سلامتی و آبادی ہے اگر دو معبود ہوتے تو ایسی ترتیب و خوش نما روتی نہ ہوتی۔ دوم یہ کہ اللہ اور عبادت بندگان کا مستحق صرف وہ ہے جو ان قدرتوں حکمتوں نعمتوں کا مالک ہو کسی غیر اللہ میں یہ طاقت کہاں لہذا کوئی غیر اللہ انہیں ہوسکتا۔ اور عبادت کا حق دار بھی نہیں اسی لیے کسی غیر اللہ کو کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں نہ سجدہ عبادت نہ سجدہ تعظیمی۔ پہلا کفر ہے دوسرا حرام تو اسے بے عقل و غم کیوں فضول عبادتوں اور سجدہ ریزیوں میں زندگی برباد کر کے جہنم کا رہے ہو یہ بُت تو نہ ذرہ بھر نفع دے سکیں نہ نقصان کر سکیں غرض کہ یہ آیت سابقہ آیت کی تائید ہے خیال رہے کہ شرک سجدہ عبادت بُت پرستی ہے اور سجدہ تعظیمی بیہ پرستی ہے آسمانوں اور زمین کا ارتقا ہونا بھی عین مصلحت ہے اور قوت ہونا بھی رتق میں جنات اور ملائکہ کے فوائد تھے اور حق ہونے میں انسانوں و جانوروں کی مصلحتیں نعمتیں اور فوائد۔ یہ سب ہی جی ہیں۔ جی اور حیوان میں فرق یہ کہ ہر حیوان جی ہے مگر ہر جی

حیوان نہیں جیسے جنات فرشتے حور و غلمان حی ہیں حیوان نہیں۔ انسانوں سے پہلے یہاں ملائکہ اور جنات تھے ان کے لیے رقی ضروری و مفید پھر انسان پیدا کئے گئے تو ان کے لیے فتق ضروری۔ رقی کا نکتہ بھی ہزار سال اور فتق کا بھی خیال ہے کہ عورتی میں بند کرنے کے معنی میں پانچ لفظ ہیں اس کے مقابل کھونٹے کے معنی میں بھی پانچ ہی لفظ ہیں۔ رقی ڈاٹ لگ جانے سے بند ہوتا اُس کے ہٹ جانے سے کُل جاتا فتق ہے بانجھ عورت کو اسی معنی میں رقی قائم کہتے ہیں کہ اس کے رحم پر چھینی یا گوشت کی تہہ جھک ڈاٹ لگ جاتی ہے آسمان و زمین جڑے ہونے کی وجہ سے پہلے ایک دوسرے کی ڈاٹ بنے ہوئے تھے پھر جدا کئے گئے اس لیے رقی اور رقی کا لفظ استعلاٰ فرمایا گیا رقی رقی یا کٹدی سے بانجھنا۔ رقی رقی یا کٹدی کھول دینا رقی رقی آڑ کھڑی کر کے بند کرنا روکنا۔ آڑھا دینا کٹنا ہے رقی رقی۔ موٹا پردہ یا غلاف جڑھا کر بند کرنا فجر وہ غلاف یا پردہ یا پھلکا اتار دینا حشا دینا رقی رقی۔ موٹا ہو کر کسی جسم کا بند ہو جانا مثلاً گوشت پر گوشت جڑھا جانا فطر دہلا ہو کر وہ مٹاپے کی بندشیں صحت جاتا۔ روزے کی افطار کو اس لیے افطار کہتے ہیں کہ ہونٹ اور منہ کھولا جاتا ہے وَجَعَلْنَا فِي الْأَمْشِ مَنْ وَاسِي أَنْ تَمِيدَ رَجِيمًا وَجَعَلْنَا فِيهَا غُلَامًا مَغْبُوتًا لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ۔ اور اسے انسانو یہ بھی سلامتی زمین اور آبادی جہاں ہے کہ ہم نے زمین کے اندر بہت نیچے تک بڑی بڑی کیلیں ٹھونک دیں۔ یعنی زمین شل کشتی ہے پانی پر زمین پر بوجھ بنا کر نہ رکھا گیا بلکہ اندر گہرائی تک یہ پہاڑوں کی کیلیں گرہیں ہوئی ہیں تاکہ یہ زمین اپنے رہائشی مشیموں اور ان کی عمارتوں اقامت گاہوں کو لے کر چل نہ پڑے کہیں زمین میں ٹوٹ بھوٹ کا فساد پلج جائے۔ اور ہم نے ہی ان پہاڑوں اور پہاڑی رواسی کے پیچ پیچ میں پہاڑوں کو صاف کر ایسے ایسے راستے بنائے ہیں جو کھلے بھی ہیں اور گہرے بھی تاکہ زمین میں رہنے والے آتے جاتے میں سفر کرنے چلنے پھرنے جانے جانے کی راہ بری و راہ نائی کی ہدایت پائیں لفظ رقی سے ثابت ہو رہا ہے کہ پہاڑ زمین کے اندر گہرائی تک ہیں پہاڑ اور پہاڑی راستے بھی قدرت کے عجیب شاہکار ہیں اللہ تعالیٰ کے سوانہ کوئی پہاڑ بنا سکتا ہے نہ پہاڑی راستے۔ مولیٰ علیٰ شیری خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے سخت مخلوق کونسی ہے آپ نے فرمایا پہاڑ کہ ان کو رواسی یعنی کیلیں فرمایا گیا اُن سے زیادہ سخت لوہا کہ اس سے پہاڑ کو توڑا جاتا ہے کہ سب سے سخت آگ کہ لہے کو گھٹا دیتا ہے آگ سے زیادہ پانی کہ بجھا دیتا ہے پانی سے زیادہ بادل کہ پانی کو اٹھائے جاتے ہیں۔ بادل سے نیاہ ہوا کہ اڑاٹے پھرتی ہے ہواؤں سے زیادہ سخت انسان کہ ہواؤں پر غالب طوفانوں میں ثابت رہتا ہے انسان سے زیادہ علم کہ نڈھال کر دیتا ہے غم سے زیادہ نیند کہ غم ختم کر دیتی ہے اور نیند سے سخت

موت کہ سب پر غالب ہے۔ پہاڑوں میں اٹھارہ قدم کے راستے ہیں مگر غار نما ۲۰ وادی نما ۲۱ نالہ نما ۲۲ گہرا ۲۳
تنگ ۲۴ کھلا ۲۵ پگھلندی ۲۶ مشرقی ۲۷ مغربی ۲۸ شمالی ۲۹ جنوبی ۳۰ فوقی یعنی سطحی ۳۱ اتھلی یہ انسانوں حیرانوں
اور گاڑیوں کے لیے ہیں مگر پانی کے لیے دریائی ۳۲ برساتی ۳۳ چشموں کی سڑکیں ۳۴ پنجرہ ملی راہیں ۳۵
نباتاتی نما بنا کر مقدم فرما کر مال ذوالحال بنا کر ثابت فرمایا کہ یہ تمام راستے شروع سے ہی خلقت جبال
کے وقت ہی بنا دئے گئے تھے۔ ان راستوں کے پانچ فائدے ہیں ۱۔ ان کی وجہ سے تمام پہاڑ
جدا جدا ہو گئے ۲۔ اس وجہ سے پہاڑوں کے نام رکھے گئے ۳۔ ناموں کی وجہ سے گنتی آسان ۴۔
گنتی سے شناخت آسان ۵۔ شناخت سے ہدایت سفر اور ان کے جانے کی رہنمائی آسان۔
یہ فجا جاسیلا بنانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ سائنسی مشینوں سے پہاڑوں کو کھود کھرچ کر چھوٹے
چھوٹے راستے چھٹی ہوئی سڑکیں تو بنائی جاسکتی ہیں مگر پہاڑوں کو جدا جدا کر کے بڑے چھوٹے
تنگ و فراخ راستے نہیں بنائے جاسکتے۔ اب بھی اگر یہ کفار احسان باری تعالیٰ نہ مانیں اور
وحدانیت الہی پر ایمان نہ لائیں تو ان کی بدقسمتی و جعلنا السماء سقفا محفوظا وھم عن انبعا
ثہم غفلت۔ اور اپنے بندوں پر ہماری کتنی عظیم رحمت و شفقت ہے کہ ہم نے ان کے لیے بغیر
ستونوں کے نہایت محفوظ بلند خوب صورت مضبوط ایک جگہ ساکن اور وسیع آسمان کی چھت بنا دی
جو تاقیامت باقی و مزین منور ہے جو محفوظ ہے شیطانوں کی چوری چکاری سے خوب صودت ہے
شمس و قمر ستاروں کی چمک دمک سے مضبوط ہے ٹوٹ پھوٹ کے قساد سے بلند اتنی کہ کسی
بشر کی طاقت نہیں کہ افلاک کو اپنی زد میں لاسکے کسی انسان کی ہمت نہیں کہ وہاں تک پہنچ سکے
ساکن ایسی کہ بلندیوں پر پہنچ کر بھی کروڑوں سال سے ایک جگہ قائم و موجود اس لیے کہ سیارہ نہ
خود کسی خیر کی چھت بن سکتا ہے نہ اُس کی کوئی دوسرا چھت بن سکتا ہے۔ فرش و شقف کا ساکن
یا آپس میں جامد ہونا لازم ہے یہ وہ آیتیں اور نشانیاں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ کائنات میں فقط
ایک ہی الہ عالمین ہے اور یہ سب رونقیں زینتیں۔ منفعتیں بلند ہیں۔ پستیں مضبوط ہیں
حفاظتیں خوشنمائیں راہنمائیں توحید کی نشانیاں ہیں کہ سورج سے اشتعال یوں چاند سے
استقباع یلی ستاروں سے اشتداع اور امطار سمائی سے جموعۃ ارضی قائم ہے تاقیامت اور جس
طرح دنیا و اے فرش مکان کو رنگ برنگ چسپ۔ پلستر قالین فرنیچر ساز و سامان سے اور چھت
کو عمارتی بلندی سے بلبروں کی روشنی سے فانوسوں کی چمک سے برقی مرجوں کی دمک سے برقی
پنکھوں کی سرسراہٹ سے ہیروں موتیوں کی جھللاہٹ سے جھنڈیوں کی تزمین سے قنگ کی

ترتیب سے سجاتے ہیں اور اس سجادہ سے اپنے دل کو خوش دماغ کرتا رہتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو خوش و خرم سرور کرنے کے لیے فرشِ زمین کو نباتاتی موسیقی ہواؤں بہاؤں سے اور آسمانوں کو چلتے پھرتے شمس و قمر کو اکب سے سیاروں کی فضاؤں سے مزین فرمایا۔ لیکن جو حشمتِ کفار کا حال یہ ہے کہ وَهُمْ عَنْ آيَاتِنَا مُّعْرِضُونَ۔ ان دلیلوں عبرتِ ساعانیوں، کیفیاتِ حرکات و تاثراتِ بہارات، مغاربِ اشراق و مشارقِ انوارِ مطلعِ شمس و اقمار، انفعالاتِ لیلیٰ و انفعالاتِ نایم اس ترتیبِ عجیب و حسابِ تقویم پر ذرا غور نہیں کرتے کہ یہ کارخانہِ عالمیان گہوارہِ آدمیان کس وقتہ لشک کا دستِ قدرت چلا رہا ہے۔ بس اندھی عقل اور غافل دل غیر سمجست اور آنکھیں بند ہو کر مُعْرِضُونَ یعنی نہ پھیرنے تو نہ ہٹانے شعور گھٹانے کفر بڑھانے جہنم کمانے جنت گنوانے والے بنے ہوئے ہیں نہ حکمت بالغہ کو جانتے ہیں نہ قوتِ باہرہ کو سمجھتے ہیں نہ قدرتِ کاملہ کو پہچانتے ہیں لہذا نہ انبیاءِ علیہم السلام کی بات ہے کیسی نقصان دہ بات و بد نصیبی ہے۔ مفسرین کے مختلف اقوالِ سموات و الارض کے رتق و فتق میں مفسرین کے چھ قول ہیں اول یہ کہ آسمان و زمین قحط سے بند ہو جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ہی ان کو کھولتا ہے آسمانوں کا رتق بارشوں فضاؤں کا بند ہونا ہے جس کا تعلق برجوں سیاروں سے اور سیارے سارے آسمانوں پر اس لیے قحط میں سب آسمان بند ہوتے ہیں زمین کا رتق نباتات کا نہ اُگنا ہے قحط کا ختم ہونا دونوں کا فتق ہے۔ بارش سے زمین کا مردہ ہونا بخار اور خزاں زدہ ہونا ختم ہو جاتا ہے زمین کی بہاریں زمین کا فتق ہے۔ دوم یہ کہ رات چھا جانا زمین و آسمان کا رتق ہے دن نکل آنا فتق ہے رات خود چھا جاتی ہے اور پہلے سے دن بعد میں رب تعالیٰ نکالتا ہے چنانچہ سورۃ یس آیت ۱۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ نَسْخَ مِنْهُ النُّجُومُ ہم نکالتے ہیں اس رات میں سے دن کو تیسرا قول یہ کہ یہاں ابتداءِ خلقت کا ذکر ہے کہ پہلے آسمان و زمین دونوں ایک تھتے کی طرح جڑے ہوئے تھے رب تعالیٰ نے ان کے درمیان ہوا بھیجی جس سے سب جدا ہو گئے زمین اپنی جگہ پڑی رہی اور آسمانوں کو سات عدد بنا کر بلندیوں پر قائم کر دیا گیا اس قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زمین پہلے پیدا ہوئی آسمان بعد میں۔ چوتھا قول یہ کہ آسمان اور زمین کا رتق ہے مخلوق کا موجدانا خاص کر انسانوں کا کیونکہ انہی کو سنا یا جا رہا ہے اور جاگ اٹھنا فتق ہے۔ بندہ موتا خود ہے مگر جگتا تا رب تعالیٰ اپنے کرم سے ہے اسی لیے مسلمانوں کو جاگ کر یہ دعا پڑھنے کا حکم ہے سَلِّحُوا لِلّٰهِ الدِّیْنََ اَحْيَا فِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنَیْ۔ پنجم یہ کہ آسمان و زمین کا ایک ایک ہونا رتق ہے اور سات سات ہونا فتق ہے ششم یہ کہ عدم ہونا رتق ہے۔ عدم سے وہم میں نیست سے ہست میں کُنْ شِئْ

تَمَّزُكُوزًا سے لیکن میں نے آنا اور پیدا کر دینا فتنی ہے یعنی یہ آسمان اور زمین پہلے نہ تھے پھر ہم نے ہی آسمانوں کو اور پر بندیوں میں اور زمین کو نیچے پیدا فرما دیا یہ چھ اقوال ہیں مگر طرز بیان کے اعتبار سے پہلا اور دوسرا قول درست ہے اس لیے کہ فرمایا جا رہا ہے اَوَلَمْ يَرْكِبُ الْكَافِرُ فِي مَشَاهِدِهِ نَهْ كِبَارًا اور مشاہدہ تصرف دوی چیزوں کا ہوتا ہے راقطہ و بیمار کا رطبات و دن کا سونے جاگنے کا لیکن آسمان زمین کا نیست و هست ہونا۔ یا بست و کشاد ہونا۔ یا جڑے ہونا پھر کھلنا جدا ہونا یا ایک ہونا پھر سات بنا یہ چیز بھی انسان کو نظر نہ آئی اور اَوَلَمْ يَرْكِبُ الْكَافِرُ کے خلاف ہے۔ ان مفسرین قائلین نے اس کا جواب یہ دیا ہے اَوَلَمْ يَرْكِبُ الْكَافِرُ اَوَلَمْ يَعْلَمْ یعنی کیا ان کفار مکہ نے توریت زبور انجیل پڑھنے والے یہود و نصاریٰ سے سن کر نہ جانا اور خود یہود و نصاریٰ نے پڑھ کر نہ جانا اسلام دشمنی میں آج توریت پرست بھی عیسائیوں یہودیوں کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ ان سے سن کر کیا یہ نہ جان لیا کہ یہ سَمَوَاتِ وَالْاَرْضِ پہلے کیا تھے پھر قدرتوں طاقتوں والے الہ واحد نے ان کو کیا بنا دیا۔ مگر یہ جواب دوجہ سے کمزور ہے اولاً اس لیے کہ یَرْكِبُ کا ترجمہ بلا وجہ تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ اپنے قول کو بچانے کے لیے کسی مفسر نے اَوَلَمْ يَرْكِبُ الْكَافِرُ اَوَلَمْ يَعْلَمْ کسی نے اَوَلَمْ يَسْمَعْ کسی نے اَوَلَمْ يَسْتَفْهِرْ کے تاویلی معنی بنا ڈالے ثانیاً اس لیے کہ آگے ارشاد ہو رہا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ يَهَا مَاءً سَاسًا ہاں ہی کا اشارہ مل رہا ہے اُن تَمِيذَیْنِ دو قول ہیں۔ بعض نے کہا یہ اصل میں ہے كَرَاهَةً اَنْ تَمِيذَ ۲ اور بعض نے کہا یہ اصل میں ہے ثَلَاثَ تَمِيذَ ۳ اور لا کو تخفیف ہے اس لیے حذف کر دیا کان کے حذف سے دو قول ہیں صیغے میں مشابہت یا ملا بست کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ فیما کی ضمیر حائیں دو قول ہیں۔ اس کا مرجع پہاڑ دروای (یہی درست ہے) اس کا مرجع ارض ہے لَعَلَّكُمْ میں دو قول ہیں۔ تاکہ عقل و قلبی ہدایت پائیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی تاکہ حسی و طبعی ہدایت آنے جانے کے سفر کی دیگر شہروں کی طرف باہولت یہ دونوں قول درست ہیں وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا میں دو قول ہیں۔ راقطہ جبال کے وقت ہی ان میں کھلے راستے بنا دئے گئے تھے۔ ان کی دلیل فِجَاجًا کو مقدم کرنے میں، مونی ۲ یہ راستے طوفانِ نوحی کے بعد بنائے گئے در روایت ابن عمر (مَحْفُوظًا میں تین قول ہیں۔ راقطہ مَحْفُوظًا میں معنی شیطاں سے حفاظت ۲ مَحْفُوظًا میں معنی مسوک یعنی روکا ہوا ۳ مَحْفُوظًا میں معنی مضبوط۔ حفاظتِ سموات کے ذرائع میں دو قول ہیں۔ ۱۔ بدریہ ملائکہ ابلیسوں سے حفاظت ۲۔ بدریہ شہابِ ثاقب حفاظت۔

قائد سے | ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ فلکیات میں تمام آسمان بھی

ایک جگہ ٹھہرے ہوئے ساکن ہیں اور پوری زمین بھی نہ آسمان سنبھالے ہیں نہ زمین دونوں میں سے کوئی بھی زندہ
بھڑکھڑ بھی اپنی جگہ سے اٹھ جائیں یا تھرا جائیں تو ٹوٹ پھوٹ کا خدائے برہا ہو جائے یہ قائمہ روائی اور
نستقاً محفوظا کے تشبیہ و تخلیق ارشاد سے حاصل ہوا۔ دو صوا فائدہ۔ ہوا و زمین و آسمان کے کسی
اور گزے میں کبھی کوئی جاندار مخلوق آبا رہا مقیم نہ ہوئی نہ اب ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے یہ قائمہ وجعلنا
مِنَ الْمَاءِ (الخ) اور اَنْ تَمِيدَ دھم اور جعلنا فیہا فِجَاجًا سبلا کے بعد کَلْعَلْهُمْ حُتَّةً
فرمانے سے حاصل ہوا کہ رانش کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں مائے پانی کا وجود اس کثے کا ایک بگ
ساکن اور ٹھہرا ہوا ہونا مائے کھلے راستے اور ہوا دار گلیاں سڑکیں چلنے پھرنے کی آسان رہنمائی ان کے بغیر
جاندار اشبا زندہ نہیں رہ سکتی یہ تینوں چیزیں صرف زمین و آسمان میں ہیں نہ کہ کسی دوسرے کثے
میں اگر زمین کے سکون کی بھی نفی کر دی جائے تو یہاں بھی جاندار مخلوق کا ٹھہرنا ناممکن ہو جائے نیز اگر
سیاروں میں ٹھہرنا زندگی بسر کرنا ممکن ہوتا تو اب بھی کسی دوسرے سیارے شمس و قمر و مریخ نہ ہرہ زحل
عطارد مشتری میں بھی یہ چہل پہل موجود ہوتی مگر نہیں پس ثابت ہوا کہ کسی سیارے میں یہ مخلوق رہ سکتی
ہی نہیں نہ ایک منٹ کے لیے ٹھہر سکتا ہے اس لیے سائنس دانوں کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں راکٹ فلاں
سیارے میں پہنچ گیا اور کسی مخلوق کے قدموں کے نشان دیکھے گئے بالکل جھوٹ ہے اسی طرح سائنس دانوں
کے وہ قلم نظریات جو زمین اور سیاروں کے متعلق ہیں غلط ہیں اپنی دیوانگی غلط نظری میں بنائے
پھرتے ہیں۔ سائنسدان آسمان کے تو وجود کا ہی انکار کرتے ہیں۔ نیز کہتے ہیں کہ اربوں کروڑوں سال
پہلے وہاں مخلوق آباد تھی یہ بھی کذب بیانی ہے میں کہتا ہوں کہ اتنے عرصے کے نشانات قدم اب
نیک قائم کیسے رہے اور کس قسم کے نشانات تھے ہاتھی گھوڑے کے یا انسانی قدم کے یا کسی اینٹ
پتھر گرنے کے پھر یہ سالوں کا اندازہ کس طرح ہوا۔ اور پھر اب کیوں موجود نہیں پہچانے کہ انسان
اپنی دیوانگی میں نہ جانے کیا کچھ بولتا چلا جانتا ہے۔ تیسرا فائدہ۔ صرف زمین پر ہی پہاڑ ہیں اور
پہاڑوں سے پانی یعنی چٹنے چٹنوں سے دریا دریاؤں سے نہریں ندی نالے اور پانی سے ہوا یعنی
دھواں بھاپ بخارات پھراؤں سے بادل اور پانی و ہوا سے انسانی حیوانی زندگی دوسرے کسی سیارے
پر کوئی خشک یا سرسبز پہاڑ نہیں۔ یہ قائمہ وجعلنا فی الارض روائی۔ فرمانے سے حاصل ہوا
کہ زمین کو ٹھہرانے کے لیے پہاڑ بنائے گئے دیگر سیاروں میں جب پہاڑ نہیں تو پانی نہیں تو ہوا
نہیں۔ یہ اشبا نہیں تو زندگی نہیں۔ زندگی کے لیے پہاڑ پانی ہوا اور ساکن ہونا ضروری ہے۔

احکام القرآن | ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ کسی بھی علم و

خاص مرد و عورت مسلمان کو جائز نہیں کہ بلا غور و تدبیر اندھا بن کر کسی جاہل یا کل سائنسدان کی تقلید کرنے
 ہوئے اُس کے باطل و بیہودہ نظریات پر ایمان لائے۔ زمین و آسمان اور فلکیات سیاروں کے بارے
 میں سائنسدانوں کے تمام نظریات محض فرضی اور لغوی حقیقت کے خلاف ہیں۔ حقیقتاً نہ آسمان گردش
 میں ہے نہ زمین بلکہ دونوں ایک جگہ ساکن و قائم ہیں عقلاً نقلاً۔ آیتاً روایتاً اور سابقہ کتب آسمانیہ میں اس
 کے بے شمار دلائل ہیں۔ ہم نے اپنے قنادی اعلیٰ یا جلد دوم اور سوم میں تقریباً بائیس آیتوں اور چودہ
 عقلی دلائل سے نہایت حتمی و یقینی طریقے پر ثابت کر دیا ہے کہ زمین ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے یاہل میں
 بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ وَفَّحَ كَمَا مَعْنَاهُ ہے گرنا اور زلزل کا معنی ہے سرکنا آگے بڑھنا
 اور سٹک کا معنی ہے رکننا، ٹھہرنا۔ اِسْكَاتِ کا معنی ہے روکنا بڑھنے نہ دینا، اگر قی وہ ہے جو اونچی ہو
 رہا ہے تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتایا ہے کہ آسمان اور زمین کو روک رکھا ہوا ہے۔ آسمان کا ذکر دوبار آیا
 ایک بار علیحدہ ایک بار زمین کے ساتھ علیحدہ فرمایا گیا۔ وَ يُسَبِّحُ السَّمَاءُ اَنْ تَقُمْ عَلَى الْاَرْضِ سورہ
 ۲۱ آیت ۲۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے یہاں عَلَى الْاَرْضِ کا ذکر بتا رہا
 ہے کہ زمین ساکن ہے ورنہ فرمایا جاتا کہ اَنْ تَقُمْ عَلَى السَّمَاوَاتِ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ
 يُسَبِّحُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ اَنْ تَزُولَا۔ (سورۃ خاطر آیت ۲۱) ان دونوں آیتوں میں تین
 طرح فرق ہے پہلی سماء واحد یہاں سموات جمع ۲ پہلی میں اَرْض نہیں یہاں ہے ۳ پہلی میں اَنْ تَقْع
 ہے یہاں اَنْ تَزُولَا ہے۔ یعنی وہاں گرنے سے روکنا ہے یہاں چلنے سے روکنا کہ آسمان نہ
 چلتے ہی نہ گرتے مگر زمین گری پڑی تو پہلے ہی ہے اس کو سرکنے سے روکا گیا۔ اگر زمین و آسمان بھی
 سماء ہوتے تو اَنْ تَقْع میں اُس کا بھی ذکر ہوتا اور اَنْ تَزُولَا والی آیت بالکل نہ ہوتی یہ مسئلہ غلط
 کی ایک تفسیر سے اور جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِي کے بعد وَهُمْ عَنْ اَلَيْتِهَا مُعْرِضُونَ فرمانے سے
 مستنبط کہ مومن و کافر کی نشانی بیان فرمائی گئی کہ مومن اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ہدایت لیتے ہیں اور
 لیتے رہیں گے کسی جاہل کی بات نہ مانیں لیکن کفار آیتوں حدیثوں سے منہ پھیرتے ہیں سائنسدانوں
 دیوانوں کی ساتھی ہیں مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے تم آیتوں کو چھوڑ کر گمراہ نہ بنو۔ کیونکہ فلکیات میں
 قدیم و جدید فلاسفہ کے نظریات فرضی اور غلط ہیں۔ دوسرا مسئلہ۔ فلکیات و ارضیات کا
 علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے تاکہ قرآن و حدیث کی سچی ہدایت ملے یہ مسئلہ کَعَلَيْهِمْ يُعْتَدُ و
 کی دوسری تفسیر سے مستنبط ہوا کہ زمین کے جغرافیائی اور سموات کے کواکبی و تخلیقی بیان کے
 بعد ہدایت و علم حاصل کرنے کا ذکر ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان کو ہر قسم کے طیب و طاہر پانی کی

قدر کرنی چاہئے اور قدر کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر شکر کرتے ہوئے ان نعمتوں میں غورو تدبیر کریں۔ بے جا اصراف فضول خرچی بھی ناشکری ناقدری ہے۔ یہ مسئلہ دَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ حَیۃً (۱۱۰) کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا جس میں بتایا گیا کہ پانی اتنی عظیم نعمت ہے جس کا ہر جاندار محتاج ہے۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا اَوَلَمْ یُرَ کیا کفار

اعترافات

انے نہ دیکھا، یہاں رویت بمعنی علم کرنا بھی غلط یعنی دیکھنا کرنا بھی غلط کیونکہ خلقتِ سموات والارض کے وقت کوئی انسان تھا ہی نہیں تو کون دیکھتا۔ اور علم کتب سے بڑھ کر یا کسی سے سن کر آتا ہے مگر کفار مکہ تو کسی کتب الہی تو ریت زبرد انجیل کو مانتے ہی نہیں تو یہ خطاب ان کو کیوں ہوا جواب۔ تفسیر عالمانہ میں اس کے بارے میں مفسرین کے چند قول نقل کئے گئے لیکن سب سے درست قول یہ ہے کہ رتق سے مراد خشک سالی اور قحط سالی ہے اور رتق سے مراد ان کا دور ہونا ہے اور یہ سب کو نظر آتا ہے۔ لہذا اعتراض ختم ہو گیا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَاَنَّ رَتْقًا۔ یہ عبارت عربی نحو کے قواعد کے اعتبار سے غلط ہے یا تو کُنْ رَتْقًا چاہئے تھا۔ یا کَاَنَّ رَتْقًا ہونا چاہئے۔ کیونکہ سموات جمع کے اعتبار سے کُنْ فعل جمع چاہئے اور کَاَنَّ ثننیہ کی مناسبت سے رَتْقًا چاہئے۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ سموات اب جمع ہے لیکن جب رتق تھا تو اُس وقت ایک ہی تھا اور جتنا دو چیزیں تھیں ایک آسمان ایک زمین اور چونکہ بالکل جڑی ہوئی تھیں اس لیے یہ حالت بیان کرنے کے لیے رَتْقًا واحد ارشاد ہوا۔ اس لیے ترکیب نحوی میں رَتْقًا کَاَنَّ کے اسم کی عالیہ خبر ہے یعنی وہ دو چیزیں جو آپس میں جڑی ہوئی تھیں۔ اگر یہاں کُنْ ارشاد ہوتا تو اُس وقت کی یہ حالت معلوم نہ ہوتی اور اگر رَتْقًا ہوتا تو آپس میں جڑنا معلوم نہ ہوتا بلکہ پتہ لگتا کہ الگ الگ دونوں رتق تھے۔ جواب دوم یہ کہ سموات اگر چہ عددًا جمع ہے مگر جتنا واحد ہے یہاں جنسیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور پہلے قول کی صورت میں مراد ہے پورا آسمان پوری زمین جب قحط و خشکی میں آجاتے ہیں تو رب تعالیٰ ہی اُن کو کھوتا ہے۔ تیسرا اعتراض۔ فَتَشْتَقٰنَ کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ ہم نے بارش وغیرہ سے کھول دیا آسمانوں کو یعنی بارش برسا دی گئی اس تفسیر کو زیادہ درست بھی قرار دیا گیا ہے مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ بارش تو بادل سے برسی ہے نہ کہ آسمان سے یا زیادہ سے زیادہ ایک آسمان سے ہو سکتی ہے مگر آیت میں سموات جمع ہے تمام آسمانوں سے تو بارش نہیں آتی یہ تفسیر کیونکہ درست ہوئی۔ جواب۔ بعض نے یہ جواب دیا

کہ سموات سے مراد بہت سموات ہے یعنی آسمانوں کی طرف سے بادل برستا ہے مگر یہ جواب کمزور ہے جو اب دوم یہ کہ اگرچہ بارش بادل سے برستی ہے مگر اس میں اثرات مختلف موسمی ستاروں سے ہوتے ہیں اور ستارے مختلف آسمانوں میں لہذا بارش اور دیگر انعامات الہیہ کے بندوں تک پہنچنے میں سب آسمانوں کا دخل ہے۔ جواب سوم یہ کہ بارشیں وغیرہ ملائکہ سے کراتے ہیں جو مختلف آسمانوں میں ہیں فلاسفہ قدیم نے لکھا ہے کہ دنیا کی مختلف نعمتوں کا زمین پر آنا آسمانوں کی ذاتی تاثیرات کی وجہ سے ہے بہر حال کچھ بھی ہو سب کچھ میرے رب تعالیٰ کی قدرت میں ہے جب چاہے کھول دے جب چاہے بند فرما دے۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنی ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ بعض نے یہ ترجمہ کیا کہ ہر چیز پانی کے ذریعے اور پانی کی وجہ سے زندہ موجود ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ ہر چیز پانی سے پیدا ہوئی اور نہ ہر چیز پانی کی وجہ سے زندہ اگر پانی سے نطفہ مراد لیا جائے تب بھی غلط کیونکہ ہر چیز نطفے سے نہیں بنی۔ ملائکہ جنات اور خود آدم علیہ السلام، حضرت حوا پانی یعنی نطفے سے نہ بنائے گئے اسی طرح ریت پتھر پہاڑ۔ حور و غلمان پانی سے نہ بنائے گئے۔ نہ ہر چیز پانی سے زندہ مثلاً پتھر جمادات وغیرہ جواب۔ اس کے بھی دو جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ یہاں خلقت اول کا ذکر ہے کہ ہر چیز پانی سے بنی۔ زمین آسمان ملائکہ جنات اس طرح کہ پانی کے جھاگ سے زمین اُس کے بخارات سے سموات پانی سے نطفہ اور نطفے سے تمام حشرات جوانات، پانی سے شجرات، شجرات سے نار اور نار سے جنات پانی سے ہوا اور ہوا سے نور اور نور سے ملائکہ وغیرہ (تفسیر روح البیان) پانی سے سفید پودا اور پودے سے پتھر کنگر اور پتھروں سے ریت یہ تو عام مشاہدہ بھی ہے اور تجربہ بھی۔ جواب دہم یہ کہ یہ خطاب کفار سے ہے اس لیے جی سے وہی اشیاء مراد ہیں جن کو یہ لوگ دیکھ سکتے ہیں کل شئی سے وہ چیزیں مراد نہیں ہیں جن کو یہ لوگ دیکھ نہیں سکتے اس لیے آدم و حوا ملائکہ وغیرہ مراد نہیں۔ اعتراض کی دوسری شق آیت کی طرزِ بیانی سے ثابت ہی نہیں اس لیے وہ اعتراض یہاں غلط ہے۔ اگر یہاں کل شئی جو حیثاً دُبر سے، ہوتا تب دوسری شق درست ہوتی لیکن پھر پہلی شق غلط ہو جاتی۔ پانچواں اعتراض۔ یہ کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا۔ فَمَا جَاءُ سُبُلًا۔ دستورِ لوح کی آیت میں فرمایا گیا سُبُلًا فَمَا جَاءَ۔ جواب یہاں فَمَا جَاءُ کمالِ مقدم بنایا گیا ہے اور بتایا یہ جارہا ہے کہ جب سے پہاڑ ہیں تب سے راستے اور اُسی وقت سے کھلے کھلے ہیں بعد میں کھلے نہ کئے گئے۔ اور وہاں سُبُلًا فَمَا جَاءَ ہیں فَمَا جَاءَ۔ صفت ہے۔ یعنی ایسے راستے ہم بہت کھلے فراخ ہیں چلنا آسان ہے

گرایا کہ یہاں راستوں کی مدتِ عمر بتائی اور وہاں راستوں کی کیفیتِ شان بتائی گئی ہے اسی لیے وہاں ارشاد ہے لَسْتُمْ لَهَا سَبِيْلًا فَجَارِ يَعْنِي چلتے کے لیے کھلے۔

تفسیر صوفیانہ

تفسیر صوفیانہ اَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ صوفیاء و کرام فرماتے ہیں کہ مخلوق ہیں سب سے پہلے جو ہر طور بشکل ستون پیدا فرمایا گیا اس پر محبت الہی کا دودھ ہوا جس کی گدازی سے وہ جو ہر رحمت کا پانی بنایا گیا اس آپ رحمت کے کنارہ اول سے ملائکہ تخلیق فرمائے گئے جانب یمن سے ارواح مومنین اولیاء علیہا پیدا ہوئیں جانب وسطی یعنی صدر قلبی سے ارواح انبیاء علیہم السلام (از آدم تا عیسیٰ) تخلیق ہوئیں جانب یسار سے ارواح کفار پیدا کی گئیں یہ تخلیقات آسمانوں اور زمین کی خلقت سے دو لاکھ سال قبل پیدا کی گئیں ایک روایت میں ہے چار ہزار سال پہلے۔ آسمانوں اور زمین کی خلقت ارواح کے سلسلے مشاہدے میں ہوئی۔ آپ رحمت کے جانب اسفل سے حیوانات حشرات و دواب کی ارواح پیدا کی گئیں، یہ مشاہدہ روحانی تھا نہ کہ حیوانی اس لیے مَا أَشْهَدُ نَبِيًّا نَكِرَ خِلَافَ نَبِيِّنَا۔ یہ مشاہدہ ہر انسان کا عقل روحانی تحت شعوری میں محفوظ رہتا ہے تا ابد۔ مگر کفر و فسق کی وجہ سے ظلمت کے پردوں میں چھپ جاتا ہے اس لیے علم انسان و کفار اس شعور فطرت سے بے خبر رہتے ہیں ہاں البتہ مومن کے ایمان کے پیش ریاضت کی زگر عبادت کی پھٹک سے وہ پردے مٹ جاتے ہیں تو بندہ عارف پکاراٹھتا ہے کہ قَالُوا بَلَىٰ تَكُنْ لِي كَالْأَيِّ يَوْمَئِذٍ پیرت لگا بیٹھے۔ ان آیت میں اُسی شعور مدفونہ روحانیہ کی طرف توجہ فرمایا جا رہا ہے کہ ان کافران اذلی نے اپنے شعور فطری سے اُس وقت کا مشاہدہ اسرار نہ کیا تھا جب آسمان انوار ارضیات نار صدیق و زندیق نیک و بد اعلیٰ اوقی کانتا رَتْقًا سب قسم کے لوگ مخلوط تھے فَفَتَقْنَاهُمْ اِسْمَ اِيْمَانٍ کی ہواؤں سے اعمال کی فضاؤں میں ہم نے دونوں کو جدا کر دیا آسمان انوار کو اسرار کی بلندیوں پر زمین مجز و نیاز کو مراقبہ خلوت کی پستیوں میں قائم کر دیا تاکہ قلوب عارفین کی ارض مقدس میں ذکر الہی کی نباتات کے ماحل لگیں اور عقل سالکین کے سموات سے اعمال ماحلات کی بارشیں نازل ہوں ان ہی پانیوں سے ہم نے کائنات عرفانی کی ہر چیز زندہ کر دی۔ تو یہ کفر کے سُفہا اور فسق کے حُمق اس مشاہدہ ازلیہ روحانیہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے تاکہ روئے مشاہدہ سے جمال مانع نہ ہو اَللّٰہُ عَلٰی شَیْرِ قَدْرِ اَوْنٰہُ ہو۔ حکایت۔ ایک مرتبہ آقا و کائنات حضور اقدس اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ علی شیر قدا کو اپنا لعاب مبارک چٹا دیا تو آپ پر ساری کائنات روشن ہو گئی اور آپ نے ایک محفل میں فرمایا۔ پوچھ لو

آج مجھ سے جو چاہو ازل سے ابد تک تو ریت، انجیل تک۔ ایک مینی نے عرض کیا میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا سمجھنے کے لیے پوچھ سکتا ہے طعن و تشنیع اور بحث کے لیے نہیں۔ اُس نے عرض کیا۔ کیا آپ نے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا جب عبادت میں ہوتا ہوں تو رب تعالیٰ کو عیون قلبی سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ اُس جلالِ یار کو رو بہ اعیان سے آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ حقیقتہً ایمان سے صرف قلب دیکھتا ہے اگر بندے اُس کو دیکھنا چاہتے ہیں تو: **اَفَلَا يُؤْمِنُونَ**۔ اسی حقیقت صادقہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے کہ میرا رب تعالیٰ واحد ہے شریک کر لی نہیں احد ہے ثانی کر لی نہیں فرد ہے مثل کر لی نہیں صمد ہے کفر کر لی نہیں۔ نہ اُس کو گھیرے کر لی مکان نہ اُس کو پائے کوئی زمان نہ جانا جائے حواس سے نہ پرکھا جائے قیاس سے۔ وہی ربُّ الانبیاء ہے وہی سببُ الاسباب ہے خالقِ جبال و ارضیات ہے اُسی کا فرمان ہے کہ **وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَواسیٰ اَنْ تُمَيِّدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لِّعَلَّاهُمْ يَهْتَدُونَ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفْطًا مَّحْظُوظًا وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ**۔ اور بنا دے ہم نے زمینِ بشری میں اولیاء و کاملین کے رواسی جو ارض باطنی کے رواسی اُتاد ہیں اور ارض ظاہری کے جبالِ اقطاب تاکہ یہ زمینِ بشری قائم اُتیل و صائم الدہر سا لکین معرفت کو ہٹانے لے جائے ان کے بابرکت قیام و حید سے عالم میں انوار کی بارشیں چین بہاری کی اُلفتیں رزق کی نعمتیں اور تمام زمین کا قیام و سکون ہے۔ از تفسیر روح البیان حدیث پاک میں ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اُس وقت سے تاقیام قیامت زمین پر ستر ابدالِ زمین ہیں اپنے وقت کے صاحبِ شریعت رسول کے امتی ہو کر جن میں سے چالیس ابدالِ ملکِ شام ہیں جہاں تختِ محشر قائم ہوگا اور تیس ابدالِ زمین کے تیس گونوں پر۔ اگر کہیں سے ایک ابدال فوت ہو جائے تو اُس کی جگہ فوراً کسی اور کو مقرر کر دیا جاتا ہے اُن رواسی زمینِ بشری میں ہم نے ہی کھنڈے راستے قائم فرمائے ہیں۔ جسم انسانی زمین ہے ایمانیات روحانی ہیں شریعت و طریقت فجا جاً سُبُلًا ہیں معرفت لَعَلَّاهُمْ يَهْتَدُونَ ہے قرآن و حدیث سقف محفوظ ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ابدالین زمین کی گیارہ اخلاقی عادات حمیدہ سا لکین معرفت کے لیے فجا جاً سُبُلًا ہیں و سینوں میں سلامت و مال میں سخاوت و زبان میں صداقت و عقل میں تواضع و قلب میں شجاعت و شہادت میں صبر و خلوت میں گریہ زاری و مخلوق سے نصیحت و مومنین کے لیے رقت و اشیاء عالم میں تفکر و حالات سے عبرت ہر جہلِ طریقت میں گیارہ خزانے بنائے گئے ہیں و صدیقی صداقت کا و فاروقی عدالت کا و عثمانی سخاوت کا و حمیدی شجاعت کا و ابن مسعود کی فقاہت کا و حنفی اصول کا و مالکی فروع کا و شافعی تشخیص کا

۹۔ منبلی تلخیص کا مآل امام یوسف کی تحقیق کا مآل امام محمد کی تائید کا بشریت کے ان پہاڑوں میں نور کی
گیارہ چوٹیاں ہیں مآل حسنینت کی خلافت مآل حسنینت کی شہادت مآل امام عابدین کی گریہ غم مآل امام اہل
کی معصومیت مآل امام اکبر کی شہادت مآل امام موسیٰ کی عبادت مآل امام رضا کی ریاضت مآل امام باقر
کی ولایت مآل امام تقی کی فراست مآل امام تقی کی عبادت مآل امام جعفر کی امامت، ان گیارہ چوٹیوں کو
مخالف ساکبیت میں اس لیے سجایا گیا کہ لَعَلَّہُمْ یُحْتَدُونَ تاکہ قادریت کے ذکر قلبی نقش بندیت
کے ذکر فکری، چشیت کے ذکر جہری، سرور دیت کے ذکر ستری کی ہدایتیں سب ساغر ان راہ سلوک
حاصل کر سکیں۔ اور خدا کے فضل سے سب پر ہوسا یہ غوث اعظم کا یہ سب کا رخاۂ ذوالجلال ہے اسی قاتی
ارض سما نے بنایا ہے عقولِ علما اور قلوبِ اولیا کے آسمان کو زمین بندگی کے لیے محفوظ چھت۔ عارفین کے
قلب محفوظ ہیں وساوسِ شیطانی سے آقا کا کائنات علی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ دعا تعلیم فرمائی کہ
ہر وضو کے بعد میں مرتبہ یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِزِّ قَلْبِیْ مِنْ وَطْأَنِیْ وَکَلِّیْ وَکَلِّیْ
وَسَاوِسَ الشَّیْطَانِ۔ قلوبِ عارفین آیت الہیہ کے چمکتے ذرے میں جو معرفت کی چوٹیوں پر جگمگا رہے
ہیں اور نفوسِ قدسیہ سے شیطانوں کو بھگا رہے ہیں غافلین کو جگا رہے۔ فاسقین کو یلا رہے
ہیں۔ بس ان ہی در سگا ہوں خاتقاہ کی شاگردیوں بیعتوں کے دامنِ فحاشا سبکنا میں مہیتِ شریعت
اور عاقبتِ طریقت ہے۔ لیکن اہلِ دنیا عنِ اٰیۃِ مَعْرُضُونَ۔ ان تجلیاتِ حقیقہ اور مراقباتِ ذوقیہ
کی آیتِ نورانیہ سے منہ پھرانے والے ہیں اس لیے کہ نہیں پہچانتے شریعت کی قدر و حکمت کے
مقام کو منکر ہیں فضائلِ علما سے اور مدارجِ فقہاء سے ناواقف ہیں حالاتِ موفیاء سے۔ یہ اہلِ دنیا
چلتے ہیں تو عقلِ خشک کے راستے پر دیکھتے ہیں تو نقل کی معنوی آنکھ سے۔ حالانکہ عقل کا قدم
صرف معقولات میں ہی ہے، لیکن مکاشفاتِ الہیہ کی ہدایت اہلِ اشد کی محافلِ سموات والارض کے
وسیع میدانوں میں ہے۔ کیونکہ وہی انجاءِ صحیحہ اور سبیلِ مستقیم کے مرشد ہیں۔ اُن ہی علماء کے علوم
نسج و تبدیلی سے محفوظ ہیں۔ پس عاقل پر واجب ہے کہ غافل سے بچے۔ صوفی سے مٹے حدی
میں آئے اور اسی وقفِ سقیفِ محفوظ کے دامن میں پناہ لے جو عقل و نقل کشف و اسرار کے راستوں
سے واقف ہو اور جمیع حالات میں اہلِ مشاہدات و تجربات کے فحاشا سبکنا پر چلائے۔ مگر چنے ولے
کو چار ہدایتیں اور چار اعراض چاہئیں تاکہ مرید باصفا کو لَعَلَّہُمْ یُحْتَدُونَ کی سعادت اور
مَعْرُضُونَ کا تقویٰ حاصل ہو۔ عاقبت پرشکوہ وقت مصیبت پر مبر۔ عاقبت پر فکرِ نعت پر ذکر
چار ہدایتیں ہیں۔ راغور سے نفرت بدخلقی سے کدورت بروں سے عداوت فاسقوں کی گراوٹ

آرام کی برداشت معائب پر صبر و تحمل سے بہتر ہے۔ اور ہر حالت میں اعتدال مومن کا خزانہ ہے
وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ

اور وہ اللہ ہی ہے جس نے پیدا فرمایا رات اور دن اور سورج اور

اور وہی ہے جس نے بنا ئے رات اور دن اور سورج اور

الْقَمَرَ ۚ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا

ہر ایک ستارے ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔ اور نہ بنا یا ہم نے

چاند ہر ایک۔ ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔ اور ہم نے تم سے پہلے

لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّن مَّتِّ فِيهِمْ

کسی انسان کے لیے آپ سے پہلے ہمیشہ رہنا کیا پس اگر آپ نے وفات پائی بھلا یہ

کسی آدمی کے لیے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ

الْخُلْدُونَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۚ وَ

رو جانے والے ہیں۔ ہر جاندار ہی موت کو چکھنے والا ہے۔ ہاں ہم

تو یہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم

نَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۚ وَإِلَيْنَا

آزماتے ہیں تم کو سختی اور نرمی سے پورا آزماتا اور ہماری طرف ہی تم سب

تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف

تَرْجِعُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِذَا سَأَلَكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ

لوٹائے جاؤ گے ۔ اور جب بھی دیکھا آپ کو اُن لوگوں نے جو کافر ہوئے نہیں بنایا

تہیں لوٹ کر آنا ہے ۔ اور جب کافر تہیں دیکھتے ہیں تو تہیں نہیں ٹھہراتے

يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ

انہوں نے آپ کو مگر مذاق ہی کہ کیا یہ وہ جو ذکر کرتا رہتا ہے

مگر ٹھٹھا ۔ کیا یہ ہیں وہ جو تمہارے

إِلَهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمَنَ ۚ هُمْ كَافِرُونَ ﴿۳۶﴾

تمہارے معبودوں کا ۔ حالانکہ یہ کافر تو رحمن کے ذکر سے ہی منکر ہیں ۔

خداؤں کو برا کہتے ہیں اور وہ رحمن ہی کی یاد سے منکر ہیں ۔

ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے ۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں

تعلقات زمین کی پیدائش اور اُس کو ایک جگہ ٹھہرانے کا اور اُن میں غنّ پختہ

ذکر فرمایا گیا اب فرمایا جا رہا ہے کہ اگلے ہم نے رات و دن پیدا فرمائے تاکہ تم کو سکون

و راحت ملے یہ ہی ایتھا ہیں یعنی زمین کا ایک جگہ ساکن ہونا بھی تمہارے آرام و سکون کے

بے اور زمین کے دن رات بھی تم ان آفتوں ہی کے جسی و راحت کے بے ہیں ۔

دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں زمین کے گڑھ ارضی کے ساکن ہونے کا ذکر فرمایا گیا جو رہائش انسانی

کے بے بہت اشد ضروری تھا کیونکہ چلتی پھرتی چیزیں سکون کی مضبوط رہائش نہیں ہو سکتی اب

ان آیت میں چلنے پھرنے والے گڑھوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو انسانی زندگی کے بے اشد ضروری

ہے ۔ تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں جہانِ دنیوی کی بناوٹ کا ذکر کیا گیا کہ ایسی زمین مضبوط

بنائی گئی اور اس طرح پائدار شاندار آسمان پیدا کئے گئے اب ان آیت میں جہانِ دنیا کی بنا

کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ یہاں کسی کو ہمیشہ کی بقا نہیں ہر چیز نے خواہ وہ کتنی ہی مضبوط

ہو فنا ہونا ہے ۔ مرنا ہے ۔ مشابہت نزول ۔ کفار مکہ جب بھی اسلام کی روزمرہ ترقی اور

اپنے ہر منصوبے کی بری طرح ناکامی سے محنت دل برداشتہ ہوتے تھے تو اپنی اور اپنے ساتھیوں کی بھول تلی کے لیے یہ کہا کرتے تھے کہ کچھ دن صبر کرو جب یہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو جائیں گے تو سب جھنجھٹ ختم ہو جائے گا نہ پھر اسلام رہے گا نہ مسلمان۔ تب ان کی تردید میں یہ آیت از ۲۲ تا ۲۵ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ وہ فوت ہو جائیں گے تو تم سداکب زندہ رہنے والے ہو۔ (از خزائن و امام سیوطی) ۲۵ ایک دفعہ آقاؤ کا ثنات صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راہ میں ابو جہل اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے ہنستے اور مذاق کرتے ہوئے کہنے لگا کہ دیکھو وہ ہیں عید منات کے نبی جو ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں لیکن مفسرین کے دو قول اور بھی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ نبی کریم آخری اور خاتم النبیین ہیں اس لیے آپ کو وفات نہ آئے گی تاکہ آپ کی شریعت منسوخ نہ ہو ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ تب یہ آیت ۲۳ نازل ہوئی۔ (از خزائن)

تفسیر نحوی وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ وَمَا جَعَلْنَا لِلْبَشَرِ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ

الْخُلْدُ ذَنْ۔ واو میر جملہ مؤنصیر واحد مذکر غائب برفوع منفصل مبتدأ ہے مرجع اللہ تعالیٰ الَّذِي اسم موصول واحد مذکر بحالت رفع منیات میں سے ہے خَلَقَ باپ نصر کا فعل ماضی مطلق پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع الَّذِي ہے۔ اللَّيْلُ اسم مفرد جنسی معرف بالآثم بمعنی رات اگر اس میں ت تعنسی لگا دی جائے تو بمعنی سخت اندھیری رات یا لمبی رات مثلاً لَيْلَةُ اس کی جمع ہے لَيَالٍ۔ یا لَيَالٍ اور اَلْيَال۔ بحالت نصب مفعول بہ ہے۔ واو عاطفہ النَّهَارُ اسم مفرد جنسی اس کی جمع مکسر تکثیری النَّهَارُ اور جمع مکسر تقبیلی نَهَارِ اس کی جمع مؤنث ہے نَاهِرٌ اور نَهَارٌ۔ نَهَارٌ بروزن دُھور بمعنی بہت زیادہ روشن دن۔ واو عاطفہ الشَّمْسُ اسم معرفہ بمعنی سورج اس کی جمع ہے شَمْسٌ اس کی تصغیر شَمْسِيَّة اسم کی روشنی یعنی دھوپ کو شَمْسِيَّة کہتے ہیں واو عاطفہ الْقَمَرُ اسم مفرد جنسی یعنی پہلی تاریخ سے آخری تک جنسی نام ہے چاند کو قَمَرٌ کہتے ہیں لغوی ترجمہ ہے غالب آنا۔ چھٹنا۔ غناک آواز نکالنا بلا معاوضہ کسی چیز کو حاصل کرنا ان ہی معانی کے اعتبار سے بَلْبَل کو قمری اور جوڑے کو قمار کہتے ہیں یہ چاروں آپس میں معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول بہ ہے خَلَقَ کا یہ سب فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صَدَّ ہوا الَّذِيں کا موصول صلب مل کر خبر ہوئی مؤنث مبتدأ کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ کُلٌّ اسم تاکید کی نکرہ۔ آخر کی تنوین عوضی ہے معنات الیہ پوشیدہ کے پہلے میں معنات الیہ کے حذف سے

اجتماعی کثرت کا فائدہ حاصل ہوا کہ مذکورہ دونوں کے علاوہ بھی باقی تمام کواکب آسمانی اگلے فعل کی حالت و کیفیت میں شامل ہو گئے۔ اور ترجیح ہوا کہ تمام کواکب آسمانی فی قَلْبِ ہیں۔ اسی لیے مجھ قول میں یہاں مضاف الیہ واحد پوشیدہ اصل میں کُلّ واحد تھا یعنی ہر ایک فی ظرفیہ مکانیہ قَلْبِ اسم نکرہ غیر مفعولہ (عمومی) یعنی گول دائرہ مراد ہے آسمان کا علاقہ (گھیرا) مدار پانی کی مینور کو بھی شک ہی کہتے ہیں یہ جار بحر و متعلق مقدم ہے۔ کَبَحُونُ باب فَعَّ کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب۔ لازم ہے "نَحْنُ" سے مشتق ہے یعنی تیرنا، میر کرنا تیر چلنا۔ چونکہ یہ فعل لازم ہے اور فعل کی نسبت کواکب کی طرف ہے اس لیے فاعلیت میں ذوی العقول کی مثل ہوئے لہذا فعل کا صیغہ اہل عقول کی طرح جمع مذکر آیا مضم غیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے یہ فعل اور متعلق مقدم جملہ فعلیہ ہو کر خبر لہوئی کُلّ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ایک قول میں حال ہے الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ کُلّ کی اصناف میں تین قول ہیں کُلّ واحد ہے اسی کو ترجیح ہے کُلّ کُلّ ہے۔ واو بر جملہ کا جَعَلْنَا باب فَعَّ کا فعل ماضی مطلق متنی جمع تنکلم جَعَلْ سے مشتق ہے یہاں بھی قانون بنانا ہے لام جازہ تفع کالبشر اسم مفرد یعنی انسان موصوفہ ہے بن حرف جر زائدہ قَبْلُ مرکب اضافی بحر و متعلق ہے گائ تاتہ پوشیدہ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی بشر کی یہ مرکب تزیینی بحر و متعلق ہے کَا جَعَلْنَا کَا اَلْخَلْدُ اسم مصدر یعنی ہمیشہ ہنایہ مفعول یہ ہے کَا جَعَلْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ اَفْ دراصل ہے قَلَفْ عاطف برائے تعلیق یعنی اگلے جملے شرطیہ کو پہلے جملے وَا جَعَلْنَا پر معلق کیا گیا، اس کو عطف تعلیقی کہتے ہیں۔ اَمْرہ موال انکاری کے لیے ہے۔ اِنْ حرف شرط مبتدأ باب ضَرْبِ فعل ماضی مطلق واحد مذکر حاضر۔ اَنْتَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع ہے خبری کرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ مِیْتُ سے مشتق ہے یعنی فوت ہونا یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ واجب ہے کیونکہ جملہ جزائیہ اسمیہ ہے مضم ضمیر مبتدا مرجع ہے کَفَّارِ کہ اَلْخَلْدُونَ اھام ابھی یعنی الَّذِیْن یعنی کثرت یعنی وہ سب خَالِدُونَ اسم فاعل جمع مذکر باب نَصْرُ قَلْب سے مشتق ہے مضم مبتدا کی خبر ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر جزا شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ کُلّ نفس ذَا نَفْسٍ اَلْمَوْتِ وَ مَلُوْا کُم بِالْمَوْتِ وَ اَلْخَبْرِ فِتْنَةٌ وَا لَیْسَ تَنْجَعُوْنَ۔ کُلّ اسم تاکید کی مضاف ہے نفس اسم مفرد مؤنث جامد یعنی جاندار جز حقیقی جان ہو جیسے حیوانات یا مجازی جان جیسے نباتات مراد ہے مخلوق یہ مرکب ہنایہ مبتدا ہے ذَا نَفْسٍ اسم فاعل واحد مؤنث باب نَصْر سے ہے ذَوْن سے مشتق ہے یعنی چکنا محسوس کرتا۔ پالینا۔ اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ مکی ہے جس کا مرجع نفس ہے وہ مؤنث ہے اس لیے یہ صیغہ مؤنث آیا یہ مضاف ہے اَلْمَوْتِ اسم مفرد جامد مل مصدر یعنی فنا انتقال ہلاکت وفات بحالت گسو

مفعول مضاف الیہ ہے ذالْفَعْلُ فاعل اور مفعول یہ سے ملکر جملہ اسمیہ اضافیہ ہو کر خبر مبتداء دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ۔ نَبَلُوْا بَابُ نَعَرَ کا مضارع جمع متکلم بَلُوْا سے مشتق ہے بمعنی آزمائش کرنا بِالْشَّرِّ وَالْخَيْرِ۔ یہ جارہ سببۃ الف لام جنسی یا عہدۃ صنی الخیر اسم مفرد جار مدد دونوں اسم چار معنی ہیں مشترک ہیں ماسختی نرمی م بیماری تندرستی م غریبی امیری م اچھائی برائی یہاں پہلے معنی میں ہے درمیان کا واو عاطفہ ہے یہ دونوں عطف مجرور ہو کر متعلق ہے نَبَلُوْا کا کُم ضمیر حاضر کا مرجع تمام انسان مفعول پہ ہے فَعْلَتُمْ۔ اسم مصدر مفعول مطلق ہے نَبَلُوْا کا کیونکہ معنی ہم جنس ہیں اگرچہ لفظاً جدا ہیں۔ ترجمہ دونوں کا ہے آزمائش کرنے کا لغوی معنی ہے نکھارنا خالص کرنا جیسے کہ سونے کو پگھلا کر نکھارا جاتا ہے عن ابی امامہ نبی کریم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو محرب و خالص کرتا ہے بَلَاؤُ مَصَابٍ سے جیسے تم سونے کو خالص بناتے ہو آگ سے ایک قول میں یہ مفعول لُکُ ہے ایک قول میں کُم ضمیر کا حال ہے یا نَبَلُوْا کے فاعل ضمیر جمع متکلم کا حال ہے (روح المعانی) مگر پہلے قول کو ترجیح ہے نَبَلُوْا فعل اپنے فاعل مفعول پہ متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ۔ اَلِیْنَا در اصل ہے اِلٰی حرف جرنا ضمیر جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ ترجمہ ہے ہماری طرف رہا رہے پاس (تَرْجَعُوْنَ) بَابُ خَرَبَ کا فعل مضارع مجہول مثبت جمع مذکر حاضر ایک قرئت میں ہے یَرْجَعُوْنَ جمع مذکر غائب مگر پہلی قرئت درست ہے یہ فعل با فاعل پرشیدہ ضمیر صبیغہ اور اَلِیْنَا جار مجرور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَاِذَا اَمْلَاكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّتَّخِذُوْا لَكَ اِلَٰهًا هُوَ الَّذِیْ يَذْكُرُ اِلْحٰثَكُمْ وَهُمْ يَذِکُّوْنَ الرَّحْمٰنِ هُمْ كَفِرُوْنَ۔ واو سر جملہ اِذَا حرف شرط۔ یہ ایسا حرف شرط ہے کہ اس کی کسی جزا میں ف لانا ضرور نہیں باقی حروف شرط میں اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو توف لانی واجب ہے۔ خیال رہے کہ قارئین کی چار صورتیں ہیں کبھی جائز کبھی مستحب کبھی واجب کبھی منوع یہ جزا کو شرط سے اقتران یعنی ملانے کے لیے آتی ہے رَا۔ بَابُ نَفَعُ ماضی مطلق برائے استمرار بمعنی جب بھی دیکھا۔ لَکَ ضمیر منصوب متصل مفعول یہ ہے مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الَّذِیْنَ اسم موصول کَفَرُوْا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ موصول صلہ مل کر فاعل ہوا رَا کا سبب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی اِنْ حرف نفی یَّتَّخِذُوْنَ بَابُ اِفْتَعَلَ کا فعل مضارع معروف مثبت جمع مذکر غائب اَخَذْتُ سے بنا ہے مصدر ہے اِتَّخَذَ در اصل تھا اِتَّخَذَ۔ دوسری ہمزہ مادیہ اصل علیہ کوٹ بنایا پھر تاء اِفْتَعَلَ میں ادغام (مشدد) کر دیا هُمْ پرشیدہ فاعل مرجع الَّذِیْنَ ہے لَکَ ضمیر مفعول پہ اِنْ حرف متصل کیونکہ لَکَ ضمیر اس کا مستثنیٰ اسے مذکور ہے هُرُوْا۔ ایک قرئت میں هُرُوْا

جنم زال سے ہے دراصل ہے حُرُوقِ آہنہ کو واؤ سے بدلا گیا اسم مائل مصدر جامد یعنی مذاق۔ آہنہ انتہاء
استمرائیہ بیانیہ مایعہ جملہ ماقبل حُرُوقِ اکا بیان ہے حُذَا اسم اشارہ قریب الذین اسم موصول واحد مذکر مراد
ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس یذکرُ باب نصر مضارع معروف واحد مذکر غائب اس کا
فاعل پوشیدہ ضمیر صیغۃ الہیۃ اسم جمع مکسر منصرف کم ضمیر صفات الیہ یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے یذکرُ
کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا الذین کا دونوں مل کر مشار الیہ اسم اشارہ اپنے مشار الیہ سے مل کر
بیان ہوا حُرُوقِ اکا دونوں مل کر مستثنیٰ ہوا ت ضمیر کا وہ دونوں مل کر مفعول یہ ہے یحذرون جمع کا سب
مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی۔ واؤ عالیہ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے بجاۃ ذکر اسم مفرد مصدر مائل
جامد یعنی نصیحت مراد ہے تذکرہ یا قرآن کریم یا دین اسلام مضاف ہے ارضین صفات الیہ یہ مرکب
اضافی مجرور متعلق مقدم ہے دوسری ضمیر جمع مذکر غائب برائے تاکید مؤکد ہے پہلی ضمیر جمع کا خیال ہے
کہ جس طرح عامل و ممول میں فاصلہ جائز ہے اسی طرح تاکید مؤکد کے درمیان فاصلہ جائز
ہے (روح المعانی) کفرؤن باب نصر کا اسم جمع مذکر ضمیر صیغۃ اس کا فاعل یا اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے
مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوئی ضم کی یہ مبتداء مؤکد اپنے مؤکد اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہوا
کفرؤن کے فاعل کا سب جملہ شرطیہ ہو گیا اپنی جزا سے مل کر۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ فِي
تَفْسِيرِ عَالَمَانَا قَلْبِكَ يَسْجُونَ وَمَا جَعَلْنَا لِشَرِّهِمْ قَبْلَكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَأَنْتَ

مَنْتَ فَهُمْ الْخُلْدُ ۚ وَنَ۔ اور تمام جہانوں کا رب خالق مالک اور معبود صرف وہی ذات ہے
جس نے تمام کائنات ارض پر پہلے رات کو پیدا فرمایا کہ یہ رات زمین کا ہی سایہ ہے اور بعد
میں دن کو پیدا فرمایا اور دن کے لیے سورج کو رات کے لیے چاند کو پیدا فرمایا۔ اور یہ دونوں
سورج اور چاند ہر ایک اپنے برجی دائرے علاقہ میں تیر رہے ہیں یعنی مسلسل تیز چل رہے
ہیں۔ اس چلتے کو انسان کے تیرنے سے ذکر کیا گیا۔ اس لیے کہ انسان کا پانی میں تیرنا تسلسل
اور تیزی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک سمت پر ہوتا ہے بخلاف دریائی جانوروں کی چلی وغیرہ
کے کہ وہ چونکہ پانی کے رہائشی ہوتے ہیں اس وجہ سے اُن کا پانی میں چلنا نہ تو مسلسل ہوتا ہے
نہ ایک سمت میں لگاتار۔ یہ رہائشی زیادہ تر پانی میں سوتے بیٹھتے یا شکار کرتے ہوئے مختلف
سمتیں بدل بدل کر دوڑتے ہیں یسجون۔ فرما کہ چاند سورج اور دیگر کو اک سبب ارکان کا نقشہ
و طریقہ سمجھا یا گیا۔ فلک سے مراد فضا و آسمانی ہے نہ کہ آسمان۔ یسجون کو جمع مذکر کے صیغے سے

سے ارشاد فرماتا انسان کے تیرنے سے مشابہت دینے کے لیے بے وزنہ غیر ذوی العقول
اشیاء کے لیے یہ صیغہ نہیں آتا۔ نہار سورج کی روشنی کو کہتے ہیں دھوپ نظر آئے نہ یا آئے
سورج دن نکلنے والا ستیارہ ہے۔ اس کے طلوع سے دن ہوتا ہے اس کے غروب سے
رات اور اس کی کرنوں سے دھوپ سورج کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو بے شمار
ہیں چاند رات میں اپنی مذہم روشنی پھیلانے والا ستیارہ ہے۔ اس کے وجود سے تاریکیوں
اس کی کرنوں سے چاندنی اس کی چاندنی سے رات کی خوب صورتی ہے چونکہ چاند رات کو
ظاہر ہوتا ہے اس لیے قمری تاریخ رات کے شروع ہونے سے بدلتی ہے۔ "سبح" کا حقیقی معنی
ہے پانی میں تیرنا مجازی معنی ہوا میں اڑنا ہے۔ عربی میں اڑنے کے لیے "طیر" کا لفظ ہے
اور ہر تیرنے کے لیے "اتو" ہے۔ صرف پانی چلے تو اردو میں بہنا اور عربی میں "سبل" یا "سیلان" فارسی
میں سیلاب اگر پانی ساکن ہو اس میں کوئی چیز چلے تو اس کے لیے "سبح" کا لفظ ہے۔ اگر دونوں
چلیں تو اس کے لیے "جری" کا لفظ ہے۔ فلک کے بارے میں فلاسفہ قدیم کے چند مختلف اقوال
ہیں ۱۔ فلاسفہ جدید یعنی سائنسدان تو آسمانوں اور ان کے فضائی علاقوں یعنی اُفلاک کا سرے
سے انکار کرتے ہیں یہ ان کا ایک کفر ہے ۲۔ بعض اسلامی فلاسفہ کہتے ہیں کہ فلک نام ہے آسمانی
علاقہ کا۔ یہ ایک موزن مکفوف کی طرف نرم اور بروجی مدار ہے ہر ستیارے کا مدار علیحدہ ہے
اور مرکز یا اُن کی طرح اُس میں ہر ستیارہ رب تعالیٰ کے مقرر و معین علاقہ میں بندھے اور مسخر
غلام کی طرح دوڑتے پھر رہے ہیں یہ ہی قول و نظریہ درست ہے۔ آیت قرآنیہ سے یہ ثابت
ہوتا ہے ۳۔ فلک بذات خود ایک ٹھوس گرتہ ہے یہ کو اکب اُس سے اس طرح جڑے ہوئے
ہیں جس طرح گینہ انگوٹھی میں ۴۔ فلک ایک شفاف جسم ہے جو عالم پر محیط ہے ۵۔ فلک آسمان ہی
کا دوسرا نام ہے ۶۔ فلک کشتی کی طرح ہے اس میں مسافر کو اکب ہیں اسی وجہ سے اس کا نام
فلک یعنی کشتی ہے ۷۔ فلک ایک گول گرتہ ہے خود چل رہا ہے اور اس میں کو اکب بھی چل رہے
ہیں ایک دوسرے کی مخالف سمت پر کو اکب تیز چلتے ہیں اس لیے ان کے چلنے کو "سبح" کہا گیا فلک
کی جمع اُفلاک ہے ۸۔ فلک خود ساکن ہے لیکن اس کے اندر ساتھ لے ہوئے کو اکب چل رہے
ہیں کوئی تیز کوئی آہستہ سب سے تیز سورج ہے ۹۔ اجرام فلکیہ کو اکب سے اوپر ہیں کو اکب اُس
کے نیچے چل رہے ہیں ۱۰۔ فلک چلتی کی طرح گول ہیں اور ایک جگہ گھوم رہے ہیں کچھ کو اکب
ان پر ہیں جو مخالف سمت گھوم رہے ہیں اور کچھ ان سے جڑے ہوئے ہیں اور کچھ علیحدہ ہیں اور

ساکن ہیں جیسے قلب جنوبی و شمالی، یہ تھے فلاسفہ کے مختلف اقوال اور بناوٹی مفروضے۔ صحیح قول وہی پہلا قول ہے جو قرآن مجید سے اشارۃً ثابت ہے کہ کُلُّ نَفْسٍ فَلَکٌ۔ یہاں کُلُّ کی توبین دو پیش (پیش) بھی بتا رہی ہے کہ ہر سیارہ علیحدہ اپنے اپنے مدار میں ایک مقرر لائن پر گول بہت بڑے دائرے میں گھوم رہا ہے یہ گھومنا چلنا ہے آگے بڑھتے ہوئے نہ کہ چکی یا ٹٹو کی طرح۔ سورج اور چاند کی رفتار میں سورج آگے ہے اور چاند پیچھے مقرر کردہ مستقر فاصلے پر نہ کوئی تیزی دکھا کر آگے بڑھ سکتا ہے نہ کوئی کسی کو پکڑ سکتا ہے۔ سیارہ کو اکب اور بھی ہیں مگر یہاں صرف دو سیاروں کا ذکر ارشاد ہوا اس لیے کہ یہ ہر شخص کو نظر بھی آتے ہیں اور ان سے رات دن اور تاریکیوں بھی بنتی ہیں فلک کی تعداد میں بھی فلاسفہ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں آسمانوں کی تعداد کے برابر سات ہیں۔ بعض کہتے ہیں چار ہیں بعض کہتے ہیں بڑیوں کی تعداد کے برابر بارہ ہیں۔ بعض اس آیت سے استدلال لے کر صرف ایک فلک مانتے ہیں کہ یہاں کُلُّ نَفْسٍ فَلَکٌ واحد ہے۔ مگر یہ استدلال غلط ہے اس لیے کہ یہاں معنی فقط ارشاد ہوا ہے مگر ہمیشہ با اکثر جنس کے لیے ہی بولا جاتا ہے اس کا معنی ہے کہ ہر فلک علیحدہ علیحدہ ہے۔ اور ثابت یہ کیا جا رہا ہے کہ ہر سیارہ علیحدہ اپنے اپنے فلک میں تیر رہا ہے۔ چنانچہ سورج جو تھے فلک پر چاند پہلے پر۔ اس طرح سات سیارے سات افلاک پر ہیں۔ آسمان اور فلک میں فرق یہ ہے کہ آسمان ایک جدی مستقل کڑی ہے مثل زمین اور فلک اس کا فضائی علاقہ ہے جو دہاں کے سیارے کا مدار ہے کوئی سیارہ کسی فلک سے چٹا یا ٹٹا ہوا نہیں ہے۔ اہل نظر فرماتے ہیں کہ دنیا جہاں کی ہر چیز بدلتا سیارہ ہے کسی چیز کی کسی حالت کیفیت جگہ مکان مقام شکل صورت حیثیت عمر کو بقا نہیں قرار نہیں ادھر دُوبے ادھر نکلے۔ ادھر دُوبے ادھر نکلے نہ رات کو بقا نہ دن کو نہ سورج میں ٹھہراؤ نہ چاند میں سکون۔ یہاں تک کہ وَصَّاجَعَلْنَا رَاٰخًا ہم نے تو کسی بشر کے لیے بھی اس جہاں فانی میں ہمیشگی نہ بنائی حالانکہ یہ بشر انسان اپنی دنیا سازی جاگیر داری کے غرور میں اپنے لیے بڑے لمبے لمبے منصوبے بناتا پھرتا ہے۔ اور اپنے مخالفوں کے مرنے کی سوچ فکر تمنا و انتظار میں رہتا ہے مگر مرنے تو سب مرنے ہی ہے خواہ کوئی کتنی لمبی عمر پائے کتنا ہی ساز و سامان بنائے کتنی حفاظتیں جمائے۔ ان کی تو کیفیت یہ ہے کہ سامان مٹو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔ یہ ہمارا ازلی ابدی قانون ہے اس سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں کسی کو مفر نہیں، اسے محبوب کریم آپ سے پہلے بھی کسی بندے بشر کو ہمیشہ کی زندگی نہ ملی۔ کوئی ایسی مثال نہیں تو پھر یہ احق آپ کی وفات

کے انتظار میں جھوٹی خوشیاں کیوں خوش ہو رہے ہیں کیا اگر آپ نے وفات پاتا ہے تو یہ احمق یہاں اس دنیا میں ہمیشہ رہیں گے! ہرگز نہیں۔ اگرچہ ہم ایسی ہی زندگی دینے پر بھی قادر ہیں اور ابدی بقا دینے پر بھی مگر ہماری دیگر قدرتوں کی طرح اس قدرت کا اظہار بھی فقط اجسامِ انبیاء کرام علیہم السلام پر ہی ہو گا نہ کہ ان جیسے تخریب کار فسادی لوگوں پر۔ جیسا کہ زمین پر خضر و ایسا کو اور آسمانوں پر عیسیٰ و ادریس کو (علیہم السلام) خیال رہے کہ رب تعالیٰ کی کوئی قدرت کبھی کسی غیر نبی بشر پر قائم نہ ہوئی۔ یہ کفار کیوں جھوٹی آسین لگائے بیٹھے ہیں کیا ان کی زندگیاں ان کے اپنے اعتبار میں ہیں بحر العلوم میں ہے کہ مخلوق سے مراد لمبی زندگی ہے دوام ہو یا نہ ہو موت زندگی کا اختتام و کنارہ ہے۔ زندگی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اور موت کی بھی دو قسمیں ہیں روح کا قائم و باقی رہنا زندگی ہے نکل کر جدا اور بے تعلق ہو جانا موت ہے مگر جسم کا اپنے مقاصدِ اصلیہ خلیقہ پورے کرنا زندگی ہے۔ پورے نہ کرنا موت ہے۔ اس دوسرے معنی کے اعتبار سے سرسبز اور نباتاتی زمین کو زندہ کہا گیا اور بحر زمین کو مردہ اسی طرح شہید مقتول کو زندہ کہا گیا اور چلتے پھرتے کافر انسان کو مردہ اسی معنی میں نیک متقی انسان کو صحت مند تندرست کہا جاتا ہے اور فاسق فاجر کو بیمار لاغر۔ لُغَةُ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ تَبْلُوْكُمْ بِالنَّارِ وَالْخَيْرِ فَتَنَةً وَ الْيَمِّ تَدْرُجُوْنَ۔ اے لوگو یہ لیل و نہار کے خزانے یہ شمس و قمر کے زمانے یہ سالوں کی دُوری یہ زندگی کی لوری سدا بہار نہیں ہے اس پر اگر گمانا تکبر دکھانا فخر بنانا یہودہ کھلکھلانا درست نہیں ہے اس لیے کہ ہر نفس و جان نے دیوی فنا کی موت کا مزہ چکھا ہے۔ نفس کے تین معنی ہیں ۱۔ نفس یعنی جان وہی یہاں مراد ہے ۲۔ نفس یعنی ذات اس معنی میں ذات باری تعالیٰ کو بھی نفس فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ مائدہ کی آیت ۱۶ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا قول نقل فرمایا گیا ہے۔ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ كَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۳۔ نفس بمعنی اجسم اور بدن اس معنی میں تمام جمادات نباتات کو بھی نفس کہا جاتا ہے مگر یہاں آیت میں یعنی جان ہے نہ کہ ذات یا جسم۔ اسی لیے مفسرین فرماتے ہیں کہ کل نفس عام مخصوص البعین ہے یعنی ہر جان نے بند یہ موت دنیا سے جانا ہے۔ پھر نہ رات کی راحت ملے نہ دن کی دولت نہ سورج کی رونق نہ چاند کی زینت نہ بچپن کی لٹکائیاں نہ جوانی کی مستکاریاں نہ گلِ رنی قلب کی آزادیاں نہ یسوعون کی چہل قدمیاں۔ بس موت کا سناٹا اور قبر کا اندھیرا۔ یہ زندگی اسی لیے دی گئی ہے کہ یہ امتحانِ بندگان ہے یہاں ہر ایک کے لیے شریعت ہے اور خیر بھی۔ شدت و سختی کا شر ہے تو نرمی سہولت کا خیر ہے۔ بیماری کا شر ہے تندرستی کا خیر۔ غریبی کا شر ہے مالداری کا

خیریاں بلا بھی ہے نعمت بھی تکلیف اور غم بلا ہے، تکلیف دینا کو تین وجہ سے بلا کہا گیا ہے۔ ۱۔ یہ تکلیفیں بدن پر مشقت ہیں اس لیے بلا ہیں۔ ۲۔ یہ تکلیفیں بندے کو خبردار کرتی ہیں۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی بندے کے لیے بلا ہیں اور مصیبتیں بھی۔ فراوانی نعمت میں شکر کی آزمائش ہے اور تنگی و مصیبت میں صبر کی۔ لہذا دنیا میں منحت اور محنت دونوں بلا ہیں مگر منحت اور عیش عشرت، مصیبتوں غریبوں سے زیادہ سخت بلا ہے کیونکہ غریبی پر صبر آسان ہوتا ہے امیری کے شکر سے۔ فاروق اعظم نے فرمایا جو شخص عیش و آرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش نہ سمجھے وہ دیوانہ ہے پھر فرمایا کہ لوگوں پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کر لیتے ہیں لیکن امیری دولت مندی آتی ہے تو شکر نہیں کرتے۔ اس دنیا کی فقیری بھی آلم بھی۔ لذت بھی نفرت بھی غرور بھی سرور بھی قبر بھی ہر بھی۔ خرق بھی وصال بھی۔ اقبال بھی اِدبار بھی۔ محنت بھی منحت بھی۔ عقوبت بھی عافیت بھی جہل بھی علم بھی انکار بھی اقرار بھی اجنبیت بھی معرفت بھی غصہ بھی لطف بھی۔ جواقی کی طاقت بھی بڑھاوے کی کمزوری بھی رات کا اندھیرا بھی دن کی روشنی بھی۔ سورج کی تپش بھی چاند کی ٹھنڈک بھی بد بھی نیک بھی یہ زندگی ہر حال میں ہر طرح ہر ایک کے لیے امتحان ہی امتحان ہے ابتلاؤ آزمائش ہے کہ کون راتباع نفس کے شر میں گرتا ہے اور کون ہدایت و اطاعت کی معاونت میں اُٹھتا ہے۔ کون نفرت و حقارت کے شر میں پڑا رہتا ہے اور کون عصمت و حفاظت کے خیر میں چلتا ہے یہاں کی حیات کافر کے لیے منحت یعنی عیش ہے مومن کے لیے منحت ہے فائق کے لیے فتنہ ہے۔ اور یہاں کی موت کافر کے لیے وارنٹ فائق کے لیے عدالت کا سن مومن کے لیے شاہی دعوت نامہ۔ ہر کیف وَالْيَا تُرْجَعُونَ۔ تم سب کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے نہ غیر کی طرف نہ شریک کی طرف اس لوٹنے میں نہ شرکت ہے نہ غیریت کا دخل، موت وہ راستہ ہے جس کا آخری دروازہ ہماری ہی بارگاہ ہے۔ امام راغب نے فرمایا کہ قرآن مجید میں موت و حیات کی چھ قسمیں بیان فرمائی گئی۔ ۱۔ انسان حیوان نباتات میں قوتِ نامیہ کا ہونا حیات ہے اس کا ختم ہو جانا موت ہے چنانچہ سورۃ حدید کی آیت ۴۱ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الدّٰمِیْنَ بَعْدَ مَوْتِهِمْ۔ ۲۔ قوتِ احساس و شعور کا ہونا حیات ہے اس کا ختم ہو جانا موت ہے چنانچہ سورۃ مزیم کی آیت ۴۲ میں ارشاد ہے۔ وَیَقُولُ الْاِنْسَانُ اِذَا اَمَامَتْ لَمُوتٍ اُخْرِجْ حَیًّا ۳۔ قوتِ عقل و علم ہونا حیات ہے حماقت و سفاهت و جہالت ہونا موت ہے چنانچہ سورۃ نمل آیت ۲۰ میں ارشاد ہے۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔ ۴۔ خوشی حیات ہے۔ غم موت ہے۔ چنانچہ سورۃ ابراہیم آیت ۱۸ میں ارشاد ہے۔ وَیَاۤتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَ مَا حُوِّ

بیت رہ بیداری حیات ہے نیند موت ہے چنانچہ ارشاد ہے سورۃ النعام آیت ۴ میں وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ۔ روح کا بدن میں موجود رہنا زندگی و حیات ہے اور جدا ہو کر قوت حیوانیہ کا ختم ہو جانا موت ہے۔ چنانچہ یہاں ارشاد ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ نفس وہ جو ہر لطیف ہے جس میں تین قوتیں ہوتی ہیں ۱۔ قوت حیات ۲۔ قوت حس ۳۔ قوت ارادی۔ اسی معنی میں روح حیوانیہ کو نفس کہتے ہیں یہ قوتیں اجسام و ابدان کو طلوع کی ترقی دیتی ہیں جس سے بدن میں روشنی پیدا ہوتی ہے اگر یہ روشنی ظاہر بدن سے بکھ جائے تو موت ہے چھپ جائے تو نیند ہے اسی لیے موت اور نیند ہم مثل ہیں فرق صرف یہ ہے کہ موت کلی جدائی ہو جاتی ہے اور نیند جزئی جدائی یعنی اگر جو ہر نفس کی ضیاء ظاہر بدن سے جدا ہو نہ باطن بدن سے تو وہ بیداری ہے اگر صرف بدن سے جدا ہو تو نیند اگر ظاہر باطن دونوں سے جدا ہو تو موت۔ کیونکہ روح حیوانی کی ضیاء کا کلیتہ ختم ہو جانا موت ہے۔ اسی روح کا دوسرا نام نفسی ناطقہ ہے یہ جو ہر فی ذاتہ مادہ حیوانیہ سے خالی ہے مگر عملاً و فعلاً ملا ہوا ہے۔ بعض نے اس طرح فرمایا کہ روح وہ جسم لطیف ہے جو اجسام کو سمیٹ اور ماہیت میں جدا کرنے والا ہے اور ابدان میں تفرق و حکمرانی کرنے والا ہے۔ اور روح بدن میں ایسی ہوتی ہے جیسی کسی۔ بیج میں تیل، روح و بدن دونوں جڑے ہوں تو نام ہے کاشمہ تو میں ہم تم وغیرہ زید بکر۔ دونوں جدا ہو جائیں تو نام ہوتا ہے مردہ رب تعالیٰ نے انسانی مٹی میں آٹھ قوتیں پیدا فرمائیں ۱۔ ملکی ۲۔ نورانی ۳۔ علوی ۴۔ قوت بقا یہ چار قوتیں صرف مومن کی انسانیت میں ہیں ان کو قہار ایمانیہ کہا جاتا ہے ۵۔ قوت حیوانیہ یہ حیوانیت پانچ قوتوں کا مجموعہ ہوتا ہے قوت حاستہ نامیرہ شامہ لامہ ذائقہ ۶۔ ظلالی ۷۔ سفلی ۸۔ فانی۔ یہ چار ہر انسان میں ہیں، ان کو فنا بھی ہے جدائی بھی زوال بھی انہی کی فنا کا نام موت ہے۔ کافر کی روح پر موت آتی ہے فاسق کے دل پر اور مومن کے نفس پر کافر کی موت فنا ہے فاسق کی موت ہلاکت متقی مومن کی موت وفات ہے۔ شہید کی وفات ہوتی ہے موت نہیں ہوتی۔ وفات نام ہے دنیوی زندگی کی سانسوں کھانوں پیوں کا مکمل پورا ہو جانا۔ وفات کا طریقہ یہ ہے کہ ہیکل جسمانی کی شکل منہدم ہو کر روح کا معدن غیبی کی طرف رجوع کرتے ہوئے مشابہہ ربانی میں پہنچنا روح اپنی جو ہریت اپنی تدبیر اپنے تصرف اپنے تجربہ اپنی بقا اپنے دوام اپنے استقلال میں بدن کی محتاج نہیں لیکن بدن اپنے مظہر اپنے کمال اپنے اعمال اپنی قوت اپنی صورت میں روح کا محتاج ہے۔ یہ محتاجی اس عالم مشاہدہ کے اندر ہے کیونکہ روح

ہادی ہے علم فہم فراست شعور تربیت حقوق میں بدن کی اسی بے روح کا نام نفس نامقہ ہے اس آیت پاک میں کل نفس سے روح ہی مراد ہے روح موت کو صرف مکتفی ہے اور بدن پر موت طاری ہوتی ہے ان آگاہوں خبر داریوں کے باوجود یہ کفار زمانہ اپنی چند روزہ زندگی پر اس حد تک اتنا غرور کرتے ہیں کہ۔ وَ اِنَّ اَیَّامَکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا اِنْ یَتَّخِذُوْکَ رَاۡیًا هٰذَا الَّذِیْ یَذُکُّرُ اٰیٰتِکُمْ ذُرِّیَّۃً اٰتِیٰۃً ۚ اِنَّ ہُمْ کَافِرُوْنَ ۙ اور جب کبھی ایک دفعہ اسے محبوب ان کافروں نے آپ کو دیکھ لیا تھا۔ جو ازل سے بدن تک جہنم کے کافر بنے ہوئے ہیں تو انہوں نے آپ کی شان اقدس میں اس قسم کی بیہودہ باتیں کرتے ہوئے آپ کا مذاق ہی کیا تھا کہ اسے لوگو یہ ہیں تم نبی عبد مناف کے نبی جو ہر وقت تمہارے پیارے بتوں معبودوں کا برائی سے ہی ذکر کرتے رہتے ہیں۔ کہ یہ بت نہ کچھ بلا سکتے ہیں نہ سُن سکتے ہیں نہ دے سکتے ہیں نہ چھین سکتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں نہ مٹا سکتے ہیں نہ کسی کا نفع کر سکیں نہ نقصان یہ تو شخص سنی پھر دعوات کے ٹکڑے ہیں جن کو خود ان کفار نے اپنی دستی فسکاری سے تراش تراش کر مورتی بنالیا ہے یہ نبی اسی طرح بتوں کی توہین اور ذلت کرتے رہتے ہیں۔ اسے محبوب یہ کفار کہتے بد نصیب اور نادان ہیں کہ اس حقیقت بیانی کو برائی اور دشمنی کا ذکر کہتے سمجھتے ہیں اور اس اظہارِ اصلیت سے بُرا مناتے ہیں اور سچی بات سنانے والے اچھی سمجھ دلانے والے کا مذاق کرتے ہیں کہ دیکھو کسی انوکھی و زالی بات کہہ رہا ہے حالانکہ یہ کم بخت خود کائنات کے سچے حقیقی خالق مالک رازق معبود بندوں کا رحمن و رحیم جو نہایت شفقت و کرم سے بندوں کی ہر ضرورت کے انعامات دینے والا۔ راحت بندگان کے لیے رات اور تجارت بندگان کے لیے دن۔ کھیتیاں پکانے کے لیے سورج اور لذت بنانے کے لیے چاند کو اپنی قدرت سے پیدا کرنے والے رحمن کے ذکر اور ذات پر ایمان لانے سے کفر کرنے والے بنے ہوئے ہیں۔ اہل عرب کے نزدیک لفظ ذکر ہر اچھے بڑے تذکرے کے لیے عام ہے اگر ذکر کو دشمن کی طرف منسوب کیا جائے تو مراد ہوتا ہے برا تذکرہ اور اگر دوست کی طرف منسوب کیا جائے تو مراد ہوتا ہے اچھا تذکرہ اسی محاورے کا لحاظ رکھتے ہوئے یہاں یذکرہ سے بُرا ذکر مراد ہے اور یذکرہ الرحمن سے اچھا تذکرہ مراد ہے کہ یہ کفار اللہ تعالیٰ رحمن و رحیم کے اچھے تذکرے کے منکر و کافر ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ہم کسی رحمن کو نہیں جانتے پہچانتے کچھ کفار کہتے تھے کہ علاقہ پیامہ میں ایک شخص مسیلہ ہے وہی رحمن ہے جو اس نام سے مشہور ہے۔ مسیلہ کذاب کا نام پہلے عبد الرحمن تھا اور کفار اس کو صرف رحمن کہہ کر پکارتے تھے لہذا اس طرح مشہور ہو گیا

بعض مفسرین نے فرمایا کہ ذکر الرحمن سے مراد قرآن مجید ہے یعنی یہ کفار اتنے متعصب اور بیوقوف ہیں کہ جھوٹے بتوں کی برائی سن کر تو برا مناتے ہیں مگر خود سچے کلام الہی قرآن مجید ذکر الرحمن کے شکر بنے ہوئے ہیں حالانکہ بتوں کی شناخت ان کو کبھی مفید ہو نہیں سکتی جب کہ قرآن کریم تو ہمہ وقت مکمل طور پر ہر طرح تمام جہان والوں کے لیے مفید ہی ہے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ کوئی ستارہ:

فائدے

کسی آسمان میں جڑا ہوا نہیں ہے، بلکہ ہر ستارہ آسمان سے جدا ہے سموات علیہ ٹھوس جسم ہیں کوئی سونے کا کوئی زمرد کا کوئی کسی دھات کا وغیرہ وغیرہ ان میں ذروازے بھی ہیں اور ستارے علیحدہ ٹھوس جسم ہیں سیارہ ہو یا غیر سیارہ اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں کچھ ٹھوس ہوئے ہیں کچھ چل رہے ہیں یہ سب قدرت الہی سے قائم ہیں کسی کو کسی غیر کے سہارے کی ضرورت نہیں نیز آسمان تو سب ٹھوس جسم ہیں مگر فلک آسمانی فصلا اور علاقے کا نام ہے یہ فائدہ کئی فی خلط ینبخون کی تفسیر سے حاصل ہوا لہذا فلا سفیہ قدیم کا یہ نظریہ غلط ہے کہ کواکب اور چاند سورج آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں اور آسمانوں کے چکر لگانے سے ان ستاروں کا چکر لگتا ہے یہ نظریہ فضول اور بیکار بھی ہے۔ قرآن مجید کے خلاف بھی۔ دوسرا فائدہ جس طرح رب تعالیٰ جو ہریات اور جوہر کا خالق ہے وہ رب تدبیر فعل وعلی تمام عرضیات کا بھی خالق ہے اگرچہ وہ غیر مرئی یا غیر محسوس ہوں یا کسی جوہر کا اثری نتیجہ جیسے سایہ مگر اپنے وجود میں جوہر کی طرح عرض بھی مخلوق ہے۔ یہ فائدہ کہ هو الذی خلق اللیل (۱۲) فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو رات دن جہاں گنی چیز نہیں صرف سورج کے غروب و طلوع کا ثمرہ ہے مگر اس کو بھی خلق فرمایا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ باری تعالیٰ قادر ہے اس بات پر بھی کہ سورج غروب ہونے یا ناپید اور ختم ہو جانے کے باوجود بھی رات نہ ہونے دے دن نکلا رہے۔ اور قادر ہے اس پر بھی کہ سورج کی موجودگی میں بھی رات طاری ہے۔ تیسرا فائدہ۔ موت کافر کے لیے ہمیشہ نقصان دہ ہے کیونکہ اُس کی فنا ہی فنا ہے لیکن مسلمان اور اہل ایمان کے لیے موت بھی مفید ہے اگرچہ فاسق ہو۔ فاسق کو اس طرح کہ گناہوں اور صحبت بد کی خیانتوں سے چھوٹ گیا۔ مومن کے لیے تو سدا بہار خوشیاں اور قرب الہی کا رجوع صوری ہے ہی۔ یہ فائدہ موت کی تقسیم اور الینا تر جعون کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن | ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ شرعی نظام الاوقات

marfat.com

Marfat.com

میں رات پہلے ہوتی ہے دن بعد میں۔ اسی لیے شرعی اسلامی تاریخ رات شروع ہوتے ہی بدل جاتی ہے۔ اٹکل سورج غروب ہوتے ہی آگیا۔ لہذا اگر کوئی شخص لکھے کل کے متعلق قسم کھائے یا لکھے کل پر کوئی شرط لگائے یا کسی چیز کو متعلق کرے تو شام ہوتے سورج مغرب میں چھپتے ہی اٹکل کا حکم شروع ہو جائے گا، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ کی قسم کل میں فلاں کام نہ کروں گا۔ اور جب سورج شام کو غروب ہو تب اُس نے وہ کام کیا تو فوراً اس کی قسم ٹوٹ گئی عانت ہو گیا اور کفارہ قسم دینا پڑے گا یہی حال طلاق وغیرہ کو متعلق کرنے کا ہے یہ مسئلہ غُلُقُ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ میں نِلُّ کو مقدم فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ مرنے کے بعد کوئی انسان کسی چیز کا مالک نہیں رہتا۔ یہ تمام ملکیتیں عیش و عشرت دنیوی زندگی تک ہیں یہاں تک کہ قبر و مزار کی چادریں ہار پھول بھی صاحب مزار کی ملکیت ہیں جس طرح دنیوی تمام ملکیتیں تحفے تحائف بعد وفات وراثت بن کر وارثین کی ملکیت ہو جاتے ہیں اسی طرح بعد وفات جو نذر نیاز تحائف چڑھاوے مزار پر پیش کئے جاتے ہیں وہ سب وارثین اور جانشین کی ملکیت ہیں یہ مسئلہ وَنَبِّئُوْكُمْ بِاَشْرَوْا الْخَيْرِ فِتْنَةٍ کے بعد وَاللّٰہُ تَرْجُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ آگاہی۔ خبرداری آزمائش دنیوی اشیاء دولت و مال دینے لینے میں ہے اور یہ سب کچھ اسی دنیوی زندگی میں ہے نہ کہ بعد وفات تیسرا مسئلہ۔ اسلامی شرعی عبادات علیات کی حکمتیں اور بقی فوائد دنیوی خوبیاں بیان کرنا مسموع ہیں جو خطبہ اس قسم کی حکمتیں بیان کرتے رہتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ وضو کے یہ طہی فائے کلی کے بیناک میں پانی چڑھانے کے لیے یہ فوائد نماز کو ورزش کا نام دے کر سجدے رکوع کی حکمتیں بیان کرتے ہیں کہ اس سے خون صحت گردش کرتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب غلط ہے۔ کیونکہ اس سے دو نقصان ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب حکمتیں خود ساختہ بناوٹی بنا بنا کر بیان کر دی پڑتی ہیں۔ اللہ رسول نے کبھی بیان نہ فرمایا اس لیے یہ کذب بیانی بھی ہوئی اور غیر یقینی بھی۔ دوم یہ کہ انسان کو نہ اپنی نفسیات پر قابو ہے نہ وحیات پر۔ ہزار روکنے پر نفسیاتی اور وحشی تصور مجاہد رہتا ہے۔ لہذا عبادت الہیہ میں دنیوی فوائد و منوڈتے پھر نایا دنیوی فائدوں کا تصور و خیال بنانا عبادت کو تباہ کرتا ہے۔ عبادت صرف اللہ رسول کے حکم کی فرماں برداری کا نام ہے۔ خواہ اس میں بندے کا دنیوی فائدہ ہو یا نقصان، مومن تو فقط رب تعالیٰ کے حکم و رضا کے لیے عبادت کرتا ہے وہ کہ دنیوی فوائد کے حصول کے لیے اگر نماز میں بندہ ورزشی فائدوں کا تصور جائے رہے تو وہ عبادت نہ بنی جب اس جھوٹے بناوٹی تصور سے نماز بڑھی جائیگی تو اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت

کس طرح کہا جاسکتا ہے کیونکہ اِنْفِعالُ بِالْیَیَّاتِ نیت نام ہے پس ارحے اور ذمہ تصور کا کسی شخص کا اس طرح کے من گھڑت فائدے لوگوں کو سنانا ان کی خیموں اور تصورات عجیب کو خراب کرنا ہے اس لیے اگر کوئی پرچے کہ وضو کیوں کرتے ہیں۔ کُلی اور ناک میں پانی سر کا مسح وغیرہ کیوں کیا جاتا ہے تو جواب یہی ہونا چاہیے کہ یہ صحت اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہے۔ اُس کا فرمان ہے۔ فَاذْكُرْ سَعْدَ اور نقصان سے ہیں کچھ غرض نہیں یہ مسئلہ وَبَنَوْا كُمْ بِاسْتِزَارٍ لِّخَيْرٍ فَتَنَةٌ دَاخِلَةٌ اَفْرَانِ سے مستنبط ہو کہ رب تعالیٰ نے تمام نعمتیں عبادتوں کا ذکر فرما کر حکمتِ ربانہ بیان فرمائی کہ یہ بندوں کی آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم و مرضی رب رسول نے کوئی دنیوی فائدہ نہ بیان فرمایا تو ہم کو کیا حق ہے کہ اُس کی عبادت میں اپنے تصورات دوڑاتے پھریں بلکہ غفلتوں سے توریخی اخروی فائدے ہی بیان نہ کئے۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض صرف انسان ہی ذی عقل اور **اعتراضات** ناطق نہیں فلکیات و سیارات بھی ذی عقل و ناطق ہیں دیکھو قرآن مجید میں ہے **لَقَدْ فَعَّلْنَا بَنِي آدَمَ خَلْقًا وَاعِلِينَ** یہ صیغہ جمع مذکر عقل والوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ چاند سورج بھی ذی عقل ہیں اور مثل انسان اپنی عقل سے چل رہے ہیں نہ کہ تسخیر سے اگر یہ غیر عقل والے ہوتے تو ان کے لیے جمع مؤنث کا صیغہ آتا۔ (دبعلی سینا)۔ جواب۔ یہاں جمع مؤنث کا صیغہ استعمال نہ کرنا جمع مذکر رث دفرمانا یہ بتانے کے لیے ہے کہ چاند سورج کا یہ فلکیات میں رواں دواں ہوتا انسان کے تیرنے کی طرح ہے یعنی ذی عقل کے فعل کی مشابہت کو سمجھانے کے لیے ہے نہ کہ فاعل کی مثلیت یا ذی عقل ہونے کی وجہ سے چونکہ پانی میں مین دو قسم کا ہے ایک آبی جانوروں ٹھیل وغیرہ کا آبی جانور پانی میں رہتے ان کا تیرنا نہ ضروری ہوتا ہے نہ مسلسل ایک سمت کی طرف بلکہ وہ پانی میں ٹھیرتے بھی ہیں ہوتے جاتے رکتے جھٹکے بھی کرتے ہیں اور بوقت شکار تیزی سے سمتیں بدلتے ہیں اور پیچھے بھی ہوتے ہیں کبھی تہستہ کبھی تیز مگر انسان جب تیرتا ہے تو مسلسل ایک سمت پر رہتا ہے نہ رکتا ہے نہ ٹھیرتا ہے اسی طرح چاند سورج اپنے اپنے فلک میں مسلسل ایک سمت پر چل رہے ہیں نہ اوپر نیچے ہوتے ہیں نہ ٹھیرتے ہیں نہ تہستہ نہ تیز یہ قرآن مجید کی کتنی عظیم الشان طرزِ بیانی ہے کہ مختصر عبادت میں وسیع معانی بیان فرمادیتا ہے اسی طرح سورۃ یوسف کی آیت میں ارشادِ ربانی ہے کہ **اَحَدُ عَشَرَ كُتِبَ لَهُمُ السَّنَ لَوَافِقُ** یعنی سائیدین۔ یہاں اہم فاعل جمع مذکر ارشاد ہوا اس لیے کہ سجدہ کرنا صد ذوی العقول انسان وغیرہ

کافعل ہے اسی طرح سورۃ نمل آیت ۱۸ میں ارشاد ہے کہ اَدْخُلُوا اَنْسَابَكُمْ بھی جمع مذکر فعل امر ہے کیونکہ گھروں میں داخل ہونا انسانی فعل ہے۔ مگر فعلی مشابہت کی وجہ سے حیوانیوں کے لیے یہ صیغہ ذوی العقول والا استعمال ہوا۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ پہلے صرف شمس و قمر کا ذکر ہوا جو تثنیہ یعنی دو ہیں مگر اس کے بعد اَلْکَلْبُ (کلیں) جمع ہے اور لَيْسَ جَوْنٌ بھی جمع جواب۔ اس کے تین جواب دئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے خلق ارشاد ہوا جس کے بعد چار چیزیں ذکر ہوئیں رات دن اور سورج چاند یعنی اللہ تعالیٰ ان چاروں چیزوں کا خالق ہے اور یہ چاروں چیزیں اپنے مدار میں بالکل نئے نئے انداز میں تیر رہی ہیں اور مسلسل چل رہی ہیں۔ رات اور دن کو بھی غیر حسی تاثیراتی نظریاتی مخلوق مانا گیا ہے جیسے ہر چیز کا سایہ بلکہ رات بذات خود زمین کا سایہ ہے، اس کے وجود کا فلک اور مدار یہ زمین ہے اسی طرح دن کا اگرچہ حسی وجود نہیں ہوتا مگر غیر حسی وجود ہے یہ زمین و آسمان میں چلتا ہے ہی اس کا فلک اور علاقہ ہے ان چاروں کی وجہ سے لَيْسَ جَوْنٌ جمع فرمایا گیا جواب دوم یہ کہ چونکہ شمس و قمر کے مطالع اور مغارب کثیر ہیں تاثیراً ہر مشرق و ہر مغرب کے لیے علیحدہ چاند سورج تصور کیا گیا ہے اسی لیے لَيْسَ جَوْنٌ جمع فرمایا گیا لیکن لفظ کل سے مراد جمع نہیں بلکہ کلیۃً علیحدہ ہونا مراد ہے جس کو اردو میں کہا جاتا ہے ہر ایک۔ گویا کہ لفظ کل کی دو حیثیتیں ہیں ایک کلیت کی حیثیت و جمعیت کی حیثیت اگر جمعیت مراد لی جائے تو معنی ہوتا ہے سب تمام۔ جواب سوم یہ کہ نام اگرچہ شمس و قمر و سیاروں کا ہی لیا گیا مگر مراد سارے سیارے ہیں۔ لہذا کل جمع بھی درست ہے اور لَيْسَ جَوْنٌ جمع بھی۔ تفسیر اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَلِكُمُ الْمَوْتُ ہر جان موت کا مزہ چھکنے والی ہے حالانکہ ذالک عربی لغت میں کھلنے پھینے کی چیز کا ہوتا ہے۔ موت نہ معلوم ہے نہ مشروب تو اس کے لیے لفظ ذالک کیوں ارشاد ہوا۔ جواب ذوق ایک ادراک خاص کا نام ہے جو جلدی آتا ہے اور جلدی چلا جاتا ہے۔ موت کا طاری ہونا اسی کے مشابہ ہے کہ جلدی آتی ہے اور فوراً مکمل ہو جاتی ہے وجود پر قائم و باقی نہیں رہتی اس مشابہت کو سمجھانے کے لیے مجازاً لفظ ذالک استعمال فرمایا گیا بخلاف زندگی کے کہ اس میں درازی ہوتی ہے۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ لَيْسَ جَوْنٌ ہم تم کو آزماتے ہیں۔ آزمائش کا وہ ہے جو بے خبر ہو۔ رب تعالیٰ تو ازلِ قدیم سے ہر چیز کا علیم و خبر ہے جواب۔ یہاں نَبْلُکُمْ کے معنی ٹھیکر ہے اور نَبْلًا سے مراد اختیار ہے یعنی ہم تم کو آگاہ خبردار اور تجربہ کر رہے ہیں۔ اب کوئی اعتراض نہیں۔ پانچواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اَلْیَوْمَ تَرُوجُّونَ۔ ہماری ہی طرف لوٹنے جاؤ گے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی اسی طرح جسم ہے جس طرح انسانوں کا کیونکہ لوٹنا کسی جسم کی طرف ہی ہو سکتا ہے اس لیے کہ لوٹنے کے لیے سمت، سمت کے لیے انتہا، انتہا کے لیے

مد اور حد کے لیے جسم ضروری لطیف ہو یا کثیف اور جسم کے لیے اعضا ضروری اور لباس وغیرہ لازم (فرقہ تیسرا)
نیز اس تَرْجُؤن سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہم پھر دنیا میں لوٹ کر آئیں گے۔ قیامت جنت دوزخ
علحدہ کوئی چیز نہیں موت ہی قیامت ہے راحۃ جنت ہے معیشتیں دوزخ ہے۔ کیونکہ لوٹنا
اس کو کہتے ہیں کہ جہاں سے چلے وہیں واپس آئے ہم دنیا زمین سے چلے وہیں پر پھر واپس
آئے ہم دنیا میں سے وہیں پر پھر واپس آئیں گے (فرقہ چہارم) جواب۔ خیال رہے کہ یہ
دونوں فرقے ہندو مذہب میں اب بھی موجود ہیں بلکہ اکثریت کا مذہب ہی ہے انہی کی دیکھا
دیکھی بعض جاہل گمراہ مسلمانوں نے بھی ایسا ہی سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھ پیر لباس والا
جسم ہے (معاذ اللہ) اور بڑے بڑے کفریہ شعر بنائے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک شاعر لکھتا ہے۔
میرے آنگن میں آگئے اللہ میاں کوئی لکھتا ہے کہ ع۔ اللہ میاں سو گئے چدریا تان کر۔ اسی طرح
بانگ درامٹ پر لکھا ہے۔ شعر۔

فارغ تو نہ بیٹھے کاغذ میں جنوں میرا یا اپنا گریبان چاک یا دامن یزداں چاک
فرقہ چہارم میں اللہ کو زندان کہتے ہیں دیگر ہندو اللہ کو بھگوان کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو زندان
کہنا اور اس کے لیے دامن وغیرہ لباس ثابت کرنا درپردہ اس فرقے کی تائید ہے۔ یہ اعتراض ہم نے تفسیر کبیر
رازی اور تفسیر نیشاپوری سے نقل کیا ہے وہی جواباً فرما رہے ہیں کہ یہاں لغوی رجوع مراد نہیں بلکہ حکمی
و اصطلاحی رجوع مراد ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ ہماری بارگاہ عدالت میں تم سب تے لوٹنا ہے نہ کہ
ہمارے روبرو۔ دوسرے فرقے کا جواب یہ ہے کہ لوٹنا اپنے اہل کی طرف ہوتا ہے نہ کہ جگہ کی طرف
اور مخلوق کی اہل بارگاہ قاطق تعالیٰ ہے وہیں سے سب آئے ہیں تو وہیں پر واپس جاتا ہے فرق
صرف یہ ہے کہ آنے کے وقت وہ بارگاہ خالقیت کے عمل کی تھی اب لوٹنے کے وقت وہ بارگاہ جزاء
عدل کی ہوگی۔ یہ زمین نہ بارگاہ خلقت ہے نہ مکان عدل، اس لیے نہ یہاں پہلے تھے نہ اب لوٹیں یہ
تو منزل بارگاہ کاراستہ ہے جس میں چلنے پھرنے اور کچھ عمل کرنے کی ہمت ملی ہے کہ نہاد و ہو کر
پاکیزہ ہو کر لائق بارگاہ بن کر لوٹے تو عزت پاؤ گے گندے ہو کر لوٹے تو جوتے کھاؤ گے۔

تفسیر صوفیانہ | وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ
وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ

اے عالم ناموت میں لینے والوں کیا تم یہ نہیں پہچانتے کہ وہ اللہ وہ ہے جس نے پیدا
کیا زمین معرفت میں قبض و بسط کی شب ظلمات کو تاکہ سلطان جلال اہل ظلمت کے دماغ

غافل کو بدن ناری سے باہر نکال پھینکے۔ اور اسی ذات کمال نے میدان بسط و کثافت میں مشاہدات اسرار کا روز روشن پیدا فرمایا کہ میرزاں جلال اُس مسافر منزل شوق و طلب کو دسترخوان تجلیات سے نوازا قبولیت عطا فرمائے، اسی ذات الہی نے نور وحدت کا چمکتا سورج پیدا فرمایا جو تکمیل کی نعمت ہے اور صاحب توحید کا نشان ہے اور ہار گاہ شہود کا آراستہ کیا ہوا نہ گھٹے نہ بڑھے نہ رکے نہ تھکے نہ چھپے بندگی میں دائم رہے اُسی ذات بابرکات نے قمر رحمت کو پیدا فرمایا جو اہل تلوین اور درویشانِ طریقت حقیقت کا نشان سلوک ہے کہ کبھی گھٹتا ہے کبھی بڑھتا ہے۔ جب بڑھتا ہے تو معرفت کا بدریز بن جاتا ہے اور جب کبھی گھٹتا ہے تو اسرارِ مخفیہ کا عروجِ قدیم یعنی مثل پرانی تہی کجور کی شاخ بن جاتا ہے۔ حضرت سعدی نے فرمایا

اگر درویش بر حال بساندے ہر دست از دو عالم بر فشانده
کہ کبھی وحدت کے نور کا منظر اور کبھی رموزِ جامعیت کی چاندنی سے بدریت کے مرتبہ کمال پر پہنچے والا جس طرح عالم ظاہر کی رات دن سورج چاند ہر ایک اپنے اپنے فلک مدار و علاقہ فضا میں چل رہے ہیں کہ سورج کا ملک چوتھا آسمان دن کا مدار زمین کی بلندی چاند کا ملک پہلا آسمان یل کا مدار زمین کی پستی اسی طرح عالم باطن کی رات دن سورج و چاند بھی اپنے اپنے روحانی فلک اور فضاء ایمانی میں تیر رہے ہیں جن کے مشارق و مغارب مکہ و مدینہ ہیں۔ عشقِ بلائی کی رات محبتِ بوذرغفاری کا دن علمیتِ سلمان فارسی کا سورج قرابتِ عثمانی کا چاند۔ کُلُّ قُلُوبٍ لَّجُوعٌ۔ ہر ایک اپنے فلکِ عقیدت اور فضاءِ ارادت میں حالِ سستاں و چالِ خراماں ہے۔ اس جہان بے ثبات میں کسی ظاہری نام و نمود کی بشریت کے کسی حال کو مقام و کمال کی ہمیشگی نہیں ہر کماے راز و ال و ہرزوا ہے را کمال۔ اسے بندہ خطاب نہ تھوڑے پہلے نہ تیرے بعد جب تیرے چلا جانا ہے تو باقی کسی نے بھی نہیں رہا کیونکہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ نَبِّئُكُمْ كَمَا بَشَرُوا الْخَيْرِ فَنُفِئَتْ وَ الْيَتَامَا تُ دُجِعُونَ۔ ہر نفس جانی نے دنیا و فانی کے دیوی فنا کا مزہ چکھنا ہے۔ یہاں سے سب نے جانا ہے لیکن کسی نے خال ہاتھ کسی نے بھرے ہاتھ کسی نے اصل بن کر کسی نے نقل بن کر کسی نے ابدی فنا کے یہے کسی نے ابدی بقا کے یہے کسی کے نفسِ امارہ کی موت ہے تو کسی کے قلبِ عبادہ کی موت کسی کے عقلِ مکارہ کی موت جس نے نفسِ امارہ کی موت پائی اُسے حیاتِ بقا ملی جس نے قلب و عقل کی موت پائی اُسے مماتِ فنا ملی۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ مَوْتُ الْعَالَمِ مَوْتُ الْعَالَمِ۔ یعنی عالم کی موت جہان کی موت ہے۔ اہل شریعت کے نزدیک موت یہ ہے

کہ انسان کی روحانی جان نکل جائے اور جسم کا جنازہ اٹھے مگر اہل طریقت کے نزدیک موت یہ ہے کہ حق بیانی کی جان نکل جائے اور غیرت کا جنازہ اٹھے۔ حضرت بنیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ بات آج کل کے خطباء علما پر کتنی درست آتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اموال و حق و طریقہ و شریعہ کی مخالفت کی جا رہی ہے اور اپنی نفسانی شیطانی باتوں کو شریعت بنایا جا رہا ہے کوئی اٹھتا ہے تو عورتوں کے چہروں کا پردہ ختم کر رہا ہے کہ صرف سر کے بال دھک لینا کافی ہے حالانکہ اصلی قرآنی پردہ تو چہرہ ڈھکنے کے اسی میں شناخت ہے اسی میں حُسن ہے اور حُسن میں ہی شہوت ہے اور شہوت روکنے کے لیے پردہ فرض ہوا ہے کوئی لٹیم اٹھتا ہے تو داڑھیاں چھوٹی کر رہا ہے چار انگل شرعی حد کی نبوی دائرہ سے مخالفت کر رہا ہے کوئی زینم اٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ انبیاء جھوٹ بول سکتے ہیں پھر بڑھتے بڑھتے سن و پند کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں خود نبی کریم کے وہ گناہ مراد ہیں جو آپ سے سرزد ہوئے۔ کوئی جاہل کہتا پھر رہا ہے کہ کال خضاب لگانا جائز ہے۔ پھر نشان قیامت یہ ہے کہ سب نبی کریم رؤف و رحیم آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت آپ ہی کے منبر و مصطلح پر بیٹھ کر جا رہی ہے اور لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کیا جا رہا ہے خود بھی شیطان کے قریب ہو رہے ہیں اور اپنے عقیدہ مندوں کو بھی قریب رہنے پر حیرت ہے کہ مولویت کے منبر و مصطلح پر قابض ہو کر مولوی کہلاتا پسند نہیں کرتے۔ کوئی علامہ کوئی ڈاکٹر کوئی پروفیسر بنا چکر رہا ہے۔ یہی ہے موتِ العالم۔ منبرِ رسول کی حق بیانی تو یہ ہے کہ منبر پر بیٹھ کر صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لوگوں کو لائے اور سراپا اموال و خزانہ و غنیمت کو ہر مسلمان کے چہرہ و جسم پر بناتے ہوئے ہر مسلمان کو لائق بارگاہِ نبوت بنائے نہ خود بگڑے نہ کسی مسلمان کو بگاڑے۔ عالم صرف وہ ہے جو اپنے آپ کو شریعت کا نور و طریقت کا خادم اور درِ مصطفیٰ کا نمک حلال چوکیدار سمجھے یہ منبر و محراب صاحبِ زادگی پیرِ زادگی کی امانیت دنیا سازی و خزانہ سازی کے لیے نہیں دی گئی۔ اگر یہ نہیں تو عالم نہیں خاک کا ڈھیر ہے۔ یہی وہ بدنصیب ہیں جن کے دو طرفہ قلب و عقل میں فنا ہے اور جن کی دو طرفہ فنا ہو وہ مرکزِ فنا ہے جس کی زندگی نفس کے لیے ہو اُس کی موت روح کا نکل جانا ہے لیکن جس کی زندگی اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے حبیب رسول اللہ کے لیے ہو اُس کی موت بقا ہے وہ خوش بخت حیاتِ طبعی سے منتقل ہو کر حیاتِ اصلیہ کی طرف جاتا ہے اور یہی حیاتِ حقیقی ہے۔ بندہ حیاتِ حقیقی پا کر ولی اللہ بن جاتا ہے۔ حیاتِ اصلی اُس کو ملتی ہے جو موتِ اختیار کی زندگی میں ہی اپنا لے اور موقوف نہیں

اَنْ تَمُوْتُوْا کا نقشہ تمام بن جائے۔ موت اصل وجود کا فقدان اور حرمان ہے حیاتِ اصلی وجود کا حفظان ہے فقدان سے کراہتوں کا ظہور ہوتا ہے اور حفظان سے کراہتوں کا بندگاہ مقبولان وہ ہیں جو خیر و شر کے فتنہ آزمائشی و امتحانی میں بھی کامیاب و کامران ہوں ان کی موت صرف وفاتِ صوری ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے یہ دنیا سب کے لیے ہمارا امتحان گاہ ہے آخر لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جس کسی نے صحرا و عدم کی فضا کے دروازے میں وجود کا قدم رکھا اُس نے موت کی غذا اور فنا کا شربت ضرور چکھتا ہے۔ دنیوی زندگی میں آنا گویا لباسِ وفات پہنتا ہے۔ صوفیا کی اصطلاح میں نفس جان کا نام نہیں بلکہ روحِ انوار کا نام ہے اسی معنی میں رب تعالیٰ کے لیے بھی نفس کا لفظ بول دیا جاتا ہے رب تعالیٰ کے امتحان میں نفسِ دنیوی کی موت ہے اور قلبِ یاقانی کی حیات ہے۔ اس دنیا میں محو باتِ البیہ خیر ہیں اور شہواتِ شیطانیہ شر ہیں۔ خوفِ بھوک، غریبی اور غم میں قلب کی زندگی اور نفس کی موت ہے۔ لیکن بال بچے مال و دولت عیش و عشرت میں نفس کی زندگی اور قلب کی موت ہے۔ جس نے نفس کی موت پر صبر کیا اُس کو حیاتِ قلبی کی بشارت ہے اُسی کا استحقاق ہے الطافِ ربانی کی طرف رجوع کرنے کا۔ اُس کا شرخیر میں بدل دیا جاتا ہے اور جس نے صبر نہ کیا اُس کو عذابِ الیم و نزارِ شدید کی بشارت ہے اُس کا شرخیر میں بدل دیا جاتا ہے اور وہ مستحق بن جاتا ہے سلاسل و اغلال کی طرف رجوع کر نیکا۔ وَ اِذَا دَاوَتْ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا مِنْكُمْ اِلَٰهًا هَؤُلَاءِ اَهْلُ اِلٰہِ الَّذِیْ یَذْكُرُ اِلٰہَتَكُمْ وَ هُمْ بِذِکْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ کَا فِرُوْنَ۔ ابتداء و آفرینش سے باطل کا یہ طریقہ عمل رہا ہے کہ اس نے اپنی عقلِ ناکارہ کے بل بوتے پر ہمیشہ ہر کام میں حماقتوں کو ہی کہا یا بلکہ دنیا میں فساد مچایا اور اس فساد کو عالمِ دہر میں پھیلانا چاہا پھر جب حد سے بڑھ کر شور مچایا تو اہلِ حق نے اُن کی باطلیت کو توڑ کر اصل حقیقت حال کو بتایا تو یرامان گئے اور اہلِ حق کا مذاق اڑاتے ہوئے اپنے باطل کو پچانا چاہا ان آیت میں اشارۃً یہی بتایا سمجھایا جا رہا ہے کہ جو شخص اپنے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو گیا وہ بد نصیب خواصِ حق کی طرف انکار کی آنکھ سے ہی دیکھتا ہے اور اس قدر اکی زبان سے بولتا ہے یہ خواصِ حق انبیاء علیہم السلام اور ان کی غلامی و اسے اولیاءِ علم ہیں جو ان باطلین کو اُن کے اوہام و دنیوی کے بناؤں معبودوں شہواتِ دنیا کے الہوں اور جاہ و دولت کے پھاریوں کی نقصان دہ اصلیت بتاتے ہیں۔ اس حقیقت بیانی کہ یہ باطل لوگ تو زمین و برائی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط فہمی بھی اُن کی ایک حماقت ہی ہے اور بجائے راہِ راست پر آنے کے۔ وَ هُمْ بِذِکْرِ الرَّحْمٰنِ

حَمْدُكَ فَدُونََ اپنے حق تعالیٰ رحمن ورحیم شفیق وکریم علیم وخبیر کی شان و صفات کے منکر بن جاتے ہیں بلکہ ذاتِ وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ کا انکار کر دیتے ہیں۔ پس عقلِ ایمانی اور قلبِ عرفانی واسطے پر واجب ہے کہ زبان کو بند رکھے ذکرِ محبوب سے اور ہر وقت کھوے ذکرِ علام الغیوب میں کیونکہ اُسی ذاتِ پاک نے رحمت کے دفتر کھولے ہوئے ہیں یہ ذکر ہی اُس کا شکر ہے، حدیثِ مقدسہ میں ہے کہ جس نے رب تعالیٰ کا ذکر کیا مطلق ہو کر اُس کا ذکر کیا جاتا ہے رحمت سے اور جس نے ذکر کیا انکار سے اُس کا ذکر ہوتا ہے لعنت سے اور سب سے افضل ذکر ہے کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ اس کلمے کے پانچ فائدے ۱۔ اعراض ماسوا اللہ اقبال الی اللہ ۲۔ غیر اللہ سے نفرت اللہ سے الفت ۳۔ تمام اعمال بذریعہ ملائکہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں مگر اس کلمہ کا ورد بلا وسیلہ خود بخود پہنچتا ہے ۴۔ اسی کلمہ سے زمین و آسمان قائم ہیں ۵۔ یہ کلمہ سب کلمات سے پہلے وجود میں آیا ہے اور تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو سکھایا۔ اس کلمے کے آٹھ نام ہیں ۱۔ کلمہ طیب ۲۔ کلمہ نجات ۳۔ کلمہ نور ۴۔ کلمہ غلوص ۵۔ کلمہ صدق ۶۔ کلمہ صفات ۷۔ کلمہ یقین ۸۔ کلمہ اسلام۔ انہی آٹھ ناموں سے جنت کے آٹھ دروازے کھلتے ہیں اس کلمے کے آٹھ حقوق ہیں جو آستانہ نبوت سے سکھائے جاتے ہیں ۱۔ اخلاقِ حسنیہ خلقِ عظیم کا ایک قطرہ ہے ۲۔ انوارِ جلال کے شاہد ہے کے لیے پاکیزگی حاصل کرنا ۳۔ توبہ مخلصانہ ۴۔ مراقبہ خلوت ۵۔ حلال غذا ۶۔ صدقہ ۷۔ خواہشاتِ نفسانی اور محافلِ دنیوی سے پرہیز ۸۔ مخلوقِ الہی پر رحمت و نرمی۔ خیال رہے کہ نرمی اور ترس وہی پسندیدہ بارگاہ ہے جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقے پر ہو، شریعت سے ہٹ کر کوئی طریقہ بھی نہ نرمی ہے نہ رحمدلی نہ ترس بلکہ محض شیطانیّت ہے آثارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم کے آٹھ خزانے ہیں ۱۔ سخاوت ۲۔ الفت ۳۔ شفقت ۴۔ نصیحت ۵۔ عبادت ۶۔ رحمت ۷۔ درگزر اور معافی یعنی اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینا ۸۔ احسان۔ یعنی سخاوت محتاج پر۔ الفت اللہ تعالیٰ سے شفقت بندوں سے نصیحت گندوں کو عبادت توبہ سے رحمت سب پر معافی اپنے دشمن کو۔

خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَأُورِيكُمْ آيَاتِي

پیدا کیا گیا انسان نرا جلد باز۔ عنقریب دکھاؤں گا میں تم کو اپنی طاقت

آدلی جلد باز بنایا گیا اب میں تمہیں اپنی نشانیاں

marfat.com

Marfat.com

فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ۝۳۷ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا

کی نشانیاں لہذا جلدی مت مچاؤ تم مجھ سے اور کہتے ہیں کافر کہ کب ہوگا دکھاؤں گا مجھ سے جلدی نہ کرو۔ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ

الْوَعْدِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۳۸ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ

یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ بہتر ہے اب بھی جان لیں وہ لوگ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ کسی طرح جانتے

كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ

جو کافر ہیں اُس وقت کہ جب نہ مٹا سکیں گے اپنے چہروں سے آگ کو کافر اُس وقت کہ جب نہ روک سکیں گے اپنے مونہوں سے آگ

وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يَنْصُرُونَ ۝۳۹

اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ اُن کی مدد ہو۔

بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

بلکہ آگے گی وہ آگ اُن کو اچانک پس بدحواس کر دے گی وہ اُن کو پھرنے طاقت پائیں گے بلکہ وہ اُن پر اچانک آبرے گی تو انہیں بے حواس کر دے گی پھر نہ وہ پھیر سکیں گے

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝۴۰

اس کو دور کر نیکی اور نہ وہ بہت دئے جائیں گے۔

اور نہ انہیں بہت دیا جائے گی۔

marfat.com

Marfat.com

دینے سے گری اور بارِ مستکلم ماقبل نون وقایہ پر گہر کے قرینے سے پوشیدہ مخدوف منوی ہوئی یہ
 عَجَل سے بنا ہے بمعنی جلدی کرنا جلدی چمانا عَجَل کا معنی خود کرنا۔ استعجال کا معنی طلب جلدی یعنی جلدی
 چمانا۔ یہ فعل با فاعل اپنے مفعول یہ یا مستکلم مخدوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مستنب ہوا اور ی
 کا یہ فعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور دونوں مفعول بہ اور مستنب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واو
 سر جملہ یَقُولُونَ فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوائی
 اسم ظرفی زمانی بحالت رفع مقدرہ کیونکہ بنیات میں سے ہے خبر مقدم ہے هذا اسم اشارہ الْوَعْدُ
 الف لام عہد خارجی مراد ہے عذاب الہی یا قیامت، اشاریہ اسم اشارہ اپنے اس اشاریہ سے
 مل کر مبتدا مؤخر ہوا۔ یہ دونوں مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزاء مقدم ہوئی۔ ایک قول میں یہاں
 فعل یا نئی پوشیدہ ہے دراصل تھانتی یا نئی هذا الْوَعْدُ شئی ظرف مقدم ہذا الْوَعْدُ اس کا فاعل مگر
 یہ غلط ہے۔ ان حرف شرط گنتم باب نصر کا فعل ماضی ناقصہ ضمیر پوشیدہ۔ اس کا اسم فاعل قین
 اس کی خبر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط مؤخر دونوں مل کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا لَوْ يَعْلَمُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ مِنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ
 وَلَا هُمْ يُنْقِرُونَ۔ دو حرف شرط ہے مگر نحو یوں کے نزدیک شرط کے علاوہ بھی چند
 معنی میں مستعمل ہے یہاں تناسل کے معنی میں ہے اس لیے اس کی جزاء موجود نہیں ہے اگر یہ شرطیہ
 ہو تو ترجمہ ہو گا اگر لیکن تناسل کے لیے ہو تو معنی ہو گا کاش تب یہ کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی طرف منسوب ہے کیونکہ باری تعالیٰ دعا بد دعا اور التجا تناسل کے لیے پاس ہے یَعْلَمُ باب
 سَمِعَ کا فعل مضارع بمعنی ماضی متکالی الَّذِينَ كَفَرُوا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب با فاعل
 پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر صیغہ ہوا موصول صیغہ مل کر فاعل ہوا۔ حین اسم ظرفی زمانی مضاف ہے
 لَا يَكْفُونُ کے جملے کا ایک قرئت عین ہے اَلْعَذَابُ پوشیدہ مبتدائی خبر لَا يَكْفُونُ باب نصر
 کا فعل مضارع منفی بلا معروف جمع مذکر غائب کف مضاف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی روکا
 منعوی ہوتا ہے تحصیل کو کف اسی لیے کہتے ہیں انسان اپنے پر کسی جملے کو فوری طور پر اسی
 روکتا ہے پانی کو بھی اسی سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل ہے
 مرجع الَّذِينَ ہے عن حرف جزوئی یعنی دور کرنے کے لیے وُجُوْهُ اسم جمع مکرر معروف اس
 کا واحد ہے وَجْہ بمعنی چہرہ مضاف ہے ضمیر متکلی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق
 ہے اَلنَّارُ الف لام حرفی عہد ذہنی یعنی قیامت کی گہری یا دوزخ کی آگ۔ نارا اسم مفرد جامد بمعنی

آگ یا عذاب مفعول یہ ہے۔ عَنْ مَجْزُوۡہِمْ مَّعْطُوۡفٌ عَلَیْہِہٖ وَاُوۡعَاطِفُہٗ لَا عَاطِفَہٗ تَاکِیْدٌ بِہٖ اِیْکَ قَوْلٍ لَا مَشَبَہَ بِلَیْسٍ کَاہے مُمْ اس کا اسمُ یُنْفَرُوۡنَ کا جملہ اس کی خبر ہے۔ اَلَّذِیۡ اَعْظَمَ بِالْقَوَابِ عَنْ جَاۡرَہٗ ظَنُوۡرِ اسْمِ جَمِیْعٍ مَلٍ مِّنْ مَّرْفُوعٍ وَاحِدٌ ہے یعنی بیچ مضاف ہے مضمیر مضاف علیہ یہ مرکب اضافی مجرور مجرور مفعول ہے عَنْ مَجْزُوۡہِمْ یہ دونوں مل کر متعلق ہے لَا یُکْفَوۡنَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفعول علیہ وَاُوۡعَاطِفُہٗ لَا تَاۡفِیۡہِ عَاطِفُہٗ تَاکِیْدٌ بِہٖ مُمْ مضمیر مبتدأ یُنْفَرُوۡنَ، باپ نَصَرَ کا فعل مضارع منفی مجہول معنًا اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صبیغہ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدأ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول لَا یُکْفَوۡنَ کے جملے پر دونوں پھر مفعول علیہ ہوئے اگلی عبارت کے بَلْ تَاۡتِیۡہُمۡ بُعۡثَۃٌ فَتَبۡہَتۡہُمۡ فَلَا یَسۡتَظِیۡعُوۡنَ رَاۡ دَہَا وَا لَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ۔ بَلْ حرف عطف اِضْرَآیَہٗ کے یہ اضراب کی چار قسمیں ہوتی ہیں ۱۔ تَاکِیْدٌ کرنا ماقبل کی ۲۔ مَاقِیْلٌ کے اجمال کو دور کر کے وضاحت و تفصیل کرنا ۳۔ مَاقِیْلٌ کی کیفیات بیان کرنا ۴۔ مَاقِیْلٌ کی نفی کرنا یہاں کیفیت بیان کرتا ہے۔ تَاۡتِیۡ بِاِبۡضَرَبٍ کا مضارع مستقبل واحد مؤنث غائب اَتٰی سے مشتق ہے بمعنی آنا ایک قرأت میں یَاۡتِیۡ ہے۔ اس میں پوشیدہ مضمی صبیغہ کا مرجع اَلْوَعْدُ ہے یا حِیۡنٌ مَکَرۡ تَاۡتِیۡ ہو تو مرجع اَلنَّارِ یا قِیَامَتِ یا مَظِلًّا حَقِیْقَتِ ہے مضمی صبیغہ مفعول یہ خیال ہے کہ عامل فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کی ہوتی ہے اور مفعول یہ کی طرف ہونے کی مفعول لٰہ کی طرف تو جید یا تعلیل کی مفعول معنہ کی طرف قرب کی مفعول مطلق کی طرف تَاکِیْدٌ کی ہوتی ہے۔ ہونے کی نسبت خواہ اس کو ہو یا اس پر ہو یا اس کے ساتھ ہو یا پاس یہاں مضمی صبیغہ میں تَاۡتِیۡ کی نسبت پاس ہونے یا اُن پر ہونے کی ہے بُعۡثَۃٌ اسم مصدر بمعنی مفعول مطلق یعنی اچانک ایک لغت میں بُعۡثَۃٌ ہے عین کے فتح سے اَنَا حال ہے تَاۡتِیۡ کے فاعل پوشیدہ کا۔ فَ عَاطِفُہٗ تَعْقِیۡبِیۡہِ تَبۡہَتُۢ بِاِبۡضَرَبٍ فَتَحٌ کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مؤنث غائب بَہَتُ سے مشتق ہے بمعنی بدحواس ہو کر گھبراہٹا یا یہاں متعذری بیک مفعول ہے یعنی گھبرا دینا بدحواس کر دینا ضمیر صبیغہ اس کا فاعل مرجع وہی اَلنَّارِ یا اَلْوَعْدُ یا حِیۡنٌ مضمی صبیغہ مفعول یہ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول علیہ ہے فَ عَاطِفُہٗ بَیَانِیۡہِ لَا یَسۡتَظِیۡعُوۡنَ باب استفعال کا مضارع منفی جمع مذکر غائب ضمیر صبیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع تمام کفار اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا، مصدر ہے اِسۡتَظَوۡا اور اِسۡتَظَاعَ طَوۡعاً سے بنا ہے بمعنی طاقت رکھنا طاقت پانا۔ نَوۡا اسم مصدر ثلاثی مضاف ہے مَحَاضِیۡرِ واحد مؤنث غائب مرجع اَلْوَعْدُ یا اَلنَّارِ یا حِیۡنٌ۔ کوئی بھی ہو

مقصد ایک ہی ہے جو در متفصل ہے کیونکہ مفعول مضاف الیہ دونوں مل کر مفعول پہ ہے لَا یَسْتَنْبِیْوْنَ
کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ منفیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ لاحرف نفی مشبہ بلیس ہما اس
کا اسم مرفوع منفصل ضمیر یُنْظَرُوْنَ باب نصر کا مقارع مجہول جمع مذکر غائب فاعل پوشیدہ
ضمیر صبیغہ مرجع وہی کفار نظر سے مشتق ہے بمعنی ہمت دینا۔ دیکھنے دینا۔ غور سے دیکھنے کے
بے وقت دینا یہاں پہلے معنی میں ہے۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے لَا یَسْتَنْبِیْوْنَ کی لَا

اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا ماقبل جملے پر وہ دونوں عطف مل کر معطوف
ہے یَلُ تِلْکَ تِلْکَ کے جملے پر وہ عطف ہے لَا یَكْفُرُوْنَ کے جملے پر یہ تمام عبارت معطوفہ مضاف
اِیْبَہ جِن کا یہ مرکب اضافی مفعول پہ ہے کُوْ یَعْلَمُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ تمنا میر انشا میر ہو گیا۔
خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَاوِرِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَ تَسْتَعْجِلُوْا
تفسیر عالماتہ اِیْقُوْا مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ کفار کی کفریات

میں جلد بازی اس لیے ہے کہ ہر انسان بہت زیادہ جلد باز پیدا کیا گیا ہے اس جلد بازی
میں وہ اپنے اصلی بُرے بھلے کی بھی نہیں موقوفتا۔ یہ جلد بازی اُس کے خمیر اور مٹی میں ہی شامل
ہے۔ یہ عجلت چنانا انسان کی وراثتی جلدت ہے آدم علیہ السلام نے بھی پیدا ہوتے ہی اُٹھتے
کی جلد بازی کی تھی حالانکہ ابھی اُن کے پیروں میں روح بھی نہ پہنچی تھی۔ اسی جلدی دہید الشی، عادت
کی بنا پر اپنے کفر کی اُس سزا کو بھی جلدی طلب کر رہے ہیں جس کی خبر میرے یہ محبوب ان کو
سناتے ہیں تو بجائے عذاب سے ڈرتے کفر سے ٹھٹھتے بندہ بننے کے عذاب آنے کی جلدی
چا رہے ہیں۔ اور ہمارے نبی کی ان عذاب والی وعیدوں خبروں کو غلط اور جھوٹا سمجھ
رہے ہیں اس لیے یہ جلد بازی مذاق کو رہے ہیں یہ مذاق ان کو ہنسکا پڑے گا اور ایسا
سخت رُمو کرے گا کہ یہ لوگ جو آج بڑھ چڑھ کر مسخر کر رہے خود ہی تاریخوں اور زمانوں
میں عبرت ناک مذاق بن جائیں گے۔ اس لیے کہ عنقریب بہت ہی جلدی میں رت تہار جبار
اے منکر و عذاب کی اُل خبروں وعیدوں کی تفصیل کرتے والو تم کو اپنی یہ نشانیاں دکھا دوں
گا۔ جو صرف دیکھنے کی حد تک ہی نہ ہو گا بلکہ تم پر وارد ہو گا جس سے تم کو تپ لگ جائے گا کہ کفر
کا عذاب کتنا سخت اور نہ ٹلنے والا ہے جس کے بعد نہ ہمت ملے گی نہ زندگی نہ یہ زندگی کی آسائشیں
اے جو تو فوراً اس ہمت کی قدر کرو اور ہمارے نبی مکرم کے پیار۔ بھرے انداز میں سمجھانے
بتانے کو غنیمت جانو اور نفس و شیطن کے بہکانے میں اگر جلدی خصلت نہ اپناؤ۔ پس جلدی

نہ چاؤ۔ ان کفار کی تضحیک آمیز جہالت و حماقت کی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ پھل نافرمان کافراؤں کی تاریخی بد بختیوں عذابوں اُجڑی بستیوں سفر کے مشاہداتی نظاروں سے یکسر غافل و اندھے بن رہے ہیں کہ کب ہوگا ظاہر یہ عذاب آسمانی قہر الہی کا وعدہ روز کہتے ہو کہ تمہاری بُت پرستی شرک بڑا کفر سازی کا عذاب آنے والا ہے۔ اگر تم مسلمان لوگ سچے ہو تو بے آؤ نہ کہیں سے ہم تو بار بار تمہارے اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ اِنْكَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطُرْ عَلَيْنَا حَيَاتًا مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ ثَنًا بِعَذَابِ الْيُمُرِ اے اللہ اگر یہی قرآن اسلام حق ہے تو میرے پاس سے تو ہم پر تو تھر بے سادے آسمان سے یا ہمارے پاس دردناک عذاب لے آ کر کفار کے اس قول کو سورۃ انفال کی آیت ۲۲ میں نقل کیا گیا ہے وہیں پر یہ جواب بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کفار پر باوجود ان کے مانگنے کے عذاب اس لیے نہیں آتا کہ اسے محبوب اَنْتَ فَبِهِمْ تَمُوتُ اُن میں موجود ہو جب تک تم مکتے میں ہو عذاب نہ آئے گا۔ ہاں جب آپ یہاں سے ہجرت کر جاؤ گے پھر دیکھنا کہ بد روضین میں ان کی کتنی ذلتیں ستائیں اور تیر کے عذابوں کی ہر مار ہوگی سَاؤِی یُکْمِدُ کا نقشہ وہاں دیکھیں گے ابھی تک تو انھوں نے صرف سنا پڑھایا گزرے عذاب کے نشانات کا مشاہدہ ہی کیا ہے بس یہ ہی سنا ہے کہ کسی کافر قوم پر پھر برسے تھے یا وادی خُسر میں کبھی عذاب کے کنکر پڑے تھے۔ ابھی کیفیت کو جانتے نہیں۔ لیکن تُو یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا حِیْنَ لَا یُکْفِرُوْنَ عَنْ وُجُوْهِهِمُ النَّارُ وَلَا عَنْ ظُهُوْسیْهِمْ وَلَا هُمْ یُنْفِرُوْنَ یہ جلد بازی مچانے والے وہ کافر لوگ اگر کسی بھی طرح سے اُس عذاب الہی کی کسی بھی حالت و کیفیت و شدت کے اُس وقت کو جان لیتے جب کہ نہ خود روک سکیں گے اپنے سامنے سے جہنم و عذاب کی آگ کو اور نہ اپنی پیٹھوں پھوڑوں سے۔ اور نہ وہ کنار آگ وغیرہ کے عذاب سے بچائے جانے میں کسی بھی طرف سے مدد کئے جائیں گے، نہ آگ بجھا کر نہ ان عذاب زدوں کو نکال کر نہ شفاعت سے نہ حمایت سے، دنیا میں تو ہر اچھے بُرے ظالم مظلوم کافر مومن کی ہر مصیبت میں مدد بھی مل جاتی ہے اور مدد کرنے والے بھی بلا امتیاز اپنے پر اسٹے دوڑے چلے آتے ہیں مگر قیامت میں یا قبر و حشر میں یہ کچھ نہ ہوگا۔ وہاں تو ایمان والوں کی ہی مدد ہوگی اور ایمان والے ہی مددگار ہوں گے۔ خیال رہے کہ کسی اچھی بری چیز یا نعمت مصیبت کا علم پانچ طرح سے ہو سکتا ہے۔ کسی کو گرفتار مصیبت اور چھٹتے چلاتے دیکھ کر یا مصیبت زدہ علاقے

کی تانہ خبریں یا آوازیں سن کر مٹا یا اپنے پر کسی مصیبت کا ورود شکل دردِ جلیں اور زخمِ محسوس کر کے مٹا یا تصویدوں میں مصیبت زدوں کا حال دیکھ کر مٹا یا خواب میں جنگ و قتل اور جہنم و قیامت کو دیکھ کر ان ذریعوں سے کچھ نہ کچھ بندوں کو عبرت اور خوف پیدا ہوتا ہے کفار مکہ کو اس قسم کا کوئی بھی کبھی نفاذ نہ ہوا تھا اس لیے بے باک و بے خبر بنے ہوئے تھے اور اسی احتمالاً بے خبری کی بنا پر ہر چیز کا تسخر و انکار کر دیتے تھے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ جہنم میں کفار کے چہروں پر پہلے آگ لگے گی پھر باقی جسم پر۔ شاید اسی لیے یہاں وَجُوہُہُمْ کا ذکر پہلے کیا گیا ہے فاسق مومن کو سزا جہنم میں پہلے پیروں کو آگ لگے پھر ان اعضا کو جن سے گناہ کرتا تھا۔ چہروں کو نہ لگے گی نہ زبان کو اس لیے کہ زبان سے کلمہ تلاوت ذکر وغیرہ مومن کا کبھی نہ کبھی جاری ہوتا ہی ہے۔ اور مومن کا چہرہ اٹھا وغیرہ مجھے کے لیے بنایا گیا ہے۔ ہر مصیبت کو با پنج طریقوں سے دھڑکنے اور ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ۱۔ اولاً بندہ خود مصیبت مٹانے کا کوشش کرتا ہے۔ ۲۔ دوم اگر مٹائی یا مٹائی نہ جاسکے تو خود وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ ۳۔ سوم اگر بھاگ بھی نہ سکے تو مدد کے لیے پکارتا ہے۔ ۴۔ چہم مدد نہ مل سکے تو مصیبت ٹپکنے کے لیے سفارشی حمایتی ڈھونڈا جاتا ہے یا رشتہ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ۵۔ اور اگر کوئی مددگار بھی نہ آئے یا نہ آسکے تب مصیبت ڈالنے والے سے ہمت مانگی جاتی ہے یہاں یہی فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کفار جس عذاب الہی کو بار بار طلب کر رہے ہیں، اگر یہ جان لیں کہ ان با پنجوں طریقوں میں سے کسی طرح سے بھی کافر رہتے ہوئے اس عذابِ عظیم سے بچ نہیں سکتے۔ ۱۔ لَا يَكْفُرُونَ۔ ۲۔ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِمَا كَرِهُوا۔ ۳۔ وَلَا يُدْعُوا بِمَا كَرِهُوا۔ ۴۔ وَلَا يُدْعُوا بِمَا كَرِهُوا۔ ۵۔ وَلَا يُدْعُوا بِمَا كَرِهُوا۔ کتنا عظیم کرم اور کتنی کثیر شفقت ہے اُس ربِّ تدبیر کی کہ جس نے دنیا میں ہی یہ سب کچھ بتادیا صرف آنے کا وقت نہ بتایا۔ اور آگاہ کرویا گیا بتادیا گیا کہ بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔ بلکہ وہ عذاب قبر میں موت میں یا قیامت یا جہنم میں۔ اُن کے اوپر ایسے اچانک آئے گا کہ نشانات سے اشارات سے علامات سے کسی طرح بھی ان کو چند گھڑیاں بھی پہلے معلوم نہ ہو سکے گا۔ کسی کو تصور و خیال، دھمک یا جھٹک بھی نہ ہو سکے گی اور مجرمین کو حیران و مبہوت کر کے رکھ دے گا، اور جب یہ عذاب یا وقتِ عذاب آجائے گا تو یہ لوگ کسی بھی جیلے بہانے اس کو واپس نہیں لوٹا سکتے۔ نہ کسی عذاب لانے والے کو بھلا پھٹکا کر کچھ دیر کے لیے ٹال سکتے ہیں۔ نہ اُس وقتِ موت میں یا قبر حشر جہنم میں نہ ہی کچھ ہمت دیئے جائیں

نہ سوچنے سمجھنے کا وقت یہ جہلتی ہو لقیں سوچنے سمجھنے کی مدتیں تو یہاں دنیا میں ہر ایک کو بہت
کچھ دیدی گئیں سمجھا دی کھول کھول کر سنا دی گئیں۔ اور اب بھی تا قیامت چڑھتے سورج ڈھلتے
چاند آتے دن اور رات کسی کے جینے اور کسی کی موت سے احادیث کی روایت اور قرآن
مجید کی آیت سے بار بار سمجھایا جا رہا ہے کہ۔

خبرے کن اے قلاں وغنیت شمار عمر زان بیشتر کہ بانگ بر آید قلاں نماںد
یعنی۔ اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کہے اندھیرا پاس آتا ہے یہ دودن کی اُجالا ہے
ان آیت میں مفسرین کے مختلف تفسیری اقوال۔ خلق میں دو قول ہیں ۱۔ قدرت الہی سے
پیدا کرنا مراد ہے جو ایک دفعہ ابتداء و آفرینش میں ہوا ۲۔ قانون الہی سے پیدا کرنا مراد ہے
جو ہر انسان کے پیدا کرنے کے لیے نطفہ علقہ مضغہ سے ہوتا ہے۔ ۱۔ اَلْاِنْسَانُ میں تین قول
ہیں ۱۔ یہاں نوعی انسان یعنی آدم علیہ السلام مراد ہیں ۲۔ جنسی انسان یعنی عام انسان تمام مومن
و کافر مراد ہیں ۳۔ شخصی انسان نعرین حارث مراد ہے یہ دعائیں کرتا تھا کہ اگر مسلمان بچے ہیں
تو ہم پر عذاب نازل کر دے اور پھر بر سادے۔ اور بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا تھا میں عجل میں
چار قول ہیں ۱۔ یہ من بعضیت کا ہے اور عجل سے مراد زمین کی سخت مٹی، یعنی انسان
پیدا کیا گیا ہے تھوڑی سی کڑک مٹی سے۔ عرب کے بنی حنظل قبیلے کے محاورہ لغوی میں مٹی کو
عجل کہتے ہیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

وَالنَّعْجُ فِي الْفَحْرَةِ الْقَمَاءِ بَيْتُهُ تَنْبَتُ نَحْلٌ مِّنْ مَّاءٍ وَمِنْ عَجَلٍ

یعنی جبرانی ہے کہ پانی کا چشمہ پھوٹتا ہے سخت چٹان اور کھجور کا درخت تھوڑے پانی سے
سخت مٹی میں اُگایا جاتا ہے ۲۔ عجل سے مراد زحلیٰ اور پیدائشی عادت ہے ۳۔ عجل سے
مراد آبائی اور موروثی عادت ہے اس طرح کہ آدم علیہ السلام سے یہ عادت وراثتی طور پر
ہر انسان میں آئی ۴۔ من عجل سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے جلدی اور
تھوڑے وقت میں انسان کو پیدا فرمایا۔ یعنی احادیث و روایات کے مطابق انسان اول
کی پیدائش صرف ایک ساعت میں مکمل ہوئی۔ عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے۔ یا یہ کہ
آدم علیہ السلام جو انسان اول ہیں ان کو بغیر نطفہ بلا مدت مکمل خلقت خوب صورتہ جسمیت
روح اور بشریت خلافت علم معرفت انسانیت سب کچھ ایک تھوڑی سی ساعت میں بنا کر
فرمایا۔ خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔ (سورۃ ص آیت ۳۵) ، بخلاف دیگر انسانوں کے کہ اُن کو قانون

خلقت سے پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغ پھر عظام پھر لحم پھر نشوونما بڑی گوشت پرست پھر جاندار انسان اور آدمی بنایا جاتا ہے جس میں تقریباً چار ماہ تو شکم مادر میں لگتے ہیں پھر بعد ولادت بچہ پھر نابالغ پھر بالغ پھر نوجوان پھر جوان ہو کر مکمل ہوتا ہے۔ عجل کے معنی میں چھ قیل ہیں۔ ۱۔ کتب لغت میں عجل کا معنی ہے وقت سے پہلے کسی چیز کو طلب کرنا ۲۔ قاموس اللغات میں لکھا ہے کہ غیر اور نامناسب جگہ کسی چیز کو رکھنا ۳۔ کسی کام کے پورا ہونے میں جلدی مچانا ۴۔ ابھی فوری یہ کام ہو جائے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم کو پیدا کیا گیا تو ابھی آپ کی روح زبان میں تھی کہ آپ بول پڑے اور عرض کیا مولیٰ مجھ کو جلدی پیدا فرما سورج غروب سے پہلے جب ناف میں روح آئی تو اٹھنے کی کوشش کرنے لگے، حالانکہ ابھی لاتوں پیروں میں روح نہ آئی تھی اور اٹھ نہ سکتے تھے ۵۔ عجل کا معنی جلد بازی کی کثرت اور صبر و تحمل و انتظار کی قلت۔ اسی لیے عجل اور عجلت مذموم ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ **أَعَجَلْتُ مِنَ الشَّيْطَانِ** یعنی جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے وہی بندوں کو جلد بازی کرنے میں درغلطاتا کہتا ہے ۶۔ عجل کا معنی مٹی کا خیر اور ابلنا کھولنا ۷۔ عجل کا معنی ہے کمزوری یعنی انسان فطرتاً کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں خلق اس لیے فرمایا گیا کہ آدمی میں استعمال اتنا زیادہ ہے۔ گویا پیدا ہی جلدی سے کیا گیا۔ اہل عرب کسی چیز میں اظہار کثرت کے لیے خلق استعمال کرتے ہیں، مثلاً **خُلِقَ زَيْدٌ مِنْ الْكَرِيمِ** یعنی زید اتنا کریم و سخی ہے گویا کہ پیدا ہی کریم سے کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ، اسی محاورے میں انسان کی کثرت عجلت کو سمجھانے کے لیے **خُلِقَ مِنْ عَجَلٍ** فرمایا گیا۔ عربی لغت میں جلدی کے لیے **مِنْ** لفظ استعمال ہوتے ہیں ۸۔ عجلت یعنی جلدی مچانا یہ مذموم ہے ۹۔ سرعت یعنی کوئی کام جلدی کر لینا یا جلدی کر دینا یہ محمود ہے اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ۱۰۔ فحاشا ۱۱۔ یعنی کسی کام کا یکا یک ہو جانا۔ جلدی ہو جانا۔ یہ قدرتی چیز ہے اس میں بندہ بے اختیار ہے ۱۲۔ **سَأُفْرِكُكُمْ** آیت میں چار قول ہیں ۱۔ جنگ بدر اور دیگر قوموں اسلام کے قتال اور وہیں پر کفار کی موت کے عذاب قبر تا قیامت مراد ہے ۲۔ حساب قیامت کے بعد اور میدان محشر کی سختی ۳۔ صراط کا عذاب مراد ہے ۴۔ اس سے مراد توحید و رسالت کے دلائل ہیں۔ ۵۔ **سَأُفْرِكُكُمْ** آیت سے مراد سابقہ کافرانوں کی عذاب الہی سے اجڑی بنیاں و نشانات عذاب دکھانا ہے ۶۔ **أَنْكُشْتُمْ صِدْقَيْنِ** میں دو قول ہیں ۷۔ اگر تم پیچھے ہو ہم کفار پر عذاب آنے میں ۸۔ قیامت آنے میں ۹۔ میں ۱۰۔ میں تین قول ہیں ۱۱۔ جنگ کا وقت

مراد ہے ۲ عذاب قبر کا وقت مراد ہے ۳ حین ذلک یقفون۔ جہنم کا زمانہ مراد ہے۔ ان آیت میں کفار کی تین جہالتیں بیان ہوئیں ۱ کفر ۲ استعجال۔ یعنی مسلمانوں اور اسلام کی باتوں خبروں کا مذاق اڑانا ۳ استعجال نہایت حماقت و وحشیانہ سے عذاب کی طلب اور عذاب آنے کی بددعا میں مانگنا۔ ان جہالتوں سے اُن لوگوں کو باز رکھنے بچانے اور بندہ بن جانے کے لیے سات طرح سے عذاب کی سختی بیان کی گئی ۱ وہ ایسا اٹل عذاب ہے کہ لا یقفون جن پر آئے گا وہ اُس کو آنے سے روک نہ سکیں گے ۲ عَنْ وَجُوْهِهِمْ اپنے سامنے سے بھی نہ روک سکیں گے ۳ وَذَلَعْنَهُمْ ذُرِّهِمْ۔ اپنے پیچھے سے بھی نہ روک سکیں گے نہ پیچھے دکھا کر بھاگ سکیں۔ ۴ وَذَلَعْنَهُمْ مِّنْ مَّوْنٍ نہ کوئی مددگار ان کو چھڑائے نہ چھڑا سکے ۵ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً۔ اتنا خطرناک کے اچانک آئے گا ۶ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ دَفْعًا کسی میں طاقت نہیں کہ اُن کفار سے عذاب پھر دے نہ خود عذاب کے اندر مبتلا کفار میں یہ طاقت ۷ وَذَلَعْنَهُمْ مِّنْ مَّوْنٍ نہ وہ ذمہ بھر سکیں گے انہوں پر موت آنے کے چار طریقے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ علاماتِ موت ظاہر ہوتی ہیں دوم یہ کہ نشاناتِ موت ظاہر ہوتے ہیں ۳ اچانک موت بندے کے چلتے پھرتے آجاتی ہے ۴ بیماری سے آتی ہے۔

فائدے ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ رب تعالیٰ نے موت کا وقت بجز انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کی طفیل بعض بعض اخص الخاص اولیاء اللہ کے اور کسی بھی شخص راس و جن کو موت کا وقت نہیں بتایا۔ تاکہ بندہ ہر وقت نیکی عبادت توبہ اور موت کی تیاری میں لگا رہے اور زیادہ سے زیادہ سرمایہ آخرت جمع کر کے عزت بڑھائے مٹسٹن اور غافل ہو کر نہ بیٹھ رہے یہ فائدہ تاتیبھد بختہ۔

دوئم فائدہ۔ حال ہوا اور فائدہ دنیوی اعتبار سے وہ خوش بخت سمجھا جاتا ہے جس پر دنیوی مصائب اچانک اور ایک دم بہت سے نہ آئیں بلکہ آہستہ آہستہ آئیں بدل بدل کر۔ اچانک مصیبت آجانا بھی سخت تکلیف دہ ہوتی ہے اور کثرتِ مصائب بھی۔ تھوڑی تھوڑی صورت میں بندہ برداشت بھی کرتا جاتا ہے بچاؤ کی تدابیر سوچتا اور مہیا کرتا جاتا ہے اور عادی بھی ہوتا جاتا ہے ایک دم بہت ساری تکلیف کا جمع ہو جانا انسان کو پاگل یا ادھڑا کر دیتی ہیں بلکہ اچانک ہونا بجاء خود ایک مصیبت ہے۔ اچانک تو بعض دفعہ خوشی بھی برداشت نہیں ہوتی۔ لیکن اُفرونی اعتبار سے وہ بندہ خوش قسمت سمجھا جاتا ہے جس کو اچانک موت نہ آئے، کیونکہ اچانک موت کو

رب تعالیٰ کا عذاب اور ناراضگی کا نشان سمجھا گیا ہے یہ فائدہ بدل کر تا تبیحہم بغتۃً (الخ) میں رحم ضمیمہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس رحم ضمیمہ کا مرجع کفار ہیں یعنی ان کفار کے پاس موت اور قبر کا عذاب اچانک آئے گا۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے پاس اچانک موت نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو علامات یا نشانات یا غیبی الہامات سے یا بیماریاں بھیج کر پہلے پہلے ہی موت کی خبر عطا فرمادیتا ہے۔ پھر بعض دفعہ جس کو ہم اچانک سمجھتے ہیں وہ ان کے لیے اچانک نہیں موتی ان کو کئی دن پہلے موت کا پتہ لگ چکا ہوتا ہے۔ بعض بزرگ دیگر لوگوں کو بھی بتا دیتے ہیں بعض بزرگ اپنے دل میں ہی مخفی رکھتے ہیں کسی نے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ اچانک موت کیا ہے آپ نے فرمایا جس کی تیاری نہ ہو اگرچہ بیماری سے رگڑ رگڑ کر مرے اور جس کی تیاری ہو وہ اچانک موت نہیں اگرچہ بحالت تندرستی بیٹھا بیٹھا فوت ہو جائے۔ خود حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو تقریباً اپنی وفات کا تین ماہ پہلے پتہ دیدیا گیا تھا اور آپ نے اپنے ایک خاص رازدار شاگرد قبلہ محترم حافظ صید علی صاحب مرحوم کو بتا دیا تھا جس کا ذکر حافظ صاحب نے مجھ سے کرویا تھا مگر مخفی رکھنے کا حکم بھی دیا تھا۔ آج جس کو میں حضرت کی وفات کے چھپیس سال بعد مختصراً ظاہر کر رہا ہوں سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ يَا اَللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ يَا اَللّٰهُ اَمَامَ اَحْمَدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ کے اس دعا یہ شعر کے حنبلی کہ واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سستی مرے یہ نہ فرما میں تیرے شاہد کہ وہ ناجر گیا۔ میری موت بھی اچانک اور بغتۃً نہ ہو بلکہ آسان پیاری مسکراتی ہو۔ تیسرا فائدہ دنیا اور آخرت میں جہالت اور دینی اخروی باتوں سے جاہل رہنا کفار کی حالت و علامت ہے مومن صالح متقی بحمد اللہ تعالیٰ اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے صدقہ و طفیل میں بعض ایسی خبروں سے مطلع ہو جاتے ہیں جو دوسروں کو پتہ نہیں لگ سکتیں یہ قرآن و حدیث کی برکتوں سے ہوتا ہے یہ فائدہ کو يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ فرمانے سے حاصل ہوا کہ اخروی حالات کا کفار کو علم نہیں ہوتا اس الَّذِينَ کی قید سے ثابت ہو رہا ہے کہ مومن مسلمان کو قبر حشر اور موت کے حالات و واقعات کا علم ہے۔

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ قانون شریعت احکام القرآن کے مطابق دینی و نبوی ہر کام و کلام میں مجتہد کرنی نا جائز ہے۔ اس طرح کہ بعض میں مجتہد (جلد بازی) مکروہ تشریحی بعض میں تحریمی بعض میں منوع بعض میں حرام، لیکن سرعت دینی

کاموں میں جائز ہے دین پر ضروری ہیں بھی جائز دنیوی غیر ضروری ہیں منع بُرے کاموں میں
 حرام دینی کاموں میں جواز کی چند صورتیں ہیں بعض میں جائز بعض میں مستحب بعض میں واجب
 بعض میں فرض اسی فہرست میں فقہاء کرام گیارہ چیزیں ارشاد فرماتے ہیں نہ گناہوں سے توبہ
 نہ نمازوں کی وقت میں ادائیگی نہ اچھا شرعی رشتہ ملنے پر لڑکی کی جلدی شادی نہ میت کی تجہیز
 و تکفین و تدفین نہ قرضہ کی ادائیگی نہ قضا نمازوں کی جلدی ادا نہ صحت و سہولت میں پنج فرض
 نہ قضاء روزوں کو جلدی ادا کرنا نہ حصول علم دینی نہ ناراض مسلمان بھائی کو راضی کرنا نہ تمام
 حقوق العباد سے چھٹکارا حاصل کرنا یہ مسئلہ خلا تَشْتَعِلُونَ کی مذمت اور عجلت و سرعت
 کے تفسیری فرق اور دوسری آیت میں سرعت کی پسندیدگی کے فرمان سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ
 ہر وہی دہشت اور دہشت اور بخت یعنی اچانک ہونے سے صرف کفار مبہوت و حیران ہوتے
 ہیں محمد تعالیٰ مومن متقی صالح قبر و حشر موت کی کسی چیز کے ہونے یا اچانک آجانے سے نہ
 مبہوت ہوں گے نہ حیران پریشان یہ مسئلہ قَتَبَتْھُمْ میں ضم ضمیر جمع کا مرجع مراد کفار کے
 بنائے جاتے اور موصیت سے اس حیرانی میں کفار کے ملوث ہونے سے مستنبط ہوا۔
 نیز یہ بھی واضح ہوا کہ کسی بھی قدرتی امر یا معجزہ یا کرامت کے اظہار سے انبیاء و کرام علیہم السلام
 اور اولیاء اللہ کو کبھی نہ حیرت ہوتی ہے نہ گھبراہٹ لہذا ان جہلاً معسفین کو اپنی اُن گستاخانہ
 عبارات سے رجوع اور توبہ کرنی چاہئے جو کہتے ہیں کہ، مجمع بحرین کے پاس تلی ہوئی مچھلی
 کے زندہ ہو کر پانی میں غوطہ لگا جانے اور وہاں پانی میں سورانج بنار ہنے سے حضرت یوشع
 اور حضرت موسیٰ دونوں ہی حیران رہ گئے تھے یا کہتے ہیں کہ جب پہلی دفعہ عصا و موموی
 سانپ بنا تو موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے تھے۔ یا کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے طور پر اس بے سانپ
 کا معجزہ دکھا دیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب پہلی دفعہ موسیٰ فرعون کے سامنے عصا پھینکتے تو خود ہی
 گھبرا کر نہ جاگ جائیں۔ یہ سب غلط باتیں ہیں نہ وہاں حیرانی ہوئی تھی نہ یہاں طور پر خوف کا گھبراہٹ
 ورنہ پھر یہ بیضا کا معجزہ پہلے کیوں نہ دکھایا گیا۔ تیسرا مسئلہ جس طرح آباؤ اجداد کی مالی وراثت
 کا اثر اگلی نسل اور فروع آل اولاد میں ہوتا ہے مورث کا مال و ارثین کو ملتا ہے اسی طرح
 اخلاق و عادات کی وراثت بھی اولاد اور نسلی خاندان میں چلتی آتی ہے اور خاندان پر جبلی
 آبائی عادات وراثت جاری و ساری ہوتی ہیں بلکہ خاندانی شعوب اور قبائل جتنے ہی ان
 موروثی جبلی عادات سے ہیں۔ یہ مسئلہ خَلْقُ الْاِنْسَانِ مِنْ عَلَلٍ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ شریعت

اور فقہ اسلامی میں بھی ان خاندانی اور موروثی جبلتی عادات کا بہت اعتبار دیا گیا ہے۔ خلافت امامت کی جانشینی سجادہ نشینی اور شادی بیاہ کے لیے کفو کا قانون۔ اسی جبلتی عادات کے موروثی ہونے کی وجہ سے ہے۔ آبائی مال و دولت اگلی نسل کو مالدار اور دولت مند یا غریب بنا دیتی ہے اور آبائی علمیت فراست عقلیت اگلی نسل آل و اولاد کو اعلیٰ قوم و عقل مند علم دار صاحب فراست یا مجوق و جاہل کند ذہن اور پینچ قوم بنا دیتی ہے۔

اعتراقات | یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں پہلے فرمایا یعنی اِنْشَانِ مِّنْ عَجَلٍ۔ یعنی انسان جلد باز پیدا کیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ جلد بازی انسان کی جبلتی اور فطری عادت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جبلتی عادت ختم نہیں ہو سکتی تو پھر آیت میں اِسی جگہ آگے کیوں فرمایا گیا۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْا۔ یعنی جلد بازی مت کرو۔ جب یہ جملہ عادت ہے اور بفرمان حدیث مقدمہ جبلت میں انسان مجبور اور مجبوری سے انسان معذور تو پھر اس کی ممانعت کیوں کی گئی یہ تکلیف مالا لُیطاق سے کہ جس سے انسان بچ نہ سکے اُس سے بچنے کا حکم باز رہنے کی نہیں فرمائی جا رہی ہے یہ بات تو حکمتِ حکیم کے خلاف ہے۔ جواب۔ جبلتی عادت اگرچہ مضبوط ہوتی ہے اور اُس کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے مگر ترک کرنا نا ممکن نہیں ہوتا نہ بندہ اس کے آگے مجبور ہوتا ہے، حدیث پاک کے ارشادِ مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ آسانی سے یا خود بخود ختم نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر انسان کوشش کرے تو ختم ہو سکتی ہے اگر وہ جبلتِ بُری ہو تو اُس کے ترک پر ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں بہت سی جبلتی عادتیں پیدا کی ہیں کچھ اچھی کچھ بُری مثلاً جلد بازی و غصہ و حسد و رونا و ہنس کرانا و ہم و نطق و حصولِ علم کی استعداد و شہوت و انجوس و کمزوری۔ اور اُن سے روکنے یا ان کو بدلنے کا حکم دیا گیا۔ اُن کے خلاف چلنے کو کہا گیا ہے ان عادات کا صحابہ اور غلط استعمال شرعاً بُرا فرمایا گیا ہے۔ تبدیلی کا حکم اس طرح دیا کہ جلد بازی کے مقابل صبر۔ ہنسنے کے مقابل آہستہ اور خوفِ خدا میں رونے کو ترجیح ہے۔ رونے کے مقابل ذکرِ الہی محبوب ہے طنز و مسکرانے سے ممانعت ہے، دنیوی امور میں نہیں لیاقت خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ قرآن و حدیث میں صرف ہو۔ دنیوی فضول گفتگو قصوں کہانیوں سے بہتر ہے خاموشی۔ دنیوی اور ذاتیات کے بے غصہ کو شیطانِ عمل قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح کے غصے کے ترک پر کثیر ثواب ہے شہوت کو حرام جگہ استعمال کرنا گناہِ کبیرہ اس کی حلال طریقہ سے استعمال کا حکم، انجوس کے مقابل سخاوت

کا حکم ہے۔ انسانی کمزوری کے باوجود جہاد کا حکم ہے حالانکہ یہ سب جہلی عادتیں ہیں مگر کسی کے ترک اور کسی کے بستے کا حکم ہے انسان ان کے آگے غبور نہ سمجھا گیا کیونکہ ان سب پر انسان کو قابو ہے لہذا معذور نہیں۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْا اِسٰی یٰے فرمایا گیا کہ عجلت اگرچہ جہلی عادت ہے مگر بُری ہے شرافت و عقل کے خلاف اور نقصان دہ ہے اس لیے نہ کرو۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا يَكْفُوْنَ عَنْ كُفْرِهِمْ النَّاسَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ۔ یعنی وہ کفار اپنے چہروں اور اپنی پیٹھوں سے آگ نہ روک سکیں گے نہ ہٹا سکیں گے۔ تو کیا وہ اپنے سروں سے سینوں سے اوپر نیچے دائیں بائیں سے آگ ہٹا سکیں گے حالانکہ جہنم کی آگ تو ان کے سارے جسم پر ہو گی اور کہیں سے نہ ہٹا سکیں گے تو چاہئے تھا کہ فرمایا جاتا۔ لَا يَكْفُوْنَ عَنْ وُجُوْدِهِمْ یٰا فرمایا جاتا۔ عَنْ اَجْسَادِهِمْ۔ یٰا عَنْ اَبْدَانِهِمْ۔ تاکہ اوپر نیچے دائیں بائیں سب کا ذکر آجاتا۔ جواب اس کے تین جواب دئے گئے ہیں۔ ایک یہاں پر وُجُوْدِهِمْ اور ظُهُوْرِهِمْ سے صرف چہرے اور پیٹھیں مراد نہیں بلکہ وجوہ سے مراد سامنے اور ظہور سے مراد پیچھا ہے یعنی آگ کفار کے پوری طرح آگے بھی ہو گی اور پیچھے بھی اور نہ آگے سے ہٹائی جاسکے گی نہ پیچھے سے اس آگے اور پیچھے میں تمام جسم مع اوپر نیچے اور دائیں بائیں کے آگیا۔ اس لیے کہ جسم انسانی میں بڑی اور لمبی چوڑی جگہ آگ کا پیچھا ہی ہے۔ دائیں بائیں اوپر نیچے چھوٹی اور تھوڑی ہیں۔ جواب دوم یہ کہ بعض نے فرمایا وُجُوْدِهِمْ سے مراد چہرے ہی ہیں اسی طرح ظُہُوْرِهِمْ سے مراد پیچھا ہی ہے چونکہ جسم کی عزت شہرت معرفت و پہچان کرتے اور خوب صورتی میں چہرہ ہی سب سے زیادہ ہوتا ہے اسی کو انسان پہلے پہچانتے کی کوشش کرتا ہے اس طرح جہانی قوت میں پیٹھ سب سے زیادہ معتبر سمجھی جاتی اس کو پہچانا آسان بھی ہے اس کو پہچالنے سے تقریباً آدمی سے زیادہ جسم پنج جاتا ہے۔ اس کے پہچانے کا دوسرا نام پشت پناہی ہے۔ اس لیے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ جتنے جسم کے جس کو انسان پہلے پہچانا چاہتا ہے۔ اور جن کا پہچانا آسان ہے۔ جب وہ ہی نہ پہچاسکے گا تو بعد والی چیزوں کی طرف کب پہنچ پائے گا۔ جسم کے معتبر حصوں کا ذکر فرما کر آگ کی سختی کو ظاہر فرمایا گیا اور معتبر وُجُوْدِ و ظُہُوْرِ ہی ہیں۔ جواب سوم یہ کہ بعض نے فرمایا کہ محاورہ وجوہ اور ظہور سے سارا جسم ہی مراد ہوتا ہے اس لیے یہاں آیت میں بھی سارا جسم مراد لیا گیا ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ بَلْ نَارِیْهِمْ لَبِئْسَ ثَبَاتٌ لِّهٖمْ جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ بلکہ آئے گی اُن کے پاس اچانک تو اُن کو مبہوت اور حیران کر دیگی۔

اگر یہاں جنگ بدر مراد ہو تب تو وہ بَعَثَتْ نہیں تھی۔ بڑی تیاری کافی دنوں کی منصوبہ سازی کے بعد تھی بہت عرصے سے دو طرفہ پتہ تھا کہ یہ جنگ ہوگی۔ کفار مکے سے شکر بنا کر چلے اور مسلمان مدینے سے لہذا یہ اچانک نہ ہوئی جب اچانک نہیں تو مبہوت کرنے والی نہیں اور اگر یہاں قیامت کا آنا مراد ہے تو اگرچہ وہ اچانک تو ہوگی مگر یہ کفار اس وقت زندہ نہ ہوں گے ان کی ہڈیاں بھی خاک و صول غبار بن چکی ہوں گی تو پھر ان کے لیے تو یہ بَعَثَتْ نہ ہوئی اور نہ ان کو مبہوت و حیران کر تے والی پھر یہ کیوں فرمایا گیا؟ جواب: ثانی فعل کے فاعل کا مرجع جو بھی مراد لیا جائے جنگ بدر یا قیامت بالکل درست ہے۔ اور ہر صورت میں کفار مکہ کے لیے بَعَثَتْ ہی ہے۔ اس طرح کہ اگر بَلُّ تَابِتٌ ہمد سے مراد جنگ بدر ہی ہو تو اس کی تیاری شکر سازی مکے مکرمہ سے چل کر میدان بدر تک آتا اگرچہ اچانک نہ ہو مکمل منصوبے اور معلومات کے ساتھ ہوا مگر اس جنگ کے ذریعے عذاب الہی اچانک ہوا جو ان کفار کے وحم و گمان تصور و خیال میں بھی نہ تھا کہ اتنے بڑے ہتھیار بند جوڑوں گھوڑوں سے مسلح لشکر کو بالکل چھوٹے نہتے بے سرو سامان۔ روزے دار، بھوکے پیاسے شکرے ذلت آمیز شکست ہو جانا اور بڑے بڑے جابر ظالم سرداران مکہ کا چھوٹے چھوٹے نا تجربہ کار بچوں کے ہاتھوں قتل ہو کر موت و قبر میں چلا جانا، وہاں عذاب کا آنا یہ سب کچھ بَعَثَتْ ہی ہوا جس نے کفار کو ذلت کے ساتھ حیران بھی کر دیا اور پریشان بھی، کفار کو یہ خیال تک نہ تھا کہ ہمارا یہ ہر طرح سے مضبوط لشکر ان غریب محابہ کے ہاتھوں شکست کھا جائے گا۔ اور ہم قبروں کے لیے عذاب جہنم میں جا بیٹھیں گے وہ تو یہ سمجھ کر آئے تھے کہ ہم چند منٹوں کے اندر ان مٹھی بھر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ اور اگر یہاں قیامت کا آنا مراد لیا جائے تب بھی درست ہے اس لیے کہ قیامت جب آئے گی تو اتنی اچانک ہوگی کہ ہزاروں برس کے مردہ کافروں کو بھی حیران کر دے گی اور اسی حیرانی میں وہ پکار اٹھیں گے۔ یٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا۔ ہائے ہماری ہلاکت ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اٹھا دیا، یہ اچانک کیا ہو گیا۔ (سورۃ یس آیت ۲۵) یٰوَيْلَنَا۔ کہنا بَعَثَتْ کی حیرانی سے ہو گا۔ کفار قبر میں پہنچ کر بھی عذاب اور اس کی وجہ اور سبب سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور عذاب پر قبر میں بھی مبہوت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بدر کے کوئیں میں پڑی لاشوں کو خطاب نبوی والی حدیث پاک سے ثابت ہے۔

خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُوْثِرُكُمْ بِهٖ ۖ فَهَلْ تَسْتَعِجِلُوْنَ
تفسیر صوفیانہ | وَ يَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ صوفیاء کرام کے

نزدیک اس آیت میں خُلِقَ الْإِنْسَانُ سے قَلَّا تَسْتَعِجِلُونَ تک۔ چند معانی ہیں ایک یہ کہ اسے کفریات و نیوی میں مشغول ہو کر کفرانِ نعمت کرنے والو تم اپنی جہالت و ضلالت کی وجہ سے طلبِ عذاب میں جلد بازی کر کے بڑی سخت حماقت کر رہے ہو اور تمہاری جلدبازی تین وجہ سے ہے جو تم کو بہت بڑا نقصان دینے والی ہے۔ ۱۔ اس لیے کہ تم لوگ ہمارے نبی کی صداقت و نبوت کے منکر ہو رہے اور یہ انکار محض عداوت کی وجہ سے ہے۔ ۲۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اسلام کی ہر اس بات کا مذاق بناتے ہو جو ہمارے نبی یا ان کے صحابہ کی زبان سے سنو۔ اور میرے اس قانونی فیصلے کو سب جانتے ہیں کہ جس نے میرے ولیوں سے عداوت کی اس نے گویا مجھ سے اعلانِ جنگ کیا۔ میرے محبوب کی قوشان و آن قدرو منزلت ہی ورا بلکہ وراؤ الوڑا ہے۔ اس عداوت و استغزا کو معاف نہیں کیا جاسکتا تم جلدی کیا چا رہے ہو۔ سَأُوْثِرُكُمْ میں خود تم کو بہت جلدی عذابِ الیم کی وہ وہ نشانیاں دکھاؤں گا کہ دنگ و تنگ ہو جاؤ گے اس لیے دشمنی و عداوتی استغزا کے ذریعے ایذا رسانی کرتے ہوئے مجھ سے دعائی بد دعائی لفظوں سے اپنے لیے ایسی عذاب کی جلدی مت مچاؤ۔ دوم یہ کہ روحِ انسانی عجل سے پیدا کی گئی یہ روح مخلوقاتِ دنیوی میں پہلی وہ مخلوق ہے جو قدرتِ ربانی سے متعلق ہے۔ سوم یہ کہ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو کلمہ کُن سے چھ دن میں پیدا فرمایا، لیکن آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے بنا کر پیدا فرمایا۔ چالیس دن تک تو جسمِ آدم کی مٹی کا خمیر ہی بنا رہا۔ ان چالیس دنوں کا ایک ایک دن ہزار سال کا تھا گویا کہ چالیس ہزار سال میں وہ مٹی تیار ہوئی جس سے آدم اور آدمیت کو پیدا فرمایا۔ اس مٹی کا نام رکھا گیا عجل۔ اس مٹی میں رب تعالیٰ نے گیارہ خزانے ودیعت رکھے۔ ۱۔ قوتِ عمل کا خزانہ ۲۔ ستر خلافت کا خزانہ ۳۔ تجلِ ذات کی قابلیت ۴۔ مراتبِ صفات کا خزانہ ۵۔ گنیز مخفی کا مظہر ۶۔ معدنِ معرفت کا خزانہ ۷۔ امانتِ الہی کا بوجھ ۸۔ صفاتِ کمالی کا خزانہ ۹۔ مظاہرِ آفاقی کے انعامات کا خزانہ ۱۰۔ تربیتِ انفس کا خزانہ ۱۱۔ نبوتِ عظمیٰ اور ولایتِ کبریٰ کا خزانہ۔ پس اسے منکرینِ مقاماتِ نبوت و کیفیاتِ ولایت اپنے نفوسِ ضعیفہ میں ان مقاماتِ علیا کے طلب کی جلدی مت مچاؤ نہ انکار کی جہنم کھاؤ۔ پہلے قابلیتِ نفوس تو حاصل کر لو تب سَأُوْثِرُكُمْ کا جلوہ آشکارا ہو گا۔ طلبِ افکار تو عہد

سے لحد تک ہوتی ہے بلکہ ازل سے ابد تک مگر اُسرار کے منطبق الطیر تو صرف سیلانِ وقت کو سکھائے
 جانے میں عوام کو آفاق دکھائے جاتے ہیں خواص کو انخاس کا دیدار کرایا جاتا ہے۔ اُغید کو فقط اُفلاک میں
 کھماچرا دیا جاتا ہے اس لیے وہ آسمانِ معرفت کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اُبرار کو اُسرارِ انوار کا جلوہ کرایا
 جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دوطرفہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ صبر والا مقاصد پالیتا
 ہے۔ عجلت والا دولت پالیتا ہے۔ کیونکہ صبر میں شرافت ہے عجلت میں ندامت ہے۔ اسی لیے فرمایا
 جاتا ہے کہ ہر کام توقف اور تفکر سے کرو۔ اُمورِ دنیوی ہوں یا مقاصدِ معنوی لیکن باطلین اس کو نہیں
 سمجھتے بلکہ حماقت سے عجلت کرتے ہوئے اہل حق پر غلط بیانی کا طرز کرتے ہیں اور صدق پر شک
 کرتے ہیں۔ کُوْیَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا حَبِیْثٌ لَا یُکْفُوْنَ عَنْ وُجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ
 ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ یُنْقَرُوْنَ۔ اگر اہل انکار جانتے پہلے سے اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ
 اُن پر جدائی اور قطعیت کا عذابِ حسرت کی جہنم۔ اور بعدیت کی آگ نازل کرنے والا ہے
 تو اپنی ضد اور فسادِ باطنی سے مقامِ انکار پر کبھی قائم نہ رہتے مکانِ عداوت اور منازلِ استغراء
 میں اور طلبِ عذاب کی عجلت کی بجائے توبہ میں سرعت کرتے اور طلبِ حق و ایمانِ برحق کی طرف
 قلبی عقلی و بدنی رجوع کرتے، کیونکہ طلبِ حق مقصدِ اعظم ہے اور وصولِ حقانیت منزلِ اعلیٰ ہے۔
 صوفیا فرماتے ہیں۔ ادب ظاہر یہ ہے کہ بندہ اپنی بعبارۃ عینی و نظرِ چشمی کو راہِ مستقیم میں دائیں بائیں
 کی توجہ سے بچائے اسی طرح ادبِ باطن یہ ہے کہ بندہ اپنی بصیرتِ خاصہ و طبیعتِ مخلصہ کو
 ماسوا اللہ کی طرف نظر کرتے مائل ہونے سے بچائے اور روکے ورنہ اپنے وجہ و ظہورِ نخت
 و فوقِ دائیں بائیں سے تارِ فراق و عذابِ جہان کو نہ روک سکے گا۔ اور یہ وقت کفوف و سعادت
 بندش۔ روکنے کی طاقت نہیں حاصل ہوتی مگر اُسی خوش نصیب بندے کو جسے راہِ سلوک میں
 نصرتِ مرشد کی مدد مل جائے۔ اس لیے کہ منزلِ شوق اور مدارجِ طلب کی ہدایت و امتر شاہ
 اہل اللہ سے ہی ملتی ہے۔ لہذا طریقِ مقصود میں قنار و جودی کی قوت ضروری ہے اور طلب
 مقام و نظارۃ افکار میں عجلت منع ہے، جو کوئی بندہ مجنون محرابِ حقیقت بنتا ہے تو لبلاء
 محبت کے ہاتھ سے فنا کا برتن ٹوٹ جاتا ہے۔ شرع۔ عقل۔ قلب۔ کشف کا یہ متفقہ عقیدہ
 ہے کہ یہ دنیا نشاتِ اولیٰ ہے اور یہ دارِ حیاتِ قلیل و قیامِ اُوفیٰ ہے۔ اس لیے کمالِ رتوب
 و مقامِ قطبی کے حصول کے لیے دارِ بقا کی کثرت ضروری ہے۔ لیکن یہ چیز ملتی ہے نشاتِ ثانیہ
 سے۔ اور یہ نشات دوم کا وصول و حصول بعدِ موت دارِ آخرت میں ہے۔ بَلْ تَأْتِبُھُمْ

بَعَثْنَا قَبْلَهُمْ فَلَا يَسْتَظِنُّوْنَ رَدَّهَا وَكَاهُمْ يُنْظَرُونَ۔ بلکہ موت ہی وہ اصل برحق ہے جو ہر ایک طالب کو اچانک ملتا ہے۔ یہ عمر و وقت فرصت ہے اس کی مگر گزشتی صحت و شباب ہے ان سب کو اسے بندے غنیمت جان لے کیونکہ جب موت ناگہانی آگئی تو سب کو بہوت کر دے گی پھر نہ گوش رہے گا نہ ہوش نہ قدرت عمل نہ تدارک عمر نہ قوت نہ آخر نہ بہت تفکر۔

غنیمت جان لو، مل بیٹھنے کو جدائی کی گھڑی سسر پر گھڑی ہے اہل دنیا دنیا داروں سے ملنے کے لیے ظاہری بدن کو سنوارتے ہیں مگر اہل ایمان بارگاہ قدس کی عاضری بَعَثْنَا کے لیے ہر وقت روح و قلب کی خوب صورتی اور حُسن و جمال کی تقویت حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ بدن ظاہری کی خوب صورتی و خوشنمائی حُسن لباس و خوراک میں ہے مگر روح و قلب کی خوب صورتی حُسن افعال و اخلاق میں ہے۔ حُسن اخلاق کی بیس قطبیں ہیں ۱۔ ہر حال میں پناہ بولنا ۲۔ غرور میں نہ آنا ۳۔ تکبر نہ کرنا ۴۔ تعصب نہ کرنا ۵۔ قلب میں ہمیشہ رہنا ۶۔ عداوت سے پرہیز ۷۔ استعزاز اور مذاق اڑانے سے بچنا ۸۔ عجلت سے پرہیز ۹۔ کار خیر کی سرعت میں رہنا ۱۰۔ دنیا سے نا اُمیدی ۱۱۔ پیٹ بھر کر نہ کھانا ۱۲۔ غریب اور بھوکے پڑوسیوں کا بھی خیال رکھنا ۱۳۔ سائل پر نرمی اور بخشش کرنا ۱۴۔ احسانات کا بدلہ دینا ۱۵۔ امانت داری کرنا ۱۶۔ اصلہ رمی قائم رکھنا ۱۷۔ اہمان نوازی ۱۸۔ تمام حقوق ادا کرتے رہنا۔ بندے پر گیارہ قسم کے حقوق ہوتے ہیں حقوق اللہ، حقوق النبی، حقوق العباد، حقوق والدین، حقوق النفس، حقوق قرابت، حقوق قرآن، حقوق حدیث، حقوق اسلام، حقوق دوست، حقوق بدو س حقوق زوجیت قرابت میں شامل ہے اسی طرح حقوق اولاد بھی ۱۹۔ حیا اور غیرت مندی یہ حُسن اخلاق کی بنیاد ہے ۲۰۔ تقویٰ، دو چیزیں بندے کو جنت میں لے جاتی ہیں اور دو چیزیں جہنم میں۔ تقویٰ اور حُسن اخلاق جتنی بنا دیتا ہے۔ خوشی اور غم میں شریعت کے خلاف رویہ اختیار کرنا جہنمی اس طرح کہ غم میں شکوہ خوشی میں بلوہ کرنا صفات حمیدہ دو چیزوں کا نام ہے۔ دنیا ضائع ہونے کا غم نہ کرو ۲۱۔ جو حال ہوا اسی پر خوش رہو۔ یہ تمام نعمتیں مومن کو استثنائے نبوت سے ملتی ہے مگر کفار اس سے محروم، کفر کی اصلیت بد اخلاقی ہے اور چار چیزوں کا نام بد اخلاقی ہے۔ مانیکوں سے عداوت ۲۲۔ مذاق بازی ۲۳۔ ابزارسانی ۲۴۔ جلد بازی۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دش چیزوں کا نام ہدایت اسلام ہے۔ ۲۵۔ خوف الہی ۲۶۔ ایفاء عہد ۲۷۔ امانت داری ۲۸۔ پڑوسی کی حفاظت

وہ یتیم پر رحم نہ نرم گفتگو نہ تبلیغ قرآن و حدیث نہ مسلمان دوست کے شرعی حقوق کی عزت و مخالفت نہ دنیویں اُمیدیں گھٹانا نہ قرآن کریم میں تفکر تدبیر و عمل نہ کرنا۔

وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ

اور البتہ مذاق اڑایا جاتا رہا ہے تمہارا رسولوں سے آپ سے پہلے اکیسے ہر طرح سے فنا کر دیا اور بے شک تم سے اگلے رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا

بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ

اُن لوگوں کو مسخر کیا تھا جنہوں نے اُن میں سے اُس عذاب نے جس کا تو مسخر گی کرنے والوں کا ٹھٹھا انہی

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣١﴾ قُلْ مَن يَكْلُوْكُمْ بِاللَّيْلِ

مذاق بناتے تھے ۔ اے محبوب فرماؤ کہ کون کھا سکتا ہے تم کو رات کر سے بیٹھا ۔ تم مسر ماؤ شبانہ روز تمہاری کون نگہبانی

وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۖ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ

دن کی ہر گھڑی میں اللہ رحمن سے پر بھی وہ اپنے رب کی کرتا ہے رحمن سے بلکہ وہ اپنے رب کی یاد

رَبِّهِمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٣٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهَةٌ تَمْنَعُهُمْ

یاد سے دور ہونے والے ہیں ۔ کیا ان کے لیے کوئی ایسا معبود ہے جو محفوظ رکھے سے منہ پھیرے ہیں ۔ کیا اُن کے کچھ خدا ہیں جو ان کو

مَنْ دُونَنَا لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَ

ان کو ہمارے مقابلے سے بہت تو طاقت نہیں رکھتے اپنے آپ کی مدد کر نیکی اور ہم سے بچاتے ہیں وہ اپنی ہی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور

لَا هُمْ مِنَّا يَصْحَبُونَ ﴿۴۳﴾

نہ ہی اُن کو ہماری طرف سے کچھ قرب دیا گیا ہے

نہ ہماری طرف سے اُن کی یاری ہو

تعلقات ان آیت مبارکہ کا پچھلی آیت مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں جہنم کے عذابوں ذکر فرمایا گیا کہ وہ چہروں اور پیٹھوں سے ہٹ نہیں سکے گا۔ اب ان آیت میں اُن لوگوں کی نشان دہی کی جا رہی ہے جو بد بخت اس عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اڑانے والے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ کفار لوگ عذاب جلدی مانگتے ہیں مگر ان کا یہ احمقانہ مطالبہ پورا نہیں کیا جاتا۔ اب ان آیت میں اس کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ اللہ رحمن ہی تمہاری دن رات حفاظت فرما رہا ہے ورنہ اگر تمہارے جرموں خباثتوں کو دیکھا جاتا تو کب کے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کی کمزوری بیان ہوئی کہ وہ اپنے آپ سے عذاب کو رد کرنے اور دور کرنے کی طاقت و ہمت نہیں رکھتے اب ان آیت میں ان کے بتوں کی جن کو وہ اپنا معبود سمجھتے ہیں کمزوری بیان کی جا رہی کہ اے کافر و تم نے بتوں سے بڑی بڑی اُمیدیں لگائی ہوئی ہیں وہ تم سے عذاب کیا دور کریں گے وہ تو اپنی مدد نہیں کر سکتے۔

تفسیر نحوی وَ لَقَدْ اسْتَعْجَلْنِي بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَعْجِلُونَ قُلْ مَن يَكْلُو كُفْرًا يَكُلُ يَتْلُو وَ النِّعَادِ

مِنْ الرَّحْمَنِ - واؤمر جملہ لام تاکید یہ برائے مضبوطی کلام قد استعجلی باب استفعال کا فعل ماضی قریب مجہول مثبت واحد مذکر غائب مصدر ہے استعجز عجزاً یا عجزاً سے بنا ہے یعنی مذاق اڑانا اس کی ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا نائب فاعل ہے مزعج خود مصدر استعجزاع

ہے ب حرف جر یعنی مع یعنی ساتھ رُسل جمع مکثر ہے رُسل کی بمعنی پیغمبر صاحب دی
یہ پیر اور متعلق قول ہے میں جار و قبل ہم طرف زمانہ معارف ہے ک ضمیر غائب مرجع
نئی پر مبنی تہ عیب ذلک معارف الیہ ہے یہ مرتب مذنی جار مجرور ہو کر متعلق دوم ہے قد استخزوا
ہو کر حرف جہتہ مانیں تہ سبب ہے ماجر جسے کا راق باپ ضرب کا ماضی مطلق معروف مثبت
واحد مذکر غائب خفی سے مشتق ہے ایک قول میں تہا حتی سے مشتق جیسے ذم سے ذم اور راق
سے راق مگر چلا قول صحیح ہے ترجمہ ہے ہر طرف سے برباد کرنا یا ہر طرح سے ذلیل کرنا یا جانہ
تعدیک کی سی وجہ سے حاق فعل متعذی الذین اسم موصول جمع مذکر مراد ہیں کفار بخروا باب
تبع کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف تبع مذکر غائب بخروا سے مشتق ہے بمعنی مسخرہ بنا کرنا
نقیبیں تارنا حسی اڑانا نیچا سمجھنا کتر جانا۔ خروا اور سخر دونوں کے معنی ہیں مذاق کرنا مگر فرق
یہ ہے کہ باق سے اپنے برابر یا اپنے سے بڑے کا مذاق اڑانا استخراء ہے اور عملاً نقل بنانا
ہوئے یا دوسروں کو حسانے کے لیے کسی کا مذاق یا کسی کو حقیر سمجھتے ہوئے اس کی بات نہ مانا
یا اس پر کسی طرح دباؤ اور رعب ڈالنا سخر ہے کفار نے ہر طرح کا مذاق کیا تھا اس لیے دونوں
لفظ استعمال ہوئے اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے مرجع ہے اذین منہم
میں بارہ بعینیت کا ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا مرجع الذین ہے یہ جار مجرور متعلق ہے
بخروا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ایک قول میں منہم کا مرجع رسل ہے یعنی ان رسولوں
کا مذاق اڑا یا (تفسیر معانی) بخروا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صیغہ ہوا اذین کا موصول
صلہ مجرور ہو کر متعلق ہے حاق کا اسم موصول ہے برائے تھویر و خوف دلانے کے لیے
ہے اس لیے یہ میں ضمیر کا مرجع کا ہے ایک قول میں کا مصدر یہ ہے اور ضمیر کا مرجع جنس
رسول کی طرف ہے پہلی صورت میں ترجیح ہے کہ اُس نے گھیرا جس کی بابت مذاق اڑاتے تھے
دوسری صورت میں ترجیح ہوگا کہ اُن کے مذاق اڑانے نے گھیرا ان رسولوں کا۔ کا نوا علامت
ماضی استمراری دراصل تھا کا نوا یستخزون باب استفعال کا ماضی استمراری مثبت
معروف جمع مذکر غائب یہ جار مجرور متعلق ہے اسی فعل کا اس کو درمیان میں لانے سے
کلام کی اہمیت واضح ہوئی یہ فعل استمراری اپنے فاعل پوشیدہ اور متعلق سے مل کر جملہ
فعلیہ ہو کر صیغہ ہوا موصول صیغہ مل کر فاعل ہوا حاق کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مسبب ہوا وقد
کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قل امر حاضر معروف واحد مذکر حاضر انت ضمیر صیغہ پوشیدہ

اس کا فاعل مرجع محاط بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں من اسم موصول یُکَلِّمُ باب سَمِعَ یا فَعَّی کا فعل
مفارع مثبت معروف انشائیہ ہے من موصولہ سوائیہ کی وجہ سے خیال رہے کہ دس چیزوں
سے جملہ انشائیہ بنا ہے مگر امر نہ ہی رہتی نہ ترجی نہ عقود نہ نوا نہ عرض نہ استفہام
نہ تم نہ تعجب۔ یہ صیغہ واحد مذکر غائب کَلَّمَ ناقص واوی یا کَلَّمَ بہوز اللام سے مشتق ہے
لغوی ترجمہ ہے حفاظت کرنا۔ بچا کر یارو کے رکھ کر اصطلاحاً حادث طریقے سے مستعمل ہے
ماتمن سے بچانا نہ بگڑنے سے بچانا نہ بار بار دیکھنا نظر رکھنا نہ پوری عمر بحفاظت آخر
کو پہنچنا، نہ قرض کی ادائیگی کو روک رکھنا نہ ادھار لینا نہ عمر دراز ہونا نہ زمین سرسبز
ہونا نہ گھاس چرنا، ان تمام معانی میں لغوی معنی حفاظت ہر جگہ قائم ہیں۔ یہاں لغوی معنی
میں ہے کم غیر اس کا مفعول یہ مرجع ہے کفار ب جازہ بمعنی نفی ظرفیہ ب کا اپنا معنی ہے
رائضاق یعنی ملانہ فی ظرفیہ کی وجہ سے معنی ہوا رات و دن کی ہر بر آن میں یل و نہار بمعنی رات
و دن دونوں میں الف لام استغراقی ہے بمعنی ہر دن رات واو نیچ میں عاطفہ ہے یہ دونوں
عطف مجرور متعلق اول ہے۔ من جازہ بمعنی عن زوالیہ تجاوز اور صٹنے پچنے کے لیے من کو عن
کے معنی میں کرنے سے دو معنی حاصل ہوئے۔ ابتدا نہ اور زول و دوری اور یہاں یہی مناسب
ہے الرحمن اسم صفاتی نام ہے اللہ کا رُحْم سے مشتق ہے یہ پوشیدہ کا مضاف الیہ ہے یہاں
عذاب یا باس پوشیدہ لفظ مضاف ہے مگر ترکیب میں شمار نہیں کیونکہ یہ حکمی و معنوی اضافت
ہے یہ مجرور متعلق دوم ہے یُکَلِّمُ فعل با فاعل اپنے مفعول بہ اور دونوں متعلق سے مل کر
جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ بَلَّ عَنْ ذِکْرِ جَہَنَّمَ مَعْرِضُونَ۔ بَلَّ حرف عطف
اضراب کے لیے ہے یعنی من یُکَلِّمُ کے مضمون جملہ کا اضرابی جواب ہے مابعد کا معطوفہ جملہ
مضمون ضمیر مبتدا عن ذکر رہتم یہ ڈبل مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے معروضون باب
افعال کا اسم فاعل جمع مذکر مصدر ہے اعراض بمعنی منہ پھیرنا۔ انکار کرنا عرض سے بنا ہے
یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا ہوئی
دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا یُکَلِّمُ کے جملے پر دونوں عطف صلہ ہوا من کا موصول
صلہ مل کر مقولہ ہوا قول کا اور جملہ قولیہ ہو گیا۔ ان آیت میں دیگر اقوال و لفظ استہزیائی میں ایک
قُرِئَتْ لَقَدْ اسْتَهْزِیْ ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ قد اصلاً ساکن دال ہے۔ اور نحوی قانون ہے
کہ اَلشَّاکِنُ اِذَا حَرَّكَ حَرَّكَ بِالْکَسْرِ۔ لَقَدْ یُکَلِّمُ میں تین قول ہیں۔ لَقَدْ یُکَلِّمُ لَقَدْ یُکَلِّمُ

مگر پہلی قرأت مشہورہ جمہور یہ ہے۔ اَمْ كَلِمَتُ الْاِحْثٰ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِهَا لَا يَسْتَطِيعُونَ
نَفْسًا اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْجَبُونَ۔ اَمْ حرف عطف اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ۱۔
متصلہ ہمیشہ درمیان کلام میں عطف کرنے کے لیے آتا ہے بمعنی یا اس کی ابتداء کلام میں ہمزہ
سوالیہ لازماً آتا ہے ۲۔ اَمْ منقطعہ اس کی دو قسمیں ہیں ۱۔ اَمْ بمعنی بَلْ اِضرابی یہ بھی ہمیشہ عطف کے
لیے درمیان کلام میں ہوتا ہے بمعنی بلکہ اِضراب کے لیے آتا ہے اِضراب کی مختصر اور جامع مانع
تعریف یہ ہے کہ ماقبل جملے پر یقین تھا مگر بَلْ کے آنے سے ماقبل پر یقین ختم ہو گیا اور مابعد
کلام میں یقین کا احتمال پیدا ہو گیا مثلاً دوسرے دیکھ کر کہا زید ہی ہے بلکہ نہیں شاید وہ بکری ہے
اِضراب کی ایک نوعیت یہ ہے کہ ماقبل کی یقینی کیفیت کو ختم نہ کیا جائے بلکہ کسی اور چیز کا اس میں
اضافہ کر دیا جائے مثلاً وہ چور ہے بلکہ سینہ زور ہے یہ قول بَلْ کی اپنی اصل معنوی دو کیفیتیں ہیں ان
دونوں کو اِضراب کہا جاتا ہے مگر کبھی حرف بَلْ لکن کے معنی یعنی استدراک کے لیے ہوتا ہے
استدراک یہ ہے کہ ماقبل کلام سے وہم ہوا بَلْ یا لکن کے ذریعے سابقہ کے وہم کو ختم کر کے مابعد
کا یقین کیا جائے ۲۔ اَمْ بمعنی ہمزہ سوالیہ بمعنی کیا یہ اکثر عطف کے لیے نہیں آتا اس لیے شروع کلام
میں آتا ہے یہاں ہی قسم ہے ان چار اقسام کے اعتبار سے اس کے اردو میں چار ہی معنی ہوتے
ہیں ۱۔ یا ۲۔ خواہ ۳۔ کیا ۴۔ بلکہ لہم جار مجرور متعلق ہے موجود پر شبیدہ کا وہ اسم مفعول اپنے نائب
فاعل پر شبیدہ ضمیر صبیغہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے اَللّٰہُ اسم جمع مکثر آخر میں
تائید کی ہے کیونکہ غیر زوی العقول کی طرف اشارہ ہے ایک قول میں یہ جنسی جمع سے موصوف
ہے تَمْنَعُ باب فُتَح کا فعل مضارع واحد مؤنث غائب مجی ضمیر صبیغہ پر شبیدہ اس کا فاعل مرجع
اَللّٰہُ جنسی جمع چونکہ غیر عقلی جمع کے لیے مؤنث کا صیغہ آتا ہے اس لیے یہ صیغہ ضمیر و مؤنث
آئی ضمیر مفعول یہ مرجع کفار میں جارہ بمعنی امن جائزہ دُونِ اسم مفرد معرب مشترک ہے بہت
معنی میں یہاں بمعنی مقابل ہے۔ مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مجرور متعلق مضاف الیہ یہ مرکب اضافی
مجرور ہو کر متعلق ہے تَمْنَعُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے اَللّٰہُ کی یہ مرکب تو صیغی مبتدا
مؤخر ہے اَمْ لہم کے جملے کا مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ایک قول میں یہ عبارت اس طرح
ہے اَمْ كَلِمَتُ الْاِحْثٰ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِهَا تَمْنَعُهُمْ اب اس ترکیب مِنْ دُونِهَا پر شبیدہ
کا متعلق ہو کر پہلی صفت ہے اَللّٰہُ کی اور یہاں دُونِ کے معنی اب ہوا ہوں گے تَمْنَعُ کا جملہ
دوسری صفت ہوگی۔ (معانی) لَا يَسْتَطِيعُونَ باب استفعال کا فعل مضارع منفی بلا

معروف جمع مذکر غائب مصدر ہے اِسْتَوْاعَ واو کو تعلیل نحوی میں ی سے بدلا استیباغ ہوا
 فَوْع سے بنا ہے بمعنی طاقت رکھنا، اِسْتَوْاعَ بھی مصدر ہے ضمیر صبیغہ اس میں پر شیدہ
 مرجع ہے اِیۃ یہاں جمعیت مراد ہے یعنی تمام کے تمام معبود۔ اور تَمَتَّعَ میں جنسی وصیت مراد
 ہے یعنی کوئی بھی۔ تَمَرَّاسم مفرد مصدر ثلاثی مجرد استعمالاً مطروع یعنی بہت مستعمل ہے۔ مطرد کے
 کل پانچ باب ہیں مضاف ہے اَلْفِہِم مَرکب انسانی بمعنی اپنے آپ کی مفعول مضاف الیہ ہے
 مصدر کا شبہ جملہ ہو کر مفعول یہ ہے۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ
 واو عاطفہ لا نافیہ حرف عطف برائے تاکید عطف سابقہ ضمیر مرفوع منقصل مبتدا ہے متاچار
 مجرد متعلق مقدم ہے یَصْحَبُوْنَ۔ باب یصح کا فعل مضارع مجہول جمع مذکر غائب لاو عاطفہ کی وجہ
 سے یہ فعل منفی ہو گیا ایک قول میں وَلَا هُمْ کالو عاطفہ نہیں ہے بلکہ مضارع منفی بلا کالو ہے
 عبارت در اصل اس طرح تھی وَهُمْ لَا یَصْحَبُوْنَ مِمَّا یَهْتَدُونَ ونا قر کلام کی تاکید و سختی کے
 لیے مفید ہے فُحِبْتُ سے مشتق ہے بمعنی ساتھ رکھنا دوست بنانا هُمْ پر شیدہ ضمیر صبیغہ اس کا
 نائب فاعل مرجع اِیۃ یہ فعل با فاعل اور متعلق مقدم سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر
 جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ کے جملے پر دونوں مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا۔

وَقَدْ اَسْتَعْزٰی بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوا
 مِنْهُمْ مَا کَانُوْا بِهِ یَسْتَهْزِؤْنَ۔

تفسیر علامہ

وَالْمَنَعَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ۔ بَلْ هُمۡ عَنْ ذِکْرِ رَبِّہِمْ مُّعْرِضُونَ۔ اور اسے محبوب
 آقا و گل نبی الانبیاء ان کے واسطے کفار کی مذاق بازی اور ابو جہلی ضرورتاً اور مذاق جاہلانہ
 کا غم نہ فرمائیں بلکہ تسلی رکھیں یہ حماقتیں تو ان کفار کی پرانی عادت ہے اس طرح کہ البتہ بے شک
 ان منکرین کی طرف سے مذاق بنایا گیا ان کثیر صاحب شریعت رسولوں کا بھی جو آپ سے پہلے گزرے
 ان بد بختوں نے کبھی ان کو اپنے جیسا کمزور بشر معمولی انسان بے اختیار سمجھا اور کبھی ان کو طاقتور
 جادوگر کہہ دیا۔ کبھی شاعر کبھی کاہن کبھی مجنون کہہ دیا اور ان گستاخیوں کے پردے میں رسالت نبوت
 قوت و کمال شان و اختیار کا انکار کر دیا، اور مذاقاً تمسخرانہ لہجے میں قہم قہم اور طرح طرح کے
 بیہودہ سوال کرتے رہے مگر کسی طریقے سے بھی حق و حقانیت کو نہ مانا اور موت و قبر حشر و جہنم
 کے عذاب آسمانی بلاؤں و نبوی ناگہانی مصائب کو جھوٹ سمجھتے ہوئے اپنے پر صلیدی مانگتے رہے
 تو شروع سے ہی ان گستاخیوں اور کفریات کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہی کہ فُحِقَ بِالَّذِیْنَ نَازِلٌ اور وارد

ہو گیا ہر اپنے اپنے دور میں ہر زمانے کے اُن منکرین پر جنہوں نے اُن میں سے مذاق کیا تھا وہی عذاب جس کو وہ مذاق سمجھتے تھے ٹھٹھے مار کر تالیاں بجا کر تمسخر اور منہسی اڑایا کرتے تھے مالا لکھ دنیا و آخرت موت و قبر حشر و جہنم کے عذاب الیم سے بجز رب تعالیٰ کسی کو کوئی نہیں بچا سکتا یہ تو آخرت کی بات ہے لیکن اسے محبوب آپ ان کفار سے ذرا یہ پوچھئے کہ کون تمہاری حفاظت کرتا ہے راتوں کو غفلت کی نیندوں میں جان و مال کی رحمن و رحیم کی طرف سے وارد کردہ ناگہانی آفتوں و باؤں زہریلے کیڑے مکوڑوں، جنات و حیوانات کی ایذاؤں سے۔ اور کون بچاتا ہے تم کو دنوں کے سفر و حضر سے حادثات طوفانی مصائب سمندر کی لہروں سیلابوں کے تھپیڑوں قتل و غارات کے بکھیڑوں سے، یا اگر آبِ رحمن نازل فرماتے کا ارادہ فرمائے یا ان کی کفریہ فسقیہ سرکشیوں کی وجہ سے اُن پر یہ دنیوی عبرت انگیز سزائیں وارد ہو جائیں اور ان کو گھیر لیں تو کون دوسرا بچا سکتا ہے۔ ذرہ بھر غرور و تکبر سے ہر کس و ناکس عاقل و عالم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمن ہی اپنی صفتِ رحمانیت کا اظہارِ مشفقانہ اپنے بندوں پر فرماتے ہوئے رحمتِ عظیمِ عامہ کے انعام کے ہر مصیبت سے بچاتا ہے اور فطرتِ زندگی دیتا ہے مگر کفار اس کرمِ کریمانہ کو کب مانتے ہیں۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ بَلْکہ وہ تو اپنے رب کے ذکر کرنے سے ہی منہ پھیرنے چہرے موڑنے والے ہیں اُس حقیقی محسن کائنات کا یا اُس کے شکر مٹے کا کبھی خیال تک نہ آیا۔ نہ اُن کو رحمن مانتے ہیں نہ اُس کے قرآن کو اُس کا کلام سمجھتے ہیں نہ اُس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں کو تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ حیاتِ دنیا کے ہر لمحے میں کتنے محتاج ہیں یہ لوگ حفاظتِ رحمانی کے اُس کدِ رحمت و حفاظت کے بغیر ایک آن زندہ نہیں رہ سکتے تو بجائے اس کا شکر کرنے احسان مند ہونے کے ایسے کریم پروردگار کی مخالفت کرتے تارافنگی لیتے ہیں۔ اس طرح کہ اُس کی توحید کا انکار اُس کے ساتھ شرک کا اقرار کرتے ہوئے کئی کئی سینکڑوں معبود بنا ڈالے ہیں جو ہر طرح فضول و بے فائدہ ہیں۔ اسے محبوب ان کفار کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے ان سے یہ پوچھئے کہ جنات حیوانات درندوں چرندوں سانپ بکھو کیڑے مکوڑوں میں کتنے کتنے طاقتور اور زہریلے اور سخت خطرناک ان کے دشمن ہیں اور یہ انسان کتنے کمزوری میں اور غافل ہیں۔ اگر رب تعالیٰ انسان کی حفاظت نہ فرمائے تو یہ طاقتور دشمن ہر جگہ پیچ کر انسانوں کو ہلاک کر دیں وہی رب کریم ان موزیوں کے منہ موڑتا ہے۔ اَمْ نَحْمَدُ الْاِلٰهَ تَمْنَعُكُمْ

مِنْ دُونِنَا لَا يَسْتَغِيثُونَ نَفْسَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِمَّنْ يُفَجَّرُونَ کیا ان کے لیے کہیں کوئی ایسا معبود ہے جو اپنے بچاریوں کو دنیوی یا اخروی عذاب اور مصیبتوں سے بچالے اور آفات و بلیات کو ان کے پاس آنے سے روک دے اور ہمارے بھیجے ہوئے طوفانوں، سیلابوں یا آسمانی ہذاہوں کو ہمارے علاوہ ہمارے مقابل آکر پھیر دے اور اپنے بچاریوں پر نہ آنے دے۔

تاریخ عالم میں کبھی کہیں اس کی کوئی مثال و شہادت نہیں ملتی، کفار پر طوفانِ نوحی آیا جس سے ہم نے اپنے بچے مومن نبی کے غلاموں کو بچالیا مگر کوئی بُت اور جھوٹا بناوٹی معبود کسی بُت پرست بچاری کو نہ بچا سکا، قوم عاد و ثمود اور قوم ہود و لوط پر آسمانی عذاب آیا، اور قوم فرعون و فرعون پر زمینی عذاب غرق آیا کوئی بُت نہ بچا سکا۔ قوم ہود پر قتلِ نجات نصر اور قید و بند کا عذاب آیا کوئی دیوی دیوتا کچھ مدد نہ کر سکا۔ اس طرح کی بہت سی واقعات مثالیں، حقیقی تاریخیں، سچی حکایتیں سفر و حضر کی مشاہداتی عبرتیں عالمِ دہر میں بکھری پڑی ہیں نہ روک سکتے اور بتوں کی بے بسی بے کسی بے چارگی کے تو سینکڑوں واقعات گزر چکے ہیں جن کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ مگر یہ کفار اپنے بتوں کی امداد اور بچا لینے کی کوئی ایک آدمی بھی مثال بتا سکتے ہیں یا ہرگز نہیں اور پھر یہ نادان اس پر بھی غور نہیں کرتے کہ یہ دستی تراشے خراشے زمینی بُت مورتی تو لایستطیعون نفساً انفسہم۔ خود اپنے آپ کو بچانے اپنی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہمارے خلیل ابراہیم نے بتوں کو توڑا کوئی بھی بُت چھوٹا یا بڑا اپنے آپ کو نہ بچا سکا ہمارے نبی یوسف نے مندر سے بتوں کو چھپا کر نکال پھینکا مگر کوئی بُت دستِ یوسفی سے نہ بچ سکا مومنِ کلیم اللہ نے سامری کے پھڑے کو ذبح کر کے جلا دیا مگر وہ بھی باوجود جائدارِ خدائے خوار ہونے کے ضربِ کلیم سے اپنے آپ کو نہ بچا سکا۔ ثمود غزنوی نے ہندوستان کے سوماتقہ مندر اور اُس کے بڑے صیوی بتوں کو پاش پاش کر دیا اور تمام ہندو دیکھتے رہے مگر کوئی بُت اپنے آپ کو نہ بچا سکا تو پھر یہ بناوٹی معبود ان باطل کسی غیر کو کیا بچا سکتے ہیں حالانکہ حمایتِ نفس اور حفاظتِ خود ضروری بھی ہوتی ہے اور آسان بھی غیر کی حفاظت و حمایت سے یہ بت اتنے ضعیف کمزور و عاجز ہیں کہ اپنے منہ سے کبھی نہ اڑا سکیں۔ ان کو تو اپنے یا بچاریوں کے وجود کا بھی پتہ نہیں ہوتا۔ کتنا کرم ہے اس اللہ تعالیٰ رحمن و رحیم کا اور کیسا عظیم رحم الہی ہے ان کفار پر کہ ان کے شرک کے باوجود وہ رب تعالیٰ ان کا دن رات محافظ ہے اور یہ کفار اس کی بے شمار نعمتیں استعمال کر کے بھی اُس کے ذکر سے ہی مغضون اور دور ہیں نہ تو خدِ باری تعالیٰ

کے دلائل عقیدہ میں غور کرتے ہیں نہ تقلید میں نہ لطائف قرآنیہ میں تدبر کرتے ہیں نہ آیت قرآنیہ میں تفکر پوری حیات دنیوی میں وہی تو وقت ہیں و رات ۲ دن و رات کی کثرت کا نام حفاظت ہے اور دن کی کثرت کا نام حراست ہے، دنیوی معاش سے بچانا رحمت ہے اور غدا میں سے بچانا ہدایت ہے۔ کوئی بچے نہ بچے اُس کی قسمت، ان حقائق میں غور کر کے بتائیں کہ مَنْ یُکَلِّمُ کُلَّ کَوْنٍ ذاتِ بابرکات ہر وقت ہر حال میں ہر جگہ تم کو بحفاظت ہر بلاؤ دبا سے تم کو بچا لیتا ہے ان کفار نے معبود بنانے میں عقل و شعور سے کچھ کام نہ لیا بلکہ نظر و سماعت کے بل بوتے پر معبود بناتے چلے گئے جس کی بھی ہیبت ناک آواز اور چمک دار رنگت دیکھی اُس کو معبود سمجھ کر دیوی دیوتا بنا ڈالا اسی بنیاد پر سورج اور چاند اور آسمانی کوکب کو بحساب رنگت چمک دمک معبود بتالیا ہے حالانکہ چاند سورج بھی اپنے پر کچھ اختیار نہیں رکھتے نہ اپنی مرضی سے ٹھہر سکیں نہ اپنے آپ کو گرہن سے بچا سکیں نہ کسوف کو ٹال سکیں نہ خسوف کو نہ اپنے بچاریوں کی کسی طرح سے کچھ مدد کر سکیں بے شک ساری عمر ان سے آسیں لگا کر آسن جا کر مندر میں جا کر بیٹھے رہیں۔ یہ ترانِ معبود ان باطل بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی دنیوی زمینی اور مشاہداتی تجرباتی حالت و کیفیت ہے لیکن آخرت و قیامت قبر و حشر میں بھی ان بتوں وغیرہ سے کسی قسم کی آس و اُمید لگانا بالکل بیکار ہے۔ اس لیے کہ وَ لَا هُمْ مِتَّا یُفْجَوْنَ یہ بت دیوی دیوتا ذہنی و صمی اور دست کاری سے تراشے خراشے بُت دیوی دیوتا تو خود بھی جہنم میں مٹی کا کوڑا اور دوزخ کا ایندھن بنے پڑے ہوں گے نہ ان کو صحبت بارگاہِ مبشر نہ قرپِ اکرام حاصل۔ قبر و قیامت میں تو صرف وہی مسودین یقین مودین فائدہ دے سکتے ہیں جو ہماری بارگاہِ رحمت و کرم سے صحبت یافتہ ہو کر مقرب و مکرم بن جائیں۔ فقط یہی لوگ جو حیاتِ دنیوی میں ازل ابدی سعادتوں کے پانے والے مقربین ہماری رضا کی شفاعت و سفارش سے ہزاروں گنا ہکاروں کو قبر و حشر میں بچالیں گے اور ہر طرح امداد کریں گے۔ ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال ملے وَلَقَدْ اسْتَحْضَرْنَا دَالِیْ اس آیت کے وجہ نزول میں تین قول ہیں ایک یہ کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تسکین قلبی و حزن و ملال غم و افسوس دور کرنے کے لیے نازل فرمائی گئی دوم یہ کہ صحابہ کرام اور تاقیامت مسلمانوں کی تسلی و تشفی کے لیے نازل ہوئی سوم یہ کہ آیت اگلے پچھلے موجودہ کفار کی کفریہ عرکات و احتمافانہ عادات و گستاخانہ خطرات بیان کر کے مشہور کرتے اور سابق

انبیاء کرام علیہم السلام کی شانِ مبرورہ و تحملِ استقامت و تحملِ ظاہر و فرمانے کے لیے نازل ہوئی مآخِاق میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ اس کا معنی ہے، تو وہ عذاب ایک دم نازل اور وار د ہو گیا۔ دوم یہ معنی ہے کہ جب کفار اس عذاب کے مستحق ہوئے تب وہ عذاب اُن کے لیے ضروری ہو گیا مآخِاق الرحمن میں پانچ قول ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ رحمن کی طرف سے بھیجے ہوئے دنیوی حادثاتی مصائب سے کون بچاتا ہے۔ دوم یہ کہ خود اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے آسمانی عذاب سے بچائے اُس کے کون بچاتا ہے۔ سوم یہ کہ موسیٰؑ کی سیاسی حادثات یعنی قتل قید اور جان لیوا بیماریوں طوفانِ باد و باران حیواناتی حملوں سے کون بچاتا ہے۔ رحمن کی مرضی کے بغیر چہارم یہ کہ خود اللہ سے کون بچا سکتا ہے نہ بھگا کر نہ چھڑا کر۔ پنجم یہ کہ یہاں لفظِ رحمن کا ذکر فرمانا اشارہ ہے اُس کی صفتِ رحمانی کی طرف یعنی اُس کی رحمانیت ہی بچا سکتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ تبار سے کفر شرک مندو جہالت کے باوجود دنیا میں تم پر رحمن ہی ہے مآخِاقِ الرحمن میں پانچ قول ہیں پہلا یہ کہ رحمن کو نہیں جانتے پہچانتے مانتے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور یاد نہیں کرتے۔ مانتے ہیں مگر شکر سے نہیں بلکہ شرک سے سوم یہ کہ اُس کی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتے۔ چہارم یہ کہ قرآن مجید کو کلامِ الہی نہیں مانتے۔ پنجم یہ کہ نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے رہ یقیناً، میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ وہ معبودانِ باطل مقرب بارگاہ نہیں بنائے گئے۔ دوم مدد نہیں کئے گئے سوم یہ کہ کسی کی شفاعت کا اختیار یا حمایت کی جُرئت نہ دئے گئے۔

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے نیک اور پیارے محبوب و مقبول بندوں کے حالاتِ زندگی سنانے سے بچپن دلوں کو چین اور تسلی حاصل ہوتی ہے دلوں کے غم دور ہوتے ہیں یہ فائدہ روقد استخیرنی برسل (۱۲) فرمانے سے حاصل ہوا کہ باری تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغی زندگی اور اُن سے کفار کی بد سلوکی کا ذکر فرما کر اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کو تسلی عطا فرمائی۔ آج علماء اہل سنت و مشائخ عظام، محفلِ گیارہویں۔ بارہویں شریف عرس و محافلِ ذکر اسی لیے منعقد کرتے ہیں تاکہ اولیاء اللہ کے حالاتِ زندگی اور نقشہٴ حیاتِ طیباتِ عوام کے سامنے سنا کر مسلمانوں کو دعوتِ عمل کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو تسکینِ قلبی اور تسلیِ روحانی دے کر غم دور کئے جائیں جو دینی دشمنوں کے ستائے ہوئے ہیں ان محفلوں کا

مقصود صرف لنگر کھانا نہیں۔ لنگر شریف کا اہتمام تو غریب پروری ہے یا اس کے ذریعے لوگوں کو جمع کر کے ذکر بزرگان سنانا ہے۔ وہابی لوگ اس کو بلا سوچے سمجھے حرام کہہ دیتے ہیں یہ ان کی حماقت ہے اور صرف دینے کو حرام کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ لیتے اور کھاتے وقت سب سے زیادہ کھا جاتے ہیں۔ دوسرا خانا کدہ، دنیا میں سب سے بڑا کفر انکار نبوت اور گستاخی رسالت ہے اسی پر آسمانی عذاب آتے رہے۔ تاریخی واقعات و مشاہدات سے یہ بات ثابت ہے کہ بڑے سے بڑے کافر پر بھی اس وقت تک عذاب نہ آیا جب تک اس نے شان نبوت کی توہین نہ کی یہ فائدہ۔ وَلَقَدْ اسْتُخْضِرْتُ یُرْسُلَ، فرمانے کے بعد۔ فَمَاقٍ بِالَّذِیْنَ۔ میں نے تعقیبہ سب سے فرمانے سے حاصل ہوا۔ تبسرا فائدہ۔ دنیوی نعمتیں آرام و آسائش اور معاش سے حفاظت حادثات و تکالیف سے حراست۔ صرف مومن سے خاص نہیں، اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں دنیا میں ہر شخص کے لیے عام ہیں کافر بھی دنیا میں اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں بلکہ کئی علاقوں اور موقعوں میں کفار کو اولیٰ ہونے سے بھی زیادہ حفاظت و آسائش حاصل ہے لہذا یہاں کی نعمت دولت حفاظت حراست ملنا حقانیت۔ سچائی یا عند اللہ پیارا ہونے کی دلیل نہیں بتائی جاسکتی۔ یہاں کی ہر چیز قبلت عبرت و حیل اور امتحان ہے یہ فائدہ مَن یُکَلِّمْ کُفْرًا مِّنْ کُلِّ صَمِیْرٍ جَمْعِ فَرَاکَرِ کُفْرًا کو مخاطب کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کی حیرت انگیز اور کفار کی عبرت انگیز زندگی اور واقعات زندگی سے تسلی لینا اور تسلی دینا جائز ہے۔ لہذا موجودہ دور میں پریشان حال علماء مشائخ اور بدکاروں فاسقوں کے ہاتھوں ستائے ہوئے اَصْلُ اللہ اگر سابقین کا مدین متحرین و یسین یا بتین علیہم السلام کے مطلوبانہ واقعات اور کفار و ملعونین کے گستاخانہ سلوک و معاملات کا ذکر بیان کر کے اور سن کے سنا کے خود کو اور دیگر مسلمانوں کو تسلی دیں تو بالکل جائز ہے اس سے پریشانی دور غم غلط اور آئندہ تبلیغی مشاغل کی جرئت و ہمت اور لگن پیدا ہوتی ہے۔ اس سے برابری کا اندیشہ ظاہر کرنا غلط اور بیکار ہے یہ صرف تمہیل ہوتی ہے نہ کہ مثلیت یہ مسئلہ۔ یُرْسُلُ مِّنْ قَبْلُکَ کے فرمان سے مستنبط ہوا۔ اسی طرح کسی اچھے نام سے یا اچھے کام سے مشابہ کرنا یا برے کو برے سے مشابہ کرنا بھی منع نہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں نیک بندے کے کام تو دلوں جیسے ہیں۔ یا فلاں گستاخ تو ابو جہل کی طرح ہے۔ اس طرح کہنا جائز

ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ یہ تشبیہ بھی حرام ہے وہ ہر طرح بے مثل ہستیاں ہیں۔ اس طرح کی تشبیہ سے بدذات لوگ ناجائز و گستاخانہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہاں البتہ یہ کہنا جائز ہے کہ اسے لوگو انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چل کر ان کی طرح کے پاکیزہ عمل کرو۔ دوسرا مسئلہ۔ بروں کی برائی اور کمزوریاں بیان کرنا تاکہ لوگ ان کی بری عادتوں ان کی گستاخانہ خصلتوں اور ان کے دھوکے فریب سے بچیں۔ یہ غیبت نہیں بلکہ جائز ہے۔ یہ مسئلہ اُمّ لُحْمًا لِحَیۃ کی پوری آیت ارشاد فرماتے سے مستنبط ہوا۔ تاکہ موجودہ و آئندہ لوگ کافروں اور ان کے بتوں کی پُر فریب جھوٹی حکایتوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ یہ بات بھی ہر مسلمان ذہن میں رکھے کہ کوئی بُت دیوی دیوتا کسی بھی طاقت قوت یا اختیار کا حامل نہیں محض مٹی کے کھلونے لکڑی کے ٹکڑے یا دھات کے پترے ہیں نہ پہلے کبھی ان میں کچھ تھا نہ اب نہ آئندہ ہندو اور دیگر مشرکین جو بناؤں کہانیاں اپنے دیوی دیوتاؤں کے متعلق بناتے پھیلاتے پھرتے ہیں وہ محض جھوٹ ہے۔ بعض دیہاتی جُلا اور احمق مسلمان ان باتوں کو سُن سنکر مندروں اور مورتیوں سے ڈرے سہمے رہتے وہ پاگل اور کمزور ایمان ہیں، اگر کبھی کوئی کسی بت وغیرہ کی طرف سے کچھ شرارت ظاہر ہوتی ہے تو کیا تو کفار کی خفیہ شیعہ بازی ہوتی ہے یا شیطانی جنات کی وہ بھی مسلمان کی اپنی غلامت بے عملی فسق و فجور کی وجہ سے یا صحبت بد کا اثر ہوتا ہے۔ ورنہ نیک متقی پاکیزہ باعمل غازی مسلمان کو کوئی جنات بھی ستا نہیں سکتا۔ تیسرا مسئلہ۔ حیاتِ دنیوی میں ہی مومن نیک متقی پرہیزگار عبادت گزار اللہ رسول کافر مانہ دار ہونا ہی صحبت یا فتنہ یا رگاہِ قدس ہونا ہے اور یُعْجَبُونَ کا انعام و تمنع پانا ہے۔ یہ مسئلہ وَ لَا هُمْ مِّنَا یُعْجَبُونَ، فعل مضارع مجہول کو یُعْجَبُونَ فعل حال کرنے سے مستنبط ہوا کہ جو لوگ اس دنیا میں یُعْجَبُونَ ہیں وہی خوش قسمت بندے دنیا میں حاجت روائی مشکل کشائی اور قیامت میں شفاعت و سفارش کرتے کی ہمت و صلاحیت رکھتے ہیں یہ شانِ صرف انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے طفیل اولیا و صالحین اور ملائکہ کی ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا وَ لَقَدْ اِشْتَرٰی سِوَاہُ النَّارِ بِمِثْلِہٖ سِوَاہُ النَّارِ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی و تشفی کے لیے اتاری گئی جس سے معلوم ہوا کہ کفار کے استہزاء کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی نہ رہی اور تسلی نہ رہنا بے سکونی ہے اور بے سکونی تبلیغ امور میں رکاوٹ ہے۔ اور یہی کفار

کا مقصد تھا کہ تبلیغ اسلام بند ہو جائے تو کیا کفار اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کم یا بند کر رہے تھے اس لیے جلدی جلدی یہ آیت نازل کی گئی تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و سکون مل جائے اور تبلیغ جاری رکھیں اگر ایسا ہی تھا تو یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ جواب۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے ہی نازل ہوئی تھی اُن کے نزدیک جواب یہ ہے کہ تسلی دینے کی تین وجہ ہوتی ہیں: ایک مایوسی کو دور کرنے کے لیے، ایک ترس و خوف کو دور کرنے کے لیے، ایک غم اور افسوس کو دور کرنے کے لیے اگر مایوسی کی حالت یا صورت ہو تو اس میں رکاوٹ ہوتی ہے جس سے تبلیغ بند ہو سکتی ہے۔ ترس و صورت میں سستی پیدا ہوتی ہے۔ مگر غم کی کیفیت میں کوئی رکاوٹ یا سستی نہیں ہوتی آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مایوسی تھی نہ ترس و خوف بلکہ کفار کے بد انجام پر غم اور افسوس تھا کہ یہ لوگ جانتے بوجھتے ابدی جہنم میں گر رہے ہیں کل قیامت میں پھٹائیں گے روئیں گے۔ آپ کا یہ غم بھی آپ کے رحمتِ عالمین ہونے کی وجہ سے مسابقۂ انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ غم نہ تھا وہ کہتے تھے کہ مانو تو بہتر ہے ورنہ جاؤ جہنم میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں کا تذکرہ فرما کر تسلی دی جا رہی ہے کہ اے محبوب آپ بھی ان جُنّا کا غم نہ فرمایا کریں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ یہ آیت عام مسلمانوں کی تسلی اور موجودہ کفار کی تکذیب کے لیے نازل ہوئی نہ کہ آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی تسلی کی ضرورت محسوس ہی نہ ہوئی نہ ضرورت پڑی اس قول میں یہ اعتراض پڑتا ہی نہیں۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا۔ وَكَفَدِ اسْتَحْزِنُ مَیْ بِرُؤْسٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ یعنی آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق بنایا جاتا رہا اور پھر آگے ارشاد ہوا۔ مَا كَاؤُاْ بِهِ يَسْتَحْزِنُوْنَ۔ یعنی اُن کفار پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ یہاں پہلی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق بناتے تھے اور اس دوسری عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ کفار عذاب الہی کا مذاق اڑاتے تھے۔ یہ تو تضاد بیانی معلوم ہوتی ہے جو کلام الہی ہونے کے مخالف ہے نیز تفاسیر میں بھی بحوالہ روایات و تواریخ ہے کہ کفار انبیاء کرام علیہم السلام کو کبھی جا دوگر کبھی سحر کبھی مجنون کبھی مجنوط کہتے تھے یہ گستاخانہ اقوال تو انبیاء کرام علیہم السلام کا ہی مذاق ہوا نہ کہ عذاب کا۔ تو پھر۔ مَا كَاؤُاْ بِهِ يَسْتَحْزِنُوْنَ۔ کیونکہ درست ہوا: جواب، کفار کی یہ سب باتیں دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب اور ان کی نبوت کا انکار تھا،

نوت کا انکار ان کی پوری تبلیغ کا انکار ہے اور یہی تکذیب انبیاء علیہم السلام کی تمام تبلیغ اسروہی کے احکام اور بشارت و نذارت وعدہ و وعید کی خبریں دینا ہی ہوتی ہے۔ وعید نام ہے عذاب الہی کے آجانے کی خبر دینے کا زچہ کہ کفار انبیاء و کرام علیہم السلام کے انکاری تھے اس لیے ان کے اسروہی سے مُبْرِضُونَ اور وعدہ و وعید سے مُنْكَرُونَ ہوتے تھے اور اظہار انکار میں عذاب آجانے کی جلد بازی کر کے تمسخرانہ انداز اختیار کرتے تھے تو گویا کہ ساحر و مجنون کہنا انبیاء و کرام کا مذاق ہے اور عذاب کی جلدی چھانا عذاب کا مذاق اڑانا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا مذاق پہلے ہوتا تھا عذاب کا بعد میں اس لیے فرمایا گیا کہ انبیاء و کرام علیہم السلام کی جن خبروں و وعیدوں کا وہ کفار تمسخرانہ مذاق اڑاتے تھے وہ آگیا تھا۔ ایسا ہی یہ کفار کرتے ہیں تو ان پر بھی کسی نہ کسی شکل میں یہ عذاب آہی جائے گا لہذا کوئی تضاد یا مخالفت نہیں بلکہ عام فہم بات ہے صرف سمجھنے کے لیے تھوڑی سی عقل کی ضرورت ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ قُلْ مَنْ يَكْفُرْ كُفْرًا بَالِغًا لِّلْغَيْبِ وَ النَّحَّارِ مِنَ الرَّحْمَنِ۔ یعنی پوچھو ان کفار سے کہ کون بچانا حفاظت کرتا ہے تمہاری رحمن سے اس آیت کے ظاہری معنی تو یہی معلوم ہوتے ہیں کہ رحمن کوئی اور ہے بچانے والا کوئی اور دوسرا۔ رحمن کوئی جہار قہار یا ظالم شخصیت ہے اس لیے اس سے کفار کو بچایا جاتا ہے مٹایا جاتا ہے۔ یہاں لفظ رحمن فرمانے سے دور کرنا مٹانا ثابت ہو رہا ہے جب کہ رحمن تو اللہ تعالیٰ کی بہت مشفقانہ رحیمانہ اور رحمت والی صفت ہے۔ جواب۔ لغت عزلی میں لفظ رحمن تقریباً جوڑا معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً رحمانا کے لیے بمعنی طرف سے رحیم بیان کرنے کے لیے بمعنی وجہ سے رحمن کے معنی میں۔ یعنی ہٹانا بچانا علی کے معنی میں رحمن کے معنی میں رحمن دور کرنے کے لیے رحمن حاصل کرنے کے لیے رحمن قریب نہ جانے کے لیے رحمن ملانے کے لیے نہ بعضیت کے لیے نہ کلیت کے لیے نہ عبرت کے لیے۔ ۱۲ انجام کے لیے ۱۱ انتقام کے لیے۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ یعنی رحمن ہی رحمن کی بھیجی ہوئی آزمائشوں مصیبتوں اور موزی مخلوق کی ایذاؤں سے تمہاری حفاظت فرماتا ہے۔ اسے لوگو تم کو دنیا میں صفت رحمانیت ہی بچاتی ہے اور وہ رحمن صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب کا رب ہے اس لیے وہی سب کا معبود ہے۔

تفسیر صوفیانہ | مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ قُلْ مَنْ يَكْفُرْ كُفْرًا بَالِغًا لِّلْغَيْبِ وَ النَّحَّارِ مِنَ الرَّحْمَنِ

marfat.com

Marfat.com

مِنَ الرَّحْمَنِ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُعْرِضُونَ۔ اور البتہ بے شک حجب روحانیت کے تجویز سے بھی زیادہ وہ سیلہ کار بد بخت مغرور ہیں جو بشریت کے پردوں میں تجویز اور پھنسے ہوئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو زیادہ درست و باصلاحیت سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ پردہ بشریت کی کلستوں میں پڑے ہوئے بد نصیب اپنے ہر قول و فعل سے اپنی جہالت کے اقراری ہیں اور اپنی حماقت کے مغرور بنے ہوئے ہیں، لیکن روح کثافت کے غلافوں میں جکڑے ہوئے ہیں وہی ردیل و ضیث اپنے رب کے ذکر سے مُعْرِضُونَ ہیں اور طلبِ حق سے مغرور ہیں اس لیے کہ لوازماتِ بشریت میں مشغول ہیں جو لوگ روحانیت سے پردوں میں ہو گئے وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرنے والے ہیں اور معارفِ معقولات میں معرفتِ الہی سے علیحدہ ہیں۔ لہذا راہِ راست پر آنے کے لیے پہلے غرور کے بُت کو توڑنا چاہیے کیونکہ اہلِ عشق کے دین میں ایک بُت توڑنا سو عبادتوں سے بہتر ہے۔

بغیر نیستی ہرگز نمی افتند مغروران ؛ اگرچہ صورتِ مقراض لا دارد گریباننا
یعنی مغرور لوگ فنا کی فکر میں نہیں گرتے۔ اگرچہ لاکی شکل والی قینچی ہر وقت ان کے گلے میں شک رہی ہے۔ اور اہلِ نفوس اہلِ قلوب کا ہمیشہ مذاق ہی کرتے ہیں تو ان کے مذاق کا وبال ان پر ہی پڑتا ہے یہ نہیں سمجھتے کہ اس عالمِ یل و نہار میں بحرِ رحمنِ جلّ و علیٰ کے کون ان کو مصائبِ فراق سے بچاتا ہے اور وصل کی پیاس بجھاتا ہے یہ نادانی اس لیے ہے کہ اپنے رب تعالیٰ کی بار سے پردہ کثافت اور بے علی کے حجاب میں ہیں اُمّ لَحْمٌ اِلَہٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مَتَانٌ يُفْعَلُونَ۔
اے محبوب ان اہلِ نفس اور دنیا پرستوں سے پرچھٹے کہ کیا ان کو یہ ان کے دھیر سارے جو معبود، دنیا، دولت تجارت امارت کے بنا رکھے ہیں اور اپنی قوتِ بازو پر ہی ہر طرح بھروسہ کئے پھرتے ہیں، کیا ان کے ان خود ساختہ معبودوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو ان کو نفسِ امارہ کی ہلاکت خیز شرارتوں ابلیسی طغیانوں و موموں و رغلّا صٹوں سے ہمارے علاوہ کوئی بچا سکے، یہ دنیوی دولت ثروت حکومت تر خود اپنی مدد نہیں کر سکتیں ہر آن فنا کی ہلاکت ان پر مستط ہے۔ اور نہ یہ اشیاء و ناموتی ہمارے قرب کی پسندیدہ ہیں ہماری بارگاہ میں ان کی قدر و منزلت گھاس کے تنکے کے برابر بھی نہیں ہے اگر قدرہ برابر بھی ان کی شان ہوتی تو ہمارے انبیاء علیہم السلام کے آستانوں میں ان کا وجود ہوتا۔ ہمارے

انبیاء علیہم السلام ہمیشہ ان سے کنارہ کش رہے اور غربت پر ہی خوشی کا صبر کرتے رہے، صبر کی اہل حقیقت کا اُس وقت اظہار ہوتا ہے جب نفس مطمئن ہو اور نفس اُس وقت مطمئن ہوتا ہے جب عبادت ریاضت کی فاقہ کشی سے نفس کا تزکیہ ہو۔ یہ تزکیہ دستِ نبوت سے ملتا ہے اور مرید صادق کو استاذِ مرشد پر سچی توبہ کرنے سے دستِ نبوت کی غیبی اور امداد مل جاتی ہے۔ جب نفس پاکیزہ ہو جائے تو اُس کی نفسیاتی سرکشی دور ہو جاتی ہے۔ اور بے صبری نفس کی سرکشی و شرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ مگر سچی توبہ نفس کو نرم کر کے اُس کی بد مزاجی کو دور کرتی بلکہ فنا کر دیتی ہے۔ جب بندہ اپنا محاسبہ اور قلب کا مراقبہ کرتا ہے تو باطن انسانی باطل صاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ خواہشِ نفسانی کی جو نفس کی جبلت کی بدولت اُس کے اندر مثل آگ بھڑکتی رہی ہے وہ بجھ جاتی ہے، مرشد کا اہل کام یہی ہے کہ مرید کے باطنی معبودان باطل کو باطن سے نکال باہر پھینکے اور یہ مطمئن ہو کر رضا کے مقام پر پہنچ جائے اور قضا و قدر کے فیصلوں پر شاکر رہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اعْلَمُ۔

بَلْ مَتَّعْنَاهُمْ أَزْوَاجًا أَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ

بلکہ ہم نے ہی نفع دیا ہے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک بلکہ ہم نے اُن کو اور اُن کے باپ دادا کو برتاوا دیا یہاں تک

طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَا نَأْتِي

کہ لمبی لمبی عمریں تو میں ان پر کیا پس غور نہیں کرتے کہ بیشک ہم ہی لا رہے ہیں کہ زندگی اُن پر دراز ہوئی۔ تو کیا نہیں دیکھتے

الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا أَفَهُمْ

زمین حکومتوں کو اس حال میں کہ کم کر رہے ہیں ان سابقہ سلطنتوں کو ان کے کناروں سے تو کیا وہ سمجھی کہ ہم زمین کو اُس کے کناروں سے گھٹاتے آ رہے ہیں تو کیا

الْغَالِبُونَ ﴿۳۳﴾ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَ

یہ کفار علیہ پائے ولے ہو سکیں گے۔ آپ فرمائیے فقط میں ڈرا رہا ہوں تم کو پیغامِ الہی کے ذریعے ہاں بالکل یہ غالب ہوں گے۔ تم فرماؤ کہ میں تم کو موت وحی سے ڈراتا ہوں۔ اور

لَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا يُنَادُونَ ﴿۳۴﴾

نہیں سنتا بہرہ آدمی کسی پکار کو جب کبھی ڈرائے جائیں
بہرے پکارنا نہیں سنتے جب ڈرائے جائیں

وَلَكِنَّ مَسْتَنَّهُمْ نَفْحَهُ مِنْ عَذَابٍ مِّثْلِكَ

اور البتہ اگر چھو بھی جائے ان کو گرم ہوا آپ کے سبک تھوڑے سے عذاب کی تو
اور اگر انہیں تمہارے رب کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے

لَيَقُولُنَّ يَوْمُئِذٍ إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۳۵﴾

چلا اٹھیں گے ہائے ہماری ہلاکت بے شک ہم ہی ظلم کرنے والے
ہائے خرابی ہماری بے شک ہم ظالم تھے۔

تعلقات ان آیت مبارکہ کا پھیل آیت مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق
پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ ہماری طرف سے کفار کی کوئی بھی حمایت نہ ہو
گی اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے بلکہ دنیوی زندگی بھی ان کے لیے اور ان کے باپ
داؤد کے لیے چند دن کا عیش اور ڈھیل ہی ہے۔ دوسرا تعلق پہلی آیت میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ کفار سے یہ سوال کرو اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے
کہ کسی طرح بھی ان کو حق سناؤ یا سمجھاؤ سوال کر کے یا جواب دے کر مگر یہ نہیں سمجھیں گے
کیونکہ بہر آدمی کبھی کسی کی نہیں سنتا۔ تیسرا تعلق پہلی آیت میں کفار کی دنیوی ہنسی مذاق

اور تفسیر لگانے کا ذکر ہوا۔ اب ان کی اُخروی ہائے تِلْک کرنے اور رونے کا ذکر ہوا ہے۔
 شان نزول۔ تفسیر روح المعانی نے بحوالہ اتقان للسیوطی فرمایا کہ ساری سورۃ ترکی ہے مگر یہ
 آیت مدنی ہے اور آیت جہاد کے نزول کے بعد جب کہ جہاد فرض ہو چکا تھا اور کئی جنگیں
 بھی ہو چکی تھیں یہ آیت نازل ہوئی اور اَفْلَا یُرَوْنَ میں اسلامی جہاد کی عظمت و شان و نتائج
 کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے۔ اس طرز نزول سے دیگر فوائد کے علاوہ یہ بتانا بھی مقصود ہے
 کہ ہمارے محبوب ازل سے ہی حافظ قرآنی ہیں لہذا وہ جانتے ہیں کہ کونسی آیت کس سورۃ میں
 کس جگہ لکھی ہے یہ انتہائی مشکل کام ہے غیر حافظ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔

بَلْ مَشَغَتْهُمُ اَوْلَادُهُمْ وَ اَبَاءُهُمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ اَفَلَا
 یُرَوْنَ اَنَّا نَاتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغٰیِبُونَ

تفسیر نحوی | بَلْ مَشَغَتْ اس کا عطف ہے سابقہ جملے اَمْ لَعُمُ الْاِلَٰهَةِ رَاٰی پر۔ اضراب کے لیے یعنی
 کفار کے اُن کفریہ وصیات کے دفع اور نفی کرنے کے لیے جواں کو اپنے دیوتاؤں
 کے بارے میں ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں تقریباً سو جگہ یہ حرف بَلْ مذکور ہے اور ہر جگہ ہی اضراب
 کے لیے ہوتا ہے اور اکثر جگہ عطف بھی ہوتا ہے۔ مَشَغَتْ باب تفعیل کا ماضی مطلق معروف جمع
 متکلم مرجع اللہ تعالیٰ مَشَغَ سے بنا ہے مصدر تَمَشَّعَ بمعنی تَفَعَّلَ دینا تفعیل میں آکر متعدی ہوا یہاں
 بیک مفعول ہے لیکن کبھی متعدی بد و مفعول بھی ہوتا ہے یہ فعل با فاعل پوشیدہ ہے اَوْلَادُ
 اسم اشارہ قریبی جمع مذکر کے لیے مگر تبعاً مؤنث بھی شامل مفعول بہ مبنی ہے اس لیے اعراب
 پوشیدہ ہے درمیانی واؤ تہلیلہ ہے معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَبَاءُ اسم جمع مکسر ہے اَبْ
 کا۔ مراد ہیں باپ دادا چچا تایا اور ہر وہ خاندان والا جس کی پرورش میں بچہ بلوغت سے
 پہلے کی زندگی گزارتا ہے۔ صرف مذکروں کے لیے ہے اَبْ سے مراد صرف والد نہیں ہو
 سکتا۔ مُمْضِیْر کا مرجع کفار مکہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی معطوف ہے دونوں عطف مل کر
 مفعول بہ ہے۔ حَتَّى حرف جر ہے۔ یہ حرف دو قسم کا ہے ۱۔ جارہ یہ زیادہ مستعمل ہے اس
 کے اپنے اصلی معنی ظرفیت شرطیت کے لیے ہیں لیکن دیگر معانی میں چار قسم کا ہے ۲۔ اِلٰی کے
 معنی میں بمعنی تک انتہاء غایت کے لیے ۳۔ اِلٰی کے معنی میں بمعنی تاکہ ۴۔ اِلَّا کے معنی میں
 یعنی۔ یہاں تک کہ (مگر) ۵۔ ابتداء کلام کے لیے اس صورت میں ظرفیت اور شرطیت نہیں ہوتی
 بلکہ سببیت ہوتی یہاں اسی معنی میں ہے حرف جر ہے طَالَ باب نَعَرَ کا ماضی مطلق واحد

مذکر غائب طول اجوف واوی سے مشتق ہے بمعنی لمبا ہونا لمبائی کی دو قسمیں ہیں ماسکاتی و
 زمانی یہاں زمانی مراد ہے علی حرف جر بمعنی لام جازہ نفع کا۔ چونکہ علی کا معنی بھی فوقیت کا موجود
 ہے اس لیے غیر اختیاری نفع مستط ہونے کے لیے ہے ہم کا مرجع کفار یہ جار مجرور متعلق ہے
 اَلْعُمَرَاءِ اسم مفرد جامد الف لام عہدی خارجی بمعنی دنیوی زندگی زندگی کو عمر اس لیے کہتے ہیں کاس
 سے عمارت بدن قائم ہوتی ہے فاعل ہے طال کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور جار مجرور
 متعلق ہے متعنا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ اَفْ واصل تھا فَاَتْ زائدہ ہے
 حرف عطف تعقیب تراخی کے لیے آتا ہے مگر یہاں صرف تعقیب کے لیے ہے ا ہمزہ
 سوالیہ۔ لَا یُرَوْنَ باب فتح کا فعل مضارع منفی بلا جمع مذکر غائب رَأٰی بہوز العین سے
 مشتق ہے بمعنی دل دماغ کی قوت سے بغور دیکھنا خواب کو بھی رویت اسی معنی میں کہتے
 ہیں واصل یُرَوْنَ تھا تطیل نخی سے کی حرف علت کو گرایا اور ہمزہ ثقیل کو حذف کیا
 اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے اَنَا دو لفظ ہیں اَنْ اور نَا ضمیر جمع متکلم اَنْ اسم ہے اس
 لیے منصوب ہے اور متصل ہے۔ نَاتِی باب قُرب کا فعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم
 اَنْ سے مشتق ہے بمعنی آنا لانا۔ یہاں متعدی ہے اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے الف لام
 عہدی خارجی اَرْضِ اسم مفرد جامد بمعنی علاقہ۔ مخصوص زمین۔ مفعول یہ ہے نَقْصُ باب نصر کا خارع
 جمع متکلم بمعنی حال استمراری نقص سے مشتق ہے بمعنی کم کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ سابقہ تینوں
 جمع متکلم کے صیغوں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے حاضر مفعول یہ ہے اس کا مرجع (مراد) اَلْاَرْضِ ہے
 ہے مِنْ جازہ ابتداء غایت کے لیے (یہ اس کے اصل معنی ہیں) اَطْرَافِ اسم جمع مکرر اس کا
 واحد ہے طَرَفٌ بمعنی ہلتا ہوا کنارہ یہ تمثیل ہے ویرانی کفار کی اور تصویر ہے عبرت کی۔
 مضاف ہے حاضر مجرور متصل مضاف الیہ مرجع اَلْاَرْضِ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے
 نَقْصُ کا سب مل کر جملہ ہو کر حال ہے نَاتِی کے فاعل کا نَاتِی سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ
 ہو کر معطوف علیہ۔ ا ہمزہ سوالیہ انکاری کے لیے فَ عاطف ضمیر مبتداء الف لام ای بمعنی
 اَلَّذِیْنَ قَالُوْنَ باب قُرب کا اسم فاعل جمع مذکر با فاعل پوشیدہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتداء دونوں
 مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے نَاتِی کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر اَنْ۔ اسم و خبر سے
 مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول یہ ہے لَا یُرَوْنَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قُلْ اِنَّمَا اَنْذَرْتُكُمْ
 بِالْوَحٰی وَلَا یَعْمُ الْقِسْمُ الدَّعَآءُ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ وَلَیِّنْ مَسْتَعْمِدْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ

رَبِّكَ يَقُولُ يَوْمَئِذٍ اِنَّكَ ظَالِمٌ سُوٌّ قُلْ فَعَلْ بِاَفْعَالٍ جملہ فعلیہ قول ہوا۔ اِنْ حرف مشبہ
 علامہ و معنی لغو و بیکار، مگر یہاں تاکاد سے جڑ کر صحر کرنے کے لیے لایا گیا بمعنی فقط اَنْذِرُ
 باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف واحد متکلم نذرتے مشتق ہے بمعنی ڈرانا خوف دلانا
 اس کا فاعل ضمیر واحد متکلم پوشیدہ کم اس کا مفعول یہ یہ ضمیر منصوب متصل ہے مرجع ہے کفار
 مکہ بالو فی یہ جار و مجرور متعلق ہے واو عالیہ لَا یَسْمَعُ باب سَمِعَ کا مضارع منفی واحد مذکر غائب
 سَمِعْتُ سے مشتق ہے بمعنی سننا یہ مشہور قرئت ہے لیکن شاذ قرئتیں تین ہیں وَلَا تَسْمَعُ اَلْهَمُّ
 باب افعال واحد مذکر حاضر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲ لَا یَسْمَعُ باب سَمِعَ کا جہول
 ۲ لَا یَسْمَعُ اَلْهَمُّ باب افعال واحد مذکر غائب ضمیر صیغہ کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ الف لام
 عہد خارجی یا جنسی۔ اعلحضرت نے جنسی فرمایا تبھی اس کا ترجمہ جنسی جمع سے ہوا ہمارے ترجمہ
 میں عہد خارجی ہے یعنی سخت قسم کا بہرہ۔ فاعل ہے اَلدُّعَاۓ اسم مصدر معرف بالام بمعنی پکارنا
 مفعول یہ ہے اِذَا اسم ظرف زمانی بمعنی جب کبھی بھی ما حرف زائدہ تاکید کے لیے یَنْذِرُونَ
 باب افعال کا مضارع مثبت جہول جمع مذکر غائب مصدر ہے اَنْذَرْتُ نَذِرْتُ سے بنا ہے بمعنی
 ڈرانا خوف دلانا، اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ کا مرجع ہوگا اَرَبِے یا اَلْقَمْتُ جنسی جمع یہ فعل
 با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر ظرف ہوا لَا یَسْمَعُ کا وہ سب فعل فاعل مفعول اور ظرف مل کر جملہ فعلیہ ہو کر
 حال ہے کم ضمیر کا اَنْذِرُ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ
 ہو گیا۔ واو سر جملہ لام تاکید یہ اِنْ حرف شرط۔ مَسَّتْ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق واحد مؤنث
 غائب مَسَّ مَضَاعِفُ تِلْکَ سے بنا ہے بمعنی اچھونا لگ جانا اَلْهَمُّ ضمیر مفعول یہ مرجع کفار مکہ
 نَفْحَةٌ اسم مفرد مؤنث نَفْطِ بمعنی گرم ہوا مراد ہے جہنم کا معمولی عذاب نَفْحَةٌ کی ت و صدت کی
 ہے یعنی ایک بار۔ لغت میں پانچ معنی ہیں ۱۔ ہلکی ہوا ۲۔ گھوڑے کو اڑھ لگانا ۳۔ ہلکی خوشبو
 ۴۔ تھوڑا سا مال ۵۔ آہستہ سے مارنا یا دنیا کی بھوک پیاس کی سختی جو ایک مرتبہ کفار کے
 پر وارد ہوتی تھی اور ایسی سابقہ سزا کا یہاں ذکر ہے یہ فاعل ہے مِنْ جَارَہِ بعصیت کا یعنی
 کچھ معمولی عذاب اسم مفرد جامد بمعنی سزا۔ اصطلاحاً سزا و اُخروی کو عذاب کہا جاتا ہے اگرچہ
 لغتاً ہر تکلیف و مصیبت کو عذاب کہا جاسکتا ہے مضاف ہے رَبِّکَ یہ مرکب اضافی
 مضاف الیہ ہے یہ ڈبل مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے مَسَّتْ کا سب مل کر شرط ہوئے
 یَقُولُونَ۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع لام تاکید بالوقت تاکید ثقیلہ معروف جمع مذکر غائب دراصل

تھا لِقَوْلُ تین نون در نون جمع و نون ثقیلہ ساکن و نون ثقیلہ متحرک کیونکہ حرف مشدّد
 ہمیشہ دو حرف ہوتے ہیں پہلا ساکن دوسرا متحرک (بغیر فاصلہ کے جمع ہوئیں تو نون اعرابی جمع نہ
 گئی اب واو اور نون دوساکن ہوئے لہذا واو حرف علت بھی گئی یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ الکر
 قول ہوا یا حرف ندا برائے نذیر کسی مصیبت یا نیت پر رونے پینے کے لیے، یہاں مصیبت
 کے لیے ہے وکیل اسم مشترک ہے تو معنی میں را ہلاکت و عذاب قبر و عذاب جہنم و
 دوزخ کی ایک وادی و حسرت و ندامت و ذلت و رموائی و تباہی و بادی و دوزخ
 کے ایک دروازے کا نام و جہنم کے کنوئیں کا نام یہاں پہلے معنی میں ہے یہ ہمیشہ مفتوح
 مبنی ہوتا ہے ہمیشہ مضاف ہو کر آتا ہے ضمیر کی طرف بھی اضافت ہوتی ہے اور اسم ظاہر کی طرف
 مگر قرآن مجید میں صرف ضمیر ہی کی اضافت ہے اگر یا و متکلم کی طرف مضاف ہو تو آخر میں تسمیہ
 یا تاء وحدت یا تاء تانیث لگائی جاتی ہے مثلاً وَیَلٰی تٰکَ لَام کا زبر برقرار رہے و یٰلَہ
 ہر ضمیر کی طرف مضاف ہو سکتا ہے مگر و یٰلَہ یا و متکلم کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا ورنہ لَام کو
 کسرہ کرنا پڑے گا جو ممنوع ہے اگر نذیر کو دراز کرنا ہو تو تو یا و متکلم میں یا و یٰلَہ اور دیگر ضار
 و ظور ہیں یا و یٰلَہ مضاف الیہ محذوف منوی سے کہا جاتا ہے یا و ضمیر جمع متکلم مرجع کفار کے
 یا عام کفار تانیث است مضاف الیہ یہ مرکب اضافی منادی ہے انا حرف مشبہ ضمیر جمع متکلم
 اسم ارتکاع کے ساتھ کفار فعل ماضی مطلق جمع متکلم ناقصہ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا اسم یہاں تینوں جمع
 متکلم و و یٰلَہ و انا و کفار ضار کا مرجع کفار میں ظہرین باب ضرب کا اسم جمع مذکر بحالت
 نصب ہے کیونکہ خبر ہے فعل ناقصہ کفار کی یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر انا و سب مل کر جملہ
 اسمیہ ہو کر جواب ندا حرف ندا برائے نذیر (اپنے منادی و جواب نوا سے مل کر مقولہ ہوا
 قول کا دونوں مل کر جملہ تولیہ ہو کر جزا ہوئی یہاں و جزائیہ نہیں لائی گئی کیونکہ فعل مضارع
 مثبت مستقبس ہے نہ لانا بہتر ہے اس لیے کہ جواب شرط یعنی جزا بنانا افضل ہے ہاں
 البتہ مبتدا محذوف کی خبر بھی بن سکتی ہے اس لیے و آجی سکتی ہے اس لیے کہ حرف شرط
 اس جملے میں اثر نہ کرے اور اصلاً اس طرح عبارت ہو سکتی ہے فَعَمَّ لِقَوْلُ تٰکَ لَام یہ
 شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔

بَلْ مَنَعْنَا هَؤُلَاءِ وَآلَهُمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ
 تفسیر عالمانہ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَأْتِی الْاَرْضَ مِنْ تَحْتِهَا مِنْ اَیَّانِهَا اَنۡعَمُ

الْغُلُوبِ رَبُّتِ پرست یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو یہ دنیا کی نعمتیں سہولتیں عیش و آرام ان کے بت دیر ہے ہیں یا ان کے دین کا حصہ ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ہی چند گھڑیوں کے لیے ان کو ہر طرح کا نفع دیا ہوا ہے اور ان سے پہلے ان کے باپ دادوں کو بھی ہم نے ہی نفع پہنچایا تھا اور دنیوی عشرت و عزت دولت و شہرت عطا فرمائی تھی تو ہماری اس عطامیں وہ اتنے عجائز و بدمست مغرور ہوئے کہ ہر قدرتِ ندرتِ عبرت و انجام و امتحان سے غافل ہو گئے اور نظری مشاہدے عقلی معائنے کے باوجود ہماری حکمت عطا اور فطرت بقا سے منہ پھیرا یہاں تک کہ جب ان پر اس آرام و عزت و حکومت کی عمر لمبی ہوئی تو سمجھنے لگ گئے کہ یہ نعمتیں سہولتیں ہمیشہ ہمیشہ ہمارے پاس رہیں گی اور یہ انعامات و اکرامات ہمارا پیدائشی حق ہے اور ہماری سچائی کی نشانی ہے نہ بصارت کی نظر نہ تقدیر کی فکر نہ بصیرت کی عقل بلکہ طولِ عمری پر غرورِ رجب کہ یہ نعمتیں و تمام منفعین ہم نے ان کو عبرت و ہمت اور تیاری آخرت کے لیے دی یہاں تک کہ ان پر دنیوی زندگی کی یہ عمر ہمارے ہی حکم و ارادے اور تقدیری فیصلے سے لمبی ہوئی یہ درازی عمر اور فراوانی دولت دھوکہ کھانے نا جائز فائدہ اٹھانے کے لیے نہیں ہے مگر وہ نادان سمجھ بیٹھے کہ شاید یہ جہاں یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے اور جہاں عزت ان کا اپنا کمال کسب ہے اور ہم سے کبھی جدا و فنا نہ ہوگا بلکہ ہماری ہی اصل و نسل میں منتقل ہوتا رہے گا، اور سرزمینِ دنیا پر سدا ہمارا ہی علیہ قوت و قبضہ حکومت رہے گا۔ تو کیا اب یہ کفار و بدکار ظاہری بصارت رویتِ نظری سے دیکھ نہیں رہے کہ یہ تنگ ہم انکی ملکیتی زمینوں سلطنتی سرحدوں کو ہر چار طرف کے کناروں سے کم کرتے لا رہے ہیں۔ اس طرح کہ مسلمانوں کا ان کے علاقوں بستیوں محلوں مکانوں پر قبضہ ہوتا جا رہا ہے ان کا ختم ہوتا جاتا جا رہا ہے مسلمانوں کی فتوحات بڑھتی جا رہی ہیں کفار کی شکستیں مسلمانوں کی قوت ان کی ذلت اہل اسلام کی امارت ان کی جہارت ایمان والوں کی دولت ان کی کفر و شرک والوں کی غربت مسلمانوں کی تعدادی انفرادی طاقت سے بقا کی زندگی اور ان کی قتل و غارت سرداروں کی موت مغروروں کی ہلاکت سے فنا کی موت بڑھتی جا رہی ہے۔ مسلمان دن بدن دولت ہمت سلطنت ملکیت میں بڑھتے جا رہے ہیں اور یہ ہر اعتبار سے کم اور کمزور ہو رہے ہیں ان کی اموات زیادہ املاک کم، اسلامی بسیمیاں محلے زیادہ ہوتے جا رہے ہیں

کہ ان کے منع کرنے کے باوجود ان کے ہی اپنے فوج درموج تو مسلم ہوتے جا رہے ہیں اور کفرستان کو اسلام آباد بناتے جا رہے ہیں ان حالات سے بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں سچائی کو نہیں دیکھتیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کفار مکہ نے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ و انکار کر کے اپنا سات طرح نقصان کیا را فتوح بلدان ۱۰ اہل و اولاد کا نقصان کہ پیدا نش کم اموات زیادہ ۲۰ مال میں برکت کا فقدان ۳۰ بستیاں ویران ۴۰ ہلاکت قتل عام ۵۰ جنگ و جدال میں اہمیت جانبازان و سپاہیان ۶۰ غریبا کفار کا کثرت سے مسلمان ہو کر اسلامی تعداد میں زیادہ کرنا کفر کی تعداد میں کمی کرنا۔ اگر یہ نعمتیں راحتیں جاگیریں ان کفار کو ان کے بُت اور دیوی پوتا دیر ہے ہیں تو اب مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیوں نہیں بچا لیتے۔ اَفْهَمُ الْعَالَمُونَ کیا ان ذلت آمیز شکستوں حقارت آمیز مغلوبیت کے باوجود وہ اب بھی یہ ہی سمجھے ہیں کہ دنیا و آخرت میں وہ ہی غلبے والے ہیں اور غالب رہیں گے۔ کتنی بڑی بد نصیبی ہے کہ انسان ذلت کو عزت، کمزوری کو قوت، مغلوبیت کو غلبہ دشمن کو دوست اور دوست کو دشمن سمجھنے لگے۔ یہ زیست و حیات شکست و فتح محنت و بیماری جوانی و بڑھاپا تو نگاہِ عبرت کو نے سچا بندہ بننے اور آخرت کی تیاری کرنے کے لیے ہے۔ زمانے کا اتار چڑھاؤ دیکھ کر یہ کہتے رہنا کہ کوئی بات نہیں یہ بھی گزر جائے گا، فکرِ فردانہ کرو اور غمِ زیست نہ کھاؤ یہ نظر یہ انتہائی نقصان دہ احمقانہ ہے ایسی حرکت و غفلت اہل ایمان نہیں کر سکتے وہ جان لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ زندہ بننے کے لیے امتحانِ ربانی ہے قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِاتُّخِی وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا یُنْذِرُونَ۔ وَلَکِنَّ مَسْتَعْمِلِمْ نَفَحَهُ مِنْ عَذَابٍ رَیْبَتْ لَیْقُوْهُنَّ یَوْمَئِذٍ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ فرما دو کہ اے مذاق باز و احمق ایمان کے منکر و آخرت و عذاب کے کافرو یہ جو میں شروع دن سے نہایت پیار بھری شفقت و محبت سے تم کو سمجھا رہا ہوں عبادتِ الہی کا حکم اور حُثار ہا ہوں دنیوی خیانتوں سے بچنے کے بتا رہا ہوں بشارت کے وعدے سنار ہا ہوں نذارت کی وعیدیں تو یہ تمام امر و نہی وعد و وعید اور ڈرانا، خوش خبری سنانا میری اپنی طرف سے اپنی مرضی سے تو نہیں، جو کچھ بھی نذارت و بشارت ہے وہ سب کچھ وحیِ علیٰ و خفیٰ قرآن و حدیث سے ہے رب تعالیٰ ہی مجھ کو حکم فرماتا ہے تو تم کو تبلیغِ اسلام کے ذریعے عذابِ اخروی و سخطِ دنیوی سے ڈراتا ہوں۔ اس لیے کہ میری تبلیغِ حکمت

تکوینہ تشریح ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور ایمان برہانی چیز ہے نہ کہ اُجباتی مگر سب جانتے ہیں کہ ان کفار کا بہراپن کتنا سخت متعینانہ قہر یا نہ احتمنانہ ہے کہ ویسے تو ہر بات سن لیتے ہیں مگر جب بھی حدیث و قرآن آیت ایمان روایات ایتقان سنائی جائیں اور یہ کفار ڈراے جائیں تو ہر کافر ایسا گونگا بہراپن جاتا ہے کہ کسی آواز دعا و پکار کو سنتا ہی نہیں۔ اور اگر تارا ٹھلا تا منہ موڑتا، ناک سیکڑتا چہرہ پھیرتا گزر جاتا ہے۔ کفار سمجھتے ہیں کہ وہ باہمت جُرُت قوت طاقت والے ہیں۔ ہر مصیبت و تکلیف تعذیب و تبدیلی کو برداشت کر لیں گے لیکن ان بیوقوفوں کی ناطاقتی کمزوری کا حال یہ ہے کہ عذاب الہی کو دیکھ بھی نہیں سکتے اور البتہ اگر کبھی اس دنیوی زندگی میں ان کو صرف ایک مرتبہ آپ کے رب کے عذاب میں سے بلکا تھوڑا سا چد منٹ کے لیے فقط بھو بھی جائے تو یقیناً چیخ پکار مچاتے ہوئے کہیں گے کہ اے ہماری ہلاکت ہم ہی بے شک ظالم تھے انبیاء اولیا صحابہ کی نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔ مَسْتَحْمَدُ نَفْحَةُ میں تین چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔ معمولی عذاب صرف ایک بار۔ وہ بھی تھوڑی سی دیر۔

قائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ دنیا کی بہت سی تکلیفیں بیماریاں انسان اپنی قوت ہمت اور تحمل۔ یا نفسیاتی تصور سے برداشت کر لیتا ہے۔ مگر عذاب الہی کا ذرہ بکتر بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ فائدہ مَسْتَحْمَدُ نَفْحَةُ کے بعد یَقْضُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی اس آیت پاک کے تفسیر کا اشارہ سے ظاہر ہوا لہذا کفار و فساق انسانوں کو اس عذاب دنیوی و اخروی سے بچنے کی ہر وقت کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔ دوسرا فائدہ۔ یہی عمر رب تعالیٰ کا انعام نہیں بلکہ مومن کے لیے نہایت ہے غافل کے لیے عبرت ہے فاسق کے لیے مصیبت ہے اور کافر کے لیے بلا ہے گستاخ و ضدی کفار کے لیے وبال ہے اگر مومن متقی مسلمان بن کر دنیا سے گیا تو یہی لمبی عمر اس کے لیے نعمت ہے۔ دیکھو لمبی عمر ابلیس کو بھی ملی دجال کو بھی فرعون کو بھی مگر تینوں کے لیے ان کی یہ لمبی عمریں وبال ہی بنیں کیونکہ اس لمبی عمر سے ان کی کفریہ سرکشی طغیانی و شیطانیت ہی بڑھی اور بڑھ رہی ہے۔ مگر حضرت آدم حضرت نوح حضرت خضر علیہم السلام کے لیے ان کی لمبی عمر نعمت باری تعالیٰ ہے کہ ان کی حیات طیبہ مقدسہ سے جہانوں کے لیے رزق رحمت برکت و عافیت و نورانیت ہدایت ملتی رہی اسی طرح کفار کو لمبی

عمر ملنا ان کے لیے اور ساقیوں کے لیے عذاب الہی ہے کیونکہ اس سے ان کا کفر ہی بڑھتا پھیلتا ہے یہ فائدہ طاک علیہم اجمعہ فرمانے سے حاصل ہوا اور فرمایا یہ جارہا ہے کہ ان کفار کی لمبی عمریں ان کی کفریہ حرکتوں کا باعث بنتی رہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ لمبی عمروں کی وعانہ مانگیں بلکہ ایمانی اور عافیت کی عمر مانگنی چاہیے۔ تیسرا فائدہ کفار صرف ظاہری اکڑ پکڑ میں بہتے ہیں ورنہ حقیقت میں انتہائی بزدل اور کمزور طبیعت واقع ہوئے ہیں یہ فائدہ دلائل مشتملہ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا جس میں کفار کی بزدلانہ کیفیت کا اظہار فرمایا گیا کہ یہ کفار جو عذاب الہی اور اپنے پر آسمان سے پتھر اترنے برسنے کی جلدی بازی مچا رہے ہیں ان کی قوت برداشت کا اتنا کمزور حال ہے کہ عذاب الیم یا آسمانی پتھر اؤ تو درکنار اگر ان کو عذاب الہی کا ہوائی جھونکا بھی لگ جائے تو تڑپھڑا کر پھڑک جائیں اور یہ سب اکڑ بازی کی نعرہ زنی بھول جائیں اور بت پرستوں کی اس قسم کی بزدلی کا تو عام مشاہدہ بھی ہے۔ یہ سانچوں کی پوجا اور ناگ کو دیتا سمجھنا شیر کو دیکھ کر سجدے میں گر کر اس کے آگے گڑ گڑانا۔ چوہوں کو سجدے کرنا پھوؤں سے فریادیں اُڑوں کی آوازوں کو پیل والی کی آواز کہہ کر رز جانا ہے۔ کالی ماکہ کر رونا۔ پیل کو سجدے کرنا بندروں کے آگے ہاتھ جوڑنا یہ سب ڈر پور کی اسی بزدلانہ کیفیت کا مشاہدہ ہے جب پہلی بار ہندوستان میں ریل گاڑی آئی اور اس کا کالا انجن لائن پر چلا تو گاؤں کے گاؤں ہندو نکل کر لائن کے دو طرفہ سجدہ ریز ہو گئے اور انجن جہاد یو۔ انجن جہاد یو کی فریادیں کرنے لگے، اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں تو ہم نے خود نظارہ کیا کہ مجاہدین اسلام کے ایک ایک نعرہ بکیر و رسالت و نعرہ حیدری پر کفار کی ہتھیابند نفری تھر تھر کانپتے ہوئے ہتھیار ڈال کر اپنی گرفتاری پیش کر دیتے تھے اور ایک ایک مجاہد نے سو سو ہندو فوجیوں کے دستے کو ہاتھ اٹھوا کر آگے لگایا ہوتا ہے۔

احکام القرآن | ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ: انبیاء کرام علیہم السلام کے کسی بھی قول فعل حکم وعدہ وعید میں ذرہ بھر شک یا تردد اور غیر یقینی کا شائبہ تک نہیں ہوتا کیونکہ ان پاک و مقدس ہستیوں کا ہر کام و قول وحی الہی کے حکم سے ہوتا ہے اسی لیے ہر نبی علیہ السلام کا ہر قول و فعل امت پر لازم العمل ہوتا ہے خواہ عادت ہو یا عبادۃ مستحب ہو یا واجب و فرض یہ مسئلہ۔ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ۔ ارشاد فرمانے سے مستنبط ہوا کہ اس میں ہر قسم کا عام عملی قولی انذار مراد لیا گیا ہے اور اس

کا اطلاق بتا رہا ہے کہ آقاؑ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر انذار ہی وحی الہی سے ہے خواہ آیت کے نزول سے ہو یا احادیث کے فرمودے۔ دوسرا مسئلہ۔ آقاؑ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل یہاں تک کہ آپ کا چلنا پھرنا سونا جاگنا لباس طیبہ اور سر مبارک وارثی مقدس کی بناوٹ حجامت تراش خراش سب کچھ ہی شریعت ہے کہ کفار کے لیے نذارت ہے فاسقین کے لیے عبرت ہے مومنین کے لیے بشارت ہے اگرچہ سنت ہو مگر اس کا ثواب بعض فرائض سے زیادہ۔ نذارت اس لیے کہ آپ کے عمل شریف سے نفرت یا اس کو ہلکا سمجھنا کفر ہے اور کفار کو ابدی جہنم کی نذارت ہے اور آپ کے کسی بھی قول و فعل مسنون کو بلا وجہ بلا مجبوری ترک کرنا فسق ہے اور فاسقین کو نرا جہنم کی تنبیہ اور غضب الہی کی تحذیر ہے لیکن اس کو حسد و نمونہ قوی و فعلی کے نقشے کے مطابق زندگی گزارنے والوں کے لیے وقار و رحمت و خلود بہشت کی بشارت ہے۔ یہ مسئلہ انما اؤذوکم فی کلمہ ضمیر کے مرجع کفار کی وعید سے مستنبط ہوا کہ پورا اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی عملی قولی اداؤں کا نام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ہی وحی الہی ہے اور عادت بھی آپ کی رائے بھی اور مشورہ بھی آپ کی خوشنودی وحی الہی ہے بلکہ آپ کی اداؤں میں مکمل طور پر دھل جانے کے نام متقی مسلمان ہونا ہے اگر کوئی شخص ذرہ بھر حلیہ لباس شای و لہجہ کی تراش خراش میں اپنی من مرضی پر چلا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ عظمیٰ کے مخالف ہوا تو وہ شیطانیّت ہے ایمانیّت نہیں خواہ پیر ہو یا ناطیب۔ تیسرا مسئلہ۔ شریعت اسلامیہ میں کسی مسلمان کا چیخ دھاڑ کر روتا، پیٹنا اور کسی ماتم میں سینہ کو ٹٹنا ہائے ہائے کرنا اور روتے ہوئے وین کرنا حرام و اشدّ حرام ہے یہ جو بعض شیعوں نے حضرت فاطمہ الزہراءؑ پر اتہام لگایا ہے کہ آپ نے وفات النبی پر وائتاء کی آوازیں بلند کیں یہ سب غلط اور جھوٹ باتیں بناؤں روایتیں ہیں۔ حضرت خاتونِ جنت نے تو صرف ایک بار چہرہ انور کا دیدار کیا اور وہ بھی ایسی با پردہ خاموشی سے کہ بجز آپ کی چند ہمراہیوں کے کسی کو بھی آپ کے آنسوؤں کا پتہ نہ چل سکا۔ خاتونِ جنت کی ذات اقدس وہ چادر مقدس ہے کہ جس کا آنچل چاند و سورج نے بھی نہ دیکھا بھلا ان کی آواز کو کوئی کیا سن سکتا۔ اونچی آواز سے چیخ کر دھاڑنے رونے میں گردن اکڑتی ہے چہرہ بلند ہوتا ہے سینہ منتہا ہے بے پردگی کا مظاہرہ ہوتا ہے اسی لیے ہم کام شریعت و شرافت کے خلاف

ہے اور چیخنا روتا پینا شریفوں کا کام نہیں بلکہ کفار و جلا کا طریقہ و ایسیہ ہے۔ یہ مسئلہ
 کَیْفُؤْکُنْ یٰوَيْلَنَا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ۔ یٰوَيْلَنَا میں کفار کے
 رونے اور چیخنے دہاڑنے کا ذکر ہے اور اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ میں اُن کے روتے ہوئے
 وین کرنے کا ذکر ہے۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا یَنْتَهِی
 اَلْعُقُومَ الذُّعَاقَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ۔ یعنی بہرا آدمی پکار کو نہیں سکتا

جب وہ ڈر سائے جائیں یا ڈرائے جائیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہرے لوگ صرف
 ڈروالی بات کو نہیں سنتے حالانکہ بہرہ انسان تو کسی بات کو بھی نہیں سنتا نہ ڈروالی کو نہ
 خوش خبری کو تو یہاں صُغْمُ فرما کر اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ کی تفسیر و تقسیم کیوں فرمائی۔ جواب۔ اس
 لیے کہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ کفار پیدا لشی اور تخلیقی بہرے نہیں ہیں ان کو خالق
 تعالیٰ نے بہرہ نہیں بنایا بلکہ یہ لوگ ضد تعصب اور ہٹ دھرمی و حماقت کے بہرے
 ہیں یعنی بناؤٹی بہرے علماء نحو فرماتے ہیں کہ اَلْعُقُومَ میں الف لام عہدی ہے نہ کہ جنسی جس
 کا معنی یہ ہے کہ مخصوص قسم کا بہرہ نہ کہ عام اور یہ مخصوص بناؤٹی بہرے جان بوجھ کر اس وقت
 زیادہ سخت بہرے بن جاتے ہیں۔ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ۔ جب سزا و کفر و شرک سے ڈرائے
 جائیں نیز قانونِ خوی سے اَلْعُقُومَ اسم ظاہر ہے اور یُنْذَرُوْنَ غائب کا صیغہ ہے۔ اسم ظاہر
 کو غائب کی جگہ فرمانا بھی اسی جسارتِ کفریہ کی طرف اشارہ فرما رہا ہے کہ یہ ضدی کفار
 معصم ارادے سے کان لپیٹ کر بند کر لیتے ہیں (تفسیر کبیر) دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا
 گیا۔ وَلٰئِنْ مَسْتَحِدُّ یَعْنٰی اِذَا اُنْ کُوْ عذاب چھوٹے اور آگے فرمایا گیا کَیْفُؤْکُنْ، تو وہ کہیں گے
 اعتراض یہ ہے کہ اس طرح اگر مگر کے فرمانے سے نزولِ عذاب اور مِسْتَحِدُّ نفع اور کفار کا
 یٰوَيْلَنَا کہنا سب کچھ مشکوک بن جاتا ہے حالانکہ کفار پر نزولِ عذاب بھی ضروری و یقینی
 ہے اور اُن کا یٰوَيْلَنَا کہنا بھی یقینی ہے جیسا کہ دیگر آیت سے ثابت تو پھر یہاں اگر مگر
 کہہ کر کیوں ارشاد ہوا۔ جواب۔ دیگر آیت میں قبرِ شرقیامت اور جہنم کا نقشہ کھینچا گیا
 ہے اور یہاں ان کفار کی اُس جلد بازی کا تذکرہ ہے جس میں وہ کفار و عہدی عذاب
 دنیوی اور اپنے اوپر آسمانی پتھر او کی بددعا میں مانگا کرتے تھے محض تمخرانہ اور مذاق
 کرتے ہوئے اور عذاب آنے کی جلد بازی مچا کرتے تھے اُن کے متعلق فرمایا جاتا ہے

کہ تم دنیا میں ہی اپنے پر عذاب مانگ رہے ہو جانتے ہی ہو کہ وہ کتنی سخت چیز ہے اگر اس کا جھونکا بھی لگ گیا تو چیخ بڑو گے ٹپ کر مر جاؤ گے۔ اس آیت میں یٰۤاٰیُّہَا شٰکُوکُہی ہے حرف مزید خوف دلانے کے یہے لیکن دیگر آیت میں چونکہ قبر و حشر کے یٰۤاٰیُّہَا شٰکُوکُہی ہے وہاں مشکوک نہیں لہذا وہاں وَلٰمِنْ اور اگر مگر کے الفاظ نہیں ہیں۔ تبسیر اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَفَلَا یَذُوْنَ اَنَا نَاتٰی الْاَرْضِ نَنْقُصُهَا (الخ) یعنی کیا یہ کفار نہیں دیکھتے کہ ہم ان کی ملکیتی علاقائی زمین کو دن بدن کم کر رہے ہیں مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فتوحات اسلامیہ کے ذریعے کفار کی سلطنتی حکومتی زمینیں علاقے کم کر رہے ہیں حالانکہ یہ آیت مکی ہیں جب کہ فتوحات شروع ہوئی ہیں مدنی زندگی میں ہجرت کے بعد جواب۔ اس کے چند طرح جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ اگرچہ سورۃ انبیاء مکی ہے مگر یہ تین آیت مدنی ہیں از آیت ۲۲ تا آیت ۲۵۔ اس قول میں یہ اعتراض درست ہی نہیں رہا۔ دوم یہ کہ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی مکی ہی ہیں مگر یہاں نَنْقُصُ سے مراد فتوحات اسلامیہ نہیں بلکہ مال دولت کی غربت ہے اور غریب ہونے کی وجہ سے اپنی زمینیں فروخت کرنا ملکیتیں کم ہوتے جانا ہے یا کفار کے بڑے بڑے سرداروں اور افرادِ خانہ کا مرتے چلے جانا ہے۔ سوم یہ کہ بعض نے فرمایا کہ اس نَنْقُصُ سے مراد مکہ مکرمہ اور ارد گرد علاقوں کے لوگوں کا روز بروز کثرت سے مسلمان ہونا ہے جس کی وجہ سے کفار کے علاقہ اور ملکیتیں گلی محلے کم ہوتے جا رہے ہیں مسلمانوں کی تعداد اور تعداد سے مکانات گلی محلے علاقے بڑھتے جا رہے ہیں اور گلی محلوں علاقوں بستیوں کا کم ہوتے جانا ذلت و کمزوری ہے۔ بڑھتے جانا عزت و قوت ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ اَنَا نَاتٰی الْاَرْضِ نَنْقُصُهَا صُ اَطْرَافِهَا اَفْهَمُ الْعَالَمِیْنَ۔

اے عالمِ ناسوت کی کثافتوں میں پلٹے بڑھنے زندگی گزارنے والو یہ تمہاری نرم سامانیاں تمہارے اپنے کسبوں اور ادوں عقلوں فسکاریوں سے نہیں بلکہ ہم نے ہی عارضی طور پر تم کو اور تمہارے اجسام و ازواج کی اس و آباؤ اجداد کو چند روزہ بہار زندگی کا نفع دیا ہے یہ تمہاری مغروریت اور فخر و دھوکے میں پڑے رہنا اس لیے ہے کہ تمہاری عیش و عشرت والی دنیوی عمر کچھ دراز ہوتی چلی گئی اور تم اسی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے حالانکہ نظر حقیقی اور دیدار بعیرتی میں یہ عیاشی خرمستی دولت دینا کی فراوانی بیچائی کی دلیل نہیں، کیا یہ کفار نگاہِ عبرت

سے یہ محسوس نہیں کرتے کہ دن بدن سستی کا ہلے بے رغبتی بے توفیقی کی یلغار سے ہم تہاری زمین اعمال صالحہ کردار شریفانہ عبادات بے ریا نہ اور حسن افعالِ مخلصانہ کو کم کر رہے ہیں۔ کیا قہر الہی نہیں ہے کہ علماء و معلمین کم ہو رہے ہیں اور جہلاً خطیب زیادہ ہوتے جا رہے ہیں اہل حق اور علم ربانی سے بھرپور علماء و پویش یافتہ ہوتے جا رہے ہیں۔ جاہل اہل کار فاسق حکام ریاکار پیر ظاہریت کے مشائخ بڑھتے جا رہے ہیں اگر سیمیں عادیین حکام سے مصدقہ تفسیر ائمہ سے میر قاضیین علماء سے درس گاہ صادقین واعظین سے۔ نجاوے رہبران متقین سے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر طرف بد اعمالی کی غربت گناہوں کی ظلمت بے غیرتی کی کثرت علماء کی نفرت جہلا کی عظمت پھیلتی جا رہی ہے۔ سو فیاد عظام فرماتے ہیں جب عوام گمراہ اور بد کردار ہو جائیں تو نیک لوگوں میں کثرتِ اموات ہوتی ہے۔ قوم بے غیرت ہو جائے تو مختص علماء و پویش ہو جاتے ہیں۔ یہی قہر الہی ہے اور جس قوم پر قہر الہی ہو وہ کسی وقت بھی کسی طرح کا غلبہ حاصل نہیں کر سکتی بے پردہ منہ کھلے عورتیں اور ان کے بے غیرت مرد مثل بھیڑ بکریوں کے ہیں اور بھیڑ بکریوں پر قصاب مقرر کر دئے جاتے ہیں جو ان کو فنا کی چھری سے ذبح کر دیتے ہیں قصائی بکریوں کی کثرت سے تیشہ شاخوں کی کثرت و جسامت سے اور شعلہ ابند صحن کے ڈھیروں سے گھبراتا نہیں بلکہ سب کو کاٹ کر جلا کر رکھ دیتا ہے، تفسیر روح البیان نے ایک حدیث مقدسہ روایت فرمائی کہ راہِ ساحت، سخاوت، شجاعت، جمعیت قلبی، بطش شدید سے رب تعالیٰ نے اپنے محبوب آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ غلبہ اور نصرت رب تعالیٰ کی طرف سے منصب جلیل اور مرتبہ شریف ہے یہ شانِ جند اللہ کو ملتی ہے اور جند اللہ یعنی اللہ رب جلیل کا شکر، انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء اللہ اور علماء حق، صالحین مومنین ہیں۔ اسی کو سورۃ ش ۲ انصافات آیت ۲۱ میں اس طرح بیان فرمایا گیا۔ وَإِنَّ جُنَدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو چار طرح دنیا پر غلبہ عطا فرمایا۔ ۱۔ تمام عرب پر بذریعے قوت ۲۔ عجمی سلاطین پر بذریعے سلطنت ۳۔ کثیر ملکوں پر بذریعے فتوحات ۴۔ لوگوں کے دلوں پر بذریعے کردار اس غلبے سے مسلمانوں کو چار نعمتیں ملیں ۱۔ مشرق و مغرب کی شاہی ملکیت ۲۔ خزان ارض پر قبضہ و تصرف ۳۔ ظالم بادشاہوں کی سرکوبی کا تمغہ۔ تواریخ میں ہے کہ قیصر و کسریٰ کو جب اسلامی سپاہ سالار کے پاس گرفتار

کر کے لایا گیا تو وہ ذلت و تھر تھراہٹ سے کھڑے نہ ہو سکتے تھے مگر زمینِ عرب و عجم کی شاہی خلافت۔ اہل ایمان کو اگر عارضی شکست ہوتی ہے تو وہ اس کو تشدیدِ محنت اور بلا و حسنِ کا دس و تربیت ہے جو اس کو تجربے کا کُنڈن اور تیاریِ مزید کا باعث بنا دیتی ہے۔ جس سے وہ بے ہمت نہیں ہوتا بلکہ عظیم قوت و جرئت ہمت و حوصلے کے ساتھ اٹھ کر غلبہٴ کثیر حاصل کر لیتا ہے۔ لہذا بندہٴ مومن کو کسی بھی میدانِ عمل میں صنعتِ طبیعت نہ دکھانی چاہئے بلکہ ہمیشہ رب تعالیٰ پر بھروسہ اور جہادِ ظاہری پر کمر بستہ اور جہادِ باطنی پر قائم رہنا چاہیے ہمت کمال مومن کا تھیار ہے، روایت میں ہے کہ مولیٰ علی شیر خدا نے اکیلے ہی خیبر کا وہ دروازہ اکھڑ کر اٹھا کر زمین پر رکھ دیا جس کو بعد میں وہاں کے ستر قوٹی الجسم مزدور بہت محنت مشقت سے من کھڑا کر سکے۔ رَوَاہُ جَابِرٌ۔ ایک تاریخی روایت میں ہے کہ آپ نے وہ دروازہ ایک ہاتھ سے اٹھا کر بطورِ ڈھال بھی استعمال فرمایا، جب کسی نے اس حیرت انگیز جرئت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ دروازہ قوتِ جمانہ اور حرکتِ غذائیہ سے نہیں اکھڑا بلکہ قوتِ ملکوتیہ کی تائید اور نورِ ربانی کے غلبے سے اکھڑا ہے۔ اس طرح کا غلبہ ہمت سے اور ہمت و حوصلہ ایمان سے ہوتی ہے۔ اَنَّهُمُ الْعِلْمُونَ بھلا بے ایمان اور بے غیرت کب غالب ہو سکتے ہیں۔ اہل نظر فرماتے ہیں کہ پرندے پروں سے اڑتے ہیں اور عقل والے ہمتِ ایمانی سے قدم کے پے پر چلنے یعنی پیر ہونے چاہیئے اور حروب کے پے پر چلنے یعنی مرد ہوتے چاہیئے۔ غلبہٴ عالمِ تعدادِ رِجُل سے نہیں ملتا تعدادِ رِجُل سے ملتا ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالنَّارِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا سَأَلْتَهُمْ دُونَهُ۔ وَكَثُرَ مَسْتَعْمِلُهُمْ۔ نَفْحَةُ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ يَقُولُ يَوْمَئِذٍ إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ۔ اس دنیا و دُن میں فقط دو ہی قومیں ہیں۔ ایکوں یعنی اچھوں کی مٹبدوں یعنی بُروں کی اور ان میں سے ہر ایک کا حصہ الگ الگ اچھے لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ و علما ہیں ان کا حصہ جنابِ الہی سے انذار و نصیحت کرنا ہے اور بروں کا حصہ بے رغبتی حتیٰ سے اعراض اور بہرا بننا ہے۔ اس لیے کہ اچھوں پر رحمت ہے اور بروں پر لعنت ہے یہ تقسیمِ حصص ازلی ہے۔ اچھوں کو حضرت بارگاہ کے جوارِ کاقرب ہے مقامِ اعلیٰ تک اور بروں کو جوارِ بارگاہ کی دوری و بُعد ہے اسفلِ دنیا تک جس نے ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں کو اندھا بنا دیا ہے۔ یہ بیماری ان کو حُبِ دنیا اور طَلَبِ

شہواتِ زندگی سے بے ارسی وجہ سے۔ لَا يَسْمَعُ الصَّخْرَةُ الدُّعَاءَ نہ سنتے ہیں نہ دُستے ہیں یہ فطرت ہے کہ جہاں خیر ہے وہاں معرفت ہے اور جہاں معرفت ہے وہاں سماعت یا الحق یعنی حق سنا ہے لیکن جہاں شر ہے وہاں ظلمت ہے جہاں ظلمت ہے وہاں حق عن الحق یعنی حق نہ سنا ہے حالانکہ اندازِ روحی کے حکم سے ہوتا ہے مگر باطلین و باطنین کو جتنا بھی ڈرایا جائے وہ بہرے بن جاتے ہیں اور اہل دنیا جب تک عیش میں رہتا ہے تو حق کا مذاق اور عذاب کا مطالبہ کرتا رہتا ہے عقل و بصیرت سے ہلکتِ حیات کو غنیمت و فائدہ سے نہیں جانتا مگر حالت یہ ہے کہ اگر ظلمتِ کثافت اور عذابِ رذالت کا چھٹا بھی پڑ جائے تو بلبلہا جلتے۔ تب اپنی ضلالت کا اقرار سانی خباثتِ ظلمانی کا اوایلا زبانِ حالی سے کرنے لگے گا۔ اہل حقیقت کے دو حال اور دو قیام ہیں۔ امید و خوف و رضا بر تقدیر و شکر و صبر وہ دو بہترین حال ہیں یہ دو عمدہ مقام ہیں۔ یہ کیفیت بھی توبۃ النقص میں شامل ہے کیونکہ خوف ہی توبہ پر بندے کو آمادہ کرتا ہے اور امید سے خوف پیدا ہوتا ہے گویا کہ خوف دروازۂ اُمید ہے اور اُمید کا آستانہ توبہ ہے توبہ سے رضا ہے اور رضا سے شکر اور شکر سے صبر پیدا ہوتا ہے۔ اور اصل صبر گناہوں سے رُکنا ہے۔ اصل شکر عبادتِ کُنا ہے۔ فاسق کو کوئی عمل مفید نہیں ہے

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا

اور قائم کر دیں گے ہم بہت سی میزانیں انصاف والی قیامت کے دن تو نہ اور ہم عدل کی ترازو میں رکھیں گے قیامت کے دن تو

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ

ظلم کیا جائے گا کوئی شخص کچھ بھی اور اگر ہو کچھ عمل رائی کے دانے کے برابر ہو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔ اور اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو

مَنْ خَرَدِلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ ﴿۳۷﴾

تو حاضرے آئیں گے ہم اُس کو اور کافی ہے اللہ یعنی ہم حساب کتاب کر نیوالے۔
تو ہم اُسے آئیں گے۔ اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءَ

اور البتہ بے شک دیا ہم نے موسیٰ اور ہارون کو قانون (شریعت) اور روشنی
اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا اور اُجالا

وَذِكْرَ الْاَلْبَتَّاقِينَ ﴿۳۸﴾ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم

اور نصیحت دی ان متقیوں کو۔ جو مرعوب رہتے ہیں اپنے رب سے
اور پرہیزگاروں کو نصیحت۔ وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے

بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۳۹﴾ وَهَذَا

اور وہی قیامت سے خوف زدہ ہیں۔ اور یہ بھی
دُرتے ہیں اور اُنہیں قیامت کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔ اور یہ ہے

ذِكْرُ مَبْرُكٍ أَنزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۴۰﴾

ذکر ہے برکتوں والا نازل کیا ہم نے جس کو تو کیا تم اس کو نہ ماننے والے ہو۔
برکت والا ذکر کہ ہم نے اُتارا تو کیا تم اس کے منکر ہو۔

ان آیات کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پھلی آیت میں
تعلقات کفار کی محشر میں مافری کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں محشر میں اُن کے حساب
و کتاب کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پھلی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ احکام

اور کفار مکہ کی سرکشی کا ذکر ہوا اب ان آیت میں حضرت موسیٰ و ہرون کی تبلیغ کا ذکر ہے۔
تیسرا تعلق پچھلی آیت میں برے لوگوں کی نعمتیں دوتیں اور سلطنتیں گھٹانے کا ذکر ہوا اب ان آیت
میں متقی اور رب تعالیٰ سے خشیت رکھنے والے نیک لوگوں کو نعمتیں فرقان اور نور دینے کا
بیان ہے۔

تفسیر نحو کی وَ نَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا
اور سر جملہ نضع باب۔ فتح کا فعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم وضع مثال واوی سے
مشتق ہے بمعنی جا کر رکھنا مضبوطی سے قائم کرنا خاص کر دنیا مقرر کرنا۔ یہاں سر بمعنی درست
ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے مرجع اللہ تعالیٰ۔ الْمَوَازِينَ الف لام عہد ذہنی یعنی ہر شخص اس کی
حقیقت کو نہیں جانتا جس پر یہ الف لام آیا ہے۔ جمع مکرر منتهی المجموع ہے میزان کی اسم
آلہ ہے وزن سے مشتق ہے ترجمہ ہے تو نے کا آلہ یعنی ترازو موصوف ہے الْقِسْطُ الف
لام استغراقی یعنی ہر قسم کا یا بمعنی تمام کا تمام و پورا کا پورا، قِسْطُ اسم مصدر یہاں جامد عامل مصدر
ہے ایک قرأت پر قسط ہے ص ہے بمعنی انصاف (عدل) عدل اور قسط میں چند طرح فرق
ہے جو تفسیر عالمانہ میں بتایا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ چونکہ مصدر میں عمومیت اور مبالغہ
ہوتا ہے اس لیے یہ اگرچہ واحد ہوتا ہے مگر جمع کی صفت بن سکتا ہے بعض نے کہا کہ الف
لام استغراقی کی بنا پر اس میں بھی جمعیت ہے اس لیے یہ مَوَازِينَ وضع کی صفت بن گیا
یہ مرکب تو صیغی مفعول ہے ہے نضع کا۔ لام حرف جر بمعنی فی ظرفیہ ایک قول میں لام تعلیلیہ
خصوصیت کے لیے ہے یَوْمُ اسم ظرفی بمعنی زمانہ و تمام وقت، الف لام عہد خارجی یا ذہنی
قِيَمَةُ اسم مفرد مصدر آخر میں ت مصدر یہ ہے قِيَمٌ یا قَوْمٌ مادے سے بنا ہے بمعنی کھڑا ہوتا
ثابت ہونا۔ اُل ہونا۔ یہاں اسم جامد حاصل مصدر ہے بمعنی امید ان محشر نشر کا دن فنا
کے بعد بقا اور دوبارہ زندہ ہونے کا زمانہ۔ یہ مصدر مزید فیہ ہے جس کا گردان نہیں
ہوتی اسی لیے جامد ہوا مضاف الیہ ہے یَوْمُ کا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے نضع کا
فَ سبب ترتیب کلام کے لیے ہے لَا تُظْلَمُ باب کَرَبَ کا فعل مضارع متقی بلا مجهول
واحد مؤنث غائب نفس اسم مؤنث نفلی کیونکہ اس کی تفسیر نفیۃ آتی ہے یہاں تاء
تانیث مقدر (پوشیدہ) ہے لیکن بہت جگہ نفیۃ بھی آتا ہے یہ نَارِبُ فاعل ہے

لَا تَظْلُمُ کَا یَظْلُمُ سے مشتق ہے لغوی معنی ہے بلا وجہ کسی کی مخالفت کرنا، اصطلاحاً خاصات معنی میں شُرک ہے۔ نقصان دہ کمی کرنا یا زیادتی کرنا۔ گھسانا۔ کسی کا کچھ چھین لینا۔ خدا کو حق نہ دینا وغیرہ۔ مشتق کو دینا۔ خلافِ قانون چلنا یا چلانا۔ جزا و سزا میں کمی زیادتی کرنا، یہاں اسی معنی میں ہے۔ شَبَّاءُ اسم مفرد نکرہ ایک قرئت میں شَبَّاءُ ہے مراد ہے اعمال یہ مفعول بہ یا مفعول فیہ سے یعنی کسی چیز کا ظلم یا کسی چیز میں ظلم، ایک قول میں یہ نکرہ مصدری معنی میں ہے بمعنی کچھ بھی لَا تَظْلُمُ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستبب ہے تَضَعُ کے مصدری معنی وَضَعَ کا یعنی مُوَازِنَ رکھنے کا سبب اور وجہ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واو عاطفہ اِنْ حرف شرط ایک قول اِنْ واو وصلیہ کے ساتھ ہو کر بمعنی اگرچہ ہے شرطیت ختم ہے مگر یہ غلط ہے۔ کَانَ فعل ماضی مطلق ناقصہ بعض نجات نے کہا کہ یہ کَانَ تامہ ہے مگر یہ غلط ہے اس میں پوشیدہ جُوزِ ضمیر صیغہ اس کا اسم ہے مرجع تَبَيَّنَا ہے جس سے مراد اعمال ہیں مثقال اسم مفرد مصدر مبیہ نقل سے مشتق ہے یہاں جامد عامل مصدر ہے بمعنی ابو جہر وزن۔ برابر مضاف ہے حَبَّتِ اسم مفرد مؤنث لفظی اس کا مذکر لفظی ہے حَبٌّ بمعنی دانہ کسی غلے کا گندم جو وغیرہ اس کی جمع ہے جُوب مضاف ہے لیکن اضافة مثنیہ ہے اور من ظاہر ہے اس لیے اضافة کی ترکیب نہ ہوگی اس لیے تَوْبَنَ یعنی دو زیر آگئی۔ مضاف الیہ ہے مثقال کی۔ جنہوں نے کَانَ کو تامہ مانا ہے اُن کی قرئت میں مثقال مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے کَانَ تامہ کا مگر ناقصہ ہو تو مثقال حَبَّتِ یہ مرکب اضافی خبر کَانَ ہے مِنْ جازہ بعینیت کا یا بیانیہ ہے خُرُوجِ اسم مفرد جامد بمعنی رانی (دخشا شس) اس کا مؤنث لفظی ہے خُرُوجٌ یہ جار مجرور متعلق کَائِنُ پوشیدہ اسم فاعل کا وہ اسم فاعل با فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے حَبَّتِ کی یہ مرکب تو صیغی مضاف الیہ پھر مرکب اضافی خبر کَانَ۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط ہوئی اَتَيْنَا بِابِ ضَرْبِ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم اَتَى سے مشتق ہے بمعنی لانا یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے یقین کی بنا پر گویا کہ سے ہی آئے ایک قرئت میں اَتَيْنَا بِابِ مُفَاعَلَةٌ ہے اور ایک قرئت اَتَيْنَا ہے ثَوَابٌ سے۔ یہ فعل با فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ۔ بہاب جازہ متعدی کی حَافِظِ واحد مؤنث غائب کا مرجع مثقال ہے ضمیر کا مؤنث لانا حَبَّتِ کی وجہ سے ہے یہ جار مجرور متعلق اَتَيْنَا کا ہے سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے کَانَ کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف ہوا تَضَعُ کے چلے پر دونوں مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا۔ واو سر جملہ کُفٰی بابِ ضَرْبِ

کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب مؤنث پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ ب زائدہ برائے تفسیر
اور وضاحت بمعنی یعنی یا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مرجع اللہ تعالیٰ کفی بنا کا ترجمہ ہوگا۔ کاف ہے اللہ
یعنی ہم۔ حاسبین باب حسب دشاد کا پہلا باب، کا اسم فاعل جمع مذکر۔ حسب سے مشتق ہے
بمعنی شمار کرتا۔ یہ حال ہے نا ضمیر کا دونوں مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہے کفی کا سب مل کر
جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذَكَرْنَا الْمُتَّقِينَ
الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِمَّنْ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ۔ واؤ سر جملہ
لَقَدْ آتَيْنَا میں لام تاکید یہ قَدْ آتَيْنَا باب افعال ماضی قریب مثبت معروف جمع متکلم آتی
سے بنا ہے اس کا مصدر ہے ایتاء بمعنی دینا مؤنث و هَارُونَ آپس میں عطف ہے دونوں مل کر
مفعول بہ اول ہے اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر مرجع مخاطب اللہ تعالیٰ الْفُرْقَانَ۔ الف لام
اسی بمعنی الَّذِی فُرْقَانَ اسم مشتق مبالغہ بروزن فُحْلَانُ فُرْقٌ سے مشتق ہے بمعنی فرق جلدی
اور تقسیم کرنے والا آخر کالفت نون زائد ہیں معطوف علیہ واؤ عاطفہ بعض کے نزدیک واؤ زائدہ
اور مابعد لفظ صفت ہے بعض کی قرئت میں واؤ نہیں ہے تب مابعد لفظ حال بنے گا
ضَبَاءُ اسم مصدر بروزن قیامائیاں حاصل مصدر جامد ہے بمعنی روشنی بعض نحو یوں نے فرمایا
کہ جمع مکسر ہے بروزن ضَبَاءُ حَوْض کی جمع۔ ضَبٌّ یا فُحْلٌ سے بنا ہے معتل عین (أَجُوفٌ) یا ئی یا
واوی اور ہموز الّام۔ اگر أَجُوفٌ واوی ہو تو ماقبل کسرنے کی وجہ سے واؤ کوئی سے بدلا گیا
صحیح یہ ہے کہ یہ جمع نہیں بلکہ مصدر ہے۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ یا زائدہ تب مابعد عبارت
صفت بنے گی یا بغیر واؤ تب مابعد حال بنے گی پہلی ترکیب درست ہے ذکر ا۔ اسم مصدر بمعنی
تذکرہ یا بمعنی نصیحت عامل ہے الْمُتَّقِينَ یہ جار مجرور اپنے مابعد سے مل کر متعلق ہوگا ذکر ا
مصدر عامل کا الَّذِیْن اسم موصول جمع مذکر یُخْشَوْنَ باب نفع کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر
غائب خشّی سے مشتق ہے بمعنی صیبت و احترام سے مرعوب ہونا کا پنا ڈرنا۔ اس کا فاعل
ضمیر صیغہ پوشیدہ ضم ہے اُس کا مرجع متقین ہے رَبُّهُمْ۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے
ب حرف جر بمعنی بیان کیفیت کے یے الْغَيْبِ الْهَفْ لام عہدی حرف غیب اسم مصدر
جامد حاصل مصدر بمعنی پوشیدگی۔ دوری۔ یا بمعنی غائب اسم فاعل ہے۔ یہ جار مجرور متعلق
ہے یُخْشَوْنَ کا اس کا تعلق یا یُخْشَوْنَ کے فاعل متقین سے ہے کہ وہ غیب یعنی غلوت میں
بھی اللہ سے ڈرتے ہیں یا تعلق رب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نا دیکھنے کے باوجود ڈرتے

ہیں۔ نَحْشُونَ اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلیہ ہوا موصول صلیہ مل کر صفت ہوئی متعین کی وہ جار مجرور ہو کر متعلق ہے ذکرُ مصدر کا وہ شبہ جملہ ہو کر معطوف سب عطف مل کر مفعول یہ دوم ہوا اَنْتُمْ اَشْنَا کَاسِبِ مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ عاطفہ ہے تب یہ عطف ہے نَحْشُونَ کے جملے پر یا واؤ بر جملہ استینافیہ ہے۔ اور ما بعد عبارت علیحدہ جملہ ہے ضم ضمیر مرفوع منفصل مبتدا مِنْ السَّاعَةِ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے مُشْفِقُونَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِسْتَفَاقٌ شَقٌّ سے بنا ہے بمعنی ایذا سے ڈرنا خوف زدہ ہونا اس میں پوشیدہ ضمیر صبیغہ اس کا فاعل ہے مرجح ہے متعین متعلق مقدم سے تخصیص کا فائدہ ہوا یعنی صرف تنقی ڈرتے ہیں قیامت سے یا حصر کا فائدہ ہوا یعنی تنقی صرف قیامت سے ڈرتے ہیں تاکہ دنیوی تکالیف سے مُشْفِقُونَ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدأ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَ هَذَا اِذْ كُنْتُمْ مَبَادِكُ اَنْزَلْنَاهُ اَفَاَنْتُمْ ذٰکَ تُنْكِرُوْنَ۔ وَاَوْ اَسْتِنَافِيَه برائے وضاحت۔ هَذَا اسم اشارہ قریبی بحالت رفع مبتدأ ہے ذِکْرٌ حاصل مصدر جامد بمعنی نصیحت یا تذکرہ موصوف سے مُبَارَكٌ اسم مفعول واحد مذکر باب مُفَاعَلَةٌ سے بَرْکٌ سے مشتق ہے بمعنی حُسْن و خوبی و کثرت سے بھرا ہوا یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی پھر موصوف ہے اَنْزَلْنَا باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم بافاعل ضمیر مفعول پہ اس کا مرجح ذِکْرٌ ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت مرکب توصیفی خبر مبتدأ ہے۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اء حرف ہمزہ سوالیہ تعجب دلانے کے لیے انکاری ہے یعنی ایسا مت کرو۔ اَنْتُمْ، اسم ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل مبتدأ ہے۔ لہٰذا یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے اس کے تقدم سے بھی تخصیص یا حصر کا فائدہ ہوا۔ مُنْكَرُونَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر برائے ضمیر جمع حاضر اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر اَنْتُمْ ہے اور دونوں اَنْتُمْ ضمیر کا مرجح کُفَّار مکہ و مدینہ دیہودی عیسائی) ہیں یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدأ۔ اَنْتُمْ ظاہر ضمیر مبتدأ اپنی ہی اس خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالماتہ اِنْ تَقْصُرُوا مِنَ الْيَوْمِ الْاَقْبَمَةَ فَلَا تَغْلُمُوا نَفْسَكُمْ نَفْسًا قَاتِلًا كَانَ مَثَقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكُفَىٰ بِالْمُجْرِمِينَ دنیا میں یہ کفار فساق اپنے پرالوں پر ہر طرح کا ظلم کرتے رہتے ہیں مگر آخرت میں کوئی کسی پر کبھی جسکی قسم کا ظلم نہ کر سکے گا۔ ہم میدانِ محشر میں ہم اس بندے کے اعمال خیر و شر کے پوسے

پورے صحیح حساب کے لیے عدل و انصاف کی ترازو قائم فرمادیں گے جو بندہ حساب کے لائق و قابل ہے اور جس کا حساب ضروری ہے۔ یہ ترازو قیامت کے دن میدانِ محشر میں حساب اعمال کے وزن کرنے کے لیے پلِ صراط سے لاکر رکھ دی جائے گی آج وہ پلِ صراط کے پاس ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں یہ ترازو دیکھی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خواہش دید پر بھی ان کو دکھائی گئی تھی، دنیوی ترازوؤں کی طرح اس کے بھی دو پلڑے ایک ڈنڈی اور ایک درمیانی گچھی والی زبان ہے جس کو پکڑ کر اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے پلڑے مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلے کے برابر ہیں اور مضبوطی و وسعت کا یہ عالم ہے کہ ان میں آسمانوں زمین کو تو لا جاسکتا ہے اس کے دائیں یعنی سیدھے پلڑے میں نیکیاں اور بائیں یعنی اُٹے پلڑے میں گناہ اور بدیاں رکھی جائیں گی دایاں پلڑا نور کا بنا ہوا ہے جہت چمک دار روشن بین عرش کی جانب ہے۔ بائیں پلڑا سیاہ ظلمت کا بنا ہوا ہے۔ عرش کی جانب سیاہ ہے۔ میدانِ محشر میں جبرائیل امین علیہ السلام اس کو اٹھا کر اعمالِ بندگان کو تولیں گے اس لیے کہ وہی ثواب و عقاب کے لیے امر و نہی کے احکام لے کر آتے رہے لہذا آج محشر میں وہی تول کر حساب بھی کرائیں گے۔ اور میکائیل علیہ السلام اس پر امین ہوں گے حساب و کتاب کے بعد اعمال کو تو لا جائے گا۔ غرض کہ حساب و کتاب سے گنتی اور گواہی ہوگی اور تو نے سے اعمال کے بھاری اور ہلکے ہونے کا پتہ بتایا جائے گا اور وزن کئے جانے کے وقت تمام انسانوں جنوں کو وہاں حاضر کیا جائے گا صرف اعمالِ بندگان کا وزن ہوگا نہ کہ ایمان و کفر کا۔ کفار و مومنین سب کے اعمال کا وزن ہوگا۔ اور جن بعض لوگوں کا حساب نہ ہوگا ان کے اعمال کا وزن بھی نہ ہوگا۔ وہ بلا حساب جنت یا جہنم میں بھیجے جائیں گے غرض کہ حساب و کتاب تو ایمان۔ کفر، اعمالِ خیر و شر سب کا ہوگا مگر وزن صرف اعمالِ خیر و شر کا۔ بلا حساب والے نیک لوگ وہ ہوں گے جن کی بدی کوئی نہ ہوگی اور بلا حساب والے برے لوگ وہ ہوں گے جن کی نیکی کوئی نہ ہوگی اہل ایمان کو دو ثواب ایک ثواب ایمان کا دوسرا ثواب اعمالِ صالحہ کا اس طرح کفار کو دو عذاب ہوں گے ایک عذاب کفر کا دوسرا اعمالِ بد کا فساد مومنین کو یا شفاعت کی معافی ملے گی یا جہنم کی سزا و عدل۔ قسط اور عدل کا فرق یہ ہے کہ جس کا حساب و کتاب درست ہو وہ قسط ہے جس کی عطا درست ہو وہ عدل ہے۔ اسی لیے مَوَازِیْنُ الْقِسْطِ فرمایا گیا کہ مَوَازِیْنُ الْعَدْلِ۔ قسط ترازو کا عمل ہے عدل رب تعالیٰ

کافعل ہے، کفار کے اچھے اعمال کا بدلہ یا دنیا میں ہی دیدیا جائے گا یا جہنم میں عذابِ اعمال کی تھوڑی تخفیف کر کے اسی لیے حساب و کتاب کے بعد اچھے بُرے اعمال کو تولا جائے گا یہ تولنا عذابِ کفر سے نجات یا تخفیف کے لیے نہ ہوگا۔ تخفیف وغیرہ عذابِ اعمال میں ہوگی دونوں میں فرق یہ ہے کہ تخفیف عذابِ کفر مقامِ جہنم سے ہٹایا جاتا ہے مگر کسی بھی کافر کو یہ نہ ملے گی ہمیشہ ایذا یا دیکھ ایک ہی مقام میں اپنی اپنی جگہ کفار پڑے رہیں گے۔ تخفیف عذابِ اعمال یہ ہے کہ بعض کفار کو ان کے عذابِ الیم کی شدت میں کمی کر دی جائے گی، اس قول سے حضرت ابوطالب اور ابو جہل کی ایما کی کیفیت کا پتہ لگ جاتا ہے کہ حضرت ابوطالب کو جہنم سے نکال کر جہیرے میں کر دیا گیا اور ابولہب کو شدتِ عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ ابوطالب عند اللہ کافر نہیں بلکہ سائر ہیں۔ اور ابولہب کا ایک اچھا عمل ہے جس کا بدلہ ان کو بعد موت دیا گیا۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو ان کو جہنم سے ہٹایا نہ جاتا میزانِ قیامت کے ایک پلڑے میں نیکیاں ہوں گی ایک میں بدیاں جس میں جتنا بوجھ کا جھکاؤ ہوگا اتنا ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا نیکیاں روشنی کی شکل میں ہوں گی درجہ بدرجہ کم زیادہ اور بدیاں فیج اندھیرے سیاہی کی شکل میں درجہ کم زیادہ۔ بعض نے لکھا ہے کہ اعمال نامے اور اہل اعمال لوگوں کو تولا جائے گا۔ مگر یہ قول ثابت نہیں۔ نیکیاں اور بدیاں جہم لطیف اور جہم قاتمہ کی کیفیت میں ہوں گی و تفسیر روح البیان (صاوی) یہ ایسا عدل و انصاف کا دن ہوگا کہ کسی بھی چھوٹے بڑے نیک و بد پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا بلکہ ہر جان کو اس کا پورا پورا حق دیا جائے گا نیک کو نیکی کا بُرے کو برائی کا بھلے کو بھلائی کا ظالم کو ظلم کا اور دنیا میں کسی کا کوئی بھی کہیں بھی کہیں بھی کیا ہوا عمل چھوڑا نہ جائے گا اگر چہ رائی برابر چھوٹے سے دانے کے وزن جتنا، تو اس کو بھی قیامت کی تراز میں لے آئیں گے اور اس کا بھی قسط و عدل ہوگا۔ دنیا کی ترازوں میں تین نقص ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ کبھی صحیح تولتی ہے کبھی غلط اگر صحیح تولے تو عدل ہے اگر غلط تولے تو ظلم ہے مگر میدانِ محشر کی یہ ترازو ہمیشہ ہر شخص کے اعمال کے لیے قسط ہی رہے گی نہ کبھی ٹیڑھی ہو نہ کبھی غلط نہ کوئی اس کو غلط کر سکے نہ خود کبھی خراب ہو اسی لیے کسی پر ظلم کا نہ کوئی شائبہ نہ اندیشہ یعنی نہ تولنے والے کو شائبہ نہ عمل والے کو اندیشہ۔ دوم یہ کہ دنیا کی بڑی ترازو میں چھوٹی چیزوں کو نہیں تول سکتیں اگر تولی بھی جائیں تو صحیح وزن نہیں بتا سکتیں، سوم یہ کہ دنیا کی چھوٹی ترازو میں بڑی چیزیں نہیں تول سکتیں اگر تولنے کی کوشش کی جائے تو ترازو لوٹ جائے۔ مگر میدان

مشرک میزان میں یہ کوئی نقص اور عیب نہیں وہ ایک ترازو میں ہی بڑے سے بڑی اور چھوٹی سی چھوٹی چیز کو تول کر بالکل صحیح صحیح وزن بتا دے گی حالانکہ ہے بے حد انتہا بڑی ہے۔ لیکن ملا کے دانے برابر عمل کو بھی صحیح تول دے گی اور کسی بھی وزنی چیز سے نہ گڑ بڑائے نہ ٹوٹے نہ خواب ہو ان تینوں عیبوں سے وہ ترازو پاک ہے۔ یہاں مَوَازِیْنُ الْقِسْطِ فرما کر ترازو کی پہلی شان بیان فرمائی گئی۔ اور قَدْ تَطَلَّمْ فرما کر دوسری شان بیان کی گئی اور وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ (انج) فرما کر تیسری شان بیان فرمائی گئی اور چونکہ علم قدرت، حفاظت عدل ہمارے ہی پاس مکمل و اکمل ہے اس طرح کہ ہمارا علم سب پر محیط ہماری قدرت سب پر ظاہر، ہماری حفاظت سب پر جاری ہمارا عدل سب پر قائم اس لیے وَ كُنْهٖ بِنَاحَا سَبِیْنِ۔ ہم ہی کافی ہیں سب کا حساب لینے والے کیونکہ محاسب میں چار چیزیں ضروری ہیں ۱۔ علم ۲۔ حفاظت ۳۔ قدرت ۴۔ عدل سب صحیح حساب کے لیے ان قوتوں کی ضرورت ہے کہ وہ اعمال کو جانتا بھی ہو۔ عاملین کو پہچانتا بھی ہو۔ عمل کی حفاظت بھی کر سکتا ہو، عامل کی قیامت و محشر قائم کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ وہی محاسب ہو سکتا ہے جو قادر بھی ہو عالم بھی تب ہی عدل قائم کر سکتا ہے جب ذرے ذرے کا حساب و کتاب اور وزن قائم کر سکے تو جس ذاتِ کریم علیہم و خیر کی یہ شان ہو وہی سب کا حساب لے سکتا ہے۔ قیامت کا حساب چار طرح ظاہر ہو گا ۱۔ سزا میں تعدیل ۲۔ ثواب میں تفصیل ۳۔ گناہ میں عفو ۴۔ عطا میں تصفیہ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰی وَ هٰرُونَ الْفُرْقَانَ وَ ضِیَاعًا وَ ذٰکُوْنَا الْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ هُمْ مِنْ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ۔ اور البتہ بے شک ہم نے عطا فرمایا موسیٰ اور ہارون کو اپنے محبوب کے قرآن مجید کی مثل اپنا وہ کلام جو حق و باطل کفر و ایمان، کھوٹے کھرے میں ہر طرح فرق کر دینے والا فرقان ہے اور شریعت کی وہ روشنی عطا فرمائی جو قلب و جگر عقل و دماغ کو اس طرح روشن کرنے والی ہے کہ ظلمت کفر جہالت گناہ ضلالت بے عقلی اور سفاہت حیرت کو دور کرنے مٹا کر رکھ دینے والی ہے۔ اور دینی دنیوی قانون نصیحتیں طُرُقِ حُدٰی۔ سب نجات کا ذکر پاک عطا فرمایا یہ سب کلام الہی فقط ان کے لیے مفید تھا جو ہر قسم کے شرک و کفر فسق و گناہ سے بچنے والے ہیں اس لیے کہ وہ اپنے رب کے رعب جلال مقام امرار و احترام جمال سے بن دیکھے تعارف نبوت پر ایمان لا کر غائبانہ اسی دنیا میں ڈرتے اور مرعوب رہتے

و اے ہیں یعنی ان نیک پاک لوگوں کا کفر شرک و گناہ سے بچنا ان کی ذاتی عادت یا طبعی نفیست یا اثر ماحول کی وجہ سے نہیں بلکہ فقط خوفِ الہی کی وجہ سے ہے، دنیا میں تو اپنے سچے پکے یقینی ایمان بالہد کی وجہ سے غائبانہ خشیت ربانی حیثیت کبریائی میں رہتے ہیں اور وہی لوگ قیامت کی حاضری بارگاہ سے ڈرنے والے ہیں ان کا یہ دُرُنا صرف و بدیہِ جلال ہیبت کمال سے ہے۔ باری تعالیٰ اپنے محبوب کی تسلی روحانی، صبرِ اطمینانی اور تقویتِ قلبی و سکونِ جہانی اور اُمت کے زیادتی علم، کفار کو دعوتِ فکر کے لیے۔ یہاں جو وہ انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا پہلے موسیٰ اور خرون علیہما السلام اور آپ کی توریت کا ذکر فرمایا جن وجہ سے ایک یہ کہ توریت کلامِ الہی کی کتب اربعہ میں پہلی کتاب مقدس ہے، دوم یہ کہ توریت کی شرعی تعلیم مثل تعلیم قرآن مجید بھی اگرچہ دو طرح توریت کے احکام نامکمل اور عارضی وقتی تھے مگر توریت میں صرف شریعت تھی طریقت نہ تھی نہ دعائیں اور ذکر الہی کے اسباق تھے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے زبور اور انجیل کو نازل فرمایا گیا اسی لیے حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں مگر انجیل باب ۱۰ آیت ۱۷ صفر ۱۷ یا عہد نامہ مگر قرآن مجید میں تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم جمع ہیں بلکہ ہر ایک کتنا زیادہ مناسب ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو قرآن مجید سے تعلیم دی گئی اور سابقہ اکتوں کو توریت زبور انجیل سے۔ اسی تعلیم قرآنی کی وجہ سے علماء امتی کا نبیاء و نبی اسرائیل اور اٰلِہٖم وَاٰوٰرۃُ الْاَنْبِیَآءِ کے مندرجہ ارشادات ہوئے مگر یہ کہ توریت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی مگر قرآن مجید اولین یعنی سابقہ انبیاء علیہم السلام و آخرین یعنی امت مسلمہ کے لیے ہر طرح کامل مکمل ابدی ہے سوم یہ کہ کفار مکہ کو ایمان علی القرآن کریم کی دعوت تھی کہ اے مکے کے کافرو تم بھی اور تمہارے مشیران خاص یہود و نصاریٰ جو توریت کو مانتے ہیں قرآن مجید اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ مَعٰہِدَ اِذْ کُنْتُمْ مِّبَادِلَ اَنْتُمْ لَہٗ مُنْکِرُوْنَ ۔ یہ قرآن مجید بھی تو وہی ذکرِ مبارک باعثِ برکت کثرتِ منافعتِ معاونِ اُخیارِ انعامتِ ابرارِ اَنوارِ اسرارِ مصلحِ افکارِ معادینِ علومِ نظمِ عجیبِ بلاغۃِ بدیعِ اولیٰ عقلیہ بیانِ شریعتِ خیرِ کثیرِ رحمتِ عزتِ عاقبتِ طریقت، حقیقت، معرفت کے خزانوں سے بھر پور ہے اور اس کو بھی ہم نے ہی نازل کیا ہے جس طرح کہ توریت کو ہم نے ہی نازل کیا تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ توریت ایک وقت اور ایک قوم سے خاص مگر قرآن مجید ناقیامت تمام جہان کے لیے کافۃً للناس مگر توریت

ایک اُمت کے لیے اور قرآن ساری مدت کے لیے ۲۱ تورات میں صرف ظاہری شریعت مگر قرآن مجید میں ظاہری شریعت باطنی طریقت بھی ۲۱ تورات تربیت جسمانی کے لیے، قرآن تربیت جسمانی و تعلیم روحانی کے لیے ۲۱ تورات منسوخ ہونے والی قرآن منسوخ کرنے والا۔ یعنی یہ ناسخ وہ منسوخ۔ اسے نادانواتنے فائدوں اتنی شانوں والے قرآن مجید کے تم لوگ منکر ہو رہے ہو اپنا کتنا نقصان کر رہے ہو۔ اس ذکر کے بعد پھر ابراہیم علیہ السلام پھر لوط علیہ السلام پھر نوح علیہ السلام پھر داؤد علیہ السلام پھر سلیمان علیہ السلام پھر ایوب علیہ السلام پھر اسماعیل علیہ السلام پھر ادریس علیہ السلام پھر ذی الکفل (یوشع) علیہ السلام پھر یونس علیہ السلام پھر زکریا علیہ السلام پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا۔ ان مقدس ہستیوں کے تذکرہ مبارک کی وجہ سے ہی اس سورۃ کا نام سورۃ الانبیاء رکھا گیا۔ مفسرین کے مختلف اقوال ۱۔ نَضَمَ چار قول ہیں ایک یہ کہ ہم پُل صراط سے اٹھا کر میدانِ محشر میں رکھیں گے میزانِ نبی ہوئی ہے پُل صراط کے پاس رکھی ہوئی ہے دم یہ کہ ترازو ابھی کوئی نبی ہوئی نہیں بروزِ قیامت ہی بنائی جائے گی۔ مگر پہلا قول درست ہے اس کے دلائل کثیر ہیں سوّم یہ کہ نَضَمُ فعل مضارع یعنی مستقبل ہے یعنی ہم رکھیں گے چہارم یہ کہ نَضَمُ فعل مضارع بمعنی ماضی مطلق ہے۔ یعنی ہم نے رکھ دی ہوئی ہے۔ ۲۔ موازن کے جمع اور قسط کے واحد فرمانے میں تین قول ہیں ایک یہ کہ چونکہ بروزِ قیامت ہر انسان کی ترازو علیحدہ علیحدہ ہوگی اس لیے موازن فرمایا گیا اور عمل سب کا ایک ہی درست تولنا ہوگا اس لیے قسط واحد فرمایا گیا مگر یہ قول غلط ہے کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ دوّم یہ کہ ترازو ایک ہی ہے مگر تعظیماً اور بڑائی کے اعتبار سے جمع فرمایا گیا اس تعظیمی جمع کی قرآن مجید میں اور بھی بہت سی مثالیں آیت پاک میں موجود ہیں۔ مثلاً سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹ میں ارشاد ہے۔ فَتَأْتِيهِمُ الْمَكِيدَةُ يٰهَا لَمَّا كَمْ جمع صرف ایک جبریل علیہ السلام کے لیے ارشاد ہوا اور مثلاً سورۃ المؤمنون آیت ۱۰۱ میں ارشاد ہوا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَلُمَاصِلَ الطّٰيِبٰتِ۔ یہاں صرف آقاؤ کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے مگر جمع کا لفظ اور جمع کا صیغہ ارشاد ہوا۔ اور مثلاً جسے سورۃ طلاق آیت نمبر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَقْتُمْ اٰتِئٰتِیْ وَاحِدَ فَرَارٍ طَلَقْتُمْ جمع فرمایا گیا۔ اہل ایمان کو تعلیم سمجھانے کے لیے۔ مگر یہ تعظیمی جمع اللہ تعالیٰ

کے لیے جائز نہیں وہاں تو ہر طرف وحدت ہی وحدت ہونا چاہیے جو لوگ وہابیوں کی طرح اللہ تعالیٰ وعدہ لاشریک کا بھی عام لوگوں کی طرح جمع حاضر یا جمع غائب کے صبیحوں سے ذکر کرتے ہیں وہ سب علم قرآن و حدیث سے جاہل ہیں قرآن و حدیث میں اس طرح جمع کے الفاظ کا اللہ تعالیٰ کے لیے کہیں ثبوت نہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ رب تعالیٰ کی کون تعظیم کرے گا مگر کسی نبی علیہ السلام کی زبان مقدس پر کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے اَنْتُمْ یَا اَنْکُمْ یَا اَنْھُمْ جمع کے صیغہ و ضائر اگر یہ جمع اللہ تعالیٰ کے لیے بھی جائز ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام کبھی بھی واحد کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ بولتے۔ معلوم ان جہلاء دیابنہ و وہابیہ کو کس شیطان نے یہ گستاخی توحید باری تعالیٰ سکھا دی جو انبیاء کرام علیہم السلام کی قولی و فعلی تعظیم کے سراسر خلاف ہے۔ یہ لوگ زبان سے توحید کی رٹ لگاتے ہیں اور بڑے دعوے سے توحید پرستی کے نعرے لگاتے ہیں مگر ظاہر اس قسم کے جمع کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے لیے بول کر منکر توحید ہوتے ہیں۔ مؤازین کے بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ اپنی جزئیت کی تعداد کے اعتبار سے جمع فرمایا گیا ہے نہ کہ عددی کلتی اعتبار سے یعنی جس طرح ایک شلوار کو سر اوپل سر والہ کی جمع کا لفظ دیا جاتا ہے اسی طرح ایک میزان کو اُس کے پلڑوں۔ اس کی ڈنڈی اس کی درمیانی گھنڈی (لسان) کے اعتبار سے مؤازین جمع فرمایا گیا ہے اور قسط کو واحد فرماتا ترازو کی عددی وحدت بتانے سمجھانے کے لیے ہے۔ یہ قول سب میں زیادہ درست ہے۔ لَمْ یَجْعَلْ لِّقِیَاسَہٗ میں چار قول ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد یَوْمِ الْقِیَامَةِ ہے یعنی قیامت والوں کے لیے یہ ترازو قائم ہوگی دوم یہ کہ بعض نے لکھا ہے۔ لَمْ یَجْعَلْ لِّقِیَاسَہٗ سوم یہ کہ بعض نے فرمایا۔ یہاں لام بمعنی فی ہے یعنی قیامت کے دن میں شروع سے آخر تک یہ ترازو رکھی رہے گی تاکہ پہلے یہ ترازو سب لوگ دیکھتے رہیں ڈرتے رہیں اور آخر میں وزن اعمال ہر چہازم یہ کہ بعض نے فرمایا کہ یہ لام اپنے ہی معنی میں ہے یعنی قیامت کے لیے ترازو رکھی جائے گی اس طرح کہ قیامت کا مقصد حساب و کتاب اور حساب و کتاب کی تکمیل ترازو سے ہے مُثَقَّالِ حَبَّةٍ مِّنْ قَوْلٍ میں ایک یہ کہ حَبَّةٌ کا معنی رائی کا دانہ دوم یہ کہ اس کا معنی رتی بھر سوم یہ کہ یہ عبارت تمثیل ہے بہت مختصر چیز کی۔ ۵ لَفْظِ قِطْعٍ میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ

ایک تمثیل ہے انصاف اور عدل کی اصل ترازو اور اس کا تولنا مراد نہیں یہ قول قطعاً غلط ہے اسی قول کا سہارا لے کر بعض گمراہوں نے ترازو کے وجود کا ہی انکار کر دیا (معاذ اللہ) دوم یہ کہ لفظ قسط مبالغہ ہے جیسے کہ لفظ عدل علول کا مبالغہ ہے۔ اس قول میں قسط کا معنی ہے مرقا قسط سوم یہ کہ اصل ترازو ہی مراد ہے اور قسط کا معنی ہے کبھی خراب اور غلط نہ ہونے والی نہ کی جاسکنے والی ہمیشہ درست اور صحیح نکل آنے والی مثلاً فرقان میں چاروں ہیں۔ ایک کہ فرقان کا معنی ہے پہلے جوڑے ربوہ ی فرق بتانے والا دوم یہ کہ فرقان کا معنی ہے کلمت موحی و ہارون علیہما السلام اور قوم فرعون و نعرعون میں بذریعہ نجات مومنین اور غرق کفار فرق بتانے والی کرتے والی مد نصرت سوم یہ کہ شبہات سے نکال کر یقینیت میں رکھنے والا شکوک و اہل یقین کو علیحدہ کر دینا چوتھی شریعت چہارم یہ کہ دلائل توحید میان قراقرز کو کشانہ والا کلام الہی یعنی توحید مقصد و فیض میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ بعض نے فرمایا یہاں غیباؤں سے مراد ظاہری اشکوکوں میں عقل و فہم کی چمک پیدا کرنے والی۔ دوم یہ کہ بعض نے فرمایا۔ باطنی روحانی روشنی۔ ۵۔ حاسبین۔ میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جن کی ایک بھی نیکی زیادہ وہ جنتی جن کی ایک بھی بدی زیادہ جہنمی جن کی دونوں برابر وہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ سوم یہ کہ جن کی نیکی بدی دونوں برابر ہوں گی ان کی شفاعت ہوگی۔ یہ معنی بیان فرمایا گیا ہے۔ وَكَفَىٰ بِنَاحَاسِينَ۔ کا ۹ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔ میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ ہر وقت اپنے رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والے دوم یہ کہ خلوت و تنہائی میں اپنے رب تعالیٰ سے ڈرنے والے سوم یہ کہ رب تعالیٰ کو بنا دیکھے ہر وقت ہر حال میں خلوت و جلوت میں ڈرنے والے مثلاً ذکر آئیں چار قول ہیں ایک یہ کہ بعض نے فرمایا کہ ذکر کا معنی ہے شریعت و طریقت کا مکمل مجموعہ یہ خصوصیت کتب اربعہ میں صرف قرآن مجید کو حاصل ہے۔ دوم یہ کہ ذکر آسے مراد تمام انبیاء علیہم السلام کے تاریخی تبلیغی حالات کیفیات ہیں۔ سوم یہ کہ اس سے مراد خیر برکت رحمت رافت و عافیت ہے۔ چہارم یہ ذکر سے مراد نصیحت قانون دینی دنیوی اسلامی طریقے ہیں۔

فائدے | ان آیت پاک سے مسلمانوں کو چند فائدے دے جاتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ یہاں مسلمانوں کو مومن و کافر کا فرق بتایا جا رہا ہے کہ مومن غیب پر ایمان لاتا ہے اور کافر مشاہدے کا مطالبہ کرتا ہے اس لیے مومن کو بشارت ہے کافر کو نذارت ہے۔ یہ فائدہ۔ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ۔ اور آفَ أَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ۔ فہم نے حاصل ہوا جس سے کافر و مومن کا فرق ظاہر ہوا۔ تاکہ مومن لوگ کافروں کی علامات سے بچیں اور کفار مومن کی نشانیاں اختیار کریں۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دو قسم کا ہے

۱۔ خوفِ بالغیب ۲۔ خوفِ بالشیئہ ۳۔ خوفِ مومن کا ایمان بھی بالغیب اور خوف و خشیت بھی بالغیب اس لیے مقبول بارگاہ ہے لیکن کافر مانتا ہے دیکھ کر اور ڈرتا ہے شایدہ کر کے اس لیے اس خوفِ الہی کے باوجود مردود رہتا ہے۔ دیکھو ابلیس نے میدانِ بدر میں فرشتوں کو دیکھ کر کہا تھائی اَخَافُ اللہ یعنی میں اللہ سے ڈرتا ہوں (سورۃ انفال آیت ۲۵) مگر پھر بھی ملعون ہی رہا اس سے ثابت ہوا کہ خوف و خشیت وہی معتبر و محبوب ہے جو بالغیب ہو۔ یہ فائدہ یَحْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ۔ فرماتے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ دنیا میں مسلمان کو بہت ہی احتیاط سے زندگی گزارنا چاہیے۔ ہر کام ہر کلام بلکہ ہر قدم ہر نظر ہر سمع ہر بصر میں احتیاط چاہیے کیونکہ ذرے ذرے کا حساب ہے۔ دنیا کی لا پرواہی بے احتیاطی قیامت میں مصیبت ڈال دے گی یہ فائدہ۔ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ اَنْثَىٰ بِهَا سے حاصل ہوا۔ احتیاط کے لیے ضروری ہے کہ ہر بری محفل اور ہر بری کتاب سے بچے جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ذرا بھڑکے وہی مردود و خبیث ہے اور اس کی کتاب زہرا ایمان ہے اگرچہ وہ دیوانہ کوئی اپنا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احتیاط کی عادت اور محتاط زندگی عطا فرمائے۔ بروں اور بروں کی کتابوں محفلوں سے بچنا بھی خشیتِ الہی کی ایک قسم ہے۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ معتزلی فرقہ لکھتا ہے کہ باری تعالیٰ بھی اگر کسی کے لیے موازینِ قسط قائم نہ فرمائے تو یہ اس کی جانب سے ظلم ہوگا۔ (معاذ اللہ) لیکن اہل سنت جماعت فقہاء علما فرماتے ہیں کہ موازینِ قسط اور حساب و کتاب کا قائم فرمانا رب تعالیٰ کی محض شفقت و کرم ہے کہ اُس نے بندوں کی فقط تسلی کے لیے عدل کی ترازو قائم فرمائی ہے اگر نہ قائم فرماتا تب بھی اُس کی جانب سے ظلم نہ ہوتا، کیونکہ ظلم وہ ہوتا ہے جو کسی غیر کی ملکیت میں اُس کی اجازت کے بغیر تصرف کیا جائے اور غیر کی چیز میں دخل اندازی کی جائے۔ بارگاہِ قدس میں یہ بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ تو ازلِ قدیم سے ابدِ عظیم تک ہر چیز ہر مخلوق کا ہر اعتبار سے کُل مالک ہے۔ انسانوں کی اپنی اشیاء پر ملکیت عارضی جُزئی اور فانی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ کسی قسم کا بھی معاملہ فرمانا ظلم نہیں اس کو ظلم کہنا گمراہی و جہالت ہے یہ مسئلہ۔ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا فرماتے سے مستنبط

ہو۔ نیز ان گمراہوں کو یہ سمجھ نہیں کہ ظلم ہوتا ہے جہالت کی وجہ سے اور جہالت ہوتی ہے
سفاہت سے اور سفاہت ہوتی ہے حماقت سے اور حماقت محتاجی سے اور محتاجی
عیاد میں ہوتی چکے معبود میں اور اللہ تعالیٰ کے لیے معبودیت واجب ہے جہاں معبودیت
اور الہیت ہو وہاں محتاجی محال بالذات ہے اور محال نامکن چیز ہو سکتی ہی نہیں۔ محتاجی
نہیں تو حماقت نہیں حماقت محال تو سفاہت محال اور جب سفاہت نامکن تو ظلم نامکن بالذات (امام
رازی) تو گو یا اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کو منسوب کرنا اُس کی الہیت کا انکار ہے۔ اور جس طرح
الہیت کا منکر کافر ہے اسی طرح رب تعالیٰ کو ظالم کہنا اور سمجھنا بھی کفر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے
کوئی ایسا لفظ استعمال کرتا جو ظلم کے معنی میں ہو وہ بھی کفر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کو بخیل کہنا
اور اس طرح کے اشعار بنانے کہ: سہدر سے ملے پیالے کو شبنم یا بخیل ہے یہ رزاقی نہیں ہے بلکہ
کفر یہ گستاخی ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ حیاتِ دنیوی میں سب سے اہم کام ترازو درست کرنا ہے
یہ درست ہو تو عدلِ عظیم ہے ترازو غلط ہو تو ظلمِ عظیم ہے۔ قوم ہو د پر اسی ظلم کا عذاب آیا
تھا۔ باری تعالیٰ باوجود مالکِ حقیقی خالقِ قدیمی ہونے کے اول سے آخر تک ازل سے اب تک
میزانِ عدل قائم فرماتا ہے تاکہ اُس کے بندے میزانِ ظلم سے باز رہیں۔ میزانِ عدل اصلاح فی
الأرض ہے اور میزانِ ظلم فساد فی الأرض ہے۔ یہ مسئلہ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ فَرَمَانِے سے
مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ دینی اشیاء ہوں یا دنیوی حساب کرنے والے کے لیے تین چیزیں
ضروری ہیں: ۱۔ قوتِ علم ۲۔ قوتِ حفظ ۳۔ قوتِ عدل اگر ایک چیز بھی نہ ہو تو حساب درست
نہیں ہو سکتا۔ حساب کی غلطی ظلم کا دروازہ ہے۔ اس لیے عدالت کی کرسی پر جیلا کو بٹھانا
ناگزیر حرام ہے۔ علم کے لیے قوتِ حفظ ضروری اور قوتِ حفظ کے لیے تقویٰ ضروری
اس لیے کہ: فَإِنَّ الْيُتْلَمَ نُورٌ مِّنْ إِلَهِ بِذَاتِ الثُّنَى وَيُعْطَى بَعَا مِیں۔ یعنی علم
اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور نورِ شقی کو ملتا ہے نہ کہ عاصی قاصق گناہوں والے کو یہ مسئلہ
وَكُنْ بِمَا حَاسِبِينَ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں
اعتراضات فرمایا مَوَازِينَ۔ میزان کی جمع۔ اور سورۃ رحمن آیت ۲ میں ارشاد
ہو: وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ۔ میزان واحد، حالانکہ دونوں جگہ آسمانی ترازو
ہی مراد ہے پھر یہ فرق کیوں؟ نیز یہاں لفظ قسط واحد ہی ہے نہ کہ اقسط جمع۔ مَوَازِينَ

جمع کے لیے واحد لفظ کو صفت کیوں بتایا گیا؟ جواب۔ اس کے دو جواب دئے گئے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ میں آسمانی ترازو قیامت والی مراد ہے اور وہاں سورۃ رحمن کی آیت ۲۷ وَنَضَعُ الْمِيزَانَ میں وہ زمینی ترازو مراد ہے۔ جو انسانوں کو دی گئی۔ اس لیے کہ آگے ارشاد ہوا۔ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ۔ یعنی اے بندوہم تم نے اس لیے تم کو ترازو دی تاکہ تم ترازو کے ذریعے زمین پر حق و انصاف قائم کر کے اصلاح زمین کرو اور ترازو میں بددیانتی سے اعتدالی کا ظلم نہ کرو نہ، تو نے دو۔ اس جواب کے اعتبار سے نَضَعُ الْمَوَازِينَ اور وَنَضَعُ الْمِيزَانَ کی عدم مطابقت کا اعتراض نہیں پڑتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض نے فرمایا، دونوں جگہ آسمانی ترازو ہی مراد ہے جو میدانِ محشر میں رکھی جائے گی مگر یہاں باعتبارِ عمل اس ایک کو ہی جمع فرمایا گیا یعنی میزان بمعنی تولنا اور چونکہ تولنا بار بار ہوگا اور ہر ایک کا ہوگا اس لیے موازین جمع فرمایا گیا۔ اور وہاں باعتبارِ عدد اس کو واحد میزان فرمایا گیا یعنی عدداً جہماً ذاتاً وجوداً ایک ہی ہے۔ اور اگلی عبارت اَلَّا تَطْغَوْا کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آسمانی میزانِ عدل اور موازینِ قسط اس لیے قائم فرمائی تاکہ اے بندوہم اس سے ڈر کر دنیا کی اپنی اپنی ترازو درست رکھو غلط نہ کرو۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا تَطْلُمُ نَفْسٌ شَيْئاً۔ یعنی ہم قیامت میں عدل والی ترازو لا رکھیں گے کہ کسی شخص کا ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ کفار کا بھی حساب ہوگا لیکن سورۃ کہف کی آیت ۷۵ میں ارشاد ہے۔ فَلَا يُقِيمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزْنًا۔ یعنی ہم ان کفار کے لیے قیامت کے دن وزن قائم نہ کریں گے یہ تضاد بیانی معلوم ہوتی ہے اس کا حل کیا ہے؟ جواب، یہ تضاد بیانی نہیں صرف معترض کی سمجھ کی کمزوری ہے۔ تضاد تب ہوتا جب مثبت و منفی اور ثبوت و نفی کی دونوں آیتوں میں ایک جیسے الفاظ ہوتے اور دونوں جگہ صاف لفظوں میں کفار کا ذکر ہوتا حالانکہ یہاں دونوں جگہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں موازین ہے اور وہاں وَزْنًا۔ یہاں نفس ہے وہاں لَهُمْ ہے۔ مفسرین نے اس کی وضاحت دو طرح کی ہے اور دونوں آیتوں کا معنی مطلب بیان فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ کفار کے اعمال کا وزن بالکل نہ کیا جائے گا اس لیے کہ کفار کے پاس کوئی نیکی ہی نہ ہوگی دنیا میں جو اچھے کام کفار کر لیتے ہیں ان کو نیکی نہیں کہا جاتا۔ شرعی اصطلاح میں نیکی صرف اس کام کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے

اللہ تعالیٰ کے دین کے مطابق کیا جائے۔ اچھا کام وہ ہوتا ہے جو دنیوی عقل و فکر میں پسندیدہ ہو۔ نیکی کی جزا آخرت میں اور اچھائی کا بدلہ دنیا میں ہی۔ کفار کو ان کی اچھائیوں کا بدلہ دنیا میں ہی صحت، دولت، عزت حکومت کامیابی، شہرت کی شکل میں دیدیا جاتا ہے۔ اور چونکہ قیامت کی ترازو میں عمل کو عمل سے تولایا جائے گا نہ کہ باٹوں پتھروں سے تو چونکہ کفار کے پاس نیکی کے پتے میں رکھنے کے لیے کچھ نہیں لہذا ان کا وزن نہ کیا جائے گا۔ یہی معنی ہے **فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا**۔ کا یعنی یہ ترازو ان کے لیے نہیں اور یہاں نفس میں وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس دونوں پٹروں میں رکھنے کے لیے نیکیاں بھی ہیں بیاں بھی عدل بھی ہے ظلم بھی اعمال کفار کا حساب و کتاب تو ہوگا وزن نہ ہوگا اس جواب میں یہاں لفظ **نَفْسٌ** مکرہ عام مخصوص النقص ہے یعنی قیامت کی ترازو صرف ان عام انسانوں جنوں کے لیے قائم کی جائے گی جن کے اعمال میں دونوں قسم کے کام ہیں۔ اس کے جواب میں بعض مفسرین نے یہ فرمایا کہ کفار کے تمام اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ نفس میں کفار و فاسق سب شامل ہیں۔ مگر کفار کے اچھے اعمال مثل گندی روٹی یا گھن شدہ لکڑی کے ان میں بوجھ اور وزن نہ ہوگا بلکہ **صَبًا مَشْوَرًا** باطل ہلکے پھلکے خفت موازینہ ہوں گے اس وجہ سے ان کی کوئی عزت اکرام نذر نہ ہوگی۔ اس جواب کے مطابق **نَفْسٌ** سے ہر کافر مومن کی جان مراد ہے اور **فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ** میں تو نے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ہم قیامت میں کفار کے اعمال کی کچھ قدر نہ کریں گے۔ **وَزْنًا** سے مراد قدر و منزلت ہے۔ لفظ وزن بہت جگہ استعمال ہوتا ہے مثلاً چیز کا وزن بات کا وزن، شعر کا وزن، لفظ وزن مشترک ہے چند معنی ہیں ۱۔ بمعنی بوجھ ۲۔ بمعنی مدلل ۳۔ بمعنی درست وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت **فَلَا نُقِيمُ** میں وزن بمعنی عزت قدر منزلت ہے اور جس طرح گھن شدہ لکڑی یا کسری زدہ دانوں میں نہ وزن ہوتا ہے نہ اس کی کوئی عزت و قیمت ہوتی ہے نہ وہ کسی کے لیے مفید اسی طرح کفار کے اچھے اعمال کا نہ وزن اور بوجھ یا ثقل ہوگا اور اسی وجہ سے نہ ان کی کچھ عزت ہوگی نہ قدر و قیمت نہ وہ کسی کے لیے مفید نہ خود کفار کے لیے نہ ان کے دنیوی ظلم کے شکار مظلومین کے لیے۔ لہذا اگرچہ تو لے جائیں گے مگر کسی کو اور ان کو فائدہ نہ دے سکیں گے بلکہ مزید رموا کریں گے۔ ہاں کفر اور ایمان کو تولانا جائے گا کیونکہ ان کے ساتھ دوسرے پتے میں رکھنے کے لیے کچھ موجود نہ ہوگا غرض کہ یہ میزان قیامت صرف اعمال تو نے کے لیے ہے کیونکہ اچھے برے اعمال تو ایک شخص میں جمع ہو

سکتے ہیں مگر کفر و ایمان ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتے۔ تفسیر اعتراض۔ موازن اور میزان کوئی حقیقی ترازو نہیں ہے یہ صرف عدل کی ایک تمثیل ہے اور نہ ہی قیامت میں عمل تو لے کے لیے ترازو لانے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کوئی دکاندار نہیں جو ترازو میں لے کر بیٹھے۔ نیز یہ کہ قیامت میں عمل تو لے کا فائدہ نہیں ہے اس لیے کہ اہل ایمان تو بغیر تولے بھی رب تعالیٰ کے ہر فیصلے پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں مگر کفار ہر بات میں ہی شک و انکار پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ قیامت میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ ترازو غلط تول رہی ہے ہمارے بھاری اعمال کو بھی ہلکا بتا رہی ہے اور اوپر اٹھا رہی ہے۔ دینچری گمراہ فرقہ (جواب۔ میزان قیامت ایک حقیقت واقعی ہے اس کا وجود موجود ہے پیدا ہو چکی ہے پھر اس کے پاس رکھی ہوئی ہے بروز قیامت میدانِ محشر میں لاٹی جائے گی بعض نے فرمایا کہ وہیں رکھی رہے گی صرف ظاہر کر دی جائے گی قرآن مجید کی ان آیات کے علاوہ متعدد احادیث مقدسات میں اس کی تفصیل اور ذکر موجود ہے۔ چنانچہ ایک حدیث پاک امام مبارک نے اپنی کتاب اللہ حدیث میں اور محدث اجمری نے اپنی کتاب التشریعت میں روایت فرمائی عن سلمان و عن ابن عباس کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میزان موجود ہے اس کے دو پلڑے ایک ڈنڈی ایک لسان (پکڑنے کی گھنٹی) ہے۔ حدیث دوم، امام محدث ابن مردودہ عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی پاک نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک ترازو پیدا فرمائی ہے جس کے پلڑے آسمان و زمین کے برابر ہیں۔ حدیث سوم، امام بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی (حدیث جبریل) آسنے والے نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کیا ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہے کہ ایمان لائے تو اللہ اور فرشتوں اور انبیاء و رسولوں پر اور جنت دوزخ میزان پر اس حدیث مقدس سے ثابت ہوا کہ میزان قیامت پر ایمان لانا اتنا ہی فروری ہے جتنا اللہ رسول پر اور میزان کا منکر اسی طرح کافر ہے جس طرح اللہ رسول کا منکر کیونکہ ایمانیات کی فہرست میں ایک ہی جگہ ان سب کا ذکر فرمایا گیا یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف ص ۱۸ پر بھی منقول ہے یہ حدیث شریف بحوالہ مشکوٰۃ بخاری میں بھی ہے مگر وہاں جنت دوزخ میزان کا ذکر نہیں ہے ہم نے یہ حدیث شریف تفسیر مظہری دی ہی جگہ سے نقل کی۔ حدیث چہارم۔ متدرک حاکم نے عن سلمان روایت فرمایا کہ آقا و کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اتنی بڑی ترازو رکھی جائے گی جو آسمانوں

اور زمینوں کو توڑنے کی وسعت رکھتی ہے۔ حدیث پنجم۔ ترمذی شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں شفاعت کے لیے بروترقیامت آپ کو کہاں تلاش کروں فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اَوَّلًا پھر اطر پر وہاں نہ ملوں تو میزان قسط کے پاس وہاں نہ ملوں تو حوض کوثر کے پاس، حدیث ششم محدث بہیقی اور حاکم نے روایت فرمایا۔ اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ قیامت میں آپ کو کہاں تلاش کروں آپ نے فرمایا تین جگہ اطر پر میزان کے پاس، حوض کے پاس، حدیث ہفتم۔ امام بغوی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے مولیٰ تعالیٰ مجھ کو میزان قیامت کا دیدار کرا دے، دعا قبول ہوئی جب میزان کی لمبائی چوڑائی اور پڑوں کی گولائی دیکھی تو غش کھل گئے جب ہوش آیا تو عرض کیا مولیٰ کون بندہ اتنی نیکیاں کر سکتا ہے جو یہ پڑا بھر سکے رب تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد جس بندے نے مجھ کو دنیا میں راضی کیا ہوگا تو میں اپنے فضل سے اُسکے پلڑے کو ثمرات اعمال سے بھر دوں گا اور بھی بہت احادیث مبارکہ ثبوت میزان میں وارد ہیں اتنے واضح دلائل آیت و احادیث کے ہوتے ہوئے اس کو محض تمہیل کہہ دینا جہالت ہے رہا یہ کہنا کہ کفار پھر بھی کہیں گے کہ یہ ترازو غلط ہے، تو یہ ایک شیطانی وہم ہے وہاں ایسا کوئی نہ کہہ سکے گا اور پھر تو آپ اسی وہم کی بنا پر روز قیامت کے حساب و کتاب کا بھی انکار کر سکتے ہو کہ اُس کی بھی کوئی ضرورت نہیں مومنین تو ویسے ہی مانتے ہیں کفار وہاں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حساب غلط ہے مگر اہوں کو ابیسی و مولیٰ سے تو کبھی نجات مل سکتی ہی نہیں۔ نیز پھر تو دنیا کی ترازوؤں پر بھی اعتراض ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہر عقل والا جانتا ہے کہ ترازو کی صرف دکاندار کو ہی ضرورت نہیں، ہوتی ترازو کی تو ہر عدالت میں ضرورت ہوتی ہے بشرطیکہ توڑنے کے لائق اشیاء ہوں رب تعالیٰ کا میزان قسط قائم فرمانا اپنے عدل و فضل عفو و کرم کو ظاہر کرنے کے لیے ہے تاکہ ایمان کی شان اور کفر کی ذلت معلوم ہو۔

وَلَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا
تفسیر صوفیانہ | اُن گان مِسْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكُنَّا بِهَا حَبِيبِينَ
اے عالم رنگ و بو میں رہنے والوں ہم کہتے ہیں اس کائنات میں میزان تفصیل میزان

تقریبی میزان تعدیل کی ترازو میں اور موازن، اس طرح کہ اسی اہل فضیلت کے لیے میزان فضل قائم ہوگی جو اس کا مستحق ہو۔ اسی کو ظاہر فرماتے ہوئے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۵۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**۔ اسی عدل کے لیے عالم ازل میں ہم نے موازن قسط بنائی اور اہل فرقت کے لیے عالم حیات میں میزان تفریق و فرقان رکھی اور اہل قیامت کے لیے میزان اعمال عالم ابد میں قائم کریں گے۔ یہ ہی ہیں موازن قسط کہ غیر مستحق کو بلا استحقاق کچھ نہ مل سکے اور کسی شخصیت پر کسی مقام ظاہر و باطن، سر و اسرار میں کمی بیشی کا ظلم نہ ہو نہ ہوگا اور اگر کسی کے حبیب قلب میں علم یا جہالت کا ذرہ ناچیز بھی ہوگا تو ہم اس کو آشکار کر دیں گے وہاں پردہ پوشی نہ فرمائیں گے کیونکہ پردہ پوشی عالم ناموتی میں ہوتی ہے نہ کہ عالم لاہوتی میں اور ہم ہی علم قدیم۔ حفظ کثیر، اور قوت شدید عدل عظیم و خبر کبیر کے مالک ابدی ازل ہی اس لئے و کفٰی بنا کر ہیں۔ پوری کائنات مخلوق کا حساب کرنے کے لیے کافی ہیں۔ یہ زندگی نوم سے موت بیداری ہے یہاں کافرین مد ہوش ہیں فاسقین نیند میں سب موت پر جاگیں گے پھر پتہ لگے گا کہ میزان عدل کیا ہے۔ اکابر موفیا فرماتے ہیں کہ دنیا میں آٹھ قسم کی میزان ظاہری ہیں اور آٹھ قسم کی میزان باطنی ہیں۔ میزان ریاضت، میزان مراقبہ، میزان اعتبارات، میزان مقامات، میزان محاضرات، میزان معنیات، میزان معاملات، میزان حقیقت اور نوعی کی میزان محشر ہیں موازن باطنی کے پڑے طریقت و شریعت ہیں ان کی لسان علم الیقین ہے ان کی ڈنڈی عدل ہے اس کی تقسیم کرم ہے۔ ظاہری ترازو یہ ہیں۔ میزان نفس، میزان روح، میزان قلب، میزان معرفت، میزان اسرار، میزان اسخاط و نارضکیوں والی، میزان رضاء، موازن حشر یہ ہیں۔ میزان شرافت، میزان لطف، میزان نور، میزان سرور، میزان وصول، میزان قبول، میزان قرب، میزان اخلاص، میزان صدق، ترازو نفس کے پڑے شریعت کے احکام امر اور نہی ہیں۔ ترازو روح کے پڑے ثواب اور عقاب ہیں ترازو قلب کے پڑے وعدہ و وعید پر ایمان لانا ہے ترازو عقل کے پڑے توحید و شرک ہے ترازو معرفت کے پڑے انوار و اخبار ہیں۔ ترازو اسرار کے پڑے صرب اور طلب ہیں ترازو اسخاط کے پڑے نیکی اور بدی ہیں۔ میزان رضاء کے پڑے ریاضت و مجاہدہ ہیں۔ جس نے دنیا میں اپنے نفس کا وزن کیا ریاضت کی میزان

میں اور قلب کا وزن کیا مرا تیبہ کی میزان میں اور عقل کا وزن کیا اعتبارات کی میزان میں اور روح کا وزن کیا مقامات کی میزان میں اور ضمیر سری کا وزن کیا محضرات کی میزان میں۔ اور شعور کا وزن کیا مطالعہ مغیبات کی میزان میں اور صورت کا وزن کیا حقیقت کی میزان میں سیرت کا وزن کیا معاملات کی میزان میں، توکل بروز قیامت میں ایسے بندے کا نفس تولا جائے گا میزان شرافت میں، قلب تولا جائے گا میزان نطف میں عقل تولا جائے گا میزان نور میں روح تولا جائے گا میزان سرور میں شعور تولا جائے گا میزان وصول میں۔ صورت تولا جائے گا میزان قبول میں سیرت تولا جائے گا میزان قرب میں۔ اعمال تولا جائے گا میزان اخلاص میں سچائی تولا جائے گی میزان صدق میں۔ مَن تَقُلْتُ مَوَازِينَهُ جس خوش قسمت بندے کے وزن بڑھ جائے گا تو اس کے نفس کو فراق سے امن کی جزا ملے گی قلب کو مشاہدہ شرف کی جزا اسرارِ مخفی کے خزانوں سے ملے گی اور اس کی عقل کو مطالعہ صفات کی جزا ملے گی اور اس کی روح کو کشف انوار ذات کی جزا ملے گی، اور اس کے شعور کو ادراک اسرارِ قدسیا کی جزا ملے گی، اور اس کی صورت کو مجالس وصل میں بیٹھنے کی جزا ملے گی۔ اور اس کی سیرت کو قربِ ابدی کی جزا ملے گی۔ صرف نیت خالص کی عبادت پسندیدہ ہے ورنہ یہ مغز کے چھدکا ہے۔ اسے بندے سچائی کی کوشش کرتا کہ تیری ہر سانس سے سورج کی روشنی نکلے کیونکہ جھوٹ سے چہرہ سیاہ ہو گا تو صبحِ محشر میں میزانِ صدق کے لائق نہ ہو گا جس کے اعمالِ محبتِ ریا سے مصحوب ہوں وہ مقبول نہ ہوں گے۔ عبادتِ آپِ زہر ہے اس کو غرور کی کچھڑ نحر کی گندگی میں نہ ڈال کیونکہ پھر صرافِ دانا اس کا خریدار نہ بنے گا جس کے احوال جبرانیوں پریشانیوں و ہموں میں ملوث ہوتے ہیں ان کو رفعتِ شانِ مبشر نہیں ہوتی اسے بندے اپنے احوال کو دل کی جبرانیوں اور دھموں سے علیحدہ کر عملِ خالص سے توفیق کو خالص کر اگر تو چاہتا ہے کہ قیمتی معنی والا ہو جائے تو پاکیزہ ترازو میں اپنی حالت کا وزن کر۔ جب تیری ترازو میں ٹیڑھ اور دغا بازی ہوگی تو پھر تو جزاءِ راست کا طالب و خواہش مزرِ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اعمال کے لیے وزنی ہونا ضروری ہے پہلا عمل ذکرِ لسان ہے دوسرا عمل ذکرِ جہان یعنی ذکرِ قلبی، ذکرِ لسان چابی ہے ذکرِ قلبی کی ذکرِ قلبی خزانہِ ایمان ہے۔ ذکرِ لسان میں سب سے اعلیٰ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔ اس کے لیے ارشادِ نبوی ہے: کَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ

جَبِيَّتَانِ إِلَى الْوَحْمَانِ۔ اس لیے کہ ان کلمات میں صفاتِ تعلیہ سے بھی مدح ہے اور صفاتِ تہوہ سے بھی۔ سُجَّانُ صفتِ تعلیہ سے تنزیہ ہے اور بِحَمْدِهِ صفاتِ تہوہ ہیں۔ دوسری حدیثِ مقدس میں ہے کہ تسبیح سے آدمی میزان بھر جائے گی اور الحمد للہ سے باقی آدمی اس طرح صرف ان کُتَّان سے پوری میزان بھر جائے گی۔ اس سے بھی اعلیٰ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ اگر ساتوں آسمان ساتوں زمین اور ان میں رہنے والی سب مخلوق ایک پلڑے میں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک پلڑے میں رکھا جائے تو یہ کلمہ بھاری ہو جائے۔ کیونکہ یہ عمل نہیں بلکہ ایمان ہے اسی لیے ایمان کا وزن نہیں ہوگا اس لیے کہ اس کے مقابل کوئی عمل نہیں آسکتا، تو کس سے تولا جائے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اس کی مثل تو کوئی شے ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کفر و ایمان کا وزن نہ کیا جائے گا۔ اس لیے کہ کفر کے شرکی مثل اور ایمان کے خیر کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور قیامت کا وزن مثلیت میں ہوگا اور مثلیت صرف اعمالِ جوارح میں ہے۔ اعمالِ جوارح سات قسم کے ہیں ۱۔ اعمالِ سمیع ۲۔ اعمالِ بصر ۳۔ اعمالِ ید (ہاتھوں کے) ۴۔ اعمالِ رجل (پروں کے) ۵۔ اعمالِ بطن ۶۔ اعمالِ فرج ۷۔ اعمالِ لسان۔ یہ اعمالِ ظاہری ہیں ان کے خیر کو ان کے شر سے تولا جائے گا میزانِ محسوسی میں۔ اعمالِ باطنی بھی سات قسم کے ہیں ۱۔ اعمالِ عقل یعنی خیالاتِ حق و باطل ۲۔ اعمالِ قلب یعنی عقائدِ حق و باطل ۳۔ اعمالِ صدری یعنی تصوراتِ حق و باطل۔ ۴۔ اعمالِ شعور یعنی تفکراتِ حق و باطل ۵۔ اعمالِ مزاج یعنی ارادہٗ حق و باطل ۶۔ اعمالِ طبعی یعنی عاداتِ حق و باطل ۷۔ اعمالِ شخصی یعنی مروجاتِ حق و باطل۔ ان کو میزانِ معنوی و حکمی میں تولا جائے گا غرض کہ اعمالِ محسوسی کو میزانِ محسوسی میں اور اعمالِ معنوی کو میزانِ معنوی میں ہر چیز کا مقابلہ اس کی مثل سے کیا جائے گا ذکر کی چار قسمیں ہیں ۱۔ ذکرِ لسان ۲۔ ذکرِ جہان ۳۔ ذکرِ خفی ۴۔ ذکرِ سری۔ ذکرِ خفی و سری تو حیدِ حقیقی و باطنی ہے ان کو کراما کا تبیین بھی نہیں جانتے اسی لیے یہ میزانِ صوری میں نہ تولے جائیں گے نہ یہ مکتوب نہ ان کا کوئی مثل لہذا نہ ان کا میزان میں دخول۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ۔ آخرت کی موازنِ قسط سے پہلے ہم نے موسیٰ و ہارون کو حقیقتِ اصلہ کا فرقان طریقہ معرفت کی ضیاء اور شریعتِ ظاہری کا ذکر عطا فرمایا تاکہ راہِ ناموتی کے بیابان

حیات میں چلنے والے موازینِ حشر کی تیاری کر لیں۔ یہ تمہیں نعمتیں اُن سالکینِ حقیقت کے لیے دی گئیں ہیں جو متقین یقین اور پرہیزگار اِن امین ہیں کہ ہر ممنوعہ سے بچنے والے ہیں یہی وہ مسعودین مقبولین جو خلوتِ مراقبہ کے غیب میں بھی اپنے رب کی ہیبتِ جلال و وقار کمال و حرمتِ بیزوال سلطنت بے مثال کی خشیت و رعب میں زندہ ترسے والے ہیں اور وہی متقین محبوبین جلوہ بار گاہِ قدس میں حاضری کی ساعت پر جبر و جلال سے ڈرنے والے ہیں نہ امتِ نقصانِ عمل سے بھجکے والے ہیں۔ اصطلاحِ صوفیاء میں فرقان وہ نور ہے جو ظاہر ہو کر اشیاءِ حق اور اشیاءِ باطل میں فرق کر دے اور وہ روشنیِ ایمانی ہے جو خالق و مخلوق، حادث و قدیم، واجب و ممکن میں فرق بتائے اس نور کو رب تعالیٰ امانت فرماتا ہے بندگانِ مخلصین کے قلوبِ مودرین و مطہرین میں یہ شخصیاتِ انبیاءِ اولیاء کا گروہ مقدس ہے اور یہ نورِ فرقانی اُن علماءِ مجتہدین کے سینوں فیضِ گنجینوں میں داخل کیا جاتا ہے جو علومِ شریعت کی تکرار میں حیاتِ ناموتی فانی کو وقت کر دیتے ہیں اس لیے کہ علومِ شریعت کی تکرار کے بغیر کوئی نور حاصل نہیں ہوتا۔ یہ وہ منزل ہے جہاں افکارِ عقلیہ بیکار ہیں ان ہی متقین کے لیے اُس نورِ فرقانی کی منیا ہے جس میں وہ قدومِ ابدانی اٹھاتے ہوئے عالمِ لاہوت کی سپر ملکوتی اور سفرِ جبروتی کا آغاز کرتے ہیں اور اُس منیاءِ اسرار میں ذکرِ لا ثانی ہے جس سے نصیحت جیتے ہیں۔ وہ متقی جو شرکِ حقیقی و علی کفرِ ظاہری و باطنی سے بچتے ہیں وعدت سے لگتے ہیں اور شریعت میں طمع سے اخلاص میں ریاء سے ذکرِ خالق میں ہمہ تن مشغولیت کی وجہ سے مخلوق سے بچتے ہیں۔ اور حصولِ عبادت میں انانیت کی مغروریت سے بچتے ہیں غیب کے پردوں میں ایمان باغیب والوں کی تین قسمیں ہیں ۱۔ ایمانِ با لحجاب یہ عوام کا ایمان ہے اس ایمان کے باوجود گناہ بھی گنہہ ہوتے رہتے اس ایمان میں عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے پر ہر طرح سے مطلع ہے بندے اور اُس کے کسی حال سے غائب نہیں لیکن انسان کا قلب و عقل اس کو نہیں سمجھ سکتے یعنی اُدھر مشہودیت ہے اُدھر مجہودیت ہے ۲۔ ایمانِ بالمرآقبہ یہ ہے کہ بندہ مراقبہ الہیہ میں اکھڑتا رہتا ہے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے وہ اللہ کو نہیں دیکھتا اور بندہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے اور موتی تعالیٰ اُس پر مطلع ہے ۳۔ ایمانِ بالمشاہدہ یہ کہ بندہ عینِ بصیرت سے مشاہدہ ذاتِ کبرے۔ پہلا ایمان مقامِ اَدنی پر ہے دوسرا ایمان مقامِ اعلیٰ پر ہے یہ ایمانِ انبیاءِ کرام علیہم السلام ہے اور تیسرا ایمان

تمام مقامات علیٰ سے اوپر مقام شاہد لا مکان پر ہے۔ ربُّ العٰلَمین پر اس طرح کا ایمان شہودی کا ایمان فقط رحمۃ العٰلَمین کا حصہ ہے۔ ایمانِ اول کے مقام والے عوام اور علما اولیاء صلیٰ ہیں یہی پاک باز مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ہیں۔ قیامت کو ساعت چارویسے فرمایا گیا ساعت بمعنی وقت چونکہ قیامت ایک بہت اہم وقت ہے اس لیے اس کی اہمیت بتانے کے لیے اس کو مبالغہ ساعت فرمایا گیا۔ جیسے زید عدل کہنا مبالغہ ہے ساعت سنی سے بند ہے یعنی دوڑنا کوشش کرنا۔ چونکہ قیامت میں ہر شخص میدانِ محشر کی طرف دوڑے گا اس لیے اس کو ساعت کہا گیا ساعت بمعنی خفیف اَنَا فَا نَا جلدی ہونے والا یعنی وہ خفیف وقت جس میں عظیم حادثہ ہو جائے چونکہ قیامت بھی وہ عظیم و عجیب حادثہ ہے جو اپنا تک روتا ہو گا اور زمانے کی ایک جُزی میں ہو گا اس لیے اس کو ساعت کہا گیا۔ اسی معنی میں منٹ سیکنڈ۔ گھنٹے کو ساعت کہا جاتا ہے کہ یہ بھی زمانے کی ایک جُز ہے۔ ساعت بمعنی سرعت چونکہ قیامت میں تمام انسانوں جنوں جانوروں کا حساب بہت جلدی ہو جائے گا اس لیے اس کو ساعت فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ سورۃ آل عمران آیت ۱۹۹ اِذَا ذُكِّرْتُمْ بَادِئًا اَنْزَلْنَاهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكَرُونَ۔ اور یہ خیر کثیر برکات کبیر سے بھرا ہوا ذکر بھی سینئر اخبار میں ہم نے ہی نازل فرمایا ہے۔ تو کیا اسے ظلمات ناموتی اور حادثات فنا کے اندھیروں میں بھٹکنے والو تم اس ذکرِ ذیشان کے منکر بنے پھرتے ہو۔ اور بجائے اس کا ادب اس پر عمل اس کی فکر اس میں تدبیر اس سے تذکرہ لینے کے اس کا انکار کرتے ہو۔ یہ مبارک ہے اس کے لیے جو اس سے نصیحت لے اور نصیحت وہی لیتا ہے جو جانتا ہے کہ بے شک یہی وہ نور نصیحت ہے جس کو ہم نے مومنین کے سینوں عارفین کے قلوب میں نازل کیا۔ یہ ذکر نتائج عقل اور تناظر فکر سے حاصل نہیں ہوتا۔ تو کیا تمہاری ہی یہ کم ظرفی بد بختی ہے کہ تم اس کے نور ہدایت الہیہ ہونے کے منکر بنے پھرتے ہو حالانکہ اس کا انکار کفر صریح ہے محققین فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کا ادب کرنے سے پانچ وہ فائدے ہوتے ہیں جن کا کثیر شاہدہ و تجربہ ہے۔ ۱۔ دنیوی سلطنت و بادشاہت کا حصول اور سلطنت صالحہ عادلہ مضبوط کا ملنا بھی منجانب اللہ ہوتا ہے ۲۔ ادب سے سخاوت اور سخاوت بابِ مراد کی گنجی ہے ۳۔ ادب سے ہی رجوع الی اللہ ایمان باللہ قُرب مع اللہ کی نعمت ملتی ہے ۴۔ ادب کی تاجہ عظیم ہے کہ ہاتھوں میں شفا آنکھوں

میں ضیاء قلب میں جلا روح میں فصاحت پیدا ہو جاتی ہے۔ ۵۔ ادب قرآن میں رعایت کی توفیق ہے اور رعایت میں سلطنت موری اور حکومت معنوی کا وہ حصول ہے جس کو فنا نہیں، ترک ادب زوالِ قوت، فنا، شوکت، غائبہ ذاتِ نفس کا سبب یقینی ہے۔ بے ادبی سے بہت گھروں ملک اجاڑا اور شہر تباہ ہوتے دیکھے گئے ہیں قرآن مجید کو ہر طرح ماننا ادب ہے اس کا کسی طرح سے انکار کرنا بے ادبی ہے۔ یا اللہ اس ذکر مبارک قرآن مجید کو ہمارے دلوں کی بہار خزانہ اعمال کی نکھار کانوں کی سماعت زبانوں کی تلاوت، سینوں کی تلاوت آنکھوں کی بصارت عقلوں کی بصیرت اجسام کی تفصیلت، ارواح کی تلاوت، ایمان کی عقیدت، اُرزاق کی برکت بنا دے۔ بعض کا برتنے فرمایا کہ قرآن مجید فی نفسہ اپنی ذات میں مبارک ہے اگرچہ جہلا اس کو نہ مانیں نہ پڑھیں نہ سنیں لیکن بندہ مومن اس کو پڑھتا بھی ہے سنتا بھی یعنی محبت سے پڑھتا ہے اُلفت سے سنتا ہے عقیدت سے عمل کرتا ہے۔ اور لقاءِ الہی کی اُمید سے ادب و احترام کرنا ہے تو وہی اُس کے مضمون پر عمل کرتا ہے اشارات قرآنیہ کی معرفت پاتا ہے۔ قلب میں اس کی تلاوت، دماغ میں اس کی خوشبو پاتا ہے، جب بندہ اس مقام سعادت پر پہنچتا ہے تب اُس کے معدنِ مشاہدہ میں قرآن مجید کی برکتیں پہنچتی ہیں۔ قرآن مجید کی سب سے بڑی برکت ذاتِ قدیم و صفاتِ جلیل کی رویت قلبی و تکلمِ باطنی ہے۔ اگر بندہ دل کی گہرائیوں سے متوجہ ہو کر تلاوت کرے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحت عرش ہو کر رب تعالیٰ سے ہو گفتگو ہے حدیثِ پاک میں ہے کہ جس کے جوفِ سینہ میں قرآن مجید کا کچھ حصہ نہیں ہے وہ دیرانِ گھر کی طرح ہے۔ دوسری حدیثِ پاک میں ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے گھروں کو تلاوتِ قرآن مجید سے خالی نہ کرو کیونکہ جس گھر میں تلاوتِ قرآن ذکرِ رحمن اور عبادتِ ایمان نہ ہو وہ گھر مشابہ قبرستان ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ اپنے گھروں کو دائرِ الشُّرک و بیت الکفر اور کینہ نہ بناؤ شارحین کے فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے گھروں کو فوٹوؤں تصویروں سے نہ سجاؤ نہ بُت خانہ بناؤ۔ بلکہ گھروں کو محلوں سے سجاؤ۔ علامہ خجندی فرماتے ہیں۔

دل از شنیدنِ قرآن بگیرد ہمہ وقت چوں باطلاں ز کلامِ حقت ملوی چیت
یعنی اسے بندے تیری کیفیت تو یہ ہونی چاہیے کہ تیرا دل تجھ کو ہر وقت قرآن مجید سننے میں پکڑے رکھے باطل لوگوں کی طرح کلامِ حق تعالیٰ سننے سے تجھ کو ملال اور کلفت مصیبت

کیا ہے اور تفسیر روح البیان الحائت میں شیخ اکبر رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم قائم فرماتے ہیں کائناتِ عالم میں قیل و حدت اور صفتِ لازمہ والی عدل اور عدالت کی موازنہ قسط جن سے قائم ہیں سمواتِ ارواح اور ارضِ اجسام و بقاعِ استقامت اگر یہ موازنہ قسط نہ ہوتیں تو ہرگز ہرگز امر و وجود کسی بھی طریقہ معینہ سے نسق محدود پر نہ ٹھہرتا۔ یہ شمس و قمر سماک و سمک یہ عرش و فلک، سب ہمارے ان ہی موازنہ قسط سے قائم و دائم ہیں یہ موازنہ ہر شئی کو شامل ہیں اسی لیے ہر موجود شئی کے وجود کو اس کا انصاف پہنچ رہا ہے اسی کے حال اور برداشت کے مطابق و مناسب اس انداز سے کہ ہر چیز اپنے ہمراہی کی میزان بن گئی اور اشیاءِ عالم کی تعداد کے برابر موازنہ کی تعداد ہو گئی اور محو بین کے لیے حیاتِ دنیا کے لمحات ہی قیامت صفرا بن گئے اور یہ زندگی اہل مکاشفہ کے اعتبارِ احوال سے قیامت کبریٰ ہے کہ قَلَّا تَقْلَمُ و کسی کا کسی پر کچھ ظلم نہ ہو گا اس لیے کہ ہر وہ عمل خیر جو کر لیا گیا وہ حُسنات کے پلڑے میں قلب کی جہتِ روحانی کی جانب سے ڈالے جائیں گے اور ہر وہ عمل بد جو بُس سے عمل میں آئے وہ تِثبات کے پلڑے میں نفسِ امارہ کی جانب سے رکھ دیا جائے گا اگرچہ ذرہٗ قلیل کی مثل ہو۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ قلبِ زبان کی میزان ہے یہی وجہ ہے کہ حُسنات کے پلڑے میں سفید چمک دار خوشنما جواہر ہوں گے اور تِثبات کے پلڑے میں سیاہ بد تما جواہر اے بندہٗ و نبوی ہم نے ہی عطا فرمایا موسیٰ قلب اور طہرون عقل کو ظاہر اور باطن کے علمِ تفصیلی و فہم کشفی کا فرقان یعنی ہم نے ان دونوں کو مقامِ قلب میں وہ علم دیا جو فرق کر دے حق و باطل کے درمیان حقائقِ ظاہرہ اور مقامِ معرفۃِ کلیہ سے۔ مقامِ روح میں ان کا مرتبہ وہ مشاہدہ نور ہے جو ہر نور پر غالب ہے اور مقامِ نفس میں علومِ جزئیاتِ شریعت کی نصیحتیں و مواعظِ حسنہ کے ذکر ہیں۔ یہی ان کا مرتبہٗ صدارت ہے ایسے ہی مستعد و قابلِ سالکین کو یہ فرقان۔ ضیا و ذکر کا نفع دینے والے ہیں ان کے لیے ہی نورِ تائید کی ضیا مشاہداتِ روحانیہ میں عطا ہوتی ہے اور ان متقین کے لیے ہی راہِ منزل کا تذکرہ اور ہدایت کی نصیحتیں ہیں جنہوں نے خباثتِ درِ ذائل سے اپنے نفوس کو خواہشات میں سے بچا لیا پاک کر لیا اور صفاتِ مجوبی سے پنج گئے تب چمک گئے طیباتِ عظمیٰ کے انوار ان کے دلوں سے ان کے نفوس پر جس کی وجہ سے ان کو تذکیہٗ روحانی و صفائی جسمانی حاصل ہو گئی۔ اور وصلِ منزل سے پہلے ہی حالی غائبانہ میں حضورِ وحی قلبی کے مقام تک خشیتِ ربانی

پیدا ہو گئی یہی وہ باسعادت ہستیاں ہیں جو اپنی قوت سے قیامت کبریٰ پر ایمان پالنے لگے ہیں اور اُس سے خائف رہتے ہیں قسمتِ عظیم والے ہیں وہ بندے جن کے لیے اُن کے قلب محبوب پر ہم نے نازل فرمایا خیرِ کثیر اور برکاتِ عظیم کا ذکر نازل فرمایا اس ذکر میں کشفِ ذاتی کی رحمتیں شہودِ حق کی برکتیں جمعیتِ عینی کے جامع کلمات ہیں برکت میں ہی نمود ہوتی ہے اور کثرت جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر تائب ہوتا ہے اور مغفرت کا امیدوار ہوتا ہے اُس کے لیے امید و بیم کی حالت میں سچی قسم کی توبہ مقبول ہوتی ہے۔ خوف کی تین قسمیں ہیں رَخْشَمٌ رَخْشَتٌ رَخْشَقٌ عقل سے خوف کرنے والے خاشعون ہیں۔ قلب سے خوف کرنے والے خاشعون ہیں اور جسم و روح سے خوف کرنے والے مُشفقون ہیں جب ان میں سے کوئی خوفِ بندے میں پیدا ہوتا ہے تو وہ توبہ کرنے والا بن جاتا ہے اور توبہ کرنے والا اپنے اعضا کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کی اطاعت کرنے لگتا ہے اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے۔ ہر بندے کے اعضا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ انہیں گناہوں سے بچا کر رب تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف رکھا جائے یہی اصل شکر گزاری ہے اور سچی توبہ سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں توبہ کی قبولیت کی نشانی یہ ہے کہ بندے کو توکل کی دولت نصیب ہوتی ہے توکل کی نشانی دنیا والوں سے کنارہ کشی، اور کنارہ کشی وہی کرتا ہے جسے رب تعالیٰ کے ہر دعوے پر کامل بھروسہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر مطمئن ہونا ہی عین توکل ہے بندے کو چاہیے کہ جب قلب پر مستط ہو اور اُس کے ساتھ شریعتِ مقدسہ کے مقرر کردہ مشاغل میں بھی لگا رہے تو سُستی نہ کرے۔ توبہ کی دو قسمیں ہیں رَا تَوْبَةٌ اَنَابَتْ رَا تَوْبَةٌ اِسْتِجَابَتْ توبہ اَنَابَتْ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس لیے ڈرو کہ وہ تم پر قادر ہے توبہ اِسْتِجَابَتْ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس لیے شرم کرو کہ وہ تم سے قریب ہے یہ توبہ اگر کسی بندے کے دل میں جاگزیں ہو جائے تو اُس کو چاہیے کہ ہر حال و کیفیت میں بجز ذکر اللہ ہر تصور ہر وسوسے سے استغفار کرتا رہے توبہ اِسْتِجَابَتْ کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو بھی مقامِ فنا میں سمجھے خودی کو مٹائے اُس کی ہر گاہ قدسی میں ہستی اُناب بھی گناہ تصور کرے اور اپنی ہستی اپنے وجود سے توبہ کرے۔ آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری دینداری کا دار و مدار پرہیزگاری پر ہے

موازن قسط کی تیاری کے لیے گیارہ خصلتیں اختیار کرو۔ آخرت کا اہتمام۔ جنت سے محبت۔ حساب آخرت کا خوف۔ تواضع اور عاجزی سے دین دنیا کے کام رہ کسی نیک انسان کو گالی نہ دو۔ پچھے آدمی کو نہ جھٹلاؤ۔ مومن سچا ہوتا ہے اور کافر جھوٹا اس لیے کہ اُس نے اپنے دین میں جھوٹ داخل کر لیا تو اب اُس کی کس بات کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ کسی کافر فاسق و فاجر سے کبھی کسی بھلائی کی اُمید نہ رکھو۔ حاکم عادل کی نافرمانی مت کرو۔ زمین میں کسی بھی قسم کا فساد نہ پھیلاؤ۔ ہر جگہ اللہ سے ڈرو اور ہر معاملے میں اُس کی طرف وحیان رکھو۔ ہر گناہ پر عہدی تو بہ کرو۔ علانیہ پر علانیہ پوشیدہ پر پوشیدہ۔ یہی ہے اسلامی زندگی اور باادب شریفانہ بندگی۔ قصہ کو رب تعالیٰ کے اُس فیصلہ ازلی تقدیری کی کہ عالم ارواح میں ہی اُس ذات رحیم و کریم نے تم کو اپنے محبوب کی امت اپنے قرآن کی اطاعت اپنے اسلام کی پیروی کے لیے منتخب فرمایا تھا جب کہ نہ تمہاری کسی نے سفارش کی نہ دعاء اُس نے اپنی مرضی سے تم کو پسند کر لیا۔ اس تفسیر کے ماخوذات۔ تفسیر معالم التنزیل۔ ابن کثیر۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر بیان القرآن۔ تفسیر نثر المرحان۔ منجد۔ لغات القرآن۔ شرح جانی۔ کافہ۔ تفسیر کبیر۔ روح البیان۔ روح المعانی۔ تفسیر صاوی۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر فتح القدیر۔ بیضاوی۔ جلالین۔ خازن۔ مدارک۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدًا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا

اور البتہ دیدی ہے ہم نے ابراہیم کو ان کی بلوری صلاحیت زمانوں پہلے سے اس حال میں کہ ہم ہتھے لگو اور بے شک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا کر دی اور ہم

بِهِ عَلِيمِينَ ۝ اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا

اپنے علم و حفاظت میں رکھنے والے۔ یاد کیجئے اُس وقت کو جب کہاں انہوں نے اپنے مڑی اور اپنی قوم سے کیا اس سے خبردار تھے۔ جب اُس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا

هَذِهِ التَّمَثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿۵۳﴾

یہ ہیں وہ مورتیاں جن کے تم بچے معکف ہو۔
یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے آگے تم آس مار سے ہو۔

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عِبَادِينَ ﴿۵۴﴾ قَالُ

لوے سب پایا ہم نے اپنے تمام باپ دادا کو ان کی ہی عبادت کرنے والے۔ فرمایا
لوے ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا۔ کہا بے شک

لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلِيلٍ مُّبِينٍ ﴿۵۵﴾

البتہ بلاشبہ، تم سب اور تمہارے سب باپ دادا ظاہر ظہور گمراہی میں۔
تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔

قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿۵۶﴾

وہ برے کہا واقعی تو لایا ہے ہمارے لئے کوئی حق سچ بات یا تو مذاق کر رہا ہوں میں ہے
برے کہا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا بھڑکیے ہو

ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پھلی آیت میں
تعلقات حضرت موسیٰ و ہرون علیہما السلام کو فرقان دینے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت
میں آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو
رُشد عطا فرمانے کا ذکر ہو رہا ہے وہ ہدایت بنی اسرائیل کے بیٹے تھے اور یہ ابراہیم والی
نعتیں تا قیامت امت مسلمہ کے بیٹے۔ دوسرا تعلق۔ پھلی آیت میں نیک متقی لوگوں کا
ذکر ہوا جو قوم موسیٰ میں سے ہوئے ان آیت میں قوم ابراہیم کے سرکشوں کا ذکر ہو رہا
ہے۔ تیسرا تعلق پھلی آیت میں ان چیزوں کا ذکر کیا جو زری ہدایت اور نور و روشنی ہی

دینے والی تھیں اب ان آیت میں ان بری چیزوں یعنی قوتوں تصور پروں تشیلوں کا ذکر ہوتا ہے جو کفر و گمراہی و ظلمت ہی دینے والی تھیں۔

تفسیر نحوی وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ نِسْءَهُ صِدْقًا وَكُنَّا بِهِ عَلِيمِينَ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ الشَّيْءُ اتَّقُوا اللَّهَ كَمَا كُفُّونَ۔

واو سر جملہ لام تاکید یہ معنی بے شک البتہ قد اتینا۔ باب افعال کا فعل ماضی قریب مثبت معروف جمع متکلم مراد اللہ تعالیٰ۔ وَعَدَهُ لَا شَرِيكَ لَیْسَ جمع متکلم کا صیغہ ارشاد ہونا صرف وضاحت (خوبصورتی) کلام کے لیے ہے نہ کہ تعظیم کے لیے ابراہیم اسم مفرد غیر منفرد کیونکہ عجمی و عبرانی، علم ہے مفعول یہ اقل ہے۔ رُشِدَ ایک قول رُشِدَ ہے جیسے حُزن بھی آتا ہے اور حُزن بھی اسم مفرد (واحد) حاصل مصدر جامد ہے بمعنی صلاحیت لیاقت، بھلائی۔ ہدایت یہاں پہلے اور دوسرے معنی میں ہے مضاف ہے ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل مرجع ابراہیم مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے خیال رہے کہ مفرد تین قسم کا ہے ۱۔ مفرد جو تثنیہ جمع نہ ہو ۲۔ مفرد جو مرکب نہ ہو ۳۔ جو جملہ نہ ہو نہ ظاہراً جیسے فَرَبٌ زَيْدٌ نہ معنئاً باطناً مستراً جیسے اَضْرَبُ مِنْ حَرْفٍ جَزَائِدُ۔ قَبْلُ اسم ظرف زمانی معنی فرع ہے ضمہ پر کیونکہ اس کا مضاف الیہ محذوف منوی سے یعنی ظاہراً نہیں ہے بیت میں باطناً ہے۔ اس کے منوی مضاف الیہ میں چار قول ہیں ۱۔ یعنی قَبْلُ موسیٰ ۲۔ قَبْلُ ولادت صلب آدم یا والدہ کے لطف میں ۳۔ قَبْلُ بلوغت ۴۔ قَبْلُ بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ مگر دوسرا قول زیادہ مناسب ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اَتَيْنَا کا واو حالہ گنا۔ فعل ناقصہ ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ اسم ہے فعل ناقصہ کاب حرف جر تعدیہ کا ترجمہ کو یعنی ان کو۔ ضمیر کا مرجع ابراہیم ہے یہ جار مجرور متعلق ہے گنا کا۔ ایک قول میں یہ متعلق مقدم سے علین باب یح کا اسم فاعل جمع مذکر اس کا واحد ہے عالم اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ مخنئ اس کا فاعل ہے یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے گنا کی یہ فعل ناقصہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر حال ہوا اَتَيْنَا کے فاعل کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ عالمین علم سے مشتق ہے بمعنی جانتا یہاں مراد ہے اپنے علم میں رکھنا یعنی حفاظت کرنا۔ اِذَا اسم ظرف زمانی یہ اگلی پوری عبارت عَاكِفُونَ تک ظرف ہے اَتَيْنَا کا یا ظرف ہے رُشِدُہ کا یا ظرف ہے عَاكِفُونَ کا یا یہ علیحدہ جملہ ہے اور ظرف ہے

میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ التماثل موصوف اثنی اسم موصول اَنْتُمْ ضمیر مبتداء لما جار مجرور متعلق مقدم ہے عَاكِفُونَ
باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر علف سے مشتق ہے بمعنی اعتکاف میں بیٹھا معتقد ہونا یہاں اسی معنی میں
ہے یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ
ہو کر خبر مبتداء دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صمد ہوا موصول صمد مل کر صفت ہے یہ مرکب توصیفی
مشار الیہ سوالیہ دونوں مل کر مقولہ ہوا قول مقولہ ظرف ہوا اذکر پوشیدہ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ثانیہ
ہو گیا۔ قَالُوا فَجِدْنَا آيَاتَكَ عَاكِفِينَ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ قَالُوا
اَجِئْنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ الْكَاشِبِیْنَ۔ قَالُوا فَعِلْ بِاَفْعَالٍ پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا وَجِدْنَا
بایہ حرب کا فعل ماضی مطلق جمع تکلم برائے جمع اس میں پوشیدہ بارز ضمیر صیغہ جمع متکلم اس کا
مخاطب فاعل ہے وَجِدْ سے مشتق ہے بمعنی پانا پانے کی تین صورتیں ہیں ۱۔ محسوس کرنا ۲۔ مشاہدہ
کرنا ۳۔ سمجھنا۔ یہاں مشاہدہ کے معنی میں مجازی معنی ہیں حاصل کرنا قبضہ کرنا۔ اسی سے ہے وَجِدْنَا
معنی اقبلی معرفت ۲۔ وَجِدْنَا بمعنی عشق غم غمہ غضب ۳۔ وَجِدْنَا بمعنی دولت مندی مالداری آباء اسم
جمع مکسر اس کا واحد ہے اَبٌ نا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل کیونکہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی
مفعول یہ اقول ہے۔ لام تعدیہ کا محاذ ضمیر کا مرجع کما تیل ہے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے عَاكِفُونَ
باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب ہے اس لیے آخر میں کی علامت کسرہ و نصب اور
نق ہے عِند سے مشتق ہے بمعنی عبادت کرنا اس میں ضمیر صیغہ جمع مذکر پوشیدہ اس کا فاعل
ہے مَرْجِع اَرْبِعٌ وَتَوْبَهُ ہے یہ اسم فاعل فاعل اور متعلق مقدم مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول یہ دوم ہوا
وَجِدْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا دونوں قول مقولہ جملہ توبہ ہو گیا۔ قَالَ فَعِلْ بِاَفْعَالٍ جملہ فعلیہ
ہو کر قول ہوا اس کا فاعل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں لام تاکید یَنْذَرُكُمْ بِاَفْعَالٍ باب نصر کا فعل ماضی قریب
معروف مثبت تامة جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل برائے بیان و تاکید پوشیدہ
ضمیر صیغہ کا اس کے بغیر کُنْتُمْ کی پوشیدہ ضمیر پر عطف نہیں ہو سکتا تھا اس لیے یہ اسی کی متصل
لائی وادو عطف آيَاتُكُمْ یہ مرکب اضافی معطوف ہے دونوں عطف مل کر فاعل ہے قَدْ كُنْتُمْ کافی توف
بحرف سکانی کے لیے یہاں مجازی و معنوی حکمی ظرفیت ہے ضلالت اسم مصدر ثلاثی مزید یوسف
صل مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی گمراہ ہونا یہاں حاصل مصدر جامد ہے بمعنی گمراہی موصوف بہین
باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکر بمعنی کھلی ظاہر اس کا مصدر ہے اَبْيَانٌ بمعنی ظاہر کرنا بہین سے بنا ہے
معنی ظاہر ہونا۔ بحالت کسرہ کیونکہ صفت ہے۔ اس میں بہین پر وزن مکرم کی پر کسرہ ثقیل تھا نقل کر کے

ما قبل ب کو دیدیا ایک قول میں بُیِّنٌ بُیِّنٌ اسم مفعول بروزن مکرّم ہے بمعنی ظاہر کیا ہوا۔ یہ مرکب تو صیغی مجرور ہو کر متعلق ہے لَنْ کُنْتُ کے سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول ہوا قَالَ کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا قَالَ فاعِل یا فاعِل جمع مذکر ضمیر پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اعراف ہمزہ سوالیہ سوال استفساری کے لیے جُتَتْ بَابِ ضَرْبِ كَافٍ ماضی مطلق مثبت معروف انشائی واحد مذکر حاضر جُتِيَ ؕ اَجُوفٌ یائی و مجرور اللام سے مشتق ہے بمعنی لانا، انا جب اس کے بعد ب بارہ ہو تو بمعنی لانا ہوتا ہے اس میں ضمیر صیغہ انت پوشیدہ اس کا فاعل ہے نَا ضمیر جمع نکتہ منصوب منفصل مفعول پہ ہے ب تسمیہ کی بمعنی کو اسی نے فعل کو لانا کے معنی میں کیا ہے جُتِيَ اسم معروف باللّام بمعنی چنی بات یہ جار مجرور متعلق ہے جُتَتْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ اُم حرف عطف برائے تروید یعنی ما قبل اور تا بعد میں سے ایک غیر معین بات کو رد کرنا اور ایک کو ماننا۔ اُنْتُ اسم ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع منفصل فاعل ہے کُنْتُ تائمہ پوشیدہ کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے مِنْ حرف تفعیضہ بمعنی میں سے۔ لَعِیْنٌ بَابِ سَمْعٍ کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت کسرہ نَعِیْتُ سے مشتق ہے بمعنی مذاق کرنا بیکار کام کرنا یا چیز دینا کھیل کرنا۔ اسی سے ہے نَعَبَ (نھوک) کیونکہ وہ بیکار ہوتا ہے یا بیکار سمجھ کر پھینکا جاتا ہے اِی سے لُعْبَةٌ بمعنی اگڑا یا رکھلونا یہ جملہ مجرور متعلق ہے پوشیدہ کُنْتُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ تائمہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا جُتَتْ کے جملے کا دونوں عطف مل کر مفعول ہوا قول کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالماتہ | لَدَيْهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذَا لَتَمَّائِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ كُفَّارُكُمْ۔
اور البتہ شک ہم نے دیا تھا ابراہیم علیہ السلام کو اُن کا ارشاد ان کی ولادت سے بھی پہلے شکم مادر میں اور ازلِ قدیم سے ہی ہم ان کی اس بیاقتِ رُشد و قابلیت کو جاننے والے تھے۔ ہماری یہ عطا بلا استحقاق نہیں تھی ہم نے جس کو جو دیا جو بتایا وہ ہماری عین حکمت کے مطابق ہی ہوتا ہے لفظ رُشد اپنے تین تلفظ کے ساتھ قرآن مجید میں دس بار ارشاد ہوا اور تقریباً بارہ معنی میں مستعمل ہوا ہے زمین تلفظ اس طرح ہیں ۱ رُشْدًا ۲ رُشْدًا ۳ رُشْدًا ۴ رُشْدًا۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۵۶ بمعنی درستی سورہ اعراف آیت ۳۱ بمعنی سیدھا راستہ سورۃ جن آیت ۲ بمعنی ہدایت سورۃ نسلو آیت ۲ بمعنی قابلیت سورۃ کہف آیت ۱۷ بمعنی آسانی آیت ۲۷ بمعنی اچھائی سچائی آیت ۲۸ بمعنی علم سورۃ جن آیت ۲۸ بمعنی بھلائی آیت ۲۹ بمعنی کامیابی آیت ۳۰ بمعنی نفع اہل تحقیق کے نزدیک رُشد ایک جامع کلمات خزانہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے ہر نبی کو عطا فرماتا ہے مگر اظہار کس خاص کے لیے ہوتا

ہے۔ ہر نبی علیہ السلام نے اپنے اپنے رشد کا باذن اللہ اپنے اپنے وقت کے مطابق اظہار فرمایا۔ چنانچہ حضرت آدم نے بوقت توبہ حضرت عیسیٰ نے بوقت شیرخوارگی آغوشیں مادر میں کسی نے جوانی میں کسی نے بڑھاپے میں حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنی رشدیت کا اظہار اپنی پانچ سالہ عمر میں فرمایا تھا جب کہ آپ نے پہلی بار پچھنے کے غار سے نکل کر ستاروں اور ان کے پجاریوں کو دیکھا اور دیکھتے ہی فرمایا تھا کہ کیا یہ ڈوبتے ابھرتے ٹٹے نکلتے بچھنے چھکتے میرے رب ہو سکتے ہیں لا اِحْبُ الْأَخِلَّیِّیْنَ میں ان ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا جن کو اپنے حالات پر قابو نہیں لے سکتے۔ بتاتے چلے جا رہے ہیں وہ کسی کے رب کیسے ہو سکتے ہیں۔ رشد میں تیش ظاہری باطنی خزانے ہوتے ہیں ۱۔ قوت قلبی ۲۔ شرح صدری ۳۔ کمال عقل ۴۔ حکمت ۵۔ تدبیر ۶۔ تحمل ۷۔ صبر ۸۔ بصیرت ۹۔ فراست ۱۰۔ شجوری قوت ۱۱۔ جرئت ۱۲۔ حوصلہ ۱۳۔ سلیقہ ۱۴۔ حق و باطل میں تمیز کی قوت ۱۵۔ علم ۱۶۔ فہم ۱۷۔ توکل ۱۸۔ نبوت ۱۹۔ رسالت ۲۰۔ ہدایت ۲۱۔ خلقت ۲۲۔ صلاحیت ۲۳۔ درستگی ۲۴۔ علم توحید ۲۵۔ قوت رہنمائی ۲۶۔ تقویٰ ۲۷۔ مصلح ذات ۲۸۔ مصلح صفات ۲۹۔ مظہر صفات الہیہ ۳۰۔ اصلاح قوم کی طاقت ۳۱۔ تربیت انسانیت قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کا نام تقریباً ستر بار مختلف آیات میں ہے جن میں آپ کے مختلف اوصاف و عادات اقوال و اعمال بیان فرمائے گئے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں پندرہ بار ۳۔ سورہ آل عمران میں سات بار ۴۔ سورہ نساء میں چار بار ۵۔ سورہ انعام میں چار بار ۶۔ سورہ توبہ میں تین بار ۷۔ سورہ ہود میں چار بار ۸۔ سورہ یوسف میں دو بار ۹۔ سورہ ابراہیم میں ایک بار ۱۰۔ سورہ حجر میں ایک بار ۱۱۔ سورہ نحل میں دو بار ۱۲۔ سورہ مریم میں تین بار ۱۳۔ اسی سورہ انبیاء میں چار بار ۱۴۔ سورہ حج میں تین بار ۱۵۔ سورہ شعراء میں ایک بار ۱۶۔ سورہ عنکبوت میں دو بار ۱۷۔ سورہ اعراف میں ایک بار ۱۸۔ سورہ صافات میں تین بار ۱۹۔ سورہ ص میں ایک بار ۲۰۔ سورہ نمل میں ایک بار ۲۱۔ سورہ زمر میں ایک بار ۲۲۔ سورہ ذاریات میں ایک بار ۲۳۔ سورہ نجم میں ایک بار ۲۴۔ سورہ حدید میں ایک بار ۲۵۔ سورہ ممتحنہ میں دو بار ۲۶۔ سورہ اعلیٰ میں ایک بار ۲۷۔ ان پچیس سورتوں میں مختلف پہلوؤں سے آپ کے حالات بیان فرمائے گئے۔ مثلاً سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۹ تا ۱۴۱ میں ابراہیم علیہ السلام سے امتحان ربی اور آپ کی پھر انعامات الہی میں امامت ملنا پھر تعمیر کعبہ کا ذکر اس کو پاک رکھنے۔ شہر مکہ کی آبادی کے لیے دعا مانگنے کا ذکر حج کی درستگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا کا ذکر مذت ابراہیمی کی شان نسل و اولاد ابراہیم کو وصیت فرمانا۔ یہودیوں کا آپ کو یہودی کہنا اور اسی کی تردید کا بیان۔ اسی سورہ کی آیت ۲۵۵ تا ۲۶۱ نمرود سے مناظرہ اور

نمود کا بہوت ہو کر شکست کھا جانا۔ چار پزندوں کا ذکر۔ سورۃ انعام کی آیت ۱۷ تا ۲۰ میں آندہ کو تبلیغ ایمان۔ معراج ابراہیم سیر ملکوت کا ذکر۔ چاند سورج ستاروں کے پجاریوں کو عقلی دلائل سے تبلیغ ایمان، قوم کی کج بخشی اور آپ کا جواب، ابراہیم علیہ السلام کے بہادرانہ دلائل رب کی عطا تھے پھر اسماعیل و اسحاق کی عطا بھی رب تعالیٰ کا انعام تھے۔ سورۃ توبہ میں آیت ۱۱۱ میں آرزو کے لیے دعا و استغفار کی وجہ بتائی گئی کہ آپ بہت حلیم و نرم دل تھے اور یہ دعا ایک وعدے کا ایقان تھی سورۃ ہود میں آیت ۱۲ تا ۱۷ بشارت اسحاق کا ذکر۔ آپ کو قوم لوط کے عذاب کی خبر ملنا یہاں آپ کی تین شانیں بیان ہوئیں ۱۔ آپ اذواہ تھے ۲۔ حلیم تھے ۳۔ منیب تھے۔ سورۃ ابراہیم میں از آیت ۳۵ تا ۴۱ تین دعائیں مذکور ہوئیں، شہر مکہ کے لیے اپنے لیے اسماعیل علیہ السلام کے لیے بتوں کے شر و فساد سے بچنے کی دعا بتوں کے نقصان کا ذکر۔ اپنے بڑھاپے کا ذکر اور پوچھنے میں اولاد ملنے کا شکریہ اور بڑھاپے میں اپنے والدین کے لیے دعا و مغفرت کا ذکر یہ بھی دلیل ہے ایمان والدین کی۔ سورۃ حجر میں از آیت ۱۵ تا ۱۷ ابراہیم علیہ السلام کے ہمانوں کا ذکر اور قوم لوط کے عذاب کا بیان، سورۃ نحل کی آیت ۱۲ تا ۱۷ میں ابراہیم علیہ السلام کی چھ شانیں بیان ہوئیں ۱۔ آپ تنہا بھی پوری امت تھے ۲۔ تانتا تھے ۳۔ صیفت تھے ۴۔ شکر و محبتی ۵۔ صالح تھے۔ اس کے علاوہ مختلف جگہ پورے قرآن مجید میں آپ کے ساٹھ حالات بیان ہوئے اور اسی طرح پورے قرآن کریم میں آپ کے ۱۰۰۰ کو ظاہر فرمایا گیا۔ چنانچہ ۱۔ ابتلا اور امتحان ابراہیم علیہ السلام ۲۔ مقام ابراہیم ۳۔ عبد ابراہیم ۴۔ دعا ابراہیم ۵۔ تعبیر ابراہیم ۶۔ ملت ابراہیم ۷۔ وصیت ابراہیم ۸۔ اولاد ابراہیم ۹۔ حنفیہ ابراہیم ۱۰۔ صفت ابراہیم ۱۱۔ مذہب ابراہیم ۱۲۔ مناظرہ ابراہیم ۱۳۔ وعظ ابراہیم ۱۴۔ دلائل ابراہیم ۱۵۔ اسیر و سیاحت ابراہیم ۱۶۔ آل ابراہیم ۱۷۔ کفار کا انکار کرنا ۱۸۔ ایمان ابراہیم ۱۹۔ اتباع ابراہیم ۲۰۔ وحی ابراہیم ۲۱۔ صداقت ابراہیم ۲۲۔ بیعت ابراہیم ۲۳۔ حکمت ابراہیم ۲۴۔ پیغمات ابراہیم ۲۵۔ تبلیغ ابراہیم ۲۶۔ معراج ابراہیم ۲۷۔ غلبہ ابراہیم ۲۸۔ دین ابراہیم ۲۹۔ قوم ابراہیم ۳۰۔ استغفار ابراہیم ۳۱۔ برائیت ابراہیم ۳۲۔ بشارت ابراہیم ۳۳۔ حبیبی ابراہیم ۳۴۔ اعراض ابراہیم ۳۵۔ تعاملت ابراہیم ۳۶۔ عدالت ابراہیم ۳۷۔ صیفت ابراہیم ۳۸۔ آپ ۳۹۔ تانتا ۴۰۔ قینقا تھے ۴۱۔ آپ نبی ظلیل اور صدیق تھے ۴۲۔ معاشرہ ابراہیم ۴۳۔ ذریعہ ابراہیم ۴۴۔ رشد ابراہیم ۴۵۔ شباب ابراہیم ۴۶۔ کارنامہ ابراہیم ۴۷۔ ناز ابراہیم ۴۸۔ بناد ابراہیم ۴۹۔ فاندان ابراہیم ۵۰۔ نصیحت ابراہیم ۵۱۔ بشارت ملائکہ ابراہیم ۵۲۔ یشاق ابراہیم ۵۳۔ توکل ابراہیم ۵۴۔ یداد ابراہیم ۵۵۔ سلام علی ابراہیم

۱۵ استقامتِ ابراہیم ۱۶ کفار سے بیزاری ابراہیم ۱۷ واقعاتِ ابراہیم ۱۸ قوتِ ابراہیم ۱۹ اسوۂ
 حسدِ ابراہیم ۲۰ رسالتِ ابراہیم ۲۱ جرئتِ ابراہیم ایسی زیر دست عظیم کہ اسے محبوب یاد کیجئے وہ
 وقت جب ہمارے ابراہیم نے اپنی نوجوانی کی چڑھتی عمر میں اپنے بوڑھے چچا مرثیٰ اور اپنی قوم کے
 بڑے بڑے عمر رسیدہ بت پرست لوگوں سے نہایت ہمت دلیری کے ساتھ فرمایا کہ کیا ہیں یہ
 تمہاری تصویریں نوڑمیں اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ۔ تم جن کیلئے اپنی عمریں برباد کرتے ہوئے
 سارا سارا دن انکی عبادت کے اعتکاف میں ان کے سامنے پڑے رہتے ہو ان ہی فضولیات میں تم نے اپنی
 عمریں گزار دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں چار جڑتیں دکھائیں پہلی یہ کہ چھوٹی عمر کے ہو کر بوڑھے
 کفار کو سمجھانے کی کوشش کی۔ حالانکہ بوڑھے لوگ اپنے دین میں بڑے ہندی ہوتے ہیں کسی کے منہ سے
 بھی اپنے مذہب کی برائی برداشت نہیں کرتے خاص کر اپنے پروردگار کے قبیلے کے کسی نو عمر سے وہ اُس کی
 نصیحت کو بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں اور راتے پر آتے ہیں ابراہیم علیہ السلام اس بات کو جانتے تھے مگر پھر
 بھی تبلیغِ ایمان سے نہ روکے لَا دُجُنُتُکُمْ سُنْکُمْ بھی جان کی پرواہ نہ کی۔ آپ کی یہ قوم اہل بابل تھے بابل کا شہر
 علاقہ عراق میں ہے جس کا طولِ عبادان سے موصل تک (تقریباً دو سو میل) اور چوڑائی قادسیہ سے
 خلوان تک دریائے دجلہ و فرات کے کنارے (تقریباً ایک سو پچھتر میل) از روح البیان۔ دوسری یہ کہ سب
 سے پہلے اپنے چچا کو پکار کر کہا جس کی سخت گیری قوم کی لیڈری شکوہ و غرور اکھڑپن کا پتہ تھا تیسری
 یہ کہ بتوں کو ان کے الہ نہ کہا بلکہ تمثالیں جب حقیر لفظ استعمال فرمایا۔ خیال رہے کہ کسی چیز پر کسی قسم کا
 نقش بنانا عربی لغت میں اس کو تصویر کہتے ہیں خواہ کپڑے پر بنائے جائیں یا کاغذ پر زمین پر یا لکڑی
 پر وہ دھات مٹی پتھر پر قلم سے بنائے جائیں یا پنسل برش انگلی سے یا کسی کیمرہ مشین سے ہر طرح
 سے بنایا ہر چیز پر بنانا ہر کام کا نقشہ بنانا تصویر ہے اسی کو انگریزی میں نوٹ کہتے ہیں تصویر
 کی پانچ قسمیں ہیں ۱۔ جاندار کی شکل صورت کسی چیز پر بنانا تمثال ہے حیوان کی شکل ہو یا انسان
 کی ۲۔ الفاظ و حروف کی شکل بنانا کتابت ہے ۳۔ درخت پیل بوٹے پھول پتے پھل وغیرہ
 بے جان اشیاء کی شکل بنانا ترسیم اور رقم ہے اس کو اردو میں نقش و نگار کہتے ہیں اور
 انگریزی میں سینٹری کہتے ہیں اردو میں روپے پیسے اور کرنسی کو رقم اسی سے کہتے ہیں کہ
 نوٹ اور سکے پر حکومت کی مہر کا نقشہ بنا ہوتا ہے ۴۔ کسی ایسی چیز کا نقشہ کاغذ یا کپڑے
 یا دیوار پر بنانا جس کو مشرک کافر بوجھتے ہیں عربی اصطلاح میں اس کو صلیب کہتے ہیں اگرچہ
 اس کو پوجنے کے لیے نہ بنایا جائے ۵۔ اور اگر لکڑی یا دھات پر تراش خراش کر کسی جاندار کا نقشہ

بنایا جائے تو اُس کو عزلی میں منعم اور اردو میں موتی کہتے ہیں غرض کہ تصویر کی پانچ قسمیں ہوئیں مثلاً
 ۱۔ مکتوب ۲۔ ترقیم ۳۔ تفسیل ۴۔ موتی۔ آئینے وغیرہ ہیں کوئی چیز نظر آتا عکس ہے۔ تصویر اور
 عکس میں پانچ طرح فرق ہے پہلا یہ کہ تصویر بنائی جاتی ہے عکس خود بخود بن جاتا ہے دوم یہ کہ تصویر
 کو بقا ہے عکس کو بقا نہیں۔ سوم یہ کہ تصویر کی پوجا اور تعظیم ہو سکتی ہے عکس کی نہیں۔ چوتھا یہ
 کہ تصویروں کو گھر میں لگا سجا کر مندر بنایا جاسکتا ہے عکس کو نہیں کیونکہ بقا نہیں جب وہ شی
 آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی تو عکس ختم ہو گیا۔ مگر تصویر میں یہ بات نہیں تصویر والا ہٹ بھی
 جائے بلکہ مر بھی جائے تب بھی تصویر باقی رہتی ہے۔ پنجم یہ کہ تصویر حبیب یا بٹوے میں رکھی جاسکتی
 ہے عکس نہیں رکھا جاسکتا۔ جاندار کی تصویر کہ تمثال اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ متیل و شبیہ ہے
 اللہ تعالیٰ کی ذی روح مخلوق کی شریعت اسلامیہ میں تمثال اور موتی تصویر بنانا حرام ہے اس کی
 تعظیم گناہ کبیرہ ہے تصویروں کو لگانا سجانا ان کی تعظیم ہی ہے اس لیے یہ بھی منع تمثال و موتی
 کے سامنے سجدہ کرنا یا ادب سے بیٹھنا شرک کفر یا مشابہ شرک ہے۔ عکس اور تمثال و موتی تصویر
 ہیں ایک شرعی فرق یہ بھی ہے کہ عکس کے سامنے نماز پڑھنا بالکل ہر طرح جائز ہے مگر کپڑے کاغذ کی تصویر
 تمثال اور موتی کے سامنے نماز پڑھنا قطعاً حرام ہے۔ نوٹ تصویر تمثال کا پیدا بیان ہمارے
 فتاویٰ العطا یا الاحمدیہ جلد چہارم میں دیکھئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے مندروں میں اُس وقت
 بت پرست تھے کچھ سونے کے کچھ چاندی۔ پتیل۔ تانبہ لکڑی کے زیادہ تر پتھر کے تھے سب سے بڑا بت
 شیر کی شکل کا سونے کا بنا ہوا تھا۔ آنکھوں میں سرخ یا قوت لگے تھے جورات کو انگاروں کی طرح دکھتے
 چمکتے تھے شکل بھی نہایت ہیبت ناک بنائی تھی باقی بت جیسا انسانی شکل کے تھے مگر ان کے چہرے
 تخیلاتی ستاروں چاند سوز کی شکلوں پر تھے کچھ مورتیں ہیبت ناک پرندوں دندوں کی شکلوں
 اور کچھ اصل انسانی شکلوں پر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو تمثال قرار دینا شروع
 ان کی تحقیر فرمائی۔ پہلی یہ کہ یہ بے جان پتھر مٹی کے ٹکڑے ہیں جو پیروں کی دھول روندی ہوئی حقیر
 چیز ہے۔ دوسری یہ کہ تم نے خود اپنی دستی تراش فراش اور توڑ پھوڑ سے جس طرح چاہا اونچا
 سیدھا الٹا پٹا کر کے بنالیا۔ تیسری یہ کہ اے عقل کے اندھو تم خود بھی سمجھتے ہو اور حقیقت بھی یہ
 ہے کہ اگر آج ان کو توڑ پھوڑ دیا جائے یا یہ خود گر کر ٹوٹ بائیں تو نہ یہ اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں نہ
 کسی کو مدد کے لیے پکار سکتے ہیں کیونکہ بے جان و بیکار تماثل ہیں۔ اگر ٹوٹ پھوٹ جائیں تو زرا
 کوڑا پکڑا ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی چوتھی جرأت۔ جب قوم نے ابراہیم علیہ السلام کا یہ دلیل نامہ سنا

اور حیران پریشان لا جواب ہو کر کوئی مضبوط دلیل نہ دے سکے تو قائلو! اَوْجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا اِبْدِیْنَ
نقطہ یہ کہہ سکے کہ مورتیوں کی یہ پوجا پاٹ عبادتی اعتکاف ہم اپنے باپ دادوں سے دیکھتے چلے آ رہے
ہیں ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان بتوں کی عبادت کرتے پایا اس لیے ہم بھی ان کی دیکھا دیکھی نقل کرتے
چلے آ رہے ہیں نہ ہم کو اس کے فوائد کا پتہ نہ نقصان کا نہ ہم نے اس پرستش بتوں کے دلائل اپنے
بڑوں سے سنے نہ ہم کو معلوم ہیں نہ ہم نے کبھی عقل سے سوچا ہم تو بس کبیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں ہمارے
بڑے بڑے ان مورتیوں کو معبود واپس کہتے تھے ہم نے بھی کہتا شروع کر دیا۔ اس لیے ہم ان کے
عقیدت مندینے ہوئے ہیں کسی کی زبان سے ان کی برائی نہیں سن سکتے۔ یہ یہودہ احمقانہ معذرت
جواب سن کر ابراہیم علیہ السلام نے دشمنوں سے بھرے مجمع میں نہایت دلیری بہادری و جرأت سے
صاف صاف قال لَقَدْ كُنتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ فرمایا۔ البتہ بے شک یقیناً تم سب
بھی اور تمہارے تمام آباؤ اجداد بھی جن کی تم یہ نقل کر رہے ہو سب کے سب ظاہر ظہور انتہائی کھلی
گمراہی اور بد عقلی بے تمیزی میں ہو رہے تھے تم نے اپنی عقل و دماغ سے سوچا کہ یہ دستی بنائے ہوئے
بھلا کسی کے معبود بن سکتے ہیں نہ تمہارے باپ دادوں نے سوچا اسے عقل کے اندھو یہ بت
تو اپنے بننے پچنے محفوظ ہونے صاف رہنے میں ہر آن تمہارے محتاج ہیں یہاں تک کہ گر پڑیں
تو اٹھ نہیں سکتے تو تم کو کیا نفع دے سکیں اور تمہارا کیا نقصان کر سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی یہ مدبرانہ محققانہ تقریر سن کر۔ قائلو! اَجَبْتَ یٰ اَحْمَقُ اَنْتَ مِنَ الْعٰبِدِیْنَ
بوسے وہ سب حاضر موجود قوم کے بچے قیلے و اے کہ اے ابراہیم تم نے جو ہمارے بتوں
کی حقارت ہمارے آباؤ اجداد کی ضلالت اور ہم سب کی حماقت بیان کی ہے اور سخت
بیباکی دیدہ دلیری سے سب کچھ کہہ ڈالا تو کیا تم اپنی ذہنی عقلی لحاظ سے اپنی اس بات کو
سچ و خفی سمجھ رہے ہو یا کہ ویسے ہی آج تم دل لگی اور مذاق کے موڈ میں آئے ہوئے ہو۔
ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال ملاحظہ فرمائیے میں پانچ قول ہیں اول یہ کہ رُشد ابراہیم
عالم ارواح کے بعد صلب آدم میں آپ کو عطا فرمایا گیا تھا۔ دوم یہ کہ ولادت سے پہلے
نیکم مادر میں دیا گیا ہی قول درست و مدلل ہے سوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کو ان کا رُشد حضرت
موسیٰ و ہرون علیہما السلام اور نزولِ توریت شریف سے پہلے فرمایا گیا یعنی صحیفے دئے گئے چہاں
یہ کہ بلوغت سے پہلے رُشد دیا گیا۔ پنجم یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور نزول سے
پہلے رُشد عطا فرمایا گیا ملاحظہ فرمائیے علیہ السلام میں پانچ قول اول یہ کہ حالات ابراہیم کو اہم سن

والے ہیں۔ دوم یہ کہ اُن کے کمالات کو جانتے والے ہیں سوم یہ اُن کی صلاحیت و قابلیت کو جانتے والے ہیں۔ چوتھا قول یہ کہ کُنَّا بِہِ عَلَمِیْن کا تعلق اگلی عبارت و اِذْ قَالَ سے ہے یعنی ابراہیم کا اپنی قوم کفار سے بحث مباحثہ اور آپ کی تبلیغ قوم کی تعریف و مخالفت کو جانتے والے ہیں۔ پانچواں قول یہ کہ ہم ابراہیم کے صبر و تحمل برداشت اور توکل علی اللہ کو جانتے والے ہیں ۲ اِذْ قَالَ میں چار قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا تعلق و لَفْظُ اَتَيْنَا سے ہے یعنی ہم نے ان کو رشد اس وقت دیا جب انہوں نے لَا بَیْہِ کہا دوم یہ کہ اس کا تعلق صرف دُشْد سے ہے یعنی رُشد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم اور اَبِیْہِ کو یہ فصیحانہ تبلیغ پچپن میں فرمائی۔ سوم یہ کہ اِذْ قَالَ کا تعلق کُنَّا بِہِ عَلَمِیْن سے ہے یعنی ہم اُن کو جانتے والے تھے جب انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ میں یہ کہا۔ چہارم یہ کہ یہ جملہ ہے اور یہاں اِذْ کُوْیُوشِیْدہ ہے یہ قول زیادہ درست ہے دیگر آیت کے سیاق و سباق کے ربط سے ۳ لَهَا عَاكِفُوْنَ کے لام میں تین قول ہیں ایک یہ کہ یہ لام بیان کا ہے یعنی ان تماشیل کی عبادت کے لیے تم معذرت ہو۔ دوم یہ کہ یہ لام تعلیل کا ہے یعنی ان مردہوں کی وجہ سے تم معذرت ہو سوم یہ کہ یہ لام بمعنی علی تعد یہ ہے یعنی ان بتوں کے پاس تم معذرت ہو ان کی عبادت میں قائم و دائم ہو کر۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ یہ بات اظہر من الشمس **فائدے** ہے کہ اشیاء اقوال و شخصیات کی حقانیت دلائل و براہین سے ہوتی ہے نہ کہ کثرت اقوال و افراد سے۔ دیکھو قوم نمرود کے پاس افراد کی کثرت تھی باتیں بھی بہت تھیں مگر اپنے دین مذہب ملک عقیدہ پر کوئی دلیل نہ تھی اس لیے سوائے قَبْدُنَا اَبْنَانَا کے کچھ نہ کہہ سکے اور باوجود پوری قوم پر رے گروہ کے ایک ایک ابراہیم علیہ السلام کے سامنے گونگے لا جواب ہو گئے اور درپردہ سمجھ گئے کہ ہم باطل ہیں یہ فائدہ وَحْدُنَا اَبْنَانَا (الخ) سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ ہمیشہ حق میں دیری اور زور ہوتا ہے باطل میں بزوری اور شور ہوتا ہے یہ فائدہ ابراہیم علیہ السلام کے اُس فرمان سے ہوا جو آپ نے قوم کو فرمایا کہ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ تیسرا فائدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن تھے یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آدم کو تبلیغ فرمائی جس کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ ہے مگر والدہ کو تبلیغ نہ فرمائی۔ والدہ تو فوت ہو چکی تھیں لیکن والدہ موجود تھیں اگر والدہ متلی بنت شاریخ کافرہ اور دین نمرود پر ہو کر بت پرست یا نمرود پرست ہوتیں تو ابراہیم علیہ السلام اولاً ان کو تبلیغ فرماتے یہ فائدہ قرآن مجید میں ہر جگہ

صرف آپؐ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اور جب والدہ مومنہ تھیں تو آپؐ کے والد یقیناً مومن تھے کیونکہ مومنہ سے کافر کا نکاح کسی شریعت میں جائز نہ ہوا۔ یہاں تک کہ کفار بھی اپنی بیٹی کا نکاح غیر کافر سے نہیں کرتے ہاں البتہ مومن مرد کا اہل کتاب سے یا پہلی شریعتوں میں ہر قسم کی کافر عورت سے نکاح جائز رہا۔

احکام القرآن ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوئے۔ پہلا مسئلہ مسلمان کے لیے ہر کھیل حرام ہے۔ یہاں تک کہ شطرنج، نرد، قارچوا، ازلام، پرندوں کا کھیل مولیٰ علی شیر خدانے شطرنج کو تمثال اور شطرنج میں مشغول ہونے والوں کو عافیت علیہا فرما کر اس کی حرمت کا اظہار فرمایا۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے شطرنج یا نرد شیر کے کھیل کھیلے اُس نے خنزیر کے خون میں ہاتھ رنگے یہ دونوں مجوس کی ایجادات اور عبادات ہیں۔ اولاً امام شافعی شطرنج کے جواز کے قائل تھے اور فرماتے تھے کہ شطرنج سے جنگی چالیں سیکھی جاتی ہیں مگر وفات سے چالیس دن پہلے اپنے اس قول سے رجوع فرمایا اور امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کی تائید فرماتے ہوئے شطرنج کھیلنے کو حرام فرمایا (از روح البیان) موجودہ زمانے میں بھی ہر وہ کھیل حرام ہے جو مثل شطرنج بیٹھ کر ہو لیکن بھاگ دوڑ کے ورزشی کھیل جائز ہیں بشرطیکہ عبادات میں رکاوٹ اور خلل نہ ڈالیں۔ دوسرا مسئلہ عقائد میں تقلید منع اور ناجائز ہے مگر اعمال میں تقلید ضروری اور لازم ہے۔ اسی لیے کہ عقائد اصول ہیں ان پر ایمان اور اسلام کا دار و مدار ہے۔ اور اعمال فروع و ثمرات ہیں۔ ان پر ایمان و اسلام موقوف نہیں۔ بندہ عقائد سے مومن بن جاتا ہے اعمال بعد کی چیز ہیں۔ بغیر اعمال حنیفی ہو سکتا ہے بغیر عقائد حنیفی نہیں بن سکتا۔ یہ مسئلہ وَجَدْنَا آبَاءَنَا دَالِحٍ سے مستنبط ہوا کہ قوم ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ایمان و عقائد میں اپنے باپ دادا کی تقلید کی تو اُس کو ضلالِ شیعین فرمایا گیا۔ اور اعمال میں تقلید بزرگانِ اولیاء اللہ و علما کا حکم خود باری تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ دَسُودَةٌ نَحْلُ آیت ۲۲ و ۲۳ وَ كَذُوْا صَحَّاحِ الصَّادِقِيْنَ۔ (سودۃ توبہ آیت ۱۱۹) تبصر مسئلہ۔ تجاہلِ عارفانہ کے طریقہ پر سوال یا اعتراض کرنا جائز ہے۔ تجاہلِ عارفانہ یہ ہے کہ شی کو وہ شخص مسائل یا معترض، ہر طرح جانتا ہو مگر جان کر بھولا بن جائے اور ناواقف ظاہر ہو۔ تجاہلِ عارفانہ کے چار مقصد ہوتے ہیں۔ ۱۔ تاکہ وضاحت طلبی کی جائے ۲۔ غلط آدمی پر طعن بازی کی جھڑکی

کی جائے سزا دہا کرنے کے لیے تجاہل عارفانہ سے سوال کیا جائے یا کسی کو اس کی حماقت بھانپ
راہ راست پر لانے کے لیے کیا جائے۔ یہ مسئلہ مَا حِذَرِ الْتَّائِيلُ (الخ) فرمانے سے
مستنبط ہوا کہ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن مورتیوں کو ہر طرح جانتے تھے مگر پھر بھی نادان
بنے ہوئے یہ سوال فرما رہے ہیں لہذا آج بھی ان مقاصد صحیحہ کے لیے استعارہ شیخ مرشد اور
والدین یا کوئی بزرگ تجاہل عارفانہ کا کلام کر سکتا ہے شرعاً منع نہیں ہے۔

اعتراضات ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: اَنْتُمْ كَهَآءَا كُفُوْنَ۔ اعتکاف کا معنی کسی
جگہ بیٹھا رہنا، تو یہ کام تو برا نہیں پھر اس کو برائی میں کیوں شمار فرمایا گیا۔ چاہیے تھا کہ اَنْتُمْ
كَهَآءَا يَدُوْنَ فرماتے۔ جواب۔ بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت یہ کلام فرمایا
گیا اس وقت وہ لوگ صرف اُن بتوں کے پاس بیٹھے ہی تھے سجدہ وغیرہ نہیں کر رہے تھے
اور کسی کو معبود سمجھ کر اس کے قرب میں بیٹھنا اعتکاف ہے اس لیے عَاكِفُوْنَ فرمایا۔ بعض نے
یہ جواب فرمایا کہ مطلقاً ٹھہرنے کو قَعْدٌ کہتے ہیں اگرچہ کھڑا ہوا یا لیٹا ہوا اور کسی انداز میں بیٹھنے
کو عَزِيٌّ لغت میں قُلْبٌ کہتے ہیں۔ لیکن تعظیم اور عبادت کی نیت سے کسی جگہ رہنا رکش کرنا
اعتکاف ہے اس لیے شریعت میں اعتکاف عبادت ہے اور مسلمان کے لیے بجز پروردگار جل
مجذہ کسی کا اعتکاف جائز نہیں۔ مرد کے لیے مسجد اور عورت کے لیے گھر کا مخصوص مقام
تو چونکہ یہ کفار اپنے بتوں کو معبود سمجھ کر ہی اُن بتوں کے پاس بیٹھے رہتے تھے اور یہ ان کا بیٹھنا
ہی عبادت تھا اس لیے برائی کرتے ہوئے عَاكِفُوْنَ فرمایا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا
وَكُنَّا بِهٖ عَلِيْنِ چاہئے تھا کہا جاتا وَكُنَّا بِهٖ خَالِقِيْنَ۔ اس لیے کہ عَلِيْنِ کہنے میں
اشارۃ یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم بصیرت یا نظر بصارت سے صرف
جانتا ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ تو ہر چیز کو بنانے پیدا کرنے والا ہے جسم کو بھی اور جسم کی
عقلیت قابلیت یا منت ظرفیت کو بھی اور جو بنانے والا ہو وہ اپنی ہر بنائی ہوئی چیز کے
ظاہر و باطن کو ہر طرح جانتا ہے اسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ جانتے والا ہے
عَالِمِيْنَ کہنے میں عَالِمِيْنَ کے معنی خود بخود آجاتے ہیں مگر عَالِمِيْنَ کہنے میں خَالِقِيْنَ
کے معنی نہیں آتے۔ جان لینا تو بندوں کی صفت بھی بن سکتی ہے۔ بندے بھی کسی شخصیت
کے باطن کو اپنی فراست عقلی شعوری سے جان لیتے ہیں۔ جواب۔ اس کے چند جواب

دے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں عَلِیُّنَ میں حصر ہے اس لیے خَالِقِیْنَ کے ہی معنی میں ہے یعنی چونکہ ابراہیم علیہ السلام کو بنانے پیدا کرنے والے ہی ہم ہیں اس لیے ہم ہی جانتے والے ہیں کہ اُن کی قابلیت ظریفہ کیا ہے کیا چیز اُن کو دی جاسکتی ہے کس چیز کو برداشت کر سکتے ہیں۔ جواب دوم یہ کہ عَلِیُّنَ بمعنی اَنِّ حَنِیْنِ ہے۔ یعنی ہم ہی اس بات کو سمجھنے والے ہیں کہ ہمارا یہ بندہ ابراہیم رُشدِ نبوت کے بھاری بر جھ اور عظیم ذمہ داری کو سنبھالتے نبھانے کے لائق ہے۔ جواب سوم یہ کہ یہ آیت دراصل کفار کے اُس اعتراض کا جواب ہے جو تقریباً ہر نبی پر اُن کے زمانے میں کفار کرتے چلے آئے ہیں۔ اس طرح کہ جب کسی نبی نے اپنے وقت میں اپنی قوم کو فرمایا کہ ہم نبی ہیں تو قوم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تم میں کیا خوبی ہے جو تم کو رب بنی بنا دیا۔ ہم کو کیوں نہ بنایا! تو رب تعالیٰ نے مختلف الفاظ میں اُن کفار کو جواب دیا۔ کہیں فرمایا۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (سورۃ انعام آیت ۱۲) یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کہاں عطا کرے اپنی رسالت کو اور کس کو نبی بنائے اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ اے کافر و تم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہو۔ یہی بات یہاں سمجھائی جا رہی ہے تو کُنَّا بِہِ عَالِمِیْنَ کا معنی یہ ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی قابلیت و لیاقت کو ہم ہی بہتر سمجھتے ہیں کہ رُشد کی عطا کے لائق ہے یا نہیں اس طرح ہی اِن نَبِیِّہِ سَلَّمَ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہم ہی جانتے ہیں کہ ان کی قوت طاقت ہمت جرئت لیاقت قابلیت کتنی ہے اس لیے کہ ہم ہی خالق ہیں ہمیں ہی علم ہے کہ ہم نے کس کو کس چیز کے لیے کس قابلیت والا بنایا۔ یہ جامع مانع بات خَالِقِیْنَ کہنے سے حاصل نہ ہوتی۔ تیسرا اعتراض ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے کہا تھا۔ اَنْتُمْ کَھَا عَاكِفُوْنَ۔ تم ان مورتیوں کے معتکف کیوں ہو قوم نے اس کے جواب میں کہا وَجَدْنَا اٰبَاکُمْ اَنْتُمْ اَلْھَا عَاكِفُوْنَ۔ چاہیے تھا کہ کہتے اَلْھَا عَاكِفُوْنَ۔ چونکہ سوال اعتکاف کا ہے تو جواب بھی اعتکاف کا ہوتا کیونکہ اعتکاف صرف پاس بیٹھنے کا نام ہے اور عبارت مجددہ ریزی کا نام ہے۔ جواب قوم نے عابدین کہہ کر یہ بتا دیا کہ ابراہیم کی بات ہم نے سمجھ لی ہے وہ ہماری بت پرستی کا سوال کر رہے ہیں نہ کہ فقط پاس بیٹھنے کا اور مندر سجائے کا۔ نیز چونکہ بت سازی، بت فروشی، بت کی تعظیم و ادب سے اُس کے پاس بیٹھنا۔ اور بیٹھنے کے اوقات مقرر کرنا یہ سب کچھ عبادت ہی میں شامل ہیں اور عبادت کی نیت یا تعظیم کے ارادے سے کہیں بیٹھنا اعتکاف ہی ہے اس لیے عَاكِفُوْنَ کے جواب میں عابدین کہہ کر عبادت کا ذکر کرنا بالکل درست ہے گریا کہ عَاكِفُوْنَ کا معنی عَابِدُوْنَ ہی ہے۔ اسی

یہ شریعتِ اسلامیہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور اللہ رسول کے مقامات کے علاوہ کسی اور کے لیے احکام بیٹھنا حرام ہے اور یا کسی مزار پر قبر کے پاس اعتکاف بیٹھنا گناہ کبیرہ ہے یہی حکم طوافِ غیر اللہ کا ہے کہ بخزباری تعالیٰ کسی اور کے لیے کسی طرح طواف کرنا حرام ہے اور جس طرح اعتکاف کے لیے صرف مسجد ہے اسی طرح طواف کے لیے صرف کعبہ شریف ہے۔ وَاللّٰهُ وَدَّ سُوْلُهُ اَعْلَمُ

تفسیر صوفیانہ | لَآ بَیْہٖ دَقْوَمَہٗ مَا ہِذَا اَلْمَآثِلُ اَلْحَقُّ اَنْتُمْ کَہَا عَاکِفُوْنَ۔

اسے عالمِ ناموت کے باشندہ گوشِ عبرت و ہوشِ فطرت سے سمجھ لو کہ ہم نے ہی بے شک عطا فرمائیں ابراہیم روح کو اس کی وہ قوتیں جو مخصوص ہیں اس کے لیے یہ مثال طاقتیں اور وہ توحید ذاتِ ایمانِ صفاتی، شاہدہ مقامِ خلیلیہ جمالِ کارِ رشد و ہدایت ہے جن قوتِ عقل و قلب مراتب نورانیت و درجاتِ علویت سے پہلے عالمِ ارواحِ قدس میں جب کہ ابھی قلب و عقل پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ وَکُنَّا بِہٖ عَلِیْنِ۔ اور ابراہیم روح کی قوتِ روحانیہ کمالِ ایمانیہ نقیبت عرفانیہ علوشانیہ کو صرف ہم ہی جانتے سمجھتے والے ہیں کہ کون کس چیز کے قابل و لائق ہے ہمارے تقسیم اندھی بانٹ نہیں ہے ہمیں معلوم ہے کہ کس طرف جہانی میں روحِ نمرودی ڈالنی ہے اور کس طرف جہانی کو روحِ ابراہیمی عطا فرمائی ہے۔ اِذْ قَالَ لَآ بَیْہٖ اے محبوبِ اُمراءِ حق اس وقت کی طرف توجہ باطنی فرمائیے جب روحِ ازلی نے اپنے مرنی کثیف نفسِ کلیہ و قومیہ اور نفوسِ ناطقہ سماویہ عقلیت سے فرمایا۔ مَا ہِذَا اَلْمَآثِلُ اَلْحَقُّ اَنْتُمْ کَہَا عَاکِفُوْنَ۔ اسے نفسِ امارہ والویہ تو بتاؤ کہ یہ دنیوی معقولی صورتیں اور ظاہری عقلی اشیاء موجودات کے نقش و نگارِ حکمِ دیک کی تائیل کیا ہیں جن کے تصوراتِ باطل اور تخیلاتِ فاسد میں مقیم و جامد رہتے ہو، اسے دنیا پرستوں نے عقلِ اشیاءِ دنیوی میں اپنی قیمتی عمریں کیوں برباد کر رہے ہو روحِ مقدسہ کا یہ فرمانِ حکمانہ اس وقت بلند ہوتا ہے جب روحِ مقدسہ کا مقامِ شباب کے عروج پر ہوتا ہے اور حجاباتِ نور سے ظہور کا وقت ہوتا ہے توحید ذات کی فضاؤں میں سیرِ ملکوت کرایا جاتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر روح منور فرماتی ہے اِنِّیْ بُرِّیْ مُمَّا تُشْرِکُوْنَ اس مقام سے روح کو غلبتِ مراقبہ میسر آتی ہے تو پکار اٹھتی ہے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْہِیْ لِلَّذِیْ فِطَرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَنِیْفًا۔ اے دنیا و ذلیلہ کے ہجاریو۔ میں تمہارے تمام شرکِ ظاہری و باطنی سے بیزار ہوں۔ میں نے تو اپنے چہرہ عبادت و جسم ریاضت اور ذاتِ حمایتِ صفاتِ جمالت کو اس

ذاتِ قدیم صَلَّی مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف متوجہ کیا ہوا ہے جس نے قوتِ معرفت کے بلند آسمانوں اور زمین کی پستیوں کو ابدانِ مومنین میں ظاہر و پید فرمایا ہے۔ کیا شان ہے توکلِ ابراہیمی کی کہ اگر جبریل بھی تعاون کی پیشکش عرض کریں تو فرمان جاری ہوتا ہے اَمَّا اِلَیْكَ فَخَدَّ اے جبریل تم سے کوئی حاجت نہیں اور کیا کمالِ توکل ہے کہ جب جبریل عرض کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ سے کوئی حاجت ہے تو فرماتے ہیں کہ اس سے کہنے کی ضرورت نہیں وہ جانتا ہے۔

توجیدِ تویہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے : یہ بندہ جہانوں سے خفا میرے لیے تھا۔
یاطلینِ دنیوی کے پاس ابراہیم روح کے اس حوالِ عبرت کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ بحر اس کے کہ قَالُوا وَجَدْنَا ابْنَانَا كَهَآءُنَآ یٰۤاِبْرٰہِیْمُ۔ کہتے ہیں ہمارے تمام اعمال انکار و افعال و اقوال کی دنیوی توجہ اور انہماک دنیا سازی صرف اس لیے ہے کہ ہم نے اپنے خاندان کو ساری عمر اس دنیا پرستی کی رزق رزق و بک بک میں دن رات پایا ہے۔

اہلِ دنیا کا فرانِ مطلق اندر روز و شب در رزق رزق در بک بک اند
ہمارے آیا نفوسِ امارہ کے عابدین تھے تو ہم ان کی جاگیروں میراثوں پر عاکفین ہو گئے۔
اور اس طرح دونوں انگلوں پھیلوں نے اپنی عمر میں برباد آخرت تباہ کر دی، اس طرح کہ ایک بندہ دنیا بنانا بنا کر جاتا ہے تو دوسرا اُس کے بعد والا اس کی بنائی ہوئی دنیا کو سنبھالتا سنبھالتا مر جاتا ہے یا و اجداد دنیا بنانے کے عابدین بنے رہے اور اُن کے بعد والے ابنا و اولاد وارثین دنیا سنبھالنے میں عاکفون بن گئے اسی لیے اہل اللہ کو کہنا پڑتا ہے۔ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ روحِ انوار ہر آن پکار پکار کر خبردار کرتی ہے کہ اے جسمِ دبدب کے رہائشیو شیطان پرستی کرنے والو تم اور تمہارے نفسانی ارادے حق تعالیٰ کے نوری مقام سے حجاب کی گمراہی میں ہو تم ذاتِ جمال کے واصل نہیں ہو سکتے اور تم سب صفاتِ ذلیلہ و خواہشاتِ خبیثہ کے بزخوں میں اعتکافِ دنیوی میں پڑے ہوئے ہو اس لیے جب تک اس کیچڑ سے نہ نکلو گے کبھی بھی حقیقتِ ابدیت کی ہدایت نہیں پا سکتے اور امیدوں کی دلدلوں میں غرق ہوتے چلے جاؤ گے۔ قَالُوا اَجْتَنَابِ الْخٰی اَمْ اَنْتَ مِنَ الْاَلْعٰیْنِ دنیا پرستوں کا گمراہوں کا شروع سے یہ طریقہ اور وطیرہ رہا ہے کہ اہل حق کی باتوں کو مذاق سمجھتے رہے اور اسی بہانے سے انکارِ حق کا راستہ بنانے کی ہمیشہ یہی کوشش کرتے رہے کہ حق کو لعب و لہو کھیل کو اور حق والوں کو لعین بناتے رہیں اسی طریقہ

فاسدہ کو پھیلانے کے لیے ہمیشہ ہر اہل حق سے یہی کہا باطل و گمراہ لوگوں نے کہ کیا تم کوئی نشان حق آیت حقانیت دلیل سچائی کے آئے ہو یا تم بھی اپنے پہلوؤں کی طرح ہم سے مذاق اور کھیس کی ہی شرارت کر رہے ہو۔ راز تفسیر ابن عربی (تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ ان آیت میں یہ اشارہ بھی مل رہا ہے کہ اہل دین جب نور ہدایت اور روشنی و رشد سے اہل دنیا کی طرف دیکھتے تو ان کی برابری عمر کی حماقتوں پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کیا ہیں دنیا کی خواہشات و تہوت و لذات کی تماثل اور صورتیں جن کی مشغولیت اور دنیا سازی میں تم عمر بھر اعتکاف کرنے والے ہو۔ اس دنیوی پھیلاؤ سے صرف وہی بڑے کتابے جس کو رشد کا نور بارگاہ اذن قدیمی سے بواسطہ رسالت مل جائے اگر بدقسمتی سے یہ نور رشد نہ ملے تو جس طرح اہل ایمان اور صدق و صداقت اور طلب معرفت کے خوش بخت دنیا کی خواہشات کو بت مورتی اور تماثل سمجھتے ہیں اور دنیا ماندوں و دلت پرستوں کو لہو و لعب کے عاکرین سمجھتے ہیں اسی طرح دنیا دار بھی اہل ایمان اور صراط مستقیم والوں کو اُمُّ اَبْتٍ مِنَ اللّٰهِ سَنَی کہتے ہیں اور دین و ایمان و حق نوازی کو کھیل کود ہی سمجھتے ہیں اَلْبَدَا اَذِی اللّٰہِ تَعَالٰی۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ بدن انسانی عالم ناموت ہے جب اس پر نفس مارا کا قبضہ کاملہ ہو جاتا ہے تو وہ نمرود جسمانی کا دور ہوتا ہے۔ اور تمام اعضاء ریئہ و خبیثہ قویہ و اَبِیہ کے مقام اسفل میں آ جاتے ہیں۔ اس بے بسی بکیسی کے دور میں قلب خلیل کو رشد شعور عطا فرمایا جاتا ہے۔ اور ارشاد لامکانی ہوتا ہے کہ جس بدن عظیم اور جسم لطیف کو خَلَقْتُ بَیْدَی کے احاطہ سے نوازا گیا ہے اور اپنے دست مکرم قدرت معظم سے بنایا ہے اس مخلوق سفایہ کثیفہ و ذلیلہ کے برابر نہیں رکھوں گا اور اُس کے قبضہ سلطنت میں نہیں دوں گا جس کو فقط کلمہ کُن سے پیدا کیا گیا۔ انسان کی اس قدر تعظیم و تکریم کرنے اور فرشتوں پر بھی ترجیح و اشرفیت کے بارے جب معلومات روحانی کا سوال آتا ہے تو علی الاعلان فرمادیا جاتا ہے کہ اے بشر تجھ کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اگر علم روحانی معرفت ایمانی و قوت ایقانی کی طلب و تلاش ہے تو کس صاحب رشد۔ ابراہیم زمان اور خلیل رحمہ کی بارگاہ سے متصل ہو جا۔ سرزمین انسانی میں قلت علم کی وجہ سے تو ظلمتیں جاری ہوتی رہتی ہیں۔ کبھی ظلمت قابلی، کبھی ظلمت کنعانی پھر کبھی ظلمت نمرودی، کبھی ظلمت شدادی۔ کبھی ظلمت فرعون، کبھی ظلمت ہامانی۔ کبھی ظلمت برہمی، کبھی ظلمت بوجہلی، کبھی ظلمت یزیدی، ان تمام کے مقابل رب تعالیٰ بدن انسانی میں سرچشمہ حیات پیدا فرماتا ہے کبھی حابیل مزاح کی لطافت کبھی نوح رقت

قلبی کا گواہ۔ پھر کبھی روح ابراہیمی کا رُشدِ باطنی، کبھی شعور اسماعیلی کی ششانی، کبھی موسیٰ عقل کی تابانی کبھی ہارون علم و صبر کا سحرِ بدنی، کبھی فراسِ ضمیر کا عثمانِ وقت کبھی محبوبِ رحمت کا سعد بنِ علم اور سرِ چشمِ حکمت کبھی جہان فانی کے میدانِ کرب و بلا کا حسین جرئتِ نو دار کئے جاتے ہیں۔ روح جسمانی قدرتِ الہی کی شے عظیم ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کی عطا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ روح وہ ایسا لطیف جسم ہے جو احساس اور لمس سے بہت بالا و اعلیٰ ہے اسی لیے اجسام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مختلف قوتوں کے ساتھ روح کو پیدا فرمایا پھر روح کی شان و قوت کے مطابق جسم کو پیدا فرمایا اور عین حکمتِ کاملہ سے اسی جسم میں وہی روح و ولایت فرمائی گئی جو جسم اس روح کی قوت و شان کے لائق تھا۔ روح میں جسم ایسی سما جاتی ہے جیسے سانپے میں برتن۔ روح کی پیدائش نورِ لطافت سے ہے اور اس کی قوت نورِ عزت سے دیگر اجسامِ لطائف ناری و نوری کی خلقتِ جلوہ جلال سے مخلوقِ نوری پر پُر تو جمال کی چمک ہوتی ہے اور مخلوقِ ناری سے پُر تو جلال کے شعلے جب تک روح اپنے جسم سے علی رہتی ہے اس وقت تک جسم کو زندہ رکھتی ہے، اگرچہ روح جسم سے افضل ہے کیونکہ جسم ظرف ہے اور روح منظورِ چیز کے لیے برتن بنایا جاتا ہے۔ اس لیے چیز افضل ہوتی ہے برتن سے۔ اس افضلیت کے باوجود جب دونوں کو جدائی ملتی ہے تو دونوں کی موت واقع ہوتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ روح کی موت اُس کی قید ہے اور جسم کی موت اُس کی فنا ہے عالمِ ناموت میں اگر نفسِ امارہ کا غلبہ رہے تو روح سواری ہوتی اور جسم گھوڑا کہ جسم کی طاقت سے ہی روح کی رفتار ہے۔ لیکن اگر اس جسمِ ناموت کی سرزمین پر رُشدِ قلبی کا غلبہ ہو تو جسم سواری اور روح گھوڑا ہوتا ہے پھر انسان کی رفتارِ قوتِ روحانی سے ہوتی ہے تب ہی آواز آتی ہے کہ اِنَّا اَبْنٰکَ بِہٖ نَبِیْلٌ اَنْ یَّرِنْدَ اِلَیْکَ طَرَفٌ فَکَ اَوْرَبَ ہِیَ کَہا جاسکتا ہے کہ تُو از منارہ اعدی کو من از بخارا آمدم تا عمر برانسان کا شیطان اُس سے چمٹا رہتا ہے مگر جب بندہ ذکرِ الہی کرتا ہے تو شیطان منہ پھیر کر پیچھے کھڑا رہتا ہے۔ اسی لیے تا عمر روح و جسم کی طرائی اور تقابلی سازی رہتی ہے۔ روح بھی ایک پہلوان ہے اور جسم بھی ان دونوں کی قوت بخش غذا میں بھی مبرا ہیں۔ روح کی غذا ذکرِ عبادت و ریاضت اور جسم کی غذا لذاتِ غذائی و ثبوی جس کو جو غذا ملے گی وہ طاقتور ہوگا، جسم کی قوت صرف عالمِ ناموت تک ہے مگر روح کی قوت عالمِ لاہوتِ جبروتِ ملکوت تک ہے روح بھوکے رہے تو روح کی موت جسم بھوکا رہے تو جسم کی عبادتِ الہی یہ ہے کہ دونوں کو زندہ رکھا جائے مگر عبادتِ شرک میں دونوں کی موت اور عبادتِ

کفر میں صرف جسم کی زندگی ہے روح کی موت ہے اسی لیے عبادتِ شرک و کفر سے بچانے کے لیے وَقَدْ
 اَنۡاٰ اَیۡدِیَہُمۡ وَّشَدَّکُمۡ کَلۡفَہُمۡ کَرۡیَۡمًا فرمایا جاتا ہے حدیثِ قدسی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے
 کہ جو شخص ذکر اللہ سے منہ پھیرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن کر اس
 کو غفلتوں گناہوں اور گستاخیوں میں مشغول رکھتا ہے۔

قَالَ بَلْ تَرٰۤیۡکُمۡ رَٰبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرْضِ الَّذِیۡ

فرمایا بلکہ تم سب کا پروردگار وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اسی نے وجود بنایا
 کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا جس نے

فَطَرَهُنَّ ۚ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِّنَ الشَّٰہِدِیۡنَ ﴿۵۶﴾

ان کا اور میں ان تمام عقیدوں پر گواہ ہوں گواہوں میں سے اور قسم کہتا ہوں میں
 انہیں پیدا کیا۔ اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں اور

تَاۡلِیۡہٗ لَا رَکِیۡدَ اِنَّ اَصۡنَاۡمَکُمۡ بَعۡدَ اَنۡ تَوَلَّوۡا۟

اللہ کی البتہ میں ایک چال کروں گا تمہارے سب بتوں سے اُس کے بعد کہ تم سب
 مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا بُرا چاہوں گا بعد اس کے

مُدْرِیۡیۡنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمۡ جُذَآ اِذَا کَبِیۡرًا

جا چکے ہو گئے پیٹھ پھیر کر۔ پھر بنا دیا اس نے اُن بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے مگر بڑے کو
 کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔ تو اس حسب کو چورا کر دیا مگر

لَهُمۡ لَعَلَّہُمۡ اِلَیۡہِ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوۡا مَنۡ

اُن کے تاکہ وہ سب اس کی طرف رجوع کریں۔ کافروں نے کہا کون ہے
 ایک کہ جو ان سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں بڑے کہنے جارہے

فَعَلْ هَذَا يَا لَهْتَ كَارِهُ لِمَنِ الظَّالِمِينَ ﴿۵۹﴾

وہ کیا جس نے یہ کام ہمارے معبودوں سے یقیناً وہ تو البتہ ظالم ہے ظالموں میں سے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے شک وہ ظالم ہے

قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ

کچھ لوگ بولے ہم نے سنا تھا ایک نوجوان کو جو ذکر کرتا تھا ان کا کہا جاتا ہے کہ اُن میں سے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو اُنہیں برا کہتے سنا جسے

ابْرَاهِيمَ ﴿۶۰﴾

ابراہیم

ابراہیم کہتے ہیں

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم کی قوم کا ایک سوال منقول ہوا اب ان آیت میں اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جب قوم نے کہا کہ اے ابراہیم کیا تم ہمارے دین ہمارے بتوں کی برائی کی حق بات کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو تو آپ نے جواب دیا بلکہ یہ حق بات ہے کہ تمہارا رب اور آسمانوں زمین کا رب وہی اللہ ہے جس نے ان کو تم کو پیدا کیا۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے حضرت ابراہیم کو رشد و ہدایت عطا کرنا اب ان آیت میں اُس کا ایک ثبوتی واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ان کے مندرجہ بالا سارے بُت توڑ دئے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں بتوں کی ایک شکل بیان فرمائی گئی کہ وہ تماثل ہیں یعنی بے جان مورثیں ان کی حقیقی حیثیت کچھ نہیں فقط تمثال و مشابہتیں ہیں اصل میں نری مٹی ہی ہے اب ان آیت میں اُن بتوں کو خدا کا کہا جانے کا ذکر فرما کر اُن کے بے جان مٹی ہونے کی دلیل دی جا رہی ہے۔

تفسیر نحوی قَالَ بَنِي إِسْرَءِيلَ لِرَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُمْ وَأَنَّا عَلَى الْكُفْرِ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۖ وَتَاللَّهِ لَا كَيْدَ لَنَا مَلَكُمْ بَعْدَ أَن تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ

marfat.com

Marfat.com

ثُمَّ قَوْلُ تَشْتَقُّ اس کا فاعل حضرت ابراہیم ہیں یہ فعل با فاعل ضمیر عینہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر
 قول ہو اور اَبَلْ حرفِ زائدہ و عطف کے لیے نہیں (بمعنی لکین ہے اس لیے اضراب مع استدرک
 ہوا یہ جب بے جب کہ بل کے مابعد کا تعلق بما ہذا التَّائِيلُ کے پورے کلام سے ہو لیکن
 اگر اس مابعد مقولے کا تعلق بعین کے جملے سے ہو تو فقط اپنے اصلی معنی اضراب کے لیے
 ہے بَلْ لَکِنْ۔ لَکِنْ اور اَلَا یہ سب دو جملوں کے درمیان آتے ہیں اور مابعد جملہ ماقبل جملے کی
 مخالفت کرتا ہے مگر نوعیت مخالفت میں فرق ہے نیز بل کے آگے پیچھے دونوں کلام کا تشکلم بھی
 فرد واحد ہوتا ہے کبھی مختلف دو شخص یہاں مختلف ہیں کہ ماقبل کا تشکلم قوم والے اور مابعد
 رَبُّکُمْ کے جملے کا تشکلم حضرت ابراہیم رَبُّکُمْ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 رَبُّ ام صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا رَبُّ مضاف ثلاثی سے مشتق ہے رَبُّ تَعَالٰی کی وجہ سے
 الف گرا اور دونوں کو مُدْغَم (مشتد) کیا گیا بمعنی بہت پالنے والا۔ ایک قول میں یہ مصدر مبالغہ
 ہے جیسے عدلٌ بمعنی عادلِ مبالغہ یعنی سراپا عدل و انصاف۔ ایک قول میں یہ خود مبالغے کا صیغہ
 ہے جیسے بَرٌّ بمعنی بَارٌ خوب بھلائیوں والا سَمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یہ دونوں اسم موزن لفظی ہیں ایک
 ظاہر ایک پوشیدہ یہ دونوں عطف مضاف الیہ یہ مرکب اضافی موصوف ہے اَلَّذِی اسم موصول واحد
 مذکر فطر باب نصر کا ماضی مطلق عینہ واحد مذکر فطر سے مشتق ہے بمعنی پھاڑتا۔ چیز نامراد پھاڑ کر
 کسی چیز کو ختم کرنا اور دوسری چیز بنا دینا اصطلاحی ترجمہ ہے معدومیت اور عدم کو ختم کر کے موجود
 کرنا نیست کو هست کرنا یعنی پہل ہار ہی مکمل طور پر پیدا کرنا، صفت خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کی ضمیر صیغہ
 صُو ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے مرجع ہے رَبُّکُمْ هَتْ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے
 مرجع زمین و آسمان ہے مفعول یہ ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلیہ ہوا اَلَّذِی کا موصول صلیہ ملکر
 صفت ہے رَبُّ السَّمَوَاتِ کی یہ مرکب تو عین خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واو
 عاطفہ اَنَا ضمیر واحد تشکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے مرجع سیدنا ابراہیم علیہ السلام علی حرف جر بمعنی
 لام جارۃ یعنی حق میں گواہی کے لیے ذَالِکُم اسم اشارہ بعیدی کم ضمیر جمع مذکر حاضر جمع امیہ
 ہے کہ سابقہ مشار الیہ جمع ہیں یعنی تائیل کی معبودیت آباؤ کم کی پرستش کا باطل ہونا اور اللہ
 رَبُّ السَّمَوَاتِ کا رَبُّکُمْ ہونے کی حقانیت یہ سب مشار الیہ ہے اور ضمیر حاضر ذی عقل کے
 لیے ہوتا ہے یہاں مشارکہ یعنی قوم اہل عقل ہیں اس لیے یہ کم ضمیر آئی یہ جار مجرور متعلق
 مقدم ہے شاہد پوشیدہ اسم فاعل کا مِنْ الشَّهِيدِینَ یہ جار مجرور متعلق ہے اُسی شاہد پوشیدہ

کا مشابہ اسم فاعل اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اُن کا
 مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ ت حرف جر قیہ الیہ اللہ سے ملنے کی
 وجہ بنا ہوا خیال رہے کہ عروف قسم چار ہیں م ت ب ل م س د واو یہ سب حرف جر ہیں ان میں
 خصوصی صرف ت ہے یہ صرف قسم ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کی قسم میں تعجب اور سختی ہوتی
 ہے اللہ جز در نفسم یہ ہے یہ چار مجرور متعلق اقسام پوشیدہ کار۔ لا کیدن۔ باب ضرب کا فعل مضارع
 مستقبل لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ مثبت معروف واحد متکلم کیدن الخوف یا ت سے مشتق ہے بمعنی
 تدبیر کرتا تدبیر چاہنا۔ مکر کرتا، داؤ چلانا، یہاں مراد ہے تدبیر چلانا۔ کیدن اُس عقلی کام کو کہتے ہیں
 جس کا کسی دوسری کو کرنے سے پہلے اور کرتے وقت پتہ نہ لگ سکے بعد میں پتہ لگے۔ کیدن مکر تدبیر
 کی قسمیں اور فرق تفسیر علامہ میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اُصنام اسم جمع مکرر منصوب
 اس کا واحد ہے صنم بمعنی کھڑا ہوا بت کس ٹھوس چیز کا۔ اصطلاح میں ہر وہ تصویر جس کی پوجا کی جائے
 کم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے یا مفعول کُ ہے بعد اسم مفرد نکرہ ظرف زانی
 کے بے مضاف ہے اُن حرف ناصبہ تَوَلَّوْا باب تفعیل کا فعل مضارع بمعنی مستقبل مثبت
 معروف جمع مذکر حاضر و تَوَلَّوْا سے مشتق ہے در اصل تھا تَوَلَّوْا بر وزن تَصَيَّرُوا۔ اس کا مصدر ہے
 تَوَلَّى بر وزن تَفَعَّلَ آخری کی کو حذف کر کے بدلے میں ت مصدر یہ لگا دی کیونکہ دو حرف ایک جنس
 کے تفعیل ہوتے ہیں پہلی کی علامت مصدر ہے اس لیے وہ گرائی ہو گیا تَوَلَّى تَرَجِمَ ہے منہ موڑنا
 خواہ موڑ کر سامنے کیا جائے ماننے اور سننے کے لیے یا پھیرا جائے نہ ماننے یا دور ہونے یا جلنے کے
 لیے یہاں جانے کے لیے منہ پھیرنا مراد ہے تَوَلَّى تَوَلَّى ابی کی پر ضمہ ہو جھل تھائی کو گرایا یا ماقبل لام کو ضمہ
 دیا یا بعد کا نقل کر کے واو کی وجہ سے اُن ناصبہ کے نصب نے آخر کی نون کو گرایا ایک قول میں
 تَوَلَّوْا باب تفعیل سے ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ ہے۔ مُدْرِیْن۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر بحال
 فتح ہے دُیْر سے بدلے بمعنی پیٹھ پھیر کر چلے جانا۔ یہ حال ہے تَوَلَّوْا کے فاعل کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ
 انشائیہ ہو کر مضاف الیہ ہوا بعد کا یہ مرکب اضافی ظرف ہے لا کیدن کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر
 جواب قسم ہوا اقسام فعل اپنے فاعل متعلق اور جواب قسم سے مل کر جملہ فعلیہ قیہ ہو کر معطوف ہوا تینوں
 عطف مل کر مقولہ ہوا قال کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ تَجَعَلَهُمْ جُذًا ذَا لَکِبْرٍ اَلْهَمَّ
 لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ۔ قَالُوا مَنْ نَعَلَ هَذَا اِیَّا لِحَتِّ اِذْکَ لِمَنْ الظَّالِمِیْنَ
 قَالُوا سَبْعًا نَتَّى یَذْکُرْهُمْ یَقَالُ لَہٗ اِبْرَہِیْمُ۔ ت عطف تعقیبہ بمعنی تَمَّ اور

ما بعد جملے کا عطف ہے بَلْ رَجَعْتُ إِلَىٰ قَوْلِي فِيهِ فَاعْلَمَ (الْح) کے پورے مقولے پر ایک قول میں فَاعْلَمَ کا عطف نہیں بلکہ بیان یہ ہے اور ما بعد کا جملہ علیحدہ ہے جَعَلَ بَابِ فَتَحٍ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ضمیر ہے یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتداء دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ترجمہ ہے اَصْنَامُ جُذَاؤُا اِھم جمع مکسر منفرد کا واحد ہے جُذَاؤُا جُذَاؤُا جُذَاؤُا عظیم مصدر ہے اِھم مفعول مَجْذُوذٌ یعنی ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا جُذَاؤُا اِھم پانچ قرینیں ہیں ایک ہی مشہور رَجَا جُذَاؤُا جُذَاؤُا جُذَاؤُا یہ اسم جامد حاصل مصدر ضعیف ہے بمعنی ٹکڑے ریزہ ریزہ جُذَاؤُا جُذَاؤُا جُذَاؤُا جمع رَجَا جُذَاؤُا مفعول بہ دوم ہے اَلَا حرف استنابا برائے مستثنیٰ متصل کیونکہ اس کا مستثنیٰ مِنْہُ فَعْلَمَ یعنی اَصْنَامُ مذکر ہے گیسر ایک کُرْمٌ رشائی بحر و مطر کا پانچواں باب) کا اسم فاعل صفت مشبہ بروزن کریم اس کی جمع کبیرن بھی ہے بروزن کبیرن رَجَا گیسر بھی ہے۔ اس کی مؤنث کبیرۃ ہے اور مؤنث جمع کبیراؤ بھی گیسر صیغہ مباغی یعنی بڑائی کی زیادتی کے لیے اس سے بڑا مباغی گیسر ا کے صیغہ میں ہے اور اس سے زیادہ مباغی گیسر ا میں ہے بڑائی بہت قسم کی ہوتی تعظیمی۔ مالی جسمانی عمری یہاں مراد جسمانی ہے یا تعظیمی بادونوں یہ اسم فاعل مباغی اپنے اندر پوشیدہ فاعل اور اِھم جار مجرور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا اِھم کا دونوں مل کر مفعول اول ہوا یَعْلَمُ حرف مشبہ محم ضمیر منصوب متصل اس کا اسم مرجع قوم والے ہیں اِلٰی حرف جر انتہاء غایت کے لیے و ضمیر کا مرجع کبیر گیسر ہے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے یُرْجَعُونَ بَابِ ضَرْبِ كَانِ مَضَارِعِ شَبْتِ مَعْرُوفِ جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبِ رَجَعْتُ شَتَقُ ہے بمعنی لوٹنا پلٹنا راغیب ہوتا یہاں اسی معنی میں ہے یہ فعل با فاعل متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انتہائی ہو کر خبر ہے فَعْلٌ کی وہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معلول ہوا فَجَعَلَ کاسب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ یُرْجَعُونَ سے مراد دنیوی رجوع ہے مگر ایک قرأت میں یُرْجَعُونَ فعل مجہول ہے اور مراد دینی اُفْرُوجُ رجوع ہے۔ قَاوُ یہ مقولہ ہے اہل قوم کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اِنَّ اِسْمَ مَوْصُولِ وَاحِدِ مَذْكَرِ ذَوِ عَقْلٍ کے لیے ہوتا ہے یہاں بیان یہ ہے بمعنی وہ جو یا سوال یہ ہے بمعنی کون اور سوال تو یہ بھی ہے فعل بابِ فَتَحٍ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ہذا اسم اشارہ قریبی اس میں حَا حرف تنبیہ ہے سختی کلام کے لیے ذال اسم اشارہ عمودی اُٹھانے اس کو قریبی بنایا۔ اس کا اِش رالیہ نفلی نہیں معنوی ظاہری ہے جو ہتھ وغیرہ کے اِش رے سے ہوتا ہے بَ جارہ بمعنی مَعَ یعنی ساتھ یا بمعنی مِّنْ یعنی سے اِلَھُ اسم جمع مؤنث سغریں ت تانیت ک ہے نا ضمیر جمع متکلم مرجع قوم ہے یہ مرکب رشائی بحر و مطر متعلق ہے فعل کا اِنَّ حرف مشبہ ضمیر کا مرجع اِھم ہے منصوب متصل ہے

کیونکہ اسم ان ہے لَام کے بمعنی البتہ من الظہین یہ جار مجرور متعلق ہے ظالم پوشیدہ اسم فاعل کا وہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر ان وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے فعل کا جملہ فعلیہ ہو کر صیغہ ہوا سن کا مفعول صیغہ مل کر ذوالحال ہے دونوں مل کر مقولہ ہوا قول سنو جملہ قولیہ ہو گیا۔ قالوا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ سمعنا۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق بمعنی ماضی بعید مثبت معروف جمع تکم ضمیر صیغہ مرجع تو ا کے کچھ چند لوگ سَمِعَ سے مشتق ہے بمعنی حواریں ظاہری یعنی کانوں سے سنا خیال رہے کہ ظاہری حواس پانچ قسم کے ہیں اور سب کے افعال متعدی بیک مفعول ہوتے ہیں سَمِعَ کے بارے میں تین اختلافی قول ہیں ۱۔ متعدی بیک مفعول ہی ہوتا ہے ۲۔ بد و مفعول بھی ہوتا ہے ۳۔ اگر اس کے بعد وہ چیز ہو جیسی جاتی ہے تو بیک مفعول متعدی ہوگا جیسے میں نے بات سنی اور اگر اس کے بعد وہ چیز جو جیسی نہیں جاتی تو بد و مفعول ہوتا ہے جیسے میں نے فقی ہے مگر یہ قول کمزور ہے۔ فقی اسم مفرد جا مد بمعنی نوجوان بوصف یدکر باب نصر کا مضارع بمعنی ماضی استمراری ہم اس کا مفعول مرجع الہتیب ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع فقی ہے سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت اول ہے بعض نے کہا یہ جملہ بدل کل یا اشتمال ہے۔ بقا فعل مضارع مجہول لہ جار مجرور متعلق ہے ابراہیم اس کا نائب فاعل یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت اول ہے بعض نے کہا یہ جملہ بدل کل یا اشتمال ہے۔ یقال فعل مضارع مجہول لہ جار مجرور متعلق ہے ابراہیم اس کا نائب فاعل یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت دوم ہے فقی کی سب مل کر مفعول پہلے سمعنا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا قالوا سب سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمائے قَالَ بَلْ رَأَيْكُمُ رَبَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي ظَرَ هُنَّ - وَ أَنْ تَكُنْ ذَاكُمُ مِنَ الشَّاهِدِينَ وَ قَالَ اللَّهُ لَا كَيْدَ لَنَا أَصْنَا مَكْمُ لَعَدَا أَنْ تَوَ اُمُّدُ بَرِّينَ۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو ابا فرمایا کہ ان تلوں کی عبادت کی برائی میں مذاقاً نہیں کر رہا بلکہ ایک ٹھوس حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ جن مورتیوں کو تم معبود بنائے بیٹھے ہو یا نمروہ جو تمہارا رب بنا پھرتا ہے اور اپنی حماقت سے قیدی قتل کرنے کو مارنے اور چھوڑ دیتے کو زندہ کرنا سمجھتے ہوئے رب تعالیٰ کے مقابل انا اُمّی و اُمیت کے نعرے مارتا ہے وہ کسی طرح کسی وقت بھی کسی چیز کسی شخص کے معبود بننے کے لائق اور حق نہیں۔ کہتے کسی کی عبادت لینے کا نہ ان کا استحقاق نہ صلاحیت کیونکہ نہ یہ نفع دے سکیں نہ کسی پر کوئی اختیار رکھتے ہیں نہ پرورش کر سکیں نہ کچھ دے سکیں نہ خالق نہ مالک نہ رازق نہ رب نہ

ان کو کسی کی کچھ خبر اللہ اور معبود تو وہ ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور تمام آسمانوں پوری زمین کا بھی رب ہے تمہارے نفع نقصان کی ہر چیز کا رب ہے عالم اُرواح اور شکم مادر میں از ہد تا لحد ہر طرح خبر گیری کرنے والا ہے خود ہی مشکلوں حاجتوں کو جاننے والا اور خود ہی مشکل کشا حاجت روا ہے وہی تمہارے سجدوں کی عبادت اعتکافوں کی ریاضت کا حق دار مستحق ہے۔ تمہارا تو ہر عقیدہ ہر مذہب و دین کی ہر بات ہی بے دلیل اور اندھی تقلید اور دیکھا دیکھی کی پیروی ہے مگر وَ اَنَّا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ۔ اور میں اپنی اس بات میں اپنے اس عقیدے اس دین اور اپنے مولیٰ تعالیٰ کی خالقیت راز قیامت ربوبیت معبودیت پر بڑی مضبوط دلیلوں سے گواہ اور مشاہدہ کرنے والوں میں سے ایک شاہد ہوں ہر طرح قوی دلائل سے ثابت کر سکتا ہوں بلور پھر میرے رب تعالیٰ کی معبودیت پر تو سب آسمان وزمین گواہ ہیں آسمانوں کے چاند سورج کوکب میرے رب تعالیٰ کے ساجد فرش زمین کا ذرہ ذرہ، شجر زمین کا پتہ پتہ میرے رب کے عابد ہیں تمہاری طرح میں صرف آباؤ اجداد کی کلیں کا فقیر نہیں بے دلیل باپ دادوں کی پیروی کرتا ہوں نہیں۔ تم لوگوں کو باتوں کی دلیل سے قوی علی طریقوں سے تو میں تے بتا ہی ہی دیا کہ تمہارا دین غلط عقیدہ نفوتمہاری یہ صورتیں تھیں تھیں بے کمر و کھلوتے ہیں۔ ان کے پاس تمہارے اعتکاف بیکار تمہاری عمر میں برباد ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم ابھی چند دن بعد ایسی جرئت مندانہ علی دلیل والی چال چلوں گا تم سے تمہارے ان بتوں کے بارے میں باوجود تمہاری ظالمانہ جاہلانہ حکومت کی زور آوری اور رعب پردی کے اتنے تعجب خیز حیران کن کہ تمہاری اندرونی عقلیں تک سمجھ جائیں گی کہ یہ بت کچھ نہیں بیکار ناکارہ فغول مٹی کے پتھر کے ٹکڑے ہیں ان کی عبادت محض حماقت ان کے پرستار نے بے وقوف ہیں یہ چال میں اُس وقت چلوں گا جب تم یہاں سے کبھی کچھ عرصہ کے لیے پیٹھ پھیر کر جاؤ گے۔ یہ بات ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا اور قوم کے اُن آٹھ دس آدمیوں کے سامنے اس وقت کہی جب وہ اپنی بت ساز فیکٹری میں بت سازی کر رہے تھے اور عَاكِفُوْنَ اور لَا یَكْفُرُوْنَ کا اشارہ اُس وقت عبادت اور اُن بتوں کی طرف تھا جو یہاں سے بن کر مندروں میں رکھے جاتے پھر یہی مُحْتَفَانِ اپنے ہی دستی تراشے خراشے پھیلے چھلائے بتوں کے سامنے بادب مشکف ہو جاتے ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ چند دن بعد ان کی سالانہ عید ہر جان آئے والی ہے یہ سب جوان تندرست بوٹھے مرد عورتیں بچے تین میل دور وسیع میدان میں ایک بڑا میلنگا کر سارا دن خوب کھیل کود تماشا کرتے کھا پیتے دکانیں بجاتے جب وہ دن آیا تو آذر چھپاتے

نے کہا کہ اسے ابراہیم اٹھوا چھ کپڑے پہنا اور ہمارے ساتھ عید میلے میں چلو تاکہ وہ رونقیں دیکھ کر ہمارے دین کی شان معلوم ہو اس عید میلے میں چار کام ہونے ہیں اولاً تو ہماری رسمیں رکھیں کہ وہ تماشاہ سوم کھانا پینا میلے کی دکانوں سے خرید و فروخت، چہارم سارا سال تو بتوں کی پرستش ہوتی تھی مگر اس عید میں ایک جگہ بہت خوب صورت تخت سجایا جاتا اس پر بیج و صبح سر زرق برق لباس میں نمود و بادشاہ بیٹھتا اور تمام حاضرین میلہ چھوٹے بڑے عورت و مرد قطار بنا کر نمود کو سجدہ کرتے پھر غرود مختلف حیثیت کے لوگوں امیروں وزیروں خادموں کو انعامات بانٹتا پھر شام کو واپسی ہوتی تو سب مع بادشاہ درعیہ پہلے مندر میں آتے اور وہ کھانے کھاتے جو جانے سے پہلے بتوں کے سامنے رکھ جاتے تاکہ ان میں برکت آجائے۔ جب آذر چھا نے ابراہیم علیہ السلام کو چلنے اور تیار ہونے کا کہا تو حضرت ابراہیم نے آسمان کی طرف اس انداز سے دیکھا اور کچھ انگلیوں کے اشارے بھی کئے گویا نجومیوں کا ہنوں جوشیوں کی طرح ستاروں سے آئندہ کا حساب لگا رہے ہیں پھر کچھ دیر بعد فرمایا اِنِّی صَیِّمٌ مجھے لگتا ہے میں بیمار ہو جاؤں گا بعض نے کہا کہ آذر کی یہ میلے میں چلنے والی گفتگو ایک دن پہلے شام کے وقت یارات کو ہونے اور دوسرے دن کی تیاری کے لیے اُس نے کہا تھا ابراہیم علیہ السلام میلے میں دو وجہ سے نہ گئے اور اِنِّی صَیِّمٌ فرما کر نہ جانے کا جید کر لیا کیونکہ بیماروں کو میلے میں نہیں لے جایا جاتا تھا باقی تمام لوگ چلے جاتے صرف چند بوڑھے اور بیمار رہ گئے۔ تب حضرت ابراہیم اٹھے اور ہتھوڑا پکڑا اور شاہی بڑے مندر میں جا کھسے دیکھا کہ ہر چھوٹے بڑے بت کے سامنے بہترین کھانے اور مٹھائیاں پڑی ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فرمایا اے بتو تم یہ کھانے مٹھائیاں کھاتے کیوں نہیں۔ جب کوئی جواب نہ آیا تو آپ ہتھوڑا لے کر پل پڑے کسی کا سر توڑا کسی کا ہاتھ کسی کا کان کسی کی ناک کسی کا پاؤں کسی کو دو ٹکڑے کئے کسی کو تین کسی کو گرایا کسی کو بھیرا اور تمام بتوں کو تہس نہس کر کے پھینک دیا۔ اور بڑے شیر کی شکل والے بت کی گردن میں ہتھوڑا لٹکا دیا۔ فَجَعَلَ لَهُمْ جُذًا ۱۱ اِنَّ کِبْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام نے موقعہ پا کر تمام چھوٹے بڑے بتوں کو جو مندر میں ایک ترتیب سے رکھے تھے کہ ہر بڑے کے ساتھ ایک چھوٹا بت تھا ٹکڑے ٹکڑے کر دئے بلکہ بعض پر تو اتنا غصہ آیا کہ اُن کو چوراکر دیا صرف بڑے بت کو کچھ نہ کہا کام سے فارغ ہو کر ہتھوڑا اس انداز سے بڑے بت کے کندھے اور گردن میں لٹکا دیا جس طرح مزدور کام ختم کر کے کندھے پر ہتھوڑا یا کلہاڑا رکھتے ہیں اور اس انداز میں رکھنے سے تاثر یہ ملتا تھا کہ جیسے

ان بڑے صاحب نے اپنے ان چھوٹوں پر آج نہ جانے کب کا دبا غصہ نکالا ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کام کیا بھی اس لیے تھا کہ تاکہ کفار مشرکین واپس آکر لعنۃُ یزدجوعون اپنے اس بڑے بُت سے پوچھیں اور اسی کی طرف متوجہ ہوں۔ پھر ان کافروں کو کچھ عقل آئے کہ ہم یوقوفوں نے کن لکڑیوں پتھروں کو اپنا معبود بنالیا ہے جو کچھ بول بتا سکتے ہی نہیں۔ پھر جب وہ لوگ شام کو لوٹے اور حسبِ قاعدہ پہلے مندر میں آئے تو مندر کا حال بد دیکھ کر چیخ پڑے اور چیختے دہارتے ہوئے۔ قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ۔ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًی يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ۔ بولے کس نے ہمارے معبودوں کا یہ حال کیا ہے بے شک وہ بد بخت سخت ظالموں میں سے ہے اس طرح کہ اس نے ہمارے معبودوں پر ظلم کیا ان کو توڑ پھوڑ کر اور اپنے پر ظلم کیا ہمارے بتوں کا عتاب لے کر اور ہماری ناراضگی غضب اور سزا کا مستحق بن کر جب یہ کفار اپنے عید میلے سے لوٹے تو بڑی خوشی خوشی مندر میں پہلے نمرود اور اس کے ساتھی وزیرِ امراء درباری داخل ہوئے اور پہلے انہوں نے ہی مندر کی یہ توڑ پھوڑ دیکھی اور ایک دم بارعب آواز میں اس شخص کی تحقیق تفتیش اور پوچھ گچھ شروع کر دی جس نے یہ کام کیا تھا تب قوم کے اُن لوگوں میں سے چند نے ابراہیم علیہ السلام کا پتہ بتایا جنہوں نے اُس دن آذر کے بُت خانے میں آپ کی دلیرانہ گفتگو سنی تھی نمرود سے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان لڑکے کی زبانی کئی بار بتوں کی بُرائی سنی ہے جو اکثر لوگوں کے سامنے ہمارے معبودوں کو بہت بُرائی سے برا بھلا کہتا رہتا ہے اُس کا نام ابراہیم بتایا جاتا ہے ہمیں شک ہے کہ یہ ظالمانہ کام اسی کا ہے کیونکہ ایک بار اُس نے کہا تھا کہ میں کوئی چال چلوں گا۔ خیال رہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت چودہ یا پندرہ سال تھی بہت خوب صورت کڑیل جوان لگتے تھے دراز قد تھے اہل لغت کے نزدیک عربی میں کسی طرح کی چال چلتے کے لیے چار نقطہ مستعمل ہیں واکید و مکر و تدبیر و تعریف۔ ان میں فرق یہ ہے کہ کید مکر اور تدبیر عملی چال کو کہتے ہیں اور تعریف قولی چال کو۔ دوسرا فرق یہ کہ کید وہ چال ہے جو کسی کے لیے چلو مگر کسی دوسری چیز پر ہو جیسے یا لَا کِبَدَ لَكَ۔ کفار کے لیے چال تھی مگر بتوں پر عملی گئی۔ مکر یہ ہے جس کے لیے چال چلتی ہو اسی پر عملی جلتے۔ تدبیر یہ ہے کہ کسی کے لیے کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے اُس شخص کو کوئی فائدہ یا نقصان ہو جائے اور اسی فائدے یا نقصان کا پہلے سے ارادہ ہو۔ تعریف یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کی جائے جس کا ظاہری معنی کچھ اور ہو۔ باطنی معنی کچھ اور بولنے والا یہ بات کر کے

ایسی چال چلتا ہے کہ سننے والا اس کو ظاہر پر محمول کر کے ظاہری معنی سمجھ اور بولنے والا باطنی معنی مراد لیتا ہو۔ ظاہراً وہ تھوٹ ہو باطناً حق و سچ ہو۔ (ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال) مَا فَطَرَ صُحُفَ کِی صُحُفِ غنیمت کے مرجع میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کا مرجع سموات و الارض ہے یعنی آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا یہ ہی قول درست ہے۔ دوم یہ کہ اس کا مرجع تماثیل ہے ۲۱ عَلٰی ذٰلِکُمْ مِیْنِ وَ قَوْلِ ہِیْ اِیْکَ یَکَ مِیْنِ گواہ ہوں گواہوں میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر دوم یہ کہ مِیْنِ فُطْرُ صُحُفِ پر بہت سی دلیلوں کا مشاہدہ کرتے والا ہوں اور مجھے اُس کی خالقیت پر حق ایقین ہے ۲۲ تَاللّٰہِ لَا کِبِدَیْنِ۔ میں چار قول ہیں اسبات میں کہ یہ قسم ابراہیم علیہ السلام نے کب فرمائی تھی۔ ایک یہ کہ یہ اس وقت فرمائی تھی جب مَا هٰذِہِ التَّائِیْلُ یعنی جب قوم اور آذر نے اُم کُنْتُ مِنَ التَّٰلِیْنِ کہا تھا تب آپ نے عَلٰی اِلْعَانِ نَبَاِیْتِ دَلِیْرِی سے فرمایا تھا قسم بول کر مگر قوم نے اسبات پر کان نہ دھرے یا اُن کے ذہنوں سے یہ بات نکل گئی۔ دوم یہ کہ آپ نے یہ قسمیہ بات ایک آدمی سے خفیہ کی تھی پھر اُس نے یہ بات اوروں سے بھی کر دی سوم یہ کہ آپ نے یہ بات اپنے دل میں آہستہ کہی تھی مگر کسی نے سن لی چہارم یہ کہ آپ نے یہ بات پہلے والے دن کی تھی چند لوگوں سے ۲۳ لَعَلَّہُمْ یَرْجُوْنَ میں چار قول ہیں ایک یہ کہ اس کا تعلق فَعَلَّہُمْ جُذَا اذَا سے ہے اور معنی ایہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس لیے بتوں کو توڑا تاکہ وہ میری طرف رجوع کریں اور مجھے بلانیں مجھ سے پوچھیں تو اُن کو میں باطل دین سے ہٹانے چاہنے اور سچے دین کی طرف آنے کی تبلیغ کر سکوں بتوں کی کمزوری اور بت پرستوں کی نادانی و حماقت ظاہر کر سکوں اس تبلیغ کا موقع مل جائے۔ دوم یہ کہ اس لیے بتوں کو توڑا تاکہ وہ کفار خود عقل سے سوچیں اور سچے دین کی طرف رجوع کریں تو حیدماتیں شرک چھوڑیں سوم یہ کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لَعَلَّہُمْ اِلَیَّ یَرْجَعُوْنَ کا تعلق اِلَّا کِبِدَا سے ہے اور معنی یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بُت کو نہ توڑا اس کے ٹکڑے میں ہتھوڑا لٹکا دیا تاکہ مشرکین اُس کی طرف رجوع کریں اور اُس سے پوچھیں۔ اور وہ نہ بولے تو اپنی نادانی پر اپنے جہودہ دین لغو عقیدوں پر شرمندہ ہوں۔ چہارم یہ کہ تاکہ وہ اپنے باطل عقیدوں اور غلط نظریات سے رجوع کر لیں ہٹ جائیں۔ پہلے میں قول میں اِلَیَّ یَا اِلٰہِیْہِمُ پوشیدہ ہے۔ چوتھے قول میں مِنْہُمْ پوشیدہ ہے۔ فائدے ۱۔ ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ مَنَشا و قرآن مجید یہ بتانا ہے کہ ساری مخلوق کائنات میں انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ بہادر اور دلیر ہوتے ہیں اور دلیری ہی شانِ تبلیغ ہے۔ یہ فائدہ تَاللّٰہِ لَا کِبِدَیْنِ میں ناواقفیت فرمانے سے حاصل ہوا اس لیے

کتابِ قسیم اُس قسم میں بولی جاتی ہے جو قسم ایسے کام پر بولی جائے جو کام نہایت بہادرانہ اور تعجب کد تک جڑت مندانہ ہو۔ شاہی مندر کے بتوں کو ٹوڑنا اور غرور و کاعتاب لینا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ خیال رہے کہ اگرچہ حرفِ قسم ب اور واؤ جازہ بھی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام نے وَاللّٰہِ بِاللّٰہِ نہ فرمایا۔ تالّٰہِ فرمایا۔ بتوں میں فرق یہ ہے کہ اصل حرفِ قسم ب جازہ ہے۔ کیونکہ یہ اسم ظاہر اسم ضمیر سب پر آ جاتا ہے اور فعل کی مکمل تصریح کرتا ہے۔ اور تاءِ قسیم جازہ ب کا نعم البدل ہے مگر واؤ قسیم ب کے قائم مقام ہے کیونکہ دونوں کے درمیان تناسب ہے کہ باءِ قسیم اور واؤ قسیم دونوں انصاق کے معنی کا فائدہ دیتی ہیں اور ہمیشہ شروع کلام میں آتی ہیں اور ب و ت میں فرق یہ ہے کہ ب عام ہے ہر قسم کی حلف کو سکتا اکثر سخت اور تاکیدی جڑت مندی تعجب خیز قسم کے لیے ہوتی ہے اور حیران کر دینے والی بات یا کلام کے لیے بولی جاتی ہے۔ لیکن کبھی عام قسم کے لیے بھی ت آ جاتی ہے۔ یہاں ابراہیم علیہ السلام نے تاء فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ باوجود تم لوگ دولت طاقت اور گروہی افرادی قوت والے ہو حکومتی لشکر و ہتھیار تمہارے پاس ہیں اُس کے ہوتے ہوئے بھی میں نہ تم سے ڈرتا ہوں نہ گھبراتا ہوں نہ مرعوب ہوتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یہ کام کروں گا۔ دوسرا فائدہ۔ چونکہ انبیاء کرم علیہم السلام کا ہر قول ہر کام ہر تقریر یعنی کسی کام یا قول کو ہوتے دیکھ کر خاموش نہ رہنا اللہ تعالیٰ کے حکم و ارشاد سے ہوتا ہے اس لیے اُن کے قول فعل تقریر حکمت پر مبنی ہوتی ہے اگرچہ بعض کام ظاہراً جذباتی نظر آئیں مگر حقیقتاً ان میں بے شمار حکمتیں مصلحتیں اسرار و رموز پوشیدہ ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ فَجَحَدَہُ، جُذَا کی تفسیر سے حاصل ہوا کہ ظاہراً ابراہیم علیہ السلام کے مندر کی توڑ پھوڑ ایک جذباتی کیفیت یا کھیل نظر آتی ہے مگر دراصل حق و باطل کی پہچان اور تبلیغِ دین کی بہت بڑی عملی دلیل تھی۔ تیسرا فائدہ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی سے اپنے دین کا کام لینا چاہتا ہے تو اُس بندے میں رب تعالیٰ کی طرف سے فدائی قوتیں غیبی طاقتیں ہمتیں جڑتیں آ جاتی ہیں جس کی بنیاد پر وہ بندہ ایسے کام کر لیتا ہے کہ جہان والوں کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں، دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انتہائی بے سرو سامانی کے باوجود غروری قوتوں سے ٹکر لے لی اور عَلٰی الْاَعْلَانِ ان کو مقابلے مناظرے سکالے کی دعوت دیدی حالانکہ غرور پوری دنیا کا بادشاہ تھا نام دیگر سلاطین اُس کے باج گزار بن کر خراج شاہی ادا کرتے تھے کوئی بادشاہ اُس سے ٹکر نہ لے سکتا تھا۔ ایسے جابر و ظالم مطلق العنان بادشاہ کے معزز شاہی بتوں کو ٹوڑنا کوئی معمولی کام نہ تھا سراپا موت کو دعوت دینا تھا۔ پھر آپ نے یہ کام چھپ کر کیا نہ کر کے چھپتے پھرے بلکہ تنہا بستی میدانوں اور عام لوگوں میں پھرتے پھرتے رہے یہ فائدہ لَعَلَّہُمْ اَیُّہُ یُذِجُّوْنَ کی ایک تفسیر

حاصل ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بت شکنی کی ہی اس لیے تھی تاکہ یہ نمرودی لوگ آپ کو بلائیں اور بات کریں ایک بار مولیٰ علی شیر خدا کے ہاتھ میں روٹی کا سوکھا ٹکڑا تھا آپ اُس کو کھانا چاہتے تھے مگر نہ منہ سے ٹوٹتا تھا نہ ہاتھ سے تو آپ پانی میں جھگو جھگو کر کھانے لگے کسی دیکھنے والے نے عرض کیا حضرت یہ کیا بات ہے کہ جن ہاتھوں نے قلعہ خیر کا وزنی دروازہ توڑ دیا آج وہ روٹی کا سوکھا ٹکڑا انہیں توڑ سکتا جواباً فرمایا کہ خیر میں خدا داد روحانی قوت کا مظاہرہ تھا جو اُسی کام کے لیے ملی تھی اور یہاں جسمانی بدنی نفسی قوت ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی قوت روٹیں توڑنے کے لیے نہیں ہوتی۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ تبلیغ دین کے کسی طریقے یا کسی کافر فاسق کو راہ راست پر لانے کے لیے کوئی جیلہ کرنا یا کوئی چال چلنا ہر شریعت میں جائز ہے جب کہ کسی قسم کا دھوکہ فریب نہ ہو نہ مقصد ہو۔ یہ مسئلہ تالہ لا کیدت (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے نبی ہونے کے باوجود فرمایا کہ میں تم سے کوئی چال چلوانے کا حالانکہ عام قسم کی دنیوی اغراض کے لیے کسی سے کسی قسم کی چال چلنا ہر مسلمان کو حرام ہے چہ جائیکہ انبیاء و کرام علیہم السلام وہ تو ہر عیب سے پاک و معصوم ہوتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ دین الہی اور بندوں کو جہنم سے بچانے کے لیے جیلہ کرنا عیب نہیں، دوسرا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان یا کافر کی وہ چیز توڑ دے جو صرف حرام کام میں استعمال ہوتی ہے تو توڑنے والے مسلمان پر اُس کا تاوان یا بدلہ ہرمانہ واجب نہیں ہوگا۔ نہ توڑنے والا مجرم ہوگا اور یہ کام ناجائز اور غیر شرعی نہ ہوگا بلکہ جائز ہوگا۔ یہ مسئلہ فجع لکم جذا اذا سے مستنبط ہوا اور ائمہ اربعہ کے نزدیک متفقہ ہے دیکھو حضرت ابراہیم نے نمرودیوں کے قیمتی بُت توڑ دئے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام کی مذمت نہ کی گئی بلکہ شرعاً جائز فرمایا گیا اسی لیے بدلہ بھی نہ دلوا یا گیا۔ اگر یہ توڑ پھوڑ شریعت میں ناجائز ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام اگرچہ چھوٹی عمر کے تھے اور آپ کی شریعت ابھی نافذ بھی نہ ہوئی تھی تب بھی نہ کہتے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بچپن سے ہی بے عیب اور معصوم ہوتے ہیں وہ کسی عیب پر مشل ملائکہ قادر ہی نہیں ہوتے۔ یہ شرعی حکم تا قیامت تمام ہویات لغویات تعبیات و فسقیات میں مستعمل اشیا کا ہے جب کہ ان اشیا کا کوئی اور مصرف نہ ہو۔ تیسرا مسئلہ۔ قانون شریعت میں ہمیشہ پہلے قسم بول جاتی ہے پھر مقسم علیہ کا وجود ہوتا ہے۔ مقسم علیہ وہ کام ہے جس کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائی جائے پھر اگر وہ مقسم علیہ پایا جائے تو قسم پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اُس مدت قسم کے اندر مقسم علیہ نہ پایا جائے تو قسم ٹوٹ جاتی ہے اور قسم ٹوٹنے کے بعد توڑنے والے پر کفارہ واجب ہوتا ہے

یہ ترتیب لازم ہے۔ لہذا اگر کسی شخص نے پہلے کام کر لیا پھر قسم کھائی تو وہ کام قسم میں شمار نہ ہوگا دوبارہ وہ کام کرنا پڑے گا۔ اگر نہ کرے گا تو کفارہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے قسم کھا کر کفارہ دیدیا پھر قسم کو توڑا مفسم علیہ کام کو کے پانہ کر کے تو دوبارہ کفارہ دینا پڑے گا یہ ضعیف مسلک ہے۔ یہ مسئلہ تالیف لا کیدت فرمانے کے بعد فجعلہم جذاذاً کی ف جزایہ تعقیبہ جواب قسم سے مستنبذ ہوا۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا تالیف لا کیدت

اعتراضات اَحْصَا مَكُمُ یعنی میں تمہارے بتوں سے چال چلوں گا حالانکہ گنبد اور چال چلی جاتی ہے نقصان پہنچانے کے لیے اور نقصان ہوتا ہے جاندار اشیا کا کیونکہ نقصان کی پانچ صورتیں ہیں تکلیف۔ مصیبت غم فکر کئی اور یہ سب جان والے ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ بت تو مٹی پتھر دھات کے ہوتے ہیں پھر ان کو یہ نقصان۔ ایذا کس طرح ہوئی جواب۔ تفسیر کبیر نے اس کے دو جواب فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ تمہارے بتوں کے ذریعے چال چلوں گا جس سے تمہیں تکلیف بھی ہوگی اور تم کو اپنے بتوں کی کمزوری بے بسی کا پتہ بھی لگ جائے گا تو گناہ

بتوں سے چال چلنا کفار سے چال چلنا ہے، کہ کفار ہی کی متاع قیمتی کا نقصان اور انہی کی ذلت ہے۔ دوم یہ کہ اَحْصَا مَكُمُ فرمانا ان کفار کے عقیدے کے مطابق ہے کفار کا عقیدہ بتوں کے بارے میں یہ ہے اور تھا کہ وہ سب کچھ جانتے بوجھتے سمجھتے بولتے سنتے ہیں۔ اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے بتوں سے ایک چال چلوں گا جس سے تمہارے تمام عقیدوں کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ فَجَعَلَهُ جُذًا اِلاَّ كَبِيرًا لَّهُمْ۔ دونوں

جگہ ضم ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی گئی حالانکہ جمع مذکر کی ضمیر عقل والی شخصیات کے لیے استعمال ہوتی ہے جب کہ بت بے جان بے عقل چیزیں ہیں یہاں فرمانا چاہئے تھا فَجَعَلَهُ جُذًا اِذْ اَكْبَرُكَ نَحْوِ قَانُونَ کے مطابق غیر عقل والی چیزوں کے لیے واحد مؤنث غائب کی ضمیر لائی جاتی ہے۔

جواب۔ یہ بھی کفار کے عقیدے کے مطابق ان کو سناتے کے لیے فرمایا گیا کیونکہ کفار اپنے بتوں کو بہت عقل مند سمجھتے ہیں بلکہ نفع نقصان کا مالک۔ تیسرا اعتراض۔ تالیف لا کیدت کا کوئی فائدہ نہ تھا نہ بتوں کو توڑنے کی ضرورت تھی اس لیے کہ اگر وہ قوم نمرود عقل مند تھی تو خود ہی باطنی طور پر جانتی تھی کہ یہ بت مٹی کی چیزیں ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان کر سکتے ہیں نہ عقل والے نہ جان والے نہ سنتے بولتے ہیں نہ اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں تو پھر کفار کو یہ دکھانے کے لیے توڑنا بیکار تھا کہ دیکھو یہ بت اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔ اور اگر قوم نمرود احمق بیوقوف

نہی تو پھر اس کے لیے اس طرح کی قوی و علی دلیلوں کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ بے وقوف شخص تو کوئی دلیل نہ مانتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ جواب۔ اس کا جواب تفسیر روح البیان نے یہ دیا ہے کہ قوم عقل مند تھی اور سمجھتی تھی کہ یہ دستی بنے ڈھلے ہوئے رٹی پتھر کے بُت کچھ بھی قوت طاقت اور غفلت نہیں رکھتے لیکن اُن کا عقیدہ تھا کہ یہ بُت آسمانی ستاروں کے اوتار ہیں اصل معبود ستارے ہیں یہ بُت زمین پر اُن کے نائب اور ٹھکانے ہیں ان بتوں میں ستاروں کی روحانیت ہے اگر ان کا ادب احترام پورا جاپاٹ نہ کرو گے یا ان کو ستاؤ گے بے عزتی بے ادبی کرو گے تو آسمانی ستاروں کی طرف سے آفت مصیبت آجائے گی ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اس بدعتیگی باطل نظرے کی تردید کرنے کے لیے ان کو توڑا اور ثبات کر دیا کہ یہ تو تو تمہارا یہ عقیدہ غلط ہے دیکھو۔

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ كَذَّابًا عَلَىٰ
تَفْسِيرِ صَوْبِیَاتِهِ | اَدَاكُمْ مِّنَ الشَّحْدِ بَيْنَ وَتَاللّٰہِ لَا کِیْدَ لَیَّ اَصْنَامُ مَدُّرُ بَعْدَ اَنْ تُوْلُوْا
مُدْبِرِیْنَ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا لَا کَیْبًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ فرمایا
ابراہیم قلبی باطلی نے کہ اے گروہ باطلین حقیقت یہ ہے کہ معبود حقیقی وہ ہے جو چھ عناصر سے
تمہاری ربوبیت فرماتا ہے اے ایجاد ہستی سے اے تقدیم جدی سے اے تجرید بدنی سے اے
حیاتِ عضوی سے اے ترقی ناموسی سے اے تعلیم عقلی فکری سے اور وہ ہی تمہاری تمام عقلیات
آسمانی و فضلیاتِ زمینی کا رب ہے۔ نیت سے بہت معدوم سے موجود کرنے والا بھی
وہ ہی ہے اور میں قلبِ اسرار اُس کی ربوبیت شہودی و ایجاد و جودی پر گواہ ہوں بقائے
مشاہدہ کرنے والا ہوں میرا مشاہدہ شہود ذاتی نہیں بلکہ شہود صفاتی ہے کیونکہ شہود ذاتی میں مشاہدہ
کی قنایہ نہ وہاں اُٹا رہتی ہے نہ علی نہ خودی نہ دوئی۔ وہ حق جو موجود کل ہے وہ تو ہر شے
میں شہود و شہود ہے۔ ہر پتے میں مفہوم ہے۔

یے حجابی یہ کہ ہر پتے میں جلوہ آشکار اس پر پردہ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ،
چونکہ حق کا شاہد میں ہی ہوں اس لیے لَا کِیْدَ لَیَّ میں ہی تمہارے اوہام باطل سے فنا کی چال
چلوں گا اور اشیاءِ ظاہر سے افکارِ موجودات کو توڑ پھوڑ کر مٹا دوں گا۔ جن کی ایجاد و
حفاظت اور تدبیر ثبات میں تم معتکف رہتے ہو اور وحدتِ ذاتِ حق سے اعراض کر کے
باطل کی طرف متوجہ اور ثبات پر قیام کرتے ہو۔ قلبِ اسرار نے وعدہ پورا کیا جب غفلت
مکاشفہ کا وقت آیا تو قہر ذاتی و شہود عینی کے ستھوڑے سے توڑ کر اوہام باطل کے بتوں کو

قرأت متلاشیہ فانیہ بنا دیا کہ یہی اصنام غرور تھے مگر اُس نفس باطنی کو نہ توڑا جو یقین باطل میں ان سب سے بڑا تھا کہ راہِ گمراہی پر سب سے پہلے اُگاتے والا تھا اور اوصام باطلہ کا توڑنا اس لیے ضروری تھا کہ اس نسبتِ صحیحہ کو قائم کرنے کے لیے یقینِ اول کی طرف رجوع کریں اور ضمیرِ خلیل و نورِ جلیل و علمِ جمیل کو مانیں موصوفیا فرماتے ہیں کہ بندے تین قسم کے ہیں ۱۔ بد بخت ۲۔ خوش بخت ۳۔ اہل ذلت جو بندہ نفسِ امارہ کے سپرد کر دیا جائے وہ بد بخت ہے جیسے کہ آذیتِ بُت تراش جو ضیلِ لطیف کو چھوڑ کر اصنامِ کثیف میں پھنسا رہا۔ اور جو بندہ تائیدِ ازل و عنایتِ ابدی سے نوازا جائے وہ خوش بخت ہے کہ خواہشات کے بتوں کو توڑ بھڑ دیتا ہے اور کسی بھی ملامتِ نمرودی و ظلمتِ طاغوتی سے نہیں ڈرتا جیسے ابراہیم خلیل اللہ اور اہل ذلت وہ بندہ ہے جو حق کو باطل اور سچ کی متانت کو ہوا و لعب سمجھے اور باطل کو حق سمجھے۔ جیسے قومِ نمرود کہ بھارت کے باوجود بصیرت سے اندھے بنے رہے۔ قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِإِهْتِنَا اِنَّ الْمَرْءَ الظَّالِمِیْنَ۔ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًی یَذْكُرُ هُمْ یُعَالِلُكُمْ ابْرٰهَیْمُ۔ جب قلبِ اسرار نے خواہشاتِ شیطانی لذاتِ دنیوی کے بتوں کو پاش پاش کر دیا تو اہل نفسِ ذلیلہ باطلینِ خبیثہ نے زبانِ حال سے کہا کہ کس نے یہ حقیر و تذلیل کی ان دنیوی منصوبوں اور ارادوں کی جو ہماری محبتوں کے منبع اور ہماری عبادتوں کے مرکز ہیں یہ نسبتوں کا خفیہ پردہ کر کے اور عینِ فنا کی نظر کر کے قوتِ ظاہری سے کس نے ہمارے دنیوی الہوں کو توڑ پھوڑ کر صیادِ مغشور یعنی اڑتی دھول بنا دیا کتنا بڑا سخت اور تعجب خیز کام کیا اس لیے کہ وہ ظالم اپنا بھی نقصان کرنے والا ہے غروبی دنیا لے کر، اور دنیوی معبودانِ باطلہ اراداتِ داعیہ منصوباتِ فاسدہ خواہشاتِ مصنوعہ کا بھی ان کے حقوق کو ختم کر کے اور دنیا و دون کے تمام رشتوں کے وجود و کمالِ موجودہ کا بھی اس طرح کہ اس ظالم نے اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے ہمارے باطل کی نفی کر دی۔ اور ہمارا اس طرح نقصان کیا کہ حقوقِ نفسی کو قہر کے فنا میں توڑ پھوڑ کر بکھیر دیا جب نفسِ امارہ والے اس طرح کا شورِ باطل برپا کرتے ہیں تب بندے کے باطنی جانبِ یسار سے ایک آوازِ فاحش بلند ہوتی ہے کہ جانبِ یسین میں ایک قوتِ کاملہ شبابِ فاخرہ کا ہم نے چرچہ سنا ہے جو ہر دمِ اغیارِ مابو اللہ پر آوازِ قہر بلند کرتا رہتا ہے اور اپنے افکارِ طیبہ اور اعمالِ صالحہ کی سخاوت سے رخیلِ نفسوں ذلیل سالسوں کی برائی کر کے دنیوی خواہشات کی قدر و منزلت گھٹاتا ہے نسبتِ باطنی کی نفی و توہین کرتا ہے اور ان دنیوی طاقتوں و قوتوں کو ممتوں سرداریوں کو مصدوم و فنا سمجھتا ہے۔ یہ ذکرِ کافرانِ دنیا کے لیے آوازِ قہر ہے اور

مومنان آخرت کے لیے آوازہ بہر ہے۔ یہ آواز کبھی غار صدیقی سے بلند ہوئی کبھی حجرہ فاروقی سے کبھی عبادت عثمانی سے کبھی ریاضت حیدری سے کبھی سجدہ شبیری سے کبھی معینہ یازید بطنانی سے کبھی نماز جنبہ بغدادی سے کبھی عطار دروہی کی آہ سحرگاہی سے کبھی رازی و غزالی کے عشق بے پناہی سے کبھی سعدی کے افکار سے کبھی بربلی کے شائبکار سے کبھی نعیمی انوار سے۔ یُقَالُ لَکُمُ ابْرَہِیْمُ اِسی کو توحید کبریائی کا ابراہیم کہا جاتا ہے۔ رسالتِ ابدیہ کا خلیل۔ یہی محبوبِ صدیقی ہے۔ ہی حتیٰ وبال کا فاروق ہے سخاوتِ ایمانی کا غنی ہے۔ اور اس کو ہی شجاعت کا حیدر جلالت کا مقدر کہا جاتا ہے۔ یہی ابراہیم قلب ہے۔ یہی خلیل اسرار ہے۔ اہل معرفت کی زبان میں اس کو پُر تو ابرار کہا جاتا ہے۔ یہ اپنے ذکر لاہوتی کے ذریعے کفر سے بھاتا ہے گناہوں سے بچاتا ہے آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ داغ اُس کے قلب پر جم جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ فرمایا کہ جو شخص گنہوں سے قلبی داغ میں مبتلا ہو جائے اُس پر سستی غفلت اور نخوست نقاہت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اگر وہ کثرت سے توبہ و استغفار کرے تو وہ داغ قلب سے دھل جاتے ہیں اور عبادت میں سستی غفلت دور ہو جاتی ہے نخوست نقاہت سیاہی دور ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو وہ داغ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ داغ اُس کے پورے قلب پر چھا جاتا ہے اور قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کی بد اعمالی اُس پر مسلط ہو جاتی ہے۔ اُس کی نشانی ضد، تعصب، گستاخی و غرور ہوتی ہے۔ یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان خرابیوں سے یلکوئی اور شیطانی تصورات میں وہ بندہ فرق محسوس کر سکتا ہے جو مندرجہ ذیل چار باتوں سے محفوظ کر دیا جائے پہلی یہ کہ بندہ مومن کو نفسِ امارہ کی کنزوری یا نفس کی صفات و عادات کا پتہ ہونا چاہیے۔ جو ان سے ناواقف رہا وہ کبھی اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھے۔ دوم یہ کہ تقویٰ کے احوال کو جانے اور دنیوی خواہشات کو پہچانے جس نے یہ نہ جانا نہ پہچانا۔ وہ بھی محفوظ نہیں۔ سوم یہ کہ دنیا و آخرت کی محبت میں استقامت و ثبات جانتا ہو۔ جو شخص دنیا اور اُس کے جاہ و مال کی محبت میں ڈالا گیا۔ وہ بھی محفوظ نہ رہا۔ چہارم یہ کہ لوگوں میں قلبی عزت و احترام کا مقام حاصل کیا جائے اس کے لیے خوفِ الہی شرط ہے۔ عزت و وقیم کی ہے عزتِ قلبی عزتِ حیدری، عزتِ قلبی اہل ایمان کو ملتی ہے اور عزتِ حیدری دنیا دار کو ملتی ہے یہ چار دولتیں حجابات کو دور کر دیتی ہیں۔ لیکن اگر روزی حرام ہو اور اس شخص نے اپنی رفا و رغبت سے اس قسم کی روزی حاصل کی ہو تو اُس کی

یہ روزی ہی اُس کے ہر معاملے میں حجاب کا باعث بن سکتی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ شیطان جب کسی شخص کو کسی لغزش کی طرف آمادہ کرتا ہے اور وہ بندہ شیطان کی بات نہ مانے تو بھی شیطان اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا بلکہ دوسرا دوسرے ڈالتا ہے اور پھر بھی نہ مانے تو بدل بدل کر دوسرے ڈالتا ہے کیونکہ شیطان کا مقصد دوسرے کی تحقیق نہیں بلکہ اصل مقصد جھٹکا ناگمراہ کرنا ہے وہ کسی طریقے سے بھی ہو۔ اصلاً محفوظ وہی بندہ رہ سکتا ہے جو دامن نبوت اور پناہ رسالت میں آگیا۔ یہ عظیم خوش قسمتی ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ توحید کے نور سے حقانی واردات کا استقبال کیا جاتا ہے اور نور معرفت سے خیالات ملکوتی کا استقبال ہوتا ہے۔ نور ایمان سے نفس کو روکا جاتا ہے اور نور اسلام سے دشمن ازل کو ٹوٹا جاتا ہے، اے بندہ طالب ان چار نوروں کو حاصل کرنے کی ہمت کر کہ یہی دنیا میں مقام ابراہیم ہے اس کو اپنی ہر عبادت کا مُصلّٰہ بنالے۔ اور آخرت کا مقام محمود بھی یہی چار نور ہیں۔ یعنی نور توحید، نور معرفت، نور ایمان، نور اسلام، جو شخص ان حقائق سے ناواقف ہے گمراہانا چاہتا ہے تو راہ معرفت میں دو قدم چلنا چاہیے۔ پہلا قدم معیار شریعت پر اپنے ہر قول و فعل کو جانچنے نوافل و فرائض پر عمل کرے دوسرا قدم پرہیز کا کہ حرام بلکہ مکروہ سے بھی پرہیز کرے مگر دونوں قدموں سے پہلے خواہشات نفسانی کی مخالفت پر کمر بستہ قیام ہمت ضروری ہے کیونکہ ہمت کا ہتھوڑا دنیوی بتوں کو توڑ پھوڑ کر سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

قَالُوا فَاتُّوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ

سب نے کہا لہذا پکڑ لاؤ اُس کو سامنے قریب ان لوگوں کے

بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾ قَالُوا أَنْتَ فَعَلْتَ

شاید یہ گواہ بن جائیں۔ جھڑکتے ہوئے کہا انہوں نے کیا تو نے کر ہی دیا کیا

وہ گواہی دیں۔ بولے کیا تم نے ہمارے

هَذَا بِإِلَهِنَا يَا بُرْهِيْمُ ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ

ہمارے معبودوں کے ساتھ اے ابراہیم ۔ فرمایا بلکہ کیا ہو اس کو ان کے
خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم ۔ فرمایا بلکہ ان کے اس

كَيِّدِهِمْ هَذَا اَفَسَلُّوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝

اس بڑے نے تو ان سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں۔
بڑے نے کیا ہوگا۔ تو ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہوں

فَرَجَعُوْا اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ اَنْتُمْ

تب مائل ہوئے وہ سب اپنے آپس میں ایک دوسرے کی طرف تو بولے یقیناً تم سب خود ہی اپنے پر
تر اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے بے شک تم ہی

الظَّالِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نَكِسُوْا عَلٰى رُءُوسِهِمْ

ظلم کرنیوالے ہو۔ پھر اٹھائے گئے اپنی بد عقلیوں پر
ستم گار ہو۔ پھر اپنے سروں کے بل اوں دھائے گئے

لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ ۝

کہ البتہ تو نے پہلے سے جان ہی رکھا ہے کہ یہ بول نہیں سکتے۔
کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں۔

ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں قوم
تعلقات | ابراہیم کا ابراہیم علیہ السلام پر بُت توڑنے کا الزام لگانے کا ذکر ہوا اب

ان آیت میں اس الزام کو ثابت کرنے کی کاروائی کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پھیلی آیت میں فرمایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اتنے مخالفین اور دشمنوں میں گھرے ہونے کے باوجود نڈر ہو کر فرمایا تھا کہ میں تمہاری ان مٹی کی مردہوں پر جان بھوٹے مجہودوں کا برا حال کروں گا اب ان آیت میں نہایت بہادری سے تمام قوم اور ان کے بتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے غور طلب جواب دینے کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پھیلی آیت میں کافر قوم کا اپنے بتوں کی ٹوٹ پھوٹ دیکھ کر غصے اور غضب ناک ہونے کا ذکر تھا اب ان آیت میں ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم کا جواب سن کر قوم کس طرح شرمندہ اور ندامت سے واپس لوٹ گئی اور ابراہیم علیہ السلام کو کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکی۔

تفسیر نحوی

قَالُوا قَاتِلْهُمْ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ قَالُوا مَا أَفْعَلُ بِكُمْ قَالُوا فَعَلْتُمْ هَذَا بِالْمِثْنِ يَا أَبَوَاهِمْ قَالُوا بَلْ فَعَلْتُمْ كَيْدٌ هُمْ هَذَا فَسَلُّوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ قَالُوا نَعْلَمُ مَا نَفْعُكَ بِإِصْرٍ اس کا فاعل ضم ضمیر صیغہ جمع مرجع ہے قوم کے سرکردہ افراد یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہو اس تغلیبہ بمعنی لهذا الزا باب افعال کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر آتی سے بنا یہ لازم ہے بمعنی آنا اس کا مصدر ہے ایتان یہ مستعدی ہے بمعنی لانا یہاں دو ہمزہ جمع تھی باب افعال کا اور مادہ کی ت کلمہ اس کا فاعل ضم ضمیر صیغہ جمع مرجع ہے قوم کے وہ افراد جنہوں نے حضرت ابراہیم کا لا کیدن والا قبیہ اعلان سنا تھا باب حرف جر مستعدی کے لیے ضمیر کا مرجع ابراہیم ہے یہ جملہ مجرور متعلق اول ہے علی جارہ بمعنی عند یعنی ظاہر ظہور سب کے سامنے (قریب نزدیک) اعیین اسم جمع مکتسر منصرف عین واحد ہے مؤنث سماوی ہے بمعنی آنکھوں۔ عین کا لغوی ترجمہ ہے کسی چیز کے بننے اور خارج ہونے کی جگہ اسی اعتبار سے یہ لفظ چار معنی میں مشترک ہے۔ پانی کا چشمہ۔ آنکھ ہی یہاں معنی ہے سورج۔ گھٹنے کی اندرونی قدرتی چکنی گریس، کیونکہ آنکھ سے روشنی چھٹنے سے پانی سورج سے دھوپ گھٹنے سے چکنا ہٹ جا رہی ہوتی ہے۔ مضاف ہے الناس مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ باب سیم کا فعل مضارع احتمالی جمع مذکر غائب شہد سے مشتق ہے بمعنی گواہی دینا، گواہ بننا اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ جمع مرجع قوم کے موجود حاضر لوگ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ انشا یہ ہو کر علت ہوتی فائزہ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالُوا فَعَلْنَا بِالْأَعْيُنِ

جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ ہمزہ سوالیہ سوال تو بخفی کے لیے اس سے مقصد ثبوتِ فاعل ہے نہ کہ ثبوتِ فعل یعنی
 تو نے آخر کر ہی دیا یہ کام۔ اس سوال کی وجہ میں مزید تین قول ہیں نہ کہ یہ ثبوت نہیں بلکہ صرف سوال
 یعنی معلومات حاصل کرنا ہے اصلاً۔ یہ سوال کرنا مراد نہیں بلکہ بطور سوال صرف جھڑکنا مراد ہے۔ ۳ یہ
 سوال الزام دینے کے لیے ہے اَنْتَ ضمیر مرفوع منفصل واحد مذکر حاضر مرجع ابراہیم علیہ السلام
 مبتدا ہے۔ فَعَلْتَ باب فتح کا هذا اسم اشارہ مبتدی ہے بحالت نصب مفعول بہ ہے ب جارہ
 یعنی مع رسالتہ، اَلْبَیْہ جمع ہے اَلْبَیْہ کی آخر کی تثنیث کی ہے مگر یہاں ہمیشہ زائدہ ہوتی
 ہے عربی ہیں ت کی آٹھ قسمیں ہیں ۱۔ قتیہ ۲۔ مؤنث لفظ جامد کی ۳۔ مؤنث صیغے کی ۴۔ وحدت
 کی ۵۔ مصدر یہ ۶۔ نسبت کی ۷۔ واحد حاضر کی ۸۔ واحد تنکلم کی۔ نا ضمیر جمع تنکلم مجرور متصل مضاف
 الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے فَعَلْتَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مبتداء اَنْتَ
 دونوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جوابِ نداء مقدم ہے یا حرفِ نداء ابراہیم منادی اپنے مناد کی اور
 جوابِ مقدم سے مل کر جملہ ندائیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل با فاعل قول ہوا۔
 بَلْ حرفِ انحراب برائے الزام یعنی تجھ سے کیوں پرچتے ہو بلکہ خود غور کرو کہ کیا اس بڑے نے کیا۔ بعض
 نے کہا یہ انحراب استعراذ ہے یعنی میں نے نہیں تو کیا اس بڑے نے کیا ہے۔ فَعَلَ باب فتح کا ماضی مطلق
 فَعْلٌ سے مشتق ہے بمعنی کرنا، ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے هذا منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے
 کبیر اسم مشتق صفت مشبہ صیغہ مبالغہ مضاف ہے ضمیر مجرور متصل مرجع چھوٹے اَللّٰہ رُبُّت، یہ
 مرکب اضافی مشار الیہ مقدم ہے اس تقدم نے حصر کا فائدہ دیا یا هذا اسم اشارہ قریب یہ دونوں
 مل کر فاعل ہے فَعْلٌ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ حرف جزائیہ یا عاطفہ تعقیبیہ اسْئَلُوْا باب
 فتح کا امر حاضر معروف جمع مذکر حاضر سئل سے مشتق ہے بمعنی پوچھنا اقل ہے ہمزہ امر فاعل عطفہ کے
 اتصال سے ثقل کی وجہ سے گرا دیا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع قوم کے سردار لوگ مخاطب موجود ضمیر
 منصوب متصل کا مرجع چھوٹے بُت مفعول یہ سئلوا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء مقدم
 ہے۔ اِنْ حرفِ شرط۔ کَاوُا فعل ناقصہ ماضی مطلق جمع مذکر غائب ضمیر مشبہ پوشیدہ اس کا اسم
 مرجع ہے چھوٹے اَللّٰہ یُطِیْقُوْنَ باب ضرب مضارع حال جمع مذکر غائب نطق سے مشتق ہے بمعنی
 بولنا باتیں کرنا ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے کَاوُا کی سب
 مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط مؤخر ہوئی دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف ہے بَلْ
 فَعْلٌ پر دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ کَاوُا یُطِیْقُوْنَ

ایک ہی فعل ماضی استمراری ہے اور مراد ہے پچھلا تجربہ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ اگر یہ ایک فعل ہوتا تو کائنات کے آخر میں اَلْفِ حَتَّوٰی نہ ہوتا اس لیے کہ یہ الف آخر میں ہی ہوتا ہے جب کہ کائنات فعل کا جز ہوتا ہے نیز اگر فعل کا کسی بھی اسم سے اتصال ہو جائے تب بھی یہ الف حَتَّوٰی گر جاتا ہے جس طرح قَتَلُوْهُمُ میں قَتَلُوْا نَحْنُ کے اتصال سے الف گر گیا۔ قَرَجَعُوْا اِلَیْ اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا اَنْتُمْ اَنْتُمْ الظَّالِمُوْنَ ثُمَّ نَكِسُوْا عَلٰی رُءُوسِهِمْ۔ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هُوَ لَا یَنْطِقُوْنَ۔ فَعَاطَفَ الَّذِیْ تَعْقِبُہ یعنی عطف نہیں ہے حکایت کیفیت کا بیان ہے کہ تعقیب (بعد) میں آیا ہوا کہ رَجَعُوْا اِلَیْ ضرب کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب رَجَعُ سے مشتق ہے بمعنی اَلُوْا واپس ہونا مائل ہونا متوجہ ہونا یہاں یہ ہی مراد ہے اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صبیحہ مرجع ہے قوم کے سردار اِلَیْ جارہ اپنے ہی معنی میں و انتھاکے لیے) بمعنی طرف اَنْفُسِ اسم جمع مکرر منصرف واحد ہے نفس یہ اسم جامد دس معنی میں مشترک ہے ۱۔ ذات ۲۔ شخصیت ۳۔ سانس ۴۔ اپنا آپ یعنی خود و خروج ۵۔ قلب ۶۔ آثارہ ۷۔ مطنینہ ۸۔ عقل ۹۔ نسبت۔ یہاں مراد ہے۔ آپس میں متوجہ ہونا۔ ضمیر کا مرجع تمام قوم و اے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے فَ بیتیہ ما بعد جملہ قولیہ مسبب ہے ما قبل رَجَعُوْا کا قَا لُوْا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اِنْ حرف مشبہ براۓ یقین حروف عاملہ میں سے ہے کُم ضمیر متصل جمع مذکر حاضر مؤکد متبوع اَنْتُمْ ضمیر منفصل جمع مذکر حاضر تاکید تابع ہے دونوں منصوب ہیں کیونکہ متبوع تابع مل کر اسم ہے اِنْ کا دونوں کا مرجع اِلَیْ قوم ہیں اَنْتُمْ اِلَیْ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ اسم موصول ظَالِمُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر باب ضرب کا ظلم سے مشتق ہے بمعنی غلط بات یا غلط کام کرنا۔ بحالت رفع ہے کیونکہ خبر ہے اِنْ کی یہ سب مل کر جملہ اسبب ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ جملہ قولیہ ہو کر مسبب ہوا رَجَعُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا ثُمَّ حرف عطف زائدہ یعنی عطف کے لیے نہیں براۓ تراخی (کافی دیر) کے لیے نَكِسُوْا اِلَیْ نَصَرَ کا ماضی مطلق مجہول جمع مذکر غائب ایک قول میں نَكِسُوْا فعل معروف ہے اور ایک قرئت میں نَكِسُوْا باب تفعیل کا ماضی مجہول ہے نَكِسُ سے مشتق ہے بمعنی سر جھکانا یہاں مراد ہے شرمندگی سے سر جھکانا یا جھک جانا یا جھکنا یا جانا یہ فعل متعدی بعلی ہے اور علی حرف جر پنے معنی ہے اَرْدُوْا میں ترجمہ ہے سروں کے بُلُّ رُءُوسِ جمع مکرر منصرف ہے رَأْسُ کی لغوی ترجمہ ہے اصلی چیز اصطلاحی ترجمہ ہے سر جھکانا وہی یہاں مراد ہے مضاف الیہ ہے ضمیر جمع مذکر مجرور متصل۔ اس لیے کہ مضاف الیہ ہے اور اپنے عامل مضاف سے جڑی ہوئی ہے یہ مرکب اضافی

مجرور ہو کر متعلق ہے لام کے برائے تاکید بیانی کے لیے یا لام تعلیلیہ ہے قَدْ عَلِمْتَ بِأَنَّ سَمْعَكَ فاعل ما فی قریب واحد مذکر حاضر ضمیر صیغہ فاعل کا مرجع ابراہیم ہیں ما حرف نا فیہ مشبہ بملکیں صَوُّ لَآءِ اسم مبتدی اصل بحالت صمۃ کیونکہ اسم سے مانا فیہ کا یہ اسم اشارہ جمع قریبی کے لیے ہوتا ہے یہاں اشار الیہ ذہنی ہے مراد ہیں اِیْتِنَا یَنْطِقُونَ بِأَنْضَرِ مَضَارِعِ مَبْعُثِی حَالِ نَطَقٍ سے مشتق ہے بمعنی بولنا باتیں کرنا اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے مرجع ابراہیم یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مانا فیہ کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول ہے قَدْ عَلِمْتَ کا یہاں عَلِمْتَ متقدی بیک مفعول ہے قَدْ عَلِمْتَ سب مل کر خبر ہو کر بیان وضاحتی ہوا یا معلول ہے نَبْکُؤُا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمائے اہل بیت علیہم السلام | اَنْتَ فَحَلَّتْ هَذَا بِأَلْهَتَانِ يَا اِبْرَاهِيْمُ۔ جب نمرود اور اس کے درباری علے نے یہ سنا کہ ابراہیم نام کا ایک نوجوان ہمارے دین و مذہب اور بتوں کی ہر دم برائی کرتا رہتا ہے اور ایک دن اُس نے اپنی برادری کے چند بڑوں کے سامنے یہ کہا بھی تھا کہ میں تمہارے بتوں سے کوئی چال چلوں گا یہ باتیں سن کر نمرود اور درباریوں نے یہ خبر سنانے والوں سے کہا کہ فوراً ابھی ابھی جہاں ملے اسے گرفتار کر کے پکڑ کرے آؤ، تب وہ خبر دیتے واپس خود گئے یا اس خیال سے پولیس کے چند سپاہیوں کو بھی بھیجا گیا مبادا ابراہیم نہ آئے انکار کرے یا بھاگ جائے۔ جب وہ ابراہیم علیہ السلام کو بلانے گئے اور بتایا کہ نمرود اس لیے بلا رہا ہے آپ تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے آپ نے یہ کام چھینے یا بھاگنے کے لیے نہ کیا تھا نمرود کی طرف سے گرفتاری کا یہ حکم اس لیے تھا کہ کَا نُوْا اِبْرٰہِیْمَ عَلٰی اَعْیُنِ النَّاسِ تاکہ اس مجرم کو تمام لوگوں کے سامنے حاضر کیا جائے اور وہ اس مجرم کے اقرار جرم یا پھر کسی چشم دید گواہی کے بیان سے ثبوت جرم کے گواہ بن جائیں اور پھر گواہیوں کے بعد ہم جرم کی سزا سنائیں اور کوئی شخص یا خود مجرم ہمارے اس عدالتی فیصلے پر ظلم اور ظالمانہ کاروائی کا اہتمام نہ لگا سکے۔ اور دیگر موجود لوگ سزا کا مشاہدہ کر کے عبرت پکڑیں اور کوئی شخص پھر اس طرح کی جرئت نہ کر سکے نمرود نے تو ہر عام مظاہرہ مکالمہ کرا کے اپنی عقل مندی سمجھی کہ ابراہیم علیہ السلام کی رسوائی ہوگی مگر ابراہیم علیہ السلام چاہتے ہی یہ تھے کہ اس بات کی تحقیق و نفی میں کھٹے عام ہوتا کہ آپ کو بھی بتوں کی کمزوری اور ان سب بت پرستوں کی جہالت و حماقت کے برملا اظہار کا موقع ملے جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے مقابلے میں بڑا مجمع بلا کر اپنی ہی اور اپنے دین کی ذلت و رسوائی کا سامان جمع کیا تھا اسی طرح غمزدہ
 ابراہیم علیہ السلام سے پوچھ گچھ کے لیے علاقہ کے لوگوں کو برسرعام جمع کر کے اپنی ہی ذلت اور اپنے
 دین کی رسوائی کا گویا انتظام اور مظاہرہ کر لیا، اور جس طرح غمزدہوں کو اپنی یقینی کامیابی اور حیثیت کا غرور
 تھا اس طرح غمزدہ اور غمزدہ یوں کو بھی ابراہیم علیہ السلام کے لاجواب ہو کر یا شاید ہی رعب سے خوف زدہ
 ہو کر اقرار جرم کر لینے کا یقین تھا اسی لیے بڑے فخرانہ متکبرانہ انداز میں قَالُوا سَبِّ بُولِ بڑے
 اَ اَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِالْهِنْدِ يَا اِبْرَاهِيْمُ۔ اے ابراہیم کیا تو نے یہ توڑ پھوڑ کی ہے۔
 ہمارے ان معبودوں کے ساتھ کیا عجیب احمقانہ سوال ہے کہ اُن مورتیوں کو معبود بھی کہہ رہے ہیں اور
 ایک نو عمر انسان کے ہاتھوں ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے مشاہدے و مظاہرے
 کا اقرار بھی کر رہے ہیں اور پھر بے عقلی کی اندھی عقیدت بھی یہ پھرتے ہیں، یہی حال آج تک ہر
 مشرک بت پرست کا ہے اسی حماقت و جہالت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 نے نہایت دلیری سے دشمنوں میں گھرے ہونے کے باوجود بغیر ڈر خوف کے قَالِ بَيْنَ فَعَلْتُ
 كَبِيرٌ هُمْ هَذَا۔ فرمایا ارے کم عقلو اپنے ان اتنے دھیر سارے معبودوں کی اس
 بربادی کے بارے میں مجھ سے کیا پوچھتے ہو کیا تم کو خود معلوم نہیں ہوتا اور کیا اعمال
 بھی یہ نہیں بتا رہے ہیں کہ ان کے اس بڑے نے ہی اپنے ان چھوٹوں کے ساتھ یہ سلوک کیلئے
 کیا خبر اس بڑے کو ان چھوٹوں پر کب کا غصہ تھا جو آج اُس نے اُتارا ہو سکتا ہے اس
 بڑے کو یہ غصہ ہو کہ ان چھوٹوں کو میری پوجا پاٹ میں کیوں شریک بنایا جاتا ہے۔ اے غمزدہ
 یہ سوچو تو یہی کہ جب اس جھوٹے معبود کو اپنے شریک پسند نہیں اور ان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا
 تو حقیقی خالق رازق مالک تعالیٰ کو تمہاری احمقانہ بناؤٹی شرک بازی کب پسند ہوگی اور اُس
 کریم خلاق کائنات کے علم کا اندازہ لگاؤ کہ تم سب کو ڈھیل پر ڈھیل مٹے جا رہا ہے۔ لہذا
 مجھ سے نہ پوچھو بلکہ اپنے عقیدے کے مطابق۔ فَاسْأَلُوا هُمَا نَكَالُوا يَنْطِقُونَ ان لوٹے
 پھوٹے ان نکلے کان کٹے لوٹے لنگڑے الہوں سے ہی پوچھو کہ تمہارے ساتھ
 یہ حال یہ سلوک کس نے کیا ہے۔ اور تم نے اُس کی مار سے اپنے آپ کو بچایا کیوں نہیں یا اگر
 اس بڑے نے یہ توڑ پھوڑ نہ کی ہے تو پھر اس نے ہی کیوں نہ بچایا اگر یہ معبود بولنے کی ہمت
 طاقت قوت رکھتے ہیں تو ضرور بتائیں گے لیکن اگر ان میں بولنے کی طاقت نہیں اور یقینی نہیں
 توجہ بول نہیں سکتا وہ سن کب سکتا ہے اور جو سن نہیں سکتا وہ اپنی ہی کیا مدد کر سکتا

ہے اور جو اپنی مدد نہیں کر سکتا وہ کسی کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ اور اپنے یا اپنے پیجاری کے دشمن کا کیا نقصان کر سکتا ہے۔ الہیت ترکائسات ارض و سما کی بڑی قوت کا نام ہے ان عام فہم باتوں میں غور کرو اپنی عقل کے اندھے نہ بنو۔ جو نہ بول سکے نہ سن سکے نہ خود کو بچا سکے نہ دشمن سے انتقام لے سکے نہ نفع کی قوت نہ ضرر کی طاقت نہ بچنے کی ہمت نہ بچانے کی جرئت کیا ایسا ناکارہ غلام کسی کا الہ ہو سکتا ہے ابراہیم علیہ السلام کا یہ چند لفظی جامع مانع فصیحانہ خطاب سن کر۔ قَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمُ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ۔ ثُمَّ نَكِسُوا إِلَىٰ دُورٍ مِّمَّهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَؤُلَاءِ يَفْعَلُونَ۔ پس کچھ دن کے لیے تو اپنی عقلوں کی طرف لوٹے اور آپس میں ایک دوسرے سے برے کہ بے شک تم خود ہی اپنے پر ظلم کرنے والے ہو کہ ایسا بیوقوفی کا دین بنا لیا اور ایسا لغو دیہودہ کمزور عقیدہ بنائے پھرتے ہو۔ اور الہ جیسی قوت طاقت اعتبار راز قبت خالقیت مالکیت نافع اور بچا سکنے مٹا سکنے والی ذات و ہستی کو ان کمزور بے بس ناکارہ دستی تراشے خراشے تہوں موریتوں کے کھونٹوں میں موجود سمجھ لیا اور بالکل ہی عقلوں پر پردے پڑ گئے۔ ظالم تراشے بر مذہب تو تم ہو کہ، خدا تراش لیا اور بندگی کر لی اور کہتے یہ ہو کہ مَنْ فَعَلَ هَذَا بِإِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ، جنے ہمارے معبودوں سے یہ توڑ پھوڑ کا سلوک کیا وہ ہی ظالم ہے حالانکہ وہ تو تمہارا محسن خیر خواہ ہے کہ اس نے تو ان موریتوں کو توڑ کر تم کو سچا سبت سکھایا، عقل پر پڑے ہوئے پردے پھاڑے دل کے دریچے کھولے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عملی تبلیغی کارنامہ اور اس پر یہ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا رُکُوتِ خُذَانِ اسناد لالی خطاب کوئی معمولی کام نہ تھا بڑے بھاری شاہی مندر کو توڑا تھا۔ چند دنوں کے لیے تو اس بہادرانہ کام نے پورے علاقے میں عجیب حیرت ناک تھر تھلی سراسیمگی پھیلادی بڑے بڑے پرانے بت پرست پیجاری اپنے مذہب و عقیدے میں مذہذب اور پلپلے ہو گئے عوام میں بہت سے لوگ بتوں سے متنفر ہو گئے شرکیہ دین باطل سے بد عقیدہ اور اقوال ابراہیم کے گردیدہ ہو گئے۔ خود غمرو دواہل دربار استدلال ابراہیمی کے سامنے لا جواب ہو کر آئندہ اپنے مذہب و دین کے لیے کچھ سوچنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن پھر جب غمرو د کو اپنی غمروت اور شاہانہ خدائی کی ساکھ متنی عزت نشئی نظر آئی اور بت تراشوں کو اپنی تجارت گھٹتی پنڈتوں پر وختوں کو اپنے چڑھاؤں چندوں کی دیوار گرتی دکھا ئی دی تو۔ نَكِسُوا إِلَىٰ دُورٍ مِّمَّهِمْ اوندھا دئے اُٹھا دئے اپنے سروں کے بڑے دماغوں کے بل۔ نفسِ آمارہ کے پھندوں

ابلیس فرغوں شیطان و موسیٰ کی وجہ سے، تو فرود تے اپنے اہل دربار و زیری علیٰ شریعی مشیروں کے زمرے کی مجلسِ مشاورت بلائی اور طے پایا کہ ابراہیم سے پھر بات کی جائے اور اس کو سزا سخت دینے اپنی عزت بچانے۔ پھلتے لوگوں کو خوفناک عبرت دلانے کے لیے راہ ہموار کی جائے تو پھر بلا یا گیا اور ابراہیم علیہ السلام سے اُن صندی احمقوں نے کہا۔ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هُوَ لَا اِلهَ اِلاَّ هُوَ يَنْطِقُونَ۔ اے براہیم تو نے اُس دیکھ سبکو کتابے وقوف اور کس طرح پاگل بنایا ہم کو اپنی باتوں سے مبہوت کر دیا حالانکہ تو خود جانتا ہے سمجھتا ہے کہ یہ الہ اور بت تو بول سکتے ہیں نہیں ہم ان سے کیا پوچھتے اور یہ ہم کو کیا بتاتے۔ ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال لَعَلَّكُمْ يَشْهَدُونَ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ تاکہ وہ گواہی دیں ابراہیم کے اس قول یَذْكُرْهُمْ کی یعنی ابراہیم ہمارے سامنے بتوں کی برائی کرتا تھا۔ ایک قول یہ کہ گواہی سے مراد توڑ پھوڑ کے عمل کی گواہی دینا ہے مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مندر میں توڑ پھوڑ کی تھی تو کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ تیسرا قول یہ کہ لَعَلَّكُمْ يَشْهَدُونَ کا معنی گواہی دینا نہیں بلکہ مشاہدہ کرنا ہے یعنی تاکہ عام لوگ مشاہدہ کریں ابراہیم کے اقرارِ جرم اور ہماری تجویز کردہ عبرت ناک سزا کا اور عبرت پکڑیں اور کوئی شخص پھر کبھی اس طرح کی جرئت نہ کرے۔ سَأَنْتَ فَعَلْتَ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ ہمنزہ اقرارِ فاعلی کے لیے ہے اور معنی ہے کہ کیا تہ کیا ہے یہ کام اے ابراہیم۔ دوسرا قول یہ کہ ہمنزہ اقرارِ مفعول کے لیے ہے تب ترجمہ یہ ہوگا کہ اے ابراہیم تو نے یہ کام بھی کر دیا زبانی تو بتوں کی براٹیاں کرتا ہی رہتا تھا اب تیر کا اتنی جرئت بڑھ گئی ہے ۳۰ بَنُ تَعْلَهُ كَيْبُذُ هُمْ هَذَا میں چار قول ہیں ایک یہ کہ اس کا ترجمہ ہے بلکہ ان کے اس بڑے بُت نے یہ کام کیا ہے۔ دوم یہ کہ اس کا ترجمہ اس طرح ہے بلکہ کیا ہے اس کام کو ان کے کسی بڑے ہمت والے آدمی نے کیونکہ عام آدمی بھی تمہارے ان اہلنوں سے بڑا ہے۔ سوم یہ کہ بلکہ مشاہدے سے تو بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ان کے اس بڑے بُت نے یہ کام کیا ہے کیونکہ اس کے کندھے پر ہتھوڑا ہے اس قول میں یہ عبارت سوالیہ ہے پہلے قول میں خبر یہ ہے۔ چوتھا یہ کہ بلکہ کیا تو ہے جس نے بھی کیا ہے۔ ان کا بڑا اثر یہ ہے خود ان بتوں سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں مجھ سے کیوں پوچھتے ہو؟ فَجَوَّابًا میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ پس رجوع کیا انہوں نے اپنی عقلِ سلیم کی طرف دوم یہ کہ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ پس بولے اور اپنے مشیروں کے نئے مشوروں کی طرف آپس میں گفتگو

یا ایک دوسرے کو بھی لعن طعن کر کے اور متفکر ہوئے اپنے پرانے آبائی دین کے بارے میں
 ۱۵ اَنْتُمْ الظَّالِمُونَ کی تفسیر میں چار قول ہیں ایک یہ کہ اس کا مستی ہے تم ہی ظالم، محبت پرستی
 کی حماقت کر کے دوم یہ کہ تم ابراہیم کو لاکھ ظالمین کہہ کر خود ہی ظالم ہو سووم یہ کہ تم ہی ظالم
 ہو چار حماقتیں کر کے، اولاً تم نے ابراہیم کو برسر عام بلانے کی حماقت کی پھر اس کی دیلوں کے
 سامنے تم سب لا جواب اور خاموش ہو گئے۔ پھر تیسری حماقت یہ کہ تم عوام کے سامنے ذلیل و
 شرمندہ ہوئے چوتھی حماقت یہ ہوئی کہ تمہاری ان حرکتوں سے عوام تمہارے دین سے مذہب
 ہوئے۔ چہارم قول یہ ہے کہ تم اپنے الہوں کی حفاظت نہ کر کے ظالم ہوئے نِکْسُوا کی قرأت
 میں چار قول ہیں ۱ نِکْسُوا یہی مشہور قرأت ہے ۲ نِکْسُوا ۳ نِکْسُوا ۴ نِکْسُوا

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ ایمان صرف سوچ فکر
 فائدے سے آیا فکر اور ندامت کا نام نہیں بلکہ سچے باہنیت دارا دے سے اقرار لاتی و تصدیق
 قلبی سابقہ کفریات سے توبہ کا نام ہے یہ فائدہ فَمَنْ جَعَلْهُ اِلٰی اَنْفُسِهِمْ اِلٰہًا (۱) سے حاصل
 ہوا کہ وہ قوم ابراہیمی کے کافرین و مشرکین ابراہیم علیہ السلام کا مدلل و مضبوط خطاب سن کر لا جواب
 اور شرمندہ ہو گئے اور پھر سوچ و تفکر سے اپنے دین کو غلط بھی سمجھ لیا مگر پھر بھی ان کو مومن ایک
 ان کے لیے بھی نہ فرمایا گیا۔ اور کفر کو غلط سمجھنا درپردہ دین ابراہیمی کی تائید تھی مگر درپردہ
 حق کی تائید کرنا ایمان لانا نہیں۔ ایمان لانے کی تو وہی شرطیں ہیں جو اوپر بیان ہوئیں کہ
 بر ملا کفر سے توبہ اور سچے دین کا اقرار و تصدیق ہو۔ دوسرا فائدہ۔ ہر مرتد نو کافر ہونا
 ہے مگر ہر کافر مرتد نہیں ہوتا مرتد وہ ہوتا ہے جو پہلے صحیح طریقے سے مومن بنے اور اپنے
 سچے دین و ایمان کا اظہار کرے۔ اس کے قول و عمل سے اس کا ایمان مشہور ہو۔ پھر وہ بدبخت
 ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کرے اور کفر کو اپنے قول یا عمل سے ظاہر کرے یہ فائدہ نِکْسُوا
 نِکْسُوا اَعْلٰی رُؤْسِهِمْ سے حاصل ہوا کہ ان کفار ان قوم ابراہیمی کے اس نِکْسُوا
 کو مرتد ہونا نہ فرمایا گیا۔ نہ اس کو ارتداد قرار دیا گیا۔ لہذا مزرائی قادیانی اور لاہوری کھلے ابتدائی
 کافر ہیں ان کو مرتد نہیں کہا جاسکتا۔ ان کا کلمہ نماز پڑھتا بھی ان کو کفر سے نہیں بچا سکتا
 تیسرا فائدہ۔ کیسے ہی حالات اور کتنا ہی مخالفانہ ماحول کیوں نہ ہو سچائی کی خوشبو
 دشمن کے دماغ تک پہنچتی ہی جاتی ہے اور جانی دشمن بھی اعتراف حقیقت پر مجبور ہو

جاتا ہے۔ یہ فائدہ اُنکُمُ اَنْتُمْ اَطْلَعْتُمْ کے قول سے حاصل ہوا کہ وہ کافر جو چند منٹ پہلے بڑے جوش سے ابراہیم علیہ السلام یا بت شکن کو ظالم کہہ رہے تھے اب خود اپنے آپ کو ظالم کہہ رہے ہیں اور تڑپتے پھوڑنے والے کی نسبت ظلم کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ اَنْتُمْ اَطْلَعْتُمْ کی تکرار ضمیری سے حصر ثابت ہوا اور حصر سے اپنی طرف ظلم کا ثبوت اور دوسری طرف ظلم کی نفی ہوتی ہے معنی یہ ہے کہ ابراہیم ظالم نہیں ہے تم خود بت پرست ہی ظالم ہو۔

احکام القرآن | ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ حقوق العباد میں سب سے بڑا اور اہم حق عدل و انصاف ہے اور عدل و انصاف کرنے کا عمدہ طریقہ مکمل طریقے سے حالات و واقعات کی چھان بین تحقیق و تفتیش اور گواہیاں حاصل کرنا ہے۔ بغیر تحقیق یک طرف فیصلہ کر دینا ظلم ہے عدل و انصاف نہیں۔ یہ مسئلہ نَعْلَمُ كَيْشَعْدُونَ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا کہ دیکھو نمود جیسے ظالم جابر بادشاہ نے اس موقع پر گواہی لینے کا اہتمام کیا تاکہ اس کو اور فیصلے کو کوئی بھی شخص ظالمانہ کاروائی نہ کہے اور تاریخ اس کو انصاف پسند بادشاہوں میں شامل کرے۔ دوسرا مسئلہ۔ کلام و خطاب کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ کلام اور بات صاف و صریح یعنی جو الفاظ ہوں وہی اس کے معنی مراد ہوں۔ ظاہر و باطن یکساں ہو۔ دوم یہ کہ کلام کنایہ ہو کہ الفاظ ایسے بولے جائیں جس کے دو معنی بن سکتے ہوں۔ کلام کنایہ کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ مستقر ۲۔ متحرک کلام یہ ہے کہ دو معنی والے الفاظ کا ایک معنی مراد لیا جائے یا ایک مراد نہ لیا جائے اس میں مشکل کی نیت پر دار و مدار ہے۔ اور کلام تور یہ یہ ہے کہ ظاہراً وہ کلام جھوٹ اور کذب نظر آتا ہے مگر مشکل کی مراد جھوٹ نہ ہو بلکہ وہ اپنی نیت میں دوسرے معنی کو لے رہا ہے۔ یہ لفظاً ظاہراً اگرچہ ہر طرح جھوٹ معلوم ہو رہا ہو مگر ہر شریعت میں جائز رہا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں بھی اس قسم کا جھوٹ جائز ہے۔ یہ مسئلہ بِنِ فَعَلِهِ كَبُيْدُ هُمْ هَذَا سے مستنبط ہوا دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ یہ توڑ پھوڑ اس ان کے بڑے نے کی ہے۔ ظاہراً ہر طرح جھوٹ ہے اور اس کو ہر لغت میں جھوٹ ہی کہا جائے گا مگر شرعاً جائز ہے گناہ نہیں اس لیے کہ کلام کنایہ تور یہ ہے اور آپ نے یہ کلام قوم کے سامنے اس انداز میں فرمایا کہ قوم بھی آپ کے کلام کی نوعیت سمجھ گئی اسی لیے کسی نے کذب بیانی کا اہتمام نہ لگایا بلکہ اپنی حاکمیت دین پر نادام و شرمندہ ہوئے آپ کا یہ انداز تور یہ۔ اگلے کلام قَامَسُوا هُمْ سے ظاہر ہوا۔ اسی لیے سب کفار خاموش

بلکہ شرمندہ ہو گئے۔ تیسرا مسئلہ۔ کسی مناظرے یا مکالمہ میں متو مقابل شکست کھا کر اگر تھوڑی دیر کے لیے آپ نے آپ کو یا اپنے باطل دین کو غلط بھی کہہ دے تب بھی اس کو حق پسند یا حقانیت پر ایمان لانے والا نہیں جاسکتا، اس لیے کہ یہ شکست کی گھیرا ہٹ کا اثر ہوتا ہے۔ جو صرف وقتی ہے نہ شریعت کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔ ایک آریہ پنڈت نے ایک مناظرہ میں حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شکست کھا کر اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیا اور یہاں تک کہ علی الاطلاق ایسٹنچ پر ہی کہہ دیا کہ اسلام کو سچا سمجھتا ہوں اپنے دین کو غلط اور کمزور سمجھ گیا ہوں۔ مگر اس کو مسلمان نہ کہا گیا نہ اس پر اسلامی احکام نافذ ہوئے یہ مسئلہ قرآن مجید اور انکم اثمتم الظالمون سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کفار قوم کے بوجھنے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بِنُ فَعَلَهُ كَيْدُهُمْ هَذَا۔ یعنی یہ توڑ پھوڑ ان کے اس بڑے بُت نے کی ہے۔ یہ تو سراسر جھوٹ تھا اور جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہر صغیرہ کبیرہ گناہ سے معصوم ہوتے ہیں اور معصوم بندہ گناہ پر قادری نہیں ہوتا جیسا کہ علماء اصول فرماتے ہیں۔ حدیث پاک میں بھی آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں تین جھوٹ بولے۔ ایک یہی بِنُ فَعَلَهُ كَيْدُهُمْ دوم۔ اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔ سارہ بیوی کو اپنی بہن کہنا۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب بُدْ اَلْخَلْقِ وَ ذِکْرُ الْاَنْبِیَا فَصْل اَوَّلِ صَدِّہٖ پربحوالہ بخاری مسلمہ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ کے الفاظ سے یہ ہی بات لکھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے تمام مفسرین بھی یہ ہی لکھتے ہیں مگر ایک اردو کے مشہور دہابی مفسر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ حدیث بخاری اور مسلم جیسی صحاح ستہ کی کتب میں ہے اور سند بھی بالکل درست ہے مگر میں اس کے متن یعنی الفاظ حدیث کو صحیح نہیں مانتا اور ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین جھوٹ منسوب کئے ہوں۔ اسی قسم کی روایتوں حدیثوں سے منکرین حدیث کو انکار احادیث کا موقع ملتا ہے۔ فرمایا جائے کہ کونسی بات درست ہے دیگر مفسرین کی یا اس دور کے ان اردو مفسر صاحب کی۔ جواب۔ گذشتہ سابقہ جمہور مفسرین کی بات درست ان مفسر صاحب کی بات اور موقف غلط ہے اگرچہ نیت درست ہے۔ اگر یہ نقصان دہ رواج پڑ جائے کہ جو حدیث اپنی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے سمجھ نہ آئے تو جھوٹ سے اُس کا انکار کر دیا

جائے تو پھر قرآن مجید کی بعض آیات کے ساتھ بھی یہ سلوک کوئی کر سکتا ہے اور کفر سے دامن بھر سکتا ہے۔ اسی طرح اپنی کم عقلی اور جہالت و نا سمجھی کی بنا پر منکرین حدیث جکڑ الوی اور پرویزی بہت سی احادیث منقذہ کا انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان مفسر صاحب نے بھی اس ایک حدیث مبارکہ کا انکار کر کے منکرین حدیث کا ہی وظیرہ و طریقہ اختیار کر لیا۔ منکرین حدیث بھی یہ ہی کہتے پھرتے ہیں کہ یہ بات نبی کریم نہیں کہہ سکتے وہ بات نہیں کہہ سکتے وغیرہ۔ بلکہ قرآن مجید کے منکرین کفار بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نہیں فرما سکتا وہ بات نہیں فرما سکتا۔ دیکھو آریہ ہندو کی کتاب سنیا رتھ پرکاش۔ اور آریہ پرچار مگر حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آیت قرآنی کا انکار وہ تعالیٰ کا انکار ہے اسی طرح سند صحیح حدیث کا انکار بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمان نبوت کا انکار ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے تدبر، تفکر، فہم و فراست، عقل و شعور سے حدیث مقدسہ کو صحیح سمجھا جاتا اور مطابقت پیدا کی جاتی انکار کرتے چلے جانا تو بڑا آسان ہے ہر جاہل ہر صداقت و حقیقت کا انکار کر سکتا ہے، مفسر مذکور نے بھی حدیث پاک پر تدبر نہ کیا۔ اہل عرب کی اصطلاحات معروفات و رواجات کو نہ جانا بس لفظ کذب کا ایک ہی پہلو دیکھ لیا کہ کذب گناہ ہوتا ہے۔ حالانکہ عربی لغوی اصطلاحات میں لفظ کذب بہت معنی میں مستعمل ہے۔ اور ان کے شرعی حکم بھی علیحدہ ہیں یہ ہماری اردو کی تنگ دامنی ہے کہ ہم ہر کذب کا ترجمہ جھوٹ کر دیتے ہیں حالانکہ عربی لغت میں ایسا نہیں۔ بہت سے کذبیات جھوٹ نہیں اور جو کذب ہمارے جھوٹ کے معیار کا نہیں وہ کذب گناہ بھی نہیں۔ اب اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ کذب اہل عرب کے نزدیک پانچ معنی میں مشترک ہے اور بولنے کے اعتبار سے کذب کی چار قسمیں ہیں چنانچہ لغت کی مشہور و معتبر کتاب مجمع البحار جلد سوم پر منٹ لکھا ہے کہ کذب بمعنی تعجب ۱، کذب کا معنی جبن یعنی بزدلی کذب بمعنی خطا ۲، کذب بمعنی تعریف یعنی انداز سے ۳، ایسی چیز یا بات کے ہونے کا ذکر کرنا جو ابھی فی الواقعہ نہ ہو ۴، کذب بمعنی جھوٹ یعنی سچائی کے خلاف جانتے بوجھتے کوئی غلط بات کرنا، ان معانی کے اعتبار سے کذب چار اقسام میں منقسم ہوتا ہے ۱۔ کذب مقابل صداقت یہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور اسی کا بولنا گناہ کبیرہ یہ انبیاء علیہم السلام سے محال ہے ۲۔ کذب استہزاء ۳۔ کذب تعریف ۴۔ کذب تدبیر یہ تین قسمیں جملہ انشائیہ ہوتی ہیں ان میں جھوٹ کا احتمال یا شائبہ نہیں ان کا بولنا گناہ نہیں بلکہ بعض موقعوں پر ضروری ہو جاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵ پر حدیث پاک میں ابراہیم

علیہ السلام کے جن تین کذبوں کا ذکر ان میں پہلا کذب تعریفی ہے کہ آپ نے فرمایا اِنِّیْ مُقْبِلٌ یعنی اندازہ ہے کہ میں بیمار ہوں یا ہو جاؤں گا یہ آپ نے ستاروں یا آسمان کی طرف دیکھ کر قوم کے نحو سببائی عقیدے اور موسمیاتی مسلک کی وجہ سے فرمایا قوم اس وہی عقیدے میں بری طرح مبتلا تھی۔ دوسرا قول بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا۔ یہ کذب استهزائی ہے۔ تیسرا قول جس کا ذکر اسی حدیث پاک میں ملتا ہے کہ جابر ظالم محبوس بادشاہ سے عزت و آبرو کے خوف سے اپنی بیوی کو اُختی دھیری بہن سے کہنا یہ کذب تو یہ تھا کہ آپ نے ایمان کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کو ایمانی بہن کہا اور یہ تینوں کذب شرعاً گناہ نہیں پہلے دو تو اس لیے کہ حمد انتسابیہ ہیں اور تیسرا اُختی کہنا اس لیے کہ جو معنی ابراہیم علیہ السلام نے مراد لیے وہ اپنی جگہ سچ اور ایک حقیقت ہے کیونکہ کلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ۔ تمام مومن بہن بھائی ہیں۔ اس لیے یہ تینوں اگرچہ بقول حدیث پاک کذب ہیں مگر گناہ نہیں شرعاً جائز ہیں۔ اس لیے حدیث پاک بالکل برحق ہے عصمت انبیا پر زور نہیں پڑتی کسی وہابی مفسر کا انکار کرنا اس کی ذاتی جہالت و نا فہمی ہے۔ اُس حدیث مقدسہ نے تاقیامت ایک قانون بنا دیا کہ ہر شریعت کی طرح شریعت اسلامیہ میں بھی کذب تعریفی۔ کذب تو یہ۔ کذب استهزائی۔ کذب انتسابی۔ گناہ نہیں نبوت کی زبان ہی شریعت الہیہ کا قانون ہوتا ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام کا بولنا جواز کی دلیل ہے ہم بھی چونکہ ملت ابراہیمی کے پیروکار ہیں اس لیے خاص ابراہیم علیہ السلام کے ان جائز کذبوں کا ذکر فرمایا گیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ دوسرا اعتراض یہاں لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ کیوں فرمایا گیا گواہی تر پہلے ہی مل چکی ہے جب قوم کے لوگوں نے کہا تھا کہ ابراہیم نام کا ایک جوان ہے جو بتوں کی برائی کرتا پھرتا ہے یہ اس کا ہی کام لگتا ہے۔ جواب۔ اگر يَشْهَدُونَ کا معنی گواہی دینا ہی ہو تب یہ معنی ہے کہ تاکہ یقینی گواہی دیں۔ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًیٰ يَكْتُمُ گواہی ہے لیکن يَشْهَدُونَ کا معنی مشاہدہ کرنا بھی کیا گیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ قَالُوا خَالَتُوا بَہٗ عَلَیْ اَعْمٰیْنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ
 قَالُوا اَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاِیْھِنَا یَا اِبْرٰھِیْمُ قَالَ
 بَلْ فَعَلَهُ کَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسَلُّوْا هُمْ اِنْ کُنْتُمْ اٰیْسِطِقُوْنَ۔ تب نفوس جابرہ
 و ظلمت باطلہ نے صوتِ خفی سے پکارا اے آدمی اس دشمن ظاہری کو فکر ناموتی کی نگاہوں میں
 کیونکہ باطل کبھی حق کو پسند نہیں کرتا یہ باطل کا بلانا حق کو یا حق کا قرب حاصل کرنا تاہم کے
 لیے نہیں ہوتا بلکہ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ۔ اس لیے تاکہ باطل کے سامنے حق کی کمزوریاں

ظاہر ہوں اور حق کی تردید کا بہانہ حاصل ہو۔ جب کبھی حق و باطل کا سامنا ہوتا ہے تو باطل کا شور بلند ہوتا ہے اور دولتِ دنیا کے بھاری ایمانی شرعی پابندیوں پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں اے عقل سلیم اور قلبِ معبود کیا تو نے ہمارے ناجائز منصوبوں باطل معبودوں کو پامال کیا۔ ہمارا تو سب کچھ دین ایمان عبادت ریاضت یہی دولتِ دنیا ہے دنیا سازی ہی ہمارا الہ ہے اس شورِ باطل کے بعد حق کا زور بلند ہوتا ہے کہ مجھ سے نہ پوچھو اپنے ان جھوٹے منصوبوں باطل نظریوں سے پوچھو جنہوں نے تم کو ذلیل و رُخو کر دیا۔ کیا یہ دنیا کی قوتیں دولتیں حق کے سامنے بول سکتی ہیں، جب موتِ برحق آتی ہے تو سارے منصوبے خاک میں مل جاتے ہیں ہر شور غائب ہر قول باطل ہر فعل فاسد ہو جاتا ہے اور کثرتِ ندامت سے تَرَجَعُوا اِلَیْ اَنْفُسِهِمْ فَقَا اِذَا اُنْکُمُ اَنْتُمْ الظَّالِمُونَ ثُمَّ نَبْکُؤْا عَلٰی رُؤُوسِهِمْ کَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هُوَ لَا یَنْطِقُونَ۔ اپنے غلط کار ہونے ظلم کا کمانے کا احساس ہو جاتا ہے تو اپنی کوتاہیوں کی طرف پھر کر دیکھتے ہیں اور اپنی شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے اقرارِ حالی کر کے کہتے ہیں کہ بے شک اے نفس کے پجاریو تم ہی اپنی دولت پرستی دنیا سازی سے اپنی حالوں پر ظلم کرنے والے ہو۔ مگر یہ احساسِ ندامت صرف چند ساعتوں کے لیے ہوتا ہے پھر جب لذاتِ دنیا شہواتِ نفسانیہ کا غلبہ ابھرتا ہے تو نَبْکُؤْا عَلٰی رُؤُوسِهِمْ شیطان و خُتَّاس کے دوسوں سے مغلوب ہو کر انہماکِ دنیا کے دلدلوں میں اوندھا دٹے جاتے ہیں۔ اور حق پر معتصر ہوتے ہیں کہ اے قلبِ حقانی تو نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی ہم کو ظاہر و خفی کے سامنے رُخو کیا۔ رب تعالیٰ نے عقل سلیم تو ہر انسان کو عطا فرمائی ہے مگر تَرَجَعُوا اِلَیْ اَنْفُسِهِمْ کا مظاہرہ معاملہ کر لی کبھی کرتا ہے جو خوش بخت تَرَجَعُوا اِلَیْ رَغْبَتِ رُکھ کر اپنی عقل کی طرف رجوع کرے تو وہ اپنے حال کی اصلاح اور فساد پر خبردار رہتا ہے جس کی وجہ سے ثُمَّ نَبْکُؤْا عَلٰی رُؤُوسِهِمْ کے نقتنہ سے بچ جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی باوجود عقل کے پہچاننے کے کہ حق کیا ہے اور باطل کیلئے ہے اور فساد و صلاح میں تمیز کرنیکی طاقت رکھنے کے اگر نہ اللہ کی تائید اور توفیق باللہ کی حمایت نہ ہوتی تو تب بھی کوئی بندہ اصلاح کے اختیار کرنیکی قدرت اور فساد سے بچنے کی قوت نہیں رکھتا بلکہ خیر و شر کے درمیان مبہوت کھڑا رہتا ہے۔ اور اس کو اس کی کوئی یات و قابلیت فائدہ نہیں دیتی جیسے کہ قومِ نمرود جس نے حق کو پہچان لینے کے باوجود ثُمَّ نَبْکُؤْا اکی بربادی میں پڑ گئے خوش بخت ہے وہ جو مرشدِ ہادی کی ماننے اور مصلح و راہنما کے راہِ رومنز کی پیروی میں لمحاتِ حیات گزار دے۔

مگر ایں سعادت بزورِ بازو نیست پتانہ بخشد خداے بخشندہ۔ واللہ اعلم۔

قَالَ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ

فرمایا کیا پس عبادت کرتے ہو تم اللہ کے غیر کی جو نہ فائدہ دے سکتا ہے تم کو
کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے

شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٦﴾

کچھ بھی اور نہ نقصان کر سکتا ہے تمہارا۔ تب ہی ہے تمہارے لیے اور اُس کے لیے پوجتے ہو تم
اور نہ نقصان پہنچا ئے۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو

مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ قَالَُوا حَرِّقُوهُ

جن کو اللہ کے سوا۔ تو کیا تم بالکل ہی عقل نہیں رکھتے دلا جواب ہو کر کہنے لگے جلا ڈالو
اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ بولے ان کو جلا دو

وَأَنْصُرُوا إِلَٰهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا

بھینٹ کر دو اس کو اور امداد کرو اپنے معبودوں کی اگر ہو تم کر نیوالے۔ ہم نے فرمادیا
اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔ ہم نے فرمایا

يَنَّا مَكُونِي بِرَدًّا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾

کہ اسے آگ ہو جا تو ٹھنڈ والی اور سلامتی والی ابراہیم پر۔
اسے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

وَأَسْرَادُ وَايِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْخَسِرِينَ ﴿٧٠﴾

اور ارادہ کیا تھا اُن سب نے اُس کے ساتھ بڑی مکاری کا مگر ہم نے بنا دیا۔
اور انہوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر ہار کر دیا۔

وَنَجِّنْهُ وَلَوْ طَارَ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي

ان کو ناکام اور بچالائے ہم ان کو اور لوٹ کو اس علاقے کی طرف برکتیں رکھی تھیں اور ہم نے اُسے اور لوٹ کو نجات بخشی اُس زمین کی طرف جس میں ہم نے

بَرَكَاتٍ فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾

ہم نے جس میں تمام جہانوں کے لیے

جہان والوں کے لیے برکت رکھی

تعلقات | ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پھلی آیت میں بتوں کی بے بسی پر قوم ابراہیم کی شرمندگی و ندامت سے سرنگوں ہونے کا ذکر ہے اب ان آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کو سچی تعلیم دینے اور حقیقی معبود پر ایمان لا کر آخرت کی شرمندگی و ندامت سے بچنے کا طریقہ سکھانے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ پھلی آیت میں قوم گمراہ و سرکش کا ابراہیم علیہ السلام پر بُت شکنی کا مقدمہ چلانے کا ذکر ہوا کہ گواہیاں لاؤ یہ کرو وہ کرو۔ اب ان آیت میں لا جواب و شرمندہ قوم کی انتہائی صحت دھرمی کا ذکر ہو رہا ہے کہ بغیر مقدمہ سزا دیدی جائے یعنی شرمندگی سے لا جواب ہو کر بجائے سیدھے راہ پر آنے اور اپنے ہاتھوں سے مزید بُت توڑنے باطل دین سے منہ موڑنے کے حق ہی کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت ابراہیم کو سزا دے کر اپنی ٹوٹی بھوٹی کٹی کافی اندھی بولی ٹکڑی سورتیوں کی ہی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ تیسرا تعلق۔ پھلی آیت میں بتایا گیا کہ اتنے باطل خدا ایک ابراہیم کی مار پیٹ اور صتھوڑے سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے اب ان آیت میں بتایا گیا کہ سچے معبود اللہ تعالیٰ نے ہزاروں دشمنوں کے گھیرے اور ان دشمنوں کی آگ سے اپنے ایک بنسے کو بچا لیا۔ اور ایک تنہا بندے کا وہ سب مل کر بھی کچھ نہ بگاڑ سکے۔

قَالَ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا
تَضُرُّكُمْ ﴿٤١﴾ اُتِ لَكُمْ وَلَكُمْ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

تَعْقِلُونَ۔ قَالَ فعل ماضی بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اُتِ لکم و لکم حروف زائدہ

بیانہ تَعْبُدُ وُنَ بَابِ نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر حاضر عِبُدٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے مِنْ حرفِ جر زائدہ بیانہ دون اسم مضاف اللہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے کا اسم موصول ضمی یعنی افرادِ عام کے لیے ایک ہو یا سب لَا یَنْفَعُ بَابِ فَتَح کا فعل مضارع معروف منفی بلا واحد مذکر غائب نَفَعٌ سے بنا ہے بمعنی فائدہ دینا۔ اور فائدہ پہنچانا اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے مرجع کا ہے کُم ضمیر منصوب متصل مفعول یہ اول ہے شیئا اسم مفرد نکرہ بمعنی کچھ بھی مفعول یہ دوم ہے لَا یَنْفَعُ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ لَا یَنْفَعُ بَابِ نَصَرَ کا مضارع منفی بلا معروف ضرر سے بنا ہے بمعنی نقصان دینا نقصان پہنچانا فاعل ضمیر صیغہ ہے کُم ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول یہ یہاں دونوں ضمیروں کا مرجع قوم ابراہیم یعنی نمرودی لوگ ہیں یہ فعل فاعل مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں عطفت مل کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مفعول یہ ہوا تَعْبُدُ وُنَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشا ئیہ ہو کر مقولہ اول ہوا۔ اُف اسم مفرد جامد اسماءِ اصوات میں سے ہے لغوی ترجمہ ہے پھونک مارنے کی آواز کی نقل بعض علمائے اس کو لفظِ تَعَفٍ پر قیاس کر کے اسماءِ افعال بمعنی امر حاضر یا بمعنی ماضی کہا ہے یہ قرآن مجید میں صرف تین جگہ آیا ہے ۱۔ اُف سورۃ اُسرٰی ۲۱۔ ۲۔ سورۃ انبیاء میں ہیں ۳۔ سورۃ احقاف ۲۱ میں اصطلاحاً ہر تنگ دلی اور نفرت کے لیے بولا جاتا ہے دراصل ہے اُف دونوں ف ہیں ادغام کر کے اُف بنا یا گیا اس کو اُف اور اُف بھی پڑھا گیا ہے۔ ہر گھناؤنی چیز پر اُف کا لفظ بولا دیا جاتا ہے ایک قول میں کُے ناخن اُف ہیں اور ناخنوں کا میل تَعَف سے ایک قول میں ہر ظاہری برائی اور میل کچیل اُف ہے اور باطنی میل کچیل دِیَافِ تَعَف ہے لفظ تَعَف قرآن مجید میں نہیں آیا۔ یہ مبنی ہے اس میں چھ قرئتیں ہیں ۱۔ مشہور قرئت اُف ۲۔ اُف ۳۔ اُف ۴۔ اُف ۵۔ اُف ۶۔ اُف اور سب مبنی بحالت رفع فاعل ہے ثابت یا وارڈ یا نازل پوشیدہ اسم فاعل کا کُم جار مجرور معطوف علیہ ہے واو عاطفہ لام بمعنی۔ علی فوقیت کا کا اسم موصول بمعنی بُت تَعْبُدُ وُنَ بَابِ نَصَرَ کا فعل مضارع جمع مذکر حاضر اس کا فاعل ضمیر صیغہ عِبُدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے عبادت کرنا یعنی کسی کو معبود سمجھ کر اس کی اطاعت کرنا یا اُس کے آگے سجدہ کرنا۔ مِنْ حرفِ جر زائدہ دُون اسم نکرہ معرب مضاف ہے۔ لفظ اللہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مِنْ سے مجرور ہو کر متعلق ہے تَعْبُدُ وُنَ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا دونوں مل کر مجرور ہوئے لام سے یہ جار مجرور معطوف ہے کُم پر دونوں مل کر متعلق ہے نازل

پوشیدہ کا سب مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔ ایک قول میں یہ سب جملہ انشائیہ اور معنی ہے تباہی ہونے کا ہے
یہ۔ اے منبرہ موالیہ ف عاطفہ زائدہ لا تعقلون ہا پ ضرب کا مضارع منفی بلا جمع مذکر حاضر
مخاطب، خطاب قوم رآل نمرود، کہ یہ فعل با فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ انتم جملہ فعلیہ انشائیہ
ہو گیا۔ قَالُوا حَرِّ قُوَّةً وَالنَّصْرُ لِلَّهِ الْهَيْكَلُ اِنْ كُنْتُمْ فَعَلَيْنَ۔ قُلْنَا يَا تَارُكُوْنِي
بِيْزْدًا وَسَلْمًا عَلٰى اِيْزَادِ هِيْدَةٍ۔ وَارَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمْ الْاٰخِرِيْنَ
فَاْلَآئِمًا مِّنْىْ۔ جمع مذکر غائب اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ مرجع ہے قوم نمرود رآل و ربان
یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ حَرِّ قُوَّةً ہا پ تفعیل کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر حاضر اس
کا مصدر ہے تخریق "حرق" سے بنا ہے بمعنی جلاؤ النار۔ ہا پ تفعیل میں آکر سختی کے معنی پیدا
ہوئے یعنی پورا پورا جلاؤ النار انتم ضمیر صیغہ اس کا فاعل ضمیر اس کا مفعول یہ معنی اس کو مراد
ہے ابراہیم علیہ السلام یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ انصروا۔ ہا پ نصر کا امر حاضر
معروف جمع مذکر۔ نصر سے مشتق ہے بمعنی مدد کرنا۔ فاعل پوشیدہ ضمیر مرجع ہے دوسرے
درباری یا آپس میں سب میٹنگ والے الْهَيْكَلُ۔ مرکب اضافی بمعنی اپنے معبودوں یعنی بتوں
کی مفعول یہ ہے۔ یہ فعل فاعل مفعول جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر جزاء و مقدم
ہوئی اِنْ حَرِّ قُوَّةً، فعل ناقصہ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب
خبر ہے کُنْتُمْ۔ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو کر شرط مؤخر ہوئی شرط و جزا مل کر
جملہ شرطیہ ہو کر مفعول ہوا۔ قول منقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قُلْنَا۔ قَوْلٌ سے مشتق ہے فعل ماضی
نا ضمیر صیغہ اس کا فاعل دونوں فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر۔ قول ہوا یہاں
ضمیر کا مرجع رب تعالیٰ ہے۔ یا حرفِ ندا انا اسم مؤنث مفرد جامد بمعنی آگ سنا دی ہے
گُوْنِيْ ہا پ نصر کا فعل امر ناقصہ حاضر معروف واحد مؤنث حاضر اَنْتَ ضمیر صیغہ
اس کا اسم بُرُوْا اسم مفرد جامد حاصل مصدر جنسی مذکر مؤنث دونوں کے لیے ہوتا ہے
یہاں مؤنث کے لیے ہے معطوف علیہ ہے واو عاطفہ عالیہ سلماً اسم مبالغہ بر وزن کراماً
مصدر سے مبالغہ میں کیا گیا۔ سلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ ۱۔ بمعنی قول وہ دعا ہے اور بندوں کے
کلام میں ہوتا ہے۔ ۲۔ فعلی یہ رب کے قول میں ہوتا ہے خواہ امر کے لیے ہو یا عطا کے لیے یہاں
امر کے لیے ہے یہ معطوف ہے بُرُوْا پر دونوں مل کر خبر ہوئی عَلٰى اِيْزَادِہِمْ یہ جار مجرور متعلق ہے
گُوْنِيْ نفس سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جوابِ ندا ہوا۔ یا ندا میں سب سے مل کر جملہ

ندائیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ جملہ قرایہ ہو گیا۔ واو سر جملہ۔ اَرَادُوْا باب افعال کا ماضی مطلق بمعنی ماضی بعید جمع مذکر غائب ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع ہے تمام نمرودی لوگ اس کا مصدر اَرَادُوْا اور اَرَادُوْا ہے رُبِّدُوْا رُود سے مشتق ہے بمعنی ولی منصوبہ بنانا ب حرف جر بمعنی مع یا بمعنی لام و ضمیر واحد غائب کا مرجع ابراہیم ہیں یہ جار مجرور متعلق ہے۔ گیدہ اسم مصدر یہاں جامد حاصل مصدر ہے بمعنی چال بازی دھوکہ فریب چال یہاں بمعنی چال ہے مفعول یہ ہے۔ اَرَادُوْا فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو گیا۔ ف عاطفہ زائدہ ہے یہاں برائے تعقیب ہے۔ جَعَلْنَا باب فتح کا ماضی مطلق جمع متکلم فاعل ضمیر صیغہ مرجع ہے رب تعالیٰ جَعَلَ سے مشتق بمعنی بنانا کر ڈالنا، جب یہ مصدر متعدی بد و مفعول ہو تو بمعنی بنانا پھیرنا۔ بدنا ہوتا ہے اور ہر شخص ہر بندہ بھی اس کا فاعل بن سکتا ہے لیکن جب متعدی بیک مفعول ہو تو بمعنی پیدا کرنا ہوتا ہے اور فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہو سکتا ہے ضمیر مفعول یہ اول ہے الْاٰخِرِیْنَ اسم جمع مذکر سالم کثرت اس پر الف لام استغراقی ہے اس کا واحد ہے اٰخِرُ اسم تفضیل اٰخِر سے مشتق ہے بمعنی گھائے نقصان والا ہونا۔ ذلیل و شرمندہ و ناکام ہونا یہاں ناکام ہونا مرد ہے بحالت فتح ہے مفعول یہ دم ہے جَعَلْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو گیا وَنَجَّیْنٰهُ وَاَوْطَاۤءِ اِلَی الْاَرْضِ اِلَیٰی بُرُکَّتَا فِیْہَا لِلْعٰلَمِیْنَ۔ واو سر جملہ بمعنی ثَمَر بچنا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم معروف مثبت۔ اس کا مصدر ہے نَجَّیْتُ اور نَجَّیْتُ بمعنی بچانا، نَجَّیْتُ سے بنا ہے ناقص یا ئی ہے اس کا فاعل ضمیر متکلم مرجع اللہ تعالیٰ ضمیر معطوف علیہ واو عاطفہ لُوطاً۔ اسم جامد منصرف مذکر نام حضرت ابراہیم کے بھتیجے اللہ کے نبی کا عَلَیْہِمَا السَّلَام معطوف ہے دونوں مل کر مفعول یہ ہے اِلَی جارہ انتہاء غایت کے لیے الف لام حرفی عید خارجی اَرْضِ اسم مؤنث لفظی بمعنی علاقہ موصوف الٰہی

بُرُکَّتَا۔ باب مُعَاعَلۃ کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم مثبت معروف اس کا مصدر ہے مُبَارَكٌ، بُرُکَّت سے بنا ہے بمعنی غائبانہ زیادتی بڑھوتری۔ فضیلت فی جارہ ظرف مکانی کے لیے صا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اَرْضِ ہے۔ لام حرف جر نفع کا عَلَیْہِمْ اسم جمع مذکر سالم معروف باللام ہے اس لیے جمع کثرت ہے بحالت کسرہ ہے یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے بَارُکْنَا کام مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ صفت ہوئی اَرْضِ کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے نَجَّیْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ۔ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّکُمْ

اَبَ تِلْكَ وَاِلٰهًا غَيْرُكَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَقْلًا تَقْلِرْنَ ۔ قَالُوْا حٰزِرُوْهُ وَاَنْصُرُوْهُ
 اِلٰهَكُمْ اَمْ لَكُمْ اٰلِهَةٌ غَيْرُكُمْ ۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ محسوس فرمایا کہ یہ نمرودی کنار میرے
 پیش کر رہا ہے۔ دلائل توحید کے سامنے عاجز و لا جواب ہونے اپنی بت پرستی کو اپنی حماقت جانتے اور اپنے
 آپ کو ظالم کہنے کے بارے میں کچھ دیر بعد پھر اُسی طرح کفر و شرک میں مبتلا بت پرستی میں مشغول ہو کر انتہائی
 درجہ بات سے کہہ رہے ہیں کہ ابراہیم تم جانتے ہو کہ یہ بت بول نہیں سکتے پھر بھی تم ہم سے کہہ
 رہے ہو کہ ان بتوں سے پوچھو تب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب بھی تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت
 کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہو اور تم کو یہ سمجھ نہیں کہ جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو فائدہ
 بھرنے نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان کر سکتے خواہ کتنی ہی عبادت کرو ساری عمر ان کی پرستش کرتے
 رہو تم کو ذرہ فائدہ نہیں دے سکتے نہ کسی مصیبت سے بچا سکیں اور اگر نہ کرو بلکہ توڑ دھوڑو
 تب بھی تمہارا نقصان نہیں کر سکتے نہ تم کو سزا دے سکیں نہ تم سے بچ سکیں چاہے تم ان کے
 منکر ہو جاؤ یا ان سے غافل ہو جاؤ اتنی بات تم بھی سمجھتے ہو پھر بھی عقل نہیں کرتے نف ہے تم پر اور
 تمہارے ان بتوں جیسے معبودوں پر اگر اب بھی عقل سے کام نہ لو گے تو بہت جلدی تم کو اور تمہارے
 خود ساختہ دستی خداؤں کی ہلاکت ہوگی یہ سب سخت باتیں سن کر نمرود اور اُس کے ساتھی سخت
 غصے میں آ گئے اور آپس میں مشورہ کرتے لگے کہ ابراہیم کو ایسی سزا دی جائے جو سب سزاؤں
 سے سخت تر ہو۔ اس میں کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ آخر میں ایک کُر دی فارسی عجی
 شخص جس کا نام تاریخوں تفسیروں میں اَصْحٰیوْن یا صٰیغُوْب یا صٰدِر لکھا ہے اُس نے
 کہا کہ ابراہیم کو آگ میں جلاؤ اور اُس سزا پر سب متفق ہو گئے اور نمرودیوں نے کہا ہاں یہ
 سزا ٹھیک ہے ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اپنے ان ٹوٹے پھوٹے معبودوں کی مدد کرو
 اگر تم ان کی کچھ مدد کرنا چاہتے ہو تو یہ فنی کام کرو بس پھر کیا تمہارا سب تیار ہو گئے پورے
 شہر بابل میں اعلان کر دیا گیا کہ بابل کے قریب کوئی گاؤں میں لکڑیاں جمع کرو اور پتے بتوں
 کو خوش کرو۔ یہ اعلان سن کر ہر مرد عورت بچہ جوان بوڑھا بوڑھی تندرست بیمار بڑی
 عقیدت کے ساتھ ہر طرح کی لکڑی جمع کرنے لگے۔ یہاں تک کہ عورتوں نے سنتیں مان لیں
 کہ اگر ہمارے فلاں کام ہو گیا تو میں ابراہیم کو جلانے کے لیے اتنی لکڑیاں ڈالوں گی۔ بیابانوں
 نے بھی شفا کی سنت مان لی غریب لوگوں نے لکڑیاں خریدنے کے لیے خصوصی مزدوریاں
 کیں اور اپنی اُس مزدوری سے لکڑیاں خرید کر ڈالیں کچھ عورتوں نے چرخہ کات کر دھاگہ

بیچا اور اُس سے لکڑیاں خرید کر ڈالیں۔ غرض کہ نمرود کے اس اعلان نے مذہبی خوش و جذبہ پیدا کر دیا۔ اور دَانَصُّ وَاٰلِهَتُکُمْ کا نعرہ کام کر گیا۔ اس کے علاوہ نمرود میں فوج پولیس بھی اس کام پر مامور کر دی گئی یہ لکڑیاں تقریباً چالیس دن تک جمع ہوتی رہیں اور ابراہیم علیہ السلام کو اس بستی کے جیل کوٹی کے پاس مٹی لکڑی سے ساٹھ گز اونچا ایک کمرہ بنایا اس میں قید کر دیا فوج اور پولیس نے گھوڑوں اونٹوں چروں گدھوں کے ذریعہ جنگلات سے لکڑیاں لانے کے لیے جمع کب قدرت خداوندی سے گھوڑوں اونٹوں گدھوں نے لادنے سے انکار عمل کیا اس طرح کہ جب لادی جائیں تو اچھی طرح اچھل اچھل کر گرا دیتے بہت مار کھا کر بھی راضی نہ ہوتے نہ مانتے مگر چروں نے انکار نہ کیا بلکہ زیادہ لادنے پر بھی راضی رہے گھوڑوں گدھوں پر باندھ کر رکھی گئیں تو چلتے ہی نہ تھے مار کھاتے بہتے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ اُس دن سے گھوڑے کو شاہی اور مجاہد کی سواری بننے کی عزت دی گئی، اونٹ کو ریگستان کا بادشاہ بنا دیا گیا اور براق زمینی کا لقب دیا گیا گدھے کو انبیاء علیہم السلام کی سواری کے لیے چنا گیا اور چرخ کی اپنی نسل منقطع کر دی گئیں۔ ایک ماہ دس دن تک یہ لکڑیوں کے ڈھیر بنتے رہے ایک میل کے لیے چوڑے میدان میں ساٹھ گز اونچا لکڑیوں کا ایک پہاڑ لگ گیا جس میں ہر قسم کی لکڑی اور اس پر تقریباً مومن ہر قسم کا تیل گھی روغن ڈالا گیا اور سات دن تک اس کو ہر طرف سے آگ لگائی گئی اس کی روشنی تین تین میل تک اس قدر کہ عورتیں اُس کی روشنی میں چرخہ کات لیتیں گرمی کی تپش اتنی کہ جو پرند بھی اونچا فضا میں اُس کے اوپر سے گزرتا جیل بھن کر گر جاتا اُس کے شعلے سو گز تک بلند تھے یہ آگ منگل کے دن لگائی گئی اسی لیے منگل کو خون اور آگ کا دن کہا گیا ہے قتل ہابیل اور نمرود کی کی وجہ سے، اب نمرودی دور کھڑے حیران تھے کہ ابراہیم کو اس میں کس طرح پھینکا جائے تو ابلیس ایک شیخ کی شکل میں آیا اور منجھنق گوچن، گھمانی، بنانے کی ترکیب بتائی اور اس میں ابراہیم علیہ السلام کو ڈال کر آگ میں پھینکنے کا طریقہ سکھایا ابلیس سے سیکھ کر اُسی گودی نے منجھنق بنائی جس نے آگ میں پھینکنے کا مشورہ دیا قہار دواتوں میں آتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اُس گودی کو زمین نے زندہ نکل لیا اور تا قیامت زمین کے اندر دفن لاوے میں وہ جلتا جھلتا تڑپتا رہے گا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر منجھنق میں رکھا گیا تو زمین و آسمان کے فرشتے بارگاہِ الہی میں پہنچے پڑے کہ یا مولیٰ تعالیٰ زمین پر اس وقت ایک ہی تیرا بندہ ہے جس کو یہ کافر یہ دشمن آگ میں جلا رہے ہیں اسے اندر

یہ بندہ نہ رہا تو زمین پر تیرا نام بیٹے والا کوئی نہ رہے گا اور زمین ذکر الہی سے خالی رہ کر تباہ و ویران رہ جائے گی اگر اجازت ہو تو ہم اُس کی مدد کریں۔ آواز آئی کہ اگر وہ تم سے مدد مانگے تو ضرور کرو مگر ہم جانتے ہیں وہ تم سے مدد نہیں مانگے گا وہ میرا خلیل ہے میرا اس کے سوا کوئی خلیل نہیں میں اُس کا معبود ہوں میرے سوا اس کا کوئی معبود نہیں تب حضرت ابراہیم کے پاس باری باری فرشتے آئے پہلے بارش کا فرشتہ آیا اور منجینق میں بندھے پڑھے ابراہیم علیہ السلام سے عرض کی اگر حکم ہو تو میں آگ پر اتنی بارش برساؤں کہ آگ بجھ جائے آپ نے فرمایا مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں، پھر ہواؤں کا فرشتہ آیا اور عرض کی اگر حکم ہو تو ایسی ہوا چلاؤں کہ سب آگ بجھ جائے اڑ جائے آپ نے فرمایا مجھے تم سے بھی کوئی حاجت نہیں نہ دو یوں نے آپ کے ہاتھ پر باندھ کر آپ کو منجینق میں رکھا تھا پھر دس آدمیوں نے مل کر منجینق کو تیزی سے گھمایا اور آگ کی طرف اچھال دیا جیسے کمان سے تیر یا غلیل سے پتھر پھینکا جاتا ہے جب آپ آگ کی طرف اڑے چلے جا رہے تھے تو راستے میں جبریل علیہ السلام ملے اور عرض کیا کوئی حاجت ہے آپ نے فرمایا مگر تم سے کوئی نہیں جبریل آئین نے عرض کی رب تعالیٰ سے کچھ ہے تو عرض کیجیے فرمایا اس کا علم میرے ہر حال سے خبردار ہے وہ مجھے کافی ہے اُس کو کچھ کہنے بنانے کی ضرورت نہیں حَسْبِيَ مِنْ سِوَايَ عَلِيمٌ بَاقِی جب حضرت ابراہیم آگ کے قریب ہوئے تو بہت سے ملائکہ نے آپ کو اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور نہایت تکریم و آرام سے آپ کو درمیان آگ ایک جگہ بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ٹھنڈے میٹھے پانی کا قدرتی چشمہ نکل آیا اور سرخ گلاب و زکس کے خوبصورت پھول آگ آئے۔ جبریل جنت سے قالین لے آئے، حکم ربانی ہوا قُلْنَا يَا رَاكُوفِي بُدَاؤْ سَلَامًا عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمْ الْاٰخِرِيْنَ وَنَجَّيْنٰهٗ وَكُوْطَارًا اِلَى الْاَرْضِ الْاَيْتِ بَاَرَ كُنَّا مِيْهَا لِّلْعٰلَمِيْنَ ہم نے آگ کو حکم فرمایا اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا تو ابراہیم پر، مفسرین فرماتے ہیں یہاں پانچ باتیں قابل غور ہیں۔ قُلْنَا۔ یعنی ہم نے حکم فرمایا اگر یہ حکم نہ ہوتا تو یقیناً آگ ٹھنڈی نہ ہوتی۔ یَا رَاكُوفِي۔ یہ مطلقاً جنس آگ کو حکم تھا جس کی وجہ سے تمام دنیا کی آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی کہ اُن کی روشنی باقی حرارت ختم نہ ہو سکتی۔ یعنی ٹھنڈی ہونے کا حکم ہوا روایتوں میں آتا ہے ایک دم برف سے زیادہ ٹھنڈک ہلاک کرنے والے ہو گئی تھی جب فرمایا وَ سَلَامًا تَزْكُوْا رَاكُوفِيْ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ یعنی

صرف ابراہیم پر بُرداؤ و سداً ما ہو جاتے باقی دنیا کی تمام آگیں اپنی اصلیت پر تپش والی ہو گئیں اور یہ نار نمود بھی صرف جسم ابراہیم اور آپ کے لباس پر بُرداؤ و سداً ما ہوئی نہ کہ باقی اشیاء پر اسی لیے آپ کا لباس نہ جلا۔ مگر نمود دیوں کی وہ رسمی جل گئی جس سے آپ کو باندھا گیا تھا یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے دار تفسیر روح البیان مظہری، (روح المعانی) چنانچہ جب نمود اور نمودیوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم بالکل باخیریت درمیان آگ بیٹھے ہیں تب ان کو شک ہوا کہ کہیں یہ آگ جادو کی تو نہیں ہے اس خیال کے آتے ہی انہوں نے نمود کے حکم سے اُسی بوڑھے آدمی کو پکڑ کر پکڑا کر گھائی کے ذریعے آگ میں پھینکا جس نے پہلے لکڑی کو آگ لگائی تھی وہ تو اُس کے شعلوں سے ہی جل جھن کر گر پڑا مگر آگ ابراہیم علیہ السلام کے کپڑے بھی قطعاً جلا نہ سکی اور جب یہ قریب کھڑا ہو رہا جس کو آزمائشی طور پر آپ پھینکا گیا تھا جل کر راکھ ہو گیا تو ان کا یہ خیال ختم ہو گیا کہ یہ جادو کی آگ ہے مگر یک دم دوسرا خیال یہ آیا کہ شاید یہ ابراہیم ایسی جگہ گرے ہیں جہاں یا تو لکڑیاں نہیں ہی نہیں یا جل کر ختم ہو کر بھٹی ہو گئیں ہیں اب فانی جگہ ہے تب سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے ابلیس پھر بوڑھے آدمی کی شکل میں ظاہر ہو کر آیا اور کہنے لگا کہ پریشان اور متفکر ہونے کی ضرورت نہیں اس منجیق کے ذریعے آگ اسی جگہ پر پھینکو تب ہر طرف سے آتش بازی کا کھیل شروع ہوا اور تماشا ٹائی لوگ ہر طرف سے آگ اٹھا اٹھا کر بائی لکڑیاں جلا کر اس جگہ پھینکنے لگے جہاں اُن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھے نظر آ رہے تھے آتش بازی کا شیطانی کھیل اسی وقت سے لوگوں میں شروع ہوا اور ابلیس اس کا موجد ہے خیال رہے کہ ابلیس تین چیزوں کا موجد ہے ۱۔ انسانی تصویر فوٹو اور انسانی شکل کی بت سازی کا ۲۔ منجیق کا جس کو اُردو میں گوہن پنجابی لغت میں گھمانی کہتے ہیں ۳۔ آتش بازی کا اُس وقت حضرت خلیل ابراہیم کی عمر سولہ سال تھی اور نمود کی عمر چار سو سال تھی یہ شعبان کا مہینہ تھا آپ آگ میں چالیس دن رہے باخیر و سلامتی سے بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے جو راحت و سکون اُن چند دنوں میں ملا وہ پہلے کبھی نہ ملا نہ بعد میں اطمینان قلبی ہر وقت ملائم کی دلجوئی نعمتوں کی کثرت پھولوں کی معطر خوشبو سب سے بڑی نعمت رب تعالیٰ سے گنگو کا شرف، قرآن مجید کے اس فرمان یا ناز کوئی پر غور و تدبیر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آگ نے یہ اندازِ گلستان خود بخود اختیار نہ کئے تھے بلکہ قلن کے حکم ربانی سے یہ ہوا تھا کہ آگ کی تاثیر حرارت صرف ابراہیم علیہ السلام پر بدل گئی تھی اور دیگر تمام اشیاء کے لیے آگ کی وہی تاثیر رہی یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ پاؤں

کی رسی جل کر گر گئی اور راکھ بن گئی آپ کے کپڑے آگ نہ جلا سکی کیونکہ وہ آپ کے اپنے تھے نمرود کا کافر کے نہ تھے۔ اور اس لیے میں تاکہ آپ کو شکا ہونے کی اذیت بھی نہ ہو حضرت جبریل جتنی ریشم کی قمیص لائے وہ بھی بطور تعظیم آپ کو پہنائے جتنی قالین بچھایا کیا اُس پر آپ کو بٹھایا یہ سب انعام و عافیت صرف اس لیے ہوا کہ آپ رب تعالیٰ کے خلیل تھے پوری روئے زمین پر اُس وقت صرف آپ ہی نبی صاحب تبلیغ اور عابد تھے یہ نمرود آپ کا پہلا امتحان تھا آپ صبر شکر سے کامیاب ہوئے اور آپ کو بچھایا گیا اسی لیے جبریل نے عرض کیا اے حضرت ابراہیم رب کریم فرماتا ہے کہ ہاں مجھو یوں کو آگ نقصان نہیں پہنچا سکتی یہ شان ہر مومن کو نصیب نہیں ہو سکتی اگرچہ اُس کا ایمان شل ابراہیم ہی ہو۔ روایتوں میں آتے ہیں کہ زمین و آسمانوں کی تمام مخلوق جمادات حیوانات ملائکہ آگ بجھنے کی دعائیں کرتے تھے حدُ حد پر بندہ اپنی چونچ میں پانی بھر کر لاتا اور دو رقصا میں جا کر اوپر سے آگ پر گرتا کہ آگ بجھ جائے مگر گر گٹ جیست دور بیٹھا ہوا پھرنکیں مار رہا تھا تاکہ آگ تیز ہوا نہ حدُ حد کے پانی سے آگ بجھی اور گر گٹ کی پھونکوں سے تیز ہوئی مگر اندرونی قلبی شرافت اور شرافت، محبت اور عداوت طہارت اور خباثت کا پتہ لگ گیا کہ کس کے دل میں نبی کی حمایت ہے اور کس کے دل میں نبی کی مخالفت دونوں کو بدلہ یہ ملا کہ حدُ حد کو سلیمان علیہ السلام کا وزیر اور تاقیامت پانیوں کا بادشاہ بتا دیا گبا عزت سے قرآن مجید اور سابقہ کتب الہیہ میں ذکر آیا تاقیامت اُس کے نام کو تلاوت میں شامل کر دیا گیا اور گر گٹ کہ یہ سزا ملی کہ جہاں کہیں ملے اس کو جلدی سے مار ڈالو مارنے والے مسلمان کو ثواب ملے یعنی حدُ حد کا ادب سے نام لینے میں مومن کو نیکیاں اور گر گٹ کو ہلاک کرنے سے نیکیاں ملتی ہیں کہ ایک ضرب سے مارنے میں شتر نیکی اور دو ضرب میں مارنے سے پچاس نیکی تین ضرب میں مارنے سے اُس سے آدھی یہ قانون تاقیامت ہے۔ چالیس دن یعنی کے قول میں دس دن حضرت ابراہیم آگ میں رہے تب ایک دن نمرود نے کسی ییلے پر چڑھ کر ابراہیم علیہ السلام کو پکارا کہ اے ابراہیم کیا تم کو آگ میں تکلیف نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا نہیں اُس نے کہا تم کھڑے ہو کر اس آگ کے اندر سے نکل کر باہر آ سکتے ہو آپ نے فرمایا ہاں تو نمرود کہنے لگا تو باہر آ جاؤ آپ اسی آگ پر چلتے ہوئے باہر آ گئے وہ بڑا حیران ہوا اور بولا کہ تمہارا جادو بہت تیز ہے آپ نے فرمایا یہ جادو نہیں میرے رب تعالیٰ کا مجھ پر فضل و کرم ہے پھر نمرود بولا کہ اچھا تھاؤ کہ آگ میں وہ تمہارے ساتھ بالکل تمہاری ہم شکل کون تھا آپ نے فرمایا کہ رب کریم نے مَلِکُ الْاِنْبِلِ کو

میری ہم شکل بنا کر میرے پاس بھیج دیا تھا تاکہ وہ میرا دل لگائے مجھے تنہائی اور غم محسوس نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ نمرود اور نمرودیوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ وہ قاتلانہ ظالمانہ مکروہ منصوبہ چلاتا تھا کہ جس کو کوئی مٹا نہ سکتا تھا، بد بختوں خبیثوں کو اسی چیز کا غم تھا کہ ہمارا منصوبہ خاک میں مل گیا اور لعنت کی پھٹکار پڑی ذلت بے شمار ہوئی وہی اپنے بیگانے دشمن جو پہلے دنداتے پھرتے تھے اب شرمندگی سے منہ چھپائے پھرتے ہیں فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے ہی ان کے مکروہ منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اور ذلت سے آخرِ بُنی کر دیا یہ وہ کارنامہ قدرت تھا کہ آج بھی عقلا کی عقلیں حیران ہیں تا قیامت دشمنانِ انبیاء ذلیل و خوار ہیں کہ جس کو وہ کفار دنیا دوستی سے مٹانا چاہتے تھے اُن کی نگاہوں کے سامنے ہی اس کو بچالیا اور اُن کے ساتھ لوط علیہ السلام کو بھی اُس بستی سے ہٹا لیا کیونکہ اس علاقے میں ایک قہر و قحط آنے والا تھا اور دونوں پیاروں کو اُس سرزمین میں پناہ عطا فرمائی جس میں ہم نے رزق و نعمت کی بے شمار برکتیں بھری تھیں اور اسٹندہ تمام جہانوں کے لیے دینی نعمتیں بھی بھرنے والے تھے اس طرح کہ زمین والوں کے لیے غذاؤں عمدہ موسموں سرسبز باغوں سے اور آسمانوں والوں کے لیے بعثتِ انبیاء شریعتوں کے اجرا کی برکتیں عطا فرمائیں۔ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے صرف یہ ہی اُس وقت آپ کے ساتھی اور خیر خواہ تھے، حضرت ابراہیم کا یہ سفر ہجرت اس طرح ہوا کہ بابل علاقہ دمشق سے خان پھر کچھ دن بعد حران سے مصر پھر مصر سے شام پھر فلسطین حضرت ابراہیم تو یہیں ٹھہر گئے مگر حضرت لوط فلسطین میں کچھ عرصہ رہ کر شہر ٹو تفکہ میں رہائشی ہو گئے آپ اسی علاقہ کے لیے نبی مبعوث ہوئے تھے حضرت تارخ کے تین بیٹے تھے بڑے بیٹے ہاران ان کو تفاسیر میں حارانِ اصغر کہا گیا ہے اس لیے ان کے چچا یعنی تارخ کے چھوٹے بھائی کا نام بھی ہاران تھا فرق کرنے کے لیے ان کو ہارانِ اکبر کہا گیا ہے۔ حارانِ اکبر کی ایک بیٹی کا نام سارا تھا اُن ہی سے ابراہیم علیہ السلام کا پہلا نکاح ہوا تھا اس طرح حضرت سارا ابراہیم علیہ السلام کی چچا زاد تھیں حارانِ اصغر کے بیٹے لوط علیہ السلام تھے اس طرح لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہوئے۔ بعض کم عقلوں نے ہارانِ اصغر اور حارانِ اکبر کا فرق نہ جانا اور سارا کو حضرت ابراہیم کی بھتیجی سمجھ لیا اور حضرت لوط کو اُن کا بھائی کہہ دیا۔ اور بد بختوں نے یہ مسئلہ بنا لیا کہ حضرت ابراہیم نے اپنی بھتیجی سے شادی کر لی اور پھر خود ہی اندازہ لگا لیا کہ شریعتِ ابراہیم میں بھتیجی سے شادی جائز نہیں یہ سب باتیں لغویات اور ناجائز ہیں اور بعض

بعض مفسرین کا اندھا بین خیال ہے کہ جو جو چیزیں شریعت اسلام میں حرام ہیں وہ تقریباً بشریعت میں حرام ہی تھیں خاص کر شریعت ابراہیمی تو شریعت اسلامی سے بہت ہی ملتی ہے اس بنا پر مسلمان ملت ابراہیمی کے پیروکار ہیں۔ تاریخ کا تیسرا بھائی آذر تھا حضرت تاریخ بھی تین بھائی ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تاریخ کے دوسرے بیٹے کا نام ناخور تھا۔ اُدھر حضرت تاریخ کے والد کا نام بھی ناخور تھا تو یہاں بھی ناخور اصغر اور ناخور اکبر کہہ کر فرق کیا جاتا ہے یعنی حضرت ابراہیم کے دادا ناخور اکبر اور درمبانی بڑے بھائی ناخور اصغر تھے ابراہیم علیہ السلام تاریخ کے سب میں چھوٹے بیٹے تھے حضرت تاریخ ولادت ابراہیم علیہ السلام سے ایک ماہ پہلے فوت ہو گئے تھے۔ آذر چھانے آپ کو پرورش کیا اس لیے اُنبیہ کہلایا۔ ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکل کر تقریباً دس دن بابل میں رہے اور آپ اس عرصے میں مکمل آزادی اور دلیری سے گلی بازار میں پھرتے تھے۔ کفار آپ کو دیکھ کر شرمندگی سے سر جھکا پتے مگر کسی کے نصیب میں ایمان نہ تھا۔ تفسیر خازن میں ہے کہ نجات ابراہیم کو دیکھ کر بہت سے لوگ ایمان لے آئے تھے مگر نمرود کے خوف سے ایمان ظاہر نہ کیا نہ ہجرت کی جرئت کر سکے۔ دس دن بعد وہاں سے اکتا کر حضرت ابراہیم ہجرت کرنے لگے تو اپنے اپنے ساتھ لوط علیہ السلام اور سارہ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا کیونکہ ظاہر ظہور پوری روئے زمین پر صرف یہ ہی آپ کے دوست تھے اور حمایتی مومن تھے۔ یہ تینوں بابل عراق سے نکل کر ایک قری گاؤں کنعان میں دس سال رہے پھر وہاں سے مستقلاً علاقہ شام کے فلسطینی حصے میں آئے جہاں بیت المقدس ہے۔ اس سرزمین کو برکتوں والی تین وجہ سے فرمایا گیا ۱۔ وہاں تمام دینی ایمانی سعادتیں ہیں ۲۔ وہاں تمام قدرتی کمالات دنیوی ہیں ۳۔ تمام متبرک پانیوں کا سرچشمہ بیت المقدس ہے جو وہیں ہے حدیث پاک میں ہے کہ آپ زمرم کا خزانہ بھی بیت المقدس میں ہے۔ سعادت دینی یہ کہ تمام انبیاء کرام بنی اسرائیل کا مولد مسکن وہی سرزمین ہے ایمانی یہ کہ وہیں سے تمام شریعتیں نافذ ہوتی رہیں تمام آسمانی صحیفے اور تین آسمانی کتابیں وہیں نازل ہوئیں کمالات دنیوی یہ کہ عمدہ شجر۔ حطب پھول ثمرات اور خوشبوئیں عطریات وہیں پیدا ہوتی ہیں، ہجرت ابراہیم کے بعد نمرود و اول نمرود و کفار پر ذلتوں کا سلسلہ اس طرح ہوا کہ اولاً تو یہ سب کفار اپنی اس محنت و منصوبے میں ناکام ہوئے اور اپنے بتوں کی مدد نہ کر سکے یہ بھی ایک تاریخی ذلت تھی کہ سرائٹھانے کے قابل نہ رہے تھے بلکہ رب کریم پچھے معبود کی اس شانہ لداؤ کی اور نجات کی سب پر دھاک بیٹھ گئی تھی دلوں پر رعب طاری تھا ایک دفعہ نمرود نے

بہت ملتجیانہ انداز میں ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔ اے ابراہیم تیرا معبود بہت تو قوں والا ہے اگر میں اُس کے نام پر چار ہزار گائیں قربان کروں تو کیا تجھ پر بھی ہربان ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک تو اُس اللہ پر پکے دل سے ایمان نہ لائے گا اپنے آپ کی سجدہ ریزی اور بُت پرستی نہ چھوڑے گا اس کو تیری کوئی قربانی نہ پسند ہے نہ قبول کیونکہ تو کافر ہے اور کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی وہ بولالہ میں اپنی سلطنت اور رعایہ چھوڑنے کی ہمت نہیں پاتا اس کے کچھ دنوں بعد حضرت ابراہیم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے ہجرت فرما گئے، پھر دوسری ذلت یہ آئی کہ سخت قحط پڑا پھر اُس کے بعد تعمیری ذلت یہ ہوئی کہ پوری قوم پر ٹھہروں کا قہر و عتاب نازل ہوا ان سب سرداروں کو فَجَعَلْنَهُمْ اِلٰ خُسْرٍ بَیِّنَ فرمایا گیا۔ نمرود کی عمر تقریباً آٹھ سو سال ہوئی ہے آگ کے وقت چار سو سال عمر تھی۔ ٹھہروں کی یہ سزا ایسی سخت تھی کہ پوری قوم بیمار و محتاج لاغر و ذلیل بد شکل ہو گئی ٹھہروں نے ان کے اتنے خون پے کہ گوشت خشک کھالیں سخت ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے ایک ٹھہر نمرود کی ناک میں گھسکر دماغ میں چلا گیا اور وہاں ڈنگ مارتا شروع کئے جس کی اذیت برداشت سے باہر تھی جب نمرود اپنے سر پر دو صتر مارتا تو وہ ڈنگ مارتا چھوڑ دیتا۔ لہذا اس کا علاج یہ ہی سمجھ لیا گیا کہ نمرود پر ہر وقت چیت مارے جائیں چیت کے بعد پھر جو تو نیکی باری آئی جب تک ہاتھ یا جوتے پڑتے رہتے آرام رہتا جب مارنے والے تھک کر چھوڑ دیتے تب تھوڑی دیر بعد پھر ڈنگ لگنا شروع ہو جاتے نمرود چار سو سال تک اس عذاب و تہررتبانی کی بیماری میں مبتلا رہا تعجب ہے کہ اُس ٹھہر کی عمر بھی چار سو سال ہوئی بعض نے کہا کہ ٹھہر نہیں تھا بلکہ دماغ کے اندر ہی کوئی کبڑا پیدا ہو گیا تھا بہر حال اب نمرود سب سجدے کرانے بھول گیا اب تو اُس کے دربار کے تعظیمی آداب یہی تھے کہ جو آٹے پہلے دس جوتے لگاٹے پھر کوئی اور بات کرے ایک بار نمرود کے دل میں یہ بات آئی کہ ابراہیم کو تلاش کر کے لاؤ اُس سے دعا کرتے ہیں تلاش کیا گیا تو پتہ لگا کہ ابراہیم علیہ السلام تو وفات پا گئے ہیں۔ اسی حالت میں نمرود چار سو سال بعد سر گیا نہ کوئی بُت کام آیا نہ دیوی دیوتا۔ لواحقین نے سوچا کہ اگر اسی طرح اس کو دفن کر دیا تو یہ نہ ہو کہ بیماری نکل کر ہم کو چپٹ جائے بعض نے کہا کہ اگر بیماری نہ نکلی تو اس کی روح اس طرح مُرتبی رہے گی لہذا نمرود کی لاش کو جلا دیا گیا تاریخی لحاظ سے سب سے پہلے نمرود کی لاش کو جلا دیا گیا چونکہ اس نے ہی آگ کا سلسلہ شروع کیا اس لیے سب سے

پہلے اسی کو آگ سے جلایا گیا۔ وہاں سے یہ مذہب سر میں آیا اور مصر سے ہندوستان میں۔ اَلْعِیَاضُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی صَبْرٌ هَذَا الْکُفْرِ بِآیَاتِ۔ ہندو بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر لاش جلائی نہ جائے تو روح بے قرار رہتی ہے۔ اور چھوٹ کا مذہب بھی وہاں سے ہی ہندوؤں میں آیا کہ بیماری اور کمزوری ہے۔ اسلام نے ان سب خیالات کی تردید فرمائی ہے۔ ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال اَلْقَالُوا اٰخِرُ قَوْلًا۔ کے کہنے والے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ جلانے کا مشورہ ایک کر دی نے دیا اور سب نے تائید کی دوم یہ کہ خود نمرود بادشاہ نے مشورہ دیا اور سب نے تائید کی نمرود کا شجرہ نسب اس طرح لکھا ہے۔ نمرود بن کنعان بن نجا ربیب بن نمرود بن کوثر بن حام بن نوح علیہ السلام ۲ قیام نار کی مدت میں چار قول ہیں ایک یہ کہ حضرت ابراہیم آگ میں سات دن رہے دوم یہ کہ دس دن رہے سوم یہ کہ چالیس دن رہے چہام یہ کہ پچاس دن رہے زیادہ ترجیح یہ ہے کہ چالیس دن رہے اور یہ بھی آپ کا ایک امتحانی چلہ تھا آپ کا دوسرا امتحانی چلہ ذریعہ اسماعیل کے وقت جو یکم ذیقعد سے دس ذی الحجہ تک تخت قرطانی کی خواہیں پوری کر کے کیا گیا تھا۔ آتش نمرود کی لکڑیاں اتنی کثیر تھیں کہ تقریباً تین ماہ تک جلتی رہیں ۲ قُلْنَا یٰۤاٰد۔ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ نے خود ہی آگ کو خطاب کر کے یہ حکم فرمایا اداگ نے یہ حکم سنا سمجھا اور عمل کیا کیونکہ ہر شجر جحر جمادات نار و نور میں اللہ رسول کے حکم سمجھنے کی صلاحیت ہوتی ہے اسی قول کو ترجیح ہے دوم یہ کہ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا اس ارادے کو قُلْنَا فرمایا گیا۔ سوم یہ کہ جبریل امین نے آگ کو حکم دیا بعد جبریل کے قول کو اللہ تعالیٰ نے اپنا قول فرمایا مگر پہلا قول درست ہے مثنوی میں ہے۔

نطق آب و نطق خاک و نطق رگل بہت محسوس از حواس الہی دل

۱ اٰخِرُیْنَ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ جلانے کے منصوبے میں ناکام ہو کر شرمندہ و ذلیل ہوئے دوم یہ کہ اس کے بدلے میں بجز رسوائی اور ذلت کے ان کو کچھ حاصل نہ ہوا قحط بیماری پھروں کا عذاب قہر سے ذلیل ہو کر سب کے سامنے ہلاک ہوتے رہے ۲ بَرِّدًا وَّ سَلَامًا میں تین قول ہیں، ایک یہ کہ آگ کی روشنی اور دھواں چمک شعلے حرارت پیش جلن سب باقی تھے فقط جسم ابراہیم کے لیے بَرِّدًا وَّ سَلَامًا ہوئی باس ابراہیم کو صحت نہ ملا سکی یہ ہی قول درست ہے کیونکہ آیت کے سیاق و سباق اور الفاظ و معانی کے مطابق ہے دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے جسم میں وہ کیفیت اور قوت پیدا ہو گئی تھی کہ آگ آپ کو جلانے سے قحط جیسے مسئلہ

کبڑا اور تمام پرندہ یا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پر بچھا ہوا دسترخوان، سو یہ کہ بعض نے لکھا ہے کہ آگ اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان رب تعالیٰ نے ایک ٹیپی پر رہنا یا انہی جس کی وجہ سے آپ کا لباس نہ جلا مگر یہ قول کمزور ہیں ان پر اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ ابتدائی زمانوں سے ہی انسانی عقل و ذہن دین کے سمجھنے میں انتہائی احمق ثابت ہوئی ہے۔ اگر رب تعالیٰ نبوت کی روشنی نہ بھیجتا تو انسانیت و آدمیت جہالت کی ظلمتوں اندھیروں میں ہی بھٹکتی رہتی یہ فائدہ واضح رہا اللہ کے قول سے حاصل ہوا۔ کتنی حماقت ہے کہ بندہ اپنے معبود کی مدد کرے اور معبود اتنا بے بس مجبور ہو کہ خود اپنی مدد بھی نہ کر سکے۔ سب گزشتہ اور موجودہ کفار قائل ہیں کہ مَا هُوَ لَا يُنْطِقُونَ۔ یہ بُت بول بھی نہیں سکتے اور تمام کفار ہر زمانہ کے یہ بھی سمجھتے جانتے ہیں کہ یہ بُت لَا يَنْفَعُكُمْ۔ قرآن بھر نفع نہیں دے سکتے۔ ضرب ابراہیمی سے مشابہہ بھی ہو چکا ہے کہ لَا يَصْنَعُ كُفْرًا کی اپنے دشمن کا نقصان بھی کر نہیں سکتے نہ سزا دے سکتے ہیں عقل میں یہ بات بھی آچکی ہے کہ اَنْتُمْ اَظْلَمُونَ بے شک اسے بُت پرستوں اس احمقانہ دین اور بد عقیدگی کی وجہ سے تم تو خود ہی اپنے پر ظلم کرنے والے ہو ان تمام باتوں کے باوجود تَمَّ نَكُوسُ اَعْلٰی سُرُوْ سِهْمٌ بنے پھرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اپنے انہوں کی مدد کریں گے اس مظلومیت کی حالت میں ہمارے معبود ہماری مدد کے محتاج ہیں کیسی عقل انسانیت ماری گئی کہ اتنی آسان بات نہ سمجھ سکے کہ بندہ بھلا مولیٰ کی کیا مدد کر سکتا ہے اور وہ معبود ہی کیا جو اپنے بچاؤ کے لیے بندوں کا محتاج ہو اور خود ہر گونہ ہمو کر لَا يَنْفَعُ وَلَا يَضُرُّ۔ ہو۔ اور کفار جب جھگڑا کرتے ہیں تو نبی کی نبوت ماننے میں نہراں شریں لگاتے ہیں کہ نبی ایسا نہیں ہو سکتا وہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرا فائدہ کفار کو کفر سے فتنان کفر سے بچانے کے لیے مسئلہ اور متفقہ تسلیم شدہ بزرگوں کے حالات زندگی ستانا دینی ایمانی تبلیغ کا ایک اچھا طریقہ ہے ان واقعات کو سننے کے لیے کتابیں لکھنی محفلیں سجانی مجلسیں لگانا عبارت سے یہ فائدہ قرآن مجید کے اس طرزِ بیانی سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے اہل عرب کو ان کے جَدِّ اَعْلٰی ابراہیم علیہ السلام کا یہ سمجھنا استحقاق واقعہ اور آپ کی ایمانی دلیری سنا کر بتایا کہ اسے کفار عرب جس طرح حضرت ابراہیم کو ان کی قوم نے ستایا ہجرت کراپا مگر اس کے باوجود آخر کار وہی قوم

ذلیل و رسوا ہو کر ہلاک ہوئی اُن کی سلطنت حکومتی طاقت بُت پرستی اُن کے کچھ کام نہ آسکی نہ ذات سے بچا سکی نہ سنلو یہی کافرانہ طریقہ تم لوگوں نے اپنے اس رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع کر رکھا ہے۔ آخر کار تمہارا بھی یہی انجام ہونا ہے اور تمہاری سرمداری مغروری دولت تمہارے کچھ کام نہ آسکے گی۔ اُس زمانے میں خلیل کو وہ عزت ملی تھی اب حبیب کو اُس سے بھی زیادہ عزت ملے گی۔ تیسرا فائدہ کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کا وجود تمام مخلوق کے لیے باعثِ برکت ہے یہ فائدہ بَارِکَاتُہَا لِلْعَالَمِیْنَ میں عالمینِ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ عالمین میں تمام آسمانی زمینی عرشی فرشی مخلوق کا ثنات شامل ہے۔ اور لامِ نفع کا ہے یعنی تمام مخلوق کو اُس سرزمینِ ابراہیم سے اور بَارِکَاتُہَا سے نفع ہے اور ظاہراً اگرچہ اس زمین میں حطب و رطب ثمرات و شجرات خوشبویات آیات کی کثرت و فراوانی ہے مگر ان اشیاء کا فائدہ تو صرف زمین والوں کو ہے بلکہ صرف انسانوں کو یہ نعمتیں تو زمین کے اور حصوں کو بھی ملیں مثلاً کشمیر پنجاب مکران کے لیے بَارِکَاتُہَا نہ فرمایا گیا ماننا پڑے گا کہ اس سرزمینِ شام و فلسطین کو بعثت انبیاء علیہم السلام اور مولودِ مدفنِ انبیاء کا شرف حاصل ہوا ہے اس لیے بَارِکَاتُہَا لِلْعَالَمِیْنَ کا لقب ملا انبیاء علیہم السلام کا وجود ہی عالمین کے لیے برکت ہے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِہٖ

احکام القرآن | ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ شیطان ابلیس سے بچنا ہر مسلمان پر واجب و لازم ہے یہ ملعون ہر ایک کے پاس مفت اور بن بلائے مشورے دینے کے لیے ہر شکل میں آجاتا ہے کبھی شیخِ عجمی بن کر کبھی شیخِ نجدی بن کر کبھی گمراہ گر پیر کی شکل میں کبھی جاہل خطیب کی شکل میں زمانہ نوحی سے لے کر آج تک ابلیس کی تخریب کاری و سوسہ سازی حق سے بغاوت جاری ہے یہ مسئلہ قائلو آخر قائلو کی تفسیر و وضاحت سے مستنبط ہوا کہ ابلیس نے ہی شیخِ عجمی بن کر منجیق بنانے اور بعدہ آتش بازی کرنے کا طریقہ بتایا تھا ابتداً منجیق اور کندہ رسی میں لڑکری باندھ کر گھمائی جاتی تھی زیادہ آدمی مل کر گھماتے اور بڑی سے بڑی چیز یا آدمی کو ڈال کر دور پھینکنے کے لیے استعمال ہوتی تھی پھر یہ جنگوں میں استعمال ہوتی تھیں پر پھر پھینکنے کے لیے اس کے جد کمان اور غلیل بھی ایجاد ہوئی داؤد علیہ السلام نے کافر

بادشاہ جالوت کو چھوٹی منجیق میں ہی پھر رکھ کر مارا تھا۔ قوم نوح کو ابلیس نے شیخ رئیس بن کر فوٹو گرائی
 کا طریقہ سکھایا پھر شیخ نجدی بن کر ابو جہل کو بھڑکایا اور اب پیروں خطیبوں اور گمراہ لوگوں
 کی سرپرستی کر رہا ہے کسی پیر کو اپنی سجدہ تعظیمی کے چکر میں پھنسا یا خطیبوں کو فوٹو سازی میں اماموں
 کو کالے خضابوں میں۔ قوم کے رہبروں راہنماؤں کو داڑھیا پھوٹی کرانے ننگے سر نماز کے جواز
 کے فہمیتوں میں درغلانا چلا جا رہا ہے خیال رہے کہ ابلیسی ہمشکلی کی علامت یہ ہے کہ کوئی
 شخص کسی شکل و صورت لباس میں اگر اسے راستے کے خلاف چلانے کی کوشش کرے جو راستہ
 حدیث و قرآن کا بیان کر رہا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ عمل و قول کے مطابق ہو،
 یا حدیث و آیت کا ایسا مطلب بیان کرے جو متشاوہ باری تعالیٰ اور کلام کے سیاق و
 سباق۔ اور لغت و نحو علم عمل کے مخالف و جہالت ہو تو سمجھ لو کہ یہ شخص انسانی شکل میں
 شیطان ہے یہ دنیا انکوہ حسنہ کے سانچے میں ڈھل جانے اور ازسرتا پابا اتباع نبوت کے لیے
 ملی ہے مگر ابلیس چاہتا ہے کہ انسان میری اتباع میں رہیں اسی لیے شکلیں بدل کر درغلانا
 ہے مگر مسلمانوں کو اس کی ان چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیے فی زمانہ کچھ لوگ پیر بن کر
 فوٹو تصویر کو جائز کر رہے ہیں کچھ سیاہ خضاب کو کچھ عورتوں کی بے پردگی کو کچھ جھل
 داڑھی کی حد شرعی کی توہین کرنے کے لیے پیچھے لگے ہیں کچھ کہتے ہیں کہ نبی کریم کے صرف
 اقوال کو ماتا ضروری ہے عمل پاک کی اتباع ضروری نہیں۔ کوئی لکھتا ہے کہ انبیاء بھی جھوٹ
 بول سکتے ہیں کوئی یہ بھی بکتا پھر رہا ہے کہ ذنبک سے مراد وہ گناہ ہیں جو نبی کریم نے کئے
 (معاذ اللہ) یہ سب لوگ شکل انسانی میں شیطان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان خبیثوں سے مسلمانوں
 کو بچائے۔ دوسرا مسئلہ۔ دینی معاملات میں کسی بھی مسلمان کو کسی کو صدمہ لازم۔
 قوت قائم اور حماقت بہائم سے نہیں ڈرنا چاہیے یہ مسئلہ قال اُتٰیٰ نَکَرٌ وَ رَمٰ
 تَعْبُدُوْنَ کے کلام دیرانہ سے مستنبط ہوا ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ ایمانی چلا
 آ رہا ہے۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے دینی معاملات بیان کرتے ہیں نہ حکومت کی پرواہ
 کی نہ قومیت کی نہ رشتے داری کی بالکل اسی طرح امام عالی مقام نے یزید پلیدیہ دین
 کے مقابل میدان کر بلا میں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دربار خلیفہ سفور عباسی میں۔ امام
 احمد بن حنبل نے دربار مامونی میں اس طرح باشجاعت مظاہرہ فرمایا کہ نا رنمرد فاک
 کر بلا قیدر شاہی سزا و حکمرانہ ظالمانہ قبول کر لی مگر آواز حق میں کمزوری نہ آنے دی تیسرا مسئلہ

برائی بد معاشی فحاشی میں مشہور لوگوں کی بدگئی برائی کو مشہور کرنا تاکہ لوگ اُس سے بچیں شرعاً جائز ہے غیبت اور گناہ نہیں۔ یہ مسئلہ۔ مَا لَا يَنْفَعُكَ (الخ) سے مستنبط ہوا کہ دیکھو حضرت ابراہیم نے قوم کے سامنے نمود اور ان کے تبوں کی برملا برائی بیان فرمائی مگر قرآن کریم نے اس بیان کرنے کو غیبت اور گناہ نہ فرمایا۔ یہ مسئلہ شریعت اسلام میں بھی تا قیامت جاری و جائز ہے

اعتراضات | یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا نہ مانگی حالانکہ جبریل امین نے کہا بھی جب کہ رب تعالیٰ سے دعا مانگنا بہت بڑی عبادت ہے قرآن مجید میں دعا نہ مانگنے والوں کو متکبر کہا گیا ہے اور حدیث پاک میں دعا کو محج العبادت فرمایا گیا ہے قرآن عظیم عبادت کو ابراہیم علیہ السلام کے چھوڑنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ جواب دراصل زندگی اس دنیا میں منجانب اللہ چار حصوں میں تقسیم ہے۔ ۱۔ ابتلائی زندگی ۲۔ استحقاقی زندگی ۳۔ وبائی زندگی ۴۔ شفائی زندگی۔ جب زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان آجائے تو اس کے دفعیہ اور فحاشی کے لیے دعا مانگنی مستحب ہے امتحان میں ثابت قدم رہنا کامیابی کی دلیل ہے اور اس میں بڑی بہت قوت ارادی کی ضرورت اور یہ قوت صرف انبیاء کرام حاصل ہے اس لیے صرف انبیاء علیہم السلام کا ہی امتحان ہوتا ہے اور وہی جانتے ہیں کہ کونسی مصیبت امتحان ہے کون سی بلا ہے۔ کونسی وبائی ہے۔ ابتلا کی مصیبت میں بندے کا درست رہنا کامیابی ہے اس لیے درست رہنا ضروری ہے ابتلا اور وبائی میں ابتلا کی دوری اور فحاشی کی دعا مانگنا مفید نہیں کیونکہ ابتلا تو ہونا ہی ہے۔ وبائی کی مصیبت میں صبر ضروری ہے مگر وبائی کے خاتمے کی دعا مانگنا جائز ہے بلا اور وبائی ہر مسلمان کا ہوتا ہے اور شفا کی زندگی یعنی صحت تندرستی کی زندگی میں شکر الہی کرنا واجب ہوتا ہے۔ نار نمود امتحان ابراہیم علیہ السلام تھا میدان کر بلا ابتلا تھا اور مصائب الیوم علیہ السلام و با تھا۔ اس لیے ابراہیم علیہ السلام حضرت جبریل کے کہنے کے باوجود دعا نہ مانگی بلکہ جبریل امین کا یہ کہنا بھی آزمائش تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس میں کمال کامیابی حاصل کی۔ اسی طرح میدان کر بلا میں امام عالی مقام حسین پاک کی ثابت قدمی انتہا و صبر تھی جو بے مثل ہے۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ نمود اور نمودیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختم کرنے کے لیے آگ میں جلا ڈالنے کی سزا تجویز کی حالانکہ ختم کرنے کے لیے اور بھی بہت سے طریقے تھے

مثلاً قتل وغیرہ جواب۔ مفسرین نے اس کی چار وجہ بیان فرمائی ہیں ایک ایک تاکہ ابراہیم کا نام و نشان ہی دنیا سے مٹ جائے قبر بھی نہ بن سکے دوم اس لیے تاکہ سب شوبہ دینے والے اس سزا کے جاری کرنے میں شریک ہو جائیں اور سب لوگ خوش خوشی جھاگ جھاگ کر کھڑیاں جمع کریں اور یہ سزا خوب شہور ہو کر سب کے لیے آئندہ عبرت بن جائے سب لوگ اس سزا کو اپنے دین کی خدمت سمجھ کر زیادہ سے زیادہ دلچسپی سے جہنم میں کوئی بھی اس کو ظالمانہ سزا نہ کہہ سکے سوم یہ کہ غرور اور غروری خواہم کو یہ بتانا سمجھنا چاہتے تھے کہ برہمہ کا یہ بت شکنی والا جرم سب جرموں سے زیادہ سخت ہے اس لیے اس کی سزا بھی سب سے زیادہ سخت ہونی چاہیے اور وہ جلتا ہی ہے۔ چہاں یہ کہ چونکہ غروری مذہب میں جہنم کی یو جا ہوتی تھی نہ سوز و دیوتا کی نہ سوز تیر کی نہ آگ کی۔ برہمہ علیہ السلام نے برہمہ کا کہہ دیا کہ تم جہنم چاہتے ہو جہنم کتنا ہے کہ تم کو جہنم کی سزا دے دو کہ بت بتا رہے تھے کہ جہنم پریش جہنم کے میں نہ تھے حضور کے یہی بت سوتے تھے نہ ہوتی اور سوز تیروں سے بھی نہ ملتی۔ تو انہوں نے اپنے تیسرے دیوتا کو سزا کے لیے مقرر کیا کہ ابراہیم نے بت دیوتاؤں میں کوئی تو بت دیوتا نے اس کو جلا ڈالا یہ کھڑیاں جمع کرنا وغیرہ تو فقط و انصر و انصر ہے۔ اصل سزا تو آگ دیوتا نے دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آگ کو سزا دے دیا کہ تو سزا ملے گی ابراہیم بنا کر اتنے سے شہر ہے سارے عقیدے خاک میں ملے اور برہم علیہ السلام کا یہ نعرہ کہ لَا تَقْعُ كُفْرًا شَيْئًا وَلَا يَسْتَكْبِرُ كُفْرًا کو سلامت رکھنے کے لیے یہاں بڑا و سلامت بنا تا ضروری تھا ورنہ کفار کا کفر اور مضبوط ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر موصیٰ آگ چند دن کے لیے بڑا و سلامت بنوئی ان کے بعد کوئی آگ بڑا و سلامت نہ بنی آپ کو ہمیشہ آگ کی پیش آتی محسوس ہوتی تھی ہوتے ہوئے دوسرا بت آپ نے جہنم پر حراست محسوس کرتے تھے۔ اس وجہ سے یہ لوگ بھی نہ گھبراہٹ نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے برہمہ علیہ السلام کو تو آگ سے بھی یہ مگر زکوٰۃ عینہ کو آگ سے بھی نہ دیکھائی نبیاء علیہم السلام کو خدا کی توفیق و قتل سے نہ بھی بیک فرنگ نہ فریاد کو اکثر اقبال کا یہ شعر قلعہ غصہ نہ دیر تیرا برہم علیہ السلام کی شان کی خبر کرنا ہے کہ

آتش جو نوجو نہ تیرا میںاں پیدا نہ آگ کی سستی ہے نہ زکمت نہ

marfat.com

Marfat.com

غلط اس لیے کہ انبیاء اور غیر انبیاء میں کچھ فرق نہ جانا اور نار کے گلزار بننے کو خلیل اللہ کی نبوت کا معجزہ نہ مانا کی ظاہر کرنا اس لیے کہ گویا ڈاکٹر اقبال کے نزدیک کسی نبی کا ایمان بھی ابراہیم کے ایمان جیسا کامل نہیں ہے۔ حالانکہ تمام انبیاء کا ایمان کامل اکمل اور برابر وہم مثل ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب کے تجلیات اکثر اشعار میں اسی طرح غلط ہوتے ہیں۔ جیسا کہ معراج کے بارے میں بھی اسی طرح ان کو غلط سبق ملا ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ قُلْنَا يَا نَادُ كُفِّيْ يٰ اَگ کو خطاب ہے حالانکہ آگ جمادات میں سے ہے اور جمادات کو خطاب کرنا تو عبث ہے کیونکہ جمادات نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں نہ سمجھتے ہیں یہ بات خود قرآن مجید سے ثابت ہے بہت سی آیات میں بتوں کی برائی کرتے ہوئے یہی فرمایا گیا ہے کہ یہ بت جن کی تم اے کافرو پرستش کرتے ہو نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں تو پھر یہاں آگ کو کیوں خطاب کیا گیا منکرین قرآن یا اس کو تضاد بیانی کہیں گے یا پھر سب جمادات کے خطابات کو بیکار کہیں گے ہر کیفیت دونوں صورتوں میں قرآن مجید پر اعتراض ہوتا ہے۔ جواب اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں ۱۔ امام ابو بکر رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ خطاب تین قسم کا ہوتا ہے ۱۔ خطاب تکوینی ۲۔ خطاب تحویلی ۳۔ خطاب تکلم۔ پہلے دو کو مجازاً خطاب کہا جاتا ہے۔ مثلاً معدوم شئی کو کہنا کہ ہو جا۔ یہ خطاب تکوینی ہے اس میں مخاطب کا بولنا سننا تو درکنار موجود ہونا ہی ضروری نہیں ہے۔ اور کسی موجود شئی پر اپنا حکم جاری کرتے ہوئے اس کی ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے کو خطاب کرنا یہ خطاب تحویلی ہے اس میں اس شئی کا صرف موجود ہونا ضروری ہے مخاطب کی بات کو سننا سمجھنا ضروری نہیں جمادات سے خطابات الہی اسی قسم کے ہوتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے اس چیز پر یہ حکم الہی جاری ہو گیا اور اس نے یہ حکم اپنے پر بلا ارادہ لے لیا وہ لینے پر مجبور و مقہور ہے لیکن خطاب تکلم میں مخاطب چیز میں موجودگی بھی ضروری عقل فہم فکر تکلم ہونا بھی ضروری ہے اس کو خطاب حقیقی کہتے ہیں یہ خطاب صرف جاندار اشیا سے ہو سکتا ہے لہذا اَکُنْ قَبْلُکُمْ کا خطاب تکوینی ہے یا نَادُ کُفِّيْ کا خطاب تحویلی ہے مگر میرے نزدیک یہ جواب کمزور ہے۔ صحیح اور مضبوط جواب یہ ہے کہ اشیا و عالم عام انسانی علوم و عقلیات کے اعتبار سے تو بہت سی قسموں میں منقسم ہیں کہ ان سے خطاب کروانے سے نہ کرو یہ جمادات ہیں یہ نباتات یہ حیوانات مگر اَکُنْ قَبْلُکُمْ اور مَاشَاہِدَاتِ سَمِیْعِہ و تَجَرِبَاتِ عَمَلِیہ میں تمام جمادات نباتات شجرات حجرات میں بھی قوتِ لفظ و سماعت موجود ہے۔ چنانچہ ایک

حدیث پاک میں آتا ہے کہ مکہ مکرمہ کا ایک پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے پچیس شریف میں آپ کو آتے جاتے سلام کیا کرتا تھا جس کی خبر خود آقا و دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ صحابہ کرام کو دی کہ یہاں ایک پتھر ہوتا تھا جو ہم کو سلام کرتا تھا باب المصبرات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک درخت کو بلایا تو دوڑتا ہوا چلا آیا پختہ پختہ چادلوں کی تسبیح تو خود صحابہ کرام نے اپنے کانوں سنی، ذکر خیر کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سائیں تو کل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی معجزہ درخت سناتے ہوئے ویسے ہی تمثیلاً ایک درخت کی طرف اشارہ فرما دیا کہ نبی کریم آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہو گا کہ آجا، وہاں موجود مریدین نے دیکھا کہ حضرت سائیں صاحب کے اشارہ کرتے ہی وہ قریبی درخت بھی دوڑتا ہوا چلا آیا جس کی طرف شخص تمثیلاً سائیں صاحب نے اشارہ فرمایا تھا مولا درونی فرماتے ہیں یہ

نطق آب و نطق خاک و نطق رگل ہست محسوس از حواس اہل دل

یہ انبیاء و اولیاء کی شان کیفیت ہے تو بارگاہ کبریائی میں کون جمادات رہ سکتا ہے وہاں تو سب کے کان حکم ربانی پہ ہمہ وقت لگے ہوئے ہیں۔ بے عقل بے گوش بے ہوش جمادات حجرات ہوتا تو ہم عوام کے ہے۔ رہا بتوں کو جمادات فرمانا نہ سننے نہ بولنے والا۔ لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ فَرَمَانَا عوام و کفار کے اعتبار سے ہے ان کی کمزوری بیعت اور بے فائدہ فریادیں عبادت اور فضول آس لگانے سے منع کرنے کے لیے ہے۔ کفار یا عوام کا کسی جمادات کو پکارتا واقعی حماقت ہی ہے چوتھا اعتراض اسرائیلی تاریخوں اور اسلامی تفسیروں روایتوں میں لکھا ہے کہ نار تمرو د جلاتے کا مشورہ ایک عجمی گروہی نے دیا اور ایک قول کے مطابق سب سے پہلے آگ بھی اسی گروہی نے لگائی منجھنق بنائی۔ اور تمام جانوروں میں صرف گرگٹ پھونکیں مارتا تھا تا کہ آگ تیز ہو وہ گروہی بھی مر کر فنا ہو گیا اور وہ گرگٹ بھی مر گیا اب نہ وہ گروہی رہا نہ گرگٹ تو کیا وجہ ہے کہ حدیث پاک کے ارشاد میں تاقیامت گرگٹ کے لیے سزا مقرر ہو گئی کہ اس کے ہمارا ثواب ہے مگر ہر گروہی کے لیے نہیں اگر باعتبار جرم دیکھا جائے تو جیسے فقط اسی ایک گروہی کا جرم تھا تو اس طرح فقط ایک گرگٹ کا ہی جرم تھا نہ کہ تاقیامت سب کا اور اگر کہا جائے کہ یہ جرم تاقیامت جاری ہے گا تو پھر گروہی انسانوں کو بھی تاقیامت کچھ سزا ہونی

چاہیے صرف گرگوٹ کو سزا ملتی رہنا تو انصاف کے خلاف ہے۔ جواب۔ چار چیزیں وہ ہیں جو انسانوں اور جانوروں میں مشترک ہیں یعنی دونوں میں پائی جاتی ہیں مگر اس کے اسباب اور وجوہ مختلف ہیں ۱۔ محبت ۲۔ نفرت ۳۔ غصہ ۴۔ ایذا رسانی، انسانوں میں پیاروں چیزیں غیر فطری ہوتی ہیں بجز ماں کی مانتا کے یعنی والدہ اپنی اولاد سے محبت صرف یہ مانتا ہی انسانوں میں فطری چیز ہے۔ مگر تمام حیوانات میں چاروں چیزیں فطری جہلی (پیدائشی نسل) ہیں۔ غیر فطری چیز عارضی ہوتی ہے اور فطری چیز دائمی ہوتی ہے دوسرا فرق یہ کہ فطری چیز جنسی ہوتی کہ پورے جہان کے ہر فرد میں وہ پائی جاتی لیکن غیر فطری عادت اور چیز شخصی اور انفرادی ہوتی ہے چونکہ یہ چاروں چیزیں حیوانات میں فطری ہیں اس لیے جنسی ہیں اور جو چیز جنس میں شامل ہو وہ اجتماعی اور ابدی ہوتی ہیں مثلاً انسان کی نفرت، محبت، غصہ اور ایذا رسانی فطری نہیں اس لیے ان کی جنس میں یہ شامل نہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی نفرت محبت غصہ ایذا کے کچھ اسباب ہیں جو دنیوی زندگی میں عارضی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ اسباب دو وجوہ۔ مذہب یا سیاست یا حماقت یا تکبر یا قومیت یا وطنیت یا رشتے داری کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جانوروں میں محبت نفرت غصہ بزدلی، دلیری، ایذا رسانی فطری چیز ہے مذہب یا قومیت سیاست رشتے داری یا وطنیت کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ خصائل ان کی جنس میں داخل و شامل ہیں۔ مثلاً کتا کسی ملک کسی زمانے کا، ہو فطرثا مالک سے محبت کرنے والا غیر سے نفرت کرنا والا ہے چوہا ہر دور ہر علاقہ میں موزی ہے کوہا ہر زمانے میں ہر علاقہ کا ہشیار لومڑی ہر زمانے میں ہر علاقے کی عیا ہے جب یہ قاعدہ کلیہ حقیقیہ سمجھ لیا تو یاد رکھو کہ گرگوٹ فطرثا جنساً فاسق موزی اور نبی سے نبوت سے دشمنی رکھنے والا ہے یعنی مذہباً و باطنی نہیں بلکہ فطرثا و باطنی ہے اس لیے اس کو سزا بھی جنساً ہوگی نہ کہ فرداً۔ مگر کُردان ہے اُس کی کسی سے نفرت مخالفت دشمنی جنساً نہ تھی بلکہ اُس کے کفر یہ دین کی وجہ سے تھی اگر وہ مومن ہوتا یا ہو جاتا تو اُس کو اب مشورہ دینے کی ہمت نہ ہوتی نہ وہ دیتا اور اگر بعد میں بھی اپنی زندگی کے اندر مومن و تائب بن جاتا تو یقیناً سزا عابدی سے معافی مل جاتی اسی انفرادیت کی وجہ سے دوسرے گُردوں کو اس سزا میں شامل نہیں کیا جاسکتا خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ہوں البتہ بعد کے کفار اُس گُرد کے اس مشورے کو اچھا کہنے والے اسی طرح بد بخت ضرور ہوں گے

اور ان کو حکماءِ شریعہ ابراہیم اور حماتی نازِ نمرود ضرور کہا جائے گا جیسے کہ رب تعالیٰ نے قاتلینِ انبیاءِ پیغمبروں کو اچھا کہنے والے بہت بعد کے پیرو دیوں کو بھی قاتلینِ انبیاء میں شمار فرمایا اور لِمَا تَقْتُلُونَ (الخ) سے مخاطب کیا مگر سزا ان کی مثل نہ دی گئی اور جیسا کہ یزیدِ پلید کی حمایت کرنا اے دیوبندی بھی یزید کی طرح شرعاً بے دین ہے۔ اس بنا پر گر گٹ کی عداوتِ ابراہیم اُس کے مذہب یا سیاست یا قومیت و وطنیت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ جنسی جذباتِ قسرت کی وجہ سے تھی جب جنس ایک تو نظرت ایک لہذا سزا بھی ناقیامت سب کو ایک، اگر چہ ہا نقصان کرے تو سب کو زہر ڈالا جاتا ہے یہ بے انصافی نہیں ہوتی تو پھر فرمانِ حدیث بھی بے انصافی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ | قَالَ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ
اُتَ لَكُمْ لِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ قَالُوا
حِزْبُكُمْ وَانصُرُوا لِهَذَا تَكُونُوا فَعِلِينَ۔ قلبِ مری کے فرمایا اسے دنیوی
فدائے بزرگ کے پیچاریو کیا تم اب بھی دینِ اَلوارِ عزمانی کے مقابل اب بھی ان یہودہ رومات
قائ کی تعظیم کرتے ہو ان کو بڑا سہارا سمجھتے ہو جو آخرت کے کسی مرحلے میں نہ تمہارا کچھ نفع کر سکتی
ہیں۔ نہ ترکِ لذات پر تمہارا کچھ نقصان کیونکہ نافع اور مضر صادی و مُضِل تو صرف قاتی
اجسام ہے نہ کہ اُس کا غیر اسے بندہ نہ بننے والو اُلٹی عقلوں والو بس اب تمہارے وجود
بے سود کے لیے بیکسی کی تباہی ہے اور تمہاری ان ساری عاداتِ خسیہ درموماتِ ردیلیہ کے
وجود کو بھی اور ہر مانوا اللہ غیر اللہ عدو اللہ کے وجود کو بھی اُت ہے تم پر کیا اب بھی گوش
ہوش کو نہ کھو لو گے اور نفسِ مدہوش عقلِ بے ہوش سے نہ چھوٹو گے نہ سمجھو گے نہ سنبھلو
گے۔ کب جانو گے کہ لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا مُؤْتِر إِلَّا اللَّهُ۔ اس تقریر خوشگوار تبلیغ
آشکار باطنی اسرار کو سن کر بھی معاندینِ فطرت مخافین نصرت نے پکارا کہ بھینک دو اس
کو نارِ عشق میں جلتا رہے اور بھڑکاؤ اس قلبِ مصلح پر ہر طرف سے آگ کو پہلے سے بھی زیادہ
ڈال دو اس میں اس کے حقائق کی لکڑیاں و معارف کے جلتے تیل ہی اس نارِ عشق کا ایندھن
ہے بہت دعوے کرنا پھرتا ہے یہ مَلَكُوتُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کے دیکھنے کے اب
دیکھ لے یہ اس نارِ عشق میں اپنے پر تجلیاتِ جمال و جلال کو انوارِ صفات سے بھر کئے
شعلوں کو اسرارِ آسمانیہ کی حرارتوں میں تمہاری آنکھوں کے پردوں کے پیچھے ہی ہم نمودار
مجاز کا مقصود ہے اس آگ کے ظہور سے اور یہی ہم ہے معبودانِ خواہشات کی مدد ہے

لہذا اے باطل قوتورہ! اِنصُرُوا الْاِهْتَكُمُ اِنْ كُنْتُمْ فَعٰلِیْنَ۔ مدد کرو پچاؤ اپنی لذات و نبوی کے سجدہ کو شہواتِ معشوقہ کو اگر تم حصولِ دنیا چاہتے ہو تو سمجھ لو کہ نارفساد برپا نہی مددِ باطل ہے جتنی ہمت ہو کے حق و سچ کی مخالفت کرو اس کے خلاف سب کو درغلاؤ بھر کاؤ اگساؤ حتیٰ کو سناؤ سچ کو سناؤ دینی الدین ابن عربی (تفسیر روح البیان نے فرمایا ہے کہ بتوں سے مدد مانگنا ایسا ہی ہے جیسے قیدی قیدی سے رہائی مانگے اکابر صوفیاء نے فرمایا کہ دوداے سے مانگنا حماقت ہے۔ اور اِنِّیْ کَرِیْمٌ کا دعویٰ اور وعدہ بجز پروردگارِ عالم کسی کا نہیں اسی لیے اس کی عبادت حق ہے ہر مومنا اللہ عبت اور ہر عیب ہے یعنی وجود میں عبت عمل میں ہر اور قول میں عیب ہے اور عبت و ہر عیب سے تعلق جوڑنا اُن اور تفت اور ہلاکت ہے (حکایت) خواجہ حسن بھری کے مرید جیب عجبی کی بیوی نے اپنے خاوند سے شکایت و مطالبہ کیا کہ جاؤ کسی کی مزدوری کرو اور اس کی اجرت سے کچھ آٹا سالن لاؤ گھر میں فاقے ہو رہے ہیں جیب عجبی باہر نکل گئے اور کسی مسجد میں جا کر عبادت کرنے میں مشغول ہو گئے اور رات تک عبادت کرتے رہے پھر رات کو اسی وقت گھر آئے جب مزدور آتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا جیب بیوی نے پوچھا کہ لئے کچھ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک عظیم کریم کے گھر مزدوری کی مگر اس سے کچھ مانگتے ہوئے مجھ کو شرم آئی۔ اس طرح تین دن ہوتا رہا چوتھے دن بیوی نے کہا کہ یا تو تم اس عظیم کریم سے اجرت طلب کرو یا کسی اور کا کام کرو یا پھر مجھے طلاق دیدو آپ صبح سے شام تک پھر نکل گئے اور عبادت کرتے رہے جب چوتھی رات کو گھر آئے تو دیکھا کہ گھر کھانا اور نصرتوں سے بھرا ہوا ہے آپ نے بیوی سے پوچھا یہ کہاں سے آئے ہیں بیوی نے کہا جس کریم کے گھر تم تین دن کام کرتے رہے اس نے یہ کھانے اور سونے سے بھری ایک تحصیل بھجوائی ہے اور لانے والے نے ہی بتایا کہ اس کام والے نے بھجوائے ہیں، جیب عجبی روپے اور فرمایا کہ میں نے ان سب دنوں میں مسجد کے اندر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے یہ سب کچھ اُس کی بارگاہ سے آیا ہے جب بیوی نے یہ بات سنی تو اپنی پھیلی بات سے توبہ کی اور آئندہ گلہ کرنے کی قسم کھائی اور خود بھی اس کریم کے دروازے پر میر و شکر کے سجدے میں گر گئی۔ اس حکایت سے تین باتیں معلوم ہوئیں ۱۔ دعا سے اتنا نہیں ملتا جتنا یا دالہی و ذکرِ مصطفائی سے ملتا ہے ۲۔ صبر کے خیر عیب ہی بندہ نفع و کامیابی منزل تک پہنچ سکتا ہے

مر جب کسی کو کچی معرفت کا عطیہ ملے تو اس کو سچی توبہ کرنی چاہیے۔ بھی توبہ کے تین جز ہیں پہلا جز توکل
دوم قناعت سوم عبادت پر لزوم دیا بندی، کامل عبادت کا نقشہ دو چیزیں ہیں مطاعت الہی
۱ اتباع مصطفائی۔ جو شخص برحان و معرفت کے بعد بھی حتیٰ سے اعراض کرے اس نے اپنے سے
خیانت کی اور حتیٰ کی اہانت کی جیسا کہ قوم نمرود نے حتیٰ و صداقت کو جاننے کے بعد بھی ثَمَدُ نِکَسُوْا عَلٰی
دُوْ سِحِحْمُ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر پر اصرار و عبادتِ اُجّار کیا تو ہلاکتِ بَعُوْضِ صَخَارِ
پائی دنیا تو نافرمانوں کے لیے رب تعالیٰ کا تہر خاتمہ ہے اسے بندے اگر تو تہر کرے گا تو تہر ہی
دیکھے گا۔ تہر کی تلوار تو زحور و بریں ہے مونیہ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ جس مخلص کو قرب خاص
میں بلانا چاہتا ہے اس کا فدیہ بناتا ہے یہ امتحانِ نارِ نمرود فدیہِ غُلت تھا، اور بڑا امتحان
راستے میں جبریل و ملائکہ کے سوالات تھے ابراہیم علیہ السلام نے سب میں کامیابی حاصل کر کے
چادرِ ظیلی کو غشِ بشری سے بچا لیا لہذا انعام یہ ملا کہ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا
عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَاٰرَادُوْا بِہٖ کِبْدًا فَجَعَلْنٰھُمْ الْاٰخِیْرٰیْنَ وَ نَجَّیْنٰھُ
وَلُوْطًا اِلٰی الْاَرْضِ الَّتِیْ بَاٰرَکْنَا فِیْھَا لِلْعٰلَمِیْنَ ہم نے نارِ عشق حقیقی کو حکم دیا کہ
سراپا جو ابراہیم محبت پر اپنی حرارت و حرارت کو ختم کر کے برہاؤ و سَلَامًا کی بقا پر دائمی
کی ٹھنڈک اور وصلِ ذات کی سلامتی والی ہو جائیو کہ لذت و وصل کی ٹھنڈک روحِ کامل
کو مفید ہوتی ہے اور حادثاتِ ناگہانی کے نقصانات سے سلامتی مفیدِ قلب و قالب
ہے۔ آفت یا اسکانِ فنا نارِ عشق کی خاصیت ہے اعداءِ ناموتی نے اِعرَاقِ فنا بیت کا
بُرا جال بچھایا تھا تو ہم نے ہی کمالاً قَلَا حَارُّ تَبًا تینوں طرح اہلِ ناسوت کو ناکام کر دیا اور قلب
مرید کو بچا لیا ابراہیم باطن کی نارِ عشق کو گلزارِ وصل بنا دیا اسی لیے ابراہیم خلیل نے فرمایا
تھا کہ جو لذت و نعمتِ راحت و اُلفت آگ میں رہنے والے دنوں میں حاصل ہوئی
وہ کبھی نہ آئی اور بچا لیا ہم نے قلبِ عاشق کو بھی اور اس کے ساتھ ہی لوطِ عرفانی کی
عقل کو بھی گہوارہِ فنا سے وادیِ بقا کی جانب وجودِ حقانی دے کر طبیعتِ غلبہ صالحہ کی اس
مرز میں احکامِ الہیہ فرمانِ نبویہ کی طرف جس کو حکم ہم نے کمالاتِ عقلیہ ثمراتِ فکریہ آداب
جسدیہ اُمُوہِ حنیہ طرئی مفیدہ شرایعِ نافذہ ملکاتِ فاصلہ کی نعمتوں کی برکت و کثرت عطا
فرمائی معرفتِ ایمان و عقیدہ اِیقان کے تمام جہانوں کے لیے تاکہ تربیتِ رسول سے
ہدایتِ وصول کے فیضِ قبول کی راہِ ہجرت پائیں اہلِ استعدادِ خیر حاصل کرتے رہیں۔ مونیہ

فرماتے ہیں کہ جیم موسیٰ میں قلب عرفانی ابراہیم عشق ہے اور قتل مطیع لوط برکات ہے تقویٰ اس کی جبروت ہے ہجرت اس کی نفرت ہے طہارت اس کی نعمت ہے نارِ اعداء غرور اس کی غلوت پر ضیاءِ باریکنا اس کی جبارت ہے جرموں میں اور جن کا توکل قائم ہے ان کا کمال یہ ہے کہ ان کا توکل ان کے قلب کے دروازے کو کھٹکھٹاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ خوش بخت لوگ توکل علی اللہ کو مستقل طور پر اختیار کر لیتے ہیں مردِ مومن عطاءِ فیوضات سے کبھی سیر نہیں کرتا بلکہ چوکھٹ کبریا پر ہمیشہ ہی دعا عرض کرتا رہتا ہے کہ **هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ**۔ اے رب مجھے اور برکتیں عطا فرما **اٰہل اللہ** کو اگر روحانیت نبی کی طبیعت موسیٰ اور خلدت ابراہیم علیہم السلام کے آستانوں سے بھی فیضِ برکات کا کچھ حصہ مرحمت ہو جائے تب بھی وہ دستِ طلب اور کاسہ گدائی آستانہ کبریا پر بلند ہی رکھیں عقل مند بندہ کثرت کا طالب نہیں ہوتا برکت کا طالب ہوتا ہے کیونکہ فیض الہی برکت میں ہے نہ کہ کثرت میں اور اللہ تعالیٰ کے فیض کی انتہا نہیں ہے صوفیا فرماتے ہیں کہ صفاتِ نبوت مخصوص ہوتے ہیں اجسامِ انبیاء میں کسی غیر کو حاصل نہیں ہو سکتے اس لیے اس کی دعا مانگنا گناہ ہے لہذا بندے کو چاہیے قوتِ روحانی کے فیض کو آستانہ انبیاء علیہم السلام سے طلب کرتا ہے یہ طلب ہی فیضِ ربانی کا راستہ ہے دنیا میں قناعت کرنی اچھی ہے مگر دین میں اپنے موجودہ حال پر قناعت نہ کرنی چاہیے بلکہ مزید کی طلب کرتا رہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ط

اور بخشا ہم نے ان کو اسحاق پھر یعقوب بن مانگے۔ اور

اور ہم نے اُسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب پلوتا۔ اور

كَلَّا جَعَلْنَا مُلْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ آئِمَّةً ط

ان تمام کو بنایا ہم نے بہت اچھے کام کرنا والا۔ اور بنایا ہم نے ان سب کو بڑے امام کو

ہم نے ان سب کو اپنے قاصِ قرب کا سزاوار کیا۔ اور ہم نے انہیں امام کیا

marfat.com

Marfat.com

يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ

ہدایت دیتے رہیں ہماری شریعت کی اور وہ شریعت وحی کی ہم نے ان کو کہ ہمارے حکم سے جلاتے ہیں اور ہم نے انہیں وحی بھی اچھے

الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ

سب کی طرف نیکیاں کرنے اور نماز قائم رکھنے اور مالی صدقات دینے کی کام کرنے اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی

وَكَانُوا لَنَا عِبِيدٌ ۖ وَلَوْ أَتَيْنَاهُ حُكْمًا

اور تھے وہ ہمارے لیے بہت عبادت کرنوالے۔ اور لوط کو ان کو بھی ہم نے نبوت اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔ اور لوط کو ہم نے حکومت

وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ

اور بڑا علم دیا اور بچایا ہم نے ان کو ایسی بستی سے جو بہت سارے خباثت اور علم دیا اور اُسے اُس بستی سے نجات بخشی جو

تَعْمَلُ الْخَبِيثَ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ

کے عمل کرتی تھی۔ اس لیے کہ بے شک وہ سب ہی بد عقیدہ نافرمانی کی گندے کام کرتی تھی بے شک وہ بُرے لوگ

فَاسِقِينَ ۖ

حالت دارے لوگ تھے۔

marfat.com

تعلقات ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پھلی آیت میں حضرت ابراہیم کے امتحانات اور آزمائشوں اور موزیوں کی ایذاؤں کا ذکر اور ان سے بچائے جانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں امتحان میں کامیابی کے بعد انعامات ملنے کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق پھلی آیت میں ذکر ہوا کہ حضرت ابراہیم اپنی کافر قوم کو کس طرح سے تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ اب ان آیت میں حضرت ابراہیم کی اس شریعت اور قانون الہیہ کا ذکر ہے جس کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ تیسرا تعلق پھلی آیت میں منکروں کو تبلیغ کا ذکر ہوا اب ان آیت میں اہل ایمان اور گھروالوں کو تبلیغ فرمانے کا ذکر ہوا چوتھا تعلق پھلی آیت میں حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں ان کا تعارف بیان فرمایا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی وَ هَبْنَاهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَ كَلَّا جَعَلْنَا صُلْحَ بْنَ ۖ وَ جَعَلْنَاهُمْ أَلَمَةً يَهْدُونَ ۖ يَوْمَ نَادَاوُحِينَآ إِلَهُمُ ۖ فَعَلَّ الْخَيْرَاتِ ۖ وَ أَقَامَ الصَّلَاةَ ۖ وَ آتَىٰ الزَّكَاةَ ۖ وَ كَانُوا اتَّاعِدِينَ ۖ وَ آدَمَ جِلْدَ ۖ وَ هَبْنَاهُ ۖ بَابِ فَعَمَّ كَا فَعَلَ ماضی مطلق جمع متکلم معروف مثبت وَ هَبُّ سے مشتق ہے بمعنی بخشنا عطا کرنا۔ اسی سے ہے وَ هَبَّ اللَّهُ تَعَالَىٰ کا ایک نام بروزنِ فعال صیغہ مبالغہ بمعنی بہت ہی عطا کرنے والا۔ اگر اس کے آگے یاد نسبت لگا دی جائے تو وہابی بن جانا ہے مگر مشہور دیوبندی وہابی فرقے کا لقب اس نسبت سے نہیں بلکہ وہ عبد الوہاب نجدی کی نسبت سے ہے جیسے کہ قادیانی مرزا یوں کا لقب احمدی بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پاک سے نہیں بلکہ غلام احمد قادیانی کی نسبت سے ہے مگر مسلمانوں کو جائز نہیں کہ ان کو احمدی کہیں بلکہ قادیانی یا مرزائی کہنا چاہیے لہٰذا یہ جار مجرور متعلق ہے اسحق اسم مفرد وغیرہ منصرف کیونکہ علم و عجمی ہے زبان عبرانی کا لفظ ہے۔ معطوف علیہ واو عاطفہ یعقوب اسم مفرد منصرف ہے کیونکہ عجمی علم نہیں بلکہ عربی لفظ بروزنِ یعقوب عقب سے بنا ہے ایک نبی علیہ السلام کا نام حضرت اسحق بنی کے بیٹے یہ صفاتی نام ہے کیونکہ یہ اپنے جڑواں بڑے بھائی عیسیٰ کی ایڑی سے جڑے ہوئے پیدا ہوئے کھال کاٹ کر جدا کئے گئے ان کا عبرانی نام اسرائیل تھا اور ان ہی کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے یہاں قرین سے ملنے تابع عطفی ہے نہ کہ غیر منصرف ہونا ایک

قول میں یہ عجبی علم ہے اس لیے غیر منصرف ہے۔ بحالت نصب ہے عطف کی وجہ سے ذوالحال ہے
 نَافِلَةٌ اِسْمُ مصدرِ مغربِ بروزنِ عافیة۔ نَفْلٌ سے بنا ہے بمعنی بن مانگے عطا یا طلب
 سے زیادہ عطا تھی یہ حال ہے یُعْقُوْبُ کا دونوں مل کر معطوف ہوئے اسحاق پر دونوں
 عطف مل کر مفعول بہ ہوا وَ حَبْنًا کا یہ فعل با فاعل سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ ایک قول میں
 نَافِلَةٌ دونوں اسحاق و یعقوب کا حال ہے اور نفل بمعنی عطا کرتا ہے۔ یعنی ہم نے دونوں عطا کئے
 وراثت لیکہ یہ دونوں ہماری طرف سے زیادتی کم تھا ایک قول میں نفل بمعنی عطا کرنا اور نَافِلَةٌ
 مفعول مطلق ہے وَ حَبْنٌ کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے واؤ سیر جملہ کلاً اسم جمع تاکید کی
 بمعنی تمام مراد ہے یا ہر ایک مراد ہے چار انبیاء علیہم السلام مفعول بہ اول مقدم سے نحوی
 قانون میں اسماء تاکید تعدادی پانچ ہیں اَكْلٌ اَكْمٌ اَكْتَمٌ اَكْتَمٌ اَكْتَمٌ اَكْتَمٌ
 یہ پانچوں ہمیشہ اپنے حقیقی معنوں میں ہی رہتے ہیں ان کا نفاذ اپنی جزئیات کے اعتبار سے
 ہوتا ہے مثلاً یہاں کلاً کے جزئیات چار ہیں ابراہیم، لوط، اسحاق و یعقوب ان الفاظ کی قلت
 کثرت زیادتی کی اپنے مدخل کے اعتبار سے مکمل ہوتی ہے۔ بعض جہلانے کلاً کو بھی حقیقی
 اور اضافی بنا ڈالا یہ ان کی جاہلانہ حماقت ہے۔ جَعَلْنَا بِابِ قَتَمٍ فعل ماضی جمع تنکلم جَلْ
 سے بنا ہے بمعنی کروینا بنا دینا کسی صفت سے متصف کرنا خیال رہے کہ ان تینوں آیت میں
 تمام ضار جمع تنکلم کا مرجع رب تعالیٰ ہے۔ صَالِحِينَ اسم فاعل جمع مذکر اس کا واحد ہے
 صَالِحٌ یا صَالِحٌ سے مشتق ہے بابِ ضرب میں گردان و اشتقاق ہوتے ہیں بحالت نصب
 ہے کیونکہ مفعول دوم جَعَلْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا واؤ سیر جملہ۔ جَعَلْنَا فعل
 با فاعل حم ضمیر مذکر غائب مرجع ہے ابراہیم لوط اسحاق، یعقوب علیہم السلام۔ بحالت نصب
 ہے کیونکہ مفعول دوم جَعَلْنَا سب سے مل کر جملہ خبریہ ہو گیا واؤ سیر جملہ۔ جَعَلْنَا فعل با فاعل حم ضمیر
 مذکر غائب مرجع ہے ابراہیم لوط اسحاق، یعقوب علیہم السلام بحالت نصب کیونکہ مفعول بہ اول ہے
 اَرْحَمَةٌ اسم جمع مکرر امام بروزنِ فعال کی جمع ہے بمعنی افضل۔ پسندیدہ، مقتدا و قائدا رہنا
 یہاں سب معنوں میں ہے۔ موصوف ہے یَحْدُوْنَ بابِ مَرٍ ب کا فعل مضارع حال
 جمع مذکر غائب بمعنی ماضی استمراری حَذًی وَ حِدَايَةً سے بنا ہے بمعنی
 راہ دکھانا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ ب جابہ تقدیر کی یا بمعنی اِلا۔ اَمْرًا م مفرد بمعنی شریعت
 نا ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے یَحْدُوْنَ سب سے مل کر

جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے اُنْمَتْ کی یہ مرکب تریبنی مفعول دوم ہے جَعَلْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا
 واوُ سر جملہ۔ اَوْ حَیَّیْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع تکلم وُحِی سے مشتق ہے اس
 کا مصدر ہے اِیْحَاؤْ در اصل اِوْحَاؤْ تھا الف کے کسرے کی وجہ سے واو کوئی بنا دیا گیا وُحِی
 کی چالیس تیس ہیں یہ رب تعالیٰ کے کلام کو وُحِی کہا جاتا ہے اِلَیْھِمْ بِہِ جار مجرور متعلق ہے اَوْحِیْنَا
 کا ان دو آیتوں کے جمع غائب کے صیغوں و ضمیروں کا مرجع یہی مذکورہ بالا جار پیغمبر علیہم السلام
 ہیں فَعَلْ اسم مصدر مضاف الخیرات اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد خَیْرًا یا خَیْرَةٌ ہے چونکہ
 غیر ذوی العقول میں سے ہے اس لیے اس کی جمع مؤنث ہی ہوگی بمعنی اچھے کام خیال رہے
 کہ دینی دنیوی لحاظ سے اچھے کام فعل خیرات ہیں اور فقط دینی اعتبار سے اچھے کام
 فعل الحسنات ہیں ایک قرأت میں یَفْعَلُ الخیرات فعل جہول سے ہے یہ لفظ مفعول مضاف
 الیہ ہے فَعَلْ کا دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اِقَامْ باب افعال کا مصدر ہے
 در اصل تَحَارُّوْا م، واو پر فتحہ ثقیل ساکن کیا دوساکن جمع واو گرگی ماقبل قات کو فتح دیا مابعد
 الف کی وجہ سے یہ مصدر مضاف الفضلۃ مفعول مضاف الیہ دونوں شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ
 واو عاطفہ حرف ہے اِیْتَاْ باب افعال کا مصدر مضاف ہے اُتِی سے بنا ہے در اصل تَحَا
 اُتِی۔ اَنْزَلْ کو اِکْ اسم مفرد جامد حاصل مصدر لغوی ترجمہ ہے پاک کرنا مراد ہے مالی صدقہ
 فرضی یہ مفعول مضاف الیہ دونوں شبہ جملہ ہو کر معطوف ہے خیرات میں نماز زکوٰۃ بھی شامل
 تھے مگر محض اہمیت کے لیے خاص کو عام پر عطف کیا گیا خیرات عام ہے ان میں خاص
 خاص کام نماز زکوٰۃ وغیرہ ہیں۔ سب عطف مل کر مفعول یہ ہے اَوْحِیْنَا کا سب مل کر جملہ
 فعلیہ ہو گیا واوُ سر جملہ گاؤْ ماضی ماضی ناقصہ جمع مذکر غائب ضمیر صیغہ اس کا اسم ہے لام حرف
 جر ملکیت استحقاقی کے لیے یا زائدہ ہے یا مفعولیت و تعدیہ کا نا ضمیر جمع متکلم مجرور
 متصل بہ جار مجرور متعلق ہے عِبْدِیْنَ۔ اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے عَابِدٌ بمعنی اُہمات
 کرنے والا۔ عَابِدِیْنَ بحالت نصب ہے کیونکہ خبر ہے گاؤْ ناقصہ اپنے اسم خبر متعلق سے
 مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ دَلُوْطًا اَیْنُہُ حُکْمًا وَ عَلِمًا وَ نَجْنُہُ مِنَ الْقَرْیَۃِ
 اَنْتَ کَانَتَ تَعْمَلُ الْخَیْرَاتِ اَنْتَ کَانَتَ تَعْمَلُ الْخَیْرَاتِ اَنْتَ کَانَتَ تَعْمَلُ الْخَیْرَاتِ
 اسم مفرد جامد ہے عبرانی سے عربی ہے اس لیے منصرف مغرب ہے عبرانی لغت میں ترجمہ
 ہے سجدے کرنے والا بحالت نصب ہے کیونکہ مفسر مقدم ہے ضمیر مفعول یہ کا آیت

باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم با فاعل ضمیر مذکر غائب مرجع ہے لوطاً مفسر ہے دونوں مل کر
مفعول پہ اول ہوا اٰمِنَّا کا عِلْمُ اسم مفرد مصدر ماضی جامد عرب ہے تنوین تعظیمی ہے یعنی بڑا حکم
بڑی یاد شاہی مراد ہے نبوت کیونکہ بڑی اور سدا بہار ہمیشہ کی سلطنت انبیاء کرام کی ہی ہوتی
ہے علیہم السلام۔ یہ لفظ مشترک ہے چار معنی ہیں ۱۔ حکومت ۲۔ حکمت ۳۔ خداداد عقل مندی ۴۔
فیصلے کرنے کا نلکہ ۵۔ نبوت۔ معطوف علیہ ہے واو حرف عطف علماً اسم مفرد جامد ماضی
مصدر تنوین تعظیمی ہے بمعنی بڑا علم یعنی علم نبوت، و علم لدنی، معطوف ہے دونوں مل کر مفعول
پہ دوم ہے اٰمِنَّا کا سب مل کر حملہ فعلیہ ہو گیا خیال رہے کہ حضرت لوط علیہ السلام ابراہیم
علیہ السلام کے بھتیجے آپ کے بڑے بھائی حضرت ہاران کے بیٹے تھے واو سر حملہ بمعنی باب
تفصیل کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم مخفی سے بنا ہے بمعنی پہنچنا چھیننا۔ مناجات کرنا
آہستہ آہستہ فریاد، یا دعا کرنا لازم ہے تفصیل میں آکر متعدی ہوا بمعنی پہنچانا نجات دیت
دعا قبول کرنا یہاں پہلے معنی میں ہے اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صبیغہ ضمیر کا مرجع لوطاً
ہے منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول پہلے من حرف جارہ بمعنی عن اور مقصد ابتداء غایت
سے اعتزال یعنی ہٹانا دور کرنا۔ اَلْقُرْبٰیۃُ الف لام عہد خارجی قُرْبٰیۃ اسم مفرد مؤنث سفل
معنی علاقہ بستی مراد ہے علاقے والے انسان موصوف ہے الٹی اسم موصول واحد مؤنث
کانت تَعْمَلُ باب جمع کا ماضی استمراری واحد مؤنث غائب اس میں پوشیدہ جی ضمیر صبیغہ
اس کا فاعل ہے مرجع ہے الْقُرْبٰیۃُ الْخَبِیْۃُ اسد جمع منتہی المجموع اس کا واحد
ہے خَبِیْۃٌ یا خَبِیْۃٌ بمعنی گندہ کام بے حیائی۔ بد فعلی مراد ہے لواطت یعنی مرد کا مرد
سے وطی کرنا لواطت لوط یا لاط سے مشتق ہے۔ یہ مفعول پہ تَعْمَلُ کا سب مل کر حملہ
فعلیہ ہو کر معلول ہوا اِنَّ حرف مشبہ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل کیونکہ اسم ہے
اِنَّ کا اس کا مرجع ہے اهل قریہ یعنی لفظ قُرْیٰ کی مراد۔ گاؤں فعل ماضی مطلق فاعل
جمع مذکر غائب اس میں پوشیدہ ضمیر صبیغہ اس کا اسم ہے مرجع ہے اهل قریہ۔ قَوْمُ
اسم مفرد معنی جمع ہے مضاف ہے قَوْمُ اسم مصدر ہے سائر فعل ذم کا مضاف الیه
ہے یہ مرکب اضافی ذوالحال ہے قٰتِلِیْنَ اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے قَاتِلٌ
سے مشتق ہے بمعنی غوی کسی پھیل کا چھلکے سے خود بخود باہر نکل آنا۔ اصطلاح شریعت
میں کسی انسان کا اپنے ایمانی لباس یعنی حدود شریعت سے باہر نکل جانا اس معنی میں

اس کی چھ قسمیں ہیں۔ ۱۔ نافرمانی و گستاخی۔ ۲۔ گناہگار سے بد عمل رہ کر عملی انکار۔ ۳۔ قلبی انکار یعنی عقیدہ ہونا۔ اسی کا آخری درجہ کفر ہے۔ یہی یہاں مراد ہے۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ حال ہے قوم کا دونوں مل کر خبر ہے گاؤں اناقصہ کی سب مل کر حملہ فعلیہ ناقصہ خبر یہ ہو کر خبر ہے اِن کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر حملہ اسمیہ ہو کر علت ہے تَعْلَل کے جملے کی معلول علت مل کر صلہ ہوا اَلتّٰی کا دونوں مل کر صفت ہے تَنْبِیْہ کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے تَجَنُّباً کا سب مل کر حملہ فعلیہ ہو گیا۔ ایک قول میں اِنھُمْ گاؤں کا جملہ علت تَجَنُّباً کے جملے کی واللّٰہ اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔

تفسیر عالمائے وَحَبِیْنَا لَہٗ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَۃً وَ کُلًّا جَعَلْنَا مٰلِحِیْنِ وَ جَعَلْنٰہُمْ اَئِمَّۃً یُّہْدُوْنَ بِاَمْرِ نَا وَ اَوْحِیْنَا اِلَیْہِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اِیْتَاۃَ الزَّکٰوٰۃَ وَ کَا نُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ۔ اور اس نجات کے بعد ہماری راہ میں ہجرت کر کے اپنا سب کچھ چھوڑ دینے کے بعد ہم نے عطا فرمایا ان کو ان کی پرانی دعا قبول فرماتے ہوئے ایک اور بیٹا اسحاق اور بغیر دعا و طلب کے محض اپنے کرم اور رضا سے ایک پوتا یعقوب نافلہ یعنی زائد عطا فرمایا اور انعامات صرف یہی نہ فرمائے بلکہ ان سب چاروں ابراہیم، لوط اسحاق و یعقوب علیہم السلام کو ہر قسم کی قابلیت یاقت و صلاحیت والاہم نے بنایا کہ اپنی اصلاح رکھنے والے قوموں کی اصلاح کرنے والے تھے اور ہر قسم کے ظاہری باطنی قلبی نفسی جسمی فساد سے بچنے اور اپنی اپنی قوموں کو بچانے والے تھے اور مزید انعام ہم نے یہ فرمایا کہ ان سب کو اتنا بڑا امام و مقتدا بنایا کہ ہمارے امر ہماری شریعت کی اپنی اپنی امتوں کو ہدایت دیتے تھے اور ہم نے بذریعہ صحیف کثیر و کبیر ان کی طرف اپنا امر اور دین کے اچھے کام اعمال و اقوال کی وحی بھیجی کہ دنیوی زندگی میں انسانوں کے لیے یہ باتیں نیکیاں ہیں اور یہ کہ تمام اعمال آخرت میں سے اعلیٰ افضل عمل نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ اپنے شرائط پر پابندی سے ادا کرنا ہے یہ بات بھی ہم نے وحی کے ذریعے ہی بتا دی تھی اس لیے کہ نماز میں عظمت معبود کبریائی مسجود کے سامنے نیاز بندگی ظاہر کرنا ہے اور زکوٰۃ میں شفقت عباد عطا کرنا ہے۔ اور تھے یہ سب چاروں نبی ہر وقت تمام زندگی امور دینی معاملات دنیوی اور عبادت و ریاضت جلوت بطوت

حاجت مناجات میں ہمارے ہی بندے ہمارے ہی سامنے جھکنے مانگنے انتجا میں فریادیں کرنے والے کسی غیر کی طرف کسی ضرورت میں توجہ کرنے کا کبھی اُن کے دل میں خیال نہ آیا۔ ہم نے اُن سے رِبُو بیت کا وعدہ پورا کیا انہوں نے ہم سے عہدیت کا وعدہ پورا کیا اس طرح کہ ہم نے رِبُو بیت کے وعدہ میں پہلے ان کو صالحین قابلین لا تُقین بنایا پھر ان کو امام بنایا پھر ان کو اپنی دُحی کر کے نبی بنایا یعنی قوموں کی طرف مبعوث فرمایا اور انہوں نے بھی ہماری ایسی بندگی ادا کی کہ دعا و عبادت کا حق پورا کر دیا اور اس عبارت گزاری سے ہمارے انبیاء کی ہماری بارگاہ میں وہ شانِ عظمت ہے کہ خود ہم نے عالمین کو بتا دیا کہ **كَانُوا لَنَا عَابِدِينَ**۔ ہم فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے عابدین تھے دیگر مخلوق خود اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عابد و ساجد ہیں مگر انبیاء کے حق میں خود رب تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہیں میرے عابدین و ساجدین اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کی عبادت بھی بے مثل ہے مختصر تاریخ و واقعات کچھ اس طرح ہیں کہ حضرت تاریخ خود بھی تین بھائی تھے ۱۔ تاریخ ۲۔ حاران ۳۔ آذر۔ اور حضرت تاریخ کے اپنے بیٹے بھی تین تھے ۱۔ ہاران ۲۔ ناخر ۳۔ ابراہیم۔ تاریخ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے ابراہیم اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے اس طرح تاریخ ابراہیمی میں دو حاران ملتے ہیں ایک ابراہیم علیہ السلام کے چچا اور ایک آپ کے بڑے بھائی مفسرین نے فرق رکھنے کے لیے چچا ہاران کو ہاران اکبر اور بھائی ہاران کو ہاران اصغر کا لقب دیا۔ ہاران اکبر کی اولاد میں صرف ایک بیٹی سارہ تھیں۔ آذر لا ولد تھا۔ بعض نے فرمایا کہ آذر نے شادی ہی نہ کی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے نادر مرد سے نکل کر کچھ دن بابل وطن میں قیام کیا پھر گندے کفر یہ ماحول سے اُکتار اپنے بڑے چچا ہاران اکبر کے گھر قریہ دکنعان میں آ گئے ایک مشہور قول ہے کہ حاران اکبر نادر مردی کے واقعے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے اور اُن کی بیوی سے حاران اصغر نے نکاح کر لیا تھا چچی اجنبیہ سے نکاح میوہ یا مطلقہ ہو تو جائز ہوتا ہے چچا کی بیوی ابدی حرام نہیں ہوتی اس طرح سارہ لوط علیہ السلام کی رشتہ میں چھوٹی ہوئیں اور موہلی بہن بھی ہوئیں جو بابل شہر سے پانچ میل دور ہے یہاں آپ تقریباً دس سال رہے اسی شہر میں حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجے بھی رہتے تھے وہ آپ پر پہلے سے ہی اپنا ایمان ظاہر فرما چکے تھے آپ کی شریعت پر عامل تھے لوط علیہ السلام حضرت سارہ سے

سے دو سال چھوٹے تھے وہ لوط علیہ السلام کی چھوٹی بیٹی بھی تھیں ابراہیم علیہ السلام کی چچا زاد حارث اکبر کی بیٹی ابراہیم علیہ السلام سے پانچ سال چھوٹی تھیں جب ابراہیم علیہ السلام کی بائیس سال اور حضرت سارہ کی عمر سترہ سال ہوئی تو اسی شہر میں حارث کی بیٹی سارہ کا نکاح ابراہیم علیہ السلام سے ہوا اُدھر بابل کے علاقہ میں چار سالہ قحط پڑا تو غمزدہ بنے اپنی رعایہ میں مفت گندم باغی شروع کی جو اُس کے پاس گندم لینے جاتا اُس سے پوچھتا کہ بتا تیرا رب کون ہے وہ جواب دیتا تو ہے رب اس سے سجدہ کرتا پھر اُس کو گندم دیتا اور کہتا کہ رب کا نام ہے پانا دیکھ میں ہی سب کو پال رہا ہوں، حضرت ابراہیم بھی یہ گندم لینے نہ گئے۔ ایک مرتبہ سارہ نے عرض کی کہ آپ بھی یہ مفت کی گندم لے آئیے تب بادل ناخواستہ بار بار سارہ کے کہنے پر گئے غمزدہ نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی وہی سوال کیا آپ نے ایسا جواب مناظرہ فرمایا کہ غمزدہ گھبرا گیا اسی مناظرے کا ذکر پارہ سوم سورۃ بقرہ آیت ۲۵۸ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ۔ میں مذکور ہے اور آپ بغیر گندم لیے واپس چلے آئے اور اپنی بوری میں کسی ضرورت کے تحت راتے سے ریت بھر کر لے آئے اور بغیر کچھ بتائے ایک کونے میں رکھ دی خود جا کر سو گئے بیوی سارہ نے جب بوری کھولی تو دیکھا کہ نہایت عمدہ موٹی موٹی خوشبودار بھینی سوندھا ہٹ والی گندم سے بوری بھری ہوئی ہے صاف ستھری آپ نے تھوڑی نکالی پیسی گوندھی روٹیاں پکائی تھیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیدار ہو کر تشریف لائے اور پوچھا کہ یہ آٹا کہاں سے آیا۔ حضرت سارہ نے عرض کیا کہ اس گندم میں سے تھوڑی پیسی گوندھی ہے جو آپ لائے تھے آپ نے بھی کھول کر بقیہ گندم کو دیکھا۔ سمجھ گئے کہ قدرت الہی سے وہ ریت گندم بنا دی گئی ہے۔ حضرت سارہ کو تمام واقعہ سنایا تب فوراً سب نے رب تعالیٰ کے کرم پر سجدہ شکر ادا کیا وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ آپ کو وحی آئی کہ اب اس قوم پر عذاب ہلاکت آنے والا ہے اے ابراہیم اب تم مع اپنی بیوی کے یہاں سے فلسطین کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ اس ہجرت کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر بتیس سال تھی، حضرت سارہ کی عمر ستائیس سال تھی۔ اُدھر حضرت لوط علیہ السلام کو وحی آئی کہ تم بھی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کر جاؤ۔ اس طرح یہ مختصر قافلہ تین افراد پر مشتمل بستی کنعان سے روانہ ہو کر شہر حیران میں آیا وہاں کچھ دن قیام فرما کر پھر وہاں سے مصر میں پھر کچھ دن بعد مصر سے شام پھر شام سے فلسطین میں مستقل قیام فرمایا لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم علاقہ

موتفکد کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہو وہاں جا کر رہائش رکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نکاح کے پندرہ سال بعد چھپتیس سالہ عمر میں اولاد بیٹے کی دعا مانگی کہ۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ (سورۃ صافات آیت ۱۰) یہ دعا دو بیٹوں کی عطا کی صورت میں دو مرتبہ قبول ہوئی پہلی مرتبہ دعا کے پچاس سال بعد جب کہ آپ کی عمر مبارک چھپاسی سال تھی اسماعیل علیہ السلام پہلے اور اکلوتے بیٹے کی شکل میں دعا کی قبولیت کا ظہور ہوا۔ پھر دوسری بار حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت پاک سے قبولیت دعا کا اظہار ہوا اسی کا یہاں ذکر ہے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھپانوسے سال تھی اور اسماعیل علیہ السلام دس سال کے تھے گویا پھر دعا ساٹھ سال بعد قبولیت میں آئی۔ لفظ اسحاق عبرانی ہے اس کا معنی ہے بہت ہنسانے خوش رکھنے والا اصل میں یہ لفظ اَلصَّخَاکُ ہے صَخَاکُ سے بنا ہے۔ لفظ اسماعیل بھی عبرانی ہے اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا مطیع (تفسیر روح البیان) بعض نے فرمایا اس کا اصل مجموعہ ہے اِسْمَعُ یَا اِیْمُلُ یعنی اے اللہ سن لے، حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی بھی اکیس سالہ عمر میں ہوئی اُس وقت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک ایک سو ستورس تھی۔ اسحاق علیہ السلام کی شادی کے تین سال بعد آپ کے دو بیٹے پیدا ہوئے جو جڑ وال تھے پہلے بیٹے کا عِیْصُو یا عِیْصُ نام رکھا گیا عیصو کی ایڑھی سے دوسرے بیٹے کا سر جڑا ہوا تھا جو جدا کیا گیا۔ اس وجہ سے اُس دوسرے کا نام یعقوب رکھا گیا جس کا معنی ہے غضب یعنی ایڑھی سے لگا ہوا۔ یعقوب کو نَاقِلَةُ فرمانے کی دو وجہ ہے۔ ایک یہ کہ آپ کی ولادت بغیر دعا مانگے محض کرم سے عطاء ربّانی تھی نازلہ کا معنی ہے زیادہ یعنی دعا بیٹے کی نفس زیادتی میں پوتا بھی مل گیا۔ دوم یہ کہ نَاقِلَةُ کا معنی ہے اچھا پھل یعنی بیٹے کا پھل۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ سارہ بڑی کو بہن کہنے کا واقعہ اسی سفر ہجرت میں پیش آیا تھا مگر یہ غلط ہے تین وجہ سے ۱۔ یہ کہ اس سفر ہجرت میں لوط علیہ السلام ساتھ ہی مگر اس سفر میں حضرت لوط ساتھ نہ تھے ۲۔ سفر ہجرت کے وقت حضرت سارہ کی عمر ستائیس سال تھی مگر اس سفر کے وقت حضرت سارہ کی عمر پینیسٹھ سال تھی ۳۔ اس سفر ہجرت میں اردن کا علاقہ شامل نہ تھا مگر اس سفر میں ابراہیم علیہ السلام صرف اپنی بیوی حضرت سارہ کے ساتھ اردن کے علاقہ سے گزرے تھے اور اردن کے ہی جا بر نظام بد معاش

بادشاہ سادوق کے ساتھ ہی یہ واقعہ ہوا۔ اسی کے پاس شاہِ مغرب کی شہزادی حضرت
ہاجرہ قید تھیں جو اس بادشاہ نے حضرت سارہ کو یہ کہتے ہوئے دی تھیں کہ ایک
جا دو گئی تیری طرح کی پہلے بھی میرے پاس قید ہے اس کو بھی ساتھ لے جا۔ جس
طرح حضرت سارہ کی کرامت بد معاش بادشاہ نے دیکھی تھی اور پھر خوف سے آپ پر
ہاتھ نہ ڈال سکا تھا بالکل اسی طرح حضرت ہاجرہ پر جب ہاتھ ڈالنا چاہا تب بھی قدرت
الہی سے اس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا۔ اسی طرح چار بار اس وقت بھی بد نیت ہوا تھا
پھر ڈر گیا مگر ان کو قید کر دیا تھا۔ وہی ہاجرہ اس وقت حضرت سارہ کو دیدی گئیں تھیں
وَلَوْ طَأَّتْ بِنْتُهُ حُكْمًا وَعَلَمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْفِتْنَةَ
إِنَّا نَحْمَدُكَ أَنْتَ أَقْوَمُ سَوْدٌ فَسَقِيْنِ۔ اے محبوبِ کریم تذکرہ فرما یہ ہمارے
نبی رسول لوط کا اقوامِ عالم کے سامنے تاکہ تاقیامت دنیا میں ان کی سچی شان۔ آن۔ قدر و
منزلت، عزت، وجاہت، نبوت، رسالت طہارت، کرامت، ظاہر ہو اور لوگوں کو صحیح
حسینی سیرت، بصیرت، سوانح کاپت، لگے اور یہودیوں عیسائیوں کی بد زبانی کو گام
لگے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر قرآن مجید کا بیان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حضرت
لوط اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی شان بیان نہ فرماتی تو انبیاء علیہم السلام کی شان اقدس میں
یہودیوں کی تاملود اور عیسائیوں کی بائبل میں کبھی ہوئی گستاخیوں بد زبانیوں کا پردہ کبھی ناٹ
نہ ہوتا اور جہان میں شانِ نبوت پوشیدہ رہتی۔ یہاں ان آیت میں لوط علیہ السلام کی
چارشانی بیان ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام کا ان کو ساتھ بنایا گیا۔ رب تعالیٰ نے
فرمایا کہ ہم نے خود ان کو علم عطا فرمایا یعنی حکمت فراست دیانت یاقوت طاقت جرئت صداقت
غلبہ اور فہم کے خزانے عطا فرمائے۔ حق و باطل کا فرق کرنے سمجھنے مقدمات کا فیصلہ
کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اور کثیر و عظیم علم بھی خود ہم نے ہی ان کو عطا فرمایا کہ شریعت طریقت
معرفت حقیقت۔ ظاہر۔ باطن، حاضر و غائب۔ جلی و خفی۔ اسرار و افکار کے علوم سے ان کا
قلب و قالب عقل و دماغ بھر دیا۔ رب تعالیٰ علم و حکمت کے ان خزانوں کو ہر نبی رسول
مرسل کے اجماع میں امانت دانی، و دبیعت ابدی عطا فرماتا ہے چہارم یہ کہ نجات
دی ہم نے حضرت لوط اور ان کی اہل یعنی دو بیویوں و زیتا و زغریتا کو اس گندی،
غلیظ و ناپاک بستی سے جس کا سب آبادی نجس اور خبیثانہ کام کرتی تھی مرد بھی عورتیں بھی

ذیل حرکتیں کرتے تھے۔ مرد عملاً اور عورتیں نظراً۔ مرد و عورتیں معاویہ سے شک و ہراس کے سبب رہائشی عقیدہ کا فرق اور عملاً قاسم قوم بھی جانوروں سے بدتر نفس روح المعانی میں ہے کہ قوم لوط کے خبیثانہ کام دشمن تھے۔ اس سبب سے بدتر باعث رجم بڑکوں سے بد فعلیہ حامیوں میں عورتوں مردوں کا ایک ساتھ ننگے نہانا اور بے غیرتی کرتے ہوئے پانی سے کھیلنا۔ دھول باجے تالیاں بجانا گھروں بازاروں گلیوں بڑکوں پرنا چٹا شور مچانا۔ شرابیوں پینا۔ دار عیال چھوٹی کرنا۔ کترا کر یا منڈوا کر۔ مویں بڑی بڑی رکھنا۔ مرد ریشمی لباس پہنتے تھے۔ محفلوں بڑکوں بازاروں میں گوز چھوڑنا پھر ہنسنا قہقہے لگانا یہ بھی بے غیرتی کی ہی مثل ہے۔ بانوں کنکریوں پتھروں سے کھیلنا۔ راستوں میں پیشاب کرنا بے پردہ۔ ان بے حیائی کے افعال کو خیانت۔ جمع فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ عربی لغت میں برے قول فعل کے لیے تین لفظ آتے ہیں۔ ۱۔ خبیث ۲۔ قبیح ۳۔ شنیع، فرق یہ کہ جو کام ہوابات فطری عقلی۔ طبعی۔ شرعی ہر اعتبار سے ہر ایک کو بر لگے وہ خبیث ہے بے غیرتی بے حیائی بد معاشر اور نقصان دہ تمام کام اس میں شامل یعنی خلیت اور مادہ مصدر کے اعتبار سے بدتر۔ خبیث کی تین قسمیں۔ ۱۔ باطل فی الاعتقاد ۲۔ کاذب فی المثال ۳۔ ذلیل فی الأفعال قبیح وہ ہے جو شرعاً حرام و ناجائز ہو اور نقصان دہ بھی ہو۔ شنیع وہ قول و فعل جس کو غلط طرز و طریقے سے بُرا بنالیا جائے۔ قوم لوط کی بستی کا نام سدوم۔ علانہ کا نام موٹفک تھا سدوم صدر مقام تھا اس کے قصبات و قریات تقریباً چھ تھے یہ تمام پتھر پٹی عذاب سے تباہ کر دیے گئے مگر یک۔ قصہ زغرہ بچا لیا گیا وہاں لوط علیہ السلام کی موسیٰ است رہتی تھی حضرت لوط کو مع ابن خانہ رات کے دنت ہجرت کر کے یہیں چلے جانے کا حکم الہی ہوا تھا آپ سدوم سے نکل کر راترات یہیں آئے تھے۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ لے ناقلہ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کا معنی ہے عطیہ دوم یہ کہ ناقلہ کا معنی ہے بھیل، یا معنی ہے زائد چیز یہ اس کا اصل معنی ہے یعنی تم نے ابراہیم کو ان کی دعا سے بھی زیادہ عطا فرمایا۔ بیٹے کے بعد پوتا۔ اسی قول کو ترجیح ہے۔ ۲۔ کلاً میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد چاروں انبیاء ہیں ابراہیم۔ لوط، اسحاق، یعقوب علیہم السلام دوم یہ کہ اس سے مراد لوط علیہ السلام نہیں بلکہ تین بنی ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام مراد ہیں ۳۔ صلحین میں تین قول ہیں ایک یہ کہ اس کا معنی ہے نیک یعنی ہر اعتبار

سے درست دوم یہ کہ اس کا معنی ہے صلاحیت اور ریاست رکھنے والا یعنی ہر کمال کے لائق
 سوم یہ کہ اس کا معنی ہے اصلاح کرنے والا فساد مٹانے والا۔ یہ سب قول درست ہیں اس
 لیے کہ انبیاء علیہم السلام میں بدرجہ اتم ہر شان موجود ہوتی ہے۔ **يَا مُرْسَلِينَ** دو قول ہیں ایک
 یہ کہ امر سے مراد حکم و اجازت دوم یہ کہ امر سے مراد شریعت اور وحی باعتبار پہلے قول کے ب بیانہ
 ہے ترجمہ ہے وہ انبیاء ہدایت دیتے تھے ہمارے حکم اور اجازت سے باعتبار دوسرے قول
 کے **يَا مُرْسَلِينَ** کی ب تعدیہ کی ہے تب ترجمہ ہوگا ہماری شریعت کی ہدایت دیتے شریعت پر مبنی
 کا حکم و تبلیغ فرماتے تھے۔ اس قول سے ثابت ہوا کہ یہ سب انبیاء خود مستقل صاحب شریعت
 رسول تھے یہی قول درست ہے۔ **رَٰهَ فَعَلِ الْخَيْرَاتِ** میں دو قول ہیں ایک یہ کہ لفظ فعل اسم جامد
 ہے بمعنی کام اعمال تب ترجمہ ہوگا۔ ہم نے اُن کو وحی فرمائی خود اچھے کام کرتے رہنے کی اور
 امت سے اچھے کام کرائیں کی دوم یہ کہ لفظ فعل مصدر بمعنی امر استمراری ہے اور ترجمہ ہے کہ
 ہم نے وحی فرمائی اُن سب کی طرف کہ کرتے رہو بھلائیوں والے کام خیال رہے کہ قرآن مجید
 میں امر استمراری کی اور بھی بہت مثالیں ہیں مثلاً ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **يَا أَيُّهَا**
الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا ترجمہ اے ایمان والو ایمان لائے رہو۔ یعنی ہمیشہ اسی
 ایمان پر قائم رہو (سورۃ نساء آیت ۱۲۱) دوسری جگہ ارشاد ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ**
رَاتِقِ اللَّهَ۔ یعنی اے نبی اللہ کا تقویٰ جاری رکھو یعنی کئے رہو (سورۃ احزاب آیت ۲۱)
 اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ **فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ** (سورۃ جمعہ آیت ۱۰)
 ترجمہ جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو فوراً بلا تفریق دوڑ پڑو اللہ تعالیٰ کے ذکر
 کی طرف اور تجارت خرید و فروخت چھوڑے رکھو۔ یہ **ذُرُّوْا** امر استمراری ہے اس کا
 تعلق پورے یوم جمعہ سے ورنہ اذان تو روز اس وقت نماز ظہر کے لیے ہوتی ہے اور
 تھوڑی دیر کے لیے تو روز تجارت چھوڑنا فرض مسجد میں آنا فرض ہے۔ پورے دن تجارت
 چھوڑنا جمعہ کی خصوصیت یہ جمعہ کے دن کا تقدس قائم فرمانا ہے نماز جمعہ کے بعد بھی
 انتشار فی الارض کا حکم تلاش فضل اللہ کے لیے ہے نہ کہ رزق اللہ کے لیے عیا کہ آگے
 ارشاد ربانی **وَإِذْ كَرَّمُوا اللَّهَ كَثِيرًا** کا حکم بتا رہا ہے۔ بہر حال یہ سب استمراری امر ہیں
وَلَوْ طَائِبِينَ دو قول ہیں ایک یہ کہ جن مفسرین نے کُلا میں تین نبی شامل مانے ہیں وہ لو طائِبِینَ
 آیت سے طحیّین میں شامل مانتے ہیں اور ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ۔ اور تینوں کو عام نے

صلحین بنایا اور لوط کو بھی۔ دوسرا قول یہ کہ جن مفسرین نے کلاً میں چاروں کو شامل مانا ہے وہ لوگ اس آیت کو علیحدہ جلد مانتے ہیں۔ اور ترجمہ کرتے ہیں کہ اور اسے محبوب ذکر فرمائیے لوط کا اُن کے نزدیک یہاں اُذکر پوشیدہ ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قائلے اقدس میں سب سے زیادہ عظیم الشان نعمت صرف وجود انبیاء علیہم السلام ہے یہ فائدہ نافع فرمانے میں حاصل ہوا کہ دیکھو اسحاق علیہ السلام کے جڑواں دو بیٹے پیدا ہوئے پہلے اور چند ساعت کا بڑا لڑکا عیسو تھا مگر بعد والے بیٹے یعقوب کو وَهَبْنَا فِرْعَانَ فَاِذَا كَانَا اَنْعَامًا تَمَرَّارًا دیا گیا۔ انہی کو عطاء الہی بنایا نہ کہ عیسو کو حالانکہ عیسو علیہ الرحمۃ نے بڑی عمر پائی صحابی رسول اور فرمانبردار تھے۔ اسی طرح اسماعیل علیہ السلام کے بارہ فرزند ہوئے جن سے عرب کے بارہ قبیلے بنے ان میں سے چار فرزند ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ہی پیدا ہو گئے تھے ان پوتوں نے بھی اپنے دادا کی خدمت کرنے کی کچھ سعادت حاصل کر لی یہ فرزند ولادت یعقوب سے پہلے تولد ہو چکے تھے مگر ان کو نافع نہ فرمایا گیا اس لیے کہ یہ سب پوتے نبی نہ تھے نہ عیسو نہ فرزند ان یوسف۔ دوسرا فائدہ۔ تمام انبیاء علیہم السلام بچپن میں ہی نیک ہوتے ہیں۔ دیگر اشخاص اولیا علما دنیائیں آکر اچھی پاکیزہ تربیت لے کر نیک پاک بنتے ہیں یہ فائدہ۔ وَهَبْنَا كَآدَمَ وَكَانَ حَاجِلًا مِّنْ اٰمَنًا فَرَمَانِی سے حاصل ہوا۔ اس طرح کہ رب کریم نے انبیاء علیہم السلام کی ہر شان و مرتبے کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ خلقت ولادت کو وَهَبْنِیْتِ فرمایا۔ صلیحیت اور جعلیت کو بھی جَعَلْنَا کہہ کر بتا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کا علم قدرت، شان آن۔ ایمان، اعمال کسی دنیوی تربیت سے نہیں سب کچھ ہماری عطا ہمارے بنانے سے ہے۔ تیسرا فائدہ۔ نیک اولاد بھی رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہوتی ہے جیسا کہ بد اولاد دنیا میں تھرا الہی کا نمونہ ہے۔ یہ فائدہ وَهَبْنَا فرمانے کے بعد صلحین فرمانے سے حاصل ہوا۔ اور صلحین فرما کر مفید ہونے کا اشارہ ملا۔ یعنی صالح اولاد ہی نعمت الہی اور مفید و رحمت ہے بڑی اولاد نعمت نہیں رحمت ہے۔ عطیہ نہیں فتنہ ہے مفید نہیں نقصان دہ ہے۔ چوتھا فائدہ ہر نبی اپنی اُمت کا یا اختیار حاکم ہوتا ہے یہ فائدہ آئینہ حکما کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ یعنی ہم نے لوط کو اُن کی قوم پر اختیار رکھا۔ دست ری احکام القرآن، ان آیت مقدسہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

تمام عبادات میں نماز اور زکوٰۃ وہ عبادتیں ہیں جو آدم علیہ السلام سے تاقیامت ہر امت پر فرض ہیں اگرچہ اس کے طریقے اور تعداد مختلف شریعتوں میں مختلف ہوتے رہے یہ مسئلہ اقسام انسانوں (دالہ) سے مستنبط ہوا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ دیگر تمام عبادات اور نیکیوں بھلائیوں سے زیادہ اہم نماز ہے اور زکوٰۃ۔ کیونکہ فعل الخیرات، میں اگرچہ نماز و زکوٰۃ بھی شامل تھی مگر پھر بھی خصوصیت اور اہتمام سے اس کا علیٰ وارہ ذکر فرمایا گیا۔ اس لیے بعض نادان لیڈران مسلمانوں کا یہ کہہ کر نماز چھوڑ دینا کہ چونکہ ہم انسانی فلاح و بہبود اور انسانی خدمت میں مشغول ہیں اور انسانی خدمت۔ یہی سب سے بڑی عبادت ہے اس خدمت انسانی کی بنا پر ہم کو نماز کا وقت نہیں ملتا اور یہ شعور بڑھ کر دل کو تسلی دے رہنا کہ۔ یہی ہے عبادت ہی دین و ایمان کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انساں، سخت گناہ اور خود کو دھوکہ دینا ہے، قیامت میں یہ بیان ہرگز نہ چلے گا بلکہ یہ شعور اس طرح ہونچا ہے، یہ بھی ہے عبادت یہ بھی علم ایمان کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انساں۔ یوحنا انحمقوں سے کہ خدمت انسانی کی مشغولیت تم کو کھانا پینا نہیں چھڑاتی جو جسم فانی کی غذا ہے صرف نماز چھڑاتی ہے جو روح کی غذا ہے اور جس سے جسم کو بھی ابدی بقا ہے دوسرا مسئلہ کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو یا کسی بھی مومن مسلمان کو جنسیت کہے اس لیے کہ جنسیت وہ ہوتا ہے جو اصلاً نسل خلقاً ہر اعتبار سے برا ہو مسلمان خواہ کتنا بھی فاسق و قاجر گناہگار ہو مگر وہ اصلاً نسل خلقاً برا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اُس کے بیٹے میں ایمان قلب میں قرآن تو ہوتا ہی ہے فقط اعمال کا برا ہونا گراوٹ ہے خباثت نہیں یہ مسئلہ گاندی، نَعْمَلُ الْخَبَائِثِ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ بعض دیوبندی اکابر نے اپنی احمقانہ عاجزی میں سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یا اللہ میں بڑا ضیعت ہوں۔ یہ اُن کی اپنی زبانی حقیقت بیانی ہے ورنہ شریعت میں اس طرح کہنا حرام ہے۔ تیسرا مسئلہ ہر عالم دین کو جائز ہے کہ کفار و فاسق کے سامنے اُن کے بڑے بزرگوں کی ایمانی نیکیوں کا ذکر کر کے اُن کو بھی مومن اور نیک بننے کی تبلیغ کرے یہ مسئلہ دَوَّجَعَلْنَاهُمْ دَالِہ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ دیکھو قرآن کریم نے اہل عرب کے سامنے ان کے تسلیم شدہ بڑوں کا تذکرہ فرمایا یعنی ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا اور سمجھایا کہ وہ تمہارے آباؤ اجداد تھے تم کو بھی اُن کے نقش قدم پر چل کر مومن اور نیک بننا چاہئے۔۔

اعتراضات۔ یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ اس کی کیا

وجہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یعقوب علیہ السلام کو رب تعالیٰ جل وٹا نے نافلہ یعنی بڑا عطیہ اور بڑا نعمت فرمایا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام اُن کو ان کی حیات پاک میں ہی اور بھی قدمست گزار پڑتے ملے تھے مگر بخیر یعقوب علیہ السلام کس دوسرے پوتے کو نعمت انہیں اور نافلہ ہوتے کاشرف حاصل نہ ہوا۔ جواب۔ اس کا ایک جواب تو ہم نے فوائد میں بیان کر دیا۔ جواب دوم یہ کہ یہ سورۃ انبیاء یہاں صرف اُن شخصیات کا تذکرہ جسے بیان کیا جا رہا ہے جن کو رب تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور چونکہ یہ انعامات ابراہیم علیہ السلام کو بطور جانشین دئے گئے تھے اس لیے پوتوں میں سے صرف یعقوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ اسحاق اور اسماعیل کے بعد وہ ہی ابراہیم علیہ السلام کے جانشین تھے دیگر پوتوں کو جانشین کی شان نہ ملی۔ تیسری وجہ یہ کہ حضرت یعقوب نسل ابراہیمی کے وہ بھل دار شجر طینہ ہیں کہ اُن کو ہی ابوالانبیاء ثانی کا لقب معلّم عطا فرمایا گیا۔ غرض کہ یعقوب علیہ السلام کی چار خصوصی شائیں ہیں ۱۔ نبوت نافلہ ۲۔ جانشین ابراہیم ۳۔ نسل ابراہیمی کے امین ۴۔ ابوالانبیاء ثانی۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا وَكَلَّا جَدًّا۔ صلح جبرہ ہم نے ان چاروں کو صالحین بنایا اس فرمان کو اس خصوصیت سے ذکر فرمانے کی وجہ کیا ہے صالحین تو صحابہ اور اولیاء اللہ بھی ہوتے ہیں۔ جواب۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور غیر نبی کے صالح ہونے میں چار طرح فرق ہے۔ پہلا فرق یہ کہ انبیاء کرام کا صالح ہونا اُن کی عصمت ہے وہ مثل ملائکہ معصوم ہوتے ہیں گناہ پر تار راہی نہیں ہوتے مگر غیر نبی اولیاء اللہ وغیرہم کا صالح ہونا اُن کی حفاظت الہی ہے وہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں یعنی گناہ کر سکتے ہیں مگر کرتے نہیں اور اگر کبھی کر لیں تو فوراً سچی پکٹی توبہ کر کے بخشوا لیتے ہیں۔ حفاظت اس طرح بھی کر دی جاتی ہے کہ ایک بار جنید بغدادی نفس کی خواہش پر ایک دمیوی لہو و لعب کی محفل میں چلے گئے تو رب تعالیٰ نے اُن پر زہد طاری کر دی وہ سب وقت موتے رہے جب محفل پرخواست ہوئی تو اٹھائے گئے اور آپ گھر چلے آئے آپ نے محفل کی کوئی بات نہ دیکھی نہ سنی اُن کی آنکھ کا ن کی رب تعالیٰ نے حفاظت فرمائی لیکن پھر بھی آپ نے چار سال تک سچی توبہ کی اور اپنے قلبی ارادے اور قدموں کی بخشش کرائی دوسرا فرق۔ انبیاء علیہم السلام کو رب تعالیٰ بغیر اعمال عبادت پیدائشی صالح بنا دیتا ہے پھر ان کو شکم مادر میں نبوت ملتی ہے ان کا صالحین ہونا پہلے ہی ہوتا بعد میں دونوں نعمتوں کے عطیہ الہی ہونے کے بعد پھر ولادت۔ جیسا کہ جَعَلْنَاهُمْ ثَابِتًا ہورہا ہے مگر

اولیاء اللہ وغیرہم دنیا میں آکر اپنے اعمال و توفیق الہی سے صالح بنتے ہیں۔ تیسرا فرق یہ کہ انبیاء کا صالح ہونا ان کی نبوت ہے اولیا کا صالح ہونا ان کی ولایت ہے۔ چوتھا فرق یہ کہ انبیاء و کرام کا صالح ہونا اصلی ابدی باقی ہے۔ اولیاء اللہ کا صالح ہونا عارضی غیر ختمی ہے جس کا پتہ انجام موت پر لگتا ہے۔ تیسرا اعتراض امامت نبوت سے اعلیٰ ہے کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے کہ پہلے نبی بنایا جاتا ہے پھر اس کو اونچا درجہ دے کر امام بنایا جاتا ہے۔ دیکھو یہاں پہلے فرمایا گیا **وَكَلَّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ** ہم نے ان سب کو صالحین یعنی نبی بنایا۔ پھر فرمایا گیا۔ **وَجَعَلْنَاهُمْ أَوْثَمًا** یعنی نبوت کے بعد ہم نے ان کو امام بھی بنا دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ امامت بلند اور اعلیٰ و اونچا مرتبہ ہے ہمیشہ اوپر کو ترقی دی جاتی ہے لہذا جس کو پہلے ہی امامت مل گئی اس کا درجہ پہلے ہی نبوت سے اونچا ہو گیا۔ اس بنا پر ائمہ اہل بیت کا مرتبہ تمام انبیاء سے زیادہ ہے (شیعہ رافضی) جواب۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پہلے تم شیعہ لوگ اہل بیت کی املت قرآن یا حدیث سے ثابت کرو۔ انبیاء و کرام علیہم السلام کے لیے تو یہاں اس آیت مقدمہ میں اور دیگر کئی آیت میں بھی رب تعالیٰ جلّٰ جلالہ نے امام اور ائمہ بنائے جانے کا صراحتاً ذکر فرمایا مگر کسی اہل بیت کے لیے قرآن مجید کا کوئی بیان حدیث مبارکہ کا کوئی فرمان اشارۃً یا کتباً یہ شکی نہیں صراحتاً تو درکنار بلکہ صحابہ تابعین تبع تابعین کی زبان پر بھی کسی اہل بیت کے لیے یہ لقب ثابت نہیں۔ یہ لقب تو ما و ثمانے بعد میں ائمہ دوازده کے لیے ازراہ احترام و عظمت شان ظاہر کرنے کے لیے اختیار و استعمال کر لیا۔ اور ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ امام حسن امام حسین امام حسن عسکری امام علی اکبر امام علی اصغر امام زین العابدین امام موسیٰ کاظم امام جعفر صادق امام تقی امام تقی رضا امام لہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور مولیٰ علی کے ساتھ تو فقط امام سجتا بھی نہیں، یہاں تک کہ آثار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مولیٰ علی شیر خدا کو کبھی اپنے مصلے کا بھی امام نہ بنایا۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہ اعتراض محض کم علمی کی وجہ سے ہے اس لیے قطعاً غلط ہے کیونکہ نبوت ذات ہے اور امامت علی صفات ہے۔ ذات پہلے ہی ہوتی ہے صفت بعد میں آتی ہے۔ مختلف صفات تو تا عمر پیدا ہوتی رہتی اور گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ صفت کا ادنیٰ یا اعلیٰ ہونا ذات کی نسبت سے ہوتا ہے اگر ذات اعلیٰ ہے تو اس کی امامت بلکہ ہر صفت اعلیٰ ہوگی لیکن اگر ذات ادنیٰ ہے تو اس کی

ہر صفت بھی ادنیٰ ہوگی مثلاً اگر کسی مسجد کا امام ولی کامل متبحر فقیہ اعظم ہو تو اس کی امامت اعلیٰ شان والی ہوگی لیکن اگر کسی مسجد کے مسئلے پر جاہل فاسق کو امام بنا کر کھڑا کر دیا جائے تو اس کی امامت ادنیٰ بلکہ شرعاً مکروہ ہے۔ جب یہ قاعدہ کلیہ شرعیہ سمجھ لیا تو پھر اندازہ لگا لو کہ انبیاء علیہم السلام کی امامت کی کیا شان ہوگی غرض کہ نبوت کی وجہ سے امامت کی شان بڑھے گی نہ کہ اس کے اُلٹ مقام نبوت تمام کائنات مخلوق سے بلند ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَوَحَيْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَاخِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ
وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَتُخَدُّونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ
فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ۔

تاویلات صوفیاء میں بدن انسانی کے اندر قلب مثل ابراہیم خلیل الہی ہے اس پر امتحانات ربانی کا گورو دھوتا ہی رہتا ہے۔ اسحاق مثل تمنا و قالب ہے جو انعام مقام علیا ہے اور نفس مطمئنہ پاکیزہ مثل یعقوب ہے اور عقل سلیم مثل لوط سے جو ہمیشہ قلب کی ساتھی ہے یہ انوار نبوت مومن کامل کے قالب بارگنائیں جلوہ گر ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ جب قلب جدی نے انکارِ دیموری سے ہجرتِ خلوت کر لی تب ہم نے تمنا و قلبی کا اسحاق اُس کو عطا فرمایا تاکہ تکمیلِ خلقت کے لیے مقام اعلیٰ تک رجوع حاصل ہو اور بلا و منتحنہ کے بعد صفات یعقوبی کا افسرِ مطمئنہ یقینِ رویت کا ناندہ بنا کر قلب خلیل کو ہم نے ہی عطا فرمایا یہ خاص ہماری وہ نعمتِ تامہ و رحمتِ عامہ تھی جو نورِ اسرار سے منور اور روشن تھی اور اُس سے متولد تھی۔ اور ہم نے ان سب اعضاءِ رقیبہ بدنہ کو ہدایت میں استقامت و تکیں والا بنایا اور ہم نے ہی ان اعضاءِ مومن کو عالمِ جمال کی تمام قوقوں اور طبیعتِ مستعدہ کا امام بنایا تاکہ نفوسِ مافضہ کو ہمارے احکامِ اسرار کی ہدایتِ نیاتِ صالحہ دیتے رہیں جس سے امتِ روحانی کے اعمال ظاہر اور مشاہدات و اسرار کے احوال پیدا ہوں اس طرح کہ دل میں معارفات عقل میں مکاشفات شعور میں سرریات عیاں ہو جائیں اور اس ہدایتِ اسرار سے اُمتِ نفس کے اعمالِ اخلاق معاملات آداب درست ہوتے رہیں۔ فعلِ خیرات کی زکوٰۃ کا حکم ہم نے اہام فرمایا اعضاءِ ظاہر کے قیام کی نماز اور اعضاءِ باطنی کی زکوٰۃ کے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ قلب ابراہیم اور اُس کی تمنا و اسحاق اور لوط عقل یعقوب نفس مطمئنہ تو پہلے ہی کَانُوا لَنَا عَابِدِينَ۔ تجرید و تفرید خلوت و جلوت میں توحید کے عابدین اور عبودیت

حقہ کے عالمین تھے ارواح کی صفوں میں روحِ ابراہیمی کا بل تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو اولین مرتبوں میں مندرج فرمایا کیونکہ یہ روح فیض بخش تھی کمالاتِ دائمی کا ملکوت میں نقائص باطنی کو مٹانے والی اور زہرِ توحید سے مجردات کو جگمگانے والی سرایتِ قبولیات کو طے کرنے والی تھی، واعظین معرفت کے لیے صفاتِ الہیہ بتانیوالی اور پردہٴ اغیار کے محجوبین ذات کے لیے دائرے۔ زاویے اور حدودِ تفریق قائم کرنے والی اور بتانیوالی کہ یہ واقفینِ حق ہیں اور وہ نادانِ حقین حتیٰ تب ضرور نفسِ امارہ نے اپنی سرکشی و نافرمانی کی طاغوتی قوتوں کے ساتھ ذکرِ قوت کی منجھنی تو میت کے ذریعے باندھ کر طبیعتِ زحمت کی نارِ حرارت میں اس روح کو جھینک دیا لیکن رب تعالیٰ نے آفاتِ ناموتیر کے اس مکر سے بچا کر نارِ حرارتِ نفس کو بڑا دوا دے دیا اور منظرِ روحانیات کا گلزار کھلا دیا اور نجات دی ہم نے روحِ ابراہیمی کو اس سرزمینِ بدی کی طرف جس میں ہم نے علوم و اعمال کے رزقِ حقیقی و اوصافِ کمالی کی برکتیں دیں عالمین کے اصلِ حق کی تربیت ہدایت اور تکمیل کے لیے دُعا دی ابنِ عربیؒ فرماتے ہیں کہ اولاد کی پیدائش کسبِ والدین کا ثمر ہے مگر دہبِ رب العالمین کا بے اور صالحین ہونا بھی عظیم نعمتِ ربانی و مواہبِ رحمانی ہے اور حقیقی صلاحیت یہ ہے کہ بندہ میں فیضِ الہی کے قبول کرنے کی استعدادِ فطری اور ہمتِ بے یوہی بیان کا حسن ہے۔ جہان کی امامت ملنا بھی بندہ پر مواہبِ رحمن ہے۔ امامِ قوم وہی ہو سکتا ہے جو امرِ اللہ کی ہدایت کرے۔ نفسِ طبیعت اور خواہشاتِ دنیوی کی پیروی نہ کرے۔ اسی ہدایتِ حق کا نام اصلِ ہدایت ہے یہ باطنی قوتیں اور ظاہری شانیں ہیں جو صرف وحیِ انبیا اور الہامِ اولیاء سے حاصل ہوتی ہیں یہاں کسی انسان کے ذاتی کسبِ کمالات کا ذرہ بھر دخل نہیں ہے اس لیے کہ انسان پر نفس کا غلبہ ہے اور نفسِ امارہ تو فقط امانۃً بالسُّوء ہے یعنی برائی کا ہی حکم دینے والا ہے۔ بے شک یہ آیت قرآنیہ تنبیہ کرنے والی اور جگمانے والی ہے اہلِ اخلاص کو عبارت کے ذریعے اور اہلِ غفلت کو اشارات کے ذریعے۔ مخلص آدمی عبدِ مطلق ہے اور غافل آدمی عبدِ دنیا ہے اور فاسق آدمی عبدِ کوا ہے۔ روایت میں ہے کہ عبدِ دنیا اور عبدِ درہم کی ہلاکت ہے اس لیے کہ یہ بندے دولتِ خواہشات اور مالِ شہوات و لذاتِ دنیا کی تعلیم کرنے والے ضرور دہر ہیں اور یہ تعلیم دنیا

شل عبادت خیر اللہ ہے حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بندے تین قسم کے ہیں
 ۱۔ بندہ آخرت ۲۔ بندہ دنیوی ۳۔ بندہ مال۔ بندہ آخرت وہ جس نے معاش کو چھوڑ کر معاد کی
 فکر کی اور آخرت کی تیاری میں مشغول رہا۔ بندہ دنیوی وہ ہے جو معاد کو قبول کر چھوڑ کر معاش
 میں مشغول رہا آخرت سے غافل ہو کر عمر برباد کرتا رہا۔ بندہ مال وہ ہے جو معاد اور معاش
 دونوں میں مشغول رہا۔ پہلا بندہ عابدین کے درجہ میں دوسرا بندہ حاکمین کے درجہ میں تیسرا
 بندہ فاجرین کے درجہ میں ہے۔ ہر مومن خوش نصیب کے دماغ روشن میں عقل مثل لوط
 انوار ہے۔ وَ لَوْ طُ آتَتْهُ حُلُمًا وَ عَلِيمًا وَ نَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَرَّةِ بَيْتِ الْغِي كَانَتْ
 تَعْلُ الْخَبَاءُ بِرَّ ۱ فَهَمُّ كَانُوا قَوْمٌ سَوِيٌّ فَسَقِيْن ۲ اسے مرشد عالمان تذکرہ نرایی
 قاپ مسعود کے سامنے لوط عقل مذکی کا جس کو عطا کی ہم نے جسم باطن کی حکمت جسم ظاہر
 کا علم باطن کی حکومت ظاہر کا غلبہ عقل ایمان بھی رب تعالیٰ کا عظیم و عجیب خزانہ انعام ہے
 ایسے کہ عقل اندر حکم دل یردانی است چوں زول آزاد شد شیطانی است
 اس عقل کو ہم نے ہی دل کا ساتھی بنایا خباثت انسانی سے بچا یا علاقہ شیطانی سے
 ہٹایا قریہ جسمانی کے نفوس ذلیل شہوات فاسدہ لذات مفسدہ کے خبیث و تبیح کام
 کرتے تھے۔ اس طرح مخالفت شریعت مطاہرت حماقت و اے فعل کرتے تھے اس وجہ
 سے دونوں جہان کے فاسقین ہو گئے تھے حالانکہ عقل شریعت اور فکر طریقت کی دشمنی
 صحبت بد سے ہے اسی سے دونوں جہان کی ذلت و رموائی ہے۔ دنیا میں بندے پر
 یہی قہر الہی ہے خوش نصیب ہے وہ بندہ جس کو وصل معرفت کی پہلی رات ہی بڑی مجلس
 اور صحبت گندگی سے نجات مل جائے یہی مواہب رحمن اور عطیہ بیکران ہے۔ مخلصین
 کو قوم فاسقین سے نجات کی دولت فرار کی ہدایت عطا فرمائی جاتی ہے تفسیر روع
 البیان) فَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس بندے کو مخلص فرمایا جو آستانہ کبریا سے ہزار بار سعادتیں نعمتیں برکتیں
 رحمتیں پالینے کے باوجود بھی صالحات پر قناعت نہ کرے بلکہ مزید فیوض و برکات
 حاصل کرنے کی ہمت اور دعا مانگتا ہی رہے۔ بچی ہدایت یہ ہے کہ نہ تیری طلب بند ہو
 نہ رب کی عطا تجھ پر بند ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی دن
 میرے علم میں اضافہ نہ ہو تو اس دن کی صبح کو میں اپنے لیے مبارک نہیں سمجھتا اسی لیے

قرآن مجید میں حکم ہے **وَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ ذِئْبِ عِلْمًا**۔ حضورِ غوثِ پاک فرماتے ہیں کہ جب بندہ طلبِ معرفتِ الہی میں اپنے تئیں **مَنْ دَحْنُ شَوْقٍ**، وقت، عزتِ لذت، ثروتِ قطانت، ذہانتِ بصارت سے کمرِ ہمت باندھ لیتا ہے تو رب تعالیٰ اُس کی زمینِ قالب پر فتوحاتِ ملکوت کے گیارہ دروازے کھول دیتا ہے ۱۔ فیضانِ ابراہیمیت ۲۔ انعامِ اسحقیت ۳۔ برکاتِ یعقوبیت ۴۔ عرفانِ ولایت ۵۔ کمالاتِ صلاحیت ۶۔ درجاتِ پیشوائیت ۷۔ امرِ الہی کی ہدایت ۸۔ فعلِ الخیرات کی الہامیت ۹۔ سلوۃِ عشق کی اقامت ۱۰۔ زکوٰۃِ باطنی کی طہارت ۱۱۔ مرتبہ عابدین کی سعادت یا اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو بھی یہ سکا شفاتِ ابواب عطا فرما۔ اور ہماری کمزوریاد و نگو دور فرما۔

وَأَدَّخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٤٦﴾

اور داخل کر لیا، ہم نے اُن کو اپنی رحمت میں بے شک وہ اچھے کام کرنے والوں میں تھے۔

اور ہم نے اُسے اپنی رحمت میں داخل کیا ہے شک وہ ہمارے قریب تھاں کے سزاواروں میں ہے۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ

اور یاد کرو جو کہ فریاد کی تھی انہوں نے بہت پہلے زمانوں میں دعا قبول کی تھی ہم نے ان کی

اور نوح کو جب اس سے پہلے اُس نے ہمیں پکارتا تو ہم نے اُس کی دعا قبول کی

فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾

پھر بچا یا تھا، ہم نے اُن کو اور ان کے تمام متعلقین کو بہت بڑی دل تنگی سے۔

اور اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے نجات دی ۔

وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا

اور سرد کی تھی ہم نے ان کی ایسی قوم کے مقابل جنہوں نے بھٹلا یا تھا۔

اور ہم تے اُن لوگوں پر اس کو مدد دی جنہوں نے ہماری آیتیں

بَايْتَنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوِءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

ہماری طاہر نشانیوں کو بے شک وہ سب تھے بد عقیدہ قوم کے لوگ لہذا ہم نے غرق کر دیا
جھٹلا میں بے شک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے اُن سب کو

أَجْمَعِينَ ﴿۷۰﴾ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ

ان تمام کے تمام کو۔ اور یلو کرو داؤد اور سلیمان کو جب دونوں اپنا اپنا فیصلہ فرماتے تھے
ڈر دیا۔ اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک

فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَخَتْ فِيهِ عَنَمُ الْقَوْمِ

ایک کھیت کے بارے میں کیونکہ رات میں گھٹن پڑی تھیں قوم کی بکریاں
بھکڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوڑیں

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿۷۱﴾

اور ہم تھے ان سب کے فیصلے کا مشاہدہ کرنے والے۔

اور ہم اُن کے حکم کے وقت حاضر تھے۔

تعلقات | ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پھلی آیت
میں حضرت لوط علیہ السلام کا تعارف بیان فرمایا گیا اب ان آیت میں
ان پر رب تعالیٰ کے انعامات کا ذکر فرمایا گیا۔ دوسرا تعلق پھلی آیت میں حضرت
یعقوب کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہوا جو البالوہ میں اب ان
آیت میں حضرت ابراہیم کے جد اعلیٰ نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو البالوہ
ثانی میں نوح علیہ السلام دوسرے صاحب شریعت نبی رسول تھے اور ابراہیم علیہ السلام تیسرے
صاحب شریعت نبی رسول تھے۔ تیسرا تعلق پھلی آیت میں قوم لوط کی ہلاکت اور نیک

marfat.com

Marfat.com

سالحین اور خود لوط علیہ السلام کو بچائے جانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں قوم نوح کی ہلاکت کا ذکر ہوا اور نوح علیہ السلام اور ان کے تمام ساتھیوں کو بچائے جانے کا تذکرہ ہے۔

نفسیر نحوی وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ وَنَحْنُ إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَخْلَكَهُ مِنَ الْكَافِرِ الْعَظِيمِ

واؤ سر جملہ۔ ایک قول میں واؤ عاطفہ ہے اور پھیل آیت لوطا ائینہ و نَجَّيْنَاهُ وَأَدْخَلْنَاهُ ان تمام جگہ واؤ عاطفہ ہیں یہ سب معطوف علیہ معطوف کے چلے ہیں اور لوطا کا بدل اشتمال ہے اور لوطا سب سے مل کر اذکر پرشیدہ کا مفعول یہ ہے مگر آسان ترکیب یہی ہے جو ہم نے کی ہے۔ اَدْخَلْنَا۔ باب انفعال کا فعل ماضی بافاعل اس کا مصدر ہے اَدْخَلَ متعدي ہے بیک مفعول ہے ضمیر منصوب متصل اس کا مریض ہے حضرت لوط مفعول یہ ہے فی حرف جزئیہ مکانیہ رحمت اسم مفرد جامد بمعنی رحم و کرم یا بمعنی قرب الہی یہ ظرفیت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے کیونکہ رحمت کسی مکان کا نام نہیں ہے مراد ہے چاروں طرف رحم ہوتا، مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مضارع الیہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اَدْخَلْنَا اِنْ حرف مشبہہ ضمیر اس کا اسم مریض لوط ہے مِنْ جارہ بمعنی فی ظرف مکانیہ یعنی میں سے الصالحین اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے صَالِحٌ صُلَحٌ سے مشتق ہے بمعنی اچھے کام کرنے والا۔ یہ لغوی ترجمہ ہے مگر اعلم حضرت نے اس کا تفسیری ترجمہ فرما کر بہت بڑے فرق کو ظاہر فرما دیا کہ عوام کا صالح ہونا بمعنی نیک ہونا ہے اور لائق ثواب لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کا صالح عوام کی مثل نہیں بلکہ مخصوص قرب الہی ہے جہاں فرشتے بھی دم نہ مار سکیں ہر جگہ صالح کا ترجمہ یہی فرمایا ہے جب کہ ہم نے لغوی ترجمہ کیا ہے۔ بحالت کسر وہ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے کَانَ تَامَہ پرشیدہ کا وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ تَامَہ فعلیہ ہو کر خبر اِنْ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر علت ہے اَدْخَلْنَا کی۔ اَدْخَلْنَا فعل فاعل مفعول متعلق اور علت سے ملکر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ ان آیت میں جمع متکلم کی تمام نماؤں و صیغ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ رَاؤ سر جملہ نَوَّار اسم مفرد جامد غرض نقب ہے بمعنی بہت نوحہ کرنے والا یعنی رونے ہوئے عرض کرتے والا فریاد یا دعا، ایک قول میں زبان سریانی کا لفظ ہے بعد میں معرب کیا گیا عربی لغت میں شامل کیا گیا بحالت نصب ہے اذکر پرشیدہ کا مفعول یہ ہے اور ما بعد کا بدل منہ ہے اَوْظَرَفِہ زمانہ نادوی باب مفاعلة

کامافی مطلق واحد مذکر غائب ندی سے بنا ہے اس کا مصدر مُنَادِیۃً اور نداء ہے بمعنی پکارنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع نوح ہے مِنْ حَرْفِ جَرِّ قَبْلُ اسم ظرفیہ زمانیہ معنی ہے جب یہ مضاف ہیں ہوتا تو ہمیشہ ضمہ پر معنی ہوتا ہے یہ جار مجرور متعلق ہے نادیا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر بدل اشتغال ہے نوح کا دونوں مل کر معطوف علیہ ہوا۔ ایک قول میں یہ جملہ ظرف ہے اذ کو پوشیدہ کاف عاطف سببِ اِسْتَجْنَا۔ باب استفعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِسْتَجَانَا جو دراصل اِسْتَجْوَابٌ تھا تعلیل سے واؤ گرگئی کیونکہ خود متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن تھا آخر میں ت مصدر یہ عوض میں لگی جو تِ ماوۃ مصدر ہے بمعنی قبول کرنا جواب عطا فرماتا یہ فعل یا فاعل لہ جار مجرور متعلق ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ عاطف سببِ اِسْتَجْنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم نَحْنُ مصدری مادہ ہے اور تَنْجِیۃً اور تَنْجِیۃً اس کا مصدر ہے بمعنی بچانا نجات دینا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع نوح ہیں منصوب متصل ہے معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَصْلُ اسم مفرد جامد بمعنی اصل تربیت افراد یہ عام لفظ ہے یعنی متعلقین لوگ دآل اولاد بیوی شاگرد مرید راتنی متبعین مطیعین اہلۃ یہ مرکب اضافی معطوف ہے دونوں مل کر مفعول یہ ہے۔ مِنْ حَرْفِ جَرِّ بمعنی ب جاتہ۔ اَلْکَرَبُ اسم مفرد جامد معرف باللام مال مصدر ہے مشترک ہے پانچ معنی میں ۱۔ مصیبت میں ہوتا ۲۔ زمین کھودنا ۳۔ غلین ہونا ۴۔ دو بنا مدہ قریب ہونا اسی معنی سے یہ افعال مقارنہ ہیں شمار کیا جاتا ہے گاؤ کے مشابہ یہاں مراد ہے خاص قسم کی سخت مصیبت العظیم اسم مبالغہ بوزن فعیل یہ تاکید صفت ہے گرب کی۔ یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے تَنْجِیۃً کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اِسْتَجْنَا کا اور وہ جملہ ہو کر معطوف ہے اذ نادیا کا سب مل کر اذ کو پوشیدہ کا مفعول یہ ہوا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ اِشَابِیۃً ہو گیا۔ وَ نَصْرُ نَهْ مِنْ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِآیَاتِنَا اِنَّهُمْ کَا نُوْا قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ فَاسْتَنْجِیْ اَجْمَعِیْنَ۔ واؤ سر جملہ نصرنا۔ باب نصر کا ماضی مطلق جمع متکلم نصر سے مشتق ہے بمعنی مدد کرنا ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے لیکن اگر اس کے بعد مِنْ حَرْفِ جَرِّ ہو تو مدد نجاتی مراد ہوتی ہے یعنی صرف منصور و مدد کو بچانا اور اگر اس کے بعد علی ہو تو مدد انتقامی مراد ہوتی ہے یعنی دشمن کو ہلاک یا تباہ حال کر کے مظلوم کو بچانا یہاں مِنْ جَارَہ بمعنی علی بارہ ہے اور مراد انتقامی مود اسعدیے طوفان سے ہلاکت کو اہل ایمان کی مدد قرار دیا گیا ضمیر

منصوب متصل مرجع لوجا ہے من جاتہ بمعنی اعلیٰ القوم موصوف ا لَّذِیْنَ اَسْمَی موصول جمع مذکر کیونکہ لفظ قوم معنًا وافرادًا جمع مذکر ہے گز لُؤا۔ باب تفعیل ماضی مطلق جمع مذکر غائب کذب سے بنا ہے اس کا مصدر تکذیب بمعنی جھٹلانا، جھوٹا کہنا یا یتنا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے گز لُؤا کا ان حرف مشبہ ہُم منصوب متصل کا مرجع ہے قوم اسم ہے ان کا یہ کار کا نوا فعل ناقص جمع مذکر غائب ضمیر صیغہ پرشیدہ اس کا اسم ہے مرجع ہے القوم قوم مضاف ہے نوا مضاف الیہ اس کو اضافت صفاتی کہا جاتا ہے یعنی موصوف کی صفت کی طرف اضافت یہ مرکب اضافی خبر ہے گا لُؤا کی یہ سب مل کر حملہ فعلیہ ناقص ہو کر خبر ہے ان کی وہ سب حملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ فاعلہ تعلیلیہ اَعْرِضْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم ہُم ضمیر مؤکذا جمیعین اسماء تاکید یہ میں سے ہے بحالت نصب (زرر) کیونکہ تاکید ی تابع ہے ہُم ضمیر کا دونوں متبوع مؤکذا اور تاکید تابع مل کر مفعول یہ ہے اَعْرِضْنَا کا سب مل کر حملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر معطوف علت ہے ان کے حملے کا وہ سب مل کر علت ہے نَصْرُنَا کے حملے کی سب مل کر حملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو گیا وَاَوْدَوْ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمُنْ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَسَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ شَهِدِیْنَ۔ وَاَوْدَوْ سُلَیْمٰنَ۔ ایک قول میں عاطف ہے اور البعد حملے کا عطف ہے نَوْحًا پر۔ وَاَوْدَوْ سُلَیْمٰنَ۔ یہ دونوں لفظ اسم پاک ہیں دو بیروں کے علیہما السلام۔ دونوں غیر منصرف ہیں کیونکہ عجمی علم ہیں زبان سریانی کے لفظ ہیں دونوں معطوف علیہ معطوف ہو کر مفعول یہ ہیں اُذْ کُرْ فَعْل امر پرشیدہ کافی جارہ ظرفیہ زمانیہ الْحَرْثِ اسم مفرد معرفہ بالف لام (نکرہ مخصوصہ) حاصل مصدر جامد ہے بمعنی اُگی ہوئی کھیتی حقیقی زمینی یہ جار مجرور متعلق ہے یَحْكُمُنْ فعل ثنیہ کا باب نَصْر سے ہے شَق سے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا عدالتی حکم جاری کرنا۔ اِذْ اسم ظرف زمانہ کے لیے۔ نَفَسَتْ بِابِ نَصْر کا فعل ماضی مطلق واحد مؤنث غائب نَفَسٌ سے بنا ہے بمعنی پھیلنا بکھرتا روئی یا اون دُھننے کو بھی اسی معنی میں نفوش کہتے ہیں چار پایہ جانوروں کے چرنے کیسے چراگاہ میں پھیلنے بکھرنے کو نفش بھی کہتے ہیں وہی یہاں مراد ہے عربی زبان میں چار پایہ جانوروں کے چرنے کے لیے تین لفظ مستعمل ہیں رَیْحٌ، اُجڑی یعنی راجی و جانوروں کا نگہبان، خود اپنی نگاہداشت میں چرائے رات ہو یا دن، رَاحِلٌ۔ بغیر نگہبان جانور خود بخود چرنے کیسے دن میں نکل پڑیں رَافِشٌ، رات کے وقت جانور کھل جائیں اور کسی جگہ چرنے لگ پڑیں اور مالک

کو بتہ نہ ہو۔ یہی معنی یہاں ہیں فیہ جار مجرور متعلق ہے نفثت کا غنم۔ اسم مفرد جنسی واحد ہے مگر مراد بہت سی بکریاں مضاف ہے الْقَوْم۔ الف لام عہدی تبعیضی مراد ہے قوم کے کچھ لوگ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے نفثت کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ظرف ہوا یُکَلِّسُ کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر ظرف ہوا اُذْکُرْ پوشیدہ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشا ئیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ کُنَّا فعل ناقصہ جمع متکلم یا اسم۔ باب نصر سے ہے لام حرف جر تقدیہ کا بمعنی کو حکم بمعنی فیصلہ مضاف ہے رحم ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل اس کا مرجع ہے داؤد اسیمان اور مدعی اور مدعی علیہم یہاں مزید چند قول ہیں و ضمیر ہم کا مرجع داؤد اسیمان ہیں فقط، اور ضمیر جمع سے مراد عظمت و احترام ہے۔ جمع سے مراد جمع ہی ہے مگر جمع کم از کم دو ہے نہ کہ تین۔ مگر یہ غلط ہے۔ ایک قرأت میں حکمھا ہے نہ کہ حکمھم۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْغُیْبِ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے۔ شہدین۔ اسم فاعل جمع مذکر مراد واحد ہے کیونکہ ضمیر صیغہ پوشیدہ کا مرجع اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے اور یہ صیغہ جمع گنا جمع متکلم بمعنی واحد متکلم کی مناسبت کی وجہ سے آیا اس کا۔ احد مذکر ہے شَاہِدٌ شَہِدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے شاہدہ کرتے والا مکمل طور پر دیکھنے والا شَہِدٌ یُنِ اپنے فاعل پوشیدہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے گنا کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ | وَمِنْ قَبْلُ مَا سَجَّيْنَا لَهُ فَتَجَبَّنَا لَهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ
اور داخل کر لیا لوط کہ ہم نے اپنی رحمت کی چادر میں کیونکہ بے شک وہ اس نعمت کی صلاحیت اور بیاقت رکھنے والوں میں سے تھا۔ خیال رہے کہ یہاں فِی رَحْمَتِنَا کی ظرفیت مجازی ہے اس لیے کہ رحمت غیر مرئی اور لطیف اشیا میں سے ہے جب کہ ظرفیت حقیقی کے لیے محسوس کثیف اور مرئی یعنی دکھائی دینے والی چیز ہونا شرط ہے مگر رحمت نہ محسوس نہ کثیف نہ مرئی اس لیے کہ رحمت عمل و فعل صفت ہے اور صفت ہمیشہ غیر مرئی ہوتی ہے خواہ قولی ہو یا فعلی۔ یہاں ظرفیت فرمانے کا معنی یہ ہے کہ ہر طرف رحمت ہی رحمت اور ہر وقت رحمت وہ لوط علیہ السلام ہماری صفت رحمت سے مشرف رہتے تھے۔ قرآن مجید کی چھ صورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کی حیات طیبہ کے چھ مختلف پہلوؤں کا ذکر فرمایا گیا اولاً موتہ اعراف پارہ آٹھ آیت ۸۰ دوم موتہ ہود پارہ بارہ آیت ۷۳ تا ۸۲ سوم

سورۃ شعرا پارہ ۱۰ میں آیت ۱ تا ۱۵، اچھام سورۃ عنکبوت پارہ ۱۰ میں آیت ۲۲ تا ۲۵ پنج سورۃ تحریم پارہ ۱۰ اٹھائیس آیت ناششم ہی سورۃ انبیاء پارہ ۱۰ سترہ آیت ۱ تا ۱۷۔ آپ کی عمر شریف میں مؤرخین کے تین قول ہیں صحیح و مدلل قول یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک پچاسی سال ہوئی دس سال آپ نے اپنے رہائشی علاقہ مؤتلفہ میں دین ابراہیمی کی تبلیغ فرمائی جب آپ چالیس سال کے ہوئے تو آپ کو اپنی نبوت و شریعت جاری فرمانے کی اجازت ملی اور آپ کو بحرہ مراد کے مشرق ساحلی کنارے کے علاقے والی بستی سدوم میں مبعوث فرمایا گیا۔ یہاں آپ نے تین سال تبلیغ فرمائی اس بستی کے سات شہر تھے جو تمام صدر مقام شہر سدوم سے منسوب تھے محل آبادی چار لاکھ افراد پر مشتمل تھی عورت و مرد ملا کر جن میں سے صرف تین سو افراد مومن ہوئے وہ سب ایک علیحدہ بستی الزعرہ میں مقیم تھے۔ جب قوم لوط پر عذاب زحم آیا تو آپ رات کے وقت بحکم رب تعالیٰ اس بستی میں آگئے تھے اور ان ساتوں شہروں کو مع آبادی و عمارات کے تباہ کر دیا گیا کوئی مرد و عورت یہاں تک کہ جانور چرند پرند کوئی بھی زندہ نہ رہا نہ چھوڑا گیا کچھ اڑ گئے کچھ بھاگ گئے بقیہ ہلاک ہو گئے۔ اس عذاب کے بعد حضرت لوط علیہ السلام تقریباً پندرہ سال زندہ حیات رہے اسی رحمتوں برکتوں عزتوں بے فکر یوں والی الہیاتی زندگی کا یہاں ذکر ہے اس پندرہ سالہ دور میں آپ اپنی شریعت کی اصلاحی عملی تبلیغ فرماتے اور گندی تباہ و ہلاک شدہ قوم کے پلید و خبیث معاشرے سے بچے نکلنے نجات ملنے پر شکر الہی ادا کرتے رہے۔ آپ صاحب شریعت رسول ہوئے ہیں آپ کے دین کا نام بھی دین لوطی مدت ابراہیمی تھا بعض نے فرمایا کہ لفظ لوط آپ کا نام نہیں بلکہ لقب ہے اور معرب ہے عبرانی زبان سے عبرانی میں اس کا ترجمہ ہے زمین پر بیٹھنے یا لوٹنے والا۔ آپ ہمیشہ زمین پر بیٹھتے بیٹھتے اور سوتے تھے جس کی وجہ سے اکثر آپ کے جسم مقدس اور لباس مبارک کو مٹی لگ جاتی تھی۔ اس لیے آپ کا یہ لقب ہوا۔ بعض نے فرمایا کہ آپ کا یہ نام ہی تھا۔ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ بِمَا لِقُواْ اَبَآکَ اَمْرًا اَقْدَسَ فِلَسْطِیْنِ کی ایک وادی بستی و خلیل میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے مزار اقدس کے کہیں قریب ہی۔ اس سورۃ مبارکہ کا تیسرا واقعہ اور ساتویں پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا مختصر ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَنُوحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ۔ اور اسے محبوب یاد کیجئے وہ وقت جب اسی گزشتہ واقعہ ابراہیم اقدس کو لوط سے بھی پہلے ایک نبی رسول نوح نے

پکارا کبھی اجمالاً اس طرح کہ۔ فَدَعَاكَ رَبِّ اِنِّیْ مُغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ جیسا کہ سورۃ قمر آیت ۲۱ میں مذکور ہوا اور کبھی نوح علیہ السلام نے تفصیلاً پکارا اس طرح کہ۔ بارگاہِ الہی میں عرض کیا۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ اِذْ دُفِنْتُ مِنَ الْكَافِرِیْنَ دُیًّا جیسا کہ سورۃ نوح آیت ۲۲ میں ذکر ہوا۔ یعنی نوح علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے پہلے اپنے لیے دعا عرض کی کہ اے میرے پروردگار بے شک میں اس مغرور مالدار سرکش گمراہ ضدی کافر ظالم قوم کو تبلیغِ دین سمجھا سمجھا کر مغلوب اور عاجز آچکا ہوں کہ اتنا دراز عرصہ ہو چکا مگر بجز چند افراد کوئی شخص کفرِ شرک سے باز نہیں آتا لہذا اے میرے رب کریم اب تو میری مدد فرما اور مجھ کو ان کے کفریات ستنے شرکیات دیکھنے نہ پڑیں یہ گستاخی ربانی میں حد سے بڑھتے ہی جا رہے ہیں اب ان کا وجود زمین اور اہل زمین کے لیے فساد ہی فساد ہے اس لیے اے میرے رب زمین پر جتنے بھی یہ مال و دولت گھر بار اوپنے مخلوق کے مغرور کنار دندا تے پھر رہے ہیں کسی ایک کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ سب کی نسلوں کو بھی تباہ فرما دے انہوں نے تیری بہت گستاخیاں کر لیں اب یہ گستاخیاں سننا میری برداشت میں نہیں۔ یہاں فرمایا گیا اِذْ نَادٰی بِیْهِ فَرْمٰنِ عَمِّیْ دَعَا وِرْدَ دَعَاكَ یٰی۔ پہلا جملہ اپنے لیے دعا ہے اور دوسرا جملہ کفار پر بددعا ہے۔ اِذْ نَادٰی فِیْ رَبِّ اِنِّیْ مُغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ بھی ہے اور بددعا کیے کلمات رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ دُیًّا بھی ہے۔ دونوں التجائیں نَادٰی میں داخل خیال رہے کہ آدم علیہ السلام کا لقب ابو البشرِ اول ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا لقب ابو العربِ اول ہے۔ یعقوب علیہ السلام کا لقب ابو الانبیاء ہے۔ نوح علیہ السلام کا لقب ابو البشرِ ثانی ہے کیونکہ طوفانِ نوح کے بعد جو نسل انسانی چلی وہ صرف نوح علیہ السلام کے بیٹوں حامِ سام یا قنس اور اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام سے چلی۔ اسماعیل علیہ السلام کا لقب ابو العربِ ثانی ہے۔ یہاں ابو العربِ اول یعنی ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے بعد ابو البشرِ ثانی یعنی نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ نوح علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے جن میں تین حامِ سام یافت اولیاء اللہ و صحابی تھے۔ چوتھے بیٹے اخنوخ جن کا لقب ادریس تھا وہ نبی تھے اور آپ کی دوسری بیوی سے چھوٹا بیٹا کنعان کافر ہو کر ہی غرق ہوا ادریس علیہ السلام کی کثیر نسل آپ کے پوتے لُکْ بَنُ مَثُوشَلٰخْ بن ادریس سے چلی ذتفسیر روح المعانی، تمام انبیاء علیہم السلام میں تبلیغی زندگی سب سے

زیادہ نوح علیہ السلام کی ہے آپ کا پیدائشی نام عبد الغفار تھا۔ آپ کی کل عمر ساڑھے دس سو سال ہوئی اور چالیس سال کی عمر آپ کو تبلیغ نبوت کی اجازت ملی۔ طوفان کے بعد ساڑھے سال حیات رہے اس طرح آپ نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی جس سے صرف چار سو آدمی مومن بنے۔ طوفان کے وقت آپ کی اولاد اور اہل بیت و نسل اولاد کے علاوہ صرف ساڑھے مرد اور ساڑھے عورتیں جو ان کی بیویاں تھیں بس یہ مومن زندہ تھے جو کشتی میں آپ کے ساتھ سوار ہوئے بعض مفسرین نے فرمایا کہ چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔ یہاں اھلہ سے مراد یہی سواران کشتی مومنین اور مومنات ہیں۔ (تفسیر صاوی) جب نوح علیہ السلام نے نداء دعا عرض کی فَاسْتَجَبْنَا لَهُ۔ تو ہم نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی۔ فَاسْتَجَبْنَا كَمَا نَفْطَبَا رہا ہے کہ ندا کے الفاظ دعائیں تھے جو اپنے لیے دعا تھے ان کفار کے لیے بددعا۔ اجابت استجابت کا یہی فرق ہے کہ قبول کرنا استجابت ہے اور معنی یہ ہوا کہ نوح علیہ السلام نے قبول کرانے کے لیے ندا کی تو ان کے لیے ہم نے قبول فرمائی، قبول کرنا اجابت ہے یعنی اگر یہاں ندا ہی نہ ہوتا تو آئینا ارشاد ہوتا اسی طرح ایسے اس کے بعد کہ ہے، (تفسیر روح البیان) اور نداء نوح اس طرح قبول فرمائی کہ ان کو اور ان کے تمام اہل و عیال کو کرب عظیم سے نجات دی یعنی اس تمام غم و فکر تردد پریشانی ایذا رسانی قلبی و حسی تکلیف روحانی مصیبت جسمانی اذیت جو ان کفار کے ظلم کی طرف سے شرک کفر اور مومنین پر ظلم کی صورت میں ساڑھے نو سو سال تک آپ کو دیکھنے سننے برداشت کرنے کو ملے اگر یہ کفار نوح علیہ السلام کو بھی سخت ترین جسمانی تکلیفیں پہنچاتے تھے جس سے کٹھی دفعہ بے ہوش بھی ہوتے تھے مگر آپ نے اپنی جسمانی تکلیف کی شکایت کبھی بھی رب تعالیٰ سے عرض نہ کی بلکہ ہر طرح برداشت کی اور پھر بھی نہایت محبت بھرے انداز میں سمجھاتے ہی رہے جب کبھی خُبُشاً قوم آپ کو مارتے اور آپ بے ہوش ہو جاتے جب ہوش آتا تو بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے کہ مولیٰ ان کو معاف فرما دے کیونکہ یہ مجھ کو پہچانتے نہیں میری سچی خیر خواہی کو جانتے نہیں بددعا اس وقت مانگی جب آپ نے اپنے علم غیب سے معلوم کر لیا کہ یہ تمام کفار تقدیرِ ازلیٰ مبہم کے بد بخت اور ابدی جہنمی ہیں ان کا اپنا ایمان تو درکنار ان کی پشتوں نسلوں میں بھی ایمان نہیں ہے۔ خیال رہے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اسی دنیا کے لیے رحمت ہوتے ہیں لیکن آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت

ہیں۔ جب نوح علیہ السلام نے ندا عرض کی تو طریقہ قبولیت اس طرح ظاہر ہوا۔ وَ نَعَصْنَاهُ مِنَ
 الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا فَهُمْ كَانُوا قَوْمًا سَادَةً خَائِفَةً مُّجْتَمِعِينَ۔
 اور کامل مدد فرمائی ہم نے اُس نوح کی ندا کرنے کی وجہ سے اس ندا کے بعد تاکہ کائنات
 عالمین کو دعا و نبوت کی شان ظاہر ہو اور تاقیامت معلوم ہو جائے کہ جن نبی اللہ نبی اللہ
 کی قوم کے دل میں ذرہ عزت نہیں تھی ان کی بارگاہ الہی میں کیسی عظیم عزت ہے کہ ہاتھ اٹھنے
 لب بٹنے کی دیر تھی کہ اس ظالم قوم سے ہم نے اپنے نبی کو علیحدہ کر دیا جس قوم کے لوگوں نے
 ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور نبی کو نہ مانا۔ بے شک وہ ایسی سخت بری قوم تھی کہ کافر مشرک
 ہونے کے علاوہ فاسق و فاجر ظالم و مغرور مندی بھی تھے نافرمان بھی۔ اور یہ ہمارا ازلی
 قانون ہے کہ جو قوم اجتماعی طور پر شرف و سرکشی پر مہر منہمک اور مشغول ہی رہے اور
 تکذیب انبیاء پر عند باندھ لے کسی طرح کسی وقت بھی سمجھانے سے نہ سمجھے کفر سے باز
 نہ آئے تو زمین سے ان کی مفسدانہ گندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر کے اُس پوری فساد
 قوم کو ختم کر دیا جاتا ہے اسی فیصلہ ازلیہ کے مطابق۔ قَاغُرْ فَهُمْ كَانُومًا جَمْعِينَ۔
 ہم نے ان سب بڑے چھوٹے مذکور مونت کو ایک دم بلا مہلت پانی میں غرق کر دیا اور
 یہ غرق طوفانی ہی ان کی ہلاکت و فنا تھی اس سے پہلے بہت دراز مہلتیں ان کو دی گئیں اور سب
 کو سنبھلنے سمجھنے عذاب الہی سے بچنے کی اتنی دراز مہلت و مدت حیات کسی قوم کو نہ ملی زمین
 پر یہ طوفان پہلا عذاب تھا قبولیت دعا کی خبر کے بعد نوح علیہ السلام کو طریقہ عذاب
 بتا دیا گیا اور اہل ایمان کو بچانے کے لیے ایک بہت بڑی گیارہ منزلہ آبدوز کشتی بنانے
 کا حکم دیدیا گیا کشتی بنانے کا طریقہ نوح علیہ السلام کو کسی دنیوی کاریگر بڑھی چوب کا سے
 سیکھنا نہ پڑا بس حکم الہی ملتے ہی آپ نے کشتی بنانا شروع کر دی اور شاندار مضبوط
 خوب صورت بنائی کہ عقل انسانی حیران رہ گئی آپ کی کشتی بھی آپ کی نبوت کا ایک معجزہ تھی
 جو رب تعالیٰ نے درس گاہ ربانی سے خود تعلیم فرمایا یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام
 کا کوئی دنیوی استناد نہیں ہو سکتا یہ مقدس بستیاں قبل ولادت ہی سب کچھ جانتی
 ہیں کشتی بن کر تیار ہو گئی تو اُس کے تقریباً تین سال بعد طوفان آیا جو بلندی میں پہاڑوں
 سے اونچا۔ بادلوں کے قریب تھا علاقائی پھیلاؤ کے اعتبار سے پوری میدانی زمین پر پانی
 ہی پانی تھا قبولیت دعا سے غرقابی تک تقریباً دس سال کا عرصہ لگا حضرت ابوامامہؓ صحابی

نے فرمایا کہ دو نبیوں کو سخت حسرت ہوئی۔ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کا کہنا مان کر پھر حضرت نوح علیہ السلام کو۔ لَا تَدْعُ عَلٰی الْاَرْضِ مِنْ الْكَافِرِ بَيْنَ دِيَارِہَا کی بددعا مانگ کر۔ حسرت نوح کو رب تعالیٰ نے ختم فرمایا تقدیری فیصلے کی تسلی دے کر اور حسرت آدم کو ختم فرمایا توبہ قبول کر کے پھر نبوت دے کر اور یہ ظاہر فرما کر کہ وہ کمزوری آپ کی بشریت کی تھی اُس وقت آپ کے پاس نبوت کی قوت نہ تھی۔ نبوت میں یہ بشری کمزوری نہیں ہوتی انبیاء علیہم السلام کی تو بشریت بھی بے مثل و شاندار ہوتی ہے۔ جب طوفان ختم ہوا تو بحر کشتی والے نفوس کے زمین پر کوئی جاندار زندہ نہ تھا بجز ایک مومنہ بڑھیل کے جس کو معجزاتی طور پر بحالیہ گیا تھا۔ کیونکہ نوح علیہ السلام نے اُس سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں اپنے گھر بچھوٹم کو طوفان کے وقت بلاؤں گے مگر یہ وعدہ بھول گئے۔ یہ کشتی چالیس دن پانی میں رہی اکتالیسویں دن جودی پہاڑ پر ٹھہری یہ دن محرم شریف تھا کشتی سے اتر کر جو پہلا کھانا کھایا گیا وہ حلیم تھی اُسی کی یادگار میں مسلمان یوم عاشورہ کو حلیم پکاتے ہیں۔ پھر اسی دن کو یوم کربلا بنا دیا گیا۔ حسن اتفاق سے آج جب میں یہ عبارت تفسیر میں لکھ رہا ہوں تو دس محرم الحرام یوم عاشورہ بروز اتوار ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء بوقت بارہ بجے دن منیم لندن ہمارے گھر میں بھی اِس وقت برائے فاتحہ نوح علیہ السلام وَاُصْلِحْہِ اور شہداء و کربلا علیہم السلام حلیم ہی پک رہی ہے۔ مَا لِحَمْدِ اللّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ مولیٰ تعالیٰ آج کی اس فاتحہ اور عبادات اور اس تفسیر کو قبول فرمائے۔ وَ دَاوُدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمُ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَثَتْ فِیْہِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَ کُنَّا لِحٰکِمِہِم مَّشٰہِدِیْنَ۔ اے محبوب کریم شانِ انبیاء کی اِس سورۃ عظیم میں ہمارے مُرسل برحق داؤد علیہ السلام اور نبی رمول سلیمان کا تذکرہ بھی اپنی اُمتِ عالمین کے سامنے فرمائیے تاکہ ان شخصیتوں کی بھی شانِ حقیقی تاقیامت لوگوں کے سامنے آجائے اور اُن کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی گستاخی آمیز بائبل و تالمود کی خرافاتی بناؤں کی تردید کا پردہ ناش ہو بس اُن کی شانِ علیت و قوت فیصلہ اور قُرب بارگاہِ الہی کا ایک وہی واقعہ ذکر فرما دیجئے جیسا یہ دونوں فیصلہ فرما رہے تھے ایک کسان کاشت کار زمیندار کی اُگی ہوئی ایک کھیتی کا اور داؤد و سلیمان دونوں نے الگ الگ مختلف فیصلہ کیا تھا کیونکہ رات کے وقت کھل پڑی تھیں اُس کھیتی میں اُسی قوم کے ایک شخص کی چند بکریاں اور ہم بہ نظر محبت اُن سب حاکم و محکوم کو یعنی مدعی و مدعی علیہ

وقاضیان حاکمان کے اُس فیصلے کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ داؤد علیہ السلام وہ رسول نبی اور دوسرے صاحب کتاب مُرسل جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو اسی سال بعد پیدا ہوئے ایک قول میں پانچ سو اتر سال بعد ہوئے اور عیسیٰ علیہ السلام سے بارہ سو سال پہلے۔ آقا کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سترہ سو سال پہلے ہوئے آپ کو زبور کتاب ملی۔ آپ کی کل عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی چالیس سال عمر میں قوم بنی اسرائیل کے لیے مبعوث ہوئے آپ کی تبلیغ نبوت و شریعت زبور کا علاقہ فلسطین ہی تھا آپ نے ہی پندرہ سالہ عمر میں کافر و فاجر اور بادشاہ جالوت کو ایک پتھر سے قتل کیا تھا حضرت طالوت کے لشکر میں جنگ کرتے ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ داؤد بن ایثان بن عویز بن باعز بن سلمون بن یحشون بن عی بن یارپ بن حضر و ن بن غارض بن یہودا بن یعقوب حضرت داؤد علیہ السلام کا علیہ شریف اس طرح ہے سفیدی مائل سرخ چہرہ بڑا سر سفید جسم لمبا قد گھنی داڑھی مبارکہ سر مبارک اور داڑھی شریف کے بال سیاہ ہلکے کنڈل بہترین سزلی پیاری نرم آواز۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آپ کا سراپا علیہ مقدس فاروق اعظم کے علیہ شریف سے کچھ کچھ مشابہ تھا آپ کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ آپ پہلے نبی ہیں جن کو اپنے علاقہ کی بادشاہت بھی ملی آپ کی حکومت ساٹھ سال رہی ایک قول ہے کہ چالیس رہی۔ آپ کو نبوت کی بعثت کے ساتھ ہی بادشاہ بھی بنا دیا گیا۔ اور دوسرے قول میں ہے کہ اعلان نبوت کے بیویں سال یعنی ساٹھ سالہ عمر میں بادشاہ بنائے گئے اس فیصلے کے وقت آپ کی عمر مبارک پچھتر سال تھی اور سلیمان علیہ السلام کی عمر مبارک اُس وقت گیارہ یا تیرہ سال تھی داؤد علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے حضرت سلیمان سب میں چھوٹے بیٹے تھے۔ اس فیصلے کے بعد حضرت داؤد اپنے ہر معاملے میں ذاتی ہوتا یا عدالتی اپنے اس فرزند کریم سے مشورہ لیتے تھے۔ خیال رہے کہ چار انبیاء علیہم السلام ہیں جن کے بارہ بارہ بیٹے ہوئے تھے ۱۔ اسماعیل علیہ السلام ۲۔ حضرت یعقوب ۳۔ حضرت داؤد ۴۔ الیوب علیہم السلام سلیمان علیہ السلام کی عمر تیرہ بیس سال ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد ہی فرزند عظیم داؤد علیہ السلام کے جانشین سلطنت بھی ہوئے اور خلیفہ نبوت بھی سلیمان علیہ السلام صاحب شریعت نبی رسول تھے۔ بعض نے فرمایا آپ کی کل عمر تریسٹھ سال ہوئی و تفسیر صاوی مظہری روح المعانی

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال را فی حُجْمَتِہِ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ

marfat.com

رحمت سے مراد صفت رحیمی ہے تب یہ ظرفیت مجازی ہے دوم یہ کہ اس کے مراد نبوت ہے سوم یہ کہ اس سے مراد ثواب جنت ہے۔ اس قول میں یہ ظرفیت حقیقی ہے۔ پہلے دو قول میں ظرفیت مجازی ہے ۱۔ کما دی میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ ندا اپنی مرضی اور ارادے سے کی تھی۔ اسی سے بد دعا کرنے پر افسوس اور حسرت ہوئی۔ دوم یہ کہ رب تعالیٰ کے حکم سے یہ ندا عرض کی تھی یعنی وحی الہی آئی تھی کہ کفار کے لیے بد دعا کرو تب آپ نے بد دعا فرمائی مگر یہ قول قطعاً غلط ہے۔ پہلا قول درست ہے ۲۔ من قبل سے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ قبل سے مراد ابراہیم علیہ السلام سے پہلے دوم یہ کہ اے محبوب آپ سے پہلے ۳۔ اھلہ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اہل سے مراد نوح علیہ السلام کی ایک مومنہ بیوی چار بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔ دوم یہ کہ اہل سے مراد تمام اس وقت کے زندہ موجودہ مومنین و مومنات ہیں ۴۔ کرب عظیم میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ کرب عظیم سے مراد آیت الہی کی تکذیب کفار اور کفر یہ ماحول ہر طرف شرک و بت پرستی کی گندگی۔ دوم یہ کہ کفار کا مومنین کو اذیت دینی مراد ہے اور مومنین کی ذلت و پریشانی کا غم و افسوس۔ سوم یہ کہ نوح علیہ السلام کو اپنی اذیت کا بھی غم تھا۔ مگر یہ قول غلط ہے دو قول درست ہیں اس لیے کہ انبیاء و کرام علیہم السلام کو تبلیغی میدان میں کبھی بھی اپنی تکلیف کا غم تو درکنار احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ پائینا۔ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ آیا تناسل سے مراد کلام اللہ صحیفوں کی آیتیں وحی الہیہ عذاب کی خبریں مراد ہیں دوم یہ کہ نبوت اور رسالت مراد ہے یہ دونوں قول درست ہیں کفار سب کی ہی تکذیب کرتے تھے کفار کی تکذیب کی ہمیشہ تین صورتیں ہوتی رہیں ۱۔ قولی انکار یعنی ایمان نہ لانا ۲۔ عملی انکار یعنی مخالفانہ کام کرنا حکم نبی کے برعکس ۳۔ نبی علیہ السلام کا مذاق اڑانا حسنی کرنا ۴۔ فی الحزینت میں دو قول ہیں ایک یہ کہ موسیٰ کھیتی مراد ہے۔ دوم یہ کہ خزینت سے مراد انگور کی بلیں ہیں جن میں انگور کے پختہ گچھے لگے تھے وہ بکریاں سب گچھے کھا گئی تھیں کچھ خراب کر گئی تھیں مگر پہلا قول زیادہ درست ہے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ قرآن مجید کے فائدے فرمان عالی کے مطابق بیوی بھی اہل بلکہ بیوی ہی اصل اہل بیت ہے اولاد وغیرہ بیوی کے تابع ہو کر اہل بیت بنتے ہیں یہ فائدہ یہاں اھلہ فرمانے اور قرآن مجید کی دیگر آیت میں بیوی کو اہل البیت فرمانے سے حاصل ہوا۔ نوح علیہ السلام کی کشتی میں آپ کی پہلی مومنہ بیوی اور اس کی اولاد بھی سوار تھی آپ کی دوسری کافرہ بیوی اور آپ کا

کافر بیٹا کنگان پانی میں غرق ہو گئے تھے۔ بعض صوفیوں کے بازو سنی بنے ہوئے شیعوں کو اہل بیت میں بڑی کو داخل نہیں مانتے وہ جاہل و گمراہ ہیں کیونکہ منکر منشا الہی و آیت قرآنی ہیں۔ دوسرا فائدہ: انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں بارگاہ رب العزت میں بڑی شان و مرتبہ رکھتی ہیں کہیں رو نہیں کی جاتیں یقیناً قبول فرمائی جاتی ہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی بددعائیں بھی شان قبولیت کا اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کو ان کی دعائیں پڑھنے اور ان کی بددعاؤں سے بچنا چاہیے یہ فائدہ و نوحہ اذ نادی کے بعد۔ قَا تُنَجِّتُنَا لَہُ۔ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ: یہ آیت مسلمانوں کو سبق دی ہے کہ جس طرح ہر بندہ یہ خواہش کرتا ہے کہ اُس کا ظاہر خوب صورت خوشگوار اُجلانہ و تازہ پاکیزہ ہے اس کے لیے ہر مسلمان کو اپنے رہن سہن کا ارد گرد والا ماحول اور معاشرہ ایمانی پاکیزہ اور عرفانی خوشبو والا بنانا پڑے گا کوشش و محنت کے ساتھ ساتھ سچی دعائیں حقیقی ندائیں عاجزانہ التجائیں بھی بارگاہ الہی میں عرض کرتا رہے کہ مولا تعالیٰ مجھ کو کفریہ گندگی شرکیہ پلیدی گستاخوں کی مظلوم شیطانوں کی مجلسوں کے ادبوں کی کتابوں کے غیرتوں کی باتیں اندر رسول کے دشمنوں کے قرب اور رہائشوں کے کرب عظیم سے بچا یہ کوشش و دعا اس لیے بھی کرتی ہے کہ مومن متقی کے لیے اصل کرب عظیم کا قرآنہ فاسقانہ گستاخانہ و ابیہانہ ماحول ہی ہے یہ فائدہ۔ قَا تُنَجِّتُنَا وَ اَہْلَکَ۔ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہی دعا عرض کی تھی کہ مجھ کو اس کا قرآنہ ماحول سے بچا اسی ماحول کو کرب عظیم فرمایا گیا۔

احکام القرآن | ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ دینی دشمن کے لیے بددعا کرنی جائز ہے اور جب کسی طرح بھی اُس کی اصلاح کی امید نہ رہے بلکہ اُس کی صحبت بد سے مزید نقصان، ہونے کا اندیشہ ہو اور قابو سے باہر ہو جائے تو بددعا کرنا واجب ہے یہ مسئلہ اذ نادی (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال ہر طرح سمجھانے تبلیغ فرمانے کے بعد جب اندازہ لگایا کہ لَمَّا یَلِدُ وَاِلَّا خَاجِرًا کَفَّ رَاٰتِبَ اَپ نے اُن کفار اور دشمنان دین و ایمان کے لیے ہلاکت کی بددعا فرمائی جو قبول ہوئی۔ شریعت اسلام میں اس قسم کے فدی اور مؤذی کفار و فاسق دونوں کا یہ حکم ہے مگر ذاتی دشمن کے لیے بددعا ہلاکت کرنی ممنوع ہے۔ دوسرا مسئلہ: انبیاء کرام علیہم السلام وہ بے مثال اور اولوالعزم

ہستیاں ہیں جو اپنی ذاتی تکالیف اور کفار و فاسق کی جانب سے ایذا رسانی پر کبھی بھی اپنے حق میں ٹکے شکایت یا بے صبری کو جائز نہیں رکھتے نہ کبھی بارگاہِ الہی میں ان تکالیف کے دفعیہ کی دعا مانگتے بلکہ صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہوئے اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریوں تبلیغِ دین و ایمان پر قائم اور گامزن رہتے ہیں اگرچہ عام دیگر مسلمانوں کے بے شریعت میں ان ایذا رسانیوں کی دوری اور خاتمے کی دعا مانگنا جائز ہے مگر انبیاء علیہم السلام ان تکالیفوں کو بھی لذتِ عشقِ الہی سمجھتے ہیں اور زبانِ حال سے کہتے ہیں کہ

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں : جفا نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں
یہ مسئلہ گدّ بُؤا بِآلَتِنَا (۱۱) فرماتے سے مستنبط ہوا کہ نوح علیہ السلام نے کفار کے کفر اور تکذیب آیاتِ الہیہ کی گستاخیوں سے پریشانیوں اور نیرداشتگی کی وجہ سے بدعا و ہلاکت کفار کی تھی نہ کہ ذاتی ایذا رسانیوں سے گھبرا کر۔ تیسرا مسئلہ : دینی امور کو حل کرنے یا دنیوی امور کو دین کے مطابق کرنے کے لیے علما فقہاء کو فعلی ذمہ اجتہاد کرنا جائز ہے انبیاء کرام علیہم السلام بھی دین و دنیا کے مسائل و مقدمات حل کرنے کے لیے اپنی عقل و فکر سے اجتہاد فرماتے رہے جس کی رب تعالیٰ نے تعریف و مدح فرمائی یہ مسئلہ اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ کے ارشاد باری تعالیٰ سے مستنبط ہوا۔ اس لیے کہ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے فیصلے وحیِ الہی سے نہ تھے بلکہ ذاتی رائے اور عقلی اجتہاد سے تھے اسی لیے مختلف تھے اگر وحی سے ہوتے تو دو مختلف نہ ہوتے۔ ان ہی جیسی آیت کے استنباط سے علماء شریعت نے مستند اور بڑے علماء متبحرین کو اصلی اور فروعی عملی مسائل میں اجتہاد کی اجازت دی ہے اصطلاح اصول فقہ میں ان کو قیاسی مسائل کہا جاتا ہے۔ جواز اجتہاد کے پورے دلائل اور بیانِ ولدِ محترم کی کتاب جلاء الخی حصہ دوم میں دیکھئے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض : یہاں فرمایا گیا دَاوُدُ سُلَيْمَانُ پھر فرمایا گیا۔ اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ فیصلہ کرنے والے حاکم صرف دو ہی تھے، داؤد اور سلیمان علیہما السلام اس لیے یَحْكُمَانِ صیغہ ثنیہ آیا مگر آگے ارشاد ہو رہا ہے۔ وَكُنَّا بِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ۔ یہاں جمع ضمیر جمع آگئی۔ حُكْمُهُمَا ہونا چاہیے تھا۔ اس ضمیر کی کیا وجہ؟ جواب، اس لیے ضمیر جمع ارشاد ہوا کہ پہلے الفاظ میں صرف فیصلہ کرنے والوں کا تذکرہ ہے وہ دو ہی تھے۔ اور یہاں ذکر ہے

فیصلہ کرنے والوں اور کرائیوالوں کا۔ یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور مدعی و مدعی علیہ کا تاکہ پتہ لگے کہ یہ فیصلہ خود نہیں کیا بلکہ کسی نے کرایا ہے۔ اس لیے وہاں تثنیہ صیغہ اور جمع ضمیر لانا ہی درست ہے۔ دوسرا اعتراض۔ آپ کا یہ جواب نحوی قواعد و قانون کے اعتبار سے غلط ہے اس لیے کہ فیصلہ کرنے والا حاکم ہے جو فاعل کے درجہ میں ہے اور ہمیشہ فعل فاعل سے قائم ہوتا ہے تو یہ حکم فاعل سے قائم ہے اور فیصلہ کرائے والا مفعول یہ کے درجہ میں ہوتا ہے۔ جس پر حکم واقع ہوتا ہے۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ فاعل و مفعول کو ایک حکم میں پرودیا جائے۔ نحوی قانون کے مطابق ایک مصدر کی اضافت اور نسبت۔ یک بار دونوں فاعل و مفعول میں جائز نہیں کیونکہ یہ دونوں مختلف معمول ہیں تو ایک عامل ایک وقت میں ایک ساتھ دو معمولوں کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ عامل کی نسبت فاعل معمول کی طرف حقیقی نسبت ہے اور مفعول کی طرف مجازی نسبت ہے تو ایک عامل مصدر کو دو مختلف معمولوں کی طرف یک وقت نسبت کرنا گویا حقیقت و مجاز کو جمع کرنا ہے۔ حالانکہ نحوی قانون میں کسی بھی جگہ ایک لفظ یا ایک ضمیر یا ایک صیغہ میں حقیقت و مجاز جمع نہیں ہو سکتے اس لیے محکمہ کی ضمیر جمع میں فیصلہ کرنے والے فاعل اور فیصلہ کرائے والے مفعول جمع نہیں ہو سکتے لہذا یہ آیت نہ قانوناً درست رہی نہ قواعد میں۔ جواب یہ اعتراض اس لیے قطعاً غلط ہے کہ معترض نے صرف عامل اور معمولیت پر نظر رکھی مگر نوعیت اور جنسیت کو نہ دیکھا۔ یہ بات ہر عاقل کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ جب فیصلے کی نوعیت پر نظر رکھنا اور نقطہ طریقہ فیصلہ دیکھنا مقصود ہو تب تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ فیصلہ کس طرح کیا جا رہا ہے۔ اگر یہ نحوی قانون ہے کہ ایک وقت میں ایک مصنف عامل کا ایک ہی قسم کا ہی معمول ہوتا ہے اور عامل معمول حقیقت مجاز کا جمع نہ ہوتا ہے تو یہ بھی قانون نحو کا ہی ہے کہ عامل صرف زیر زیر پیش دینے کے لیے ہی نہیں ہوتا بلکہ عامل کے لیے کام کی نوعیت یا جنسیت یا صنفیت بتانا اصل مقصود ہوتا ہے۔ اور اس کی پہچان کے لیے بھی کچھ ضابطے قاعدے ہیں۔ مثلاً ضرب زید یا ضرب زید۔ یہ ضرب اور ضرب صرف زید کو پیش یا زیر دینے نہیں لائے گئے بلکہ مار کی نوعیت یا جنسیت یا صنفیت بتانے آئے کہ مار کس نوعیت یا جنسیت کی ہے اگر کہنے والا کہتا ہے کہ میں جاتا

ہوں زید کی ضرب کو تو مراد ہوگی نوعیت اور اگر کہے کہ جب زید کی مار واقع ہوئی اس وقت کو میں جانتا ہوں تو یہاں جنسیت مراد ہوتی ہے۔ نوعیت میں فعل کی ایک کیفیت مقصود ہوتی ہے جنسیت میں پوری تفصیل جب یہ قانون نحوی سمجھ لیا تو سمجھ لو کہ کُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاہِدِیْنِ میں حکم اور فیصلے کی نوعیت اور فقط کیفیت مراد نہیں بلکہ پوری تفصیل اور جنسیت مراد ہے اور اس فیصلے کی جنسیت و پوری کیفیت میں تو حاکم حکوم یعنی دو فیصلہ کرنے والے اور دو مدعی و مدعی علیہ سب ہی شامل اس لیے ضمیر جمع لانا بالکل درست ہے۔ یہ اضافت حقیقت و مجاز کا باناعیل و مفعول کی معمولیت کا اجتماع نہیں بلکہ تفصیل فیصلے کی اضافت ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ ہم اس فیصلے کے ہر پہلو ہر کردار کے مشاہدہ کرنے والے تھے۔ اور یہ بات اذْهَلُ الْغُلَّانِ فرمانے سے ہی معلوم ہوئی تو جملہ ضمیر جمع کا قرینہ ہے اسی کو لے کر معترض اعتراض کر رہا ہے یہ اس کا عدم تدبر ہے۔ پوری کیفیت یہ ہے کہ کس طرح فیصلہ کیا گیا کس نے کیا فیصلے کیا ہوئے واقعات کیا تھے مدعی کون مدعی علیہ کون۔ بکریاں کب کھلیں کب چلیں کب پڑیں مالک حرث نے کب دیکھیں کب موڑیں مدعی علیہ کو کب بلایا اور بتایا گیا کب دعویٰ کیا کس نے پہلے فیصلہ سنایا سب کچھ ہمارے مشاہدہ علمی میں ہے لِحُكْمِهِمْ سے پورا مقدمہ مراد ہے نہ کہ فقط فیصلہ یا فقط دعویٰ اس لیے ضمیر جمع لا کر یکدم سب فاعل و مفعول و واقعات مراد لے لینا کسی نحوی قاعدے کے خلاف نہیں ہے اب یہ مصدر پورے مقدمے کا عامل ہوا نہ کہ فقط فاعل و مفعول کا اور چونکہ مقدمہ ایک اس لیے عامل ایک اور ایک مقدمے کے کردار جمع اس لیے معمول کے لیے ضمیر جمع ضروری نہ یہاں قیام اور وقوع کا اعتراض ہو سکتا ہے نہ حقیقت و مجاز کے اجتماع کا۔

تفسیر صوفیانہ اَبَدِی دَافِل فرمایا اُس عقل سلیم کو مصفت رحیمیت کی پادری میں اس طرح سراپا سلامتی میں لپیٹ لیا کہ وہ عقل سلیم بے شک دماغ عارفین میں تجلی مفات کے مقام پر ان صالحین و صلاحیت والوں میں سے ہو گئی جو کُل استقامت میں ثابت قدمی سے ہر علم بہ عمل کرنے والے ہیں۔ وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَاَنْجَيْنَاهُ وَ اٰوَهٗلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بندہ مؤمن کی عقل سلیم کے چار حصے ہیں ایک عقل فطری یہ مثل لوحِ نفس کا تارہ کو بے غیری اور

شہواتِ خبائث اور افعالِ فاحشہ سے روکتی ہے اسی کے پاس رحمتِ الہی کی چادرِ بقا ہے
 وَ اَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا کا ظہور اور جلوہ گری اس پر ہے اس ہی عقل کی فرمانبرداری سے
 بندہ طالبِ برکت و برکت ہوتی ہے۔ دوم عقل شعور یہ مثلِ نفعِ نفسِ مادہ کو محبتِ دنیوی کے شرک، اکثر اور عشقِ مجازی نانی کی بت پرستی سے منع کرتا ہے
 اسی عقل کو کشتیِ ظہر پر بٹھایا جاتا ہے اس کی فرمانبرداری سے کوہِ جودی و غمانِ کافر بندہ نصیب ہوتی ہے سوم عقل نظری یہ مثلِ داؤدِ بندے کی کشتیِ اعمال میں ذوقِ
 شریعتِ ظاہرہ کا فیصلہ فرماتی ہے اس کی فرمانبرداری میں لذتِ شریعت ہے اس کو زمینِ جسمانی کی
 شہنشاہی عطا فرمائی جاتی ہے چہارم عقلِ علمی یہ مثلِ سلیمان قوتِ حیوانیہ کی غنیمتِ اعضا میں ذوقِ
 علمی کے تقاضوں کا فیصلہ کرتی ہے اس کی فرمانبرداری سے معراجِ روحانی کی تسخیر حاصل ہوتی
 ہے اس کو ایمانی ہواؤں کی بلندی پر تاجِ شہاہی و تختِ معرفت عطا فرمایا جاتا ہے ان
 آیت میں ان ہی چار عقلوں کی اطاعت کا اشارہ فرمایا گیا، عقلِ فطری کا مقامِ قلب ہے عقلِ
 شعوری کا مقامِ قبلِ قلب ہے عقلِ نظری کا مقامِ بلندیِ دماغ میں ہے عقلِ علمی کا مقامِ سینہ
 عارفین ہے جب نفس کی شرانگیزیوں سے پریشان ہو کر نہ عرض کی قَا سْتَجِبْنَا لَهُ تَوْفِرِیَاد تَبُول
 کی ہم نے اس طرح کہ استعداد کے تقاضے کے مطابق قبض کمالات پہنچایا ہم نے اور اس کی
 تمام قوتِ قدسیہ قوتِ فکر یہ قوتِ فہمیہ قوتِ عقلیہ کو نفسِ امارہ کی اُن گرتوں سے بچایا
 جو اپنے وجود میں عظیم ہیں وَ نَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوا بِآیَاتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا
 قَوْمٌ سَوِيْءٌ فَاسَعِرَ فَتَحْنَمُ اَجْمَعِیْنَ۔ اور ہم نے مدد فرمائی اس عقلِ شعور کی کہ اس کو
 اُن نفسانی شرارتوں سے بچایا جو جھٹلاتی تھیں ہماری آیت معقولات اور حدودِ محرمات کے
 نشانات کو بے شک یہ وہو اس نفسِ کمالِ جلوت و تجریدِ خلوت کے ایمانیات سے روکنے
 والی بری قوم تھی کیونکہ موجدِ تکذیب انوارِ باطنی اُن سے پردے میں ہی رہے اس لیے سب
 خبیثاتِ نفسِ امارہ کو غیرتِ ایمانی کے طوفانِ جسمانی میں غرق کر دیا۔ وَ اَدْخَلْنَاهُ اِذَا
 یَحْكُمَانِ فِي الْحَرْبِ اِذَا نَفَسَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَ كُنَّا بِحُكْمِهِمْ
 شَٰهِدِیْنَ۔ اور یاد کر اے مرشدِ عرفانی اس عقلِ نظری کے داؤدِ باطنی کو جو مقامِ اسرار
 میں مقیم و جلوہ افروز ہے اور یاد کر عقلِ علمی کے سلیمان کو جو مقامِ صدر میں روشنی پھیلا رہا
 ہے جب وہ دونوں عقلیں اعمالِ صالحہ کے خزانہ زرعی کے ہارے میں زمینِ استعداد کے
 اندر کمالاتِ امانت کا فیصلہ فرماتی ہیں۔ اعمال کی یہ کھیتی فطرت کی زمین میں توجہ شرعی سے اُگی
 تھی اور اس میں علم و عمل فکر و ریاضت کے پھل بھی لگے گئے تھے اور ادراک کی سبزی بھی

کہ اچانک طبعیہ بدنہ کے غلبے کی اندھیری رات میں صفاتِ نفسانیہ کی قوتِ حیوانیہ شہوانیہ کی فساد مچانے والی قومِ عداوت کی بکریاں آپڑیں مرشد کی غفلت سے۔ پیرو مرید کے اس مقدمہ باطنی اور قبیلہ ظاہری کا ہم مشاہدہ فرما رہے تھے اُن حالات و کیفیات کا جو ہمارے ہی حکمِ قائمہ سے ہوا ہماری نظر میں تھا۔ پس عقل شعور کا فیصلہ ذوقِ سلیم کے مطابق یہ ہوا کہ قوتِ حیوانیہ کو صاحبِ اعمال قوتِ روحانیہ کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ روحانی قوتِ غلبہ تہر کی چھری سے قوتِ شہوانیہ جسمانیہ کو ذبح کر کے غذا و روحانی بنائے۔ لیکن عقلِ علی سلیمانی کا فیصلہ تقاضا شرعی ظاہری کے مطابق تھا وہ فیصلہ شہواتِ جسمانی حیوانی کو فنا نہیں ہونے دیتا غمِ نفسانی کو ذبح و بربادی سے بچا دیتا ہے بلکہ شریعت کے قبضے میں دے کر اُن کے فطری دودھ علی اُون اور کبھی نسل کے ثمرات سے فوائد حاصل کرنا ہے اور اُن پر قوتِ روحانیہ کو مسلط فرماتا ہے تاکہ علومِ ناقصہ کے شیر اور ادراکِ جزئیات کی اُون اور اطلاق و ملکاتِ فاضلہ کی نسل حاصل کرے خدماتِ حقیقیہ کے صلے میں۔ غمِ شہواتِ دلے نفسِ امارہ کو اعمالِ صالحہ کی کھیتی کی حفاظت ریاضتِ مشقت میں لگا دیتا ہے جس کی وجہ سے نفس کی حیوانی قوتیں کشر آوارہ مستی کی بجائے تعمیرِ حرث ترقیِ ندرع اور ارضِ استعداد کی اصلاح میں لگ جاتی ہیں پھر ہوتا یہ ہے کہ اُس زمینِ بدی میں عبادتِ اطاعت کے پھل شریعت کی شاخوں پر اخلاق و آداب کے پھول سج جاتے ہیں یہاں تک کہ گلشنِ طریقت میں بہارِ معرفت اگر کھیتی اعمال کو چمک دیک میں حدِ کمال تک پہنچا دیتی ہے پھر وقت آجاتا ہے کہ غمِ نفسانی کو حصولِ کمال و دلے نفس کی طرف واپس کر دیا جائے۔ عقلِ علی کے اس تقبی فیصلے سے روح و نفس، قلب و قالب غم و حرث دونوں محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں اس طرح کہ مومن کی کھیتی اعمال میں علم و حکمت کے پھل اور غمِ نفسیات میں معارف، حقائق، انوارِ تجلیات بصیرتِ مشاہدات اور بصارتِ مکاشفات کی زینت آجاتی ہے (تفسیر محی الدین ابن عربی) تفسیر روح البیان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کو دعا مانگنے کی ایک عظیم نعمت عزتِ اجازت ملی جس سے قربِ الہی و ہمکلامی ربانی کے دروازے کھلتے ہیں۔ جب خلوصِ قلبی سے اذناؤی کفریادی بلند ہوتی ہیں تب فَاَسْتَجِبْنَا لَهُ، کی صدا میں قبولیت سے بلائیں جیتی ہیں بشرطیکہ بندے کی دعائیں عجزِ انبیا اور خلوصِ اولیاء کے باموں میں ہوں۔ حکایت۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ زید بن ثابتؓ صحابی مکہ مکرمہ سے جانبِ طائف سفر پر نکلے ایک شخص کے ساتھ

آپ کو پتہ نہ تھا کہ یہ شخص منافق ہے جب ویرانہ میں پہنچے اور مومنوں کا ارادہ کیا تو منافق نے آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور قتل کا ارادہ کیا آپ نے گڑ گڑا کر دعا مانگی يَا رَحْمٰنُ اغْنِنِيْ اَسْـَٔلُكَ مَوْلٰی تَعَالٰی میری مدد فرما تب منافق نے ایک غیبی آواز سنی کہ تیری ہلاکت ہو اس کو قتل نہ کر۔ منافق ڈرا اور ادھر ادھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا اپنا وہم سمجھ کر پھر ارادہ قتل کیا تو پھر آواز آئی اس طرح چار بار ہوا جب چوتھی بار منافق نے ارادہ قتل کیا تو ایک گھوڑا موار نے ظاہر ہو کر منافق کو قتل کر دیا اور حضرت زید کو کھول کر فرمایا کہ میں جبریل ہوں جب تم نے دعا مانگی اُس وقت میں ساتویں آسمان پر اپنے مقام میں تھا مجھے رب تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ جاؤ میرے بندے کی مدد کرو سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِہٖ اِس حَکَیْت سے چار باتیں ثابت ہوئی ۱۔ مومن کو چاہیے کہ دنیا و آخرت کے لیے اچھا ساتھ تلاش کرے خاص کر پیر و خطیب اچھا وہ ہے جو درجہ تک پہنچائے ۲۔ مخلصانہ دعا اُسیاب نجات میں سے ہے اسی کو قَاتِلُ النَّجَسَاتِ کا انعام ہے ۳۔ بندہ مضطر و مظلوم کی دعا جلدی قبول ہوتی ہے جیسا کہ حضرت سفینہ کا واقعہ مہرور ہے ۴۔ اولیاء کاملین کو ملائکہ بشکل بشری اپنی زیارت کراتے ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ کُنْ بِحُكْمِهِمْ شَٰہِدِیْنِ کا انعام ہر کامل مومن کے ساتھ تاقیامت ہے۔

فَقَهَّمْنَهَا سُلَيْمٰنَ ج وَكَلَّا اٰتَيْنَا حُكْمًا

تب ہم نے سمجھ داری بخشی فیصلہ کرنے کی سلیمان کو اور دونوں کو ہی دی تھی ہم نے بادشاہت ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سنبھال دیا اور دونوں کو حکومت

وَعِلْمًا ز وَسَخَرْنَا مَعْ دَاوُدَ الْجَبَّالِ

اور بہت علم اور تابع کر دیا تھا ہم نے داؤد کی بھڑبھادی میں علاقائی سب پہاڑوں کو اور علم عطا کیا۔ اور داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دئے کہ

يَسِّحُونَ وَالطَّيْرُ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٤٩﴾ وَ

تبیح بڑھتے رہتے تھے اور پرندوں کو بھی حالانکہ ہم یہ سب کچھ کر سکتے پر قادر ہیں اور ہم نے ہی

تبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے ۔ اور

عَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لَتُحَصِّنَكُمْ

سکھایا ان کو وردی بنانا تم سب کے لیے تاکہ بچائے

اور ہم نے اُسے تمہارا ایک پہناؤ بنانا سکھایا کہ تمہیں

مِّنْ بِأُسْكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ﴿٥٠﴾ وَ

وہ وردی تم کو تمہاری جنگوں میں نزکیا تم اس وجہ سے شاکر بندے بنتے ہو۔ اور

تمہاری آہنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے۔ اور

لِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِ

تابع کیا سلیمان کے تیز ہوا کو چلتی تھی اُن کے حکم سے

سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اُسکے حکم سے چلتی

إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا

اُن علاقوں تک برکت دی ہم نے جن میں اور ہیں

اُس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ ﴿٥١﴾

ہم ہر چیز کو جاننے والے۔

ہر چیز سے معلوم ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تعلقات ان آیات پاک کا پھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پھلی آیت میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر ہوا کہ انھوں نے ایک فیصلہ مقدمہ کیا تھا۔ اب ان آیت میں ذکر فرمایا گیا کہ سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ صحیح تھا اور صحیح ہونے کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ ہم نے وہ فیصلہ سمجھا یا تھا۔ بذریعہ وحی یا الہام یا قدرتی ذہن میں ڈالا۔ دوسرا تعلق پھلی آیت میں ایک نبی مرسل حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہوا یہاں ان آیت میں ان پر انعامت الہیہ کا ذکر ہوا۔ تیسرا تعلق پھلی آیت میں حضرت سلیمان نبی و رسول علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں ان کے معجزات کا ذکر ہوا رہا ہے جو نبوت کی اعلیٰ اور خداوندانی ہوتے ہیں۔

تفسیر نحوی فَقَحْنَهَا سُلَيْمَنٌ وَكُلًّا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحُونَ وَالطَّيْرُ وَكُنَّا فَاعِلِينَ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ نَبُوذٍ مِّنْ تِلْكَ لِنُفَعِّتَكُم مِّنْهَا يَا سَيِّدُ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ فَ حرف عطف اور مابعد کا عطف یُحْكَمَانِ کے جملے پر ہے یا وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ کے جملے پر فَقَحْنَاهَا۔ باب تفعیل کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم ان آیت میں بھی تمام جمع متکلم سے مراد اللہ تعالیٰ ہے حاضیر واحد مؤنث غائب کا مروج حکم (شرعی فیصلہ) ہے ایک قرأت میں آفَحْنَاهَا یا افعال سے ہے ترجمہ دونوں کا ایک ہے کہ ہم نے سمجھا یا سمجھایا کیونکہ دونوں متعدی بدو مفعول ہیں۔ اسی لیے کسی جھگڑے کو چکانے کے لیے عام طور پر کہا جاتا ہے افہم و تفہیم یہ غلط ہے تفہیم و تفہیم کہنا چاہیے جس کا ترجمہ ہوتا ہے سمجھنا سمجھانا۔ کیونکہ باب تفعیل لازم ہوتا ہے۔ سُلَيْمَنُ اسم غیر منصرف بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول دوم ہے یہ سب فعل بافاعل دونوں مفعول (حاضیر و سُلَيْمَنُ) مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ کلاً، اسم تاکید یعنی ہر ایک، باتمام تشبیہ و جمع سب کے لیے مستعمل ہے بحالت نصب مفعول یہ مقدم ہے مراد ہے داؤد و سُلَيْمَنُ علیہما السلام۔ آتَيْنَا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے آتَا یعنی دینا اس کا فاعل ضمیر صبیغہ صلاً و علماً یہ دونوں معطوف علیہ معطوف ہو کر مفعول پر دوم ہے ترجمہ ہے عقل فہم تفکر یعنی اجتہادی سمجھداری۔ یا مراد ہے نبوت اور کتاب الہی۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ (ابتداء کلام کے لیے) سَخَّرْنَا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے

تَسْخِیرُ "تسخیر" سے بنا ہے بمعنی قابو میں کر دینا۔ کر لینا دیدینا۔ تابع کر دینا۔ بے بس کرنا۔ یہاں پہلے معنی
یہاں ہے مع اسم مفرد مبنی مضاف ہے واؤ غیر منصرف مضاف الیہ ہے بحالت کسر ہے یہ
مرکب اضافی ظرف مکانی ہے تَسْخِیرُنا کا الْجِبَالُ۔ الف لام عہد خارجی جبال اسم جمع مکسر منصرف
اس کا واحد ہے جَبَلٌ بمعنی پہاڑ مراد ہیں اُس علاقے کے قریبی پہاڑ چھوٹے بڑے سب
یہ ذوالحال ہے یُسَبِّحُنَّ باب تفصیل کا فعل مضارع بمعنی ماضی استمراری دراصل تھا کُنَّ یُسَبِّحُنَّ
صیغہ جمع مؤنث غائب کُنَّ حذف کیا گیا سابقہ کُنَّا کے قرینے سے۔ اس کا مصدر ہے
تَسْبِیحٌ "تسبیح" سے بنا ہے بمعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا اس کا فاعل صُنَّ ضمیر صیغہ پوشیدہ کا مرجع
الْجِبَالُ ہے واؤ بمعنی مع الطیر اسم مفرد جامد بمعنی پرندہ اسم مبنی ہے لہذا جمعیت کے
معنی میں ہے یعنی پرندے۔ یہ وَالطَّيْرِ مفعول معہ ہے یُسَبِّحُنَّ کا یہاں مزید تین قول
ہیں ۱۔ واؤ عاطفہ اور عطفت الْجِبَالُ پر ۲۔ وَالطَّيْرِ بحالت رَفْع ہے عطفت ہے یُسَبِّحُنَّ
کی ضمیر پر مگر یہ غلط ہے کیونکہ ضمیر مستتر پر عطفت تب بائز ہے جب کہ اسی قسم کی ضمیر بارز موجود
ہو اور فعل صیغہ واحد ہو مثلاً ہو یُسَبِّحُ صُنَّ وَالطَّيْرِ مگر یہ نامکن لہذا یہ بھی نامکن ۳۔ واؤ سر جملہ
اور الطَّيْرِ خبر محذوف کا مبتدا ہے دراصل تھا۔ وَالطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٌ وَاللَّهُ أَعْلَمُ
یُسَبِّحُنَّ اپنے فاعل و مفعول معہ سے جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے الْجِبَالُ کا دونوں مل کر مفعول یہ ہے
واؤ عالیہ کُنَّا فعل ناقص ماضی جمع متکلم با اسم خود فاعلین اسم فاعل جمع مذکر اس کا واحد ہے فاعل
بحالت نصب ہے خبر ہے کُنَّا اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقص ہو کر حال ہوا سَخَّرَاتُ
کے فاعل کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبر بہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ عَلَّمْنَا۔ باب تفصیل کا ماضی مطلق
جمع متکلم مصدر ہے تعلیم "علم" سے بنا بمعنی سکھانا ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متصل کا مرجع
ہے واؤ۔ صَنَعْنَا اسم مصدر جامد ہے یعنی حاصل مصدر یعنی کاریگری۔ صُنَّ۔ صُنْعٌ سے بنا ہے
معنی اچھا کام کرنا کوئی چیز بنانا۔ آخر یہ صُنْعٌ مصدر یہ ہے یا وصفت کی ہے خیال رہے
کہ عربی میں بنانے کے لیے پانچ الفاظ ہیں وَاجْعَلُ ۱۔ یَجْعَلُ ۲۔ اِیْجَاؤُ ۳۔ صَنَعَ
۴۔ کَسَدُ ۵۔ خَلَقُ۔ فرق یہ ہے کہ جعل کا معنی حالت بدلنا مثلاً جاہل کو عالم بنادینا۔ یَجْعَلُ
کوئی شکل دے دینا اس سے ہے اِیْجَادُ اور مَوْجِد۔ اِیْجَادُ کے بعد جو بنتی ہے وہ صنعت
ہے یا جو سکھائی جائے۔ نثر کو نظم بنانا نَشْدُ ہے۔ بعض جہلاً اُردو شاعر شعر بنانے کو تخلیق
کہتے لگے ہیں وہ انتہائی جاہل اور بے ادب ہیں کیونکہ لفظ خلق اور تخلیق اللہ تعالیٰ کی

کی خسر می صفت ہے کہ بندے کا اپنے کام کو تخلیق کہنا کفر یہ جہالت ہے صنعة مضاف ہے۔
 بُؤس میں قرئت میں بُؤس ہے اسم مبالغہ بروزن فَعُولٌ یا فَعُولٌ بمعنی مُلْبُوسٌ یعنی پہنا ہوا
 پہننے کے قابل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول پہ دوم ہے لَکُمُ یہ جار مجرور متعلق ہے
 عَلَّمْنَا کا ایک قول میں محذوف ثابت کے متعلق ہو کر صفت ہے بُؤس کی کُم میں خطاب
 ہے تمام انسانوں سے تاقیامت۔ لام تعلیلیہ بمعنی تاکہ تَحْصِنَ باب افعال کا فعل مضارع واحد
 موزن غائب ہے اس میں پوشیدہ ضمیر صبیغہ صیغہ جمع بُؤس ہے اس کی مزید تین قرئتیں
 ہیں۔ ۱۔ لِيُحْصِنَكُمْ مَذَكَّرٌ غَائِبٌ ۲۔ لِيُحْصِنَكُمْ جمع متکلم یہاں ضمیر صبیغہ کا مرجع اللہ
 تعالیٰ ہے ۳۔ لِيُحْصِنَكُمْ باب تفعیل سے اس کا مصدر ہے اَحْصَانٌ۔ حَصْنٌ سے
 بنا ہے بمعنی حفاظت کرنا بچانا۔ دفاع کرنا فوج قلعے کو اسی معنی میں حَصْنٌ کہتے کُم ضمیر
 مخاطب مرجع تاقیامت انسان بُؤس سے مراد ہے جنگی ذرع (جنگی لباس) کُم منصوب
 متصل مفعول پہ یے مِنْ جَاءَ بمعنی عن زوالیہ یعنی دور کرنا۔ بَاسٌ اسم مفرد جامد بَاسٌ کے چند
 معنی ہیں۔ عذاب ۱۔ تکلیف ۲۔ دل تنگی اسی معنی میں ترجمہ ہوتا ہے معنائفہ خوف دُر یعنی
 ضیق قلبی لَا بَاسَ میں یہی معنی لیے جاتے ہیں ۳۔ جنگ حرب۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔
 ہو سکتا ہے کہ اردو میں بدلو کو بَاس اور پرانی روٹی سالن کو بَاسی کھانا اس لیے کہا جاتا
 ہو کہ اس میں بدلو اور دل تنگی نفرت اور بیماری وغیرہ ہوتی ہے۔ یہ مضاف ہے کُم
 مضاف الیہ دونوں مجرور ہو کر متعلق ہے لِيُحْصِنَ کا سب جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے
 عَلَّمْنَا کی یا بدلِ اشتمال ہے لَکُمُ کا ہر کیفیت سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا فَ تعلیلیہ اس کا
 مابعد موالیہ علت دوم ہے عَلَّمْنَا کی صَلْ حرف استفہام (سوالیہ) اَنْتُمْ اسم ضمیر جمع
 مذکر حاضر مرفوع منفصل مبتدا ہے شَاكِرُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اس کا واحد ہے
 شَاكِرٌ شُكْرٌ سے مشتق ہے بمعنی معترف ہوتا احسان مند ہو کر محسن کی فرماں برداری کرنا
 بحالت رفیع خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر علت ہے عَلَّمْنَا کی۔ وَسَلِّمِينَ
 الرَّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِكَ إِلَى الْأَرْضِ الْتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ۔ واو ہر جملہ ایک قول واو عاطفہ ہے اور مابعد عبادت کا عطف
 ہے مَعَ دَاوُدَ پر لام حرف جر نفع کا سَلِّمَانَ مجرور متعلق ہے سُخْرًا پوشیدہ فعل کا اور
 خدمت کیا گیا تخفیف کے لیے پہلے سُخْرًا کے قرینہ سے اَلَّذِينَ اسم مفرد جامد معرفت

بِاللَّامِ عَا صِفَةً اسم فاعل واحد مؤنث عَصَفَتْ سے مشتق ہے بمعنی اوپر کی فضا میں تیز چلنے والی ہوا
 خیال ہے کہ تیز ہوا کی تین قسمیں ہیں ۱۔ عَا صِفَةٌ جو اوپر بادلوں کے علاقے میں تیز چلے
 ۲۔ زَعْنُ عٌ جو نیچے زمین کے ساتھ تیز چلے ۳۔ هَيْجٌ جو اوپر نیچے ایک وقت تیز چلے اس کو
 اردو میں طوفان یا کالی آندھی کہتے ہیں زَعْنُ عٌ کو اردو میں آندھی کہتے ہیں نرم اور ملکی ہوا کو قاء
 کہتے ہیں۔ التَّریحُ ذوالحال عَا صِفَةٌ حال نَحَاتِ بَعْرُہ کے نزدیک موصوف صفت ہیں ان کے
 نزدیک معرفت موصوف ہو سکتا ہے نکرہ کا۔ یہ حال ذوالحال مل کر مُبْدَل منہ ہے یا پھر ذوالحال
 ہے تَجْرِی بَابِ ضَرْبٍ کا مضارع معروف مثبت واحد مؤنث غائب بمعنی ماضی استمراری دراصل
 نَحَا کَانَتْ تَجْرِی جَزْی سے مشتق ہے بمعنی کسی کے سہارے چلنا جاری ہونا یا مُرَرہ یہ
 مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اول ہضمیر کا مرجع سُلَیْمَان ہے۔ اِلٰی حرف جر براۓ اتہاء
 غایت الْأَرْضِ اسم معرفت بِاللَّامِ بمعنی علاقہ موصوف ہے التَّی۔ اسم موصول مؤنث اَرْضِ مؤنث
 لفظی کی وجہ سے۔ بَارُکْنَا بَابِ مُفَاعَلَةٍ کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم۔ خیال ہے کہ اِنْ آیت
 میں جتنے بھی ماضی مطلق ہیں وہ سب بمعنی ماضی بعید ہیں۔ یہاں بابِ مُفَاعَلَةٍ اپنے اصلی معنی یعنی
 دھڑلہ عمل میں نہیں بلکہ مبالغے کے لیے ہے یعنی کثرتِ عمل کے لیے جسے سَافَرْتُ وَعَاقَبْتُ
 بَارُکْنَا کا مقصد ہے مُبَارَکَةٌ، بَرُکٌ سے بنے بمعنی خیر کثیر۔ بلا معاوضہ کسی چیز میں کثرت سے
 اچھائی پیدا ہونا۔ فِیْہَا یہ جار مجرور بَارُکْنَا کا حاضیر کا مرجع الْأَرْضِ ہے یہ سب مل کر جملہ
 فعلیہ ہو کر صلہ ہوا التَّی کا موصول صلہ مل کر صفت ہے الْأَرْضِ کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر
 متعلق دوم ہے تَجْرِی کا سب جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے التَّریحُ کا دونوں مل کر مفعول بہ تَجْرِی
 پوشیدہ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ کُنَّا فعل ناقصہ جمع متکلم ضمیر صیغہ اس
 کا اسم بیکل شئی پر۔ بَ جازہ تَعْدِیہ کا کُل اسم تاکید کی استغراقی بمعنی تمام کے تمام
 شئی اسم نکرہ مُؤکَدہ ہے دونوں مجرور ہو کر متعلق ہے کُنَّا کا عَالِیْن۔ اسم جمع متکلم
 مذکر براۓ فصاحت، بحالتِ نصب خبر ہے کُنَّا کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ
 ہو گیا۔

تَفْسِیرُ عَالِمَانہ فَقَقَمْنَا هَا سُلَیْمٰنَ وَکَلَّا اَنْبِیَا حُکَمًا وَ عَلَمًا وَ سَخَوْنَا مَمَّ
 دَاوُدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحُنَ وَالطَّیْرُ وَکُنَّا فَعِلِیْن۔ تب ہم نے اس
 تقدیم کا صحیح تر اصلاحی فیصلہ اپنے الہام کو قلبِ سلیمان میں القا کر کے سلیمان کو سمجھایا

جس کی وجہ سے انہوں نے وہ فیصلہ سنایا جو مدعی اور مدعی علیہ کے لیے زیادہ مفید تھا۔ اور صحیح تو داؤد کا فیصلہ بھی تھا مگر صرف حکمانہ تھا مرققانہ اور مصلحانہ نہ تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ صرف مدعی کے حق میں مفید تھا مگر مدعی علیہ کیلئے حق سزاؤ جرماتہ تھا یہ عدل ہے اس لیے کہ قانوناً کھیتی والے پر دن میں اپنی کھیتی کی حفاظت واجب ہے۔ اور چرواہے یعنی اونٹ بکری گائے وغیرہ جانوروں کے مالک اور ذمے دار پر واجب ہے کہ رات میں اپنے جانوروں کی حفاظت کرے ہر شریعت کے قانون کے مطابق اگر دن میں کسی کا جانور مالک یا چرواہے کے بغیر کسی کی کھیتی خراب کر دے تو جانور والے پر کچھ تاوان یا جرمانہ نہیں ہوتا کیونکہ دن کے وقت کھیتی والے پر واجب ہے کہ کھیتی کے پاس رہ کر اُس کی حفاظت کرے تاکہ کوئی جانور خراب نہ کرے اگر کھیتی والا موجود نہیں تو یہ اُس کی اپنی غلطی ہے۔ ہاں اگر جانور والے کے ہوتے ہوئے اُس کے جانور نے کسی کی کھیتی خراب کر دی تو جانور کے مالک پر سزا ہے دن ہو یا رات لیکن اگر رات کے وقت خود جانور کھل کر کسی کی کھیتی خراب کر دے تو یہ جانور والے کی غفلت اور غلطی ہے کہ اس نے اچھی طرح کیوں نہ باندھا لہذا اُس کو تاوان دینا پڑے گا۔ بہر کیف اپنے اپنے حساب میں دونوں فیصلے درست تھے اور اپنے اپنے صحیح اجتہاد سے تھے اس لیے کہ وَكَلَّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا۔ داؤد و سلیمان علیہما السلام دونوں کو ہم نے دیا تھا نبوت کا شعور اور رسالت کی سمجھ اور اراک کی حکمت تا تم اور عدالت شرعیہ کا علم فراست کاملہ قاضیانہ حکمت اور مجتہدانہ علم۔ عطا و ربانی میں دونوں پیغمبر برابر کے فیضیاب و انعام یافتہ تھے۔ اس مقدمے کا تفصیلی واقعہ اس طرح ہے کہ پچھتر سالہ داؤد علیہ السلام اپنی نبوی عدالت میں تشریف فرما تھے۔ باہر دروازے میں گیارہ سالہ سلیمان علیہ السلام کھڑے تھے کہ دو آدمی آئے انہوں نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ داؤد علیہ السلام کہاں ہیں سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اندر ہیں۔ وہ دونوں آدمی اندر چلے آئے اور داؤد علیہ السلام کی خدمت میں واقعہ عرض کیا کہ آج رات آدمی رات کو اس کی اتنی بکریاں میرے فلاں کھیت میں گھس پڑیں اور ساری برباد کر گئیں کچھ کھا گئیں کچھ خراب کر گئیں۔ آپ نے مدعی علیہ سے پوچھا اس نے عرض کیا جی ہاں واقعی مجھ کو پتہ بھی نہ چلا نہ جانیں کب اور کیسے کھل گئیں۔ اسی نے بکریوں کو وہاں سے نکالا اور مجھے آکر بتایا تب ہم دونوں آپ سے فیصلہ شرعی لینے آئے ہیں

آپ نے کھیتی اور بکریوں کی پوری تفصیل سن کر اندازہ لگایا کہ جتنا کھیتی کا نقصان ہوا ہے اتنی ہی تقریباً اور اندازاً بکریوں کی قیمت بنتی ہے آپ نے تفصیل میں مدعی سے چار باتیں پوچھیں کہ تیری زمین کیسی مضبوط ہے کھیتی کیا ہے کب اگائی تھی موسم کے مطابق تھی یا نہیں۔ کئی کس حالت میں تھی۔ مدعی علیہ سے اس کے بیان کی تصدیق کے بعد اس سے بھی چار باتیں پوچھیں۔ بکریاں کتنی تھیں۔ کس ملک کی تھیں۔ کتنی بڑی اور کس عمر کی تھیں۔ یہاں صحت کیسی تھی اس کی تصدیق مدعی سے پوچھی پھر فیصلہ فرمایا اس سے پہلے اس قسم کا مقدمہ آیا نہ تھا اس لیے آپ نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ سنایا کہ کھیتی والے کو سب بکریاں دیدی جائیں۔ دونوں حضرات اس فیصلے پر آمنا کہہ کر باہر نکلے تو سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ بااجبی نے کیا فیصلہ فرمایا، دونوں نے تمام ماجرا اور فیصلہ بتایا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں فیصلہ کرتا تو اس کے علاوہ کرتا۔ وہ دونوں پھر اندر گئے اور داؤد علیہ السلام کو بتایا کہ سلیمان علیہ السلام آپ کے فرزند یہ فرماتے ہیں آپ نے سلیمان علیہ السلام کو اندر بلایا اور کہا کہ تمہیں واسطہ ہے میری ابوت و پدریت، اور نبوت کا تم مجھے بتاؤ کہ تم کیا فیصلہ کرتے آپ نے والد محترم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں یہ فیصلہ کرتا کہ کھیتی والے سے کہتا کہ تو اتنے عرصے بکریوں پر قبضہ کر ان کی خوراک رہائش و ادارہ کا خیال رکھ اس کے عوض ان کا دودھ ان کی اون بال اور ان کی نسل (پیدا شدہ بچے) حاصل کر۔ اور بکریوں والے سے کہتا تو اتنا عرصہ کھیتی کی حفاظت کر پانی دے فالو جڑی بوٹیوں کو اکھیر کر منٹا کر نلائی (گوڈی) کر چونکہ کھیتی کی جڑیں ابھی قائم ہیں اس لیے جب تک کھیتی میں دوبارہ پھل اور دانے اُسی طرح نہ لگ جائیں جس طرح کل تھے اُس وقت تک تو کھیتی میں محنت مشقت حفاظت کر۔ جب کھیتی بالکل اُسی طرح درست ہو جائے جس طرح کل تک تھی تو بکریاں بکری والے کو واپس اور کھیتی کھیت والے کو حضرت داؤد علیہ السلام یہ فیصلہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب یہی فیصلہ نافذ ہو گا۔ اور دونوں مدعی اور مدعی علیہ بھی بہت خوش ہوئے۔ اور آئندہ کے لیے داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو اپنے ہر معاملے کا مشیر خاص بنالیا، اس کے علاوہ بھی سلیمان علیہ السلام کے اجتہادی فیصلے بہت مشہور ہیں مثلاً ایک مرتبہ دو عورتیں جنگل میں لکڑیاں چن رہیں تھیں دونوں کے شیر خوار بیٹے تھے انہوں نے دونوں کو ایک درخت کے نیچے ایک چادر

پرٹا دیا اور خود لکڑیاں چٹنے میں مشغول ہو کر دور چلی گئیں کچھ دیر بعد دونوں نے دیکھا کہ جنگل کا بھٹیڑ یا ایک بچے کو اٹھائے بھاگے جا رہا ہے وہ دونوں دوڑی ہوئی بچوں کے پاس آئیں تو دیکھا کہ ایک بچہ غائب ہے۔ بڑی عورت نے کہا کہ بھٹیڑ یا تیرا بچہ لے گیا ہے چھوٹی نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا بچہ لے گیا ہے۔ جب بھکڑا بڑھا تو دونوں داؤد علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئیں آپ نے دونوں کے بیانات سے موجودہ بچے کی ہمشکلی پر اجتہاد فرما کر فیصلہ بڑی عورت کے حق میں فرمایا کہ یہ بچہ بڑی کا ہے۔ دونوں باہر نکلیں تو سلیمان علیہ السلام نے واقعہ پر چچا سن کر آپ نے ایک خادم سے فرمایا کہ اندر سے چھری لاؤ چپ چھری آگئی تو آپ نے فرمایا کہ اس بچے کے دو ٹکڑے کرو اور دونوں کو ایک ایک دے دو۔ یہ فیصلہ سن کر بڑی تو خاموش رہی لیکن چھوٹی ٹرپ اٹھی کہ نہیں بچہ اسی بڑی کو دیدو میں نہیں لیتی میں ویسے ہی کبھی دیکھ لیا کروں گی اس پر آپ نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں کیا اور بچہ چھوٹی کو دلوادیا وہ پھر واپس داؤد علیہ السلام کے پاس گئیں اور فیصلہ سلیمان سنایا آپ نے بلا کر پوچھا کہ تم نے یہ فیصلہ کیونکر کیا آپ نے فرمایا کہ اس بچے کی مانتا والی شفقت چھوٹی میں ہے بڑی میں نہیں ہے آپ سن کر بہت خوش ہوئے اور یہاں بھی فیصلہ سلیمان کو جاری فرمایا۔ آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے ان دونوں کو اور بھی انعامات دئے جو خصوصی تھے کہ ایک کو والد بنایا دوسرے کو ولد بنی کا ہونا بھی سعادت سے اور وکد ہونا بھی سعادت رہانی ہے پھر ایک کو مرسل بنایا اور ایک کو رسول۔ ایک کو مستقل بادشاہ کتاب الہی عطا فرمائی، اور ایک کو مکمل مضلحانہ شریعت عطا فرمائی۔ ایک کو ایسی عظیم تسبیح اور حمد الہی سکھائی کہ پہاڑ جمادات اور پرندے حیوانات بھی آپ کے ساتھ ہی مسخ و مسخر ہو کر ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے جس کو سب لوگ سنتے لیکن سمجھتے نہ تھے کہ پرندے آپ کے پاس آکر کیا چہچہا رہے ہیں یا پتھروں کی گڑگڑاہٹ کیسی اور کیوں ہے اس طرح جنگل کے چوپائے بھی اپنی بولی میں لگانا دہولتے رہتے مگر داؤد علیہ السلام پیاروں کے پتھروں اور پرندوں کی بولیاں سنتے بھی اور سمجھتے بھی تھے کہ یہ جمادات حیوانات میرے ساتھ حمد و تسبیح کر رہے ہیں۔ دُکُتُا فَعَالِیْنَ، داؤد علیہ السلام کی یہ قوت علمی و فہمی اور جمادات و حیوانات کی یہ قوت گویائی و تسبیح خوانی۔ بارگاہِ داؤدی میں ان کی یہ تسبیح زبانی، ہمارے قدرتِ عطا کے نزدیک کچھ مشکل نہ تھی نہ اب ہے ہم جس کے لیے چاہیں

جب چاہیں جتنا چاہیں کُثَّافِعِلَیْن۔ سب کچھ کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں ہمارے ان محبوب محمد مصطفیٰ کے ہاتھوں میں کنکروں پتھروں نے کلمہ پڑھا اور سب نے سنا انہی محبوب کی محبت یافتہ صحابہ کو یہ قوتِ سماعت ملی کہ جب صحابہ کے کھانے نے تسبیح پڑھی تو ان صحابہ نے سنی۔ رہہ اُنود بکری کا گوشت دعوتِ خیبر میں خود پکارا کہ کھو کو نہ کھاؤ کھجور میں نہ ہر ہے یہ سب ہماری قدرت کے شاہکار ہیں ہماری قدرتوں کے ایسے واقعات عالم کائنات میں بے شمار موجودہ مشاہد ہیں اے ان اتو تمہاری عقلوں کو یہ عجائبِ قدرت مشکل لگتے ہیں اور تم یا کوئی جن فرشتہ انسان نہ خود ایسا کر سکتا ہے نہ کسی کو سکھا پڑھا سکتا ہے۔ یہ ہم ہی کر سکتے ہیں اپنے انبیاء علیہم السلام کو سکھا پڑھا سکتے ہیں اپنی قدرت اور ان کا معجزہ بنا سکتے ہیں۔ اور فقط ہی نہیں بلکہ۔ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِيُخْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ۔ اور ہم نے ہی داؤد علیہ السلام کو ایسے عظیم لباسِ بندنے کی کار گیری سکھائی جو قیامت تک اے ان اتو تمہارے ہی یہ مفید ہے ان سے سیکھ سیکھ کر اپنے اپنے رواجوں ضرورتوں اور طریقوں سے بناتے استعمال کرتے رہو تا کہ تم کو تمہاری جنگوں لڑائیوں میں نیز تلوار نیزوں بھالوں کے ٹہلک زخموں سے بچائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس صنعت کا علم دلو وجہ سے سکھایا گیا۔ پہلی یہ کہ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام کسی جگہ سے گزر رہے تھے تو دو آدمیوں کو اپنے اپنے متعلق باتیں کرتے پایا ایک شخص کہہ رہا ہے کہ حضرت داؤد ہر طرح بہت ہی اچھے ہیں بجز ایک بات کے دوسرے نے پوچھا وہ کیا پہلے نے کہا وہ یہ کہ بیت المال سے تنخواہ لیتے ہیں اگرچہ بہت تھوڑی لیتے ہیں مگر پھر بھی یہ انکو زیبا نہیں دیتی۔ یہ دونوں شخص فرشتے تھے شکل انسانی میں۔ بعض نے فرمایا کہ خود داؤد علیہ السلام اپنے متعلق لوگوں سے پوچھتے تھے کہ بتاؤ تمہارا بادشاہ داؤد ملک میں کیسا ہے تو جبریل امین شکل انسانی میں ملے تب آپ نے خود ان سے اپنے متعلق پوچھا تو انہوں نے وہی جواب دیا جو اوپر پہلے شخص کا مذکور ہوا۔ تو آپ نے واپس گھر آ کر دعا مانگی کہ یا مولیٰ میری آمدنی اور کمائی میری گزر اوقات کے مطابق میرے ہاتھ کی محنت سے عطا فرما تو رب تعالیٰ نے صَنِعَةَ لَبُوسٍ سکھائی دوسری وجہ یہ کہ داؤد علیہ السلام کا زمانہ لوہے کا ہے اور جگوں کا زمانہ تھا آپ کی سلطنت کا پھیلاؤ مشرق وسطیٰ میں علاقہ اُدُوم اور علاقہ عِزہ تک پھیلا ہوا تھا انہی

علاقوں کے پہاڑوں میں لوہے اور تانبے کی کانیں ہیں جن سے بے شمار خام لوہا اور خام تانبہ نکلتا ہے
 طاوت بادشاہ کے زمانے سے پہلے قوم جالوت کی حکومت ان علاقوں پر تھی ان کی دونوں و
 قوم حقی ۱ اور قوم فلسطی کو لوہا و تانبہ سازی میں بہت کمال حاصل تھا جب طاوت بادشاہ
 کو فتح ہوئی تو بنی اسرائیل نے بھی لوہے کی کاریگری اور فنکاری میں کمال عروج حاصل کیا۔ طاوت
 کی حکومت کا دور ۱۹۶۵ قبل مسیح ہے یہی زمانہ اقوام حقی و فلسطی و جالوتی کی فنا و ال تباہی
 کا ہے ۱۳۴۲ قبل مسیح بنی اسرائیل کی حکومت فلسطین اردن اور دو تہائی شام کے علاقے میں
 قائم ہو چکی تھی اس کے بعد داؤد علیہ السلام کی حکومت ۱۰۰۰ اور ۱۰۰۰ قبل مسیح قائم ہوئی۔ بنی
 اسرائیل میں اُس وقت بہت دولت امیری کاریگری مشہور تھی لوہا و تانبہ سازی میں ان کی مہارت
 کا شہرہ دور دور پھیلا تھا اس دولت اور فنکاری نے ان کو دین و عبادت سے دور فن پر مغرور
 کر دیا تھا اسی بنا پر گھمنڈ سرکش گمراہی گستاخی میں مشہور کر دیا تھا ابلیسیت سے نافرمانی، نافرمانی
 سے کفر پھیلا ہوا تھا۔ نبی رب تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو ان میں مبعوث فرمایا اور بادشاہت
 کا تسلسل سے کر لوہے کا ہی ایک معجزہ عطا فرمایا جس سے ان سب مغروروں کا غرور و فنکاری
 خاک میں مل گیا اور حیران و متعجب ہوئے کہ کس طرح موم اور گندھی مٹی جیسا نرم کر کے
 لوہے سے جو چاہے بنا لیتے ہیں ہر وقت اور بلا ارادہ نرم نہ ہوتا تھا بلکہ جو کچھ بنا نا چاہتے
 تو حسبِ منشا تانبہ لوہا نرم ہو جاتا تھا اس معجزے کے سامنے ان کفار کی عظیم بھٹیاں لوہے
 کو کچھلانے کے سارے کارنامے بے بس تھے۔ داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چار معجزے
 عطا فرمائے۔ ۱۔ نشانہ بازی کا معجزہ ۲۔ ارماس یہ بعثت سے پہلے ملا۔ اس طرح کہ جس کا خر
 کو دورانِ جنگ ایک بار نظر بھر کر دیکھ لیتے پھر کتنی بھی دور سے تیر تلوار نیزے بھاے
 ہا پتھر ڈھیلے سے نشانہ لگاتے جس جگہ کا بھی کہیں خطا نہ جاتا اس معجزے کا ذکر قرآن مجید کی
 سورۃ بقرہ آیت ۲۵۱ میں اس طرح مذکور ہے وَ قَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ۔ داؤد نے قتل
 کر دیا جالوت کو جالوت قوم حقی و فلسطی کا بادشاہ تھا یہ سب کافر تھے۔ طاوت بادشاہ
 کے لشکر میں شامل ہو کر دورانِ جنگ داؤد علیہ السلام نے غلیل یا گھمائی سے اُس کے
 گھٹنے پر پتھر مارا جس نے اُس کا گھٹنا ٹوٹ گیا وہ گرا اور مر گیا بادشاہ کے مرتے سے
 سب لشکر کفار بھاگ گیا ۳۔ پہاڑوں کی تسبیح کا معجزہ ۴۔ پرندوں کی تسبیح کا معجزہ ان
 دونوں معجزوں کا ذکر قرآن مجید میں تین جگہ فرمایا گیا۔ ایک جگہ یہاں سورۃ انبیاء آیت ۷۹ میں پھر

سورہ ص آیت ۱۵ میں اس طرح ارشاد ہوا۔ اِنَّا سَخَرْنَا الْاِنْبِیَّالَ مَعَهُ یُسَبِّحُنَ بِالْحَمْدِ
وَالْاَشْرَاقِ وَالطَّیْرِ مَخْشُورَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوْدَابٌ۔ سوم سورۃ ص آیت ۱۵ میں
اس طرح ارشاد ہے۔ یَا اَحِبَّیَّالِ اَوْحِیْ مَعَهُ وَالطَّیْرِ۔ چوتھا معجزہ آپ کی اتنی
سریلی آواز کہ جب آپ خوش الہامی سے زبور شریف کی تلاوت فرماتے یا بلند آواز سے
تسبیح و حمد خوانی کرتے تو پرندے آپ کے پاس جمع ہو کر بخود ہوجاتے اور خود بھی
اپنی اپنی زبان میں تسبیح خوانی کرتے لگتے چرندے کمرست ہوجاتے۔ بہنے پانی رگ جاتے
جنات و ملائکہ آپ کے پاس جمع ہوتے انسانوں کے دل گواہ ہوتے اور کفار متحیر ہوتے
اس کا مختصر تذکرہ حدیث متقدّرہ میں اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ آقا کا کائنات حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش الحان تلاوت سے
خوش ہو کر فرمایا کہ۔ لَقَدْ اُوتِیَ مِنْ مَّاءٍ مَّائِنٌ مِّنْ اَمْرِ اٰلِ دَاوُدَ۔ یعنی ابوموسیٰ اشعری
کو داؤد علیہ السلام کی خوش الحان سریلی رگوں میں سے ایک سریلی رگ عطا فرمائی گئی ہے یہاں
آل داؤد میں لفظ آل یا نسبت کی جگہ ہے یعنی داؤد والی صرف ایک رگ (خوش الحان
کا کچھ حصہ) لوہے کے معجزے کا ذکر سورۃ سبا کی آیت ۱۰ اور اس طرح ارشاد باری
تعالیٰ ہے۔ وَ اَلْتَّالٰہُ الْخَدِیْدَ اَنْ اَعْمَلَ سَبْعَیْنَ وَ قَدْ ذِی الشَّوْرِیْ یعنی
ہم نے اُس داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور اُن کو سکھایا کہ اچھی طرح مکمل اور
انداز کی زر ہیں بناؤ اور صحیح طریقے کی ایک جیسی کڑیاں جوڑو کائنات انسانیت کے لیے
رب تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے جتنے بھی علوم فنون۔ صنعت حرفت، قدرت، قدرت قوت
و کمال دنیا میں بھیجے وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی معرفت اور ذریعے سے ای بھیجے
یہاں تک کہ اُن میں سے بہت سے علوم ملائکہ کو بھی نہیں آتے بلکہ اُن کے نام تک نہ پہنچتے
کو نہیں آتے جیسا کہ مقابلہ آدم علیہ السلام کے وقت ظاہر ہو گیا تھا۔ رب تعالیٰ نے
صرف اپنے انبیاء علیہم السلام کو پڑھایا سکھایا اور انبیاء کرام علیہم السلام سے اپنی ضرورتوں
کے مطابق فرشتوں جنوں نے سیکھے اور حاصل کئے۔ حدیث پاک میں ہے کہ۔ اِنَّ اللّٰہَ
خَلَقَ کُلَّ صَانِعٍ وَ صُنْعَةٍ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہر کاریگر اور ہر کاریگری
کو خیال رہے کہ صنعت و حرفت، فعل و عمل کا فرق یہ ہے کہ ہر کاریگری صنعت ہے۔
اُس کا تجربہ کرنا حرفت ہے۔ ابتدائی کام کرنا جس میں دورِ شاگردی اور سیکھنے کا زمانہ بھی

بھی شامل ہے فعل ہے۔ اور انتہائی فنکاری کا نام عمل ہے جس میں استاد ہی میں شامل اس بنا پر مَنَّعٌ مِّنْهُ میں داؤد علیہ السلام کی فعلیت اور شاگردی کا ذکر ہے۔ اور اِنْ اَعْمَلُ میں آپ کی انتہائی فنکاری اُستادی کا ذکر ہے۔ یعنی رب تعالیٰ ان کا استاد اور وہ باقی ان لوگوں کے استاد ہر صنعت فعل ہے مگر ہر فعل صنعت نہیں روایتوں میں ہے کہ آدم علیہ السلام سے کھیتی باڑی کا علم زمین والوں کو ملا جس میں ہل بنانا ہل چلانا جوڑنا جوڑنا کھیت اگانے کا موسم معلوم کرنا۔ بجائی ترائی زمین کا کھیتی کے مناسب ہونے کا علم کہ کوئی زمین کس قسم کی زمین کس کھیتی کے لیے مناسب زمین کو کھیتی کے لائق بنانے کا علم زمین کی کھاد اور دواؤں کا علم وغیرہ نبیث علیہ السلام سے کپڑا بننے دھاگہ بنانے کا علم روٹی اور اون سازی کا علم ملا۔ اور یس علیہ السلام سے درس و تدریس لکھنا پڑھنا الفاظ و حروف کے نکتے بنانا کپڑا سینا لباس بنانے کا علم ملا۔ نوح علیہ السلام سے انسانوں کو لکڑی کاٹنے بنانے بخاری ترخانہ بڑھئی کی کاریگری کشتی، بحری جہاز آبدوز بنانے کا علم ملا۔ داؤد علیہ السلام سے دھاتوں کی نئی انوکھی کاریگری ملی۔ ابراہیم علیہ السلام سے کپڑے کی تجارت خرید و فروخت پیٹنے کھولنے سنبھالنے نا پینے گز۔ فٹ بنانے کا علم ملا۔ سلیمان علیہ السلام سے لکڑی کے برتن اور ٹوکری چھوٹی بڑی بنانے درختوں کی شاخوں کو درست کرنے کا علم بانس سیدھا کرنے کا علم ملا۔ شعیب علیہ السلام سے انسانوں کو جانوروں کی دیکھ بھال نئے نئے علاج دواؤں کا علم ملا۔ صالح علیہ السلام سے کیل، دری اور قالین سازی کا علم ملا۔ موسیٰ علیہ السلام سے جوتی سازی کا علم ملا۔ یوشع علیہ السلام سے زبور سازی سونے چاندی کا علم ملا۔ ہوائی جہاز کا طریقہ لوگوں نے تخت سلیمانی سے اور بحری جہاز کا کاخاکہ کشتی نوح سے حاصل کیا۔ آئینہ الیاس علیہ السلام کی ایجاد ہے۔ صابن کی ابتدا یوسف علیہ السلام نے فرمائی۔ صابن میں خوشبو و رنگ افلاطون کی اختراع ہے۔ اُسترہ قینچی چھری چاقو یونس علیہ السلام کی ایجاد ہے۔ غرض کہ ان اہل بیت کا ہر علم و ہنر آستانہ نبوت سے ہی ان لوگوں کو ملا جو تاقیامت اسے انسانوں میں سب کو ہزار ہا طرح مفید ہے۔ فَهَلْ نَشْكُرُونَ۔ تو کیا تم اپنے رب کریم کی اتنی کثیر نعمتوں عنایتوں فائزے مند چیزوں کو بے شکر اپنے رب تعالیٰ کا شکر کرنے والے بندے بنو گے۔ اور اے انسانو کیا تم جانتے ہو کہ رب تعالیٰ کا حقیقی سچا صحیح شکر کیا ہے۔ تو سمجھ لو کہ کامل مکمل شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم السلام پر تصدیقی اقراری قوی عملی اتباع اور اطاعت کے ساتھ کامل

ایمان لایا جائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو ماننا ہی رب تعالیٰ کا شکر ہے یہ تو داؤد علیہ السلام کے معجزے تھے۔ وَلَسُلَيْمَانُ الْوَيْحَ عَا صِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ۔ اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا کہ پوری تین سو طرفانی ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا ایسی تالیع فرمان کہ چلتی تھی ان کے حکم سے جب وہ چاہتے جس طرف اور جس انداز میں چلنے کا حکم دیتے وہ ہوا اسی انداز میں چلتی ہلکی تیز بلند و پست غربا شرقا وغیرہ اُس زمین کی طرف جس میں ہم نے اپنی تمام برکتیں رکھ دی ہیں انبیاء علیہم السلام کی بعثت و طہیت اور مزارات کے وجود سے۔ اور سلیمان علیہ السلام کی اس شان و شوکت عزت عظمت بادشاہت حکومت حدود و سلطنت زمین کی فضاؤں میں آنے جلنے کو اور ان کے حکم سے ہواؤں کے چلنے رکنے چڑھنے اترنے کی ہر چیز ہر حالت یہ کیفیت کو ہر وقت ہم جاننے والے ہیں اس معجزے کی پوری وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی رسول بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے آپ کی نبوت رسالت تو فقط قوم بنی اسرائیل کے لیے تھی مگر آپ کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوق پر تھی اور سلطنت کا پھیلاؤ پوری روئے زمین پر۔ آپ کا تخت بہت بڑا عظیم تین میل لمبا چوڑا فرلانگ مرتبہ سونے کا بنا ہوا تھا۔ آسمانی فضاؤں میں مختلف ملکوں کی طرف اڑنا پھرتا تھا ہوائی جہاز کی طرح نیچے لکڑی لگی، لوئی تھی یہ جنات نے بنایا تھا اس پر ایک جانب منبر رکھا جاتا تھا یہ بھی سونے کا تھا۔ اس پر سلیمان علیہ السلام بیٹھتے تھے اور آپ کی دائیں جانب سونے کی تین ہزار کرسیاں اور بائیں جانب تین ہزار چاندی کی کرسیاں سونے کی کرسیاں پیرائیں زمانے کے امتیاز علیہم السلام تشریف فرما ہوتے تھے چاندی کی کرسیوں پر ہر امت کے اولیاء علما بیٹھتے بعض نے لکھا ہے کہ تین تین لاکھ سونے چاندی کی کرسیاں دائیں بائیں ہوتیں (منظہری) مگر یہ قول اس لیے غلط ہے کہ کل انبیاء کی تعداد بھی تین لاکھ نہیں ہے چہ جائیکہ صرف سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں۔ پھر آگے منبر کے قریب موٹے ریشم کا فرش پھا ہوتا جو اُس زمانے کے دیگر بانی گزار بادشاہوں کے لیے ہوتا تھا اس کے نیچے قالین پھے ہوتے تھے اُس پر امرا وزراء مالک بیٹھتے یہ تمام مومنین ہوتے تھے کس کا فر بادشاہ یا وزیر امیر کو تخت پر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی آس پاس گول دائرے میں انسان ملائکہ اور جنات کھڑے ہوتے تھے۔ جب یہ سب

اپنی اپنی جگہ اس طرح حسب ترتیب آجاتے تو ہوا کو حکم دیا جاتا وہ اس تخت کو اٹھا کر حکم سلیمانی کے مطابق بلند کر کے اڑائے جاتی۔ چھوٹے بڑے پرندے سیمان علیہ السلام کے حکم سے اوپر اڑتے جس سے سایہ ہوتا تاکہ دھوپ نہ پڑے بادل کسی بھی علاقے میں اُس وقت تک نہ برستا جب تک یہ تخت قضا میں رہتا ہوا کو حکم تھا کہ پیچھے ہی رہے تخت کے اوپر نہ آئے تاکہ کسی کو ہوائ نہ لگے۔ اس تخت کی رفتار سفر کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جہاں تک گھوڑا یا اونٹ اپنی تیز رفتار سے ایک مہینہ میں پہنچے وہاں یہ تخت آٹھ گھنٹے میں پہنچتا تھا۔ عموماً یہ سفر زمین کے مندرجہ ذیل ملکوں میں ہوتا۔ بوقت صبح روانہ ہو کر زوال تک ایک ماہ کی مسافت طے کرتا۔ یہ سفر آپ کے دار الخلافہ ملک شام کے شہر تدمر سے شروع ہوتا۔ ۱ اور ملک اصفہان میں دوپہر کو پہنچتے وہاں قیلولہ فرما کر ۲ پھر کابل کی طرف روانگی ہوتی پھر وہیں سے وقت شام تک واپسی ہوتی ۳ پھر کبھی عراق کی جانب پرواز ہوتی ۴ وہاں سے شہر تہرود ۵ پھر وہاں سے بلخ ۶ وہاں سے ترکستان ۷ وہاں سے چین ۸ پھر کبھی ساحل سمندر پر ۹ وہاں سے قندھار ۱۰ وہاں سے مکران ۱۱ وہاں سے کرمان ۱۲ وہاں سے فارس ۱۳ پھر وہاں سے علاقہ گسگر میں قیام پھر وہیں سے واپسی اپنے ملک شام کے شہر دار الخلافہ تدمر میں۔ یہ سفر سال میں دو بار ہوتا اور اس سفر کے تین مقصد ہوتے ۱ ایک یہ کہ مفتوحہ علاقوں کا دورہ ملکی انتظام کی دیکھ بھال دوم نئی جگہوں پر تبلیغ دین پھیلانا سوم یہ کہ فندی کفار پر قتال و فتوحات یا باج گزاری قائم کرنا۔ قتال میں صرف اپنی اتالی رعبیہ کر ہی شامل فرماتے از تفسیر روح المعانی۔ روح البیان تفسیر کبیر رازی، منظر ہی حضرت سیمان علیہ السلام کے ان معجزوں کا ذکر قرآن مجید میں نہیں جگہ فرمایا گیا۔ ایک یہیں سورۃ انبیاء آیت ۸۱ میں دوم سورۃ سبا آیت ۱۲ اس طرح ارشاد ہوا وَلِسُلَيْمَانَ الْوَيْحُ عُدُوْهُ هَاشِمُرُوْا رُوْا هَاشِمُرُوْا سَمُوْمُ سُوْرَتِہٖ مِّنْ اٰیٰتِہٖ ۱۲ میں اس طرح ارشاد ہوا۔ فَسَخَّرْنَا لَهُ الْوَيْحَ تَجْرِیْ بِأَمْرِہٖ ثُمَّ خَافَ حِیْثُ أَصَابَ۔ (حکایت) روایت ہے کہ ایک مرتبہ تخت سلیمانی کسی سفر پر جاتے ہوئے جب ایک جنگل پر سے گزرتے لگا تو سیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ تخت اتار لیا جائے چنانچہ تخت زمین پر آگیا آپ نے اپنے تمام ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ گیارہ میل کا میدان سب لوگ بیدل ننگے پیر طے کریں جب میدان طے ہو گیا تو تخت لایا گیا سب لوگ دوبارہ تخت پر بیٹھے آپ نے اس جگہ

کچھ دیر قیام فرما کر ایک محفل قائم فرمائی جن میں آپ نے تقریر فرماتے ہوئے اس میدان کو پیدل
 ننگے پیر طے کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ ایک وقت آٹے کا جب یہاں سرکار انبیا
 ختم المرسلین تشریف لائیں گے اس کو اپنا وطن بنائیں گے یہی آپ کا مزار مقدس ہوگا پھر
 کچھ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی فرمائی اور فرمایا کہ ساری مخلوق پر اس جگہ
 کا ادب واجب ہے اس وقت آپ کے ساتھ ایک بادشاہ طبع نام کے تھے انہوں نے عرض
 کیا کہ حضور اگر اجازت ہو تو میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہیں ٹھہر جاؤں سلیمان علیہ السلام
 نے اجازت دیدی اس طرح سب سے پہلے یہاں آبادی اور رہائش کی بنیاد ان ہی بادشاہ
 اور ان کے ساتھیوں نے رکھی اور بادشاہ کے نام پر اس شہر کا نام طبع یا طوبی رکھا گیا جو
 بعد میں طیبہ کہلا یا گیا، پھر اس کا نام ایک شخص کے لقب پر شرب رکھا گیا۔ آقا و کائنات
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر مدینہ رکھا جس کو رب تعالیٰ نے
 سورہ بنادیا اور طیبہ یا طوبی نام باقی رکھا مگر شرب نام ختم کر دیا اس لیے کہ شرب کا ایک
 معنی خراب بھی ہے یعنی شرب اور بیماریوں والا اب اس کو شرب کہنا شرعاً گناہ ہے جو
 جان کر کہے گا وہ بد بخت جہنمی ہے۔ طبع بادشاہ کا مکان وہی تھا جس میں ہجرت کے
 وقت ایوب انصاری ٹہرتے تھے۔ ایوب انصاری اسی بادشاہ کی اولاد میں سے تھے
 آج وہاں مسجد قبا شریف ہے۔ بادشاہ نے وفات کے وقت ایک رقعہ لکھا تھا جس میں
 حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ادب تقریر عید میلاد النبی کی محفل اس سرزمین کا تقارف
 پھر اپنا یہاں ٹھہر جانا بستی آباد کرنا اس کا نام رکھنا اپنا غائبانہ ایمان لانا اور عشق مصطفیٰ میں
 اپنا حال اور ہر چیز کا تذکرہ لکھا وہ رقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تھا نسل در نسل
 ہوتا ہوا اس وقت حضرت ایوب انصاری کے پاس تھا جب اس گھر میں آقا و کائنات
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو خود فرمایا کہ لاؤ ہمارے نام لکھا ہوا خط
 نبی ایوب انصاری نے حیران اور خوش ہوتے ہوئے وہ خط دیا۔ (حکایت)
 روایت ہے کہ ایک مرتبہ تخت سلیمانی اڑا جلا جا رہا تھا تو نیچے زمین پر کھڑی ایک
 عورت نے کہا کہ قربان جاؤں اس ماں پر جس کا ایسا شان و شوکت عزت و عظمت والا
 بیٹا ہے آپ نے فرمایا کہ میری ماں سے بھی افضل ایک اور ماں دنیا میں آنیوالی ہے
 جو محمد مصطفیٰ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں ہوگی۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ

سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

مفسرین کے مختلف اقوال ۱۔ فَتَحَمُّنَا میں دو قول ہیں ایک یہ کہ ہم نے بذریعہ وحی سمجھایا۔ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ سیاق و سباق اور روایت و روایت کے خلاف ہے اس وقت حضرت سلیمان کی عمر گیارہ یا تیرہ سال تھی، اور اس عمر میں کسی نبی کو وحی نہیں آئی بجز عیسیٰ علیہ السلام کے۔ دوم یہ کہ اس کا معنی ہے کہ زیادہ اچھا فیصلہ ہم نے ذہن میں ڈال دیا یہ قول درست ہے۔ ۲۔ وَكَلَّا میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ کَلَّا سے مراد تمام انبیاء علیہم السلام ہیں یعنی سب انبیاء کو ہم نے علم و حکمت دی دوم یہ کہ یہاں کَلَّا سے مراد صرف داؤد اور سلیمان علیہ السلام ہی ہیں، یہی قول درست ہے ۳۔ يُسَبِّحُنَّ میں چار قول ہیں ایک یہ کہ جب بھی داؤد علیہ السلام باواز بلند تسبیح خوانی فرماتے تو دُور شوق و لذت ذوق سے پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگتے اور پرندے بھی بلند آواز سے اور سب اپنی اپنی زبان میں جس کو داؤد علیہ السلام سنتے بھی سمجھتے بھی مگر دیگر لوگ صرف آواز سنتے اور حیران ہوتے یہی قول درست ہے۔ دوم یہ کہ جب داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تو پہاڑ اور پرندے آپس کے الفاظ اپنی آوازوں میں نقل کرتے جیسے طوطا مینا یہ قول زیادہ درست نہیں۔ سوم یہ کہ جب حضرت داؤد نماز پڑھتے تو پہاڑ اور پرندے اپنی اپنی نماز پڑھتے۔ تسبیح کا معنی نماز ہے یہ قول غلط ہے۔ چہاں یہ کہ جب داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تو پہاڑ گونجنے لگتے اور پرندے چہچہانے لگتے یہ قول قطعاً غلط بلکہ گمراہی ہے اور قدرت الہی کا انکار ہے اگر گونج ہی ہوئی تو قرآن مجید اتنی شان سے بیان نہ فرماتا پہاڑوں کی گونج تو آج بھی ہر مومن کا قمر کی اچھی بری آواز سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح پرندے بھی دن رات چہچہاتے رہتے ہیں کفار کے گھروں میں بھی اس کو تسبیح خوانی تو نہیں کہا جاسکتا ۴۔ فَصَلُّ اَنْتُمْ شَاكِرُونَ۔ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ سوالیہ عبارت بمعنی امر ہے یعنی تم شکر کرو تم پر شکر واجب ہے شکر کر کے بندے بنے رہو۔ دوم یہ کہ یہ سوال عجز ہے یعنی کیا تم میں طاقت ہے کہ تم اس کی نعمتوں کا پورا شکر ہی کر سکو یا کر سکتے ہو معنی یہ کہ ہمارا یہ انعام بھی اتنا عظیم ہے کہ تم تو اس کا پورا شکر بھی نہیں کر سکتے مگر پہلا قول درست ہے ۵۔ اَنْتُمْ ضَمِيرٌ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ اَنْتُمْ کا مرجع داؤد علیہ السلام کے گھر والے ہیں دوم

یہ کہ بنی اسرائیل مراد ہیں موم یہ کہ تاقیامت سب انسان مراد ہیں یہ ہی قول درست ہے کیونکہ آپ کی یہ صنعت کیوس تاقیامت سب کے لیے مفید ہے وَ لَیْلِیْمَان کی ترکیب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کا تعلق اسی سابقہ سَخْرًا سے ہے یہ واؤ عاطفہ ہے اور پورا معنی یہ ہے کہ ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں و پرندوں کو مسخر کیا اور سلیمان کے لیے تیز ہواؤں کو مسخر کیا۔ دوم یہ کہ یہ واؤ سر جملہ ہے۔ اور اگلی عبارت نیا جملہ ہے اور ایک نیا فعل سَخَّرَ پر مشیدہ ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان کے لیے تیز ہواؤں کو مسخر کیا مگر یہ قول غلط ہے پہلا درست ہے کیونکہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ بلا وجہ اور بلا قرینہ قرآن مجید میں کوئی لفظ مقدر ماننا گناہ ہے وَ تَجْرِی بِأَمْرِہ کی ضمیر غائب کے مرجع میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اہل سنت علما فرماتے ہیں کہ وَ لَیْلِیْمَان کی واؤ عاطفہ ہے اور عطف ہے سابقہ سَخْرًا پر۔ اور ضمیر کا مرجع سلیمان علیہ السلام ہیں معنی یہ ہے کہ ہوا کو ہم نے مسخر کیا سلیمان کے تابع فرمان کر دیا اُن کے ہی حکم سے ہوا چلتی تھی۔ دوسرا قول دیوبندی وہابی حضرات کا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ واؤ سر جملہ ہے اور یہاں سَخَّرَ پر مشیدہ ہے سَخَّرَ کا فاعل بھی اللہ تعالیٰ اور بِأَمْرِہ کی ضمیر کا مرجع بھی اللہ تعالیٰ ہے اور معنی یہ کہ اللہ نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کیا اور اللہ کے حکم سے ہوا چلتی تھی نہ کہ سلیمان کے حکم سے۔ یہ قول باطل لغو ضلالت و حماقت کے علاوہ حد بغض تعصب اور شان نبوت، قوت رسالت سے جلا ہے میرے کہ کہیں خدا وادشان و عظمت، انبیاء ظاہر نہ ہو جائے۔ اہل سنت و الجماعت علما کا قول توی و مدلل ہے اُن کی دلیل سورۃ ص کی آیت ۲۱ ہے۔ وہاں تو صراحتاً ارشاد باری تعالیٰ ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الْوَادَّ یُح تَجْرِی بِأَمْرِہ رُخَاءً حِیْثُ أَصَاب۔ یہاں تو دیوبندی حضرات نے اپنی بدعتیگی کو ثابت کرنے کے لیے۔ واؤ کو سر جملہ کہہ دیا اور اپنی مرضی سے بلا قرینہ اور بلا وجہ سَخَّرَ پر مشیدہ مان لیا اس بناؤٹ سے کہ کامر جمع اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیا مگر سورۃ ص میں کیا کریں گے وہاں بِأَمْرِہ کامر جمع اللہ تعالیٰ کی طرف جاسکتا ہی نہیں۔ وہاں تو مجبوراً اہل سنت کا عقیدہ ماننا ہی پڑے گا کہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلتی تھی۔ لطیف۔ ایک دیوبندی وہابی صاحب تقریر کر رہے تھے کہ اسے لوگو سنی لوگوں سے بچو یہ تو خدا کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑنے کہتے ہیں کہ ہوا سلیمان کے حکم سے چلتی تھی۔ علم غیب کسی کو دے دیا۔ نور کسی کو بنا دیا۔ ہوا میں کوئی بے گنا

خزانوں کی چابیاں کسی نے لے لیں رب کے لیے بچا معاذ اللہ۔ پھاروں کو خدا کی کتنی فکر لگی ہوئی ہے۔ سچ ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ۔

قائدے | ان آیت پاک سے چند فائزے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اگر دو مجتہد فقیہ اپنے اجتہاد سے کوئی مسئلہ مستنبط کرتے ہیں تو اگرچہ ایک کا اجتہاد ہی صحیح اور مضبوط ہو گا مگر ثواب دونوں کو ملے گا۔ اور دونوں کو ان کی محنت تدبیر فکر اور خلوص کا ثواب ملے گا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں بروایت عمرو ابن عاص اور ترمذی شریف میں بروایت ابو ہریرہؓ ایک حدیث پاک منقول ہے کہ آقاؐ کا ثبات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حاکم عالم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ یا مسئلہ استنباط کر کے نافذ کرتا ہے تو اگر صحیح اجتہاد کر لیا تب اس کو دو ثواب ملیں گے ایک محنت کا دوسرا صحت کا۔ اگر اجتہاد غلط ہو گیا تو ایک ثواب فقہا فرماتے ہیں بشرطیکہ حاکم قاضی مجتہد کے پاس شریعت کا مکمل اور کثیر علم ہو اور علمی فکری فیصلہ کرنے کی قابلیت و لیاقت و استعداد اس میں ہو۔ کوئی جاہل احمق اپنے جبر و ظلم سے علم شریعت سے ناواقف ہونے کے باوجود عدالت کی کرسی پر بیٹھ گیا تو اس کا یہ حکم نہیں اس کے غلط فیصلے میں اس کو جہنم کی وعید ہے چنانچہ ابو داؤد شریف اور ابن ماجہ میں بروایت حضرت یزیدہ حدیث پاک منقول ہے کہ قاضی (بیج) تین قسم کے ہیں جن میں دو قسم کے جہنمی اور ایک قسم کا جنتی جو حاکم و قاضی خفائیت کو جانتے سمجھتے کسی وجہ سے غلط فیصلہ کرے وہ دوزخی ہے۔ اسی طرح وہ بیج قاضی و مفتی بھی جہنمی ہے جو علم شریعت کے بغیر جہالت کے فیصلے کرے اور نالائق کے باوجود کرسی عدالت پر قابض ہو جائے۔ یہ فائدہ فَتَحْنَا هَا سُلَيْمَانَ وَكَلَّآ اَتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا۔ فرمائیے حاصل ہوا دوسرا فائدہ۔ ان آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلام نے انسانوں کی تقسیم باعتبار اخلاق کے تین طرح فرمائی ۱۔ بڑے علم و عقل والے ۲۔ بڑی عمر والے ۳۔ بڑے درجہ والے اس طرح کہ عند اللہ فضیلت علم اور ایمانی عقل والوں کی ہے لہذا ہر بڑے چھوٹے پر علما فقہا کا ادب و احترام واجب ہے۔ علم و عقل سے مراد دینی علم اور ایمانی عقل ہے۔ اور عمر رسیدہ بزرگوں کا احترام عزت لحاظ کرنا ہر شخص پر لازم۔ اور دنیوی اُسرا اور اہل مدارج کا دید یہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے یہ فائدہ فَتَحْنَا کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ بزرگی از عقل است نہ بسال و تو نگر از دل است نہ بہال روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی عقل

و شعور اور عزت افزائی دیکھ کر دیگر بنی اسرائیل حسد کرتے تھے۔ تب رب تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بند ربیعہ وحی فرمایا کہ ہم نے زمین پر حکمت کے نوے حصے نازل کئے ہیں جن میں سے ستر حصے سلیمان علیہ السلام کو اور بقیہ بیس حصے علقم بنی اسرائیل اور دیگر اقوام موجودہ کو۔ تو یہ بنی اسرائیل ہمارے سلیمان سے حسد کیوں کرتے ہیں (از تفسیر روح البیان) قیسرا فائدہ قرآن مجید میں کئی جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **عَلَّمْنَاهُ - اَقْنَيْنَاهُ - حُكْمًا وَعِلْمًا - جَعَلْنَاهُ - عَلَمًا** مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ وغیرہ جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو سکھانے پڑھانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انبیاء علیہم السلام صرف رب تعالیٰ کے شاگرد ہیں۔ مگر وہابی لوگ ان آیت میں تدبر و تفکر نہیں کرتے اور احقانہ رٹ لگاتے پھرتے ہیں کہ جبریل نے یہ سکھایا جبریل نے وہ سکھایا۔ حالانکہ جبریل علیہ السلام تو خود بار بار باادب حاضر ہو رہے ہیں اور دوزانو بیٹھتے اور احکام اسلام پوچھ رہے ہیں یہ فائدہ فقہنا ہا کلاً اُتینا۔ اور عَلَّمْنَاهُ کے ارشاد بت مخالفہ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن | ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ فقہاء کرام کامل و راستخ علما کو شرعاً اجازت ہے کہ وہ دینی یا دنیوی امور میں قرآن و حدیث کی آیت و روایت سے استنباط کر کے اجتہاد کریں یہ اجتہادی مسائل تمام مسلمانوں کے لیے قابل عمل اور خود مجتہد کے لیے باعث ثواب بھی۔ کیونکہ تدبر و اجتہاد فی المسائل سنت انبیاء کرام علیہم السلام اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے یہ اجتہاد بھی وہ وراثت انبیاء سے جس کا ذکر آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا: **اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ**۔ یہ مسئلہ فقہنا ہا اور اس سے پہلے **اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ**۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ ان آیت میں رب تعالیٰ عز و جل نے اجتہاد نبوت کا ذکر فرمایا کہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام نے اس مقدمہ کے فیصلے میں اپنا اپنا اجتہاد ہی فرمایا تھا جس میں حضرت سلیمان کا اجتہاد زیادہ اچھا تھا اس لیے داؤد علیہ السلام نے اپنا اجتہاد چھوڑ کر سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد نافذ فرمایا رب تعالیٰ نے فرمایا کہ سلیمان کو خود رحم نے اجتہاد کرنا سکھایا جس سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوا۔ اس لیے اب بھی راستخین علما کو اجتہاد کرنا جائز ہے ہاں البتہ اجتہاد صرف عملیت میں ہو سکتا ہے عقائد میں نہیں ہو سکتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور علماء عظام کے اجتہاد

کافر یہ ہے کہ انبیاء کرام کا اجتہاد کبھی غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام دینی ذمہ داری ہر قسم کے معاملات میں خطا سے بھی معصوم ہیں خطا پر بھی قادر ہی نہیں، ہاں اللہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک نبی علیہ السلام کا اجتہاد زیادہ صحیح اور زیادہ مفید ہو۔ جیسے دائرہ علیہ السلام کا اجتہاد بھی صحیح اور شریعت کے قانون کے مطابق تھا لیکن سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد زیادہ صحیح اور زیادہ مفید تھا۔ مگر فقہاء و عظام کا اجتہاد۔ انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کے برابر یا زیادہ صحیح قطعاً نہیں ہو سکتا۔ بلکہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور باعتبار استدلال و استنباط کمزور بھی مگر قبولیت سب کی۔ جیسا کہ امام یوسف اور امام محمد کے اجتہاد و استدلال امام اعظم کے مقابل اکثر نہایت کمزور ہوتے ہیں یہی کمزوریاں امام اعظم کے مقابل آئمہ ثلاثہ کے اجتہادات میں ہیں اس کی تفصیل و ثبوت ہمارے فتاویٰ العطا یا کی چاروں جلدوں میں دیکھئے دوسرا مسئلہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر کسی شخص کا جانور کھل کر خود بخود کسی کی کھیتی میں پڑ جائے رات کے وقت یا دن میں تو مالک یا چرواہے پر تاوان یا جرمانہ واجب نہیں ہوگا۔ اور کھیتی والا اپنی کھیتی کا نقصان جانور والے سے نہیں مانگ سکتا، لیکن عدالت کا بیج جانور والے کو اس کی غفلت اور کوتاہی کی بنا پر دے کہ اُس کا جانور کیوں کھل کر باہر نکلا۔ اُس کو کوئی ایسی تعزیری سزا دے سکتا ہے جس سے کھیتی والے کو کچھ فائدہ ہو جائے یاں البتہ اگر جانور والا ساتھ ہو یا اس کو جانور کے کھل جانے کا پتہ لگ جائے پھر بھی پرواہ نہ کرے اس صورت میں اگر دن ہے تو کچھ واجب نہیں کیونکہ کھیتی والے کی ضرورت ہے کہ وہ دن کے وقت اپنی کھیتی کی خود حفاظت کرے اور اگر یہ بات رات کے وقت ہو تو جانور والے پر کھیتی کے پورے نقصان کا بدلہ دینا پڑے گا کیونکہ گویا اُس نے جان بوجھ کر اپنے جانور سے نقصان کرایا ہے امام اعظم کا یہ مسلک مستنبط ہے اسی آیت فَخَصْمْنَا ہمارے کہ رب تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے فیصلے کی تائید و تعریف فرمائی اور اس کو انعام و ربانی فرمایا گیا، حضرت سلیمان کا یہی فیصلہ تھا کہ چرواہے کو تعزیری سزا کے طور پر کھیتی میں محنت کرائی جائے تاکہ کھیتی اسی پہلی حالت میں آجائے یہ نگہداشت اور محنت برباد شدہ کھیتی کی قیمت یا عوض نہ تھی۔ تعزیری سزا تھی اور اس سزا سے بھاگ جانے کے اندیشے میں جانور پر کھیتی والے کا اتنا عرصہ قبضہ ماننا کرایا گیا۔ اور جانور کے دودھ۔ اون بال اور نسل کو لینا یہ بھی کھیتی کا عوض نہ تھا بلکہ دوران قبضہ

جانور کی خوراک رہائش دوائی اور حفاظت کے عوض تھا دوسرے اس مسئلے کا استنباط کہ اگر مالک جانور کیساتھ ہو بخاری و مسلم کے اندر منقولہ ارشاد نبوی ہے کہ جُرْحُ الْعُجْمَاءِ جَبَّارٌ، یعنی جانوروں کا کیا ہوا نقصان معاف ہے لیکن امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہما کا مذہب یہ ہے کہ اگر دن میں جانور بغیر مالک کی موجودگی کسی کی کھیتی میں پڑ جائے تو اس کا کیا ہوا نقصان معاف ہے لیکن رات میں اگر خود بخود کھل جائے اور کسی کی کھیتی خراب کر دے تو پورے نقصان کا بدلہ جانور والے سے لیا جائے گا۔ ان کے دلائل میں بھی ایک اسی آیت سے استنباط ہے اور ایک روایت سے استدلال ہے استنباط تو یہ کہ داؤد علیہ السلام نے تاوان دلوایا اور استدلال یہ کہ سنن میں منقول ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی اونٹنی رات کے وقت گھل گئی اور ایک انصاری کے باغ کو کھا کر برباد کر دیا مقدمہ آقا کا ثبات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن میں کھیت اور باغ والے پر اپنے کھیت و باغ کی حفاظت واجب ہے اور رات کو جانور والے پر جانور کی حفاظت واجب ہے اس سے ثابت ہوا کہ رات کے نقصان کا بدلہ جانور والے سے لیا جائے گا۔ حنفی علما فرماتے ہیں کہ یہ استنباط اور استدلال دونوں کمزور ہیں۔ استنباط تو اس لیے کہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ تو خود داؤد علیہ السلام نے ہی ترک فرما دیا اور رب تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو اچھا فرمایا۔ ثواب متروک فیصلے پہ عمل کیوں کیا جائے جس کو تاؤید ربانی بھی حاصل نہیں استدلال تبیین دھبہ سے کمزور ہے۔ یہ روایت سنداً ناقص ہے اور متناً مضطرب اور ایسی روایت سے دلیل لینا منع ہے۔ اس روایت میں آئندہ احتیاط کرنے کا تو حکم ہے کہ آئندہ اس پر یہ واجب کہ اس پر یہ واجب مگر نقصان کے بدلہ لینے دینے کا کوئی ذکر نہیں کہ براء بن عازب سے کیا تاوان دلوایا گیا؟ اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس رات براء بن عازب نے اپنی اونٹنی خود کھولی تھی تب تاوان واجب ہوا۔ لہذا اس واقعے پر جانور کے خود کھل جانے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ تیسرا مسئلہ قانون شریعت میں جس طرح علوم اچھے بھی ہیں اور برے بھی اچھے علوم سیکنا فَرِيقَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مَسْلَمٍ وَمَسْلَمَةٍ اور برے علوم سے بچنا واجب جیسے جادو، شیعہ کھیل تماشے چوری و کیتی کا علم اسی طرح نجارتوں کی اچھی بری تین قسمیں ہیں۔ ناجائز اور حلال، ناجائز و حرام، مکروہ تحریمی

و نیز ہی۔ فقہاء کرام نے تقریباً ساٹھ نوعیتیں تجارت کی بیان فرمائی ہیں جن میں کچھ جائز کچھ ناجائز۔ بعض تجارتیں عوام کے لیے جائز مگر علما، عقلاء، شرفاء مقتدا بزرگوں کے لیے مکروہ ہیں مثلاً کفن کی تجارت مٹ قبروں کی کھدائی کا کاروبار مٹ کسب خبیث یعنی گندگی روڑی کی خرید و فروخت مٹ کوڑے کی تجارت مٹ روڑی اور گھناؤنی اشیاء مٹ خیانت والی تجارت مٹ سودی کاروبار ہر مسلمان کو حرام مٹ جوئے سٹہ بازی مٹ قصائی مٹ اکاہن نجوی جو شنی رتالی کی کماٹی مٹ حرام کھیل کے سامان کی تجارت مثلاً ڈھول طبلہ سارنگی مٹ چمڑے سازی مٹ ا حجامت سر کے بالوں کی مگر وارھی مونڈنا ہر ایک کے لیے حرام مٹ امور قی اور بُت فروشانی بت سازی نوکرانی ہر مسلمان کو حرام مٹ اتانوں کو بیچنا مٹ درختوں کو کاٹنے کی تجارت اس میں نخوت و بے برکتی ہے مٹ رنگریزی مٹ دلالی روایت ہے کہ سب سے پہلے دلالی ابلیس نے آدم علیہ السلام کے ساتھ کی یہ مسئلہ عَلَمَتُهُ صُتْعَةُ لَبُوْسٍ کے فرمان سے مستنبط ہوا بزرگ فرماتے ہیں کہ مردوں کے لیے یا برکت تجارت خیاطی یعنی درزی کی ہے اور عورتوں کے لیے غزالی یعنی چرخہ کانتا ہے۔ تجارتوں کی مزید تحقیق و تقسیم معلوم کرنے کے لیے ہمارا فتاویٰ العطا یا جلد اول کتاب البیوع اور جلد چہارم دیکھئے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراضات کئے جلتے ہیں۔ پہلا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ سَخَرْنَا لَهُ میں چبائی کا ذکر پہلے فرمایا گیا طیر کا بعد میں جواب اس لیے کہ پہاڑ جمادات ہیں ان کا باؤاز بلند تسبیح خوانی زیادہ تعجب خیز ہے اس لیے یہ بڑا معجزہ ہوا لہذا اس کا پہلے ذکر ہوا پرندوں کی تسبیح خوانی زیادہ حیران کن نہیں کیونکہ وہ حیوانات ہیں تو ویسے ہی بولتے رہتے ہیں بلکہ بعض انسانی لہلی کی نقل بھی کر لیتے ہیں جیسے طوطا مینا۔ اس لیے یہ چھوٹا معجزہ ہوا اس کا ذکر بعد میں۔ دوسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ تسبیح داؤد کے ساتھ نَمْعٌ دَاوُدُ ارشاد ہوا مگر تسبیح سلیمان کے ساتھ لَامُ ارشاد ہوا کہ فرمایا وَ لِسُلَيْمَانَ۔ جواب اس لیے کہ داؤد علیہ السلام کی تسبیح اور سلیمان علیہ السلام کی تسبیح میں فرق ہے کہ داؤد علیہ السلام کے لیے کسی پہاڑ یا پرندے کو تابع فرمان نہ کیا گیا تھا نہ آپ کو اس نابعیت کی ضرورت تھی صرف اتنا ہوتا تھا کہ داؤد علیہ السلام اپنے وقت عبادت میں بلند آواز سے تسبیح الہی پڑھتے تھے تو پہاڑ بھی اپنی تسبیح باؤاز بلند پڑھ کر آپ کا ساتھ دیتے تھے اسی طرح پرندے بھی آپ کے قریب آکر

آپ کا ساتھ دیتے تھے۔ لیکن ہوا میں ہر وقت حضرت سلیمان کی تابع فرمان رہتی تھیں جیسے چاہتے جس وقت چاہتے ہواؤں کو حکم دیتے تو وہ اپنا رخ اور انداز بدل لیتی تھیں، اس لیے ارشاد الہی میں وہاں مع فرمانا۔ اور یہاں نفع کا لام جارہ فرمایا تسخیر کے اس فرق کی وضاحت فرماتا ہے۔ تبسرا اعتراض حضرت سلیمان کا تخت بھی ایک ہی تھا اور ہوا و فضا بھی ایک ہی تھی تو اس کی کیا وجہ کہ یہاں ہوا کو عاصفۃ فرمایا گیا اور سورۃ میں آیت ۳۲ میں رُخاء فرمایا گیا۔ عاصفۃ کا معنی ہے صرف تیز ہوا۔ یعنی آپ کے لیے صرف تیز ہوا مسخر کی گئی اور لفظ رُخاء سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ کے لیے صرف نرم ہوا مسخر ہوئی رُخاء کا معنی ہے نرم ہوا۔ جواب۔ مفسرین عقلم نے اس کی تین مختلف وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ ہوا تو سب ہی مسخر ہوئی تھی مگر تخت کو اٹھاتے وقت وہ عاصفۃ ہوتی تھی اور تخت کو نیچے لاتے وقت وہ رُخاء ہوتی تھی یعنی پہلے سخت بن کر اٹھاتی تھی نیچے آتے وقت نہایت نرم ہوتی تھی۔ بعض نے فرمایا کہ عاصفۃ اور رُخاء کہہ کر رب تعالیٰ نے ہوا کی تابعداری اور فرمانبرداری عاجزی کی وضاحت فرمائی ہے کہ جیسے سلیمان چاہتے تھے ہوا ویسے ہی چلتی تھی اگر تیز چلتے کا حکم دیتے تو فوراً ہوا عاصفۃ بن کر چلتی اور کہیں پر آہستہ آہستہ جانا مقصود ہوتا تو ہوا کو آہستہ اور نرم چلتے کا حکم دیتے تب وہ رُخاء بن کر چلتی۔ بعض نے فرمایا کہ عاصفۃ فرما کر ہوا کی ذاتی نفسی اور جسمی کیفیت کا ذکر کیا گیا کہ ہوا ذاتی طور پر بوجہ لطیف ہونے کے تیز ہی ہوتی ہے اور رُخاء فرما کر اس کی عملی کیفیت کا ذکر کیا گیا کہ جب حکم سلیمانی ہوتا تو اپنی مرضی سے نہ چلتی بلکہ تابع فرمان ہو کر چلتی اس قول میں عاصفۃ اور رُخاء کا معنی تیز اور نرم نہیں بلکہ آزاد ہو کر اور تابع ہو کر چلنا مراد ہے۔

تفسیر صوفیانہ | فَهَمَمْنَا هَا سَلِيمَانَ وَكَلَّأْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَحْنُ نَاظِرُونَ
دَاوُدَ الْجَبَّالَ يُسَبِّحُنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا مُعَلِّمِينَ۔ اور ہم نے ہی سمجھائی

ہیں عقل علی کو دین و دنیا کی ساری تدبیریں اور بنا دیا کہ حکمت وہی معتبر ہے جو عمل، ہو اور عمل وہی اچھا ہے جو تقویٰ الہی سے ہو اور تقویٰ وہی مقبول ہے جو ریاضت سے ہو اور ریاضت وہی معتبر ہے جو شریعت کے مطابق ہو اسی میں تحصیل کمال کی بدست اند بلوغت ہے اور عمل کا ظہور فعل سے ہے مومن کے فعل کی پانچ صورتیں

ہیں۔ علم کی ضروری ہو۔ فکر مضبوط ہو۔ نظر دقیق ہو۔ ذوق مستقیم و دائمی ہو۔ کشت
پائیدار ہو۔ یہ پانچوں افعال رب تعالیٰ نے عقل نظری کو بھی عطا فرمائے اور عقل علمی کو بھی ہر فعل
صواب کی حکمت و علم دونوں عقلوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی عطا فرمایا اس لیے دونوں عقلوں کی رائے
اور فیصلہ فکر و تدبیر حکمت علمیت علمیت کا شیعہ اور معاملے میں درست ہوتا ہے۔ مومن کی دونوں
عقلیں طلب کمال میں مضبوط اور کریم حصال کے حصول میں موافق ہوتی ہیں۔ اس لیے رب تعالیٰ
نے اعضاء ظاہری ایمانی کے پہاڑوں کو داؤد عقل کے ساتھ تالیع کر دیا۔ جو زبان خصوصیت
سے تسبیح پڑھتے ہیں اور حجرات جمادیہ حیوانات پر واز یہ کو سیرت عقل کا ساتھی بنا دیا کہ
نہ مخافت کر سکیں نہ ممانعت نہ رکاوٹ بلکہ عمل میں توکل اور امر میں رجوع تزیہ۔ اس طرح
قواد روحانیہ کے پرندوں کو بھی عقل کا ساتھی و مہنوا بنا دیا کہ ارواح انوار کی فضاؤں میں
اذکار کی تسبیح۔ اقلار کی تجدد اور طیران کی تہیل و اے کلمے پڑھتے رہیں۔ غرض کہ بدن
مومن پر قادر و کریم عقل تجدد کی پوری قدرت کریمانہ قائم ہے یہ تسبیح عمل صالح اور نیکیوں
کا آسان ہونا گناہوں کا شکل ہو جانا اس قدرت کا توفیقی انعام ہے۔ وَ عَلَّمْنَاهُ صُنْعَهُ
لَبِئْسَ لَكُمْ بَلِغُكُمْ مِنْ بَنِي سَكْمُ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ۔ اور ہم نے
ہی بندہ مومن کی عقل نظری کو تقویٰ شریعت و طہارت طریقہ کا لباس بنانا سکھایا، جب
بندے کو علم حکمت عطا ہوتی ہے تو اس کا ہر قدم رب تعالیٰ کی تائید سے ہوتا ہے اگرچہ
ظاہر ایک قدم دوسرے کے مخالف لگتا ہے۔ اور قدم قانون شریعت کا ہو یا تقویٰ
طریقت کا راہ معرفت میں ہو یا منزل حقیقت پر دونوں ہی صواب و مقبول ہوتے ہیں
جب ذکر الہی پر سلطان ذکر کا غلبہ آتا ہے تو اس کے اعضاء جبال اور طیران روحی
کے دھند نور سے منور ہو جاتے ہیں اور بندہ ذکر کا قلب و روح جو ہر ذکر سے قیمتی
جوہر بن جاتا ہے یہاں تک کہ بہت دفعہ نور ذکر سے قلب کے آئینے منعکس ہو کر ہر
جہ و حیوان پر پڑتا ہے تو وہ بھی صحبت انوار کی برکت سے حمد و تسبیح میں شامل
ہو جاتے ہیں اور زبان قال سے ذکر الہی میں ہم زبان و مہنوا ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک
کہ بعض صالحین کا پورا قالب جاری ہو جاتا ہے اور بعض کا قلب اور بعض کے اجزاء
باطنی و جسمی جیسا کہ دست اقدس کی کنکریاں اور صحابہ کرام کے ہاتھوں میں کھانے کے نوالے
اور خالی مکان کی دیواریں انوار قدس سے حمد باری تعالیٰ کے نغمے سناتے ہیں۔ جن

کا قلب جاری ہوتا ہے ان کی یہ نشانی ہے کہ اُن کے ساتھ جو حجر و شجر لگے وہ بھی ذکر الہی کرتا ہے اور لُجُن کا اظہار عام ہوتا ہے خواص کو سنائی کر دیتا ہے فقط پستان ہلانے کی مشق کر لینا ذکرِ جنانی نہیں مگر شیطانی ہے۔ (از کتاب تلبیس ابلیس) بندہ مخلص کو جب نورِ قدسی کے کبل میں لپیٹ لیا جاتا ہے تو اُس کی ہر آواز پر جہاں جمادات اور طیور حیوانات قوتِ حق کی نوری زبان سے لبیک کہتے ہیں صوفیاء گیار فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے پہلوں کو مجذوبینِ بارگاہ کی تسکینِ خلوت و ذکرِ عبودیت کے لیے پیدا فرمایا۔ خیال رہے کہ حسن ظاہری نفس کا حصہ ہے اور حسنِ رسانی خوش الحانی قلب و روح کا حصہ ہے۔ تقویٰ شریعت کا لباس آستانہ نبوت سے اس لیے دیا گیا تاکہ اسے بندودہ لباس جس جیا اور ملیبوساتِ غیت تم کو نفسِ آمارہ کے وہم و غضب اور شیطنین کے دسوا سی حملوں اور بے حیائی بے غیرتی کے ٹھیک زخموں سے بچائے۔ تو کیا تم بارگاہِ ربانی کی طرف اطاعت و اتباعِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے کافی توجہ رکھ کر شریعت کی اس نعمت اور طریقت کے انعام حقیقت کے اکرام، معرفت کے اہام کا شکر حقیقی ادا کرو گے۔ وَرَسُولُكَ الرَّسُولُ عَصَا صِفَةٍ تَجْرِي بِأَمْرِكَ إِلَى الْأَرْضِ الْكُنَى بَا دَكُنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُنَى شَيْءٍ عَلِيمِينَ۔ سینہ مومن میں عقلِ علی کا وجود ہماری معمول اور چھوٹی نعمت نہیں ہے۔ پوری کائناتِ جہانی پر اس کی حکمرانی ہے سینہ و بنیان اور عرشِ نفس پر اس کا تختِ نفاست ہے۔ خوابشات کی تیز آندھیاں شبوات کے گھٹا ٹوپ طوفانِ لذاتی ہوا میں اس کے لیے ہم نے اس طرح مسخر کر دی ہیں کہ اس کے حکم سے تختِ شریعت کے نیچے ہو کر باطل کے مقابلِ عاصفۃ اور حق کے سامنے ضائع بن کر چلتی ہیں۔ اُس زمینِ بدنی کی طرف جس میں ہم نے ادب و عبادت کی برکتیں بھر دی ہیں وہاں اخلاقِ فاضلہ، ملکاتِ کاملہ اور اعمالِ صالحہ کے پھول کھلتے اور پھل لگتے ہیں۔ کوئی خواہش سرکشی کا دم نہیں مار سکتی۔ وَكُنَّا بِكُنَى شَيْءٍ عَلِيمِينَ۔ مومن و مخلص مرحوم و مقبول کے قلب و قالب کی ہر چیز ہر واردات کے اسبابِ کاملہ علتِ عاملہ کو فقط ہم ہی جانتے والے ہیں۔ برکاتِ الہیہ کا سب سے اچھا پسندیدہ پھل توبہ ہے یہی عبادتِ کاملہ اور عملِ صالح کی اصل ہے بلکہ توبہ ہر مقام کی اصل بنیاد اور ہر روحانی حال کی کنجی ہے اس سچی توبہ کے ذریعہ مقاماتِ اسرار کا آغاز ہوتا ہے۔ جس طرح عبادت کے لیے زمین پہلے ہوتا ضروری اسی طرح عبادت کے لیے سچی اور مضبوط توبہ ضروری ہے۔ جس کے پاس زمین نہ ہو

وہ عبادت تعبیر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جس کے پاس توبہ نہ ہو وہ عبادت کی توفیق نہیں پاسکتا
توبہ کے بعد پہلا قدم ابتداء نیکی کی رہنمائی اور توفیق کا آغاز ہے جب غافل غفلت سے جاگے
تو یہ اس کو بیداری کی راہ تک پہنچاتا ہے اور بیداری راہ ہدایت تک

وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَغْوِيهِ لَهٗ وَ

اور تابع کیا شیطانوں میں سے اُن جنات کو جو سمندر سے نکالتے تھے ان کے پیچھے اور شیطانوں میں سے وہ جو اُس کے پیچھے

يَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذٰلِكَ وَكَذٰلِكَ

اور بہت سارے کام کرتے تھے کام کرنا اُس کے علاوہ اور ہم ہی تھے ان کو غوطہ لگاتے اور اس کے مولا اور کام کرتے اور ہم انہیں

حَفِظِينَ ۝۸۲۱ وَ اَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُ اِنِّى

قابلو میں رکھنے والے۔ اور یاد کرو اِیُّوب کو جب انہوں نے فریاد کی اپنے رب تعالیٰ سے کہ بیشک
روکے ہوئے تھے۔ اور اِیُّوب کو یاد کرو، جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف

مَسِّنِى الضَّرَّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۝۸۳۱

پہنچی مجھ کو بیماری اور تو ہی سب رحیموں کا رحیم ہے۔

پہنچی اور تو سب ہر والوں سے بڑھ کر ہر والا ہے

فَاَسْتَجِبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضَرٍّ

تب ہم نے فریاد قبول کر لی اُن کی پھر ختم کر دی ہم نے وہ بیماری جس سے تکلیفیں تھیں

تو ہم نے اُس کی دعا سُن لی تو ہم نے دور کر دی جو تکلیفیں اس سے تھیں

وَاتَيْنَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُ مَعَهُمْ رَحْمَةً

اور نئے دیئے ہم نے ان کو اُن کے تمام اہل خانہ اور ان کی برابر دیگر بھی کیساتھ انعام کرتے
اور ہم نے اُسے اُس کے گھر والے اور اُن کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر

مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعٰدِيْنَ ﴿۸۴﴾

ہوئے اپنے پاس سے اور ذکر خیر نیکوں میں ۔

اور بندگی والوں کے لیے نصیحت ۔

تعلقات | ان آیت کریمہ کا پھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیت میں حضرت سلیمان کے معجزات کا ذکر ہوا جو ان کی نبوت وصال کی نشانی تھے اب ان آیت میں مخلوق الہی کی محکومی اور سلیمان علیہ السلام کی فرمانبرداری کا ذکر ہے کہ ان تو درکنار جنات و سرکش شیطن بھی ان کے تابع فرمان تھے یہ ان کی حکومت و سلطنت کی نشانی تھی۔ یعنی پھلی آیت میں سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا ذکر تھا یہاں حضرت سلیمان کی بادشاہت کا ذکر ہے دوسرا تعلق پہلی آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی نعمتوں برکتوں رحمتوں کا ذکر فرما کر بندوں کو ایک سوالیہ جملے میں شکر کرنے کی ترغیب دی گئی۔ اب ان آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک محبوب بندے حضرت ایوب علیہ السلام کی شکرگزاری کا چرچہ فرمایا کہ تم لوگ تو عیش و آرام میں بھی مولیٰ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتے مگر میرا وہ بندہ کمر توڑ جگر موز مسیبتوں بیماریوں میں بھی میرا شکر کرتا رہا ایک آن غافل نہ ہوا۔ تیسرا تعلق پہلی آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی اُن نعمتوں کا ذکر ہوا جو بغیر دعل کے ان کو عطا ہوئیں۔ اب یہاں اُن نعمتوں کا ذکر ہے جنہی کی دعا سے فوراً ملتی ہے۔

وَمِنَ الشَّيْطٰنِ مَن يَّغْوِي صُوْنًا لَّهٗ وَيَعْلُوْنَ حَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ
تفسیر نحوی | وَكَانَ لَكُمْ حَفِظْتُمْ۔ داؤد پر حملہ من جازہ تبغیضہ الف لام استغراقی

بمعنی تمام شیاطین اسم مذکر جمع سالم بحالت کسرہ اس کا واحد ہے شَیْطَانٌ مراد ہیں کافر جنات
 کیونکہ مومن جنات کو شیاطین نہیں کہا جاتا ایک قول میں مطلقاً جنات مراد ہیں اور شیطان
 جسم لطیف کی نسبت کہا گیا ہے نہ کہ کفر کی وجہ سے مگر یہ قول درست نہیں۔ یہ جار مجرور
 متعلق ہے شَحْرُ نَا پوشیدہ کا مَن اسم موصول جنسی یعنی واحد و جمع سب کے لیے آجاتا
 ہے یہاں جمع کے لیے ہے اس سے مراد شیاطین ہیں بحالت نصب ہے کیونکہ یہ اپنے جملہ سے
 مل کر مفعول بہ ہے ایک قول میں مرفوع ہے کیونکہ مبتداء مؤثر ہے ماقبل جملے کا یَعُوْ صَوْن
 باب نصر کا فعل مضارع بمعنی ماضی استمراری جمع مذکر غائب غَوْضُ اجزاف وادی سے مشتق ہے
 بمعنی سمندر میں نیچے اتر کر غوطہ بگا کر سمندری خزانے نکال کر باہر لانا اسی سے ہے غَوَاصُ اسطوار
 علی سمندر کے نکتے نکالنے والے مفکر کو بھی غَوَاصُ کہا جاتا ہے سنا گیا ہے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی
 کو لقباً غَوَاصُ الْفُرَّانِ بھی کہا جاتا تھا اور یہ لقب اس دور کے کثیر علماء متبحرین نے ریافت
 اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع مَن جنسی جمع ہے لہٰذا یہ جار مجرور متعلق ہے
 یَعُوْ صَوْن کا یہ لام حرف جرایزانیہ ہے اور ضمیر کا مرجع شَیْطَانٌ ہے یہ سب ملکر جملہ
 فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ یَعْمَلُوْنَ باب سَمِعَ کا مضارع بمعنی ماضی استمراری یہ
 دونوں نخل دراصل تھے گاؤں اُیَعُوْ صَوْن اور گاؤں یَعْمَلُوْنَ عَمَلٌ سے مشتق ہے بمعنی
 ہر قسم کا کام کرنا، عَمَلًا، اسم مصدر اپنے فعل (عامل) کا ہم معنی اس لیے مفعول مطلق ہے دُونُ
 اسم جامد مضاف ہے بہت سے معنی میں مشترک ہے یہاں معنی ہے علاوہ ذالک اسم
 اشارہ بعیدی بمعنی اُس مضاف ہے اس کا مضاف الیہ یَعُوْ صَوْن کا مصدر غَوْضُ ہے
 یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے یَعْمَلُوْنَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں معطوف
 مل کر صلہ ہوا مَن کا۔ موصول صلہ مل کر مفعول ہوا شَحْرُ نَا پوشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا
 واو سب جملہ گناہ فعل ناقصہ جمع منکلم با اسم ضمیر پوشیدہ کھم جار مجرور گناہ کا متعلق حَفِطْنِ
 اسم فاعل جمع مذکر بحالت فتح ذریعہ خبر ہے گناہ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ وَ الْوَبِ
 وَ نَادَى رَبِّهٖ اِنِّیْ مُسِيْئٌ اَلضُّوْا اَنْتَ اَمُّ حُرِّ النَّاسِ اَحْمِیْنِ۔ واو مرجعہ
 اذ حرف نہیں جیسا کہ مفسرین نے کہا اسم ظرف مکانی ہے یہ اپنے مابعد مدخول علیہ سے
 مل کر اپنے ماقبل ظاہر یا پوشیدہ فعل کا ظرف ہوتا ہے اکثر اس سے پہلے اُذْکُرْ یا اُذْکُرْ
 واحد یا جمع کا صیغہ پوشیدہ ہوتا ہے یہاں اُذْکُرْ امر حاضر واحد مذکر پوشیدہ بمعنی یاد

یہی ہے۔ اے نبی۔ اَیُّوب اسم غیر منصرف کیونکہ عجمی اور علم ہے زبان عبرانی کا لفظ ہے نام ایک بہت بڑے رسول اکرم کا علیہ السلام بحالت فتح مفعول بہ اُذْکُرْ پر شیدہ اذْکُرْ فیہ زمانہ نادی باب مفاعلة کا ماضی مطلق بمعنی ماضی بعید اس کا مصدر ہے مَنَادَاکَ وَجَدَاؤُ نَدَی سے بنا ہے بمعنی پکارنا بلانا فریاد کرنا یہاں اسی آخری معنی میں ہے پرشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے جس کا مرصع اَیُّوب ہے رَبُّہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اَیُّوب، ایک قول میں اَیُّوب ہے اُن کے نزدیک یہ علیحدہ جملہ ہے اور اس سے پہلے قَالَ فعل یا قَائِلًا اسم فاعل پرشیدہ مگر یہ غلط ہے بلکہ یہ نادی فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے درمیان کلام میں ہے اور نادی قائم مقام ہے حرف ندا کے اور یہ تمام جملہ جوابِ ندا ہے اس لیے اَیُّوب سے ہے نہ کہ اَیُّوب۔ یہ دراصل اُن کی ہے ترجمہ ہے بے شک میں۔ یٰ فَمِیْرُ وَاحِدٌ مُّتَّکِلٌ مُّتَّعِلٌ اس کا اسم ہے مَشَّی باب نصر کا ماضی مطلق بمعنی ماضی قریب وَاِحدٌ مَذْکُرٌ غَائِبٌ مَشَّی مضاف لَآئِی سے مشتق ہے بمعنی چھو جانا۔ لُک جانا یہ لغوی ترجمہ ہے یہاں یہ ہی مراد ہے مگر اصطلاحاً اس کے مشتقات بہت معنی میں مستعمل ہیں۔ نون و قایہ کی ضمیر واحد متکلم منصوب متصل کہونکہ مفعول بہ ہے اَلْفُضْرُ اسم معرف باللام الف لام عہد خارجی یعنی اس کا مدخول علیہ عام مشہور ہے فُضْرُ اسم حاصل مصدر جامد بمعنی جسمانی تکلیف ایک قرئت میں اَلْفُضْرُ ہے بمعنی ہر قسم کی تکلیف بدنی مالی قلبی عقلی روحی وغیرہ مگر پہلی قرئت درست ہے کیونکہ یہاں صرف جسمانی بیماری کا ذکر ہے انبیاء کرام کو قلبی عقلی روحانی نقصان و تکلیف (بجاری) نہ ہو سکتی ہی نہیں اور مالی تکلیف کی پرواہ نہیں ہوتی علیہم السلام۔ اَلْفُضْرُ فاعل ہے۔ مَشَّی فعل کا واؤ حالیہ بمعنی حالانکہ اَنْتَ اسم فمیر واحد مذکر ماضی مرفوع متفصل مبتدا ہے اَرْحَمُ اسم تفضیل واحد مذکر رَحْمٌ سے مشتق ہے بمعنی نرمی و فضل کرنا، ترس کرنا۔ مَصَابٌ ہے بچانا، ہر معنی مناسب ہے مضاف ہے اَلْحَمِیْنِ اسم فاعل جمع مذکر بحالت کسر ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے اس کا واحد اَرْحَمٌ ہے رَحْمٌ سے مشتق ہے یہ مرکب اضافی خبر ہے اَنْتَ مبتدا کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر بیان کیفیت ہے مَشَّی کے جملے کی سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اَنْتَ کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جواب ہے نادی کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ظرف زمانی ہے اُذْکُرْ پرشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَ اٰتَيْنَاهُ اَهْلَهُ وَ مِثْلَهُمْ سَعَةً مِّنْ

مَنْ عِنْدَ نَارٍ ذِكْرِي لِلْعَبِيدِ يَنْ - فَ حَرْفِ زَائِدَةٍ تَعْقِيبِيَّةٌ بِمَعْنَى ثُمَّ تَزَاوِيَةٌ
 اسْتَجَابَ بِابِ اسْتَفْعَالٍ كَامِلٍ مَاضِيٍّ مُطْلَقٍ مُثَبِّتٍ مَعْرُوفٍ جَمْعٍ مُتَكَلِّمٍ تَحْدِثٍ سَبْعٍ
 بِمَعْنَى جَوَابِ عَطَا فَرِيضَةٍ رَاصِلٍ تَحَا اسْتَجْوَزُ بِنَاءً تَعْلِيلٍ نَحْوِيٍّ سَعْدٍ وَادِّغْرُغْنِي كَيْونَكَ وَادُّوْ
 فَتَحْ ذَرَبِ جَارِيٍّ تَقْبِيلٍ تَحَا اس كَامِلٍ مَاضِيٍّ هِيَ اسْتَجْوَابُ تَعْلِيلٍ كَيْونَكَ بَعْدَ اسْتِثْنَاءٍ هُوَ
 بِمَعْنَى قَبُولِ كَرَنَا فَرِيضَةٍ اس كَامِلٍ مَاضِيٍّ هِيَ اسْتِثْنَاءُ مَرْجِعِ اللّٰهِ تَعَالَى لَكُنَّ جَارِجٌ
 مُتَعَلِّقٌ بِسَبْعٍ كُلِّهِمْ مَوْكِرٌ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ هِيَ فَ عَاطِفَةٌ تَعْقِيبِيَّةٌ كَشَفْنَا بِابِ مَقْرَبٍ
 كَامِلٍ مَاضِيٍّ مُطْلَقٍ جَمْعٍ مُتَكَلِّمٍ كَشَفْنَا سَعْدٍ مُتَقَوِّبٌ بِمَعْنَى كُفِّرْنَا - ظَاهِرُ كَرَنَا، وَسَبْعٍ كَرَنَا، نَكَا كَرَنَا، دَر
 كَرَنَا، بَحَا نَا - يَهَا بِمَعْنَى دَر كَرَنَا هِيَ مُتَعَدِّيَّةٌ اِذَا بَابِ سَبْعٍ فِي آئِئَةٍ تَوَلَّاهُ هُوَ
 بِمَعْنَى مَنَّا شَكْسَتْ كَحَا نَا مَكْرُورٌ قَرَّانٍ مُجِيدٍ فِي سَبْعٍ سَعْدٍ كَوْنِيٍّ صِيغَةٍ نَهْيٍ هِيَ كَامِلٌ مَوْصُولٌ بِ
 حَرْفِ جَرِّ سَبْعٍ بِمَعْنَى ذَرِيْعَةٍ وَجْهٌ هُوَ ضَمِيرٌ كَامِلٌ مَاضِيٍّ هِيَ يَهَا جَارِجٌ مُتَعَلِّقٌ بِسَبْعٍ مُثَبِّتٍ
 فَعْلٍ كَامِلٍ جَارِجٍ بِعَضَمَةٍ كَامِلٍ مَوْصُولٍ جَارِجٍ بِمَعْنَى بِيَارِيٍّ يَهَا جَارِجٌ مُتَعَلِّقٌ دَوْمٌ هِيَ
 كَامِلٌ سَبْعٍ كُلِّهِمْ مَوْكِرٌ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ هُوَ مَوْصُولٌ مِلْهُ مَلْ كَرَمَفْعٍ بِهِ هِيَ كَشَفْنَا كَامِلٌ سَبْعٍ كُلِّهِمْ
 جِلْدٌ نَعْلِيَّةٌ مَوْكِرٌ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَادُّ عَاطِفَةٌ اِثْنَانِ فَعْلٍ بِا فَاعِلٍ هُوَ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ بِهِ اَوَّلُ اَهْلِكَ مَرْكَبُ
 اِضْنَانِيٍّ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَادُّ عَاطِفَةٌ مِثْلُهُمْ مِثْلُ اسْبَرِ مَفْعُولٌ تَمَثُّلٌ بِمَعْنَى مِثْلًا بِهِ هُوَ ضَمِيرٌ كَامِلٌ
 مَرْجِعٌ اَصْلٌ هِيَ كَيْونَكَ يَهَا جَرِّ هِيَ جَوَادِدُ كَيْونَكَ يَهَا جَرِّ هِيَ جَوَادِدُ كَيْونَكَ يَهَا جَرِّ هِيَ جَوَادِدُ
 اَهْلٍ سَعْدٍ مَرَادُ تَمَامِ سَابِقَةٍ جَمْعٍ اِذَا شَلَّ سَعْدٍ اَتَمُّهُ هُوَ دَالٍ سَابِقَةٍ سَعْدٍ مِثْلًا بِهِ مَالِدُ دَلَّ
 اَوْلَادٍ وَغَيْرِهِ مِثْلُهُمْ يَهَا مَرْكَبُ اِضْنَانِيٍّ ذَرَا لِحَالٍ هِيَ يَهَا مَوْصُولٌ هِيَ مَحْصَلَةُ مَرْكَبِ
 اِضْنَانِيٍّ هِيَ يَهَا ذَرَا لِحَالٍ هِيَ يَهَا مَوْصُولٌ هِيَ يَهَا مَوْصُولٌ هِيَ يَهَا مَوْصُولٌ هِيَ يَهَا مَوْصُولٌ
 كَيْونَكَ اِثْنَانِ فَعْلٍ مُتَعَدِّيٍّ بِدَوْمٍ مَفْعُولٌ هِيَ - رَحْمَةُ اسْمِ مَفْعُولٍ بِمَعْنَى اَنْعَامِ كَرَنَا -
 بِا مَعَاوَضَةٍ فَائِدَةٍ بِبَحَا نَا - بِا طَلَبِ كَيْونَكَ دِيْنًا مِنْ حَرْفِ اِبْتِدَاءِ غَايَةِ كَيْونَكَ يَهَا عِنْدَنَا
 مَرْكَبُ جَرِّ مُتَعَلِّقٌ بِسَبْعٍ مَوْكِرٌ هِيَ مَوْصُولٌ بِمَعْنَى مُتَعَلِّقٌ سَعْدٍ مُثَبِّتٌ جَمْعٍ مُتَكَلِّمٍ
 عَلَيْهِ هُوَ اِذَا ذِكْرِي اسْمُ مَوْصُولٍ بِرَوْنٍ فَعْلٍ وَرِزْقِي ذِكْرِي سَعْدٍ يَهَا مَوْصُولٌ بِمَعْنَى اَنْعَامِ كَرَنَا
 بِمَعْنَى زِيَادَةٍ يَهَا رَكْعَتَا عَامٍ جَرَّ كَرَنَا - لَامُ جَارِجَةٍ بِمَعْنَى اِنْ طَرَفِيَّةٍ - لَامُ كَامِلٌ اِذَا مَعْنَى اِنْ طَرَفِيَّةٍ
 كَيْونَكَ هُوَ كَامِلٌ مَقْصَدٌ هُوَ كَامِلٌ جَمْعٍ اِذَا اِجْتِمَاعُ لَامُ نَقْعٍ كَامِلٌ هِيَ اِذَا يَهَا اِنْ
 بِذَاتِ خَوْفٍ هُوَ تَارِ اِجْتِمَاعِيٍّ كَامِلٌ لَكُنَّا كَيْونَكَ تَذَكُّرٌ غَيْرُ مَقْبُولٍ هِيَ جَمْعٍ نَحْوِيٍّ

و غمروہ کا تذکرہ عابدین اسم جمع مذکر واحد ہے عابدٌ۔ خیال ہے کہ اسم فاعل جب فاعلیت کے معنی میں ہوگا اور اشتقاقی صیغہ بن کر مستند ہو تو اس کا جمع کا صیغہ ہمیشہ جمع سالم ہوگا لیکن جب اسم فاعل جامد ہو کر استفعال ہو تو اس کی شکل دوسرے وزن پر بھی ہو سکتی ہے مثلاً غریب کی گردان والی اشتقاقی جمع غریبون یا غریبین ہے مگر غریب اسم جامد و علم یا صفت کی جمع غرا یا غرابت ہے (المعجم) للعیب ین متعلق ہے مصدر کا ذکر مصدر اپنے اس متعلق سے مل کر شبہ حملہ ہو کر معطوف ہوا رخصتہ پر دونوں عطف مل کر مقولہ کہ ہے ائینا کا سب مل کر حملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا کشفنا کے حملہ پر یہ دونوں عطف مل کر معطوف ہوا فاستجبنا کے حملہ پر دونوں مل کر حملہ معطوفہ ہو گیا۔

وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَغْوِي صُوتَ لَهُ وَ يَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَٰلِكَ
تفسیر عالماتہ | وَ كُنَّا لَهُمْ حَفِظِينَ وَ اَيُّوبَ اِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ لَئِنْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ

وَ اَنْتَ اَمْرٌ حَكِيمٌ اَحْمَدُ۔ اور مسخر کیا ہم نے کافر جنات میں سے بہت سوں کو تو ان میں سے کچھ جنات سلیمان علیہ السلام کے لیے سمندروں میں غوطے لگا کر قیمتی مرقی ٹوٹو اور سرجان یا سمندری جڑی بوٹیاں نکالتے تھے۔ اور کچھ جنات سلیمان کے تابع فرمان ہو کر بندوں اور غلاموں کی طرح بہت سے مختلف کام کرتے تھے۔ فَوَقَّ ذَٰلِكَ اس غوطہ خوری کے علاوہ۔ اور ان جنات کو ہر طرح قابو میں رکھنے حفاظت کرنے والے ہم ہی تھے اس طرح کہ نہ سلیمان علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کر سکتے نہ اپنی بنائی چیز کو بگاڑ سکتے جیسا کہ خبیث جنات کی عادت ہوتی ہے۔ نہ سلیمان علیہ السلام کے سامنے کوئی شرارت کر سکتے بلکہ خوف سلیمانی سے تھر تھر کانپتے اور اگر کوئی شیطان جن کسی کی ایذا رسانی کی شرارت کرتا تو سلیمان علیہ السلام اس کو اس طرح قید کرتے زنجیروں میں جکڑ دیتے کہ نہ وہ خود چھوڑ سکتا نہ کوئی جن کسی کو چھڑا سکتا جیسا کہ سورۃ ص آیت ۳۸ میں ہے۔ نَبِیُّرُوحٍ سَبَّأُ آیَاتِ ۳۸ میں ہے۔ وَ مِنَ الْجِنَّۃِ مَنْ یَعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهِ وَ مَنْ یُزِغْ مِنْهُمْ عَوْدًا مِّنْ اَمْرٍ نَّآئِذْ فَهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ۔ یَعْمَلُونَ لَهُ مَا لَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَ تَمَّ ثَلَاثُ وَ جَعَانِ الْجَوَابِ وَ قَدْ وُفِّیَ رَ اِیَّتِ۔ قرآن مجید کی ان تمام آیت سے ثابت ہوا کہ جنات نے حکم سلیمانی سے زمین پر بہت سی چیزیں بنائی جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہے ان جنات نے علاقہ فلسطین

میں آٹھ مضبوط قلعوں کی عمارتیں بنائیں جو آج بھی موجود ہیں کچھ آباد کچھ ویران۔ مسجد بیت المقدس
۲ دار الخلافہ کا قلعہ شہر تدمر ۳ قلعہ مروانج ۴ قلعہ مروانج ۵ قلعہ سلجین ۶ قلعہ سندھاد
۷ قلعہ فلتوم ۸ قلعہ عمدان ان ہی عمارتوں کو مجاریب فرمایا گیا ۹ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے
جنات تماشیل بناتے یعنی شہروں اور ملکوں کے جغرافیائی نقشے ہمارے کچھ اکابر نے تماشیل کا معنی کیا ہے
جاندار اشیا کے نوٹ اور مجسمے اور اپنے اس معنی کو بچانے کے لیے ہیں ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی اسی قول سے مستنبط کر لیا کہ پہلی شریعتوں میں
جاندار اشیا کی تصویریں اور مجسمے جائز تھے۔ مگر یہ نزدیک یہ دونوں باتیں قلعہ سلیمان علیہ السلام مجسمے اور نوٹ بنوایا کرتے تھے
اور نہ کسی شریعت میں جاندار اشیا کی نوٹ بنانا جائز تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا دامن ان فضولیات ہونے سے پاک ہے۔ بلکہ تماشیل کا معنی اپنی
سلطنت کی حدود کے شہری اور علاقائی نقشے ہونا ہے۔ اور سلیمان علیہ السلام ہی کے زمانے سے زمینی علاقائی
نقشے بنانے کا رواج قائم ہوا۔ اس مسئلے کی پوری وضاحت ہم انشاء اللہ تعالیٰ احکام القرآن
میں کریں گے۔ حضرت سلیمان جنات سے بہت بڑے بڑے جنات یعنی ٹپ اور لگن لاتے تھے
جس کی بسائی چوڑائی کا الجواب بخوبی اور حوض کے برابر ہوتی تھی کے ایک رقت اُس میں ہزار آدمیوں
کا کھانا ڈالا جاتا تھا۔ جنات سے ہی قدور۔ رئیسات انسانوں سے نہ اٹھ سکتے والی زمینوں
کے برابر دیگیں اور روہت تانبے کی ہانڈیاں ہواتے تھے جن پر سیڑھی لٹکا کر چڑھا جاتا تھا۔ انسان
اور قدور کو لانا۔ لے جانا اٹھانا دھونا سنبھالنا رکھنا چڑھوں پر چڑھانا اتارنا جنات ہی کی ڈیوٹی
ہوتی تھی۔ مگر کھانا پکانا ریگس میں ڈالنا ٹپوں میں انڈیلنا ہمانوں کو کھلانا انسانوں کی ڈیوٹی ہوتی تھی
قرآن مجید کی آیت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سات معجزے ثابت ہوتے ہیں پہلا معجزہ
آپ کا تخت دوم ہوا کا منہ ہونا، سوم جنات کا مسخر ہونا، چہارم۔ مکش جنات کو قید کر دینا پنجم
پہاڑوں کی کانوں سے تانبہ نکل کر صاف ستھرا ہو کر بننا۔ اور حسب الحکم و حسب ضرورت ہی بہتا
ہوا نکلتا اس سے بذریعہ جنات دیگیں اور ٹپ بنوانا، آپ کو بیٹھیں بنانے کی ضرورت نہ تھی نہ آگ
سے گچھلانے کی اور وہ گچھلاتا تانبہ گرم نہ ہوتا اس میں جاکر جم جاتا تھا۔ آپ کا چھٹا معجزہ
تمام دینی مخلوق جمادات، نباتات، حیرانات، انسانات، جنات، اور ملائکہ پر آپ کی بادشاہت
اور سلطنت حضرت سلیمان علیہ السلام کا ساتواں معجزہ یہ تھا کہ آپ بغیر کچھ کھائے پیے در در بیٹے
نماز پڑھنے رہتے باتیام میں ہی کھڑے رہتے۔ آپ کا نام شریف قرآن مجید میں کل سترہ آتا ہے
ہے متعدد سورتوں میں یہ تھی انبیاء کرام علیہم السلام کی وہ دنیوی شان و عظمت جو لوہا اور سلیمان
علیہما السلام پر ہم نے ظاہر فرمائی، اسے ہمارے مجرب درجیب اب آپ تمام اقوام عالم کے ملنے

انبیاء و کرام علیہم السلام کے اُس سیر عظیم کا تذکرہ فرمایئے جس کا مظاہرہ ہم نے جسم ایوب علیہ السلام پر کر لیا اس صبر کو دیکھ کر زمین و آسمان کی مخلوق حیران شدہ رہی وہ مصائب جو ایوب علیہ السلام پر پڑے اگر پتھر پے پہاڑ پر پڑتے تو وہ بھی تاب نہ لاتا برداشت نہ کر سکتا مگر ہم نے اپنے بندے عظیم ایوب کو اِنَّا وَجَدُوهُ مُصَابِدًا نُّعَمَّا لَئِنْ لَّمْ يَكُنْ لَنَا دَلِيلٌ لِّمَا نَعْمَدُ لَعَنَّا لَكُنَّا مِنَ الْخٰسِرِینَ (سورۃ صافات ۲۱) بے شک اتنا بڑا صبر کا پہاڑ شرافت کی کان، خود داری کی آن، قناعت کا منبع پایا کہ ابلیس آپ کو تکلیفیں دے دے کو شک گیا پریشان، ذلیل، خائب و خاسر، رُموں شرمندہ و سرنگوں ہو گیا کہ پہاڑوں میں منہ چھپاتا پھرے فرشتوں کا سامنا نہ کر سکے۔ لیکن ایوب علیہ السلام نے اس کی ایک، بھی آس و اُمید پوری نہ ہو نیدی اور آغیاں عالم ابلیس و ابلیسیں کو بتا دیا کہ کسی بھی میدان میں صبر کا ہر یا شکر کا قناعت ہو یا ہمت، و حیرت کا خود داری کا ہو یا شرافت کا، دولت مندی کا ہو یا غربت کا بیماری کا ہو یا تخت کا انبیاء و کرام کو آزمانا اور تربت سے بکر لینا آسان نہیں اِنَّا اَوَابٌ۔ بے شک وہ ہر حال میں ہی اَوَابٌ تھے ار راہے عظیم و نہیم کہ اٹھارہ سال تک ہر طرح کے رنج و غم انوس و اندوہ۔ بیماری و تکلیف سوز و گوارہ غربت و انلاں جو جو ابلیس کر سکتا تھا اپنی اور اپنے پرے شیطانی جناتی عملے کے ساتھ ایڑی چوٹی مکر و قوت کا زور لگا کر دیکھ لیا مگر زبان ایوب سے سوائے حمد باری تعالیٰ اور شکر خالق تعالیٰ کچھ نہ سن سکا، اور بغیر عبادت حق تعالیٰ کچھ نہ دیکھ سکا، حالانکہ خوشیوں کے بعد غمی امیری کے بعد غریبی، عیش و عشرت کے بعد مصیبت و تنگ دستی نراخی کے بعد تنگی، روشنی کے بعد اندھیرا بڑا سخت اور کٹھن اور دشوار برداشت سے باہر ہوتا ہے کہ بڑے بڑوں کے پاؤں استقامت ڈگمگاتے ہیں مگر ایوب علیہ السلام ہر حال میں آستانہ الہیہ پر ایسے قائم و دائم رہے کہ نہ سے اُف تک نہ کی۔ اور جب مکر ابلیس کو اپنی اہل پر آتے اور اس کے ایمان کو متزلزل ہوتے محسوس کیا، تو ب ہی ہماری بارگاہ میں دعا عرض کی اسے محبوب اُسی ندا کا تذکرہ فرمایئے جب انہوں نے اپنے رب کریم کو پکارا کہ بے شک میرے قلب و قالب کو تکلیف شدید پہنچی ہے۔ قلب کو آئندہ ابلیس و موسوں کی فکر و تشویش سے اور قالب کو بیماری تقاہت کمزوری کی مجبوری اور اس کائنات عالم میں فقط تو ہی سب شفقت مجت، مروت پیار کرنے والوں سے کہیں زیادہ ازلی ابدی دائمی رحم فرماتے والا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ مصیبت تکلیف بیماری تیرا عتاب یا عذاب نہیں ہے تیرا تو ہمیشہ مجھ پر رحم و کرم و انعام ہی رہا بلکہ یہ تو اِنِّیْ مَسْنٰی الشَّیْطٰنِ بِمُصِیْبٍ وَّ عَذَابٍ مُّضَاعٍ

میں آیت رہی، بے شک مجھے شیطان ابلیس نے تکلیف اور بیماری لگائی میں اُس کی شرارتوں سے بے خبر نہیں، جب ہمارا بندہ ہر طرح ہر تکلیف غم و رنج کو نہایت بہادری سے برداشت کر کے کامیاب و کامران ہو گیا اور آخر میں دعا عرض کی فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُ مِثْلَهُمْ كَمَا حُمَٔ مِنْ عِندِنَا وَذِكْرُنَا لِلْعَابِدِينَ تَزَكُّوْنَ فرمایا ہم نے اُن کی اس دعا کو بھر کھول دیئے دور کر دیئے ہم نے وہ تمام ابلیسی مکر و فسون کے جال اور مصائب جسمانی اذیت اور بیماری والے اور نئے عطا کئے ہم نے اُن کو پہلوں کی مثل اہل رعیال اور اُن کی ہی برابر اور بھی بیٹے بیٹیاں رحمت کرتے ہوئے اپنے پاس سے۔ اور تا قیامت نیک لوگوں میں اُن کا اچھا چرچہ اور نصیحت اور نمونہ قدرت اہل ایمان کے لیے غرضکہ اُن کو ہم نے نبوت کی شان رسالت کی پہچان بنا دیا۔

حضرت ابوب علیہ السلام کے واقعات اور حالات

اس مضمون میں دس باتیں بیان کی جائیں گی مآ آپ کی قومیت مآ آپ کی نبوت اور بعثت کا زمانہ مآ آپ کا شجرہ نسب مآ آپ کا محلہ مبارک رہ آپ کا وطن ولادت مآ آپ کی کل حیات طیبہ مآ آپ کی اولاد مآ آپ کی دولت مندی مآ آپ کی حضائل مقدسہ مآ آپ کی بیماری کا قصہ مآ پہلا بیان یہ کہ ابوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے اور آپ کی قومیت رومی تھی، بیان دوم یہ کہ آپ کی بعثت نبوت کے زمانے میں مورخین کے چار قول ملتے ہیں پہلا قول یہ کہ آپ یوسف علیہ السلام کے بعد رومی قوم میں نبی بنائے گئے دو ہزار سال قبل مسیح ہی صحیح قول ہے۔ بحوالہ بخاری شریف کتاب الانبیاء اور مورخ یعقوبی، و مقولات سلیمان ندوی آپ کی نبوت میں دوسرا قول یہ کہ آپ سلیمان علیہ السلام کے بعد عرب قوم میں مبعوث ہوئے پندرہ سو سال قبل مسیح تیسرا قول یہ کہ دمشق کی ایک بڑی بستی نوری کے شہر بغوطہ کی طرف نبی بنائے گئے۔ یہیں آپ کا مزار مقدس زیارت گاہ خاص و عام ہے عیسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے آپ نبی اسرائیل کے نبی تھے، چوتھا قول یہ کہ آپ کی نبوت عرب اور فلسطین دونوں علاقوں میں ہوئی آپ کی اور آپ کے صحیفوں کی زبان قدیم اور ابتدائی اصلی اسماعیلی عربی تھی موسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو سال پہلے ان چاروں اقوال میں آپ کی اُمت دعوت کی تعداد

تقریباً تین لاکھ بتائی گئی ہے۔ آپ صاحب شریعت رسول تھے آپ کی ملت ابراہیمی تھی آپ کو
 تین صحیفے ملے۔ پہلا صحیفہ تانوں ہیں دوسرا صحیفہ عبادت ہیں، تیسرا حمد و ثنا متاجات میں یہ تینوں
 عبرانی زبان میں تھے کیونکہ ایوب علیہ السلام اور آپ کی اُمت کی زبان عبرانی تھی۔ بعض نے فرمایا
 کہ آپ کو ایک صحیفہ ملا اور وہ زبان عربی میں تھا موسیٰ علیہ السلام نے اُس کو عبرانی میں ترجمہ
 فرمایا آپ پر صرف سو آدمی ایمان لائے۔ اور ان کے علاوہ آپ کے اپنے غلام پانچ سو اور پانچ
 سو لونڈیاں جو ان غلاموں کی بیویاں تھیں اور سب اہل خانہ ایمان لائے۔ بیان سوم۔ آپ کا
 سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ ایوب بن اموص بن زارح، یاتارخ بن روم بن یقظان بن جیس
 یا عبس بن اسحاق بن ابراہیم۔ آپ کی والدہ لوط علیہ السلام کی چھٹی پوتی تھیں۔ قرآن و حدیث
 میں آپ کا نام ایوب ہے۔ بائبل میں آپ کا نام جُوب ہے اور تالمود میں آپ کو یوحاب
 کہا گیا۔ آپ کی صرت ایک بیوی تھیں ان کا نام رحمت بنت انراشیم بن یوسف تھا۔ ایک قول
 میں رحمت بنت یوسف علیہ السلام تھا اور ایک قول میں ماخیر بنت میثا بن یوسف تھا۔ مگر
 پہلا قول درست ہے۔ آپ کی رادی حضرت زینجا تھیں۔ بیان چہارم۔ آپ کا قد مبارک لمبا
 جسم گھٹیلدار مضبوط بال سیاہ گھنگھریالے آنکھیں بڑی بڑی سیاہ خوب صورت بھنویں گہنی
 دالھی مبارک چار انگلیں لمبی گھنی سیاہ گھنگھریالی، جسم مقدس پر کوئی بال نہ تھا، جسم شریف کانگ
 چمک دار سرخی مائل سفید، جیسا کہ آج کل بھی رومی شالی اور فلسطینیوں کا ہوتا ہے، چہرہ چڑا
 دبدبہ اور وجاہت والا اور حسن مکمل۔ خندہ کشادہ پیشانی، آپ کے جسم اقدس پر کوئی تل یا داغ
 نہ تھا۔ آخری عمر تک آپ کی جرانی والی ہمت قوت، وجاہت، خوب صورتی برقرار رہی
 بیان پنجم۔ آپ کا وطن ولادت درہائش مغربی عرب فلسطین اور دمشق کا سرمدی علاقہ
 سرزمین عوض کا ایک شہر حرران تھا۔ بعض نے لکھا کہ یہی علاقہ قوم عاد کا مسکن تھا یہ شہر آپ
 کے تبلیغی وطن بستی، نزی سے مین شوییل دور شمالی دمشق میں ہے آج کل حرران بہت بڑی
 تجارتی منڈی ہے۔ بیان ششم آپ کی پوری دنیوی حیات طیبہ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ
 کل عمر ایک سو اڑسٹھ سال ہوئی اس طرح کہ اسی سال بیماری سے پہلے۔ اور اٹھارہ سال
 مال مصیبتوں اور بیماری کے اور صحت کے بعد آپ پچیس سال حیات رہے۔ دوازہ تفسیر روح
 المعانی، بعض نے فرمایا کہ آپ کی کل عمر ایک سو پانچ سال ہوئی تیسرا قول یہ کہ آپ کی کل عمر
 تیراڑس سال ہوئی مگر پہلا قول درست ہے آپ کی تکالیف اور بیماری کی مدت اٹھارہ

سال اس طرح بتی ہے کہ سات سال تک آپ کے مال و مکانات ختم ہوئے پھر چار سال کے عرصے میں آپ کی اولاد ختم ہوئی اور کھیت باغات تباہ ہوتے رہے پھر سات سال تک آپ طرح طرح کی جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتے رہے۔ بیماری کے پہلے سال آپ اپنی بستی نوی میں ہی رہے اپنے مکان میں پھر ابلیس کے درغلانے سے بستی کے لوگوں نے آپ کو بستی سے باہر ایک جھونپڑی بنا کر ڈال دیا اور چھ سال تک آپ اسی جھونپڑی میں رہے جس کو عزری میں کنیہ صندی میں گلیا کہا جاتا ہے سندھی میں جھگی، ہشتم بیان یہ کہ آپ کی اولاد، دو شقون میں بٹی ہوئی ہے پہلی اولاد مصائب سے پہلے دوسری اولاد صحت کے بعد پہلی اولاد میں سب کا اتفاق ہے کہ آپ کے سات بیٹے سات بیٹیاں تھیں اور ابھی کسی کی شادی نہ ہوئی تھی آپ کے بڑے بیٹے کا نام حمرل تھا (تفسیر روح المعانی) صحت کے بعد آپ کی اولاد میں چار قول ہیں۔ بعض کے کہا کہ آپ کی اولاد میں چودہ بیٹے چودہ بیٹیاں ہوئیں اور سب تھے پیدا ہوئے پہلوں کو زندہ نہ کیا گیا یہی قول زیادہ درست ہے۔ اور اس آیت مبارکہ **وَ اَنْتُمْ اَخْلَكْتُمْ مِثْلَهُمْ مَعَهُمْ** کے مطابق ہے۔ دوم یہ کہ آپ کی پہلی اولاد بھی زندہ کی گئی کیونکہ وہ حقیق اور تقدیری موت سے نہ مری تھی بلکہ آزمائشی موت تھی جیسے کہ عزیر علیہ السلام کی سو سالہ وفات اور نئی اولاد میں نو بیٹے نو بیٹیاں پیدا ہوئیں گل ملا کر سولہ بیٹے سولہ بیٹیاں ہوئیں تیسرا قول یہ کہ پہلی اولاد بھی زندہ کی گئی اور نئی اولاد میں پانچ بیٹے پانچ بیٹیاں ہوئیں گل ملا کر بارہ بیٹے بارہ بیٹیاں ہوئیں۔ چوتھا قول یہ کہ نئی اولاد میں تین بیٹے تین بیٹیاں ہوئیں اور پہلی اولاد بھی زندہ کی گئی گل دس بیٹے بیٹیاں۔ مگر یہ سب اگلی پھلی اولاد آپ کی ایک ہی بیوی رحمت بنت زلیخا سے ہوئی، حضرت رحمت حضرت زلیخا کی پوتی تھیں۔ بعد میں الیزابیلہ علیہ السلام نے اپنی سب اولاد کی شادیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں بھی کثرت سے عطا فرمائے ان کی بھی چہل پہل دیکھی خدمتیں میں بیان ہشتم، گردہ انبیاء علیہم السلام میں آپ سب سے زیادہ امیر اور دولت مند ہوئے آپ کی دولت زیادہ تر صدقات و خیرات میں تقسیم ہوتی تھی۔ مصائب سے پہلے آپ کے پاس ہر قسم کا پالتو جانور اور لونڈی غلام کاشتکاری کی بے شمار زمین کھیت اور باغات تھے۔ اس کے علاوہ مکانات جہان خانے اصطلیل حبیلہ، عبادت خانے اور گھر بلور ساز و سامان تھا۔ سونا چاندی سے آپ کی تجویریاں بھری تھیں و توارخ میں ہے کہ آپ کے قہر نامکانات قہری علاقہ بلخا میں تھے آپ کے باغات علاقہ

خوارزم میں آپ کی کاشتکاری زمین علائقہ شام میں پھیلی پڑی تھی آپ کے جانوروں میں تین ہزار اونٹن، نرمادہ سات ہزار کبیریاں، ایک ایک ہزار گائیں، گھوڑے، گدھے نرمادہ چھ، اور کھیتی باڑی کے لیے پانچ سو جوڑی بیلوں کی ان کا سامان اٹھانے کے لیے ریل پنجالی وغیرہ گدھے ایک سو، اور بیلوں کھیتوں کی دیکھ بھال و کاشت کے لیے پانچ سو غلام اور اتنی ہی لونڈیاں ان کی بیویاں، مختلف علوں کے لیے گودام سونے چاندی کے لیے تجر عین کا لُحْنُکُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَٰلِکَ۔ بیانِ ہم، آپ کی سیرت طیبہ یعنی عادات و خصائل جمیدہ مندرجہ ذیل ہیں، اگرچہ آپ کی شریعت میں صرف ایک نماز ظہر دو رکعت فرض تھی، اور سابقہ تمام شریعتوں میں ایک ایک نماز ہی فرض جن کا ابتدائی وقت تو متقرر ہوتا تھا مگر انتہائی وقت کوئی مقرر نہ تھا۔ وقتِ معینہ پر نماز شروع کرنے کے بعد جب تک چاہتے پڑھتے رہتے۔ بعض وقت تو انبیاء علیہم السلام اپنی یہ فرض نماز تین دن تک پڑھتے رہتے، اور دوسرے دن کا وقتِ معینہ آنے پر وہی نماز دوسرے دن کی بن جاتی، حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی عصر کی نماز شروع فرماتے تو ایک ایک رکعت کا قیام دو دو ماہ تک قائم رکھتے بغیر کچھ کھائے پئے یہ بھی آپ کا معجزہ تھا، حضرت ایوب علیہ السلام کی رزمیرہ کارکردگی اس طرح شروع ہوتی کہ طلوعِ آفتاب سے تبلیغِ دین درس و تدریس اور ذمیوی کام۔ بوقتِ ظہر نماز شروع فرماتے تو یہ دو رکعت عشاء کے وقت ختم فرماتے پھر طعام و کلام اس کے بعد اہل خانہ کو تبلیغ و تعلیم فرماتے پھر کچھ دیر آرام فرماتے پھر زکوٰۃ ادا کر دیتے صبح تک مشغول رہتے جس میں صحت کی تلاوت بھی ہوتی یہ تلاوت ہر رکعت میں ہی ہوتی تھی آپ کی تبلیغ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ روزانہ اپنے ہمان خانے میں لوگوں کو بلاتے کھانا کھلاتے اور تبلیغ بھی فرماتے اس طرح تقریباً ایک ہزار ہمان روزانہ آپ کے ہمان بنتے جن میں سفر مزدور، یوگان، یتیم بچے بھی شامل ہوتے۔ اس کے علاوہ بھی آپ یواؤں یتیموں کی بہت مدد فرماتے نیز جو سائل جو مانگتا تھا مانگتا اتنی دے دیتے، کبھی کسی سائل کو خالی نہ بھیجا۔ اتنی دولت مندی کے باوجود عاجزی مسکینی اتنی کہ نہایت انکساری سے فقیروں مسکینوں کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ تکبر و غرور کا دور دور تک نام و نشان بھی نہ تھا۔ آپ تمام زندگی کبھی کسی پر ناراض نہ ہوئے ہر شخص سے مسکرا کر ملتے عمدہ کھاتے پہنتے، برتنے اور عمدہ خیرات فرماتے بہت مشفقانہ انداز میں پیار بھرے لہجہ سے تبلیغ فرماتے۔ و از تفسیر خازن۔ مدارک، بیضاوی روح البیان روح المعانی، منطہری، دموال بیان آپ کی مصائب کا قصہ اس طرح ہے کہ آپ کی کثرت

عبادت و ریاضت سے خوش ہو کر رب تعالیٰ نے بذریعے جبریل امین تمام آسمانوں میں اعلان فرمایا کہ ہر آسمان کے تمام فرشتے ایوب علیہ السلام پر کثرت سے رحمت کی رعائیں مانگا کریں یہ رہ زمانہ تھا جب ابلیس کو تمام آسمانوں پر گھومنے پھرنے کی اجازت تھی بلندیوں پر ابلیس کا داخلہ علی الترتیب اس طرح بند ہوتا رہا۔ اولاً آدم علیہ السلام کے وقت جنت میں داخلہ بند ہوا۔ پھر ولادت عیسیٰ علیہ السلام سے اوپر کے تین آسمانوں پر داخلہ بند ہوا۔ پھر آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پید ہونے سے تمام آسمانوں بلکہ ملائکہ کی باتیں سننے سے بھی ممانعت ہوئی زمانۃ الیوب میں ایک مرتبہ ابلیس نے تین آسمانوں پر گیا تو دیکھا کہ ہر فرشتے کی زبان پر حضرت ایوب علیہ السلام کا نام مقدس بڑی عزت و احترام اور دعاؤں کے ساتھ جاری ہے پس حسد کی آگ میں جل ٹھن گیا اور اس تذکرہ الیوب کی وجہ پوچھی کسی فرشتے نے بتا دیا کہ رب تعالیٰ ایوب علیہ السلام سے خوش ہے اُن کی کثرت ریاضت عبادت قبول ہے اس بنا پر ہم سب فرشتوں کو ان کے لیے دعا و رحمت کرنے کا حکم ہے۔ ابلیس نے کہا کہ اتنی مال دولت اور عیش و عشرت میں تو عبارت اور شکر ہر شخص کر لیتا ہے مگر غریبی تکلیف مصائب میں بڑے بڑے گئے شکریے شکایت اور کفر و کفران کرتے گئے ہیں ایوب کی عبادت ریاضت اور شکر گزاری بھی صرف دولت و صحت و مسرت کی وجہ سے ہے اگر ان سے بھی یہ سب عیش و عشرت چھین لیا جائے تو یہ بھی کفران و کفر کر بیٹھے ملائکہ نے کہا ارے بد بخت تیری یہ بات غلط ہے یہ عام بشر نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی رسول ہیں انبیاء علیہم السلام ہر حال میں بے مثل مخلوق ہوتے ہیں یہ حضرات شکر و صبر کے پہاڑ اور برداشت و ہمت کی چٹان ہوتے ہیں تو ان کی حقیقتِ شان کو سمجھ ہی نہیں سکتا نہ ان کو تبدیلیِ حال سے فرق پڑتا ہے نہ امیری و غریبی صحت و بیماری عُشرت و بیسرت کے اتار چڑھاؤ سے، ابلیس کہنے لگا یہ غلط ہے نبی اور عام انسان میں کوئی فرق نہیں نبی بھی علم و عمل شکران و کفران، صبر و شکایت گئے شکریے میں ہر بشر جیسا ہی ہوتا ہے، اگر مجھ کو ایوب کے مال دولت پر تسلط مل جائے تو میں دیکھوں گا کہ ایوب غربت میں کس طرح عبارت کرتا ہے ایسی ناشکریاں بے صبریاں کرے گا کہ دنیا دیکھ لیگی اور سب کیا دھرا غارت ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے جواب آیا کہ ابلیس سے کہہ دو ہم نے اس کو ایوب کے تمام مال پر تسلط دیدیا جاتا تو اپنا شوق پورا کرے یہ پیغام اور تسلط کا اختیار پاکر ابلیس خوش ہو گیا اور زمین پر دوڑا واپس آیا اور تمام روئے زمین کے طاقتور

جنات کو جمع کیا اور بولا کہ مجھ کو ایوب کے مال پر تسلط ملا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کا سب مال تباہ کر دیا جائے تم میری مدد کرو تب ایک بڑے عفریت نے کہا مجھ میں یہ قوت ہے کہ میں کسی جگہ میں پھونک ماروں تو آگ کے بڑے بڑے اُصاڑ یعنی بگولے اُٹھیں اور اندگردگی تمام اشیاء کو جلا کر رکھ کر دیں۔ ابلیس نے خوش ہو کر کہا کہ جا اور اپنے اسی عمل سے ایوب کے تمام اونٹ اور چرواہے رہائش قبیلے وغیرہ تباہ کر دے وہ جن گیا اور آگ کے بگولوں سے یہ تمام اشیاء جلا ڈالیں اور ابلیس خود ایک چرواہے کا بھیس بدل کر ایوب علیہ السلام کو درغلانے آیا اور نہایت غمزدہ صوت بنا کر بولا کہ آپ کے تمام اونٹ ان کے چرواہے طیلے سب جل گئے صرف میں بچ نکلنے میں کامیاب ہوا ہوں اور یہ روٹا دستا کر خود ہی آپ کی ہمدردی اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے الفاظ بولنے لگا تاکہ آپ بھی غمزدہ اور پریشان ہو کر ناشکری بے مبری واسے الفاظ بولیں آپ اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو اُس کو جھڑکا اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی نعمتیں تھیں اُس نے بے یمن تو کیا ہوا بلکہ اچھا ہے اُن کی رکھوالی کی فکر گئی عبادت کے لیے اور زیادہ وقت ملے گا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ تیرا شکر و احسان ہے پہلے میں دن میں کچھ وقت اس مال کی محبت میں رہتا تھا اب یہ فکر نہ ہوگی۔ ابلیس ایوب علیہ السلام کی زبان سے اپنے لیے جھڑک و زجر رب تعالیٰ کے لیے میرا شکر کے الفاظ سن کر غمزدہ اور پریشان ہو کر وہاں سے پلٹا اور پھر جنات کو جمع کیا اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا اور بولا کہ میں ایوب کو درغلانہ سکا ہوا داؤں غلط ہوا، لہذا اب پھر میری مدد کرو تب ایک بڑے دیوتے نے کہا کہ مجھ میں یہ قوت ہے کہ اگر میں چیخ ماروں تو دوزخ کے جانداروں کی جان نکل جائے ابلیس نے خوش ہو کر کہا کہ تو ایوب کی بکریوں میں تباہی مچا دے وہ گیا اور چیخ ماری تو سب رکھوا لے اور تمام بکریاں مرغیں ابلیس خود قہر مان یعنی گڈریے کا بھیس بدل کر حضرت ایوب کے پاس آیا اور اسی طرح آکر درغلانے اور بکریوں تمام گڈریوں کی موت کا حال سناتے لگا اور بولا کہ صرف میں جان بچا سکا ہوں۔ ایوب علیہ السلام نے وہی پہلا شکر و صبر والا جواب دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ ابلیس پھر ذلیل و ناکام ہو کر پلٹا پھر تمام جنات کو جمع کیا اور بولا کہ ایوب تو بڑا بہادر صابر و شاکر نکلا اتنی اتنی بڑی بے باکیوں پر بھی اُس کو کچھ غم نہ ہوا بلکہ اور زیادہ شاکر و عابد بن گیا ہے، میری پھر مدد کرو۔ ایک بڑے جن نے کہا کہ مجھ میں زبردست

طوفانی آندھی چلانے کی قوت ہے جب میں آندھی چلاؤں تو ارد گرد کچھ نہیں رہتا، ابلیس بہت خوش ہوا اور اس کو کہا کہ جاتو اب ایوب کے تمام کھیت باغات و قیرہ تباہ کر دے وہ جن گیا اور اپنی ایسی آندھیاں چلائی کہ ایوب علیہ السلام کے تمام کھیت باغات بیل اور کاشتکار غلام لوظیم ہلاک ہو گئیں اور طوفانی آندھیوں نے سب کچھ اکھاڑ پکھاڑ کے برباد و ویران کر دیا، ادھر ابلیس ایک ایک مزارع کا بھیس بدل کر آیا آپ اس وقت بھی نماز میں تھے۔ ابلیس رویا پٹا اور اللہ تعالیٰ پر طعن کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اسی نے آندھی طوفان چلا کر سب کچھ تباہ کر دیا۔ اُس نے بڑا ظلم کیا اور بھی بہت سی تازییاں ہائیں رب تعالیٰ کی شان میں کرتا رہا تاکہ ایوب بھی پریشان اور غمگین ہو کر کچھ ناشکری کی بات کر دیں یا منہ سے کوئی بگڑے شکوہ ہی بولیں تاکہ شیطان کی کچھ تو بات بن جائے اسی طرح اُس کا بھرم رہ جائے ایوب علیہ السلام نے نماز سے فارغ ہو کر اس کو سخت جھڑکا اور فرمایا کہ میں تو ماں کے پیٹ سے ننگا ہی پیدا ہوا تھا اور ایک کفن میں ہی جانا ہے میں کیا ہوں ایک عاجز بندہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے دولت شکر عطا فرمائی یہ اس کی امانتیں ہیں جب چاہے دے جب چاہے لے ہم کو مکملے شکرے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ ابلیس پھر ذلت کا منہ لے کر بھاگ گیا اور انتہائی پریشانی مایوسی اور فکر کی حالت میں اپنے لشکروں کو پھر جمع کیا اور سخت پریشانی گھبراہٹ میں بولا کہ دوستو کچھ اور کرو۔ ایوب پر تو میرے کسی بھی دافوں اور دوسانے درغلانے اور کسی بھی مصیبت بربادی کا کچھ ذرہ بھرا اثر نہیں ہوا میں سخت شرمندہ ہوں میں نے تو فرشتوں کو بڑے دعوے سے کہا تھا کہ میں ایوب کو ایک دم درغلانہ کر گمراہی میں ڈال دوں گا یہ میری بڑی سوچی سمجھی اسکیم اور منصوبہ و منصوبہ بندی تھی۔ مگر حیرت ہے اُس کی شکرگزاری پر جنات پھراٹھے اور کبھی گھوڑوں، کبھی خچروں، کبھی گالیوں کبھی گدھوں ہر قسم کے زرمادہ کو پھر ساز و سامان مونا چاندی گھروں غلے کے گوداموں کو تباہ برباد کر دیا۔ غرض کہ سالانہ تباہی کر کے گیارہ سال کے عرصہ میں ۷۱ اونٹ ۷۱ بیل ۷۱ کھیت ۷۱ باغات ۷۱ بکریاں ۷۱ غلام ۷۱ لونڈیاں، ۷۱ گائیں ۷۱ گھوڑے ۷۱ اکرے ۷۱ خچر ۷۱ ساز و سامان ۷۱ چاندی ۷۱ سونا۔ سب کچھ تباہ کر کے حضرت ایوب کو بالکل غریب کر دیا اور ہر مرتبہ ہر طرح درغلایا اور گمراہ کرتے کی کوشش کی مگر ایوب علیہ السلام کے پاس استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی اور ہر بار ہی شکر اہل صدو عبادت کی کثرت ہی بڑھائی اور بھیس بدلے ہوئے ابلیس کو وہی ایمان افروز جواب دیا جو پہلی بار دیا تھا اب ابلیس کو

محسوس ہوا کہ نبوت کی شان رسالت کی برداشت اور انبیا علیہم السلام کا صبر جمیل کیا ہے۔ کتنا عظیم ہے ان سے ٹکر لینا کوئی آسان نہیں۔ اب اُسے معلوم ہوا کہ وجود نبوت بھی قدرت کا عجیب و غریب شاہکار ہے لیکن ابھی ایک مرحلہ باقی تھا سوچنے لگا کہ یہ تو دولت اور جانوروں کی تباہی ہے۔ اس پر صبر کیا جاسکتا ہے ابھی قلبی رقت جگری ہمت اور شفقت پوری پر ہاتھ نہیں پڑا اب ذرا آنکھوں کی ٹھنڈک جگر کے ٹکڑوں اور لاد پر تو ہاتھ ڈال کر دیکھیں یقیناً ان کی موت و جدائی برداشت نہ کر سکے گا اور کفران و کفر کر گزرے گا یہ سوچ کر آسمانوں پر گیا اور عرض کیا اے الہی مجھے ایوب کی اولاد پر بھی تسلط عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ تجھ کو ایوب کے اہل و عیال پر بھی تسلط دیدیا گیا ہے یہ بھی اپنی حسرت پوری کرنے۔ ابلیس خوش خوش لوٹا پھر ایک دن ایک محل نما مکان میں ایوب علیہ السلام کی تمام اولاد اپنے بڑے بھائی حزیل کی دعوت پر جمع تھی۔ ابلیس نے اپنے جنات کی مدد سے وہ مکان گرا دیا سب بہن بھائی اور گھر میں موجود لوگ و بکر مر گئے۔ پھر ابلیس ان کے معام کی شکل بنا کر زخمی چہرے خون آنسو کیڑوں میں روتا پٹینا خدمت ایوب علیہ السلام میں آیا اور نہایت دردناک مرثیے پڑھتا ہلاکتِ روئے داد سنانے لگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے شکوے ناشکری بے صبری کی باتیں کرنے لگا اور خاک اٹھا اٹھا کر سر میں ڈالنے سینہ پیٹنے لگا، ایوب علیہ السلام اُس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے جب غار سے فارغ ہوئے تو آپ نے ران حرکتوں سے اُس کو روکا اور حمد الہی کے بعد نہایت سکون سے فرمایا یہ سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں تھیں جو اُس نے راپس لے لیں بے شک ہم سب اُسی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے اور نہ ریا یا کہ بد بخت ہے وہ انسان وہ بندہ جو اپنے رب کریم کی ناشکری کرتا ہے بندہ تکلیف اور بیماری و غم کو دیکھتا ہے۔ رب تعالیٰ کی کرداروں ان لغتوں کو نہیں دیکھتا جو اُس نے اپنی تمام مخلوق پر کھینچیں مجھے اولاد کے فوت ہونے کا غم ضرور ہے مگر ناشکری بے صبری نہیں حکمت باری پر ہوں راضی اور خوشی اس بات کی ہے کہ ایمان سلامتی سے گئے لہذا آخرت میں ملاقات ہوگی اس چند روزہ جدائی پر کیا گھبرانا کیا چلنا سڑپنا پٹینا کوٹنا۔ ایک شبیم مفسر نے لکھا کہ وفاتِ اولاد کا سن کر ایوب علیہ السلام نے خوب ماتم کیا اور سر میں خاک ڈالی اسرائیلیات میں بھی یہاں بہت سی لغویات کذبیات کھدی گئی ہیں ان کی دیکھا دیکھی ہمارے چند متقدمین مفسرین نے بھی ایوب علیہ السلام کے متعلق چند ایسی ہی باتیں لکھ ڈالیں اور اندھا قلم چلا دیا اور یہاں

نیک لکھ دیا کہ ابلیس ایوب کی ناشکری بے صبری ماتم پینا کوٹنا دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اب اس کی دلی مراد پوری ہو گئی تھی اور فوراً آسمانوں کی طرف بھاگا، ادھر ابلیس جب رودھ کو فارغ ہوئے تو اپنی ناشکری بد زبانی کی معافی مانگی تو رب کی جو قبول ہوئی اور ابلیس کے سینے سے پہلے آپ کی توبہ پہنچ گئی، ابلیس نے فرشتوں سے کہا کہ ایوب نے یہ یہ کنویات کئے ہیں تب فرشتوں نے ابلیس کو ایوب کی توبہ اور اس کی قبولیت کا ذکر سنادیا تو ابلیس خائب و خاسر شرمندہ ہو کر لوٹا۔ مگر مفسرین کی یہ سب باتیں جاہلانہ احمقانہ لغویات کنویات اور اندھا نظم ہے۔ شان نبوت ان خرافات سے پاک ہے اگر خدا نخواستہ اس طرح ہوا مہوتا تو ابلیس آج تک اس پر اور اپنی کامیابی پر ناز کرتا پھرتا ایسی توبہ کو کچھ اہمیت نہ دیتا اور ویسے بھی گناہ کرینے کے بعد توبہ کر لینا کوئی اہم بات نہیں یہ تو علم مومن بھی کرتا رہتا ہے دن رات اس کا شاہدہ ہے معلوم ہمارے مفسروں کی عقل ایسے نازک مقام پر کیوں کام نہیں کرتی لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں اچھی خاصی تفسیر لکھتے لکھتے ذرا سی غلطی سے تمام نیکی برباد کر دیتے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ اولاد کی وفات پر بھی ایوب علیہ السلام نے بھد حمد الہی اور صبر و شکر ہی کیا اور اب بھی ابلیس ذلیل و خوار ہو کر ہی بھاگا لیکن ابھی بھی اس کو سکون نہ آیا دل میں تڑپتا چمٹتا اور نئے نئے مشروبے سوچتا ہی رہا ایک دن عرض کرتا ہے مولیٰ اتنے مصائب پر تو واقعی ایوب نہ ڈگمگائے نہ میرا ورغلانہ و موسانہ اس کا کچھ بگاڑ سکا اس کی وجہ یہ کہ یہ غیروں کا معاملہ تھا جس میں صرف غم و افسوس ہی ہو سکتا ہے اور اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے سو ایوب نے بھی برداشت کر لیا مگر یقین سے کہتا ہوں کہ اگر تو مجھ کو اس کے جسم پر تسلط دے تو اس کو میں ایسی تکلیفیں دیتا کہ میں پہنچاؤں کہ کبھی برداشت نہ کر سکے اور تڑپ تڑپ کر کفران کرے سب عبادت ریاضت چھوڑ دے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ اگرچہ تو اپنی پہلی اس بات میں ناکام و ذلیل ہو چکا ہے کہ ان عبادت صرف عیش و عشرت میں ہی کرتا ہے غربت مصیبت میں نہیں کرتا اور اب تجھے حق نہیں پہنچتا کہ تو نئے نئے مطالبے کرے لیکن اب اگر تیری یہ نئی خواہش ہے توبہ بھی حسرت نکال دے اور تجھ کو ایوب کے جسم پر بھی تسلط دیا جاتا ہے۔ بغیر پانچ اعضا کے ۱۰ زبان ۱۰ آنکھیں ۱۰ قلب ۱۰ عقل ۱۰ آنتیں۔ اور ایوب کی روح پر بھی تیرا تسلط نہیں ہو سکتا ابلیس بعین خوش ہو کر پٹا اور ایوب علیہ السلام کے پاس آیا دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں جب آپ سجدے میں گئے تو ابلیس نے آپ کی ناک میں جادو کی ایسی پھونک ماری

کہ آپ کے خون میں آگ کی ہر دوڑ گئی آپ گرنے لگے مگر قوتِ ارادی سے سنبھلے شکل وہ نماز پوری کی اہل خانہ میں صرف بیوی رحمت ہی رہ گئی تھیں ان کو بلایا اور فرمایا اب تجھ پر بیماریوں کا دور شروع ہونے والا ہے اب میرا خاص خیال رکھنا ہے کہ کسی بھی حالت میں کون میری جگہ نہ رہتے پائے نہ کمی واقع ہو۔ آپ کی جسمانی بیماری کی ابتدا خارش سے شروع ہوئی۔ آپ اپنے ناخنوں سے کھجلاتے یہاں تک کہ چند دنوں میں آپ کے ہاتھوں کے تمام ناخن جھڑ کر گر گئے پھر آپ کھردرے پتھروں اور لکڑی کے ٹکڑوں سے کھجلاتے جس سے آپ کو زخم بن جاتے اور جسم پر زناہل یعنی موٹے موٹے سیاہ آبلے پڑتے پھر رہ پھوٹتے ان سے زہریلا پانی نکلتا خون بہتا یا پیپ بنتا اور جہاں جہاں لگتا آبلے بنتے چلے جاتے جو زخم پر اتے ہوتے ان میں باریک باریک کیڑے پیدا ہونے لگے۔ یہاں تک کہ سارا جسم کیڑوں سے بھر گیا۔ ابلیس روزانہ مختلف دوستوں کی شکلوں میں آکر درغلانا اور موٹی تعالیٰ کی گستاخیاں کرتا اور بڑا ہمدرد بنتا مگر آپ شکر الہی ہی کرتے اور اس بیماری اور زخموں کے کیڑوں کو اللہ تعالیٰ کا جہان کہتے یہاں تک کہ اگر کوئی کیڑا زمین پر گر جاتا تو اس کو اٹھا کر زخم میں رکھ لیتے ایک سال اسی طرح اپنے ایک بقیہ گھر میں بستی کے اندر ہی گزارا، ایک دن ابلیس نے شکل انسانی میں آکر بستی والوں کو درغلایا کہ اگر یہ بیمار بستی میں رہا تو یہ بیماری تم سب کو بھی لگ سکتی ہے تب لوگ ڈر گئے اور آپ کے پاس آنا چھوڑ دیا اور کچھ دنوں بعد ہی خوف سے آپ کو بستی سے باہر ایک گندی جگہ ڈال دیا اور آپ کے لیے ایک چھوٹی سی جھونپڑی کینہ بنا دی یعنی چھتر ڈال کر جھگی۔ یہ عریشہ (چھتر) آپ کو دھوپ و بارش سے بچاتا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ایوب علیہ السلام کے جسم سے سخت بدبو کی وجہ سے آپ کو بستی کے باہر ڈالا گیا۔ مگر یہ قطعاً غلط اور اسرائیلی کذبیات ہیں سے ہے اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام منقذہ میں بدبو آسکتی ہی نہیں بلکہ کوئی گھن والی قدرتی بیماری بھی نہیں لگ سکتی ایوب علیہ السلام کی یہ بیماری قدرتی یا موسمی نہ تھی یہ تو ابلیس کا جادو تھا، اجسام انبیاء و ذکر الہی کے خوشبودار پھول ہیں۔ ان کے تو پسینوں میں بھی عطر و عنبر سے زیادہ خوشبو ہوتی ہے، چھ سال اسی طرح باہر جھونپڑی اور عریشہ (چھتر) میں گزر گئے صرف آپ کی بیوی رحمت ہی آپ کے پاس رہیں یا ملائکہ زیارت کرنے سلام حاضری دیتے آپ کے جسم کا تمام گوشت کیڑوں نے کھا یا تھا صرف اندرونی اعضا اور ہڈیاں کھال ہی رہ گئی تھی۔ تمام کھال پر آبلے اور زخم تھے اس

باد جو ایک آن کے لیے بھی آپ کبھی ذکر الہی سے غافل نہ ہوئے۔ ایک دن بیوی نے عرض کیا کہ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں تاکہ آپ کو شفا عطا ہو آپ نے فرمایا میری گزشتہ عمر کتنی ہے بیوی نے عرض کیا تقریباً اسی سال تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اسی سال رب جلیل کی نعمتوں میں گزرا ہے اب اتنی تھوڑی مدت میں اس کی بھی ہوئی تکلیفوں سے گھبرا جاؤں مجھے شرم آتی ہے شفا کی دعا مانگتے ہوئے جب اسی سال بیماری کے بھی گزر جائیں گے تب بھی شفا کی دعا مانگتے کاموچوں گا (اللہ اکبر کیا شان ہے انبیاء علیہم السلام کے میر جلیل کی) جب سات سال بیماری میں گزر گئے تو ابیس نے جو اپنی مکاریوں جیلوں و موموں سے ایک دن بھی چپ نہ بیٹھا تھا اُس نے پھر ایک دن تمام جنات کو جمع کیا اور کہا کہ دوستو میں سخت پریشان نکر مند ہوں کہ میں نے اب تک ایوب کے خلاف ہر طرح کی سازش کر لی برے سے برا سخت سے سخت سلوک کر کے دیکھ لیا جادو جناتی ہر قوت اس پر آزمایا ہر قسم کا غم پریشانی درد بیماری اذیت دے کر اپنی بیوی قوتیں اُس پر خرچ کر دیں جو آج تک کسی انسان پر نہ پڑیں مگر حیرانی ہے کہ ایوب پر میرا کوئی مکر نہ چل سکا میں فرشتوں کے سامنے شرمندہ ہوں منہ رکھانے کے قابل نہیں رہا اگر ایوب کسی موقع پر ایک لفظ بھی ناشکری بے صبری کا بول دیتے تو میری کچھ عزت رہ جاتی یہ تو اب میری اُنا کا مسئلہ بن گیا ہے۔ ایوب کو پھنسانے پھنسانے اٹا میں پھنس گیا ہوں یہ معاملہ اب میرے گلے پڑ گیا ہے۔ میری کچھ مدد کرو اور مجھ کو کوئی نیا جیلہ بناؤ۔ مجھے پتہ نہ تھا کہ ایوب اتنا سخت جان ہو گا میں تو اس کو عام بشر کی مثل ہی سمجھتا تھا، جنات نے کہا اب ہم تیری کیا مدد کر سکتے ہیں جو کچھ ہم سے ہو سکا تھا ہم نے تیرے بکنے سے کیا ہم روئے زمین کی تمام جناتی سفی طاقتیں مل کر بھی نقطہ ایک نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکے نہ اپنا اصل مقصد حاصل کر سکے تجھے کس نے کہا تھا کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے نبوت سے ٹکر لینے کی ٹھان لی یہ تو شکر کر کہ اُس نے صبر و تحمل سے تیری ساری بد سلوکی برداشت کی اور جوابی کارروائی نہ کی ورنہ نبی کا تو ایک درد ہی ہم سب کو جلا کر بھسم کر دیتا۔ نبی کا تو غلام بھی اگر ہم کو جکڑ لے تو ہم اپنے آپ کو چھیڑا نہیں سکتے اور کچھ کر نہیں سکتے، ایوب صرف صابر ہی نہیں حلیم بھی ہیں۔ ہاں البتہ اب ایک ہی آخری حربہ مکر رہ گیا ہے اُس کو بھی آزما کر دیکھ لے شاید تیری کچھ بات بن جائے اور عزت رہ جائے۔ یہ بتا کہ تر نے آدم کو جنت سے نکلوانے میں کس طرح کامیابی حاصل کی تھی۔ ابیس بولا اس وقت اس کی بیوی حوا کو درغلا مانھتا تب بات بن گئی تھی جنات

نے کہا کہ بس اب بھی ایوب کی بیوی کو درغلا اور اُس کے ذریعے کفر پھیلا۔ ابلیس خوش ہو گیا اور کہا کہ ہاں یہ چال ٹھیک ہے۔ تب ایک دن ابلیس بہت خوب صورت دروازہ قدان کی شکل میں بہت بڑے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا آپ کی بیوی جھونپڑی سے کچھ دور بیٹھی کھانا پکا رہی تھیں وہ گھوڑا سوار پاس آیا اور بولا اے بی بی تو مجھ کو پہچانتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، تو کہنے لگا کہ میں زمین کا رالہ ہوں تیرے خاوند ایوب پر اس لیے اتنی مصیبتیں آئی ہیں مال تباہ اولاد فنا حسن و جوانی صحت برباد ہوئی کہ اُس نے آسمان کے اللہ کی عبادت کی لیکن میری یعنی زمین کے اللہ کی عبادت نہ کی، اگر اب بھی یہ اور توروں میری بندگی کر لو تو پھر سب کچھ واپس مل سکتا ہے اور میری عبادت میں صرف چار کام کر لو۔ اپنے خاوند سے کہو کہ وہ مجھ کو صرف ایک سجدہ کرے۔ تو بھی مجھ کو سجدہ کرے۔ یہ بکری کا بچہ ہے اس کو میرے نام پر ذبح کر دو۔ اس کو پکا کر بغیر بسم اللہ پڑھے اس کو کھا لو، صرف ایک دفعہ یہ چار کام کر لو تو وہ سب کچھ میں تم کو واپس دیدوں گا جو تم سے چھین لیا گیا ہے بیوی نے خوش ہو کر کہا کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے ابلیس نے کہا ہاں بلکہ بہت جلدی بیوی نے کہا اچھا میں ان سے ذکر کروں گی ابلیس بڑا مسرور ہوا کہ چلو اب شاید کام بن جائے اور ابلیس یہ کہہ کر غائب ہوا بیوی جلدی جلدی جھونپڑی میں آئی اور اسی جھانسنے میں آگئی کہ چلو اب اٹھارہ سالہ مصیبتیں تو ختم ہو جائیں گی اور بکری کا بچہ حضرت ایوب کو دکھا کر ساری بات بتائی ایوب علیہ السلام کو زندگی میں پہلی بار سخت غصہ آیا اور فرمایا ارے کم عقل وہ بد بخت ابلیس تھا جو مجھیں بدل کلاب تیرا دین و ایمان بھی چھیننا چاہتا تھا، تو نے اسی وقت اُس پر لعنت کیوں نہ بھیجی میری تکلیف کے غم میں تو اصلیت کو میری تعلیم و تربیت کو بھول گئی اور شیطان کے فریب میں آگئی اگر مجھ کو میرے رب تعالیٰ نے شفا بخشی تو میں تجھ کو اس گناہ کی سزا میں سو کرڑے ماروں گا آپ نے یہ قسم فرما کر فرمایا جا ہٹ جا میری نظروں سے دور ہو جا میں تجھ سے ناراض ہوں اب میں تیرے ہاتھ سے نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ بیوی افسردہ غمزدہ اور پشیمان ہو کر اُس وقت وہاں سے چلی گئی تب اٹھارہ سال بعد آپ نے یہ دعا مانگی۔ اِنِّیْ مُسْتَضِیْرٌ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ یا اللہ اب تو یہ ابلیس ہمارے ایمانوں پر ظاہر ظہور حملے کرنے لگ پڑا اب وہ اوچھے ہتھیاروں پر اترا آیا یہ تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوتی جو شیطان اپنے قول فعل کدورتوں جادوؤں میں بدترین دولت کے ساتھ ناکام ہو گیا کسی طرح مجھ

کو درغلانہ سکا اب میری پوری کے ذریعے کفر پھیلانا اس کا ایمان برباد کرنا چاہتا ہے لہذا اب تو عبادی ہم پر رحم فرما۔ دعا کے یہ عارفانہ سا برائے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ بیماری سے گھبرا کر یہ دعا نہ تھی گھبراہٹ کی دعاؤں میں صحیح و بیکار گمراہ شکوہ شکایت بغاوت گڑگڑاہٹ، بلبلاہٹ ہوتی ہے مفسرین کرام نے اس دعا مانگنے کی وجہ میں تین قول اور بھی نقل فرمائے ہیں، ایک یہ کہ ایک مرتبہ چالیس دن تک آپ پر وحی نہ آئی تب گھبرا کر آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا مولیٰ تیرے کلام کی لذت اور خوشی میں ہی تو میں یہ سب مصائب برداشت کرتا چلا آ رہا ہوں، تیرا آواز ہی تو میری دھارس ہے، تیرا پیغام ہی تو میرا سہارا ہے، تیرے عشق نے ہی تو مجھ کو بچایا ہوا ہے اکیلائی کی طرف ہی تو میرے کان لگے رہتے ہیں اسی نے مجھ کو سنبھالا ہوا ہے، بے رنجی کی تلخیوں کا کوئی اُسکے دل سے پوچھے، تیرا ذکر کرتے کرتے جسے عمر ہو گئی ہو یا اللہ اگر اس سے مجذوبہ اگر مصیبتوں کے پھاڑ آجائیں، بلکہ اگر جفا و ظلم کا اندھا چلے طوفان آجائیں، شائے کو میرے اسیں اور شیطان آجائیں تب بھی مجھے برداشت دگوارہ ہیں۔ مگر یہ برداشت نہیں کہ میں تجھے یاد کروں تو نہ تجھے یاد کرے تو تو۔ اَرْحَمُ الرَّاحِمِینَ ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قوم کے کچھ لوگ جن کے نام تفسا سیریں اس طرح لکھے ہیں مَا نَعْمِیْزِیْنِی مَا تَلْذُرْ شَآئِی مَا صَاغِرْ مَشْقِی۔ یہ تینوں غیر بنی اسرائیل آپ کے مومن امتی بن گئے تھے مگر بنی کو اپنے جیسا بشر سمجھتے تھے انہوں نے ایک بار گستاخی کرتے ہوئے ارب علیہ السلام کو طعنہ دیا کہ اس شخص نے کوئی گناہ کر لیا ہے جس کی وجہ سے یہ بیماری اس کو لگی ہے (معاذ اللہ) میرے خیال میں دنیا کے اندر سب سے پہلے یہ ہی وہابی ہوئے کہ اپنے نبی پر ایمان بھی لائے ان کے امتی بھی بنے اور اس طرح کی گستاخیوں کا عقیدہ بھی بنالیا آپ نے جب یہ سننا تب دعا مانگی کیونکہ اس گستاخانہ طعنہ سے عصمتِ نبوت کا دامن و اغدار ہو رہا تھا وہاں بیت پھیلنے کا اندیشہ تھا بعض نے فرمایا کہ یہ دعا آیتے اُس وقت مانگی جب قوم کے کچھ کفار نے اللہ تعالیٰ کی گستاخیوں میں زبان کھولی اور آپ کو کہنے لگے کہ ہم کو جس مجہود کی طرف یہ شخص بلاتا دعوتِ ایمان دیتا ہے وہ مجہود تو اتنا کمزور اور مجبور ہے کہ اس اپنے عبادت گزار کو بھی شفا نہیں دے سکتا۔ تب آپ نے رب سے عرض کیا کہ یا اللہ یہ کفریات سننا مجھ سے برداشت نہیں ہوتے ان کفریات سے اِنِّیْ مَشْقِی الْقَرْءِ۔ بے شک مجھ کو قلبی روحانی اذیت پہنچی ہے، تو رب تعالیٰ نے فوراً آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور اس انداز میں قبول فرمائی کہ قبولیت میں بھی شانِ نبوت کا اظہار فرما دیا اور کائناتِ عالم کو بتا دیا کہ جو تکلیف دو مصیبت بیماری پوری سرزمین کے جنات و شیطاں اہلس و خائنات نے اپنے تمام جادو فہون مکر و جنون

کے پرے زور لگا کر بھڑکاٹی اس کا توڑ اور اس کی شفا اس کا دفیہ تو نبی کے قدم کی ایک ٹھوکر ہی ہے، شفا و ظاہری بھی چشمہ قدرت سے ہوئی اور شفا و باطنی بھی مگر وہ چشمہ نہ خود رب تعالیٰ نے جاری فرمایا نہ کسی فرشتے سے نکلوا یا، بلکہ خود ایوب علیہ السلام کو فرمایا۔ اُرْ كُفْ بِرِجْلِكَ ۔ اسے ایوب تم خود ہی اپنے پاؤں کی ٹھوکر مارو چشمہ نکلے گا۔ شفا یابی میں یہ سات سال یا اٹھارہ سال کی دیری تو خود ایوب علیہ السلام کی وجہ سے ہوئی آپ نے خود ہی دعا نہ مانگی اگر پہلے مانگ لیتے تو یقیناً اسی انداز میں پہلے ہی قبول ہو جاتی اور رسول کے ہر کام کلام قدرت میں حکمت ہوتی ہے خواہ دیر ہو یا سویر۔ ایوب علیہ السلام نے حکم ربانی سنکر پاؤں رگڑا ٹھوکر ماری اور فوراً چشمہ جاری ہو گیا حکم ربانی ہوا کہ اس پانی سے غسل کرو۔ آپ نے غسل فرمایا۔ ایک دم عام ظاہری بیماری چھلے داغ دجے زخم ختم ہو گئے پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت جسم نکل آیا۔ تمام کبڑے جسم سے نکل کر قریبی شہتوت کے درخت پر چڑھ گئے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ چونکہ یہ کبڑے جسم نبی سے بنے پہلے بڑے تھے اس لیے ان کو ریشم کا کبڑا بنا دیا گیا اس سے پہلے زمین پر ریشم کے کبڑے نہ ہوتے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی اور اللہ تعالیٰ کے قدرتی لشکر کی تعداد ہمیشہ بارہ ہزار ہی ہوتی رہی چنانچہ غرور کو بارہ ہزار چھروں سے ہی سزا دی گئی اور اصحاب فیل کو بارہ ہزار ابابیل سے ہی ہلاک کیا گیا، ظاہری تندرستی پاکر آپ چالیس قدم چلے پھر حکم آیا کہ اپنا پاؤں زمین پر پھر مارو آپ نے پھر مارا دوسرا چشمہ جاری ہوا حکم آیا اس کو بیو آپ نے پیاتو اندر کی تمام تکالیف اور بیماری ختم ہو گئی۔ جبریل امین صلی علیہ وسلم آئے آپ کو مہنایا آپ ایک قریبی چٹان پر بیٹھ گئے آپ کی شفا یابی کا یہ دن جمعہ کا تھا عاشورہ محرم تھا وقت سحر تھا بعض نے فرمایا کہ زوال کا وقت تھا (از تفسیر روح البیان و تفسیر فتح القدیر) تھوڑی دیر بعد آپ کا بیوی اس خیال سے واپس آئیں کہ اب غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہو گا۔ مگر جھونپڑی میں نگاہ کی دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا جھونپڑی خالی تھیں بڑی پریشان ہوئیں طرح طرح کے خیال آنے لگے یہ نہیں کہاں گئے کون لے گیا خود تو صل بھی نہ سکتے تھے کیا کوئی درندہ کھا گیا یا اللہ یہ کیا ہو گیا قریبی چٹان پر ایک بزرگ بیٹھا دیکھا پہچان نہ سکیں ان ہی سے پوچھا اے بزرگ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس چھپر میں ایک معذور شخص پڑے ہوئے تھے وہ کہاں گئے۔ بزرگ نے فرمایا بارہ نبرے کیا لگتے تھے، حضرت رحمت بیوی نے کہا وہ میرے خاوند تھے، بزرگ نے فرمایا مجھ سے کیوں پوچھتی ہے کیا تو مجھ کو جانتی ہے۔ بیوی رحمت نے کہا نہیں میں آپ کو

نہیں پہنچا تھی ہاں البتہ ان کی تندرستی والا صلیہ آپ سے ملتا تھا وہ آپ کے مشابہ تھے بزرگ
 یہ سن کر مسکرا پڑے تب بیوی صاحبہ نے آپ کے مسکرانے کے انداز سے آپ کو پہچانا
 بڑی خوشی ہوئی صحت ملنے کے واقعات سنے، پھر دونوں نے سجدہ شکر کیا بستی میں
 واپس لوٹے، شکر الہی کا جشن منایا، عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے وہ تمام
 چیزیں بلکہ اس سے بھی زیادہ عطا فرمادیں آپ کو اور آپ کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے جوانی
 عطا فرمائی، دوبارہ خوب صورت اولاد ہوئی بارہ بیٹے یا مولہ اور اتنی ہی بیٹیاں اور آپ
 تندرستی کے بعد پھر مزید ستر سال حیات رہے یہ تھا صبر الیوب کا وہ سچا واقعہ جو قرآن
 وحدیث سے ثابت ہے اسی کے تذکرے کا اور بذریعہ قرآن مجید تاقیامت دنیا میں مشہور
 کرنے کا اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا جا رہا ہے، کیونکہ یہود و نصاریٰ نے
 دیگر انبیاء کی گستاخیوں کی طرح الیوب علیہ السلام کے واقعات میں بھی گستاخیاں کرتے
 ہوئے بہت کذبیات و لغویات بھر دئے ہیں، یہود و نصاریٰ تو ہیں ہی جہنم کے آحمق و گمراہ افسوس
 تو اپنے اُن گزشتہ عربی مفسرین پر ہے جنہوں نے اپنی تفاسیر میں اسرائیلی لغویات بلا ترمیم
 لکھ ڈالیں اور اندھا قلم چلا دیا ذرا عقل سے کام نہ لیا نہ آیات قرآن میں غور کیا نہ منشاء
 ربانی کو سمجھا حقیقت یہ ہے کہ رب تعالیٰ ہی سچی ہدایت دینے والا ہے۔ ان تفسیروں نے
 شخصیت الیوب کا ایسا غلط نقشہ کھینچا ہے کہ معلوم ہوتا ہے معاذ اللہ الیوب علیہ السلام
 نہایت بے صبرے ناشکرے رب کے گستاخ اور اپنی عبادت پر مغرور، اللہ تعالیٰ سے ہر وقت
 لڑنے والے گلے شکوے کرنے والے تھے۔ اور یہ کہ دوران بیماری انہوں نے کوئی عبادت نہ
 کی۔ قرآن مجید میں جن کی نبوت کا صراحتاً ذکر فرمایا گیا ان میں الیوب علیہ السلام دسویں صاحب
 شریعت نبی ہیں ان انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی ترتیب اس طرح حسب ذیل ہے ۱۔ ادریس
 علیہ السلام ۲۔ نوح ۳۔ پھر ابراہیم ۴۔ پھر لوط ۵۔ پھر اسماعیل ۶۔ پھر اسحاق ۷۔ یعقوب ۸۔
 پھر یوسف ۹۔ پھر ہود ۱۰۔ پھر الیوب ۱۱۔ پھر صالح ۱۲۔ پھر شعیب ۱۳۔ پھر موسیٰ ۱۴۔
 پھر ہارون ۱۵۔ پھر ایسا ۱۶۔ پھر یسع ۱۷۔ پھر یونس علیہم السلام ۱۸۔ تفسیر روح المعانی
 بروایت ابن سعد عن کلبی، مگر انہوں نے اپنی ترتیب میں دو جگہ غلطی کی ایک یہ کہ لوط
 علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے بعد رکھا حالانکہ لوط ابراہیم السلام کے بعد ہیں دوم
 یہ کہ حضرت الیوب کو حضرت یونس کے بعد رکھا حالانکہ الیوب علیہ السلام کا زمانہ ہر حال میں

کے بعد ہے، یونس علیہ السلام سے کہیں پہلے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ قرآن مجید

قاعدے کی طرزِ بیانی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بار بار تذکرہ ایمانی سے منشاء واری

تعالیٰ یہ ثابت و ظاہر ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ مخلوق کا تئافی کو بتانا چاہتا ہے کہ میری مخلوق میں وجود انبیاء کرام کی ہر ہر شان کسی نہ کسی انداز میں ظاہر فرمائی گئی۔ ایوب علیہ السلام کے ساتھ تقدیر الہی کے اس فیصلے میں یہ حکمت بھی تھی کہ نبوت کی شان ایک عجیب اور نرے طریق سے اقوامِ عالم کو بتانی دکھانی تھی۔ تمام قومیں طاقتیں ہتھی جڑتیں مختلف انبیاء کے وجود پر ظاہر کی گئیں۔ مگر ایوب علیہ السلام کے ذریعے صبر کی ایسی سخت کڑی مثال دکھائی گئی جو وجودِ نبوت کے سوا کسی میں نہیں ہو سکتی جو تکالیف ایوب علیہ السلام کو پہنچیں اگر عوام میں سے کسی کو ان کا عشرِ عشر بھی پہنچے تو بندہ تڑپ کر مر جائے اور خود کشی کرے۔ مگر یہ عصمتِ نبوت کی ہی شان ہے کہ پادِ صبر میں ذرا لغزش نہ آئی اس واقعے نے بتا دیا کہ معصوم وہ ہوتا ہے جو گناہ خطا پر قادری نہیں ہوتا۔ ان سے گناہ محال بالعصمت ہے۔ ایوب علیہ السلام کے تین معجزے قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ صبر ایوبؑ کا دہا پاؤں مبارک جس کی رگڑ اور ٹھوکر سے نہانے کا چشمہ جاری ہوا۔ ۲۔ بایاں پاؤں جس کی رگڑ سے پینے کا چشمہ جاری ہوا۔ یہ فائدہ ذکر کرنا للْعَبْدِین کی تفسیر حاصل ہوا۔ اور ابلیس کا بھی تاقیامت سارا غرور تکبر ٹھنڈا اور نبوت کے خلاف ساری چرب زبانی خاک میں مل گئی یہ شان بتانا ہی ذکر کرنا للْعَبْدِین ہے۔ ہمارے بعض مفسرین نے کہا کہ ذکر کرنا کا معنی نصیحت اور معافی یہ ہے کہ قیامت تک عابدین صالحین مصائب پر ایوب علیہ السلام جیسا صبر کریں اور ان جیسا ہی ثواب پائیں۔ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ محال ہے نہ انبیاء کرام جیسا کسی کا صبر یا کوئی عمل ہو سکتا ہے نہ انبیاء جیسا کسی کو ثواب مل سکے۔ دوسرا فائدہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر چیز کا رب تعالیٰ ذمے دار ہوتا ہے اور اسی لیے ان کو عصمت کی دولت عطا فرمائی جاتی ہے اور ان کا کوئی عمل کرنا یا کرنا بیکار اور فضول نہیں ہوتا اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام غلطی اور گناہ پر قادری نہیں وہ غلطی اور لغو کام نہ کر سکتے ہیں نہ کرا سکتے ہیں یہ فائدہ و گناہ لَحْمٌ خَفِیْطٌ فرمانے سے حاصل ہوا یعنی سلیمان علیہ السلام جنات سے جو کچھ بنوانے منگواتے تھے رب ان کا محافظ جنات کی تابعداری کا بھی ان کے عملیات کا بھی۔ اس سے پتہ

لگا کہ سلیمان علیہ السلام ضروری اشیاء ہی بنواتے تھے اب اگر یہ کہا جائے سلیمان علیہ السلام اپنے جنوں سے مجھے تصویریں بنواتے تھے تو یہ رب تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ وہ بیکار و فضولیات کی حفاظت فرماتا تھا (معاذ اللہ) اولیاء اللہ کو رب کی طرف سے حفاظت کی دولت ملتی ہے عصمت و حفاظت میں فرق یہ ہے کہ حفاظت الہیہ کا معنی ہے گناہ کر سکتے ہیں مگر کرتے نہیں اور اگر کریں تو فوراً سچی توبہ کر کے معافی مانگ لیتے ہیں اور گناہ مٹ جاتا ہے۔ عصمت یہ ہے کہ گناہ کا مادہ ہی نہیں ہوتا۔ تیسرا افتادہ رب تعالیٰ نے اپنی پوری مخلوق علوی، سفلی، لطیف کثیف اپنے انبیاء کے لیے مسخر فرمادی ہے اگرچہ کسی نے اظہار فرمایا کسی نے نہ فرمایا یا کسی نے کسی طرح ظاہر کیا کسی نے کسی طرح مثلاً سفلیات میں لوہا پھاڑ پرندے، علویات میں چاند سورج فرشتے، لطائف میں ہوا جنات پانی بادل بارش، کثافات میں جمادات نباتات حیوانات اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو تحت الثریٰ سے قبابِ قوسین تک سب کچھ ہی مسخر کر دیا کہ کبھی شوقِ فقر کبھی رزقِ شمس، کبھی معراج کی فصائیں، یہ قائمہ وَمِنْ الشَّيْطَانِ مَنْ يَغْوِي صَوْنًا (۱۷) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ واقعہ سلیمانی میں لفظ تماشیل کا معنی مجسمہ مورتی کر کے ہمارے کچھ اکابر نے باستدلال کیا کہ سلیمان علیہ السلام جنات سے جاندار اشیاء کی فوٹو تصویریں مجھے بنوایا کرتے تھے اور پھر اس پر یہ مسئلہ استنباط کر لیا کہ پہلی شریعتوں میں جاندار کی تصویریں بنانا بنواتا جائز نہیں فقط ہماری شریعت اسلامیہ میں فوٹو تصویر حرام ہوئی ہے مگر میرے نزدیک یہ استدلال بھی غلط اور کمزور ہے اور استنباط بھی کسی بھی شریعت سابقہ میں کبھی جاندار کی فوٹو تصویر پر مجسمہ مورتی جائز نہ ہوا بلکہ ہر شریعت میں حرام ہی رہا اور سلیمان علیہ السلام نے کبھی بھی کسی جن وغیرہ سے کسی جاندار کا مجسمہ مورتی یا فوٹو نہ بنوایا۔ میرے اس موقف کے پانچ دلائل ہیں پہلی دلیل یہ کہ اکابر کے پاس اپنے اس مسئلے پر بغیر تماشیل سلیمانی کے اور کوئی دلیل نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ پہلی شریعتوں میں جاندار کی فوٹو جائز تھی۔ دوسری دلیل یہ کہ تماشیل کا معنی جاندار کا مجسمہ یا مورتی فوٹو نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے نقشہ خواہ جاندار کا ہو یا بے جان اشیاء۔ اسی معنی کے اعتبار سے مولیٰ علی شہر خدا نے شطرنج کے گتے کو تماشیل فرمایا تھا جیسا کہ ہم نے ابھی کچھ پہلے ص ۱۷۱ تحت ثقیل کی آیت میں نقل کی

بقی میں جو ہر وقت علما پر طعنہ زنی کر کے کہتے ہیں کہ ملا تو صرف مسجد تک پہنچاتا ہے مگر سائنسدان کہاں تک پہنچ گیا بہر کیف سب تعالیٰ نے ہر وقت دنیوی کاموں میں مشغول رہنے والوں کو شیاطین ہی فرمایا ہے۔ تیسرا مسئلہ حلال روزی اور دولت رب تعالیٰ کی رحمت برکت اور عطیہ ہوتا ہے خواہ وسائل ظاہری سے حاصل ہو یا وسائل غیبیہ سے اس کے حصول کی خواہش اور حرص و طمع عین عبادت ہے۔ بندہ مومن کو اس سے بے رغبتی استغنا یا بیزاری نہیں چاہیے کیونکہ یہ سب تعالیٰ کا انعام ہوتا ہے یہ مسئلہ ہن حَمَلَةُ مَثْنُ عَشْرًا کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا روایت ہے کہ تندرستی کے بعد ایوب علیہ السلام کو اتنی کثیر دولت عطا ہوئی کہ جس بڑی گٹھیا دھڑولے میں آپ ستر رکھا کرتے تھے اس میں مونا بھر دیا گیا اور جس گٹھیا میں آپ جاو ل رکھتے تھے اس میں چاندی بھر دی گئی۔ اس کے باوجود آپ ایک دفعہ ہمارے تھے کہ اوپر سے غیبی طور پر سونے کی بنی ہوئی مکڑی گری۔ آپ نے اسی حالت میں دوڑ کر پکڑ لی غسل سے فراغت کا بھی انتظار نہ فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو وحی الہی آئی کہ اے ایوب ہم نے تم کو اتنا دیا ہے ابھی بھی تم کو اتنی حرص و خواہش کہ غسل سے فراغت کا بھی انتظار نہ کیا عرض کیا مولیٰ تیری طرف سے آئی ہوئی برکت سے تو میں کبھی مستغنی ادبے پرواہ دے بغیر نہیں ہو سکتا یہ تو اظہارِ گدائی ہے تیرے دروازے کا تو میں ہمیشہ گدا ہی رہوں گا سُبحَانَ اللہ یہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی شانِ عجز بارگاہی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض سورۃ ص آیت ۲۴ میں رب تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّا وَجَدْنَاهُ مُّصَابِقًا یعنی ہم نے ایوب کو بہت بڑا صابر پایا یہ تنوین تعظیمی ہے مگر یہاں فرمایا گیا اِذْ نَادَى رَبَّهُ اِنِّیْ مَسْتَبِیْ الْقُرْآنِ یہ نداء شکوہ ہے اور شکوہ صبر کے خلاف ہے کیونکہ بے صبری ہے۔ جواب مفسرین نے اس کے جواب میں چار قول نقل فرمائے ایک یہ کہ الْقُرْآنِ سے مراد بیماری کی تکلیف نہیں بلکہ قوم کفار کی کفر پر گستاخیاں اور طعنے بازیاں یہ آپ سے برداشت نہ ہوا تو نداء عرض کی اور یہ چیز بے صبری نہیں دوم یہ کہ یہ نداء شکوہ نہیں بلکہ دعا ہے اور دعا صبر کے خلاف نہیں ہوتی اسی لیے رب تعالیٰ نے اِذْ نَادَى کے بعد نَاسُتَجِیْذًا فرمایا یعنی ہم نے دعا قبول کر لی سوم یہ کہ اگر یہ شکوہ شکایت ہے تب بھی درست ہے اس لیے کہ شکوی وہ برا ہوتا ہے جو مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ہو مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی تکلیف کی شکایت اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں عرض کرنا جائز ہے کیونکہ یہ تَلَا ذَا بِالنَّجْوٰی ہوتی ہے یعنی رب سے مناجات کی لغت کے لیے لَامِئْتُهُ تَقْنُنُ رَا بِا تَشْكُوٰی یعنی اس عرض سے غلے شکوے کا نقصان نہیں ہوتا شرعاً شکایتِ الٰہیہ جائز ہے کیونکہ غَايْتُ الْقُرْبَ ہے مگر شکایتِ مِنْہُ تَلْبَازُ کیونکہ یہ غَايْتُ الْبُعْدَ ہے۔ نیز جب بندہ راضی برضاۃ الٰہی ہو اور پھر اپنی تکلیف کا ذکر کسی سے کرے یہ بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امینؑ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا بخار ہو گیا ہے یا ایک بار عائشہ صدیقہؓ نے کہا وَارَا سَاہُ، ہائے میرے سر کا درد اتفاقاً اس وقت آپ کی سیر اقدس میں بھی درد ہو رہا تھا تو آپ نے بھی فرمایا وَارَا سَاہُ، جو تھا قول یہ کہ یہ ندی بارگاہِ الٰہی میں ابلیس و شیطن کی شکایت ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی شکایت جیسا کہ سورۃ صٰی کی آیت ۷۷ سے ثابت ہو رہا ہے۔ اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنا منع ہے نہ کہ شیطن یا کسی بھی دشمن کی۔ دوسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ ابلیس کا داؤد مکرو سوسہ آدم علیہ السلام پر چل گیا اور جنت سے نکلوا دیا جو اتنا سخت بھی نہ تھا مگر ایوب علیہ السلام پر ذرہ بھر نہ چلا حالانکہ یہ بڑا سخت تھا ابلیس نے اپنی پوری شیطانیت اور ذریت کا زور لگا کر سخت غم تکلیف بیماری درد اور بربادی تباہی بچا دی تھی، جواب نصیحتِ آدم اور قصۃ ایوب میں دو طرح فرق ہے۔ پہلا یہ کہ آدم علیہ السلام اُس وقت نبی نہ تھے شیطان کا داؤد صرف آپ کی بشریت پر تھا اس لیے بشری کفوی کی بنا پر مکر چل گیا، دوم یہ کہ آدم علیہ السلام پر شیطن کا دوسرے کفر یا ناشکری کا نہ تھا بلکہ صرف ایک بھل کھا لینے کا تھا اور وہ حیلہ دوسرے بھی نہیں کھا کر دوستی بنا کر کیا تھا اس لیے حضرت خوا کے کہنے سمجھانے مُلْکٌ لَا یَبْلٰی کالابحہ دلاتے سے دھوکے میں آگئے مگر ایوب علیہ السلام اُس وقت نبی تھے اور ہر نبی کی بشریت بھی بے مثل ہوتی ہے اور آپ کے خلاف ابلیس کی تمام حیلہ سازی تباہی بیماری کفر اور ناشکری کرتے کے لیے تھی اس لیے عصمتِ انبیاء کے مقابل ابلیس ذلیل و رُموں ہو گیا، نبوت کا میاب و کامران اور ثبات قدم رہی۔ تیسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا۔ رَحْمَۃٌ مِّنْ عِنْدِنَا اور سورۃ صٰی آیت ۷۷ میں فرمایا گیا رَحْمَۃٌ مِّنَّا۔ جواب اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ رَحْمَۃٌ مِّنَّا میں صرف رحمت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور چونکہ رحمت کی بہت قسمیں ہیں اس لیے یہاں مِنْ عِنْدِنَا قرار رحمت کی نوعیت کا ذکر فرمایا گیا کہ اپنے قُرْب کی رحمت، جواب دوم یہ کہ

وہاں سورۃ میں صرف دعا ہے اور یہاں دعا کے ساتھ حمد باری تعالیٰ بھی ہے جس کی وجہ سے کثرت ہوئی۔ اور کثرت دعا کی بنا پر قبولیت میں بھی کثرت رحمت کا ذکر فرمایا گیا۔ لفظ عِنْدَ سے کثرت انعام اور مبالغہ قرب کا بیان ہے۔ چونکہ اعتدال میں قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ نیک بندوں پر ابلیس کا تسلط نہیں چل سکتا نہ ہو سکے تو پھر ایوب علیہ السلام پر کیوں تسلط ہو گیا سورۃ حجر آیت ۴۲ اور سورۃ اسری آیت ۶۵ میں ہے اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ یعنی میرے بندوں پر تیرا تسلط نہیں ہو سکتا، سورۃ نحل آیت ۹۹ میں ہے۔ اِنَّهٗ لَيْسَ لَكَ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَءِیْسِهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ یعنی ابلیس کا تسلط اللہ کے متوکل مومن بندوں پر نہیں ہو سکتا سورۃ نحل آیت ۱۱۰ میں ارشاد ہے۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْهُ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُّشْرِكُوْنَ یعنی ابلیس کا تسلط صرف اُن فاجر لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی لگاتے ہیں اور اُن کافروں پر ہے جو اُس کے کہنے سے مشرک بنے مگر سورۃ ابراہیم آیت ۲۲ میں ہے کہ قیامت میں ابلیس کفار سے کہے گا۔ وَمَا كَانَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا اَنْ تَدْعُوْهُمْ فَاَسْتَجِبْتُمْ لِيْ۔ یعنی دنیا میں میرا تم پر کچھ تسلط نہ تھا۔ صرف اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔ ان آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ نیک بندوں پر ابلیس کا قبضہ نہیں ہو سکتا مگر ایوب علیہ السلام کی ہر ہر چیز پر ہو گیا وہ تو نبی تھے۔ اس کی کیا وجہ جواب۔ تسلط کی چار قسمیں ہیں ممال اعمال و ایمان و عقائد پر تسلط ۱۔ جان و مال جسم اولاد پر تسلط ۲۔ اذیت کا تسلط ۳۔ اتباع کا تسلط ان آیات میں جس تسلط کی نفی فرمائی جا رہی ہے وہ ایمان اعمال پر تسلط ہے۔ یعنی ابلیس کا تسلط نیک بندوں کے ایمان اعمال و عقائد پر ہرگز کبھی نہیں ہو سکتا۔ فاسقین کافرین کے ایمان و اعمال پر ہو سکتا ہے اور ہو جاتا ہے۔ ایوب علیہ السلام کے ایمان و اعمال پر اس قسم کا تسلط قطعاً نہ ہوا تھا نہ ہو سکا حالانکہ ابلیس نے ہزار قسم کے زور لگائے بھیس بدل بدل و موسے ڈالے ابلیس کا یہ تسلط بھی صرف ورغلانے اور موسے سے ڈالنے کی حد تک ہی ہے۔ اسی تسلط کے لیے اُس نے لمبی عمر اور صحت تندرستی والی مہلت مانگی تھی۔ ابلیس کا یہ ہی تسلط صرف فاسقین کافرین پر قائم ہو جاتا ہے لیکن نیک بندوں پر قائم نہیں ہوتا۔ مگر جس تسلط کی نفی قیامت میں ابلیس کرے گا وہ اذیت دینے کا تسلط ہے یعنی کسی انسان پر جبر تشدد پکڑ گرفت بربادی بیماری دینے کا تسلط ابلیس کو کسی پر

حاصل نہیں۔ ایوب علیہ السلام پر اذیت کا تسلط ہو جانا یہ ایک مخصوص اور عارضی چیز تھی براہِ ابلیس نے صرف ایوب علیہ السلام کے لیے وقتی طور پر خود طلب کی تھی اور اسے کچھ دنوں کے لیے یہ تسلط دیا گیا۔ پھر ختم کر دیا گیا۔ نہ پہلے کسی پر تھا نہ اب کسی پر ہے۔ ابلیس نے جلت مانگتے وقت کہا تھا۔ لَا تُفْوِيَهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مَثُومًا الْمُخْلِصِينَ۔ یعنی میں صرف ورغلا کر راہِ حق سے اغوا کروں گا۔ (سورة حق آیت ۸۲ و ۸۳) ابلیس خود بھی جانتا ہے کہ میں صرف اتناؤں کو دوسرے ڈال کر ورغلا سکتا ہوں جس کا اثر کسی کو ہوتا ہے کسی کو نہیں۔ اس تسلط میں تو ایوب علیہ السلام بلکہ ان کی بیوی کا بھی کچھ نہ بگاڑ سکا۔ ایمان نہ اعمال۔ پانچواں اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ قرآن مجید نے فرمایا۔ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَادِقًا وَقَدْ نَعُدُّ الْعَبْدَ۔ یعنی ایوب بہت بڑے بے مثل صابر اور اچھے بندے تھے مگر کچھ مفسرین نے لکھا کہ ایوب علیہ السلام نے بہت بے صبری ناشکری کی سر پر خاک ڈالی خدا تعالیٰ کی خوب شکایت کی اپنی عبادت کا تذکرہ کر کے رب کی تائید فیوں کا ذکر کیا معاذ اللہ پھر بعد میں توبہ کر لی۔ ان میں مطابقت کیونکر ہو۔ جواب۔ نہ مطابقت ہو سکتی ہے نہ کرنے کی ضرورت رب تعالیٰ کا کلام برحق ہے، مفسرین کے اقوال باطل مگر وہ کن ردی میں جلاتے کے قابل ان مفسرین نے جو کچھ لکھا وہ سب عیسائیوں کی کتا بوں سے نقل کیا اور عیسائی تو بخیر عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام کو گناہگار ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے کفارے کا مسئلہ اور التوحیدتِ مسیح کا عقیدہ درست رہے جو پو لوس یہودی نے عیسائی بن کر بنایا اور عیسائیوں کو دھوکہ دیا۔ دشمن لکڑی صلیب کو پھوایا۔ عیسائی بے وقوف بن گئے یہودی جیت گئے۔ آج تک ایسا ہو رہا ہے۔ ہمارے مفسر بھی بعض دفعہ اس طرح کا دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَفْهَمُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ
تفسیر صوفیانہ | ذَالِكَ وَكَانَ لَهُمْ حِطْيُنٌ۔ اور وہم و تخیل کے شیطان باطن
میں سے کچھ طاغوتی قوتیں ہم نے عقلِ علمی کے لیے مسخر فرمادیں جو عقلِ علمی کے حکم سے حیولہ
جہانی کے سمندروں میں غوطے لگا کر جزئیاتِ اسرار کے معانی اور کلیاتِ ابرار کے موتی
نکالتے ہیں اور یہی طاغوتی قوتیں جب عقلِ علمی کے قابو میں آجاتی ہیں تو اس کے علاوہ بھی
ترکیبِ صالحات تفصیلِ عملیات، شریعت کی مصنوعات طریقت کے ملبوسات کے عمل کرتی

ہیں برے شیطن کی ان اچھی افکار و اعمال کی حفاظت بھی ہم ہی کرتے ہیں اور کذب و باطل کی کھوٹ و ملاوٹ سے بچاتے ہیں ورنہ یہ جسم انسانی کے وہم و تخیل بڑے بڑوں کو خواب کر دیتے ہیں ان ہی شیطانوں کی سرکشی سے بڑے بڑے عقل و اسے ڈرتے ہیں ان کے فساد سے ہی کفر و ملعیان فتن و کفران کی فرقت اور مذہب سازی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بدن مومن میں عقل علمی ایمانی کے لیے ان قوتوں کو مسخر نہ فرماتا تو تمام جسم عقل و شعور کفر فتن ظلم ہی سے بھر جاتا۔ انسان کی کمابیت یہ ہے کہ وہ آستانہ نبوت تک پہنچ جائے اور جب یہ سعادت کسی خوش نصیب کو میسر آجائے تو ملک و ملکوت کی تمام علوی سفلی اشیاء اس کے لیے مسخر کر دی جاتی ہیں پھر اس کے شیطن بھی اس کے تابع ہو کر اس کے لیے اچھے کام کرتے ہیں اور ان اچھے کاموں کو بھی ان شیطانوں کے لیے آسان اور مسخر کر دیا جاتا ہے ورنہ وہ شیطن بھی باوجود طاقتور جنات ہونے کے یہ کام نہ کر سکتے۔ **وَإِلَیْهِ إِذْ نَادَىٰ رَبُّهُ أَتَىٰ مَسْنَىٰ الثُّغُرِ وَأَمَّا أَزْجَمُ الْأَحْمِیْنِ** بدن انسانی میں نفس مطمئنہ تختہ جہانی ہے۔ قیم قیم کی مصیبتوں بلاؤں سے اس کا امتحان لیا جاتا ہے، بدن مومن کا یہی صبر معرفت کا ایوب ہے ریاضت بالغہ کی مشقتوں اور کمال زکاء کے مجاہدوں میں اس کو ڈالا جاتا ہے۔ اسے مرد مومن نفس مطمئنہ کی اس حالت کو یاد کر جب قوت شعور سے اس نے اپنے رب تعالیٰ کو شدت کرب کی وقت مدد و جد کی طاقت و وسعت بلوغت سے پکارا کہ یا اللہ نفس خیشہ کے شر سے مجھ کو ضعف نقاہت کا عجز و انکسار پہنچ گیا اور یا اللہ تو ہی روح پر وسعت توفیق و لیسرت ترغیب کا سب سے زیادہ رحم فرمانے والا **سے قَا سْتَجِبْنَا لَهُ فُكِّشْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِزِّ دَاوُدَ كُزَىٰ لِلْجِدِّیْنِ** تب قبول فرمایا، ہم نے نفس مطمئنہ کی اسی نداء التجا کو احوال روح کی گہرائیوں سے جو بلند ہوئی کمال اطمینان اور نزول سکینہ کے وقت اور کھول دیئے ہم نے اسرار کے تمام دروازے اور بچا لیا اس کو مشقت ریاضت سے اور ظلمت کرب کو نور ہدایت کے ذریعے مٹا دیا۔ نور قلبی کو طلوع فرما دیا اور واپس لوٹا دیں ہم نے قوت نفسانیہ اور تمام مضمرات ایمانیہ کو ریاضت کے پانی سے ہلاک کر دیا اور جسم مومن کو حیات حقیقیہ کی جلا بخشی اور اسی قوت نفسانیہ کی مثل ہم نے اس کو قوت روحانیہ کی امداد اور صفات قلبیہ کے انوار بھی عطا فرمائے اور مزید فضائل خلقیہ کے اسباب ان پر وافر کئے اور علوم جزئیہ نافعہ کے احوال بھر دئے یہ ہے نفس

مظنہ کی کامیابی پر رحمت لطائف کا انعام قریب حضوری یہی ہے عالم معرفت میں تذکرہ ابدی۔
 رحمی الدین عزلی (عارف صادق جب اپنی معرفت میں ثابت قدم اور مضبوط و تحقیق ہو جائے تو
 مصائب راہ طریقت اور صراط منزل پر اس کا شکوہ حقیقتہً انبساط اور اس کی ندا حقیقتہً
 مناجات بن جاتی ہے اور بلاء محبوب کی تکلیف ذریعہ قریب ہو جاتا ہے۔ حکایت حال کی
 زبان تصریح زبان عشق ہوتی ہے نہ کہ جزع فزع اور شکایت۔ اسی لیے ایوب علیہ السلام
 کی ندا اس حالت کرب میں بھی منع اللہ تبارک و تعالیٰ نہ کہ منع غیرہ یہی دراصل شکر ہے یہ حالت اصرار
 باعتبار بشریت تکلیف و بیماری ہے مگر باعتبار روحانیت تائید الہی سے مؤید ہوتی ہے
 اسی لیے بندہ نور الہی سے دیکھتا ہے اور مبتلاء بلا کو بھی کمال عنایت ربانی نظر آتی ہے اور
 ان مصائب میں تربیت نفس اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ چشمہ رحمت سے مقام مہر تک پہنچ
 جاتا ہے اور نعمت عبدیت کا رتبہ پالیتا ہے۔ بندہ پکارتا ہے کہ مجھ کو بشریت کی مصیبت
 پہنچی اے رب کریم اپنے نور فضل سے تو ہی مجھ کو قوت صبر دے کر رحم فرمانے والا ہے سب
 مشفقوں سے زیادہ اور صفات نفس کی بربادی تباہی چھانے بیماری لگانے کو دور فرماؤ والا
 ہے۔ اس لیے کہ صبر صفات معبودیت میں سے ہے نہ کہ صفات عبدیت میں سے کیونکہ رب تعالیٰ
 کا نام ہی صبور ہے۔ اکابر صوفیہ فرماتے ہیں کہ ابتلاء مومن کے چار فائدے ہوتے ہیں اولاً
 ریاضات شاقہ سے صفائی وجود، دوم قسم قسم کے مجاہدات بدنیہ سے مقامات علیا
 کی تکمیل سوم زمین نفسانی پر ترک دنیا کی ٹھوکر۔ چہارم اس ٹھوکر سے حیات حقیقیہ کا پانی
 مجسم ہو کر عالم مثال میں آجاتا ہے پھر جب اسی سے غلہ معرفت کیا جاتا ہے تو جسم سے
 امراض عبدیت اور قلب سے امراض روحانیہ زائل ہو جاتے ہیں پھر جب بندہ مومن
 اس مجاہدے میں کامیاب ہو جاتا ہے تب اس کو صفائی استعداد ملنے کا وقت
 آجاتا ہے اور فیض الہی سے قابل ہو کر بارگاہ روحانی سے ماہ حیات کا ظہور ہوتا ہے
 جس کو بی لیتے کا حکم ملتا ہے۔ اس کے پینے سے بندے کے ظاہر و باطن سے وہ تمام
 کلفتیں مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں جو حاضری بارگاہ الہیہ کے لیے بعد اور حجاب کا سبب بنی
 ہوئی تھیں پھر بندہ صابر کی وہ شان ہوتی ہے کہ اس کی محبت پاکیزہ میں چند لمحات
 گزارنے والے نفسانیات کو بھی عزیز خلایق بنا دیا جاتا ہے اور ذلیل تر کو عزیز تر کر دیا
 جاتا ہے جیسا کہ اصحاب کہف کا کتا۔ ایوب علیہ السلام کے کیڑے یونس علیہ السلام کی چھلی

یہ قانون کلیہ ہے کہ عزیز کا مجاور بھی عزیز بن جاتا ہے اور ذلیل کا مجاور ذلیل۔ صبا کی ہوا چمن گلزار سے گزرے تو خوشگوار خوشبودار اگر گندگی سے گزرے تو ناپسند بدبو دار۔ یہی حال انھی بری محبت کا ہے۔ اور یہی فرق ہے اوصافِ نفس کے مصائب اور اخلاقِ روح کے مجاور میں کہ وہ اسفل السافلین کی کراہتوں غلامتوں میں گر پڑتا ہے اور یہ اعلیٰ علیین کی بلندیوں پر بٹھا یا جاتا ہے۔ اور تفسیر روح البیان لکھا فرماتے ہیں جن کے جسم میں نفسِ امارہ زندہ ہو ان کے بول و براز پینے اور خون پیپ زخم میں بدلو ہوتی ہے، لیکن نفسِ امارہ مردہ تو ان میں بدلو نہیں ہوتی۔

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ط

اور ذکر کرو اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کا

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو)

كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ۝۸۵ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي

یہ سب ہی مبر والوں میں سے تھے۔ اور داخل کر لیا ہے ہم نے ان سب کو

وہ سب مبر والے تھے۔ اور انہیں ہم نے اپنی

رَحْمَتِنَا ۝۸۶ إِنَّهُمْ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝۸۷

اپنی رحمت میں کیونکہ بے شک وہ سب اچھائی والے ہیں۔ اور

رحمت میں داخل کیا بے شک وہ ہمارے قرب کے سزاواروں میں ہیں۔ اور

ذَا النُّورِ إِذْ ذُهِبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ

ذکر لہاؤ ذوالنور کا جب گئے وہ سخت غصہ ہو کر تب یہ خیال کیا کہ

ذوالنور کو (یاد کرو) جب چلا غصے میں بھرا

أَنْ لَّنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ

ہرگز ہم باز پرس نہ کریں گے اس پر پھر فریاد کی اندھیریوں میں اس طرح
تو گمان کیا کہ ہم اُس پر تنگی نہ کریں گے تو اندھیریوں میں پکارا

أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي

سے کہ نہیں کوئی معبود موجود مگر تو ہی پاک ہے تو بے شک میں ہی ہوں
کوئی معبود نہیں سوا تیرے ۔ پاک ہے تجھ کو بے شک

كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٤﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ

ظالموں میں سے ۔ تب دعا قبول کر لی ہم نے اُس کی
نہ سے بیجا ہوا ۔ تو ہم نے اُس کی پکار سن لی

وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنَجِّي

اور بچا لیا ہم نے اس کو غم سے اور اسی طرح بجاتے رہیں گے ہم
اور اُسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾

ایمان والوں کو

ہم مسلمانوں کو

تعلقات | ان آیت کریمہ کا پھلی آیت کریمہ ہے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق
پھلی آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے عبد بنی کے یسے ذکر عطا کیا اب
ان آیت میں ان چند انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جو لوگوں کو

کو جہنم بنانے والے ہیں۔ دوسرا تعلق۔ پھلی آیت میں اُن انبیاء و کرام کا تذکرہ ہوا جو ساری عمر اپنی اپنی قوم کو تبلیغ فرماتے ہوئے اُن کی نافرمانیوں کو برداشت کرتے رہے مگر آخر دم تک امت کو چھوڑ کر نہ گئے۔ اب ان آیت میں اُن ایک نبی علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے جو نافرمان امت سے ناراض ہو کر چلے گئے مگر پھر رب تعالیٰ کی قدرت سے واپس لائے گئے۔ تیسرا تعلق پھلی آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہوا جن کو ابلیس نے آزمائش میں ڈال دیا اور بہت طرح سے نقصان پہنچایا پھر بہت عرصہ بعد انہوں نے شفا کے لیے دعا مانگی جس کی قبولیت اور نجات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ ان آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہوا جن کو خود رب تعالیٰ نے ایک آزمائشی مصیبت میں ڈالا پھر جب ان کو اپنی بھول کا احساس ہوا تو بارگاہ رب العزت میں تکلیف سے نجات کی دعا مانگی جس کی قبولیت اور مصیبت سے نجات کا یہاں ذکر ہے۔

تفسیر نحوی **وَاِذَا نَسَمِعُ لِلَّهِ وَادِّیْ یُسْ وَذَا الْکُفْلِ کُلِّ مِّنَ الْمُصِیْرِیْنَ وَادْخُلْتَهُمْ**
یہ اسماعیل وادریس یہ غیر منصرف ہیں کیونکہ عجمی علم ہیں وَاِذَا الْکُفْلِ اَسْمَاءُ سِتَّةٌ مَّکْبَرَةٌ ہیں سے ہے فَوْجِیْ بِجَالَتْ فَتَحْ ہو تو ذابوتا ہے مصناف ہے کفل اسم معرف باللام مصناف البیہ ہے مصدر ہے ترجمہ ہے کفالتہ والا کفیل وذمہ دار بننے والا۔ یہ لقب ہے ایک نبی علیہ السلام کا اور پہلے دونوں لفظ نام ہیں دو نبیوں کے عَلَیْہِمَا السَّلَام یہ تینوں عطف ہو کر مفعول یہ ہے اُذْکُرْ پوشیدہ امر حاضر معروف واحد مذکر کا کُلُّ اسم تاکیدی واحد جنسی بھٹی تمام ہر ایک یہ مبتدا ہے مِّنَ التَّحْمِیْنِ جار مجرور متعلق ہے۔ یَکُونُونَ فعل تامہ پوشیدہ کا یہ فعل فاعل پوشیدہ متعلق مل کر جملہ فعلیہ تامہ علت ہے اُذْکُرْ پوشیدہ کی سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوگی واو سر جملہ اَوْخَلْنَا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم حم ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل کیونکہ مفعول یہ ہے فِی رَحْمَتِنَا یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے اَوْخَلْنَا کا۔ اِنَّ حرف مشبہ ضم ضمیر اس کا اسم اس لیے یہ ضمیر منصوب متصل ہے مِّنَ الْمُصِیْرِیْنَ یَکُونُونَ تامہ پوشیدہ کا متعلق ہے یہ پوشیدہ فعل با فاعل اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر علت ہے اَوْخَلْنَا کی سب مل کر

لَنْ يُقَدَّرَ بَابُ تَفْعِيلٍ سے جمع متکلم ۲۱ لَنْ يُقَدَّرَ بَابُ تَفْعِيلٍ سے مجہول مضارع واحد مذکر غائب ۲۱ لَنْ يُقَدَّرَ بَابُ مُرَبٍّ سے مجہول مضارع واحد مذکر غائب واللہ اعلم۔ ف حرف عطفت ناوی بَابِ مَعَالَمَةٍ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب یہ مَعَالَمَةُ بھی مبالغہ کے لیے نہ کہ دو طرفہ حمل کے لیے اس کا مصدر ہے مُتَكَوِّفَةٌ، مُتَكَوِّفَةٌ وَفِدَاءٌ۔ نَدَى سے بنا ہے بمعنی فریاد کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے مرجع ہے ذَا النُّونِ فِي الظُّلُمَاتِ یہ جار مجرور متعلق ہے ناوی کا جمع مؤنث سالم ہے اس کا واحد ہے ظُلُمَةٌ بمعنی اندھیرا۔ اندھیری۔ اَنْ حرف مشبہ مثقلہ سے مخففہ کیا گیا یہاں ضمیر شان پوشیدہ ہے واصل تھا اَنْ۔ دَ حرف نفی جنس الاسم مفرد نکر مبنی برجح اس کا اسم منصوب مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء متصل اَنْتَ اسم ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع متصل مبتدا ہے بَحَّانَ اسم مصدر بروزن فُفْلَانِ غُفْرَانِ بمعنی پاک ہونا ہر کمی کمزوری نقص و عیب سے یہ خصوصی صفت ہے اللہ تعالیٰ کی مضاف ہے ک ضمیر مجرور متصل واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی خبر ہے مبتدا کی۔ اَنْتَ اپنی اس خبر سے ملکر متشبیہ ہوا اللہ کا دونوں ملکر اسم ہے لَءِ نَفِی کا مَوْجُودٌ پوشیدہ لاکِ خبر ہے۔ لَءِ اپنے اسم خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جوابِ نداء ہو بعض لوگوں نے اَنْتَ کو اللہ کا بدلُ البعض بتایا ہے واللہ اعلم۔ اِنِّیْ اِنْ حَرَفِ مَشْبِیہ کی ضمیر متکلم منصوب متصل اس کا اسم ہے کُنْتُ فعل تامہ با فاعل واحد متکلم مِنَ الظَّالِمِیْنَ مِنْ جَارِہ تبییضیہ۔ الظَّالِمِیْنَ اسم فاعل جمع کثرت مذکر سالم مجرور ہو کر متعلق ہے کُنْتُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنِّیْ۔ اِنِّیْ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جوابِ دوم ہوا ناوی کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے نَفِی کے چلے پر دونوں عطف مل کر معطوف ہے ذَہَبَ کے چلے پر دونوں عطف مل کر ظرف ہوا اُذْ کُز پوشیدہ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ اِشَاءِ ہو گیا۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ۔ فَ نائِذہ تعقیب یہ یعنی پھر بعد میں کچھ دن بعد اِسْتَجَبْنَا بَابِ اسْتِفْعَالِ کا ماضی مطلق جمع متکلم با فاعل لَہ جار مجرور اس کا متعلق ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واو عاطفہ زائدہ نَجَّيْنَا بَابِ تَفْعِيلِ کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم مثبت معروف اس کا مصدر ہے تَنْجِيَةٌ۔ تَنْجِيَةٌ سے معلل ہے نَجَّى سے مشتق اس کا فاعل ضمیر صیغہ ضمیر معقول یہ مِنْ حَرَفِ جَرِ بمعنی عَنْ زوالیہ غَمِّ اسم مفرد نکر معرب بمعنی قلبی تکلیف یہ جار مجرور متعلق ہے نَجَّيْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واو ضمیر جملہ ک حرف تشبیہ ذَالِکَ اسم اشارہ

بعیدی مجرور ہے متعلق مقدم ہوا۔ نیجی باب افعال کا فعل مضارع بمعنی مستقبل یا مبینی
حال نیجی ناقص یا ئی سے مشتق ہے ایک قرئت نیجی باب تفصیل سے ہے۔ ایک قرئت نیجی ہے
مگر یہ غلط ہے کیونکہ دونوں نون میں سے پہلی علامت مضارع ہے اور دوسری نون ف کلمہ ہے
اور کسی کو بھی حذف کرنا جائز نہیں ہے نہ علامت کو نہ ف کلمہ کو المومنین۔ الف لام اسمی استعراق
معنی تمام مومنین جمع مذکر سالم ہے مومن اسم فاعل کا۔ بحالت نصب ہے مفعول یہ ہے نیجی کا
سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمائے اہل بیت رحمۃ اللہ علیہم و ذوالکفل کل من الصبرین و اذخلفہم

ان تمام اقوام عالم کے سامنے جو تاقیامت ہونے والی ہیں اس عظیم الشان صبر انبیاء
علیہم السلام کا بھی جو ہمارے اسماعیل اور ادریس اور ذی الکفل کے احوال مقدمہ پر ظاہر ہوا
تمام انبیاء ہی صبر میں کامل شکر میں اکل حلم میں مکمل ترین ہوتے ہیں ان تینوں نبیوں کا صبر
تمام انبیاء علیہم السلام کے صبر کا نمونہ عظمیٰ ہے اور ان سب کو بھی ہم نے اپنی رحمت کی چادر
میں لپیٹ کر داخل کر لیا تھا اس طرح کہ ان کی ہر ادا ہر قول فعل عمل میں چاروں طرف دائیں
بائیں اوپر نیچے آگے پیچھے ظاہر و باطن ہماری رحمت ہی رحمت رہی ان کی زندگی کا ہر
پہلو ہر لمحہ ہر ساعت ہماری رحمت میں تھیں اور ان کی اُمتیں ان کے وجود مسعود کی رحمت
میں ہوتی تھیں۔ بے شک یہ سب ہماری رحمت تامة عنایت کاملہ کی صلاحیت و قابلیت
رکھنے والوں میں سے تھے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید کے پارہ دوم
سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۵ میں صبر کرنے کے آٹھ مقام بیان فرمائے پہلا مقام۔ وَ لَبِئْسَ الْمَقَامُ
یعنی اسے ایمان والوں ہم کسی بھی طرح تم سب کو آزمائش میں ڈالیں گے۔ دوسرا مقام
بیشی کسی بھی چیز سے۔ مقام سوم۔ مِنَ الْخَوْفِ دُشمن یا دنیا کے خوف کے ذریعے۔ مقام
چہارم۔ وَ الْجُوعِ اور اختیاری یا اضطراری بھوک سے۔ اختیاری بھوک مثلاً روزہ رکھنے
کا حکم دے کر اضطراری مثلاً غربت کے قاتل دے کر۔ مقام پنجم۔ وَ الْفَقْرِ اور کسی
بھی قسم کا نقصان دے کر۔ مقام ششم۔ مِنَ الْأَمْوَالِ مال کے ذریعے دے کر یا بے
مقام ہفتم۔ وَالْأَنْفُسِ اور جانوں کے ذریعے اولاد دیکر یا بے کر۔ مقام ہشتم۔ وَ التَّمَرُّتِ
اور باغ بیغیہ کھیت کھلیان کے پھلوں میں نقصان کے ذریعے۔ ان مقامات صبر کی بیان

کرنے کے بعد سورۃ احقاف آیت ۲۵ میں ارشاد ہوا۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرْنَا اُولُو الْعِزْمِ مِنْ اَمْرِ سُلَيْمٍ۔ اسے بندہ مومن صبر کے ان تمام مقامات میں ایسا صبر کرنا جو مشابہت رکھے اُس صبر سے جیسا صبر کیا اُولُو الْعِزْمِ رسولوں نے۔ صبر کرنے کی چار صورتیں اور طریقے ہیں ۱۔ صبر استقامت ۲۔ صبر التزامت ۳۔ صبر ادا امت ۴۔ صبر طماننت۔ یعنی مصائب میں حقانیت پر ثبات قدمی یہ استقامت ہے۔ اور امر و نہی کی پابندی اطاعت یا التزامت اور نرم ہے۔ اوقات عبادت میں تاحیات ہمیشگی یہ ادا امت ہے۔ اور اپنے مصائب کا کسی کے سامنے شکوہ شکایت کا اظہار نہ ہونے دینا یہ طماننت ہے۔ کل کائنات انسانیت میں بارہ قسم کے صبر ہیں ۱۔ امیری کے بعد غریبی ملتے پر صبر ۲۔ سب اولاد کے ایک دم مر جانے پر ۳۔ بیماری پر صبر ۴۔ اپنی جان کی قربانی دینے پر صبر ۵۔ غریب الوطنی یعنی جبری ہجرت پر صبر ۶۔ وعدہ نبھانے پر صبر ۷۔ لوگوں کی اذیت پر صبر ۸۔ تبلیغ کی مشقتوں پر صبر ۹۔ جہاد کر چلنے سکھانے اُن کے ساتھ مغز ماری پر صبر ۱۰۔ تمام عمر روزے رکھنے کی کفالت پر صبر ۱۱۔ پوری زندگی ساری رات نماز پڑھنے کا وعدہ کر کے نبھانے پر صبر ۱۲۔ کسی پر غضب و غصہ نہ کرنے کے وعدہ ادا کرنے پر صبر اور بدلہ لینے کی قوت کے باوجود بدلہ نہ لینے پر صبر۔ ان آیت میں ان ہی تمام قسم کے صبر انبیاء کے چرچے کتنے کا حکم ہے تاکہ ان انوں کے سامنے انبیاء کی یہ شان بھی ظاہر ہو۔ چنانچہ ابھی گذشتہ آیت میں صبر اُیوب علیہ السلام کا ذکر ہوا ان آیت میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے علم فیسی نبوی کے بیان سے لوگوں کو بتائیے کہ اسماعیل علیہ السلام کا صبر کس نوعیت کا تھا اور ادریس علیہ السلام کا صبر کیسا تھا اور حضرت ذی الکفل کا صبر کیسا تھا۔ یہاں رب تعالیٰ نے خود صبر کی تفصیل نہ بتائی اس لیے کہ جس ذات محبوب کو تذکرے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ ذات گرامی تمام اولین و آخرین کے ہر حال و مقال کو جانتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجمالی حکم ربانی کو سن کر حدیث پاک میں اس کی تفصیل خود بیان فرمادی اور فرمایا کہ اسماعیل کے تین صبر مشہور ہیں پہلا صبر یہ کہ اپنے آپ کو ذبح کے لیے بلاتا تھا پیش کر دیا دوم یہ کہ بے آب و دانہ بیابان میں غریبانہ عمر گزار دی اپنے وطن سے دور تعمیر کعبہ اور آبادی مکہ کی مشقتیں بروایت کہیں سوم یہ کہ ایقائے عہد میں کمال کو پہنچے۔ ادریس علیہ السلام کے بھی تین صبر مشہور ہوئے ایک یہ کہ اپنے تمام عمر اپنی قوم کی اذیتیں برداشت کیں بعثت رسالت سے رفعت آسمانی تک دوم یہ کہ قوم کے جہلا حتمیانا قدروں کو درس و تدریس دینے کی مشقت میں عمر گزار دی

سوم یہ کہ دن رات تبلیغ کی مشقت فرمائی۔ کبھی بے صبری نہ دکھائی۔ ذی الکفل علیہ السلام کے جی تین صبر مشہور ہوئے ایک یہ کہ ساری ساری رات تمام عمر ہر حال میں غازی پڑھنے میں گزاری یہی بھی سستی یا غفلت نہ کی دوم یہ کہ تمام عمر ہر دن روزہ رکھا۔ سوم یہ کہ تمام عمر کبھی کسی پر غصہ یا غضب نہ فرمایا اگرچہ کسی نے کتنی ہی غلطی یا حماقت کی ہو۔ ان آیت سے پہلے ابھی صبر ایوب علیہ السلام کا ذکر گزرا۔ صبر ایوب کا نام صبر جمیل ہے صبر اسماعیل کا نام صبر جلیل ہے۔ صبر ادریس کا نام صبر کثیر ہے۔ اور صبر ذی الکفل کا نام صبر کبیر ہے۔ ہر نبی کے پاس یہ سب صبر ہیں۔ اظہار کسی کسی پر فرمایا گیا اور شان سب کی بتائی گئی۔ کیونکہ۔ لَا تَفْتَرِقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ ذٰلِكَ مَوْلٰیہٗ سُوْرَةُ بَقَرہ آیت ۲۸۵ فرمایا یہ جارہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا صبر بھی بے مثل ہوتا ہے حضرت اسماعیل کا ذکر پاک قرآن مجید میں سولہ جگہ آیا میں جگہ بغیر نام کے اور تیرہ جگہ نام مبارک کے ساتھ اور ان تمام سولہ آیت میں اسماعیل علیہ السلام کی زندگی کے پندرہ حالات بیان فرمائے گئے جو آپ کی اجمالی سوانح حیات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ سورہ صافات آیت ۱۱۱ میں فرمایا گیا۔ دَعٰی حَبْلٰی مِّنَ الصَّٰلِحِيْنَ فَبَشِّرْهُ بِغُلٰمٍ حٰدِیْہٖ۔ اسی آیت میں آپ کی شانِ حلیمی بردباری اور تعمیر کعبہ کے وقت آپ کی عمر بیان ہوئی ۱۲۰ یہی سورہ صافات آیت ۱۲۰ میں آپ کے ذبح کا واقعہ اور امتحانِ عظیم صبر اسماعیل اور فدیہ عظیم کا تذکرہ ۱۲۰ سورہ ابراہیم آیت ۳۵ میں آپ کے بیابانِ خیر ذی زرعہ میں ہجرت و سکونت کا تذکرہ ۱۲۰ سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ میں آپ کا نام شریف اور آپ کو طہارت کعبہ کی ذمہ داری ملنے کا ذکر ۱۲۰ سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ میں آپ کا نام اور تعمیر کعبہ کا ذکر ۱۲۰ سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ میں آپ کا نام پاک اور آپ کی اتباع کرنے اور آپ پر ایمان لانے کا تذکرہ آپ کی اُمت کو حکم دیا گیا ۱۲۰ سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ میں آپ کا نام اور صُحُفِ اسماعیل کا ذکر ۱۲۰ سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ میں نام اور آپ کے بارے میں یہودیوں کی حاسدانہ لغویات کی تردید ۱۲۰ سورہ آل عمران آیت ۸۵ میں شریعت اسماعیل کا ذکر ۱۲۰ سورہ نساء آیت ۱۲۵ میں آپ کا نام اور وحی اسماعیل کا ذکر ۱۲۰ سورہ انعام آیت ۸۶ میں آپ کا نام اور تمام جہانوں پر آپ کی فضیلت کا بیان ۱۲۰ سورہ ابراہیم آیت ۳۹ میں آپ کا نام اور بڑھاپے میں ملی ہوئی لاڈلی اولاد ہونا ۱۲۰ سورہ مریم آیت ۵۵ میں آپ کا نام اور صادق الوعد ہونے کا ذکر ۱۲۰ یہی سورہ انبیاء ہی آیت ۸۵ میں آپ کا نام اور صبر اسماعیل کا ذکر ۱۲۰ سورہ ص آیت ۴۸ میں آپ کا نام اور اخیار میں

سے ہونے کا ذکر ۱۶ سورۃ بلد آیت ۲ میں وَوَالِدٌ وَمَا وَكَّدُ کی قسم فرمائی گئی۔ والد سے مراد ابراہیم اور وَكَّدُ یعنی بیٹے سے مراد اسماعیل ہیں کیونکہ شہر مکہ کی آبادی کا تعلق ان دو سے ہی ہے۔ حضرت اسماعیل کی اولاد میں بارہ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں ان کے اسماء مبارکہ ترتیب ولادت کے لحاظ سے حسب ذیل ہیں۔ پہلا فرزند حضرت نابت ان کی عمر ایک سو نو تے سال ہوئی آپ کی ہی نسل بعد میں اصحابِ حجرِ مہلائی دوم قیدار آپ کی عمر ۵۰ سال ہوئی ان کی نسل اور قوم کا نام اصحابِ الریس مشہور ہوا سوم اوبیل آپ کی عمر ایک سو سال ہوئی چہارم بیٹی مسامت ہشامہ پنجم ہشام آپ کی عمر ۶۵ سال ہوئی ششم فرزند شماع ہفتم فرزند دومہ ششم منشا۔ ہنم فرزند ہمداد وحم تیمار گیارہ حواں بیٹا بطور بارہواں بیٹا نافیش تیرہ حواں بیٹا قیدما۔ چودھویں اولاد بیٹی کحلت آپ کے یہ بارہ بیٹے اپنی اپنی نسل قوم کے بارہ رئیس ہوئے ان ہی سے عرب کے بارہ قبیلے بنے۔ ان کے یہ نام عبرانی لغت اور زبان کے تھے ازتار یخ طبری جلد دوم اور تاریخ عرب جلد اول، لفظ اسماعیل کا معنی ہے۔ مطیع اللہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار۔ بعض نے فرمایا کہ یہ لفظ مرکب ہے اسْمَعُ یا اِئْل سے یعنی اسے اللہ سن سے میری فریاد۔ (از روح البیان) وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ آپ کا حلیہ شریف اس طرح دکھایا ہے کہ لیاقد سفید رنگت پتلا بدن خوب صورت نقش بڑی آنکھیں بہت تیز و دھڑکتے تھے بال سیدھے داڑھی مبارک ہلکی جسم پر بہت کم بال آپ کا مزار شریف اپنی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب حطیم کعبہ کے اندر زیر زمین پوشیدہ ہے۔ دطبری۔ ابن خلدون ۱۸ آپ کی عمر ۱۲۶ سال ہوئی تفسیر صاوی نے فرمایا کہ آپ کی کل عمر ایک سو تیس سال ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر نوے سال تھی تاریخ ابوالخدا نے آپ کی کل عمر ۱۲۷ سال لکھی ہے آپ کی بعثت دو قوموں کی طرف ہوئی ۱۔ قوم یمن قدیمی ۲۔ اور قوم عمالقہ یہ دونوں قدیم قومیں تھیں اور آپ زمزم کی وجہ سے مکہ میں آباد ہو گئیں یمن اور عمالقہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو فرزند تھے بعض نے کہا یہ نوح علیہ السلام کے پوتے تھے دونوں بھائی تھے ان کے ہی نام سے ان کی نسلوں کا نام چلا۔ علاقہ یمن بھی یمن کے نام پر ہوا۔ قوم یمن کی ایک لڑکی سے اسماعیل علیہ السلام کا دوسرا نکاح ہوا آپ کی ساری اولاد انہی کے بطن سے تھی اس قوم میں اولیاء اللہ بہت ہوئے۔

ادریس علیہ السلام کا مختصر واقعہ

آپ حضرت آدم کے چھٹے پوتے یعنی آدم علیہ السلام آپ کے چھٹے دادا۔ حضرت
ادریس زمین پر تمبیرے صاحب شریعت نبی رسول تھے نوح علیہ السلام سے ایک
ہزار سال پہلے نوح علیہ السلام کے پڑدادا وفات آدم علیہ السلام کے وقت آپ کی عمر
سٹو سال تھی مگر ابھی مبعوث نہ ہوئے تھے۔ اُس وقت آپ شریعت آدم کے مبلغ معلم
اور مدرس تھے دو سٹو سال کی عمر میں قوم علاقہ کی طرف مبعوث ہوئے اور دھائی سٹو سال
تبلیغ نبوت فرمائی۔ آپ کی زمینی عمر چار سو پچاس ہوئی آپ کا علاقہ و رسالت بابل اور مصر
ہے۔ آپ کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا آپ کی رہائش اب تک جنت میں ہے لفظ ادریس
آپ کا لقب ہے آپ کا نام اخنوخ چونکہ اُنقاب میں کوئی صفت ہوتی ہے اس لیے
قرآن مجید میں صاحب نقب انبیاء کے اُنقاب ہی مذکور ہوئے آسمان پر جانے کا تفصیل
واقعہ سورۃ مریم آیت ۵۷ ۵۸ ۵۹ میں ہے کہ آپ کی تفسیر نعیمی میں گزرا۔ آپ کا نسب
نامہ اس طرح ہے ۱۔ ادریس ابن یاقوت ابن ہلال ابن قینان ابن النوش ابن شیش
ابن آدم علیہم السلام۔ ادریس علیہ السلام نے زمین پر اکیس علم پھیلائے اور درس دئے
اسی لیے آپ کا لقب ادریس ہوا۔ یعنی بہت درس و تدریس فرمانے والے رسول
۱۔ علمِ قلم یعنی کتابت ۲۔ علمِ رمل ۳۔ علمِ کیمیا ۴۔ علمِ ربیہ ۵۔ علمِ سیمیا ۶۔ علمِ نجوم ۷۔ علمِ خیالی
یعنی سلائی ۸۔ علمِ قرأت ۹۔ پڑھنے کا علم ۱۰۔ علمِ تدریس یعنی پڑھانے کا علم ۱۱۔ علمِ تعبیرات ۱۲۔ علمِ حروف
۱۳۔ علمِ ہندسہ ۱۴۔ علمِ جغرافیہ ۱۵۔ علمِ توفیقیت ۱۶۔ خطوط ۱۷۔ علمِ حساب ۱۸۔ علمِ حکمت
۱۹۔ علمِ سیاست یعنی نظامِ حکومت ۲۰۔ علمِ سپاہ گری ۲۱۔ شکر سازی ۲۲۔ علمِ شریعت
۲۳۔ علمِ منطق یعنی طرزِ تکلم کا علم اتنی محنت اتنے احسانات کے باوجود ہر کافر قوم نے
ہمیشہ آپ کو اذیتیں ہی دیں جب قرم کنار کی اذیتیں آپ پر اور آپ کے اہل ایمان
اُمیوں پر حد سے بڑھ گئیں تب آپ کو مع مومنین بابل سے ہجرت کا حکم ربانی ملا
آپ نے یہ حکم متبعین کو سنا یا تو وہ عرض کرنے لگے کہ بابل جیسی سرسبز و شاداب علاقہ
زمین چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا آپ نے فرمایا کہ جہاں ایمان کی شادابی اور آزادی نہیں وہاں
رہنے کا کیا مزہ اور پھر جس رب تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا ہے وہ شاید اس سے بھی اچھا علاقہ

تم کو عطا فرمائے اُس کی رحمت وسیع ہے یہ وعظ و نصیحت اور حکم سن کر سب لوگ ہجرت کے لیے تیار ہو گئے آپ ان کو لے کر مصر چلے آئے یہ علاقہ واقعی بابل سے بھی زیادہ سرسبز تھا اس لیے آپ نے مصر کا نام بابلین رکھا۔ اسرائیلیات میں مصر کو اب بھی بابلین ہی لکھا جاتا ہے۔ علاقہ مصر کا نام نوح علیہ السلام کے پوتے مصر بن حام کے نام پر ہے۔ یاد ہے کہ دنیا میں جتنے بھی قدیم علاقہ ہیں وہ یا تو آدم علیہ السلام کے بیٹوں یوتوں نے آباد کئے یا نوح علیہ السلام کے بیٹوں یوتوں نے اور جس شخص نے جس علاقہ کی بنیاد رکھی اُس علاقہ کا نام اسی شخص کے نام پر رکھا جاتا رہا۔ مثلاً۔ ہند، سندھ۔ چین۔ مصر۔ ملتان، بلوچستان وغیرہ۔ آج کل ہندوستان میں تقسیم ہے۔ انڈیا۔ پاکستان، بنگلہ دیش۔ فقط انڈیا ہندیا سے بگڑا لفظ ہے۔ آپ نے مصر میں بھی درس و تدریس تعلیم و تبلیغ کا وہی سلسلہ جاری فرمایا۔ صرف آپ ہی وہ نبی ہیں جو یکے بعد دیگرے دو قوموں کی طرف مبعوث فرمائے گئے یعنی قوم علاقہ بابل میں اور دوسری قوم قبیلہ مصر میں۔ بابل اور مصر میں اُس وقت تقریباً بہتر زبانیں بولی جاتی تھیں آپ ہر قبیلے کو اسی کی زبان میں تبلیغ و تدریس فرماتے پڑھاتے اور سکھاتے۔ اسی طرح گویا کہ آپ کو انسانی زبانوں میں سے بہتر زبانیں آتی تھیں اس کے علاوہ بھی آپ کو اور بہت سی زبانیں یقیناً آتی ہوں گی اس لیے کہ جیسا بندہ آپ کے پاس آتا آپ اسی کی زبان میں اس سے ہم کلام ہوتے آپ کی رفعت آسمانی مصر سے ہی ہوئی۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا حلیہ مبارکہ و عادات لطیفہ

آپ گندنی رنگ کے تھے عام قد تھا۔ گھنی داڑھی چار انگلی برابر رکھتے تھے۔ سر کے بال سیدھے اور ہلکے تھے شکل بہت ہی حسین ملاحظت و جاہت والی ہڈی چوڑی جسم کشادہ بھرا ہوا مضبوط بازو۔ سر ملگن چمک دار آنکھیں خاموشی پسند نہاں ہمیشہ نیچی رکھتے اکثر سوچ و فکر میں رہتے وعظ و تکلم کے وقت صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے۔

حضرت ذی الکفل علیہ السلام کا مختصر واقعہ

سلسلہ نبوت اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یوشع علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام

کے خلیفہ حزقیل علیہ السلام اُن کے خلیفہ الیاس علیہ السلام اور اُن کے خلیفہ اُن کے چچا زاد بھائی یسوع علیہ السلام اور اُن کے خلیفہ ذی الکفل علیہ السلام ہوئے۔ حضرت ذی الکفل کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو سال بعد ہوا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو ستانوے سال پہلے ہوا۔ آپ کی بعثت عراق کے علاقہ دریا و خابور کے کنارے بستی یرشلیم میں ہوئی آپ قوم بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ یہی زمانہ نجات نعر کی ظالمانہ حکومت کا ہے۔

آپ کی خلافت کا واقعہ

مسند ابن ابی حاتم میں بروایت ابو موسیٰ اشعری اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک منقطع روایت نقل فرمائی اسی طرح تاریخ ابن جریر میں امام مجاہد تابعی کے حوالے سے ایک قصہ اس طرح بیان فرمایا کہ حضرت ربيع بنی جب بوڑھے ہو گئے تو وحی الہی آئی کہ اب وفات قریب ہے اپنا خلیفہ مقرر کر دو جو تمہارے سب کام عبادت ریاضت تبلیغ قضا تمہاری عادت اور طریقے کے مطابق ادا کرتا رہے۔ حضرت ربيع وہ خصوصی نبی تھے جو اپنی امت کے نبی رسول بھی تھے بادشاہ بھی اور عدالت کے قاضی بھی۔ بلوغت سے تا وفات ہر دن میں روزہ رکھا ہر رات میں ساری رات عبادت فرماتے سو رکعت نماز پڑھتے۔ وقت اشراق سے دوپہر تک عدالت کے فیصلے فرماتے اس کے بعد چار گھنٹے قبلولہ فرما کر سوتے پھر اٹھ کر با وضو عدالت میں بیٹھتے محبت موسیٰ و توریت کی تلاوت فرماتے پھر دوبارہ عدالت لگاتے شام تک فیصلے فرماتے پھر عدالت ختم کر کے روزہ افطار کرتے اور پھر ساری رات کی عبادت میں مشغول ہو جاتے جو سحر تک جاری رہتی سحری کھا کر روزہ رکھتے۔ تبلیغ رسالت عدالت کے اوقات میں ہی جاری رہتی یہ تا عمر کے معمولات تھے۔ جب آپ کو وحی کا حکم ملا تب آپ نے ایک مخصوص محفل منعقد فرمائی اور حاضرین سے فرمایا کہ میری وفات قریب ہے اسی لیے میں اپنا ایک ایسا خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں جو میرے بعد میری تمام ذمہ داریاں ادا کرے میرے دن رات کے معمولات کی پابندی کرے جس میں تمام عمر دن میں روزہ

شب بیداری کی عبادت حاجات دو وقت عدالت کے فیصلے اور پھر
 تا عمر کسی پر غصہ نہ کرنا۔ اسی بھاری ذمہ داری کی پابندی کی کسی میں ہمت نہ تھی اسی لیے کوئی نہ
 بولا صرف ایک آدمی شیر نالی نے عرض کیا کہ میں ان سب ذمہ داروں کو تا عمر پابندی کے
 ساتھ نبھانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ آپ نے اس جوان کی بات کو کچھ اہمیت نہ دی اور مجلس
 برخاست فرمادی دوسرے دن پھر ایک مجلس عام منعقد فرمائی جس میں کچھ نئے لوگ بھی
 آئے آپ نے اسی طرح گفتگو فرمائی تب بھی کوئی شخص اس مشکل ترین پابندی نبھانے کی ہمت
 نہ کر سکا اور کوئی نہ بولا تب پھر یہی جوان کھڑا ہوا اور گل کی طرح پابندی کا وعدہ کیا حضرت
 یسع پھر خاموش رہے اور مجلس ختم فرمادی اسی طرح تیسرے دن مجلس بلائی گئی تب بھی
 کوئی نہ بولا پھر اس جوان کے اس نے عرض کیا یا حضرت میں ان باتوں عبادتوں کی کفالت
 پابندی سے قبول کرتا ہوں تو حضرت یسع نے فرمایا کہ واقعی تم ہی ذی الکفل یعنی سچی کفالت
 والے ہو اور آپ کو اپنا خلیفہ مقرر فرما کر اعلان کر دیا کہ میرے بعد یہی تم لوگوں کا بار شاہ
 اور قاضی ہوگا۔ اس بتیر یا شیر نالی جوان کو حضرت یسع نے ذی الکفل کا لقب دیا قرآن مجید
 میں اسی لقب سے آپ کا تذکرہ دو جگہ فرمایا گیا۔ ایک یہیں سورۃ انبیاء آیت ۸۵
 میں اور دوسری جگہ سورۃ ص آیت ۱۵ میں یہاں آپ کے صبر کی شانِ عظمت بتائی گئی
 اور وہاں آپ کو اختیار میں شامل کرنے کا ذکر فرما کر آپ کی نیکیوں اور مقامِ اعلیٰ و تذکرہ
 ملائکہ آسمانی کا اشارہ فرمایا گیا۔ ذی الکفل علیہ السلام نے حضرت یسع کی موجودگی میں ان
 کی تعلیم و تربیت سے دو ماہ تک بات و عبادت اور عدالت کی تمام ذمہ داریاں بخوبی
 سرانجام دیں پھر حضرت یسع علیہ السلام فوت ہو گئے حضرت یسع کا مزار مقدس شہر
 بیتلین میں ہے۔ فلسطین کے اسی شہر میں حضرت زکریا اور آپ کی زوجہ محترمہ کے مزار
 مقدس ہیں اب یہ شہر فلسطین کے اُس حصے میں ہے جس پر اسرائیل حکومت ہے۔
 جس وقت آپ کو حضرت یسع کی خلافت ملی اُس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی اور
 دس سال بعد اسی قوم میں آپ کو نبی مبعوث فرمایا گیا۔ یعنی حسبِ قانون الہی چالیس سالہ
 عمر میں حضرت ذی الکفل کو تبلیغ نبوت کی اجازت ملی آپ کی بھی شریعت علیحدہ تھی حضرت
 یسع اور آپ کی چند خصوصیات آپ دونوں ہی رسول بھی تھے۔ ایک الہی امت کی

طرف دونوں مسعود ہوئے۔ یہ دونوں بادشاہ بھی تھے نبی بھی عداوت کے قاضی بھی
 رہے اور یہ کہ ان دونوں کی پوری امت مومن بن گئی کوئی بھی منکر و کافر نہ تھا۔ آپ کی امت
 اس وقت کے نبی اسرائیل کا ایک قبیلہ تھا۔ جب آپ کو تبلیغ نبوت سے سرفراز فرمایا گیا
 اور آپ کا نام اخبار میں شامل کیا گیا اور ملائکہ کو آپ کے تذکرے کا حکم ملا تب ایک
 مرتبہ ابلیس آسمانوں پر گیا۔ دیکھا کہ ہر فرشتے کی زبان پر ذی الکفل کا نام اور آپ پر سلام
 جاری ہے۔ ابلیس جو عداوت نبوت گستاخی رسالت میں بدنام و ملعون ہے حسد میں جل
 بھنک رہا تھا اسے اس ذکر خیر کثیر کی وجہ کیا ہے تو کسی فرشتے نے ملعون کو بتایا کہ آپ
 زمین پر صائم الذہر اور قائم اللیل، کاظمین الغیبت میں عافین عن الناس اور راحمین علی الامت
 میں سے ہیں ان چیزوں کا آپ نے وعدہ کر کے ایسا سچا پکا کر دکھایا کہ اُس پر قائم
 و دائم ہیں اس لیے آپ کو اخبار میں شامل کر دیا گیا ہے اور ہر فرشتے کو آپ کی زندگی
 بھر آپ پر سلام پڑھتے اور آپ کا تذکرہ خیر کرنے کا حکم ملا ہے۔ وہ زمین پر رب تعالیٰ کے
 ذاکر ہم سب بحکم ربی آسمانوں پر اُن کے ذاکر۔ ابلیس یہ سن کر جلتا کڑھتا زمین پر بھاگ آیا
 اور اپنے تمام شیاطین جنات کو جمع کیا اور کہا کہ ذی الکفل کی تازوں روزوں جادوؤں میں غل
 ڈالو اُس سے یہ نیکیاں چھڑاؤ اس کو ہر طرح درغلاؤ و موشاؤ۔ سلاؤ تاکہ اُس کا نام اخبار سے مٹ
 جائے اُس کا تعلق رب سے کٹ جائے اور اس کا تذکرہ زبان ملائکہ سے ہٹ جائے
 چالیس دن تک یہ جنات شیاطین حضرت ذی الکفل کو ستانے و رغلانے سلاتے کی
 کوشش کرتے رہے مگر ذرہ بھر آپ کے کسی عمل میں خلل نہ ڈال سکے اور تھک ہار کر
 بیٹھ رہے۔ تب ابلیس نے خود آپ کو غصہ دلانے کا منصوبہ بنایا اس لیے ایک دن
 آپ کے قبیلے کے وقت ایک شیخ ضعیف کی شکل میں آیا اور کہنے لگا کہ میری
 قوم نے میرا حق مار لیا ہے آپ فیصلہ فرمائیے اور ابھی فرمائیے اور اتنی لمبی کہانی سنائی
 کہ آپ کے سونے آرام کرنے کا سب وقت ختم ہو گیا آپ نے بڑے پیار سے اُس کو
 سمجھایا کہ اب تھوڑی دیر بعد میں عداوت شروع کروں گا تو اپنے تمام مدعی علیہان کو رے
 کر میرے پاس آنا دوطرفہ بیان سن کر فیصلہ کروں گا اور اگر آج نہ آسکو تو کل سب
 لوگ عداوت کے وقت میں آنا۔ آپ نے وقت بھی بتا دیا اور فرمایا کہ اس وقت نہ آنا
 یہ میرے سونے کا وقت ہے۔ جب پچھلے پہر عداوت شروع ہوں تو آپ نے دیکھا

وہ بڑھا نہیں آیا دوسرے دن بھی عدالت کے وقت نہیں آیا اور جب قبیلوں کا وقت ہوا تو پھر آگیا اور دربان سے تھوٹ بول کر کہا کہ انہوں نے اس وقت مجھے آنے کو کہا تھا دربان نے راستہ دیدیا۔ اندر جا کر دروازہ بجایا جب آپ کمرے سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ ہی کلی والا بڑھا کھڑا ہے اور اپنی مظلومیت کا رونا رو رہا ہے آپ نے بڑی نرمی سے فرمایا کہ نہ تم کل عدالت میں آئے نہ آج کے وقت آئے اور اب آئے ہو وہ بھی اکیلے کسی مدعی علیہ کو نہیں لائے حالانکہ اس وقت آنیکو میں نے منع کیا تھا، بوڑھا بولا حضرت میرے مدعی علیہ بڑے سکا رہی جب آپ عدالت میں بیٹھے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تیرا حق تجھ کو دیدینگے تو ہم پر مقدمہ نہ کر لیکن عدالت کا وقت گزر جانے کے بعد منکر ہو جاتے ہیں، اور آج بھی اتنی دراز بائیں کہیں کہ سونے آرام کرنے کا سب وقت ختم ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ صلو عدالت میں چل کر بیٹھو اور اپنے مدعی علیہ کو بھی بلا لاؤ اگر وہ نہ آئیں تو ان کا بت بتانا ہم بلوالیں گے۔ مگر جب آپ عدالت میں آئے تو وہ بڑھا غائب تھا آپ نے تمام وقت انتظار کیا مگر نہ آیا دوسرے دن بھی عدالت میں نہ آیا تب آپ نے عدالت سے فارغ ہو کر اپنے گھر آکر دربان سے فرمایا کہ آج یہ بڑا دروازہ کسی بھی ملنے والے کے لیے کھولنا میں دو دن سے بے آرام ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ بوڑھا آیا تو دربان نے کہا آج کسی کو اجازت نہیں دروازہ نہیں کھلے گا، ابلیس بوڑھا وہاں سے صٹ کر کھلی طرف گیا اور ایک روشندان کے ذریعے اندر آگیا اور آپ کے کمرے کا دروازہ بجانے لگا۔ آپ کھول کر باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہی بوڑھا ہے اپنے مسکرا کر دیکھا مگر دل میں سوچا کہ میں نے دربان سے کہا تھا کہ بڑا دروازہ کسی کے لیے بھی نہ کھولنا پھر اس نے دروازہ کیوں کھولا آپ اس سے پوچھنے کے لیے جب بڑے دروازے کی طرف گئے تو دیکھا کہ دروازہ بڑی سختی سے بند ہو کر بند ہے پھر آہٹے سوچا کہ بند دروازوں کے باوجود یہ شخص اندر کیسے آیا آپ نے اس سے پوچھا کہ شیخ ضعیف صاحب آپ اندر کیسے آئے۔ بوڑھا کہنے لگا کہ آپ نے مظلوموں پر دروازے بند کروا دیئے خود اندر آرام کر رہے ہو باہر مظلوم دھکے کھا رہے ہیں غریب بہت گستاخانہ انداز میں بڑی غصیلی باتیں کہیں اور بولا کہ میں مجبوراً اس چھوٹے مورخ سے یعنی روشندان کے ذریعے آیا ہوں تو آپ کو پتہ لگا کہ یہ کوئی انسان نہیں بلکہ جن ہے اور جان لیا کہ ابلیس ہی ہے تب آپ مسکرا پڑے اور فرمایا ارے او دشمن خدا کیا تو ابلیس

نے تو اُس نے اقرار کرتے ہوئے کہا ہاں میں ابلیس ہی ہوں اور بار بار آنے کا مقصد درخلا
 کر آپ کو غضب اور غصہ دلانا چاہتا تھا تا کہ آپ کی وعدہ خلافی اور عہد شکنی ثابت ہو جائے
 مگر آپ جیت گئے ہیں ہار گیا اور اس سے پہلے میرے تمام جنات شیطن بھی آپ کو
 درغلانے بھگانے میں ناکام ہو چکے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہوئے بھاگ گیا
 کہ واقعی نبوت کی ہر بہت طاقت عبادت عادت خصلت بے مثل ہے پوری جاتی
 ابلیسی قوت مل کر بھی کسی نبی کے کام کو بگاڑ نہیں سکتی۔ حضرت ذی الکفل کی حیات طیبہ انہی سال
 ہوتی آپ کا مزار اقدس فلسطین کے ایک شہر دامون میں ہے یہ شہر بستی و عکہ سے جانب
 مشرق تین میل دور ہے اب یہ سب علاقہ اسرائیل حکومت میں ہے۔ وَذَٰلَٰلِکَ اِذَا
 دَٰحِبٌ مُّعَٰضِرًا فَعَلٰی اَنْ تَنْتَظِرَ عَلَیْہِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَا اِلٰہَ
 اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّٰلِمِیْنَ۔ اور اسے محبوب کریم رؤف رحیم
 تذکرہ فرمایا ہے ہمارے ایک اور بندے محبوب و مخلص ذوالنون یعنی پھلی والے کا

ان کی زندگی کا صرف وہ واقعہ بیان فرما دیجئے جب وہ ہمارے ہی دین کی خاطر اپنی
 نافرمان قوم سے سخت ناراض غضب ناک ہو کر اُس علاقہ سے چلا گیا تھا۔ جلد بازی
 صرف یہ ہوئی کہ اپنے ہی اجنبیوں سے ہجرت کر لی ہمارے حکم اور اجازت کے بغیر اور
 ذہن و عقل میں یہی خیال بنایا کہ یہ ہجرت درست ہے ہم اس کے اس اقدام پر ناراضگی
 اور گرفت نہ فرمائیں گے۔ لیکن جب ان کے ذہنی خیال و گمان کے خلاف ان پر تنگی
 ڈالی اور پھر گرفت کی تب پچھتائے گھبرائے اور ہماری بارگاہ میں روئے گرد گڑا۔
 اور ان کثیر گہری اندھیر یوں میں ہم کو ہی پکارا اور دعاؤ فریاد کی ندائی کا کہ اسے میرے
 قادر و قیوم رب بے شک اس تمام کائنات عالمین میں سوائے تیری ذات و وحدۃ لا شریک
 کے کہیں بھی کوئی معبود اور عبادت کے لائق نہیں۔ تو ہی الہ ہے۔ تجھ سے بھاگ کر کوئی
 کہاں جاسکتا ہے۔ تو ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ بے شک میں بغیر تیری اجازت
 ہجرت کر کے اپنے آپ پر ظلم ہی کرتے والا تھا۔ اور بے موقع اپنے علاقہ سے نکل کر
 اپنی امت دعوت کو چھوڑ کر اپنا ہی نقصان کرنے والا تھا ایتے بندے کا فریاد تسبیح
 والی دعا ہلیل والی التجا حمد والا کلام ہیں اتنا پیارا لگا کہ ذَا سُبْحٰنَکَ وَبَحِیْنُہُ
 مِنَ النِّعَمِ وَكَذَٰلِکَ بِنَحْیِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ فوراً اپنے کرم و رحم سے ہم نے ان کو اس

فریاد و التجا کو قبول فرمایا اور مکمل طور پر ہر غم فکر سے اُن کو نجات بخشی۔ اور اُنہی کے اِن کلمات فریاد و الفاظ دعا کے طفیل ہم آئندہ بھی تا قیامت ہر مظلوم، مجبور، مقہور ایمان والوں کو نجات دیتے رہیں گے بشرطیکہ اسی طرح عجز و انکسار و ادب و احترام سے ہماری حمد و ثنا تسبیح و تہلیل کا سہارا پکڑ کر ہماری بارگاہ میں اپنی مظلومیت کا دامن پھیلا کر دعائیں مانگیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کا نام لقب، نسب، اُعلیہ زمانہ، علاقہ، بعثت

امت کی تعداد اور مچھلی کا واقعہ

آپ کا نام مبارک یونس تھا آپ کا ایک لقب ذوالنون اور دوسرا لقب صاحب الحوت تھا۔ نون مچھلی کا جنسی نام ہے ہر چھوٹی بڑی کو کہہ دیتے ہیں اس کی جمع نینان اور آنوان ہے حوت صرف بڑی مچھلی کو کہتے ہیں۔ لہذا صاحب الحوت کا معنی ہوا مچھلی کے اندر سا تھا رہتے والا آپ کا والد کا نام متی ہے بائبل میں آپ کو یوناہ بن امتی لکھا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام بدورہ تھا۔ راز تفسیر روح البیان اور بخاری شریف کتاب الانبیاء آپ کا شجرہ نسب ہمیں معلوم نہ ہو سکا صرف اتنا لکھا ہے کہ آپ حضرت بنیامینؑ کی اولاد سے ہوئے ہوئے ہود علیہ السلام سے جا ملتے ہیں آپ خود بنی اسرائیل میں سے تھے مگر آپ کی امت قوم ینبوی تھی۔ آپ بہت وجہ خوب صورت لیے جوڑے اور پہلوانی گٹھیلے جسم والے تھے۔ بعض نے فرمایا کہ پہلوانی اور گنگہ، بٹوٹ کا فن آپ کی ایجاد ہے۔ بٹوٹ کے فن کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ اس میں ہاتھ یا لکڑی ڈنڈے سے جوڑوں پر مارا جاتا ہے جس سے دشمن معذور ہو جاتا ہے یہ ینبوی فن یونس علیہ السلام کی ایجاد ہی آپ اتنے طاقتور تھے کہ دس آدمیوں کو اپنے ہاتھوں اور کندھوں پر اٹھا لیتے تھے آپ کا جسمانی رنگ بہت سفید اور شفاف تھا بال سخت کنڈل اور گھنگریالے دائری مقدس گھنی اور چار انگلی برابر رکھتے تھے سینے اور پنڈلیوں پر کثرت سے بال تھے۔ آپ کو غصہ بہت جلد آتا تھا اپنی قوم سے تین دفعہ ناراض ہو کر نکلے اس بار بار ناراض ہو کر نکلنے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے قرآن مجید میں مُعَاذِنًا فرمایا گیا باب مُعَاذِلَہ سے کیونکہ جب مُعَاذِلَہ اپنے اصلی معنی دو طرفہ فعل میں نہ ہو سکے تو یک طرفہ بار بار فعل مراد ہوتا ہے۔ جیسے سَاكَرْتُ یعنی میں نے بار بار سحر کیا اور جیسے عَاقَبْتُ اللّٰصَّ میں نے ناکام نامراد بھاگتے ہوئے جوڑ کا ہر طرف

سے بار بار چھا کیا تعاقب کیا۔ آپ کا وطن ولادت و رہائش موصل تھا۔ موصل عراق کا ایک شہر ہے۔ آپ کی بعثت کا زمانہ آٹھ سو سال قبل مسیح ہے۔ یہی زمانہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کی نئی شریعت کے ساتھ نینوا قوم کی طرف بستی بنتی ہوئی ہیں مبعوث فرما کر بھیجا گیا۔ آپ نے اس قوم میں چالیس سال تبلیغ فرمائی یہ بستی دمیاط و عدہ کے کنارے موصل اور بابل کے درمیان فلسطین کی سرحد پر واقع تھی۔ مگر وفات یونس علیہ السلام کے سو سال بعد جب بعد والی تمام نسل کفر و ظلم میں مبتلا ہو گئی تو اس بستی پر عذاب آسمانی آیا اور یہ بستی تباہ کر دی گئی۔ اب اس کا نشان بھی نہیں ہے۔ اُس وقت اس علاقے کا بادشاہ پرھوی ہر اقل نامی ایک کافر شخص تھا۔ پوری قوم زحل ستارے کی چاری تھی اور اخلاقی عجیب یہ تھا کہ قرضے لینے مگر واپس نہ لوٹاتے۔ اٹھالی گھر بھی تھے غریب فرزندار مال مٹول کرتے رہتے۔ اُمرا اور طاقتور لوگ اپنے قرض خواہ کو قتل کر دیتے یا کرا دیتے چالیس سال تک کسی ایک شخص نے بھی آپ کی کوئی بات نہ مانی ایک دفعہ وہاں کے بادشاہ نے قانون بنایا کہ کوئی شخص کسی کو قرضہ نہ دے اس قانون سے غریبوں کو بہت محبت پڑی تب آپ نے بادشاہ کو سمجھا یا کہ یہ قانون نہ بنا بلکہ واپس کرنے کا قانون بنا اور واپس نہ کرنیکی سخت سزا مقرر کر دے۔ مگر صدی بادشاہ نہ مانا۔ تو پہلی بار آپ ناراض ہو کر بستی سے چلے گئے مگر تیسرے دن واپس آ گئے اور تبلیغ شروع فرمادی پھر ایک دفعہ آہنے بادشاہ سے فرمایا اگر تو مجھ پر ایمان لے آئے اور شرک کفر چھوڑ دے تو تیری حکومت کو مضبوطی اور درازی نصیب ہوگی مگر اُس نے آپ کی بات نہ مانی بلکہ آپ کا مذاق اڑایا اور درباریوں کو آپ کے ستانے پر لگا یا تب دوسری بار آپ بستی سے چلے گئے۔ اگرچہ آپ پر ایمان کوئی نہ لایا مگر آپ کی سچائی اور غریب پروری سے متاثر ہو کر قوم آپ کا احترام کرتی تھی جب کبھی آپ ناراض ہو کر بستی سے نکل جاتے تو سب لوگ آپ کو ڈھونڈتے پھرتے تھے دوسری بار بھی آپ دوسرے دن واپس آ گئے۔ جب چالیس سال تک آپ کی تبلیغ اور مشفقانہ انداز میں سمجھانے کے باوجود کوئی مومن نہ بنا تو آپ ان سے سخت ناراض اور مایوس ہو گئے اور ان کے گستاخانہ فاسقانہ ظالمانہ بد معاشانہ حرکتوں شریک کفر و باتوں سے سخت غمگین بھی ہوئے تو آپ نے بارگاہ الہی میں عرض کی یا مولیٰ تیری شان اقدس میں اُن کی گستاخیاں بے باکیاں مجھ سے برداشت نہیں ہوتیں نہ مجھ

کہ ان کے ایمان کی کوئی امید ہی نہ رہی۔ ان پر عذابِ ذلت بھیج دے یعنی ہلاک نہ ہوں مگر در بدر ذلیل ہوتے پھریں۔ یہ بدو عاقبت ہوئی اور وحی الہی آئی کہ تین دن بعد ان پر عذاب آئے گا بعض نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے اگر عذاب کی خبر دی تھی۔ خیال رہے کہ یتوی بیتی ایک بڑی سلطنت تھی ارد گرد کی اٹھارہ حکومتیں اس کی باج گزار تھیں یہ ان کا مرکزی علاقہ تھا اس لیے یہاں کے لوگ بہت امیر تھے یہی وجہ تھی کہ ایمان سے مغرور یونس علیہ السلام نے عذاب کی خبر سن کر قوم کو بتا دیا کہ تین دن بعد تم پر عذاب آجائے گا اور میں تم سے نالارض ہو کر جا رہا ہوں۔ آپ یہ کہہ کر اسی پہاڑی غار میں جا کر عبادتِ الہی میں مشغول ہو گئے جو آپ کا منتخب غار تھا۔ قوم نے اس خبر عذاب کی کچھ پرواہ نہ کی۔ تیسرے دن آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے سب قوم نے مع بارش یہ سمجھا کہ شاید یہ ہی عذاب ہے کیونکہ ایک دوبار یونس علیہ السلام نے بتایا تھا کہ ایک گزشتہ قوم پر سیاہ بادل کا عذاب آیا تھا اور آگ برسی تھی یہ دیکھ کر سب ڈر گئے اور حسب سابقہ بلکہ اس سے بھی زیادہ انہماک سے آپ کو تلاش کرنے لگی جب آپ نہ ملے تو اور بھی زیادہ خوف زدہ ہو گئے۔ اور گھر بار مال و دولت جانور آل و ولد چھوٹے بچے تک چھوڑ کر باہر ایک میدان میں نکل آئے ٹاٹ کے کپڑے لپیٹ لیے پالتو گھریلو جانوروں کو آزاد کھلا چھوڑ دیا اور ہر شخص نے توبہ معافی اور ایمان لانا شروع کر دیا بت بھی توڑ دے اور گڑ گڑا کر روتے فریاد کرتے ہوئے عرض کی یا اللہ آج ہمیں بچائے ہم شرک کفر سے پچی توبہ کرتے ہیں اور اپنے نبی کے حکم سے اللہ و صفہ لاشریک پر سچا ایمان لائے ہیں یہ توبہ قبول ہوئی تھوڑی دیر کے بعد بادل ہٹ گیا یہ بادل عذاب نہ تھا مگر قوم نے اس کو عذاب سمجھا۔ عذاب اس کے بعد آنا تھا نا معلوم کس شکل میں آتا قوم خوش ہو گئی اور پھر یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے لگی تاکہ ان کے ہاتھ پر ایمان کی بیعت کریں اور ان کی تعلیم سے عبادتِ الہی کریں۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام نے دیکھا کہ عذاب نہیں آیا تو آپ اس خیال سے کہ قوم میرا مزید مذاق بنائے گی تب تعالیٰ کی گستاخیاں کرے گی مجھے جھوٹا کہے گی اس شرمندگی اور لوگوں کی کفریات سننے سے بچنے کے لیے شخص اپنی نوچ و فکر اور ذہنی اجتہاد سے آپ نے ارادہ کر لیا کہ میں کفار اور مغرور لوگوں میں واپس کیوں جاؤں بلکہ دریا درجہ کے اس پار علاقہ یا غا کے شہر ترسیں کی طرف ہجرت کر جاؤں۔ چنانچہ آپ دریا پر پہنچے وہاں کشتی تیار کھڑی تھی آپ بھی گراہ

دے کر اس میں سوار ہو گئے۔ جب کشتی پہنچ دریا میں پہنچی تو ٹھہر گئی بہت کوشش کی گئی مگر نہ چلی تب
 ملاج نے کہا کہ ہم بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ جب کوئی بھاگا ہوا غلام کشتی میں بیٹھا ہو تب
 ایسا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں یا غلام کو دریا میں پھینک دیا جائے یا پھر کشتی ڈوب جائے گی اب
 سارے لوگوں کے دُوبنے ہلاک ہونے سے بہتر ہے کہ ایک اُسی بھگوڑے غلام کو دریا میں پھینک
 دیا جائے وہ دُوبے یا تیر کر بچ نکلے، حضرت یونس نے فرمایا کہ میں ہی وہ بھگوڑا غلام ہوں لیکن
 آپ کی وجہ بہت شرافت دیکھ کر کسی نے آپ کی اس انکساری و عاجزی کو تسلیم نہ کیا تب
 قرعہ ڈالا گیا اور زمین مرتبہ آپ کا ہی نام نکلا۔ لوگوں نے پھر بھی ہچکچاہٹ محسوس کی۔ مگر آپ
 نے خود دریا میں چھلانگ لگا دی، کشتی فوراً چل پڑی اور ایک بڑی بھلی منہ کھولے کھڑی تھی اُس
 نے آپ کو نکل لیا اور بہت نیچے دریا میں چلی گئی بلکہ دریا سے ہوتی ہوئی سمندر کی گہرائیوں میں چلی
 گئی۔ سب تعالیٰ نے بھلی سے فرمایا اے بھلی یہ تیری خوراک نہیں صرف قید خانہ ہے۔ بلکہ اس کے
 وجود مسعود سے تجھ کو بھی مزین بنانا ہے۔ سمندر کی گہرائیوں میں آپ نے کچھ آواز میں سنیں
 عرض کی مولا یہ آوازیں کیسی ہیں جواب آیا یہ سمندری جانوروں کی تسبیح کی آوازیں ہیں۔ جب
 ارد گرد دیکھا تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا آپ نے گھبرا کر عرض کیا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ تُجَاهِلُكَ
 اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ۔ اس ورد سے بھلی کے پیٹ میں روشنی پیدا ہو گئی اس
 سے پہلے تین اندھیرے تھے رات کا اندھیرا، سمندر کا اندھیرا، بھلی کے پیٹ کا
 اندھیرا۔ فی الظلمات میں اسی کی طرف اشارہ ہے آپ بھلی کے پیٹ میں چالیس دن
 رہے اور اتنا عرصہ یہ ورد کرتے رہے اور سجدے میں پڑے رہے گویا کہ آپ نے بھلی کے
 پیٹ کو مسجد بنا دیا۔ اسی لیے روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت یونس نے وہاں مسجد بنائی جہاں
 کوئی نہیں بنا سکتا۔ اس مسجد کے طفیل رب کریم نے اس بھلی کے پیٹ کو عرش اعظم کی شکل
 افضل بنا دیا ایک بزرگشتوں نے رب تعالیٰ سے عرض کیا یا مولا یہ عجیب سی تحیف سی
 آواز حمد و تسبیح کس بندے کی آرہی ہے، جواب آیا ہمارے نبی یونس کی بھلی کے پیٹ
 سے یہ ان کی معراج ہے جو ایک عتاب کی شکل میں دی گئی ہے۔ ملائکہ نے سفارش عرض
 کی یا اللہ ان کو بھلی کے پیٹ سے آزاد کر دیا جائے رب نے یہ سفارش قبول فرمائی اور
 بھلی نے وہیں آکر کنارے پر آپ کو اُگل دیا جہاں سے آپ نے کشتی لی تھی جب آپ
 زمین پر آئے تو بالکل نوزائیدہ بچے کی طرح نازک کمزور لقمے ہوئے جسم پر کوئی بال نہ تھا

کمال نرم ہو چکی تھی۔ قدرت الہی سے آپ کے پاس فوراً ایک کدو کی بیل آگ گئی مولیٰ شاخوں والی
 بڑے پتوں والی اس نے ان پر چھتری یا جھونپڑی کی طرح سایہ کر دیا۔ ایک مشک نافہ والی
 خوشبودار ہرنی کو حکم ہوا وہ صبح شام آپ کو دودھ پلا جاتی بادل کو حکم تھا اتنی جگہ نہ برے
 روایتوں میں آتا ہے کہ جس دن پھلی نے نکلا وہ دس خرم بروز جمعہ تھا مگر ایک یہ روایت ہے
 کہ جس دن زمین پر اگلا وہ دس خرم بروز جمعہ تھا یہی صحیح ہے، پھلی کے پیٹ میں قیام کی
 مدت میں تین قول چالیس دن رہے یہی درست ہے سات دن دس دن دس دن۔ یہ سب
 واقعات احادیث میں مذکور ہیں اور چالیس دن قیام کا ذکر ہے کدو کی بیل کے نیچے اور ہرنی
 کے دودھ پلانے کی مدت بھی چالیس ہی دن رہی۔ جس کمرہ حالت میں آپ باہر آئے وہ سات
 یا تین دن میں نہیں ہو سکتی اس لیے عقلاً بھی چالیس کا قول درست ہے جب آپ ہر طرح مکمل طاقتور
 ہو گئے تو آپ کو حکم ملا کہ اپنی قوم میں واپس جاؤ۔ آپ بستی نینوی میں واپس تشریف لائے
 قوم آپ کو دیکھ کر خوش اور آپ قوم کی بدلتی ہوئی ایسا فی الحال دیکھ کر خوش ہو گئے۔ سب نے
 آپ کی بیعت ایمان کی پھر چالیس سال تک آپ نے نہایت اطمینان سے تمام قوم بادشاہ امراء
 وزرا کو شریعت و عبادت کی تعلیم عطا فرمائی اور سب کو عامل نیک متقی
 علما فضلا بنایا جب سب لوگ صریح صاحب
 ایمان اور قابل علم و عمل ہو گئے، تب رب سے اجازت لے کر بستی و تحلیل میں مزار ابراہیم پر مجاور
 بن کر غلوت نشین ہو گئے۔ یہیں پر دس سال بعد آپ کا وصال ہوا اور قریب بستی محلول
 میں آپ کا مزار مقدس ہے اب اس بستی کا نام محلول ہے۔ بستی سے باہر مقام آجر ہے
 آپ کے والد حضرت متی کا مزار ہے اور اس بستی سے دس میل دور بستی دکنر گنا میں
 آپ کی والدہ حضرت بدوہ کا مزار ہے اب یہ سب شہر اسرائیلی حکومت میں ہیں۔ اس وقت
 اسرائیلی یہودیوں کی غاصبانہ ظالمانہ حکومت فلسطین کے پیشابیس شہروں پر قائم ہے۔ عربوں
 کی بزدلانہ فرقتے بازانہ حرکتوں کی وجہ سے۔ بعض لوگوں نے لکھا کہ آپ کا مزار نینوی شہر
 میں ہی تھا آپ نینوی بستی سے پھر آخر دم تک نہ گئے وہیں وصال ہوا وہیں مزار بنایا
 گیا۔ مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ آپ کے وہاں سے چلے جانے کے بعد اسی مومین بادشاہ
 کی حکومت شروع ہوئی وہی وہ قوم تو اپنے ایمان پر قائم رہی مگر نئی نسل میں کفر شرک پھر شروع
 ہو گیا۔ ایک ہی وہاں تشریف لائے مگر ان کا کہنا کسی نے نہ مانا یہاں تک کہ جب اس

مومن بادشاہ پر تھوی ہر اقل کا انتقال ہوا تو اس وقت پرانے مومنین میں معرفت بارہ بوڑھے آدمی زندہ موجود تھے باقی سب نئی نسل تھی اور صرف چند نوجوانوں کے تمام کافر تھے۔ اس کے بعد ہاں قتل عام کا عذاب آیا اور فائنچ بادشاہ نے پورا شہر مکمل تباہ کر دیا جلا دیا۔ اب دنیا میں یتیمی تمام کی کوئی بستی نہیں ہے۔ اگر مزارِ یونس یہیں ہوتا تو اس بستی پر عذابِ تباہی و قتل کبھی نہ آتا اور نیست و نابود نہ کیا جاتا۔ اس لیے کہ جہاں نبی کا وجود ہو وہ بستی علاقہ تو تا قیامت بارگشا حوکہ ہو جاتا ہے۔

یونس علیہ السلام کی چند خصوصیات

۱۔ آپ ایک ہی قوم میں دو دفعہ مبعوث ہوئے ۲۔ پہلی بعثت میں ایک بھی مومن نہ بنا دوسری بعثت میں سب مومن بن گئے کوئی کافر مشرک بلکہ فاسق بھی نہ رہا ۳۔ صرف آپ کی امت کی تعداد اور توصیف قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی اَوْ يَزِيدُوكِی وضاحت میں ترمذی شریف کی ایک روایت نے بیس ہزار کا ذکر فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ ایک لاکھ یا کچھ زیادہ لوگ آپ کی امت قوم یتیمی تھے۔ زیادہ کی وضاحت میں چار قول ہیں ۱۔ بیس ہزار ۲۔ دس ہزار ۳۔ چالیس ہزار ۴۔ ستر ہزار مگر پہلا قول اس لیے صحیح ہے کہ حدیث پاک نے فرمایا۔ یونس علیہ السلام کی کل عمر ایک سو تیس سال ہوئی۔ اس طرح کہ چالیس سالہ عمر میں پہلی بعثت پھر چالیس سال تبلیغ مگر کوئی مومن نہ بنا پھر پھل کا واقعہ پھر دوسری بعثت میں چالیس سال میں تعلیم، تربیت اور تدریس پھر دس سال خلوت نشینی یعنی ۲۰ پھر ۲۰ پھر ۲۰ پھر دس سال کل ۱۲۰ قرآن مجید میں آپ کا ذکر چھ سورتوں میں ہوا بحساب ترتیب تلاوت پہلی سورۃ نساء آیت ۶۴ پہاں گیارہ انبیاء کے اسماء میں آپ کا نام بھی شامل وہی الہی یعنی شریعت عطا فرمانے کا ذکر دوم سورۃ النعام آیت ۸۶ پارہ ۵ یہاں اٹھارہ انبیاء کے اسماء پاک کے ساتھ آپ کا نام شامل اور ان سب کی فضیلت عَلٰی الْعَالَمِیْنَ کا ذکر سوم۔ سورہ یونس آیت ۹۸ پارہ ۵ یہاں قوم یونس کے ایمان لانے اور عذاب سے بچ جانے کا ذکر ہے دیگر کافر قوموں کو بھی قوم یونس کے اس اچھے کردار کی پیروی کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ چہدم سورۃ انبیاء آیت ۷۵ پارہ ۵ یہاں مقام یہاں آپ کا لقب ذَا النُّون ارشاد ہوا پنجم سورۃ صافات آیت ۱۲۹ تا ۱۳۸ یہاں پانچ

فضیلتیں بیان ہوئیں ۱۰ وَ اِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۱۱ تبلیغِ اُمت ۱۲ قوم کا عذاب سے بچ جانا ۱۳ بھلی کا مختصر واقعہ ۱۴ اُمت کی تعداد ۱۵ مَا فَتَاكَ اَوْ يَتَّبِعُكَ وَ تَنْتَظِرُ ۱۶ سورۃ قلم آیت ۱۷ تا ۲۰ یہاں تین چیزیں ذکر ہوئیں ۱۸ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۱۹ آپ کا دوسرا صاحب لقب صاحب الحوت ۲۰ ارشاد ہوا ۲۱ اور آپ کی اجتہادی بے مبری جلد بازی کے فیصلے کا ذکر ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیحت کہ آپ کبھی اس طرح نہ ہونا ۲۲ آپ پر رب کی نعمت کا ذکر ۲۳ اگر آپ ذکر الہی کر کے دعا نہ مانگتے تو نہ ہمارا انعام ہوتا نہ تمہارا بھلی سے تاقیامت چھٹکارا ۲۴ یعنی آپ بھی تاقیامت زندہ رہتے بغیر کھائے پئے اور بھلی بھی ۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

وَ اِسْمَاعِيلَ ۱۰ میں دو قول ایک یہ کہ یہ واو عاطفہ ہے وَ نُوْحًا ۱۱ پر یعنی وَ اذْکُرْ ۱۲ دوم یہ کہ یہ واو سر جملہ ہے اور الگ عبارت ہے یہ بتانے کے لیے کہ یہ صابرین و صالحین میں سے تھے ان کو بھی رحمتِ خاص میں داخل کیا تھا ۱۳ مگر یہ قول کمزور ہے اس لیے کہ ان کا قصہ بتا رہا ہے کہ سابقہ پر عطف ہے اذْکُرْ پوشیدہ کا مفعول یہ ہے اذْکُرْ میں نو قول ہیں ۱۴ ایک یہ کہ آپ ایوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ ایوب علیہ السلام کے صرف چار بیٹوں کے نام تاریخ میں مشہور ہیں ۱۵ بڑا بیٹا حُزَیْل ۱۶ عیسیٰ ان دونوں کے مزار فلسطین کی بستی برودہ میں ہے ۱۷ روہن ۱۸ شمعون ان دونوں کے مزار فلسطین کے ایک شہر کالول میں ہے یہ دونوں شہر آب اسرائیل حکومت میں ہیں دوم یہ کہ یہ زکریا نبی علیہ السلام کا ہی لقب ہے ۱۹ یہ ایسا نبی کا لقب ہے ۲۰ چہارم قول یہ کہ یہ ہر شمع بن نون نبی کا لقب ہے ۲۱ پنجم یہ کہ یہ یسح نبی کا لقب ہے ۲۲ ششم ۲۳ یہودی کہتے ہیں کہ حزقیل نبی کا لقب ہے ۲۴ ساتواں قول یہ کہ اکثریت کے نزدیک آپ کا نام بشیر تھا آپ مستقل صاحب شریعت رسول تھے آپ کی نبوت پر چھ دلائل ہیں پہلی دلیل ۲۵ قرآن مجید میں دوبار آپ کا لقب ہے کہ آپ کی فضیلت بیان فرمائی یہ خصوصیت صرف انبیاء کی ہے ۲۶ دلیل دوم قرآن مجید میں فرمایا گیا اے محبوب آپ ذی القفل کا ذکر فرمائیے یہ خصوصیت بھی صرف انبیاء کو ملی دلیل سوم ۲۷ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جانا کسی غیر نبی کی یہ شان

نہیں ہو سکتی نہ ایسی ہم مثل قرآن سے کسی غیر نبی کے لیے ثابت دلیل چہارم۔ انبیاء کے ساتھ ذکر و فکر ارشاد ہوا اَلْاٰمَنُ النَّاصِرِیْنَ یہ بھی آپ کی نبوت کو ثابت کر رہا ہے۔ غیر نبی انبیاء کی مثل صادر نہیں ہو سکتا دلیل پنجم سورۃ انبیاء میں آپ کا ذکر ہونا۔ دلیل ششم دوسری سورۃ ۳۵ میں کی آیت ۲۸ انبیاء کے ساتھ ذکر فرما کر اَمَّا الْاَخِیَارُ فَاَمَّا یُفَرِّمَانِ یہ چھ دلائل ثابت کر رہے ہیں کہ آپ صاحب شریعت نبی مومل تھے۔ قول ہشتم۔ بعض نے فرمایا کہ ذی الکفل نبی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے ایک نیک مرد کا لقب تھا جو کسی نبی کے خلیفہ بنے تھے۔ ان کی دلیل صرف یہ ہے کہ ان کی نبوت کا صراحتاً ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ مگر یہ قول اور استدلال کمزور ہے۔ نبوت پر مندرجہ بالا چھ دلائل اقتضاء الثبوت ہونے کے اعتبار سے مضبوط ہیں لہذا صحیح یہی ہے کہ آپ نبی تھے نیز آپ کی قوت وعدہ و قافی بھی نبوت پر ایک ثبوت ہے۔ غیر نبی میں اتنا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ قول ہفتم زبانی ماضی قریب کے ایک آزاد خیال اردو مفسر لکھتے ہیں کہ لفظ ذی الکفل معرب ہے ذی الکیل سے اور کیل کا معنی ہے ملک اور تاج و تخت اور ذی کیل کا معنی ہوا حکومت تاج و تخت والا عربی میں اُن کو ذی الکفل کہا گیا۔ ذی الکیل گوتم بدھ کا شاہی نام تھا لہذا قرآن نے یہ گوتم بدھ کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ گوتم بدھ ایک نبی تھا۔ معاذ اللہ تو یہ نعوذ باللہ۔ پھر اس جاہل و احمق مفسر سے کہ کیل تو شاید کسی زبان کا لفظ ہو مگر اُس کے ساتھ عربی کا ذی کیوں آگیا اسی زبان کا لفظ کیوں نہ آیا۔ اور یہ کہ گوتم بدھ کا یہ نام کب کیوں اور کسے رکھا۔ اُن کی کتابوں میں تو اس کا یہ نام اور لقب نہیں ملتا۔ اس کا اصلی پیدائشی نام سَدھارتھ تھا۔ اس کا لقب گوتم بدھ ساکھیا تھا، سنسکرتی زبان کا لفظ ہے اس کا ترجمہ ہے نرم دل۔ نیز ہرنی نے اپنی تبلیغ میں توجہ کے ساتھ نبوت پر بھی ایمان لانے کا حکم دیا ہے مگر گوتم بدھ کی تعلیم و تبلیغ میں اولاً تو توجہ کا ہی ذکر نہیں ملتا اُس کا مذہب ترک دنیا تعلیم کسی جائزہ کو مست مارتو قربانی ظلم ہے خون نہ بہاؤ۔ اس کی تبلیغ میں کسی نبی رسول پر ایمان لانے کا ذکر تک نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے دین میں نبوت کا منکر بھی اسی طرح کافر ہے جس طرح توجہ کا منکر یہی گمراہ مصنف زُرشت آتش پرست کو بھی نبی کہتا ہے (معاذ اللہ) نیز گوتم بدھ نے جب ترک دنیا کی توجہ کسی ملک کا بادشاہ اور تاج و تخت والا نہ تھا۔ نیز قرآن کریم میں دنیوی شان و شوکت والے اتفاقات کا ذکر نہیں فرمایا جاتا۔ ان اندھے معذروں کے پاس اندھے کی لاٹھی ہے جدھر جا ہی گھا دی۔ اور مقصد ان خرافات کا یہ ہوتا ہے کہ

ہر قوم کو خوش کر کے اس سے چندے نذرانے کھاؤ۔ ان جیسوں کے لیے ہی ارشاد قرآن ہے
 وَ يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا۔ اور یہاں کُلُّونَ فِي بُطُونِ نَحْمُ خَاذًا۔ ذَا النُّوْتِ
 میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ پھلی میں جلنے کا واقعہ بعثت سے پہلے ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ کو کسی
 اور نبی کا مبلغ بنا کر قوم ینوی میں بھیجا گیا مگر آپ وہاں کے بادشاہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر
 جبریل علیہ السلام کے کسی بات کا حکم دینے اور اس پر جلدی مچانے سے ناراض ہو کر تبلیغ کرنے نہ
 گئے بلکہ بارادہ ہجرت دریا کی طرف چلے تب پھلی کا واقعہ ہوا۔ ان کی دو دلیلیں پہلی یہ کہ سورۃ قلم میں
 پھلی کے ذکر کے بعد فرمایا گیا۔ خَاجَتْبُهُ رُكْبُهُ فَتَعْقِبِيہ سے ثابت ہوا کہ بعثت اور
 نبوت کا اعتبار یعنی چناؤ بعد میں ہوا، دلیل دوم یہ کہ نبی معصوم ہوتے ہیں وہ گناہ کر سکتے ہیں نہیں
 اس لیے نہ آپ مُغَاضِبًا ہو سکتے تھے نہ ظَنُّ اَنَّ لَنْ تَقْدِرَ۔ کا گمان باطل کر سکتے تھے یہ
 دونوں غلطیاں بعثت سے پہلے ہوئی تھیں بعثت سے پہلے نبی معصوم نہیں ہوتے۔
 بعثت کے بعد ہوتے ہیں۔ مگر یہ قول غلط اور استدلال کمزور ہے۔ دوسرا قول یہ اکثر
 فقہاء علماء فرماتے ہیں کہ بعثت کے بعد پھلی کا واقعہ ہوا۔ ان کی بھی دو دلیلیں ہیں پہلی یہ کہ سورۃ
 صافات کی آیت ۱۴۱ تا ۱۴۲ میں رسالت سننے کا ذکر پہلے بیان ہوا۔ بعد میں پھلی کا واقعہ
 ہونے کا ذکر ہے۔ دلیل دوم یہ کہ مُغَاضِبًا بھی گناہ نہ تھا اور ظَنُّ بھی گناہ نہ تھا۔ معترض کو مطلب
 سمجھنے میں غلطی لگی نیز انبیاء تو شکم ماوریں ہی معصوم ہوتے ہیں، اگر کوئی گناہ و خطا کر سکتے ہی
 نہیں۔ مُغَاضِبًا میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ بادشاہ اور قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے یہی
 درست ہے دوم یہ کہ بعض نے کہا کہ ایک دن جبریل نے یونس سے کہا کہ قوم ینوی میں
 دین الہی کی تبلیغ کرنے جاؤ آپ نے کہا میں گھوڑا تیار کر لوں جبریل نے کہا جلدی جاؤ
 یہ تبلیغی کام گھوڑے کی تیاری سے زیادہ ضروری ہے تب آپ جبریل سے ناراض ہو
 کر چلے اور بجائے ینوی جانے کے دریا کی طرف چلے گئے یہ قول بالکل غلط اور
 اسرائیلیات سے ہے سوم یہ کہ بعض نے کہا کہ رب سے ناراض ہو کر گئے یہ قول کفر یہ
 ہے کسی کافر گمراہ یا مرتد نے بنایا ہے ظَنُّ میں تین قول ایک یہ کہ جملہ خبر یہ ہے اور
 معنی ہے کہ انہوں نے واقعی یہ گمان کیا۔ دوم یہ کہ یہ جملہ سوالیہ انتہائیہ ہے یعنی کیا
 انہوں نے یہ گمان کر لیا تھا؟ سوم قول یہ کہ یہ جملہ شبہی ہے۔ اور معنی ہے کہ یونس
 ایسے چلے گیا انہوں نے یہ گمان کیا فی الظلمت میں دو قول۔ ایک یہ کہ تین اندھیرے

تھے اس لیے ظلمات جمع قریب آیا، ایک پھلی کے پیٹ کا اندھیرا دوسرا سمندر کی گہرائی کا تیسرا رات کا اندھیرا۔ یعنی جب آپ نے آیت کریمہ کا ورد شروع کیا تو اُس وقت رات تھی پھر مسلسل آپ چالیس روز دن رات یہ وظیفہ پڑھتے ہی رہے اور تمہارا کھانا رکمل فرمایا۔ یا وہ پھلی ایسی جگہ تھی جہاں مسلسل رات ہی تھی۔ قول دوم بعض نے کہا کہ اس پھلی کو ایک بڑی پھلی نے نکل لیا تھا تو دو اندھیرے دو پھلیوں کے اور تیسرا اندھیرا سمندر کا مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ حدیث و قرآن میں دوسری پھلی کا ذکر نہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ کو ذوالنورین اور صاحب الخوئین فرمایا جاتا ہے۔ سوم یہ کہ بعض نے کہا کہ ظلمات کا جمع خود آپ کے چوہرۂ ماحول کے اعتبار سے فرمایا گیا۔ یعنی آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے اندھیرے تھے۔ وَاللّٰهُ دَوْرُ سُؤْلِهِ اَعْلَمُ۔

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ اس فائدے | پوری سورۃ مقدسہ اور خاص کر ان آیت سے منشاء باری تعالیٰ یہ ہے کہ عالم انسانیت کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ گروہ انبیاء وہ شاہکار قدرت ہے جو تمام مخلوق میں ہر اعتبار سے بے مثل ہے دینی، دنیوی عادت، عبادت فطرت ریاضت عمل فکر صبر، شکر، قوت، ہمت، جرأت، غرض کہ ہر ادب میں بے مثل ہے کوئی مخلوق انبیاء کی برابری نہیں کر سکتی یہ فائدہ یہاں حضرت ذی الکفل علیہ السلام کا صبر بتا کر حاصل ہوا جس طرح کی آزمائشیں وجود انبیاء پر وارد ہو جاتی ہیں دیگر انسان تو درکنار پہاڑ اور پہاڑ کی چٹانیں بھی برداشت نہ کر سکیں اور ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں۔ مگر پادِ نبوت میں ذرہ بھر بغرضش تک نہیں آتی۔ خیال رہے کہ شکر کی طرح صبر کی بھی بہت سی قسمیں ہیں جن کے مختلف انداز ہیں، سورۃ انبیاء میں صبر کے تقریباً تمام انداز و اقسام متعدد انبیاء عظام علیہم السلام کے اجسام مقدسہ پر آکر ملے جانے کا تذکرہ ہے اور سب میں نبوت کا میاب دشمن کی چال ناکام ہوتی رہی صبر ذی الکفل بھی اپنے ایک نرالے انداز میں ظاہر و کامیاب ہو کر تا ابد عالم رنگ و رو میں جگمگاتا رہے گا دوسرا فائدہ ابلیس جو خباثت غلاظت ذلالت اور انبیاء کی عداوت کا سپر پاور ہے وہ اپنی پوری جتنی طاقت لگا کر بھی نبوت کے کسی عمل کو خراب نہیں کر سکتا۔ عصمت ایک وہ قلعہ ربانی ہے جس سے ٹکرا کر ہر طاغوتی طاقت پاش پاش ہو جاتی ہے جس طرح

فرشتوں کی عصمت ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی عصمت ہے یہ فائدہ، انما عِیل وَاٰدِرِیْسِ وَذَا الْکِفْلِ
 فرماتے سے حامل ہوا ذی الکفل کا لقب ارشاد فرماتا اُس صبر آزمائے کفالت کا اشارہ فرما رہا ہے جس
 کو ابلیس نہ توڑ سکا۔ تیسرا فائدہ، یونس علیہ السلام کی پھلی کا واقعہ ظاہراً تو عتاب معلوم
 ہوتا ہے مگر حقیقتاً باطناً یہ بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی ایک عظیم قوتِ شان بیان کرتی
 ہے یعنی اجسامِ انبیاء کو دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی نہ آگ پانی میں ہوا۔ نہ ہتھیار نہ
 کوئی جانور زندہ ان عجائب مخلوق ہستیوں کے لیے جانوروں پھلیوں کا وہ پیٹ جس کا
 معدہ بڑیوں کو بھی ہضم کر جائے۔ معدہ نہیں رہتا مسجد بن جاتی ہے ان کے پیرے تک
 کلتے بگڑتے نہیں۔ یہ فیض ان کی ہمراہی کا ہے۔ دیکھو حضرت یونس علیہ السلام کا ہوش و حواس
 یادداشت عمل و فکر تک نہ بگڑا نہ بدلا۔ ورتہ بہادری سے بہادر آدمی ہوش و حواس کھو بیٹھا
 ہے بلکہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ حضرت یونس کو شکمِ ماہی میں پہنچ کر سب کچھ پتہ رہا کہ میں
 کون ہوں کہاں ہوں، بلکہ جو ان کے دامنِ غلامی یا جہنمِ اقدس سے لگ جائے وہ بھی حفاظت
 کے قلعے میں سدا بہار ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ وَذَا النُّونِ کا لقب ارشاد فرماتے سے
 حامل ہوا۔ ذَا النُّونِ سے ایک یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ اُس وقت آپ پھلی والے
 تھے یعنی پھلی کے مالک و اربّ محافظ نہ کہ پھلی آپ کی آپ کی مالک و اربّ دیکھو
 چالیس دن تک نہ آپ نے کچھ کھایا نہ پھلی نے آپ کا ذکر الہی کرنا دونوں کی زندگی بچا گیا
 لہذا آپ ہی پھلی کے محافظ اور محسن ہوئے۔ نینر پھلی کو مسجد اور اس کے پیٹ
 کو منور بنا دیا۔

احکام القرآن | ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ، دعا
 مانگنا اگرچہ عبادتِ الہی ہے۔ اور ہر مسلمان پر واجب ہے مگر دعا
 مانگنے کے انداز مختلف ہوتے ہیں اور یہ تمام طریقے و انداز درس گاہِ نبوت
 کی قوی عملی تعلیم سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ لہذا کسی بھی مصیبت کے وقت
 بارگاہِ ربّ کریم میں صراحتاً عرض کرنے کے بجائے صرف حمد و ثناء سبب و تقدیر
 کرنا بھی دعا کا ایک مقبول بارگاہِ انداز ہے اور اس طرح ہر مسلمان کو دعا مانگنا
 بھی جائز ہے کیونکہ ربّ تعالیٰ تو بندے کے قلبی ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ یہ
 مسئلہ اذناؤی۔ اور لا الہ الا انت (الح) کے بعد فاستجبنا لہ۔

فرمانے سے مستنبط ہوا۔ فَاسْتَجَبْنَا۔ کا جملہ بتا رہا ہے کہ یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں یہ درود کرنا دراصل معصیت اور غم سے نجات کی دعائیں جس کو آیت کریمہ کے توراتی خلاف میں آپ نے پوشیدہ کر دیا۔ اس طرح یہ دعائیات الہی بھی بن گئی۔ دوسرا مسئلہ۔ کسی مسلمان کو ہرگز جائز نہیں کہ کسی نبی علیہ السلام کے کسی قول فعل رائے مشورے عادت پر اعتراض کرتے ہوئے اس کو قلم گناہ یا خطا و کمزوری کہے یا سمجھے۔ جو مسلمان ہو کر ذرہ بھر ایسا فاسد خیال دل میں لائے اور ظاہراً عقیدہ بنائے وہ بد بخت اسلام سے خارج اور مرتد ہو جائے گا اس لیے کہ انسان اپنی طرف سے جو بدگمانی بھی کرے گا وہ اس کی اپنی کم علمی بے عقلی نا سمجھی کی وجہ سے ہوگی۔ اور یہی نا سمجھی کی احمقانہ سوچ بارگاہ نبوت میں کفر ہے۔ یہ مسئلہ۔ مُغَاضِبًا اَوْ يَطْلُبُ اَنْ لَّنْ تَقْدِرَ فرمانے کے بعد۔ وَ نَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے مُغَاضِبًا اَوْ يَطْلُبُ کو غلط قرار نہ دیا نہ عتاب فرمایا۔ بلکہ عزت سے دعا قبول فرمائی۔ یہ جو عام جہلا مفسر علماء معنی نکالتے پھرتے ہیں وہ جہالت اور گمراہی ہے۔ ہاں البتہ دوسری آیت سے صریحاً اشارہ ملتا ہے کہ جلد بازی ان کی اپنی اجتہادی سوچ بھی نہ کہ وحی سے اس سے مچھلی کے ذریعے روکا گیا۔ کیونکہ اس سے آپ کی قوم اور امت کو نقصان تھا۔ تیسرا مسئلہ۔ قرآن مجید میں جس نبی علیہ السلام کے جس اُسوۂ حسنہ اور کسی عمل و طریقے کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے لہذا ہر مسلمان پر عمل واجب ہے۔ اس علی پیروی سے محبت ربانی اور ہر برکت روحانی اور رحمت رحمانی حاصل ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ وَ كَذَّٰلِكَ يُخَيِّجُ الْمُؤْمِنِينَ فرمانے اور اس کی تفسیر نبوی سے مستنبط ہوا۔ جب ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہر مسلمان کو یہ آیت کریمہ کا درود مفید ہے۔ تو آقا کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی آیت كَذَّٰلِكَ يُخَيِّجُ الْمُؤْمِنِينَ تلاوت فرما کر فرمایا۔ ہاں مفید ہے۔ (ترمذی شریف)

اعتراضات۔ یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض اس کی

کیا وجہ کہ یونس علیہ السلام نے نبی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قیامت ہونے کا انکار کیوں کیا۔ ظَنُّوا أَنَّهُم مُّقْتَدِرُونَ کا معنی ہے کہ ذوالنون یعنی یونس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ہرگز قابو نہیں پاسکتا۔ حالانکہ یہ گمان تو کفر ہے اور اگرچہ ظَنُّوا کا اصلی معنی تو خیال گمان اور اندازہ کرنا ہے مگر اس کا ایک اصطلاحی معنی یقین کرنا بھی ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرہ آیت ۲۶ میں ہے بِالْأَعْلَىٰ الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَنْظُرُونَ أَنصَابًا مَّقْشُورًا بِهَمَز۔ یعنی خاشعین مومن یقین کرتے ہیں کہ وہ بے شک اللہ سے ملنے والے ہیں تو اگر یہاں بھی ظَنُّوا کا معنی یقین کرنا کیا جائے تو یہ اشد کفر ہوگا۔ غرض کہ ہر طرح کفر ہی ہے مگر رب تعالیٰ نے بھی اس کو کفر نہ فرمایا نہ گرفت فرمائی۔ اس کی کیا وجہ؟۔ جواب یہ وجہ ہے کہ ظَنُّوا کا معنی تو جو چاہے کر لیا جائے مگر لَنْ مُّقْتَدِرُونَ کا معنی وہ نہیں ہے جو مغرض نے سمجھا۔ لَنْ مُّقْتَدِرُونَ سے اور قَدْرُ کا معنی ہے تنگی ڈالنا گرفت کرنا اس معنی میں یہ قرآن مجید کی دو جگہ آیا ہے۔ سورۃ رعد آیت ۲۶ اَللّٰهُ يُبْسِطُ الرِّزْقَ لِمَن يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ۔ یہاں بھی يَقْدِرُ کا معنی ہے رزق تنگ کرتا ہے سورۃ فجر آیت ۲۱ وَمَنْ قَدَّرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ۔ اور جس پر اس کا رزق تنگ ہوگا۔ اسی معنی میں یہاں لَنْ مُّقْتَدِرُونَ ہے کہ حضرت یونس ذوالنون نے یہ گمان کیا تھا ہم ہرگز اس پر تنگی نہ ڈالیں گے اور ان کی اس اجتہادی ہجرت بلا اجازت کو برا نہ سمجھ لیں گے نہ گرفت کریں گے نہ پوچھ گچھ مگر چونکہ یہ عمل درست نہ تھا اور ان کا گمان ٹھیک نہ تھا لہذا ہم نے گرفت کی اور تنگی ڈالی۔ بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ ظَنُّوا البیہ ہے۔ یعنی کیا اس نے یہ گمان کر لیا تھا۔ بعض نے کہا یہ ظَنُّوا تیشی ہے۔ یعنی یونس ایسا چلا جیسا کہ وہ چلتا ہے جو یہ گمان کرے کہ لَنْ مُّقْتَدِرَ عَلَيْهِ۔ ہم اس پر تنگی نہ ڈالیں گے۔ دوسرا اعتراض۔ انبیاء عصمت کے باوجود بھی گناہ کر لیتے ہیں۔ نبی اور غیر نبی کا فرق صرف یہ ہے کہ انبیاء کا گناہ باقی نہیں رہتا فوراً معافی مانگ کر بخشوا لیتے ہیں۔ بس یہی عصمت کا فائدہ ہے مگر غیر نبی کا گناہ تا موت باقی رہتا ہے۔ اسی کی حشر میں شفاعت ہوگی۔ دیکھو حضرت یونس نے سات گناہ کئے۔ اللہ سے ناراض ہو کر گئے سب کی اجازت کے بغیر ہجرت کی مگر اسی لیے اپنے

آپ کو مِنَ الظَّالِمِينَ کہا گیا اسی لیے مچھلی کے پیٹ کی فید کی سزا ملی ۵ اسی لیے سورۃ صافات آیت ۴۲ میں اُن کو مُبْلِغٌ فرمایا گیا یعنی ملامت کے قابل ۶ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی صاحبِ الحوت والے گناہ سے روکا گیا کہ ارشاد ہوا۔ وَكَذَٰلِكَ نَكُفِّرُ كَثِيرًا مِّنَ الذُّنُوبِ یعنی اسے نبی تم یونس کی طرح گناہ نہ کرنا سورۃ قلم آیت ۴۸ سا تراں گناہ حضرت یونس نے اللہ کے حکم اور اجازت کی پرواہ نہ کی اپنی مرضی کرتے ہوئے بے صبری دکھائی اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی سورۃ قلم کی اسی آیت میں اَوَّلَآءِ مَا صَدَّرَ لِحُكْمِهِ رَبُّكَ فَرَاكَ صَبْرٌ كِي تَلْقَيْنِ فرمائی گئی۔ حالانکہ یہ بے صبری جلد بازی سب گناہ ہے اور جب ایک نبی یہ سات طرح گناہ کر سکتا ہے تو دیگر انبیاء بھی کر سکتے ہیں بہر کیف گناہ ناممکن نہ رہے۔ ہاں البتہ یونس علیہ السلام نے آیت کریمہ کا ورد کر کے توبہ کر لی جو قبول ہوئی۔ یہی عصمت ہے (عیسائی اور بعض گمراہ مسلمان) جواب معترضین نے جن سات گناہ کا ذکر کیا ہے وہ اُن کی اپنی جہالت تکبر ابلہیت اور نا سمجھی کی بنا پر ہے۔ خود غلط ترجمہ کرتے ہیں اور خود ہی اعتراض بنا کر بد عقیدگی بنا لیتے ہیں۔ عصمت کی تعریف بھی جاہلانہ ہے۔ یہ تعریف حفاظت الہیہ کی ہے جو اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے۔ عصمت کی صحیح تعریف یہ ہے کہ گناہ کا مادہ ہی معصوم کے وجود سے ختم کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور اُن کی ذات سے ناممکن ہو جاتا ہے۔ انبیاء اور ملائکہ اسی معنی میں معصوم ہوتے ہیں۔ معترضین کی پہلی بات اس لیے غلط ہے کہ وہ مُعَاذِیْنَا عَلٰی رَبِّہِ نہ تھا۔ بلکہ قوم پر غضب و غفہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے لیے تھا جو گناہ نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ دوسری بات یہ کہ آپ کی یہ ہجرت بھی گناہ نہ تھی بلکہ آپ کا اجتہاد تھا اور یہ اجتہاد ایسا ہی تھا جیسا داؤد علیہ السلام کا ایک کھیت میں اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتا۔ وہ اجتہاد داؤد بھی زیادہ صحیح نہ تھا اور یہ بھی زیادہ صحیح نہ تھا اُس اجتہاد سے بکریوں والے کو نقصان تھا اس سے قوم نبیوی کو اُس فیصلہ اجتہادی کو سیماں علیہ السلام کے ذریعہ روکا گیا اور اس کو مچھلی کے ذریعے اس تشبیہ اور مماثلت کا اشارہ سورۃ انعام کی آیت ۸۶ سے ملتا ہے کہ چونکہ وہاں داؤد علیہ السلام کے ساتھ آپ کی فضیلت علی الظالمین کا ذکر ہے اور فرمایا گیا کہ ہم نے دونوں کو ہدایت دی

یعنی دونوں نے ایسا اجتہاد فیصلہ کیا تھا جو زیادہ صحیح نہ تھا تو ہم نے صحیح طریقے کی ہدایت دی۔ تیسری بات بھی غلط ہے کیونکہ خود مِنَ الظَّالِمِينَ کہنا گناہ بگاری کی وجہ سے نہیں بلکہ اظہارِ عجز ہے، گناہ تب ہوتا جب رب تعالیٰ فرماتا کہ وہ ظالم تھے۔ نیز انبیاء علیہم السلام تو ترکِ مستحب کو بھی اپنے لیے ظلم سمجھتے ہیں مگر شریعت اس کو ظلم نہیں فرماتی۔ معتزلیین کی جو بھی بات بھی غلط، کیونکہ پھلی کا پیٹ آپ کی سزا نہ تھی نہ آپ کو وہاں کوئی در و تکلیف ہوئی نہ بھوک پیاس نہ بیہوشی یہ پیٹ مسجد یونس بن گیا اور چالیس روز قیام معراج یونس اور لذتِ قربِ الہی کا سبب اور درودِ عظیم و ذکرِ کریم کا فرضی موقعہ۔ پانچویں بات بھی غلط اس لیے کہ علیم کا معنی قابلِ ملامت نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ یونس خود اپنے آپ کو ملامت کرنے والے اور اپنی اس ہجرت پر افسوس کھانے والے تھے اور یہ افسوس و ملامت نیکی ہے نہ کہ گناہ چھٹی اور ساتویں بات بھی غلط اس لیے کہ اَقْبَاؤُكَ اَمَّا نَبِيَّ اَفَاقِ صَلَّی اللہ علیہ وسلم کو صرف اجتہاد کرتے سے روکا گیا ہے نہ کہ گناہ سے یعنی اسے محبوب تم کہنے سے ہجرت بلا اجازت اپنے اجتہاد سے نہ کرنا بلکہ وحی الہی کی اجازت کا انتظار اور صبر کرنا۔

تفسیر صوفیانہ | وَ اِذْ رَئِیْسٌ وَّ ذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِیْنَ
وَ اِذْ عَلَصُمُ فِی رَحْمَتِنَا اَنصَحُ مِّنَ الصَّالِحِیْنَ

بدنِ انسانی میں صبر کی تین قوتیں پیدا فرمائی ہیں راسخ استقامت یہ اسماعیل باطنی ہے، صبرِ حلی یہ اور پسِ روحانی ہے۔ صبرِ استقلال یہ ذَا الْکِفْلِ اعمالِ صالحہ ہے پہلا صبر اوامرِ شریعت کرنے تو اہی سے بچنے کی پابندی ہے دوسرا باوجود قوتِ انتقام کے اذیت کی برداشت کرتا تیسرا صبرِ شیاطین سے اعضا کو بچائے رکھنا اور شریعت طریقت معرفت کے دھندوں کو پورا کرتے رہنا۔ پہلے صبر سے بندہ مطیع اللہ ہو جاتا ہے دوسرے صبر سے بندہ وَ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِیًّا کا انعام پاتا ہے اور تیسرے صبر سے بندہ کفیل ایمانی کا مرتبہ پالیتا ہے۔ بندہ مومن اپنی قوتِ ایمانی سے ان تینوں صبروں کو اختیار کرتا ہے لیکن بندہ فاجر اپنی بد اعمالی کی بزدلی اور غفلتِ نفسانی سے ان کو ترک کر دیتا ہے اور بندہ کافر ان تینوں کو اپنی آتش میں جلا دیتا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ دشمن کی سرکشی پر حلی صبر الہی ہے یہ صفتِ باری تعالیٰ ہے یہ حلی سرکش کے لیے ڈھیل یا

بہت یا آزمائش ہے۔ اور اذیت پر جیسی بندے کا صبر ہے۔ وہ بندہ رب تعالیٰ کی نعمت کا مستحق ہو جاتا ہے جو عبادت الہی کے قائم کرنے پر ناعمر دلجمی سے صبر کرے، اور اگر گناہوں سے بچے رہنے کا صبر بھی کرے تو نعم العبد کا مرتبہ پالیتا ہے۔ اور جو بندہ تباہی احوال و حالات اولاد کی اذیت پر صبر برداشت کرے تو وہ دخول رحمت کی صلاحیت والا بن جاتا ہے۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہ کر سکتے ہی نہیں اُن سے گناہ ناممکن اور محال یا عصمت ہے عصمت کا معنی ہی یہ ہے کہ گناہ کا مادہ ہی نہیں ہوتا اور مومن متقی گناہ کر لیتے ہیں مگر فوراً توبہ کر لیتے ہیں اگر سچی پکی توبہ ہو تو قبول ہو جاتی ہے گناہ مٹا دئے جاتے ہیں مگر اولیاء اللہ گناہ کر سکتے ہیں لیکن کرتے نہیں ان کی حفاظت کی جاتی ہے وہ جائز الخطا ہوتے ہیں اگر کر لیں تو جلدی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے جیسے حضرت ماعز کی توبہ کہ اگر وہ تمام آسمانوں زمینوں والوں پر تقسیم کی جائے تو سب مقرب بارگاہ ہو جائیں اور توبہ پھر بھی پنج رہے۔ مِنَ الصَّالِحِينَ کا معنی ہے صلاحیت اور قابلیت دالے صلاحیت کی ابتدا ہے بندے کا متوجہ الی اللہ ہونا اور انتہا یہ کہ اللہ تعالیٰ بندے کی طرف متوجہ ہو۔ اپنی توجہ کا شرف بخشے، اسی توجہ کی علامت یہ ہے کہ بندے کو عالم رنگ و بو سے بے التفاتی ہو۔ یہی حقیقت میں مقام صدیقیت ہے۔ اصلاح الہی یہ ہے کہ رب تعالیٰ بندے کو میدائشی صالح بنا دے مثل اسماعیل اور کسی بندے کو اور یس باطنی کی رفعت منزل بخش دی اُس کے وجود بدنی سے شر و فساد مٹا کر اور کسی کو کفالت روحانی کے لیے ازل حادث سے چن کر ذی الکفل ایمانی بنا دیا یہ خوش بخت ازل سے ہی بلا کسب یلوع رفعت اور بلا عمل قبول فطرت ہیں۔ تمام افعال جلوت اور انکار خلوت میں صبر علی البکاسب سے اعلیٰ ہے کیونکہ جب بندہ قبر میں جاتا ہے تو مین میں نماز یسار میں زکوٰۃ و نیکیاں مثل سایہ وار چھت اُس پر چھا جاتی ہیں لیکن صبر مومن تمام حاجات کا کفیل بن جاتا ہے صبر افضل افعال اور راضی برضا رہنا افضل صفات ہے بلا ناگہانی کفار کے لیے تعجل عذاب ہے اور مومنین کے لیے تکمیل درجات ہے خیال ہے کہ امر بمعنی معاملہ کی جمع امور ہے اور امر بمعنی حکم کی جمع اوامر ہے۔ جیسے کہ غریب بمعنی مغفل و مسافر کی جمع غریبا اور غریب بمعنی عجیب کی جمع غرائب اور غریب بمعنی عاجز کی جمع غریبین آتی ہے۔ وَذَٰلَکَ لَنُؤْتِیْكَ اِذَا ذُہِبٌ مُّغَاضِبٌ فَظَنَنْتَ اَنْ لَّنْ نُّعْطِیْكَ عَلَیْہِ۔ فَذَٰلَکَ

فِي الظُّلُمَةِ اِنَّ لَّدَالِهِ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔ اور
 تذکرہ فرما اے رازدارِ فطرت اس روحِ کمال کا جو اعضاءِ نفسانیہ سے ناراضِ غضبِ ناک
 ہو کر فراقِ بدنی کر گئی جب کہ اعضاءِ نفسانیہ اپنے شہوانی جذبات کی وجہ سے اصرار ہی کرتی
 رہیں۔ اس لیے کہ قوتِ نفسانیہ اپنے غرور میں اگر ہمیشہ انکارِ حق ہی کرتی ہے۔ عجز و اطاعت
 کی عبادت میں نہیں آتی۔ روحِ کمال کی ہجرتِ بدن بحرِ جبروت کی طرف اس لیے ہوئی کہ فکر
 مراقبہ میں ہی گمان کر لیا کہ سیرِ ملکوتی درست ہے اور لَقَدْ تَقْبَلُ عَلَیْهِہِ کہ ہم اس کو بحر
 ظلمات کی ابتلاؤں آزمائش میں نہ ڈالیں گے لیکن چونکہ سیرِ عرفانی بغیر ابتلا ممکن نہیں لہذا
 آزمائش میں ڈالا گیا تب صحبتِ رحمت نے اُس کو اپنی آغوشِ عظمت میں لے لیا تاکہ تعلق
 بدنی کا امکان قائم و ثابت رہے۔ یہی ہماری حکمت و راز ہے۔ اس دورِ ابتلا میں روحِ
 کمال نے زبانِ استعداد سے ندیِ عرض کی مراتبِ ثلاثہ کے ظلمات کشف میں سے ایک
 ظلمتِ بدنِ نباتاتی کی دومِ طبیعہ جسمانی کی تیسری ظلمتِ خضائل حیوانی کی یہ تین ظلمتیں ہر
 انسان میں ہیں۔ روحِ کمال ان تین ظلمتوں میں تین ندائیں کرتی ہے پہلی ندا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
 یہ توحیدِ ذاتی کا وہ اقرار ہے جو عہدِ اَلْحَقِّ اور میثاقِ فطرت کی وقت سنایا تھا۔ یعنی
 اے میری جان و قلب سے بھی زیادہ قریب میرے ربِ کریم تیرے سوا پوری کائنات
 میں کوئی معبود نہیں بس تو ہی تو ہے۔ اس کلمہِ طبیعہ نے بندہٴ مومن میں سات قوتیں پیدا
 کر دیں۔ پہلی قوت یہ کلمہ نہت جبروتِ بہادری پیدا کرتا ہے کیونکہ اس کو سچے دل زبان
 عقل سے بڑھنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ پوری کائنات میں پالتے بچانے دینے
 لینے مارتے والا صرف ایک اللہ ہے اسی لیے مومن کسی غیر سے نہ ڈرتا ہے نہ کسی غیر
 کے سامنے جھکتا ہے۔ دوسری قوت اس کلمہ پر عقیدہ رکھنے سے بندے میں صبرِ توکل
 غمِ حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور بندہٴ مومن ہر کام کے لیے اس یقینِ کثیر سے اٹھتا ہے کہ
 اُن کے ساتھ زمین و آسمان کے زیرِ دست بادشاہ کی طاقت ہے یہ تصور اُس کو چٹان
 سے زیادہ مضبوط بنا دیتا ہے اور اُس کے سامنے کسی باطل کی کوئی طاقت نہیں بٹھرتی، تیسری
 قوت اس کلمے سے وسیع نظری پیدا ہوتی ہے اسی لیے مومن تنگ نظر نہیں ہوتا
 نہ خود غرض ہو سکتا ہے کیونکہ بندہٴ مومن اُس وَحْدَہٴ لَاشَرِّکَ معبود کا قائل ہوتا ہے
 جو اکیلا ہی قاطقِ مابک ربِّ العالمین ہے بندہٴ مومن سب مخلوق کو ایک مالک کی ملکیت

سمجھتا ہے اسی لیے ایک کو راضی کرتا ہے بہت سے معبودوں کے سامنے نہیں جھکتا ہے نہ ان سے ڈرتا ہے نہ ان کو راضی کرتا پھرتا ہے۔ ایک کو راضی کرنا آسان ہے، چوتھی قوت۔ یہ کلمہ بندے میں عزت نفس اور خود داری پیدا کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کائنات میں قوی قادر مطلق و قیوم ایک ہی ہے اس لیے مومن دیگر تمام قوتوں سے بے نیاز بے پروا ہو جاتا ہے۔ پانچویں قوت۔ اس کلمے سے بندے میں عجز و انکسار کی قوت پیدا ہوتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ طاقت دولت عزت حکومت علم عقل ہنر دینے والا بس ایک اللہ تعالیٰ ہے جو سب کو دے بھی سکتا ہے چھین بھی سکتا ہے کسی بندے کے پاس اپنا کوئی کمال نہیں اسی لیے مومن کو اپنے عروج پر غرور نہیں ہوتا نہ تکبر آتا ہے۔ چھٹی قوت۔ یہ کلمہ بندے میں طہارت کی ہمت عبادت کی طاقت پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ معبود صرف ایک ہے اور اس کی عبادت کے لیے رب کی خوشنودی ضروری اور خوشنودی کے لیے طہارت ظاہری باطنی ضروری ہے اس کی بارگاہ میں صرف عمل صالح سے نجات ہے۔ نہ قرابت داری کام آئے نہ دولت سفارش حمایت کام آئے۔ ساتویں قوت۔ اس کلمے کو اقرارِ لسانی اور صدق قلبی سے پڑھنے والے میں قوت یقین پیدا ہوتی ہے وہ کبھی کسی حال میں مایوس اور مل شکستہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایسے معبودِ واحد پر ایمان رکھتا ہے جو زمین و آسمان کے تمام خزانوں کا خالق بھی ہے مالک بھی جس کا فضل بے حد و بے حساب ہے وہ رحیم بھی ہے کریم بھی یہ مکمل عقیدہ بندہ مومن کو تسکین عظیم بخشتا ہے۔ اس کلمے کو مان کر بندے کو کسی اور دوسرے کے دروازے پر جانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ اس کے اپنے سچے حقیقی معبود کے پاس ہی سب کچھ ہے یہ قوتیں نہ مشرک کافر کے پاس ہیں نہ دھرم یا کافر کے پاس۔ یہی وجہ ہے کہ کفار کو بزدلی ہے بے یقینی مایوسی ہے اور جگہ جگہ خوف کھاتا سجدے کرتا پھرتا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَفْضَلُ بے اللہ ہے۔ اس لیے کہ أَنْتَ میں قُرب کا تصور ہے اور میں دوری کا گمان۔ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اَحْسَنُ ایمان ہے کہ مَن قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا وہ جنت ہو گیا۔ اس کلمے کی دو جزئیں ہیں۔ پہلی جُزْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دوسری جُزْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پہلی جز توحید ربِّ العالَمین ہے۔ دوسری جز تَحْصِیصُ رَحْمَةِ الرَّسُولِ پہلی جز ان سات قوتوں کی عطا کا خزانہ ہے۔ دوسری جز ان سات قوتوں کی تقسیم کا

استانہ ہے یعنی بندہ مومن کے لیے یہ قوتیں آئیں گی خزانہ قدرت سے مگر عیسیٰ کی دروازہ نبوت سے۔ اس کلمے کی پہلی جز قرآن مجید میں فرقان ہے کیونکہ جدا جدا کلمے ہیں لیکن زبان نبوت میں قرآن میں یعنی علی ہوئی۔ مگر ایمان لاتے وقت اَشْہَد کہنا پڑے گا کیونکہ یہ ابتداء ایمان ہے شہادت کی ضرورت ہے اور کلمہ طیبہ انتہا ایمان ہے، ابتدا میں شہادت ذات ہوگی تو انتہا میں شاہدہ صفات نصیب ہوگا۔ کلمہ شہادت شریعت کا درس ہے مگر کلمہ طیبہ طریقت کا ورد ہے۔ صحابہ کرام ایمان لاتے وقت کلمہ شہادت پڑھا کرتے تھے لیکن ورد کلمہ طیبہ کا کیا کرتے تھے۔ جنت کے در و دیوار پر کلمہ طیبہ کی یہی دو جز میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَزَقَ اللَّهُ کلمے ہیں۔ یہ کلمہ طیبہ میں عجیب شاہکار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہو تو قدرت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو تو معجزہ ہے۔ اولیاء اللہ کے پاس ہو تو کرامت ہے علماء کے پاس ہو تو قضا ہست ہے۔ زندگی وہی مکمل ہے۔ جو سب کو حیران کر دے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی کہ ایک ہی چٹائی پر بیٹھ کر عرش کی معراج دے۔ فرش کی سرکار دے۔ صفات الہیہ کے اظہار دے مخلوق پر اختیار دے۔ بازار میں تاجر میدان میں مجاہد مسجد میں امام الانبیاء، شریعت میں استاد العلماء طریقت میں مرشد اصفیاء، گھر میں تربیت گھر بار قرار ہے ہیں۔ فیصلوں میں عدالت سمجھا رہے ہیں۔ عدالت میں قاضی بنا رہے ہیں۔ رات میں داخل باللہ۔ دن میں شاغل باللہ زندگی کا ہر پہلو ہر لمحہ حیران کن معجزہ، حیراں ہوں میرے شاہ کہ کیا کیا کہوں تجھے۔ روح کمال کی دوسری ندا تنزیہ الہی ہے سُبْحَانَكَ ہر جیب سے پاک ہے تو ازل قدیم سے۔ روح کمال کی تیسری ندا۔ اعتراف بندگی اور شان عجز بلند ہوتی ہے کہ۔ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ۔ اسے میرے پروردگار میں اپنے قواہظ ظاہری باطنی سے جدا ہو کر بارگاہِ بے نیاز سے دور ہو کر اپنا ہی نقصان کر بنوا لا تھا۔ عدالت شریعت سے ہٹ کر کیونکہ روح کے بغیر جسم مردہ ہوتا ہے۔ غور کر اسے طالب منزل جیب روح لطائف کشتی و کثافت کی طرف جاتی ہے تو اس کو بحر ربوبی کا قالب حوت نکل جاتا ہے تب ظلمات نفس کی برائیوں سے گھبرا کر ندا کرتی ہے اور نوادرات کی آواز آتی ہے کہ اے قالب اتانی یہ روح تیری خوراک نہیں بلکہ چند روزہ امانت ہے۔ قالب بن تین اندھیرے ہیں۔

۱۔ ظلمتِ نفس ۲۔ ظلمۃِ دنیا ۳۔ ظلمتِ ابلیس اس کی روشنی بھی تین ہیں ۱۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
اے اللہ اس حالتِ فساد و بلا میں کوئی معبود نہیں جو حفاظت کرے میری ظلمات سے
اور بچائے مجھ کو آفات سے اور الہام فرمائے مجھے ذکر کا مگر تو ہی ۲۔ اَلْبَحۡثُ اَنْتَ پاک ہے تو
ہر کمزوری سے ۳۔ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیۡنَ۔ ظالم تو میں خود اپنے پر ہوں اگرچہ
ہر عمل کا خالق رب تعالیٰ ہے مگر کما سب خود بندہ نا سمجھ ہے۔ اس ذکرِ ربانی کی روشنی
سے یہی ظلمتوں بھری دنیا رنگ و یو کی قیدِ معراجِ روح اور مشاہدہٴ حق بنا دی جاتی ہے
اور یسیر باطن کے لیے مقامِ ثریٰ بھی عرشِ علی بن جانا ہے۔ جب ان تین نداؤں کی روشنی
میں تین ظلمتیں ختم ہو گئی۔ فَاسْتَجِیۡبۡلَہٗ وَ تَجِیۡبۡہُ مِنْ اَلْغَمِّ وَ کَذٰلِکَ
یُنۡجِیۡ الْمُؤْمِنِیۡنَ۔ تب ہم نے تین نعمتیں عطا فرما کر اُس کی دعا کو قبول فرمایا
۱۔ توفیق یا سلوک ۲۔ تیسیر یا یزیر ۳۔ ہدایت اِلٰی الْوُصُوْل۔ اور نجات دی ہم نے روح
کمال کو نقصان کے غم سے نورِ تجلیات سے حجاباتِ حطا کر مشاہدہ عطا فرمایا اور
اسی طرح تاقیامت متبعینِ انبیاء کی روح کمال کو دنیوی لغویات سے نجات دیتے
رہیں گے ایمان یقینی اور عرفانِ حقیقی کی دولتوں کے ذریعے جیسا کہ اپنے نبی یونس
کو نجات دی۔ تاکہ وہ روحِ روح کمال ایمان و تائید کے زیورِ انوار سے مزین ہو کر
عالمِ اجساد کی ظلمتوں جہانوں کے جھاڑ بھٹکاڑ والے کوڑے پھرے سے علیحدہ ہو کر
ذکرِ وحدت کا ورد کرے جس طرح کہ عالمِ انوارِ ارواح میں کرتی تھی اور اپنے رب تعالیٰ
کے اذن سے عالمِ غیب و الشہادت میں حاکم متصرف اور خلیفہٴ ربانی بن جائے
حدیثِ مقدس میں ہے کہ جو کوئی مسلمان پریشان حال مصیبت و بیماری زدہ اس
آیتِ کریمہ کا ورد کرتے ہوئے گناہوں سے بچی تو یہ کرے۔ اپنی ظالمیت کا اقرار بھی
کرے اور پھر نجات کی مناجات کرے اور التجارِ نساک تو رب تعالیٰ ضرور اُس کی
دعا قبول فرمائے گا۔ کچھ بزرگوں نے فرمایا کہ یہ آیتِ کریمہ اہم اعظم بھی ہے۔ از مندرک
حاکم و تفسیر روح البیان اس کے کچھ کلیات اس سورۃ کے فضائل و ظائف میں بھی
لکھ دئے گئے ہیں اس سورۃ میں جتنے انبیاء علیہم السلام کے اَسْمَاءِ مبارکہ بیان ہوئے
ہیں روزانہ اُن اَسْمَاءِ پاک کا گیارہ مرتبہ ورد کرنے سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ والی قوتیں مومن
مسلمان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي

اور ذکر کیجئے ذکر کیا کہ جب دعا پکاری انہوں نے اپنے رب سے کہ اے میرے رب نہ چھوڑ تو

اور ذکر کیا کہ جب اُس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے

فَرَدًّا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا

مجھ کو اکیلا اور تو ہی تمام وارثوں سے اچھا وارث ہے تب قبول کر لی ہم نے دعا اکی

اکیلا نہ چھوڑ۔ اور تو سب سے بہتر وارث تو ہم نے اس کی دعا قبول کی

لَهُ ذُو وَهْبِنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَاهُ زَوْجًا

اور بخشا ہم نے اُس کو یحییٰ اور عمران کر دیا ہم نے اس سچے اس کی بیوی کو

اور اُسے یحییٰ عطا فرمایا اور اُس کے لیے اس کی بی بی سستواری

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا

بے شک یہ سب بہت پہل کرتے رہتے تھے نیک کاموں میں

بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے

رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِي

اور ہم سے ہی دعائیں مانگتے تھے ہرزہ گری میں اور رہتے تھے وہ ہم سے مرعوب اور ڈرنے

امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گرا گڑاتے تھے اور اس عورت

أَحْصَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ

اس عورت کا جس نے محفوظ رکھا اپنی پاک دامن کو پھر ہم نے زندہ کیا اُس میں

کو جس نے اپنی ساری ننگاہیں اُس میں

marfat.com

رُوحِنَا وَجَعَلْنَهَا وَأَبْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿٩١﴾

اپنی روح کو اور بنا دیا ہم نے اُس عورت کو اور اُس کے بیٹے کو نشانِ قدرت تمام جہانوں کے لیے
اپنی روح پھونکی اور اُسے اور اُس کے بیٹے کو سارے جہان کے لیے نشان بنایا۔

تعلقات | ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔
پچھلی آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی اُن دعاؤں کی قبولیت کا ذکر
ہوا جو انہوں نے اپنی بیماریوں مصیبتوں کے لیے عرض کیا اور قبول ہوئیں۔ اب ان
آیت میں حضرت زکریا علیہم السلام کا ذکر ہو رہا ہے جنہوں نے اپنی اولاد کے لیے
دعا مانگی جو قبول ہوئی اور بارگاہِ رب کریم سے بیٹے کی خوش خبری عطا فرمائی گئی۔
دوسرا تعلق پچھلی آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کا مبارک تذکرہ ہوا۔ اب ان آیت میں
اُن کے اعمالِ صالحہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ کس عشق و محبت سے وہ پیارے بندے
اپنے رب تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے ان نیک
مردوں کا ذکر ہوا جن کو نبوت کا تاج پہنایا گیا اب ان آیت میں ان نیک پاک پاکباز
عورتوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کو نبی کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

تفسیر نحوی | وَذَكِّرْنَا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ يَٰ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا
وَ أَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَ
وَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى وَ اٰصْلَحْنَاهُ ذُوْجَهٗ۔ وَ اٰدَسِدْ جَمْلَهٗ۔ وَ ذَكِّرْنَا
اسمِ عَمَلِ عَلَم ہے اس لیے غیر منصرف ہے سریانی زبان کا لفظ ایک نبی علیہ السلام
کا نام ہے بحالت فتح ہے کیونکہ اُوْزُرُ پر شہید کا مفعول یہ ہے اِذَا اسْمِ ظرف
زمانی نَادٰی بِاَبٍ مُّفَاْعَلَةٌ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب برائے مبالغہ
مفاعلت میں آبا یعنی بہت گڑ گڑا کر بیکارنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے رَبُّہٗ
مرکب اضافی (مضاف و مضاف الیہ) مفعول یہ ہے نَادٰی کا رَبِّ۔ و راصل
سے یَا رَبِّی۔ یا حرفِ ندا مخدوف مَنُوٰی ہے مضاف ی ضمیر واحد متکلم مجرور
متصل تخفیف کے لیے حذف کر دی اور کسرہ اُس کی نشانی باقی رکھی لیکن یہ

مصدر ہنہ اصلاًح یعنی اچھا کرتا، سنوارتا، تندرست کرنا اور اصلی حالت پر لانا یہاں ہر معنی مناسب ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ کہ کی ضمیر کا مرجع ذکر کیا ہے یہ جار مجرور متعلق ہے رُوحہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے واصل تھا زور حیتہ ضمیر مذکر کے قرینے سے تخفیف کے لیے تاثر تانیث گر گئی۔ اَصْلُهَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا وَهَبْنَا کے جملے کا دونوں مل کر معطوف فَاَسْتَجَبْنَا کا سب عطف ملکر جملہ معطوف ہو کر تفصیل ہوئی ناوی کی سب مل کر اذکر کا ظرف ہے۔ اَخَعْمَدُ كَاثِدًا يُسِرُّعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَ يَدْعُونَ تَا رَغْبًا وَ تَرْهَبًا وَ كَاثِدًا لَنَا خَشَعِينَ۔ اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل ہے کیونکہ یہ فعل کے دو معمولوں پر عمل کرتا ہے اور فعل کی طرح رفع و نصب کا اعراب دیتا ہے فرق یہ ہے کہ فعل کے دونوں معمولوں کا نام فاعل مفعول ہوتا ہے اور اس کے معمولوں کا نام اسم و خبر ہے۔ یہاں سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے ایک قول میں یہ نیا جملہ نہیں بلکہ فَاَسْتَجَبْنَا کی تعلیل ہے وَ اَلْقَدْ اَعْلَمَهُ هُمُ ضَمِيرُ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ کا مرجع حضرت زکریا اور ان کے اہل خانہ بیوی اور بچی علیہم السلام ہیں ایک قول میں اس کا مرجع سابقہ مذکور انبیاء علیہم السلام ہیں وَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ مَنْصُوبٌ متصل ہے کیونکہ اسمِ اِنَّ ہے گا فَاِذَا دَعَا رُحُوْنَ بَابِ مُفَاعَلَةٍ کا فعل ماضی استمراری جمع مذکر غائب مثبت معروف مصدر ہے مُسَارِعَةً سُرْعَةً سے بنا ہے سُرْعٌ اس کا مادہ ہے بمعنی جلدی کرنا پہل کرنا۔ مُفَاعَلَةٌ میں اگر مبالغہ پیدا ہوا یعنی بہت جلدی کرنا سب سے زیادہ پہل کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے مرجع حضرت زکریا اور آپ کی بیوی بیٹا۔ فی حرف جر ظرفیہ الخیرات اسم معرفت باللام جمع مؤنث سالم کثرت بمعنی ہر قسم کا اچھا کام عمل نیکی اس کا واحد ہے خَيْرٌ مصدر اَخْوَفَ یا بَرَزَنَ یہاں حاصل مصدر جامد ہے اسی لیے جمع ہو گیا ورنہ مصدر اور ماوتے کی جمع نہیں ہو سکتی یہ جار مجرور متعلق ہے گا نُوْا یُسِرُّعُونَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ یَدْعُونَ۔ بَابِ نَصَرٍ کا فعل مضارع معروف مثبت جمع مذکر غائب بمعنی ماضی استمراری اپنے سابقہ فعل معطوف علیہ کی وجہ سے تا ضمیر جمع متکلم منصوب ہے کیونکہ مفعول یہ ہے یَدْعُونَ کا ایک قرأت میں یَدْعُوْنَ ہے جمع مذکر اور جمع متکلم کی قرآن کو آپس میں مدغم و متحد کر دیا گیا۔ بعض نے اس کو یَدْعُوْنَا پڑھا ہے جمع مذکر کی قرآن کو حذف کر کے دَعُوْا سے مشتق ہے بمعنی دعا مانگنا رَغْبًا ر اسم مفرد مصدر بمعنی خوش دلی۔

تنہا، محبت کرنا چاہنا، پسند کرنا (در غبت کرنا) نرمی ہونا، عیش و آرام ہونا یہاں ہر معنی میں
ہے واؤ عاطفہ ہے رَحِبًا اسم مفرد مصدر بمعنی ڈرنا۔ خوف زدہ ہونا مرعوب ہونا تنگ
دست ہونا۔ اسی معنی میں مجازاً استہین کر رہا گیا۔ کیونکہ غریب کے پاس تھوڑا مال ہوتا
ہے اور پہلے زمانوں غریب لوگ اپنی آستینوں میں اپنا مال چھپاتے تھے جیسے آجکل
جیب میں۔ یہ دونوں مصدر معطوف علیہ معطوف ہو کر مل رہے ہیں یَدْعُوْنَ کے فاعل کا
ان کی تین قرینیں کی گئی ہیں رَا دَعَبًا ۲ رَحِبًا ۳ دُعِبًا ۴ دُعِبًا ۵
مشہور پہلی ہے۔ یَدْعُوْنَ سب سے مل کر حملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ
گا ۱۰۔ باب نصر کا فعل ناقضہ ضم ضمیر پوشیدہ اس کا اسم لَنَا جار مجرور اس کا متعلق
خَشَعِينَ اسم فاعل جمع مذکر اس کا واحد ہے خَا شَعٌ۔ خَشَعٌ سے مشتق ہے بمعنی ہیبت
اور رعب میں آنا بجائے نصب ہے کیونکہ خبر ہے گا ۱۱ کی یہ سب مل کر حملہ فعلیہ ناقضہ
ہو کر معطوف ہوا یہ دونوں عطف مل کر معطوف گا ۱۲ یُسَارِعُوْنَ کا وہ دونوں مل کر
خبر ہے اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر حملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَ اَتَتْ اَحْصَنَتْ
فَرَجًا فَتَفَحَّطْنَا فِیْهَا مِنْ ذُوْ جَنَاحٍ جَعَلْنَا ھا وَ اَتَتْ اِلَیْہِ لِلْعَلَمِیْنَ
واؤ سر حملہ اَتَتْ اسم موصول واحد مؤنث یہ ہمیشہ درمیانِ کلام میں آتا ہے یہاں بھی درمیان
کلام ہے کیونکہ اس سے پہلے اُذْکُرْ فعل امر پوشیدہ ہے اَحْصَنَتْ باب افعال کا
فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد مؤنث غائب مصدر ہے اَحْصَنَ اَحْصَنٌ
سے بنا ہے بمعنی حفاظت کرتا۔ قید میں کرتا۔ قید سے آزاد کرنا۔ پاک ہونا عورت
کا کنوارہ رہنا یہاں اسی معنی میں ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع اَتَتْ
ہے فَرَجٌ اسم مفرد جامد بمعنی شرم گاہ عورت و مرد کی لغوی ترجمہ ہے کثا وہ جگہ اس
کی جمع ہے فُرُوجٌ۔ مصدری معنی ہے بھاڑنا، سوراخ کرنا۔ یہ مضاف ہے ھا
ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے اَحْصَنَتْ
کا سب مل کر حملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ تفضیلیہ بمعنی ثُمَّ ترا خبیہ
نَفَحْنَا۔ باب نصر کا ماضی مطلق جمع تنکیم نَفَحْنَا سے مشتق ہے بمعنی بھونک مارنا یہاں
مراد ہے ڈالنا زندہ کرتا فی جاتہ ظرفیہ مکانیہ ھا ضمیر کا مرجع اَتَتْ یہ جار مجرور
متعلق اَقْل ہے مِنْ رُوحًا یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق دوم ہے نَفَحْنَا کا سب

مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے تَنْفِخُنَا کے حملہ پر دونوں عطف مل کر معطوف علیہ ہے
 واو عاطفہ جَعَلْنَا بابِ نَفْحِ کا ماضی مطلق جمع متکلم حاضیر واحد مؤنث معطوف علیہ واو
 عاطفہ اِنَّ اسم مفرد جامد بمعنی وہ بیٹا جو اپنی پرورش میں ہو مصاف ہے حاضیر مصاف ایسہ یہ
 مرکب اضافی معطوف ہے دونوں مل کر مفعول یہ اَوَّلُ ہوا اِیۃ، اہم مؤنث لفظ واحد ہے اس کی
 جمع آیت ہے یہ تنوین تعلیمی ہے بمعنی بڑی مراد ہے قدرت کی بڑی نشانی یہ مفعول یہ
 دوم لِلْعَالَمِیْنَ یہ جار مجرور متعلق ہے جَعَلْنَا کا۔ جَعَلْنَا متعدی بدو مفعول اپنے قائل دونوں
 مفعولوں اور متعلق سے مل کر حملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے سب عطف مل کر عطف تفصیلی ہے
 اَخَصَّنْتُ کا وہ سب حملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّتِی کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول یہ ہے اَذْکُرُ
 پر شیدہ کا۔ سب مل کر حملہ فعلیہ انشا ئیہ ہو گیا۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ
 تَفْسِيرُ عَالَمَانَهُ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ

يَحْيَىٰ وَآصَلَحْنَاهُ ذُوْجَهُ۔ اور تذکرہ فرمائیے اسے محبوب دنیا میں مبلغ
 اعظم آخرت میں گواہ اعظم بن کر ہمارے نبی زکریا کا تاکہ تمام انسانوں کو سچے حالات کا پتہ
 لگے اور یہود نصارا کی لغویات کا پردہ فاش ہو۔ وہ واقعہ سنائیے جب حضرت زکریا
 نے ایک مکتبیا نہ متاحات میں اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب کریم مجھ کو اس
 دنیا میں اکیلا بے وارث بے اولاد نہ چھوڑ بلکہ دینیوی وارث بھی عطا فرما جو
 میری وراثت نبوت علیمت روحانیت کا منصب نبیہاں سکے۔ اور یہ تو میرا
 یقین صادق و ایمان کامل پہلے ہی ہے کہ تو تمام وارثوں سے اچھا وارث اور
 بہترین محافظ تو ہی ہے۔ اس لیے کہ وہ فانی ہیں تو باقی ہے وہ بیت ہیں تو حئی
 ہے۔ وہ عارضی محافظ ہیں تو دائمی محافظ۔ وہ مجازی ہیں تو حقیقی ہے۔ وہ صرف
 ظاہر کے محافظ تو ظاہر و باطن کا محافظ۔ وہ صرف مال کے محافظ تو مال و اسباب
 ذات و صفات کا محافظ۔ وہ صرف بعد موت وارث تو بندوں کا موت و حیات
 میں وارث۔ وہ صرف حاضر حالات میں وارث تو حاضر و غائب میں وارث وہ ناقص
 وارث تو کامل وارث۔ وہ لے کر وارث تو دے کر وارث وہ صرف اپنی قرابت کے
 وارث ہیں تو اپنی تمام خلقت کا وارث۔ وہ صرف میرا وارث ہوگا مگر تو تمام کائنات

کافایت۔ وہ میری امانت کا وارث ہوگا تو میری حفاظت کا وارث ہے۔ لہذا۔ وَ اَنْتَ
خَیْبُ الدَّارِ ثِنِینَ۔ تو ہی سب وارثوں سے اچھا وارث ہے۔ میری حفاظت
کے ہوتے ہوئے مجھے کسی دوسرے محافظ کی ضرورت نہیں، وارث تو تو ہی کافی ہے
مجھ کو تو صرف جانشین چاہئے جو میری نبوت۔ تبلیغ، تدریس، تعلیم و تربیت قوم
میں میری جگہ، میرا مصلح، میری مسجد، میرا منبر، منجھال سکے اور ان کا حق ادا کر سکے
صرف قابض ہی نہ بنے۔ مجھے اپنی موجودہ قوم اپنی برادری رشتے داروں میں کوئی بھی
اس صلاحیت، لیاقت، اہلیت، قابلیت کا نظر نہیں آتا۔ اس لیے مجھ کو میری اولاد
عطا فرما۔ اگرچہ میں بوڑھا ہوں شیخ فانی کی عمر کو پہنچ گیا ہوں ابھی تک لا ولد ہوں میری
بیوی اب بوڑھی بھی ہے اور شروع سے ہا بچھ بھی ظاہر آتو نہ میں اس قوت والا رہا نہ
میری بیوی۔ مگر اے میرے رب بے موسم پھل دینے کی قدرتوں والے مجھ بوڑھے بے
موسم کو بھی اولاد کا ایک ہی پھل عطا فرما دے۔ کَاَسْتَجِبْنَا کَ۔ جب ہمارے
زکریا نے ہماری بارگاہ میں اپنی یہ عظیم دعا اَلْکَلَامُ مَا قُلْنَا وَ اَلِی النِّجَاعِ عَرَضَ
ہم نے ان کے لیے اس خواہش کو جلدی ہی قبول فرمایا کیونکہ ہم اپنے انبیاء کی
ہر دعا قبول فرما لیتے ہیں خواہ وہ دعا موسمی ہو یا بے موسمی ظاہری ہو یا باطنی،
خفیہ ہو یا علانیہ، متاجات میں ہو یا سکامات میں اور اس قبولیت میں خاص اپنی
قدرت و حکمت سے ایک اچھی مبارک حیات والا بچہ بطور عطیہ ربانی بخش
دیا اور اس عطا کے لیے اُن کی بوڑھی اور پیدائشی با نچھ بیوی کو ہم نے اولاد کی
صلاحیت والا بنادیا۔ اس طرح کہ خاوند بوڑھا ہی رہا مگر ایک بیٹے کا لطف اُن
میں پیدا کر دیا گیا جس سے وہ قابل زوجیت ہو گیا۔ اور بیوی بھی اسی طرح
بوڑھی ہی رہی صرف رحم کی خشکی دور کر دی گئی جو با نچھ پن کا سبب تھا۔ با نچھ
پن دور ہو گیا اور صدر مادری میں بیضہ ولادت پیدا کر دیا گیا۔ ہم اپنے تمام
انبیاء و رسل کی ہر دعا اس لیے بھی قبول فرما لیتے ہیں کہ وہ ہمارے پیارے معزز
و معظم بندے ہر نیکی و خیرات کو بغیر کسی سستی و غفلت کے فوراً ادا کر لیتے ہیں نہ
تغیر شس کرتے ہیں نہ غلطی نہ بے وقتی کرتے ہیں نہ بعد وقتی اور دوسری خوبی یہ
یہ کہ اپنے ہر دینی دنیوی چھوٹے بڑے ذاتی صفاتی خیر خیراتی اقوال و اعمال افکار و

اسباب ہیں ہم سے بھی دعائیں مانگتے ہیں۔ اُن دعاؤں کی شان یہ ہوتی ہے کہ ہم پر کامل یقین کی رغبت اور خوشی کے ساتھ اور انگسار و عجز کی رہبت کے ساتھ زبان نبوت سے ادا ہوتی ہیں۔ ان میں ہمارے جمال کی رغبت ہوتی ہے اور ہمارے جلال کی رغبت۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ قیاماً دعا رغبت ہے نعوذاً دعا رہبت ہے سینے تک ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیاں جوڑ کر دعا مانگنا رغبت ہے اور ہاتھ بشکل سجدہ زمین پر رکھ کر سجدے میں رب تعالیٰ سے دعا مانگنا رہبت ہے اور ہمارے ہم انبیاء و مرسلین اتنی رغبت محبوبیت اور رحمت و معیت کے باوجود۔ **كَانُوا لَنَا خُشِعِينَ** ہمارے قرب حضورِ می میں کمال خشیت سے رہنے والے ہیں۔ ہماری رغبت اُن کے کلاموں میں۔ رہبت ان کی دعاؤں میں اور خشیت اُن کی اداؤں میں ہوتی ہے۔ کیونکہ رغبت زبان میں اور رُحبت عقل میں خشیت قلب میں ہوتی ہے رغبت چہرے کی بشارت میں رہبت بدن کی نھر تھراہٹ میں اور خشیت سینے کی حرارت میں ہوتی ہے، اور اسی طرح رغبت صبر میں ہوتی ہے۔ رہبت شکر میں خشیت فکر میں ہوتی ہے رغبت طریقت میں، رُحبت شریعت میں خشیت معرفت میں ہوتی ہے۔ رغبت خلیل ہے رہبت کلیم ہے اور خشیت حبیب ہے، غرض کہ تمام انبیاء کا خلاصہ حیات مقدسہ یہی تین چیزیں ہیں۔ یہی تعلیم انبیاء ہے یہی تبلیغ اور یہی تربیت ہے۔ یہی ریاضتِ عظیم عبادتِ کریم اور سعادتِ قدیم ہے۔ رغبت کی تین کیفیات ہوتی ہیں رُحبت فیہ رُغبت الیہ رُغبت عنہ۔ اگر بندے کو اپنے ارادے کی طلب کثیر ہو تو رُغبت فیہ ہے اگر طلب اور خواہش پیہم اور مسلسل ہو تو رُغبت الیہ ہے اور اگر بے توجہی عدم دلچسپی ہو تو رُغبت عنہ ہے یعنی بے رغبتی ہے۔ اسی لیے دعا میں رغبت فیہ اور التجا میں رغبت الیہ چاہیے نہ ہی قبول ہوتی ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی چار سورتوں کی اٹھارہ آیتوں میں کیا گیا جن میں آپ کی شان کے مختلف پہلو بیان فرمائے گئے۔ مثلاً پہلی سورۃ آل عمران از آیت ۴۱ تا آیت ۴۴ ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں فرمائی گئیں۔ اول کفالتِ مریم دوم حضرت مریم کے پاس بے موعے بھل دیکھ کر اپنے بے بیٹھے کی دعا مانگنا سوم آپ کو ملائکہ کی بشارت

فرزند۔ چہارم بیٹے کی شان نام اور نبوت و عظمت کا ذکر پنجم۔ ولادت فرزند کے بارے میں آپ کا رب تعالیٰ سے سوال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ششم، ظہورِ بشارات کی علامات کا ذکر۔ دوسری سورۃ انعام کی آیت ۱۵۱ میں چار انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ کا اسم مبارک بھی ہے۔ اور صالحین میں سے ہونے کا ذکر۔ سوم سورۃ مریم کی دس آیتوں میں از م تا م میں ان ہی چھ باتوں کا ذکر ہے چہ سورۃ آل عمران میں گزریں۔ صرف فرق یہ کہ وہاں ابتدا کی طرف اشارہ تھا یہاں انتہا اور تکمیل کا ذکر مزید یہاں عُبُد کا اعزاز بخشا گیا جو نبوت کا سب سے بڑا اعزاز ہے اور آپ کی دعا اور اولاد کو نداء خفیا فرما کر تین چیزیں واقع فرمائی گئیں ہیں۔ دعا کا طریقہ دعا کا مقام دعا کا وقت یعنی یہ دعا مناجات تھی خلوت میں آہستہ رات کے وقت مانگی گئی۔ چوتھی یہ سورۃ انبیاء کی آیت ۱۵۱ تا ۱۵۲ دو آیتوں میں تین باتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ بیٹے کی طلب دعا بشارت فرزند ملنے کا ذکر۔ بوڑھی اور بانجھ بیوی کے قابل اولاد ہونے کا ذکر۔ ان چار سورتوں میں سات بار آپ کا نام مبارک آیا۔ آل عمران میں تین بار سورۃ مریم میں دو بار۔ انعام میں ایک بار۔ سورۃ انبیاء میں ایک بار۔ زکریا علیہ السلام کی پوری زندگی مبارک کے حالات میں سے قرآن مجید میں صرف آپ کے بڑھاپے کا ہی زیادہ تذکرہ ہے اور اسی تذکرے کا حکم دیا گیا کہ آپ سخت ترین بوڑھے ناقابل اولاد ہو گئے۔ اس عمر میں آپ نے اپنی بھانجی مریم کو گود لیا۔ اور کفالت فرمائی۔ بڑھاپے کا نقشہ اس طرح بیان فرمایا گیا۔ وَاشْتَغَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا۔ اور وَهَنَ الْعَظْمُ یعنی مترنک ضعیفی بھر گئی ہڈیاں بھی ٹوٹ گئیں۔ اعصاب کی کمزوری تو اس سے بھی زیادہ ہو گئی، اور جب مریم جوان ہوتی ہیں تو آپ اُن کے پاس کھڑے ہو کر بیٹے کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ هُنَا لَكَ دَعَاؤُكَ كَمَا دَعَيْتَ اَنْ بَاتُونَ كَے ذکر میں اور حکمتوں کے علاوہ غالباً یہ حکمت بھی ہے کہ یہودیوں نے حضرت زکریا پر نہایت لگائی تھی کیونکہ وہ خلوت میں مریم کے پاس جاتا ہے اور اور اسی لئے آپ کو جنگل میں شہید کر دیا۔ بد بختوں نے یہ نہ سوچا کہ کہاں تیرہ سالہ چھوٹی بچی اور کہاں ایک نوایس سال کا گھر بار بیوی والا بوڑھا جواب اتنا بوڑھا کہ وَهَنَ الْعَظْمُ وَاشْتَغَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا ہو چکا ہے جس کی ہڈیاں پٹھے تک خشک اور ڈھیلے ہو گئے سر سے ہر تنک بڑھاپا پھوٹا پڑ رہا ہے۔ وہ بھلا

کیا کر سکتا ہے اپنی اولاد ہی نہیں ہو سکتی۔ اسے عقل کے اندھو اس سے تہمت لگا رہے ہو اور نیک پاک باز اتنا کہ پورا معاشرہ جس کی ہمہ وقتی عبادت ریاضت تسبیح و حمد خوانی سے معطر و متور ہے۔ دراصل زکریا علیہ السلام کے ان ہی حالات۔ واقعات کیفیت کا ذکر کرنا خُبشاً و یہود اور ان کی تالمود۔ بائبل کی یکوا سیات کا رد فرما کر اصل حقیقت اور شان رسالت ظاہر و مشہور فرمان ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا علیہ اور نسب نامہ

زکریا علیہ السلام ابن اؤن دیادان یا لدن یا اُشْبہ، مختلف کتب تاریخ نے آپ کے والد کے نام میں یہ چار مختلف اقوال ذکر کئے ہیں، ابن جریر ابن مسلم ابن صدوق ابن جشان ابن داؤد ابن سلمان ابن سلم ابن صدیقہ ابن جریر ابن کلعاط ابن مامور ابن شلوم ابن ہفاشا ابن اینا من ابن رجاء ابن سلیمان علیہ السلام ابن داؤد علیہ السلام از تاریخ ابن کثیر جلد دوم ص ۴۲، آپ نسل داؤدی سے بنی اسرائیل تھے۔ اور بیت المقدس کے منتظم اور خانقاہ صوفی جس کو عبرانی میں کاہن عربی میں مجاور کہا جاتا ہے لیکن نجوی جویش کو بھی عبرانی میں کاہن کہا جاتا تھا۔ آپ کی بیوی محترمہ کا نام ایشباع تھا بعض نے ایشاع لکھا ہے مگر موجودہ یہود و نصاریٰ اس لفظ کو بگاڑ کر ایلزیمہ کہتے ہیں جیسے کہ داؤد کو ڈیوڈ موسیٰ کو موزیز عیسیٰ کو جیزز سے بگاڑ دیا۔ حضرت ایشباع بہت بڑی ولیہ کاملہ عابدہ زاہدہ نیک متقی تھیں بنی اسرائیل میں سے حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ حضرت ایشباع اور حضرت مریم کی والدہ ختمہ دونوں سگی بہنیں تھیں عمران کی بیٹیاں ایشباع کی عمر دعاء فرزند کے وقت تینا نوے سال تھی بعض نے کہا ہے کہ ستر سال تھی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مشکوٰۃ شریف باب ذکر انبیاء فصل اول ص ۵۹ میں بحوالہ مسلم، ابن ماجہ اور مسند احمد۔ ایک حدیث مقدسہ ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكْرِيَّا نَجَّادًا۔ یعنی حضرت زکریا بڑھی (زرخان) تھے۔ اور دروازے کھڑکیاں پٹری پٹلے چار پائیاں بنا کر بیچا کرتے تھے آپ نے کبھی کوئی پیسہ جمع نہ کیا گھر بھر خرچہ سے جو بچتا روز کے روز خیرات کر دیتے۔ یُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ میں اس طرف بھی اشارہ ہے دوسرے دن

کے لیے بھی کچھ نہ رکھتے آپ کا آبائی گھر تین کمروں پر مشتمل بالکل بیت المقدس کے ساتھ تھا آپ کے معمولات اس طرح تھے کہ آدمی رات سے اپنی عبادت شروع فرماتے بعد طلوع آفتاب بیت المقدس کے انتظامات اور ذمہ داریاں منتقلیں کرتا تے پھرتے پھر دوپہر تک اپنی چیزیں بناتے پھلے پھر بعد قیلولہ تبلیغ کے لیے نکلے غروب آفتاب تک بعد مغرب بیت المقدس میں لوگوں کے ساتھ تقریباً دو ساعت عبادت فرماتے آپ کی شریعت میں صرف مغرب نماز فرض تھی۔ پھر گھر آکر چھ ساعت آرام فرماتے ایک دن چیزیں بناتے دوسرے دن بیعتے۔ آپ کی عمر میں چھ قول ہیں ملا آپ کی عمر دعاء فرزند کے وقت اکتیر سال تھی ملا نوٹے سال تھی ملا بارہ سال تھی ملا سو سال تھی یہ ایک سو بیس سال تھی یہ قول درست ہے کیونکہ روایت سے ثابت ہے ملا آپ کی کل عمر ایک سو پچھتر سال ہوئی ولادت یحییٰ علیہ السلام سے تین دن پہلے آپ کی زبان دنیوی کلام بولنے سے بند ہو گئی تھی لیکن عبادت کے الفاظ بالکل درست ادا ہو سکتے تھے یہ حصرسانی قدرتی نشانی تھی نہ کہ بیماری ولادت کے بعد یہ رکاوٹ ختم ہو گئی۔ بعض جھلانے لکھا کہ آپ کی زبان میں خرس یعنی گونگے پن کی بیماری پیدا ہو گئی تھی مگر یہ غلط ہے کیونکہ گونگا تو کچھ بھی زبان سے نہیں پڑھ سکتا آپ کا تین دن تک نہ بولنا خرس نہ تھا بلکہ حصر تھا۔ کتب سیر میں آپ کا حلیہ شریف اس طرح لکھا ہے کہ آپ بچپن سے ہی دبیلے پتلے باریک ہڈی والے تھے لمبا قد رنگ سفید زردی مائل آنکھیں سیاہ بڑی بڑی بینی مبارک اونچی بال مضبوط اور موٹے گھٹنے زلفیں کانوں تک رکھتے دائرہ منقش گھنی تھی چار انگلی برابر رکھتے تھے نہ کم نہ زیادہ دائرہ منقش کا چار انگلی برابر رکھنا تمام انبیاء کی سنت ہے علیہم السلام بڑھاپے میں آپ کی کمر جھک گئی تھی غالباً وَ هَتَّ الْأَعْظُمُ کَاثَرُ تھا انبیاء میں صرف آپ کی کمر جھکی تھی۔ وَ اسْتَعَلَ الرَّأْسُ کَا مَعْنٰی ہے کہ آپ کے تمام بال بالکل سفید ہو گئے تھے چاندی کی طرح چمک دار دودھ کی طرح سفید تھے سر دائرہ منقش پلکیں مہنویں سب اسی طرح سفید۔ چہرے پر بارعب وجابت مکھڑا حسن مکھ اکثر غمزہ بہتے عشق الہی میں آنکھیں تر رہتیں یاد الہی میں زبان جاری رہتی بہت کم سخن ہمیشہ آہستہ آہستہ بولتے سینے مبارک پر تھوڑے تھوڑے سفید بال۔ اکثر سبز رنگ کی ٹوپی پہنتے اور سفید رنگ کا اونٹنی جیہ پہنا کرتے۔ آپ کے ہی پرانے جتنے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے تا عمر پہنے۔ حضرت یحییٰ کا قد بھی اپنے والد

کے برابر ہو گیا تھا۔ اور اسی طرح خوب صورت جسم و جاہت والا چہرہ، حضرت زکریا جوحی میں گھنٹے میں صرف ایک روٹی تناول فرماتے۔ آپ کے جسم میں قدرتی خوشبویں یہ قدرتی خوشبو درجہ بدرجہ کم و بیش ہر نبی کے جسم میں ہوتی ہے علیہم السلام۔ فرمایا مفتی امین الدین بدایونی علیہ الرحمۃ نے کہ دنیا کے خوشبودار پھول انبیاء کرام کے پسینوں سے پیدا کئے گئے۔ واللہ اعلم۔ آقا کاٹنات صنور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس اور پسینے مبارکہ معطرہ کی خوشبو تو ان سب سے کثیر و عظیم ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ آپ جس گلی سے گزر جاتے وہاں کے درود یوار معطر ہو جاتے۔ یہ تھے سورۃ انبیاء میں انبیاء علیہم السلام کے شان و عظمت والے حالات کے تذکرے۔ وَالَّتِي أَحْصَتْ قُرْآنَ جَعْلًا
فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ۔ اور اس نیک و پاکیزہ بی بی کا بھی سچا حال صحیح مقال بیان فرما دیکھے جس نے اپنی ظاہری باطنی فزح کی بہت اچھی طرح حفاظت فرمائی اور اپنے رحم کو خلی نبوت کے لیے پاکیزہ رکھا محفوظ بنایا اور اس طرح نبی کی والدہ بننے کا شرف حاصل کیا اور کاٹنات عالم میں انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کی طہارت، دیانت، مات اور ایمان کا حسین نقشہ بنا دیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ماہیں اسی طرح شرک کفر بے دینی۔ گمراہی فسق و گناہ۔ بغاوت۔ فحاشی، اور ہر قسم کی برائیوں کے ارتکاب سے پاکیزہ اور اپنے آپ کو بچائے رکھنے والی ہوتی ہیں۔ ان کے دامن ہمت عصمت و طہارت سے تو حوران بہشتی برکتیں حاصل کرتی ہیں نہ کوئی کافر انکا خاوند بن سکتا ہے نہ بدکار و فاسق۔ جب اس پاکیزہ بی بی نے اپنی حفاظت قائم رکھی تب ہم نے اس طاہرہ۔ مطہرہ، عابدہ زابدہ نفیسہ بتولہ عورت کے پاکیزہ باطن میں اپنی روح نبوت کو بھونک دیا جو قدست الہی سے مجسم زندہ ہو کر اس کا بیٹا کہلایا۔ روح پھونکنے کا معنی ہے زندگی بخشنا۔ اور ہم نے اس بی بی کو اور اس نمونہ قدرت والے خصوصی منفرد بیٹے کو تمام جہانوں کے لیے ایک عظیم تر نشانی مخلوق بنا دیا۔ کیونکہ بلا خاوند کے اس طرح بغیر نطفہ پوری کاٹنات کے لیے قدرت کا بے مثال نمونہ ہے۔ جنم دینے والی والدہ بھی اور جنم لینے والا بیٹا بھی۔ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار فلسطین کے ایک شہر اریحا میں ہے۔ اور اس کے قریب ایک چھوٹی کفر بُرئیک بستی میں لوط علیہ السلام کا مزار اقدس ہے یہ علاقے اب اسرائیلی حکومت میں ہیں۔ ان آیت میں مفسرین کے

اقوال مختلف مکرر اُصلحنا کہ میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ ہم نے ان کی بیوی کا ان کے لیے
 بانجھ پن ختم کر کے اُس کو قابل اولاد بنا دیا۔ دوم یہ کہ وہ بیوی بہت بد اخلاق تھی ہم نے
 حسن اخلاق والا بنا دیا مگر یہ قول بالکل غلط اور جاہلانہ ہے اور حضرت ایشباع رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا کی گستاخی ہے کسی جاہل نے یہ گستاخی بنائی ہے اور کتنی بُری حرکت ہے کہ صرف
 اپنی نا فہمی کم عقلی کی بنا پر بلا دلیل بلا اشارہ کنا یہ خواہ مخواہ ایک نیک پاک ولیہ نبی کی بیوی
 جو تقریباً اسی سال صحبت نبوت سے سرفراز ہونے والی پاکیزہ عورت کو بک اخلاق کہہ دیا نہ
 آیت کا سیاق دیکھا نہ سیاق نہ لفظ کہ پر غور کیا پھر اسی جاہل سے کہ اُسی سال
 بعد اب اخلاق کی اصلاح کرنیکی ضرورت پیش آئی اور وہ بھی صرف لہذا، حضرت زکریا کے لیے
 اور کیا قبولیت دعا کے وقت ہی بد اخلاق کی اصلاح ضروری تھی پہلے نہ تھی۔ کتنی ظاہر
 بات ہے کہ بچے کی بشارت ہے بیوی بانجھ اور بوڑھی ہے اس وقت تو بانجھ پن
 کی اصلاح ضروری تھی زکریا علیہ السلام بھی اسی بیماری کا بار بار ذکر عرض کر رہے ہیں۔ لہذا
 اُصلحنا کہ فقط ان کے لیے ہے کیونکہ انہوں نے دعا کی تھی یہ معنی کم سے کم عقل والے کو
 بھی سمجھ آنے والا ہے۔ لیکن تخریب کاروں کی تخریب کاری کو دیکھئے کہ قرآن کریم کے
 اتنے صاف کلام کو بھی اختلافی آجھنوں میں پھنسا دیا تو اسلام و قرآن کے دیگر مسائل
 ان کی بد نظرتی سے کب بچ سکتے ہیں اسی اندھی تخریب کاری سے بچنے کے لیے فقہاء
 اسلام نے ایک ضابطہ مقرر فرما دیا کہ جس مسئلے اور معنی میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہوگا
 فقط اُسی کو اختلافی مسئلہ کہا جائے گا۔ لیکن جس میں ان چار ائمہ کا اتفاق ہوگا وہ
 تاقیامت متفق علیہ ہوگا۔ ورنہ جاہل لوگوں سے تو اسلام کا کوئی مسئلہ بھی سلامت
 نہ رہا، ہر کم عقل قلم سے کر دوڑا پھر رہا ہے اور یہودہ اقوال کے نشتر چلا رہا ہے
 اسی تخریب کاری سے نئے نئے فرقے جنم لیتے ہیں اور ہر باطل کو ان اقوال جاہلانہ
 سے سہارا مل جاتا ہے بلکہ اس گندی بھر مار سے ہر مسلمان پریشان اور الجھا ہوا ہے
 فقہاء احناف نے تو امام اعظم کے قول کے ہوتے ہوئے امام محمد اور امام یوسف
 کے قول کو بھی متروک کر دیا ہے دیکھو فتاویٰ ثانی جلد اول مسئلہ عبادت
 کا ہو یا وراثت کا قضا کا ہو یا طلاق و نکاح کا۔ اس لیے کہ اگرچہ ان شاگردوں
 نے اپنے استاد سے تقریباً ہر مسئلے میں اختلاف تو کیا مگر دلائل سخت کمزور

خاص کر امام محمد صاحب کے دلائل تو نہایت کمزور ہوتے ہیں۔ بہر حال حضرت ایشباع کی بد اخلاق کا ذکر کہیں نہیں ملتا اس لیے یہ قول مردود ہے ۱۲ اَلْأَعْمٰی کَا نَدَا کے مزاج میں دو قول ایک یہ کہ تمام انبیاء مراد ہیں۔ دوم یہ کہ صرف حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت ایشباع علیہم السلام مراد ہیں ۱۳ رَغَبًا کی قرئت میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ رَغَبًا ہے بمعنی رَاغِبٌ صیغہ راجعہ دوم یہ رَغَبًا ہے رَاغِبٌ کی جمع جیسے خادم کی جمع خِدَم بھی ہوتی ہے یعنی رَاغِبِینِ سوم یہ کہ یہ رَغَبًا ہے مصدر مفعول مطلق اس کا فعل پوشیدہ ہے ۱۴ رَحَبًا میں بھی تین قرئتیں ہیں انہی تین معنوں میں مگر رَغَبًا کی پہلی قرئت مشہور ہے اور رَحَبًا کی تیسری قرئت ۱۵ اَحْصَنَتْ میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا معنی ہے حرام و حلال سے اپنے آپ کو کٹوا رہ رکھ کر اپنی فرج کی حفاظت کی یہاں یہی قول درست ہے دوم یہ کہ اَحْصَنَتْ میں معنی ہے حرام سے اپنی فرج کو بچا یا۔ اس لیے کہ شادی شدہ پاکیزہ عورت کو بھی محضہ کہا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ نور میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رب تعالیٰ نے محضہ فرمایا حالانکہ آپ کنواری نہ تھیں۔ سوم یہ کہ اَحْصَنَتْ کا معنی ہے جبریل سے اپنے آپ کو بچا یا جب تک کہ نہ پہچانا تھا مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ یہاں قرَجًا ہے نہ کہ نَفْسًا۔ ۱۶ قرَجًا میں دو قول ہیں ایک یہ کہ فرج سے مراد شرم گاہ ہے دوم یہ کہ فرج سے مراد گریبان ہے ۱۷ فَتَقَحَّطًا میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کا معنی ہے منہ سے بھونک مارنا دم کرنا اور جبریل کے فعل کو اپنی طرف نسبت فرمائی۔ دوم یہ کہ اس کا معنی ہے زندگی بخشنا اور اللہ تعالیٰ کا فعل ہی مراد ہے جیسے کہ آدم علیہ السلام کے لیے ارشاد باری تعالیٰ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ۝ بِالْعَلَمِيْنَ دو قول ایک یہ کہ تمام جہانوں سے مراد تمام مخلوق ارضی و سماواتی ہے یہی قول درست ہے بلا وجہ توڑ موڑ جائز نہیں دوم یہ کہ تمام جہانوں سے مراد صرف عالم انسانیت ہے مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ بلا دلیل ہے ۱۸ اِن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ مقبول فائدے | الدُّعَا ہونے کے لیے یہ شرط لازمی ہے کہ بندہ ہر دینی و دنیوی کام میں فقط انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی حیات طیبہ کا خلاصہ تین چیزوں میں بیان فرمایا گیا پہلی خَيْرٌ يُّرْعَوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ یعنی ہر

نیکی میں جلدی اور پابندی، دوسری چیز۔ رغبت اور رحمت سے دعا مانگنا۔ تیسری چیز حضور بارگاہ میں خشیت الہی۔ یہ فائدہ۔ فَاسْتَجِبْنَا۔ فرمانے کے بعد انبیاء علیہم السلام کی شان میں یہ تین چیزیں بیان فرمانے سے حاصل ہوا اور تمام مسلمانوں کو بتایا اور سمجھایا جا رہا ہے کہ چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ہر دینی و دنیوی قول و عمل رائے مشورے کی یہی شان و کیفیت تھی۔ اسی لیے ان کی ہر عادت عبادت کی اتباع ضروری اور مفید ہے قرآن مجید میں ان چیزوں کے تذکرے فرمانے کا مقصد بھی یہ ہے۔ دوسرا فائدہ اس سورۃ میں رب تعالیٰ نے انبیاء کی تقریباً اکیس بے مثال قوتیں اور خصوصی شانیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک شان ان آیت میں یہ بیان فرمائی گئی کہ ان پاکیزہ ہستیوں کو قرب بارگاہ کا وہ اعزاز حاصل ہے کہ جب چاہیں جو چاہیں اپنے لیے دعا مانگیں قبول ہوتی ہے کبھی نامنظور نہیں اگرچہ وہ دعا قانون فطرت کے خلاف ہو انبیاء علیہم السلام کی خوشنودی کے لیے قانون چھوڑ کر قدرت کا کرشمہ دکھا دیا جاتا ہے۔ یہ فائدہ فَاسْتَجِبْنَا کہ اور اَصْلَحْنَا کہ زُوحَہ۔ فرمانے حاصل ہوا کہ دیکھو خلقت انسانیت کے لیے یہ قانون چھوڑ کر انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی کتنا ہی بڑے مرتبے والا ہو وہ اگر کبھی اس قسم کی دعا مانگے تو کبھی قبول نہ ہو۔ نہ کوئی سابقہ مشاہدہ ہی ہے۔ مگر جب ایک نبی زکریا علیہ السلام نے ایسی خلاف قانون دعا مانگی تو بھی رب تعالیٰ نے رُوئے فرمائی قانون توڑ دیا ان کے لیے بُحَّانَ اللہ وَبِحْدِہ۔ تیسرا فائدہ کسی بھی نبی علیہ السلام کی والدہ کافرہ فاسقہ نہ ہوتی نہ ہو سکتی ہے اس کی وجہ یہ کہ اس والدہ کے جسم میں نبوت کا نور اور نبی کا وجود رکھا جاتا ہے۔ نبی کے وجود کی شان تو یہ ہے کہ جس قبر اور جس مٹی میں رکھا جائے وہ بَارِکَاتُ حَوْکَہ کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے تو جس رحم میں امانت رکھنا ہو وہ کسی گندگی سے پلید کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ کفر و شرک سب سے بڑی نجاستِ خلیفہ ہے۔ چنانچہ سورۃ توبہ آیت ۲۵ میں ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ اور دوسری جگہ سورۃ حج آیت ۳ میں ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ۔ یعنی بتوں کی گندگی سے بچو۔ دوسری وجہ یہ کہ والدہ کا ادب کرنا نبی پر بھی لازم ہے لیکن کافرہ کا ادب کرنا گناہ عظیم ہے۔ یہ فائدہ۔ سورۃ انبیاء میں والدہ عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے تذکرے اور اَتَتْ اَحْمَنَتْ کَرُجَهَا

کے بعد۔ فَتَفَخَّنَا فِيهَا کی فاء ترتیب سے ماضی ہوا یعنی وہ عورت جس نے اپنی فرج کو ہر قسم کی گندگی سے بچائے رکھا تب ہم نے اس میں اپنی روح کو زندگی بخشی گویا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم اس میں اپنی روح کی امانت بھی نہ رکھتے۔ سورۃ انبیاء میں ایک غیر نبی شخصیت کے ذکر کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی والدات کی شانِ طہارت و عظمتِ ایان بیان فرمائی جائے اور دنیا میں نبی کی پہلی جائے رہائش کا بیان ہوتا ہے ہوا کہ اس سورۃ میں تذکرہ مریم بھی نبوت کی ہی ایک خدا داد شان کا بیان و اظہار ہے اور یہ کہ کافرہ عورت نبی کی والدہ نہیں ہو سکتی اگرچہ نبی کی بیوی بن گئی ہو جیسے کہ حضرت زور علیہ السلام کی دوسری بیوی کافرہ تھی اس لیے ایک کافر بیٹے کو ہی جہنم دے سکی لوط علیہ السلام کی بیوی جو قوی حیثیت میں سرشار ہو کر اپنے قاوند نبی کی مخالفت کی وجہ آخری عمر میں کافرہ ہو گئی تھی یہ دونوں عورتیں نبی تو درکنار کسی ولی اللہ کو بھی جہنم نہ دے سکیں اس لیے کہ بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں اور لَا تُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ عِبَادِنَا سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عطا میں سب انبیاء پر یکساں ہیں اگرچہ قربِ حضوری کی فضیلت میں۔ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ کی تفسیر ہے کہ کوئی صفی کوئی نجی کوئی خلیل کوئی ذریعہ کوئی کلیم کوئی مسیح کوئی حبیب ہے۔ کَلَّا بَارَكْنَا حَوْلَهَا لِلْعَلَمِينَ کوئی آیۃٌ لِلْعَالَمِينَ اور کوئی رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ محققین کے نزدیک اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ میں ہر قسم کے کافر مراد ہیں اس لیے ظاہراً اگرچہ کفر عام ہے شرک سے مگر حقیقتاً ہر کفر میں شرک داخل ہے یہودی ہویا عیسائی ہندو ہوں یا مرزائی۔ سکھ ہویا دہریہ، اگرچہ اپنے منہ سے خود کو موحّد کہتے پھر میں کیونکہ شرک نام ہے اللہ کی طرف کس جھوٹی بات کی نسبت کرنا۔ وہ جھوٹی بات اولاد کی نسبت ہو یا بہت سے الہوں کی یا جھوٹی نبوت کے یا سچے انبیاء کے انکار کی یاد ہر بت کے مؤثر ہونے کی لہذا زرتشت کو گوتم بدھ کو ظلام قادیانی کو نبی کہنے والے سب مشرک ہیں۔ خیال رہے کہ جس طرح ایمان شجر طیبہ ہے اور توحید و رسالت اس کے پھل ہیں اسی طرح کفر شجر فبیثہ ہے اور شرک و نجاست اس کے پھل ہیں۔

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ، شریعت احکام القرآن میں قانونِ دعا یہ ہے کہ ہر دعا رب تعالیٰ سے ہی مانگی جائے کیونکہ دعا عبادت

ہے اور ہر دعا کے اول و آخر حمد الہی ثنا و کبریائی ضرور ہو۔ اور آداب دعا یہ ہے کہ الفاظ حمد و ثنا دعا کے مطابق ہوں اگرچہ ظاہر اقدس سے مختلف ہوں۔ یہ مسئلہ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا کی دعا کے ساتھ وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ کے حمد یہ الفاظ عرض کرنے سے مستنبط ہوا۔ چونکہ دعائیں دنیوی و ارب کی طلب تھی اس لیے حمد میں رب تعالیٰ کی دائمی و قائمی و حقیقی قدیمی و اربیت کا ذکر عرض کیا۔ جس طرح ایوب علیہ السلام نے شکار و بیماری کی دعائیں وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ کے الفاظ سے حمد عرض کی۔ ثابت ہوا کہ بندوں کو تعلیم دعائیں آستانہ نبوت سے ملتی ہے دوسرا مسئلہ دینی خدمت کی نیت سے ہی ہر کام کی دعا مانگنی چاہئے خواہ دینی کام ہو یا دنیوی مسلمان کی نیت ہر دعائیں دینی خدمت کے لیے طلب کرنے کی ہونی چاہئے دنیوی اغراض کے لیے دعا مانگنا ممنوع ہے۔ یہ مسئلہ وَذَكَرْنَا إِذْ نَادَى رَبَّهُ اور رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا کی دعا دنیوی سے مستنبط ہوا۔ دیکھو ایک نبی دنیا کی چیز یعنی فرزند کی دعا مانگ رہے ہیں بیٹا بیٹی وغیرہ دنیوی چیزیں ہیں جیسا کہ سورۃ کہف آیت ۴۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلْعَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْفَصْلِ الْمَذْنُوبِ۔ حالانکہ دنیوی اشیاء کی طلب شان نبوت کے خلاف ہے مگر چونکہ نیت دینی خدمت۔ وراثت نبوت جانشینی شریعت کی تھی اس لیے یہ طلب اور دعا جائز ہوئی بلکہ یہ دعا ذکر کیا علیہ السلام تا قیامت مومن مسلمانوں کے لیے تعلیم ہے کہ اسے بند و اپنی ہر دعائیں خدمت دین کی نیت کر لیا کرو تو وہی دنیوی کام عبادت بن جائے گا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا فرزند تھی۔ لہذا اس نیت خیر والی اولاد کی دعا سنت انبیاء ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ دیوبندی اور وہابی حضرات اللہ تعالیٰ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ کا ذکر جمع کے لغفوں سے کرتے ہیں مگر اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کو توحید کے لفظ سے یاد کرتے ہیں اور موجودہ دور میں یہ طرز کلام وہابی سنی فرق کا نشان بن گیا ہے۔ مثلاً دیوبندی وہابی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے تو کہیں گے۔ اللہ فرماتے ہیں۔ ہمارے معبود ہم کو دیتے ہیں۔ لیکن سنی لوگ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہمارا معبود ہم کو عطا فرماتا ہے۔ ہماری دعائیں سنتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ علماء اہل سنت فرماتے ہیں کہ

رب تعالیٰ کو جمع کے الفاظ سے بلانا ناجائز اور گناہ ہے کیونکہ توحید الہی کے خلاف اور مشرکوں کی گفتگو کے مشابہ۔ مثل شرک ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ جمع کے صیغوں سے رب تعالیٰ سے کلام و خطاب کرنا نہ قرآن مجید سے ثابت نہ احادیث سے۔ لیکن اہل سنت کے طریقہ گفتگو کے بہت ثبوت ہیں۔ یہ مسئلہ۔ وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ سے مستنبط ہوا۔ ایک بار میں نے ایک بہت بڑے دہا بی خطیب و شیخ الحدیث سے پوچھا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کو جمع کے الفاظ سے خطاب کیوں کرتے ہو۔ یہ شرکیہ طرز تکلم کے مشابہ ہے کیا تمہارے چند معبود ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ معبود تو ایک ہی ہیں مگر ہم ادب کے لیے جمع کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر آپ لوگوں کے نزدیک واحد کے صیغے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا تو بے ادبی ہوئی کہنے لگے بالکل سخت بے ادبی ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن مجید میں آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں اور اللہ تعالیٰ سے گفتگو کے تذکرے موجود ہیں سب نے رب تعالیٰ کو أَنْتَ ہی سے خطاب کیا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں اور اللہ تعالیٰ سے گفتگو کے تذکرے موجود ہیں سب نے رب تعالیٰ کے لیے واحد کا صیغہ ہی عرض کیا۔ آدم علیہ السلام نے أَنْتَ کہا ابراہیم علیہ السلام نے بھی أَنْتَ کہا۔ ایوب علیہ السلام أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ یونس علیہ السلام۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔ زکریا علیہ السلام نے وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ کہا کیا یہ تمام انبیاء معاذ اللہ بے ادب تھے دہا بی طرز کی گفتگو کا تو کہیں بھی ثبوت نہیں تو پھر آخر تم لوگوں نے یہ طرز تکلم کہاں سے سیکھی کچھ تو ثبوت دو۔ وہ لا جواب ہو کر کہنے لگے کہ واقعی آپ کی بات بڑی وزن دار ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں اور آئندہ میں اس طرح نہ بولوں گا فَاَلْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَيَّ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری بات کا اثر ان کے عقل و قلب پر اسی کے کرم سے ہوا ہے۔

اعتراضات | یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ دعائیں التجا۔ حرص۔ خواہش اور رغبت ہونی چاہیے کہ اللہ ہم کو یہ ضرور عطا فرما۔ اصرار کے ساتھ پڑھ کر دعا مانگنے کا حکم ہے

اسی لیے دعائیں اِنْ شِئْتَ کہنا منع ہے یعنی یہ کہنا کہ یا اللہ اگر چاہے تو دے دے
 اگر نہ چاہے نہ دے۔ یہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں بے رغبتی اور غرور لاپرواہی کی جھلک
 ہے۔ تو پھر حضرت زکریا نے دعا کے ساتھ۔ وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ کیوں کہا
 یہ بھی تو اِنْ شِئْتَ کے مشابہ ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اے رب مجھ کو فرزند عطا فرما
 لیکن اگر نہ دے تب بھی میں راضی ہوں کیونکہ تو ہی سب وارثوں سے اچھا ہے۔ مجھے
 تو ہی کافی ہے بیٹا نہ ملے تو نہ ہی زکریا علیہ السلام کو یہ نہ کہنا چاہیے تھا جواب یہ جملہ
 نہ بے رغبتی ہے نہ اِنْ شِئْتَ کے مشابہ ہے نہ ہم معنی بلکہ اعتماد علی اللہ اور اظہار
 رضا ہے یعنی اے میرے اللہ میری یہ دعا تیرے سپرد ہے مجھ سے بھی زیادہ میری ضرورت
 کو تو ہی جاننے والا ہے اور میری دعا کا محافظ اور وارث ہے مجھے کامل اعتماد ہے
 کہ میری دیگر دعاؤں کی طرح یہ دعا بھی تیری بارگاہ میں مقبول و محفوظ ہوگی مردود و بر بار
 نہ ہوگی۔ یہ الفاظ گویا اصرار و طلب کی پختگی و رغبت ہے نہ کہ بے رغبتی اس کا جواب
 دوم ہم نے تفسیر میں بیان کر دیا کہ یہ الفاظ صرف حمد الہی ہے جو دعا مقبول کے
 لیے ضروری ہوتے ہیں، اور چونکہ حمد کے الفاظ دعا کے لفظوں کے مطابق ہونے چاہئیں
 اگرچہ قدرے مختلف ہوں یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے
 اپنی دعائیں وارث و جانشین اور نسلی افراد کی زیادتی کی انتجا و طلب کی تھی اس لیے
 حمد میں رب تعالیٰ کی حقیقی اصلی ابدی قائمی باقی رہنے والی وارثیت کا ذکر کیا۔
 اعتراض دوم یہاں پہلے فرمایا گیا فَاسْتَجَبْنَا پھر فرمایا گیا۔ وَوَهَبْنَا لَهُ پھر
 فرمایا وَاصْلَحْنَا لَهُ ذُو جَہْ یہ ترتیب کچھ ٹھیک نہیں لگتی۔ چاہیے تھا کہ
 فَاسْتَجَبْنَا لَهُ کے بعد وَاصْلَحْنَا لَهُ ذُو جَہْ فرمایا جاتا پھر وَوَهَبْنَا لَهُ
 فرمایا جاتا۔ کیونکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ استجاب دعا کے بعد پہلے اصلاح
 زوجیت ہوئی پھر عطا فرزند ہوئی۔ جواب یہ ترتیب نہایت مناسب
 اور درست ہے اس لیے کہ دعا فرزند کے لیے تھی نہ کہ اصلاح زوجیت
 کے لیے اس لیے فرمایا گیا کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور فرزند دیدیا اگر
 اس کے بعد وَاصْلَحْنَا ہوتا تو بات غلط ہو جاتی اور معنی یہ ہو جاتا کہ ہم نے دعا
 قبول کر لی کہ بیوی کو درست کر دیا یعنی اصلاح زوجیت دعا کی قبولیت بن جاتی

حالانکہ یہ تو دعا ہی نہ تھی۔ قَسْتَجِبْنَا کے بعد دَوَّھُنَا کا ذکر بتا رہا ہے کہ دعا یہ تھی۔ عطا کے بعد اصلاح کا ذکر کرتا۔ ذریعہ قبولیت بتانا ہے یعنی ہم نے فرزند اس طرح دیا کہ اُن کی بیوی کو قابل اولاد بنا دیا۔ تیسرا اعتواض۔ یہاں فرمایا گیا وَالتَّيَّ اُحْصِنَتْ قُرْ جَهًا فَتَفْخَنَّا فِیْہَا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کے ساتھ لیکن سورۃ تحریم آیت ۲۸ پ کی آخری آیت میں ہے۔ وَصَدُّیْمَ ابْنَتِ عِمْرَانَ التَّيَّ اُحْصِنَتْ قُرْ جَهًا فَتَفْخَنَّا فِیْہَا مِنْ رَوْحِنَا۔ فِیْہ۔ کی ضمیر واحد مذکر غائب کے ساتھ حالانکہ شخصیت اور واقعہ ایک ہی ہے بلکہ دونوں آیتوں کے الفاظ بھی تقریباً ایک جیسے ہیں اور مقصود مضمون بھی ایک ہے تو یہ مذکر مؤنث کا فرق کیوں؟ جواب۔ یہاں اس بات کی وضاحت فرمائی جا رہی ہے کہ ہم نے کس شخصیت کو اپنی روح کی عطا فرمائی اور وہاں سورۃ تحریم میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے کس جگہ امانت رکھی یہاں ہا ضمیر کا مرجع التَّيَّ ہے وہاں فِیْہ میں ضمیر مذکر کا مرجع قُرْ ہے۔ یہاں بتایا گیا کہ مسیح کے لیے ذریعہ ولادت صرف اُن کی والدہ ہی تھیں کسی والد کا دخل نہ تھا والدہ کو ہی ازل حادث یعنی عالم ارواح میں یہ امانت دی گئی لہذا جب انہوں نے دیگر انبیاء علیہم السلام کی والدہاؤں کی طرح اپنے فرج کو ہر قسم کی گندگی سے بچائے رکھا اور وہ امانت نبوت کے قابل ہوئیں تو ہم نے ان کو اپنی روح اُن کا بیٹا بنا کر دیدی بلا واسطہ خاوند زندگی بخش دی۔ یہاں تَفْخَنَّا کا معنی ہے زندگی بخشی اور وہاں تَفْخَنَّا کا معنی ہے ہم نے بذریعہ جبریل گریبان مریم میں پھونک ماری جبریل کی پھونک براستہ گریبان فرج میں پہنچی۔ وہ روح مجسم ہو کر ابن مریم بن گیا۔ چوتھا اعتواض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں پہلے فرمایا گیا وَجَعَلْنٰہَا یعنی ہم نے بنا دیا اُس بی بی کو پھر فرمایا گیا۔ وَابْنُہَا۔ اور اس کے بیٹے کو بھی بنا دیا ہم نے پھر فرمایا گیا۔ آیۃ تَلْعَلَمِیْن۔ ایک آیت تمام جہانوں کے لیے۔ آیۃ واحد کیوں فرمایا گیا۔ جب کہ پہلے دو شخصیتوں کا ذکر ہے چاہیے تھا کہ آتِیْنِ فرمایا جاتا تینہ سے۔ جیسے دن رات کے لیے فرمایا گیا سورۃ اسری آیت ۲۱ میں۔ وَجَعَلْنَا الْکَیْلَ وَالنَّهَارَ آتِیْنِ یعنی ہم نے رات اور دن کو دو آتیں بنایا۔ جواب۔ میرے نزدیک اس کے دو جواب

ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا آیت ہونا ایک ہی چیز ہے وہ ہے ان کی قدرتی ولادت انوکھے اور زلے انداز میں جنم ہونا جس کا تعلق دونوں سے ہے۔ ایک شخصیت آیت بنی جنم دے کر اور دوسری شخصیت آیت بنی جنم دے کر اس لیے اگرچہ شخصیتیں دو ہیں مگر قدرت کی حیران کن نشانی دونوں میں ایک ہی ہے بغیر خاوند والدہ بنا اور بغیر والد پیدا ہوتا۔ لہذا آیۃ واحد فرمایا گیا نیز جنم سے پہلے وہ ظاہر ایک ہی شخصیت تھی۔ بخلاف رات دن کے کہ یہ دونوں ہر وقت ہر اعتبار سے بالکل دو علیحدہ چیزیں ہیں کبھی ایک جسم میں جمع ہو سکتے ہی نہیں۔ اس لیے ان کو آیتیں فرمایا گیا۔ جواب دوم۔ مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کائنات کی بہت بڑی آیۃ ہیں اس لیے اس پر تنوین تعظیمی آئی اگر تشبیہ کیا جاتا تو تنوین نہ آسکتی اور آیت کی بڑائی ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ سورۃ عصر کے کفی خسر کو خسر پڑھنا تنوین بغیر فقہانے منع فرمایا ہے کیونکہ تنوین تعظیمی کو نہ پڑھنا مقصد کلام کے خلاف کرنا ہے۔ جواب سوم۔ بعض نے فرمایا کہ وَجَعَلْنَاهَا كَآيَةٍ بَلَّغْنَاهُ بِهٖ دَرَجَاتٍ اس عبارت اس طرح ہے وَجَعَلْنَاهَا آيَةً وَابْنَعَا آيَةً اور چونکہ یہ دوسری آیۃ قرینہ بن گیا پہلی آیۃ کا اس لیے پہلی کو پوشیدہ رکھا گیا مگر پہلا جواب زیادہ مضبوط ہے۔

تَقْبِرُ صَوْفِيَّ نَهْ | وَ أَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ | مَا سْتَجِبْنَاكَ وَ
وَحَبْنَاكَ بِحَبِيٍّ وَ أَصْلَحْنَاكَ زَوْجَهُ | أَتَهُمُ كَانُوا الْيَارِعُونَ
فِي الْخَيْرَاتِ وَ يَدْعُونَكَ رَغْبًا وَ رَهْبًا وَ كَانُوا الْتَاخِشِينَ
موفیاء و کرام فرماتے ہیں کہ جب بندہ مومن فی الایمان اور متقی فی الاعمال بن کر معرفت الہی حاصل کر لیتا ہے تو قالب مومن مرکز عروج کا بیت المقدس بنا دیا جاتا ہے اور افکار اسرار سے منور اعمال صالحہ سے معطر اور ترک شہوات کی قربانیوں کے لیے قربان گاہ عشق بنانے والی زکریا و روح کو منتظم اعلیٰ مقرر کیا جاتا ہے تب یہ روح منزلی اپنی جانشینی کے لیے بارگاہ ربوبیت میں قلب جانشین کے لیے دعا طلب عرض کرتا ہے کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا اے میرے کریم و رحیم

رب۔ قالب انسانی کی ترقی۔ تجلی۔ انتظام و نبوی انصرام اخروی کے لیے ہیں اکیلا ہوں
 مجھ کو اکیلا نہ چھوڑ بلکہ تسلی بدنی کا کوئی ایسا فرد کاہل عطا فرما جو سرمایہ شریعت خزانہ
 طریقت۔ معاون حقیقت کی دولتوں کو نبھالنے اور قالب میں باقی رکھنے کے لیے میرا
 پکا وارث اور سچا جانشین ہو۔ اور تو ہی میری ان دعاؤں التجاؤں تمناؤں خواہشوں
 کا تمام خیر خواہوں سے اچھا خیر خواہ اور والی وارث ہے۔ فَاسْتَجِبْنَا لَهُ۔ تب
 ہم نے ذکر کیا و روح کی زبان استعداد سے مانگی ہوئی یہ دعا قبول فرمائی اور قالب مومن
 کے بدن مقدس کی نگہبانی کرنے کے لیے ایک کھینچنے والا قلب عطا فرمایا جو مقاصد حسانی
 کو حیات ابدی کی جلا بخشنے والا ہے اسی قلب کی مدد جسم کے گوشے گوشے میں ہے کہ
 کمال عمل کی بقا سے فتا فی اللہ کا مقام عال بہتر ہے۔ وجود قلب کے لیے ضروری تھا
 کہ پہلے نفس امارہ کے بانجھ پن کو دور کیا جائے لہذا حیات قلب سے پہلے روح
 نفس کو ہم نے روح عرفانی کے لیے درست فرمایا۔ کیونکہ تمام اجسام معرفت لگاؤ
 بِسَارِعَاتٍ فِي الْخَبِيرَاتِ ان مشاہدات میں سبقت لے جاتے ہیں جو خیرات
 وحسنات ہی ہیں۔ اور یہی عارفین مخلصین مکاشفات قلبی میں کثرت کے لیے ہم
 سے دعا میں مانگتے ہیں کمال کی رغبت و خواہش اور زوال کی رہبت و خدشہ
 رکھتے ہوئے یا لطف و رحمت کی رغبت اور قبض و بسط ظلمت و رحمت کی
 رہبت کے ساتھ اور یہی لوگ ہمارے قُربِ جلال کی خشیت قلبی اور دہشت
 جس رکھنے والے ہیں۔ وَاللّٰی اَخَصَّنَتْ فَرْجَهَا فَتَفْقَحْنَا فِيْهَا
 مِنْ رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعٰلَمِيْنَ۔ اور اسی قالب
 ایمانی میں اُس روشن ضمیری کا بھی چرچہ ہے جس نے اپنی کشادگی کو تزکی تعلی
 اور مستعدی جادت میں مشغول رکھ کر اپنی باطنی استعداد کو باطل کی تاثیر اور نفسیات
 کی ذلالت حماقت والی حُرمتوں سے بچائے رکھا تب ہم نے اُس ضمیر پر وہ نشین
 کے خزائنِ مخفیہ میں روح مقدس کی تاثیر حیا کو حیات حقیقیہ کی جلا بخشی
 اور ہم نے بنا دیا ضمیر روشن اور اُس کی تاثیر مسیحیت دائمی کو قوا و روحانیت
 کے سب عالمین کے لیے بڑی عظیم آیت واضحہ علامۃ ظاہرہ اور ہدایتِ صالحہ
 تاکہ تمام نفوس مستعدہ اور نظور مستبصرہ ان دونوں سے حق کی طرف جاتے والے

راستے کی ہدایت پائیں رحی الدین ابن عربی مع زیادت (تفسیر نیشاپوری میں ہے عارفین کا ملین کی رغبت فنا فی اللہ میں ہے اور رہبت یعنی خوف اور دھڑکا لگا رہنا بقا مع الخیر میں ہے وجود عارف خشیت الہی میں روزنا رہتا ہے قرب جتنا زیادہ ہوگا خشیت یعنی صیبت اتنی ہی زیادہ ہوگی قالب کی خشیت اعمال شریعت میں ہے نفس کی خشیت تہذیب اخلاق میں ہے قلب کی خشیت الطہان میں ہے عقل کی خشیت کشف اسرار کے اجتہاد میں ہے روح کی خشیت جسم ظاہری کو اللہ رسول کی اطاعت میں لگانا ہے ضمیر کی خشیت اُس کا فنا فی اللہ ہو کر مقام بقا تک پہنچانا ہے تفسیر روح البیان میں ہے وہ مریم نفس مطمئنہ جس نے قالب باطنی کے محرابِ قدس میں رہ کر اپنے قلب فراخ کو تصرفات کونین سے بچایا اور خواہشات دنیوی سے ہٹائے رکھا تو ہم نے اُس کو حیات ابدی سے بقا و وجود بخش دی اور نفس و قلب کو ایۃ الہی کا ستارہ ہدایت بنا دیا ذریاتِ علمین کے لیے۔ اس سورۃ انبیاء میں انبیاء علیہم السلام کی چھ بیسی قوتیں اور شانیں بیان فرمائی گئیں ۱۔ تمام انبیاء کو رجال بنایا گیا اس میں ہیں انبیاء علیہم السلام کی عظمت قوت کی طرف اشارہ ہے شریعت میں الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النَّبَاۃِ ہے مگر طریقت میں الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى الْخَلْقِ ہے اہل طریقت کے نزدیک مرد وہ ہے جو صاحب فراست قناعت اور صاحب اختیار ہو ۲۔ وارثِ وحی الہی ۳۔ صاحب فیاء ایمان ۴۔ رُشد بانی کے انعام یافتہ ۵۔ انبیاء علیہم السلام کو کسی کے انتقام کی آگ بھی جلا نہیں سکتی ۶۔ کوئی چھری ذبح نہیں کر سکتی ۷۔ بہتت و جرئت دلیری کے خزانوں والے ہیں ۸۔ صاحبِ علمِ عظیم ہوتے ہیں ۹۔ جہاں رہائش بنا لیں وہ جگہ برکت للعلمین ہو جائے ۱۰۔ صاحبِ علم و عقل ہوتے ہیں ۱۱۔ مالکِ حکمت و فصاحت بلاغت ہوتے ہیں ۱۲۔ ملک و ملکوت کے بادشاہ ہیں ۱۳۔ ان کی ہر ادا اور ہر دعا مقبول بارگاہِ ہوتی ہے ۱۴۔ رحمت میں داخل ہوتے ہیں ۱۵۔ صاحبِ مہر ۱۶۔ صاحبِ شکر ۱۷۔ صاحبِ اجتہاد اور فکر و تدبیر کے مالک ہیں ۱۸۔ ہر صنعت و حرفت کے ماہر ۱۹۔ شیخِ عالم کی قوت و اسے زستی فضائی ہوائی مخلوق پر حکمرانی فرمانے والے ۲۰۔ ضروریاتِ انسانی کے موجد اقول ۲۱۔ دنیا کا کوئی مُلک ان کو ہلاک نہیں کر سکتا ۲۲۔ کوئی جانور ان کو کھا نہیں سکتا ۲۳۔ ان کی ولادت شاہکارِ قدرت کا عجیب نمونہ ہوتا ہے ۲۴۔ انبیاء علیہم السلام کے والدین بھی

بے مثل شان والے ہوتے ہیں ۲۶ ان کا معلم خود ربُّ الْعَلَمِین، ان کا وجود برکتِ بِلْعَلَمِین
ان کا نشانِ اعظم آیتِ بِلْعَلَمِین اور ان کا امام رَحْمَةُ بِلْعَلَمِین۔

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ

بے شک یہ شریعت تمہارا دین ہے جو اصلاً ایک ہی چلا آ رہا ہے اور میں تم سب کا مہربان ہوں
بے شک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں

فَاعْبُدُونِ ۹۲ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ

اسیے تم سب عبادت کر دیری ہی اور بہت سے لوگوں نے فرقے بازی کرنی
تو میری عبادت کرو۔ اور اوروں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے

كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ۹۳ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنْ

اپنے اعمال میں آپس میں تمام ہماری طرف ہی لوٹنے والے ہیں تو جو شخص عمل کریگا
سب کو ہماری طرف پھرتا ہے۔ تو جو کچھ بچے کام کرے

الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَ ان

نیکیوں والے حالانکہ وہ ایمان والا بھی ہو تو نہ ضائع ہوگی
اور پھر وہ ایمان والا تو اس کی کرشمہ کی بے قدری نہیں

لِسَعْيِهِ ۹۴ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ۹۵ وَحَرَامٌ عَلَى

اس کی محنت اور بے شک ہم اس کو حفاظت رکھنے والے ہیں۔ اور منوع ہے ان بستیوں پر
اور ہم اُسے کچھ رہے ہیں۔ اور حرام ہے

قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾

فنا کر دیا ہے ہم نے جن کو کہ بے شک وہ کبھی حق کی طرف نہ لوٹیں۔
اُسی بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ

اس وقت تک جب کھوے جائیں گے قوم یا جوج و ما جوج اور وہ ہر
یہاں تک کہ جب کھوے جائیں گے یا جوج و ما جوج اور وہ

مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿٩٦﴾

اوپنی نیچی جگہ سے اترتے پلے آئیں گے
ہر بلند سیڑھی سے ہوں گے

تعلقات | ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت
میں انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرما کر نبوت کا تعارف کرایا گیا اب ان آیت
میں دین اور قانون الہیہ کا تعارف کرایا جا رہا ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے
لے کر قوم کی طرف تشریف لاتے ہیں۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ان انبیاء علیہم السلام
اور اعمالِ صالحہ کا ذکر ہے جو بھرے ہوئے اتانوں اور مختلف المیزان لوگوں کو اللہ کی
ایک مضبوط رسی میں پرو کر مقبول بارگاہ بنانے والے تھے اب ان آیت میں ان
بد بخت لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو دروازہ نبوت سے ہٹ کر ٹکڑیوں میں بکھر فرقت
فرقت ہو گئے اس طرح مردود بارگاہ بنے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں اعمالِ صالحہ
کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں ان اعمالِ صالحہ کی اُخروی شان و عزت کا ذکر ہو رہا ہے۔
تفسیر نحوی | اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَاَنْتُمْ بَيْنَهُمْ اَلْيَنَ
فَاعْبُدُوْهُ وَتَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ اِلٰی

وَجَعَلُوا كَلِمَةً شَتَّىٰ كَلَامِ ابْتِدَائِيَّةً ہے یعنی سابقہ کلام سے بترکیب نوری
 مرکب نہیں ہے۔ ہذہ اسم اشارہ قرینی تین لفظوں کے اتصال سے بنا رہا حرف
 تنبیہ ذہن اشارہ ہ قرین کے لیے یا یہ دو لفظ ہیں ہا۔ ذہ۔ یعنی یہ اس کا اشارہ
 ذہنی ہے۔ مبنی ہے بحالت فتح اسم ان ہے اُمت اسم مفرد لفظاً واحد معنای جمع ہے
 اصلی لغوی ترجمہ ہے قوم جماعت ایک نسل، مگر چونکہ اصلی اور مضبوط قوم دین سے بنتی ہے
 اس لیے کبھی کبھی امت بمعنی دین بھی ہوتا ہے یہاں اسی معنی میں ہے قرآن مجید میں
 لفظ امت تو معنی میں آیا ہے قوم جماعت نسل برادری آل ملاتایع فہاں
 مدت طریقہ دین مذہب مضاف ہے کم ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ اس کا
 مرجع اس زمانے میں موجودہ کفار مکہ۔ یہ مرکب اضافی ذوالحال ہے اُمت مبدل من و احدہ
 بدل الكل یا یہ موصوف صفت ہیں۔ بہر حال یہ دونوں مل کر حال ہے اُمت تکمیل کا دونوں
 مل کر خبر ان سب مل کر جملہ اسمیہ واو سر جملہ انا ضمیر مرفوع منفصل واحد تنکلم مرجع اشد
 تعالیٰ مبتداء و یکم مرکب اضافی رب سے مراد اللہ ہے یعنی معبود کیونکہ مابعد عبادت کا حکم
 ہے رب یعنی اللہ سے دو مقصد حاصل ہوئے ماربو بیت سے رحمت و محبت اور بمعنی اللہ سے
 لائق عبادت ہونا۔ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ ف عاطفہ تعلیلیہ اُعبد و۔ باب نصر کا
 امر حاضر معروف جمع مذکر عید سے مشتق ہے بمعنی عبادت کرنا، ان ماضی فی تھانوں
 ذقابیہ کی ضمیر واحد تنکلم منصوب متصل مفعول بہ ہے اُعبد و کا سب فعل با فاعل مفعول
 مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف و یکم۔ پر دونوں مل کر خبر مبتدایہ سب مل کر جملہ اسمیہ
 ہو گیا۔ واو جملہ تقطعوا باب تفعل کا ماضی مطلق معروف مثبت جمع مذکر غائب قطع سے بنا
 ہے مصدر سے قطع بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا فرقہ بازی کرنا۔ یہاں مراد ہے حق سے علیحدہ
 ہو کر باطل کی ٹولیاں بناتے چلے جانا۔ اُمُر اسم مفرد مذکر معرفہ منصوبی۔ یعنی ضمیر کی اضافت
 سے معرفہ بنا ترجمہ ہے اعمال، معاملات۔ مراد ہیں دینی مذہبی معاملات اعتقادی رستہ
 مضاف ہے مُم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ بینہم یہ مرکب اضافی طرف مکانی
 ہے تقطعوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ کل اسم تاکیدی بمعنی تمام مبتدایہ ایسے
 جار مجرور متعلق متقدم ہے راجعون۔ اسم فاعل جمع مذکر باب ضرب سے ہے اس کا
 واحد راجع ہے رجع سے مشتق ہے یعنی لوٹنا، واپس آنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ

ہے یہ اسم فاعل باناغل اور متعلق مقدم سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں میں کر جملہ اسمیہ ہو گیا
 فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَ اَنْ لِّسَعْيِهِ
 وَاِنَّكَ كَاتِبٌ بِتُورَتِ۔ فت ترتیب سے زائد ہن اسم موصول شرطیہ یعملُ بابِ سَمْعِ کا فعل
 مضارع معروف مثبت واحد مذکر غائب بحالت جزم ہن نے دیا۔ اس کا فاعل
 ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہن ہے مِنَ الصَّالِحَاتِ یہ جار مجرور متعلق ہے واو حالیہ
 حُو ضمیر مبتدا مؤنن اسم فاعل ہے باب افعال کا مصدر ہے اِیمان خبر ہے مبتدا کی
 دونوں جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یعملُ کے فاعل کا یعملُ اپنے سب معمولوں سے مل کر
 جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی فَ جزائیں لآ حرف نفی جنس کفر اَنْ اسم مصدر مزید فیہ
 مبالغہ کے لیے بروزن مَعْلَانِ بمعنی بیتقدری کرنا۔ یسئلنا نہ تسلیم کرنا اسم ہے لا کا
 لِسَعْيِهِ۔ لام جارہ تعدیہ کا سعی اسم منرد جامد بمعنی کوشش محنت یہاں مراد ہے
 اَعْمَالِ صالحہ مضاف ضمیر کا مرجع ہن ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو
 کر متعلق ہے پوشیدہ کا اِنْ اسم فاعل کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لآ حرف نفی
 جنس کی یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا واو میر جملہ
 اِنْ حرف مشبہ تا ضمیر جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ اسم ہے اِنْ کا۔ لام حرف جر مفعولیت
 کے لیے بمعنی اس کو ضمیر مجرور متصل کا مرجع سعی ایک قول میں مرجع ہن ہے
 تب یہ لام تفع کا ہو گا بمعنی اس کے یا اس کے لیے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے کاتِبُونَ
 باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر ہے نفلی جمع ہے معنًا واحد ہے کیونکہ مرجع اللہ تعالیٰ
 ہے یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے جملہ اسمیہ ہو کر خبر
 اِنْ ہوئی اِنْ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَحَرَامٌ عَلَىٰ خَرِيبَةٍ اَهْلُكُمْ
 اَنْ يَدْجَعُوْنَ حَتَّىٰ اِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَاجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ
 حَدَبٍ يَنْسِلُونَ۔ واو سر جملہ حَرَامٌ اسم مصدر بمعنی اسم فاعل یعنی حرمت
 والا یا بمعنی اسم مفعول یعنی ممنوع اس کی نو قریبیں ہیں۔ حَرَامٌ، حَرَامٌ حَرَامٌ حَرَامٌ
 یہ سب مصدر بمعنی ممنوع ہے وَ حَرَامٌ بابِ سَمْعِ سے ماضی وَ حَرَامٌ بابِ كَرَمِ سے
 ماضی وَ حَرَامٌ ضرب سے ماضی وَ حَرَامٌ تفعیل سے ماضی مجہول وَ حَرَامٌ تفعیل سے
 ماضی معروف مانعت کی چار قسمیں رائی تجزی یعنی دل میں نفرت ڈال دینا کہ بندہ خود

باز رہے ۲ قہری یہاں ہیں مراد ہے ۳ مانعت عقلی ۴ مانعت شرعی یہ مصدر عامل ہے عَلَى قَرْيَةٍ دراصل ہے عَلَى أَهْلِ قَرْيَةٍ - قَرْيَةٍ موصوت أَخْلَكْنَا بِآيٍ فَعَالٍ کا ماضی مطلق جمع متکلم ایک قرئت میں ہے أَخْلَكْتُ واحد متکلم اس کا مصدر ہے إِهْلَاكَ بِمَعْنَى آيَا مَارِئَاكَ نَشَانِ بھی باقی نہ رہے (فنا کرنا) حَا ضمیر منصوب متصل کا قَرْيَةٍ مفعول بہ ہے یہ فعل فاعل مفعول مل کر حمیلہ فعلیہ ہو کر صفت ہے قَرْيَةٍ کی دونوں مل کر مجرور متعلق ہے حَرَامٌ مصدر کا سب مل کر مشبہ جملہ ہو کر مبتدا ہے - اَنَّ حرف مشبہ مُم ضمیر کا مرجع قَرْيَةٍ ہے کیونکہ یہ معنًا جمع ہے مراد ہیں سب بستی والے اس لیے مُم ضمیر جمع لائی گئی - منصوب متصل ہے کیونکہ اسم ہے اِنَّ کا - لَا يَزِيدُ جَوْزٌ بِآيٍ ضَرْبٍ کا فعل مضارع منفی بِلَا بِمَعْنَى مُسْتَقْبَلُ رَجْعٍ سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا - اصلیت کی طرف آنا مراد ہے دین حق میں داخل ہونا یومین و مطیع بننا ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے حَتَّى حرف جر انتہا کے لیے بعض نے کہا یہ حَتَّى نہ حرف جر ہے نہ عطف بلکہ ابتدائیہ ہے اِذَا اسم ظرفِ زمانی فِتْحَتْ بِآيٍ فَتَحَ کا ماضی مطلق مجہول بمعنی مستقبل واحد مؤنث غائب ایک قرئت میں فِتْحَتْ بِآيٍ تفصیل سے ہے یا جَوْزٌ و ما جَوْزٌ دونوں جرانی کے لفظ ہیں پہلے یہ یا غَوْجٌ و ما غَوْجٌ تھا - پھر لوگوں کی زبان میں یا گوگ و ما گوگ ہوا پھر اصل عرب نے گ کو جیم بنایا اس کی پوری تفصیل تفسیر عالمانہ میں کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ ایک قرئت میں یا جَوْزٌ و ما جَوْزٌ اَلِیْفٌ ہمزہ سے ہے اور ایک قرئت میں یا جَوْزٌ و اَجْوَا (ہے) یہ دونوں مبنی ہیں برضہ کبھی مبنی بر فتح ہوتا ہے توین سے مانع تہ - ہوتا ہے غیر منصرف نہیں کیونکہ ایک سبب ہے عَجْیٌ دوسرا سبب نہیں ہے یعنی شخص کا نام نہیں بلکہ پوری قوم کا نام ہے ایک قول میں یہ غیر منصرف ہے کیونکہ عَجْیٌ اور عِلْمٌ ہے پہلے یہ ایک شخص کا نام تھا ایک کا یا جَوْزٌ دوسرے کا ما جَوْزٌ ان کی نسل جلی تری ہی قومی نام بن گیا یہ دونوں عطف نائب فاعل ہے وَاَوْعَالِیْہِ یا عاطفہ مُم ضمیر مرفوع مبتدا ہے مرجع ہے یا جَوْزٌ ما جَوْزٌ کی پوری قومیں ایک قول میں مرجع ہے عام اہل قبور لوگ مِنْ حَرْفِ جر بمعنی فی ظرفیہ یا بمعنی عَلَى فوقیت کا کُل اسم تاکیدی کُل بمعنی ہر - تمام مضاف ہے حَدِّپ اسم مفرد جامد اس کی تین قرئتیں ہیں ۱ حَدِّپ بمعنی اوچی گھائی ۲ حَدِّپ بمعنی تیزیں ۳ حَدِّپ بمعنی نیچی جگہ - پہلی قرئت صحیح ہے - مضاف الیہ لغت میں حَدِّپ

کا معنی ہے کو حان دو کو حانوں و اے اونٹ کو جل الحدین اور کبڑے آدمی کو حادب کہا جاتا ہے۔ یہاں زمین کی کو حانیں یعنی گھاٹیاں مراد ہیں یہ لفظ جنسی جمع ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے۔ یَسْلُونُ بَابُ فَعْلٍ مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب یعنی مستقبل ایک قرئت میں یَسْلُونُ بَابُ فَعْلٍ ہے۔ نَسْلٌ سے مشتق ہے بمعنی قطار و قطار آگے پیچھے تینر بھاگ کر آنا۔ تسبیح کے دانوں کی طرح دھلکتے چلے آنا۔ نسل حیوانی و انسانی کو اسی سے نسل کہتے ہیں کہ وہ دنیا میں آگے پیچھے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ فعل با قاعل اپنے متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے ضم مبتدا کی وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یا معطوف ہے یا جوارح کا وہ سب عطف مل کر نائب فاعل ہے فِ تَحْتَ کاسب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور ہوا حتی کا یہ جار مجرور متعلق ہے لَا یَزِجُوعُونَ کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اُن کی اُن اپنے اسم خبر کے ساتھ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے حَسْرَامٌ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گئے۔

تفسیر عالمانہ اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اَحَدًا ۚ وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْا ۚ وَتَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُنْ اِلٰیْنَا رَاجِعُوْنَ۔ چند انبیاء علیہم السلام کی عظمت شان بیان فرما کر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی عظمتوں کا چرچہ فرما دیا اور بتا دیا گیا کہ بے شک یہ دین جو آپ اے مسلمانو تم کو ملا ہے یہ ہی دین ہمارے صنفی آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ہمارے حبیب محمد زکریاؑ اللہ تک مکمل ہو گیا۔ جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کو سب قوتیں عظمتیں درجہ بدرجہ عطا فرمائی گئیں اسی طرح تمام انبیاء کا دین بھی ایک ہی ہے۔ ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ یہی وہ شجرہ طیبہ ہے کہ اُصلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِ السَّمَاءِ اِس دین مبارکہ کی جڑ توحید الہی ابد قدیم سے ثابت و قائم موجود و منبہوط ہے اور اس کی شاخیں نبوت انبیاء آسمان رسالت میں بہلواتی ہیں دین شجر عنائد کا نام ہے اور اس کے پھل توحید و رسالت سے شروع سے ہی ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی اُمت کو اسی توحید و رسالت کی تبلیغ و تعلیم فرمائی کسی بھی نبی نے صرف توحید کی تبلیغ نہ فرمائی۔ از ابتداء دین تا قیامت جس طرح اے مسلمانوں تم پر فرض ایمانی ہے کہ وہما نیست معبود کے ساتھ ساتھ

تمام انبیاء کی رسالت نبوت پر بھی ایمان وعقیدہ رکھو اسی طرح سابقہ امتوں کے عقائد میں یہ عقیدہ موجود تھا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ایمان لائیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر بھی ایمان لائیں۔ ایک بھی نبی کا انکار کرنا اسی طرح کفر ہے جس طرح توحید الہی کا انکار کفر ہے اور جس طرح ہمارے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی تعداد بتا کر ان پر ایمان لانا فرض بتایا اسی طرح تمام پہلے نبیوں نے اپنی امتوں کو انبیاء کی تعداد بتا کر ان پر ایمان کا حکم دیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمان کہتے ہیں کہ تمام گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ہمارا ایمان ہے مگر سابقہ امتیں کہتی تھیں کہ گزشتہ و آئندہ انبیاء علیہم السلام پر ہمارا ایمان ہے۔ غرض کہ ان حیدرہ امتکم امۃ واحدا کے بے شک تمہارا یہ دین عقائد توحید و رسالت میں ایک ہی دین شروع سے چلا آ رہا ہے اگرچہ شریعت عبادت اعمال و اقوال و امور و نواہی اور نام میں مختلف ہوتا رہا۔ کہ اس دین کا نام کبھی شریعت آدم ہوا کبھی شریعت نوح کبھی ملت ابراہیم کبھی موسوی کبھی عیسوی اور اب آخر میں تمہیں ہو کہ رَحْمَتُ لَکُمُ الْاِسْلَامُ دِیْنًا مَّادَہُ آیت ۲۱ میں نے اپنی رضا سے صرف تمہارے لیے اس دین کا نام اسلام رکھ دیا اور حُوسَمًا کُمُ الْمُسْلِمِیْنَ اسی رب تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے رب کی طرف سے جو دین و ایمان کی نعمت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی وہ پوری تم پر ہوئی اسی لیے اب اس کا نام اسلام رکھا گیا یعنی منسوخ ہونے سے بھی سلامتی والا دین پہلے یہ نام اس وجہ سے نہ رکھا گیا کہ وہ منسوخ ہونے والے تھے اور اسلام منسوخ نہیں ہو سکتا یعنی اسلام نام ہے مکمل دین کا۔ غیر مکمل دین کا نام اسلام نہیں ہو سکتا۔ لہذا اسے دنیا والوں سمجھ لو کہ اب تمہارا دین صرف اسلام ہے۔ اب باقی تمام مذاہب بے دینی ہے وَ اَنَا زَیْکُمْ اور فقط میں ہی تمہارا رب ہوں فَاعْبُدُوْنِ۔ اس لیے فقط میری ہی عبادت کرو۔ اسی میں تمہاری کامیابی عزت عظمت قوت ہے۔ اسے خوش قسمت مسلمانوں کی شان کی ہے یہ تمہاری امت ملت کہ اس کا دین واحد شجر طیبہ اس کے پتے اعمال صالحہ اس کی شاخیں انبیاء کی شریعتیں تمام انبیاء اس کے خوشبو دار سدا بہار پھول اور پھولوں کی کلیوں کے غلاف میں توحید کا پھل۔ نبوت کے یہ پھول ہی صراطِ مستقیم ربانی ہے۔ جو صراطِ مستقیم سے ملے گی وہی بارگاہِ الہی میں مقبول و پسندیدہ

ہے کیونکہ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (سورۃ آل عمران آیت ۸۵)
جو توحید ان پھولوں سے ہٹ کر ملے گی وہ توحید نہیں ابلیس کی تلبیس ہے۔ شعر
نخل اسلام نمونہ ہے بروندی کا : پھل ہے سینکڑوں سالوں کی چمن ہندی کا
جب اپنی پوری جوانی پر آگئی دنیا : تو زندگی کے لیے آخری پیام آیا (محمدؐ کا جوہر)
مراط مستقیم کی یہ شاہ راہ معنی ہے چلی حبیب تک پہنچی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مراط
مستقیم کو امت واحدہ فرمایا گیا قسمت بیدار وائے تو وہی ہیں جو اس امت میں
داخل اس جماعت میں شامل اور اس لڑی میں پروئے گئے۔ وَ تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ
اور بد بخت لوگوں نے اپنے دین کے معاملے کو انبیاء علیہم السلام کے دروازے
سے علیحدہ ہو کر خود اپنی کم عقلی کی سوچ و فکر سے آپس میں توڑ پھوڑ کر فرقے بازی کے
ٹکڑے ٹکڑے کر دئے کہ کوئی نمرود، شداد، ہامان، نمرعون بن بیٹھا، کوئی زرتشت
رام، گوتم بدھ بن بیٹھا، کوئی یہودی، عیسائی، مجوسی بن گیا۔ کوئی ہندو سکھ۔ آریا اور
دہریہ بن گیا۔ کسی نے اپنے عقائد سے توحید کو نکالا۔ کسی نے رسالت سے منہ
موڑا۔ کسی نے اپنے دین کے لیے توحید و رسالت کی بجائے توحید و سنت کی بدست
ایجاد کر لی۔ کسی کو تاجدار ختم نبوت کے نعرے سے دکھ پہنچا تو اس نے تاج و تخت
ختم نبوت کے نعرے کو ختم دیا۔ گویا کہ تاجدار سے محبت نہیں تاج و تخت سے محبت ہے کوئی ظاہر پوشیدہ
رافضی بنا اور کوئی خارجی معتزلہ کہتا ہے دین و مہاہل ہے وہ مفسر جو زرتشت
اور گوتم بدھ کو بھی نبی مانتا ہے حالانکہ ان کی تعلیم و تبلیغ میں دور دور تک نبوت
و رسالت کا اشارہ تک نہیں ملتا۔ جب کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ میں دین
الہی نام ہی مجموعہ توحید و رسالت کا ہے اسی مجموعے کی بنیاد پر اس آیت میں دین
کو امت فرمایا گیا۔ کیونکہ ایک مقصد پر جمع ہونے کو امت کہا جاتا ہے۔ چند
عقائد جمع ہوں تو امت یعنی دین ہے ایک دین کے سب قانون جمع ہوں تو امت
یعنی شریعت ہے۔ اگر ایک دین پر لوگ جمع ہوں تو امت یعنی جماعت ہے
اگر کسی بزرگ کے ایک دین کے مقتدی جمع ہوں تو امت یعنی امام ہے غرض کہ
امت کے چار معنی کبھی امت کا معنی جماعت کبھی دین کبھی شریعت کبھی امام بہر کیف
یہ فرقے باز باطلین جتنی چاہیں حیات دنیوی میں کرشہ اور فساد فی الارض مچالیں آخر کار

کُلِّ اِلٰهٍ مِّنْ جَعُوْنَ۔ ان سب نے ہماری طرف ہی کوٹنا ہے ہم سے کہاں بھاگ سکتے ہیں فَمَنْ يَعْمَلْ۔ تو جو شخص عورت و مرد کا لاگورا، امیر غریب بیمار تندرست، عربی عجمی عالم جاہل بلا امتیاز اپنی اپنی دنیوی زندگی شریعت کی مطابقت اقوال انبیاء کی اطاعت اور افعال انبیاء کی اتباع کرتے ہوئے کچھ اعمالِ صالحہ بھی کرے بشرطیکہ وہ توحید و رسالت پر ایمان لائے و اے مومن و مخلص بے ریا بھی ہو تو اس کی کسی بھی چھوٹی بڑی ظاہر و باطن خلوت و جلوت کی فرض و اجبی نفلی نیکیوں کی کوششوں مشقتوں محبتوں کا کفران یعنی ضائع ناقابلِ ثواب نہ کیا جائے گا: ہم رحیم و کریم رب ہیں اپنے انبیاء کے تابع فرمان شکرگزاروں کی قدر و منزلت کرتے ہیں ہماری بارگاہ میں تو نیتِ خیر و اے ناقص اعمال کو بھی قبول کر لیا جاتا ہے۔ اسی کرم تواری کے لیے ذِئِلَالَةُ کَا تَمُوْنَ بے شک ہم ہر اچھے برے بندے کے ناقص و کامل اچھی بری سچی اعمال بذریعہ گراما کارِ بین بندے کے نامہ اعمال لکھنے و اے ہیں اسی طرح کہ اہل شفاعت کے لیے لوح محفوظ میں کارِ قبول ہیں عمل والوں کے لیے اعمال ناموں میں راجحون ہیں اور ہر ایک کے سب عمل میدانِ محشر میں حافطون ہیں۔ ذرہ بھر ضائع ہونے کا کوئی خطرہ اندیشہ کسی کو نہ ہونا چاہیے۔ ہم نے اے لوگوں دنیا میں ہی تم سب کو سمجھا بتا دیا ہے اس لیے نبوت کی غلامی میں ہی زندگی گزار کر ہمارے پاس آنا۔ خیال رہے کہ بندوں اور ان کے اعمال کے تین حال ہیں: کفران، شکران، حرمان، بندے کی تین قسمیں یہ ہیں: مکفور، مشکور، محروم۔ ان میں فرق یہ ہے کہ کفران سے مراد ثواب نہ ملنا، شکران سے مراد عطا و ثواب ہے اور حرمان سے مراد اعمال کی بربادی محو وہ بندہ جو ناشکرا ہو۔ مشکور وہ بندہ جو شکر گزار احسان مند ہو محروم وہ بندہ جو قابلِ نفرت ہو۔ یہاں مومن کے لیے فَلَا کُفْرَانَ اَنْ فرمایا گیا اور سورۃ اُنْزِلَتْ اِیْتِیٰ مَوْءِیْنِ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ دَسَعٰ لَهَا سَعِیْهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ خَافَ يُلَاقَ سَعِیْعُهُمْ مَّشْکُورًا۔ لفظ کفران، شکران اور مکفور، مشکور جب رب تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں تو کفران بمعنی ثواب کے ناقابلِ کرینا اور مکفور بمعنی نامقبول، شکران بمعنی قابلِ ثواب اور مشکور بمعنی مقبول پسندیدہ یہاں آیت میں یہ الفاظ رب تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے

اَعْمَالِ مُؤْمِنِينَ كَالْكَافِرَانِ لَا يُؤْمِنُونَ - لیکن جو مومن نہ ہوں۔ وَحَرَامٌ عَلَى قَرْيَةٍ اَهْلُكَهَا
 اَنْ يَّذُجَعُونَ حَتَّىٰ اِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ
 كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ - اس آیت کی چار طرح تفسیر فرمائی گئی ہے چنانچہ امام رازی
 نے اس طرح تفسیر فرمائی۔ اور ازل قدیم میں یہ اہل مہرم فیصلہ تقدیر کر دیا گیا ہے
 کہ جس قوم اور بستی کو پچھلی گزشتہ امتوں میں سے کسی آسمانی یا زمینی عذاب سے
 ہلاک کر دیا گیا تھا یہ دنیوی عذاب اُخروی عذاب کا بدلہ نہ بنے گا۔ حرام اور ممنوع ہے
 اُس ہلاک کردہ بستی پر اور یہ بات نہیں ہے کہ وہ دائمی عذاب جہنم میں نہ لوٹیں
 کفار پر اس قسم کا کوئی رحم نہ ہوگا یہ رحم ان پر حرام کر دیا گیا ہے۔ ان کو تو دنیوی ذلت
 کے عذاب کے باوجود بھی آخرت کی دائمی ابدی ذلت و عذاب میں جانا ہی ہے
 حَتَّىٰ اِذَا فُتِحَتْ - دوسری تفسیر۔ تفسیر روح المعانی نے فرمایا کہ تقدیر
 فیصلے میں جس قوم کا کفر پر مرنا ہلاک ہونا لکھا جا چکا ہے اب ان پر حرام ہے کہ وہ
 کسی کے سمجھانے سے توبہ اور ایمان کی طرف لوٹیں کبھی بھی نہیں لوٹیں گے۔ یعنی ہر نبی
 کے زمانے کے لیے یہ قانون فطرت شروع سے چلا آرہا ہے کہ جس قوم کی تقدیر
 کفر پر ہی ہلاک کیا جاتا ہے اُن بد نصیبوں کو اُن کے نبی علیہ السلام سمجھائیں یا
 اُن کے دین کے علما اولیا یا کتاب اور قرآن مجید سمجھائے یا حدیث پاک وہ ہرگز
 اللہ رسول کے ایمان اور کفر سے توبہ کرنے کی طرف نہ لوٹیں گے۔ توبہ اور ایمان
 کی توفیق ان پر حرام ہو چکی ہے۔ حَتَّىٰ اِذَا فُتِحَتْ - تیسری تفسیر۔ روح البیان
 نے اس طرح فرمایا کہ اس آیت میں منکرین قیامت کا رد فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی کفار اس
 خوش فہمی میں مبتلا نہ رہیں کہ نہ قیامت ہوگی نہ ہم کو ظلم کی سزا اور کفر کا عذاب
 ملے ہم جو چاہیں دنیا میں فساد مچاتے ظلم کماٹتے کفر پھیلاتے پھریں یہ خیالی تصور
 باطل و خام ہے اس لیے کہ تقدیر مہرم کے مطابق حرام ہے ہلاکت سے مرنے
 والے کفار منکرین پر یہ کہ نہ لوٹیں بھلا کیسے نہ لوٹیں گے بلکہ ضرور لوٹیں گے اور
 اپنے ظلم کفر فساد کی سزا میں جہنم کا ابدی عذاب ضرور پائیں گے اور اُن ہلاکت
 کے لائق سرکش کفار کی یہ انکار قیامت اُس وقت تک ہے جب تک قیامت
 کی علامات ظاہر نہیں ہوتیں لیکن حَتَّىٰ اِذَا فُتِحَتْ - چوتھی تفسیر امام نیشاپوری

اور تفسیر جامع البیان نے اس طرح فرمایا کہ۔ لَا يَذُجُونَ۔ کا لفظ زندہ ہے اور معنی ہے کہ حرام ہے ہر اس قوم پر کہ جن کو ہم نے دنیا میں ہلاک کر دیا یہ کہ پھر وہ دنیا میں لوٹ کر آئیں اور عزت دولت مرتبہ کی دنیا پائیں یعنی کفر پر مرنے والے نہ دوبارہ دنیا میں لوٹ سکتے ہیں نہ دنیوی عزت پا سکتے ہیں نہ آخرت میں عزت کی زندگی پا سکتے ہیں نہ اس حیات دنیا کی جہالت میں توبہ اور ایمان کی توفیق پائیں یہ سب دروازے اُن بد نصیبوں پر بند ہو چکے ہیں اور حرام ہو چکے ہیں ابھی تو وہ اتنے بدمست ہیں کہ اس حیات الدنیا کی جہالت کو غنیمت سمجھتے ہیں نہ توبہ اور ایمان کی توفیق مانگتے ہیں نہ چاہتے ہیں لیکن پچھتاہیں گے اُس وقت حَتَّىٰ اِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ یہاں تک کہ علامات قیامت میں سے یہ پانچویں نشانی بھی ظاہر ہو جائے کہ سند سکندری کے اُس پار سے یاجوج ماجوج کی دو اتانی وحشی قہار قومیں سند سکندری توڑ کر عالم انسانی آبادی کی طرف آنے کے لیے کھول دی جائیں اُس وقت تک ہر قوم کے ہندی کا فر ہزار ہا معجزات کرامات مشاہدات عبریات بلکہ قیامت کی ابتدائی علامات دیکھنے کے باوجود ایمان کی طرف رجوع نہ کریں گے۔ لہذا اسے محبوب اور تاقیامت مسلمانوں تم ان کفار کی ضد بازی پر افسوس یا غم نہ کرو تمہاری تبلیغ دین و ایمان اور تمہارے سمجھانے بتانے میں کوئی کمزوری نہیں یہ ان کی ضد تو ان پر قہر الہی اور ان کی بد قسمتی ہے اُن کے دلوں پر مہر آنکھوں پر پردے کا فوں ہیں ڈاٹ ہمارے اُسی ازلی قدیمی فیصلے کی بنا پر ہے۔ خیال رہے کہ ان آیت میں اہل ایمان کے لیے فَمَنْ يَتَعَمَلْ دَالِہ کا سدا بہار وعدہ رحمانی ہے۔ اور حَرَامٌ عَلَی قَسْرِیۃ کی پوری آیت میں کفار کے لیے قہر کی وعید ہے۔ بچے کچھ اُس وقت کے کافروں کی ہلاکت اُس وقت ہو جائے گی جب یاجوج ماجوج قومیں کھولی جائیں گی اور وہ سب نکل کر ہر اونچی پہاڑی چوٹی گھاٹی سے کثرت میں سیلاب کی طرح اور تیز بھاگنے میں وحشی بھیڑے کی طرح نکل جائیں گے۔ کُفْل کا معنی بھیڑے کا بھاگنا ہے اور سب نکل کر پوری انسانی آبادی پر پھیل جائیں گے اُس وقت آبادیوں بستیوں میں صرف کفار ہی ہوں گے مسلمانوں کو عیسیٰ علیہ السلام بحکم الہی پہاڑی غاروں سے جائیں گے۔ یاجوج ماجوج تمام مکانات توڑ ڈالیں گے۔ تمام دریاؤں کا پانی پی

جاہیں گے تمام چھوٹے بڑے درخت اور جس انسان یا جانور کو دیکھیں گے کھا جائیں گے۔ مگر
مگر نہ مدینہ منورہ میں نہ جاسکیں گے کیونکہ وہاں امام ہمدی کا قیام اور فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔ باجوج
ماجوج زمین پر چالیں دن زندہ رہیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام ان پر ہلاکت کی بددعا فرمائیں
گے۔ تب ہر ایک کی ناک میں ایک کبریا پیدا ہوگا جس سے سب مرتے چلے جائیں گے
پھر عیسیٰ علیہ السلام دعا عرض کریں گے کہ یا اللہ ان لعشوں کو یہاں زمین سے ختم فرما۔ اس
وقت پوری زمین ان کی لعشوں سے بھری ہوگی تب رب تعالیٰ شتر مرغ جیسے بہت
بڑے پرندے بھیجے گا جو ان لعشوں کو اٹھا کر نامعلوم جگہ لے جا کر پھینک دیں گے
پھر ایک تیز بارش برے گی جس سے وہ ساری زمین دھل جائے گی اور ان کی گندگی
ختم ہوگی پھر ایک خوشبودار ہوا چلے گی جس سے ان مردوں کی پھیلی ہوئی بدبو ختم ہوگی
تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غاروں پہاڑوں سے سب مسلمانوں کے ساتھ نکلنے کا حکم الہی
ہوگا اور تمام اہل ایمان باہر آکر نئے سرے دنیا آباد کریں گے۔ باغات کھیتیں لگیں گی
عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوگا۔ اور کچھ عرصے بعد آپ کی وفات ہوگی روضہ اقدس
میں دفن کئے جائیں گے۔ حدیث پاک میں قیامت کے دس بڑی نشانیاں بیان فرمائی
گئیں۔ پہلی دجال کی آمد۔ دوسری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اسی
دن حضرت امام ہمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظاہر ہونا۔ تیسری نشانی دابۃ الارض کا
خروج بعض اکابر نے فرمایا یہ دابہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا وہی بچہ
ہے جو پہاڑوں میں غائب ہو گیا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ چوتھی نشانی پھر قدرتی دھوئیں
کا تمام زمین میں پھیلنا۔ پانچویں نشانی ماجوج کا کھلتا اور نکلنا۔ چھٹی نشانی پھر مغرب
سے آفتاب نکلنا یعنی اٹا پھرنا۔ ساتویں نشانی علاقہ مشرق میں زمین دھنسنے کا زبردست
واقعہ آٹھویں نشانی پھر علاقہ مغرب میں زمین دھنسنے کا عظیم واقعہ بعض بزرگوں نے فرمایا
کہ علاقہ مشرق سے مراد ہندوستان ہے اور مغرب سے مراد یورپ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
پانچواں۔ نویں نشانی پھر جزیرہ عرب میں زمین دھنسنے کا خطرناک واقعہ۔ دسویں
نشانی۔ پھر مورِ اول اور مورِ دوم اور پھر یمن کی جانب سے آگ نکلنے کا واقعہ
مورِ اول سے سب زندہ اشیاء مر جائیں گی یہاں تک کہ ملائکہ بھی اور مورِ دوم سے
سب زندہ ہو جائیں گے۔ اور یمن کی آگ بڑھتی آئے گی اور تمام انسانوں کو میدانِ شتر

کی طرف گھیرتی بھگاتی لائیگی۔ وفات عیسیٰ علیہ السلام اور نفعہ دُور اول کے درمیان ایک سو پچیس سال کا فاصلہ ہے مگر اُس وقت اُسے سورج کی تیز رفتاری ایسی ہوگی کہ ایک سال ایک چہینے کے برابر ایک ہینہ ایک ہفتے کے برابر اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن اور ایک رات ایک ایک گھنٹے کی۔ یعنی سورج کے چوبیس گھنٹے کا پھر اُس وقت دو گھنٹے میں پورا ہوگا۔ اور ایک سو پچیس سال کی مدت موجودہ وقت کے حساب سے بارہ سال بنتے ہیں۔ گو یا سورج کی تیز رفتاری آج کل کے حساب سے بارہ سال تک رہیگی۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال | اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ وَاجْعَلِ لَنَا دُورًا

کرام کو ہے دوم یہ کہ یہ خطاب سب موجودہ تاقیامت مسلمانوں کو یا سب اہل عرب کو ہے اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ تمام اعمال کا ثواب مراد ہے دوم یہ کہ ایمان اور اعمال کی قبولیت مراد ہے اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ نکلنے سے مراد لوج محفوظ میں حفاظت کرنا ہے دوم یہ کہ کراٹا کاتبین کے اعمال نامے میں لکھنا سوم یہ کہ گائیتون کا معنی اُمیتون یعنی محشر تک باقی رکھنا اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ حرام بمعنی واجب ہے یعنی واجب ہو گیا ہے کہ وہ آخرت کی طرف لوٹیں اور سزا پائیں دوم یہ کہ حرام بمعنی ممنوع ہے اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ میں دو قول ایک یہ کہ اس کا معنی ہے کہ تقدیری فیصلے میں قابل ہلاکت ہو گئے دوم یہ کہ اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ کا معنی ہے ہم نے تقدیری فیصلے میں ان کو حاکم بنا دیا یعنی خود کو ہلاک کر دیا ہے کفر پر ڈٹے رہ کر اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ میں دو قول ہیں بعض نے کہا کہ یہ لَانَا فِیْہِ ہے اور فعل مضارع مستقبل منفی ہے دوم یہ کہ یہ لَا زَائِدَہ ہے اور یُرْجَعُونَ مضارع مستقبل مثبت ہے اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہم کا مرجع یا جوع ما جوع ہیں بعض نے کہا کہ اس کا مرجع قبروں سے زندہ ہونے والے تمام انسان ہیں مگر پہلا قول درست ہے یہ غلط ہے اَمَّا تِلْكَ لَمَّا رُفِعَ الْمَسْجِدُ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کا معنی اونچی پہاڑیاں اور معنی ہے کہ یا جوع ما جوع پہاڑوں سے اترتے جاگتے چلے آئیں گے اُن کی دلیل سورۃ کہف کی آیت ۹۵ ہے وہاں ارشاد ہے

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهُ دَكَّاءَ۔ یعنی جب رب تعالیٰ کا وعدہ قیامت کا ہوگا تو یہ سید سکندری توڑ دی جائیگی۔ دم یہ کہ یہ لفظ جَعَلَهُ دَكَّاءَ بمعنی میں ہے جَعَدَ ثَبَّ، کا معنی قبر ہے یعنی مُردے قبر سے نکل کر زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑیں گے اس قول کی دو دلیلیں پہلی یہ کہ ہم ضمیر مذکر ہے حالانکہ یا جوح مارج کے لیے مؤنث ضمیر چاہیے تھی جیسے کہ فِتْحَتُ مُؤنث ہے دوسری دلیل یہ کہ سورۃ یس شریف آیت ۱۰۴ میں ہے۔ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ وہاں بھی أَجْدَاث اور یسئلون ہے لہذا یہاں بھی معنی جَعَدَ ثَبَّ ہے بلکہ ایک قِمرُت میں لفظ بھی مِّنْ کُلِّ جَعَدَ ثَبَّ ہی ہے جب دونوں جگہ یَنْسِلُونَ ہے دونوں جگہ اصل قبور ہی مراد ہیں مگر یہ دونوں دلیلیں کمزور ہیں پہلی تو اس لیے کہ فِتْحَتُ سے قبیلہ یا جوح مارج مراد اور قبیلہ مؤنث لہذا فِتْحَتُ مؤنث اور ہم ضمیر سے افراد مراد ہیں یا جوح مارج افراد مذکر ہیں لہذا ہم مذکر لائی گئی۔ دوسری دلیل اس لیے کمزور ہے کہ وہ اور واقعہ ہے وہاں نَفْخِ صُور کا ذکر ہے۔ یہاں نہیں ہے۔ دونوں جگہ یَنْسِلُونَ نے صرف یہ بتایا کہ دونوں دفعہ بھاگ دوڑ ہوگی لیکن کون بھاگے گا تو ظاہری الفاظ نے بتایا کہ فِتْحَتُ کے وقت یا جوح مارج اور نَفْخِ کے وقت اہل قبور بھاگیں گے۔ دو مختلف واقعات کو صرف یَنْسِلُونَ کی وجہ سے ایک بنائے گی کوئی ضرورت نہیں۔ نیز بلاوجہ ذہنی مرجع نکالنا بھی منع ہے۔ یہاں اہل قبور کا کوئی لفظ نہیں تو ذہنی مرجع ممنوع ہوا۔

فائدے | ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ دین نام ہے عقائد کا اور عقائد میں پانچ عقیدے بنیادی ہیں ۱۔ توحید یعنی اللہ تعالیٰ واحد لا شریک معبود ہے ۲۔ رسالت یعنی تمام انبیاء کی نبوت پر ایمان ۳۔ تمام کلام الہی پر ایمان یعنی آسمانی صحیفے اور چار کتابیں ۴۔ قیامت اور اس کی جزائز جنت جہنم کے وجود پر ایمان ۵۔ ملائکہ کے وجود پر انبیاء کی تعلیم کے مطابق ایمان لانا۔ ان ہی پانچ عقیدوں کا نام اللہ تعالیٰ کا دین ہے آدم علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی تعلیم اور تبلیغ دین تھی یہ فائدہ ۱ اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہذا جس مذہب والے کی تعلیم میں یہ پانچ

عقائد نہ ہوں گے ایک بھی کم ہو گا وہ کافر ہے۔ ماضی قریب کے ایک گمراہ اُردو مفتر نے ہری چند ہندو اور گوتم بدھ سا حارتھ بن سدھوان اور زرتشت بن کنھیا آتش پرستی کے بانی کو معاذ اللہ نبی کہا ہے۔ حالانکہ یہ سب مومن بھی نہیں نبوت تو درکنار ہری چند ہر منت دیوتاؤں کا پجاری ہندو مذہب کا بانی۔ گوتم بدھ دہریہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا منکر۔ ان لوگوں کو نبی کہنے والا وہ مفتر خود کافر ہو گیا ایسے ہی جو کہے کہ ہندوؤں کو کافر نہ کہنا چاہیے وہ خود کافر ہو گیا کیونکہ کفار کو کفار نہ سمجھنا بھی کفر ہے اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صرف توحید بھی اللہ تعالیٰ کا دین نہیں بلکہ کفر ہے۔ اسی بنا پر سب مذہب کو کفر کہا جاتا ہے حالانکہ وہ توحید کے قائل ہیں۔ دوسرا فائدہ دنیا میں سب سے بڑی نقصان دہ چیز فرقے بازی ہے۔ انسانوں میں یہ فرقے بازی نور علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوئی اس وقت چھ فرقے بنے ایک برحق باقی کفریہ، ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ستر فرقے ایک برحق باقی کفریہ۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کے اکثر فرقے ایک برحق باقی کفریہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بہتر فرقے ایک مومن باقی کافر و تفسیر صاوی روح البیان (مسلمانوں میں بہتر فرقے ہوتے رہیں گے۔ کُلُّهُمْ فِي التَّارِ إِلَّا وَاحِدًا) حدیث پاک (یہ فرقے متعدد زمانوں میں بنتے ختم ہوتے رہے نہ کہ ایک دم یہ فرقے بازی دینی عقائد کے مختلف ہونے کا نام ہے نہ کہ شریعتوں اور شرعی اعمال کے مختلف ہونے کا۔ یہ فائِدَاتُ حَبِطَتْ اَمَّا تِلْكَ اُمَّةٌ وَّ اَحَدًا) جمع حاضر فرمانے کے بعد۔ وَ تَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ جمع غائب فرمانے سے حاصل ہوا۔ یعنی گمراہوں نے امت یعنی دینی عقائد میں من مرنی کی توڑ پھوڑ کی نہ کہ فقط اعمال و افکار میں لہذا حنفی مالکی شافعی حنبلی اور قادری چشتی نقشبندی، سہروردی مختلف فرقوں کا نام نہیں یہ سب ایک ہی برحق گروہ اہل سنت والجماعت کے جلوت و اسے شرعی اعمال کے مختلف مسلکی طریقوں اور خلوت والے افکار و طریقت کے مختلف روحانی سلسلوں کے نام ہیں۔ قیسرا خاندان کا یہ دین اگرچہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا مگر اس وقت اس کا نام اسلام نہ تھا کیونکہ ناکمل تھا۔ اور ناکمل کو سلامتی نہیں ملتی۔ ناکمل چیزوں کی شکل صورت حلیہ اور قد کو بقا نہیں ہوتی بلکہ بدلتی اور منسوخ ہوتی رہتی ہے اسی تبدیلی کی وجہ سے نام بھی بدلتے رہتے ہیں مثلاً

جب نبی اکٹا ہے تو اس کا نام کرنیل پھر بڑا پھر بوٹی پھر بودا لیکن جب شکل اور قد میں مکمل ہوا تب نام موتا ہے درخت اسی طرح جب جہنم مکمل ہوا تب نام ہوا اسلام۔ یہ فائدہ۔ اِنَّ هَذِهِ اَمْثَلُكُمْ دالہ) اور دوسری جگہ کہ رَضِيتُ لَكُمْ اِلَّا سَلَامٌ دینا۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن | ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ نیکی وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے لئے ہوئے دین پرستیچا پکا دائمی ایمان لانے کے بعد کی جائے یہ مسئلہ اس آیت کی طرز ترتیب سے مستنبط ہوا۔ اس طرح اِنَّ هَذِهِ اَمْثَلُكُمْ فرما کر تمام انبیاء کا ایک ہی دین بتایا گیا پھر فرمایا گیا اَنْ تَعْمَلَ اِسْکِی فَتَعْقِبَہ نے بتایا کہ دین انبیاء اختیار کرنے کے بعد جو اچھے عمل کرے۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ کی واؤ حالیہ نے بتایا کہ مرنے تک ایمان کی حالت پر رہے پھر فرمایا گیا اِنْ کَفُرْنَا فَاَنْتَ مِیْہاں بھی فَتَعْقِبَہ ہے جس نے بتایا کہ فقط مومن نبوت کی نیکیاں اور عبادت وسیعی اعمال کا کفران و ضیاء نہ ہوگا۔ غیر مومن کے تمام اعمال آخرت میں برباد و دوسرا مسئلہ کوئی شخص دین و ایمان لانے اور پھر اعمال صالحہ و عبادات میں سستی کوتاہی یا وقت سہولت کا انتظار نہ کرے نہ یہ سوچے کہ ابھی بہت وقت پڑا ہے تیک بننے عبادت کرنے میں۔ اس لیے کہ سرمایہ آخرت جمع کرنے کے لیے فقط یہی دنیوی زندگی ہے اور موت کا وقت بھی اگرچہ عند اللہ معین ہے مگر کسی بندے کو پتہ نہیں۔ مشاہدہ بھی نہیں بتاتا کہ کس شخص نے کب مرنا ہے بچے۔ جوان بوڑھے سب ہی مرتے رہتے ہیں نہ ہی پھر کسی کو دنیا میں لوٹنا ہے۔ یہ مسئلہ وَحَرَامٌ عَلٰی قَدْیَہِ دالہ) سے مستنبط ہوا۔ ظاہر اگرچہ یہ آیت اَهْلُکُمْ اَمْثَلُكُمْ کفار کے لیے ہے مگر واردات موت کے یکساں ہونے سے عبرت سب مومن کافر کے لیے ہے کسی کو بھی دوبارہ دنیا کی یہ جہلت ملنا نہیں ہے۔ حرام بمعنی ناجائز ممنوع ہے شرعی قواعد میں واجب بھی ایک طرح سے ممنوع ہے اور حرام بھی ممنوع ہے مگر فرق یہ کہ ترک فعل کا منع ہوتا شرعاً واجب کہلاتا ہے اور عمل فعل کا منع ہوتا حرام کہلاتا ہے۔ واجب میں عمل پر ثواب ملتا ہے اور حرام میں ترک پر ثواب ہے آیت کا باطنی منشا یہ ہے کہ کسی کو بھی اس دنیا میں جہلت و سستی کی ممانیاں

کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ ہر شریعت میں مکلف بندے کو یہ سہولت ملتی رہی ہے کہ وہ حسب حال اور مطابقت ہمت عمل صالحہ کرے۔ ہمت طاقت سے زیادہ عمل صالحہ کا مکلف نہ بنایا گیا یہ رب تعالیٰ کی عظیم کرم نوازی ہے یہ سہولت ہر بندے پر رب تعالیٰ کا احسان ہے۔ یہ مسئلہ۔ مِنَ النَّصَاحَاتِ میں تبصیغیہ فرمانے سے مستنبط ہوا لہذا تندرست مومنین کے تندرستوں جیسے۔ سارے بیمار کے بیماروں جیسے۔ معذوروں کے معذوروں جیسے۔ مقیم کے مقیموں جیسے۔ مسافر کے مسافروں جیسے امیر کے امیروں اور غریب کے غریبوں جیسے ہر اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہیں۔

ایاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یاں فرمایا گیا **اعترافات** وَ تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ یعنی لوگوں نے اپنا اپنا دین

مختلف بنالیا اس کی برائی فرمائی جا رہی ہے حالانکہ یہ کام تو انبیاء نے بھی کیا کہ ہر نبی کی شریعت مختلف ہوتی رہی۔ مگر اس کو اچھا کہا جاتا ہے اور دین حق۔ اس کی کیلوجہ جواب اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں واضح کر دیا گیا ہے یاں اتنا اور سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کا مختلف ہونا۔ دینی اختلاف نہیں بلکہ طریقہ عمل کا اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف منحصر نہیں اس لیے کہ دراصل دین نام ہے عقائد کا اور شریعت نام ہے اعمال کا۔ عقائد حق کی مخالفت فرقے بازی ہے تَقَطَّعُوا سے یہی مراد ہے اس کی برائی ہے کیونکہ فساد فی الارض ہے۔ تمام انبیاء و کرام علیہم السلام کے عقائد بالکل ایک جیسے تھے وہ بھر اختلاف نہ تھا اسی کو حُكْمٌ وَ احَادٌ۔ فرمایا گیا۔ اسی کی تعریف و ثنا فرمائی جا رہی ہے یہ فرقے بازی نہیں شریعتوں کا اختلاف تو حالات زمانہ اور عوام کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اعمال و عبادات تو وقت کے گزرنے سے ایک ہی شریعت میں بھی مختلف ہو جاتے ہیں جیسے عورت و مرد۔ بیمار و تندرست، معذور، درست، امیر و غریب کے اعمال و عبادات اور طریقہ ادا میں بے شمار اختلاف ہیں اور پھیلی ہر ایک شریعت میں ہوتے رہے اس میں اختلاف شرعی کو سہولیاں کہا جاتا ہے نہ کہ فرقے بازی۔ دوسرا اعتراض

اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ اور سورۃ مومنون کی آیت ۵۳ میں فرمایا گیا فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ عبارت اور مومنون ایک ہے مگر یہاں واؤ ہے وہاں فَ ہے اس کی کیا وجہ؟۔ جواب اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں عوام اور ان کی عام عبادت و کردار کا ذکر کیا گیا عوام کے کردار فرقتے بازی کا وقت نہ بتایا گیا۔ یہاں صرف یہ بتایا اور سمجھا یا جا رہا ہے کہ اے یہودیو تم لوگ موسیٰ و ہارون اور عزیر علیہم السلام کو ماننے والے ہو اور اے عیسائیو تم عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہو اور اے عزیزیو تم ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو ماننے والے ہو تم لوگ اسلام کی مخالفت اور انکار کیوں کر رہے ہو اِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمْ۔ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تمہارے پاس لایا ہوا دین اسلام اُمَّتٌ وَّ اَحَدَةٌ ابراہیم موسیٰ ہارون و عزیر و عیسیٰ و اے دین ہی کی مثل ہے سب ایک ہی دین ہے۔ یہودیت مجوسیت اور عیسائیت اور بت پرستی تو بعض لوگوں کی ذاتی حرکت اور فرقتے بازی کی توڑ پھوٹ ہے اس لیے وَتَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ عَاطِفٌ سے ارشاد ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کی توحید شان کہ سب انبیاء علیہم السلام ایک ہی دین لے کر آئے اور کافر لوگوں کی یہ حرکت کہ انہوں نے اپنے اپنے دین مذہب بنالے لہذا جب تمہارا زبانی دعویٰ ہے اَنَّ انبیاء کو ماننے کا تو اُن کے لائے ہوئے دین کو بھی مانو جس کا ایک اسلام نام رکھا گیا ہے۔ مگر عملی طور پر تم فرقتے بازوں اور اپنے باپ دادلوں کی مانند ہو لیکن سورۃ مومنون میں اس فرقتے بازی کا وقت بتایا گیا کہ اے گروہ انبیاء اور اہل ایمان لوگو تم سب اپنے تقوے طہارت عبادت کی تعلیم تبلیغ اور عمل صالحہ پر قائم رہو کیونکہ سب انبیاء نے اپنے زمانوں میں تقوے کی ہی تعلیم فرمائی پھر اُن کے بعد لوگوں نے فرقتے بازی شروع کر دی اس لیے وہاں فَ تَغْفِيهِ لَانِ گئی۔ جس نے بعدیت کو بتایا۔ لہذا یہاں واؤ عاطفہ اور وہاں فَ تَغْفِيهِ بالکل درست ہے۔ تیسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں پہلے فرمایا گیا اِنَّ اِلٰهَكُمْ اَحَدٌ یعنی سب لوگ ہماری طرف کوڑھنے والے ہیں پھر آیت ۹۵ میں فرمایا گیا اَنَّهُمْ لَا يَزُجُّوْنَ۔ بے شک وہ نہیں ٹوٹیں گے۔ ظاہراً تو یہ تضاد معلوم ہوتا ہے جواب۔ بالکل تضاد نہیں۔ عبادت بالکل صاف ہے۔ صرف

معتز نے عقل سے غور و تدبیر نہ کیا۔ پہلے دَا جَعُوْنَ کا تعلق اَلَيْسَا سے ہے یعنی سب لوگ قیامت کے دن ہماری طرف لوٹیں گے۔ اور لَا يَدْجِعُوْنَ کا تعلق حَوَامِل سے ہے۔ یعنی لَا يَدْجِعُوْنَ حرام ہو چکا ہے۔ اور رُجُوعِ اِلَى اللہ اتنا اہل لازمی اور تقدیرِ مہر م ہے کہ کسی کے ٹالے نہ ٹالے روکے نہ رکے منکرین قیامت سن لیں کہ ان پر حرام و منوع ہے نہ لڑنا۔ یعنی ضرور لوٹیں گے حساب و کتاب سنیں گے ظلم و کفر کا بدلہ پائیں گے جہنم میں جائیں گے غرض کہ دَا جَعُوْنَ فرمانا فیصلہ و ربانی کی خبر دینا ہے اور لَا يَدْجِعُوْنَ فرمانا فیصلے کی سختی اور مضبوطی کا بتانا ہے۔

اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَاَنَا رَبُّكُمْ فَخُذُوا
تفسیر صوفیانہ وَتَقَطُّوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ اِلَىٰ مَا جَعُوْنَ۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ
وَ اِنَّآ لَهٗ كَآرِبُوْنَ۔ اسے ساریں حقیقت کے گردہ بے شک وہ توحید مخصوصہ کا طریق مستقیم جو سب انبیاء کا صراطِ نور ہے اور اہل طلب کو مجاز سے نکال کر حقیقت کی طرف لے جانے والا ہے ایک ہی ہے نہ اس میں کمی ہے نہ کمی نہ موڑ ہے نہ ٹھوڑ نہ حق سے فرار ہے نہ غیر کی طرف انحراف ہے نہ مخالفت کا میلان ہے نہ توجہ اس راہِ شوق کے سب راہِ نوردوں کو یہی تعلیم و تدریس ہے کہ اَنَا رَبُّكُمْ ہوا حال زمان میں ہیں ہی تمہارا مربی ہوں ارواح سے شکم ماور تک قہر سے لحد تک میرا ہی کام ہے تم سب کو پالتا اور تمہارا کام ہے بندگانِ مخلص کی طرح پلنا۔ میرے سوا کسی کو اپنا رب نہ سمجھو۔ اس راہِ شوق کی عبادت کے امر و توجہ اِلَى اللہ ہے اور نہی غیر اللہ سے بے توجہی اور حق تعالیٰ سے دور و محجوب ہونے والے لوگوں نے منزلِ دین مقامِ ایمان مرتبہ عرفان سے غافل و ناواقف ہونے کی وجہ سے اپنے راستوں کو جھوٹی دستارِ کفر کی گفتار و نیاسازی کا جُبہ اور چال بازی کا قہر بنا کر خود ہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف اندھیرے رستوں میں کھم گئے۔ اور ابلیس کے فریبی طریقوں کو اپنا اپنا دین سمجھ لیا اور خواہشاتِ مختلفہ سے ٹیڑھے راستے غلط منزلیں چن لیں۔ یہ نہ جانا کہ آخر کار سب نے آنا ہماری طرف ہی ہے دنیا میں جو چاہی راستے بنائیں مقاصد اور سمتیں بناتے پھریں۔ ہر اچھے کو جزا و برے کو سزا تو ہم ہی دیتے والے ہیں لہذا ہم

فرد ہر ایک کو اُس کے ایمان و اعمال کے مطابق ہی بدلہ دیں گے۔ خوش قسمت تو وہ ہے جو اس حیاتِ دنیوی میں ہمارے پچھے راستے پر چل کر صدقِ ایمانی کے ساتھ نیک کام کرے پس جو شخص کمالِ علیہ سے متصف ہو کر عالمِ ظاہر و باطن بن جائے اور یقینِ کامل حاصل کر لے تو اُس کی راہِ طلب کی تمام کوششیں محنتیں مشقتیں مصیبتیں قیامتِ وسطیٰ کے میدانِ حشر و نشر میں محرومیِ ثواب کے کفران میں ہرگز ضائع اور برباد نہ ہوں گی بلکہ فطرۃِ اولیٰ کے مقام تک مقبول و مشکور منظور ہوں گی اور بے شک ہم ہر بندے کے اخلاص کے مطابق صحیفہٴ قلب میں اُس کی یہ سچی مشکور لکھ دینے والے ہیں۔ تاکہ تا ابد ثابت و قائم باقی و دائم حافظ و راقم ہو جائے۔ لیکن جن سرکشوں کی ہلاکت کا فیصلہ اُن کی بد بختی شقاوتِ قلبی کی وجہ سے ازلِ اسرار میں ہم نے کر دیا ہے اُن پر حرام و مُمتنع نامکن و مستعمل ہو چکا ہے کہ وہ پھر دوبارہ حجاباتِ کفران اور ظلماتِ کفر سے نکل کر نشاۃِ دنیوی میں فطرتِ عرفانی کی طرف ٹوٹ سکیں۔ اِس لیے کہ: وَحَرَّامٌ عَلٰی قَوْمٍ اَنْ يَّهْتَفُوا بِالْعِلْمِ لِقَوْمٍ يَّهْتَفُونَ حَتّٰی اِذَا نَجَّيْتُمْ يٰ جُوعٌ وَمَا جُوعٌ وَهُمْ مِنْ يَّكُلْ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ۔ جن لوگوں کو دوریِ بارگاہ کے اندھیروں میں ہم نے ہلاک کر دیا، اُن پر تا ابد انعامِ سعادت حرام ہے۔ وہ پھر کبھی بھی چینِ معرفت کی خوشبوؤں تازگیوں میں نہ ٹوٹ سکیں گے یہاں تک کہ قوتِ نفسانیہ کے یا جوع اور شہواتِ بدیہ کے مایجوع پر انحرافِ مزاجی کے دروازے کھول دئے جائیں اور خواہشاتِ جسمانی کی ترکیب کا بندھن ٹوٹ جائے جو مرشدِ کامل نے باندھا تھا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جب کسی پر نصیب کی خواہشات و شہوات کے بندھن کھل جاتے ہیں تو وہ ہر عضوِ بدنی کی بلندیوں کے محلِ مقرر اور مقرر سے اترتے ہی چلے آتے ہیں۔ پھر بد معاشیوں کا ایسا یَنْسِلُونَ مچتا ہے کہ نہ آنکھ میں جیا۔ نہ کان میں شرفانہ ہاتھ میں ثواب۔ نہ پاؤں میں بقا۔ نہ قلب میں تقی۔ نہ عقل میں بقا کچھ بھی کہیں بھی ایمانیات کے کھل کھلانے باغاتِ لہلہانے کھیتِ نظر نہیں آتے۔ ہر طرف شیطانیات کی بکھیر ہوتی ہے۔ تب ان بد بختوں کو ہوش آتا ہے اور کہتے ہیں ہائے ہماری ہلاکت، ہماری توبہ غافلینِ سُفہا کے لیے یہی عالمِ ناموت کے یا جوع و مایجوع ہیں رحمی الدین ابن عربیؒ راہِ طلب کے تین فرقے پہلا طالبِ دنیا یہ کثیر ہیں دوسرا طالبِ آخرت یہ قلیل ہیں۔ تیسرا طالبِ مولیٰ یہ عظیم ہیں۔ لیکن کُلِّ اَلْبَنَانِ

رَاجِعُونَ۔ سب ہماری طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ طالب دنیا صورتِ قہر کی طرف اور طالب آخرت صورتِ ہر کی طرف قہر جہنم ہے اور ہر جنت ہے مگر ہمارے طالبِ انوار و صابیت کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اہل شہوات اور گستاخی نبوت کی بدعات والوں کے دلی اعتقاد کی بذیتی اخلاق کی برائی مخالفت شریعت۔ عداوت طریقت۔ رقابت حقیقت کی وجہ سے ایمان کی طرف رجوع اور مولیٰ تعالیٰ کی طرف توبہ کر سکتے ہی نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا لہذا۔ فَمَنْ يَهْتَدِ مِنْكُمْ فَلَاحُ اللَّهِ رُوحَانِی (آیت ۲۹) یعنی کون ہدایت دے سکتا ہے اُس گمراہ کو جسے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ ازلیہ قدیمیہ تقدیر یہ میرے میں گمراہ کر دیا ہر توفیق کا دروازہ ان پر بند کھلنا حرام و ناممکن (روح البیان) اے سالکین معرفت تم مقاماتِ علویہ عبور کر کے اپنے قلوب میں بقا باللہ اپنی عقول میں فنا فی اللہ کی متفرق دولتوں کو جمع کر لو گے تو تم خود ائمہ و اصدہ بن جاؤ گے یہ ہی تمہاری ابتدا ہے پھر تم کو رب تعالیٰ اپنی معرفت عطا فرمائے گا یہ ہی تمہاری سلامتی ہے پھر ارشاد ہوگا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ۔ یہ تکمیل ہے اس کے بعد تمہارے اسی دین کا نام اسلام رکھا جائے گا یعنی منسوختیت سے سلامتی والا ختم نہ ہونے والا۔ پہلے اس دین کا نام اسلام اسی لیے نہ رکھا گیا کہ وہ درخت تو تھا مگر پودے کی شکل میں غیر مکمل اور غیر سلامتی والا منسوختیت سے اَنَارُ ثَبُکُمْ تم کو پالنے والا صرف میں ہوں فَاعْبُدُونِ پس میری شریعت کی عبادت میری طریقت کی ریاضت کرو۔ اہل دنیائے اپنے جُثِثِ باطنی کی وجہ سے اس راہِ حقیقی کی طلب کو چھوڑ کر مختلف راستے بنا لئے۔ اہل کمال کی سعی اعمال کو محرومیِ انوار کے گھران میں نہیں ڈالا جاتا۔ وَحَرَامٌ۔ ہاں اَلْبَشَرُ اَنْ جُثِثِ باطن والوں پر جن کی ہلاکت و ذلالت کا قدیمی فیصلہ ہو چکا ہے غفلتوں سے نکلنا عظمتوں کی طرف آنا حرام و ناممکن کر دیا گیا ہے وہ بد قسمت یا جوجِ نفس اور ماجوجِ خثا کے کھلنے تک دنیوی خواہشوں زَمَرْقُوتِ بکبکوں میں ہی مبتلا رہیں گے یہی دین کے کافرانِ مطلق ہیں صوفیا کی اصطلاح میں احکام شریعت سَدِّ سَکَدَرِی ہے جس میں خواہشاتِ نفس کے یا جوجِ ماجوجِ قید ہیں اور مخالفتِ شریعت پیرویِ طبیعت ان کا کھنسا ہے یا جوجِ معدنِ شہوات ہیں اور ماجوجِ حواسِ ظاہریہ کی بد عملی ہیں ان کا فساد قالبِ انسانی میں مِیْسُورُن ہے جو روح کی قلب و عقل وال آبادیوں بستوں میں پھیل جاتا ہے۔ وَاللَّهُ حَافِظُ مَن شَرَّهَا۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ

اور جب قریب آئے گا الہی فیصلہ تو اچانک ایسی حالت ہوگی کہ کھلی رہ جائیں گی
اور قریب آیا سچا وعدہ ترجمہ آ نکھیں پھٹ کر رہ جائیں گی

أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَوِيلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ

اُن لوگوں کی آنکھیں جو کافر رہے کہ ہائے ہماری بربادی بے شک ہے ہم غفلت میں
کافروں کی کہ ہائے ہماری خرابی بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے

مَنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ۙ ﴿٩٨﴾ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ

اس دن سے بلکہ ہم ہی تھے ظالم ۔ بے شک تم اور وہ چیزیں کہ بلوختے ہو تم
بلکہ ہم ظالم تھے ۔ بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا

مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا

اللہ کے مقابل ۔ دوزخ کا ایندھن ہیں تم سب اس میں
تم بلوختے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں

وَأِمَّا دُونَ ۙ ﴿٩٩﴾ لَوْ كَانَ هُوَ آ إِلَٰهَةً مَّا

گرنے والے ہو ۔ اگر ہوتے یہ بت واقعی معبود تو یہ سب نہ گرتے
اس میں جاتا ۔ اگر یہ خدا ہوتے جہنم میں نہ جاتے اور

وَمَادُونَهَا ۙ وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ۙ ﴿٩٩﴾

اس دوزخ میں حالانکہ یہ سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں
ان سب

marfat.com

لَهُمْ فِيهَا زَوْجٌ وَهُمْ فِيهَا لَا

ہوگی ان کی اس جہنم میں گھرے جیسی بیچ اور وہ اس میں
وہ اس میں رہیں گے اور وہ اس میں

يَسْمَعُونَ ﴿۱۰﴾

سننے کے قابل نہ ہونگے
کچھ نہ سنیں گے۔

تعلقات | ان آیت پاک کا پھل آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پھل آیت
میں قُرب قیامت کی ایک نشانی یعنی یا جوع و ما جوع کا نکلنا بیان ہوا۔ اب
ان آیت میں اُس پختے وعدے یعنی قیامت کے آنیکو صاف صاف نفلوں میں فرمایا جا رہا
ہے کہ وہ بالکل قریب ہے۔ دوسرا تعلق پھل آیت میں فرمایا گیا کہ یہ کافر تو اس دنیا میں
پھر آنے کی تمنا رکھتے ہیں مگر ان کا دوبارہ آنا حرام ہے اب ان آیت میں اس کی وجہ بیان
ہو رہی ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہیں جلا واپس دینا میں کیسے آسکتے ہیں۔ تیسرا تعلق
گذشتہ آیت میں فرمایا گیا کہ کفار دنیا میں فرقتے فرقتے ہو گئے اور دینی اعتبار سے
مُدا جُدا ہو گئے۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ فرقتے باز اب جہنم میں ہی
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کُلُّ فَنِيحًا خِلْدُونَ۔ ہوں گے یعنی وہیں اکٹھے ہوں گے۔

تفسیر نحوی | اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارِ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَارْتُيِلَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غَمَضَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ لَّئِيْلٌ لِّلْظَالِمِينَ

واو عاطفہ اس سے عطف ہے مابعد کا سابقہ فِتْحَتُ کے چلے پر اقْتَرَبَ باب
افتعال کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب بمعنی بہت قریب ہو گیا یا آگیا حقیقتاً مستقبل
کے معنی میں ہے اس کا مصدر ہے اقْتَرَبَ افتعال میں فعل کا مبالغہ زیادتی و کثرت
ہوتی ہے قُرب سے بنا ہے بمعنی قریب آنا۔ یہاں یعنی قریب میں کثرت نہیں ہے۔
افتعال میں لانے سے بہت کا معنی پہلے ہوا الْوَعْدُ اسم مفرد معرفہ الف لام عہدی بمعنی

فیصلہ قیامت) موصوف ہے اَلْحَيُّ اَمُّ مَفْرُود جابر یعنی اَحیٰ پس صفت ہے یہ مرکب توصیفی فاعل ہے سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اِذَا فُتِحَتْ پُرْت زائدہ رابطے کے لیے اِذَا مَافَاجَا تَبِہ فَ جَزَائِیْہ کے قائم مقام ہے یہاں فَ جَزَائِیْہ کی ضرورت نہیں کیونکہ جب جملہ اسمیہ جزا بنے اور اِذَا بھی ہو تو وہاں فَ جَزَائِیْہ کی ضرورت نہیں رہی ضمیر شان ضمیر قصہ) کیفیت و حالت بیان کرنے والی مبتدا ہے۔ شَا خَصَّةً بَابِ فَتْحٍ کا اسم فاعل واحد مؤنث شخص سے مشتق ہے بمعنی ٹٹلی باندھ کر دیکھتا یعنی صحبت اور دہشت سے گھبرا کر مسلسل دیکھے جانا یہ خبر مقدم ہے اَبْصَارُ اَمِّ جَمْع مَکْشَر مَنصُوف اس کا واحد بَصْرٌ ہے بمعنی نگاہ نظر والی آنکھیں مضاف ہے اَلَّذِیْنَ اَمِّ مَوْصُول جمع مذکر کُفَرُوْا بَابِ نَصْرِ کا ماضی مطلق یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مضاف الیہ ہے اَبْصَارُ کا یہ مرکب اضافی مبتدا مؤخر ہوا۔ شَا خَصَّةً کا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ماضی مبتدا کی دونوں جملہ اسمیہ ہو کر جزاءِ اول ہوئی۔ یا حَرْفِ تَدَاوُلٍ اَمِّ مَفْرُود معرب نکرہ معرفت بنایا گیا ضمیر کی اضافت سے بمعنی ہلاکت بربادی تباہی مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مرجع ہے۔ اَلَّذِیْنَ کُفَرُوْا۔ مجرور متصل ہے کیونکہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی نادانی ہے قَدْ کُتِبَ۔ بَابِ نَصْرِ کا ماضی قریب بمعنی ماضی بعید تحقیقیہ یعنی بے شک تھے ہم۔ جمع متکلم کی ضمیر باز اس کا فاعل یہ فعل تامہ ہے فی جارۃ ظرفیہ مکانیہ غَفْلۃً اَمِّ مَفْرُود مؤنث نفلی بمعنی نادانی سستی کا صلی بیوقوفی نا بھی حماقت مجرور ہو کر متعلق اول ہے مِنْ هٰذَا یہ جار مجرور متعلق دوم ہے هٰذَا اَمِّ اشارہ قریبی سے مراد قیامت یا دینِ حق قَدْ کُتِبَ اپنے فاعل اور دونوں متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہو کر معطوف علیہ بِلْ حَرْفِ عطف برائے اِضْرَابِ دما قبل کی نفی مابعد کا ثبوت کُتِبَ۔ فعل ناقصہ جمع متکلم کی ضمیر صیغہ اس کا اسم ظہیرین۔ بَابِ قُرْبِ کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب ہے خبر ہے کُتِبَ کی یہ مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہوا قَدْ کُتِبَ کا پر دونوں مل کر جواب ندائیہ سب مل کر جملہ ندائیہ ہو کر قالوا پوشیدہ کا مقولہ ہو کر جزاءِ دوم ہے اِذَا فُتِحَتْ کَا اَنْکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصْبٌ جَهَنَّمُ۔ اَنْتُمْ لَهَا وَاِیْ دُوْنِ اِذَا حَرْفِ مشبہ کُمْ ضمیر جمع مذکر منصوب متصل مرجع کفار مکہ اور تمام بت پرست کفار معطوف علیہ واو عاطفہ کا اسم موصول اَصْلًا غیر عقل والوں

کے لیے ہوتا ہے مگر کبھی صرف ذوی العقول اور کبھی ہر دو کے لیے ہوتا ہے یہاں اپنے اصلی
 معنی میں ہے مراد بُت ہیں ہر قسم کے خواہ کسی بھی شخصیت کے ہوں تَعْبُدُونَ باب نَعَز
 کا فعل مضارع حال جمع مذکر حاضر عِبْد سے مشتق ہے بمعنی بُت پرستی کیونکہ کفار کی مذہبی
 عبادت صرف بتوں کی سجدہ ریزی ہے مِنْ جَارَہ زائدہ دُونَ مضاف اَلْقَدْر مضاف الیہ
 یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے تَعْبُدُونَ فعل با فاعل اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر
 صلہ ہوا ماکا ایک قول میں ماکا مفعول بہ مقدم ہے یہ موصول صلہ مل کر معطوف ہوا دونوں عطف مل کر
 معطوف ہوا دونوں عطف مل کر اسم اِنَّ ہے حَصْبُ اسم مفرد جامد اس کی پانچ قربتیں ہیں ۱۔
 حَصْبُ ۲۔ حَصْبُ ۳۔ حَصْبُ ۴۔ حَصْبُ ۵۔ حَصْبُ معنی سب کا ایک ہے
 ایندھن لکڑی کی مثل۔ خیال ہے کہ ایندھن کے لیے عربی میں پانچ لفظ ہیں ۱۔ وَثُوذ یعنی
 ہر قسم کی جلنے والی مثلاً لکڑی کٹر پیڑوں۔ گیس تیل گھاس پھوس وغیرہ ۲۔ جَبْرَل۔ پانی سے خشک
 شدہ چیز ۳۔ دَعْر۔ سلگ سلگ کر جلنے والا ۴۔ خَوَاذِلُ جلدی بھرک کر جلنے والا ۵۔ جِدْلُ
 یا وَبْلُ گٹھا ہوا مضبوط ایندھن یہ مضاف ہے جہنم اسم مفرد مَعْرَب مضاف الیہ مرکب اضافی
 خبر اِنَّ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اَنْتُمْ اسم ضمیر مبتلا ہے لام حرف جر بمعنی فی ظرف مکاں
 یا بمعنی اَعْلٰی فوقیت کا یہ جار مجرور متعلق ہے وَارِدُونَ کا باب مَعْرَب سے اسم فاعل جمع مذکر
 وَرَد سے مشتق ہے بمعنی داخل ہونا کرنا گزرنا اوپر سے اترنا۔ قریب جانا یہاں پہلے
 معنی میں ہے یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ
 ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ کَوَّانَ هُوَ لَآءِ اِلَہَ مَا دَرَدُوْہَا
 وَ کُلٌّ بِہَا خَلِدُونَ لَہُمْ فِہَا زَفِیْرٌ وَ هُمْ فِہَا لَا یَسْمَعُونَ۔ وَخَوَفِ
 شرط کان فعل ناقص ماضی مطلق هُوَ لَآءِ اسم اشارہ جمع مذکر مؤنث دونوں کے لیے
 مبنی ہے بحالت رفع اسم ہے گَانَ کا اِلَہ اسم جمع مکسر منحرف اس کا واحد ہے۔
 اِلَہ خبر ہے گَانَ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقص ہو کر شرط ہے مَا وَرَدُوْہَا بِخَرَبِ کَانَ
 ماضی مطلق منفی جمع مذکر فاعل وَرَد سے مشتق ہے بمعنی گرنا داخل ہونا اس کا فاعل
 ضمیر صیغہ ہے مرجع ماکا تَعْبُدُونَ ہے یعنی تمام بُت یا اس کا مرجع عابدین معبودین
 سب ہیں اس لیے کہ اگر بُت بچے ہوں تو نہ بُت جہنم میں جائیں نہ ان کے بچاری
 واؤ حالیہ بمعنی حالانکہ کُل اسم تاکیدی بمعنی تمام بُت و بُت پرست فِہَا یہ جار مجرور

متعلق مقدم ہے غَلَدُونَ باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر خالِدٌ واحد ہے خَلَدٌ اور غَلَدُوں سے بنا ہے
یعنی ہمیشہ رہنا ضمیر صیغہ اس کا فاعل اپنے متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدأ دونوں
مل کر حال و ردو کے فاعل کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ نافیہ ہو کر جزا ہے لُذْگَانِ کی۔ دونوں مل کر
جملہ شرطیہ ہو گیا نَحْمُ یہ جار مجرور متعلق اول ہے پوشیدہ یُکُونُ فعل کا بیٹھا یہ جار مجرور
متعلق دوم ہے یُکُونُ تائمہ کا زَیْفٌ اسم مبالغہ بروزن فَعِلٌ زَیْفٌ سے مشتق بمعنی زینکنا
گدھے کا، یا گدھے کی مثل آواز کا نالنا خواہ نقل کرتے ہوئے یا تجرور کسی بیماری و
تکلیف سے یہاں آخری معنی میں ہے زَیْفٌ خود بھی مصدر اور مبالغہ کا معنی ہے گدھے کی
ابتدائی چیخ دار آواز کو کہتے۔ لغوی ترجمہ ہے اتنی زور سے آہ بھرتا کہ پیلین ہوا (سانس)
سے بھر جائیں یہ فاعل ہے یُکُونُ پوشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ تائمہ ہو گیا واو سر
جملہ ضمیر مرفوع منفصل مبتدأ ہے فی حرف جر ظرفیہ مکانیہ ضمیر واحد مؤنث مجرور
منفصل اس کا موصح ہے جنم یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ لَا یُتَمَعُونَ۔ باب سَمِعَ
کا فعل مضارع منفی جمع مذکر غائب سَمِعَ سے مشتق ہے لازم بھی ہوتا ہے متغذی یک
مفعول بھی یہاں لازم ہے ترجمہ ہے سننے کے قابل ہی نہ ہوں گے یعنی مکمل گونگے
اسی لیے اس کا مفعول ہم نہیں ہے۔ اس کا فاعل ضم ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ فعل فاعل
اور متعلق مقدم مل کر جملہ فعلیہ منفیہ ہو کر خبر ہے ضم مبتدأ کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ
ہو گیا۔

تفسیر عالمائے | وَ اِخْتَلَفَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارِ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰی يُلٰنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا
بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ یہ تمام وہ قومیں جو کفر کر کے ہالک یعنی اپنے آپ کو ہلاک
کرتے والی بن چکی ہیں اور قبیلہ تقدیر میں ہلاک ہونے والی بن گئیں اُس وقت
تک غفلت سے نکل کر توبہ اور کفر کے پھٹا دے کی طرف تہ لوٹیں گیں جب تک
کہ علامات قیامت میں سے دو بار کُیْلُوْنَ کا مظاہرہ نہ ہو جائے۔ ایک پہلا
اُس وقت اِذَا فُتِحَتْ يَابُجُوْ جُوْ وَمَا جُوْ جُوْ جب کہ یا جوح ما جوح کھولے
جائیں گے اور بھگدڑ چائیں گے اور دوسری بار اُس وقت جب کہ اِخْتَلَفَ
الْوَعْدُ الْحَقُّ۔ نفع بردہم کے بعد قیامت کا یقینی وعدہ بالکل ہی قریب ہو جائے گا

اور تمام انسان زندہ ہو جائیں گے۔ قُلْ اِذَا هُم مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَسْئَلُوْنَ اور کفار اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ محشر کی طرف مُغادرہ کریں گے۔ جگہ جگہ جائیں گے۔ کُلُّ شَیْءٍ حَیٍّ اَتٰی رَبَّہٗ فِی الْیَقِیْنِ وعدہ اچانک ظاہر ہو گا تب کفار کی آنکھیں کھلیں اور چڑھیں رہ جائیں گی قبروں سے بھاگتے اور قیامت کے آنے کی دہشت کی وجہ سے کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت بے شک دنیا میں ہم بہت بڑی غفلت میں پڑے رہے۔ نہ انبیاء کی مانی نہ اولیا کی علیہم السلام نہ قرآن کو سمجھا نہ اسلام کو پرکھا آج بروزِ محشر ہم کو سب یاد آ رہا ہے کس شفقت و محبت سے انبیاء نے ہم کو سمجھایا قیامت کا۔ انا سنایا جہنم سے ڈرایا۔ قرآن مجید نے بار بار قبر کا حال بتایا مگر ہم بد نصیب کب سنتے کان دھرتے تھے اُن مُنذِرِیْنَ مِنَ اللّٰهِ کی ہم اس غافل نہیں رکھے گئے تھے۔ بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ بلکہ ہم سب سنتے جانتے عقل سے سمجھتے ہوئے بھی ضدی بن کر خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے آج پچھتا کر توبہ کر رہے ہیں جب کہ کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن و حدیث تے تو ہم کو ہمارے پچھتاوے دنیا میں ہم کو بتا دی تھیں مگر اس وقت ہماری کم بختی ہم نے اپنے خیر خواہ انبیاء کی جو ہمارے ہی غم میں غمزدہ رہتے تھے نہ مانی اور ان پیاروں کو ہی اپنا دشمن سمجھا۔ اور شیطان ملعون و مردود کو اپنا دوست سمجھتے رہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانوں میں اپنی امت کو ہمیشہ ہی سمجھایا کہ اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصْبُ جَحَہْمُ اَنْتُمْ لَهَا وَاِرِ دُوْنَ۔ کُوْکَانَ هُوَ لَاسِعُ الْیَہٖ مَا وَّرَدُوْهَا وکل فیہَا خَلِدُوْنَ۔ لَہُمْ فِیْہَا زَفِیْدٌ وَہُمْ فِیْہَا لَا یَسْمَعُوْنَ۔ اے بت پرستی کر کے کفر پر دین پر مرنے والے بے شک تم سب بت پرست بھی اور تمہارے سب دیوتا دیوی چاند سورج ستارے اور نیک بزرگوں کے نام پر بنائے ہوئے بت بھی جہنم کا ایندھن بنا دئے جاؤ گے۔ اَنْتُمْ لَهَا وَاِرِ دُوْنَ تَمَّ بِجَارِی تُو جہنم میں جلنے کے لیے ہی پھینکے جاؤ گے لیکن یہ اینٹ پتھر دھات کی مورتیں تو جہنم کو مزید ذلیل کرنے جلانے کے لیے تمہارے پاس جہنم ہی ڈالے جائیں گے اس طرح کہ ان کو جہنم میں بے بسی کی ذلت سے پڑے ہوئے دیکھ کر تمہارے دل جلیں گے کہ ہائے یہ وہی بت ہیں جن کی دنیا میں ہم پر جا کرتے تھے ان کو الہ سمجھتے عزت

گتے تھے۔ اور جب یہ گرم ہو کر تمہارے جسموں سے لگیں گے تو تمہارے جسم جھلسیں گے جس سے تم کو مزید تکلیف اور عین بڑی عذاب بڑھے گا اس لیے بذاتِ خود چاند سورج ستارے بھی جہنم میں ڈالے جائیں گے تاکہ ان کے ہجاریوں کو ان کی گرمی کا بھی عذاب پہنچے۔ اسی طرح ہر وہ بد معاش بھی تمہارے ساتھ جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا جو دنیا میں اپنی عبادت یا تعظیمی سجدے کر لیا کرتا تھا جیسے فرعون یا تاتیا مت کوئی بھی اپنے مریدوں سے تعظیمی سجدے کرا لیا یا درغلار پہلا پھسلار و سوسا کر لوگوں سے کسی کی عبادت کرائے جیسے ابلیس و سامری اور پندت پوپ پادری جوگی اور جو شخص اپنی جھوٹی معبودیت اور اپنے ساتے لوگوں کی سجدہ ریزی سے راضی اور خوش ہو وہ بھی کل بعدِ قیامت جہنم میں ایندھن بنا کر ڈالے جائیں گے۔ اسے نادان و دنیا میں بھی تم کو سنایا بھجایا جا رہا ہے اور آخرت میں تم کو دکھایا جائے گا کہ اگر یہ تمہارے دستی تراشے خراشے بُت اور فرود و فرعون الہ ہوتے تو مَآوَد و وَہاء آج یہاں جہنم میں ہزار ہا ذلتوں کے ساتھ نہ پڑے ہوتے اور پھر یہ ذلت و رسوائی کا جہنم ایک مدد کی بات نہیں بلکہ دُکھ و فِتْنَا حَالِد و دُکھ۔ تم سب اور وہ تمہارے تمام دیوی دیوتا بُت مورتی نیشال و اڈٹان اُس عذاب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے نہ مرنے جیسے ہو گے نہ جینے جیسے اتنی دراز مدت کہ جس کی انتہا ہی کوئی نہیں اُس جہنم میں ان جھنسیوں کی لمبی آواز گدھوں جیسی مکروہ جینج و پکار اور منحوس اور اہل جہنم تا ابد اُس روزخ میں کبھی کوئی خوشی کی آواز نہ سنیں گے نہ دلوں کو خوش کر نیوالی خوشخبری نہ کانوں کو خوش کرنے والی خوش الحانی نہ نفسِ امارہ کو خوش کر نیوالی گیت سنگیت طلبہ سازنگی کی آواز۔ تو اسے کم عقل اتنا تو تم کیوں حیاتِ دنیوی گے یہ چند قیمتی امدانی رسامتوں کو اپنی ضد سرکشی خرمستی سے ضائع اور خراب کر رہے ہو۔ جلدی نبوت کے دامن کی امان قرآن مجید کے فرمان۔ ابدی ضمان میں آ جاؤ۔ یہ تعلیم و تبلیغ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی اُمت کو اپنے آسمانی صحیفوں اور کتبِ الہیہ سے پڑھ کر سنائیں جب قرآن مجید میں یہ آیتیں نازل ہوئیں تو ایک دن آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرمِ کعبہ میں تشریف لائے دیکھا کہ سردارانِ مکہ ابو جہل ابو لہب وید بن مغیرہ وغیرہ۔ کعبے میں رکھے اور لگے ہرے نین پھر ساتھ بتوں نوٹوں کی پوجا کر رہے

ہیں تب آپ نے اُن سب کفار کو یہ آیتیں سنائیں اس کا پورا واقعہ اگلی آیت ملائکہ
شان نزول میں مذکور ہے۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال | اِقْتَرَبَ بِیْ دَوَقُلْ ایک قرأت میں یہ

دوم یہ کہ ایک قرأت میں یہ قُرْبُ الْوَعْدِ الْحَقِّ ہے۔ یعنی قریب آگیا سچا وعدہ۔ مگر یہ
قرأت شاذ ہے۔ اِقْتَرَبَ کی دائر میں تین قول ایک یہ کہ یہ عاطفہ ہے اور عطفت
ہے اِذَا فُتِحَتْ پر۔ دوم یہ کہ سر جملہ ہے اور اگلی عبارت تیا جملہ ہے۔ سوم یہ کہ زائحدہ
ہے جیسے قَدْ دَیْتُہُ اَنْ یَّآئِبًا جِی۔ ر کے واو مگر پہلا قول درست ہے۔
۲ اَبْصَارُ میں دو قول ایک یہ کہ یہ جمع ہے بصارت کی بمعنی نظریں دوم یہ کہ یہ جمع ہے
بصیرت کی مراد ہے آنکھیں ۳ وَ مَا تُعْجِدُونَ میں دو قول ایک یہ کہ یہ ماضی ہے اپنے
ہی اصل معنی میں اور اس سے صرف بُت مورتی غیر عقل والی دیوی دیرتا مراد ہیں دوم یہ کہ
کا عام ہے بے عقل اور عقل والے جھوٹے معبودوں کو یعنی تمام مَا تُعْجِدُونَ بُت اور
فرعون و عمرو وغیرہ ۴ حَصْبُ جَہَنَّمَ میں دو قول ایک یہ کہ اس کا معنی ہے جہنم کا میدان
دوم یہ کہ اس کا معنی ہے جہنم کے درخت مگر یہ غلط ہے۔ اس کی قرأت میں تین
قول ایک یہ کہ یہ حَصْبُ ہے یہ ای مشہور ہے دوم یہ کہ یہ حَطْبُ ہے بمعنی جہنم کی
لکڑی سوم یہ کہ یہ حَصْبُ ہے ف من سے بمعنی اکھوڑا یعنی چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جس سے آگ
شروع کی جاتی ہے ۵ لُحَا میں تین قول ایک یہ کہ یہ لام بمعنی علی ہے۔ یعنی جہنم پر۔
دوم یہ کہ لام بمعنی فی ہے بمعنی جہنم میں سوم یہ کہ یہ لام لینے ہی معنی میں تعلیلیہ ہے یعنی
جہنم کے لیے ۶ وَ اِرْدُونَ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ وَ اِرْدُونَ بمعنی سَاکِتُونَ
یعنی اس میں رہنے والے دوم یہ کہ بمعنی وَ اِغْلُوبُونَ ہے ۷ کَاوَرُ دَوَحًا میں دو قول
ہیں ایک یہ کہ جھوٹے معبود مراد ہیں یعنی یہ معبودان باطل جہنم میں نہ جاتے اگرچہ
معبود ہوتے دوم یہ کہ بجاری کفار مراد ہیں یعنی اگر بت سے معبود ہوتے تو ان کے
بجاری جہنم میں نہ جاتے بُت اُن کو بچا لیتے ۸ زَفِیْرٌ میں دو قول ایک یہ کہ زفیر
کا معنی ہے پھینکا زنا سانس پھولت دوم یہ کہ زفیر کا معنی ہے گدھے کی طرح پس
آواز سے رینگنا ۹ اَلَا یَسْمَعُونَ میں تین قول ایک یہ کہ وہ کچھ مدت کے لیے کھلی

بہرے ہوں گے اس لیے بالکل کوئی آواز نہ سن سکیں گے دوم یہ کہ دوزخی لوگ صندوق در صندوق
در صندوق بند ہوں گے صندوق آگ یا لوہے کی کیلوں سے ٹھکے ہوں گے اور بہت نیچے
پڑے ہوں گے اس لیے کچھ نہ سن سکیں گے اور یہ بعض دوزخیوں کا حال ہوگا سب
کا نہیں موم یہ کہ خوش کن آواز نہ سنیں گے اور تمام کفار کا حال ہوگا تا ابد۔

فائدے ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ زمانہ زور
سے تا قیام قیامت ہر زمانے میں ہر نبی کی کافر قوم میں صرف غیر ذوی العقول
کی پوجا ہوتی رہی اور اب بھی ہندوؤں میں ہوتی ہے کبھی بھی کسی دور میں مذہبی طریقے
پر ذوی العقول کی بدلت خورد پرستش نہ ہوئی مثلاً پہلے زمانوں میں بتوں مورموں چاند
سورج ستاروں کی یا ایک وقت سامری کے بچھڑے کی پوجا ہوتی رہی اور اب
ہندو لوگوں کی پوجا پانچ سورج ستاروں کی بھی اور درختوں جڑی بوٹیوں جانوروں
کیڑے مکوڑوں دریاؤں اور زمینوں کو بھی پوجنا شروع کر دیا۔ درختوں میں پیل اور
اہلی کو پوجتے ہیں جڑی بوٹیوں میں تلہی کا پودا پوجتے ہیں جانوروں میں گائے اور
بندہ کو کیڑوں میں سے چوہے اور ناگ کو دیوتا مان کر پوجتے ہیں۔ دریاؤں میں گنگا
جنا کو۔ زمین کو دھرتی مانا کہہ کر پوجتے ہیں۔ پہلے زمانوں میں مشرکین صرف فلکی سیارے
اور ان کی تصویروں نوٹوؤں یا اپنے بزرگوں کی نوٹوؤں کو پوجتے مگر کسی درخت
یا جانور کی پوجا نہ ہوتی تھی۔ آگ کی پوجا زرتشت سے اور پیل کی پوجا گوتم بدھ
سے شروع ہوئی۔ غرض کہ صرف غیر ذوی العقول کی ہی پوجا ہوتی تھی اور ہوتی ہے
یہ فائدہ وَمَا تَعْبُدُونَ کے لفظ مَا فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ یہ اصل معنی ہیں
غیر عقل والوں کے لیے ہی آتا ہے۔ نمرود اور فرعون کی پوجا مذہبی طور پر بین الاقوامی
نہ تھی بلکہ صرف اپنی حدود سلطنت میں اپنی اپنی رعایہ سے ہی کرائی حکومت کے زور
پر نہ کہ مذہباً اسی طرح یہودیوں کا شرک صرف عزیر ابن اللہ کہنا ہے یہودی عزیر
علیہ السلام کی تصویر یا مورتی نہیں بناتے نہ ان کو الہ کہتے ہیں نہ ان کو سجدہ کرتے
ہیں نبیائوں کے دو شرک ہیں۔ عیسیٰ ابن اللہؑ ان کے نوٹو بنا کر سجدہ
کرتے ہیں۔ اور نوٹو غیر ذوی العقول ہے اصل زندہ و موجود عیسیٰ علیہ السلام کی
پرستش کبھی نہ ہوئی اسی طرح کفار مکہ کا قبیلہ بنی مکتخ بھی فرشتوں کی تصویریں

خیالی بنا بنا کر پوجتے تھے نہ کہ اصل فرشتوں کو بھی نہ کبھی انہوں نے کسی فرشتے کو دیکھا۔ دوسرا فائدہ اگرچہ میدانِ محشر میں سب نیک و بد انسانوں نے جانا ہے مگر ذلت سے جانا صرف کفار کے لیے ہے۔ یہ فائدہ شاخصۃً اَبْصَارُ الدِّینِ کَفَرُوا۔ کے تخصیصی ارشاد سے حاصل ہوا یعنی کفار کے لیے مرنے کے بعد تین ذلتیں پہلی عذابِ قبر کی دوسری مُبْسَلُنَ کو تیسری شَاخِصۃً کی مومن کی یہ کوئی ذلت نہ ہوگی اُن کی تو روانگی محشر میں بھی عجب شان ہوگی اِنَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

احکام القرآن ان آیتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ تلاوت قرآن مجید کی دس قرئتیں ہیں جن میں سے سات مشہور ہیں جن کو قرئت سبعہ

کہا جاتا ہے اور تین قرئتیں شاذ ہیں یعنی بہت کم استعمال۔ شاذِ نادور۔ یہ تمام قرئتیں میں طرح کی تبدیلیوں سے پڑھی گئیں و لفظ کی تبدیلی جیسے یہاں حَضَبٌ۔ حَطَبٌ۔ حَضَبٌ کی تین قرئتیں و تلفظ کی تبدیلی یعنی زبان کے موٹا ہونے کی وجہ سے وہ لفظ عربی ہیچے میں زبان پر نہ چڑھے جیسے زنجانی اور حبشی اہل عرب جو شین کو سین پڑھتے ہیں و زیر زبر کی تبدیلی جیسے لَدُنْ۔ لَدِنْ۔ لَدَن۔ لَدَن کی پانچ مختلف قرئتیں۔ یہ تمام قرئتیں آفاقہ دو عالم صَلَّی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ کی اجازت سے جائز رکھی گئیں اور دورِ صحابہ کرام سے ہی عرب کے آٹھ علاقوں کے بارہ قبائل میں یہ دس قرئتیں جاری و جاز ہو چکی تھیں ان قرئتوں کے اختلاف میں اس شرط کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ لفظ یا لفظ یا زیر زبر بدلنے کے باوجود نہ معنی غلط ہو نہ منشاء آیت کے مخالف ہو نہ غیر عربی حرف شامل ہو۔ ان دس قرئتوں کے علاوہ زمانہ صحابہ کے بعد نہ کوئی گیدھوی قرئت بنائی گئی نہ بنی نہ اس کی اجازت ہے۔ اس لیے اگر کوئی وہابی ضالین کو ظالمین یا زالمین پڑھے یا کوئی مصری قَالَ اللہ کو کَالِ اللہ اور و تعالیٰ جَدُّک کو و تعالیٰ کَدُّک پڑھے یا کوئی پنجابی قَالَ کو کَال۔ حَتَّى کو حَتَّ پڑھے یا کوئی حیدر آباد کن کا قَالَ کو خَالَ۔ قَدْ یُو کو خَدِ یُو پڑھے یا کوئی برطانوی غیدر المَغْضُوب کو گیدر المَغْضُوب پڑھے تو اس کو قرئتِ اختلاف نہ کہا جائے گا بلکہ پڑھنے والا سخت گناہگار نماز ناجائز۔ غلط تلاوت کی خواست قائم ایسے شخص کی امامت ممنوع اور مقتدیوں و امام کی نماز ٹوٹ جائے گی لہذا اسے مسلمان نہ بہت کر کے خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی اچھے مسند قاری حضرات سے

قرآن کریم ناظرے تعلیم و راہ جو علم تجرید کے مطابق صحیح معارج نکالنے کی محنت مشقت کرا کر پڑھائے یہ مسئلہ حصہ کی تفسیر اقول مختلفہ سے مستنبط ہوا، جب دنیوی تعلیم پر ہزاروں خرچ کرتے ہو تو دینی تعلیم پر بھی خرچ کرو ورنہ یاد رکھو قرآن مجید غلط پڑھنے سے دنیا و آخرت میں غریبی ذلت اور نحوست ملتی ہے۔ دور صحابہ کرام کے قراء اور ان کے تلامذہ ہجروں کے نام و عبد اللہ ابن مسعود، ابو جہازیؓ ابو درود امیہ مصریؓ ابی ابن کعب، ابو یمنیؓ امام ابو زید۔ ابو حبشیؓ زید بن ثابتؓ ابو عرقیؓ امام حسنؓ ابو حنیفہؓ امام حسینؓ ابو حنیفہؓ دوسرا مسئلہ۔ دینی ایمانی بات سمجھانے کے لیے عقلی مثال و دلیل دینی جائز ہے یہ مسئلہ لَوْ كَانَ هُوَ كَذِبًا لَآتَتْهُ الْبُحْتُ (۱) فرمانے سے مستنبط ہوا کیونکہ یہ آیت اُت پرست کفار کو عقل فکر سے سوچنے کی دعوت عام دیرامی ہے۔ اور یہ زبردست عقلی دلیل ہے۔

اعتراضات | ۱ لَوْ كَانَ هُوَ كَذِبًا لَآتَتْهُ الْبُحْتُ یعنی اگر یہ بُت معبود ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے۔ یہ بات کس کو سنائی جا رہی ہے اگر مسلمانوں کو سنائی جا رہی ہے تو بیکار ہے کیونکہ مسلمان تو پہلے ہی بتوں کو معبود نہیں مانتے اور اگر کفار کو سنائی جا رہی ہے تو بھی بیکار کیونکہ کفار مانتے ہی نہیں کہ یہ بُت جہنم میں جائیں گے بلکہ کفار تو خود کو بھی جہنمی نہیں مانتے۔ تو اس عقلی دلیل کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جواب۔ یہ دلیل مسلمانوں کو مفید ہے اور کفار کو بھی اگرچہ سنائی صرف کفار کو جا رہی ہے اگر وہ غور کریں تو دراصل بتلایا جا رہا ہے کہ کل قیامت میں کفار کو یہ نظارہ دکھایا جائے گا تب وہ پچھتاہیں گے آج دنیا میں ہی غور و فکر کر کے بندہ بن جائیں تو اچھا ہے۔ مسلمانوں کو کفار کا یہ انجام سنا کر ان کی خوش قسمتی بتائی جا رہی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم پر خوشی کے سجدے کریں کہ ان کو کفار اور بتوں سے بچایا گیا۔ دوسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ پہلے فرمایا گیا۔ اِذَا فُتِحَتْ (۲) پھر فرمایا گیا اِذَا فُتِحَتْ الْوَعْدُ (۳) پھر فرمایا گیا۔ تِلْكَ اَخَصَّةٌ (۴) اس ساتھ ساتھ ذکر سے پتہ لگتا ہے کہ یہ تمیزوں کا ایک دم ہوں گے۔ حالانکہ پہلی دو چیزیں علاماتِ قیامت سے ہیں جو قیامت سے پہلے ہوں گی اور تِلْكَ اَخَصَّةٌ قیامت آنے کے بعد ہو گا جواب اگرچہ یہ تمیزوں چیزیں علیحدہ وقتوں میں ہیں مگر ان کو ساتھ ذکر کرنے میں ان کے بہت

قرب قریب ہونے کی طرف اشارہ فرمایا گیا یعنی یہ تمیز اتنی جلدی جلدی ہوں گے گویا ایک ساتھ ہی ہوئے اسی لیے روایت میں ہے کہ کتب یا جوع کے بعد اب احساس ہوگا کہ بس قیامت آئی کہ آن، دن میں خیال گزرا کرے گا کہ شاید ابھی رات کو آجائے رات کو خیال ہوا کرے گا شاید صبح ہی صبح اول پھونکا جائے۔ اللہ اکبر کبیرہ

تفسیر صوفیانہ | **وَاقْتَرِدِ الْوَعْدُ الْحَقُّ**۔ (الخ) دنیا پرست اس وقت تک حجابات کو محسوس نہیں کرتے جب تک کہ خواہشات نفسانیہ کے یا جوع شہوات بدنہ کے ماحول کھل کر زمین قالب پریشلون۔ سفادرہ کا فساد نہیں بچاتے اور قیامت صغریٰ باطنیہ کا وعدہ حق نہیں آتا موت قلبی کے بعد تب اس وقت بڑھاپے کی نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی امراض کثیرہ کی ہولناک کمزوری سے نویہ مجوہین اپنے ظلم و تصور کا اعتراف کرتے ہوئے وکیل و عبور ہلاکت و فتور کار و ناراضی گئے کہ ہائے آگیا وقت اخیسری تر مجھے یاد آیا : دھل گیا وقت کا سایہ تو مجھے یاد آیا گئی جوانی آنی پیری لگے پتیاں پیڑاں صُن کس کم حمد بختاؤن جوین ہر پڑاں

مُرشدان کا علین علماء و نا صحیحین نے کتنی بار سمجھایا تھا کہ اسے دولت دنیا کے پجاریو مہو و غرور کے حواریو بے شک تم سب اور تمہارا یہ تمام بد اعمالی کا ساز و سامان جہنم عتاب و غضب کا ایندھن ہے تم تو اسی طبقات و طبقات دوری کی اندھیر یوں کے قہر میں گرنیوالے ہوتے بنائے ہوئے معبودانِ کردار کے ساتھ۔ اس دنیا میں جس کی جتنی غفلت زیادہ اتنا ہی اس پر اس کی بد بختی کا عذاب زیادہ اور اتنی ہی معرفت ربانی مصلحہ ایمانی توفیق رحمانی سے دوری۔ اس زرق زرق و یک یک کے شور شیطانی میں گھٹا ٹوپ گہرے پردوں کے المناک غم کا زہیر ہوگا مگر اس میں پھر کبھی بھی نصیحت کی آواز شفقت کی صدا محبت کی پکار نہ سُن سکو گے ترس جاؤ گے رحمت کی سیٹھی بات کو اس لیے کہ اِنْكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ كُفْرًا هُوَ ذَا الَّذِي مَادَّ دُوحًا وَكُلَّ فِئْجَا خَلْدُونَ۔ كَهْمُ فِئْجَا زَخِيْرٍ وَهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ رَقَاسِقِینِ پر دنیا میں قہر و عذاب کی شدت عذاب سے تین مہینے آتی ہیں مہلک و بیدار سے محرومی کے اندھیرے مہلک و بیدار کی طویل مدت مہلک و بیدار کی بے اطمینانی عبادات

میں بھی بے سکونی نہ کام حق سُن سکیں نہ کلام نبوت کا سرور پاسکیں اس کی تین درجہ راہِ دیوی حجت کے موٹے پردے ر غفلت کی شدت ر جہالت کی قوت۔ اس لیے بصیرت کے انوار بھارت کی روشنی۔ نفسانی اندھیروں میں بدل جاتی ہے (دینِ عربی) غافلوں کے دلوں کی موت اقتراب قیامت کا مورِ اول ہے۔ حکمائے فرمایا کہ میت پرست روؤ اپنے پرروؤ کیونکہ جو مومن ہو کر فوت ہوا وہ تو تین صونا کیوں سے نجات پاگیا۔ پہلی ملک الموت کی خوفناک آمد سے دوم موت کی تلخی سے سوم خلتے کے خوف سے۔ جو زندہ ہے وہی دراصل شاختہٗ ابصار ہے کیونکہ اُس کے لیے ابھی تینوں مرحلے باقی ہیں۔ اسے حیاتِ روحانی والو خبردار ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ حدیث کا پتھر قید ہے اور جان اس میں مقید پرنہ ہے جس کا نام نفس ہے جب یہ پرنہ بخرے سے نکلیگا اور بخرہ ٹوٹے گا پھر کبھی دوبارہ نکار نہ ہو سکے گا۔ آج ہی غفلت کے گریبان سے سراپہ نکال دو ورنہ کل بوقتِ موت شرمندگی اور حسرت سے سرنگن ہوگا۔

تمنا ہے درختوں پر تیرے رونے کے جا بیٹھے نفسِ حیرے بدن سے طائرِ لبیل کا جب ٹوٹے اگر راہِ آخرت کا مسکین اور غافل عبارتِ مردہ بعدِ موت زبانِ تکلم رکھتا تو آہ زاری سے شور مچا دیتا اور زندہ لوگوں کو بتاتا سمجھاتا سنا تا کہ اسے زندہ لوگوں ابھی تم خوش قسمت ہو ابھی زندگی رکھتے ہو۔ چونکہ تم کو بدلنے کی قوت ہے لہذا ذکرِ الہی سے مُردوں کی طرح ہونٹ بند مت کرو۔ میرا زمانہ تو غفلت میں گزر گیا۔ تم ابھی زندہ ہو اپنی ان سانسوں محنتوں اور فرصت کے لمحات کو غنیمت شمار کرو۔ اسے میرے کریمِ رحیم شفیق در رفیق ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے واسے میرے اللہ ہمارے آقا رسول صَلَّی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے رحمۃِ عالمین بنانے واسے میری موت میرے پاس ایمان و عبادت والی خوشیوں خوشبوؤں کے ساتھ بھیجنا اور میرے دوستوں مریدوں اولاد کے پاس بھی آمین یاربِ اعلیٰین۔ یطیعِل رَحْمَۃً لِلْعَالَمِین۔ صوفیاء و کرام کی یہ تفسیری تاویلات حقیقت میں کفار کو رُلانے مومنین کو صحتانے غافلین کو سمجھانے فاسقین کو عبرت دلانے متقین کا شوقِ عبادت بڑھانے کے لیے ہیں اور اس تفسیر سے اہل ایمان کو بہت ہی فائدہ پہنچا ہے۔ سب سے سن ۵۹۰ ہجری سنہ ۱۱۹۰ میں محی الدین ابن عربی شیخ اکبر نے کل قرآن مجید کی تفسیر صوفیانہ لکھی پھر تفسیر حرائس البیان لکھی گئی سب علما فقہانے اس کو پسند فرمایا۔ محابہ کرم میں حضرت ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہ عنہ کے اقوال ہیں کلامِ تصرف کا اشارے ملتے ہیں پھر تمام عربی مستزین تفسیر صوفیانہ کو شامل تنبیہ فرمایا۔ وَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ ذَوْرِہٖ شَہِدْہٖ وَ قَا سِمِہٖ رِزْقِہٖ مُحَمَّدٌ قَالِہٖ وَ بَارِکُ وَ تَعْمَدُ

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ

بے شک وہ لوگ کہ پہلے ہو چکا ان کے لیے ہماری طرف سے اچھا فیصلہ فقط

بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا

أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ

یہ ہیں اُس جہنم سے دور رکھے ہوئے نہ سُن پائیں گے وہ اُس دوزخ

وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ وہ اُس کی صک نہ سنیں گے

حَسِبَاسَهَا ۚ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ

کی سراسر ہٹ کو بھی۔ اور وہ لوگ اُن نعمتوں میں جن کی چاہت کریں گے ان کے دل

اور وہ اپنی مَن مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں

خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَرَقُ الْعَظِيمُ

ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں نہ پریشان کرے گی ان کو بڑی گھبراہٹ

گے۔ اُنہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور

وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ۖ هَٰذَا يَوْمُكَمُ الَّذِي

اور ان کی زیارت کو آئیں گے فرشتے اس پیغام کے ساتھ کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جکا

فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے۔ کہ یہ ہے تمہارا وہ دن

كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ

وعدہ دیئے جاتے تھے تم وہ دن کہ پیٹ دیں گے ہم ہر آسمان کو

جس کا تم سے وعدہ تھا۔ جس دن ہم آسمان کو پیٹیں گے

كَتَبَ السَّجْدَ لِلْكَتَبِ ط كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ

بندل پیٹنے کی طرح مسودہ کاپیوں کا جیسے بنانی شروع کی تھی ہم نے

جیسے پہل فرشتہ نامہ اعمال کو پیٹتا ہے۔ جیسے پہلے

خَلَقْنَا نَعِيدُهُ ط وَعَدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا

پیداؤں کی ابتدا میں ویسے ہی پھر کر دیں گے ہم اسی وعدہ پر جو ہم پر ہے جب تک

اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمے ہم کو

فَعِلِينَ ﴿۱۰۳﴾

ہم ضرور کرنا دیے ہیں

اس کا ضرور کرنا۔

تعلقات ان آیات کریمہ کا سابقہ آیت مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں جہنم سے قریب ہونے والوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں ان نیک بندوں کا ذکر ہوا ہے جو جہنم سے دور رہنے والے ہیں۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں جہنمیوں کے پورے حالات کا ذکر ہوا کہ دوزخ میں ان کی کیا کیفیت ہوگی۔ اب ان آیت میں اہل جنت کا ذکر ہوا ہے کہ بہشت بری میں ان کی کیا شان ہوگی تیسرا تعلق پچھلی آیت میں جہنم کے شور و غل کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ شور و غل اہل جنت نہ سنیں گے وہ پرسکون ہوں گے۔ لَا يَسْمَعُونَ حَيْثُ هُمْ۔

شان نزول حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آقاؐ کا ثنات صلی اللہ علیہ وسلم خانہ مکعبہ میں تشریف لائے وہاں دیکھا کہ ابو جہل اور بہت سے سرداران مکہ کعبے میں موجود تھے۔ ان کو پوچھا کہ آپ نے وہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اِنْ تَنْكُرُ وَمَا تَعِيدُ دُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَقَّ جَهَنَّمَ۔ ایک سردار مکہ نے کچھ بات کرنی چاہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے یہ سارے کام بدترین کفر ہے۔ سب

کثرت لا جواب ہو کر چپ رہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے تھوڑی دیر بعد اُن کفار کے پاس ایک سردار مکہ عبد اللہ بن زبغری بھی آیا اُس کو ولید بن مغیرہ نے یہ سب گفتگو سنا لی کہ نصر بن حذافہ اور ہم سب لا جواب ہو گئے۔ ابن زبغری نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو ایسی بحث کرتا کہ محمد لا جواب ہو جاتے لوگوں نے آدمی بھیج کر فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائے تو ابن زبغری بھی کہنے لگا کہ آپ نے کہا ہے کہ جن کی کفار پرستش کرتے ہیں وہ سب حصَبُ جہنم ہیں آپ نے فرمایا ہاں تو کہنے لگا کہ یہودی عزیر کو۔ عیسائی عیسیٰ اور قبیلہ بنی یسلیج کے لوگ فرشتوں کو پوجتے ہیں تو کیا یہ سب عزیر۔ عیسیٰ و ملائکہ بھی جہنم کا ایندھن ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارے سہمی تو کتنا کم علم ہے کہ اپنی اصلی زبان عربی سے بھی ناواقف ہے۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا وَمَا نَعْبُدُكَ اور لَقَدْ مَا اَصْلًا غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے لہذا اس میں عزیر و عیسیٰ و ملائکہ علیہم السلام شامل نہیں ان سے تو بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے۔ نیز یہودی وغیرہ ان پاک باز مسیتوں کو نہیں پوجتے بلکہ وہ شیطان کو پوجتے ہیں اس لیے کہ پرستش کی دو قسمیں ہیں ۱۔ یہ کہ جس کی پوجا ہو وہ یا اس کا بت سامنے ہو جیسے چاند سورج ستارے اور مورتوں کی یا کوئی خود کہے کہ میری عبادت کرو جیسے نمرود فرعون۔ یا اس کے کہنے میں کوئی آکر کفر کرے جیسے شیطان کے دوسرے یا جنات کے احکام۔ یہاں ان میں سے یہ کچھ بھی نہیں نہ حضرت عزیر و عیسیٰ ان کے سامنے ہیں نہ ان بزرگوں نے کہا کہ ہم کو پوجو نہ کوئی کفر یہ بات منوائی۔ اس پر ابن زبغری ایسا چپ و شرمندہ ہوا کہ اُن کے ساتھیوں نے ہی اُس کا مذاق اڑایا تب یہ آیت ازلہ اتارنا لانا نازل ہوئی (امام سیوطی و خزائن) تفسیر صاوی اور روح المعانی میں ہے اس کے بعد عبد اللہ بن زبغری مسلمان ہو گیا تھَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ غالباً اپنی اسی جہالت اور سرداران مکہ کی مذاق بازی سے مغوم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علییت سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا ہوگا۔ اس اعتراض میں ابن زبغری کی تین جہالتیں ہیں ۱۔ اُس نے خطاب کی خصوصیت کو نہ دیکھا ۲۔ لفظ تاکہ اصلی معنی کو نہ جانا ۳۔ موقعہ محل بھی نہ پہچانا۔ جہلا کے اعتراض اکثر اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ یہ خطاب اُس وقت صرف کفار مکہ سے تھا اور وہ صرف بتوں کو ہی پوجتے تھے نہ کہ کسی ذوی العقول کو۔

تفسیر نحوی اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَ الْحُسْنٰی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا یَسْمَعُونَ حَسِیْعًا وَّ هُمْ فِیْ مَا شِئْتُمْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُونَ
 اِنَّ حرف مشبہ عاملہ اَلَّذِیْنَ اِسْم موصول جمع مذکر سَبَقَتْ باب فَرَب کا ماضی مطلق واحد مؤنث لام نفع کا مُم ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ یہ جار مجرور متعلق اول ہے متا یہ جار مجرور متعلق دوم ہے اَلْحُسْنٰی اِسْم تفعیل واحد مؤنث۔ اس کا ذکر ہے اَخْسَنُ اِسْم مقصورہ ہے اس نے اعراب تقدیری رفع ہے فاعل ہے سَبَقَتْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر اِسْم ہے اِنَّ کا۔ اُولٰٓئِكَ اِسْم اشارہ جمع مذکر بعید کے لیے یہاں مکانی یا ربی بعد مراد ہے بحالت رفع مبتدا ہے عَنْ حرف جزو والی یعنی دور کرنے صٹانے کے لیے حاضیر کا مرجع جہنم ہے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے مُبْعَدُونَ باب افعال کا اِسْم مفعول جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِنْعَادُ بمعنی دور کرنا دور رکھنا بُعْد سے بنا ہے اس کا نائب فاعل مُم ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے اَلَّذِیْنَ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ لَا یَسْمَعُونَ باب سَمِعَ کا فعل مضارع منفی بلا جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے حَسِیْعٌ اِسْم صفت شبہ بروزن فاعل، اس کی جمع حَسِیْعِیْنَ سے یعنی بجنینا صٹ والی آواز یہاں مراد ہے جہنم کے شعلوں کی آواز جس کو کھنک (حلی آواز) کہتے ہیں۔ مضاف ہے حاضیر مضاف الیہ کا مرجع جہنم یہ مرکب اضافی لَا یَسْمَعُونَ کا مفعول یہ ہے یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر بدل الاشتمال ہے مُبْعَدُونَ کا یہ مال ہے مُبْعَدُونَ کے نائب فاعل کا۔ واو مر جملہ مُم ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے فِی حرف ظرفیہ مکانیہ جاتہ کا اِسْم موصول ہے مراد ہے جنت کی چیزیں۔ اِسْتَهْتَتْ باب اِشْتَعَالَ کا ماضی مطلق واحد مؤنث مصدر ہے اِسْتَهْتَدَا وَّ شَهِدُوْا سے بنا ہے بمعنی خواہش کرنا مراد ہے چاہت پسندیدگی کا موصول سے مراد یہی معنی مصدر (حاصل مصدر) ہے ایک قول میں کاسے مراد جنت ہے اَنْفُسُهُمْ مرکب اضافی ترجمہ ہے اُن کے دل۔ یہ مرکب فاعل ہے اِسْتَهْتَتْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا کا۔ یہ موصول صلہ مجرور ہے فِی سے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے خٰلِدُونَ باب نَص کا اِسْم فاعل جمع مذکر مُم ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مُم ظاہر ضمیر مبتدا کی دونوں مل کر

جملہ اسمیہ ہو گیا۔ لَا یَحْزَنُ نُحْدِرُ الْفَرْعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّى حُدْرُ الْمَلِکَةِ هَذَا یَوْمُ کُمُ الَّذِی کُنْتُمْ تُوعَدُونَ۔ لَا یَحْزَنُ یَابِ قَتَمَ یَا نُصْرَ کا مضارع منفی واحد مذکر غائب ایک قرئت میں لَا یَحْزَنُ یَابِ افعال ہے حَزَنٌ سے مشتق ہے بمعنی سخت غم کرنا متعدي بیک مفعول ہے مُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ الْفَرْعُ اہم عامل مصدر جامد بمعنی گھبراہٹ۔ (قلب و عقل کی ایک کیفیت جو کسی مصیبت کے وقت ہوتی ہے اور اس کا ظہور سارے جسم پر نمودار ہوتا ہے) موصوف ہے الْأَكْبَرُ اسم تفعیل واحد مذکر بمعنی بہت بڑی گھبراہٹ صفت ہے یہ مرکب توصیفی فاعل ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَادُّ ابْتَدَیْتُ تَتَلَقَّى یَابِ تَفْعَلُ کا مضارع مستقبل واحد مؤنث چونکہ ملائکہ جمع مکسر ہے مُلَکٌ کی اس سے اس کا عامل فعل واحد مؤنث بھی آسکتا ہے اور واحد مذکر بھی۔ کُنْتُ سے مشتق ہے بمعنی ملاقات کرنا ملنے آنا مُمْ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول یہ الْمَلِکَةُ اسم مکرر منصرف اہم ظاہر ہے اس کا عامل فعل واحد کا صیغہ آیا یہ فاعل ہے هَذَا اسم اشارہ قریبی بحالت کسر اصل میں لہذا یا مَعَ هَذَا یعنی فرشتے حاضری دیں گے اہل جنت کے پاس اس پیغام کے ساتھ یا اس پیغام سے یَوْمَ اہم مفرد زمانہ بمعنی دن زمانہ مضاف کُم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی اشاریہ ہے هَذَا اپنے اشاریہ سے مل کر موصوف الَّذِی اسم موصول کُنْتُمْ تُوعَدُونَ باب افعال کا فعل ماضی استمراری مثبت معروف جمع مذکر حاضر یا فاعل وَادُّ سے بنا ہے بمعنی وعدہ کرنا فیصلہ کرتا۔ یہ جملہ فعلیہ صلہ ہوا الَّذِی کا موصول صلہ مل کر صفت ہے یَوْمُ کُمُ کی یہ مرکب ترکیبی تبدیلی بدل منہ ہے۔ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَاءَ کَطَیِّ السَّجْلِ لَکُتُبُ لِمَا یَدُّ اَنْتَ اَوَّلُ خَلْقٍ لِّعِیدَکَ وَوَعْدُ عَلَیْنَا اَنْتَ کُنَّا فَعَلِیْنِ۔ یَوْمَ اہم مفرد جامد بمعنی دن اس کی ترکیب غری میں چھ قول ہیں یہ سب جملہ بدل انگل ہے ر بدل الاستعمال ہے ر ظرف ہے لَا یَحْزَنُ کا راء اذکر پوشیدہ کا مفعول یہ ہے ر الْفَرْعُ مصدر معروف موصوف کا ظرف ہے ر ظرف ہے تَتَلَقَّى کا۔ ہم نے پہلے قول پر ترکیب کی ہے۔ ظرف مقدم ہے نَطْوِی۔ یَابِ ضَرْبِ کَ نَسْلِ مضارع مستقبل مثبت معروف جمع متکلم اس کی مزید دو قرئیں ہیں نَطْوِی ضَرْبِ سے واحد مذکر غائب ر نَطْوِی مجہول واحد مؤنث پہلی قرئت مشہور ہے السَّمَاءُ اسم مفرد جامد بمعنی آسمان مفرد جنسی ہے مراد تمام آسمان یا الف لام استعراقی ہے یعنی علیحدہ

علیحدہ ہر آسمان مفعول یہ ہے۔ کاف حرف جر تشبیہ بمعنی جیسے کہ طبعی اسم مصدر نفیفت مقرون بمعنی پٹیا مضاف سے آتھل۔ اسم معرب مفرد جامد مذکر ہے مگر اس کی جمع مؤنث سالم ہوتی ہے یعنی بجلات یہ فارسی سے عربی بنایا گیا۔ اس کی بناوٹ اس طرح ہوتی رہی کہ پہلے زمانوں پتھر کی سہلوں پر لکھا جاتا تھا اس کو سنگ گل کہا جاتا تیزی زبان نے سنگ گل کو سہل بنایا عربی میں سہل کو سہل پڑھا اور لکھا گیا پھر ہر کاغذ کو اودھ لکھنے والی فاعل رحبٹر کا پی۔ پتوار کھاتہ کو بھی عربی میں سہل کہا گیا۔ یہاں مراد ہے بڑے بے جلد کاغذوں کا پلندہ جس کو پتواری یا منشی وغیرہ لکھنے کے بعد گول شکل میں پیٹ لیتے ہیں مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لہوی کا یہ فعل با فاعل اپنے متعلق اور ظرف مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر بدل انگل ہوا یومکب کا وہ دونوں مل کر مثنیٰ الیہ خدا کا یہ دونوں مجرور ہو کر متعلق ہے متعلق کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ کما۔ کاف حرف جر نا مصدر یہ ہے یا کافہ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے بدائنا باب فتح کا ماضی مطلق بمعنی ماضی بعید جمع متکلم بدو سے مشتق ہے بمعنی شروع کرنا اول اسم تفضیل واحد مذکر بمعنی بہت پہلے والا مضاف ہے خلق اسم مصدر بمعنی اسم مفعول یعنی مخلوق ترجمہ ہے مخلوق کی ابتدا یا مخلوق کا پہلا فرد اگر مصدر بمعنی ہو تو ترجمہ ہے پیدا کرنے کی ابتدا یہ مرکب اضافی مفعول فیہ بدائنا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مشبہ یہ ہوا تعجید باب افعال کا مضارع جمع متکلم غود سے بنا ہے بمعنی لوٹنا لازم ہے باب افعال میں اگر ترجمہ ہوا لوٹانا اس کا مصدر ہے اغوا و تغلیل ہو کر ہوا اعادة اس کا فاعل ضمیر جمع متکلم نحن پوشیدہ کا مرجع اللہ تعالیٰ وعدا مصدر ثلاثی مجرد ہے علی حرف جرقیت زونی کے لیے یعنی لازم و واجب ہونا نا ضمیر جمع متکلم مجرور ہو کر متعلق ہے وعدا کا دونوں مل کر جملہ مشبہ ہو کر موصوف یہ ان حرف مشبہ نا ضمیر اس کا اسم گنا فعل ناقص جمع متکلم کی ضمیر اس کا اسم فعلین اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب اس کی خبر گنا دونوں سے مل کر جملہ فعلیہ ناقص ہو کر صفت علتی ہوئی۔ یعنی چونکہ وعدہ ہے اس لیے بے شک ہم پورا کرنے والے ہیں۔ یہ ترکیبی صفت نہیں ہے اس لیے ان نہیں آیا ایک اعتبار سے علیحدہ جملہ ہے لہذا انا ہے یہ تعلیلی (سببی) صفت اور موصوف مل کر مفعول لہ سے تعجید کا نا ضمیر مفعول یہ کا مرجع خلق ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مشبہ ہے گنا بدائنا کے جملے کا دونوں مل کر جملہ تشبیہی ہو گیا۔

تفسیر عالمائے اہل الذہب سَبَقَتْ لَعْنَةُ مَنْ أَلْحَنَىٰ أَوَّلَ لَيْلٍ عِنْدَ مُبْعَدُونَ لَا يَسْمَعُونَ حَبِيسًا وَهُمْ فِي مَا شَتَّعَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ

اے کافرانِ زمانہ تم نے اپنا اور اپنے بتوں جھوٹے بناؤنی معبودوں کا انجامِ حبسِ جہنم ہونا ترسنا لیا۔ اب ہمارے عابدین مجربین بندوں کا انجام بھی کس سے زیادہ سب وہ خوش قسمت لوگ ہیں کہ بے شک اُن کے لیے مرنے سے پہلے زندگی اور عالمِ ازل میں ہی یہ فیصلہ قسمت کر دیا گیا ہے کہ انعامِ الہی کا حُسنی کیا رہ نعتوں کا خزانہ اُن کے نامہ اعمالِ صالحہ و حیاتِ صادقہ میں عطا فرما دیا۔ سعادتِ ایمانی۔ قُربِ ربانی۔ حاصلِ عرفانی۔ توفیقِ عبادتِ ربانیتِ جنت۔ عنایت کی ہدایت۔ انتہا کی ولایت۔ مدارجِ جنت۔ مراتبِ عزت و کلمۃ توحید۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ کلامِ توحید۔ محمد ﷺ علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں دی گئیں اس فیصلہ الہی کے سبقت کی وجہ سے اُن کی حیاتِ دنیوی بھی طیبہ اُخروی بھی۔ دنیوی اس طرح کہ زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی محبتِ عبادت۔ ریاضت۔ پابندی شریعت۔ تحصیلِ معرفت۔ مراۃ حقیقت، احکامِ طریقت کے طاکعون۔ جلالِ الہی کے خالقونِ جمالِ ربانی کے تائبون۔ بارگاہِ محمدانی کے ساجدوں بتے رہے۔ اور غرورِ جہالت و سقاہت اور اپنے بجا رہوں کی پوجا سے کراہت یعنی نفرت کرتے رہے۔ کہ عزیر علیہ السلام یہودیوں سے حبیبی علیہ السلام عیسائیوں سے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ تبرا ئی شیعوں کے علی رب کہنے سے اور تفضیلی فریبی رافضی شیعوں کے ان کو علیہ السلام کہنے صدیق و قاروق پر فضیلت دینے سے، غوثِ اعظم غوثیہ فرقے سے تمام عمر دنیا و آخرت میں نفرت و کراہت ہی کرتے رہے و خیال رہے کہ خیر انیا کسی بھی انسان کو علیہ السلام کہنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے، اور اُخروی زندگی اس طرح طیبہ ہے کہ محشر اور بعدِ محشر فیصلہ الہی کے سبقت والوں کو پانچ نعتیں ملیں گی۔ اُولَئِكَ مَبْعَدُونَ کے انعام۔ لَا يَسْمَعُونَ حَبِيسًا کے اکرام۔ وَهُمْ فِي مَا شَتَّعَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ کے احسان۔ وَلَا يَحْزَنُهُمْ اَلْكَفَرُ الْاَكْبَرُ کی لذت۔ وَتَلْقَاهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ کے اعزاز۔ مُبْعَدُونَ یہ کہ یہ پاکیزہ لوگ مومنین و عاشقینِ جہنم سے بہت دور رکھے جائیں گے اس طرح کہ جب جنت میں جانے کے لیے بذریعہ پلِ صراطِ جہنم پر سے گزریں گے تو جہنم کی آگ اور اُس کی پیش اہلِ جنت سے دور بھاگے گی اور دوزخ چیتے پکارے گی کہ اے نیک بندو جلدی گزر جاؤ تمہاری عبادت

کا نور اور اجسام کی روشنی میری آگ کی پیش کر بھار ہی ہے اس لیے یہ اہل ایمان کوئی براقی
 رفتار کوئی برقی رفتار کوئی تیز رفتار سواری کی رفتار سے حسب مراتب گزر جائیں گے۔ اور
 کئی حضرات کو تو جنت میں پہنچ جانے کے بعد بھی گمان نہ ہوگا کہ ہم جہنم میں ہو کر گزرے ہیں
 (از روح المعانی) اور جب اہل ایمان پھر اطر عبور کر کے جہنم کے علاقہ سے باہر نکلیں گے
 تو اُس جہنم سے اتنی دور بہشت برس میں پہنچ جائیں گے جو اعلیٰ علیین کی بلند لوں پر ہے
 اور جہنم اسفل السافلین کی گہرائیوں تحت اترائیوں میں ہزاروں سال کی مسافت سے
 دور۔ وہاں لَا یَسْمَعُونَ کا اکرام عطا ہوگا۔ شخصیات اہل بہشت کی بارگاہ الہیہ سے ایسی عزت
 و راحت ملے گی کہ قبر حشر اور جنت میں وہ محبوبین جہنم کی معمولی سرسراہٹ بھی نہ سنیں گے
 یہ اکرام اس لیے ہوگا کہ ان پیاروں نے اپنی دنیوی زندگی میں فاسقوں گمراہوں، منافقوں
 کافروں کے ہاتھ زبانون سے اور اپنوں کا لبادہ پنکر کر غیروں قریبیوں کے طعنوں نشتروں
 سے وہ دشنام و خشتاک باتیں سنیں اور اندائیں برداشت کیں جو عام انسان برداشت
 نہیں کر سکتا مگر پھر بھی ان بہادر باہمت انبیاء اولیاء علما صحابہ فقہانے تبلیغ رسالت وراثت
 نبوت۔ با بندی عبادت میں اپنے آپ کو ہمیشہ سینہ سپر ہی رکھا۔ ادائیگی حقوق شریعت میں
 نہ بزدلی کی پیٹھ دکھائی نہ سُستی کا منہ پھیرا نہ غفلت کی دیر لگائی۔ اگرچہ ابلیس و شیطن ہزار بھیس
 بدل کر ورغلانے و موسانے غریب کاری کرتے آتے رہے۔ نہ یہودی جیسے مکار دشمن سے
 گھبرائے۔ نہ عیسائیوں جیسے بے وقوف دوست کے ابن اللہ کہنے پر اتر لے ابلیس نے ہی
 یہود سے عزیز علیہ السلام کو عیسائیوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہلوا یا۔ شیعوں
 سے مولیٰ علی کو رب کہلوا یا۔ بعض گمراہوں کی زبان سے غوث پاک کو انبیاء کرام علیہم السلام
 سے بڑھایا مگر ان محبوبان بارگاہ نے سب گمراہوں کو پاؤ خفارت سے ٹھکرایا۔ لہذا جنت
 میں ان کے کان جہنم کی آواز نہ سنیں گے مَا اسْتَحْتَّتْ کے غلود کا احسان ملے گا اور
 جنت کے اندر اس شان عظمت و قار نصرت سے رہیں گے کہ جو ان کی طبیعت کی خواہش
 ہوگی سدا وہی نعمت و لذت ملا کرے گی جو دل چاہیں گے وہ اطمینان جو روح چاہے
 گی وہ سرور ملے گا اور نفس و قلب و روح کے یہ اعزازات تابد رہیں گے۔ حساب محشر
 کے تمام کام مکمل ہونے کے بعد حضرت جبریل ایک بہت بڑا دنیا مینڈھا لے کر جنت دوزخ
 کے پہنچ میں کھڑے ہو کر تمام اہل جنت و اہل جہنم کو دکھا کر پوچھیں گے بتاؤ یہ کیا ہے

سب کہیں گے لَا نُظَرُ فُحَا۔ ہم اس کو نہیں پہچانتے۔ تب آپ فرمائیں گے یہ موت ہے اس کو اب
 ذبح کر کے ختم کر دیا جائے گا یہ کہہ کر آپ خود ہی بحکم پروردگار اس کو ذبح فرمادیں گے پھر اعلان
 فرمائیں گے اب کسی کو بھی موت نہ آئیگی۔ یہ اعلان سن کر جنتی تو بے انتہا مسرور ہوں گے
 اور دوزخی دھاڑیں مار کر روئیں گے پھر اعلان ہو گا کہ اب ہر شخص کو اپنے اپنے مقام میں ہمیشہ
 رہنا ہے یہ اعلان اُس وقت ہو گا جب قاسقین بھی اپنی سزائیں بھگت کر یا شفاعت ختم ہوا کر
 جنت میں پہنچ جائیں گے۔ یہ اعلان بھی، ایک قسم کا ثواب اور عذاب ہو گا۔ یہ تیسری نعمت
 اہل ایمان کی صائم الذہری اور قائم البیسی کے ثواب میں ہو گی۔ اہل جنت کے بے چوتھی نعمت
 یہ کہ اہل بہشت مومنین کو کسی وقت کی بھی فزع اکبر پریشان اور غمزدہ نہ کریں گی۔ اس لیے
 کہ وہ دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ رسول کے عشق کے درد میں آخرت کی فکر میں اپنی قوم کے
 فسق و کفر کے غم میں رہتے تھے۔ لہذا آج اُن کو نہ فزع اکبر کا غم ہو نہ فزع اصغر کا۔ وہ مقام
 پر بعد موت گھبراہٹ ہے جن میں سے آٹھ مقام پر فزع اکبر ہے یہ صرف کفار کے لیے
 ہے ایک مقام فزع اصغر کا یہ کفار و فاسق دونوں کے لیے مگر متقین صالحین دونوں سے
 محفوظ۔ پہلا مقام موت نزع کا دوم قبر کا سوم حشر کا چارم یحییٰ کی گھیر نیوالی آگ کا پنجم
 نفخہ دہن کا ششم پُل صراط کا ہفتم نار جہنم کا ہشتم عذاب کفر کا تا ابد نہم فزع اصغر سزا
 کا رُطلہ وغیرہ کا۔ اہل جنت کے لیے پانچویں نعمت ملاقات ملائکہ کی لذت اعزاز و استقبال
 چنانچہ ارتد باری تعالیٰ ہے۔ وَتَلْقٰی ہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ہٰذَا یَوْمٌ کُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ
 تُوعَدُوْنَ۔ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کو دنیا والے تو حقیر سمجھتے تھے دنیا پرست کہا
 کرتے تھے کہ یہ مُلّا یہ دور رکعت کا امام یہ خانقاہی صوفی یہ مسجد کا لوٹا یہ سیٹل یہ دین کا
 طالب علم کم دماغ۔ مگر کل تیامت میں ان صوفی و مُلّا کی شانِ کرامت کا پتہ لگے گا جب
 قبر میں اعمال کے فرشتے میدانِ محشر میں آسمانوں کے فرشتے پُل صراط پر عرش و کرسی کے
 فرشتے جنت کے دروازوں پر لوح و قلم کے فرشتے اُن کا استقبال کریں گے اس طرح
 کہ قبر و مزار میں۔ نُمُ کُنُوْۤا مِنَ الْعُرُوْۤسِ کی مبارک بادیاں محشر میں حساب و کتاب کی
 کامیابیاں پُل صراط پر ثواب کی خوش خبریاں دروازہ جنت پر اشیاء جنت کے تحفے
 پیش کریں گے یہ استقبال ملائکہ اس لیے کہ چونکہ انہوں نے حیاتِ دنیوی کے دنوں میں
 خفارتوں کے خطابات سن کر بھی مسجدوں مدرسوں چٹائیوں خانقاہوں مسجدوں

کو ہی اپنے سینوں سے لگائے رکھا اس کے ثواب میں استقبالیہ ذری فرشتے خوش خبریاں سنائیں گے کہ اب دنیوی مظلومیت و معائب کے دن بھول جاؤ۔ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ۔ تمہاری اچھائی، سچائی قدر و منزلت میری و تجل کے بدلے اور ثواب کا تزیہ عظیم دن ہے جس کا تم۔ آیت قرآن، انبیاء کی زبان اور احادیث کے فرمان میں وعدے دئے گئے تھے تم نے باوجود عقلی فہمی قوت و قدرت استقامت و استطاعت کے صرف ہمارے دین کی خاطر دنیا کی چکا چوند نیرنگی، عالم سکولوں کا لجن یونیورسٹیوں کی بیج و حج تمغات و انعامات کو چھوڑا مسجد و محلے کو اپنا یا رب تعالیٰ نے اُس کے بدلے میں جنت کی بیج و حج عطا فرمائی۔ گمراہ لوگ اسی دن کا مذاق اڑاتے انکار کرتے تھے کہ دل کے پہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے کافر کہتے ہیں کب ہوگا یہ دن تو سنو۔ يَوْمَ تَطْوَى السَّمَاءُ كُتُوبُ السَّجَدِ لِلْكَتُبِ كَمَا يَدُ اُنَّا اَوَّلَ خَلْقٍ يُعْجِدُ اَوْعَدُ اَعْلَيْتَا اَنَا كُتُوبُ السَّجَدِ۔ کافرین کا بد انجام اور مومنین پر یہ انعام اُس دن ہوگا جب ہم ہر آسمان کو اس طرح گول پیٹ دیں گے جس طرح کاغذات کتب کا بنڈل پٹینا ہم قادر مطلق ہیں اس میں بھی کہ جیسے ہم نے مخلوق کو پیدا کر دیا تھا پہلی بار بغیر کسی نمونے اور بیج بھل بھول نطفے کے اسی طرح پھر اُس کو لوٹا دیں گے اور بے نام و نشان نیست و نابود انسانوں کو دوبارہ انہی شکلوں جلیوں ناموں والا پیدا کر دیں گے یہ دوبارہ زندہ کرنا میدان محشر میں لانا سزاؤ جزا کے لیے قیامت برپا کرنا ازل قدیم کا ایک وعدہ ہے جو ہم پر لازم ہے یہ تقدیر مبرم ہے اس کو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا بے شک ہم اُس کو ضرور کرنے والے ہیں اگرچہ کفار اس کو ناممکن سمجھتے ہوئے اس کا انکار کریں۔ اِن آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال (اِن اِن میں دو قول۔ ایک یہ کہ یہ حرف تحقیق ہے اپنے ہی معنی میں ترجمہ ہے بے شک یقیناً اور اکلا جملہ علیحدہ عبارت ہے۔ دوم یہ کہ اِن بمعنی اِلَّا ہے اور استثنیٰ ہے سابقہ کلام اِنكُمْ وَمَا تُعِيدُونَ (الخ) سے اور وہ مستثنیٰ مِنْہ ہے مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ کُفْر سے مراد کفار ہیں جن سے مستثنیٰ متصل ناممکن اور منقطع بیکار ہے اِن اِن اِن میں دو قول ایک یہ کہ اِن اِن سے تمام مومنین اولین و آخرین مراد ہیں اسی لیے مولیٰ علی نے یہ آیت پڑھ کر عشرہ مبشرہ مراد لئے۔ دوم یہ کہ اِن اِن سے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ اور ملائکہ علیہم السلام

مراد ہیں اور ان بمعنی الاحرف استثناء ہے اور مستثنیٰ مِنْهُ، مَا تَعْبُدُونَ ہے لکن انکے
 ۳ سَبَقَتْ میں تین قول ایک یہ کہ اس سبقت سے مراد ہے عالمِ دنیا سے پہلے ازل
 حادث میں۔ دوم یہ کہ دنیوی زندگی میں مرنے سے پہلے موم یہ کہ محشر سے پہلے مگر پہلا قول درست
 ہے۔ ۴ الحُشٰی کی مراد میں دس قول اور سب ہی درست ہیں اس لیے ہم نے تفسیر میں سب جمع
 کر دئے۔ ۵ نَزَعَ اکبر میں آٹھ قول اور سب درست اس لیے ان کو بھی تفسیر میں جمع کر دیا
 ہے۔ ۶ تَلَقَّوْهُمْ کے استقبالیہ کام و کلام و مقام میں تین قول اور تینوں درست اس لیے
 تفسیر میں جمع کر دئے ہیں۔ ۷ الْمَلَائِكَةُ میں تین قول کون سے فرشتے مراد ہیں تینوں درست
 لہذا تفسیر میں ہم نے تینوں شامل کر دئے۔ ۸ رَجُلٌ میں تین قول ایک یہ کہ اس کا معنی ہے کائنات
 کا گول بندل یہ جمہور علماء یعنی اکثریت کا ہے یہی درست ہے یعنی جس طرح کاتب منشی اپنے
 رجسٹر پر روزنامہ لکھ کر اس کو گول کر کے پٹیتا ہے اس طرح تمام آسمان علیحدہ علیحدہ گول
 پیٹے جائیں گے۔ منشاء ماری تعالیٰ آسمانوں کو پیٹنے کی شکل سمجھانا ہے اور تشبیہ میں ضروری
 ہے کہ مشبہ بہ رحس سے تشبیہ دی جا رہی ہے وہ مشہور ہو رہے ہیں والا اس کو جانتا ہو
 تا کہ مشبہ کو بھی جان لے کاتبوں مشبہوں کے لیے بندل پیٹنے کو ہر شخص جانتا ہے اس لیے
 اس کی تشبیہ سے آسمانوں کا پٹا جانا ہر شخص کو سمجھ آ جاتا ہے۔ دوم یہ کہ بعض نے کہا کہ رَجُلٌ ایک
 فرشتے کا نام ہے جو نامہ اعمال کی کتاب پلٹ کر لے جاتا ہے موم یہ کہ بعض نے کہا کہ اس
 سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کاتب ہے جس کا نام رَجُلٌ تھا جو آپ کے خطوط
 لکھتا تھا۔ مگر یہ دونوں قول دو وجہ سے مفترین کے نزدیک غلط ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ
 نہ اس نام کا فرشتہ کوئی مذکور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کاتب اس نام کا کہیں
 منقول نہ کسی صحابی، تابعی۔ مؤرخ یا محدث نے انماؤ الرجال یا کتب حدیث میں ذکر
 کیا۔ نہ آپ اتنے خطوط لکھواتے تھے کہ جس کے بندل بنائے جاتے۔ آقا کا نام
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبین وحی صرف تین تھے جن کے اسماء پاک مندرجہ ذیل
 ہیں۔ ان دونوں قولوں کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ کہ اگر اس نام کا کوئی فرشتہ ہو
 تب بھی اس کے عمل سے تشبیہ منشاء الہی کے خلاف ہے کیونکہ فرشتے کے پیٹنے کو تو کوئی
 جانتا ہی نہیں تو سننے والے کو نظیری السماء کا پتہ کیسے لگے گا حالانکہ سمجھنا ہی مقصود ہے
 اور علم اصول کا قانون بھی یہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے زیادہ مشہور ہو جانا چاہیے لہذا تفسیر

روح المعانی ہی آیت) اسی طرح نبی کریم روف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اگر اس نام کا کوئی کاتب ہو بھی
اس کا لینا کسی کو معلوم نہیں لہذا اس سے مشابہت بھی بیکار ہوئی۔ اس لیے درست پہلا قول ہی
ہے۔ کاتبین وحی کے اتمامِ مقدسہ یا خالد بن سعید بن العاص یہ سب سے پہلے کاتب
تھے ۱۰ صدیق اکبر ۱۱ فاروق اعظم ۱۲ عثمان غنی ۱۳ علی مرتضیٰ ۱۴ عبیدہ بن جراح ۱۵ طلحہ
بن عبید اللہ ۱۶ یزید بن ابی سفیان ۱۷ ابو ذریعہ بن عتبہ ۱۸ حضرت امیر معاویہ ۱۹ عاصم بن
عمر ۲۰ ابوسلمہ بن عبد اللہ ۲۱ آبان بن سعید بن عاص ۲۲ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ۲۳ ابوسفیان
بن حرب ۲۴ حواری بن عبد العزیٰ ۲۵ جہیم بن صلت ۲۶ علاء بن حصری ۲۷ انس بن صامت
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب صحابہ قریش قبیلے سے تھے ۲۸ زید بن ثابت انصاری ۲۹ سعد بن
عبادہ ۳۰ انس بن حنفیہ ۳۱ مولیٰ علی شیر قدار یہ چار صحابہ کالمین میں سے تھے اہل عرب میں
کالمین اُن لوگوں کو کہا جاتا تھا جن کو تین فن بہت اچھے طریقے آتے تھے ۱ تیرنا ۲ تیراندازی
۳ لکھنا پڑھنا۔ ایسے شخص کو انسانِ کامل کہا جاتا تھا زمانہ نبوی میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ
میں صرف بائیس افراد کالمین تھے جن میں یہ چار مسلمان تھے۔ کاتبین وحی میں بعض مؤرخین
کے نزدیک مزید یہ مندرجہ ذیل حضرات بھی شامل ہیں ۳۲ عبد اللہ بن مسعود ۳۳ زبیر بن عوام
۳۴ مغیرہ بن شعبہ ۳۵ ذریعہ بن کعب ۳۶ ابی ابن کعب ۳۷ عبد اللہ بن ارقم ۳۸ حصین بن
نیمر ۳۹ ثریل بن حسنہ ۴۰ حنظلہ بن ریح ۴۱ معقّب بن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم۔ لکن کتاب میں دو قول ایک یہ کہ یہ لفظ جمع ہے کتاب کا یہ ہی مشہور قرئت ہے دوم یہ
کہ یہ لفظ نکتا ہے اور معنا مصدر ہے بروزنِ فعال اور ترجمہ ہے لکھنے کے لیے
پیشا نما بُجْد میں دو قول ہیں ایک یہ کہ فوت شدہ کے اجزائے بعض اجزا کبھی فنا نہیں
ہوتے جس کو بیجا حیوانی کہا جاتا ہے وہی دوبارہ اُگیں گے۔ اس اُگنے کا اشارہ حدیث
پاک میں بھی ملتا ہے دوم یہ کہ بالکل فنا ہو جائیں گے پھر قدرتِ الہی سے از سر نو نیست سے
حسست ہو کر پیدا ہوں گے آیت بُجْد کا اشارہ اور مفہوم یہی بتاتا ہے نَا عَلَیْنا میں
دو قول۔ ایک یہ کہ علی بمعنی واجب ہے دوم یہ کہ علی بمعنی لازم۔ دونوں میں فرق یہ کہ
وجوب وقتی ہوتا ہے کبھی ہے کبھی نہیں لزوم دائمی۔ جیسے کہ والد کی خدمت بیٹے پر واجب
ہے اور والدہ کی خدمت ہر حال میں بیٹے پر لازم ہے والدہ کو خدمت کی ضرورت ہو
مانہ ہو۔

فائدے | ان آیت مقدسہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ والد محترم حضرت حکیم الامت بدایونی قدس سرہ نے فرمایا کہ نفع و ثانیہ کے بعد تمام انسان اپنی اپنی قبروں سے عُرَاةٌ حُفَاةٌ غُرُلًا پیدا ہوں گے۔ یعنی ننگے بدن ننگے پیر اور بے ختنہ یہاں تک کہ بقول حدیث پاک سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اس قانون میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں آپ قبر اقدس سے لباس میں اٹھینگے اور ختنہ شدہ یہ فائدہ گمابند اَنَا اَوَّلُ خَلْقٍ تُعِيدُکَ سے حاصل ہوا۔ یعنی جو جیسا پیدا ہوا ہم اسی طرح اُس کو دوبارہ پیدا کریں گے آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جیب پہلے ولادت کی پیدائش ہوئی تو روایات مشہورہ کے مطابق۔

پٹے ہوئے حریر میں ختنہ کیا ہوا : شائہ کیا ہوا تھا اور مرمہ لگا ہوا آپ کے علاوہ باقی تمام مومنین کا فرین عُرَاةٌ حُفَاةٌ غُرُلًا پیدا ہوں گے مومن و کافر کی روانگی محشر میں صرف یہ فرق ہوگا کہ کُفَّارٌ عُرَاةٌ حُفَاةٌ غُرُلًا مَشَاةٌ ہوں گے یعنی پیدل۔ اور مومنین عُرَاةٌ حُفَاةٌ غُرُلًا سُرُکًا مَآئِدًا یعنی سواریوں پر۔ اگر نبی کریم کی اس خصوصی شان کو نہ مانا گیا تو نُعِیدُکَ کی یہ تفسیر قرآنی کلمہ ربّانی کے خلاف ہوگا جو محال ہے دوسرا فائدہ۔ ہر مومن مسلمان کے لیے سب سے بڑی نعمت اور عظیم خزانہ دین اسلام پر ایمان ہے یہ ایسی انمول اور نایاب دولت ہے جو کہیں سے نہیں مل سکتی اہل ایمان پر یہ احسان رب کریم ہے مخصوص تعالیٰ کے نزدیک فیصلے سے ہم کو تم کو ملی نہ اُس وقت کسی نے دعا مانگی نہ کسی نے ہمارے لیے سفارش عرض کی خود ہی پروردگار عالم نے عالم ارواح میں ہماری رُوحوں کا کروڑ ہا سال پہلے اپنے محبوب کی غلامی اپنے دین کی سلامتی اپنی جنت کی دوائی کے لیے جن جن کر ہمارا انتخاب فرمایا۔ اسی کرم نوازی رب کریم پر اگر ہم ذرا غور کریں تو سجدہ شکر سے ہم سر نہیں اٹھا سکتے۔ ورنہ سینکڑوں لاکھوں انسان ہم سے خوب صورت حسین و جمیل حَسْبُ جَنَّمَ بن کر کفر میں پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے اپنا خود بنایا یہ کرم نہیں ترک کیا ہے یہ فائدہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مَقَبَلًا الْحُسْنٰی میں بتا فرمانے سے حاصل ہوا۔ اب اس دولت بیکراں خزانہ ایمان کو قبر تک پچائے رکھنا بری باتوں، کتابوں، محفلوں پرے لوگوں سے بچے رہنا ہمارا فرض ہے۔ اس لیے دل و جان سے رب تعالیٰ کی امداد کا وسیلہ مانگتے رہیں۔ اور اپنے سونے تعالیٰ کا ہر وقت شکر ادا کرتے رہیں رب تعالیٰ کا شکر صرف یہی ہے کہ اُس کے

حبیبِ آقا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت والی غلامی ہر قول و فعل میں تامل کی جائے۔ تیسرا قائلہ ہر مومن کے لیے دنیا میں نفسانی خواہشات برائے درگناہ کی علامت ہیں مگر جنت میں نفسانی خواہشات اچھائی اور نیکی خوش قسمتی ہے۔ اس لیے دنیا میں ان سے بچنا چاہیے تاکہ جنت میں حصولِ نکلن و آسان ہو یہ فائدہ و حمد فی ما انتفعت انفسکم خالداً و دناً۔ فرماتے سے حامل ہوا۔

احکام القرآن ان آیتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ ہر بری چیز سے دور رہنا اچھی عادت ہے بلکہ یہ عادت دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے رب تعالیٰ نے اہل جنت کے انعامات میں سے یہ انعام بھی فرمایا کہ مومنوں کو دوزخ سے بہت دور رکھا جائے گا۔ اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ دنیا میں بھی اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اہل و عیال کو بھی ہر بری چیز سے دور رکھے۔ یہ مسئلہ عَنْهَا مُبْعَدُونَ سے مستنبط ہوا فرمایا یہ چارہ ہے کہ تم دنیا میں ہر بری چیز سے مُبْعَدُونَ بنے رہو تو کل بعد قیامت جنت میں تم کو مُبْعَدُونَ بنا دیا جائے گا۔ دوسرا مسئلہ حیاتِ دنیوی میں نیک لوگوں کی دوستی ان سے ہی میل ملاقات رکھنا اچھی جگہوں پاکیزہ مقامات سے تعلق جوڑنے سے رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور شریعتِ پاک کا حکم ہے یہ مسئلہ وَتَتَلَقَّهُمْ الْمَلَائِكَةُ فرماتے سے مستنبط ہوا کہ فرشتوں کی ملاقات و استقبال میل ملاپ بھی تمقات جنت سے ایک نعمت ہے۔ تو چاہئے کہ دنیا میں بھی ایسے دوست بنائے جائیں جو فرشتوں کی طرح پاکیزہ ہوں ایسے دوست مل جانا بھی رب تعالیٰ کی عظیم رحمت و نعمت ہے۔ تیسرا مسئلہ تقدیرِ مہم اٹل ہے اس کو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا۔ یہ مسئلہ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ سے مستنبط ہوا۔ قرآن مجید میں اس طرح کئی الفاظ سے تقدیرِ مہم مراد ہوتی ہے۔ لہذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضورِ غوثِ پاکؑ تقدیرِ مہم کو بھی ٹال دیتے ہیں غلط اور گناہ ہے۔ غوثِ پاکؑ نے یہ بات اپنی کسی کتاب میں نہیں کہی نہ کبھی کسی گستاخ میں فرمائی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا اَوْ لَبِدٌ عَنْهَا مُبْعَدُونَ جس سے ثابت ہوا کہ اہل ایمان کو جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا۔ لیکن سورۃ مہم آیت ۱۷ میں فرمایا گیا۔ وَإِنْ مِنْكُمْ

الْأَذَارِ دُھار یعنی تم میں سے ہر انسان کو جہنم میں وارد ہونا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل ایمان بھی جہنم سے قریب بلکہ اس میں داخل ہوں گے ظاہراً یہ تضاد معلوم ہوتا ہے جواب اس کے دو جواب دئے گئے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ کوئی تضاد نہیں اس لیے کہ مُبْعَدُونَ سے مراد آواز جہنم اور عذاب جہنم سے دوری ہے۔ اور وَارِدُونَ سے مراد ہے جہنم کے اوپر پُل صراط سے گزرنا ہے، اس گزرنے عبور کرنے میں اہل ایمان کو نہ عذاب چھوئے نہ تکلیف پہنچے نہ سراسر اٹھ حسیس سنائی پڑے۔ جواب دوم یہ کہ مُبْعَدُونَ اور وَارِدُونَ میں زمانوں کا فرق ہے۔ مُبْعَدُونَ جنت میں پہنچنے کے بعد ابداً لا بار تک اور وَارِدُونَ جہنم بہت پہلے پُل صراط سے گزرنے کے وقت ہوگا۔ اس لیے کوئی تضاد نہیں یہ دونوں جواب درست ہیں دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ لَا يَسْمَعُونَ حَيْثُ مَا

یعنی اہل جنت جہنم سے اتنے دور ہوں گے کہ جہنم کی ہلکی سراسر اٹھ بھی نہ سن سکیں گے مگر سورۃ اعراف کی آیت ۲۵ میں ارشاد ہے۔ قَنَادَى أَفْهَبُ النَّارِ أَفْهَبُ الْجَنَّةِ أَفِيضُوا عَلَيْهَا مِنْ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ۔ یعنی جہنمی لوگ جنتیوں کو پکاریں گے کہ ہم کو بھی پانی کا فیض پہنچاؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو تم کو رزق دیا ہے اس میں سے کچھ ہم پر بھی خیرات کرو۔ اسی طرح سورۃ اعراف کی آیت ۲۴ میں ہے کہ جنتی بھی جہنمی لوگوں کو پکاریں گے یہ دونوں آیتیں بتا رہی ہیں کہ جنتی لوگ جہنم کے قریب ہیں اسی لیے دوطرفہ ایک دوسرے کی آواز سنیں گے یہ بھی تضاد معلوم ہوتا ہے اس کا حل کیا ہے۔ جواب۔ تینوں آیت اپنی اپنی جگہ ایک علیحدہ منشا پیش فرما رہی ہیں کوئی تضاد نہیں صرف معترض میں عقل و تدبیر کا فرق ہے یہاں اس آیت میں جہنم کی پریشان کن آواز اہل جنت تک پہنچنے کی نفی فرمائی جا رہی ہے اور جنت کے اطمینان و سکون کا ایک نقشہ سمجھایا جا رہا ہے کہ بیخ و بیکار تو درکنار وہاں کی سراسر اٹھ کی آواز بھی نہ آسکے گی اور جہنم کی دوری بھی بتائی گئی۔ لیکن سورۃ اعراف کی دونوں آیتوں میں صرف دوطرفہ آواز سننے کا ذکر ہے جس سے نہ پریشانی کا سوال نہ دیکھنا ثابت نہ قُرب ثابت ہوا۔ آواز تو فی زمانہ دنیا میں بھی لاکھوں ہزاروں میل سے سنی سنائی جا رہی ہے یہ ٹیلیفون۔ وائرلیس دور ترین آوازوں کو بالکل ایسا سنا دیتے ہیں جیسے بالکل قریب ہوں۔ اور ٹیلیفون کرنے میں یہ مشاہدہ عام ہے کہ بجز ایک یا چند لوگوں کے ارد گرد کی کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دیتی نہ دکھائی دیتی بلکہ اب تو ایسے ٹیلیفون بھی

بن گئے ہیں کہ بات کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکتے ہیں حالانکہ دوری اسی طرح قائم ہوتی ہے جب انسانی ایجادات کی یہ حالت ہے تو قدرت الہی کی کیا شان و قوت ہوگی کیا خبر کس قسم کا نظام ہوگا کہ سیکنڈوں سال کی دوری پر واقع جہنم والوں کی بات جیت گفتگو کی گئی بہر حال۔ لَا يَسْمَعُونَ حَيِّثُ سَعَا سے دوری ثابت اور نَادَى الْمُحِبِّ النَّارِ سے قرب ثابت نہیں ہوتا۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ لَا يَخْزُ نَحْمُ الْفَرْعِ الْاَكْبَرِ۔ مگر سورۃ نحل آیت ۸۷ میں ہے۔ فَنِّ عَمَّنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ یہ آیت مطلق ہے سب آسمانی زمینی مخلوق کو شامل یعنی سب گھبراہٹیں گے۔ اس کی کیا وجہ؟ جواب۔ ان دونوں آیتوں میں چار طرح فرق ہے۔ پہلا یہ کہ یہاں گھبراہٹ سے غمگین ہونے کی نفی ہے۔ وہاں نخل میں گھبراہٹ والی چیز دیکھنے کا ذکر ہے مطابقت اس طرح کہ دیکھیں گے سب مومن و کافر مگر مومنین کو لَا يَخْزُ نَحْمُ الْفَرْعِ الْاَكْبَرِ۔ فَرْعِ اکبر غمگین نہ کرے گی۔ دوم یہ کہ یہاں بڑے فَرْعِ کی نفی ہے وہاں کسی معمولی اور چھوٹی گھبراہٹ کا ذکر ہے سوم یہ کہ یہاں اپنے لیے گھبرانے غمگین ہونے کی نفی ہے وہاں انہوں کے لیے گھبرانے فکر مند اور غمگین ہونے کا ذکر ہے یعنی اہل جنت کو اپنی ذات کا غم کسی بھی گھبراہٹ سے نہ ہوگا۔ لیکن انبیاء اپنی گناہگار امت کے لیے فرشتے کمزور مسلمانوں کے لیے فکر مند و غمگین ہوں گے دعائیں مانگیں گے شفاعت فرمائیں گے چہاں یہ کہ یہاں اس آیت میں گناہوں کی وجہ سے گھبراہٹ کی نفی ہے وہاں جلال کبریائی حاضری بارگاہ کی خبیثت کی گھبراہٹ کا ذکر ہے۔

تفسیر صوفیانہ | اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا يَمْكُوْنَ حَيْثُ سَعَا وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خَالِدُوْنَ

بے شک وہ خوش نصیب لوگ جن کے لیے سعادت حسنی کا فیصلہ عالم ازل میں پہلے ہی ہو گیا ہماری کرم نوازیوں کی طرف سے وہ لوگ ملاوٹ طبعیہ قاسدہ سے دور کر دئے گئے اتنی دور کہ نفسِ امارہ کی ابلتیت والی سرسراہٹ بھی ان کو سنائی نہیں دے سکتی وہ تو نفسِ امارہ کی خواہش پر طلال چیزوں کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے ان کے لیے نفسِ امارہ کی یہ دوری ان کے مراتبِ عظمیٰ کی وجہ سے ہے وہ لوگ مشاہداتِ صفات اور قرابتِ ذات کی جنتوں کے اندر خواہشِ طبعیت مطابق قلبِ روح کی چاہت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ لَا يَخْزُ نَحْمُ الْفَرْعِ الْاَكْبَرِ وَتَتَلَقٰی هُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمْ

اللّٰہی کُنْتُمْ تُؤْعَدُونَ۔ نہ موتِ نفس سے اُن کو قیامتِ صغریٰ کا غم ہوگا نہ غصّتِ بدل کی قیامتِ کبریٰ کی ہیبت و گھبراہٹ کیونکہ وہ ہمیشہ اُنوارِ خشیت کے لباس میں ملبوس رہتے ہیں ان ہی خوش بختوں کو موتِ نصائی کے وقت ملائکہِ عرشی کی معرفت کا استقبالِ زیارت نصیب ہوتا ہے نجات و سلامت کی بشارتوں کے ساتھ اور فرمانِ بہشت کی جانب سے خوش خبری ملتی ہے کہ یہی تمہارا وہ یومِ رجوع الی البقا ہے جس کا وعدہ مُؤْتُوْنَا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوْنَا سے فَنَافِی اللّٰہ کے وقت کیا گیا تھا سعادتِ تامہ استقامتِ حال سے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَاءَ کَغَیِّ السَّجِّیِّ لِلْکُتُبِ کَمَا یَذَّأُنَّا اَوَّلَ خَلْقٍ تُجِیْدُہُ وَعَدَا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَعَلِیْن۔ اہل معرفت کو یہ اعزازِ اکرام، انعام، احسان، مقامِ اُس دن ملے گا جس دن آسمانِ نفس کو کتابِ اعمال کی طرح ہم لپیٹ دیں گے تاکہ حقیقتِ اُفلاک کے مقامِ صغیرہ میں حفاظتِ بقا سے رہے اور اُس آسمانِ قلب کو بھی لپیٹ دیں گے جو مقامِ رُسْطٰی کے حیم میں ہے اُس میں علوم کا مورخِ معدن کا چاند اور صفاتِ حسنہ کے ستارے معقولات کی کہکشاں ہے اور آسمانِ روح کو بھی لپیٹ دیں گے جو مقامِ بدن کے کبریٰ میں ہے اُس میں مشاہدات کی بجلیاں، تجلیات کی رونقیں، زندگیِ ابدی کے آثار۔ ہم نشانیہ کے وقت قالبِ فطرت میں پھر لوٹا دیں گے جس طرح نشاۃِ اوّل میں پیدا فرمایا تھا کہ بقا کے بعد فنا اور فنا کے بعد پھر بقا یہ تیسری پیدائش ہے رایتِ عزلی، بے شک جن لوگوں کے لیے قادر و قیوم کی طرف سے عنایتِ ازلیہ کا فیصلہِ حسنی ہو چکا ہے وہ عاداتِ ذلیلہ کی جہنمِ دنیوی سے بہت دور کر سکتے ہیں اور شریعتِ طریقتِ معرفت حقیقتِ اطاعتِ عبارتِ ریاضتِ مشقت کی پُر بہار ہشت بہشت میں ان کا خلوصِ حیات ہوتا ہے جہاں وہ کبھی بدعتوں کی سرسراہٹ بھی نہیں سن سکتے۔ نارِ عصیان کی گھبراہٹ اور حرق و غرق و سرق کا غم بھی ان کو نہیں پہنچتا جس دن اللہ تعالیٰ وجودِ انسانی کے آسمانوں کو صفاتِ جلال کے دستِ یمن سے لپیٹ دے گا مراتبِ وجود کو ابتدا سے انتہا تک فنا کر کے پھر وجودِ انسانیت کا اسی تدریج سے رجوع و اعادہِ خلقت فرمائے گا جس طرح پہلے ظہورِ اجسام فرمایا تھا کہ پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر عظام پھر لباسِ لحم اسی طرح اعادہ ہوگا کہ پہلے حیوانیتِ نفس کا نطفہ پھر شریعت کا علقہ پھر طریقت کا مضغہ پھر معدنیۃ معرفت کے عظام پھر عامر حقیقت کا لحم پھر اس ناسوتی دُحائچہ میں

روح لکرتی کا دخولِ خلور ہوتا ہے۔ اِنَّا نُنْفِثُکَ فِیْ رُحٍ مَّوَدَّہِ اِزلی کا نبی علیہ مبر ہے جو ہر عارف کے قالبِ مُزکی سینیہِ معنی میں سجایا جاتا ہے (تغیہ نیشا پوری) انتخابِ ربانی میں آجانے والوں کے لیے عنایتِ سابقہ کا حسن ظاہری چار چیزوں میں ہے۔ اُن کو میں سے ہے رغبتی سے صرتِ تبار الہی کی طلب، اَخْلَیْ لَہُ اللہ کے انوار الہی کا قدرتِ ظہور اسی طرح عنایتِ ازلیہ سابقہ کا حسن باطنی بھی چار چیزوں میں ہے۔ اِی جاداتِ عجیبہ کے علمِ غیبیہ کا انکشاف سے مکاشفاتِ قائمہ کے معارفِ کاملہ جس بندے میں ظاہری باطنی یہ چار حسن پیدا ہو جائیں وہ عارفوں کے ساتھ آفاق میں مشہر کر دیا جاتا ہے۔ اِی عارفِ عزیزین میں سے علاماتِ مقربین میں سے نشاناتِ مخلصین سے خلافتِ سید المرسلین حضرت حبیبِ بغدادی نے فرمایا چار چیزوں کی توفیق ملنے کا نام حقیقی ہے۔ اِی توفیقِ عنایت سے توفیقِ ہدایت سے توفیقِ اختیار سے توفیقِ عطا۔ ان توفیقوں سے چار دولتیں ملتی ہیں۔ اِی عنایت سے کفایت کی۔ اِی ہدایت سے ولایت کی۔ اِی عطا سے حکمت کی۔ اِی اختیار سے رعایت کی۔ توفیقِ الہی کی نشانی استقامت ہے۔ عارفین کے نزدیک پانچ چیزیں دنیا میں جہنمِ تہر کی حبس ہیں۔ اِی بدعت کے کام سے بد معاشی کے کلام سے فلسفی دلائل کے عقلِ خناسی کے اُلجھاؤ۔ اِی طبیعتِ خیانت کے خیالات اور ظلمت کے وہمیات عارفین کو ان سے بچایا جاتا ہے۔ قیامت کا دن عابدین کا یومِ جزا ہے اور عارفین کا یومِ مشاہدہ ہے۔ عاشقوں کا یومِ وصولِ جمالِ کبریا ہے۔ جنت میں چار مکان چار قسم کے لوگوں کے لیے۔ اِی مکانِ راحت ان کے لیے جن کو دنیا میں راہِ الہی میں مصائب ملے۔ اِی مکانِ رغبت ان کے لیے جنہوں نے نفسیات کو چھوڑا۔ اِی مکانِ امن ان کے لیے جو تا عمر خرب الہی میں رہے۔ اِی مکانِ اشتہاء۔ اِی عابدین کے لیے۔ عالمِ طریقت میں سب سے عارف کے۔ اِی آسمان جو قیامت میں پست دے جاتے ہیں پہلے آسمانِ حیرانیت، دوم آسمانِ غنا، سترامِ موم آسمانِ ترکیبِ چہارم آسمانِ نابیہ بناتیبہ پنجم آسمانِ روحانیہ ششم آسمانِ عملیہ ہفتم آسمانِ فکریہ و عداۃ علیت کا یہ شہنشاہ رحمانی کا رُحْدُہ ازلیہ لازمہ ہے اِنَّا کُنَّا نُنْفِثُکَ۔ بے شک ہم ہر بندہ کو مخلص کر دینا آخرت میں اُس کے مراتب دینے والے ہیں۔

(از تفسیر روح البیان)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ

اور البتہ لکھ دیا ہے ہم نے زبور میں بلوری شریعت کے بعد

اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا

أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٥﴾

کہ بے شک یہ زمین مالک ہوں گے اُس کے میرے بندے نیکیاں پھیلانے والے۔

کہ اُس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عِدَّائِنَ ﴿١٦﴾

بیشک اس قرآن میں بھی البتہ بہت علوم ہیں عبادت گزار بندوں کے بے

بے شک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٧﴾

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت کرنے کے لیے تمام جہانوں کے لیے

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے

قُلْ إِنَّمَا يُوحِي إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ

فرا دیجئے مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود نہیں مگر ایک معبود

تم فرماؤ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا نہیں مگر ایک اللہ

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ

تو کیا تم مسلمان بن جاؤ گے۔ پھر بھی اگر یہ سب نہ پھریں تو فرما دو کہ

تو کیا تم مسلمان بن جاؤ گے۔ پھر بھی اگر یہ سب نہ پھریں تو فرما دو کہ

marfat.com

Marfat.com

اذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ

میں نے اطلاع برابر دیدی ہے تم کو اور میں کیا جانوں کہ قریب ہے
میں نے تمہیں لڑائی کا اعلان کر دیا برابری پر، اور میں کیا جانوں کہ پاس ہے

أَمْرٍ بَعِيدًا مَّا تُوْعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾

یا دور وہ عذاب جس کا وعدہ دئے گئے ہو تم

بادور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے

تعلقات ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پھلی آیت میں بتوں
کے اعمال نامے لکھنے کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ آسمان اس طرح پیٹے جائیں
گے جس طرح اعمال نامے لکھنے کے بعد پیٹے جاتے ہیں۔ اب ان آیت میں اللہ تعالیٰ کے
وعدے لکھنے کا ذکر ہے کہ ہم نے سابقہ کتب آسمانی میں کیا وعدے لکھے تھے دوسرا
تعلق پھلی آیت میں فرمایا گیا کہ اہل جنت کو قیامت کی گھبراہٹ نہ پہنچے گی۔ اب ان
آیت میں اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ چونکہ انہوں نے اپنی سب زندگی قرآن مجید
کے سائے اور رحمت عالمین کے دامن میں گزاری اس لیے اب ان کو کوئی گھبراہٹ
نہ ہوگی اس کرم واسے دامن میں آکر بھلا کون پریشان ہو سکتا ہے۔ تیسرا تعلق پھلی
آیت میں لوگوں کو اہل جنت مسلمانوں کی شان بتائی گئی تھی اب ان آیت میں لوگوں کو
مسلمان بننے کی دعوت دی جا رہی ہے۔

تفسیر نحوی وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي آلِ بُرِّ مِنْ بَعْدِ الْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلُ
عِبَادِي الْقَالَ لِحُوتِ اِنْ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ۔
واو پر جملہ لام کے برائے تاکید بمعنی اللہ یَقْنِيَا قَدْ كَتَبْنَا۔ باب نصر کا فعل ماضی
قریب مثبت معروف جمع متکلم کُتِبَ یا کُتِبَ سے مشتق ہے بمعنی لکھا ہر قسم
کایہاں تدریج لکھائی یا وحی مراد ہے نا ضمیر جمع متکلم اس کا فاعل مزجج ہے سب تعالیٰ
نی حرف ظرفیہ مکانیہ الف لام عہد ذہنی خارجی زبور اسم مفرد سربانی زبان کا لفظ ہے

مراد ہے دوسری منزل کتاب جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی ایک قول میں زُبُر ہے
 عربی لفظ ہے زُبُر کی جمع بمعنی کتب و کتابیں، تبعیہ الف لام جنسی ہے مگر یہ قول درست نہیں
 کیونکہ کُتُباً کا معنی کتاب کا تعین چاہتا ہے۔ یہ جار مجرور متعلقِ اَوَّل ہے کُتُباً کا۔ مَن جَارَہ زائدہ
 راستے معنی ابتداء غایت کے لیے نہیں صرف عامل ہے، بَعْدِ مضاف ہے اَنْذِرْ اَلْفَ لَام
 عہدِ خارجی ذکر سے مراد ہے تو رات مضاف الیہ یہ مرکب اعنانی مجرور ہو کر متعلقِ رَدَم ہے
 اَنْ حَرْبِ مشبہ درمیانِ کلام ہے اس لیے اَنْ ہے اَلْاَرْضُ اَلْفَ لَام استعراقی بمعنی تمام
 اَرْض اسم مفرد جامد مؤنث لفظی سماعی۔ کل اَلْهَشْرَ اَلْفَاظِ عربی مؤنث لفظی سماعی، ہیں جن کو
 قصیدہ ابنِ عَاجِب صاحبِ کافہ میں منظم کیا گیا۔ مراد ہے جنت کی زمین نہ کہ دنیا کی لوگوں
 نے اور بھی بہت سی باتیں بنائی ہیں کہ دنیا کی زمین مراد ہے۔ اَسَارِی زَمِین ۱۔ شام کی زمین
 ۲۔ بیت المقدس کی زمین ۳۔ یہ آیت اخیر زمانہ امامِ ہمدی کا ذکر فرما رہی ہے۔ یہ نہیں بلکہ
 زمانہ نبوت کا ۴۔ زمانہ صحابہ کا ۵۔ مغل بادشاہوں کا دُورِ وقیرہ وغیرہ مگر یہ ضمنی باتیں ہیں
 اَلْاَرْضُ اَتَمَّہے اَنْ کا۔ یَرِثُ بابِ تَمَّع کا مضارع معروف مستقبل واحد مذکر غائب وَرِثُ
 سے مشتق ہے بمعنی مالک ہو جانا صَاحِبِ کا مرجم اَرْضُ ہے عِبَادِی جمع مکتسر صرف واحد
 ہے عِبْدٌ بمعنی عابد و عبارت کر نیوالے بندے، مضاف ہے ی صَیْرَ واحد متکلم مضاف الیہ
 یہ مرکب اصنائی موصوف اَلْصَّاحِبُ اَمَّ جمع مذکر سالم واحد ہے صَاحِبٌ بمعنی درستی و
 صَلَاح کرنے والے زمین کو فسار سے بچانے والے یہ صفت ہے عِبَادِی کی یہ مرکب توصیفی
 فاعل ہے یَرِثُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اَنْ کی اَنْ اپنے اَمَّ خبر سے مل کر
 جملہ اسمیہ ہو کر مفعول ہے کُتُباً کا سب مل کر جملہ فعلیہ تاکید یہ ہو گیا۔ اِنْ حَرْبِ
 مشبہ ابتداء کلام میں آیا اس لیے اِنْ ہے فی جَارَہ ظرفیہ مکانیہ صَدَا اَمَّ اشارہ قریبی
 اس کا اشارہ الیہ زعمی ہے یعنی قرآن مجید یہ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُودُ پوشیدہ کا یہ اسم
 مفعول اپنے نائبِ نازل پر شبیر و شبیر عیضہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے
 اِنْ کی ایک قول میں صَدَا کا اشارہ الیہ یہ رتہ ابتداء ہے رَا اللہُ اَعْلٰکَ مَامَّ گئے تاکید یہ
 بمعنی اَللّٰہُ رَاکَ اَمَّ مصدر ثلاثی مزید نیہ بَلَّغُ سے بنا ہے بمعنی پہنچا دینا و تبلیغ کرنا
 کان ہونا، یہاں درمے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ لازم ہے نہ کہ متعَدّی لَام حَرْبِ
 نَمَّوْ کا قَوْم اَمَّ سفر معنًا جمع ہے بمعنی جماعت گروہ موصوف ہے عَا یِدِ بَیْنِ رَا اَمَّ جمع

مذکر عالم بحالت کسر مفت ہے تو ہم کی اس کا واحد ہے عابد یعنی شریعت کے مطابق کام کرنے والے یہ مرکب توصیفی مجرد ہو کر متعلق ہے بناءً غاصد کا یہ سب مل کر شبہ جملہ ہو کر اسم مؤخر ہوا ان کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا خیال رہے کہ مرزی لغت میں کل چھ لفظ ہیں جو معاً جمع لفظاً واحد ہیں ماقوم ماحط ماقدر ماکل ماکل جمع ماکل و لادغیر و ماکل أرسلک الا رحمة للعالمین قل انما یوحی الی انما الحکم الہی و احد فصل انتم مسلمون و او سید جملہ ماکل أرسلک باب انفعال کا ماضی مطلق منفی معرود جمع متکلم اس کا مصدر ہے ارسل یعنی بھیجا رسل سے بنا ہے ہر دو متعدی ہوتے ہیں ہمیشہ یہ فعل بافاعل ہے لک فمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے الا حرف استثناء رحمۃ اسم مصدر آخر میں ک مصدر یہ ہے بحالت نصب کیونکہ مستثنی مفرغ (مفرغ لہ) اور بقاعدہ نحوی جب مستثنی منہ مذکور نہ ہو اور کلام غیر موجب یعنی منفی ہو اور مستثنی الا کے بعد ہو تو مستثنی کا اعراب زبر زبر پیش (وہ ہوتا ہے جو عامل فعل اس کے مستثنی منہ کو دیتا ہے چونکہ وہ تو موجودہ نہیں لہذا اس کے اعراب دینے سے فارغ ہو گیا اور اس مستثنی کے لیے فارغ ہوا لہذا اب اس کو وہی اعراب دے گا یہاں مستثنی منہ فاعلۃ یا حادہ وہ مفعول لہ تھا اس کا اعراب زبر ہوا اب وہ اعراب اردو درجہ رحمۃ کو مل گیا آیت اس طرح تھی و ماکل أرسلک علة۔ الا رحمة ترجمہ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کس مقصد کے لیے مگر رحمت کرنے کے لیے تمام جہانوں پر یہ رحمت مفعول لہ مستثنی ہے لام نفع کا عالمین اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے عالم ترجمہ ہے تمام جہانوں کے نفع دنانے کے لیے یہ جار مجرد متعلق ہے رحمت مصدر عامل کا یہ دونوں شبہ جملہ ہو کر مستثنی مفعول لہ ہوا ماکل أرسلک سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا قل فعل امر حاضر معرود واحد مذکر حاضر بافاعل جملہ ہو کر قول ہوا ان حرف مشبہ ماکل کا نہ اس نے ان کو بے عمل کر دیا دونوں کا ترجمہ ہے نقطہ یوحی باب انفعال کا مضارع مجہول الی جار مجرد متعلق سے انما۔ ان حرف مشبہ زائدہ (غیر عالم) ماکل کا نہ دونوں کا ترجمہ ہے نقطہ الحکم مرکب اضافی مبتداء الہ موصوف واحد مفت ہے یہ مرکب توصیفی خبر ہے الحکم مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ صل حرف استفہام تصدیق ایجابی کی طلب کے لیے یہ ہر جملہ پر آ سکتا ہے۔

فعلیہ ہو یا اسمیہ منفی ہو یا مثبت حرف عطف اس سے پہلے آسکتا ہے اس کے بعد نہیں آسکتا
 اَنْتُمْ ضَمِيرٌ مُبْتَدَاٌ مُسْلِمُونَ اسْمُ فاعِلٍ کا جمع مذکر ہے بمعنی اسلام لانے والے مسلمان ہونے
 یا بننے والے ہوں بحالت رفع خبر ہے مبتدا کی اَنْتُمْ مبتدا اپنی اس خبر سے مل کر جملہ اسمیہ
 ہو کر معطوف ہوا اَلْعُلَمٰی کے جملے پر دونوں مل کر نائب فاعل ہے یُوْحٰی کا سب مل کر
 جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا اَقْل کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہوا اِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اَدْنٰی عَلٰی
 سَوَآءٍ اِنْ اَدْرٰی اَنْ تَرْیَبَ اَمْ بَعِیْدٌ مَا تُوْعَدُوْنَ ف ترتیبہ بمعنی تَعْدَاۤنِ
 حُرُفِ شَرْطِ تَوَلَّوْا بَابِ تَقَعَّلَ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا
 مصدر ہے تَوَلَّی بمعنی منہ پھیر لینا دوست نہ بننا، انکار کرنا نہ مانتا یہ مثبت منفی مصادر میں
 سے ہے یعنی لفظاً مثبت ہے حقیقتاً و معنایاً منفی ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع کفار مکہ
 یہ فعل یا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا ف حرف جزا قُلْ فعل یا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا
 اَدْنٰی بَابِ اَفْعَالِ کا ماضی مطلق واحد متکلم مصدر ہے اِیْذٰنْ بمعنی اجازت دینا،
 اجازت کی خبر دینا یہاں بمعنی اطلاع دینا بتانا اِذْنٌ سے بنا ہے معتدی بدو مفعول ہے
 اس کا پہلا مفعول یہ گم ضمیر جمع مذکر منصوب متصل ہے مرجع ہے کفار مکہ اس کا دہرا
 مفعول پوشیدہ ہے حُرِّیًّا یَا غِذًا یَا عَلٰی جَاۤرَہ فَوْقِیَّتِ کا مَوَّآءِ اسم مفرد جامد حاصل مصدر
 بمعنی برابری یہ جار مجرور قائم مقام حال ہے کُم مفعول یہ کا اور متعلق ہے اَدْنٰی کا یعنی تم
 سب کو برابر ایک جیسا بنا دیا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اِنْ حُرُفِ
 نفی بمعنی مانتا فیہ ماضی مضارع دونوں پر آجاتا ہے اِنْدَامِ مشتق پر یعنی جملہ اسمیہ فعلیہ دونوں پر
 لَفْظِ اِنْ عَرَبِیِّ میں چار قسم کا ہے اِنْ حُرُفِ شَرْطِ اِنْ حُرُفِ تَاکِیْدِ اِنْ حُرُفِ تَخْفِیْفِ
 اِنْ سے بدلا گیا اِنْ حُرُفِ نفی یہاں یہی ہے۔ اَدْرِیْ بَابِ ضَرْبِ کا فعل مضارع غیر مثبت
 معروف واحد متکلم دَرِّیْ و دَرَّ اِیۡۃ سے مشتق ہے بمعنی اپنی ذاتی قوت سے جانتا یا کسی چیز
 کا پتہ چلا لیتا۔ خیال رہے کہ اِنْ نافیہ فعل کو منفی نہیں کرتا بلکہ اس سے علیحدہ نفی کا تذکرہ
 ہوتا ہے اِنْ اَدْرِیْ کا ترجمہ ہے۔ نہیں ہے یہ بات کہ میں جانتا ہوں۔ اِدْرٰی کا ترجمہ
 ہوتا ہے میں نہیں جانتا۔ آہمزہ سوالیہ تَرِیْبُ اسم مصدر بروزن فعیل بر لے میا لفعول
 مصدر ہے اَمْ حُرُفِ عطف اختیاریہ بمعنی اَبْعَدُ اسم مصدر جامد حاصل مصدر یہ دونوں
 معطوف علیہ معطوف مل کر مبتدا مآ اسم موصول تَوَاعَدُوْنَ بَابِ اَفْعَالِ کا فعل مضارع

مثبت جہول جمع مذکر صاف و عدسہ مشتق ہے ضمیر صیغہ اس کا نائب فاعل یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول یہ ہے اُورنی کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مطلق ہے اذنت کے جملے پر دونوں مل کر مفعول ہوا قُل دونوں قول مفعول مل کر جزا ہے اِن تُوْزَا شرط کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمائے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَلِيمِينَ اور البتہ بے شک ازلِ قدیم کا ایک فیصلہ ہم نے زبورِ داؤد میں لکھ دیا تھا جو توریت موسیٰ کے بعد تھی کہ بے شک ابدی جنتی زمین کے بلا عوض مالک و ارث میرے وہی نیک اور دانائی اور صلاحیت رکھنے والے بندے ہوں گے جو علم و نہم کے ساتھ فقط میری ہی عبادت کرنے والے قوموں کی اصلاح کرنے اور میرے انعامات کی یاقوت رکھنے والے ہیں۔ اے مسلمانو تم اس قرآن مجید کو معمولی کتاب نہ سمجھنا اس کی قدر جانتا اس کو پڑھنا سمجھنا سنا سنا اقوامِ عالم کو بتانا اسی سے عبادت کے قاری عدالت کے قاضی بننا، اس کی ہر ہر صورت ہر ہر آیت ایک مکمل ضابطہ حیات اور سرمایہ و محنت ہے۔ اور خاص کر بے شک اس ذکرِ نبوت والی سورۃ انبیاء میں تو البتہ حیاتِ دنیوی و بقیاتِ اُخروی کے پورے مکمل لائحہ عمل و قول کے لیے کافی خزانہ و قدرت اور انعامِ فطرت ہے ہر اُس قوم کے لیے جو بارگاہِ قدس کے عابدین مخلصین ہیں یہ عِبَادِی الصَّالِحُونَ مشرق میں مغرب میں شمال میں ہوں یا جنوب میں آسمان میں ہوں یا زمین میں ہیں۔ اعلیٰ علیین میں ہوں یا تحتِ اشری میں۔ اسی قرآن مجید اور اس کی اس تذکرہ انبیاء والی سورۃ میں زندگی کے ہر موڑ کے لیے کفایتِ کلیہ ہے۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کے واقعاتِ حیات انسانی زندگی کے لیے ہر وقت مشعلِ راہ اور ضیاءِ حیات ہیں۔ دنیوی زندگی اور اشیاءِ دنیویات سب امتحانِ الہی ہیں۔ اس لیے اَسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا لَئِنْ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۲۸) اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو اور ہر حال میں میرا کرو دنیا میں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس زمین کا وارث مالک سلطان بنا دے۔ وہ بندہ کافر ہو یا مومن۔ نیک ہو یا بد۔ ظالم ہو یا عادل۔ رحمت والا ہو یا لعنت والا۔ دنیا کی دینی

دراشت تو مرد کو بھی ملے گی سلیمان علیہ السلام کو بھی سکندر اعظم ذوالقرنین کو بھی فرعون کو بھی۔ فاروق اعظم کو بھی چنگیز و ہلاکو کو بھی وہ اندر جس کو چاہے دے دیتا ہے کہ یہ امتحان گاہ ہے مگر جنت انعام گاہ ہے وہاں کی حیات، ارضیات، ملکیات انعام الہی ہے وہاں صرف یدِ ثہا عبادِی الصالحون۔ ہاں البتہ اگر دنیا میں یہ بندے ہمارے حبیب محمد مصطفیٰ کے پیچھے کئے دائمی ہر قول و عمل اطاعت و اتباع پر قائم و ثابت قدم رہیں۔ تَرَدَّدَ اللہُ الذِّیْنَ اٰمَنُوا لَکُمْ وَعَبَرُوا السُّلُکَ یَسْتَخِذُ قَتْلُہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَوْلَفَ الذِّیْنَ مِنْ تَبٰلِغِہُمْ سِرَّةُ الْفُجُورِ آیت ۵۵ جس طرح نبی کریم سے پہلے انبیاء اریا کر خلافتِ سلطنت دی گئی اسی طرح صدیق و ناریق عثمان رعلی کو عرب میں تابعین کو عجم میں۔ تبع تابعین کو قبائل میں سلاطین اسلام کو ہندوستان میں اسلام و قرآن قائم کرنے کے لیے زمین دہری پر خلافت دیتے رہیں گے۔ مومن کی حیات دینا امتحان اور حیات آخرت انعام ہے اس لیے یہاں اتار بھی ہیں چڑھاؤ بھی حیاتِ دنیوی کے تقریباً تیس زمانے ہیں ۱ حیات شیر خوارگی ۲ حیات طفلی ۳ حیات بچپن ۴ حیات امروزی ۵ حیات نوجوانی ۶ حیات جوانی ۷ حیات درمیانی ۸ حیات بڑھاپا ۹ حیات سٹھیا پانا حیاتِ غریبانہ ۱۰ حیات امیرانہ ۱۱ غمگیانہ ۱۲ حیات شادیانہ ۱۳ حیات بیمارانہ ۱۴ صحت مندانہ ۱۵ حیات بزدلانہ ۱۶ حیات بہادرانہ ۱۷ حیات مسافرانہ ۱۸ حیات مقیمانہ ۱۹ حیات شاکرانہ ۲۰ حیات صابرانہ ۲۱ حیات مجاہدانہ ۲۲ حیات تاجرانہ ۲۳ حیات عابدانہ ۲۴ حیات صالحانہ ۲۵ حیات عالمانہ ۲۶ حیات عادلانہ ۲۷ عاقلانہ ۲۸ حیات شامانہ ۲۹ حیات مہمانانہ ۳۰ حیات سخاوت ۳۱ حیات شجاعت۔ انسانی زندگی ان ہی پہلوؤں پر گزرتی ہے منشاء باری تعالیٰ یہ ہے اثرات المخلوقات انسان اپنی اشرافیت کو باقی اور ثابت رکھنے کے لیے زندگی کا ہر زمانہ آغوشِ ایمانی میں گزارتا ہے اور آغوشِ ایمانی صرف نبوت کے اُلوہِ حسنہ میں ہے جو اس سے بڑا وہ آغوشِ ایمانی سے نکل کر آغوشِ شیطانی میں گرا۔ اور اشرافیت گمائی ذلت کمائی اسی لیے قرآن مجید میں بار بار ذکر حیات انبیاء علیہم السلام فرمایا جا رہا ہے اور اسی تعلیم و تربیت کے لیے سورۃ انبیاء کا نزول ہوا جس میں زندگی کے تمام شعبے احیاء انبیاء پر وارد فرما کر ان کی پاکیزہ

اور کامیاب زندگی کو انسانیت کے لیے اُسوۂ حسنہ اور نمونہ اقوم بنا دیا گیا جیسا کہ سورۃ
ممتحنہ کی آیت میں ارشاد ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اللہ بے شک
انبیاء و کرام میں ہی اسے ان لوگوں کے لیے شاندار نمونہ و حیات ہے۔ چنانچہ شیر خوارگی
حضرت عیسیٰ کی طفلی حضرت ابراہیم کی رطپن حضرت احاق کا، امروزی حضرت اسماعیل کی نوجوانی
حضرت شیث کی جوانی حضرت یحییٰ کی۔ ادھر عمر حضرت یعقوب کی بڑھاپا حضرت نوح کا۔
سُحُیبا حضرت زکریا کا غریبی حضرت موسیٰ کی علمی حضرت ہارون کی۔ امیری حضرت سلیمان کی
غلبنی حضرت آدم کی شادیانی حضرت داؤد کی۔ بیماری حضرت ایوب کی صحت مندی تندرستی
حضرت یونس کی بہادری حضرت صالح کی۔ تجارت حضرت ہود کی۔ عبادت حضرت خضر
کی۔ عاجیت حضرت ایسا کی مسافرت حضرت عزیز کی۔ اقامت حضرت لوط کی شکر
حضرت شعیب کا صبر۔ حضرت ذوالکفل کا۔ جہاد حضرت یسوع کا۔ بادشاہی حضرت یوسف
کی۔ علیت حضرت ادریس کی عقل و حکمت حضرت سلیمان کی۔ شجاعت حضرت داؤد
کی۔ حفت حضرت زکریا کی۔ سخاوت حضرت یوسف شجاعت حضرت ابراہیم کی۔ شرم و
جائزہ علیہم السلام کی مردانگی رُحْلِیتِ مرسلین کی۔ حمد و ثناء الہی یونس علیہ السلام کی۔
عشق الہی یحییٰ کا۔ قرآن کریم میں یہ سب بیان ہوئے اس لیے کہ نمونہ ہیں مبلغین۔ مبلغین صالحین
صابرین، شاکرین، حامدین، اور پچوں جوانوں بوڑھوں، امیروں دُریروں بادشاہوں
محبوں قاضیوں۔ عَقْلًا، عِلْمًا، فَضْلًا کے لیے۔ اس کے علاوہ یہ کلام پاک دنیا میں رضا
الہی، قبر میں مونس، حشر میں وزن میزان جنت میں ترقی دراجت کا ذریعہ، اسے محبوب
کریم۔ یہ تذکرہ انبیاء صرف نمونہ انسانیت ہے مگر زندگی تو کائنات کے ہر عالم میں ہے اور
سب کو رحمت کی ضرورت، اس لیے ہم نے آپ کو تمام جہانوں پر رحم کرنے کے لیے ہی
بھیجا۔ اسی لیے سب سے پہلے آپ کو پیدا کیا۔ ایک بار آقاؤ کائنات نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے جبریل سے پوچھا کہ تم کو بھی ہماری رحمت عالمینی کا فائدہ پہنچا۔ عرض کیا ہاں
یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں ہمیشہ اپنے انجام سے
تدارکتا تھا لیکن جب آپ معراج میں آئے اور کچھ عرصہ مجھ کو آپ کے ساتھ رہنے
قدمت کرنے کا موقع ملا تو رب تعالیٰ رحیم و کریم نے میری تعریف فرمادی ذی قُوَّةٍ عِنْدَ
ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٌ ثَمَّ اَمِينٌ۔ یہ اعزاز۔ پہلے مجھے کسی کام سے نہ ملا

اے محبوب آپ کی رحمت کے سب عاجت مند ہیں متقدمین ہوں یا تاخرین عالمینیت
ہوں عالم نبوت رسالت اگر تمام محمدؐ راہِ یاد دوسے صفی آدم نہ آدم ہاں تھے تو بہ نہ نور از فرق
تجیناً غرضکہ عالم نباتات۔ جمادات۔ حیوانات۔ عالم عرشیاں۔ افرشیاں۔ کفرستان
اسلامستان عرب و عجم۔ جن و ملک جو رو علمان سب کو رحمت کی ضرورت۔ اس لیے
آپ کو رحمتہ عالمین کے لیے بھیجا۔ کفار پر بھی یہ رحمت ہی ہے کہ ہزار ہا کفریات کے
باوجود اب ان پر کوئی عذاب نہیں آتا نہ طوفان کا نہ خسف کا نہ مسخ کا نہ غرق کلو غرق کا نہ
بیخ کا نہ ہلاکت کا نہ آسمان کا نہ زمین کا۔ امت مسلمہ پر کروڑ ہا رحمتوں کے علاوہ یہ رحمت
بھی کہ آپ نے کبھی امت کو فراموش نہ فرمایا نہ مکہ مکرمہ میں نہ مدینہ منورہ میں نہ مسجد
ظاہرہ میں نہ حجرہ طاہرہ میں نہ عرشِ اعلیٰ پر نہ قوسین بآلا پر نہ نماز میں نہ مغرب میں نہ رحمت
عالمین کے سات طریقے۔ رحمت مطلقہ۔ رحمت تامہ۔ رحمت شامہ۔ رحمت جامعہ
رحمتہ کاملہ۔ رحمتہ عامہ۔ رحمتہ مجببہ۔ رحمت عالمین کے آٹھ علاقے۔ اور ہر علاقہ
دس ہزار عالم کا۔ کل علاقے اسی ہزار عالم ہیں۔ عالم شہادۃ یعنی ظاہری مخلوق۔ عالم غیب
باطنی مخلوق۔ عالم علیہ۔ عالم عینیہ۔ عالم وجود۔ عالم شہود۔ عالم سابقہ۔ عالم لاحقہ
آٹھ قسم کی مخلوق کو رحمتہ عالمین کا قائدہ پہنچ رہا ہے۔ ذوی العقول کو۔ ذوی غیر عقل و لے حیوانات
کو۔ اہل برزخ کو۔ ارواح کو۔ اجسام کو۔ اہل اعرف کو۔ اہل جنت و جہنم
کو۔ جمادات عالم کو۔ رحمتہ للعالمین کے لیے سات صفات لازمی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عالمین
سے افضل ہو دوم یہ کہ وہ خلق عظیم والا ہو سوم سب عالمین و اہل عالمین کو جانتے پہچانتے
والا ہو۔ چہارم سب کا مشاہدہ کر سکنے کی طاقت رکھتا ہو۔ پنجم دور و نزدیک کی
سننے کی قوت رکھتا ہو ششم ملک و ملکوت نفس و روح کے مزاج ظاہرہ و باطنی
سے واقف ہو ہفتم تمام عالمین کی ضروریات کے خزانوں کا مالک و مختار بنا دیا گیا ہو
قُلْ إِنَّمَا يُوحِي إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ ۚ فَعَلُّ أُنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۚ إِنَّا
تَوَلَّوْا نَقْلُ إِذْ تُنْكِرُ عَلَىٰ سَوَاقٍ ۚ وَإِنْ أَدْرَىٰ أَقْرَبُ أَمْ يَعِدُّ مَا تُوعَدُونَ
اے رحمتہ عالمین ان مشرکین سے فرما دیجئے کہ میری طرف بار بار یہی وحی فرمائی جا رہی
ہے کہ تم سب کا معبود فقط ایک ہی معبود ہے۔ خیال رہے کہ یہاں حصر کے لیے
دوبارہ لفظ حصر آیا پہلے۔ انما۔ پھر انما دونوں میں فرق یہ کہ انما یوحی نے حکم

میں شئی کو منحصر کیا اور اَنْتُمْ اِلٰھُکُمْ نے شئی میں حکم کو منحصر کیا۔ وحی حکم ہے اور الٰہی شئی ہے۔ معنی یہ ہوا کہ یہ وحی کی جاتی ہے میری طرف۔ دوسری جگہ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ شئی ہے اور عِلْمُ اِلٰھُکُمْ ہے۔ اس کا صریح معنی یہ ہے کہ ایک ہی ہے تم سب کا معبود۔ بعض جہلاً نے یہ معنی رکھے کہ مجھے ہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا ہی معبود ہے اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ترجمہ غلط اور گناہ ہے۔ مثلاً زید قائم کا ترجمہ پہلی صورت میں ہے کہ زید صرف کھڑا ہی ہے۔ دوسری صورت میں یہ کہ زید ہی کھڑا ہے۔ تو آیت کا منشا یہ بیان کرنا ہے کہ معبودیت سے متعلق مجھے جب بھی وحی کی گئی تو یہی وحی کی گئی کہ ایک ہی معبود ہے تم سب مخلوق کا۔ فَعَلَّ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ تو کیا تم اب بھی مسلمان ہوتے ہو یا نہیں۔ اب تو دین اسلام کو مانتا تم پر واجب ہو گیا ہے کیونکہ نبی کی زبان ہے توحید کا بیان ہے اسی کو دین الٰہی کہا جاتا ہے یہ بھی میری رحمت کا تم پر ایک کرم ہے کیونکہ مانتے میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ قَانَ تَوَلَّوْا تو اسے محبوب اگر اب بھی ان بدقسمتوں نے ایمان سے منہ پھیرا۔ اور شرک کفر نہ چھوڑا تو عَلٰی اِلٰہِ اَعْلٰنَ فَرَا دیکھئے کہ میرا کام ہی تھا عَلٰی مَوَآءٍ کہ میں شروع دن سے برابر تم سب کو ام و خواص کو پوری ہر بات سمجھاتا چلا آ رہا ہوں۔ عَلٰی مَوَآءٍ میں تین چیزوں کی برابری بیان ہوئی۔ تبلیغ کی مدت کی مدت افراد کی۔ یعنی میری تبلیغ ہر وقت سب کے لیے ایک جیسی ہے۔ نہ تبلیغ احکام میں کمی زیادتی کہ امیروں کو کچھ بتا دیا۔ غریبوں کو کچھ اور بتا دیا نہ وقت میں کمی زیادتی کہ کسی کو خصوصی اور علیحدگی کا زیادہ وقت کسی کو تھوڑا اور عمومی وقت۔ نہ افراد میں کمی زیادتی کہ کسی کو بتایا سمجھایا کسی کو نہ بتایا سمجھایا۔ میرے دربار میں امیر غریب آقا غلام۔ کالے گودے۔ مٹی عربی کا کوئی فرق نہیں ہے نہ کبھی ہوا نہ ہوگا۔ مانتے ہو تو مانو نہیں مانتے تو جاؤ جہنم میں عذاب ابدی کا مزہ چکھو۔ میرے پاس بڑائی اور سرداریت سے کرمست آؤ انکساری اور محابیت سے کراؤ میرے دل میں کسی کے لیے بھی عذاب تہر غضب و غصہ۔ گھمٹ و غرور نہیں۔ یہاں تو سب عالمین کے لیے رحمت ہی رحمت ہے۔ کیونکہ میں اس دہریں تہر و غضب بن کر نہیں آیا اور اسے کفار مکہ پر بھی سمجھ رکھو کہ میں جو کچھ جانتا اور تم کو بتاتا ہوں وہ سب اس غیبی علم سے بتاتا ہوں جو مجھ کو میرے رب تعالیٰ نے سکھایا۔ اور اتنا عطا فرمایا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ عَلَّمْتُکُمْ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُوْنَ سورۃ الباقیہ آیت ۱۱۲) اسے محبوب کا ثبات

مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ۔ کے جانوں میں سے جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ ہم نے وہ سب تم کو سکھا دیا لہذا میری یہ سسٹاؤ جزا کی خبریں اپنی عقلی درایت اور تصوراتی خیالات سے نہیں نہ عقلیں دور آنا ہوں اور نہ عقل سے جانتا ہوں وَإِنْ أَذْرِي أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدًا مَا ظَنَنْتُمْ اور عقلی اندازوں سے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ عذاب جس کی خبریں بارہا تم کو میں سنا چکا ہوں اور میری زبان چشمہ علم و حکمت سے وعدہ و وعیدی کی صورت میں سن چکے ہو۔ خیال رہے کہ ہم اپنی اردو زبان میں تو ہر عقلی بھی فکری چیز کا ترجمہ جانتا ہی کرتے ہیں۔ مگر عربی لغت میں عقل ہم، ذہن، تخیل، تصور، و ہم سے جاننے کو ادراک کہا جاتا ہے۔ مگر مشاہدے، تجربے کتابوں کے پڑھنے کسی کے پڑھانے، سکھانے، بتانے سمجھانے کو اور ان ذرائع سے پتہ لگنے کو علم کہا جاتا ہے۔ درایت جو اپنی سوچ فکر اجتہاد کے اندازوں کا نام ہے اس میں غلطی ہو سکتی ہے مگر علم میں غلطی نہیں ہوتی خاص کر علم لدنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسب مراتب و ضرورت صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو ملتا ہے اس میں تو قطعاً غلطی کا شائبہ تک نہیں ہوتا نہ ہو سکتا ہے اس وجہ سے قرآن مجید کی تقریباتیں ایسی ہی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درایت کی نفی فرمائی گئی کہیں مَآ أَذْرِي کہیں إِنْ أَذْرِي۔ فرما کر اور کہیں وَمَا أَذْرِي سے سوالیہ نفی فرما کر یہاں بھی عقلی تخیل اور درایت کے اندازے کی نفی فرمائی گئی۔ لیکن نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کہیں کسی آیت سے ثابت نہیں نہ صراحۃً نہ اشارۃً نہ کنایۃً نہ اتمقناؤہ نہ دلالتاً۔ ہاں البتہ آپ کے علم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کا ذکر و ثبوت قرآن مجید کی تقریبات چالیس آیتوں میں فرمایا گیا یہاں بھی یہی سمجھایا جا رہا ہے کہ میں حقیقت علمی سے تو تم کو ایک ایک بات کی خبر دے چکا ہوں جو خبریں وَإِنْ أَذْرِي۔ میری درایت سے نہیں بلکہ علم سے ہیں۔ اِن آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ زبور میں دو قول۔ ایک یہ کہ اس سے مراد داؤد علیہ السلام کا زبور کتاب ہے۔ اس میں صرف حکمت کی باتیں اور دعائیں عباد میں بشارتیں تھیں شریعت کے قانون کے لیے توریث پر عمل تھا۔ یہ قول ہی درست ہے کیونکہ ثابت و مشہور ہے۔ دوم یہ کہ زبور سے کتاب مراد نہیں بلکہ زبور بمعنی تَزْوِج یعنی نکاح ہوتی باتیں جیسے حلوب بمعنی مخلوب اور رُکوب بمعنی مرکوب۔ اس کا واحد زَبْر ہے جیسے قشور کا واحد قشر ہے اور اس سے تمام آسمانی کتابیں۔ صحیفے بلکہ لوح محفوظ بھی مراد ہے و ذکر

میں چار قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد توریت ہے۔ دوم یہ کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے سوم یہ کہ اس سے مراد علم الہی ہے چہاں یہ کہ اس سے مراد وہ نصیحتیں ہیں جو زبور میں ہی لکھی ہوئی تھیں یعنی نصیحتوں کے بعد یہ وراثت ارضی کی بات لکھی گئی تھی۔ میرے نزدیک یہ چاروں قول درست ہیں مطابقت اس طرح ہے کہ اللہ کے علم سے یہ بات لوح محفوظ میں بھی توریت میں بھی زبور و انجیل اور صحیفوں میں بھی تھی اور قرآن مجید میں تو ایک یہ نظر آ ہی رہی ہے ۲ اَلْاَرْضُ۔ میں تین قول ایک یہ کہ اس سے مراد جنت کی سرزمین ہے۔ یہی قول درست اس کی دو دلیلیں۔ پہلی دلیل یہ کہ آیت کے سیاق و سباق میں جنت و آخرت کا ذکر ہے۔ لہذا ارض سے علاقہ جنت ہی مراد ہے۔ دوسری دلیل یہ کہ سورۃ زمر کی آیت ۲۱ میں اس کی تفصیل و تائید اس طرح ہے۔ وَ قَالُوا۟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقْنَا وَ عَدَّہٗ وَ اَوْفَا۟نَا الْاَرْضَ مِمَّنْۢ مَّتَّوَعُوۡہُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ یعنی جنت میں جا کر یہ شکر یہ ادا کریں گے کہ الحمد للہ جس نے اپنا وعدہ صادق کیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنایا۔ نیز یہ قول اس لیے بھی درست ہے کہ وراثت ارض کے لیے عبادِ اِیّٰہِ الصّٰلِحِیۡنَ کی خصوصیت صرف آخرت میں ہے۔ دنیا میں تو ہر اچھا بُرا انسان زمین کا مالک وارث بادشاہ جاگیر دار بن جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ کہ اس سے مراد سرزمین علاقہ بیت المقدس ہے۔ سوم یہ کہ اس وراثت ارض سے مراد فتوحات اسلامیہ اور سابقہ اہل ایمان کے فتوحاتی علاقے ہیں ۳ عِبَادِی الصّٰلِحِیۡنَ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد مومنین بنی اسرائیل امت ہابوہ سلیمان ہیں۔ ان کی دلیل سورۃ اعراف کی آیت ۱۳۱ ہے۔ وَ اَوْفَا۟نَا الْفَوۡمَ الَّذِیۡنَ کَاۡنُوۡا یَسْتَفۡعِفُوۡنَ مَآرِثَ الْاَرْضِ مِنۢ مَّعَارِیۡہَا۔ یہاں بنی اسرائیل ہی کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ دوم قول یہ کہ ان سے مراد صحابہ کرام اور سلاطین اسلام ہیں۔ ان کی دلیل سورۃ نور کی یہ آیت ۵۵ ہے۔ وَ عَدَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوۡا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخْلِفُنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ مِمَّا سَخَّلَکَ الَّذِیۡنَ مِنْ قَبْلِہُمْ۔ مگر یہ دونوں قول بھی کمزور ان کے استدلال بھی کمزور صحیح یہی ہے کہ یہ آیت جنتی زمین کے متعلق ہے اور عِبَادِی الصّٰلِحِیۡنَ سے صرف آخرت میں اہل جنت مراد ہیں کسی بھی امت سے ہوں۔ اور دلیل میں ان دو قولوں کی آیتیں صرف زمین سے متعلق ہیں اس

آیت کا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ آیتیں اس کی تفصیل یا تفسیر نہیں، اور عبادت سے مراد نماز روزہ۔ کلمہ حج زکوٰۃ ہے ۵ اِنْ تَنْتَهِیْ عَنْ هٰذَا فَاِنَّکُمْ عَنِ اللّٰهِ عَصٰیۃٌ وَّ کَذٰبٌ۔ ایک یہ کہ اس سے مراد سورۃ انبیاء ہے۔ دوم یہ کہ اس سے مراد پورا قرآن مجید ہے ۶ اِذْ تَنْکَلُمُوْا فِیْہِ سَوَآءٌ مِّمَّنْ یُّحٰیۃٌ وَّ مِثْلُہِمْ سَوَآءٌ مِّمَّنْ یُّمِیْتُۃٌ۔ ایک یہ کہ اس سے مراد عذاب قیامت کی آگاہی ہے۔ دوم یہ کہ اس سے مراد کفر و اسلام کی جنگ ہے اور برابری سے مراد مکتل و طرفہ تیار کی مہلت ہے۔ بخت نصر کی طرح اچانک حملے سے غصہ غما غیبین کی تباہی کرنا میرا مقصود نہیں اگر میں رحمۃ علیین نہ ہوتا تو اِذْ تَنْکَلُمُوْا عَلٰی مَوَآجِہِہُمْ نہ کرتا بلکہ دیگر سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح عذابِ تاگہانی کی بددعا کرتا اور تم سب ہلاک کر دے جلتے کسی کو بھی سوچنے سمجھنے کی مہلت ایمان لانے کی توفیق ابدی کامیابی کی سعادت نہ ملتی یہ اِذْ تَنْکَلُمُوْا بھی تم پر میری رحمت کا ایک حصہ ہے ۷ سَوَآءٌ مِّمَّنْ یُّحٰیۃٌ وَّ مِثْلُہِمْ سَوَآءٌ مِّمَّنْ یُّمِیْتُۃٌ۔ ایک یہ کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ ہے دوم یہ کہ اس سے مراد جنگ و جہاد کی اطلاع دینا ہے تاکہ دو طرفہ برابری کر لیں کفار کو کوئی حسرت نہ رہے ۸ مَا تَوْحٰدُوْنَ وَاِنْ تَنْکَلُمُوْا فَاِنَّکُمْ عَنِ اللّٰهِ عَصٰیۃٌ وَّ کَذٰبٌ۔ ایک یہ کہ اس سے مراد دنیوی ذلت ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں جنگ نہیں اٹھاؤ گے۔ یہ غیبی پختی خبر ہے۔ دوم یہ کہ اس سے مراد قیامت کی ذلت ہے۔

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ فائدے قرآن مجید میں کیسی شان کی طرزِ بیانی ہے کہ اپنی ربوبیت عالمینی کا چرچہ و تذکرہ اپنے محبوب اور محبوب کی اُمت کی زبان سے کروایا کہ اے بندو تم کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مگر اپنے حبیب کی رحمت عالمینی کا چرچہ اور تذکرہ خود فرمایا وہاں بھی تمام جہانوں کا ذکر اور یہاں بھی تمام جہانوں کا ذکر فرما کر بتا دیا کہ جہاں تک میری ربوبیت کی وسعت ہے وہیں تک میرے حبیب کی وسعتِ رحمت۔ ہماری شہنشاہی ہمارے نبی کی وزارتِ مصطفائی ہے۔ نہ ربوبیت سے کوئی جگہ خالی نہ رحمت سے اظہارِ ربانیت۔ عالمینی کے لیے بھی پوری ایک مکمل آیت اور اظہارِ رحمتِ عالمینی کے لیے بھی ایک مستقل آیت۔ یہ فائدہ دونوں جگہ علیین فرمانے سے حاصل ہوا۔ مگر اتنی صاف واضح آیت و کلام کے باوجود وہابی ربوبندی اپنا جلا پادِ صداوتِ نبوت۔ حدِ بغضِ گستاخی۔ جہالتِ بلکہ اوجہلیت چھپا نہ سکے۔ آیت تو بدل نہ سکے کیونکہ وہ حفاظتِ الہی میں ہے۔ البتہ ترجمہ

و تفسیر میں مغربی ڈنگ اور احمقانہ نشر چلا ہی دے۔ چنانچہ تھانوی صاحب ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ اور ہم نے ایسے مضامین تافہ دے کر آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لیے ترجمہ تھانوی طبع تاج کینی، میرٹھی وہابی ترجمہ اس طرح کیا گیا۔ اور ہم نے دنیا جان کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (عاشق الہی میرٹھی طبع تاج کینی، محمود الحسن وہابی صاحب اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا مہربانی کر کر جان کے لوگوں پر۔ مودودی صاحب وہابی ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ اسے محمد ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے مودودی تفسیر۔ اور ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ یہ تجھے وہابی ترجمہ ان میں چار طرح خیانت اور بدعتی ہے۔ عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ فقط جلاپا اور حسد کی عداوت ہے۔ پہلی خیانت، آیت کے الفاظ میں دنیا جان کا لفظ نہیں ہے دوم آیت میں مکلفین لوگوں کا لفظ نہیں ہے یہ صرف انسانوں کو کہا جاتا ہے۔ سوم بنا کر بھیجا۔ آیت میں بنا کر کا لفظ نہیں ہے۔ اس خیانت نے بتایا کہ نبی کریم پہلے رحمت نہیں تجھے جب بعثت ہوئی تب رحمت بنے۔ چہا دم۔ دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ یہ الفاظ آیت میں نہیں۔ اس ترجمے کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کی ذات بالکل رحمت نہیں۔ ان کو بھیجتا ہماری رحمت ہے۔ اگر آیت کا یہی مقصود بیان ہوتا تو رَحْمَةً مِّنَّا ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں عالمین کا ترجمہ اپنی بددیانتی اور خیانت سے دنیا والے مکلفین کرتا ہے۔ یا یہ کہتا ہے کہ اور کسی بات کے واسطے نہیں۔ تو رَبُّ الْعَالَمِينَ میں بھی عالمین کا ترجمہ صرف دنیا والوں اور مکلفین لوگوں کا رہا ہو، اور آدمی جہنم کیوں لیتے، تو پوری جہنم حاصل کرو۔ بہر کیفیت یہ علمی جہالت نہیں بلکہ حسد و عداوت کی جہالت ہے۔ دوسرا قائلہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا گیا رَحْمَةً مِّنَّا مِّنْ نَّبِیِّکَ کے ساتھ۔ ترجمہ ہے ہماری طرف سے رحمت ہے یعنی مہربانی روح اللہ کا آنا۔ مگر حبیب پاک صاحب کو لاک کے لیے فرمایا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ، فرق یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت رحمت ہے حبیب پاک کا وجود رحمت ہے۔ بعثت محدود ہے مبعوث الیہم میں۔ یعنی جن کی طرف بعثت ہے ان کے لیے رحمت، جب تک دین باقی بعثت قائم جب تک بعثت قائم امت موجود جب دین منسوخ تو بعثت ختم جب بعثت ختم تو امت نہیں جب

امت نہیں تو اس کے لیے رحمت نہیں۔ لیکن رحمتِ عالین کا جب تک وجود قائم تو عالین کے لیے رحمت ہوتا باقی۔ عالین بھی غیر محدود اس لیے رحمت بھی غیر محدود جب تک عالین کی بقا اس وقت تک رحمت کی بقا۔ عالین اب تک لہذا رحمت بھی تا ابد کتنا عظیم فرق ہے اور کتنی عظیم و کبیر شان ہے۔ اسی شان سے ظالم گھٹ کر جیلے مرے جاتے ہیں۔ دنیا کے لیے رحمت اس لیے کہ آپ سب سے پہلے وجود میں آئے باقی تمام مخلوق آپ سے ہی وجود میں آئی۔ عالمِ اجسام کے لیے رحمت اس لیے کہ آپ کا دین کبھی منسوخ نہیں اب وہ اسلام بن چکا ہے۔ آپ کی قوم یعنی امت کبھی ختم نہیں۔ عالمِ محشر کے لیے رحمت اس لیے کہ آپ کی شفاعت قائم و نافذ یہاں تک کہ آپ کی شفاعت انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بھی قریبِ مراتب میں۔ عالمِ جنت میں رحمت اس لیے کہ آپ وجود و شہود کے لیے ہیں ابداً۔ ابداً۔ عالمِ ارواح کے لیے اس لیے کہ روح عمل کے لیے محتاج ہے جسم کی اور تمام روہیں مخلوقہ۔ مطروحة۔ موروۃ منظر تھیں وجودِ رحمتِ عالین کی آپ کے آنے سے عالمِ اجسام بنا جس سے عالمِ ارواح ظاہر و زمرہ ہو گیا اپنے اپنے جسم کے ساتھ۔ (از روح البیان) اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا رَحْمَةٌ مُّخَصَّاةٌ (مستدرک حاکم) میں اللہ تعالیٰ کا طرف سے کائنات کے لیے رحمت کا تحفہ ہوں۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ ابن قیم نے اپنی کتاب مفتاح السعادت میں لکھا ہے کہ اگر کائنات میں نبوت نہ آتی تو عالم میں نہ علم نافع ہوتا نہ عمل صالح نہ اصلاح معیشت نہ قوامِ مملکت ہوتا نہ نظام سلطنت بلکہ سب لوگ بہائم کی طرح جانور اور عادی دزدوں، اور دیوانے کتوں کی طرح ہوتے۔ ہر خیر آثارِ نبوت کے ظہور سے ہے اور ہر شر آثارِ نبوت کے چھپ جانے سے گویا کہ نبوت روح ہے اور عالمِ جسم ہے۔ جب دنیا سے نبوت بالکل بے تعلق ہو جائے گی تو دنیا پر قیامت آجائے گی۔ تیسرا فائدہ۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت سے عذابِ آسمانی کا پتہ لگا۔ چنانچہ سورۃ اسری آیت ۵۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ تَبْعَثَ رَسُولًا۔ یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں کسی بھی کافر قوم کو جب تک کہ ان میں اپنا کوئی رسول نہ بھیج دیں اور پھر وہ منکر ہوں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے رحمت کا پتہ لگا۔ جیسا کہ یہاں ارشادِ ہوا۔ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ اور تا قیامت عذابِ آسمانی بند ہوتے کا پتہ لگا چنانچہ

سورۃ انفال آیت ۲۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ بِبُعْدٍ فِيمَهُمْ قَائِمًا
فِيهِمْ۔ یعنی اے حبیبِ کریم جب تک آپ ظاہراً یا باطناً اپنی امت میں موجود ہیں
اُس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا خواہ کتنا ہی ظلم و کفر کریں۔ اور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو قیامت موجود کیونکہ سراجِ منیر یعنی سورج ہیں اور سورج تو کبھی
ڈوبتا ہی نہیں کسی کون نظر آئے یا رات۔ آپ اقول میں رحمت ہیں اور آخر میں رحمت
قدسی میں ارشاد ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلَىٰ غَضَبِي۔ (جامع صغیر) یعنی میری
رحمت پہلے ہے میرے غضب سے۔ رحمت کون ہے۔ یہی حبیبِ ازل صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم۔ اور آپ ہی آخر میں اس طرح کہ آپ کا دین آخر آپ کی آمد آخر آپ کی
کتاب آخر آپ کی امت آخر یہ قائمہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلٍ۔ ماضی مطلق فرمانے
سے حاصل ہوا آپ کا ارسال قبل کُلِّ شَيْءٍ۔ آپ کی بعثت بعد کُلِّ رُسُولٍ۔ نُوحَكَ
شَرِيفٌ وَجَمَلُكَ لَطِيفٌ۔ نبی کریم حضورِ اقدس نے فرمایا کہ حیاتِ خیر و مماتِ
خیر میری موجودگی بھی رحمت ہے اور غیر موجودگی بھی رحمت ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ سَابِقًا نُّورُهُ وَآخِرًا ظُهُورُهُ وَرَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ
وَجُودُهُ وَحَقًّا اِلَيْهِ وَآخِرًا بِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ رب
تعالیٰ کے کلام میں سے انبیاء علیہم السلام پر چار کتابیں اور تین سو تیرہ صحیفے
نازل ہوئے ہی حنفی مسلک ہے۔ جو مضامین تین کتابوں اور صحیفوں میں تقسیم ہو کر آئے ان
تمام کا خلاصہ مجموعہ قرآن مجید میں ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قرآن مجید کے مضامین
ان تین کتابوں اور صحیفوں کو حسب ضرورت تقسیم ہو کر ملے۔ کیونکہ کُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ
بَيْنَ السُّورِ وَالْجُنْدِ کے مطابق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرت سب سے پہلے
جب صاحب قرآن پہلے تو قرآن کا نزول قلبی پہلے۔ لہذا قرآن مجید میں سے تورات کو صرف
شرعی احکام ملے۔ زبور کو صرف حکمت کی باتیں۔ انجیل کو صرف
طریقت و تقویٰ کے قوانین اور ورد و ظاہر ملے۔ یہ مسئلہ۔ وَلَقَدْ كُنَّا فِي
الْاَزْوَاجِ مِنْ بَعْدِ الْاِقْلَامِ کے ایک تفسیری بیان سے مستنبط ہوا اسی وجہ
سے بعض نے ذکر سے مراد قرآن مجید لیا ہے۔ دوسرا مسئلہ جس طرح خریدنے

سے خریدار چیز کا مکمل یا اختیار مالک ہو جاتا ہے اسی طرح وراثت مالی سے بھی وراثت مکمل یا اختیار مالک بن جاتا ہے۔ لیکن فتوحات سے ملکیت نہیں ہوتی بادشاہ یا خلیفہ مفتوحہ یا مقبوضہ ملک کا مالک نہیں بنتا بادشاہت صرف عدل و قانون نافذ کرنے کے لیے ملتی ہے نہ کہ کسی کے کسی مال پر قبضہ کرنے کے لیے۔ یہ مسئلہ یہاں یَرِثُهَا اور سورۃ اعراف آیت ص ۱۲ میں اَوْرَثْنَا فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یعنی یہاں حقیقی زمین کی ملکیت کا ذکر اور اعراف میں دنیوی وراثت سے ملکیت کا ذکر ہے۔ اسی لیے سورۃ رعد کی آیت ص ۵۵ میں صرف خلیفہ بنانے کا ذکر ہوا۔ اَوْرَثْنَا یَا یَرِثُهَا نہ فرمایا گیا۔ لہذا سعودی بادشاہ کا یہ کہنا کہ میں سعودی سرزمین کا مالک ہوں اور کسی کو مالک نہ بننے دینا اسلام کے خلاف اور سراسر ظلم ہے۔ تیسرا مسئلہ اہل جنت حقیقی زمین کے یا اختیار مالک ہوں گے۔ مگر جہنمی لوگ جہنم میں کسی چیز کے مالک نہ ہوں گے یہ مسئلہ یَرِثُهَا فرمانے سے ملکیت کا ثبوت ہوا۔ سورۃ زمر کی آیت ص ۷۴ میں غَلَبُوا مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ سے اختیار ثابت ہوا۔ مگر جہنمیوں کے لیے یہ کوئی بات کہیں نہ فرمائی گئی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا ہے کہ انبی کریم رحمۃ عالمین ہیں۔ تو اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ نے تلوار کیوں اٹھائی جنگیں کیوں کیں شکرِ خو خوار کیوں تیار کیا۔ وغیرہ (جواب) آپ کی تلوار بھی رحمت تھی اُس نے تین کام کئے۔ ظالموں سے مظلوموں کو بچا یا زمین سے فساد مٹایا۔ جھگڑا چکایا کفر کو دبا یا راضی کافروں نے تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا اور ابدی رحمت کو پایا یا مزید ظلم سے خود کو بچا لیا۔ ۲۔ ازلی تقدیر میرم والے کفار اور عارضی تقدیر معلق والے کفار میں تفریق کر دی اسی طرح کہ عارضی کافر مسلمان ہو گئے۔ اور ازلی کافر یا قتل ہوئے یا ملک بدر کئے گئے یا دب گئے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اِنَّمَا الْاِلٰهُ الْوَاحِدُ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت صرف واحد ہونا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفات تو بے شمار ہیں۔ یہاں اِنَّمَا نہ فرمانا چاہیے تھا۔ جواب۔ یہ اعتراض دو وجہ سے قطعاً غلط ہے اولاً اس لیے کہ واحد ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں بلکہ ذات باری تعالیٰ واحد ہے نہ کہ صفات باری تعالیٰ دوم یہ کہ یہ صبر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اور اس کا مقصد شرکیہ عقیدے کی نفی و تردید ہے اور فَعَلُ اَنْتُمْ کی ف تبارہی ہے کہ ف

کے ماقبل کو ماننا مابعد پر واجب ہے۔ یعنی اسے مشرک تو تم پر فوراً واجب ہے کہ تم جلدی بلاہمت اللہ تعالیٰ کے الہ واحد موتے پر ایمان لاؤ۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِإِلَٰهِ
یعنی میری طرف صرف ہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے حالانکہ وحی تو بہت سی قسم
کی کی گئی تھی۔ احکام شریعت، طریقت نفاع، حکمت دعائیں، و طیفے۔ قصص تصوف جواب
یہ حصر اس لیے فرمایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اصل دین توحید باری تعالیٰ ہے باقی احکام اس کی
فرع ہیں الیٰ بتارہا ہے کہ توحید وہی معتبر ہے جو رسالت کے ذریعے ملے۔ یعنی اسلام نام
ہے توحید و رسالت کا دوم یہ کہ یہاں حصر شرک کے مقابل ہے۔ یعنی الہیت سے متعلق نقطہ ہی
وحی آتی ہے کہ ایک ہی معبود ہے۔ دیگر آیت وحی۔ الہیت سے متعلق نہیں۔ وَاللّٰهُ وَكَذٰلِكَ
أَعْلَمُ۔ ان آیت کی تفسیر صوفیانہ آیت ۱۸ کے بعد ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرُ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ

بے شک وہ اللہ جانتا ہے بلند آوازوں کو اور جانتا ہے ان تمام کو
بے شک اللہ جانتا ہے آواز کی بات اور جانتا ہے

مَا تَكْتُمُونَ ۝۱۰ وَإِنْ أَدْرَىٰ لَعَلَّ فِتْنَةٌ

جو کچھ تم چھپاتے ہو، اور میں کیا جانوں شاید یہ دھیل آزمائش ہی ہو
جو تم چھپاتے ہو۔ اور میں کیا جانوں شاید وہ تمہاری جانچ ہو

لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝۱۱ قُلْ رَبِّ احْكُمْ

تمہاری اور نفع دینا کچھ مدت تک، عرض کیا اے میرے رب ظاہر فرما دے
اور ایک وقت تک برتوانا، نبی نے عرض کی کہ اے میرے رب

بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ

حق کو اور ہمارا رب وہ رحمن ہے جس سے مدد مانگی ہوئی ہے
حق فیصلہ فرما دے اور ہمارے رب رحمن ہی کی مدد

عَلَى مَا تَصِفُونَ ۝۱۱۲

اُن تمام بد عقیدہ گروں پر جو تم بناتے پھرتے ہو

درکار ہے ان باتوں پر جو تم بناتے ہو

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیات مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں
بندوں کے ذاتی علم کی نفی فرمائی گئی کہ محبوب کا زبان سے کہلوا یا گیا کہ میں کیا ہوں
وہ قیامت قریب ہے یا دور۔ اب ان آیت میں رب تعالیٰ کے ذاتی علم کا ذکر فرمایا جا رہا
ہے کہ وہ مولیٰ تعالیٰ ظاہر و پوشیدہ کو جانتا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں قیامت
کے علم ذاتی کی نفی کرائی گئی۔ اب ان آیت میں دنیوی زندگی اور عیش و آرام کی وجہ کے علم کی نفی
کرائی گئی۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں اُن باتوں کا ذکر ہوا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
نے لوگوں سے فرمائیں اب ان آیت میں ان باتوں کا ذکر ہے جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے مولیٰ تعالیٰ سے عرض کیں۔

تفسیر نحوی اِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ وَ اِنَّ الْاُذُنَ
لَغَلَّةٌ خَلَّةٌ تَلْمِزُكُمْ وَمُنَادٍ اِلٰی حَيْثُ اِنْ حَسِبْتُمْ اَنَّكُمْ
مَنْصُوبٌ تَنْصِلُ كَامَرْجٍ اِلَآءَ وَاحِدٍ ہے اِمْ ہے اِنْ کا یَعْلَمُ بابِ سَمْعٍ کا مضارع حال
معروف مثبت واحد منکر غائب علم سے مشتق ہے یعنی جانتا، الْجَهْرُ اسم معرفت
باللام مصدر عامل ہے یعنی زور سے بولنا۔ آواز کرنا، اِنْ حرف جر بیانیہ ہے یا زائدہ
الْقَوْلِ اسم حاصل مصدر جامد یعنی باتیں الف لام استغراقی ہے یعنی تمام باتیں ہر قسم
کی یہ جار محرور متعلق ہے تَجْمُرُ مصدر کا یہ سب مل کر شبہ جمل ہو کر مفعول یہ ہوا یَعْلَمُ
کا وہ سب مل کر حملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو یَعْلَمُ فعل یا قاعل کا اسم موصول اصلاً

غیر فعلیوں کے لیے ہوتا ہے مجازاً سن کے معنی میں بھی اکثر آجاتا ہے یہاں اصلی معنی میں ہے مراد ہے پوشیدہ خفیہ آہستہ باتیں ہاکام یکتون باب نصر کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر زمانہ و حال یا زمانہ مطلقہ (حال مستقبل) مکتوم سے بنا ہے بمعنی چھپانا یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا انا کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے یعلمہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا پہلے یعلم کے جملے پر دونوں معطف مل کر خبر ان سب مل کر جملہ اسبیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ ان حرف نفی۔ نفی اظہار کے لیے ہوتا ہے یہ حرف ہر جملہ پر آجاتا ہے مگر کسی مشتق کو (فعل ہوا اسم) منفی نہیں بناتا کسی جملے کی جز متلبہ نہ یہ عاملہ ہوتا ہے یہ علیحدہ ہی نفی کا معنی پیدا کرتا ہے۔ مثلاً اس کا نفلی ترجمہ اس طرح ہوگا کہ یہ بات نہیں ہے کہ میں جانتا ہوں کہیں ترجمہ ہوگا ایسا کچھ نہیں۔ یا ایسی کوئی بات نہیں کہ فلاں ایسا ہے۔ عام طور پر کسی راز کو چھپانے کے وقت کسی مصلحت یا حکمت کی بنا پر یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ مجدد بر بلری نے اردو میں جو اس کا ترجمہ (میں کیا جانتوں) کیا ہے اس سے بہتر اور کوئی ترجمہ نہیں ہو سکتا گو یا کہ بہت لمبی تشویش کو ایک فقرے میں سمودیا ہے۔ سبحان اللہ جن لوگوں نے ان اذری کا ترجمہ سمیدانم یا میں نہیں جانتا۔ کیلئے ان کی جہالت جہاں ہے انہوں نے۔ لا اذری اور ان اذری فرق نہیں جانا۔ خیال رہے کہ عربی میں حروف نفی کثرت ہیں مگر سب میں فرق ہے لا حرف کا یہ ہر ماضی فعل کو منفی کرتا ہے لا۔ یہ فعل حال کو منفی بناتا ہے لا حرف کن فعل مستقبل کو منفی بناتا ہے تاکید کے ساتھ لا تم فعل مستقبل کی ماضی زمانے سے نفی کرتا چلا آتا ہے اور نفی میں مجدد پیدا کرتا ہے یعنی جانتے ہو جتنے گزشتہ سے آئندہ تک ایسا نہیں ہوگا لا اسم مشتق یا جا مینا فعلی منفی بناتا ہے لیکن ماضی کے مشابہ لا حرف لامشبهہ بلین زمانہ حال میں نفی ناقص کرتا ہے لا نفی جنس کسی جامد کی پوری جنس و نسل کی نفی کرتا ہے ان تمام حروف سے مابعد کی حقیقی و اصلی نفی ہو جاتی ہے لا حرف ان نافیہ اس سے مابعد مدخول کی حقیقی نفی نہیں ہوتی صرف اظہار کی نفی مقصود ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اذری باب ضرب کا مضارع واحد متکلم بافاعل پوشیدہ اس کا مادہ مصدر دزئی ہے اور درایت بمعنی عقل سے جانا۔ محدثین کی اصطلاح میں بھی روایت کے ساتھ درایت کا لفظ مستعمل ہے وہاں معنی یہ ہے کہ صحیح روایت وہ جس کی سند یعنی سلسلہ روایت بالکل درست ہو۔ صحیح روایت وہ جس کا متن یعنی الفاظ حدیث

بالکل درست یعنی قرآن مجید اور مشاہیر و متواتر احادیث کے مطابق ہو۔ علم اصول حدیث میں
 پندرہ چیزوں میں مطابقت ضروری ہے۔ نعل حرف مشبہ ہاں کا اسم اس کا مرجع بعید
 ہے قنۃ اسم مصدر فتن سے بنا ہے لغوی ترجمہ چھانٹنا پرکھنا، اچھے برے کو علیحدہ کرنا اس
 لحاظ سے اصطلاح میں اس کے پانچ معنی ہیں ۱۔ آزمائش کرنا ۲۔ فساد ڈالنا ۳۔ کسی پر
 تسلط و علیہ کرنا ۴۔ خانہ جنگی کرنا ۵۔ معیبت ڈالنا۔ ان تمام چیزوں سے قوم بٹ جاتی ہے
 اس لیے ان کو قنۃ کہا گیا یہاں یعنی آزمائش ہے یہ مصدر عامل ہے لگم جار مجرور متعلق ہے
 اسی مصدر کا دونوں شبہ حملہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ متاع اسم مصدر مزید فیہ متاع سے
 بنا یعنی نفع دینا پہنچانا الیٰ حنین اسم مفرد جامد مذکر یعنی زمانہ مدت۔ مجرور ہو کر متعلق ہے
 متاع مصدر کا دونوں مل کر مشبہ حملہ ہو کر معطوف ہے قنۃ پر دونوں عطف مل کر خبر
 ہے نعل کی نعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول یہ ہوا اورئی کا یہ سب مل کر
 جملہ فعلیہ خبر یہ ہو گیا۔ قل رب احکم بحکمک۔ وَ رَبُّكَ الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى
 مَا تَصِفُونَ۔ قل دراصل قال ہے باب نصر کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب قول سے
 مشتق ہے یعنی کہتا فرمانا عرض کرنا یہاں یعنی عرض کرنا ہے مصحف عثمانی میں اس کو کھڑے
 زیر اور حذف الف سے قل لکھا ہے اس لیے یہی لکھا مشہور ہے مگر جائز دونوں طرح
 ہے ایک قرئت میں قل امر ہے رب اصل میں یا ربی ہے اسے میرے رب تخفیف کے لیے
 یا ندایہ اور یاد متکلم کو حذف کر دیا یاد متکلم کا قرینہ دلشانی کسرہ ہے اور یا ندایہ
 کا قرینہ ابتداء کلام کی اضافت ہے رب اپنے پوشیدہ مضاف کے ساتھ متاوی ہے
 ایک قرئت میں رب ہے ترکیب و اصلیت یہی ہے اس لیے کہ متاوی معوقہ ہو تو
 مبنی ہوتا ہے ضمہ براؤکم و باب نصر کا امر حاضر معوق واحد مذکر حاضر ایک قرئت میں یا علم
 باب نصر کا امر حاضر حکم سے مشتق ہے یعنی فیصلہ فرمانا ظاہر کر دینا یہاں ظاہر کرتا ہے
 ب حرف تعدیہ جارہ یعنی کو الحق اسم مفرد معرفہ یعنی فیصلہ حق بات یہ جار مجرور متعلق
 ہے احکم و کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انتائیہ ہو کر جواب زما ہوا۔ یا ندایہ پوشیدہ
 اپنے متاوی و جواب سے ملکر جملہ ندایہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ رب متاع ناچیز
 جمع متکلم مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے لوگ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے
 ان رضی الموصوف المستعان باب استفعال کا اسم مفعول واحد مذکر اصل میں ہے

اَلْمُسْتَعَوْتُ وَاَوْتَحَرَ مَاقَبِلَ حِفْ مَحْ ساکن واو کی حرکت زبر ماقبل کو دی اور
 واو الف سے بدل گئی اس کا مصدر اِسْتَعَوْتُ ہے تعلیل کے بعد ہوا۔ اِسْتَعَانَةُ یعنی
 مدد مانگنا عَوْن سے بنا ہے بمعنی مدد دینا لینا۔ صُوْضِیْرُ صِیْغَةُ پُوشِیْدَہ اس کا نائب فاعل۔
 مَرْجِعُ ہے رَحْمَنُ عَلٰی حَرْفِ جَرِّ فَوْقِیَّتِ کا اسم موصول لَصِفُوْنَ بَابِ ضَرْبِ کا مضارع
 جمع مذکر حاضر وَصَفٌ سے مشتق ہے بمعنی شَصِیْفَتِ کرنا صفت اور کیفیت و حالت
 بیان کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے مَرْجِعُ ہے کَفَّارٌ مَلَا یا تَامُ کَافِرٌ بِہِ فَعْلٌ بِا فاعل جملہ فعلیہ
 ہو کر ملکہ ہوا موصول ملکہ مل کر مجرور ہو کر متعلق ہے اِسْتَعَانَ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ
 ہو کر صفت ہے اَنْزَحْنُ کی یہ مرکب تو صیغی خبر ہے مبتدأ اِزْتِنَا کی دونوں مل کر معطوف
 ہے رِبِّ کے جملہ اندائیہ پر دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا قول مقولہ مل کر جملہ
 قولیہ ہو گیا۔ اَبْکَ قَرَّتْ میں ہے قَالَ رِبِّیْ اَحْکَمُ۔ اسم تفضیل مذکر سے۔
 وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالْحَقِّ

تفسیر عالمانہ | اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَهَنَّمَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ
 وَ اِنَّ اَدْرِیْ لَعَلَّہٗ فِتْنَةٌ لَّکُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حَیْثُ مِیْرَہٗ
 عقلی اندازوں کی تو نفی ہے لیکن میرے رب تعالیٰ کا علم قدیم بہت وسیع محیط
 ہے وہ خالق کائنات سب بلند آوازوں کو بھی جانتا ہے اور اسے خفیہ منصوبے
 مشورے بنانے والو مشرک کو کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تمہارے ظاہر پوشیدہ کر توت
 کو وہ اللہ خیر و علیم نہیں جانتا یہ بات یہ گمان باطل ہے۔ وہ تو تمہارے اگ تمام قول و فعل
 کو بھی جانتا ہے جو تم بہت ہی چھپا کر سوچتے بناتے اور کرتے کہتے ہو انتہائی راز داری
 اسلام۔ قرآن اللہ رسول اور اہل ایمان کے خلاف آپس میں باتیں کرتے ہو مجلسیں جمانے
 مجلسیں سجاتے مشورے سناتے ہو اتنی دشمنی مخالفت فتنہ سازی کے باوجود تم پر نہ
 عذاب آتا ہے نہ عتاب نہ قہر نہ زوال۔ تم لوگ نہ جانتے اس ڈھیل کو کیا سمجھتے ہو جس کی
 بنا پر مغرور و مغرور ہوئے پھرتے ہو دین اور دین والوں کا مذاق اڑاتے ہو اور یہ دھوکہ
 کھائے بیٹھے ہو کہ اگر ہم غلط ہوتے تو ہم پر عذاب آجاتا۔ وَاِنْ اَدْرِیْ۔ اور میں نہیں سمجھتا
 کہ یہ دیری عذاب کیوں ہے۔ اُس ذاتِ کریم کی طرف سے شاید آزمائش ہے تمہاری
 یا ڈھیل ہے یا اہلت یا امتحان اور دنیا کے ساز و سامان پر کیا اتنا نا یہ تو صرف موت

تک تھوڑا سا نفع اور مزہ لینا ہے۔ علمائے زمانہ ہیں کہ فتنے کے چار معنی ہیں۔ مہلت، مدد، مددِ مصلحت اور ابتلا۔ امتحان۔ فتنہ کسی کے لیے مفید ہو جاتا ہے کسی کے لیے نقصان دہ اگر آزمائش میں بندہ درست رہے تو قائمہ مند اگر ڈھیل ہو تو نقصان اگر فتنہ مہلت بن کر آئے تو رب تعالیٰ کی اس بندے پر مہربانی، اور اگر امتحان بن کر آئے تو بڑی احتیاط اور کامیابی کی کوشش اور دعا تاکہ ناکامی نہ ہو یہ دنیوی زندگی بہت محتاط رہنے کی گھڑی ہے کیونکہ ایک بار ہی ملتی ہے۔ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۚ وَرَبَّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ۔ اتنے سمجھانے کے باوجود جب پھر بھی سردارانِ مکہ اور دیگر کفارین عرب کفر سے نہ رکے بلکہ اہل ایمان کے خلاف ان کے ظلم ایذا میں شرارتیں بڑھتی ہی گئیں تب ہمارے نبی نے ہم سے دعا عرض کی کہ اے مولیٰ ان پر میری رحمت و شفقت والی تبلیغ اثر نہیں کرتی۔ اب تو ہی وہ حق فیصلہ فرما دے جس سے ان کو عقل آئے اور حیات دنیوی کا فتنہ ان کے لیے مہلت مفیدہ بن جائے اور یہ بندے بن کر تیری وصت میری وصات کے آستانے پر آجائیں۔ اسلام کے دامن میں قرآن کے سلسلے میں پناہ لیں۔ اور کفار سے فرمایا کہ اے دنیا کے عیش و عشرت میں مبتلا لوگو تم کو تو اپنی سرداری، دنیا داری، ساز و سامانی، حرب زبانی۔ انفرادی قوت امدادی دولت پر ناز و غرور ہے۔ مگر ہم کو صرف اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ اور ہمارا رب کریم رحمن بھی ہے مستعان بھی ایسا کہ تہد سے لحد تک ہر مومن اُس سے مدد کا طلب گار ہے دعاؤں، التجاؤں، قریادوں، آرزوؤں، تمناؤں میں اس کی طرف نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ تم جو اللہ رسول قرآن اسلام کو اپنی کفریات و کفریات و ہمیات، تخیلات سے موصوف کرتے رہتے ہو اور اہل ایمان کا دل جلاتے دکھ پہنچاتے ہو۔ ہم ان خرافات کو مٹانے چاہتے ہیں کہ اے نبی اپنے رب رحمن سے معاونت مانگتے ہیں۔ وہ ذاتِ رحیم و کریم تدبیر و تدبیر ہمارا مستعان ہے۔ کفار عرب رب تعالیٰ کے لیے کہتے تھے کہ اے نبی اپنے بیٹے بیٹیاں بتالیں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کہتے کہ وہ شاعر و جادوگر ہیں۔ قرآن مجید کو قصے کہانیاں افسانے کہتے اسلام کے بارے میں کہتے پھرتے کہ یہ چند دن کا کھیل ہے جلد ہی ختم ہو جائے گا پھر ہمیں آرام ملے گا۔ اور ہمارا عروج سدا رہے گا۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ رَا مِنْ الْقَوْلِ کے معنی ہیں

marfat.com

Marfat.com

دو قول بعض نے کہا کہ اس کے معنی ہیں صرف باتیں کرنا مگر بعض نے کہا کہ اس سے قول و فعل دونوں مراد ہیں کیونکہ باتوں کے ذریعے ہی ہر کام کرایا جاتا ہے۔ زبان مشورے پہلے ہوتے ہیں کام بعد میں۔ معنی یہ کہ بلند آوازی کی باتیں مشورے اور مشوروں کے مطابق عمل سے ظاہری کام **مَا تَكْتُمُونَ** میں دو قول۔ ایک یہ کہ ہر خفیہ کام کلام۔ دوم یہ کہ کفار کے خفیہ منصوبے سازشیں **إِلَىٰ صِبْنٍ** میں تین قول ایک یہ کہ اس سے مراد ہر کافر کی طبعی موت دوم یہ کہ اس سے مراد اسلامی جنگ جہاد فتوحات تک کی ہمت و حیل پھر یا قتل یا ذلت کی زندگی۔ سوم یہ کہ اس سے مراد قیامت تک کی ہمت ہے مگر پہلا قول درست ہے **مَا قَالَ رَبِّ اعْلَمُ** کے قول مقولے میں دو قول۔ ایک یہ کہ یہ پورا جملہ کفار کے لیے دعا ہے یعنی ان کو عقل و ہدایت ملے دوم یہ کہ یہ جملہ کفار کے لیے بد دعا ہے اس لیے کہ جہاد کی اجازت مانگی جا رہی ہے جس سے کفار کی ذلت و ہلاکت ہو۔ یہ بد دعا قبول ہوئی اور جہاد کی اجازت ملی تب بدر **أَصْدَحِينَ**۔ خندق۔ وغیرہ جنگیں ہوئیں اور کفار کا آخری انجام ہوا یہی فیصلہ بالحق تھا **رَبِّ اعْلَمُ** میں دو قول۔ ایک یہ کہ پہلے **مَا قَالَ** فعل ماضی کا مقولہ ہے جس سے مل کر قول مقولہ جملہ خبریہ ہے۔ یہی مشہور قرئت ہے دوم یہ کہ یہ **مَا قَالَ** کا مقولہ ہے۔ ذرا صل عبارت یہ ہے۔ **مَا قَالَ رَبِّ اعْلَمُ** اور جملہ انشائیہ ہے کیونکہ **مَا قَالَ** فعل امر ہے **مَا قَالَ** میں تین قرئتیں پہلی **رَبِّ** یہی مشہور ہے دوم **رَبِّ** متاوی مفرد ہے اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اس لیے ضمہ پیش آیا۔ سوم یہ **رَبِّ** ہے **مَا قَالَ** میں تین قرئتیں ایک یہ کہ فعل امر ہے یہی مشہور ہے دوم یہ کہ یہ **مَا قَالَ** اسم تفضیل مذکر ہے۔ سوم یہ کہ **مَا قَالَ** ہے باب افعال کا فعل ماضی **مَا قَالَ** کے معنی میں دو قول۔ ایک یہ کہ اس کا معنی ہے مضبوط اور آخری انجام و لا تقدیر مبرم کا فیصلہ ظاہر و ناقد فرما دے دوم یہ کہ اس کا معنی ہے عدل مگر پہلا قول درست ہے **مَا تَصِفُونَ** میں دو قول ایک یہ کہ یہ **مَا تَصِفُونَ** ہے دوم یہ کہ **مَا تَصِفُونَ** ہے۔

ان آیت کریمہ سے چند قائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا قائدہ۔ دنیوی قائدے زندگی کفار کے لیے ڈھیل ہے اور فساد کے لیے عبرت ہے **طَلْحِينَ** کے لیے ہمت۔ لہذا کافرین کے لیے باعث عذاب، فاسقین کے لیے یہ زندگی باعث عتاب اور صالحین کے لیے باعث ثواب کہ وہ اعمال خیر کا ذخیرہ آخرت جمع

کریں زیادہ سے زیادہ یہ فائدہ اُنکے بِخَلْمٍ اِنْجَاصٍ مِنَ الْقَوْلِ سے حاصل ہوا کیونکہ یہ جملہ ہر بندے کے لیے قول و عمل سے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی ہر بات کو عیاں فرماتا ہے اس لیے اس عبارت میں سب مراد ہیں اور اگلے کلام میں کفار سے ہی خطاب ہے کیونکہ وہی لوگ خفیہ سازشیں کرتے تھے۔ یہاں مطلق الفاظ ہیں وہاں لُغْمُونُ خطاب کا صیغہ ہے لہذا ہر مسلمان کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے خاص کر فاسقین فاعلین کو جو عقیدۃً تو اللہ تعالیٰ کے جاننے کو بھی مانتے ہیں اور اس کو حاضر و ناظر بھی سمجھتے ہیں مگر عملاً منکر ہیں اگر عملاً بھی مومن بن جائیں تو کبھی خفیہ بھی گناہ نہ کریں۔ دوسرا فائدہ۔ دنیا کی چیزیں صرف کفار کے لیے عارضی و وقتی۔ فانی متاع ہیں۔ مومن کے لیے ہی دنیوی اشیا دائمی ابدی متاع اور نفع بخش ہیں۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی کیونکہ مومن بندہ دنیا کی چیزوں کو اپنے لیے اسباب اعمال صالحہ اور ذریعہ عبادت بنا لیتا ہے۔ تو رب تعالیٰ قبول فرما کر اپنی دنیوی اشیا کو آخرت میں باعثِ ثواب بنا دیتا ہے یعنی یہ متاع دنیا مومن کے لیے دنیا میں اعمال کے لیے آخرت میں ثواب کے لیے یہ فائدہ فَتَنَةٌ لِّكُلِّ وَفِتْنَةٍ اِلٰی حَيِّثُ میں لُغْمٌ فرماتے سے حاصل ہوا یعنی اسے کافرو یہ دنیوی اشیا صرف تمہارے لیے مَتَاعٌ اِلٰی حَيِّثُ ہے۔ مومنین اسی دنیا سے رب تعالیٰ کی رضا۔ جنت کی قضا حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لیے تمہارے لیے یہ دنیا باعثِ فتنہ ہے اور ان کے لیے باعثِ بقا ہے۔

ان آیت سے چند فقہی مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ قانونِ احکام القرآن شریعت کے مطابق دینی دشمن کے لیے بددعا کرنی جائز ہے کہ اُس کی حرکتوں سے دین اور تبلیغِ دین کو نقصان پہنچ رہا ہو فتنہ فساد پھیل رہا ہو۔ اس لیے کہ ایسا دشمن موزی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ دینِ احکام بالحق کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ ہر نفع دینے والی چیز شریعت میں متاع ہے۔ اور نقصان دینے والی چیز متاع نہیں ہے۔ خواہ دنیوی نفع ہو یا دینی۔ اسی طرح دینی چیز کہلاتی ہو یا دنیوی۔ اس دنیا میں عام استعمال کی چیزیں دو قسم کی ہیں۔ بعض حلال۔ بعض حرام حلال اشیا۔ نامدہ ہی دیتی ہیں دنیوی ہو یا دینی۔ یہاں تک کہ کافر کو بھی مومن کو بھی اگرچہ کفار خور و فکر سے نہ سمجھیں۔ اور حرام اشیا ہمیشہ ہر ایک کو نقصان ہی دیتی ہیں بندہ

کافر ہو یا مومن حرام چیزوں میں نہ شفاء نہ نفع نہ رحمت نہ برکت اس لیے حرام اشیا کو متاع نہیں کہا جاتا۔ متاع کا نقل معنی ہے۔ نفع والا سامان یہ مسئلہ۔ مَتَاعٌ اِلٰی حَبِیْبٍ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ ذیوی حلال چیزیں کفار کے لیے متاع ہیں۔ اگرچہ تھوڑی مدت کے لیے ہوں۔ یعنی مرنے تک۔ حرام اشیا کو متاع نہیں فرمایا۔ تیسرا مسئلہ علماء و علم عقائد فرماتے ہیں کہ گناہ کرتا تو حرام ہے مگر گناہ کا عادی ہو جاتا کہ علانیہ گناہ کرتا پھر سے نہ خفت رہے نہ شرم و حیا۔ یہ حرام بھی ہے بد عقیدگی بھی اور گمراہی بھی۔ صرف گناہ سے بندہ فاسق بنتا ہے مگر عادت گناہ سے فاسق معلن اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ اِنَّہُ یَعْلَمُ الْجَحْشَ دالہ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس لیے کہ جو بد بخت انسان گناہ کرنے میں بے غیرت اور بے خوف ہو جائے اور علانیہ گناہ کرتا پھر سے وہ یقیناً اِنَّہُ یَعْلَمُ الْجَحْشَ۔ اور اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ اَشَدُّ۔ پر عقیدہ نہیں رکھتا اور اپنے عمل سے اپنی اس بد عقیدگی کا اقرار کرتا ہے۔

اعترافات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ رَبِّ اَحْكُمْ بِالْحَقِّ۔ مفسرین کے نزدیک یہ جملہ بد دعا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام کے لیے رحمت ہی ہیں۔ اور بد دعا دینا رحمت کے خلاف ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے لیے بد دعا کیوں فرمائی۔ جواب۔ اولاً تو اس میں ہی اختلاف ہے کہ یہ جملہ دعا ہے یا بد دعا کچھ علماء تفسیر فرماتے ہیں یہ جملہ دعا ہے جیسا کہ ہم نے تفسیر میں وضاحت کر دی۔ کچھ علماء تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ بد دعا یہ جملہ ہے۔ اگر پہلا قول مانا جائے تب تو اعتراض ہی ختم ہو گیا۔ لیکن اگر اس کو بد دعا ہی کہا جائے تب بھی یہ بد دعا رحمت ہونے کے خلاف نہیں بلکہ اس انداز کی بد دعا میں بھی رحمت کی جھلک ہے۔ اس لیے کہ بد دعا ہلاکت یا لعنت یا آسمانی ناگہانی عذاب کی نہیں بلکہ جہاد کی اجازت اور جنگ مسلط کرنے کی ہے۔ جس میں دوطرفہ تیاری کی ہولت دونوں طرف سے مقابلہ قتال اور طاقت آزمائی ہوتی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی تائید فیہ یہ فیصلہ فرماتی ہے کہ حق پر کون ہے۔ رَبِّ اَحْكُمْ بِالْحَقِّ۔ میں اسی تائیدی حق فیصلے کی طلب ہے اب چاہے تم اس کو دعا کہلو یا بد دعا بہر حال جنگ میں دوطرفہ مکمل کھل کر تیاری لشکر سازی اور سوچنے سمجھنے کا موقع ملتا ہے ناگہانی کچھ نہیں ہوتا

اور کفار کو اس قسم کی جنگوں سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ حق یہ ہے جس کے ساتھ رب تعالیٰ کی تائید ہے اسی طرح ساز و سامان لشکر جبار و آلے کفار ان مسلمانوں کے ہاتھوں چند ٹھنٹوں میں ذلت آمیز شکست کھا گئے جو تھوڑے بھی تھے کمزور بھی ہتے بھی اور محض تائید الہی سے وہ فتح پاتے ہیں جو اسلام کو مانتے و اسے ہیں۔ اسی طرح کفر و ایمان کے درمیان فیصلہ بالحق ہو جاتا ہے کہ اے کافر و اسلام سچا ہے تمہارا دین شرک باطل ہے یہی کچھ اس بددعا میں تھا کہ فقط فیصلہ مانگا گیا تھا نہ کہ آسمانی عذاب یا ناگہانی ہلاکت اور یہی بات قبول ہوئی کہ جنگ بدر میں اسی انداز سے حق و باطل کا فیصلہ کیا گیا جس سے باقی ماندہ کفار کا دل و مانع قائل ہو گیا اور ان کی عقلوں نے تسلیم کر لیا کہ اسلام سچا دین ہے۔ اور پھر کیا نتیجہ نکلا۔ یہی کہ یَدْخُلُونَ فِی دِیْنِ اللّٰهِ اَوْ اُجَارَ فَوْجِیْنَ بِنِ کر اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ ان کی عقلیں جبران تھیں کہ تھوڑے سے تین سو گنہ گار افراد کا بے سرو سامان کمزور لشکر فتحیاب ہوتا ہے اور کفار کا کثیر و مضبوط ہتھیار بند لشکر شکست کھا جاتا ہے سب جان گئے کہ یہ فتح طاقت کی نہیں بلکہ ربِّ اَعْلَمُ بِالْحَقِّ کی قبولیت سے تائید الہی کی ہے اس شکست نے کفار کو بتا دیا کہ اسلام حق ہے اس بددعا سے یہی مقصود تھا۔ اور بددعا بقیۃ زندہ کفار کے لیے رحمت ہی تھی کہ ان کو اسلام قرآن و رضا و رحمٰن کی دولت مل گئی۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ رَبَّنَا الرَّحْمٰنُ۔ ہمارا رب رحمن ہے۔ رحمن تو سب کا رب ہے پھر صرف اپنا رب کیوں کہا؟۔ جواب۔ اس کے دو جواب ایک یہ کہ ربنا سے مراد ہے ہم سب مخلوق کا رب اب اس میں کوئی اعتراض نہ رہا کیونکہ سب کافر مومن شامل ہو گئے۔ جواب دوم یہ کہ حقیقت میں تو رحمن، سب کا ہی رب ہے مگر یہاں مانتے والوں کا ذکر ہے کفار تو رحمن کو مانتے ہی نہیں۔ اس لیے مانتے والے تو ان کے سامنے اپنا ہی رب کہیں گے۔ نیز اپنا رب یا ہمارا رب کہنے میں دوسروں کا رب ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ لہذا ہر اعتبار سے یہ اعتراض غلط ہوا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ مِیْرَٹُهَا
تفسیر صوفیانہ عِبَادِی الصّٰلِحُونَ۔ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عِبِدِیْ
وَمَا اُرْسَلْتُ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور اللہ بے شک ہم نے ازل سے ہی
فیصلہ رکھ کر ہے ہر مومن کے زبور قلب پر لکھ دیا ہے۔ توریت عقل پر لکھے

کے بعد کہ بے شک اہل ایمان کا زمینِ بدنی دہی ہے جس کے وارث اعتقادِ صالحہ اور نواہِ ستودہ ہوں گے نورِ سکینہ کے ہتھیاروں سے مزین ہو کر فاسقینِ جہانی کو ہلاک کرنے کے بعد عباداتِ خلوت، ریاضاتِ خلوت کی فتوحاتِ مسلسل کے ذریعے اہل سلوک کے عبادی الصلوٰۃ سات بندے ہیں۔ روحِ طاہرہ، سر وافرہ، قلبِ ماہرہ، عقلِ شاطرہ، نفسِ لاغرہ، اعضاءِ سارہ، سالکِ طاہر، مستقیمِ فتانی، اوحدت۔ بے شک اسی کتابِ روحانی میں ہر طرح کی کفایت و معرفت ہے اس قومِ حقیقی کے لیے جس نے منزلِ مراد کی راہِ طلب میں ہر قدم پر اپنے مولیٰ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں عمر گزاری اسے صیبِ ایسے مخلصین کے لیے ہم نے آپ کی رحمت بھی جو علیٰین کے لیے ایسی رحمتِ عظیم ہے کہ مخلصین کو کمالِ مطلق کی طرف ہدایت عرفانی عطا فرمائے اور بارگاہِ رحمنِ قدیم کا قریب دلائے۔ عذابِ قہر و سزا و عتاب سے بچائے یہ خزانہ قدرت ہے جس نے ہر غضب کو پیچھے کر دیا یہی وہ رحمت ہے جو صوبِ برسیقت اور علیہ رکھتی ہے تا قیامِ قیامت اس لیے کہ اس رحمتِ عالمین کے پاس شریعتِ عدل بھی ہے۔ شریعتِ فضل بھی۔ شریعتِ عمل بھی۔ چنانچہ قرآن مجید سورۃ شوریٰ کی آیت ۲۴ میں ارشاد ہے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا یعنی ہر برائی کا بدلہ اس کے برابر ضرور دو تا کہ دنیا میں عدل قائم رہے یہ شریعتِ عدل ہے ظالم کو معاف کرنا بذاتِ خود ظلم ہے۔ آگے اسی آیت میں ارشاد ہے فَمَنْ عَفَا وَأَمْلَحَ قَاتِلَهُ عَلَى اللَّهِ یعنی جو شخص معافی مانگنے والے ذاتی دشمن کو معاف کر دے اور عاجز و کمزور سے صلح کرے تو اس کا اجر قیامت میں اللہ کے پاس ہے یہ شریعتِ فضل ہے۔ یہاں ارشاد ہے إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ۔ یعنی ہر خواہش مند عبادت کے لیے اللہ بے شک اس قرآنِ حکیم میں عملِ صالح کے لیے کفایت تامہ ہے۔ یہ شریعتِ عمل ہے صوفیاء و کرام فرماتے ہیں کہ توبیت میں صرف شریعتِ عدل تھی زبرد میں صرف شریعتِ عمل تھی۔ انجیل میں صرف شریعتِ فضل تھی مگر قرآن کریم میں یہ تینوں شریعتیں اپنی تکمیلِ سالمیت کے ساتھ موجود ہیں چنانچہ قرآن کریم سورۃ نحل آیت ۱۲۶ ارشادِ الہی ہے۔ وَإِنْ عَاثِمْتُمْ فَعَاثِمُوا بِمِثْلِ مَا عُوْتِمْتُمْ بِهِ۔ یعنی اگر کسی ظالم کے ہاتھوں تم ایذا پہنچائے گئے ہو تو تم بھی طاقتور بن کر بالکل اسی ظلم کے برابر اس کا بدلہ بلو۔ نہ بزدل بنو نہ کمزور۔

یہ شریعتِ عدلِ اسلامیہ تامہ ہے۔ اسی آیت میں آگے ارشاد ہے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ فَعُوْا
 خَيْرٌ لِّمَنْ اَبْرَئِنْ۔ یہ شریعتِ فضل ہے کہ عاجزی اور معافی مانگنے والے کو معاف
 کر دینا یا اگر مظلوم کو طاقت نہ ملے گی تو صبر کر لینا بھی بڑے اجر کا باعث ہے اور سورۃ بقرہ
 آیت ۲۵ میں ارشاد ہے۔ وَ اِنْ كَانَ ذُو عُسْرٍ فَاْتَفَتِحْهُ اِلٰی مَيْسَرَةٍ وَاَنْ
 تَصَدَّقَ تُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ یعنی غریب تنگ دست قرضدار کو ہلکتا دینا تنگ دستی
 دور ہونے تک یہ بھی اسلام کی عملی عبادت ہے لیکن اگر تم امیر ہو اور بچے واقعی حقیقی تنگ
 دست کو قرضہ صدفہ کر دو تو تمہارے لیے بہت ہی اچھا ہے۔ یہ اسلام کی شریعتِ عمل ہے
 رحی الدین سے زیادت، اکابر نے فرمایا کہ سورۃ مائدہ کی آیت مَا اَلَيْكُمْ اَكْمَلْتُ لَكُمْ
 دِيْنَكُمْ کی تفسیر ہے سورۃ انبیاء کی یہ آیت اِنْ فِيْ هٰذَا اِبْلَغًا لِّقَوْمٍ عَلِيْمٌ
 تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِيْ الزَّبُوْرِ۔ ہم نے اپنے قلمِ قدرت سے
 سینہ عارف کے زبورِ عمل میں یہ لکھ دیا کہ بے شک وجودِ حقیقی کی زمینِ جنت میرے
 اَنْ صَالِحِيْنَ۔ لائقین۔ قابلین۔ عاشقین بندوں کے لیے ہے جن کے وجودِ آسمانی کو
 فطرت کی بلندیوں پر پھیلا یا گیا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جہانیت غیر متقر و غیر ثابت مقام
 وجودِ مجازی کا آسمان ہے۔ اور بدنیات مستقر ثابت و قائم وجودِ حقیقی کی زمین پر سکون
 ہے۔ وہ عارفین ہی اس کے لیے وارث و مالک ہیں جو ہر خواہش و لذت سے علیحدہ ہو کر
 دامنِ رحمۃِ علیمین میں پردہ پوش ہیں۔ اے حبیبِ کریم ہم نے ہی آپ
 کو رحمتِ عالمیتی کے لیے بھیجا کو لا اَنْ لَّكُمْ خَلْقْتُ الْاَفْلَکَ۔ تو نہ ہوتا تو
 نہ ہوتا۔ سب جہانوں کا نظام۔ اس لیے

کو نہیں بنائے گئے سرکار کی خاطر : کوئین کی خاطر نہیں سرکار بنایا
 قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰى اِلَیَّ اَنْتُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ فَعَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ
 فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اِذْ نُنَکِّمُ عَلٰی سُوْاۤہِرٍ۔ وَاِنْ اَدْرِیْ اَقْدِیْبٌ اَمْ یُعِیْدُ
 مَا تُوْعَدُوْنَ وَ اِنْ مَّحَلْکُمْ صَوْنًا مِّنْ جَنَّتِ الْوَارِثِ وَ قَسَمِ الْہٰدِ الْکُورِہِ صَالِحِیْنَ
 کا دوسرا گروہ عاشقین کا۔ صلحین باقی بایعادت ہیں اور عاشقین فانی فی الوصلت
 ہیں۔ صلحین کی بھی چار قسمیں عاشقین کی ہیں۔ صلحین را عباد را زحاد را ابرار را اخیار
 ہی خوش بخت بر شعا کے انعام یافتہ ہیں اس لیے کہ یہی لوگ عوفی ریاضتِ ثواب

عبادت و رخصتِ جنت کے اہل ہیں عاشقین ۱۱ اہل معرفت ۱۲ اہل محبت ۱۳ اہل شوق ۱۴ اہل ذوق۔ جنت میں ان کی خصوصی میراث جلالِ ازلی کا مشاہدہ ہے اس لیے کہ حیاتِ دنیوی میں ہمیشہ تمام عمر ربوبیت کے مشاہدے میں رہتے ہیں۔ دیگر اہل جنت عیدیت کے مشاہدے میں رہتے ہیں کیونکہ صلحین یا عبادت سے خود کو عبادتِ ریاضت کی طرف منسوب کر لیا اور لیاقت کے زور سے آراستہ ہو گئے آقا و کاہنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ قدسی کا ارشادِ ربانی بیان فرمایا کہ میرے لائق صرف وہ ہے جو خالص میرا ہو نہ کہ میرے غیر کا۔ منقول ہے کہ جہنوں نے اپنے سر پر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست کر لیا اور غیر اللہ سے بالکل جدا ہو گئے یہی وارثینِ ارضِ اللہ اور لائقینِ بقاعِ اللہ ہیں۔ شیخ مغربی کا شعر ہے۔

بجو در دل ما غیر دوست زانکہ نیابی چنانچہ در دل ایاز جز محمود نباشد
اس سورۃ میں بارہ چیزیں کُتباً ہیں ۱۱ خبریں ۱۲ مواعظِ حسنہ ۱۳ وعیدیں ۱۴ توجیدِ الہی ۱۵ رحمتِ مصطفائی ۱۶ انبیاء علیہم السلام کا ذکرِ قافی ۱۷ براہینِ الہامی ۱۸ کفایتِ دائمہ ۱۹ بشارتِ قائمہ ۲۰ بلاغتِ کاملہ ۲۱ فصاحتِ راشدہ یہ دو لہجے صرف ہمت والے عابدین حاصل کر سکتے ہیں ان کے لیے ابدی کافی ہیں۔ نہ کہ عادت والے غافلین۔ اسے مُرشدِ علیین فرما دے ان دنیوی سہاروں پر بھروسہ کرنے والوں سے کہ میری طرف ہی وحی فرمائی گئی ہے کہ تم سب کا سہارا۔ وادرس فریاد رس فقط ایک ہی مجھو ہے۔ اس لیے صرف زبانی نہیں بلکہ کیا دل جان کے عمل و کردار قول و اقرار سے مسلمان بنتے ہو۔ اگر اب بھی یہ غافلین دنیا پرست منہ پھریں تو فرما دو کہ میں نے تم کو شریعتِ طریقتِ حقیقتِ معرفت کے سب راستے برابر دکھا دیے اور یہ بھی کٹی بار سمجھا دیا کہ عقلی تخیلات سے مجھے پتہ نہیں لگتا کہ تمہارا انجامِ قریب ہے یا دور نہ تم اس فکر میں پڑو تمہارا کام ماننا اور عمل کئے جانا ہے اِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ وَاِنْ اَدْرِى لَعَلَّہُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِينٍ۔ قَالَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ۔ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ اس دنیا میں ذاکر بندے چار قسم کے ہیں ۱۱ ذاکرِ جہری ۱۲ ذاکرِ ستری خفی ۱۳ ذاکرِ بے ریا ۱۴ ذاکرِ ریاکار۔ ذکر کی چار قسمیں ۱۵ ذکرِ قوی ۱۶ ذکرِ قلبی

۱ ذکرِ بالنفس (سانس سے) ذکرِ بالنبیت۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ پر بندہ ذکر کے
 ہر ذکر کو جانتا ہے۔ کون کر رہا ہے کیوں کر رہا ہے، کہاں کر رہا ہے کیا ذکر کر رہا ہے
 اور اسے بندہ جو کچھ تم خفیہ جگہ میں خفیہ طریقوں سے خفیہ وقت میں خفیہ کام و کلام
 سانسوں میں چھپا کر کرتے ہو ان سب حالات، کیفیات و افعالات، توقعات کو بھی
 جانتا ہے بندے کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی
 ان جسمانی صیقلوں و صانچوں کو روح بخشنے والا ہے اور روح کو عقل فہم علم و فکر
 خیر و شر۔ نفع نقصان تکلم و جماع۔ نگاہ و شہام۔ بطش و مشا قول و فعل کے اوصاف و رعیت
 فرماتا ہے۔ اس ذاتِ قدیم عز و جل کے لیے مَا تَكْتُمُونَ اور مَا تُبْدُونَ علمِ ظہور
 میں سب برابر ہیں۔ غور کرو کہ جو بندہ شیئے اور شہندان والی چار دیواری میں رہتا
 ہو اس کے قول فعل حرکات و سکنات کسی داتا و بینا حاضر و ناظر سے کب اور کیسے پوشیدہ
 رہ سکتے ہیں۔ اصطلاحِ صوفیاء میں اسلام کے دعوے۔ ایان کے نعرے۔ زہدانہ اذانیں
 ظاہراتہ نمازیں۔ صلاحیت دعا ربیت کا اقرار زبانی۔ مَا تَحْجُرُونَ ہے۔ اور
 صدقِ اخلاص۔ بے ریائی کی قلبی تصدیق مَا تَكْتُمُونَ ہے۔ راہِ سلوک کا قنبرہ و تیری اعمال
 ظاہرہ ہیں اگر دکھلاوا ہیں تو متاعِ الٰہی جہن ہیں اگر بے ریا ہیں تو متاعِ الٰہی ابد ہیں
 مرشدِ کابل بارگاہِ قدس میں عرض کرتا ہے کہ اسے میرے رب مسافر ان منزلِ معرفت
 کے لیے ان کے عبادت میں حقِ پیچ کا فیصلہ فرما دے کہ کن لوگوں کے کون سے اعمال
 صالحہ تجھ کو پسند ہیں۔ رَبَّنَا اَلْزُخْنُ۔ ہمارا رب تصرف اللہ رحمن ہے اس کی
 رحمانیت دو طرح کی ہے ۱۔ صفتِ بالفعل ۲۔ صفتِ بالقوہ۔ پہلی عطا کی شکل میں۔
 دوسری ارادہ البصالی خیر کی شکل میں۔ رحمن کا معنی ہے بندوں پر بندوں کے ہر حال
 میں کثرتِ رحمت فرمانے والا۔ روح میں جسم میں شکم میں مہند میں لکڑ میں قبر میں حشر میں
 بندوں کا وہی مستعان ہے۔ بندے دو قسم کے ہیں ۱۔ مطیع ۲۔ عاصی۔ دونوں کو
 چاہیے اسی کی خواہش و طلب کریں جن کے وہ مستحق ہیں۔ مطیع بندے یَسْتَحُونَ
 کی وحدت میں مستغرق ہیں اور عاصی نافرمان علی مَا تَصِفُونَ کی دُرُک میں پھنسے
 ہوئے ہیں۔ عاصی کی تین نشانیاں ۱۔ حَبِيبُ الْمَالِ ۲۔ اُن کی امیدیں ناکام ۳۔
 وَغِيْبًا اَحْوَا الْمُحْد۔ اُن کے حالات بگڑے ہوئے ۴۔ وَخَسِرَ آفَاكًا وَهُدً۔

اُن کی سوچ و فکر نقصان دہ یہ فیصلہ حکیم مطلق رَبُّنَا الرَّحْمٰن کی طرف سے قانونِ ازل میں ہو چکا ہے۔ رحمت کی توفیقیں ہیں (حدیثِ پاک) عاقل کو چاہیئے کہ تین چیزوں پر غور و فکر کرے۔ کثرتِ اولاد پر کثرتِ مال پر کثرتِ عمر پر۔ کیونکہ یہ غور و کفار کی خصلتِ ذلیلہ ہے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کے پاس کثرتِ مال اور دُستِ دنیا ہو اور وہ اُس کو امتحان نہ سمجھے وہ پاگل دیوانہ ہے۔ ابراہیم ادم علیہ الرحمۃ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تجھے خواب میں ملنے والا ایک درہم اچھا لگتا ہے یا بیداری میں ملنے والا ایک دینار وہ بولا کہ مجھے وہ دینار اچھا لگتا ہے جو جاگتے میں مجھے کوئی دے۔ آپ نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے۔ دنیا خواب ہے اور آخرت بیداری مگر تو اور تیرے جیسے یہ دنیا دار لوگ اس قلیلِ حقیر فانی دنیا کمانے کے پیچھے دن رات لگے ہوئے ہیں مگر آخرت کی فکر ہی کوئی نہیں۔ سبحان اللہ کیا شاندار عبرت کی مثال ہے۔ یہ سورۃ سورۃ انبیاء شروع ہوتی ہے تو ذکرِ خاتمِ الانبیاء سے اور مکمل ہوئی تو اُن ہی کے ذکر پر توفیقِ الہی کی نشانی امتیاز ہے اسے بندے تیری کامیابی کی نشانی یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی ارادت اپنے جسم پر دل کی محبت سے رکھ پھر اُس کے آستانے پر سجدہ کا سر رکھ کیا سوچتا ہے کہ تو نے یہ نیکی کر لی، تو یہ نہیں سوچتا کہ توفیق تو اسی رب کریم کی طرف سے ملے۔ اسے یہ قوت بادشاہ کے باغ سے ہی پھل توڑ کر بادشاہ کو پیش کرتا ہے پھر خمر و غرور کا احسان جتنا ہے اتنا پھرتا ہے۔ عارفین کو اس ریاست سے بچایا جاتا ہے اور عابدوں سے کہا جاتا ہے کہ آخرت تمہاری جزا کا دن ہے اور عاشقوں سے کہا جاتا ہے کہ آخرت تمہاری بقا کا دن ہے۔ یعنی عارفین کی بقا۔ عابدین کی جزا۔ عاشقین کے لیے مشاہدہ جمال کا دن آخرت ہے۔ نیکوں کو نعمت در نعمت ہے لیکن محبوبوں کو زیارت در زیارت۔ تقویٰ کا بدلہ عطیہ حور و غلمان ہے۔ مگر عشق کا صلہ وصلِ جمال کبریا ہے اسے عقل والے اطاعتِ مصطفیٰ میں جد و جہد کرتے تاکہ مشاہدہ تک پہنچ جائے نفس کو دور کر دے اُس کی مخالفت و ذلت کر کے تاکہ سزاؤں سے بچ جائے۔ ترکِ دنیا سے ثوابِ آخرت ہے مگر ترکِ کونین سے وصلِ مولیٰ ہے لہذا جو بندہ جنت کی نعمتوں کا طالب ہے وہ لذتِ دنیا ترک کر کے دنیا سے منہ موڑے رشتہ توڑے اور جو مشاہدات کا طالب وہ غیر اللہ سے نظر پھیر لیں

ہے توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے

یہ بندہ جہانوں سے خفا میرے لیے تھا

ما حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بدایر فی نے فرمایا کہ نماز وہ عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلقات پیدا کرتی ہے اور نمازیں یُعَلِّمُ الْجَزْرُ کی شان بھی ہے اور یُعَلِّمُ الْکَمُوتُ کی شان بھی عیاں ہے اسی میں قیام چہری بھی ہے قعود کثافی بھی نماز ہی سے رَبِّ اَعْلَمُ بِالْحَقِّ کا ظہور ہے نمازیں ہی بندے کا اقرار ثابت و ظہور ہوتا ہے کہ رَبَّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ اس لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالْعِلْمِ

اس لیے بندے کے لیے لازم و ضروری ہے کہ نمازیں خضوع خضوع اختیار کرے تاکہ عبودیت پر ربوبیت کا دیدار جلال اور خشیت جمال قائم رہے۔ بندے کے لیے ذکر ہے اور ذکر کے لیے نماز ہے غفلت نماز کے لیے زہر قاتل ہے کیونکہ غفلت نشہ کی مثل ہے یعنی غفلت و عبادت دو متضاد چیزیں ہیں۔ اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔ نشہ والی کی نماز برباد ہے، ایسے ہی غفلت اور کل مندی کی نماز ضائع اور خراب ہے نشہ غفلت ہے اور غفلت بیہوشی ہے۔ نماز قریب الہی چاہتی ہے۔ اور قرب دھیان لگانے اطمینان بنانے سے ملتا ہے غفلت سے بے رغبتی اور بے رغبتی سے نفرت اور نفرت سے دوری اور دوری سے

محرومی پیدا ہوتی ہے مومن متقی کی نماز راہ بندگی کی شاہراہ اعظم ہے اس میں حیا، حیثیت انکساری، نیاز مندی، مابری ہوش مندی کے روحانی قدموں سے چلنا پڑتا ہے۔ روایت ہے کہ جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ تو رب تعالیٰ بندے کی طرف توجہ و رحمت فرماتا ہے۔ لیکن جب بندہ کا دھیان بھٹکتا ہے تو رحمت حٹائی جاتی ہے اور فرمایا تاکہ یہ اپنے رب تعالیٰ کا خیال چھوڑ کر کس طرف متوجہ ہے کیا اس کو رب تعالیٰ سے بہتر کوئی ہے۔ گارے غافل تجھے افسوس ہے کہ مولیٰ نے تجھ کو اپنا بنایا مگر تو نے کس کو اپنا یا؟ اصل نماز دل و دماغ کی ہے باقی بدن ان کے آلات ہیں۔ انسان کی اشرافیت، افضلیت، عقلیت، علمیت، حُنیّت عبادت سے ہی ہے عبادت کے بغیر اذلیت و حقیت، علمیت، بشر عبادت سے ملگ ہے عبادت حیوان ہے

وَمَلِكُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى خَلْقِهِ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَزِيْنَةُ قُرْشِهِ وَتَأْسِيسُ رِزْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٌ وَعَلَى آلِهِ وَآصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

آج بروز ہفتہ سنیہ بعد نماز مغرب بیت شہر ۱۹۹۶ء مطابق اُنیس جمادی الاول ۱۴۱۸ھ کو سورۃ الانبیاء کی تفسیر مکمل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر نعیمی

اَشْرَفُ التَّفَاسِیْرِ

۶۳ ————— ۱۳

سُورَةُ حَجّ

ترتیب نزول ۱۳

ترتیب تلاوت ۲۲

سیپارہ ۱۱ (نصف پارہ)

از آیت ۱ تا آیت ۲۸ آخری

از صفہ تا صفہ

marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورۃ حج کی مختصر تفسیر اور اس سورت کے دس رکوعات کا خلاصہ مضمون

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ يَا نَبِيَّ الْكَرِيمِ وَفِي الرَّحِيمِ
 اَمَّا بَعْدُ۔ تعارف اور پہلا رکوع۔ اس سورت میں ذرا تفصیل اور وضاحت
 کے ساتھ حج اور ارکان حج کا ذکر ہے اس پر اس کا نام سورۃ حج ہے اس کے
 زمانے میں تین قول ہیں ۱۔ یہ کہ یہ سورت کل حاکم مدنی ہے اور ۲۔ یہ کہ تمام آیت سے
 مکی ہے ۳۔ یہ کہ اس کی اکثر آیت مدنی ہیں اور چند آیت مکی ہیں۔ اکثر محققین و مفسرین
 نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مدنی سورتوں میں شمار کیا گیا ہے
 پہلے رکوع میں مندرجہ ذیل چار چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ۱۔ کافروں۔ غافلوں مغرور
 کو سمجھانے بتانے عبرت دلانے بندہ بننے یقین دلانے کے لیے قیامت کے زلزلے
 اور ہیبت ناک کا ذکر فرمایا گیا کہ انہیں اس دن دھشت سے شیرخوار بچوں کو جھوڑ
 بھاگیں گی اور حامدہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور لوگ زلزلے سے نشے والوں کی
 طرح گرتے پڑتے ہوں گے ۲۔ جو لوگ رب تعالیٰ کے بارے انکاری جھگڑے کرتے
 ہیں وہ شیطان کے مرید ہیں ۳۔ منکرین قیامت کو ایک عظیم اور حقیقی دلیل سے
 قیامت کا ثبوت سمجھایا جا رہا ہے کہ انسان کی پیدائش کس طرح ہوئی ہے اور
 زمین سے کھیتی اُگتی ہے پھر کھیتی پھر اُگتی ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے
 مارتا ہے پھر زندہ کرتا ہے۔ اور یہی قیامت کی حقیقت ہے لہذا قیامت بھی یقیناً
 آئے گی لَا رَيْبَ فِيهَا اور اللہ تعالیٰ سب مردوں کو قبروں سے اٹھائے گا ۴۔ جو
 لوگ گمراہ کرتے ہیں ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔ اِنَّ اللَّهَ لَيَسَّ بِظُلَامٍ لِلْعَبِيدِ
 اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرماتا۔ دوسرا رکوع پہلے رکوع میں قیامت میں شک کرنے
 والوں کا ذکر ہوا۔ اب دوسرے رکوع میں بعض نو مسلموں کا دین اسلام کے بارے
 شک کرتے کا ذکر ہے۔ اس دوسرے رکوع میں چھ باتوں کا ذکر ہے ۱۔ بعض کم عقل

مسلمان راحتوں نعمتوں پر تو خوش رہتے اور اسلام کو اچھا کہتے ہیں لیکن ذرا سی مصیبت پڑنے پر دین اسلام کے خلاف باتیں کرتے لگتے ہیں یہ لوگ دنیا و آخرت کے گھائے والے ہیں۔ اور جب تک انعامات اور دولتیں پہنچتی پاتے رہتے ہیں اسلام کے شیدائی بنے رہتے ہیں جب تکلیف یا بیماری غریبی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر بتوں وغیرہم کو پوجنے لگتے ہیں۔ جن کا نقصان زیادہ ہے فائدہ کم ہے اور فائدہ مشکوک ہے کہ شاید کافر لوگ ان مرتدوں کا کچھ وقتی عارضی خیال کر کے ان کی آؤ بھگت کریں اور انہیں دولت دیں یہ سب ساتھ اور حمایتیں جھوٹی اور بُری ہیں ۱۲ اہل ایمان اور ثبات قدم رہنے والوں کی تعریف اور ان کے انعام اُخروی دخول جنت کا ذکر ہے۔ ۱۳ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں اور حاسدوں کا ذکر ہے کہ اگر حد کرتے کرتے مرئیں تب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ گستاخوں کی ہی ذلت آمیز فتنہ ہے نبی کریم کو جو روشن قرآنی آیت و معجزات ملتے ہیں وہ ہی کافی ہیں اور ان کی طرف سے ہدایت بھی فقط اس کو ملتی ہے جس کو رب تعالیٰ چاہے اور بارگاہ رسالت کے لائق بنانے کا ارادہ فرمائے ۱۴ قیامت میں اللہ تعالیٰ چھانٹ فرما کر اہل ایمان کو علیحدہ کر دے گا اور یہودیوں ستارہ پرستوں رصابیوں، اور عیسائیوں مجوسوں (آتش پرستوں) اور بت پرستوں مشرکوں کو علیحدہ کر دے گا کہ دوستی قائم رہے گی نہ رشتے داری نہ ہمسائیگی۔ آج بھی سب کا حق و باطل اللہ کے سامنے ہے ۱۵ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ اگرچہ دنیا کے چند کافر بد بخت رب تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے اس سے کیا فرق پڑتا ہے اور کسی کا کیا بگڑتا ہے میرے اللہ تعالیٰ خالق کائنات کو تو وہ سب مخلوق سجدہ کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے یا جو زمین میں ہے یہاں تک کہ اے سورج کے بجاریو تمہارا سورج اور چاند کے پر جھنے والو تمہارا چاند اور ستارہ پرستو تمہارے ستارے اور پہاڑوں کی حیثیت ماننے والو تمہارے یہ بلند و بالا پہاڑ اور درختوں پیل وغیرہ اور جانوروں گائے بچھڑوں کو معبود سمجھنے والو یہ سب تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے اور اس کو ہر وقت سجدہ کرتے ہیں اور انسانیوں میں بھی بہت سے اس مولیٰ تعالیٰ کو سجدہ کر رہے ہیں ہاں بہت سے بد بخت ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ پس جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو تو کوئی بھی عزت

نہیں دے سکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ دگرہ کا ذکر ہے ایک کفار کا گروہ دوسرا اہل ایمان کا، کفار کو جہنم میں جو سزا ہوگی اس کا مختصر ذکر ہے ان کا لباس آگ ان کا غسل کھورتا پانی ہے جس سے جسم گل سڑ جائے۔ لوہے کے گرزوں سے پٹائی۔ نکل بھاگنے کی کوشش کریں گے مگر بھاگ نہ سکیں گے۔ اور کہا جائے گا کہ ہمیشہ ہمیشہ جلنے مرنے کا عذاب چکھتے رہو۔ تیسرا رکوع۔ اس رکوع میں دو باتیں ذکر فرمائی گئیں ہیں۔ دوسرا گروہ اہل ایمان کا ہے۔ ان کے ایمان اور اعمال کا بدلہ و جزا جنت اور جنت کی چیزیں ان کے جنتی لباس کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے اور جنتی زیورات کا بھی۔ اور یہ بھی فرمایا گیا کہ ان کے ایمان و اعمال صالحہ کی وجہ یہ ہے کہ ان کو نبی کریم ﷺ و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت ہدایت دی گئی ہے۔ مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ شریف کا ذکر ہے۔ جو کفار یا جو حکومت کسی بھی بہانے مسلمانوں کو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے روکے اور جو بھی کوئی ان مقامات مقدسہ میں گستاخی بے ادبی یا کفر کا الحاد پھیلائے تو ان کو ہم دردناک عذاب چکھا دیں گے۔ کیونکہ یہ مسجد حرم شریف یا مقامات مقدسہ تمام مسلمانوں کے لیے تاقیامت مکمل طور پر کھلے ہیں۔ کسی شخص یا کسی حکومت کی اجارہ داری یا کسی قسم کی پابندی جائز نہیں ہے۔ نہ پاپورٹ اور ویزے کا بہانہ بنا کر نہ کسی بیماری کا بہانہ بنا کر کسی مسلمان کو حج یا عمرے اور دخول مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے روکنا حرام ہے۔ چونکہ اس رکوع میں دو باتیں مذکور ہوئیں۔ ابراہیم نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے سمجھایا کہ وہاں جا کر خانہ کعبہ تعمیر کرو زمین نصف النہار کے وقت بادل کا ٹکڑا سورج کے سلسلے آیا جس کا سایہ اتنی جگہ پر پڑا اور ہوائے اتنی زمین کو ڈے سے صاف کر دی جتنی جگہ میں مع حلیم خانہ کعبہ بنایا گیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو تین حکم دئے گئے۔ پہلا یہ کہ یہاں اس سرزمین حرم شریف میں شرک نہ ہونے دو۔ دوم یہ کہ حرم پاک کو ہر قسم کی ظاہری باطنی گندگی و غلاظت سے پاک رکھو۔ تاکہ حاجیوں نمازیوں اور اعتکاف والوں کو سہولت سے ہر قسم کی عبادت کا موقعہ فراہم ہوتا رہے۔ سوم یہ کہ اے ابراہیم حج کے لیے چاروں سمتوں آوازیں دے کرتا قیامت مسلمانوں کو حرم پاک کی طرف بلاؤ۔ اے خلیل بلانا پکارتا اذن دینا تمہارا کام ہے اور دانا لوگوں کو ہر طرف سے ہمارا کام ہے تمہاری آواز پر بیک کہتے ہوئے قیامت تک

یا توٹ کر جانے لگ آتے رہیں گے ہر تنگی ترشی سہولت سے امیری غریبی میں ہر اپنے
نیچے میدانی پہاڑی علاقے سے۔ یہاں اگر لوگ دینی دنیوی فائدے پاتے رہیں گے۔ یہاں
اگر ذکر الہی کریں اور مخصوص دنوں میں حج کریں۔ اور جو ان کو حلال جانور چار پاؤں کا مذق
ملا اس کا شکر کرتے ہوئے خود بھی کھائیں اور دیگر غریب و مساکین و فقرا مسافریں کو بھی
کھلائیں پھر حج و عمرے کے بعد خوب نہائیں غسل کریں اپنا میل کچیل اتاریں۔ واجبی مٹیں پوری
کریں اور آخری زیارت کریں اور بیت عتیق و کعبہ معظمہ کا طواف زیارت کریں۔ جو دسویں
ذی الحج سے بارہویں ذی الحج کی شام تک ہے۔ فقط یہ ہے حج و عمرہ اور جو شخص اللہ کی
عزت والی چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خیر ہے۔ مگر فرمایا
گیا کہ مسلمانوں کے لیے بہت جانور حلال کئے گئے ہیں سوائے ان حرام جانوروں کے جو
پہلے سورہ مائدہ کی آیت کی تلاوت میں حرام کئے گئے رہے پھر فرمایا گیا کہ بتوں کی باطنی گندگی
سے بھی دور ہو جاؤ۔ ۵ اور جھوٹ بولنے سے جھوٹ سننے اور جھوٹ پر عقیدہ بنانے
سے بھی ہمیشہ بچتے رہو باز رہو۔ ۶ پس ایک اللہ تعالیٰ کے بن کر زندگی گزارو۔ مشرکین
میں سے نہ بنو نہ مشرکوں کے مشابہ اس لیے کہ جو شرک میں پڑے گا اس کا انجام ایسا ہی ہوگا
جیسا کہ بلند آسمانوں کی طرف سے کوئی پرندہ پر توڑ کر گرتا ہے تو شکاری پرندے اس کو
چیر پھاڑ کر اچک لیتے ہیں۔ اسی طرح یہ شرک کرنا والا اپنے ایمانی پر توڑ کر آسمان معرفت
و بلندی شریعت سے گہرے کفر کے غار میں گرتا ہے تو شیطان شکاری اس کو اچک
کر برباد کر دیتے ہیں ۷ لیکن جو اللہ تعالیٰ کے نشانات کی تعظیم کرتا ہے تو اس
کو دل کا تقویٰ ملتا ہے ۸ حج کے دنوں میں ہڈی کا جانور سے جانا ہو تو اس جانور
سے ضرورۃً مقام ذبح تک پہنچنے سے پہلے پہلے نفع لینا جائز ہے۔ مثلاً اونٹ پر
سواری اور دودھ دے جانور سے دودھ دوھنے کا فائدہ۔ غرض کہ اس رکوع
سے حج کے احکام شروع ہوئے۔ ان ہی احکام کی بنا پر اس سورت کا نام سورت حج
رکھا گیا۔ پانچواں رکوع۔ اس میں آٹھ باتیں ذکر فرمائی گئیں ۱ پھیلی تمام اہل ایمان
امتنوں پر بھی حج اور قربانی ہم نے لازم کی تھی وہ بھی قربانیاں دیا کرتے تھے ان پر بھی
قربانی اس لیے مقرر ہوئی تھی کہ وہ اپنے چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کر کے ذبح کریں ۲
سب اگلی پھیلی امتنوں کا معبود تو ایک ہی ہے تو اسی کے حضور میں اپنی گردنیں

جھکا دور اور سب مخلوق انسانی اسی کا قانون تسلیم کرے ۲ فرمایا گیا کہ اے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان عجز و نیاز کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو کہ جن کے سامنے جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا گیا تو ان کے دل خوفِ الہی صیبتِ قرب سے کانپنے لگتے ہیں اور مصیبتوں آزمائشوں پر صبر کرنے والوں کو بھی خوشخبری دیجئے اور یہ بخوبی پابندی اور آداب کے ساتھ ناز کر نیوالوں کو بھی اور ان کو بھی جو ہمارے دئے ہوئے رزق سے صدقہ و خیرات کے طریقے سے خرچ کرتے اور صرف ہمارے دئے رزق کو ہی اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرتے ہیں حرام طریقے سے رزق حاصل نہیں کرتے ۳ فرمایا گیا کہ ہم نے قربانی کے جانور کو (اونٹ وغیرہ) کو اسے ایمان والوں کو مسلمانوں تمہارے لیے اللہ کی نشانیاں بنا دیا ہے ان قربانی کے جانوروں میں تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بہت خیر ہے اس لیے ان کی خوب دیکھ بھال کرو خوب کھلاؤ پلاؤ سجاؤ عزت کرو۔ ان کی بے عزتی اور مار پیٹ نہ کرو۔ بلا ضرورت ان پر سواری نہ کرو۔ نہ بھوکا رکھو۔ جب اس قربانی والے اونٹ کو ذبح کرنے لگو تو نحر کو ایک پاؤں اٹھا کر ان سے باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا رہنے دو۔ تاکہ بھاگ نہ سکے پھر جب یہ مذکورہ اونٹ یا دیگر قربانی کے جانور ٹھنڈے ہو جائیں جان ختم ہو جائے تو خود بھی کھاؤ اور ان غریب مساکین کو خود جا کر دو جو مانگتے نہیں اور مانگنے والوں کو بھی گوشت دو ۴ فرمایا گیا کہ ہم نے یہ بڑے بڑے قوی صیقل جانور تم جیسے کمزور انسانوں کے لیے اس لیے عاجز اور مسخر کر دئے ہیں تاکہ تم شکر گزار بندے بنو۔ ۵ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان قربانیوں کے گوشت یا خون نہیں آتے بلکہ اس کی بارگاہ مقدس میں تو تمہاری طرف سے تمہارے تقوے تمہاری نیک نیتی آتی ہیں جن کا ثواب تم کو اور تمہاری طرف سے تمہارے وفات شدگان کو پہنچایا جاتا ہے ۶ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے اور ملکیت میں اس لیے کر دیا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بکیرائی کا چرچہ کرو اور اس طریقے سے بکیزیں پڑھو جس طرح تم کو رب تعالیٰ نے اپنی خبری کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی ۷ فرمایا گیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ مصیبتیں دور فرماتا ہے مسلمانوں سے ۸ اللہ تعالیٰ کسی بھی دعا باز غدار ظالم اور ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔ چھٹا رکوع۔ اس میں قربانیوں کا ذکر ہو گیا ۹ جہاد کرنے کا اذن دیا جا رہا ہے اور مظلوم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جہاد میں مدد فرمانے کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے کہ رب تعالیٰ مجاہدین اسلام

کی مدد فرماتے پر قادر ہے۔ چہاں دوسری کی اہمیت اور فوائد کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ سنایا جا رہا ہے کہ اگر مطلقاً تعالیٰ شروع زمانوں سے ہی بعض انسانوں کو بعض سے دور نہ کرتا یعنی کفار کو اہل ایمان سے دور دفع نہ فرماتا اور ظالم کو مظلوم سے دور نہ کرتا جہاں دوستان کے ذریعے اور جہادوں میں مدد فرما کر تو پہلے زمانوں کی عبادت گاہوں گرجے کیسے اور یہودیوں عیسائیوں کی اس وقت کی قابل احترام عبادت گاہوں کو اور اب موجودہ قابل تعظیم مسجدیں کفار کے ظلم و جہالت کی بنا پر دھاری جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرمایا گیا کہ اسے مجاہدین اور مظلوم صحابہ اپنی بے سرو سامانی سے نکر نہ کرتا ہر جہاد میں رب تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا ہر اس شخص کی جو اس کے دین کی مدد کرتا رہے گا بے شک اللہ تعالیٰ غالب قوت والا ہے۔ فرمایا گیا کہ حاکم اسلام اور مسلمان بادشاہوں کا اصل کردار اور نشانی یہ ہے کہ اگر ہم ان کو زمین کی سلطنت حکومت عطا نہ کریں تو وہ اپنی شاہی قوت و قانون کے ذریعے علاقہ سلطنت میں اللہ تعالیٰ کے قانون ہی جاری و نازل کریں غارت قائم کریں زکوٰۃ دلوائیں اور اچھا بیروں کا عمل و انصاف کا حکم جاری کریں اور برائیوں ظلم و فساد سے لوگوں کو روکیں اور ہر کام کا نتیجہ اللہ کے پائے رہے فرمایا گیا کہ اسے محبوب کریم ان کفار مکہ کی تکذیب اور بغض و حسد مخالفت مخالفت سے آپ رب نجدہ خاطر نہ ہوں کہ یہ کفار کا پرانا طریقہ ہے پہلی قوموں سے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا تھا۔ قوم نوح۔ قوم عاد۔ قوم ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور مدین والوں نے اپنے اپنے انبیاء کو جھٹلایا اور موسیٰ علیہ السلام فرعونی قوم سے جھٹلائے گئے اگرچہ ان کی اپنی قوم بنی اسرائیل نے ان کو نہ جھٹلایا۔ تو پہلے رب کریم نے ان کو ڈھیل اور ہمت اور چھوٹ دی لیکن پھر ایسا پکڑا کہ سب نے دیکھ لیا کہ کیا ہوا عذاب۔ مسافروں اور تاریخ دانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم لوگ تاریخ سے اور راہ سفر میں دیکھتے اور جانتے سنتے چلے آ رہے ہو کہ کتنی ہی عظیم بستیاں تھیں جن کو ہم نے مکمل طور پر ہلاک و تباہ کر دیا کیونکہ ظالم تھیں تو وہ ابھی تک اپنی چھتوں کے بل اوٹدھی گری پڑی ہیں اور کتنے ہی اپنے اپنے دفتروں کے ہمہ وقت آباد کو ہیں اور بارونق محل اور قلعے بریاد ویران اور بے آباد پڑے ہوئے ہیں کیا وہ کفار زمین میں سیر و سفر نہیں کرتے اور ان ویرانوں

سے عبرت نہیں پکڑتے کہ ان کے سینوں میں دل پیدا ہوں جن کے ذریعے وہ سمجھ حاصل کریں یا عقل و ہوش کے کان ہوں جن سے حقیقی بات کو سنیں۔ پس بے شک اصلیت یہ ہے کہ آنکھیں اور جسمانی ظاہری بصارتیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ کفار کے وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں ۷ فرمایا گیا کہ اے محبوب یہ آپ سے عذاب میں جلدی مچا رہے ہیں ان کو خبردار فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ فرمائے گا۔ لہذا عذاب ضرور دیا جائے گا ۸ فرمایا گیا عذاب کی جلدی کرنے والے قیامت کو نہیں جانتے وہ دن تو اتنا بڑا ہے جتنے تمہارے گنتی میں ہزار سال ۹ فرمایا گیا کہ اے عذاب کی جلدی مچانے والوں اللہ نے تم سے پہلے بھی جلدی مچانیوالی ظالم و کافر اہل بستی کو پہلے ڈھیل دی پھر ان کو تباہ ویربادی میں پکڑ بھی لیا۔ اور سب کا پلٹنا تو آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے۔ ساتواں رکوع۔ اس میں پانچ باتیں ذکر ہوئیں ۱ اشارۃً فرمایا گیا کہ ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سارے انسانوں کے لیے رسول بن کر تشریف لائے اس لیے فرمایا کہ اے نبی کہہ دیجئے کہ تمام انسانوں کے لیے نذیر مبین ہوں ایمان والوں اور نیک عمل والوں کے لیے مغفرت اور اچھا رزق ہے۔ ہماری آیتوں میں بحث مناظرے حجت بازی کچھ بحثی نہ کرو اور فقط اپنی حیثیت کی خاطر آیت کے ماننے نہ ماننے میں جھگڑا مت کرتا۔ جو لوگ اب کریں گے یا کرتے رہتے ہیں وہ سب جہنم والے ہیں ۲ یہاں فرمایا گیا کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے وقتوں میں بھی ایسا ہوتا رہا اور اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہ ہو سکتا ہے کہ ابلیس دوران تلاوت یا دعت مبارک۔ اپنی آواز میں کچھ بڑھا دے اور لوگ آواز میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے دھوکہ کھا جائیں اور اس شیطانی بات کو نبی پاک کی بات سمجھ جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ شیطان کی اس چال کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم فرما دیتا ہے۔ یہ شیطان کا کچھ اپنی طرف تلاوت میں ملاوٹ کرنا۔ لوگوں کی آزمائش کے لیے ہے اور تا کہ اچھے برے کھوٹے کھرے انسان کی پرکھ ہو جائے جن کے دل میں کفر شرک کی بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں وہ گمراہ ہوتے پھرتے اور بے شک ظالم لوگ ہی دور کے جھگڑالو ہیں ۳ اور شیطان کی اس حرکت سے اہل ایمان کی مضبوطی استقامت کا پتہ لگ جائے اور اہل علم حضرات جان لیں کہ حق

کیا ہے اور اس حق پر ایمان اس کے لیے ان کے دل جھک جائیں اللہ تعالیٰ فقط اہل ایمان کو ہی سیدگی راہ چلاتا ہے کہ نیکوں کی توفیق ملتی ہے۔ اور سچی سمجھ سے فرمایا گیا کہ کفار قیامت تک شک میں ہی پھنسے پڑے رہیں گے۔ اگرچہ ان پر قیامت ٹوٹ پڑے یا آخری دن کا عذاب وہ اُس قیامت کے دن ظاہری باطنی ہر طرح سے صرف اللہ تعالیٰ کی ہی بادشاہی ہوگی رب تعالیٰ ان کے درمیان خود ہی فیصلہ فرمادے گا۔ نیک مومن بندوں کے لیے نعمتوں کے باغ ہیں۔ کفار اور مکذبین کے لیے جہنم کے ذلت والے عذاب ہیں ہمیشہ ہمیشہ آٹھواں رکوع۔ اس میں تین باتیں ذکر فرمائی گئیں۔ ۱۔ جہا جہین کے لیے ایک قانون بیان فرمایا گیا کہ جو لوگ مسلمان بن کر دارالکفر میں نہ رہ سکیں وہ ہجرت کر کے دارالاسلام یا کسی دارالاسلام کی طرف آ رہے ہوں اور اللہ کی رضا کی راستے میں ہوں۔ یا جہا جہین بن کر جہاد میں مشغول ہوں وہ شہید ہو جائیں یا بعد میں اپنی فطری موت وفات پائیں ان کے اجر میں کمی نہیں ہے۔ شہید کے مقابل کمی نہ ہوگی۔ ان کے لیے بھی جنت اور جنت کا رزق حَسَن ہوگا جیسا کہ اُن کے شہداء ساتھیوں کے لیے اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ بے شک اللہ علم والا ہے ہر ایک کی نیتوں کو جاننے والا ہے ثواب تو نیتوں پر ملتا ہے اور وہ علم فرمانے والا ہے سب کے انجام (کہ کس نے شہید ہونا ہے کس نے گھروں میں فوت ہونا ہے) رب تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں ۲۔ جہاد کا ایک قانون بیان فرمایا گیا کہ اگر کفار حملہ کریں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دفاع کرتے ہوئے کفر کا منہ ٹوڑ جواب دیں اس دفاع میں نہ محترم مہینوں کا خیال کریں نہ محترم مقامات کا لحاظ رکھیں بلکہ جہاد جوابی شروع کر دیں۔ اور ہر طرح سے کفار کو شکست دے کر ہلاک کریں اور بچائیں یہ نہ خیال کریں کہ اس حرمت داے پینے میں یا اس حرم شریف میں قتال کرنے سے کہیں رب تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہو جائے اور جوابی کارروائی چھوڑ کر شکست کھا جاوے اور ملک چھنوا بیٹھو۔ تمہاری اس دفاعی اور جوابی جہاد سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ بے شک معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ اور اس سے بھی غلگین نہ ہونا کہ کبھی کفار کو فتح مل جائے یا ٹھوڑا غلبہ حاصل ہو جائے رب علم اور حکمت والا ہے وہ کبھی رات کو دن پر اور کبھی دن کو رات پر ڈالتا ہے غلبہ دیتا ہے یہ تو دنیوی حکمت الہیہ ہے بے شک وہ اللہ سمیع و بصیر ہے۔ وہی اللہ حق ہے۔ کفار کے بنادوں معبود باطل ہیں۔ اسی وجہ سے

خو کر لو اللہ تعالیٰ ہی ہر وقت علی و کبیر ہے ۲ قیامت کی ایک دلیل سمجھائی گئی ہے کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان کی طرف سے بادل کا پانی برسا یا اور اس سے خشک مزدہ زمین کو ہر بھرا۔ زندہ کیا وہ اپنی قدرت کا ملہ سے مردہ انسانوں کو بھی زندہ کر کے میدان قیامت میں کھڑا کر سکتا ہے۔ بے شک آسمانوں زمینوں میں سب کچھ اسی اللہ کا ہے۔ انسانات۔ جمادات حیوانات سب اُس کی ملکیت مخلوق ہیں۔ اللہ غنی ہے اور حمد کے لائق و مستحق ہے حمدوں کا بھی مالک ہے۔ زواں رکوع۔ اس میں آٹھ باتیں ذکر کی گئیں ۱۔ چند قدرتوں کا ذکر فرمایا گیا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں انسان کے قابو میں کر دیں دوم یہ کہ مندرروں طوفانوں اور بڑی بڑی لہروں میں بھی کشتیاں اسی کے حکم سے چلتی ہیں اگر اس کا حکم نہ ہوتا تو پانی کے تھپیڑے کشتیوں کو ایک دم ڈبو دیتے بلکہ ٹکڑی بھی پتھر کی طرح ڈوب جاتی سوم یہ کہ بغیر کسی سنون کے اور بغیر ٹنگے ہونے کے اتنا بڑا عظیم آسمان اس نے اپنی قدرت کاملہ سے رکھا ہوا ہے۔ زمین پر گر نہیں پڑتا۔ ابھی آسمان کو گتے سے اسی کی قدرت نے تھا سا ہوا ہے۔ ہاں قریب قیامت بعد از حساب و کتاب جنتی، دوزخی فیصلے کے بعد یہ آسمان اس کی اجازت سے زمین پر گر پڑے گا ابھی یہ سب قدرتیں اور تسخیرات زمین کے خزان کشتیاں ہوا ہیں فقہاء ان کے لیے ہی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر بہت ہی رؤف و رحیم ہے ۲۔ اگلی آیت میں قیامت کا ذکر فرما کر بتایا جا رہا ہے کہ اے انسانوں تم بھی مکمل طور پر ہماری قدرت کے قبضے میں ہو یہ دنیوی نعمتیں آسائشیں اور تسخیریں صرف قیامت تک ہیں اللہ نے ہی تم کو پہلے زندہ فرمایا نیست سے صحت کیا پھر وہی تم کو مار کر فنا کر دے گا پھر دوبارہ وہ تم کو میدانِ محشر اور قیامت کے لیے زندہ کر دے گا۔ اتنی نعمتیں سہولتیں عیش و آرام پانے کے باوجود پھر بھی انسان ناشکر ہے ۳۔ فرمایا گیا کہ پھیلی تمام اُمتوں پر بھی عبادت اور قربانی ذبیحے وغیرہ کا قانون ہم نے بنا دیا تھا کہ اس پر ہی چلیں اپنے عقلی اخروی اور سیاسی قانون نہ بناتے پھر جس تریہ احمق لوگ ذبیحے وغیرہ اور حلال حرام گوشت کے بارے میں کیوں جھگڑا کر رہے ہیں اور کیوں کہتے ہیں کہ جس کو رب تعالیٰ ماسے وہ تو حرام ہو جائے اور جس کو یہ مسلمان چھری سے زنج کر کے مار ڈالیں وہ حلال ہی رہے۔ اے محبوبِ کریم تم بتدوں کو رب تعالیٰ کے قریب ذات کی طرف بلاؤ۔ اور سمجھاؤ کہ قانونِ الہیہ اور موت و حیات تو سب کی رب تعالیٰ کی قدرت میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ ہی موت

دیتا ہے مگر حلال جانور اور پاکیزہ طیب و طاہر گوشت اُس کا ہے جس کا خون اللہ کے نام پر بہایا جائے۔ نقطہ موت ہی حلت و حرمت کا سبب نہیں ہے۔ اسے محبوب آپس کی ہر ادا صورت و سیرت اللہ کی سچی ہدایت اور ہمیشہ قائم رہنے والا راہ مستقیم ہے۔ اس لیے کہ اسے محبوب نبی آپ ہمیشہ سے سیدھے راہ پر ہیں اور سیدھی راہ پر ہی ملتے ہیں مگر کفار کے جھگڑوں کی پرواہ نہ فرمائیے بلکہ ایسے کج بحثوں کو جواب دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے اور جانتا ہے تمہاری بد اعمالیوں مگر اھیوں ظلم و ستم کو وہ قیامت کے دن سچا فیصلہ فرما دے گا جن چیزوں میں تم جھگڑا اور اختلاف کر رہے ہو ۵ فرمایا گیا کہ اے انسان کیا تو ابھی تک نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات پر محیط ہے وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور یاری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بھی یہ سب کچھ بتانے کے لیے لوح محفوظ کی کتاب میں بھی لکھ دئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ سب کچھ ذرا مشکل نہیں ہیں مگر کفار کے پاس اپنے دین اپنی عبادت اور پر جا پاٹ بت پرستی وغیرہ کی دلیل ہیں کوئی سند نہیں نہ کوئی ثبوت اور نہ علم ہے بلکہ اتنی جہالت ہے کہ حقیقت حال کو یہ کفار خود بھی نہیں جانتے بس نئے سنائے معبود گھڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اور یہ ظالم یہ بھی نہیں سوچتے کہ ظالموں کا تو کبھی کوئی کہیں بھی سد گار نہیں ہوتا ۶ کفار کی مکروہ شکلوں کو دیکھئے کہ جب ان کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے چہروں میں نفرت اور انکار کے آثار نمودار ہوتے ہیں جو تم صاف پہچان سکو۔ عنقریب آیت قرآنہ میں بیان کردہ جہنمی آگ کے عذاب ان پر لپٹ پڑیں گے ۷ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اسے محبوب ان کفار کو فرما دیجئے کہ کیا میں تم کو تمہارا وہ حال نہ بتا دوں جو اس موجودہ زندگی کے حالات سے ہزار گنا بدتر ہے (تو سنو) وہ جہنم کی ابدی دائمی آگ ہے جس کا وعدہ رب تعالیٰ نے کفار سے کر دیا ہے ۸ وَبَشِّرِ الْمُفْسِدِینَ وہ بدترین پھرنے اور لوٹنے کی جگہ ہے۔ دسواں رکوع۔ اس میں پانچ باتوں کا ذکر فرمایا گیا ۱۔ ایک حقیقی مثال بیان فرمائی جا رہی ہے کہ اسے کافر و تم جن لکڑی لوہے پتھر کے تلوں کو اپنا معبود بنا کر پوجتے ہو اور ان کے سامنے چڑھاوے چڑھاتے اور ان کو دودھ روغن شہد مکھن کھلانے کے لیے ان کے منہ سے ملتے ہو پھر مکھیاں ان کے پاس بھینھناتی اور ان کے منہ سے شہد مکھن چاٹتی رہتی ہیں اور یہ بت اتنی

ہست و جبرئت بھی نہیں رکھنے کہ اپنے منہوں سے مکھیاں ہی اڑا دیں یا جو مکھیاں ان کے نڈانے
ان کے منہوں سے چھین کر بھاگ رہی ہیں ان سے اپنے نڈراتے چڑھا دے ہی بچا کر رکھیں
اور چھین لیں حالانکہ یہ مکھی کتنی کمزور ہے اور شہد فکھن وغیرہ کتنی صلکی چیزیں ہیں یہ طالب و
مطلوب دونوں ہی کمزور و نازک ہیں مگر تمہارے بت ان کے آگے بھی بے بس مجبور ہیں
کیا یہ معبود ہو سکتے ہیں۔ معبود کائنات تو خالق کائنات ہے مگر تمہارے بت تو ایک
مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سارے مل کر بیٹھ کر اپنی پوری اجتماعی قوت صرف کر دیں
اے انسانو اس مثال کو نہایت غور سے سنو اور عقل سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ اے ان
کفار بدکردار نے اپنے عظیم محبت کر نیوالے پیارے پالنے والے خالق مالک پکے
معبود اللہ تعالیٰ کی قدر و شان نہ جانی اُس کی قدر جانتے مانتے کے حق کے مطابق اس
بے کہ انہوں نے رب تعالیٰ کو کمزور سمجھا اور ایک خدا تعالیٰ کے لیے اس دنیا کو سنبھالنا
مشکل خیال کیا۔ اسی وجہ سے بتوں کو شریک کا رہنا بیٹھے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔
بے شک اللہ تعالیٰ بے انتہا قوتوں والا اور ہر شے پر غالب ہے۔ ایک جہان دنیا کیا وہ
تو کر ڈوں جہانوں کو پیدا کر سکتا ہے اور سنبھال سکتا ہے۔ فرمایا گیا کہ بتوں کی تو
طاقت ہی کیا ہے جن کو ان بد بختوں نے رب تعالیٰ کا شریک سمجھ لیا اتنے اتنے بڑی
قوتوں والے فرشتے اور انبیاء عظام علیہم السلام تو اس کی بارگاہ کے چنے ہوئے رسول
ہیں۔ اور یہ چناؤ رب تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے جسے چاہا چُن لیا۔ قوت بخش اور کار
رسالت پر فائز کر دیا۔ یہ سب قوتوں والے ہاتھ باندھے اس کے حضور حاضر ہیں۔ اِنَّ
اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ۔ بے شک سب کی سننے والا سب کو ہر آن دیکھنے والا وہی وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ
اللہ ہے وہ سارے موجودہ کو بھی جانتا ہے اور پھیلوں کو بھی۔ سب چیزیں اسی کی طرف
لوٹنے والی ہیں۔ اس سے کوئی جھک کر بھاگ نہیں سکتا۔ آگے ارشاد فرمایا گیا۔ اے ایمان
والو اے تاقیامت میرے محبوب کی اُمت والو دیکھو ساری کائنات میں سے ہم نے تم کو اپنی
اپنی شریعت طریقت قرآن و حدیث قانون و تبلیغ اسلام کے لیے پسند کر لیا چُن لیا اور کتنا
آسان دین تم کو دیا کہ کوئی تنگی سختی تم پر نہ رکھی۔ ورنہ تم سے اچھے اچھے اور خوب صورت
دینا میں موجود ہیں اُن کو چھوڑ کر تم کو اپنے لیے پسند کیا لہذا اب تمہارا فرض ہے کہ حق کا
جھنڈا ہمیشہ بلند ہی رکھنا اپنے سینے سے توجید کی شیع رسالت کا چراغ بچھنے نہ دینا

اسلام اور خلائی مصطفیٰ کی جو عزت تم کو نصیب ہوئی ہے اس کو تا عمر بلکہ تا ابد باقی رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں ہمیشہ نمازیں پڑھتے رکوع کرتے سجدہ ریز ہوتے رہو۔ اور اس اصل عبادت کے علاوہ ہر چیز میں اندرونی بیرونی ملکی قانونی ہر مقام پر اللہ کی ہی بندگی کرتے رہو۔ کفار کی طرح کوئی قانون بھی قانونِ الہیہ سے علاوہ یا خلاف اختیار نہ کرنا اور ہر میدان میں ہر اپنے پرانے کے ساتھ بھلائی کے کام ہی کرنا تاکہ تم دین دنیا میں کامیاب ہو جاؤ اور تمہارے دشمن ناکام رہیں۔ سیرتِ مصطفیٰ کے سانچے میں خود کو ڈھال کر ظاہر و باطن میں ایسے پاکیزہ اور بے داغ ہو جاؤ کہ تم سرِ پا حسنِ کردار سے صداقتِ اسلامی کے سچے ستھرے گواہ نظر آؤ اور اس کردار و اخلاقِ قانون و عبادت کو پہچاننے کے لیے اگر تم کو کفار و شیاطین سے جہاد بھی کرنا پڑے۔ تو جہاد کرنے کا حق ادا کر دو گے آگے ارشاد ہے کہ تم پر مزید یہ کتنا بڑا بے انتہا احسان ہے کہ تمہارے خدائے اعلیٰ ابراہیم کا دین و مذت منسوخ نہ فرمایا ابھی تک قائم و نافذ ہے اور تاقیامت مسلمانوں کے لیے قابلِ عمل اور ضروری۔ یہ احسان بھی کم نہیں کہ صرف تم کو ہی دین اسلام عطا فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ رحیم و کریم مولیٰ پاک نے صرف تمہارا دینی نام پہلی کتابوں اور قرآن مجید میں مسلمان رکھا یہ نام تم سے پہلے کسی امت کو نہ ملا یہ انعامات اور فضائل اس لیے ہیں یا یہ تمام عبادات رکوع سجود جہاد وغیرہ اس لیے ہیں تاکہ ہمارا محبوب نبی اور تمہارا پیارا آقا رسول تمہاری حمایت اور مضبوطی و نجاتِ اخروی کے لیے تمہارا گواہ ہو اور تم سب اس طرح عادل و زاہد صادق و شاہد بن جاؤ کہ کل بروزِ قیامت سب کے گواہ بن سکو پس فوراً خوب اچھی طرح نمازیں قائم کر لو خوب زکوٰۃ و خیرات ادا کرو اور اللہ کی رسی کو اتحاد و اتفاق سے سب اُستی بیکدم مل کر پکڑ لو انتہائی مضبوطی سے۔ اور کسی بھی موقع پر کسی باطل کے مقابل نہ گھبرانا کہونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تمہارا مولیٰ ہے۔ اسے خوش بخو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیسی اچھی طاقتِ قوت والا مددگار ہے۔

سورۃ حج کے فضائل فوائد اور وظائف۔ عملیات اور تعویذات ۶

علماءِ محققین نے اس سورت کے تین فضائل بیان فرمائے آؤ گے کہ اس سورت کی تمام اُمُتیں

marfat.com

Marfat.com

آئیں ہر قسم کے موقع پر نازل ہوئیں یعنی کچھ آیت کتے میں کچھ مدیتے میں کچھ حضر میں سفر میں گھر میں مسجد میں جہاد میں یہ خصوصیت و فضیلت صرف اسی سورۃ کو ملی دوم یہ کہ اس سورۃ پاک میں شریعت طریقت اور قانون الہیہ کے تمام مضامین موجود ہیں۔ کئی سورتوں کے خصوصی مضامین بھی اس میں موجود ہیں اور مدنی سورتوں کے مضامین بھی۔ مثلاً۔ ایمان، توحید انداز تحویف بعث حشر نشر جزاء قیامت کی ہولناکی۔ شرک بت پرستی کا ذکر یہ کئی مضامین ہیں اسی بنا پر بعض مفسرین نے اس کو مکی سورۃ کہا ہے۔ اور اذن جہاد۔ قوانین حج تذکرہ حدیٰ قربانی تقویٰ۔ اور معاملات، بحث و مباحثہ سے بچنا یہ سب مدنی سورتوں کے مضامین ہیں اسی بنا پر اس کو مدنی سورت کہا گیا ہے غرض کہ یہ سورۃ علم و حکمت کی جامع ہے سوم یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں تہ سجدے ہیں مگر دیگر آیت دوسرے سجدے کو تسلیم نہیں کرتے اس کی وجہ اس آیت کی تفسیر عالمانہ میں بیان کی جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس سورت کے نزول پر صحابہ کرام نے خوشی منائی۔

عملیات۔ عالمین صوفیا فرماتے ہیں کہ رُزنا اس کا وظیفہ ایک دفعہ صبح قبل قرآن فجر اور ایک دفعہ بعد نوافل مغرب تلاوت تو جس مقصد کیلئے دئے وہ گیارہ دن کے اندر اندر پورے ہو جائیں گے اگرچہ دن کا پورا کرے ۲ جو شخص غلاف کعبہ کا ٹکڑا خواہ کتنا ہی بڑا ہو سامنے رکھ کر چالیس دن تین مرتبہ پڑھے اس کو حج مقبول و مبرور نصیب ہوگا جب کشتی پر سوار یا بحری جہاز پر تو تین دفعہ سورۃ حج کی تلاوت کرنا انشاء اللہ تعالیٰ کشتی سلامت رہے۔ اس سورۃ حروف ابجد والے کل اعداد یہ ہیں ۳۸۲۲۲۲۔ اس کا

۷۸۶

تعوید کسی عامل اور متقی باعمل یا شرع یا اجازت سے لکھوا کر اپنے پاس رکھے یا حفاظت تو تمام آفتوں سے بچدہ تعالیٰ محفوظ رہے گا۔ واللہ تعالیٰ و رزوقہ اعلم
تعوید کا نقشہ یہ ہے۔

۱۲۷۲۲۹	۱۲۷۲۲۲	۱۲۷۲۵۱
۱۲۷۲۵۰	۱۲۷۲۲۸	۱۲۷۲۲۶
۱۲۷۲۲۵	۱۲۷۲۵۲	۱۲۷۲۲۷

سُورَةُ الْحَجِّ مَكِّيَّةٌ ثَمَانِ سَبْعُونَ آيَةً وَعَشْرُ رُكُوعَاتٍ

سورۃ حج مدنی ہے اور اس میں اٹھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ساتھ نام . اللہ کے جو بخشنے والا ہے رحم کرنے والا ہے

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ

اے انسانو خوف رکھو تم اپنے پروردگار کا، بے شک آخرت کا بھونچال

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو . بے شک قیامت کا زلزلہ

السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرْوُنَهَا

بہت بڑا حادثہ ہے . اُس دن میں دیکھو گے تم اس سب ملامت کو

بڑی سخت چیز ہے . جس دن تم اُسے دیکھو گے

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ

کہ مارے وحشت کے بھول جائیگی ہر دودھ پلانے والی اُس کو جسے دودھ پلاتی ہو

ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کہ بھول جائے گی

وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى

اور پھینک دے گی ہر حمل والی اپنے حمل کو اور آپ دیکھو گے

اور ہر گاہنی اپنا گاجہ ڈھلے گی اور تو

النَّاسُ سُكْرٰی وَمَا هُمْ بِسُكْرٰی وَلٰكِنْ

لوگوں کو نشہ چڑھا ہوا حالانکہ وہ نشہ چڑھے نہ ہوں گے اور لیکن
لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور نشہ میں نہ ہوں گے مگر ہے

عَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ ۲۶ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ

اللہ کا عذاب ہی سخت ہوگا۔ اور لوگوں میں سے ایک شخص ہے جو بحث کرتا پھر تاہے
یہ کہ اللہ کی مار کڑی ہے۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں

فِي اللَّهِ يَغْيِرُ عَلَيْهِ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ فَرِيدٍ ۲۷

اللہ کے بارے میں جہالت سے اور اتباع کرتا ہے ہر شیطان ننگے بے غیرت کی
اللہ کے معاملے میں جھگڑتے ہیں بے جانے بوجھے اور ہر رکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں

تعلقات | اس سورۃ حج کا پھلی سورۃ الانبیاء سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پھلی سورۃ
میں تقریباً اُن تمام انبیاء کرام کا ذکر خیر فرمایا گیا جو آج دنیا علم و معرفت
میں پہچانے جاتے ہیں اس ہی مناسبت سے سورۃ حج میں ایک ایسے عمل کا ذکر فرمایا جا
رہا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عبادت میں ایک ہی طریقے پر شامل رہا۔ وہ عبادت حج ہے
اس مناسبت سے سورۃ انبیاء کے بعد سورۃ حج کی ترتیب بہت موزوں و درست ہے
دوسرا تعلق۔ اس سورۃ حج میں سات چیزیں ذرا تفصیل سے بیان فرمائی گئیں ۱۔ ایمان
۲۔ توحید ۳۔ انذار ۴۔ تحویف ۵۔ قیامت ۶۔ حشر ۷۔ جزا سزا ۸۔ قیامت کے
مشاہدات و حالات اور ہولناکی وغیرہ۔ تقریباً یہ ہی سات چیزیں سورۃ انبیاء میں اختصار
سے بیان فرمائی گئیں اس لیے سورۃ انبیاء کے اختصار ہی مضامین کے بعد سورۃ حج کے
تفصیلی مضامین کے لیے اس سورۃ انبیاء کے بعد اس سورۃ حج کا ہونا نہایت مناسب

و درست ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی سورۃ انبیاء میں انبیاء کرام کا طریقہ و سلطنت اور حکومت و بادشاہت نبی عدل و انصاف کے فیصلے کرنے کے اصول و ضوابط بیان فرمائے گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسولان کرام نے دنیا جہان میں کس طرح نیکی اور عدل انصاف اور نازیں عبادتیں قائم فرمائیں۔ اب اس سورۃ الحج میں انبیاء کرام علیہم السلام کے امتیازوں و علاموں کا ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو کسی ملک کی بادشاہی عطا فرماتا ہے تو وہ وہی اپنی سلطنت میں نماز و عبادت الہیہ اور شریعت نبویہ علیہم السلام کو جاری کرتے ہیں اور یہی حقیقی عدل و انصاف ہے انبیاء کرام کی سلطنت اور فیصلے کا ذکر بھی اس سورۃ انبیاء کے چھٹے رکوع میں ہوا اور نیک لوگوں کی بادشاہت و عدل و انصاف کا ذکر بھی سورۃ حج کے چھٹے رکوع میں ہوا۔ حسن اتفاق آج مورخہ ۷/۱۱/۹۰ بروز بدھ کو جب میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں تو جنگ اخبار لندن کی خبر ہے کہ پاکستان میں اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ نواز شریف کو پاکستان کا ذریعہ اعظم بنا دیا گیا ہے خدا تعالیٰ یہ حکومت قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہو اخبار میں یہ بھی لکھا ہے کہ قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس سورۃ حج کی انہی آیت کی تلاوت سے شروع ہوا سنا ہے کہ اسمبلی میں تلاوت کی عادت صدر ضیاء الحق مرحوم نے ڈال تھی اللہ و رسولہ اعلم خدا تعالیٰ پاکستان کی اس حکومت کو سچی ہدایت اور نیک راہوں سے نوازے۔

شان نزول سردارانِ مکہ میں سے ایک شخص نصر بن حارث بہت جھگڑا لو کہ بخشی کر نوالا منکرینِ قیامت میں سے تھا۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتا تھا اور قرآن مجید کو پہلوں کے آفتابوں کی مانند کہتا تھا۔ مغرور اور احمق جاہل تھا۔ اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان آیت و تاویلات خزان و امام سیوطی، نزول۔ سورۃ حج اپنے نزول کے اعتبار سے بارہ حصوں میں ہے۔ یہ کئی بھی مدنی بھی سفری حضرت نبی بھی نہایت بھی اس کی آیت پچھ جنگ و جہاد میں بھی نازل ہوئی شرمناک امن میں بھی۔ اس کی چند آیت ناسخ بھی ہیں اور چند منسوخ بھی کچھ آیت حکم ہیں کچھ مستشابہ اس لحاظ سے یہ سورۃ عجیب تر ہے (تفسیر صاوی) گویا حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع کلمات آپ کا قرآن جامع کلمات اور یہ سورت جامع نزولات ہے خیال ہے کہ سورتوں آیتوں کے شان نزول اور نزول میں یہ فرق ہے کہ کیوں نازل ہوئی یہ شان نزول اور کب اور کہاں نازل ہوئی یہ نزول ہے۔

تفسیر نحوی: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ

شَیْءٌ عَظِيمٌ۔ یا حُرِّفَ نَدَاءُ اِیُّ اِسْمٍ مَوْحُولٍ نَدَّرَ ہے اِس کا مَوْنُث ہے اَیَّةُ نکرہ
اعرابی ہے ر یعنی ہر اعراب ظاہر ہے، اگر منادی معرف باللام ہو تو نَدَّی و منادی کے
درمیان فاصلہ کرنے کے لیے آتا ہے تاکہ حرفِ ندا مکمل بامد قائم رہے اِس کے ساتھ صا
حرفِ تنبیہ ضرور ہوتا ہے اگر ندا شروع کلام میں ہو تو حرفِ ندا ظاہر ہوتا ہے جیسے یاں
اگر ندا غیر درمیان کلام ہو تو حرفِ ندا حذف کر دیا جاتا ہے جیسے اَسَدَامٌ عَلِیْدٌ
اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ اِیُّ کے ساتھ حرفِ ندا صرف یا ندا میہ ہوتا ہے۔ اَیُّا صِیَّا اِیُّ و ہمزہ مفتوحہ
نہیں آ سکتے منادی مَوْنُث کے لیے اَیُّھا آتا ہے۔ اَلنَّاسُ اِسْمٌ مَعْرُوفٌ بِاللَّامِ جُثْیَ لَامِ
شروع کلام کے لیے ہے اِس کو اَنَّا سُّ بھی کہا جاتا ہے تُو سُّ سے بنا یا گیا بمعنی حرکت
کرنا اچھل کود کرنا تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اچھل کود انسان کرتا ہے اِس لیے
یہ نام دیا گیا ایک قول میں یہ اِنْسُ یا اِنْسَانُ کی جمع ہے منادی معرف باللام ہے
اَلْقَوُا بَابَ اِفْتِخَالٍ مَرَّضٌ مَعْرُوفٌ جَمْعٌ نَدَّرَ حَاضِرٌ بِکُمْ مَرْکَبٌ اَصْنَانِی مَفْعُولٌ بِہِ اِس کا
فعل پوشیدہ فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ تعلیہ انشائیہ ہو کر جوابِ ندا سب مل کر
جملہ ندا میہ ہوا۔ اِنَّ حرفِ مشبہ زلزلة اِسْمٌ حَاصِلٌ مَصْدَرٌ جَا مِدِّ مَضَاعِفٌ رَبَّامِی مادہ ہے
بمعنی زمین کا ہلنا بھونچال آنا مضاف ہے اِف لام عید خارجی سَاعَتِ اِسْمٌ مَفْرُودٌ مَوْنُثٌ بمعنی وقت
مراد ہے قیامت مضاف الیہ یہ مرکب اضافی اِسْمٌ ہے اِنَّ کاشی اِسْمٌ مَفْرُودٌ نکرہ بمعنی چیز موصوف
ہے عَظِیْمٌ اِسْمٌ بِاَلْقَابِ کَرُمٌ کا اِسْمٌ فاعل صفت مشبہ اِس کی جمع اشتقاقی عَظِیْمِیْنَ عَظِیْمُوْنَ
ہے اور اِس کی جمع علی وصفاتی عَظْمَاءُ ہے بمعنی بہت بڑا صفت ہے یہ مرکب ترمیمی
خبر ان سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَدْخُلُ کُلُّ مَرْضُوعَةٍ حَمْلًا اَرْضَعَتْ
و تَسْتَمُّ کُلُّ ذَاتٍ حَمْلٍ حَمْلًا وَ تَدْنٰی النَّاسُ سُکْرٰی و مَا اُھْمُ بِلْکَرٰی
و کَلِمَتٌ عَذَابُ اللّٰہِ شَدِیدٌ۔ یَوْمَ اِسْمٌ مَفْرُودٌ جَا مِدِّ بمعنی دن مراد ہے زلزے کا وقت
یظہر زمرانی مقدم ہے تَرَوْنَ بَابِ قَرَبٍ مَضَارِعٌ مُسْتَقْبَلٌ مُثَبَّتٌ مَعْرُوفٌ جَمْعٌ نَدَّرَ
حاضر رآئی سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا محسوس کرنا اِس کا فاعل ضمیر صیغہ مخاطب ہیں یعنی
عام لوگ صامیر منصوب متصل مفعول فیہ ہے مرجع ہے یَوْمَ تَدْخُلُ بَابِ فَتْحٌ کَا مَضَارِعٌ
مُسْتَقْبَلٌ وَ اَحَدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ دَخَلَ سے بنا ہے بمعنی شدت و وحشت کی بنا پر بھول جاتا
ہو شش نہ رہنا۔ ذہن سے اتر جانا کُلُّ اِسْمٌ کُلُّی تاکیدی مضاف ہے مَرْضُوعَةٍ بَابِ

افعال کا اسم فاعل واحد مؤنث غائب رُفِعَ سے مشتق ہے بمعنی اپنا دودھ پلانا اپنے چستان سے
 مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی فاعل ہے غامض میں غن کا ہے عن حرف جر کا اسم موصول
 اُرْفَعَتْ باب افعال کا ماضی مطلق بمعنی مستقبل یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر ملہ ہے ما کا
 موصول ملہ مل کر مجرور ہے عن سے جار مجرور متعلق ہے تَنْذِیْلُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو
 کر معطوف علیہ واو عاطفہ تَنْضِیْعُ باب نفع کا مضارع مستقبل واحد مؤنث غائب وَفُیْعَ سے بنا
 ہے بمعنی رکھنا انا جتنا حمل پھینکنا یہاں اسی معنی میں ہے کل مضاف ذات اسماء مستثنیہ
 بیم سے ذُو کا مؤنث واحد ہے اس کی جمع ہے ذوات واحد مذکر ذُو کی جمع ہے ذُو
 اس کا اعراب ذُو مذکر سے مختلف ہوتا ہے بمعنی والی مضاف ہے تَحْلُ اسم مفرد تکرہ بمعنی
 برہمہ مراد ہے پیٹ کا بچہ انسان یا حیوان۔ مضاف الیہ ہے یہ ذیل مرکب اضافی فاعل
 ہے تَنْضِیْعُ کا تَحْلُ مرکب اضافی ترجمہ ہے اپنا حمل۔ مفعول بہ ہے تَنْضِیْعُ کا سب مل کر
 جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے تَنْذِیْلُ کے جملے پر دونوں مل کر مفعول بہ ہے تَرْوَن کا یہ فعل
 اپنے ضمیر صبیغہ فاعل ظرف مقدم مفعول فیہ اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واو سر جملہ
 تَرْوَن باب نفع کا فعل مضارع مستقبل واحد مذکر حاضر اس میں اُنْتُ پر شیدہ ضمیر صبیغہ
 اس کا فاعل ہے ہر مخاطب انسان یا خود نبی کریم آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انسان
 اسم جمع جنسی مفعول بہ ہے اس کی مزید تَرْوَن ہیں مَبْرُی الناس ترجمہ۔ بچھے جائیں گے لوگ
 مَبْرُی الناس ترجمہ ہے دکھائے جائیں گے لوگ انسان مفعول بہ اِزَال ہے سُکْرٰی اسم جمع
 مکرر ہے سَاکِرٌ یا سُکْرٌ اسم فاعل یا صفت مشبہ برون فعل کی۔ ایک تَرْوَن میں سُکْرٰی
 ہے یہ مؤنث جمع ہے اس کا جمع مذکر سُکْرٌ ہے سُکْرٌ سے مشتق ہے بمعنی نشہ میں لازم
 ہے سُکْرٰی کا آخری الف علامت ثانیث الف ممدودہ ہے بشکل مقصورہ ایک قول
 میں الف مقصورہ ہے برون عَجَائِی جُبَارِی گُبَارِی کُتَالِ۔ یہ مفعول بہ دوم تَرْوَن واو عاطفہ
 ما حرف تانیہ مشبہ بلیث ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع متصل اسم ہے مَآ نَافِیہ کا اس کا
 مرجع اَنْتَ ہے ب جارہ زائدہ سُکْرٰی مجرور متعلق ہے کَآ نَافِیہ ضمیر اسم فاعل تاتمہ کا یہ
 اسم فاعل با فاعل اور اپنے اس متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مَآ نَافِیہ کی یہ سب
 جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے اَنْتَ۔ واو عاطفہ ایک قول میں اُکلی عبارت معطوف نہیں اور یہ
 واو زائدہ تاکید کے لیے ہے لکن حرف مشبہ بمعنی لکن فَرَابِ اللہ مرکب اضافی اس کا

اسم شدید صفت مشبہ برائے مبالغہ بر وزن فعیل اس کی خبر ہے لیکن سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف استدراک کی ہے مآ حصر بکرای ہر دونوں عطف مل کر حال ہوا لئان کا دونوں ملکر مفعول پہ تری سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا
وَمِنَ النَّاسِ مَن يَجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ۔ واوہر جملہ بن تبصیہ یعنی سب نہیں بلکہ کچھ مراد ہے (ایک آدمی) الناس اسم جمع۔ لفظاً واحد معاً جمع یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ موجود اسم مفعول کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا ہے من اسم موصول مجادل باب معاملة فعل مضارع حال واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے مجادلۃ بمعنی بحث کرنا جھگڑا کرنا یہ مصدر اپنے اصل معنی میں ہے یعنی کسی سے بحث کرنا (دو طرفہ) جدل سے بنا ہے اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر ہے اس کا مرجع من ہے فی اللہ یہ جار مجرور متعلق اول ہے بغیر علم یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق دوم ہے مجادل کا یہ سب فعل فاعل اور دونوں متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ یتبع باب افتعال کا فعل مضارع حال مصدر ہے اتباع بمعنی انقیاد قدم پر چلنا پیروی کرنا اتباع سے بنا ہے بمعنی فرماں برداری کرنا ہر حکم ماننا کسی کا ہو رہنا، یہاں یہی معنی ہیں اس کا فاعل بھی ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع من ہے کل اسم تاکید کی گئی مضاف ہے شیطان اسم مفرد مذکر مراد ابلیس موصوف ہے مرید باب گرم کا اسم فاعل صفت مشبہ بر وزن فعیل مرڈ سے مشتق ہے بمعنی اپنے لباس سے خالی ہونا یعنی تنگ ہونا مراد ہے نیکی بھلائی تقویٰ طہارت سے خالی ہونا، تقویٰ ہی ایمانی روحانی لباس ہے۔ یہ صفت ہے شیطان کی دونوں مل کر مضاف الیہ کل کا یہ مرکب اضافی مفعول پہے یتبع کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے مجادل کے جملے پر دونوں عطف مل کر صلہ ہوا سن کا دونوں مل کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

دُنیا بھر کے ناسیامت انسانوں سب ہر وقت زندگی کے ہر حال ہر زمانے میں اپنے آپ اپنے رب تعالیٰ کی ہیبت و خشیت قائم رکھنا کہ تمہاری عقل روشن دماغ تازہ اور دل بیدار رہے اور عقل و قلب روشن و بیدار سے قیامت کا تصور کر سکو۔ اور ہر گندگی بری چیز سے پرہیز گار بن کر شقی پاکیزہ لائق بارگاہ قابل امن و عافیت بنے رہو اس لیے کہ اِنَّ الْمُسْلِمِينَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (سورۃ دخان آیت ۱۷) بے شک صرف شقی لوگ ہی عذاب و عتاب قہر مبالغہ غضب و غصہ کی مصیبتوں اور قیامت کی بڑی چھوٹی گھبراہٹ سے امن کے مقام میں رہتے اور بچنے والے ہیں ورنہ یاد رکھو کہ اِنَّ زُلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ بے شک قیامت میں ہونے والا زلزلہ تمہارے وہم و گمان تصور و تخیل سے بھی بہت بڑا دھشت ناک اور خطرناک ہے پوری زمین اور زمین کی تمام اشیاء نباتاتی جماداتی حیواناتی کو بار بار ہلکا کر رکھ دینے والا اس زلزلے سے کبھی تو زمین بچوے کھاتی کشتی کی طرح ڈگدگائیگی جسے پانی کے تھپڑے جھجھکے

دکھیں اور کبھی ٹکی ہوئی اس لاشین کی طرح جھوٹے گی جسے طوفانی آندھی کی ہوائیں جھلاتی ہیں اور اس کی ٹوکھڑ بھڑاتی
 ہیں تفسیر صاوی نے فرمایا کہ حدیث پاک نے اس وقت زمین کی یہ ہی دو حالتیں بیان فرمائیں اس زلزلے کی وحشت کی
 کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَدُحَلُّ کُلُّ مَرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ۔ اُس وحشتناک دن
 میں تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے جو اس وقت زندہ موجود ہو گئے کہ وہ ماں کی مانتا اور شفقت والدہ جو اپنے
 شیر خوار بچے کی خاطر بڑے سے بڑے دشمن ہلاک کرنے والے درندے کے سامنے سینہ سپر ہونے سے
 نہیں گھبراتی بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرا جاتی ہے، کمزور مرغی اپنے بچوں کو بچانے کے لیے چیل پر اور بلی پر بھینس شیر
 بدہرنی چیتے پر بکری بھیرے پر حملہ آور ہو جاتی ہے، عورت اپنے بچے کو بچانے کے لیے جلتے گھر میں داخل ہو
 جاتی ہے۔ مگر اُس دن قیامت کے زلزلے میں غرہراہٹ کی مدہوشی کی ماری ہر والدہ اپنے دودھ پیتے ہوئے
 بچے کو دودھ پلانا بھول جائیگی اور چھوڑ بھاگے گی اور اُس سے بھی زیادہ ہولناکی کا مظاہرہ یہ ہوگا کہ وَتَفْصَعُ کُلُّ
 فَاةٍ حَمْلًا حَمْلَهَا۔ صرف ظاہری حالت اور قلبی کیفیت پر ہی اس زلزلے کی وحشت و ہیبت نہ ہوگی
 بلکہ ہر ایک کا باطن بھی پھٹنے لگے گا دل گردے کٹتے پتے پگھلے محسوس ہوں گے حواس و ہوائیاں خوف سے اُڑنے
 لگیں گی کیلجے پھٹنے لگیں گے زخم گھبراہٹ سے ڈھیلے پڑ جائیں گے اور ہر حمل والی اپنے بچے حمل ہی چھینک دیگی
 یعنی زلزلے کا ظاہری اثر فعل بے فِطام اور باطنی اثر حمل ناتمام ہوگا یہ تو عورتوں کا حالی ہوگا جو اُس وقت کے موجود
 لوگوں کو دیکھو گے۔ لیکن اُس وقت بہادر دلیر پہلوان تمار کو جھکڑا لومرد بھی اس زلزلے میں اپنے ہواش و حواس
 کھو بیٹھیں گے۔ وَتَنَادَى النَّاسُ سُكَّارًا وَمُاهُجِرًا لِّسْكَارٍ وَلَکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ مُّزِيدٌ
 اے محبوب تم خود اپنی نگاہوں سے اُس دن بڑے بڑے شہر و مردوں کو دیکھو گے کہ گرتے پڑتے بھٹکتے ہکتے
 پھر رہے ہیں ان کے ظاہری پاگل پنے کی کیفیت نشے والی لگے گی، حالانکہ وہ نشے والے نہ ہوں گے۔ خیال
 ہے کہ شراب کے نشے سے دو کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ باطن میں سرور ظاہر میں فتور، مگر زلزلہ قیامت کا
 سُکر اس قسم کا ہوگا کہ باطن سرور میں نہ ظاہر غرور میں بلکہ باطن میں بھی اضطراب و فتور اور ہلاکت خیز ہلچل مچی ہو
 گی، مگر مشاہدہ ظاہر کا ہوگا اور اندازہ باطن کا لگ جائے گا۔ یہ اُن مردوں کا حال ہوگا جن کو اپنی جوانی دلیری
 جنگجوی اور مہمت مردانگی حوصلہ مندی پر بڑا ناز ہوتا ہے۔ اور بڑی سے بڑی گھن گرج کڑک پیچ چنگھاڑ،
 دھماکوں، زمین کے عام زلزلوں، گولیوں کی بوچھاڑ سے خوف زدہ اور متاثر نہیں ہوتے، مگر قیامت کا
 زلزلہ اُن کی بھی سب مردانگی بھٹم کر دے گا۔ اس کی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا وہ عذاب ہی اتنا شدید ہوگا کہ کوئی
 بڑے سے بڑا دل گردے والا بھی اُس کو برداشت نہ کر سکے گا اگر اُس وقت موت آنی ہوتی تو سب
 جاندار مر جاتے مگر فیصلہ قدرت الہیہ کی وجہ سے باوجود سخت آذیت اور توڑ پھوڑ کے کوئی بھی مرے گا نہیں

اس زلزلے کو دوجہ سے عذاب فرمایا گیا، ایک یہ کہ وہ زلزلہ شدتِ اذیت میں مثل عذاب ہوگا، دوم یہ کہ اُس وقت دنیا میں کوئی مومن مسلمان نہ ہوگا، سب بدکار، شریر، سرکش کافر ہی ہوں گے ایسے لوگوں پر ہی قیامت قائم ہوگی چنانچہ حدیثِ مقدس کا ارشاد ہے۔ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى أَشْدَّاءِ الْخَلْقِ۔ اور کفار کی ہر نراؤ اذیتِ غیبیہ کو عذاب ہی کہا جاتا ہے ذبیوی ہو یا اخروی خواہ اُس سے کوئی مرے یا نہ مرے صرف ذلیں ہو۔ نیز لغوی اعتبار سے ہر تکلیف کو عذاب کہہ دیا جاتا ہے۔ یہ زلزلہ قیامت کی ابتدا کا پہلا عذاب ہے آگے تو اس سے بھی بڑے بڑے عذاب ہیں، اے منکرین قیامت جب ہی تم سے برداشت نہ ہو سکے گا اور گرنے پھرو گے تو قبر و حشرِ جہنم و صراط کے عذابِ الیم کو کیسے جھیل سکو گے۔ آج تو بار بار سمجھانے کے بھی بڑی اکڑ و غرور سے انکار کرتے پھرتے ہو۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ۔ اور لوگوں میں سے کچھ لوگ تو ایسے مندی اور جاہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اور اُس کی ہر قدرت کے انکار میں بغیر علم کے جھگڑے کئے ہی جاتے ہیں کبھی مکر و دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کبھی قیامت قائم ہونے حشر و نشر کا انکار۔ علاماتِ قیامت زلزلہ ساعتِ حشر کے حساب و کتاب جنت و دوزخ ہر ایک کے وجود کے منکر ہر قدرت و حقیقت کے کافر، ان جیسے ہی یہودہ لوگوں نے بھی لغو عقیدے بنائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں یہ عقیدہ اس وجہ سے بنایا کہ فرشتے عام انسانوں کو نظر نہیں آتے تو گویا وہ پردہ نشین ہیں چھپی رہتی ہیں یہ عقیدہ انتہا کی حماقت ہے اور پھر ایمان۔ اخلاقِ عاداتِ اعمالِ اقوال، کردارِ خصلتِ کسی چیز میں بھی امتیازِ کرامِ علیہم السلام کی اتباع نہیں کرتے لیکن اتباع کرتے ہیں تو اُس شیطان کی جو ہر اچھائی سے عاری ہر برائی میں سنگا، اور ظاہر ظہور بے غیرت ہے خیال رہے کہ قیامت کی ابتدا نَفْخَةُ اَوَّل سے ہوگی اور انتہا پُلْطَرِاط پر پہنچنے سے چنانچہ سورۃ الْحَاقَّة میں ہے تَارَہِ اِیْمِنْ اِرْشَادِ بَارِی تَعَالٰی ہے۔ فَاِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَ اَحَدًا وَ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّتًا وَ اَحَدًا فِیَوْمَ مَضَتْ الْوَاقِعَةُ۔ ابتدا و قیامت میں چھ کام ہوں گے پہلا کام نَفْخَةُ فَرْعِ اکبر دوم دوسرا نَفْخَةُ صَعْقِ یعنی تمام جاندار بیہوش یہاں تک کہ قبر والے بھی اور عذابِ قبر بند ہو جائے گا سوم۔ تیسرا نَفْخَةُ قِیَامِ یعنی تین بار صور پھونکا جائے گا۔ چہارم میدانِ حشر میں جمع ہونا پنجم حساب و کتاب اور فیصلہ الہیہ ششم شفاعتِ گہری و صغریٰ اور پھر پُلْطَرِاط کی طرف سب کی روانگی اس کے بعد قیامت ختم پُلْطَرِاط پر گزرتا شروع پھر ضحیٰ جنت میں۔ یا اللہ مجھ کو اور میری اولاد اور میرے تمام محبوبوں پیاروں کو اپنے کرم سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ ان ہی میں شامل فرما۔ اور جہنمی جہنم میں کچھ سزا کے لیے کچھ رہائشی عذاب کے لیے۔ اَللّٰهُمَّ وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

روایات سے ثابت ہے کہ نفخہ فزع کے بعد سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ نفخہ فزع سے پہلے جو کچھ عجائبات سے ہوگا وہ قیامت نہیں بلکہ علامات قیامت ہوں گی جن میں دس علامات بڑی بڑی ہیں، جن کا ذکر گزر گیا۔ حدیث پاک کی عبارت اور آیت پاک کی اشارت میں ان تین نفخوں کا ذکر ہی ملتا ہے، چنانچہ سورۃ نمل آیت ۲۸ میں ارشاد ہے۔ وَكُوفُوا فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ عِلْمٍ مِنْ دُونِ ذَلِكَ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ یعنی جب دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو بیہوشی میں فنا ہو جائیں گے وہ سب بندے جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب جو زمین میں ہیں سوائے اُن کے جن کو اللہ تعالیٰ نے چاہ لیا وہ بچے رہیں گے، تیسرے نفخے کا ذکر اسی سورۃ زمر کی اسی آیت میں آگے ارشاد ہے ثُمَّ يُفْخَخُ بِهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ یعنی پھر جب آخری بار اُس میں پھونکا جائے گا تو سب لوگ جن ملک انسان دوبارہ پیدا ہو کر کھڑے ہو جائیں گے شدت کے انتظار میں ہر طرف دیکھیں گے اسی تیسرے اور آخری نفخہ سور کا ذکر سورۃ یس آیت ۲۸ میں اس طرح ہے وَ يُفْخَخُ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ یعنی جب آخری بار صور میں پھونکا جائے گا تو ایک دم سب انسان اپنی اپنی قبروں سے پیدا ہو کر اپنے رب تعالیٰ کی طرف بھاگ پڑیں گے۔ اور اسی تیسری بار صور پھونکنے کا ذکر سورۃ مومن کی آیت ۲۸ میں اس طرح ہے فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ خَلَّ الْأَنْصَابُ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ یعنی جس دن قیام قیامت کا صور پھونکا جائے گا اُس دن نہ کوئی رشتے دار یاں ہوں گی اُن لوگوں کے درمیان اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

حکایت سورۃ حج کی پہلی یہ دو آیتیں غزوہ بنی مصطلق میں دوران سفر نازل ہوئیں واپس آتے ہوئے پندرہویں روز یکے رات کے وقت۔ اور جب اسی رات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو سنائیں تو تمام صحابہ پر قیامت کا اتنا خوف طاری ہوا کہ ساری رات غمگین اور متفکر اور کچھ لوگ روتے رہے صبح کو اسی غم سے نڈھال نہ کسی نے کھانے کا انتظام کیا نہ چلتے کی تیاری نہ چولہا جلایا تب آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمام کو جمع فرمایا اور پوچھا کہ بتاؤ وہ دن کیا ہوگا صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول ہی بہتر جانتے ہیں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اُس دن رب تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے آدم اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کو علیحدہ کرو اور جنت کا حصہ علیحدہ کرو آدم علیہ السلام عرض کریں گے مولیٰ جہنم کا حصہ کتنا ہے۔ جواب آئے گا کہ ہزار میں نو سو تینانوے جہنمی ہیں ایک جنتی، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نے عرض کیا پھر نجات تو بہت مشکل ہے اس پر آقا کا ثبات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام کفار اور
 یاجوج و ماجوج ملا کر اہل ایمان کے مقابل وہ نو سو نیا نو سو ہی بنتے ہیں اور مومن ہزاروں حصہ بنتے ہیں، پھر
 ارشاد مقدس و معطر فرمایا کہ قیامت میں جتنی لوگوں کی ایک سو اسیں صفیں ہوں گی جن میں میری امت کی اتنی صفیں
 ہوں گی اس طرح اہل جنت میں دو تہائی میری امت اور ایک تہائی باقی امتیں، اس پر صحابہ کرام نے خوش ہو کر
 شکر الہی میں نعرۃ تکبیر بلند فرمایا راز مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۱ تفسیر صاوی، خازن، معانی، سورۃ حج کی ابتدا قیامت
 کے ذکر سے دو وجہ سے ہوئی ایک یہ کہ اس سے پہلے سورۃ انبیاء کی آخری آیت میں قیامت ہی کا ذکر ہوا مگر اجمالاً مثلاً
 مَا تَوْعَدُونَ اور مَتَاعِ اِلٰی حِينٍ اور رِبِّ اَحْكُم بِالْحَقِّ اب یہاں ذرا تفصیل سے ذکر قیامت ہے
 دوسری وجہ سورۃ حج کی آیت ۱۸ میں حج کا ذکر ہے اور حج کا نقشہ بھی نقشۂ قیامت کا مختصر نمونہ پیش کرتا
 ہے، خیال رہے کہ وہ کیفیت صفات جو صرف عورت کو لاحق ہوتی ہیں اس میں عورت کے لیے مذکر لفظ بھی استعمال
 ہو سکتے ہیں اور مؤنث بھی جیسے، حیض، نفاس، حمل، طلاق، رضاعت وغیرہ مگر فرق یہ ہوگا کہ اگر مؤنث لفظ
 استعمال کیا گیا تو مراد ہوتا ہے بالفعل وہ حالت ہے اور اگر مذکر لفظ استعمال کیا گیا تو مراد ہوتا ہے بالقوۃ
 وہ اس کیفیت کے قابل ہے۔ مثلاً حائضہ اُس وقت کہ بجائے گا جب حیض آ رہا ہو اور حائضہ اس عورت کو کہا
 جائے گا جس میں حیض آئیگی طاقت اور صحت، نو پچھنے یا بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے حیض بند اور ختم نہ ہو گئے
 ہوں، اسی طرح حاملہ حمل والی اور حامل قابل حمل، نافرہ نفاس والی اور نافرہ قابل نفاس۔ مطلقہ جس کو طلاق ہو
 چکی ہو اور مطلق قابل طلاق یعنی خاوند والی، اسی طرح مرضعہ وہ عورت جو شیر پچھ کو دودھ پلا رہی ہو، اور مرضع
 دودھ والی عورت یہاں مرضعۃ اسی بتانے کے لیے ارشاد ہوا کہ مائیں ززلہ قیامت کی ہیبت اس شہت کی
 محسوس کرنیکی کہ دودھ پیتے ہوئے بچوں سے دودھ چھڑا کر بھاگ جائیں گی ایسی دودھ پیتی حالت میں بچوں کو
 چھوڑ بھاگنا ماؤں کی شفقت ماما کے لیے بہت مشکل ہے یہ بھاگنا اپنی جان بچانے کے لیے نہ ہوگا بلکہ دہشت
 سے مانع چل جائیں گے، ذَاتِ خَلٍّ کا معنی حمل کچا نہ ہوگا بلکہ مکمل بن جائیو والا بے جان حمل پختہ ہونے کے باوجود
 نکل پڑے گا یہ بھی اُس وقت کی سخت دہشت کے اُس اثر کی طرف اشارہ ہے جو ہر انسان کے باطنی جسم پر پڑیگا
 اس لیے کہ اس پختگی میں حمل نہیں گرتا حمل کی چھ حالتیں ہوتی ہیں۔ پہلی نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر عظاما پھر لحا
 پھر مکمل جسم و اعضا اس کے بعد جان پڑتی ہے چار یا چھ ماہ بعد۔ پہلی حالت کا حمل معمولی اچھل کود سے
 گرجاتا ہے، دوسری حالت کا حمل اچھل کود سے نہیں گرتا ہاں گرم تاثیر کی دواٹیاں کھانے سے گر جاتا ہے، تیسری
 حالت کا حمل دواٹیوں گولیوں گرم خوراکوں سے بھی نہیں گرتا ہاں اٹھرا کی بیماری یا پرجیوی اور جادو وغیرہ کے
 عملیات و نحو یذات سے گر جاتا ہے یہ جنات کی شرارت ہوتی ہے، چوتھی حالت کا حمل بیماری اور جادو سے

بھی نہیں گرتا ہاں البتہ کسی وحشتناک خبر یا انتہائی غم پڑنے سے گر جاتا ہے مگر پانچویں اور چھٹی حالت کا حمل اس کیفیت سے بھی نہیں گرتا، اگر نکالتا پڑے بھی تو بہت دشواری یا چھوٹے بڑے آپریشن سے ہی نکالا جاسکتا ہے ان چھ حالتوں میں سے کسی بھی حالت کا حمل ہو تو والدہ کو حاملہ کہا جاتا ہے مگر جب پانچویں یا چھٹی حالت کا حمل ہو جائے تو والدہ کو ذاتِ حمل بھی کہا جاتا ہے اس وقت بچہ سخت اور بچہ دانی بھر کر رحم مضبوط ہو جاتا ہے رحم کا منہ چھوٹا ہونے کا وجہ سے حمل گر نیکا کوئی اندیشہ نہیں رہتا لیکن قیامت کے اس زلزلے کی شدت اتنی کرخت ہوگی کہ حمل والیاں اپنے اس مضبوط حالت پر پہنچے ہوئے حمل کو بھی نہ روک سکیں گی اور سخت شدہ رحم بھی سبزہ بر اندامی جہاں گرازی کی وجہ سے ڈھیلے پڑ جائیں گے اور منہ کھل جائیں گے حمل گر جائیں گے ذاتِ حمل فنا کر شدہ زلزلہ کی کرختگی بتائی گئی، ٹھکانے کے نزدیک رحم کے بوجھ کو تحمل فتح اور زبر سے پیٹھ کے بوجھ کو حمل کسر سے اور زبر سے کہا جاتا ہے۔ زلزلہ ارض کے اسباب۔ زمین کے عام زلزلوں کے متعلق سائنسدانوں کے تو قول ہیں ایک یہ کہ زمین کے اندر جس جگہ آتشی گیس زیادہ مقدار میں جمع ہو جاتی ہے وہ جگہ گیس کی شدت کی وجہ سے پھڑ پھڑاتی ہے اور اس وقت تک پھڑ پھڑاتی رہتی ہے جب تک گیس زمین کے دوسرے حصوں میں ادھر ادھر بکھر کر حسب ضرورت نہ رہ جائے اس پھڑ پھڑاہٹ کی وجہ سے اتنے جھٹے میں زلزلہ محسوس ہوتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے انسانی حیوانی جسم میں جب کسی جگہ اندرونی ہوا جمع ہو جائے تو جسم کا وہ حصہ پھڑ پھڑاتا ہے جس کو ہم آنکھ ناک کان یا بازو اور کندھے کا گوشت پھڑکنا کہہ دیتے ہیں۔ دوم یہ کہ جب اور جس جگہ زمین کی اندرونی آتش فشاں پھٹتی ہے تو دھمک سے زمین زلزلہ مچتی ہے ایسے زلزلے وہاں زیادہ آتے ہیں جہاں آتش فشاں پہاڑ ہوں۔ سوم یہ کہ قدرتِ الہی سے زمین کا اندرونی حصہ گرم رکھنے کے لیے بارود، گندھک، پٹاس کے ذخیرے زمین کے اندر پیدا کئے گئے ہیں، جب کبھی ان کی گرمی حدِ ضرورت سے زیادہ ہو جاتی ہے تو زمین میں پسینہ پیدا ہوتا ہے اس پسینے سے زمین کو جھرجھری آتی ہے اور مسامات کے ذریعے گرم پانی باہر نکلتا جس سے گرمی کم ہو کر ضرورت کے مطابق رہ جاتی ہے اس جھرجھری سے زمین شل کشتی ہچکولے کھاتی ہے جس کو زلزلہ کہہ دیا جاتا ہے چہاں یہ کہ جب بڑے پہاڑ اندرونی یا بیرونی طور پر پھٹتے ہیں تو ان کی تمام جڑوں میں دھمک پیدا ہوتی ہے اور جہاں تک وہ جڑیں پھیلی ہوں وہاں تک کی زمین کانپ جاتی ہے اس کو بھی زلزلہ کہا جاتا ہے پنجم یہ کہ جب سمندر میں اُبال آتا ہے تو اس کے طوفانی اثرات کناروں تک پہنچتے ہیں تو جن شہروں یا علاقوں میں سمندری ساحل ہیں وہاں کی زمین میں ہلچل پیدا ہو جاتی ہے یہ سب سے ہلکا زلزلہ ہوتا ہے اس کے علاوہ زلزلے

کی سختی زلزلے کے مرکزی مقام کے قریب و بعید ہونے کے اعتبار سے ہوتی ہے، ہشتم، فلاسفہ کہتے ہیں کہ جب زمین کے کسی ایک طبقے میں ارتعاش پیدا ہو تو زلزلہ آتا ہے، ارتعاش شدید زلزلے کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور زمین کو زلزلہ قدرتی طاقتوں کی وجہ سے، اور زمین وجہ سے ان طاقتوں کا ظہور ہوتا ہے، ایک یہ کہ زمین کی گہرائی میں درجہ حرارت بہت زیادہ ہے چونکہ زمین میں دھاتیں ہیں حرارت کی وجہ سے دھاتیں پگھلتی ہیں اور بنی بن کر سرکتی ہیں تو زمین زلزلے سے جس سے ارتعاش اور ارتعاش سے زلزلہ دوسری وجہ، چٹانیں قدرتی دباؤ سے چٹختی اور پھر ٹھٹھکتی ہیں تب زلزلہ پیدا ہوتا ہے جس سے ارتعاش اور پھر زلزلہ، تیسری وجہ یہ کہ زمین میں اُس کے اپنے مسامات سکڑتے اور پھیلنے رہتے ہیں اس سے زمین میں رخنہ اور خلا پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے زلزلہ اور زلزلے سے ارتعاش اور ارتعاش سے زمین جھومتی ہے اس کو بڑا زلزلہ کہتے ہیں۔ زیر زمین چٹانیں کمان کی طرح جھکنے شروع ہو جاتی ہیں۔ اور پھر جھکنے جھکنے ٹوٹ جاتی ہیں تو دھمک سے زلزلہ آتا ہے ہفتم۔ کچھ سائنسدانوں کا قول ہے کہ پوری زمین ہلاک اور ٹکڑیوں کی شکل میں ہے۔ بعض جگہ ساتھ ساتھ اور بعض جگہ اوپر نیچے ان کو طبقاتِ ارض کہا جاتا ہے، ہلاک بعض وقت کسی نامعلوم وجہ سے اوپر نیچے حرکت کرتے ہیں پس رنگ کی طرح تو جس علاقہ میں طبقاتِ ارضی مثل سیسنگ متحرک اور جتنی دیر متحرک ہوں وہاں کی سطح زمین بھی متحرک ہو جاتی ہے اس کو ہلکا زلزلہ کہا جاتا ہے یہ حرکت چند منٹ ہی رہتی۔ بعض جگہ کی زمین اگر نرم ہو تو اس ہلکے زلزلے سے بھی عمارتیں گر جاتی ہیں۔ اصطلاح فلاسفہ میں اس ہلاک کو نقطہ عارض کہا جاتا ہے، اور جس نقطہ میں حرکت پیدا ہوتی ہے اسے نقطہ ماسکہ کہا جاتا ہے، انگلش میں کوئٹس، اور جس طرف سے یہ حرکت شروع ہوتی ہے اس کو عربی میں منبع اور انگلش میں سینٹر کہا جاتا ہے، ہشتم۔ بعض سائنسدانوں کے نزدیک زمین کے تمام حصوں میں ہمیشہ گہرائی میں توڑ پھوٹ جاری رہتا ہے مگر جب اس توڑ پھوٹ میں کبھی شدت آ جاتی ہے تو زمین کا وہی شدت والا علاقہ ہلنے لگتا ہے، اس توڑ پھوٹ کو سائنسی زبان میں ٹیکنائک کہتے ہیں یہ بھی چٹانوں کے ایک دوسرے پر دباؤ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اکثر یہ جھٹکے بہت ہلکے ہوتے ہیں، زلزلہ، ساحلی سمندری علاقوں میں جو زلزلہ آئے وہ سمندری لہروں کے متوجہ زلزلے سے پیدا ہوتے ہیں، جن کو طوفانِ سونامی کہتے ہیں، ان کو زلزلہ میں سونامی طوفان یعنی سوزج کی آتشی شعاعوں کی بنا پر پانی میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے، اہل علم فلکیات کے نزدیک جب آفتاب بُرجِ قوس میں جاتا ہے تب اُس کی ترچھی شعاعیں سمندر پر پڑتی ہیں یہ طوفانِ سونامی بعض دفعہ چھ سو ستر میل فی گھنٹہ کے رفتار سے چلتا ہے، اُس وقت لہروں کی اونچائی تین فٹ سے سو فٹ تک ہوتی ہے۔ اتنی تیزی سے پانی ٹکراتا ہے کہ پانی میں گرمی اور گرمی سے بجلی اور بجلی سے زمین دہکتی ہے، بعض وقت یہ لہریں اتنی خطرناک ہوتی ہیں کہ ان سے زمین بلکہ چٹانیں بھی دھنس جاتی ہیں اور

زمین پھٹ جاتی ہے۔ سائنسدانوں اور فلاسفہ کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ پوری روئے زمین پر سال میں تقریباً چھوٹے بڑے دس ہزار زلزلے آتے ہیں، جن میں اکثر اگرچہ معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں مگر ان کا نقصان شدید ہوتا ہے، دنیا بھر میں ہر ہفتہ میں ایک بار کہیں نہ کہیں زلزلہ ضرور آتا ہے۔ آج سے ڈھائی سو سال پہلے سائنسدانوں نے زلزلوں کی پیمائش کے لیے ایک آلہ تھرمائیٹر ایجاد کیا تھا، جس کا نام سیسزموگراف رکھا گیا، اس آلہ سے زلزلوں کی رفتار اور حرکت ناپی جاتی ہے یعنی کتنے سینٹی میٹر میں کتنی بار دائیں بائیں یا نیچے اوپر اس زلزلے میں زمین ہو رہی ہے، پیمائش کے نشانات عددی کو، ریکٹر سکیل کہتے ہیں۔ یہ دس نمبروں تک بنائے گئے ہیں۔ مگر آج تک کسی زلزلے کی حرکت کی رفتار نو سکیل سے آگے نہ بڑھی سب سے شدید زلزلہ ۱۹۵۶ء میں چین کے علاقہ شن سائی میں آیا تھا اس کی پیمائش نو سکیل تک پہنچی تھی اور آٹھ لاکھ افراد ہلاک ہوئے ایک ہزار گاؤں صفحہ ہستی سے مٹ گئے تھے، پھر اُس کے بعد یکم نومبر ۱۹۵۵ء میں پرتگال کے علاقہ لزبن میں سونامی زلزلے کے تین جھٹکے آئے جس سے تیس ہزار افراد ہلاک ہوئے، اور دو بڑے شہر تباہ ہو گئے، پھر یکم نومبر ۱۹۲۳ء کو ٹوکیو اور یوگوا ما جاپان میں زلزلہ آیا، جس سے ایک لاکھ افراد ہلاک ہوئے اور چالیس بستیاں تباہ ہوئیں، مالی نقصان کا اندازہ ہی نہیں، پھر ۱۹۲۵ء میں یکم اور دو اپریل کو ٹوکیو میں آیا، بلوچستان کا دارالخلافہ اس میں بھی تقریباً بیس ہزار آدمی فوت ہوئے اور پورا شہر ٹوٹ پھوٹ گیا، فلاسفہ اور سائنسدانوں کے ان نو مختلف اقوال سے زلزلہ نو قسم کے ہوتے ہیں ۱۔ زلزلہ غازی یعنی زمین کا گیس آتشی ۲۔ آتشی فشانی زلزلہ یعنی قاریب جوار کھاٹ پھٹنے سے ۳۔ بارودی زلزلہ ۴۔ خسوفانی زلزلہ، اس میں زمین دھستی ہے ۵۔ طوفان سمندری کا زلزلہ ۶۔ زلزلہ انشقاقی، اس میں زمین پھٹتی ہے ۷۔ دَوادی زلزلہ، اس میں زمین جھومتی یا جھولتی ہے اگر زلزلہ نرم ہو تو جھومتی ہے سخت ہو تو جھولتی ہے ۸۔ الجائی زلزلہ زمین کے اندر متوجہ جزر پیدا ہوتا ہے ۹۔ زلزلہ سونامی، دنیا میں اب تک چار بڑے زلزلے آئے ہیں، ۱۔ چین ۲۔ پرتگال ۳۔ جاپان ۴۔ بلوچستان، دَا لَلّٰہُ وَا لَلّٰہُ اَعْلَمُ بِالْاٰتِیَّاتِ۔ مولیٰ تعالیٰ ہر زلزلے سے بچائے، اور یا اللہ ہمارے دین و ایمان میں زلزلہ نہ آئے یہ تھے وہ اقوال جو سائنسدانوں کے تحقیقی اندازوں سے کئے گئے سوال قول وہ حقیقت جو حدیث مقدسہ سے ثابت ہے چنانچہ تفسیر روح المعانی نے حوالہ مندرک حاکم ایک حدیث پاک نقل فرمائی کہ رب تعالیٰ نے زمین میں بے شمار رگیں پیدا فرمائی ہیں، اور وہ تمام رگیں کوہ قاف میں جمع ہیں اسی لیے کوہ قاف کو زمین کا پیر کہا جاتا ہے۔ اور کوہ قاف پر ایک فرشتہ موجود ہے جس کے ہاتھ نے مثل لکام وہ تمام رگیں پکڑی ہوئی ہیں جب حکم الہی آتا ہے تو رگوں کو کھینچتا بلاتا ہے اور جس علاقے کی رگ کو ہلانیکا حکم ملتا ہے صرف وہی رگ ہلائی جاتی ہے اس رگ

ہنسنے اسی علاقے میں زلزلہ آجاتا ہے اس کو عام زلزلہ کہا جاتا ہے جب قیامت کا پہلا نغمہ ہوگا تو حکیم الہی و معشرۃ
تمام رگوں کو بیک وقت سے پلائے گا جس سے زُلْزَلَةُ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ بن کر پوری زمین پلائی
ہو جائے گا۔ اللہ اکبر کبیر! اسی زلزلے کا یہاں ذکر ہے۔ یہ بین و صر سے شَیْءٌ عَظِیْمٌ ہوگا۔ یہ کہ وہ پوری زمین
پر ہوگا اور ظاہری باطنی زمین پر ہوگا۔ پوری قوت و شدت سے ہوگا جس میں شور و گرج بھی ہوگا۔ مسلسل چالیس
ساعت رہے گا ماحذات ہم نے آٹھ کتابوں سے یہ معلومات اخذ کی ہیں۔ مستدرک حاکم۔ تفسیر روح المعانی
عجائب المخلوقات۔ فلسفہ امام رازی۔ ڈکٹری جغرافیہ۔ کتاب خالق کی تلاش۔ انسائیکلو پیڈیا بلین
از تھو۔ الایموانسائیکلو پیڈیا۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال اِیَّایَہَا النَّاسُ میں تین قول ہیں بعض نے فرمایا اس سے
مراد صرف کفار ہیں۔ بعض نے فرمایا اس سے مراد صرف اہل ایمان لوگ ہیں۔ کیونکہ یہاں تقویٰ کا حکم ہے اور تقویٰ
ایمان کے بعد ملتا ہے کفار کو ایمان کا حکم دیا جاتا ہے۔ پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اِیَّایَہَا النَّاسُ کا خطاب صرف
کفار کو ہوتا ہے اسی لیے تفسیر مدارک میں ہے کہ مکی آیتوں سورتوں میں اِیَّایَہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا خطاب نہیں ہے
یہ دونوں طرح سے خطاب صرف مکی آیتوں سورتوں میں ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد سب انسان ہیں
مومن بھی کافر بھی اور تقویٰ سے مراد پرہیزگاری و خشیت نہیں بلکہ رب تعالیٰ کے عذاب کا خوف ہے جو کہ ہر
انسان کے لیے ضروری مومن ہو یا کافر اور یہی ایمان کا پیش خیمہ ہے گویا اِیَّایَہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فرما کر ایمان ہی کا حکم دیا جا رہا ہے
مومن کو نابت رہنے کا اور کفار کو نابت و قائم ہو جانیکا جیسے فَاَتَقُوْا اِنَّا کَارِہُوْنَ۔ مگر پہلا قول مضبوط ہے
دروجہ سے اولاً یہ کہ آنگے عذاب شدید کا ذکر ہے جو صرف کفار کے لیے ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی دوم
یہ کہ قیامت کے وقت دنیا میں صرف کفار ہی ہوں گے لہذا اُس وقت سے ڈرانے کا خطاب بھی صرف انہیں سے
ہے۔ اِیَّایَہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں دو قول بعض نے کہا خوف عذاب مراد ہے جو صرف کفار کے لیے ہے۔ بعض نے کہا، خشیت
الہی مراد ہے جو صرف مومن کا شان ہے۔ زُلْزَلَةُ السَّاعَةِ کی اہمیت میں قول بعض نے کہ یہ اضافہ لامیہ ہے یعنی السَّاعَةِ ترجمہ قیامت
کے لیے زلزلہ، بعض نے کہا یہ اضافہ ظرفیہ ہے یعنی فی السَّاعَةِ ترجمہ قیامت میں زلزلہ۔ بعض نے کہا یہ اضافہ حقیقیہ ہے یعنی قیامت کا زلزلہ حقیقیہ
میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد صرف انسانی والدہ ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ہر دو درجہ پلانٹوالی
ہے خواہ جانور و والدہ ہو یا انسانی دائی مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ جانور و میں رضاء و شفقت نہیں
صرف دیکھنے کی شفقت ہوتی ہے اور دائی میں مامتا نہیں ہوتی۔ دَوَّرَی النَّاسُ میں دو قول بعض نے فرمایا کہ تری
میں خطاب نبی کریم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ تاکد عالمین کا مشاہدہ فرمائیے نبی پاک
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں، نزول آیت کے وقت سے صرف آپ ہی اس شانِ خدا داد کے مالک ہیں

جو قیامت کے اُس وقت کا مشاہدہ کر سکیں اور یَوْمُ تَرْوُنَّ میں تمثیلی و فرضی خطاب ہے یعنی فرضاً اگر تم ہوئے تو دیکھو گے۔ لیکن بعض نے فرمایا کہ یہ مجازی خطاب ہے اور اُس وقت کے زندہ موجود لوگ مراد ہیں جو زلزلے کے وقت ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور یَوْمُ تَرْوُنَّ میں بھی مجازی خطاب ہے اور مراد اُس وقت کے زندہ لوگ ہیں جو موجود ہوں گے، سکڑی کی قرئت میں تین قول، شہور قرئت میں سکاڑی ہے، شاذ قرئت میں سکاڑی، نادر قرئت میں سکڑی ہے مَن یُجَادِلْ میں تین قول بعض نے کہا اس سے مراد نصر بن حارث ہے۔ بعض نے کہا ابو جہل مراد ہے۔ بعض کے نزدیک ابی بن خلف مراد ہے کل شیطن، میں دو قول بعض نے لکھا کہ اس سے مراد ابلیس اور اس کی جنتی ذریت ہے، مگر بعض نے لکھا اس سے مراد سردارانِ مکہ اور امراء کفر ہیں تا رنجوں میں ہے کہ سردارانِ مکہ کی تعداد ستر تھی جن کو نقیبُ الاشراف کہا جاتا تھا۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

ان آیت کریمہ سے مسلمانوں کو چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ مومن کی سب سے

قائدے

بڑی دولت اُس کا تقویٰ ہے کیونکہ تقوے سے چھ روشنیاں ملتی ہیں۔ عقل سلیم، حکمت، شریعت، ذکر، تذکیۃ و قلب و عبارت روح لا کشف القلوب یہ فائدہ اَتَقُوْا رَبَّکُمْ فَرَمَانے سے حاصل ہوا حدیث مقدس میں ارشاد ہے۔ نَاسُ الْحِکْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ۔ یعنی حکمت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، تقوے کی چار قسمیں ہیں۔ پہلا تقویٰ جسمانی، دوسرا روحانی، تیسرا عقلی، چوتھا تقویٰ القلوب یہ سب سے بلند اور بڑا تقویٰ ہے یعنی دل کا تقویٰ اسی سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے یہ تقویٰ ادب اور تعظیم سے ملتا ہے، گستاخوں کو نہیں ملتا۔ دوسرا فائدہ بندے کو چاہیے کہ اپنے ایمان میں ثابت قدم اور اعمالِ صالحہ میں مستقل مزاج رہے یک درگیر محکم گیر یعنی ایک دروازہ پکڑو اور محکم و مضبوطی سے تمام عمر کے لیے پکڑو، جو شخص متزلزل مزاج متذبذب طبیعت والا ہو اپنے اعمال و عقائد میں اَدَلْ بَدَلْ کرتا رہے کہ کبھی حق کے ساتھ کبھی باطل کے ساتھ وہ ہمیشہ بے اعتبار اور نقصان میں ہی رہتا ہے، اُس کے انجام کی بنیادیں کبھی مضبوط نہیں رہ سکتیں۔ یہ لوگ کبھی سنی کبھی دہائی، کبھی شیعہ ایسے بد نصیب لوگوں کو زلزلہ قیامت سے ڈرایا جا رہا ہے۔ یہ فائدہ اِنَّ زَلٰزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ۔ فرمانے کے اشارۃً انھیں سے حاصل ہوا یعنی اے بندے اگر قیامت کے زلزلے سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو اپنے دین ایمان، اعمال، عقائد کو مزاحمتی تخریب کاری کے زلزلوں سے بچلے رکھو ورنہ یہ قیامت کا زلزلہ قبر و حشر میں بھی تجھ کو نہ چھوڑے گا۔ تیسرا فائدہ جو انسان اپنی بات منوانے اور جیتنے کے خاطر غلط اور جھوٹی باتیں کہے وہ دین دنیا کے اعتبار سے مغصہ اور جھگڑاؤ ہوتا ہے اگرچہ پڑھا لکھا کچھ دار ہو، اور جو ہمہ ہمیشہ سچی اور صحیح بات کہے وہ مصلح اور اصلاح کرنے والے ہوتا ہے اگرچہ اُن پڑھ ہو، وہی حق والا ہوتا ہے۔ کیونکہ غلط بات پر ضد کرنا جالت ہے ہی کو تعصب کہتے ہیں اور سچی اور صحیح بات

پرسد کرنا صداقت ہے اسی کو تہلب کہتے ہیں۔ لہذا جاہل وہ جس کی بات جاہلانہ اور عالم و عاقل وہ جس کی بات سیدھی سادی سچی ہو جہالت اور تعصب بری چیز ہے اور صداقت و تہلب اچھی چیز ہے۔ یہ قائمہ **مَنْ يَجَادِلْ فِي دِينِهِ** **بَغْيٌ عَلَيْهِ** فرمانے سے حاصل ہوا۔

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق علم والے **احکام القرآن** علما کی بحث مباحثہ مکالمہ، مناظرہ مجادلہ سب کچھ جائز ہے اگر تحقیق حق کے لیے ہو اگر دینی

غرض کے لیے ہو تو ناجائز ہے لیکن بے علم جاہل انسان کے لیے تو بالکل ہی جائز نہیں کہ کسی دینی مسئلے میں کسی شخص سے مباحثہ کرے عام آدمی کے ساتھ بھی منع عالم کے ساتھ تو سخت گناہ ہے۔ مسئلہ پوچھنے کے لیے مولیٰ اور سمجھنے کے لیے صرف مکالمہ کر سکتا ہے وہ بھی صرف دینی علما سے برابر کے آدمی سے وہ بھی منع ہے تاکہ

دین بھین نہ بن جائے دین کا وقار و احترام ہر مسلمان پر فرض ہے دین کے مسائل سے ناواقف انسان کا دینی مسائل میں کج بحثی کرنا تو مین دین ہے۔ یہ مسئلہ **مَنْ يَجَادِلْ فِي دِينِهِ** بغیر علم کے ارشاد میں بغیر علم

کی قید سے مستنبط ہوا، اور ثابت ہوا کہ صرف بغیر علم مجادلہ ممنوع اور گناہ ہے اسی قید سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علم والے تلاش حق کے لیے مجادلہ مناظرہ کر سکتے ہیں شرعاً جائز بلکہ کئی دفعہ ضروری ہوتا ہے۔ جیسا

کہ سورۃ نحل کی آیت ۵۱ میں ارشاد الہی ہے۔ **وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ**۔ یعنی احسن اور علمی طریقے سے مجادلہ کرنا چاہیے، دینی علوم سے ناواقف اگرچہ دنیوی اعتبار سے کسی ملک کا مافرڈیوٹی

سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بھی ہو اُس کو بھی کسی محقق مدقق متبحر عالم اور مفتی و اسلام سے کج بحثی کرنا جائز نہیں اگر کرے گا تو شرعی مجرم ہوگا۔ قیامت میں سزا یا ٹیگا کیونکہ مستند عالم مفتی و اسلام بذات خود

اسلامی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ہے جس کی مرکزی عدالت مدینہ منورہ ہے اور عالم اعلیٰ خالق کائنات اور **اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ**۔ بحث کی چار صورتیں ہوتی ہیں ۱۔ مناظرہ ۲۔ مکالمہ ۳۔ مجادلہ ۴۔ مباحثہ،

اور چاروں میں فرق یہ ہے کہ مکالمہ وہ سوال جواب جس میں ایک طرف سے سوال ہوتے ہیں دوسری جانب سے جواب اور مقصد صرف سمجھنا سمجھانا ہوتا ہے جیسے سبق پڑھتے ہوئے شاگرد اور استاد کے سوال جواب۔

مکالمہ عام بات چیت گھریلو یا بازاری یا صرف مسئلہ مسائل پوچھنا اور دوطرفہ گفتگو۔ مناظرہ وہ گفتگو جو دوطرفہ ہو اور ہر شخص اپنی بات منوانے کے لیے با دلائل ثابت کرنا چاہے دوسرا شخص اپنے فرق مخالف کے دلائل

توڑ کر اپنے دلائل اپنی بات ثابت کرنے اور منوانے کی کوشش کرنے دوطرفہ خلوص ہو، مناظرے میں شرط یہ ہے دونوں بحث کرنے والوں کا علم برابر ہو احادیث مبارکہ میں اسی خلوص بات چیت کو **بَحْثٌ اَمْتِي لِحُكْمَةٍ** کے انعام نبوی سے نوازا گیا ہے۔ مجادلہ یہ ہے کہ دوطرفہ با دلائل گفتگو کر کے منوائی کوشش کرے مگر علم کی

براہی شرط نہیں تھوڑے علم والا بھی بڑے علم والے سے اپنے تجرباتی مشاہداتی دلائل سے بحث کر سکتا ہے
 دینی معاملہ ہو یا دنیوی مگر علم اور دلائل ہونے شرط ہیں۔ مباحثہ یہ ہے کہ کوئی بھی کسی سے کسی معاملے میں بحث
 کرے مگر دلائل دو طرفہ کسی کے پاس نہ ہوں۔ یہ دنیوی معاملات میں جائز ہے جیسے جھاوٹے کننا وغیرہ مگر
 دینی معاملات میں دو طرفہ ناجائز اس کو کچھ کچھ کہا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو قائلوٰ سلاماً کہہ دیا جانا چاہیے
 ایسے ہی لوگوں کو قرآن مجید میں جاحلون فرمایا گیا۔ اگر ان چاروں میں ادب تمیز بڑوں کا احترام۔ للہیت،
 تلاش حق یا احقاق حق یہی نیت ہو تو یہ سب مقبول بارگاہ باعث ثواب ہے۔ لیکن اگر دو طرفہ یا یک طرفہ
 عند تعصب، حسد، بغض، شرارت و جہالت ہو تو اتباع کل شیطن مرید ہے۔ شرعاً ناجائز گناہ ناپسندیدہ
 مردود بارگاہ باعث گناہ ہے دوسرا مسئلہ۔ شریعت اسلام میں چار چیزوں کا نام تقویٰ مومن ہے۔ پہلی
 خشیت جمال الہی اور سبب جلال کبریائی، دوم کفر فتن والی نافرمانی سے بچنا بڑے انجام اخروی سے
 ڈرنا جہنم سے اپنے آپ کو بچانا، سوم شریعت مطہرہ کے تمام چھوٹے بڑے حکموں کو تا عمر محبت و خلوص کی پابندی
 سے پوری طرح ادا کرنا یعنی عبادت کے فرائض، واجبات، سنت مؤکدہ وغیرہ مؤکدہ سنت عادت سنن عبادت
 نوافل، مستحبات افعال کی ادائیگی اور شکل و صورت لباس میں مکمل سرتاپا آقا و دو جہان نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کرتے رہنا ہی تقویٰ کا مقام رفعت ہے کتنا ہی بڑا عالم عابد ہاں
 ہوا اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نہیں تو وہ مقتنی نہیں خیال ہے کہ اطاعت قول میں ہوتی ہے
 اور اتباع فعل میں، چہارم۔ شریعت مقدسہ کے تمام ممنوعات کو تا عمر چھوڑ دینا۔ مثلاً شرک، کفر، گناہ کبیرہ، صغیرہ
 لغویات، فسقیات، حرام مکروہ تحریمی، نثر یہی شریعت پاک میں مطعون اور ملعون ناپسندیدہ اشیاء افعال
 اقوال، احوال، مقامات و عادات کو چھوڑ دینا یہ تقویٰ ہے۔ یہ مسئلہ یٰٰایہا الناس اتقوا ربکم۔
 میں تمام انسانوں کو حکم ارشاد فرمانے سے مستنبط ہوا جس کی تفصیل نے بتا دیا کہ مومن کا تقویٰ کیا ہے اور کافر
 کا تقویٰ کیا ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق جب مسلمان بیوی کے پیٹ میں حمل آجائے تو
 خواہ کسی حالت میں، ہو اس کو گرانا منع ہے۔ یہ مسئلہ تضع کی ذات حمل حملہا۔ سے مستنبط کہونکہ
 حمل گرانے کو زلزلہ قیامت کی نشانی بنا کر خطرناک نقصان قرار دیا گیا اور نقصان تو بڑا ہوتا ہے لہذا مسئلہ
 یہ ثابت ہو گیا کہ حمل گرانا برا ہے اور برا فعل شریعت اسلامیہ میں حرام و ناجائز ہوتا ہے۔ اور حمل کا گرانا
 اور ضائع کرنا عذاب الہی ہے کہ اس کو عذاب اللہ شدید فرمایا گیا، یعنی مومنہ عورت کا حمل نعت الہی ہے
 اور نعت کو ضائع کرنا عذاب ہے۔ جو تھا مسئلہ شریعت میں غیبت حرام ہے۔ اگرچہ کافر کی ہو، اور
 غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے غیر شہور عیب اور گناہ کو اس کی زندگی میں لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا تحریراً یا

تقریر اس کا مشہور نام لے کر لیکن بغیر نام لیے کسی کا عیب بیان کرنا اس کی غیر موجودگی میں پس پشت یہ غیبت نہیں اسی طرح مرنے کے بعد نام لے کر عیب بیان کرنا بھی غیبت نہیں اسی طرح عام مشہور شدہ عیب بیان کرنا نام لے کر زندگی میں پس پشت یہ بھی غیبت نہیں اس لیے یہ جائز ہے یہ مسئلہ وَمِنْ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ لَمْ يُرَمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے عیب تو بیان فرمائے مگر نام ظاہر نہ فرمایا، صحابہ کرام نے بھی اس کا نام اس کے مرنے کے بعد ظاہر کیا۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا یَوْمَ تَوَدُّ نَحْمٰیج اعتراضات

مذکر حاضر کا صیغہ۔ یعنی تم سب دیکھو گے پھر فرمایا گیا۔ وَتَوَدُّ النَّاسُ سُكْرٰی۔ واحد مذکر حاضر کا صیغہ۔ یعنی تم اکیلے دیکھو گے وقت ایک زمانہ ایک حالت ایک تو پھر صیغہ دھڑلے کیوں آئے؟ جواب وقت اور زمانہ اور واقعہ اگرچہ ایک ہے مگر حالت ایک نہیں ہوں گی یہ جمع اور واحد کے دو علیحدہ صیغے دو حالتوں کی وجہ سے ہیں۔ ایک حالت زلزلے کی اور دوسری حالت زلزلے میں مبتلا لوگوں کی تَرَوْنَ میں زلزلے کو دیکھنے کا ذکر ہے جس کو سب دیکھیں گے۔ ہا ضمیر غائب کا مرجع زلزلہ ہے زمین پوری زلزلے کی لپیٹ میں ہوگی۔ دوسری حالت زندہ موجود انسانوں کی ہوگی اور سب ہی سُکْرٰی جیسے ہوں گے بدحواس مدہوش گرتے پڑتے بھٹکتے بہکتے اس حالت کا نظارہ سب نہ کر سکیں گے وہ تو اپنی خبر بھی نہ رکھ سکیں گے اسی حالت کا مشاہدہ نظارہ صرف وہی کرے گا جو خود اس حالت میں نہ ہو اور وہ فرد واحد ہی ہوگا یعنی آثار کائنات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کوئی شاذ و نادر پاکیزہ ہستی اس لیے تَرٰوْا واحد مذکر حاضر ارشاد ہوا اور نبی پاک صاحب لولاک کو خطاب ہے، اور اگر یہ رویت فرضی ہے تب بھی یہ معنی ہے کہ زلزلے کو تو سب دیکھیں گے مگر سُکْرٰی کو کوئی ایک جو اس وقت کسی سُکْرٰی کے قریب ہوگا۔ پہلا قول صحیح ہے کیونکہ اس وقت زمین پر صرف کفار ہوں گے اور وہ سب مثل سُکْرٰی کوئی کسی کا مدہوش نہ رکھے گا۔ دوسرا اعتراض۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ معدوم بھی شے ہوتی ہے جس طرح کہ موجود چیز شے ہوتی ہے مگر اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کسی معدوم کو شے نہیں کہا جاسکتا، معتزلہ کی دلیل یہی آیت ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ زُلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ۔ یعنی بے شک قیامت کا زلزلہ عظیم شے ہے حالانکہ نزول آیت کے وقت بلکہ ابھی تک وہ زلزلہ معدوم ہے باوجود اس کے اس کو شے فرمایا گیا۔ معتزلہ کی اس بات اور استدلال کا کیا جواب ہے۔ جواب اس کے دو جواب، ایک وہ جواب جو اس وقت کے امام اہل سنت امام ابو الحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر علماء اشاعرہ اہل سنت نے دیا وہ یہ کہ زلزلے کو شے فرمانا نزول آیت کے وقت کے اعتبار سے نہیں بلکہ وقوع زلزلہ کے وقت کے اعتبار سے ہے یعنی جب زلزلہ ہوگا، تو

اُس وقت شئی عظیم ہوگا آج یہ شئی نہیں ہے نہ زلزلہ ہے نہ شئی یہی وجہ ہے کہ اُس کو عظیم فرمایا گیا ورنہ معدوم کسی صفت سے متصف اور موصوف نہیں ہو سکتا۔ اس کو خود معتزلہ بھی مانتے تھے کیونکہ صفتیت تو کسی وجود پر ہی لاقی ہو سکتی ہے تو عظیم فرمانا تار ہا ہے کہ ابھی زلزلے کوئی نہیں فرمایا جا رہا۔ جواب دہم یہ کہ زلزلہ معدوم نہیں وہ تو ہوتا رہتا ہے ہر شخص اُس سے متعارف ہے ہاں زلزلہ الساعة معدوم ہے تو یہاں صرف زلزلے کوئی فرمایا گیا یعنی جو زلزلہ ہوا کرتا ہے جب وہ قیامت میں ہوگا تو وہ عظیم ہوگا تبسرا اعتراض۔ ان آیت میں قیامت کے زلزلے کا ذکر فرمایا گیا جس کا زمانہ یہی رستی بستی دنیا اور یہی سرزمین ہے کیونکہ فرمایا گیا زلزلے کے وقت شیر خوار اور ان کی مائیں، شادیاں خانہ آبادیاں محل اور حاملہ عورتیں سب کچھ اس طرح ہوگا جس طرح آج دنیا شاد و آباد ہے یعنی ماؤں کے شیر خوار عورتوں کے حمل مردوں کا مثل سگری ہونا ان میں چیزوں نے اُس وقت کی دنیا کا نقشہ سمجھا دیا پھر اس زلزلے کو عذاب اللہ شدید فرمایا گیا۔ لیکن سورۃ انفال کی آیت ۲۴ میں وَعَدُهُ رَبَّانِی ہے کہ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ یعنی جب تک اسے محبوب ان میں آپ موجود ہیں اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو عذاب نہ دے گا مفسرین فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی اور دنیا والوں سے آپ کا تعلق ابتداءً بعشت سے تا قیامت ہے گا اور تجربے سے مفسرین کی یہ بات صحیح ثابت ہو رہی ہے کیونکہ واقعی کفریات ظلمات کے باوجود عذاب نہیں آتے تو پھر قیامت کا زلزلہ کیوں آئے گا وہ بھی عذاب اللہ شدید ہے یہ زلزلہ وَعَدُهُ رَبَّانِی کے خلاف ہے۔ جواب اس کے میں جواب ہیں۔ ایک یہ کہ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ کی نفی ہے قیامت کا زلزلہ عذاب ٹھیک نہیں ہوگا صرف گھبراہٹ پریشانی اور الجھل مچانے کے لیے ہوگا اس سے صرف زمینی توڑ پھوڑ ہوگی کوئی جاندار ہلاک نہ ہوگا۔ دوسرا جواب یہ کہ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ کی شرط ہے زلزلے کا عذاب اُس وقت ہوگا جب دنیا سے آپ کا تعلق بالکل ختم ہو جائے گا بلکہ نبوت کا کوئی اثر زمین پر باقی نہ رہے گا ہر طرف کفر ہی کفر ہوگا۔ اور اُس وقت تَرَى النَّاسَ كَاشَاهِدَةٍ تَعْلَقُ وَالَانِ ہوگا بلکہ وہی ہوگا جیسے آپ ازلِ حادث سے علمین کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ تبسرا جواب بعض نے کہا کہ دنیا اس وقت آباد نہ ہوگی نہ کوئی شیر خوار ہوگا نہ کوئی حمل و حاملہ۔ بلکہ یہ شدتِ زلزلہ سمجھانے کے لیے تمثیلاً و فرضاً ذکر فرمایا گیا، یعنی اگر اُس وقت شیر خوارگی اور حمل و ذاتِ حمل اُس وقت ہوتی تو اب ہوتا، اُس وقت تَرَوْنَهَا اور تَرَى النَّاسَ بھی فرضی تمثیلی ہے۔ مگر جواب کمزور ہے ورنہ سُکاری کا ظہور کیونکر ہوگا یہ تو تمثیلی نہیں ہو سکتا۔

تفسیر صوفیانہ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَدْرُكُنَّهَا تِلْكَ الْحُلُومُ أَوْ مَرَضِعَةٌ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتٍ حَمْلًا

اسے عالم رنگ و بو میں بسے والے انسانو اپنے خالق تعالیٰ رب اعلیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تذکیر عرفانی سے قُرب بارگاہِ حاصل کر سکو اور بچو اُس کے قہر عتاب سے اس طرح کہ مٹ جاؤ و خصلت حیوانیہ کی ملاوٹ سے اور دور ہو جاؤ و صفاتِ نفسانیہ کی حلاوت سے، اے شک عتابِ الہی کی قیامتِ صغریٰ میں زمینِ بدنی کے اضطرابِ مایوسی حالاتِ محرومی کا زلزلہ بڑی ہی کرخت تڑپا دینے والی چیز ہے جو اُس دن کی فکر نہ کرے اُس کو غم کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہ ملے گا اسے عقولِ غرور فکرِ فتور کی قوت تو تم سب اُس دن دیکھو گے روحِ مرفوعہ اپنے اعضاءِ شیرِ خوار کو چھوڑ کر اپنی فکرِ بقا کے لیے بھاگے گی اور سب شفقتِ جہانی بھلا دیگی اور قوتِ حافظہ اپنے رحمِ تفکر و اے بطنِ تدبیر سے فکرِ خیال، وحمِ مذاکرہ، معاملہ کے تمام حلِ ناتمام وقتِ تخیل۔ تو کھنڈِ تذکرہ سے پہلے ہی پھینک دے گی۔ وَتَذَى النَّاسُ سُكْرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكْرَىٰ وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ۔ اے قلبِ جہانی تو ضرور دیکھ لے گا کہ غافلین اعضاء پر غفلت کی سگراتِ موت وارد ہوگی خارِ نشہ کی غشیِ ذکا کی مثل لیکن غشیِ حقیقی نہ ہوگی قہرِ الہی کا عتابِ بد نفسی ہی اتنا شدید ہوگا کہ اگر وغرور کے تمام مغرورین دنیا پرست ہر چیز سے غافل و بے رغبت اور بے یقینی کے مریض ہو جائیں گے۔ اہل دنیا کو کبھی بھی کسی چیز سے سکون نہیں ملتا یہ سکر و دھولِ حیرت و حسرت، حلِ اعضا کو برداشت کرنیکی قوتِ عاملہ کا نہ رہنا تحریک و استقلال کی ضعفِ عقیدت کی بنا پر ہوتا ہے اس طرح کہ نہ حلِ تخیل اعضاء فی القوت نہ ہر ممکن کمالِ فساد و استقاط میں یا القوت رہتا ہے اور نہ ہر صفتِ فضائل ہر عادتِ رذائل کے اظہار میں ثابت و قائم رہنے کی من القوت نہ باقی رہے نہ دائم اُس کی کرخستگی سے ہر چیز کی طاقت تباہ قوتِ ارادی برباد ہو جائیں گے، اُس دن اپنی خواہشاتِ دنیا کو بھولے گا لیکن آج وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مُّرِيدٍ۔ جسمِ انسانی میں صرف نفسِ آمارہ ہی وہ ہے جو صراطِ ربانی کے ہر قدم میں بے عملی کا جھگڑا بنا دیتا ہے ایسا جاہل ہر ننگے شیطن کی پیروی میں ہوتا ہے اسی لیے وہ دنیا دنیوی ہر عادتِ سعادت ساعتِ قیامت اور ہر عقیدہ ایمانی کا منکر۔ ثنائی اللہ سے بقا یا اللہ کی حیاتِ دوم کا بھی منکر اُس پر ہی حیاتِ مزاج کا جب زلزلہ اضطراب آتا ہے تو ہولناکی سے عقلیں اڑ جاتی ہیں، تمیزِ حقی و باطل ختم ہو جاتی ہے۔ اے بندہ طالبِ راہِ سلوک میں چار آگہیں ہیں، دو جگہ بعدِ ابتدا کی آگ اور دو جگہ قُربِ انتہا کی آگ۔ پہلی آگ نارِ انقطاع یعنی بے تعلقی دوسری آگ نارِ فراق یعنی محبوب کی دوری بھی بے توجہی بھی سوم نارِ اشتیاق۔ چہارم نارِ فنا و بقا یعنی قُربِ عشق میں فنا ہو کر بقا ملے علم و معرفت کے بغیر شان و قدمت کا صرف وہی بد بخت انکار کر سکتا ہے جو اپنی جہالت و حماقت سے کسی نامراد شیطن کی پیروی میں لگ جائے۔ سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے کسی بھی انسان کی قلبی کیفیت کیسا نہیں رہتی نہ رہ سکتی ہے بلکہ کبھی قُرب میں نہ

کبھی بعد بن اللہ، اور کبھی ضروری کبھی ہے دوری، کبھی بست کبھی کشادہ، کبھی جنت کا شوق کبھی دوزخ کا خوف، کبھی دنیا سے بے رغبتی کبھی آخرت سے بے توجہی، اس لیے کہ انسان میں بشریت بھی ہے اور ملکیت بھی اور دونوں عصمت الہی سے قال، لہذا کبھی بشریت کی غفلت کبھی ملکیت کی رغبت، اگر بشریت غالب تو حقوق العباد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگر ملکیت غالب تو حقوق اللہ کی تعمیل ہوتی ہے اس لیے یہ دونوں ہی ضروری کہ اسی میں کمالِ بندگی ہے۔ اسی کا نام تقویٰ مومن ہے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ

اگر درویش بر حائے بماندے سر دست از دو عالم برفشا ندے
یعنی اگر مومن ایک ہی حال پر رہتا تو یا حقوق العباد پورے نہ کر سکتا یا حقوق اللہ ادا نہ کرتا کامل متقی کے چار نشان ہیں ۱۔ جو اپنے لیے پسند کرتا ہو وہی دوسرے مسلمان کے لیے پسند کرے ۲۔ متقی مثل بھکاری ہے جس کا مکانہ دامنِ مصطفیٰ ہے اور جس کا آستانہ بارگاہِ کبریا ہے، اے بندے اس طرح مانگ جس طرح کسی دروازے پر کھڑا بھکاری مانگتا ہے کہ اپنے لیے دروازے والے سے اور دروازے والے کے لیے رب تعالیٰ سے تیری ہر بھیک کا دروازہ تجھے قرآن مجید کی اس آیت نے بتایا کہ بابِ رحمتِ عالمین ہے، ارشاد ہوا،
وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ - یاد رکھ کہ عطیات کے خزانے ربِّ کبریا کے پاس ہیں مگر تقسیم کی گنجیاں محبوبِ مصطفیٰ کے پاس ہیں کیونکہ ارشاد ہوا، اَوْ تَتَّبِعُ مَقَاتِلَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ
۲۔ متقی وہ ہے جو یہ جانتا ماننا ہو کہ ربِّ قدیر نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو پانچ قوتیں عطا فرمائیں ۱۔ رحمت ۲۔ نعمت ۳۔ قدرت ۴۔ ملکیت ۵۔ نفع نقصان کا اختیار بلکہ اپنی موت و حیات پر اختیار بخشا گیا جو بد عقیدہ گستاخ شخص نبوت کی ان شانوں کو نہیں مانتا وہ بھی یَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ۔ ہے ایسا بندہ ہزار عبادتیں کرے پھر بھی متقی نہیں ہو سکتا رازِ فرموداتِ خواجہ بہاؤ الدین شہنشاہِ نقشبند (صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ شیطن چار قسم کے ہیں پہلا شیطن ابلیس اسی کی تین صفات ہیں پہلی صفت لعین دوسری رجیم تیسری مَرِيدٌ، دوسرا شیطن خبیث جنات یہ ابلیس کی صفتِ لعنت سے موصوف ہوتے ہیں، تیسرا شیطان مُفید اور تخریب کار ان یہ ابلیس کی صفتِ رجیم سے موصوف کیا جاتا ہے۔ چوتھا شیطن بے غیرت انسان یہ ابلیس کی صفتِ مَرِيد سے مُصَف کیا جاتا ہے۔

کُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ

ازلی فیصلہ کر دیا گیا ہے اس ابتداء پر کہ بے شک یہ شیطن جو بھی دوست سمجھے گا اُن کو یقیناً وہ شیطن گمراہ کر دے گا اس شخص کو جس پر کھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کر دے گا

وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝ يَأْتِيهَا

اور چلائے گا اس کو جہنم کے عذاب کی طرف ۔ اسے

اور اُسے عذاب دوزخ کی راہ بتائے گا ۔ اسے

النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَايٍ مِّنَ الْبُعْثِ

انسانوں اگر ہو تم اُنکے شک میں جو جی اٹھتے ہیں ہے

لوگر اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ خود کرو

فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نُطْفَةٍ

تو بے شک ہم نے ہی پیدا کیا ہے مٹی سے پھر نطفے سے

کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے

ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَ

پھر جے خون سے پھر جاندار لٹھڑے سے اور کچھ بے جان ہی شکل پڑے تاکہ بتائیں ہم تم کو اور

پھر خون کی بھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور

غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقَرُّ فِي الْأَرْحَامِ

ہم ٹھہرا دیتے ہیں رحموں میں جتنا چاہیں

بے بنی تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم

مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَدَّدٌ ثُمَّ

مقرر مدت تک پھر ہم نکالتے ہیں تم کو

رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقررہ عبادت تک پھر

نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لَتَبْلُغُوا

بچہ بنانے کے لیے پھر البتہ پیٹھ جاتے ہو تم اپنی جوائیوں کو
تہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لیے کہ تم اپنی جوائی کو

أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَنْ

اور کچھ تم سے فوت کر دئے جاتے ہیں اور تم میں سے کچھ
پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور

يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ

وہ ہیں جو رکھے جاتے ہیں بیکاری کی عمر تک تاکہ جاہل بن جائے بہت کچھ جاننے کے بعد
کوئی سب میں نکلی عمر تک ڈالا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد

بَعْدَ عَلَيْهِ شَيْئًا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً

اور تم دیکھتے ہو زمین میں خشک سالی کی حالت کو پھر
کچھ نہ جانے اور تو زمین کو دیکھے مرجھائی ہوئی پھر

فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

جب ڈالا ہم نے اس پر پانی تازہ ہو گئی اور ہری بھری ہو گئی

جب ہم نے اس پر پانی اتارا تر و تازہ ہوئی

وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ نَوْجٍ بِهِيَجٌ ۝

اُگلائی مختلف قسم کے خوب سورت پودے

اور اُبھر آئی اور ہر رونق دار جوڑا اُگلائی

تعلقات ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق، پھلی آیت میں شیطان کی دوستی اور اس کی اتباع کی برائی فرمائی گئی تھی باقی آیت میں اس کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے کہ اس کی دوستی ہمیشہ نقصان ہی دیتی ہے کیونکہ وہ دوست بن کر بھی دشمن ہے گمراہ ہی کرتا ہے۔ دوسرا تعلق پھلی آیت میں **يَا أَيُّهَا النَّاسُ** کا خطاب فرما کر تقوے کا حکم اور قیامت کے زلزلے سے ڈرایا گیا۔ اب ان آیت میں **يَا أَيُّهَا النَّاسُ** کا خطاب فرما کر ہی منکرین قیامت کو ایک مضبوط دلیل سے قیامت کے ثبوت کا یقین دلایا جا رہا ہے جس سے ثابت ہوا کہ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ** کے خطاب میں صرف کفار ہی مراد ہوتے ہیں۔ تیسرا تعلق، پھلی آیت میں قیامت کے زلزلے کی ہیبت اور سختی کے نتائج میں ایک یہ بات بھی بیان ہوئی کہ حاملہ عورتوں کے حمل دہشت سے گر جائیں گے۔ اب ان آیت میں حمل کی حقیقت بیان فرمائی جا رہی کہ حمل کیا چیز ہے۔

تفسیر نحوی **الْكَافِرَاتُ**۔ کُتِبَ بَابُ نَصْرِ كَا ماضی مطلق جہول واحد مذکر غائب کُتِبَ سے مشتق ہے بمعنی لکھنا یہاں مراد ازل تقدیری لکھائی یعنی فیصلہ الہی علی حرف جر بمعنی لام جارہ یعنی اُس کے لیے ضمیر کا مرجع سُنْ نَجَا دُلْ کَا مَن ہے یا اتباع ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اُن حرف مشبہ ضمیر شانِ مرجع شیطن ہے یہ قول زیادہ درست ہے تب ترکیب میں یہ ضمیر اسم ہے اُن کا مَن اسم موصول شرطیہ، تَوَلَّی بَابُ تَفَعَّلَ کَا ماضی مطلق واحد مذکر غائب بمعنی مستقبل اس کا مصدر ہے تَوَلَّى، وَتَلَّى سے بنا لازم ہوتا ہے یہ مادہ بَابُ تَفَعَّلَ میں اگر متعدی بیک مفعول ہوا بمعنی دوست بنانا اس کا فاعل ضمیر صیغہ اس کا مرجع سُنْ ہے ضمیر ظاہر مذکر غائب منصوب متصل مفعول بہ اس کا مرجع شیطن ہے یہ فعل فاعل مفعول جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَن کا یہ دونوں مل کر شرط ہوئی فَ حرف جزا اُن حرف مشبہ ضمیر کا مرجع شیطن ہے منصوب ہے کیونکہ اسم ہے اُن کا یُضِلُّ بَابُ اِفْعَالِ کا فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اَضْلَلْ بمعنی گمراہ کرنا ضَلُّلٌ مضارع ثلاثی سے بنا ہے بمعنی گمراہ ہونا اور بھی اس کے بہت سے معنی ہیں گمراہی کے معنی میں ہے مادہ لازم مگر بَابِ اِفْعَالِ میں متعدی ہوا، اس کا فاعل ضمیر پوشیدہ ہے مرجع شیطن ضمیر ظاہر کا مرجع سُنْ ہے یہ فعل فاعل مفعول جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ کیھدی بَابُ ضَرَبَ کا مضارع مستقبل صَوَّی سے مشتق ہے بمعنی راستہ دکھانا، راستے پر چلانا یہاں یہ ہی معنی ہیں اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ کا مرجع شیطن ہے ضمیر ظاہر کا مرجع سُنْ ہے یہ ضمیر منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اِلٰی جارہ انتہا کے لیے عذاب اسم مفرد جامد بمعنی نرا، مصیبت، تکلیف

معاف ہے السَّجِرَ اسم مفرد معرّفہ باللفظ صفت مشبہ بہاں جامد ہے دوزخ کے پہلے حصے کا نام جہاں طبقہ نار ہے
 سَجَرٌ بوزن فَعِل سَجَرٌ سے مشتق ہے بمعنی آگ بھڑکانا پورے دوزخ کا نام جہنم ہے اس کے حصوں کے مختلف
 آٹھ نام ہیں ۱۔ سَجِرٌ ۲۔ نَقْلٌ ۳۔ حَطْلٌ ۴۔ سَقْرٌ ۵۔ تَجِیمٌ ۶۔ زَهْرٌ ۷۔ حَاوِیہٌ ۸۔ اَسْفَلُ السَّافِلِینَ، السَجِرَ
 معاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے بھڑکانی کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف یُضَلُّ پر دونوں
 مل کر خبر اُن سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوئی اُن تُو لَآکِی شرط و جزا مل کر خبر اُن یہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ
 اسمیہ ہو کر نائب فاعل ہے کُتِبَ کا، وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِی
 شَیْءٍ مِّنْ اِلْبَغْثِ فَرَاغًا خَلَقْنَا کُمْ مِّنْ شَیْءٍ اَبْ تَمِّنْ تَطْفِیۃٌ تَمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ تَمَّ مِّنْ
 مَّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لَّبِئْسَ لَکُمۡ خِیَالٌ سہے کہ یہ آیت ۲۵ قرآن مجید کی بڑی
 آیت میں سے ایک ہے اس کے کل حروف دوسواً اٹھ ہیں کل بڑی مختلف صورتوں میں اکتیس عدد ہیں، ان
 میں پہلی بقرہ کی آیت ٹکڑے اور آخری بڑی آیت سورۃ مدثر کی آیت ۲۷ ہے۔ ان بڑی آیتوں میں سب
 سے بڑی آیت سورۃ بقرہ کی ۲۷ ہے جس کے حروف چار سو پینتالیس ہیں اور سب سے چھوٹی آیت بقرہ
 کی آیت ۲۵۵ الکرسی ہے اس کے حروف ایک سو تیرا سی ہیں۔ یا حرفِ نداء اَیُّهَا برائے فاصلہ تاکہ یا غرض
 علیحدہ رہے اور مکمل رہے مِّنْ نہ بڑھا جائے اَلنَّاسُ یہ اسم جمع اِنْسَانٌ اس کا واحد کوئی نہیں یا اسم
 جنسی ہے کہ واحد و جمع دونوں کے لیے ہے یہ متادٰی معرّفہ ہے۔ اِنْ حرف شرط کُنْتُمْ، فعل ماضی مطلق
 تامہ جمع مذکر عاقر خا طبع ضمیر صیغہ کا مرجع اَلنَّاسُ ہے فی حرفِ جر ظرفیہ قلبی (مجاز مکانی) کے لیے رَیْبُ
 اسمِ حائل مصدر جامد مذکرہ بمعنی دُحْم، ذہنی دوسو سو موصوف ہے مِّنْ حرفِ جارِ بیانِیہ اَلْبَغْثِ اسم مصدر معرفت
 بِاللَّهِ اَلْف لَآ اَعْدٰی بَعْثَ بمعنی اٹھنا کہیں ضروری جاننا مراد ہے قیامت کا اٹھنا یہ جار مجرور متعلق ہے گائے
 اسم فاعل تامہ پوشیدہ کا یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے رَیْبُ کی یہ مرکب تو صیغی مجرور ہو کر متعلق ہے کُنْتُمْ
 کا سب مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہو کر شرط ہے فَ حرفِ جزاء اِنَّا دراصل اِنْ نا ہے اِنْ حرفِ مشبہ نا ضمیر بارز
 منصوب متقل اسم ہے اِنْ کا خَلَقْنَا بِاِیْ نَصْر کا ماضی مطلق جمع تَشْکِیْمُ خَلْقٌ سے مشتق ہے بمعنی نیست سے
 ہست کرنا مادہ (میٹریل) بتانا یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے اس کا کوئی مشتق کسی بندے کی طرف
 استعمال کرنا گمراہی و جہالت ہے حضرت عیسیٰ کا اِنِّیْ اَخْلَقْتُ کہنا روح اللہ ہونے کی بنا پر تھا اور اپنے واقعی
 صفت الہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک پرندہ بنا کر پھر اُس میں جان ڈالی تھی، کُم ضمیر کا مرجع اَلنَّاسُ ہے
 منصوب متقل مفعول یہ ہے مِّنْ حَاوِیہ ابتداء غایت کے لیے یعنی ابتدا بتانے کے لیے تَرَابُ اسم مفرد جامد
 نکرہ موصوف بمعنی زمینی مٹی، لُغْتَ میں زمین ہی کا نام تراب ہے یہ جار مجرور معطوف علیہ تَمَّ حرف عطف

تراخی یعنی سید کے لیے من جاتہ، آیت میں سب جگہ من اپنے معنی (ابتداء غایت) کے لیے نطفۃ اسم مفرد جامد
 بمعنی عورت مرد کا مادہ منویہ جو ہر دو کی منی میں ہوتا ہے کسی مرد عورت میں نہیں ہوتا تو ان کی منی سے بچہ نہیں
 ہوتا لہذا ہر منی نطفہ نہیں اور ہر نطفہ کو منی بھی کہہ سکتے ہیں گویا ان میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے تم حرف
 عطف من جازہ علقۃ اسم مفرد جامد (مشتق نہیں) بمعنی جما ہوا گہلا تازہ خون مراد نطفہ کا خون بنا، ثم عاطفہ
 من جازہ مضغۃ اسم مصدر جامد مصدر یہ ہے موصوفہ ہے مخلقۃ باب تفعیل کا اسم مفعول بمعنی مخلوق بتایا ہوا
 پیدا کیا ہوا، جان والا معطوف علیہ واو عاطفہ غیر اسم مفرد جامد مضاف ہے مخلقۃ مضاف الیہ مرکب
 اضافی معطوف ہے دونوں عطف مفتوح ہے مضغۃ کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر صوب عطف تالیف ہے
 مل کر متعلق ہے خلقنا کا، لام حرف تعلیل یقین باب تفعیل کا مضارع جمع متکلم کلم جار مجرور متعلق ہے یہ
 فعل با فاعل اور متعلق جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے خلقنا کی سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ان وہ اپنے اسم خبر
 مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہوئی ان کنتم کی یہ شرط و جزا مل کر جواب ندا ہوا سب مل کر جملہ ندائیہ ہو گیا
 وَلَقَدْ فِي الْأَنْحَامِ مَا تَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّ كُمُ
 وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَنْ يُدَدُّ إِلَىٰ آخِرِ دَرٍ أُنْعَمَ لَكُمْ فُتُورًا لَّيَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ
 شَيْئًا وَتَبْنِي الْأَرْضَ حَامِدًا فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ أَخْرَجْنَا نَبَاتًا وَابْتِ
 مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ۔ واو سر جملہ تقریب افعال مضارع جمع متکلم اقرار مصدر قرر سے بنا ہے بمعنی
 قائم رکھنا فی ظرف مکانی کے لیے انا انعام جمع مکرر رحم مجرور متعلق ہے کا اسم موصول بیانی بمعنی بتنا یا جسکو
 مفعول فیہ یا مفعول یہ نشاء کا نشاء باب فتح کا مضارع جمع متکلم شیء سے بنا ہے بمعنی قائم رکھنا
 انتہا بتانے کے لیے اجل اسم جامد بمعنی مدت مسمی اسم مفعول باب تفعیل سے نموی یا نمئی سے ملے مصدر
 ہے تسمیۃ بمعنی مقرر کرنا مفتوح ہے اجل کی یہ مرکب توصیفی مجرور متعلق ہے نشاء کا یہ سب جملہ فعلیہ
 ہو کر ملہ ہوا انما کا موصول مفعول یہ ہے تقر کا سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ثم مخرج باب افعال
 کا مضارع جمع متکلم با فاعل پوشیدہ کم ضمیر مفعول یہ طفلا اسم مفرد جامد بمعنی بچہ مفعول لہ ہے کم ضمیر
 کا دونوں مل کر مفعول یہ مخرج سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ثم عاطفہ لام کے حرف
 تعلیل اس میں ان نامیہ مضارع پوشیدہ ہوتا ہے تَبْلُغُوا باب نصر کا مضارع جمع مذکر حاضر ملے سے
 مشتق ہے بمعنی بانیع ہونا پہنچنا دراصل تَبْلُغُونَ تھا لڑن اعرابی فتح کی وجہ سے گر گئی۔ اشد اسم جمع مکرر
 شیعہ کی بمعنی جوانی مضاف ہے کم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب مفعول یہ ہے تَبْلُغُوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ
 ہو کر معطوف تعلیل ہے مخرج پر وہ دونوں مل کر معطوف ہے تقر کے جملے پر سب مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا

واوہر جملہ منکلم جار مجرہ متعلق ہے بکون فعل پر مشیدہ یہ جملہ فعلیہ تامہ ہو کر مبتدا من اسم موصول ہوتی ہے باب تفعّل مضارع
مجهول وتی سے بنا ہے بمعنی فوت ہونا عمر پوری ہونا، ختم ہونا یہ فعل بانائب فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ خبر
مبتدا دونوں مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ منکلم اسی طرح جملہ ہو کر مبتدا ہے من موصولہ یزڈ باب نصر کا مضارع مجهول
واحد مذکر غائب رڈ سے بنا ہے بمعنی حسب سابق ہونا، رڈ ہونا۔ پہلے حالات کی مثل ہونا الی جا رہا تھا کہ
یہ ازل باب سمع کا اسم تفضیل رڈ سے مشتق ہے بمعنی گھٹیا، کمزور موصوف یا مضاف ہے لفظ عمر اسم جامد
ہے زندگی کو عمر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے تعمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق
ہے یزڈ کا یک لام مکسورہ تاکید یہ کے حرف تعلیل بمعنی تاکہ لا یعلم باب سمع کا مضارع منفی منصوب کئے کی وجہ
سے ہو پر مشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل بقدر علم مرکب اضافی ظرف زمانی ہے شیئا اسم مفرد نکرہ بمعنی کچھ مفعول یہ
لا یعلم کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے یزڈ کی وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے من کا موصول صلہ خبر
مبتدا دونوں جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا پہلے منکلم پر سب مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا، واو ہر جملہ تری باب فتح کا مضارع
واحد مذکر حاضر رائے سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا اَلْاَرْضُ بمعنی اچھتی والی زمین ذوالحال صامدہ حال یا دونوں دو
علیحدہ مفعول یہ ہیں اسم فاعل واحد مؤنث حمڈ سے مشتق ہے بمعنی خشک بخر بہ ذوالحال حال مل کر مفعول یہ
ہے تری فعل بافاعل اور مفعول یہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا، ف زائدہ برائے تعقیب اذا حرف شرط انزلنا
باب افعال کا ماضی مطلق جمع منکلم مصدر ہے انزال بمعنی اتارنا علی جارہ فوقیت کا بمعنی اوپر کا ضمیر کا مرجع ارض
یہ جار مجرور متعلق ہے الماء اسم مفرد معرفہ بمعنی پانی مراد ہے بارش مفعول یہ ہے انزلنا سب مل کر جملہ
فعلیہ ہو کر شرط ہے راحترت باب افعال ماضی مطلق واحد مؤنث غائب مصدر ہے احتر از حزر سے
بنا ہے بمعنی جھومتا ترو تازہ ہونا یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ربث باب نصر کا ماضی مطلق واحد
مؤنث غائب ربث سے مشتق ہے بمعنی ہر ابھرا ہونا۔ بندی میں طر صا یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ
واو عاطفہ اجبتت باب افعال کا ماضی مطلق واحد مؤنث غائب اس کا مصدر ہے انبات نبث سے بنا ہے
معنی اگانہ اگانا، اس کا فاعل ضمیر صیغہ ان تینوں فعلوں کے فاعل ضمیر صیغہ کا مرجع ارض ہے من حرف جر تبعیضہ
کل مضاف زوچ اسم مفرد لفظاً واحد معنایاً جمع بمعنی قسم قسم یہ بھیج باب گرم کا اسم فاعل صفت مشبہ واحد مذکر
بروزن فاعل بھیج سے مشتق ہے بمعنی نفیس عمدہ، صفت ہے زوچ کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے کل
کا یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اجبتت کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یہ تینوں عطف مل کر جزا ہے
انزلنا کے، چلے کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ کتب علیہ اَنَّهُ مَن تَوَلَّاهُ خَانَهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ اِلَى عَذَابِ النَّعِيرِ

ابلیس شیطان کی تقدیری قسمت میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ یہ کبھی کسی کا خیر خواہ نہیں ہے نہ کبھی تھانہ کبھی ہوگا خواہ کسی بھیس کسی جیلے میں آکر کسی ہی قسم میں کھاتا دوستی جتنا آجائے اسے انسان ہمیشہ تمہارا بدخواہ اور اندرونی دشمن ہی رہے گا تمہارا نقصان ہی کرے گا تم چاہے عملی یا قولی کتنی ہی اس کی اتباع کرو اور دوستی بناؤ۔ لہذا تم کو خیردار کیا جا رہا ہے کہ دھوکہ میں نہ آنا، اس سے دوستی نہ لگانا نہ قولی نہ عملی نہ ظاہری نہ باطنی نہ ایمانی نہ عقائدی، کیفیت یہ ہے کہ جسے بھی اس کو دوست سمجھایا اچھا جانا خواہ ظاہراً باطناً کافر بن کر یا صرف باطناً فاسق بن کر کہ منہ سے تو برا کہتے رہے مگر مانی ہر بات ہر وقت اُسی کی دن کے دوسرے رات کی تھپکیاں اسی کی مانیں تو یاد رکھو کہ ایسے بیوقوف و بد نصیب دوستی لگانے والوں کو وہ ہمیشہ گمراہ ہی کرے گا اگرچہ عوام کو ظاہراً وہ بات اچھائی لگتی ہو یہ ظاہر و باطن کا فرق ہونا بھی شیطان کی مکاری اور بد بیتی ہی ہوتی ہے اُسی کی تو بدایت بھی جہنم کے راستے کی طرف ہی ہوتی ہے اور ایسے یہودہ لہویات لعیات لغویات بے حیائی بے غیرتی کے کفریہ فسق کلام کروانا ہے جو عذاب جہنم کے ہی اسباب بنتے ہیں یہی حال انسانی شیطانوں کی دوستی کا ہے یہ سب اسی ابلیس شیطانِ مرید کی اتباع میں ہیں نہ تقویٰ رب نہ شرم نہی نہ خوف قیامت بلکہ بلا علم بغیر فکر تدبیر قیامت اور قیامت میں دوبارہ اپنے پیدا ہونے اور سزا و جزا ملنے کی قدرت کا بھی انکار کئے پھرتے ہیں مگر یہ جہان کے اتار چڑھاؤ کمال و زوال پر غور نہیں کرتے تو کم از کم صرف اپنے آپ میں ہی غور کر لیں تو ان کی کبھی بھی خلقتِ ثانیہ کے انکار کی جرئت نہ رہے مگر شیطان کے پھنسے میں ایسے گمراہ ہوتے ہیں کہ اپنے دوستوں کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں اور اس گمراہی و گمراہ گری کو خیر خواہی سمجھتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْصَبُوا فِي نَفْسِكُمْ مِنْ الْبَيْتِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نَظْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْبٍ مُخَلَّقَةٍ لَنَبَيِّنَ لَكُمْ وَنَقَرُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لِتَبْلُوهُنَّ أَشَدَّ كُفْرًا** اے ابلیس کی ماننے والوں ہر قول و فعل و عقیدے میں شیطانِ مرید کے فرمانبردار و اگر تم تمام کو قیامت میں اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں آتا ریسبت میں ہی پڑے ہوئے ہو تو اپنی اس پہلی پیدائش میں ہی غور کرو تو تم کو دوسری پیدائش قیامت کا یقین ہو جائے گا اور وہ شیطانی رُیْب ختم ہو جائے گا جس کی بنا پر تمام قدرتوں خلیقوں کے منکر بنے ہوئے ہو، تو غور کرو کہ بے شک ہم نے تم سب انسانوں کو اسی زینبی مٹی سے پیدا کیا، اس طرح کہ مٹی سے بیج بیج سے سبزیات، سبزیات سے غذائیات، غذائیات سے عورت و مرد میں نطفہ پیدا کیا، پھر مرد کی پشت سے عورت کی تراپ سینہ سے منتقل ہو کر رحم والدہ میں آیا۔ اُس کو وہاں عَلَقہ ہے بنایا یعنی جما ہوا خون پھر اُس جے خون کو مُضْغہ بنایا یعنی گوشت کا لوتھڑا، پھر گوشت کے

لو تھڑے میں شاخیں بھوٹیں جو ظاہری اعضاء بن گئے اور باطنی ہڈیاں بن گئی انسانی جسم میں ہڈیوں کی تعداد دو سو چھ ہے۔
 پسلیوں کی تعداد ۲۴ ہے چہرے کی ہڈیوں کی چودہ ہے رٹھ کی ہڈیوں کی گھنٹہ میں تینس ہیں، تنہیلی کی
 ہڈیوں کی تعداد تیس ہے، سب سے سخت ہڈی دانتوں کی ہوتی ہے اور سب سے نرم مرنکی چینی ہڈی
 ناخن کی ہڈی رٹھ کی طرح نرم انسانی جسم میں تقریباً اسی ہزار مسامات (خلیے) ہیں کسی بھی ہڈی میں مسامات
 نہیں ہوتے اگر یہ مسامات بند کر دئے تو وہ حصہ سُن ہو جاتا ہے کچھ دھو وغیرہ محسوس نہیں ہوتا سُن
 کرنے والا انجیکشن مسامات ہی بند کرتا ہے۔ اُلٹا کے نزدیک تمام انسانوں کے خون صرف چار
 قسم کے ہوتے ہیں جسے انجکشن میں گروپ کہتے ہیں عام بلڈ پریشز ۲۰ سے ۳۰ تک ہونا چاہیے پھر
 کسی کو مخلقہ کر دیا یعنی روح ڈال کر مکمل مخلوق قابل پیدائش و ولادت بنا دیا تو وہ پورا آدمی بن گیا، اور
 کسی مضعے کو غیر مخلقہ ہی سہنے دیا، یا اس طرح کہ لو تھڑا ہی رہا۔ یا اس طرح کہ کچھ اعضاء بن گئے، کچھ نہ بنے یا اس طرح
 کہ تمام اعضاء بن گئے مگر جان نہ پڑی اور اسی طرح یہ سب غیر مخلقہ رہ کر ہی ضائع ہو گئے۔ یہ درجہ بدرجہ تمام انسانوں
 کی پیدائش عدم سے وجود میں اور نیست سے ہست میں لا یگئی اور یہ شکل و عقل ناک نقشہ کس بے مثال
 ترتیب و ترکیب سے حسن و جمال والا اُس قدرتوں والے خالق تعالیٰ نے اُس وقت بنا دیا جب تم کچھ بھی نہ تھے
 یہ سب اس لیے ہوا کہ لَبِیْسُنْ کُلْم، تاکہ تمہارے علم، فہم، عقل، شعور درست کرنے کے لیے اور تمہارے تفکر و
 تدبیر کو قائم کرنے کے لیے ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور تم ان میں غور کر کے
 اپنے خالق تعالیٰ کی قدرت عاملہ و قوت کاملہ پر صدق قلبی، تصدیق عقلی اور اقرار لسانی سے ایمان لاؤ۔
 وَ نَفْسُ فِی الْاَرْحَامِ۔ اور ہم ہی تمہارے جسموں کو جان پڑنے کے بعد بھی کچھ مقررہ مدت کے دنوں
 تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں تاکہ ہماری قدرت کی یہ نشانیاں بھی تم سے پوشیدہ نہ رہیں اور تم اپنے
 حکیمانہ تجزیوں طیبانہ مشاہدوں ڈاکٹری طریقوں، سائنسی مشینوں ایکسروں خوردبینوں کے ذریعے ان فیہ
 کے ان تمام مرحلوں، منزلوں بدلتی حالتوں جرثوموں، جراثیموں کی نشوونما پاتی کیفیتوں کو غور و تدبیر سے
 دیکھ لو یہ سب کچھ ہم نے ہی تم کو دکھایا ہے اگر ہم پردہ رکھنا چاہتے تو تم کچھ بھی نہ دیکھ سکتے سب
 کچھ تم سے چھپا رہتا تمہاری سائنسی طاقتیں مشینی قوتیں قبل اور ناکام ہو جاتیں اب بھی جتنا ہم چاہتے
 ہیں وہی تم دیکھ سکتے ہو جو نہ چاہیں وہ نہیں دیکھ سکتے مضعہ کو تم نے دیکھ لیا مگر اس سے آگے
 آج تک تم نہ جان سکے کہ رحم مادر میں یہ مضعہ کیا بن گیا زیریا مادہ، مذکر یا مؤنث یا خنثی یا ناقص یا کامل
 سالم، اور یہ بھی تمہارے لیے غور و فکر کی ہماری ایک قدرت کی بڑی نشانی ہے کہ اُسے اور کھلے منہ
 والے رحم میں اُس مخلقہ اور غیر مخلقہ مضعے کو اُن کے رحموں میں جتنی دیر ہم چاہتے ہیں ٹھہرائے

رکھتے ہیں، ہر حمل کے لیے ایک مدت مقرر ہے تخلیقِ حمل کی مدتِ قرار کم از کم چھ ماہ زیادہ سے زیادہ نو ماہ یہ علم ہے اور دو سال یہ شاذ ہے اور چار سال یہ نادر ہے، حدیثِ پاک میں ارشاد ہے کہ مخلقہٗ حمل کی پیشانی یا سینے پر فرشتہ بحکمِ الہی سات چیزیں لکھ دیتا ہے۔ ۱۔ عمر ۲۔ عمل ۳۔ رزق ۴۔ سجدہ یا شقی ۵۔ مقام و طینت ۶۔ مقام موت ۷۔ مقام قبر یعنی کتنی اور کہاں ہے، پھر جب تمہاری رحمی پوری ہو جاتی ہے تو تم کو طفل بنانے کے لیے نکال دیتے یعنی نہایت نازک لاغر، بے عقل بے علم بے فہم محتاج کمزور بچہ پھر ہم ہی رحمِ مادر سے نکال کر آغوشِ مادر کی شفقتانہ مامتا میں رکھتے ہیں تاکہ تم اپنی ظاہری باطنی جسمانی عضوی عقلی علمی فکری عملی کبھی بھر پور جوان قوت و شدت کو پہنچو۔ عمر اشد میں اطباء محققین کے پانچ قول ہیں ۱۔ اٹھارہ سالہ عمر ۲۔ پچیس سالہ ۳۔ تیس سالہ ۴۔ پینتیس سالہ ۵۔ چالیس سالہ عمر یہ آخری قول زیادہ صحیح ہے اسی عمر میں انسانی عقل فکر تجربہ مکمل ہو کر نچتہ تر ہوتے ہیں۔ اور چالیس سال لوگوں میں مقبول مانا جاتا ہے، یہ عوام کی اشد عمر کا ذکر ہے۔ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام بچپن میں ہی عقل و علم کے عروج پر نچتہ تر ہوتے ہیں۔ اور چالیس سال کی عمر میں اذنِ نبوت ملا عوامی مقبولیت ہونے کے اعتبار سے ہے تاکہ عوام کی نظر میں عمری نامقبولیت کا باعث نہ بنے کیونکہ عوام کی نظروں میں اس عمر سے پہلے چھوٹا اور غیر معتبر شمار ہوتا ہے۔ خاص کر بوڑھے لوگ اُس کی بات کو چھوٹی عمر کا سمجھ کر رد کر دیتے ہیں اور اُس کی نصیحت مانتے کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں اِس عُمُر اُشَدِّکُمْ بَعْدَ وَفَوْنِی وَ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلَیَّ اَرْدَلِ الْعُمُرِ لَکِلَا یَعْلَمَ مِنْ اَبَعْدِ حِلْمٍ شَیْئًا۔ یہ قدرت و حکمت کی ایک نشانی ہے جو عبرتِ آخرت کے لیے دن رات تم کو دکھائی جا رہی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ اپنے بچپن بلوغت و جوانی جہانی میں ہی اپنی عمریں پوری کر کے فوت ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ باقی سکھے جاتے ہیں کمزور اور کمزور عمر تک تاکہ پھر بچپن کی طرح بے علم بے عقل ہو جائیں کی علم سے استفادہ نہ کر سکیں اور اپنی اس اہلی حقیقت کو جان لیں جو بچپن میں نہ جان سکے تھے اور اپنے علم و ہنر قوت و طاقتِ حسن و جوانی پر غور کر کے پھرتے تھے۔ اَرْدَلِ الْعُمُرِ بڑی سخت چیز ہے یہاں تک کہ بعض سخت بڑھاپے میں لکھنا پڑنا بھی بھول جاتے ہیں۔ علم پڑھنے ہنر سیکھنے کسب جاننے کے بعد پھر کچھ نہ کچھ جلنے کیا قدرتِ الہی ہے اللہ اکبر۔

اگرچہ صد علم از بر بدانی چوں پیری شد الف بت ندانی

اس تغیرِ تبدل میں حکمتِ ربانی یہ بھی ہے کہ کوئی بندہ اپنی کسی بلندی بڑائی پڑھائی پر ناز و خروہ بھروسہ اور غرور نہ کرے نہ عمر، قوت، طاقت پر نہ ہنر، جوانی، قدرت پر نہ علم عقل کسب پر نہ یہ بکھے کہ ابھی بہت وقت پڑا ہے نیکی کرنے کے لیے بلکہ یہ

اُزبَتے چاندِ دُحلی چاندنی جو ہو سکے کرے اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن اُبلا ہے

کی کو نہیں پتہ کہ اُس کی موت کب آجائے مَن یَمُوتُ فی دالوں میں ہے یا مَن یُکُتُّ، دالوں میں۔
 موت نہ دیکھے حسن و جوانی نہ یہ دیکھے بچپن خواہ ہو عمر اٹھارہ برس یا ہو جاوے پچپن
 ویسے تو تمام مخلوق ہی قدرتِ الہی کا عظیم حیران کن شاہکار ہے، مگر انسان کی خلقت خود انسان کے لیے
 ایک عجیب کرشمہ ہے، جب طرب کی دنیا میں پہنچ کر لہنے آپ میں غور کرتا ہے بنظر بشارت اور فکر بصیرت
 سے تو قدرت کے شاہکار دریاؤں میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور ورطہ حیرت میں عاجز رہ جاتا ہے کہ خلاق
 کائنات نے جسم انسانی کے اندر کتنا بہترین اور زبردست مضبوط کارخانہ قائم فرمایا ہے جب انسان غذا کھانے
 لگتا ہے تو پہلے پچھ جگہ اُس غذا کا معائنہ ہوتا ہے۔ ہاتھ نے اُس کی گرمی سردی کا معائنہ کر کے منہ کے
 قابل بنادیا پھر ہونٹوں نے اُس کی سختی نرمی کا اندازہ لگالیا پھر زبان نے اس کی لذت معلوم کر کے غذا کے
 نفع نقصان کا پتہ لگالیا پھر دانتوں نے اس میں کنکر پھر ریت مٹی کو جان لیا پھر حلق نے اس کی منسلح
 وکسلا حٹ کو سمجھ لیا، جہاں بھی غذا میں نقصان اور غلطی ہوئی اس معائنہ ٹیم اور طبی گروہ نے غذا کو آگے
 نہ بڑھتے دیا، ہاتھ نے نوالہ جھٹک دیا، ہونٹوں نے پھینک دیا، زبان نے اُگلدیا، دانتوں نے قبول نہ کیا اور
 حلق نے اُبکائی کر دی۔ ہونٹوں سے پہلے قدرت نے ناک کو قائم فرما دیا جسے غذا کا بدبو، خوشبو، سرائند
 بھساند کو جان لیا اور ہونٹوں کو غذا لینے سے منع کر دیا، جب ہر طرح سے درست بن کر غذا اندر پہنچی تو
 اندرونی مشین کارخانہ نے غذا کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ۱۔ فضلہ ۲۔ عمدہ ۳۔ بلغم ۴۔ خون ۵۔ نطفہ
 پھر اگلی قدرتی مشین نے نطفے میں پانچ چیزیں بنائیں پہلی جرثومہ کیا شانِ عظیم ہے قدرتِ خالق کی کہ ایک
 ہی غذا مرد کے اندر کچھ اور بنا رہی ہے عورت کے اندر کچھ اور یہ نطفہ مرد کی پیٹھ میں رہ کر عورت
 کے سینے میں ترائب کے اندر اور شکم مادر سے ہی رحم کے مخلقہ محل مذکر و محل مؤنث کے اندر اپنے اپنے
 مقام میں امانت رکھ دیا، اسی جرثومے کو عربی میں نسہ کہتے ہیں ولادت کے بعد سے بلوغت تک جرثومہ
 ہی رہتے ہیں بلوغت کے بعد مضبوط غذا میں کھا کر یہ جرثومے بڑے ہو جاتے ہیں اور اُن کو عربی
 ذریت یا ذرۃ کہتے اُردو میں جراثیم جب یہ حالت ہوتی ہے تو بچہ بانغ اور بانغہ مانا جاتا ہے بلوغت
 سے پہلے نطفہ جرثومہ ہی رہتا ہے اور جرثومہ مخلقہ نہیں ہو سکتا، اسی لیے اگر کوئی نابالغ مذکر کسی بانغہ
 یا نابالغہ عورت کے محبت کرے تو کبھی حمل نہیں ٹھہر سکتا جب نطفہ جراثیم بن جائے تب وہ حمل نطفہ
 مخلقہ یا مضغہ اور مخلقہ یا غیر مخلقہ بن سکتا ہے۔ نطفے کی دوسری چیز، یہی جراثیم، تیسری چیز مادہ
 منویہ، یہ جراثیموں کی غذا ہے چوتھی چیز آبِ منی یہ نطفے کو چلانے پھرانے اور اہل تناسل تک لانے
 کے لیے ہے گویا یہ اُس کا رہائشی گھر ہے جیسے بچل کے لیے پانی یا پھوس چیز و دبی یہ نطفے کے رہائشی

کوزم بنانے والی گریں ہے اگر یہ خارج نہ ہو تو جوشِ نطفہ سے رگیں پھٹ جائیں، حضرت آدم کو ان کی پشت سے نکال کر یہی جرثومے اور جراثیم دکھائے گئے تھے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص ۲ پر باب الفقر میں ہے۔ مرد کا نطفہ ہندسہ جرثومہ اور جراثیم ہوتا ہے۔ عورت کا نطفہ بے جان چھوٹے انڈے کی شکل کا ہوتا، یہ جان اور بیجانی روح سے نہیں بلکہ مثل نباتات نشوونما کی حرکت ہوتی ہے عورت کا انڈا مثل جمادات بے نشوونما، مرد کے نطفے سے علقہ مضغہ اور اعضاء ظاہری و باطنی بنتے ہیں۔ عورت کے نطفے سے کھال بال بنتے ہیں۔ سورۃ طارق کی آیت رہتا ہے میں اسی کا ذکر ہے۔ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّا خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ وَدَافِقٍ يُخْرَجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّنَائِبِ۔ صلب سے مراد مرد کی پیٹھ والی ریڑھ کی ہڈی ہے اور تنائب سے مراد عورت کے سینے کی پسلیاں ہیں، غذا سے یہ اشیاء غذا کے چار ہاضموں کے ذریعے بنتی ہیں ۱۔ ہضم فضلہ معہ میں ۲۔ ہضم تیزابیت سے ۳۔ ہضم گہری کلیجی سے ۴۔ ہضم دھوی خون سے، ہضم غذا میں چار عنصر ہوتے ہیں۔ مٹی، پانی، آگ، ہوا، نطفہ جراثیم جب شکم مادر میں پہنچتا ہے تو اس میں نو تبدیلیاں ہوتی ہیں، پہلی تبدیلی وہ جراثیم بڑھتے بڑھتے علقہ یعنی منجھد خون بن جاتا ہے۔ دوسری تبدیلی وہ علقہ بڑھتے بڑھتے مضغ بن جاتا ہے سوم پھر وہ بڑھتے بڑھتے لحم۔ چارم پھر علقہ پنجم پھر اعضاء ظاہری و باطنی ششم، پھر حلیہ شکل و صورت ہفتم باطن میں نفس امارہ، ہشتم پھر حسن و جمال یا بے حسن، نهم نفس ناطقہ۔ نو چیزیں نفس ناطقہ میں بنتی ہیں۔ عقل، فہم، ادراک، شعور، فراست، بصارت، سماعت، شہادت، احتیاسیت کی قوتیں یہ آخری چار قوتیں اگرچہ حیوانات میں بھی ہیں مگر وہ ناطقہ نہیں کیونکہ ان کی یہ قوتیں عقل و علم سے وابستہ نہیں لیکن انسان ان قوتوں سے بھی بہت سے علم حاصل کر لیتا ہے ان تبدیلیوں کے مکمل ہونے کے بعد اس جسم میں روح ڈالی جاتی ہے اور وہ مخلقہ ہو جاتا ہے پھر نفوس کچھ عرصہ رحم میں رکھا جاتا ہے۔ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا پھر اس کو طفل بنانے کے لیے شکم مادر سے نکال کر آغوشِ مادر میں ڈال دیا جاتا ہے اس دنیا میں اگر پھر اس میں نو تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ پہلی تبدیلی وہ طفل بن جاتا ہے دوم وہ حی بن جاتا ہے سوم نابالغ چارم ائمرد پنجم بالغ، ششم مرد نو جوان بن جاتا ہے ہفتم جوان، ہشتم بڑھاپا یعنی هرم، نهم سٹیا یا یعنی خوف، اذذل عمر، ثم موتی۔ یعنی پھر موت پھر آخرت کی نو تبدیلیاں، پہلے میت پھر لحظہ میں عذاب یا ثواب کے ساتھ ۲۔ برزخی قیام ۳۔ نفخہ و فزع کا دور ۴۔ پھر نفخہ و صبحی کا زمانہ ۵۔ پھر نفخہ و قیام کی ساعت ۶۔ پھر مہدانِ محشر کی طرف روانگی ۷۔ پھر محشر میں حاضری ۸۔ پھر جبلِ صراط سے گزرنے کا زمانہ اور پھر جنتی یا دوزخی قیام ابدی، آخر ضلک انسان پر تین زملے گزرتے ہیں ۱۔ زمانہ شکم مادر ۲۔ زمانہ دنیا ۳۔ زمانہ آخرت اور ہر زمانے میں نو تبدیلیاں

انسان پر ہوتی ہیں گلی سٹائٹس تبدیلیوں سے گذر کر انسان اپنی آخری ابدی منزل پر پہنچتا ہے۔ ان تمام مراحل کی اصل سٹی کو مصلح کی احادیث اور فقہاء کرام کے مشاہدات سے اس طرح بیان فرمایا ہے، پہلا دور حمل کی مدتیں چالیس دن تک نطفہ، پھر چالیس دن تک علقہ پھر چالیس دن تک مضغہ پھر چالیس دن تک لحم پھر چالیس دن تک عظام پھر چالیس دن تک مکمل مخلقہ پھر چار ماہ بعد نفخ روح (صاوی) پھر نفخہ کا قرار شکم۔ اس مدت میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے کم سے کم چھ ماہ اس میں سب کا اتفاق ہے زیادہ میں اکثریت نو ماہ اس سے زیادہ میں اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دو سال امام شافعی کے نزدیک تین سال اور امام مالک کے نزدیک چار سال مگر یہ بہت شاذ و نادر ہے، حیات دنیوی کی تبدیلیوں کی مدت ولادت کے بعد دو سال تک طفلگی بشیر خوارگی، سات سال تک صبی، دس سال تک نابالغ بارہ سال تک ابرؤ، چودہ سال کی عمر تک بالغ پچیس سال تک نوجوان، چالیس سال تک جوان، پھر اربعہ عشر ساٹھ سال تک پھر بڑھاپا ستر سال تک، اس کے بعد سٹھیا یا موت تک، تیسرا اور آخری دور یعنی اخروی تبدیلیوں کی مدت، مرنے کے بعد دو یا تین دن تک زمین پر تجھیز و تکفین کے لیے، پھر قبر کی مدت نفخہ اولیٰ تک یہی برزخی قیام ہے، نفخہ اولیٰ سے نفخہ و ثانیہ صاف حقہ تک چالیس ساعتیں، پھر نفخہ و ثانیہ سے نفخہ و ثالثہ تک بیہوشی کی مدت چالیس ساعتیں، پھر نفخہ و ثالثہ کے قیام سے یسعون کی مدت میدانِ محشر تک چالیس ساعتیں، ان ساعتوں کی حقیقت حدیث پاک میں ظاہر نہ فرمائی گئی، یا راوی بھول گئے تھے کہ ساعت سے مراد چالیس دن ہیں یا چالیس ماہ یا سال، پھر میدانِ محشر کا قیام ہزار سال کا ایک دن پھر پھر اطراف سے گزرنا پانچو سال تک پھر ابد الا باد تک اہل جنت کے لیے جنت اور اہل جہنم کے لیے جہنم۔ اللہ اکبر گنیمتاً الحمد لله اللہ الذی جعلک من المسلمین۔ کیا قدرت کا شان ہے کیا عظیم احسان ہے انسان پر کتنا زبردست مضبوط انتظام فرما کر ایک ایک لمحہ حفاظت فرمائی، اب بھی اگر انسان اس کو نہ مانتے تو انسان کی کتنی بڑی بد نصیب احسان فراموشی ہے، اسے انکار قیامت والے کفر کے بیمار حدیثیت کے مارو اپنی ان غذاؤں کی پیدائش اور حیات نشو و نما کبھی غور و فکر کیا ہے اگر اے انسان زمینی نباتات کی زندگی میں تدبیر کرے تو تجھے اپنی ابتدائی حیاتِ رحمی کا پتہ لگ جائے کہ تو کبھی نطفے سے مضغہ تک شل نبات نشو و نما سے برخواستہ اس وقت یہ تیری زندگی تھی اس لیے عقل کا نظر سے اگر تو زمین میں تدبیر کرے تو تجھے بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ مَّجْجٍ۔ اور تو دیکھ لے گا کہ زمین بالکل خشک مردہ بے جان پڑی ہے نہ سبزی نہ ہریائی نہ نشو و نما کسی خوبصورتی خوش نمائی تر و تازگی کے کوئی آثار و نشان

نہیں کسی کو تصور بھی نہیں کہ کل یہاں کوئی خود روگھاس نباتات اُگے گا، تو جب ہم نے اُس پر بارش کا پانی اتارا، مَستَرَّ
 تو اسی زمینِ مردہ میں کبھی زندگانی کی پھل پُج گئی۔ زمین میں پانی سے نرمی، نرمی سے گرنی، گرنی سے چٹن، چٹن سے
 اُبھارا، اور اُبھار سے دُرَبَتْ، اور زمین بھول کر بھٹ پڑی اور ابلہا کر اپنی کوئلوں، گلیوں، تنگوفوں، غنچوں سے
 دَا بُنْتُتْ اور اُگا دیا دیکھتے ہی دیکھتے اُسی زمین نے جس کو تم بے حس مردہ بکھرے تھے اپنی مٹی سے ہر قسم
 کے خوب صورت حسین سرسبز شاداب چمکدار، خوشبودار پھول پھل پتے، گھاس جڑی بوٹیوں جھاڑیوں شاخوں
 کھیتوں کو کہ بھولوں سے تمہاری رما فی غذا پھولوں سے جسمانی غذا، جڑی بوٹیوں سے دوائی غذا، گھاس پھوس
 جھاڑیوں سے تمہارے جانوروں کی غذا، اگر زمین دنیا کی اس خود رو قدرتِ پیداوار نباتاتی میں ہی خود کر لو تو
 تمہارے سارے مشکوک اور بے عقیدے، انکارِ قیامت کے شیطانِ دوسرے ختم، موحائیں اور تمہاری عقلیں
 اس دلیلِ آفاقی کو مان لیں کہ حورِ ربّ قدیر ذاتِ قدیم زمین سے اُس کی پوشیدہ نیتوں کو اُگا کر مہیتوں میں
 بدل سکتا ہے وہ تم کو بھی دوبارہ اسی طرح اسی مٹی سے اُگا سکتا ہے، جس طرح اُس نے پہلے تم کو شل نباتات ہی میں
 بے روح دِلے نطفے سے اُگایا تھا اسی اُگنے کا نام خَلَقَتْ تانیہ ہے اور یہ قیامِ قیامت ہے۔ اِن آیت میں
 قیامت کی پہلی دلیل نفسی ہے کہ اتان خود اپنی پہلی پیدائش میں غور و تدبیر کر لے یہ دلیل علم و عقل بصیرت
 دِلے تجربہ مشاہدہ کرنیوالوں کے لیے ہے اور دوسری دلیل آفاقی ہے کہ ہر علم غیر علم والا صاحبِ بصارت
 اپنی نگاہوں سے زمین کی پیداوار کو دیکھ کر قدرتِ الہی کا نظارہ کرے اور کمالِ قدرت پر ایمان لائے یہاں
 خَلَقَ انسانی کے سات مرحلے بیان فرمائے گئے ہیں۔ پہلا مرحلہ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ۔ قَدَم۔
 ثُمَّ مِّنْ نُّطْفَةٍ۔ تیسرا مرحلہ۔ ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ، چوتھا۔ ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ۔ پانچواں
 مرحلہ ثُمَّ نَخْرُجُكُمْ طِفْلًا۔ چھٹا۔ ثُمَّ لِنَبْلُغْکُمْ اَشَدَّ کُمْ۔ ساتواں مرحلہ وَمِنکُمْ
 مَّنْ یُّتَوَفٰی وَمِنکُمْ مَّنْ یُّبَدِّلُ اِلٰی اٰرْ ذٰلِ الْعُمُرِ۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ کُتِبَ میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا یہ فعل مجہول ہے
 یہی مشہور قرئت ہے۔ بعض نے کہا یہ کُتِبَ، فعل معروف ہے۔ عَلَیْہِ کی ضمیر میں دو قول ہیں، بعض نے
 لکھا کہ اس کا مزع اور مراد شیطانِ مرید ہے۔ یہی درست ہے مگر بعض نے کہا کہ مزع مَن یُّکَاوِلُ ہے
 سیر میں تین قول ہیں، بعض نے کہا اس سے مراد مطلقاً پوری جہنم ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد طبقہ
 تار ہے جو ابلیس کا اصلی ٹکنا نہ یعنی اپنے ٹکانے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد جہنم
 کا ایک خاص طبقہ ہے جس کا نام ہی سیر ہے اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ میں دو قول ہیں بعض نے کہا اس سے مراد تمہارے
 بَدَ اَعْلٰی آدم علیہ السلام کی پیدائش ذاتی ہے یعنی بلا تغیر و تبدل وہ مٹی سے پیدا کئے گئے پھر ان کی

نسل بن کر تم سب پیدا کئے گئے اور وہ بلا واسطہ مٹی سے تم سب بلا واسطہ مٹی سے۔ مگر بعض نے کہا کہ غمبیر سے مراد تم سب لوگ اور معنی ہے ہر ایک اور تراب کا معنی ہے مٹی سے حامل شدہ غذا۔ اور غذا سے لطف پھر درجہ بدرجہ مرحلہ وار تم پر سے انسان پیدا ہو گئے۔ یہی قول درست ہے۔ مُخَلَّقَةٌ وَغَيْرُ مُخَلَّقَةٍ میں پانچ قول ہیں۔ بعض نے کہا مُخَلَّقَةٌ سے مراد ظاہری باطنی مکمل اعضا والا حمل اور غَيْرُ مُخَلَّقَةٍ غیر مکمل اعضا والا یا تو ہر عضو ناقص یا کوئی ایک عضو سرے سے ہی نہیں۔ بعض نے کہا مُخَلَّقَةٌ شکل و صورت والا اور غَيْرُ مُخَلَّقَةٍ صرف لوتھڑا۔ بعض نے کہا مُخَلَّقَةٌ پختہ حمل غیر مُخَلَّقَةٌ کچا حمل۔ بعض نے کہا مُخَلَّقَةٌ وہ حمل جو مدت پوری کر کے جنم لینے والا یعنی وقت مقررہ پر ولادت، غَيْرُ مُخَلَّقَةٍ وقت سے پہلے گر جانے والا یا گرا دیا یا بڑا حمل۔ بعض نے فرمایا کہ شکل و صورت اعضا و ظاہری باطنی طوالت، قوت، وزن میں بے عیب مُخَلَّقَةٌ ہے اور ان میں سے کس طرح کا عیب دار غیر مُخَلَّقَةٌ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جو مکمل ہو کر جنم لے اور زندہ رہے وہ مُخَلَّقَةٌ ہے جو زندہ نہ رہے ناقص پیدا ہو وہ غیر مُخَلَّقَةٌ ہے۔ رَبُّنَا یُنْفِقُ اَنْشَاءً، نُخْرِجُ اِنْ جَارِلَ فعلوں کی قرئت میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ چاروں فعل جمع متکلم کے صیغے ہیں جیسے کہ لکھے گئے۔ یہی مشہور قرئت ہے۔ دم قرئت یہ کہ یہ واحد مذکر غائب کے صیغے ہیں یعنی رَبُّنَا یُنْفِقُ۔ رَبُّنَا یُنْفِقُ اِنْ جَارِلَ اَرْذَلِ حُسْرٍ میں تین قول بعض نے کہا یہ سٹھیا پے کی پچتر سالہ عمر ہے جب انسان بے عقل ہو جائے بعض نے کہا کہ انسان کی اَرْذَلِ عمر کفر اور فسق والی زندگی ہے اور اَشَدُّ عُمر ایمان اور اعمال صالحہ والی زندگی ہے بعض نے کہا کہ اَشَدُّ عُمر سے مراد محنت و قوت والی زندگی اور اَرْذَلِ عمر بیماری کمزوری و معذوریوں والی زندگی۔ وَ تَرَى الْاَرْضَ میں دو قول ہیں بعض نے کہا اس سے عام خود رو گھاس بھوس جھالریوں جڑی بوٹیوں والی زمین مراد ہے یہی قول درست ہے، کیونکہ زمین کی قدرتی خود روئی ہی بتانا مقصود کلام ہے۔ بعض نے کہا اس سے کھیتی والی زمین مراد ہے اَلْمَاءُ میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا اس سے بارش کا پانی مراد ہے، اور بعض نے کہا اس سے ہر قسم کا پانی مراد ہے۔ نہری بحری چاہی بارشی، مگر پہلا قول درست ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اَنْزَلْنَاهُ سے بارش ہی مراد ہوتی ہے دوم یہ کہ ہر میدان پانی و گی زمین میں صرف بارش ہی پہنچ سکتی ہے رَبَّتْ کی قرئت میں دو قول، مشہور قرئت رَبَّتْ ہی ہے۔ اور ایک شاذ قرئت میں رَبَّات ہے (تفسیر روح المعانی)

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ ان آیت میں شیطن کی باتیں چیزیں بیان ہوئیں۔ ایک جبلت، ایک عادت اور دو خصلتیں جبلت اس کی شیطانت عادت اس کا مرید اور ہر طرح ننگا بے غیرت ہونا پہلی خصلت دوست بن کر دھوکا فریب دینا

اور فَاِنَّهُ يُصْلٰهُ۔ دوستوں کو گمراہ کرنا، دوسری خصلت جہنم کی طرف ہدایت دینا، ان کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اے مسلمانو تم یہ کوئی عادت خصلت اختیار نہ کرنا نہ دوستوں کو کبھی دھوکا دینا نہ جان بوجھ کر گمراہ کرنا نہ خود جہنمی بنانا نہ کسی کو بنانا بلکہ ہر وقت ہر طرح شیطن سے بچتے رہنا نہ کسی طرح مرید ہونا مرید کا معنی ہے شگاہ اور خالی ہونا۔ اس کی سات کیفیتیں ہیں ۱۔ بے باس ہونا اس میں سر بھی شامل ہے ننگے سر پھرنا یا ننگے سر نہار پڑھنا شیطن مرید ہونا ہے مرقا امام مالک میں ایک حدیث ہے کہ ایک مرتبہ آنقاہ دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس نے بال بکھیرے شگاہ کیا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا جس نے شیطن کو دیکھا ہے وہ اس کو دیکھ لے وہاں سائر الراس کا لفظ ہے جس کے معنی بکھرے بال شگاہ ہوتا ہے ۲۔ نیک عمل سے خالی ہونا بھی شیطن مرید ہونا ہے ۳۔ بے غیرت ہونا ۴۔ بے حیا ہونا، عملی بے شرمی یا عیالی ہے اور قولی بے شرمی بے حیائی ہے ۵۔ بے تقویٰ ہونا ۶۔ بے تہذیب ہونا ۷۔ بے ادب اور گستاخ خاص کر انبیاء و کرام علیہم السلام کا گستاخ تو سب سے بڑا شیطن مرید ہے۔ یہ فائدہ کُتِبَ عَلَیْہِ (۱) سے حاصل ہوا کہ جو اس شیطن سے دوستی لگائے گا وہ بھی ان ہی تمام بری خصلتوں سے دنیا و آخرت کا ننگا ہوگا۔ خیال رہے کہ جبلت پریشانی طبیعت کو کہتے ہیں۔ اور عادت جو خود بخود آجائے کسی ماحولی صحبت کی وجہ سے طبیعت بن جائے اور خصلت وہ اچھی یا بُری حرکت جو بندہ خود اختیار کر لے۔ دوسرا خائبہ کا مومن متقی کی دنیوی زندگی ہر اعتبار سے اشد عمر ہے اگرچہ مومن متقی ظاہراً غریب بیمار کمزور معذور اور عمر رسیدہ ہو۔ اور کافر کی دنیوی زندگی ہر اعتبار سے اذول عمر ہے اگرچہ کافر ظاہراً امیر تندرست خوش مال مضبوط اور جوان نظر آتا ہو۔ یہ فائدہ اُزْوَی الْعَمْرُو کی تفسیر صوفیانہ سے حاصل ہوا۔ کیونکہ اصل پائیدار عزت والی زندگی تو وہی ہے جس میں قبر حشر کی عزت و رحمت ملے۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ دنیا و آخرت میں ہر طرف سے لعنت ہی ملتی رہے۔ تیسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں پانی بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ نہری ہو یا دیا کی چشموں کا ہو یا کوڑوں کا خاص کر بارش کا پانی تربیت ہی عظیم و کثیر نعمت ہے اور نعمت کو ضائع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ فضول خرچی بھی ضائع کرنا ہی ہے اور بلا ضرورت استعمال کرنا بھی فضول خرچی ہے یہاں تک کہ کوئیں نہریا دریا کے پانی میں فضول خرچی بھی ناجائز ہے۔ دھنوبیں چار چار بار دھونا فضول خرچی ہے کھیتوں میں ضرورت سے زیادہ پانی دینا فضول خرچی بار بار برتن کو دھونے کا وہم فضول خرچی ہے یہ فائدہ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْمَاءَ (۲) فرمانے سے حاصل ہوا۔ بارش بھی ضرورت پڑنے پر نازل فرمائی جاتی ہے بلا ضرورت نہیں ہوتی بعض دفعہ ہم سمجھ جاتے ہیں کہ یہ بارش بلا ضرورت یا بے موقعہ ہے تو یہ ہماری اپنی ناکھی نادانی

ہے باری تعالیٰ کی اس میں بھی ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں جو بندوں کی عقل و فہم سے بالاتر ہیں، اللہ تعالیٰ کے کسی کام میں اپنی رائے زنی کرنا گناہ کبیرہ ہے، قاضی کہ موت و حیات و قدرت و حکمت اور موسمیات کے تبدل تغیر ہیں، بعض جہلا کہہ دیتے ہیں کہ فلاں بے وقت مر گیا ایسا کیوں ہو گیا نہ ہونا چاہیے تھا اس قسم کی سب باتیں گناہ بلکہ کفر یہ ہیں، بارش اور دیگر پانیوں میں پانچ طرح فرق ہے ۱۔ بارش ہر اونچی نیچی جگہ پہنچتی ہے دوسرے پانی نہیں پہنچ سکتے ۲۔ بارش چل کر آتی ہے بلا محنت و خرچ انعام مفت ہے دوسرے پانی محنت مشقت اور خرچہ کر کے چلا کر لانے پڑتے ہیں ۳۔ بارش سے پتے دھل جاتے ہیں کپڑے مر جاتے جڑوں میں پانی بھی اور غذائی کھاد بھی دیگر پانیوں سے صرف سیرابی ہوتی ہے ۴۔ بارش رب تعالیٰ کی حکمت سے اور دیگر پانی بندوں کی صوابدید پر موقوف ہے ۵۔ بارش کے بعد کسی پانی کی ضرورت نہیں رہتی دیگر پانیوں کے بعد بھی بارش کی اشد ضرورت رہتی ہے وغیرہ وغیرہ

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ: قانونِ شریعت کے مطابق حمل جب تک رحم میں رہتا ہے وہ غیر ذوالعقول میں شمار ہوتا ہے اگرچہ انسان کا ہو اور اس کا بڑھنا مثل نباتات ہے یہ نشوونما روح کی وجہ سے نہیں روح تو بعد میں پڑتی ہے۔ ولادت تک مثل جانوران ہے خواہ نطفہ ہو یا علقہ یا مضغہ ذی روح ہو جائے یا بے روح مخلقت ہو یا غیر مخلقت یہ مسئلہ کائنات کے ماحول سے مستنبط ہوا۔ اس لیے کہ حمل انسانی کے تمام مدارج کے مکمل ہونے کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا گیا وَتَقْرَأُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ یعنی جس کو چاہتے ہیں ہم رحموں میں ٹھہراتے ہیں، یہاں مَرْنِ نَشَاءُ نہ فرمایا گیا۔ نَفْطٍ مِّنْ عَقْلِ وَاللَّهِ کے لیے ہوتا ہے اور مَایہ غیر عقل والوں کے لیے، اگر ولادت سے پہلے انسانی حل ذی عقل مانا جاتا تو مَرْنِ نَشَاءُ فرمایا جاتا۔ دوسرا مسئلہ: ہر ذی عقل انسان کو اپنے مورث کی میراث ملتی ہے مگر پیدائشی مجنوں اَلْحَوَاسِ لَا عِلَاجَ لَهَا قِصُّ اَلْخَلْقَتِ بچے کو میراث نہیں ملے گی اگرچہ کتنا ہی عرصہ دنیا میں زندہ رہے۔ ایسا تا قِصُّ اَلْخَلْقَتِ بچہ غیر مخلقت میں اور غیر ذی عقل میں شمار ہے مثل لو تھڑے کے صرف روح پڑنے کا نام انسانِ کامل نہیں جسم و ہوش و حواس مکمل ہوتا ضروری ہیں یہ مسئلہ بھی کائنات میں کما فرمانے سے مستنبط ہوا، کیونکہ وہ حمل دنیا میں اگر بھی اُسی حالت میں رہا جس طرح پیٹ میں غیر ذی عقل تھا لہذا جب تک اُسی حالت پر دنیا میں رہے گا غیر ذی عقل ہی مانا جائے گا۔ اور کسی غیر ذی عقل کو تو میراث نہیں ملتی اس لیے ایسے بچے کو بھی نہ ملے گی، آگے ارشادِ باری تعالیٰ ہے ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ مِّنْ بَطْنِهَا یعنی پھر ہم نے تم کو طفل بنانے کے لیے نکالایا اُس کی نئی تبدیلی والی حالت ہے اس سے ثابت ہوا کہ اندرونی حالت سے تبدیلی ہوگی تو طفل ہوگا اور طفل باہر آکر بنے گا اِشَارَةً وَاقْتِضَاءً بتایا گیا

اگر باہر آکر بھی حالت تبدیل نہ ہو تو طفل نہ بنے گا۔ اس لیے مکمل صرف انسانی دو سالہ شیر خوار بچہ کہتے ہیں۔ اور طفل بنا یہ ہے کہ وہ بچہ انسانی نفس ناطقہ والہ ہے۔ اگر ذی عقل ہے تو طفل ہے اگر ذی عقل نہیں تو طفل نہیں، اور طفل نہیں تو کسی کا وارث نہیں، اسی لیے محل کی میراث موقوف رکھی جاتی ہے پیدا ہونے کے بعد فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ مذکر ہے یا مؤنث یا مختنث یا مخنوط۔ تیسرا مسئلہ۔ علم نام ہے عقل، فہم، تدبیر، تفکر، سمجھداری کا نہ کہ صرف لکھنے پڑھنے کا، لہذا اگر کوئی شخص پڑھا لکھا نہ ہو مگر اس کی عقل فہم فراست اور سمجھداری بہت شاندار ہو تو اس کو علم والا ہی کہا جائے گا، اور اگر کوئی آدمی پڑھ لکھ کر بھی بیوقوف اور احمق ہی رہے حاقق کے ہی کام کرے تو اس کو جاہل کہا جائے گا۔ یہ مسئلہ یٰکَیۡدًا یَعْلَمُ مِنْۢ بَعْدِ عَلٰیۤمٍ شَیۡئًا فرمانے سے مستنبط ہوا قدرتی علم عطا الہی ہے، اور پڑھنا لکھنا کسی علم ہے۔ یہاں رب تعالیٰ نے ہر بولے انسان کی اَرۡزُلِ عمر میں علم کی نفی فرمائی ہے اس سے یہی قدرتی عطائی علم مراد ہے، فرمایا کہ وہ علم کے بعد کچھ علم نہ رکھے۔ حالانکہ ہر دور میں اُن پڑھوں کی کثرت رہی، پڑھے لکھے بہت ہی کم ہوتے رہے، اکثریت نے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا مگر فطری عقل و فراست اور سمجھداری سے ایسے ہنر اور کام کر دکھائے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی حیران اور مبہوت ہو گئے، یہی ہنر مند اور کارگر دستکار ہی جب اَرۡزُلِ عمر کو پہنچتے ہیں تو کچھ بھی عقل و ہنر فَنِّ و صنعت باقی نہیں نہ دماغی نہ زبانی نہ دستی، یہاں لَا یَعْلَمُ مِنْۢ بَعْدِ عَلٰیۤمٍ۔ اسی عطائی علم عقل ہنر کے ختم ہو جانے کا ذکر ہے اسی فطری عقل علم کی بنا پر انسان کو حیوانِ ناطق کہا جاتا ہے اسی کی وجہ سے ہر انسان اَشْرَفُ المخلوقات ہے نہ کہ فقط لکھنے پڑھنے سے بلکہ لکھنا پڑھنا بھی عطائی علم سے آتا ہے بعض انگریزی پرست لوگ سمجھتے ہیں کہ علم صرف انگریزی سیکھنے میں ہے اسی پرستاری کے بدلے میں ان کو سر کا خطاب ڈاکٹر پروفیسر کے القاب مل جاتے ہیں حالانکہ جتنی حالت انگریزی نے پھیلائی اتنی کسی نے نہ پھیلائی، کوئی مانے یا نہ مانے مگر حقیقت یہی ہے کہ علم عقل یاقت عطیات فراست صرف قرآن مجید کے نور اور حدیث مقدسہ کی روشنی سے ہی ملتے ہیں اسی سے انسان اَشْرَفُ و افضل و اکرم بن سکتا ہے قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اَرۡزُلِ ہی اَرۡزُلِ ہے۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اِنۡلَکُمُ فِی رَیۡبٍ اَعۡتِرَاقَاتٍ یعنی اے کافرو اگر تم قیامت کے آنے اور دوسری بار مردوں کے پیدا ہونے میں شک کرتے ہو حالانکہ کفار تو قیامت کے نہ آنے کے یقین پر ہیں، شک میں دونوں طرف کا گناہ ہوتا ہے کہ شاید آجائے یا شاید نہ آئے مگر کفار تو ایک ہی نہ آنے کے عقیدے میں پختہ ہیں کہ قیامت یقیناً نہیں آئے گی اور اس ایک جانب کی پختگی کو یقین کہا جاتا ہے نہ کہ شک تو یہاں فِی رَیۡبٍ کیوں فرمایا

فِي يَقِينٍ فرمایا چاہئے تھارِب کا معنی تو شک کرنا ہے۔ جواب۔ شک بھی عزری لفظ ہے اور یقین بھی اور رِب بھی مگر یہاں رِب فرمایا گیا اس کا وجہ یہ کہ رِب کی بہت سی نوعیتیں ہیں۔ جب کسی کا یقین حقیقت کے خلاف ہو تو رِب ہی کہا جاتا ہے اس لیے کہ رِب مثل شک کمزور اور غلط ہوتا ہے کیونکہ حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا، اسی طرح جو یقین کسی دلیل سے ٹوٹ جائے وہ مثل شک کمزور ہوتا ہے یہاں یہی سمجھایا جا رہا ہے کہ کفار کا یقین اور اس کی بدعتیدگی مثل شک کمزور اور غلط ہے اور مثل شک کمزور اور حقیقتاً غلط یقین کو لینے کو عزری لغت میں رِب ہی کہا جاتا ہے اگر یہ کفار ذرا بھی اپنے اندر غور کریں اور اپنی پہلی ابتدائی خلقت اور زمینی پیداوار میں تفکر تدبیر کریں تو ان کے یہ باطل نظر سے عقیدے اور سب یقینیات باطلہ ٹوٹ جائیں۔ دوسرا اعتراض، یہاں فرمایا گیا وَنُقِرُّ فِي الْأَنْحَامِ مَا نَشَأُ یعنی اودھم ٹھیراتے ہیں رحموں میں جس کو چاہیں، یہاں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے جو ذی عقل اور اثر النخلوات ہے، ذی عقل کے لیے مَنْ آتَلَبُ نہ کہ مَا تَرِيہاں مَا نَشَأُ کیوں فرمایا گیا۔ مَنْ نَشَأُ چاہئے تھا مَا کا لفظ نباتات جمادات حیوانات کے لیے بولا جاتا ہے۔ جواب۔ اس کے دو طرح جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ مَا سے مراد اَجَل مُسَمًّى ہے اور معنی ہے کہ جتنی مدت ہم چاہتے ہیں رحموں میں حمل ٹھہراتے ہیں اور مدت چونکہ غیر ذی عقل ہے لہذا اب مَالَانِے پر کوئی اعتراض نہیں، جواب دوم یہ کہ لفظ مَا کا تعلق حمل سے ہی ہے اور معنی یہ ہے کہ جس حمل کو ہم چاہیں رحم میں ٹھیرا دیں مگر چونکہ حمل جب تک رحم میں رہتا ہے وہ غیر ذی عقل ہی ہے اس لیے ماہر شاد فرمانا باطل درست ہے بلکہ اسی لفظ مانے بتایا کہ انسانی حمل بھی جب تک رحم میں ہے۔ مثل نباتات غیر ذی عقل ہے ولادت کے بعد اگر ہر طرح مخلقہ ہوتی ذی عقل ہے ورنہ ناقص حمل تو جنم لے کر بھی مثل حیوان غیر ذی عقل ہے۔ ہم نے اپنے ترجمے میں مَا کا تعلق مدت سے جوڑا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں مَا کا تعلق حمل سے ہے۔ یہ عام انسانوں کے حمل کا حکم ہے لیکن تمام انبیاء کرام علیہم السلام ان بعض اولیاء اللہ تو عالم ارواح میں بھی سر تاج عطا اور سرچشمہ و علم و حکمت منیہ عقل و فراست ہوتے ہیں۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلاً۔ کُم ضمیر جمع ہے تو اس کا مفعول لَمْ طِفْلاً واحد کیوں آیا، اَطْفَالاً جمع فرمایا چاہئے تھا تاکہ مطابقت ہوتی۔ جواب اس کے تین جواب دئے گئے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ کُم ضمیر جمع کا معنی لگتی نہیں بلکہ نکرہ عمومی جنس ہے اور ترجمہ ہے ہر ایک نہ کہ تم سب۔ یعنی پھر تم ہر ایک کو طفل بنانے کے لیے ہم نکالتے ہیں۔ جواب دوم بعض نے فرمایا کہ لفظ طِفْلاً اِیم جامد بلکہ اسم مصدر ہے اور مصدر سب کے لیے ہوتا ہے۔ جمع ہو یا واحد یا تنہیہ، اور مقصد یہ ہے کہ جنم لے کر تم سب نے پہلے طِفْلاً یعنی نادان کمزور شیر خوار ہی بننا ہے بعد میں تم سب ہماری

دی ہوئی قوت عقل دولت سلطنت سے جو جاہور بنے پھر ذہن پاک بن کر ابدی زندگی خوشحالی پالو یا نمودار شداد
 ہاں فرعون بن کر ابدی ذلت پالو۔ مگر یہ کفر و غرور شکر گزاری کے خلاف ہے اور نقصان تہارا اپنا ہی ہے
 جواب سوم بعض نے فرمایا کہ لفظ طفلًا اسم جنسی ہے جو جمع کے لیے بھی آجاتا ہے اور واحد کے لیے
 بھی یہاں جمع کے لیے ہے۔ یعنی طفلًا کا معنی بچہ نہیں بلکہ بچے ہے۔ چوتھا اعتراض یہاں فرمایا
 گیا۔ لَکِنَّا لَا يَعْلَمُونَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا یعنی اَرَزَلِ عُمْرِ میں انسان بہت کچھ جاننے کے بعد پھر بے
 علم ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں جانتا سب بھول جاتا ہے حالانکہ اب نہیں ہوتا سچا ہے میں بھی انسان کو بہت
 کچھ یاد ہوتا ہے جانتا بھی ہے اسی طرح دو تین سال کا بچہ بھی جانتا سمجھتا ہے یہاں تک کہ ایک دن کا
 بچہ بھی، مولانا رونی نے فرمایا ہے

طفل یکر وزہ ہمیں داند طریق کہ گریڈ تا شود دایہ رفیق

یعنی ایک دن کا بچہ بھی اتنا علم رکھتا ہے کہ دایہ کو دودھ کے لیے کس طرح بلانا ہے، تو یہاں شیئاً فرما کر
 کُلِّ نَفْسٍ کَیۡۤوَنَ قَرۡمَاطٍ گئی۔ جواب اس کے دو جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ اس نفی کے بیان کرنے میں
 انسان کے اُن علوم کے بھول جانے کا ذکر ہے جو انسان اپنی محنت مشقت سے حاصل کرتا ہے اور جس
 پر اس کو اگر غرور اور تازہ ہوتا ہے، کیونکہ ہر انسان کو تین علم ملتے ہیں پہلا علم عطائی یعنی عقل ہم ادراک
 یہ قدرتی عطا ہے پچھن سے شروع ہو کر بڑھاپے تک تدریجاً مرحلہ وار بڑھتا رہتا ہے یہ علم بچوں کو عطا ہوتا
 کو بھی ملتا ہے مولانا روم کا اشارہ اسی علم کی طرف ہے۔ دوم علم کسی جیسے ہر مندی کاریگری، فنکاری، سوم
 علم معلوماتی، یہ علم پڑھنے لکھنے تجربوں مشاہدوں سے ملتا ہے لَکِنَّا لَا يَعْلَمُونَ میں اپنی دوسری قسموں کے
 کسی اور معلوماتی علم کی نفی ہے۔ نہ کہ عطائی قدرتی فطری علم کی کُلِّ نفی یہ کسی و معلوماتی دونوں علم سچا ہے
 کی اَرَزَلِ عُمْرِ میں واقعی بھول جاتے ہیں اس کا بہت مشاہدہ ہے لیکن فطری علم کی کچھ قوتیں باقی رہتی
 ہیں جس سے جان پہچان بھوک پیاس بول براز کا پتہ رہتا ہے، جواب دوم۔ بعض نے فرمایا کہ علم نہ رہنے
 کا معنی ہے عقل نہ رہنا زائل و بیکار ہونا جس کی وجہ سے وہ بندے علم ہی کے مشابہ ہو جاتا ہے
 کیونکہ عقل بنظر حافظہ خراب اور وہ انسان اپنے کسی علم سے نہ نفع لے سکتا ہے نہ دے سکتا ہے
 لہذا بے علم ہی ہوا خاک اپنی جوانی کے مقابلے میں لَا یَعْلَمُونَ بَعْدَ عِلْمٍ ہی ہوا۔ پس جتنا بچوں
 اور جانوروں کے پاس قدرتی علم ہوتا ہے اتنا ہی اس کے پاس رہ جاتا ہے۔

کُتِبَ عَلَیْہِ اَنۡہُ مِّنۡ تَوٰہِ قَاۡتِلَہٗ یُضِلُّہٗ وَ یُعۡدِیۡہِ اِلَیَّ عَذَابٍ
 تفسیر صوفیانہ | السَّعِیۡنِ۔ دنیا میں شیطان دو قسم کے ہیں اور بندے تین قسم کے ہیں ۱۔ جناتی

شیطان ۲۱ انسانی شیطان، جناتی شیطان خفیہ دوسروں و رفاہوں اور شبہات میں ڈال کر گمراہ کرتے ہیں اور انسانی شیطان بدعتوں گستاخیوں بے ادبیوں زندہ یقیوں، فلسفوں، عقلیات کی الجھنوں دہریت کے نظریوں، غلط کتابوں جاہلانہ تقریروں، جھوٹی تبلیغوں سے باطل عقیدے سناتے سکھاتے بتاتے ہیں متقی بندہ اس لیے بچار ہوتا ہے کہ وہ ان سب قسم کے شیطانوں کو اپنا حقیقی دشمن سمجھتا ہے، مگر فاسق انسان ان کے قریب ہیں اگر ان کو دوست سمجھ لیتا ہے اور ان کے قریب ہو جاتا ہے لہذا گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور کافر انسان ان کے اتنا قریب ہوتا ہے کہ خود ہی شیطان اور مثل شیطان ہو جاتا ہے اس لیے کفار کو یہ شیطان عذاب معبر کی طرف اپنے ساتھ ہی لے جاتے ہیں غرض کہ یہ شیطان فاسقین کو یغیلا اور کافرین کو یغیلا الی عذاب السعیر سے ابدی جہنم میں پہنچا دیتے ہیں، مگر مومن متقی انسان کا یہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے اگرچہ وہ غلاتے سب کو ہیں، متقی آدمی کا کمال یہ ہے کہ علوم حقیقہ میں چار مرتبے حاصل کرے ۱۔ اپنے نفس و نفسیات کی معرفت ۲۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت ۳۔ دنیا کی اچھائی برائی کی پہچان حاصل کرے ۴۔ آخرت کے انعام اور امتحان کی معرفت حاصل کرے، متقین کی بلندیوں کے چار درجے ہیں پہلا درجہ بصارت و بصیرت کی اہلیت یہ درجہ سب سے بلند ہے، دوسرا درجہ اس سے نیچے اہل یقین ہونا، تیسرا درجہ اس سے نیچے حاصل استدلال کا، چوتھا درجہ اس سے بھی نیچے اہل تقلید کا جو شخص ان درجوں سے ہٹ گیا وہ انقطاع کا گمراہی اور محرومی کے عذاب میں پڑ گیا سادک طلب کے لیے ضروری ہے کہ اہل بصیرت کے عین یقین کا درجہ حاصل کرنے کی ہمت و کوشش کرتا رہے، اور یہ مرشد کامل کی اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوتا کیونکہ مرشد کے بغیر اس منزل تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، اور جس خوش قسمت کو عین و بصیرت کا مرتبہ مل گیا وہ شیطان اور ان کی دوستی سے بچایا گیا، اب اس کو کسی مجلس، کسی وعظ، کسی کتاب دنیوی اور کسی سے کہنے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ علم کتابوں سے نہیں ملتے محبوب دلدار کے دہار سے ملے ہیں۔

حد کتاب و صد ورق دلدار کن رمے دل را چاہد دلدار کن

جب بغیر وسیلہ دلیل ہی مدلول حقیقی تک پہنچ گیا تو اب کسی دلیل کی کیا ضرورت جو آسمان تک بلند ہو گیا اس کو کسی چھت کی بلندی کی کیا حاجت، جس کا آئینہ صاف و شفاف ہو اس کو صیقل کی کیا ضرورت، جو بندہ خود ہی بارگاہ سلطان میں موجود ہو اس کو کسی فاسد و دربان نامہ و پیام کی کیا حاجت ہے، ان علوم حقیقیہ کو پالنے والا بندہ دو مصیبتوں سے بچ جاتا ہے ۱۔ مجادلہ نامہ ۲۔ اتباع شیطان، صوفیاء و کرام کی اصطلاح میں جناتی شیطان کو شیطان اٹوڑ کہا جاتا ہے یعنی کالا شیطان اور انسانی شیطان کو شیطان ابیض یعنی سفید

marfat.com

Marfat.com

شیطان کہا جاتا ہے مائل وہ ہے جو رات دن تذکیرِ نفس میں ظاہری باطنی اجتہاد کرتا رہے کیونکہ یہی جاوید گھر ہے اور نفس امارہ جیسے بدترین دشمن کا مقابل اور مضبوط تلوار جو آدمی نفس لامہ کو دشمن سمجھے ابلیس اس کا پھر نہیں بگاڑ سکتا، شیطان صرف اپنے دوستوں کو ہی خراب کرتا اور منکرِ آخرت بناتا ہے۔ یَاٰیُّهَا النَّاسُ ارْجِعُوْا لِحَقِّکُمْ فِیْ مَا نَبِیٍّ مِّنَ الْبَعَثِ فَاِنَّا خَلَقْنَا کُم مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ عَلَّمْنٰکُمْ لَفْظًا ثُمَّ مَرْنٰکُمْ مِنْ عَلْقَةٍ تَمُرُّ مِنْ حَضْفَةٍ مُّخْلَقَةً وَغَیْرَ مُخْلَقَةٍ لِتُبَيِّنَ لَّکُمْ وَّلَقِّنٰ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَاءُ اِلَّا الَّذِیْنَ نَمْسُقُ لَّکُمْ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِنَبْلُوْا اَآسَدَ کُمْ اَمْ اَسْلَمَ کُمْ۔ اے عقلیات انسانی میں ایسے ہوتے لوگو اگر تم اس بد عقیدگی میں مبتلا رہو گے کہ کفر کی قلبی موت مرنے کے بعد ایمانی زندگی نہیں ہو سکتی اور تم فراق میں وصل کا گلزار، فسق کی خزاں میں تقویٰ کی بہار نہیں آ سکتی تو اپنی خلقت باطنی پر غور کرو کہ بے شک ہم نے تم کو ازل حادث کی ابتدا میں تراب سے پیدا کیا ہے پھر عقل کے نطفے میں تم کو محفوظ کیا پھر اس عقل کو تخلیق کا علقہ بنا دیا چرتم کو علم و فہم کا مضغہ بنا دیا اور اس عقل فکر علم فہم کی قوت سے تم اثرات المخلوقات بن گئے پھر تم میں سے کچھ ایمان یقین اعمال عرفان کی افضلیت پا کر مخلوق ہو گئے اور مقام افضل المخلوقات کا عروج اشد پایا اور کچھ لوگ نے فسق کفر شرک گمراہی سے غیر مخلوق بن کر ازل المخلوقات کا مقام زوال پایا، یہ عروج و زوال، رفعت و سفلت عقل و طاقت، علم و جہالت کے تغیرات اس لیے ہیں کہ نبیین کلّمہ تاکہ ظاہر کردیں ہم تمہارے لیے نیست و هست کے اسرار فنا و بقا کے مکاشفات موت و حیات کے مشاہدات کہ جو ذات قدیم بغیر ظاہری دانے کے شجر ات انسانی لگانے پر قدیم ہے وہ دائرہ قلبی سے فنا کو بقا بنا کر دوبارہ شجر ات بعیم و عظیم بھی بنا سکتا ہے جس کی قدرت نے پہلے نابود کو بود کو دیا تھا وہ بود کو وجود بھی فرما سکتا ہے اس لیے کچھ مشکل نہیں لہذا اے منکر و ہماری عطا کردہ عقل سے اپنے اندر بھاگو سب معرفتی حامل ہو جائینگے کہ جواول پر قادر وہ آخر پر بھی جو موت کی خزاں پر قابض ہے محبت اخوی کی بہار پر بھی قادر ہے بند و نثر آدم جس کو جنت چاہتے ہیں گناہی کے رحموں عدم کے پردوں نیستی کے ظافوں میں ٹھہرتے رکھتے ہیں اس استقرار اسرار کی اجل مسئی اور مدت مقررہ کو ہم ہی جانتے ہیں ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ بِمِرْمَغَةِ خَلْقٍ کَوْمَتٍ مَّقَرَّةً کے بعد رحم باطن سے نکال کر آغوش مرشد مربی کی پرورش میں رکھتے ہیں طفلانہ انوار بطائن کی شیر خوارگی سے فعلی شریعت ظاہرہ بنانے کے لیے پھر آغوش تربیت سے نکال کر وادی طریقت کے سلوک معرفت میں ہم ہی پنچائے گا کہ تم طلب حقیقت میں آکر اشرفیت کے صبی بن جاؤ اور پھر مدیکل کا عروج پا کر مرتبہ بلند کی بلوغ حاصل کر سکو اور تم کو اعمال صالحہ کی غذاؤں سے افضلیت کی توت اکرمیت کی شدت حاصل ہو جائے، راہ سلوک میں جامعین میں از تغیرات ہوتے ہیں تا ملک ناموس کی تعلیمی کمزوری

۲۔ پھر عالم جبروت کی حیثیت کا پچھنا بالغی ۲۔ پھر ملک و ملکوت کی بلوغت ۲۔ پھر عالم لاحوت کی مردانگی
 قوتہ جوانی ۲۔ پھر عالم قدس میں افضل المخلوق ہونا، ۲۔ پھر عالم قرب کے اکرم المخلوق جیسا کہ سورۃ حجرات آیت
 ۲۱ میں ارشاد ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰی كُمْ۔ یعنی بارگاہ قرب الہی میں اکرم المخلوق وہی ہے
 جو تقویٰ میں سب سے بڑا ہو ۲۔ پھر عالم انوار کی بزرگی ۲۔ پھر منزل عشق کی مدہوشی ۲۔ پھر فنا فی الذات
 کی آخرت۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يَّتَوَقَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّنْ يَسْتَدِرُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمْرِ وَلَكِنَّكَ يَعْلَمُ مِمَّنْ بَعْدَ
 حِلْمٍ شَيْئًا۔ اور تم میں بہت سے خوش قسمت وہ ہیں جو اعمال کی دولت ایمان کی طاقت پا کر تقویٰ خشیہ
 طہارت ولایت علیت قنابت عبادت کی زندگی مکمل اور پوری پالیتے ہیں اُن کی ہر چیز کو بقا ہے اور تم
 میں سے بہت لوگ غفلت و فسق کی اُردل عمر کی طرف مردود نامقبول ناپسندیدہ کر دئے جاتے ہیں تاکہ
 علم کے بعد جاہل عقل کے بعد احمق اور عمل کے بعد بے عمل ہو جائیں اور کچھ نہ پائیں ان کا کچھ باقی نہ رہے
 سب فنا ہو جائے کیونکہ علم سے پہلے جہالت ووزغ ہے اور علم کے بعد جہالت ناز عشق ہے اس وجہ
 سے کہ علم سے پہلے جہالت حرص و لالچ کا سبب ہے اور علم کے بعد جہالت صبر و رضا کا سبب ہے اُردل
 عمر و صل کے بعد فراق کی ساعنین ہیں اس عمر میں راہ طریقت کا مسافر احوال شریعت اور مقام حقیقت
 اور اعمال برکت سے بے خبر ہو جاتا ہے عالم معرفت کی راہ طلب میں سالک طالب کو چار قسم کی عمریں
 ملتی ہیں پہلی اشرف عمر پھر دوسری افضل عمر پھر تیسری اکرم عمر پھر چوتھی اُردل عمر، ہر عمر میں تین چیزیں
 ملتی ہیں اشرف عمر میں علم و عقل فہم، افضل عمر میں ایمان اعمال افکار، اکرم عمر میں عرفان ایقان قرب
 اُردل عمر میں غفلت، جہالت بُعد، پہلی عمر عابدین عاقلین قائلین کی دوسری عمر عابدین عاملین فاعلین کی
 کی تیسری عمر عارفین عاشقین فاشحین کی چوتھی عمر قائمین کاسلین فاسقین کی ہوتی ہے پہلی عمر میں بندہ
 اشرف المخلوقات بنایا جاتا ہے دوسری میں افضل المخلوقات تیسری عمر میں بندہ اکرم المخلوقات
 چوتھی میں اُردل المخلوقات میں ہو جاتا ہے۔ پہلی بارگاہ ربوبیت سے ملتی ہے دوسری عمر دامن نبوت
 سے تیسری عمر اعمال شریعت سے اور چوتھی عمر اپنی بد اعمالی اور صحبت شیطانی سے ملتی ہے۔ وَتَرٰی
 الْاَنْفُسَ حَامِدَةً فَاِذَا اَنْزَلْنٰ عَلَیْهَا الْمَاءَ اُھْتَزَزَتْ وَتَرٰی بَشَرًا مِّنْ نَّحْنُ
 کُلِّ نَسَبٍ یَّجْعُجُ۔ اسے ذہری دولتوں خواہشوں کے بھاری اور قیام اخروی کے منکر اور بھوسے
 دے اگر کبھی اپنے خیم نفسانی کی زمین باطنی پر نگاہ عبرت سے تدبیر کرے تو دیکھے گا تو یہ کہ یہ
 زمین نفسانی جہالت و حماقت کی خشکی سے مردہ پڑی تھی نہ اس میں فضا کے نباتات تھے نہ کمالات
 کے باغات تھے نہ ایمان کے پھول نہ اعمال کے پھل نہ شریعت کی شاخیں نہ طریقت کے پتے نہ حقیقت

کی کلیاں نہ معرفت کے غینے نہ عبادت کے شگوفے نہ قرآن مجید کا سایہ نہ حدیث مقدسہ کی خوشبو فضا و روح ملا۔
 سامانِ آخرت کے لیے کچھ بھی تو نہ تھا فقط عقلیاتِ دنیوی فلکیاتِ گمراہی کے جھاڑ جھنکار تھے ہائے
 دولت ہائے ثروت کے خاردار تھے تب ہم نے اپنے رحم و کرم سے شفقتِ نبوت کا بادل بھیجا اور تیری
 اُس مُردہ زمینِ باطن پر اُبرِ روحانی سے علم و عرفان کا پانی برسایا تو وہ زمین خشک حیاتِ حقیقیہ سے زندہ
 ہو گئی اور مقاماتِ حسن کی ترقی و بلندی درجات کی چہل پہل سے چمک گئی و اُنبتت اور اُسی ناکارہ فلاح
 زمین نے اُگائے سین گئی نہ دُپچ نہ بھُچ ہر قسم کے حُسن گمالات کے گلشنِ مبینہ اور حُسنِ اعمال کے فضائل
 مرتبہ ایمان کے نیچوں اور ایقان کی جڑوں سے شاہِ نقشبند نے فرمایا کہ اعمالِ طریقت میں سالکِ طالب
 پر راہِ منزل میں سات تغیرات وارد ہوتے ہیں ۱۔ جب بے علم و عمل ہو تو بیکار و بے جان نطفہ ۲۔ جب
 قوتِ شعور بیدار ہو جائے تو علقہ ۳۔ جب طاقتِ ایمانی آجائے تو مضغہ ۴۔ علم و عمل کی تکمیل سے مخلقہ
 ۵۔ پھر خلوتِ مراقبہ کی رہاضتِ قُرب کے لیے رحمِ رحمت میں قرارِ اُجل مسمیٰ ۶۔ پھر جلوتِ مشاہدہ کے لیے
 آغوشِ رحمت میں طفلی کی تربیت اور عرفان کی شیرِ خوارگی ۷۔ پھر مقامِ قُرب کی محبوبیتِ شدیدہ کی اشتہ
 عمر اگر کوئی کم قسمت والا محبوبیت کی دولتِ اشد نہ پاسکا تو یُرْدِ اِلٰی اُرْدٰی اَلْعُمُر کی فنا و علم و عمل
 اور ضعیفی عقل اور بے کسی فکر میں بہکتا پھرتا ہے کہ بھی ابلیس بھٹکتا ہے کہ بھی شریر بھٹکتا ہے کہ بھی نفس
 اکساتا ہے کہ بھی شیطن درغلالتا ہے صوفیا فرماتے ہیں کہ روح نورِ عزت سے پیدا ہوئی اور ابلیس آتش
 ذلت سے پیدا کیا گیا اور انسان خاکِ عجز سے جب روح و جسم کا ملاپ ہوتا ہے تو دونوں کی زندگی ہے
 جدائی کا نام موت ہے اولاً روح ہر جسم سے افضل ہے جب روح اپنے جسم میں جاتی ہے تو جسم کو مخلقہ
 بنا دیتی ہے اگر جسم کی سرشت میں خاکِ عجز کی غالبیت ہے تو وہ گلشنِ روحانی ہے اور روح زندہ
 ہے اور اگر آتشِ ذلت کا غلبہ ہے تو وہ روح کا قید خانہ ہے اور اُس میں روحِ مُردہ ہے ابلیس و شیطان
 کی رو میں مُردہ قیدی ہیں، اور ابلیس اپنے دوستوں کو بھی مُردہ بنا نا چاہتا ہے اس لیے ہر بندے
 کے دل سے چٹا رہتا ہے مگر جب بندہ ذکرِ الہی کرتا ہے تو ابلیس و شیطن منہ پھیر کر بھاگ جاتا
 ہے اور روح تازہ ہو جاتی ہے موت و حیات، مروتے اور زندے چار قسم کے ۱۔ ظاہری ۲۔
 باطنی ۳۔ کلی مجزی، مومن مخلقہ ہے، منافق غیر مخلقہ، متقی، اشد کم ہے۔ فاسق لکینا یعلم ہے کافر
 اُرْدٰی عُمُر ہے مرتد من یثو کلب ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهُ يُوْخِي

وہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ بے شک وہ اللہ ہی حق ہے اور بے شک وہی زندہ کرے گا
اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ

الْمَوْتِ وَاَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹

مردوں کو اور بے شک وہی ہر چیز پر قادر ہے۔
مردے پلائے گا اور یہ کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

وَاَنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ

اور اس وجہ سے کہ بے شک قیامت آنے والی ہے نہیں ہے ذرا شک اس میں اور بے شک
اور اس لیے کہ قیامت آنے والی اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ

اللّٰهُ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۱۰

اللہ اٹھا کھڑا کرے گا ان لوگوں کو جو قبروں میں ہوں گے۔

اللہ اٹھائے گا انہیں جو قبروں میں ہیں۔

تعلقات | ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں
قیامت کی دو نشانیاں بیان فرمائی گئیں ایک انسان کی زندگی نیست
سے ہست کرنا نطفے سے بندہ بنانا دوم مٹی سے سبزیاں نباتات اگانا مردہ زمین کو زندہ
کرنا۔ اب ان آیت میں دلائل کے بعد دعویٰ کی طرف متوجہ ہونے کیلئے کہا جا رہا ہے کہ جس طرح نطفے
سے زندہ انسان اور مردہ مرجھائی زمین سے نباتات زندہ کر دئے اسی طرح وہ اللہ مردہ انسانوں
کو زندہ کرنے پر قادر ہے دوسرا تعلق پچھلی آیت میں اس زندگی کا ذکر فرمایا گیا جو ظاہر نظر
آتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کرتا اب یہاں اس زندگی کا ذکر ہو رہا ہے جس کا نام قیامت
کا زندگی ہے جس میں کفار شک اور اس کا انکار کرتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر نحوی

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنََّّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ

ذَٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی بمعنی وہ یہ مبتدا ہے بحالت رفع، مبیات میں سے ہے ب جارہ سببہ اس سے پہلے لفظ موجودات اسم مفعول جمع مؤنث پرشیدہ ہے اَنَّ حرف مشبہ اشخاص کا اسم مؤنث غیر مرفوع منفصل مبتدا مرجع اللہ تعالیٰ یہ ضمیر صر کے لیے آئی بمعنی اِنَّ الْحَقَّ اَلْف لام عہد و ضیٰ حق اسم مفرد جار مد بمعنی سچا، ہمیشہ رہتے والا، قائم دائم، خبر ہے مبتدا کی یہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر خبر اَنَّ یہ سب مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ اَنَّ حرف مشبہ عامل ہاں اس کا اسم منصوب منفصل مرجع اللہ تعالیٰ۔ مثنیٰ باب افعال کا مضارع بمعنی مستقبل اس کا مصدر ہے اَحْيَاوُ بمعنی زندہ کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ اَلْمَوْتَىٰ اسم جمع مکثر اس کا واحد ہے مَيِّتٌ بمعنی مردہ، ایے جان کیا ہوا یہاں اَلْف لام استغراقی ہے بمعنی تمام مفعول یہ ہے یہ فعل با فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اَنَّ کی وہ سب جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اَنَّ حرف مشبہ ضمیر منصوب متصل اسم ہے علیٰ کُلِّ شَيْءٍ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے قَدِيرٌ اسم فاعل صفت مشبہ مبالغہ کے لیے بمعنی ہمیشہ سے ہمیشہ تک بہت قدر توں طاقتوں والا باب گروم سے ہے یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر اَنَّ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے اَنَّ اللہ کے عطفوں پر سب مل کر معطوف علیہ ہوا، واو عاطفہ اَنَّ حرف عامل اسم و خبر میں عمل کرتا ہے اَلْف لام عہد و ضیٰ سَاعَةٌ بمعنی وقت زمانہ مراد ہے قیامت ذوالحال ہے۔ لَا حرف نفی منسی رَبِّب اسم مفرد جار مد اس کا اسم، فیجاء یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ ثابِت اسم فاعل کا وہ اسم فاعل اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور اس متعلق ظاہر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لا و نفی منسی کی یہ سب تینوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے السَّاعَةُ کا بعض نحوویں نے لَا رَبِّب کے جملے کو خبر ثانی بنایا ہے اَنَّ کا۔ وَاللَّهُ اَعْلَمُ بِرَبِّ ذَٰلِكَ اَلْحَالِ حال مل کر اسم اَنَّ۔ اِتِيَتْ بِاِبْنِ زُرَّابٍ ضرب کا اسم فاعل واحد مؤنث اس کا فاعل پوشیدہ ہی ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے السَّاعَةُ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر اَنَّ اَنَّ اپنے اس اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا، واو عاطفہ۔ لَفْظُ اللہ اسم ہے اَنَّ کا يَبْعَثُ بِاِبْنِ قَيْحٍ کا فعل مضارع مستقبل مثبت معروف واحد مذکر غائب بُعِثَ سے مشتق ہے بمعنی بھیجا اٹھانا، یہاں مراد ہے زندہ کر کے اٹھانا، اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع اللہ تعالیٰ مَن اسم موصول اسم جنسی اس سے واحد بھی مراد ہوتا ہے اور جمع بھی یہاں مراد ہے بمعنی وہ تمام لوگ فی حرف جر ظرفیہ مکانیہ الْقُبُورِ۔ اَلْف لام استغراقی بمعنی تمام قبریں قبور جمع ہے

قبر کی، لغوی ترجمہ ہے چھپنا، چھپانا، مرا ہے دفن کرنا، دفن ہونا، یہاں اگر لغوی معنی یہے جائیں تو لفظ قبور میں ہر مردہ شامل ہے خواہ وہ مدفون ہو یا جاتور کھائے یا جلایا جائے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجود کے وہ پوشیدہ جملہ اسمیہ ہو کر صیغہ ہے سن کا، موصول صیغہ مل کر مفعول یہ ہے یبعث کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر خبر ان ہے، یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے ان الساعة کے جملہ پر یہ دونوں عطف مل کر معطوف بان اللہ کے عطفوں پر سب مل کر مجرور ہو کر معطوف ہے ذالک مبتدا کی یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالماتہ | ذالک بان اللہ هو الحق و انہ یحیی الموتی و انہ علی کل شیء قدير و ان الساعة آتیة لا ریب فیہا و ان اللہ یبعث من

فی القبور۔ اے منکرین قیامت اور خلقت ثانیہ کا انکار کرنے والوں وہ بے شمار زندگیاں جو اگرچہ تمہاری نگاہوں کے قریب ہیں اور کائنات ارض و اجسام میں قدم قدم پر بکھری پڑی ہیں مگر تمہاری عقل قہم شعور سے ذالک یعنی دور ہیں کیونکہ تم پر ظلم و جہالت کفر و ضلالت حماقت و تعصب کے پردے پوشے ہوئے ہیں، وہ سب زندگیاں خود بخود نہیں ہیں بلکہ زمین کی زندگی سے نبع اُس سے جڑ پھر کو نپل شکوفہ، غنچہ، پتے کلیاں پھول پھل دانے غذا اور نطفہ علقہ مضغہ پھر جسم و روح کی زندگیاں یہ نظام کائنات کی چیل پہل تروتازگی اہل عقل و بصیرت کو پانچ باتیں سمجھا رہی ہے۔ پہلی بات بان اللہ هو الحق یہ کہ یہ ازل ابدی فناء و بقا موت و حیات دنیا و آخرت کا نظام اس وجہ سے قائم و نامذیح و ثابت چلا آ رہا ہے کہ بے شک تمام موجودات میں اللہ تعالیٰ ہی حق پرست و واجب الوجود علیم و خیر قدیم و حکیم قوی جلیل ہے وہ ہی زندہ قرار رہا ہے ہر آن ایسے ایسے ذروں کو جن کی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، عقل عقلاً جبران ہے کہ مٹی میں کونسا ایسا حقیقی نبع تھا کہ جس سے نباتات کثیر و گگئے، صحراؤں، ریگستانوں بلکہ سمندروں کی تہوں میں کس نے نبع بکھیرے کہ ہر طرف زندہ کھلیاں کھل اٹھے۔ غذاؤں میں کونسی چیز ہے کہ غذا حیوان انسان بن گئے پھر کیسی حیران کن قدرت ہے کہ ایک ہی مادہ آب علقہ مضغہ گوشت پوست ہڈی بال آنکھ ناک کان اور بینائی سماعت شہادت ہاتھ پاؤں عقل دماغ بنتا چلا جا رہا ہے اور بستے بستے بنتے پھر اسی انسان میں وہی نسل اصلی کی ذریت بن رہی ہے اذ یہی غذا مرد میں نسل انسانی کے جراثیمی تخم اور عورت میں اصل انسانی کے انڈے بنا دیتی ہے جب دونوں ملتے ہیں تو ایک قوی صیکل انسانی مخلوق بن جاتی ہے جو باپ کی نسل اور ماں کی اصل کہلاتی پھر یہ نباتات حیوانات انسانات اپنی تکمیل پر پہنچ کر مردہ ہو کر زمین میں غائب ہو جاتے ہیں نباتات

کو نہاری لگا ہوں کے سامنے دوبارہ زندہ کر کے نکال لیا جاتا ہے مگر انسانوں کو قیامت میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ اُس وقت دوسری یہ بات ظاہر ہوگی کہ **وَ اِنَّهُ یُحْیِی الْمَوْتٰی**۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زندہ فرماتا ہے اب بھی اور بعد میں بھی اول بھی آخر بھی۔ کیا شاہکارِ قدرت ہے کہ اُنک پانی مٹی ہوا کو زندہ کیا تو انسان و حیوان بن گئے اور لوہا چونا نمکیات گیسبات کو زندہ کیا تو بڑے چھوٹے نباتات قد اور شجرات بن گئے جب ابتدا کی یہ شان ہے تو اعادہ کیوں مشکل ہوگا جس خلاق و رزاق نے زمینوں اور زمینوں کی فضاؤں ہواؤں میں بکھرے مخفی ذروں سے ایجاد کر کے تم کو اور تمہاری غذاؤں کو بارش کے جھینٹوں نطفے کی بوندوں سے بنا کر زندہ کر دیا۔ اُس کے لیے دوبارہ قبروں سے جگانا مشکل نہیں کیونکہ **وَ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** اور بے شک صرف وہی اللہ تعالیٰ ہر مشیت پر چاہت پر قادر ہے ہمیشہ تک تم کو نظر آئے یا نہ آئے سمجھ آئے یا نہ آئے وہاں تک کسی کی عقل پہنچے یا نہ پہنچے کوئی ایمان لائے یا نہ لائے اپنی مشیت پر بھی قادر و قدیر ہے، اور جو بندہ چاہے اُس پر بھی وہی رب تعالیٰ ہی قادر ہے۔ بندہ صرف چاہ سکتا ہے بندے کو اپنی چاہت پر قدرت نہیں ہے، ہر ایک کی چاہت دعاؤں کی قبولیت پر قدر و خیر وہی **وَ حُدُّکَ لَا تَشْرِیکَ** ہے یہ تیسری بات بھی ہمیشہ یاد رکھو کیونکہ نہ اُس کی چاہت کی حد ہے نہ اُس کی قدرت کی نہ کوئی ذہن اُس کے لیے حد مقرر کر سکتا ہے یہ حد مقرر کرتا اور یہ کہنا کہ وہ یہ کر سکتا ہے یہ نہیں کر سکتا یہی کفر و شرک ہے، ان تینوں حقیقتوں پر ایمان لا کر پھر اس جو تھی بات پر بھی ایمان لاؤ کہ **وَ اِنَّ السَّاعَۃَ اَتِیْہِٗۥ لَا تُرْجٰی فِیْہَا**۔ اے لوگو جب اتنی زندگیاں کو دن رات اپنی لگا ہوں سے دیکھ رہے ہو تو سمجھ لو اور تدبیر عقلی سے کام لے کر مان لو کہ بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں دقت بھر شک نہیں یہ اُس قدرتوں والے کا سچا پکا اٹل تقدیر مبرم کا وعدہ ہے اور جو ذاتِ قدیم و قدیر بھی ہو حکیم بھی وعدہ فرماتے والا بھی تو اُس کو وعدہ پورا کرنا نہ مشکل نہ کوئی رکاوٹ نہ تھکاوٹ جب وہ چاہے قیامت قائم فرما سکتا ہے۔ قیامت قائم فرمانے میں ہزار ہا حکمتوں مصلحتوں کے علاوہ یہ حکمت بھی ہے کہ **وَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ**۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ جس نے انسانوں کو عدم و نیستی کی قبروں میں بھرتے رکھے انہیں نطفوں بیج کو مٹی کی اور کھیری جڑوں کو زمین کی مخفی قبروں سے زندہ فرما کر اُگایا حالانکہ یہ سب مٹی میں مٹی ہی بن کر پوشیدہ تھیں۔ وہی اللہ تعالیٰ و کُلُّ اُنِّ تَامَ لَکَ سُرَّۃٌ جَمِیْنَ، بوسیدہ و زیم ہڈیوں بکھرے ہاں اُدھڑی کھالوں کو اُن کی ہی شکلوں ٹلیوں میں اُٹھائے گا جو قبروں میں مرے پڑے پوشیدہ ہیں۔ یہ پانچویں بات بھی یاد رکھو اس لیے کہ یہ دنیا فقط دارِ عمل ہے اس تھوڑی سی زندگی میں بڑی بڑی جزا و سزا کی گنجائش نہیں۔ یہاں تو کسی نے ظلم کیا کسی نے عمل کسی نے فضل کسی نے کرم کسی نے دیانت کسی نے خیانت

کسی نے عبادت کسی نے خباثت کسی نے ذہانت کسی نے حماقت کی لہذا ظالم مظلوم، عادل و معدول، حاکم و محکوم، خائن و امین، عابد و غافل، عاقل و حق، شاکر و کافر، فاسق و صابر کا حساب و کتاب جزا و سزا ضرور ہوگی نہ بھلایا جاسکتا ہے نہ چھوڑا اسی حکمتِ عدل و فضل کے لیے قیامت ہے اور قیامت کے لیے تمام بندوں کا زندہ ہو کر اٹھنا اور بارگاہِ عدالتِ الہیہ میں پیش ہونا ہے۔ ان آیت کی بیان فرمودہ پہلی تین باتیں علتِ عالمی ہیں اور دوسری دو باتیں علتِ غائی ہیں یعنی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُوَ الْحَقُّ مُدَّةً وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَذَٰلِكَ هُوَ كَلِمَةُ شَيْءٍ خَافٍ يَدْرَأُ**۔ یہ علتِ فاعلی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کائنات کا فاعلِ حق ہے، وہ ہی فاعلِ حیات ہے وہ ہی فاعلِ قدير ہے۔ ان تین چیزوں کے اظہار و بیان کا مقصد و غایت یہ ہے کہ وہ قیامت بھی قائم فرمائے گا اور مردوں کو زندہ بھی فرمائے گا۔ دنیا سے مرنے کے بعد جو انسان جہاں جائے گا وہی اُس کی قبر ہے خواہ مٹی میں دفن کیا جائے یا پانی میں

قائم ہے ان آیت کو یہ چند فائدے حاصل ہوتے ہیں، پہلا فائدہ: عالم برزخ نام ہے موت کے بعد **رد** کی قیام گاہ کا، اور قبر نام ہے اجسام کے قیام گاہ کا لہذا جلتے مردہ کیے رکھنے پانی میں ڈوب کر مرنے والے کے ذرات، جانور کے کھانے سے مرنے والے کا بتا، ہوا بول و براز جہاں جہاں بڑا ہو گا وہی اُس کی قبر ہے، ہر چیز گل سٹر کر ریم بن جاتی ہے مگر تخمِ صلب و انترائب کے ذرات والا لطف جو ثومہ نہ کسی بھی چیز سے فنا نہیں ہو سکتا نہ آگ میں رکھ نہ مٹی میں خاک نہ پیٹ میں براز نہ پانی میں ذراتِ فانی بنے وہ اپنی اصلیت پر باقی اسی تخمِ انسانی سے قیامت کی خلقت و بعثت ہے یہ فائدہ **بِئَعْتُمْ مَن فِي الْقُبُورِ**۔ فرماتے سے حاصل ہوا کہ دنیا میں انسان مرتے مٹتے بہت طرح سے ہوتے ہیں مگر سب کی بعثتِ ثانیہ کے لیے **مَن فِي الْقُبُورِ** ہی فرمایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ قبر صرف قبرستانی لحد کا نام نہیں ہے بلکہ ہر مردے کا آخری ٹھکانہ اُس کی قبر ہے۔ دوسرا فائدہ، جس طرح مادہ منویہ میں تمام مادہ تخمِ انسانی نہیں بلکہ اس کے اندر کا صرف جرثومہ ہی تخمِ انسانی ہے اسی طرح نباتاتی بیج بھی اور پرندوں کا انڈا بھی پورے کا پورا تخم نہیں بلکہ بیج اور انڈے کے اندر بھی مثل جرثومہ بہت ہی باریک ذرہ ہوتا ہے جو بجز خوردبین نظر نہیں آ سکتا وہ ذرہ ہی اصل تخمِ شجر و پرند ہے اس لیے جب کسی نے پھوٹے پودے کو مٹی سے نکال کر دیکھو تو دانے کے اندر سے اوپر کی جانب سے اُس نسل کا پورا اور نیچے کی جانب سے اصل اور جڑ کا دھاگا نکلتا نظر آتا ہے اور درمیان میں دانہ اُسی طرح اپنے پورے جسم کے ساتھ موجود ہوتا ہے صرف پھول کر موٹا ہو کر پھٹا ہوتا ہے، ہمارے اساتذہ دورانِ سبق ہم سے یہ تجربے اور مشاہدے کرایا کرتے تھے اور علی اور تجرباتی ان آیت کی تفسیر سمجھاتے تھے، حدیثِ ذرہ و نسہ میں شارحین

بھی یہی فرماتے ہیں یہ فائدہ بھی الموعیٰ فرمانے سے حاصل ہوا غیر فائدہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۲ باب القدریں
ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی پشت میں سے اُن کی تاقیامت اولاد دکھائی گئی تھی وہ یہی جرثومے
تھے ان ہی کو حدیث پاک میں ذرۃ اور نسہ فرمایا گیا عربی میں جرثومہ کو نسہ اور جراثیم کو ذرۃ کہتے ہیں۔
آقاؤ کا کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر شئی کی پیدائشی کیفیت اور جرثوموں کی تفصیلی
حالات کا ذکر فرمایا ہمارے فلاسفہ اُن احادیث کی روشنی میں قطعی تجربات و مشاہدات کر کے بناتاتی
جواناتی خلقت درجہ بدرجہ کی کیفیت بیان کرتے ہیں، نبوت کی آنکھ وہ کچھ دیکھ لیتی ہے جو
خوردہین سے بھی نظر نہیں آتا۔ جرثوموں اور نباتات کی حیات اُن کا نشو و نما اور بڑھنا مختلف شکلوں
میں بدلتا جاتا ہے ان کی زندگی روح سے نہیں، روحانی زندگی تو مخلقہ سے شروع ہوتی ہے روحانی
زندگی صرف انسان حیوان جنات و ملائکہ کی ہے حجرات کی زندگی ان کا ذکر اللہ ہے۔ یہ فائدہ نبیؐ
مَنْ فِي الْقُبُورِ فرمانے سے حاصل ہوا یعنی جس چیز میں اُس کی زندگی نہیں وہ اہل قبور میں انسان کی
روح نہیں تو وہ اہل قبر نباتات میں نشو و نما نہ رہے تو حجرات میں ذکر الہی نہ رہے تو وہ سب
اہل قبور یعنی مردہ ہیں، پھر جب چاہے رب تعالیٰ ان میں ان کی زندگی ڈال دے تو وہ وہی بَیْثُ
مَنْ فِي الْقُبُورِ ہے اور ان کا اپنی قبر سے نکلنا ہے، جب مردے جرثومے کو بعثتِ قبری کی زندگی
ملی تو جراثیم اور علقہ مضغہ بن گیا۔ بیج اور جڑ کو بعثتِ قبری کی زندگی ملی تو وہ اپنی قبر سے نکل کر
نباتات و شجرات بن گئے حجرات کو جب زندگی ملی تو وہ بے ذکر کی قبروں سے نکل کر ذکر اللہ
کی زندگی میں آگئے مردہ انسانوں کو جب حیاتِ اخروی ملے گی تو وہ اپنی قبروں سے نکل کر
میدانِ محشر کی طرف چلیں گے، سب کو اٹھانے جگانے زندہ کرتے والا وہی ربِ قدیر ہے۔
ان آیت پاک سے ایک مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، مسئلہ کسی مسلمان کو جائز نہیں
احکام القرآن کہ قدرتِ الہی اور علمِ مصطفائی کا انکار کرے کیونکہ قدرتِ الہی کا انکار کافرانہ
خصلت ہے اور علمِ مصطفائی کا انکار جہنمانہ خصلت ہے، یہ مسئلہ وَاِنَّهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے یہاں اپنی قدرت کو پانچ چیزوں کے اجمالی ذکر سے بیان
فرمایا مگر ان پانچوں کی تفصیل چشمِ علم و حکمت والی زبانِ مصطفیٰ نے بیان فرمائی وہ اجمال بھی حیران
کن یہ تفصیل بھی حیران کن، ہم نے جو اپنی تفسیر عالمانہ میں تفصیلِ خمسہ بیان کی ہیں وہ احادیث
پاک سے ہی نقل کی ہیں اور سچی بات بھی یہی ہے کہ اجمالی قرآن کی تفصیل کے لیے نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہی زبانِ اقدس ہو سکتی ہے ورنہ ہم کیا سمجھتے کہ حق کیا ہے، حیات کیا ہے

قدرت کیا ہے، ساحت کیا ہے، بعثت کیا ہے۔ بلکہ ہم کیا سمجھتے خدا کون ہے۔

اعتراضات | یہاں چند اعتراض کئے گئے پہلا اعتراض۔ ان آیت میں منکرین قیامت کو قیامت قیامت کا ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔ اُس کے لیے انسانی پیدائش کا ذکر تو حُبِک ہے کیونکہ انسانی پیدائش ہی دوسری بار ہوگی اور یہی انسان ہی دوبارہ زندہ ہو کر قیامت میں اُٹھ کر محشر میں حاضر ہوں گے مگر نباتات کی خلقت کا ذکر یہاں کیوں فرمایا گیا، ان کی پیدائش سے قیامت کا کیا تعلق ہے؟ جواب تبنا وجہ سے پہلی وجہ یہ کہ قیامت کا برپا کرنا دو چیزوں پر منحصر ہے ایک یہ کہ تمام ممکنات پر قادر ہونا دوم یہ کہ تمام معلومات کا عالم ہونا، یعنی اُس کی قدرتِ کاملہ اور علمِ کلیہ، کیونکہ کفار قیامت کے انکار میں یہی کہتے ہیں کہ نہ ہر چیز پر وہ قادر ہے نہ ہر چیز کا علیم ہے، تو یہاں کفار کے دونوں باطل عقیدوں کا رد فرمایا جا رہا ہے کہ اسے منکر و تم مَرُوہ انسانوں کی دوبارہ پیدائش والی قدرت الہی کو مشکل سمجھ رہے ہو، اللہ تعالیٰ تو وہ قدرتوں والا ہے جو مَرُوہ زمین کو زندہ فرما کر اُن واحد میں دیکھتے دیکھتے کروڑوں شجرات و نباتات اُگا دیتا ہے اور علیم و خیر ایسا کہ ہر چیز ہر معلومات پر ہر طرح ہر وقت ہر جگہ سے خبر رکھنے والا ہے، وہ اللہ قدیر ہر شے کو اُس کے مقام کو اُس کے وقت کو اُس کے بنانے مٹانے کے طریقے کو جانتا ہے۔ اس لیے آیت ۱۷ میں تین باتیں ارشاد ہوئیں جن میں علتِ فاعلی کا بیان ہے ۱۔ وہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں حق ہے ۲۔ وہی مَرُوں کو زندہ کر سکتا ہے ۳۔ ہر چیز پر قدیر ہے اور اُس کی فاعلیت علم و قدرت والی ہے، آگے آیت ۱۸ میں دو فرمان ہوئے جن میں اس فاعلیت کے اظہار کی علتِ غائی یعنی مقصد بیان فرمایا گیا کہ اس علم و قدرت کی بنا پر قیامت بھی قائم فرما سکتا ہے اور قبروں سے مَرُوں کی بعثت بھی دوسری وجہ یہ کہ نباتات کا تعلق خلقتِ انسانی سے ہے کہ مٹی سے دانہ، دانے سے پودا، پودے میں غذا غذا میں نطفہ، اس لیے ثبوتِ قیامت کے لیے خلقتِ اتانی اور خلقتِ انسانی کے ثبوت کے لیے پیدائشِ نباتات کا ذکر فرمایا گیا۔ تیسری وجہ یہ کہ چونکہ انسان کی حیاتِ دنیوی دو قسم کی ہے پہلی زندگی مَحْنِ نشو و نما اور دوسری زندگی روح سے حیاتِ اولِ صُلب و التَّرَائِب سے ہوتی ہوئی رحمِ مادر میں آئی یہ زندگی حیاتِ نباتات کے مشابہ صرف نشو و نما سے ہے اس لیے جڑوں سے و جراثیم، علقہ پھر مضغہ کی زندگی کو ثابت کرنے کے لیے مَرُوہ زمین اور زمین کی زندہ نباتات کا ذکر فرمایا گیا کہ زمین و نباتات کی زندگی نشو و نما ہے اسی طرح اتانی پہلی زندگی نطفہ سے مضغہ تک نقطہ نشو و نما کا نام ہے روح تو بعد میں پڑتی ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا یٰٰنِی الْقُبُورِ

مَنْ وَاحِدٌ هے اور تَبَوُّرُ جمع، حالانکہ نحوی قانون سے موصول وصلہ ایک جیسا ہونا چاہئے لہذا یا اسم موصول جمع ہونا یا تَبَوُّرُ واحد ہونا جواب، مَنْ اور مَا بَیْتِ اسم جنس ہوتے ہیں اس لیے واحد کے لیے بھی آجاتے ہیں اور جمع کے لیے مجمل ہیں جو کہ صلہ جمع ہے اس لیے یہاں مَنْ جمع ہے اور ترجمہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ان تمام کوجوقبروں میں ہیں۔ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ ذٰلِكْ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاِنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتٰی وَاِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ لَّدٰی یَزِدُّ ذٰلِكَ السَّاعَةَ اٰتِیَةً لَا تَیْبُ فِیْهَا۔ وَآتَی اللّٰهُ یَبْعَثُ

مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ اصطلاح صوفیا میں منکر قیامت دو قسم کے ہیں ایک قولی جن کو کافرین کہا جاتا ہے دوم عملی جن کو فاسقین کہا جاتا ہے، کافرین اپنی بد عقیدگی سے غلط بات کرتے ہیں فاسقین اپنی بد عملی سے غلط کام کرتے ہیں۔ کافرین نے اپنی کفریہ بد عقیدگی سے کہا کہ اللہ بھی حق ہے ہمارے بُت دیوی دیوتا بھی حق فاسقین نے اپنی بد کرداری دنیا پرستی سے سمجھ لیا کہ اللہ بھی رب ہے اور دولت دنیا بھی رب اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تردید فرماتے ہوئے فرمایا۔ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ بے شک فقط اللہ تعالیٰ ہی حق اور سچ اور رب ہے وہاں بھی کا تصور ہی شرک ہے۔ وہاں ذات میں بھی صفات میں بھی ہی کا ہی مقام خصر ہے وہ وَعْدُهُ لَا تُشْرِکُ بِہے نہ اُس کی حقانیت میں کوئی شریک نہ ربوبیت میں نہ رزاقیت میں۔ کافرین نے اپنی بد عقیدگی سے کہا اللہ بھی زندگی دیتا اور ہمارے بُت دیوی دیوتا بھی زندگی دے کر دیتے ہیں۔ فاسقین نے اپنی بد عملی سے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ بھی زندگی و شفا دیتا ہے اور دنیا کے ڈاکٹر حکیم دوا دارو بھی زندگی اور شفا دیتے ہیں زندہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ وَآِنَّهُ یُحْيِی الْمَوْتٰی۔ اے کافر و فاسق تو تمہارا قولی عملی بھی عقیدہ نظر یہ غلط ہے اور بے شک فقط وہ اللہ تعالیٰ ہی مردوں کو زندہ کرتا ہے چلا دیکر اور وہی بیماروں کو زندہ رکھتا ہے شفا دے کر اُس کے سوانہ کوئی کسی کو چلا دے سکتا ہے نہ زندگی دے کر سکتا ہے نہ کوئی شفا دے سکتا ہے، دنیا میں لائق حکیموں طبیبوں ڈاکٹروں کے پاس صرف دَارُ الدَّوَاہے دَارُ الشِّفَا صرف رب تعالیٰ کے پاس ہے چاہے تو بڑی چھوٹی ہری دواؤں سے شفا ملے چاہے تو مدینہ منورہ کی خاک میں شفا ڈال دے، کافرین نے بد عقیدگی سے کہا کہ اللہ بھی قوتوں قدرتوں والا ہے اور ہمارے بُت دیوی دیوتا بھی طاقتوں قدرتوں والے ہیں فاسقین نے اپنے فسق و فجور سے سمجھ لیا کہ اللہ بھی قادر ہے مگر ہم بھی اپنے اچھے برے پر قدرت و اختیار رکھتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے دونوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ وَآِنَّهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ لَّدٰی یَزِدُّ اور بے شک صرف وہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چاہت مشیت ہر شے پر قادر و قدیر ہے ہمیشہ سے ہمیشہ

ایک اُس کے سوانہ کوئی بت کسی قسم کی قدرت والا نہ کرئی ان وہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت پر بھی قادر و قدیر ہے اور ہر بندے ہر مخلوق کی چاہت پر بھی بندے مخلوق نہ اپنی چاہت پر قادر نہ کسی دوسرے کی چاہت پر اور بت و بوری دیوتا تو اپنی ذات اپنے آپ پر بھی کچھ قدرت نہیں رکھتے، وہ تو بالکل ہی بے بس بے خبر ہیں۔ کافرین نے اپنی بد عقیدگی سے کہا کہ قیامت نہیں ہو سکتی قطعاً ناممکن ہے

اور یہ جہاں یونہی رہیگا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے
فاسقین نے اپنی بد عملی سے سمجھ لیا کہ یہ جہاں بٹھا اگلا کسی ڈٹھا، ان کی اس دیدہ دلیری والی پد کرداری
پھر بازاری سود خوری ظلم بازی بتا رہی ہے اور زبان حال سے کہہ رہی کہ حساب و کتاب سزاؤ جزا جنت
و دوزخ کچھ نہیں، دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔ اسی لیے جو روح ظالم و ستم حرام و گناہ
جو چاہو کرو۔ کھاؤ، کھاؤ، مگر اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ **وَأَنَّ السَّاعَةَ**
آتِيَةٌ كَذَائِبٍ خِيَعَا۔ کافرو خوش فہمی میں نہ رہو، فاسقو بد مستی میں نہ آؤ۔ مظلومو نہ گھبراؤ، اور
بے شک یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں نہ ریب ہے نہ تردد، ہر ایک کا پورا
پورا حساب اور محاسب ہوگا نہ کوئی پنج سکے گا نہ کوئی بھاگ سکے گا۔ کافرین نے اپنی بد عقیدگی سے کہا۔ **مَنْ**
يُعِى الْعِظَامُ وَهِيَ رَمِيمٌ۔ (سودۃ لیس آیت ۷۷) کہ انسان مر کر کبھی زندہ نہیں ہو سکتا، بھلا
کون زندہ کر سکتا ہے پٹی کھالوں شرے گوشتوں بھر بھری ریمیم بوسیدہ ہڈیوں کو خاک بنے اعضا
کو، فاسقین نے اپنی بد عملی، خرمستی بد معاشی بد اعمالی سے سمجھ لیا ہے گریا کوئی ہمیں پوچھنے روکنے
ٹوکنے والا نہیں اور جگا کر بٹھانے جلا کر اٹھانے والا نہیں، نہ مظلوم کا بدلہ نہ بد عملی کا عتاب نہ بد معاشی
کا عذاب۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ **وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ**۔
اے کفریہ نظریات اور فسیقہ تصورات والو کسی غرور و گھمنڈ میں نہ رہو نہ دھوکے میں اکر دو، اور بیشک
وہی اللہ تعالیٰ جس نے پہلے تم سب انسانوں کو بے جان مٹی سے جاندار۔ **أَخْسَنَ تَقْوِيمٍ** اور نہایت
مضبوط خوب صورت عقل علم بصارت بصیرت والا بنا کر پیدا کر دیا۔ جب کہ۔ **لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا**
(سودۃ ۷۸ آیت ۷۸) وہ انسان کسی گنتی شمار اور تذکرے میں ہی نہ تھا۔ تو ذاتِ خلاق قادر
وقدیم پر عادیہ کیا مشکل ہے۔ لہذا اے انسانو کافرو فاسق بن کر اپنا ابدی اور وقتی نقصان نہ کرو
بلکہ دل و جان عقیدہ ایمان عمل و کردار سے مان لو کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہر مردہ انسان کو اسی
جسم و شکل صورت و طیئہ بدنی میں زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے گا۔ کافر کا عذاب فاسق کا عتاب
ظالم کا حساب مظلوم کا کتاب ضرور ہوگا۔ یہ اعضا یہ ابدان، یہ زندگی یہ امان سب اللہ تعالیٰ کی

امانتوں کا امتحان ہے۔ جب دنیا کے لوگ امانتیں دے کر نہیں بھولتے حساب و کتاب کرتے ہیں
آمین کو انعام خائن کو سزا دیتے ہیں تو کیا عالمین کا علیم و خیر برتِ قدیر اپنے بندوں کو امانتیں دے کر
بھول سکتا ہے۔ ہرگز نہیں، انہی امانتوں کے حساب کے لیے قیامت بھی یقینی مردوں کا زندہ ہونا
بھی یقینی ہے۔ یہ اُس کا وعدہ ہے جو لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَا دُوہے۔

حضرت حکیم الامتؒ بدایونی بانی تفسیر نعیمی کی ایک تقریر سے اقتباس | اللہ تعالیٰ پر یہ تمام ظاہری
باطنی قدرتیں آسان ہیں اللہ

فعال نے ظاہر میں عالم ارواح کی روح ڈال کر موت تک زندہ کر دیا اور باطن میں روح مصطفائی سے
ابتد تک زندہ فرمایا، علما کے نزدیک، جہاں جسم مصطفیٰ وہی قدم مصطفیٰ لیکن صوفیا کے نزدیک
جہاں نظر مصطفیٰ وہی قدم مصطفیٰ۔ ظاہر صورت ہے اور باطن معنی ہے۔ ظاہری صورت کو قلم ہے
باطنی معنی کو لفظ ہے۔ معنی اصل بہا ہے صورت فرع ہے اور فرع کو خزاں ہے۔ وَاللّٰهُ اعْلَمُ
بِالْمُتَوَاتِرِ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ

اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو بحث کرتا ہے اللہ کے بارے میں بے
اور کوئی آدمی وہ ہے کہ اللہ کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ نہ

عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝ ثَانِي

علی اور بے ہدایتی سے اور بغیر روشن دلیل۔ اپنی
تو علم نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی روشن ترشتہ حق سے اپنی

عُطِفَ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۝ كَذَلِكَ فِي

گردن دوسری طرف کر نیا لانا کہ گمراہ کرتا پھرے اللہ کے رستے سے، مقدّم ہے اس کے
گردن موڑے ہوئے تاکہ اللہ کی راہ سے بہکا دے اس کے

marfat.com

Marfat.com

الدُّنْيَا خُزْيٌ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

دنیا کی دولت اور ہم چکھائیں گے اُس کو محشر کے دن میں

یہ دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن

عَذَابُ الْحَرِيقِ ۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

جلتے کی سزا۔ وہ سزائیں اُن اعمال کی وجہ سے ہیں جو آگے بھیج دئے ہیں تیرے دونوں

ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے

يَدُوكَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ ۱۰

ہاتھوں نے اور بے شک اللہ تو نہیں ہے ذرہ بھر ظلم کرنے والا بندوں پر

ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ قیامت کو ماننے والوں کے پاس قیامت کے ثبوت پر یہ دلائل ہیں ہدایت اور کتابِ منیر بھی ہے اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ جو بے نیت کافر اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں اُن کے پاس تو کوئی دلیل و ہدایت نہیں ہے نہ روشن کتاب ہی ان کو ملی۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں کافرانوں کی ایک قسم بیان کی گئی۔ جو اللہ تعالیٰ کو تو کسی نہ کسی نام سے مانتے ہیں مگر قیامت کے منکذاب ان آیت میں کافرانوں کی دوسری قسم کا ذکر ہو رہا ہے جو باری تعالیٰ کا ہی انکار کرتے ہیں تیسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کے خود گمراہ ہونے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں کفار کی دوسری حرکت کا ذکر کیا گیا کہ وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ شان نزول۔ خزائن العرفان میں ہے کہ البوہل اور اُس کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرتوں کے منکر تھے اور صحابہ سے راہ چلتے جھگڑے کرتے تھے ایک دفعہ چند نوجوان صحابہ نے اس کو گھیر لیا اور اُس سے اس کی بکواسیات پر دلیل مانگی تو گھبرا کر جان چھڑا کر بھاگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی

ازہ تانا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ

تفسیر نحوی | واو سر جملہ یا عالیہ ہے اس کے بعد موجود اسم مفعول پوشیدہ ہے حرف من کے قریب سے کیونکہ حرف جر بھی ابتدا میں نہیں آ سکتا اس سے پہلے کوئی عامل مشتق ضرور آتا ہے خواہ ظاہر حقیقی ہو یا حکمی یا پوشیدہ۔ یہاں پوشیدہ عامل ہے من حرف جر تبعیضہ بمعنی بعض لوگ الناس بحرور متعلق ہے موجود اسم مفعول واحد مذکر کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدأ من اسم موصول بجادل باب مفاعلة فعل مضارع حال مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے مجادلہ بمعنی ایک دوسرے سے بحث کرنا جھگڑا کرنا باتوں سے جدل سے بتا ہے فی حرف جر برائے ظرفیۃ حکمی ترجمہ ہے بارے میں اللہ اسم مفرد معرفہ بحرور ہو کر متعلق اول ہے بجادل کا اس کا فاعل هو ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے من ب حرف جار زائدہ غیر اسم مفرد مضاف مصدر ثلاثی بھی ہوتا ہے باب تفعلیل و تفعلیل میں گردان مشہور ہے بمعنی بدلتا جا مد بھی آتا ہے بمعنی اجنبی اس کی جمع ہوتی ہے اغیار اس کے علاوہ چار اور طرح مستعمل ہے عا فقط حرف نفی بمعنی نہیں (بغیر) یہاں اس معنی میں ہے اسی لیے مضاف ہونا ضروری ہوا اور اس کا مضاف الیہ ظاہر ہوتا ہے۔ وا بمعنی انا کسی چیز کی ظاہری تبدیلی کے لیے کسی چیز کی مکمل تبدیلی کے لیے۔ قرآن مجید کے ہر پارے میں یہ لفظ ضرور آیا ہے کُل تقریباً ایک سو تیرہ دفعہ آیا ہے۔ مضاف ہے علم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واو عاطفہ لا حرف عطف تاکید کے لیے بمعنی غیر حدی اسم مصدر ثلاثی ہدًی برزق قُرْبَ وَقَتْلُ فَعْلٌ۔ هَدًى وَ هِدَايَةٌ سے بمعنی رہنمائی کرنا۔ دلیل سمجھانا، بحالت کسرہ ہے اعراب تقدیری ہے دراصل تھا هَدًى اسم مقصورہ آخر کا اَلِف واو سے جڑنے کا وجہ سے گر گیا اور زبر اس کی علامت نکرہ کی وجہ سے تنوین بن گئی معطوف علیہ ہے واو عاطفہ لا عاطفہ برائے تاکید کتب اسم مفرد مبالغہ بمعنی مکتوب یعنی لکھا ہوا موصوف برئیر باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکر نوز سے مشتق ہے بمعنی روشن کرنا، نور بنانا روشن دینا، یہاں اسی معنی میں صفت ہے یہ مرکب تو صیغی معطوف ہے بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ۔ سب عطف مل کر متعلق دوم ہے بجادل کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا من کا موصول صلہ مل کر خبر مبتدأ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ثانی عطفہ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ لَهُ فِي الدِّنِّ خِزْيٌ وَ نَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ ثانی باب ضرب کا اسم واحد مذکر غائب

سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے دو ہوتا دوسرا ہونا، اسی سے ہے اثنائاً کا عدد بمعنی دو اور اسی سے ہے ثانی بمعنی دوسرا اصطلاح میں ہر دوسری حالت کو ثنا کہا گیا، اچھائی کے بیان کو بھی ثنا اسی معنی میں کہتے ہیں کہ انسانی زندگی کی دوسری حالت ہے کیونکہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس میں کوئی وصف نہیں ہوتا جو اس کی ثنا (تعریف و اچھائی) بیان کی جا سکے جب بڑا ہوتا ہے تب اس میں اچھے اوصاف پیدا ہوتے جن کو ثنا کہا جاتا ہے اب لفظ ثنا مطلقاً اچھائیوں کے تذکرے کو کہا جاتا ہے یہاں معنی ہے موڑنا، پھیرنا اپنے آپ کو یہ بھی دوسری حالت ہوتی ہے کہ جب سیدھا چل رہا ہو تو یہ ایک حالت ہے اور پورا یا آدھا مڑا تو یہ دوسری حالت ہوتی اس لیے ثانی کہا گیا یعنی موڑنے والا یہ اسم فاعل مضاف عطف اسم مفرد جامد، بمعنی پہلو لچک دار یعنی جسم کا وہ حصہ جس کو موڑنے پھرنے سے سارا جسم پھر جائے موڑ کھا جائے مراد ہے، سر یا سینہ، کندھے، اگر اس کے بعد علی جارہ ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس کی طرف پھرنا مڑنا یعنی شفقت و محبت کرنا اور اگر اس کے بعد عن ہو یا مطلقاً ہو تو معنی مڑ کر دوسری طرف ہونا مراد پھیرنا نفرت کرنا اگر وغرور سے یہاں اسی معنی میں ہے بعض نجات نے کہا عطف کا معنی اگر غرور، اور عطف کا معنی نرم اور شفقت محبت، یہ زیر، زبر کا فرق ہے ضمیر کا مرجع من ہے عطف مضاف ہ مضاف الیہ دونوں مل کر مضاف الیہ ہے ثانی کا یہ دونوں مل کر حال ہے یجاءول کے فاعل کا۔ یضیل۔ لام تعلیلیہ عاقبت والا کام کے لیے یہ اگلا جملہ انجام کیلئے علت عاقبت سے یا یجاءول کی یا ثانی کی یعنی یا اس لیے بحث کرتا ہے کہ گمراہ کسے یا اس لیے منہ پھیرنا ہے کہ گمراہ کسے یضیل باب افعال کا مضارع مثبت معروف بحالت نصب لام کے تعلیلیہ کی وجہ سے کیونکہ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے عَنْ یضیل اللہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے یضیل کا اصل کا مصدر ہے اضلال، بمعنی گمراہ کرنا یہ متحی ہے مگر اس کا مفعول یہ محذوف منسوی ہے لام حرف جر برائے تعدیہ بمعنی کو، کے ضمیر کا مرجع سن یجاءول ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے پوشیدہ اسم مفعول مقدر کے بمعنی تقدیری فیصلہ کیا ہوا یا تقرراً کا بمعنی ثابت کیا ہوا، فی الدنیا۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے اسی پوشیدہ کا اسم مفعول پوشیدہ اپنے نائب فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ اور اپنے دونوں متعلقوں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدمہ ہے اس نائب فاعل ضمیر کا مرجع خبر ثانی ہے اضلال قبل الذکر اس لیے نہیں کہ حقیقتہً مبتدا پہلے ہوتا ہے خبر بعد میں یہاں صرف عارضی پہلے آئی ہے برائے ہجر، خبر ثانی اسم مفرد جامد بمعنی سخت قسم کی ذلت یہ مبتدا مؤخر ہے دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا خیال رہے کہ حلی اور تھوڑی و عارضی ذلت کو فضیلت کہتے ہیں یہ ناخقی بھی ہوتی لیکن سخت اور استحقاقی ذلت خبر ثانی ہے، واو سر جملہ نذوق باب افعال کا فعل مفسد جمع متکلم ضمیر صیغہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ذوق الخوف وادی اس کا مادہ بمعنی چکھانا، تھوڑا سا پانا اس کا مصدر اذیاق

در اصل اِذْوَاقٌ تھا۔ پہلے واؤ کوئی سے بدلا پھری کو بھی گرا دیا اور آخر میں تاو مصدر بہ لگا دی اِذْوَاقٌ ہو گیا
 بمعنی چکھنا منتہی ہے ضمیر اس کا مفعول یہ لُذْمٌ اِنْقِیۡتَہِ یہ مرکب اضافی ظرفِ زمانی ہے بُذِیْتُ کا عذاب
 اسم مفرد جامد مضاف ہے اَلْحَرِیۡقُ اسم فاعل مبالغہ صفت مشبہ بابِ کُرْم سے اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں
 کے معنی میں آجاتا ہے یعنی جلنے والا (جلا ہوا) اور جلانے والا یہاں اسم فاعل کے معنی میں ہے مراد ہے جہنم کی
 آگ یا یہ مصدر ہے بر وزنِ فَعِل بمعنی جلنا مضاف الیہ ہے حَرِیۡقٌ سے مشتق ہے بمعنی جلنا جلانا، لازم
 بھی ہوتا ہے متعدی بھی یہاں متعدی ہے، یہ مرکب اضافی مفعول یہ دوم ہے بُذِیْتُ سب سے مل کر جملہ
 فعلیہ ہو گیا۔ ذَا لِكَ بِمَا قَدَّمْتُ يَذَا لِكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیۡدِ ذَا لِكَ اسم شہدہ
 بعیدی بمعنی وہ عذاب جو قیامت میں ہو گا یہ مبنی ہے بحالتِ رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے اس کی ترکیب نحوی میں
 مریدین قول ہیں کہ یہ تھا اَمَرُ ذَا لِكَ مَ یہ تھا فَعَلْتُ ذَا لِكَ مَ یہ تھا مَقُولُ لَا یَا قَہْلَا لِّلّٰہِ
 ذَا لِكَ مگر یہ سب غیر ضروری باتیں ہیں۔ ب حرف جر سببہ ما اسم موصول یہ جملہ مجرور متعلق مقدم ہے قَدَّمْتُ
 بابِ تفعیل کا ماضی مطلق معروف مثبت واحد مؤنث غائب یَدَا اسم تشبیہ بمعنی دو ہاتھ اس کا واحد ہے یَدَا
 اور جمع ہے اُیْدِیۡ مضاف ہے اصل میں یَدَاں تھا اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گئی اور الف کو کھڑے
 زبر سے بدلا گیا کیونکہ مرکب ہو کر ایک لفظ کے حکم میں آجاتا ہے اور یہ رفع کا اعراب کبھی پنج میں نہیں آسکتا
 ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ اس کا مرجع مَنْ یُجَادِلُ کَا مَن ہے، چونکہ یہ جملہ ہر اعتبار سے
 بالکل علیحدہ ہے اس لیے یہاں ضمیر غائب کی بجائے لَکَ ضمیر حاضر لائی کیونکہ تشبیہ اور وجہ عذاب کا وضاحت
 مقصود ہے اس لیے خطاب میں وضاحت زیادہ ہے یہ مرکب اضافی فاعل ہے قَدَّمْتُ کا قَدَّمْتُ
 اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ قطیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا داؤد عاطفہ اَنَّ حرفِ مشبہ اَلْقَدْرُ
 اسم لَیْسَ فعل ناقصہ کَانَ کی طرح کبھی تائم بھی ہوتا ہے یہاں تائم ہے یہ فعل ماضی ہے اس کے پورے
 چودہ صیغے ہوتے ہیں لیکن اس کا مصدر اور دیگر مشتقات نہیں ہوتے یہ ماضی حال تک دراز ہوتا ہے
 یعنی اب بھی نہیں ہے دیگر افعال ناقصہ کی خبر اُن پر مقدم ہو سکتی ہے مگر لَیْسَ کی خبر مقدم نہیں ہو سکتی
 ہاں اَلْبَیۡتَہُ اسم پر مقدم ہو سکتی ہے کبھی لَیْسَ بمعنی اِلَّا بھی ہوتا ہے مگر یہ قول کمزور ہے لَیْسَ کو اسم نکر
 بھی بنایا جاتا ہے مثلاً لَیْسَ اُس وقت ترجیح ہوتا ہے بے خبر آدمی اگر اس سے پہلے ہمزہ لگا دی جائے
 یعنی اَلَیْسَ تو نفی کی نفی یعنی ثبوت کا معنی دیتا ہے۔ مگر یہ شاعرانہ شاذ باتیں ہیں عام گفتگو میں اب نہیں ہوتا
 اس لَیْسَ تائم کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ کا مرجع اَنْتَ ہے ب حرف جر زائدہ ظَلَّامٌ اسم مبالغہ
 بر وزنِ فَعَالٍ جَوَّادٌ ظَلَمٌ سے مشتق ہے بمعنی ظلم کرنا نقصان کرنا بلا وجہ ایجاد دینا۔ خیال رہے کہ مبالغہ تین

قسم کہے ۱ مبالغہ فی الکفیت ۲ فی الحالیۃ ۳ فی الکثیت یہاں مبالغہ فی الکفیت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ
وزن برابر بھی ظلم نہیں کرتا ۴ فی الکفیت کا معنی ہے کہ زیادہ نہیں کرتا تھوڑا کرتا ہے اور فی الحالیۃ کا معنی کہ اس
حال میں نہیں کرتا مگر اس حال میں کرتا ہے یا اس پر نہیں کرتا مگر اس پر کرتا ہے۔ کثیت کی نفی کا مطلب ہے کسی پر
کسی حال میں کچھ بھی ظلم نہیں فرماتا۔ لام جارتہ بمعنی علی فوقیت عین اسم جمع مکتسر بر وزن فعیل اس کا واحد ہے عین
بمعنی بندہ مراد ہے تمام مخلوق خیال ہے کہ بر وزن فعیل اسم مبالغہ بھی ہوتا ہے (صفت مشبہ) اور مصدر
بھی اور جمع مکتسر بھی۔ یہ جار مجرور متعلق ہے ظلام کا وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مجرور متعلق ہے لیس کا یہ
سب مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہو کر خبر ان ہے وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے قد مت کے جملے پر دونوں
عطف مل کر خبر ہے مبتدا ذالک کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَمِنَ النَّاسِ مَنُ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ
مُنِيرٍ شَاقٌّ حَظِيفٌ يُضِلُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ - لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ
وَنَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ - دنیا میں ذہنی اعتبار سے انسان تین قسم کے ہیں
کچھ وہ لوگ جو اتباع اور تقلید کرنے والے ہوتے ہیں ۱ کچھ وہ لوگ جو اپنی اتباع کرانے والے
ہوتے ہیں ۲ کچھ وہ لوگ جو ہر وقت دھوسے میں پڑے رہتے ہیں کہ تا معلوم کون سچا کون جھوٹا
پہلی قسم کے لوگ اپنے دین و عقائد اور اپنے پیشواؤں رہنماؤں کو بچانے سچا کہنے اور سمجھنے کے لیے
مجادلہ مباحثہ کرتے ہیں، دوسری قسم کے لوگ دوسرے لوگوں کو گمراہ کرتے اپنا مقتدی مقلد اور
پیرو کار بنانے اور خود گمراہ رہنے کے لیے مخالفوں کو جھوٹا کرنے کے لیے مجادلہ مباحثہ کرتے
ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ اپنا دین و ایمان موقوف رکھتے ہیں اور دنیوی عیش و آرام کی لالچ میں
دین قبول کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اگر دنیوی آرام سکون دولت عشرت ملے اور ملتی ہے تو وہ
دین کو سچا سمجھتے رہتے ہیں اگر ذرا تکلیف آجائے تو دین کو بُرا سمجھنے لگتے ہیں بلکہ برگشتہ ہو جاتے
ہیں پہلی قسم کے لوگوں کا ذکر آیت ۲ میں فرمایا گیا۔ اور یہاں آیت ۳ سے ۵ تک دوسری قسم کے
لوگوں کا ذکر فرمایا گیا۔ اور آگے آیت ۶ میں تیسری قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا گیا پہلی قسم کے لوگ
عوام ہیں، اگر سچا برحق دین کے لیے مباحثہ کریں اور سچے دین کی حمایت میں لڑ جائیں تو ان کا مجادلہ
درست باعث ثواب و نجات اسی کو تعلُّب کہتے ہیں اس مجادلے کے لیے صرف علم و عقل کافی ہے
کیونکہ علم و عقل سمجھ داری سے مجادلہ کرنا جائز بھی ہے مفید بھی ہے علمی بے عقلی کا مجادلہ سخت نقصان دہ
سچائی کی عزت ختم اور برحق آدمی کا بھی وقار برباد باعث دنیوی رسوائی، اور اگر جھوٹے دین کی حمایت

ہیں مجادلہ مناظرہ کرنا ہے تو جھوٹا اور جھنپی، جھوٹے دین کا آدمی کبھی بھی علم و عقل والا نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے پہلے صرف بغیر علم فرمایا گیا۔ ایسے لوگ گمراہ رہتے تو ہیں مگر کسی کو گمراہ کر نہیں سکتے۔ ان کے مجادلے کا مقصد صرف یہ بتانا ہوتا ہے کہ ہم جس دین پر ہیں وہ درست ہے کوئی ماننے یا نہ ماننے ہم تو اس دین پر قائم رہیں گے۔ ایسے فتنی لوگ کسی کے سمجھانے سے حقانیت کو نہیں مانتے وہ صرف یہ چاہتے ہیں تا بعد از مقتدی مقلد ہوتے ہیں وہ پیشوا اور گمراہ کر نہیں ہوتے اسی گمراہی کو تعصب کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم کے لوگوں کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ علم بدیہی یعنی عقلی سمجھداری، علم نظری یعنی دلائل اور اسناد لال حاصل کرنے کی قوت، کسی کلام الہی کی تائید اور حمایت دروشتی ملنا، اگر تینوں چیزوں کی دولت اُن کے پاس ہے تو وہ برحق اور دنیا و آخرت میں خوش بخت کامیاب اُن کا مجادلہ درست اور لوگوں سے اپنی اقتدا و تقلید کرانا جائز۔ لیکن اگر تینوں چیزیں نہیں ہیں تو ان کا مجادلہ غلط اُن کی اتباع گمراہی اور لوگوں کو اپنی اتباع میں لانا گمراہ گری اور درغلانا جال میں پھنسانا ہے اور بحث مباحثہ کرنا گنج بختی اور غرور و تکبر و شیطانت ہے۔ اسی لیے یہاں ایسے گمراہ کرنے والوں سے تینوں چیزوں کی نفی فرمائی گئی کہ گمراہ کرنے کے لیے مجادلہ تو کرتے ہیں مگر نہ علم نہ ہدایت نہ کتب منیر یہ لوگ یضیل ہیں۔ تبصری قسم کے شکی مزاج لالچی لوگ اگر دنیوی امور میں دوسرے وحم یا لالچ کریں تو اُس کو ذاتی احتیاط یا مفاد کہا جاسکتا ہے مگر دینی عقائد میں دوسرے یا دین میں دنیوی مفاد کی لالچ کرنا گناہ ناجائز بلکہ منافقت ہے۔ وہاں آیت ۲۴ سے تا آیت ۲۸ اُن ہی تین قسم کے بد بخت لوگوں کا ذکر ہے کہ جو شیطن مرید کے تابعدار ہیں وہ بغیر علم مجادلہ کرتے اور انہیں اپنے اس گمراہ رہنے پر فخر ہے کہ ہماری ہمت پرستی درست اور انکار قیامت و انکار خلقت ثانیہ والے عقائد ٹھیک ہیں، اور یہاں آیت ۲۸ میں گمراہ کرنے والے لوگوں کے ذکر میں ساخت چیزوں کا بیان فرمایا گیا ۲۸ اُن کا مجادلہ ۲۸ اُن کی ذاتی حالت و کیفیت ۲۸ اُن کے مجادلے کی وجہ ۲۸ مجادلے کا مقصد ۲۸ ان کا دنیوی برا انجام ۲۸ ان کا اخروی برا انجام ۲۸ اُن کے اخروی برے انجام کا سبب، چنانچہ ارشاد ہوا کہ وَصِنَ النَّاسُ اور لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے جاہل، مغرور، متعصب فتنی، اور اپنے پر گھمنڈ کرنے والے ہیں جو اپنے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں و قوتوں کے انکار میں بغیر علم و عقل کے اہل ایمان کے ساتھ جھگڑے کرتے سہتے ہیں، حالانکہ دن رات قدرت الہیہ کے بے شمار عجائبات واضح و ظاہرہ دیکھتے ہیں مگر اتنا علم بدیہی بھی نہیں کہ خود ہی ان میں عقل سے غور کر کے سمجھداری حاصل کر لیں، اور نہ اُن کے پاس کسی نظری علم کی ہدایت ہے کہ اُن کے دلائل یا خود

دلیل کے استدلال کر کے ہی حق کو سمجھ لیں اور شعور پالیں نہ کسی کی سنتے ہیں نہ مانتے ہیں نہ سمجھنے کی کوشش
 و رغبت کرتے ہیں کسی طرف سے اُن کو ہدایت و فراست حاصل ہو نہ اُن کے پاس کوئی سچی پکتی روشنی کرنے
 والی تحریر موجود ہے جس کے پڑھنے سمجھنے سے اپنی بحث پر دلیل بنا سکیں یعنی نہ کوئی بدیہی دلیل نہ نظری
 نہ کئی استدلال نہ کوئی سچی تحریری بُرہان اِس کے باوجود اپنے آپ کو بڑا عقل مند سمجھتا ہے اور اہل
 علم سے کج بحثی کرتے ہیں اور چلتے راہیوں کو درغللے میں اُن کی ذاتی حرکت مجادلہ کر کے اپنی علیبت
 کا رعب جمانا ہے مگر اُن کی کیفیت یہ ہے کہ نہ علم نہ ہدایت نہ کتابِ منیر کی روشنی اِس کے باوجود
 مجادلے کی وجہ سے ثانیہ عظیم، بڑے ناز و غرے اور اپنی دولتِ افرادی قوت قوم قبیلے پر سرداری کا گھمنڈ
 غرور کرتے ہوئے اچھے سچے ایماندار لوگوں سے منہ پھرائے گردن اُکڑائے پھرتے ہیں اور اِس مغرورانہ مجادلے
 کا مقصد بُیض، تاکہ راہ چلتوں کو اسلام سے گمراہ کریں اپنے گروہ کے غریبوں غلاموں ماتحتوں مزدوروں پر اپنے علم کا
 رعب جانیں اور گمراہی پر قائم رکھیں، حالانکہ اپنی بے علمی کم عقلی کو خود بھی سمجھتے ہیں اِس سے بڑی حماقت کیا ہو
 گی تھوڑی سی عارضی چند دن کی عزت کے حاصل کرنے کے لیے کتنا بُرا انجام لے رہے ہیں اِس کو نہیں
 سمجھتے کہ کہ فی الذلّٰیٰ خِزِیّۃ۔ اِس بد نصیب گروہ کے لیے دنیا میں ہی سب کے سامنے کتنی
 بڑی ذلتِ عظیم اور کثیر بدنامی، کیسی بربادی عنقریب ہونے والی ہے، لا صرف یہی نہیں بلکہ اِس کے
 بعد وَنَذِیْقُہٗ اور قیامت کے دن ہم ایسا عذاب چکھائیں گے اِس متکبر جھگڑاؤ گمراہ گروہ
 کو جہنم کے جلائیو اے عذابِ کامرہ جو نزع سے شروع ہو کر قبر تک، قبر سے حشر تک حشر سے جہنم
 کے ابدی قیام تک ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، نزع میں دکھا کر، قبر میں جھلسا کر حشر میں تڑپا کر جہنم
 میں گرا کر ظاہر ہوگا۔ اور آخرت کے اِس ابدی عذاب کا سبب، ذٰلِکَ بِمَا قَدْ مَتَّ بَدَاکَ
 ذَاۃَ اللّٰہِ کِبِیْرٌ جَعَلَاۡمَ لِّلْعَبِیْدِیْنَ وہ اُخروی عذاب جو تیرے تصور و خیال سے کہیں زیادہ وحشت
 و دہشت والا ایٹم و عظیم ہوگا اُن بدکاریوں، گمراہیوں، شریکِ کفر یہ عقیدوں اور ظلم و ستم جو رو
 جفا کے بسے ہیں ہوگا جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تیرے یہ کفریات ہی اُس کا سبب
 ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ بے تصور بندوں کو بے جانہ دینے والا نہیں اُس کی ذاتِ اقدس
 سے ذرّہ بھر ظلم کا صدور نہیں ہو سکتا نہ کسی کی نیکیاں کم کر کے نہ گناہ بڑھا کر نہ کسی کے گناہ کسی پر
 ڈال کر، وہ باری تعالیٰ تو فضل و عدل، رحم و کرم ہی کرنے والا ہے۔ خیال رہے کہ اُن مجاہدین
 کو دنیوی ذلت اور ناقیامت تاریخی لعنتِ ظلمت بدنامی جنگِ بدر میں ملی کہ اب جہل اُبی ابن
 خَلَفْ نَضْرِبْنَ عَارِثَ، اَضْحٰی بِنَ شَرِیْکِ وَغَیْرُہُمْ کُلَّ حَیْوٰۃٍ بُڑے اُمراء، اور سردارانِ مکہ اور دیگر

کفار ملا کر سزا فرما دی ہوئے ان کی کچھ لاشیں بدر کے کوئیں میں گلی سٹیں اور اکثر کوئوں نے کھایا، اور ستر لہا
 و سردار قہد ہوئے اور باقی کفار سب ذلیل و خوار ہو کر سامان چھوڑ کر بھاگے گرتے پڑتے زخموں سے مرنے
 بھوکے پیاسے واپس لوٹے۔ یہ تھی کہ فی الذلّٰیٰ خِزْوٰی۔ اس بد بخت گروہ کی عبرت ناک ذلت دنیوی
 ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال ۱۰ من یُجَادِلْ مِنْ تین قول۔ بعض نے لکھا کہ اس سے
 مراد وہی نفرین عارث ہے جو پہلے آیت ۲۰ میں مراد ہوا، اور یہ دوبارہ ذکر مزید چار عیب بیان
 فرمانے کے لیے ہوا۔ یعنی پہلے مجادلہ کرنے، بغیر علم ہونے، اثبات شیطان کرنے کا ذکر ہوا، اب
 مجادلہ بغیر علم، بغیر ہدایت، بغیر کتاب منیر، دنیوی اُخروی انجام بیان ہے۔ اس میں تاکید مبالغہ
 بھی ہے ۱۰ بعض نے کہا کہ اس میں نفرین عارث اور اس میں ابو جہل مراد ہے ۱۰ اور بعض نے کہا کہ آیت
 ۲۰ میں نفرین عارث اور یہاں ابو جہل اخنس بن شریک اِتی ابن خلف تینوں مراد ہیں بلکہ وہ سرداران
 مکہ جو بدر میں ذلیل ہوئے قتل ہو کر یا قید ہو کر یا بھاگ کر مگر میرے نزدیک صحیح
 قول یہ ہے کہ اس آیت میں تمام وہ سرداران مکہ مراد ہیں جو بدر میں قتل ہوئے۔ نہ کہ قیدی یا بھاگنے
 والے ان میں سے تو اکثر مسلمان ہو گئے تھے، نیز من کی وحدت لفظی اور یجادل کی وحدت صیغہ
 اور یدالک کی وحدت ضمیری سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ من موصولہ اسم جنس ہے جو واحد
 کے لیے آتا ہے اور جمع کے لیے بھی، یہاں یجادل کے صیغے سے گروہ کی وحدت مراد ہے
 یعنی ایک گروہ یدالک کی ضمیر میں خطاب ایک اسی گروہ سے ہے۔ اس قسم کی وحدت کی مثالیں
 قرآن مجید میں اور بھی بہت ہیں۔ مثلاً جیسے کہ ابھی پہلے آیت ۱۰ میں یُبْعَثُ مَنْ فِی الْغُفْرِ
 مَنْ جمع کے لیے ہے اور تمام مردے مراد ہیں اسی لیے بعد میں قُبُورِ جمع ہے، اور مثلاً
 وَرَمٰنَ النَّاسِ مَنْ یَقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ۔ سورۃ
 بقرہ آیت ۱۷) وہاں بھی مَنْ جمع کے لیے ہے اسی طرح یَقُولُ کی وحدت میں گروہ کی
 وحدت مراد ہے اسی لیے آگے مُم، ضمیر اور اٰمَنَّا جمع متکلم مؤمنین جمع اسم فاعل جمع ارشاد ہوا
 یعنی ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ہم سب افراد اٰمَنَّا، ایمان لائے، حالانکہ وہ سب افراد مؤمن نہیں
 بَغِیْرِ حُدٰی وَلَا هُدٰی وَلَا کِتٰبٍ مُّنبِیْ۔ میں چار قول ہیں ۱۰ بعض نے کہا کہ علم سے مراد
 ہونے کا طریقہ، ہُدٰی سے مراد راہِ راست پر چلنے کی ہمت کتاب منیر سے مراد تہذیب
 و سلیقہ مندی، یعنی مجادلین میں یہ تینوں چیزیں نہیں پھر بھی جھگڑے کرتے ہیں ۱۰ بعض نے کہا
 کہ ان تینوں سے مراد ضروری فطری علم۔ کئی علم سے استدلال کرنا، اور کتاب سے سمعی علم مراد ہے

۲۳ بعض نے کہا کہ علم سے مراد عقلی دلیل بنانا، حدی سے مراد کسی کی ماننا اور کتاب سے مراد منقولی دلیل ۲۴ بعض نے کہا کہ علم سے مراد اپنی عقل، حدی سے مراد علم والوں کی عقلی بات اور کتاب منیر سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام سابقہ کتب یا قرآن مجید، ثانیہ عطفہ کی قرئت میں دو قول ۲۵ بعض نے کہا عطفہ عین کے زیر سے ہے ترجمہ ہے، غروسے گردن اور نفرت سے کر دھ پھیرنا ۲۶ مگر بعض نے کہا یہ عطفہ زیر سے ہے عطف کا معنی ہے نرم اور شفقت محبت، ثانی کا معنی ہے دور ہونا منہ پھیرنا یعنی شفقت و نرم دلی سے دور ہونا، اُن کے دل میں کسی کے لیے محبت شفقت نہیں، یُفْضَل کی قرئت میں دو قول ۲۷ ایک قرئت میں یہ یُفْضَل بابِ افعال سے ہے، اور معنی یہ ہے کہ تاکہ گمراہ کرے نو مسلموں کو دوبارہ مرتد بنانے مسافروں کو اسلام سے دور رکھ کر اور اپنے کافر ساتھیوں کو کفر پر قائم رکھ کر ۲۸ بعض نے کہا یہ باب فرب سے یُفْضَل ہے اور معنی یہ کہ تاکہ وہ گمراہ رہے۔ مگر پہلی قرئت مشہور و نافذ ہے خُرُث میں دو قول ۲۹ بعض نے کہا اس سے مراد جنگ بدر کا قتل کفار سے ۳۰ بعض نے کہا کہ اس سے مراد لوگوں کی زبان پر تاقیامت ان کے لیے لعنت ملامت کی بڑی ذلت اور خُرُث کی توبہ تغلیبی ہے۔ نَذِیْق کی قرئت میں تین قول ہیں ۳۱ یہ نَذِیْق جمع منکلم ہے ۳۲ اِذِیْق واحد منکلم ہے ۳۳ یِزِیْق واحد مذکر غائب ہے۔ پہلی قرئت مشہور و نافذ ہے۔ عَذَابُ الْخُرُثِ کی ترکیب نحوی میں دو قول ۳۴ بعض نے کہا یہ اضافت حقیقی ہے اور معنی ہے جہنم کا عذاب خُرُثِ ایک طبقہ جہنم کا نام ہے ۳۵ بعض نے کہا یہ اضافت توصیفی ہے۔ معنی ہے جلانے والا عذاب لفظ خُرُثِ عذاب کی صفت ہے ذَالِک میں دو قول ۳۶ بعض نے کہا یہ اسم اشارہ اپنے اصلی معنی میں ہے یعنی دور کے لیے معنی یہ کہ دنیا میں ہی اُن کو بنا دیا کہ ہم قیامت میں عذاب چکھائیں گے ۳۷ بعض نے کہا کہ ذَالِک عذاب کے معنی میں ہے قریبی اشارہ کے لیے، یعنی قیامت میں عذاب دکھا کر اُن سے یہ بات کہی جائیگی کہ یہ ہے وہ عذاب جو ہم تم کو چکھائیں گے اس کا بدلہ جو اسے گروہ کفار تیرے دو، دو ہاتھوں نے یہاں آگے بھیجا۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ، دنیا میں مومن کے لیے فائدے | تین چیزیں عظیم ترین اور کثیر النعم ربانی ہیں۔ علم، ہدایت، اور قرائن مجید، جس خوش نعمت کو یہ نعمتیں مل گئیں اُس کی ہر بات عقل والی ہے اور ہر بحث حکمت ہے اور ہر ادا پسندیدہ بارگاہ ہے ہر عبادت ایمانی قبول، اگر یہ انعام نہ ہو تو اُس بد نصیب کی ہر بات مجاہلہ بغیر علم جس کا بڑا انجام بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ علم و ہدایت والی بحث کو مجادلہ کہنا نہ چاہئے، کیونکہ چشمہ علم و حکمت والی زبان

نوت نے فرمایا یَحُثُّ الْمُتَّقِیْنَ لَعَلَّہُمْ یَفْعَلُوْنَ فِی اللّٰہِ کے ارشادِ ربانی میں
 لَغِیْبِ عَلَیْہِ رَاۤیَہُمْ کی قید لگانے سے حاصل ہوا، دوسرا فائدہ۔ دنیا میں سب سے بری اور کینی
 عادت غرور اور گھمنڈ کرنا ہے، ہر شخص اس کو ناپسند کرتا ہے۔ کافروں میں سے بھی بدترین کفار
 کی یہ خصلت ہے اور کفر سے بھی بری حرکت، اسی لیے علم کفار کی ایک سزا مگر مغرور کافر کی دوسری سزا
 کہ دنیا میں خزی اور آخرت میں عذابِ حریق یہ فائدہ ثانی عَطَفَہُ فرمانے سے حاصل ہوا، لہذا ہر
 مسلمان کو اس بُری عادت سے بچنا چاہئے۔ تیسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کے تمام کام، احکام فیصلے و قانون
 عین عدل و انصاف سے اور فضل و کرم سے، اُس کی جزا فضل ہے اُس کی سزا عدل ہے، خواہ
 کسی کو جنت میں بھیجے یا کسی کو جہنم میں ڈالے، رب کریم کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا نہ اس کا
 کوئی عمل و قانون ظلم ہو سکتا ہے، اس لیے کہ ظلم کا معنی ہے کسی کی چیز میں بغیر اُس کی اجازت و ملکیت
 یا تصرف کرنا یا کسی چیز کو اُس کی اصل جگہ و مقام سے ہٹا کر بے موقعہ محل رکھنا جیسے کہ امانت میں
 خیانت وغیرہ مگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی تصرف غیر کی ملکیت میں نہیں تمام کائنات رب تعالیٰ کی ہی
 ملکیت ہے، نہ کوئی بے موقعہ ہے ہر کام و قانون عین حکمت کے مطابق ہے بندوں کو کچھ آئے
 یا نہ آئے یہ فائدہ کیسے بَطْلَانِی فرمانے سے حاصل ہوا ظَلَامٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مبالغہ کی تین
 قسمیں ہیں ۱۔ مبالغہ تعظیفی، سخت ۲۔ مبالغہ تکراری یعنی بار بار ۳۔ مبالغہ افرادی یعنی بہت
 سوں پر، یہاں ہر طرح کے ظلم کی نفی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی قسم کا ظلم نہیں فرماتا نہ سخت
 نہ نرم نہ غصہ نہ زیادہ نہ ایک پر نہ چند پر نہ کثیر پر نہ قلیل پر نہ بڑا نہ چھوٹا، نہ دنیا میں نہ آخرت
 میں نہ قانون میں نہ مجرم پر نہ غیر مجرم پر، نہ اس کا عتاب ظلم ہے نہ ظہر ظلم نہ عذاب ظلم اس کا قہر
 عدل ہے اُس کا ہر فضل ہے وہ جس بھی حال میں بندے کو رکھتا ہے عین حکمت کے مطابق ہے۔
 احکام القرآن ۱۔ ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ، مجادلہ چار قسم کا ہوتا
 ہے ۱۔ مجادلہ علمی ۲۔ مجادلہ بے علمی ۳۔ مجادلہ تصدب ۴۔ مجادلہ تعصب قانونِ شریعت
 کے مطابق دو قسم کے مجادلے جائز ہیں کیونکہ مفید ہوتے ہیں، اور دو قسم کے مجادلے ناجائز ہیں کیونکہ
 نقصان دہ ہوتے ہیں، مجادلہ علمی اور مجادلہ تصدب جائز ہیں یہ مجادلے اس لیے جائز اور مفید
 کہ اس میں تلاشِ حقیقہ یا حقیقہ کو قائم رکھنے کے لیے بحث مباحثہ ہوتا ہے، مجادلہ بے علمی و تعصبی اس لیے
 ناجائز و نقصان ہوتا ہے کہ اس میں کج بحث باطل پرستی ضد بازی اور جہالت ہوتی ہے یہ مسئلہ
 مِنْ یُجَادِلْ فِی اللّٰہِ لَغِیْبِ عَلَیْہِ رَاۤیَہُمْ اور یُفْضَلُ فرمانے سے مستنبط ہوا یعنی ایسے مجادلے

کامقصد صرف راہِ حق سے گمراہ کرنا ہوتا ہے، دوسرا مسئلہ ہر شریعت میں تین کام ہمیشہ حرام رہے۔ پہلا کام مجادلہ بغیر علم کے اور دوسرا کام ثانی عطف، یعنی اچھائی سچائی سے منہ موڑنا غرور یا جہالت و ضد کی بنا پر تیسرا کام، گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ کے دین سے، یہ مسئلہ بغیر علم و کمال سے (راہِ حق) فرمانے سے مستنبط ہوا اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو پچائے اس شجرِ خبیث کا بیج گستاخی نبوت اور اس کی جڑ توہین رسالت ہے یہ ابوجہل سے شروع ہو کر براستہ نجد ایشیا میں پہنچی جو بھی اس نامور بیماری میں مبتلا ہوا، اس کے سینے میں بغیر علم کی جہالت ثانی عطف کی اکثر غرور، بغیر ہڈی کی حماقت بیضی کی گمراہی ہے، گستاخوں نے توہین رسالت کا نام تو حیدر رکھ لیا ہے۔ دلفیفہ کسی گستاخ کی گفتگو سن کر ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا اور سچ فرمایا۔

توہین کی خیانت سینوں میں ہے تمہارے بٹ جائے گا جہاں نام و نشان تمہارا تیسرا مسئلہ، دنیا میں کسی انسان پر جو بھی ذلت کی مصیبت پریشانی، بیماری، غربت بے سگری آتی ہے وہ اُس کے گناہوں کی شامت ہوتی ہے اس لیے ہمارے بزرگ ایسی حالت میں کثرت سے استغفار پڑھنے کا اور توبہ کرنے نوافل کا حکم دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ ذالک بِمَا قَدْ صَدَّكَ، فرامیہ مستنبط ہوا، کہ لَہُ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ، بھی مَا قَدْ صَدَّكَ کی وجہ سے ہے اور قیامت کا عذاب حریق بھی، دنیا کی خِزْیٌ اور ذلت بے سکونی ہر کافر فاسق کے لیے اور عذابِ حریق سرت کفار کے لیے، بعض علما نے فرمایا کہ عذابِ حریق بھی کافر و فاسق دونوں کے لیے مگر فاسق کے لیے عارضی اور کافر کے لیے دائمی آج کل ملکوں میں انفرادی، اجتماعی، عوامی حکومتی، عدالتی، تجارتی، ملازمتی، ہر طرف پریشانی ہی پریشانی ہے کہ حکومت عدالت سے بدگمان اور عدالت حکومت سے نالاں، عوام دونوں سے پریشان، حکومت توہین عدالت کر رہی ہے اور عدالت توہین حکومت کر رہی ہے بعض سیاسی لیڈر اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے توہین اسلام کر رہے ہیں، توہین عدالت پر عدالتیں مجل اٹھتی ہیں از خود محاسبہ و گرفت کر لیتی ہیں، مگر ایک سرگرم نسوانی سیاست نے اسلامی قوانین کو دھسیا نہ کہا مگر کسی عدالت سے از خود کچھ نہ کہا، توہین عدالت کا قانون انتہائی حساس و نزاکت خیز بنا لیا مگر توہین رسالت پر کوئی گرفت نہیں، کتنے ہی گستاخ نبوت زبان و قلم سے آزاد اور دندناتے پھر رہے ہیں اسی وجہ سے یہ پریشانیاں، رہشت گردیاں تخریب کاریاں۔ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ہیں، جو عملی توہین رسالت اور بے ادبی اسلام فسق و فجور بے حیائی فحاشی کا ہی نتیجہ ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان عدالتوں حکومتوں کو علم عقل ہدایت

تھا وہ تو پہلے ہی گمراہ تھا یعنی گمراہی کی وجہ سے مجادلہ کرتا تھا نہ کہ مجادلے کی وجہ سے گمراہی اس لیے
 مجادلہ گمراہی کی علت یا سبب نہ ہوا بلکہ ضلالت و گمراہی علت و سبب بنی مجادلہ کی نہ گمراہ ہوتا
 نہ مجادلہ کرتا، تو پھر لام تعلیلیہ کیوں ارشاد ہوا، جواب قُرْآنَ مَشْهُورٌ يُقْرَأُ بِإِذْنِ الرَّحْمَنِ الْعَلِيِّ سے ہی ہے
 اور لام تعلیلیہ عاقبت و انجام بیان کرنے کے لیے ہے۔ اور معنی یہ کہ اگرچہ مجادلہ ظاہراً صرف
 انکار قدرت و قیامت کا ہے مگر اس کا انجام یہ ہے کہ وہ مَن یَجَادِلُ تین طرح لوگوں کو گمراہ
 کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، نو وارد اصنی مسافروں ہمانوں کو اسلام سے دور رکھ کر دُعا
 کر گمراہ کر رہا ہے، نو مسلموں کو پھیلا کر شکوک و شبہات و دوسے ڈال کر مرتد بنانے کی کوشش
 اور اپنے بے علم کافرا تھیوں کو گمراہی پر ثابت و قائم رکھ کر، اور اگر یُضِلُّ بِإِذْنِ الرَّحْمَنِ الْعَلِيِّ سے ہوتی
 بھی لام تعلیلیہ فرمانا قطعی درست ہے اور معنی یہ کہ اس لیے مجادلہ کرتا ہے تاکہ گمراہ رہے اور
 لوگوں کو فخر یہ اپنی گمراہی بتائے اپنی مضبوطی پختگی ثابت کرے۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا بِمَا قَدْ صَدَّقَ
 یَحْيَا، یعنی یہ دنیوی دولت اور اُخروی عذاب اُس کفر کی وجہ سے ہے جو اسے گردہ کفر تیرے
 ہاتھوں نے آگے بھیجے۔ حالانکہ کفریہ اعمال اور گناہ تو سارا جہنم کرتا ہے صرف ہاتھ تو نہیں کرتے۔ اب
 اس آیت کا معنی یا تو یہ کرنا پڑے گا کہ دیگر اعضاء جرم کرتے ہی نہیں یا کرتے ہیں مگر اُن پر پکڑ گرفت
 اور عذاب و ذلت نہیں وہ برے نہیں، دونوں نہ انہیں صرف ہاتھوں کے جرائم پر ہیں مگر یہ معنی دیگر آیت
 کے خلاف ہیں۔ جواب۔ جرائم تو سب اعضاء ہی کرتے ہیں اور سب ہی بُرے قابلِ عذاب و ذلت
 ہیں مگر صرف ہاتھوں کا ذکر دو وجہ سے فرمایا گیا، ایک یہ کہ انسانی ہاتھ تمام انسانی جسم کے ہر عضو کا ہر اچھے
 بُرے دینی دنیوی کام میں ہر وقت معاون و مددگار رہے تو گویا ہر عضو کا کام اُسی کا کام ہوا اور یہ سارے
 اعضاء کا سردار ہوا اور بڑا کارکن، اسی لیے ہاتھ بول کر پورا جہنم مراد لے لیا جاتا ہے دوسری وجہ یہ کہ ہر
 عضو انسانی کے ایک دو کام ہوتے ہیں مگر انسانی ہاتھ ایسے بہت سے کام کر لیتا ہے جو دوسرا کوئی عضو
 نہیں کر سکتا عرض کہ انسانی ہاتھ قدرت کا عجیب حیران کن عظیم کرشمہ اور بہترین نعمت ہے۔ محققین فرماتے
 ہیں کہ انسانی ہاتھ تقریباً چونتیسھ کام کر لیتا ہے۔ مثلاً ۱۔ ہاتھ چمٹا بھی ہے ۲۔ چھہ بھی ۳۔ چا تو بھی ۴۔ چھری
 بھی ۵۔ خنجر بھی ۶۔ سٹوا بھی ۷۔ قینچی بھی ۸۔ قمی (چھڑی) بھی ۹۔ پنکھا بھی ۱۰۔ کنگھی بھی ۱۱۔ کنگھی بھی ۱۲۔ جھاڑو
 بھی ۱۳۔ جھانواں بھی ۱۴۔ پٹریا بھی ۱۵۔ قلم بھی ۱۶۔ رتی بھی ۱۷۔ مسواک بھی ۱۸۔ شکنجہ بھی ۱۹۔ ستھوڑا بھی ۲۰۔
 اشاروں کی زبان بھی ۲۱۔ تھریا میٹر اور تباض بھی ۲۲۔ مورچا اور چمٹی بھی ۲۳۔ رُٹ اور بندھن بھی ۲۴۔ گرہ
 اور گانٹھ بھی ۲۵۔ پیالہ بھی ۲۶۔ پیالی اور پرچ بھی ۲۷۔ بچہ اور معذور کے لیے اگلے دو پاؤں بھی ۲۸۔

کھودنے والی کٹی بھی ۲۹ گز میٹر اور قُط بھی ۲۴ گزہ اور پانچ بھی ۳۱ تیس کے دلنے اور گنتی کا آدھ بھی۔ یہ تو ہاتھ کے ذاتی کام ہیں اب اس کے تعاون کی شان ملاحظہ ہو ۲۲ سر پر بوجھ اٹھاؤ تو تمام راستہ ہاتھ مدد کا راگ ہاتھ مدد نہ کریں تو یا گردن نہیں یا بوجھ نہیں ۲۳ پیچھ پر بوجھ لا دو تو ہاتھ پشت بناہ ۲۴ کندھوں پر کچھ اٹھاؤ تو ہاتھ سہارا ۲۵ آنکھ سے کچھ نہ دیکھنا چاہتا ہاتھ کا پردہ ۲۶ ناک سے بدبو روکنا ہو تو ہاتھ کی ٹاٹ ۲۷ کان سے نہ سننا چاہتا ہو تو ہاتھ کی انگلی کان کے اندر یا مٹھیلی کان پر ۲۸ کان سے غور سے سننا چاہتا ہو تو ہاتھ کان کے پیچھے ۲۹ اگر زور سے بولنا چاہا تو اذان وغیرہ میں تو ہاتھ کانوں کے اوپر نہ گاسینے پر بوجھ رکھو اور ٹھیراؤ تو ہاتھ کا تعاون ۳۰ تیز چلنا چاہتا ہو تو پیروں کے آگے پیچھے ہاتھ بھی حرکت میں معروف ۳۱ بات سمجھانی ہو تو ہاتھ کا اشارہ ۳۲ نغمت کی طرز اور سرود کا راگ بنانا ہو تو ہاتھ کی تحریک نغمہ سازی ۳۳ ہر عبادت میں سب سے آگے، اسی طرح کہ اذان میں کانوں پر ۳۴ نماز کے قیام میں ناف پر ۳۵ اگر گھٹنوں پر آجائیں تو رکوع بن جائے ۳۶ کانوں تک اٹھ جائیں تو تکبیر تحریر ۳۷ زمین پر رکھے جائیں تو سجدہ ۳۸ رانوں پر آجائیں تو قومہ یا جلسہ ۳۹ شہادت کی انگلی دست یمن میں ۴۰ لڑائی کی سببا انگلی بھی بائیں ہاتھ میں ۴۱ آسمان کی طرف ہاتھ پھیل جائیں تو دعائے زکوٰۃ خیرات صدقات تبرکات ہاتھوں سے ہی تقسیم کئے جاتے ہیں، یہ تھے اس کے دینی تعاون ۴۲ دنیوی صنعت حرفت کاریگری ہاتھ ہی سے کی جاتی ہے۔ ہر بُرے کام کفر شرک بدکاری میں بھی ہاتھ کا بہت دخل ہوتا ہے۔ مثلاً ۴۳ سندھیوں میں لعنت کا بجہ ہاتھ سے بنایا جاتا ہے ۴۴ نمائش کے لیے تال ہاتھ سے ۴۵ اہل عرب میں گالی دینے کا اشارہ انگلی سے جسے سببا یہ کہتے ہیں ۴۶ قرآنی کے اشارے ہاتھ سے ۴۷ تاپہ کے زاوے سے ہلکا کرے ہاتھوں سے ۴۸ بُت پرستی کے شرارے ہاتھوں سے ۴۹ کفر کا ملت موٹا کے سر پر ہاتھ رکھ کر اٹھایا جاتا ہے ۵۰ شہوت رانی بھی ہاتھ سے ۵۱ ماتم میں سینہ کو بی ہاتھوں سے ہی ہوتی ہے۔ غرض کہ دینی، دنیوی اور شیطانی کاموں میں ہر جگہ بِمَا قَدَّ مَتَّ يَدَاكَ اِی کا ظہور ہے، چوتھا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ لَیْسَ بِظُلَامٍ۔ ظُلَامٌ اِسْمٌ مَبْلَغٌ ہے جس کا معنی ہے بڑا ظلم کرنے والا، یا ہمیشہ ظلم کرنے والا تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بُرا، اور ہمیشہ ظلم کرنے والا نہیں۔ تو گویا چھوٹا ظلم اور کبھی کبھی ظلم کرنا ہے۔ اس طرح تو ظلام میں بُرائی اور ہمیشگی کی نفی ہوئی کُل قَطْعی نفی نہ ہوئی چاہئے تھا کہ لَیْسَ بِظُلَامٍ فرمایا جاتا۔ اس طرح کُل قَطْعی نفی ہوتی ہے لَیْسَ ظَالِمٌ کا معنی ہے مطلقاً ظلم فرمایا نہیں، اس میں ہر قسم کا چھوٹا بڑا ہر بندے پر ہر زمانے میں ظلم شامل ہو گیا اور لَیْسَ کے فرمانے سے سب کی نفی ہو جاتی جو اب ظلام فرمانے سے کُل اور قَطْعی ہر قسم کے ظلم نفی ہو رہا ہے کیونکہ مبالغہ

قلم کا ہے۔ مبالغہ فعلی یعنی کثرتِ فعل۔ مبالغہ زمانی یعنی کثرتِ اوقات۔ مبالغہ افرادی یعنی کثرتِ تعداد۔ مبالغہ صنفی و نوعی یعنی کثرتِ اقسام، لفظِ ظلام کی قاعلیت نے کثرتِ زمان و اوقات بتائی، کیونکہ اسمِ ماضی میں ماضی حال مستقبل تینوں زمانے ہوتے ہیں، اس کے مادہ اشتقاق نے کثرتِ نوعی بتائی، اس کی اسمیت نے کثرتِ فعل بتائی، اس کی جمعیت نے جو بعید کی وجہ سے ثابت ہوئی کثرتِ افراد بتائی اس طرح ظلام میں تمام کثرتیں آگئیں اور انہیں نے ظلام کی نفی فرما کر گویا تمام کی نفی فرمادی اور آیت کا معنی یہ ہوا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کسی بھی زمانے میں کسی بھی قسم کا ظلم کسی بھی طرح کسی بھی بندے پر نہیں فرماتا ظلام فرمانے سے کلام ہر طرح جابج مانع ہو گیا۔ ظالم فرمانے سے یہ بات حاصل نہ ہوتی لہذا بظلام فرماتا عینِ درست ہے اور کئی نفی بھی۔

تفسیر صوفیانہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ۔ ثانی عطفہ یُضِلُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ هَذَا آيَةُ الْحَرِيقِ۔ ذَالِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَهُ إِلَى اللَّهِ لَيْسَ بِالْظُلَامِ لِلْعَبْدِ۔ ان ہی انسانوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جن کے پاس نہ مشاہدہ کا علم نہ مراقبہ کی ہدایت نہ کتابِ مینر کا آستانہ نہ شرانِ ضمیر نہ ضمیرِ سینہ کی روشنی وہ نفسِ امارہ کا غلام جبرال و فساد کا بیروکار، یہ بات وادیِ سلوک میں عیاں ہے کہ جس کا ظلم کثیر اس کی ہلاکت قریب اور فنا اس کا نصیب ظلم کی مدد اور مظلوم کی ذلت کرنا لوگوں کو بڑا اثر ہے۔ شرک خفی ہو یا جلی اپنے پر ظلم ہے۔ سب سے بڑا ظلم غیر اللہ کی عبادت ہے کیونکہ مقامِ عبادت سے جدا اور بے موقع ہے۔ خرابوں میں مصلوں پر سجدہ اس بے درست ہے کہ رب تعالیٰ کے لیے وہی عبادت کا حق دار ہے اگر اس میں بھی خلوص نہ ہو تو وہ بھی شرکِ خفی ہے اور جبرالِ سری۔ اہلِ نفاق و ریا، اور اہلِ شہوت و بدعت کا مجادلہ مذموم ہے کیونکہ نفسِ فساد کے لیے ہے۔ لیکن اہلِ معرفت و اہلِ خلوص کا مناظرہ محمود ہے کیونکہ دفعِ شبہات اور طلبِ ہدایت مراطکہ کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں علمِ الہی کی توفیق اور ہدایتِ مصطفائی کی کتابِ مینر کھلی ہوتی ہے جس سے نورِ حق کا ظہور اور باطل کا فذول ہوتا ہے، جاہلِ ضلالت کا جبرال کثرتِ قبل و قال ہے۔ مگر عالمِ معرفت کا جبرال ثبوت۔ دعوتِ عمل، اور حصولِ حق ہے۔ جاہلِ ان و ان، ثانی عطفہ کا مغرور اور اہلِ بدعت حق سے مغرور ہوتا ہے لیکن بندہ عارف طالبِ لطیفہ اور شائقِ سنت ہوتا ہے۔ مجادلِ بے علم کے لیے وعیدِ شدید ہے۔ مناظرہ با معرفت کے لیے وعدہ جمید ہے بین چیزوں میں احتیاط چاہیے۔ طبیعت کی پہچان میں، مقارنت اور دوستی کے عرفان میں۔ امراض کے بطلان میں، کیونکہ طبیعتوں

میں قوتِ جاذبیت، مقارفت یعنی میل ملاقات میں قوتِ اثریت اور اُمر میں قوتِ سرایت ہوتی ہے، صوفیا فرماتے ہیں کہ جسمِ انسانی میں تین مختلف قوتیں ہیں، قوتِ دنیوی، قوتِ دینی، قوتِ شیطانی قوتِ دنیوی کے پاس علم ہے، قوتِ دینی کے پاس کتابِ میر کی ہدایت ہے مگر قوتِ شیطانی بغیر علم کا لُٹکا ہڈی والا کتابِ گنہگار اسی جاہل کے خیالات وہم و قیاس ہے مگر علم صحیح سے کشفِ مزین ہے۔ مجاہدِ مہربان اور تابعِ مخلص دونوں کے لیے خِزئی فی الدُّنیا اور عذابِ خِزئی فی الآخِرۃ کا وظیفہ ہے۔ اور بد خصلتی تکبر سے سات عادتوں سے سات چیزیں ملتی ہیں راغب سے ذلت و عاجزی انکساری سے کثرتِ محبت و اچھی باتوں سے تعلیم و علم سے مددگار دوستوں کی کثرت و ہم نرم دلی اور محبت سے قلبی غامدوں کی کثرت یعنی عطف سے نطف اور عطف اور کثف ملتا ہے و دفاعِ محبت سے دوامِ اخوت و صدقِ لسانی سے فضلِ ایمانی ملتا ہے۔ اگر دنیوی ذلت اور اخروی حرقت سے بچنا ہے تو ربِ تعالیٰ سے ہمیشہ جو چیزیں مانگتے رہو و صفاتِ ذمہ سے بچنا یعنی خالی ہونا و ملکاتِ جمیلہ کا بحالی یعنی زیور۔ (روح البیان) ذَالِکَ بِمَا قَدْ صَدَّقْتَ اے بندے وہ غفلتِ قلوب ہے کوئی قلب کا ذلت و عذاب ان خواہشاتِ نفسانی کی وجہ سے ہے جو تعصبِ ضلالت کے تیسرے ہاتھوں نے راہِ سلوک میں کھیریں اور دوامِ توبہ سے منزلِ معرفت میں بڑھا نہیں بغیر علمِ استدلالی اور بغیر ہدایتِ کثف و جہان اور بغیر کتابِ فرمانِ بے شک اللہ تعالیٰ کسی بندے کو آستانہٴ قدس سے ہٹانے کا ظلم نہیں فرماتا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ان آیات میں فاسقین علی منکرین قیامت کو انیس باتوں میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اے انسان تو صرف چند دنیوی اعمال کا فقط کا سبب ہے نہ خالق نہ قادر نہ قدرتِ خلقت قبولیت میں اللہ تعالیٰ ہی حق ہے۔ اُس کی ہی کمالی قدرت سے ہر اُن مُردوں کو زندگی بخشی جا رہی ہے۔ جتنی بار چاہے کسی کو زندگی عطا فرما دے اس کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ یہ ذہن میں رکھو کہ جتنا چاہا ہو فسق و ظلم شرارت و خباثت سے اپنی جانوں پر ظلم کا لوگے مگر اُس کی قدرتی پکڑ سے مغرور نہیں ہو سکتے لہذا دنیوی ڈھیل پر مغرور مت رہو۔ یاد رکھو کہ تم کو مرکزِ ضرور زندہ ہونا ہے اور فتنہٴ فتنے کے حساب کے لیے اِنَّ السَّاعَةَ آتِیَةٌ بِے شک قیامت آنیوالی ہے۔ تم نے زندہ ہونا ہے خواہ مرکزِ خاک جل کر راکھ ہو جاؤ۔ ثبوتِ قیامت اور دوبارہ زندگی پر تین طرح غور کرو پہلے عقلی تجربے مشاہدے کر کے۔ اگر یہ نہ کر سکو تو علمِ والد سے استدلال کی ہدایت اور کتابِ میرِ حجتہٴ قائمہ والی جرحِ حال حاصل کرو۔ مشاہدہ یہ کہ اپنے میں غور کرو تم بالکل ہی معدوم تھے کس طرح پیدا ہو گئے۔ حالاتِ عالمِ نباتات کا غفلت میں تدبیر کے ہدایت لورے موت بھی دوبارہ اور زندگی بھی دوبارہ۔ پہلی موت حقیقت و صورت دونوں صفا

تھیں۔ حَلَّ اَلْاَعْلٰی اِلَیْہِ الْاِنْسَانِ حَیْثُ مَتَّ الدَّھْرُ کَمَیْکُنَّ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا دُوسری دھرتی
 آیت ۱) دوسری موت۔ تغیر و فراق کہ صرف موت معدوم مگر حقیقت موجود روپوش، پہلی زندگی خلقت
 ہے دوسری زندگی بعثت ہے۔ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ خلقت ایجاد ہے، یَبْعَثُ اَعَادہ ہے
 فَلَقْتَ حَقِیْقَتَ بَنَانَا ہے بعثت موت بنانا ہے نہ غور کرو کہ ہر انسان بلکہ ہر مخلوق میں ہر آن تبدیلی
 ہو رہی ہے نطفے سے ولادت تک ولادت سے قبر تک قبر سے حشر تک اس تغیر کا نام موت ثانیہ
 ہے یہ تغیر صرف موت کہے حقیقت کو نہیں، صورت کو فنا ہے حقیقت کو بقاء ہے اَلْحَیٰتِ بِالْقُوَّةِ
 اور حیات بالفعل کافرق، حیات بالقوہ وجود ہے، حیات بالفعل ظہور ہے نطفے اور علقے میں حیات
 بِالْقُوَّةِ ہے، مضغہ اور مولود میں حیات بالفعل ہے۔ بیج میں حیات بالقوہ ہے پودے حیات بالفعل
 ہے نہ پتھر اور نہ بیج کافرق، پتھر میں زندگی کا جوہر معدوم ہے نہ تراب اور نہ قبر کافرق، تراب میں زندگی
 کا جوہر مفقود و معدوم قبر میں موجود و مستور۔ اسی لیے تراب سے خلقت ہے قبر سے بعثت ہے
 تراب کی آغوش خالی ہے، قبر کی آغوش بھر پور نہ کیفیت کائنات آٹھ چیزیں ہیں، مفقود، موجود، خلقت
 بعثت، حقیقت، موت، تسکین، تغیر۔ ان سب کے لیے اَجَلِ مُّشْطٰی ہے اَلْحَیٰا اور ظہور کافرق،
 تراب سے وجود انسان ہے نطفہ سے ظہور انسان ہے اور اَرْضِی سے وجود نباتات ہے۔ پانی سے
 ظہور نباتات ہے۔ وجود حقیقت ہے، ظہور اُس کا نشوونما ہے۔ ماریم اور بوسیدہ ہڈیوں میں زندگی
 مفقود نہیں بلکہ مستور ہے، بوسیدہ اور مریم ہڈی دیکھ کر مطالبہ نہ کرو کہ ہمیں ان میں زندگی دکھاؤ۔
 اس کے لیے بھی اَجَلِ مُّشْطٰی ہے۔ نطفے میں انسان اور بیج میں پودا نظر نہیں آتا مگر ہر مسلم کافر تسلیم کر لیتا
 ہے۔ نطفے اور بیج کی زندگی ہزاروں سال سے بن دیکھے مانتے ہو۔ آج تم نے خوردبین سے مشاہدہ
 بھی کر لیا، اس میں تم کو نہ پہلے یہ سمیت تھی نہ اب ہے۔ آئندہ وقتوں میں اَجَلِ مُّشْطٰی میں بعثت ثانیہ
 اور ساعتِ ساعت کو بھی دیکھ لو گے۔ ماضی کی دلیل سے مستقبل کو مانو۔ ایک وقت جب صرف نطفہ اور
 بیج دیکھ سکتے تھے اندر کا جوہر حیات نظر نہ آتا ہے پھر یہ وقت بھی آیا کہ تم نے خوردبین سے نطفے میں
 زندگی دیکھ لی مگر ابھی مریم ہڈی میں کسی خوردبین سے بھی نہم حیات نظر نہیں آتے یا اس لیے کہ وہ
 جراثیموں سے بھی چھوٹے ہیں یا اس لیے کہ تم پہچان نہیں سکتے۔ ولایت و نبوت کی آنکھ یہ بھی دیکھ
 لیتی ہے۔ لہذا اپنے ایمان کو اپنی بے علم و ہدایت والی نظر پر موقوف مت کرو بلکہ آستانہ نبوت
 سے ولایت کی خوردبین لگا کر ایمان کی بنیاد دلیل علمی، استدلالِ حدی اور برہانِ کتابِ نبیہ پر قائم
 کرو تا کہ جان لو کہ اللہ ہی حق ہے وہی یَحْیِی الْمَوْتٰی ہے خلقت وجود اور اَعَادہ ظہور فرما کر علیٰ کل شئی

قدیر ہے اُس کے لیے نہ خلقت محال نہ اعادہ۔ جلدی مت بھاؤ بلکہ انتظار کرو بے شک قیامت آنے والا ہے سب کچھ دیکھ لو گے۔ اگر تبدیلی کا قانون مقدس ہے تو قانونِ اکمل بھی مقرر ہے نہ وہ مٹ سکتا ہے نہ یہ بدل سکتا ہے نہ ہی بدلا سکتا ہے جب اجل مقرر آئیگی تو ہر مردہ قبر سے مثل نباتات اٹھ کھڑا ہوگا کوئی جزا کے لیے کوئی سزا کے لیے، ہر مردہ صاحبِ قبر ہے خواہ موتِ کفر سے مرے یا موتِ بدنیہ سے خواہ لحد میں پڑا ہو یا عیش و آرام کے لحاف میں سویا ہو، خواہ موتے سے جاگے دنیا میں یا بعثت سے بھاگے آخرت میں واپس خلقت کا نام موت ہے ہر بھکاری کا نام زندگی ہے، ہر تغیر کی پوشیدگی موت ہے ہر تغیر کا تحقق زندگی ہے مٹا اے بندو یہ بھی یاد رکھو کہ انعامِ فنا ہے خلقتِ حیوۃ ہے۔ تفریقِ موت ہے۔ اعادہ بقا ہے۔ تم دیکھتے ہو مانتے ہو کہ دنیا میں ہر قدم پر تغیر تبدل اور تجدد ہے۔ تو مان لو کہ اکمل مسمیٰ پر ایک اور تبدل و تجدد ہونے والا ہے جو آخری ہوگا۔ نظرِ بصارت سے دیکھ کر ماضی و حال کے تغیر کو مان لیا تو نظرِ بصیرت سے مستقبل کے تغیر کو بھی مان لو اسی کا ماننا ایمان ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ خلقت کے بعد صرف موت میں تغیر ہے وہی نہ بجے اُگ جائے تو پودا بڑھ جائے تو درخت، کٹ جائے تو شہتیر، چر جائے تو تختہ، پھٹ جائے تو ایندھن جل جائے تو راکھ، اُڑ جائے تو ذرات، وہی راکھ و ذرات مٹی میں ملے بارش پڑی پھر اُگ گئے حقیقت وہی ہے شکلیں بدل رہی ہیں، ہم نے تو سوچی سواک اُگتی دیکھی ہے صحابہ نے علی گھلیاں اُگتی دیکھی ہیں یہ تبدل کب ختم ہوگا یہ تم نہیں جانتے کیونکہ وَمَا أَوْتَيْنَاهُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (سورۃ اسراء ۱۱) خود ہمارے علم میں کتنی تبدیلیاں کبھی صرف حواس سے کبھی صرف اسٹک سے کبھی خوردبین سے کبھی ایکٹرنک کالموں سے آئندہ کیا ہوگا ابھی تم کو کچھ پتہ نہیں کہ کائنات کے ہر گوشے میں تبدیلی صورت اور بقا و حقیقت کا قانون جاری ہے، بقا و حقیقت کی چار صورتیں اور حالتیں ۱۔ دائرہ ۲۔ تخم ۳۔ نمونہ ۴۔ نظر ۵۔ ذرہ ۶۔ حیات ۷۔ قطرہ ۸۔ بقا و موت کیا ہے؟ دامنِ قبر میں زندگی کے سوجانے کا نام موت ہے۔

موت نے چھپکے سے آکر کچھ کہا زندگی خاموش ہو کر سو گئی

مگر تم اس جند کو نیند کی آغوش کو نہیں جانتے نہ جان سکتے ہو۔ لہذا اپنے مشاہدے پر عقیدے کی بنیاد مت رکھو ورنہ ہزاروں حقیقتوں کا انکار کرنا بیڑے کا کیونکہ تم بغیر علم ہو، اگر حواسِ ناکارہ ہوں تو بدایتِ ادراک سے کام لینا پڑتا ہے اگر یہ بھی نہ ہوں اور لَا حُدٰی کا اندھیرا ہو تو رُک جاؤ کسی سراجِ منبر کے دامن میں کتابِ مبینہ کو تلاش کرو، وہ کتاب تم کو بتائیگی کہ تمہارے بدن میں کتنے موموں بہاؤ خزاں، مردی گری، خشکی، سیرابی کی طرح عرفانِ حقیقت کے عالم میں بھی تمہاری شکل و صورت پر نواز ہا موموں کی تبدیلی آتی رہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ تمہارا نظامِ الاوقات عالمِ صمدیہ کے ایک چھوٹے سے گرتے

مگر عالم حقیقت کا تقویٰ نظام اتنا لمبا کہ فی یوم کان مقدارہ خمسمین الف سنۃ سورۃ
معارف آیت ۱۷) یعنی ایک دن بچاس ہزار سال کا تمہارا موسم بدلتا ہے اور بارش ہوتی ہے تو
اختصاص کی حیات و ربّ کا تغیر و اُبھٹ کا تبدل اور مین کُن ذوّج بھیج کے تجدّد کا یوم
ظہور ہوتا ہے مگر عالم حقیقت کا جب نفع و ضرر ہوگا تو یبعث من فی القبور کا یوم نشور ہو
جائے گا۔ اس کتاب مینر کے بغیر تم کچھ بھی نہیں جان سکتے۔ تمہاری قلت علمی کو دور کرنے کے لیے فقط
یہی کتاب مینر قرآن مجید تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔ اگر یہ نہ لو تو تم بغیر علم بھی ولا ہدیٰ بھی اور تمہاری
ہر بات مجاہدہ جہالت ہے جس کا انجام خزی فی الدنیا اور عذابِ حرّی ہے چاہو تو دامن مصطفیٰ
میں آکر پناہ جاؤ، اور علم و ہدایت پالو۔ نہ چاہو تو نہ آؤ۔ لَکُمُ الْکَافِی الذِّیْنِ سورۃ بقرہ آیت ۲۵۴

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْبِدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ

اور ان لوگوں میں سے ایک گروہ وہ ہے جو عبادت اختیار کرتا ہے اللہ کی ایک فائدہ کیلئے
اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں

فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ

اس لیے اگر اس کو پہنچتی رہے دنیوی اچھائیاں تب تو سکون ملے روز اگر
پھر اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچ گئی جب تو چین سے ہیں اور

أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ

پہنچی اس کو کوئی مصیبت تو دین سے پھیر یا اُس نے اپنے اپنے سینے کو
جب کوئی جائز آبروی منہ کے بل پٹ گئے

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكُمْ هُوَ

گھاٹا یا اُس نے دنیا اور آخرت میں ۔ وہ ہی بہت
دنیا اور آخرت دونوں کلمہ گھاٹا یہی ہے

الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۱۱ يَدْعُوا مِنْ

ذلت والا ای نقصان ہے جو ظاہر ظہور ہے۔ عبادت دعا مانگتا ہے

مریح نقصان اللہ کے سوا ایسے کو بوجھتے ہیں جو ان کا

دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا نِفْعَةَ

اللہ کے مقابل اُس چیز سے جو نہ نقصان کر سکے اُس کا اور جو نہ نفع دے اُس کو

بُرا بھلا کچھ نہ کرے یہی ہے دور کی گمراہی

ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۱۲ يَدْعُوا

وہی بہت دور پہنچ جاتیوالی گمراہی ہے۔ دعائیں مانگتا

ایسے کو بوجھتے ہیں جس کے نفع سے نقصان کی

لَمَنْ ضَرَّةٌ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ط لَيْئَسَ

ہے ایسے مجبور باطل سے کہ اُس کا نقصان زیادہ قریب ہے اُس کے نفع سے

توقع زیادہ ہے بے شک کیا ہی

الْمَوْلَى وَلَيْئَسَ الْعَشِيرُ ۱۳

اَلبتہ برا ہے وہ وہ دوست اور اللہ برا ہے ہر پرست

برامولا اور بے شک کیا ہی برا رفیق

ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیت میں تعلقات | انسانوں کی دوسری قسم کا ذکر ہوا جو کفار کا دہریہ شکر خدا ٹولہ ہے ان آیت میں انسانوں کی تیسری قسم کا ذکر ہوا جو صوفی مفاہد کے لیے ایمان لاتے ہیں، دوسرا تعلق

marfat.com

پہلی آیت میں کفر کی چند قسمیں بیان کی گئیں اب ان آیت میں ان کی دنیوی و اخروی نقصان کا ذکر ہو رہا ہے
تیسرا تعلق پہلی آیت میں پہلے معبود اللہ تعالیٰ کی قوتوں کا ذکر ہوا، اب ان آیت میں جھوٹے معبودوں کی کمزوریوں کا
ذکر ہے۔ شان نزول۔ ایک دفعہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک گاؤں کے کچھ لوگ مسلمان ہوئے اس ارادے سے
مسلمان ہوئے کہ ہم کچھ دنیا کا لیں گے مگر ہوا یہ کہ وہ بیمار بھی ہو گئے اور ان پر کسی وجہ سے غربت بھی آگئی اور چند
ایک نو مسلمان کے گھر لڑکیاں بھی پیدا ہو گئیں ایک شخص کی گھوڑی نے حمل گرا دیا تو وہ سخت پریشان ہوئے
اور اسلام کو برا بھلا کہنے لگے کہ معاذ اللہ یہ دین برا ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو راز خزان
و امام سیوطی)

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ نِّ احْتَمَلَ
بِهِ وَإِنْ أَصَابَهُ فِتْنَةٌ أُنْفِلْتَبْ عَلَيْهِ وَخَرَجَهُ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

تفسیر نحوی

وَاللَّيْكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔ وادھر جملہ اس کے بعد موجود اسم مفعول پر مشبہ ہے من الناس
اسی پر مشبہ کا متعلق ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا ہوا۔ من اسم موصول یہ حرف ذوی العقول چیزوں کے لیے ہوتا
اکثر واحد کے لیے کبھی جمع کے لیے بھی آتا ہے یہاں واحد نفی جمع معنوی کے لیے ہے بمعنی ایک گروہ
يَعْبُدُ بَابِ نَصْرٍ كَا فَعْلٍ مَضَارِعِ حَالٍ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ عَنِ الْمَشْتَقِ بِمَعْنَى عِبَادَتِ كَرْنَا قَلْبِي هُوَ بِأَعْلَى
یہاں قلبی مراد ہے یعنی ایمان لانا اللہ اس کا مفعول یہ اس کا فاعل پر مشبہ غیر صبیغہ ہے جس کا مرجع من ہے
عَلَى اپنے فوقیت کے معنی پر۔ حَرْفٌ اسم مفرد جامد بمعنی لغوی ٹکڑا جمعہ جُز۔ اصطلاحی معنی کنارہ ہے۔
لفظوں کو حرف اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ کلام یا کلمات کے اجزا ہوتے ہیں کسی چیز کے آخری حصے کو کنارہ
اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ چیز کا ایک جز ہے یہاں حرف بمعنی ایمان کا ایک حصہ یا اپنے عقیدے کا ایک
مقصد، دنیوی یا اخروی، یہاں دنیوی مقاصد مراد ہیں یہ جار مجرور متعلق ہے يَعْبُدُ کَا فَعْلٍ حَرْفٌ زَائِدٌ
سَبَبٌ تَعْلِيلِيٌّ اِنْ حَرْفٌ شَرْطٌ اَصَابَ بَابِ اَفْعَالٍ كَا مَاضِي مطلق واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے
اَصَابَ تَعْلِيلٌ نَحْوِي ہو کر ہوا اَصَابَ بِمَعْنَى دَرَسِي ہونا۔ بھلائی پہنچنا، لگ جانا صَوَّبٌ سے بنا ہے
ضمیر کا مرجع من ہے منصوب متعلق ہے کیونکہ مفعول یہ ہے خَيْرٌ اسم حاصل مصدر جامد بمعنی اچھائی
بھلائی مراد ہے دنیوی فائدہ یہ فاعل ہے۔ اَصَابَ سَبَبٌ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے اَطْمَأَنَّ ثَلَاثِي
مزید فیہ کا چونکہ باب اَفْعِيَالٍ کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب اس کا مصدر اَطْمَأَنَّ طَمْنٌ سے
بنا ہے بمعنی دل کا سکون ملنا، اس کا فاعل ضمیر صبیغہ کا مرجع من ہے یہ جار مجرور ملکہ متعلق ہے اَصَابَ
کا یہ فعل با فاعل اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے اِنْ اَصَابَ کے جملے کی دونوں جملہ شرطیہ ہو کر

معطوف علیہ واو عاطفہ ان حرف شرط بمعنی اگر اَصَابَتْ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد
 مؤنث غائب ہ ضمیر مفعول یہ مرجع ہے مَنْ، فِتْنَةُ اِسْم مفرد جامد بمعنی مصیبت فاعل ہے اَصَابَتْ
 کا یہاں تلاوت میں چھوٹی نون ہے اِس کو نون تہیں کہتے ہیں قرآن حضرات اِس کو نون قطنی کہتے ہیں شد
 نون کو بھی نون قطنی کہا جاتا ہے کہن کہ قطن یعنی روئی کی طرح اُرتی اُچھلتی ہے حرف مشدد بھی اُڑتا اچھلتا
 ہے اَصَابَتْ فعل اپنے مفعول بہ فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا اِنْقَلَبَ باب افعال کا ماضی مطلق واحد
 مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِنْقَلَابٌ قَلْبٌ سے بنا ہے بمعنی لوٹ جانا، بدل جانا، پھر جانا، یہاں ہر معنی
 درست ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے مرجع ہے مَنْ عَلٰی جَاوِہ فوہیت کا وَجْہ بمعنی اپنے چہرے اپنے
 منہ مراد ہے ذات جسم، یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اِنْقَلَبَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جز ہے
 اِنْ اَصَابَتْ کی دونوں مل کر معطوف ہوا اِنْ اَصَابَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر سبب ہے یا ماحول
 ہے عَلٰی حرف کا یَعْبُدُ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا یہ موصول صلہ مل کر خبر ہے مبتدا
 کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا، خَصْرُ باب تَمَحُّج کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب خَصْرُ سے مشتق ہے بمعنی
 نقصان پانا، اس کا فاعل ضمیر صیغہ کا مرجع مَنْ ہے اَلَّذِيْنَ ذَا لَاجِرَةً یہ معطوف علیہ معطوف ہو کر
 مفعول فیہ ہے سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا، ذَا لَک اِسْم اشارہ بعیدی ضمیر مرفوع منقصل برائے
 حصر بمعنی وہ ہی، مشار الیہ ہے ذَا لَک کا دونوں مل کر مبتدا اَلْخَسْرَانِ اِسْم مصدر بروزن قُلَانِ مُبَاح
 کے معنی میں ہے ترجمہ ہے بہت ہی زیادہ ذلت آمیز نقصان اور گھاٹا ہوتا یا یہ موصوف ہے اَلْبَیِّنِ
 باب افعال کا اِس فاعل واحد مذکر یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا ذَا لَک حُو کی دونوں
 مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ يَدْ عُو اِسْمٌ دُونَ اللّٰہ مَا لَا يَضُرُّہَا وَمَا لَا يَنْفَعُہَا ذَا لَک حُو
 اَلضَّلَالِ اَلْبَعِيدُ۔ يَدْ عُو اَلْمَنْ قَرُّہَا اَقْدَبُ مِنْ نَفْعِہ لِبِسُ الْمَوْلٰی وَ لِبِسُ
 اَلْعَشِيرِ۔ يَدْ عُو باب نصر کا مضارع حال واحد مذکر غائب دُعُو سے بنا ہے بمعنی دعا
 مانگنا پر نہ دعا بذات خود عبادت کی جز ہے اس لیے یہاں جُز بمعنی اکل ہے یعنی عبادت کرتے ہیں
 اس کا فاعل مَنْ موصولہ سابقہ کی ضمیر ہے جو يَدْ عُو کے صیغے میں پوشیدہ ہے بِن حرف جزائندہ
 دون اِسْم مفرد معرَب بمعنی مقابل مضاف ہے اَللّٰہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق
 ہے يَدْ عُو کا مَ اِسْم موصول اصلاً غیر ذوی العقول چیزوں کے لیے آتا ہے یہاں اسی لیے ہے
 مراد یہی بَت لَا يَضُرُّ باب نصر کا مضارع زمانہ حال منفی معروف واحد مذکر غائب فَرَّ مضاف
 تلافی سے مشتق ہے ترجمہ نقصان کرنا، مصیبت ڈالنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے کَاہ

ضمیر کا مرجع ہے من مفعول یہ ہے لَا یَضُرُّکَ اِیہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا کا موصول صلہ مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ کا موصول لَا یَنْفَعُکَ بَابِ نَفَعٍ کا مضارع بانا فعل نفع سے مشتق ہے (بنا ہے) بمعنی فائدہ پہنچانا ضمیر مفعول یہ ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف ہے لَا یَضُرُّکَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر مفعول یہ ہے یَدْعُوْا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا ذالک حُومِ اِشَارَہ مَشارِ اِیہ مل کر مبتدأ ہے الضَّلَالِ اسم مصدر بمعنی گمراہی موصوف ہے اَلْبُعِیْدُ اسم فاعل مبالغہ صفت مشبہ بابِ کَرَمٍ کا بمعنی بہت ہی دور والی جس میں واپس آنا مشکل ہو یا واپس پہنچنے تک مقصد ہی ہاتھ سے نکل جاتے یہ صفت ہے ضَلَالٍ کی۔ یہ مرکب تو بمعنی خبر مبتدأ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا یَدْعُوْا فعل با فاعل لام تاکیدیہ من اسم موصول اعتدائی معنی مراد ہیں اس لیے ذوی العقول والا لفظ من لایا گیا کیونکہ کفار کے عقیدے میں بُت ان کے معبود ہیں ان کے نزدیک تو بہت عقل والے ہیں اس سے پہلی آیت میں مَا لَا یَضُرُّکَ اور مَا لَا یَنْفَعُکَ کا آیا وہاں توبوں کی اصلیت کی طرف اشارہ ہے اور یہاں کفار کے عقیدے کی طرف مراد دونوں جگہ ہی بُت ہیں مٹی لکڑی لوہے پتیل کے یا آگ سورج ستارے گائے بیل وغیرہ ضمیر اسم حاصل مصدر جامد ذکر سے ہے مضاف ہے ضمیر کا مرجع من ہے یہ مرکب اضافی مبتدأ ہے اقْرَبُ اسم تفضیل واحد مذکر بابِ نَصَرٍ سے اس کا فاعل اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ ہو ہے جس کا مرجع من ہے من نفعہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اقْرَبُ کا اقْرَبُ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدأ خبر کے کی یہ مبتدأ خبر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا من کا وہ موصول صلہ مفعول یہ ہے یَدْعُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ لام کے یُسْ فعل دَم ماضی مطلق واحد مذکر غائب یہ لام جواب ہے قول کا یا قثم کا اس لیے ایک ترکیب میں یہاں یَقُولُ الْكَافُّوْنَ پوشیدہ ہے اور بعض نحو یوں نے یہاں واو شد پوشیدہ مانا ہے اور بعض نے یہاں اِنَّ پوشیدہ مان کر یَقُولُ الْكَافُّوْنَ پوشیدہ مانا ہے یُسْ فعل دَم ہو ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع صَمَّ ذُبْتُ المولیٰ اسم مفرد مصدر بھی ہے ولیٰ سے مشتق ہے وَلَا یَدْعُوْا سے بنا ہے بمعنی ذمہ دار ہونا یہ اس کا مصدر ہے۔ جمع اس کی مؤانی ہے یہ جمع مکسر منصرف ہے جمع مؤنث موالات در اصل مؤنث ہے آخر میں کی پر حرکت ماقبل مفتوح لہذا نئی کو اُیْف سے بدل دیا گیا مولیٰ یہ مصدر بمعنی اہم فاعل ہے یعنی ہر چیز کی ذمہ داری لینے والا مصدر کو مبالغہ کے لیے لایا گیا جسے زیدٌ عَدَلٌ المولیٰ مخصوص بالذم بشئ اپنے فاعل اور مخصوص سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ لام کے برائے شدت کلام بمعنی سخت بُرا بشئ فعل ہو ضمیر مستتر اس کا فاعل الضمیر اسم فاعل مبالغہ صفت مشبہ بابِ کَرَمٍ سے بر وزن فَعِلٍ عَشْرٌ سے مشتق ہے بمعنی زندگی گزارنا اسی سے ہے

عیش و عشرت، عشیر کا ترجمہ ہے ہر وقت ساتھ رہنے والا، یا ساتھ بنا ہونے والا مراد ہے پکا دوست، قرابت دار، اہل خانہ، یہاں پہلے معنی میں ہے۔ یہ مخصوص بالذم، جس سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا پہلے جس کے جملے پر دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا پر شیدہ یقول کے جملے پر سب مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ | وَمِنَ النَّاسِ مَنُ يُعْبِدُ اللَّهََ عَلَىٰ حُرُوفٍ - فَإِنْ أَصَابَهُ خِيَدٌ مِّنْهُ
اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔ باعتبارِ دین چھ قسم کے لوگوں کا ذکر قرآن مجید
میں فرمایا گیا ہے۔ مومن و کافر و منافق و سائرہ مذہب لا ممتززل، مومن وہ جو ظاہر باطن
عملاً قولاً اسلام کو مانے، اس میں متقی اور فاسق شامل، کافر وہ ہے جو ظاہر باطن عملاً قولاً اسلام
کو نہ مانے اس میں مشرک اور دہرہ بھی شامل منافق وہ جو باطن میں مکمل کافر ہو مگر ظاہراً قولاً عملاً،
مسلمان اور مومن بنے، سائرہ وہ جو باطن میں مکمل مومن ظاہر میں عملاً یا قولاً کافر ہو۔ اس میں وہ شخص
بھی شامل جو اپنے اسلام کو چھپائے رہے مرنے تک جیسے حضرت ابوطالب اور حضرت آسیہ قریظ
کی بیوی اور وہ بھی شامل جو پہلے ظاہر مسلمان ہو مگر کفار میں دیکھ جان بچانے کے لیے مرتد بن جائے
مذہب وہ شخص جس کا کسی بھی دین پر کامل بھروسہ نہ ہو نہ کفر پر نہ اسلام پر اور دل سے کوئی دین قبول
نہ کرے۔ ممتززل، وہ شخص جو دنیوی لاپچے کے لیے دین قبول کرے اسلام میں فائدہ اور عیش و آرام
نظر آئے تو سچا پکا ظاہری باطنی مسلمان بن جائے اور اگر تکلیف آجائے تو اسلام چھوڑ دے اس عظیم
سے سائر کی دو قسمیں ہو گئیں۔ سائرہ دائمی و سائرہ عارضی، مومنین کا ذکر کیا آیتھا الذین آمنوا
سے فرمایا جاتا ہے۔ کافرین کا ذکر۔ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُونَ سے فرمایا جاتا ہے۔ منافقین کا ذکر
مُنافِقِیْنَ کے لفظ سے کیا گیا سائرین دائمی کا ذکر سورۃ مومن آیت ۲۵ میں اس طرح فرمایا گیا وَقَالَ
رَجُلٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ۔ سائرین عارضی کا ذکر سورۃ نحل کی آیت ۱۰۱ میں اس
طرح فرمایا گیا۔ مَنُ كَفَرًا لِلَّهِ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنُ أَكْرَاهُ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ
مذہب میں کا ذکر سورۃ نسا کی آیت ۱۳۷ میں اس طرح فرمایا گیا۔ مَذْهَبٌ بَيْنَ بَيْنٍ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ
هُوَ لَا إِلَىٰ هُوَ لَا إِلَىٰ مومن ایمان لاتا ہے عبادت کے لیے سائر ایمان چھپاتا ہے خدات
کے لیے۔ منافق ایمان لاتا ہے شرارت کے لیے مذہب ایمان لاتا ہے آزمائش کے لیے
ممتززل ایمان لاتا ہے لاپچے کے لیے ان آیت میں ایسے ہی بیوقوف اور بد قسمت لاپچی ممتززل

لوگوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، اُس زمانے میں یہ لوگ قیدِ بھائی حلاف اور بھائی غطفان کے بدوی اور کچھ اعرابی قبائل کے گنوا اور موگھے، القلوب میں سے شیبہ ابن ربیعہ، اقرع بن حابس عینینہ بن بدر عباس بن مرزاس جیسے نو مسلم اُن پڑھ لوگ تھے رازِ تفسیر روح المعانی و نیشاپوری اچھا بچہ فرمایا جا رہا ہے کہ لوگوں میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو اسلام کو قبول تو کر لیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی عبادت دل کی گہرائیوں عقل کی سچائیوں، باطن کے خلوص ظاہر کی محبت سے نہیں کرتے لاپبی طبیعت مفاد پرستی کی عادت کے ایک کنارے پر رو کر کرتے ہیں کہ ایک طرف تیا دین اسلام اور دوسری طرف پرانا دین کفر ہوتا ہے ہر وقت ہر حالت ہر مقام میں ان کی کیفیت ہوتی ہے کہ کچی عادت پریشان عقیدت مطلبی فطرت، پیٹ پرستی، فخر میں تنزل اور سر میں تذبذب ہی رہتا ہے، اگر اَصَابہ خیر، دنیوی اچھائی بھلائی مال دولت آل اولاد عیش و آرام، عزت، نصرت ملتی رہے دل کی خواہشات پوری جانوروں کی نسل بڑھتی اولاد میں صرف بیٹے ہی پیدا ہوتے رہیں تو وقتی طور پر مطمئن اور اسلام پر ثابت و قائم رہتے ہیں مگر قلبی اطمینان پھر بھی نہیں ملتا ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں چھین نہ جائے کبھی لٹ نہ جائے اس تذبذب میں غازی اسی فکر کی دعائیں، عیش ملتا رہے تو ان کے نزدیک اسلام سچا اور اگر اَصَابَةُ فَتْنَةٍ، کبھی ان کو آزمائش مصیبت نقصان غربت، اولاد میں بیٹیاں، جانوروں میں خرابی نسل ہو جائے یا کبھی مخلص مسلمانوں کی طرح دین کی خاطر کسی قسم کی قربانی دینی پڑے یا اپنی ہی کسی حماقت سے کوئی دنیوی تکلیف ہو جائے تو دین کو منحوس و ملعون اور برا کہتے ہوئے۔ اِنْ فُتِنَ عَلَى وَجْهِہِ سے اپنے پہلے دین پہلی صورت و حالت کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جاتے ہیں نہ ایمان کی قدر نہ آخرت کی فکر، مگر اس پھر جانے پڑ جانے سے کسی کا بگاڑ اللہ رسول با اہل ایمان کا کیا نقصان ہوا اپنی خیر الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ۔ دنیا کا بھی نقصان اور خسارہ ہوا اس طرح کہ اسلام کی وجہ سے جو عزت، کرامت، امامت، ایات ملی تھی سب برباد مال تباہ جان ضائع کیونکہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ مالِ غنیمت بنتا ہی ختم، آخرت بھی خراب اس طرح کہ نہ مقام ولایت نہ مرتبہ شہادت نہ قائم عبادت جو تھوڑے بہت عمل صالحہ کئے تھے وہ ختم، عشرت کی امید ختم، وطن سے بھاگے تو بے وطن ہوئے رہے تو قتل ہوئے، اور مگر بھی جھٹکا را نہیں، قبر کا عذاب محشر کی ذلت جہنم کی سختی، دائمی مصیبت، ہائے نادان تو نے کیا پایا تھوڑی لاپٹی میں سب ہی گنوا یا، ایسے مترنزل لوگوں کو آغوشِ اسلام کی کیا قدر۔ یہ بات نہ بے شکر سے امیر جلتے ہیں نہ بے مبر سے غریب جانتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے ذَالِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔ وہ ہی

سب سے بڑا ظاہر کھلا نقصان ہے، اگر اسی حالت میں موت آگئی تو پھر معلوم ہوگا کہ اسے انسانوں خود اپنا کیسا ہلاکت والا نقصان کر لیا، قربان جاؤ نہیں اپنے رب کریم مجیم پر کہ کس طرح شفقت و محبت سے اپنے نادان بندوں کو سمجھا رہا ہے۔ **يَدْعُوا مَنِ اسْتَدْعَاهُ مَالًا يَصْنَعُهُ وَصَالًا يَنْفَعُهُ ذَالِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ يَدْعُوا مَنِ اسْتَدْعَاهُ أَثَرًا مِنْ نَفْعِهِ**۔ لیکن المولیٰ و ربی اُلعزیز۔ کتنا کم عقل ہے انسان کہ اپنے رب تعالیٰ رحیم و کریم منعم و محسن قادر و قیوم کو چھوڑ کر ان بے جان مورتیوں بتوں اینٹوں پتھروں اور چاند سورج ستاروں کو بناؤنی معبود سمجھ کر ان کو دیوی دیوتا بنا کر ان کی عبادت کرتا ان سے دعائیں مانگتا ان کو کار ساز حاجت روا سمجھتا ہے جو حقیقتاً نطحا ان پر جا کرنے والوں کا ذرہ بھر نقصان نہیں کر سکتا اگرچہ پوچھا نہ کریں بلکہ ان کو توڑیں پھوڑیں اور حقیر مٹی سمجھ کر گزگی میں پھینک دیں اور یہ بے نقوف انسان ان بتوں کو پوجتا ہے جو ذرہ بھر کسی کو کسی قسم کا نفع نہیں دے سکتے۔ اگرچہ یہ کفار ساری عمر ان کی عبادت میں ماقہار گڑ رگڑ کر زندگی گزار دیں، ان مُرتد مُتزلزل لاپرواہی کفار کو سمجھ نہیں کہ وہ بُت پرستی کتنی دور کی گمراہی ہے اور گمراہ اپنی گمراہی میں بھٹکتا بیابان کفر میں اتنی دور نکل جاتا ہے کہ اُس کے واپس آنے سے راتے پانے صحیح منزل پر پہنچنے کی کوئی اُمید نہیں رہتی، یہ دنیوی فائدہ کی خاطر مسلمان بننے والے اور دیگر کفار اور مصائب و جہاد سے گھبرا کر مرتد ہو جانے والے اُن بڑے کافروں سے اس گائے عقیدہ بنائے ہوئے ہیں کہ یہ بڑے پتھرت پادری دنیا میں حاجت روا، آخرت میں شفاعت و سنایش کر کے بچانے والے ہیں ان ہی کے کہنے و رغلا نے سے بتوں کو دنیا ہی میں معبود سمجھ لیا آخرت کا شفیع بنایا، لیکن اگر ذرا اپنے عقلی مشاہدے اور عملی تجربے سے خود ہی اندازہ لگائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا نقصان تو اتنا قریب ہے کہ دنیا میں ہی دیکھ لیں گے۔ کہ جن کی باتوں میں آکر ان پر دنیا کی ذلت و غربت ہلاکت پڑی وہ ان کو کسی بھی مصیبت سے نہ بچا سکے نہ عیش و اولاد و دلا سکے، نہ ان کے یہ بت ہی کچھ نفع دے سکے ان کا نقصان تو اتنا قریب میں ہی مل گیا اور نفع اتنا دور کہ صرف تصور و خیال کی اُخروی اُکس اُمید میں کہ یہ قیامت شفاعت کر کے بچا لیں گے یعنی نقصان تو یقینی ہوا بلکہ پالیا اور نفع صرف ایک وہم وہ بھی بہت دور آخرت میں یہ بھی بہت جلدی جان جاؤ گے کہ لیکن المولیٰ، کتنا برا ہے وہ جس کو تم نے اپنا مولیٰ مددگار والی وارث سمجھ لیا تھا فقط اس کے زبانی کلامی وعسے و نعرے سن کر اور کتنا برا ہے وہ بے بس احمق دوست و مرید پرست جس کے ساتھ لگنے سے ہمیشہ بے عزتی و

نقصان ہی ملے۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ اَلْوَسْتِ النَّاسِ میں دو قول بعض نے کہا اس سے مراد ایک یہودی ہے، مگر یہ قول غلط ہے، اس لیے کہ یہودی لوگ۔ يَدْعُوْنَ مَثُ دُونِ اللّٰهِ نہیں ہوتے، ان کا کفر عزیر بن اللہ، کہنا دین سنح کرتا، قرآن اسلام اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ علیہ السلام کو نہ ماننا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ وَكُنَ النَّاسُ مَثُ يُقْبِدُ سے مراد چند اعرابی اور بدوی کفار ہیں یہ ہی قول درست ہے۔ اَلْحَرْفِ میں تین قول، بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کنارے پر بعض نے کہا اس کا معنی شنگ پر بعض نے کہا اس کا معنی ہے شرط پر تینوں قول درست ہیں اور تفصیل یہ کہ یہ شنگی مزاح شروع دن سے اسی شرط پر مسلمان ہوئے تھے کہ ہم کو خوب دین ملے یہی وجہ ہے کہ ہر ہر معاملے میں ہٹے ہٹے ایک طرف رہتے ہیں محبت سے آگے بڑھ کر دین کے کسی کام میں دلچسپی نہیں لیتے یہ کے مرجع میں دو قول بعض نے اس کا مرجع اسلام کہا۔ بعض نے کہا اس کا مرجع، دنیوی خیر ملنا ہے دونوں قول درست اور معنی یہ ہوئے کہ اس دنیوی خیر خیرات مال متاع ملنے کی وجہ سے دین اسلام پر مطمئن ہو گئے، اِنْقَلَبَ میں دو قول۔ بعض نے کہا کہ مصائب دیکھ کر اپنے چہرے کے بل او نہ گھے گئے یعنی حوصلہ ہار دیا دین کے کام چھوڑ دئے اور کہتے پھرے کہ ہم کفر میں ہی اچھے تھے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ مرتد ہو کر پھر بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ یہی قول درست ہے و جہ میں دو قول۔ بعض نے کہا اس سے مراد پہلا کفر یہ دین۔ بعض نے کہا اس سے مراد منہ پھرانا خسر الدنیا کی قرئت میں تین قول۔ یہ خسر فعل ماضی ہے۔ یہ فاعل اسم فاعل ہے ان دونوں قرئتوں میں اس کا فاعل مَنْ يَّعْبُدُ ہے اور الدنیا وَالْآخِرَةُ طرف ہے اس لیے منصوب ہے۔ یہ خسران الدنیا ہے۔ یہاں خسران مبتدا مضاف اور الدنیا وَالْآخِرَةُ مضاف الیہ لہذا مجرور ہے۔ پہلی قرئت ہی مشہور اور جاری ہے۔ ترجمہ پہلی قرئت میں نقصان پایا اس نے دنیا و آخرت میں دوسری قرئت میں ترجمہ نقصان پانے والا ہے دنیا و آخرت میں، تیسری قرئت کا ترجمہ، دنیا و آخرت کا نقصان، يَدْعُوْنَ دُونَكَ ارشاد ہوا دونوں میں تین قول بعض نے کہا، پہلے کا معنی عبادت کرتے ہیں، دوسرے يَدْعُوْنَ کا معنی پکارے ہیں۔ بعض نے کہا دونوں کا معنی عبادت کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ دونوں کا معنی پکارتے ہیں مگر پہلا قول درست ہے۔ ذَالِكُ میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد کفار کی عبادت ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد آخرت اور دنیا کا نقصان ہے، دونوں قول درست ہیں۔

فائدے | ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ یاد رکھو کہ ایمان مثل بھٹی ہے اس میں مصائب بھی ہیں آرام بھی مگر دونوں سے مومن کا امتحان ہے۔ منافق کے لیے یہ مصائب رقتہ ہیں مُتَزَلِّک کے لیے کسوٹی ہے، اور مومن غلصے کے لیے پرچہ امتحان، یہ فائدہ۔ اَمَّا بَشَرُ فِئْتَنَةٍ اِنْ قَلَبَ رَاٰی سے حاصل ہوا، دوسرا فائدہ، شاندار عبادت صبر ہے، اور بدترین گناہ مالوسی ہے کیونکہ مالوسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ فائدہ۔ اِنْ قَلَبَ عَلٰی وَجْهِہِ کِی تفسیر عالمانہ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ یہ آیت مسلمانوں کو بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات پر یقین کامل رکھنا چاہیے نہ شک کرو نہ مالوسی، اللہ تعالیٰ کی بات انبیاء کرام علیہم السلام اور اب تاقیامت آقا و کائنات حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات صحابہ سے صحابہ کی تابعین سے تابعین کی تبع تابعین سے ان کی آئمہ اربعہ سے ان کی بات اب علما محدثین مفسرین شارحین فقہاء سے لہذا اب تکمیل ایمان کے لیے یقین قلبی سے ان آیتوں سے پختہ تعلق ہی ایمان لاتا ہے کہیں پر بھی شک ہوا تو ایمان ناقص ہے۔ یہ فائدہ خیر الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ کا فرمانے سے حاصل ہوا۔

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ قانون شریعت احکام القرآن کے مطابق جو شخص ظاہراً مسلمان ہو اس کو ظاہری شریعت میں مسلمان ہی مانا جائے گا اور اُس پر اسلام کے پورے قوانین نافذ ہوں گے خواہ وہ شخص باطن میں منافق ہو۔

مذہب یا متززل اسی طرح سائر شخص کو شرعاً ظاہراً غیر مسلم ہی مانا جائے گا اور اُس وقت تک اُس پر اسلام کا کوئی قانون نافذ نہ ہوگا جب تک وہ علانیہ یا دو گواہوں کے سامنے اپنا اسلام ظاہر نہ کرے سائر خواہ دائمی ہو یا عارضی، اگر کوئی کفار سے جان بچانے کے لیے ان کے جبر کرتے پر کافر ہو گیا اور اُس کا یہ کفر مشہور ہو گیا تو اگرچہ وہ باطن میں مسلمان ہی ہے اور بارگاہ الہی میں وہ مرتد نہیں ہوگا مگر شرعاً اُس پر واجب ہے کہ کفار سے آزاد ہو تو پہلا کام یہ کرے کہ اپنا اسلام اور اتنا عرصہ قلبی کیفیت کو مسلمانوں کے سامنے اپنے قول و عمل سے ظاہر کرے جب تک ایسا نہ کرے گا اس وقت تک گناہگار ہونے کے علاوہ شرعاً اس کو کافر و مرتد ہی سمجھا جائے گا۔ یہ مسئلہ۔ مَن یُعِیْدُ اللہَ عَلٰی حَرْبٍ سے مستنبط ہوا، کہ باری تعالیٰ نے ایسے متززل شخص کے اسلام اور عبادت کا انکار نہ فرمایا بلکہ طریقہ قلبی کو برقرار فرمایا، ایسا شخص شرعی کافر تب ہوگا جب اِنْ قَلَبَ کَا رَتَدَاد ظاہر و ثابت ہوگا۔ مگر جب تک اِطْمَآن پہ کا ظہور رہے گا تو اگرچہ غلصے مومن کی طرح اُس کا اطمینان نہ ہو پھر بھی مسلمان ہی مانا جائے گا، عِنْدَ اللہِ منافق کافر ہے، اُس کے لیے

ابدی جہنم ہے۔ سائر ابدی مومن ہے اُس کے لیے قیامت میں یا بخشش یا تخفیف عذاب، مذہب اور منزل اگر ایمان پر مرا تو ادنیٰ جنتی ہے ورنہ پکا کافر مرتد۔ دوسرا مسئلہ مسلمان کی وہی عبادت قبول ہے جو ذوق شوق محبت لگن الفت خلوص نیت صادقہ یقین کاملہ اور قلبی گہرائیوں سے کی جائے، مارے باندھے کسل مندی تھکاوٹ، اینٹھتے انگرٹیاں لیتے، بہانے کرتے، سُستی دکھاتے غفلت لا پرواہی بے یقیندہ دلی مایوسی بے رغبتی سے، یا اسلام کو صرف ماتھے کا ٹیکہ سمجھتے ہوئے عبادت کرنا، نامقبول بلکہ مردود ہے اگر اسلام کو دلی گہرائیوں سے کی پنہائیوں عقل کی تنہائیوں اور شکل صورت لباس خوراک میں داخل اور شامل نہ کیا جائے تو ایسا عمل مردود ہے کل قیامت میں منہ پر مار دیا جائے گا یہ مسئلہ مَنْ يَقْبَلُ اللّٰهُ عَلٰی حَرْبٍ دَالِحًا (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ ہر شخص کی بے رغبتی دالی عبادت علی حَرْف ہے مسلمان کو ان روحانی ایمانی بیماریوں سے بچنا چاہیے۔ ننگے سر نماز پڑھنا بھی ابلیسیست ہے اور عیسائیت کافیش۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا کہ لَا يَهْتَفُ وَلَا يَمْنَعُ یعنی بتوں سے نہ نقصان نہ نفع، پھر فرمایا گیا کہ نقصان فریب ہے نفع سے پہلے دونوں کی نفی فرمائی گئی پھر دونوں کا ثبوت یہ تضاد کیوں؟ جواب، یہ تضاد نہیں بلکہ پہلے اصل حقیقت کا بیان ہے پھر کفار کی غلط عقیدت کا۔ یعنی اصلیت تو یہ ہے کہ نہ نقصان نہ نفع مگر کفار کی عقیدت بنوں کے متعلق یہ ہے کہ کفار کی شفاعت کریں گے، فرمایا یہ جارہا ہے کہ جس شفاعت کی تم آس اُمید لگائے بیٹھے ہو وہ تو بہت دور، لیکن ان کا نقصان بہت جلدی دنیا میں ہی ذلت و قتل و قید سے شروع ہو جائے گا اور پھر مرتے ہی ان کا نقصان شروع، دوسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا۔ اِنْ اَصَابَكَ خَيْرٌ۔ پھر فرمایا گیا۔ اِنْ اَصَابَكَ فَتْنَةٌ فَتَنَةٌ خَيْرٌ کے بعد شر ہو تا چاہیے تھا کیونکہ خیر کا مقابل شر ہوتا ہے نہ کہ فتنہ، فتنہ کا معنی ہے آزمائش دنیا کی تو خیر بھی آزمائش اور فتنہ ہے جواب۔ یہاں خیر کے بعد بجائے شر فرمانے کے۔ فتنہ فرمایا گیا دو وجہ سے پہلی وجہ یہ کہ یہاں محاورے اور رواج کا لحاظ رکھا گیا ہے اور محاورے میں خیر کو فتنہ نہیں کہا جاتا بلکہ نصبت کہا جاتا ہے۔ فتنہ سے مراد شر ہی لیا جاتا ہے اسی لیے فساد کے ہم معنی فتنہ بولا جاتا مثلاً فلاں شخص نے فتنہ فساد مچا دیا، دوسری وجہ یہ کہ اگرچہ خیر بھی ایک آزمائش یعنی فتنہ ہی ہے ہر مومن و کافر کے لیے، مگر کفار یہ نہیں سمجھتے۔ وہ دنیوی خیر یعنی امیری دولت مندی کو اپنی حقیقت سمجھ لیتے ہیں، اور شر سے گھبراتے ہیں اسی لیے یہاں اِنْ اَصَابَكَ خَيْرٌ فرمایا گیا۔

مسیبتوں اور اسلام کی خاطر قربانی دینے کو قہر فرمایا گیا، ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی مسلمان ہوا کچھ دنوں بعد وہ سخت بیمار ہو گیا، پھر کسی حادثے میں اس کا ایک بیٹا مر گیا، ایک دن اس کا گھوڑا بھاگ گیا، تو وہ یہ سمجھا شاید میرے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ مصیبتیں مجھ پر آرہی ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میری بیعت اسلام واپس کر دیجئے میں مسلمان ہو کر بہت مسیبتوں میں گھر گیا ہوں، میں اسلام کو چھوڑنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا اسلام کی بیعت نہیں ٹوٹتی اور تیری یہ مصیبتیں شاید تیری آزمائشیں ہوں، اسلام مثل بھی کھوٹے کو تپاکر رکڑا دے کر کھرا بناتا ہے، تو کچھ دن میرے اس نے صبر کر لیا تو واقعی پھر ہر طرح کا اطمینان مل گیا۔ تیسرا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا یَذْعُوْنَ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ مَّا مَوْلَهُمْ غَيْرُ ثَمَلٍ وَالْوَلَّىٰ كَيْفَ يَكُونُ ثَابِتٌ ہوا کہ بُت مراد ہیں، لیکن پھر فرمایا گیا۔ یَذْعُوْنَ لِمَنْ قَسَتْ اُفْوَابُ۔ صَوْنٌ مَوْصُوْلَةٌ غُفْلٍ وَالْوَلَّىٰ كَيْفَ يَكُونُ ثَابِتٌ۔ حالانکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ دونوں جگہ بُت ہی مراد ہیں، تو پھر یہاں مَن کیوں فرمایا گیا، توں کے لیے تو مَن نہیں آسکتا یا کہ یہاں بُت مراد نہیں ہیں۔ جواب۔ دونوں جگہ بُت ہی مراد ہیں مگر مَن استعمال فرمانے کا یہ ہے کہ پہلے حقیقت کا بیان ہے۔ اور بعد میں کفار کی عقیدت کا اظہار ہے۔ یعنی حقیقت تو یہی ہے کہ تمام بُت اور کواکب چاند سورج جانور درخت وغیرہ جتنی چیزوں کو کفار پوجتے ہیں وہ سب بے عقل چیزیں ہیں۔ لہذا مآثر شاد ہوا۔ لیکن کفار اپنی عقیدت اپنے نظریے اپنے خیال میں ان کو بہت بڑا عقل والا دانا بننا سمجھ رہے تھے کہ ان کو معبود بنائے پھرتے ہیں، اُن کے جھوٹے اور غلط عقیدے کے اظہار کے لیے مَن ارشاد ہوا۔ بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ پہلے کلام میں بُت مراد ہیں، مگر دوسرے کلام میں کافر لیڈر پنڈت پجاری اور کفر کے پیشوا مراد ہیں، اور یہ دوسرا جملہ پہلے جملے سے علیحدہ ہے اس دوسرے جملے کا تعلق۔ لَيْسَ الْمَوْلَىٰ وَ لَيْسَ الْعَشِيرَةُ سے ہے۔ یعنی گمراہ کرنے والوں کو حاجت روا کار ساز سمجھ کر پکارتے ہیں، بتانا یہ مقصود ہے کہ عبادت کرتے ہیں مآ کی اور پکارتے ہیں مَن کو معبود سمجھتے ہیں مآ کو نیقیع سمجھتے ہیں مَن کو یا مطلب یہ کہ کبھی مآ کو پکارتے ہیں کبھی مَن کو یا یہ کہ کچھ کفار مآ کو پکارتے ہیں کچھ مَن کو یا اس طرح کہ بڑے کفار بتوں کو اور چھوٹے اُن پر جھ جابل غریب کفار بڑے کفار کو پکارتے بھی ہیں ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں، ان کو اپنا رب سمجھتے ہیں۔ ان مختلف کفریات کو ظاہر کرنے کے لیے پہلے مآ فرمایا

گیا پھر میں ارشاد ہوا۔ وَاللّٰهُ وَمَا سُوَّلُهُ اَهْلَمُّ بِالْصَّوَابِ۔

تفسیر صوفیانہ | وَمِنَ النَّاسِ مَنۢ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ فَاِنْ اَمَّا يَٰٓخَيْرٌ مِّنۡ اٰطَانٍ
بِهٖ۔ وَاِنْ اَمَّا يَٰٓخَيْرٌ فَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی وَجْهِهِ خَيْرٌ مِّنۡ اٰطَانٍ
وَالْاٰخِرَةُ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ لوگوں میں کچھ ایسے مسلمان ہیں جو نام اور کام
کے تو مسلمان ہوتے ہیں مگر نیت اور مقصد کے سگار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت تو کرتے ہیں مگر
خواہشات دنیا کے کنارہ پر کھڑے رہ کر ان کے ہر عمل و عبادت میں دنیا کی لالچیں بھری ہوتی ہیں، پیر
بنتے ہیں تو گدڑی بنانے کے لیے مرید بنتے ہیں تو دنیا کمانے کے لیے خطیب بنتے ہیں تو دنیا بجلانے
کے لیے مقتدی بنتے ہیں واقعی جگانے کے لیے امام بنتے ہیں تو روٹی کمانے کے لیے، اگر دنیوی
دولتیں غرضیں اور میں پسند خیرات و بھلائیاں ملتی رہیں تو پیر بھی اچھا مرید بھی پیارا خطیب بھی
پسندیدہ مقتدی بھی شاندار مثلے مریدوں اور مقتدیوں کی مرضی کے اندازے پیر و خطیب کی مرضی کے اور
پیر سے مرید کی خواہشات دنیوی کے تعویذات خطیب سے اپنی آزادی عیاشی کے مسائل نہ ملے
تو اقتداء ختم ہوئی بیعت ٹوٹ گئی، اِنْقَلَبْ عَلٰی وُجْهِكَ کسے دوسرے پیر کی تلاش شروع، دوسرے
خطیب کا چناؤ کیا جو شریعت کے سخت مسائل نہ بتائے جہنم سے نہ ڈرائے رشتوں و مود کے
مثلے نہ سناٹے بلکہ ہر طرح کی آزادی دلائے، یہی وہ بدنصیب پیر مرید امام و مقتدی خطیب
نمازی ہیں کہ خَيْرٌ مِّنۡ اٰطَانٍ وَالْاٰخِرَةُ۔ جن کی دنیا بھی برباد و آخرت بھی تباہ، سچی پیری مریدی،
امامت و خطابت تو یہ تھی کہ دنیا سے بے رغبتی عبادت سے رغبتی شریعت کے معاہدے سے طرقت
کے مراتب حقیقت کے مکاشفے میں کامیابیاں حاصل کی جائیں پیر کامل کا تو فرض ہے کہ مریدین
کو دنیا پرستی سے عطا کر دے مصطفیٰ پر گرا دیتا، خطیب اپنی تقاریر سے سینئرز کو مدینہ بنا دیتا
امام اپنی جماعت میں کعبہ دکھا دیتا، مگر فی زمانہ نہ پیر میں خلوص نہ مرید میں حصول تعویذ صرف
اس لیے کہ دولت ملے نمازی دعائیں اس لیے کہ امیرین جائیں رب تعالیٰ کی بارگاہ کا تو کسی کو
بھی شوق نہیں ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ وہی تو سب سے بڑا صاف ظاہر نقصان ہے
ارادات نفس تصورات عقل خواہشات قلب کا نام انسان باطن ہے ہر آدمی کے باطن میں چھ قسم کی
انسانیت موجود ہوتی ہے پہلی انسانیت یقین محکم دوسری ریسیت، سوم نفاق چہارم انسانیت خفی
و پیری پنجم انسانیت وهم و تذبذب، ششم انسانیت ترزل۔ قلب کی انسانیت یقین محکم نفس
کی انسانیت ریسیت شکوک و شبہات، عقل کی انسانیت مخفی داسرار و رموز، نفس امارہ کی انسانیت

نفاق۔ طبیعت کی انسانیت تذبذب، دماغ کی انسانیت ترنزل ہے۔ اور باطن کے انسانوں میں کچھ وہ انسان ہیں جو عقلی شکوک نفسانی شبہات طبعی شرائط کے کنارے پر رہ کر وہی اطاعت نبوی و عبادت الہی کرتا ہے۔ اس طرح جو آیت و حدیث، عبادت و قانون اپنی عقل میں آجاتی ہے اُس کو مطمئن ہو کر تسلیم کر لیتا ہے وہی اُس کو اچھی بخیر اور صحیح معلوم ہوتی ہے، اور اگر جاہلانہ عقل غافلانہ سمجھ میں نہ آئے تو منکر ہو کر ترک کر دیتا ہے اور اپنی اندھی عقل کی مانتا ہے، ایسے ہی منکرین قرآن و حدیث کی دنیا بھی تباہ اور آخرت بھی خراب وہ ہی یہ نقصان ایمانی ہے جو ہر ایک کے سامنے مُبین اور صاف ظاہر ہے، کیونکہ ایسے شخصی کو دنیا میں چہالت کا اندھیرا قبر میں حماقت کی سزا اور آخرت میں ذلت کا عذاب خرومی ایسے انسان کی زبان کی کلامی عقل کی تباہی بن جاتی ہے اور قلم کی سیاہی قلب کی ظلمت بن جاتی ہے، اُس کی نشانی یہ ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ لِلّٰهِ مَا لَا يَحْصُوْنَ كَمَا وَمَا لَا يَنْفَعُهُ، ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ لِلّٰهِ مَا لَا يَحْصُوْنَ كَمَا وَمَا لَا يَنْفَعُهُ، ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔ وہ بد بخت انسان اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا کی ایسی چیزوں کا بجاری بن جاتا ہے اور غیر اللہ کی عبادت و اطاعت میں لگ جاتا ہے، جو ذرہ بھر قوت ظاہری باطنی نہیں رکھتیں کیونکہ انسان آستانہ نبوت سے جدا ہو کر غیرت کے حجاب میں ہو جاتا ہے اور حق سے بہت ہی دور، اور پھر یہی عقل نفسانی کا بندہ کر ایسے دنیوی سہاروں کو پکارتا ہے جن کی باطلیت مجھ بیت کی ظلمت کا نقصان تو پکارنے والوں کے قریب تر ہے مگر اُن باطلین کا نفع اتنا دور و معدوم کہ نظر و عقل بصیرت و بصارت شعور و ضمیر سے بھی نظر نہیں آتا گویا کہ ہے ہی نہیں، ہزار ہا پردوں میں حق سے دور ہونے والے اُن نابکار انسانوں زمانہ پرستوں، مطلب سازوں کا والی و مرالی معین و مشیر اُن کا شیطن ہوتا ہے اور اُن کے ساتھ برے یا خراب کتابیں، گمراہ کن تقریریں بیہودہ محفلیں ہوتی ہیں اس لیے یقینی ہے یہ بات کہ وارث دنیا ظلم کار مولیٰ مددگار بھی بُرا کیونکہ وہ معرفت الہی سے دور کرتا ہے نور سے قریب کرتا ہے، اور ساتھ ہی ہمراہی بُرا اس وجہ سے کہ بُرے یا رُشلی مارا، خراب کتاب رُشلی عذاب بیہودہ محفل رُشلی مقتل۔ گمراہ کن تقریر دنیا و آخرت کی ذلت و تحقیر اسے انسان حیات دنیوی میں تیرے پاس صرف دو چیزیں ہیں۔ دنیا و دین، ان سے نفع بھی ہے نقصان بھی لایا کو مان کر نقصان یہ اُقرُب ہے۔ دنیا کو نہ مان کر نفع یہ دور ہے مگر ابدی ہے، دین کو مان کر نفع یہ اُقرُب ہے دین کو نہ مان کر نقصان یہ دور ہے مگر ابدی ہے دنیا کی پہلی حالت متذبذب، آخری حالت متزلزل، کافر نے بتوں سے مانگا تو عذاب ملا، کیونکہ اُس نے اپنے

خالق تعالیٰ کو چھوڑا۔ مومن نے نبی سے مانگا تو ثواب ملا کیونکہ اُس نے حکم خالق تعالیٰ کو مانا، مومن و کافر کی
کیفیات میں یہ فرق ہے کہ کُفر میں جبر سٹرا میں شکر مومن کی نشانی ہے، لیکن کُفر میں تزلزل اور
سُرا میں تذبذب کافر کی نشانی ہے، دنیوی لوگ مَن دُون اللہ ہوتے ہیں، دینی لوگ اولیاء اللہ ہوتے
ہیں، کافر، مومن، مُذنب، مُتَزَلُّ کافر کی یہ کہ کافر اپنے کفر میں مست ہے مومن اپنے ایمان میں مطمئن
مُذنب ہر حالت میں پریشان، اور مُتَزَلُّ کبھی مگن میں کبھی مگن میں یعنی کبھی مطمئن کبھی پریشان اس کا اطمینان بھی عارضی کُفران بھی عارضی ایمان
نامہ ہے یقین و اُتید کا، کفر نامہ ہے شک اور مایوسی کا، یقین مومن میں اُتید کا چراغ روشن ہوتا ہے یقین چراغ ہے اُتید اس کی روشنی ہے یہی مرتبہ
حیات ابدی اور تقاضہ ایمان کا، دل ہے اسی سے دنیوی اُنوی کامیابیوں کی دولت ملتی ہے زندگی اُتید ہے مایوسی موت ہے اگر شمع جلتی روشن ہے
تو سعادت کا نور موجود ہے اور اگر یہ شمع بجھ گئی تو ہر طرف نامراری کی ظلمت و اندھیرا ہے، یقین و اُتید
فتح مندی کی بنیاد ہے، بے یقینی مایوسی تذبذب تزلزل دیران کھنڈرات ہیں، اُتید وصل روح ہے
یقین بقا و روح، وصل و بقا ہی حیات مومن ہے۔ مایوسی فراق روح ہے شک فنا و روح فراق و
فنا ہی موت انسانی ہے، دین اسلام شریفانہ اخلاق و عمدہ آداب کی دولتوں سے بھرا ہوا ہے۔ کل
قیامت کی میزان میں حُسن اخلاق سے بھاری کوئی عمل نہ ہوگا، مومن اپنی خوش اخلاقی کی بدولت بہت
سے بد اخلاق عابدین زائدین شب بیدار صالحین سے بلند مرتبہ پائے گا۔ حدیث مقدس میں ہے،
کہ اے لوگو! تواضع کرو، تواضع کی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ کسی پر ظلم زیادتی نہ کرو ملنے والوں کو پیلا،
سلام کرو اور سلام کا جواب محبت سے دو۔ محفل میں کم درجہ پسند کرو اور اپنی تعریف و تعارف
کی خواہش نہ کرو۔ جو ملنے نہ آئے اُس کی خاطر تواضع کرو، دینی مسائل بتانا بری چیزوں سے آگاہ
کرنا نیک مشورہ بھی خاطر تواضع ہے۔ احسان کی اُتید نہ رکھو۔

إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

یہے شک اللہ داخل کرنے گا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک

یہے شک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور بھلے

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

اعمال کئے ایسی جنتوں میں کہ بہتی ہیں جن باغوں کے نیچے

کام کئے باغوں میں جن کے نیچے

marfat.com

Marfat.com

الْأَنَّهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ⑬

نیچے نہریں ۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو وہ ارادہ فرماتا ہے۔

نہریں رواف بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ

جو شخص یہ دھم کرتا ہے کہ ہرگز نہ مدد کرے گا ان کی اللہ

جو یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ اپنے نبی کی مدد نہ فرمائے گا

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى

دنیا اور آخرت میں تو چاہیے کہ ٹکائے ایک موٹی رسی کسی خاص

دنیا اور آخرت میں تو اسے چاہیے کہ اوپر کو ایک

السَّبَاءِ ثُمَّ لِيُقْطَعُ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ

بلندی کی طرف پھر پھانسی پا جائے پس چاہیے کہ غور کرے کہ کیا کچھ بگاڑ جائے گا

رستی تانے پھر اپنے آپ کو پھانسی دے پھر دیکھے کہ

كَيْدَاهُ مَا يَغِيظُ ⑭ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ

اُس کا یہ جیلہ اُس چیز کو جس کا یہ جلاپا کرتا ہے، اور اُسی کی مشابہ ہم نے نازل کی ہیں

اس کا یہ داؤ کچھ لے گیا اس بات کو جس کی کُصن ہے اور بات یہ ہے کہ ہم نے یہ قرآن اتارا

بَيِّنَاتٍ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِيَ مَنْ يُرِيدُ ⑮

تمام روشن آیتیں اور بے شک اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے

روشن آیتیں اور یہ کہ اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔

marfat.com

Marfat.com

تعلقات | ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کے نقصان و خسران کا ذکر ہوا اب ان آیت میں ایمان والوں کے دائمی فائدوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ کفار کے بُت کفار کی بالکل مدد نہیں کر سکتے اب ان آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب پاک کی ضرور مدد فرمائے گا نہ ماننے والے نہیں مانتے تو نہ مانیں حسد و بغض سے گلے میں پھنسا کر مر جائیں۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں برے لوگوں اور ان کی بد عملیوں کے نتائج کا ذکر ہوا اب ان آیت میں نیک لوگوں اور ان کے اچھے اُغل کا تذکرہ و نتائج کا ذکر ہو رہا ہے۔ **نشان نزول**۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آقاؐ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسد اور بنی عطفان کی طرف اسلام لانے کا پیغام بھیجا تو ان کے سرکردہ لوگوں نے قاصدین صحابہ کرام کو واپسی پیغام دیا کہ نبی کریم کی دعوت تو عارضی ہے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں نہ اللہ ان کی مدد کرے گا دنیا میں تو ہم دیکھ ہی رہے ہیں آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا اور ہمارے پرانے حلیف یہودی ہیں۔ ہم اسلام لا کر یہودیوں کو ناراض نہیں کر سکتے ورنہ کل جب اسلام شکست کھا گیا تو نہ ہم یہودیوں کو منہ دکھانے کے قابل رہیں گے نہ وہ ہم سے مروت و محبت کر سکیں گے تب یہ پانچ آیت نازل ہوئیں اِنَّ آیتِ ۱۵ وَاللّٰهُ وَرُسُلُهُۥ اَعْلَمُ بِمَا تَحْتِهَاۤ اَلَا تَحْسُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیدُ۔ اِنَّ حَرْفِ مِثْبَہ اَللّٰہِ اس کا اسم یُذْخِلُ باب افعال کا فعل مضارع بمعنی مستقبل زمنہ، مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ مصدر ہے اَوْفَعَالٌ متعدي بیک مفعول ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم مہول جمع مذکر آمنُوْا باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب مصدر ہے اِیْمَانٌ اس سے مشتق ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اس کا اَلَّذِیْنَ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے وَاَوْعَاطِفہ عَلِمُوْا باب سَمْعٌ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب عَلٌ سے مشتق ہے بمعنی کام کرنا، اَعْصَاوْطَامِہ کے کام کو عمل کہا جاتا ہے اصطلاح میں آخرت میں حساب و کتاب والے کاموں کو اعمال کہا جاتا ہے اچھے، بولے یا برے یہ متعدي بیک مفعول ہوتا ہے۔ اَلصّٰلٰتِ الف لام استغراقی بمعنی تمام صالحات اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے صَالِحٌ واحد مؤنث صَالِحٌ سے مشتق ہے بمعنی اچھا، مفید کام کرنا، چونکہ افعال (کام کا) غیر ذو العقول ہوتے ہیں اس لیے ان کے لیے مؤنث کے الفاظ آتے ہیں نیک اعمال کو بھی صَالِحٌ کہتے ہیں اور نیک عورت واحد و جمع کے لیے صَالِحہ اور صالحات

مستعمل ہے قرآن مجید میں یہ لفظ صرف ایک جگہ نیک عورتوں کے لیے آیا ہے باقی ہر جگہ نیک اعمال کے لیے ہی آیا۔ یہ بحالت فتح ہے تقدیری اعراب ہے۔ مفعول بہ ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معلق دونوں عطف مل کر صلہ ہوا الذین کا وہ موصول صلہ مفعول بہ ہے یَدْخُلُ کَا جَنَّتِ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے جَنَّتِ لغوی ترجمہ ہے چار دیواری وغیرہ میں گھرا جھپا ہوا باغ یہاں مراد آخرت کی جنت بہشت بری جو ہر نگاہ سے پوشیدہ ہے بحالت فتح تقدیری اعراب ہے۔ موصوف ہے تحرئی باب ضرب کا فعل مضارع بزمان حال واحد مؤنث غائب بحرئی سے مشتق ہے بمعنی اپنا مراد ہے دریا و نہر کا پانی چلنا بہن حرف جزائندہ تحت اسم ہمتی بمعنی نیچے مُعْرَب مضاف ہے حاضیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع ہے جنت جمع عربی میں غیر ذوی القول اشیاء کے لیے ضمیر واحد غائب آق ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تحرئی کا اَلَا تُعْرُفُ اِف لام عہدہ ضعیف اَخْتَارُ اسم جمع مکرر منصرف واحد ہے نُحْرُ بمعنی خوب صورت پانی کی گزرگاہ یہاں مراد ہے خود پانی بہتا ہوا یہ فاعل ہے تحرئی کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے جنت کی یہ مرکب توصیفی مفعول فیہ ہے یَدْخُلُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف مشبہ اللہ اس کا اسم لَفْعُلُ باب فتح کا فعل حال مضارع مثبت معروف ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ اِنَّا اسم موصول یُرِیدُ۔ باب انعال کا فعل حال مضارع مثبت معروف واحد مذکر قاطب اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ اس کا مصدر ہے اِرْوَادُ تَعْلِیلِ نَحْوِ ہو کر ہوا اِرَادَةُ اِرْوَادُ اِرِیدُ سے بنا ہے۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے لَفْعُلُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ ہے اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ اصل عربی مصدر ثلاثی مجرد اور رباعی مجرد ہوتے ہیں باقی تمام ان سے بنے ہوئے الفاظ مشتقات کہلاتے ہیں اگرچہ مصدر مزید فیہ ہوں عربی میں مشتقات کل پندہ قسم کے ہیں لا مصدر مزید فیہ لا مصدر مہمی لا اسم فاعل لا اسم مفعول لا اسم ظرف زمان لا اسم ظرف مکان لا اسم تفضیل لا اسم آلہ لا صفت مشبہ لا صیغہ مبالغہ لا اسم المرہ لا اسم النوع لا فعل ماضی لا فعل مضارع اسم مرہ اور اسم النوع یہ دونوں مصدر مفعول مطلق کی دو قسمیں ہیں لا وعدت اور لا نوعیت کو بتاتے ہیں جیسے بیٹھا میں ایک ہاں بیٹھا اور مارا اُس نے زور کا مارنا مَن كَانَ یَنْظُرْ اَنْ لَّنْ یُنْصَرَفَ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبِ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ هَلْ یُنْجِیْ کَیْدُ مَا یَعْبِیْطُ وَكَذَٰلِكَ اَنْزَلْنَاهُ اٰیٰتِمْ بَیِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیدُ

مَنْ اِسْم موصول شرطیہ گان فعل ماضی ناقصہ حُوْضِیر اس کا مرجع مَنْ ہے مَنْ سے مراد عام کفار تا قیامت یا کفار
مَنْ یَقْنُ بَاب نَصْر کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب ظن مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی اگمان
کرنا خیال کرنا گمان کی دو قسمیں ہوتی ہیں ماقابیں وہم و یقین ملا وہم جس کو احتمال کہا جاتا ہے کبھی کبھی
یہ قابیں یقین کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہاں پہلے معنی یقینی وہم کرنا مراد ہے اُس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے
جس کا مرجع مَنْ ہے اُن حرف مشبہً اصلاً اَنْ تھا اس کے ساتھ ضمیر شان تھی جب اُس کو حذف
کیا گیا تو اِس کو مخففہ کر دیا گیا۔ نَنْ یَنْصُرُ بَاب نَصْر کا مضارع منفی نفی تاکید یَنْ سے ہے واحد مذکر
غائب بمعنی مستقبل ہے نَصْر سے مشتق ہے بمعنی مدد کرنا ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متفصل مرجع
ذمنی ہے مراد نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفعول بہ ہے اللہ فاعل ہے نَنْ یَنْصُرُ کا
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ یہ دونوں عطف مجرور ہو کر متعلق ہے نَنْ یَنْصُرُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول
بہ ہے یَقْنُ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے گان ناقصہ کی یہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر
صلہ ہوا مَنْ کا موصول صلہ مل کر شرط ہے ف حرف جزا لپیٹ د بَاب نَصْر کا فعل امر غائب معروف واحد
مذکر غائب مدد سے مشتق ہے بمعنی پھیلانا، لبا کرنا اتانا، ٹکانا، یہاں اسی معنی میں ہے، حروف
کو دراز کرنے کے لیے جو اعراب لگایا جاتا ہے اس کو بھی مد کہتے ہیں اسی پھیلنے زیادہ کرنے کے
معنی میں۔ بقانون فصاحت برا کی پھیلانے کے لیے مد کو بَاب نَصْر میں لایا جاتا ہے اور اچھائی
پھیلانے زیادہ کرنے کے لیے بَاب افعال میں لایا جاتا ہے اسی سے ہے مداد بمعنی قلم کی
سیاہی کو مداد اسی لیے کہا جاتا ہے اس سے علم پھیلا یا پڑھایا جاتا ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ
حُوْ کا مرجع مَنْ ہے ب جارتہ متعدی کی بمعنی کو، سبب اسم مفرد جابر اس کی جمع مکسر ہے
اَنْبَاب، بمعنی لغوی ذریعہ، یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کوئی کام پورا انجام دیا جائے اصطلاح
میں موٹی رستی سامان وغیرہ کو سبب کہا گیا کہ اس کے ذریعہ بھی بہت کام ہوتے ہیں، یہاں
مراد لٹکی ہوئی موٹی رسی جو کم از کم ایک آدمی کا بوجھ اٹھالے اِلٰی جارتہ انتہاء غایت کے لیے
اَلسَّمَاء اسم مفرد معروف بِاللَّام بمعنی بلندی مراد ہے چھت یا درخت یا آسمان اعظم حضرت کے
ترجمہ میں مراد چھت ہے اور یہی مقصد کلام میں درست ہے یہ جار مجرور متعلق ہے قَلْبُہُ
کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مخطوف علیہ ثَمَّ حرف عطف بمعنی پھر یَقْطَعُ بَاب قَطَعَ
فعل امر غائب معروف قطع سے بنا ہے بمعنی کاٹنا، اکھیرنا، یہ متعدی ہوتا ہے مگر یہاں لازم کیونکہ
سبب بول کر سبب مراد لیا جا رہا ہے، اگر متعدی ہو تو یہاں عُنُقاً پوشیدہ ہوتا ہے ترجمہ

ہوتا ہے، کاٹلے گردن کو۔ اور ٹکی رتی کے پھندے سے گردن کاٹنا سبب ہے پھانسی کا ہونا یہاں
 پھانسی لینا مراد ہے اور یہ لازم ہے نہ کہ متعدی یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فاعل
 ہے یا جزائیہ، اگر جزائیہ ہے تو مابعد جملہ جزاء دوم ہے من گان کی مگر عاطفہ ہونا زیادہ درست
 ہے لیسطر باب نصر کا امر غائب معروف واحد مذکر غائب نظر سے بنا ہے یعنی دیکھنا خور کرنا یہاں
 دوسرے معنی میں ہے فعل حرف سوال یذہبن باب افعال کا مضارع مستقبل بانون ثقیلہ واحد
 مذکر غائب ذہبت سے بنا ہے بمعنی جانا لازم ہے اس کا مصدر ہے اذہبت متعدی ہے بمعنی لے
 جانا کبید اسم حاصل مصدر بمعنی مکر جملہ فریب، مضاف ہے ہ ضمیر
 کا مرجع من ہے مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے کامرہولہ
 یغیظ باب ضرب کا مضارع بمعنی ماضی یا بمعنی حال ہے غیظ الجوف یا منی سے مشتق ہے بمعنی سخت ختم
 جلایا، یہاں دوسرے معنی میں ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صمد ہوا کا دونوں مل کر مفعول یہ ہے
 یذہبن کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول ہے فلیسطر کا وہ سب جملہ فعلیہ انشاء ہو کر معطوف ہے یقطع
 کے جملے پر یہ دونوں عطف مل کر پھر عطف ہے فلیسطر کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر جزا ہے من گان
 کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا، واو سر جملہ کذا لک، اسم اشارہ تشبیہی بعیدی بمعنی اسی طرح معنی ہے
 بحالت رفع مبتدا ہے مابعد جملہ خبر ہے اس کا مشبہ بہ اشاریہ سابقہ آیت قرآنیہ ہیں یا ان اشہ
 یفعل کا جملہ ہے اتر لکنا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم فعل با فاعل ہے ہ ضمیر مفعول بہ ذوالحال ہے
 آیت اسم جمع مؤنث سالم موصوف بہ اسم جمع مؤنث سالم واحد ہے یتنہ مذکر ہے یتن صفت
 مشبہ بروزن فعل واصل تھا یتن چونکہ اس طرح پڑھا بر جمل تھا لہذا دونوں کی کار اذغام کر دیا یتن ہو گیا
 یہ صفت تابع ہے اس لیے مفتوح ہے یہ مرکب توصیفی حال ہے ہ ضمیر کا دونوں مل کر مفعول بہ ہوا اتر لک
 کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے کذا لک مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ان حرف مشبہ، اللہ اس
 کا اسم لیجیدی باب ضرب کا مضارع واحد مذکر غائب با فاعل مرجع اللہ من اسم موصول یرید، باب افعال
 کا مضارع زمانہ ہے حال با فاعل یہ جملہ فعلیہ ہو کر صمد ہوا من کا دونوں مل کر مفعول یہ ہے لیجیدی کا یہ سب
 جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے ان کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

ان اللہ یدخل الذین امنوا و عملوا الصالحات جنات تجری من تحتھا
 تفسیر عالماتہ ان اللہ یفعل ما یرید، اسے دنیوی لاپرواہی میں عبادت سے علی حرف
 اور دنیوی مصائب میں ایمان سے منحرف ہو جانے والے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ داخل فرماتا ہے

اُن ثابت قدم مخلص بندوں کو جو اپنی استقامت پسندی سے ایسا سچا پکا ایمان لائے رہے کہ نہ امیری
دولت مندی کا ہیش اُن کو غافل کر سکا نہ جنگ و جہاد نہ غربت و حسرت کے آزمائشی مصائب اور فتنے ان
کو دین اسلام سے منحرف یا متزلزل و متذبذب کر سکے اور ہر حال ہر مقام میں دشت میں دہریں کو سار
میں میدان میں کڑکتی بجلیوں مچلتی تلواروں، تڑپتی لاشوں میں بھی اپنے رب تعالیٰ کے ہر فرمان فرضی و اجبی
نقلی پر پورا پورا محبت و اُلفت سے عمل کیا اور اپنے اعمالِ صالحات سے زمین و زمان یکساں مکان کو
جنتِ ارضی بنا دیا، ایسے ہی پیاروں کو اُن اُخروی جنتوں میں جن کے درختوں کے نیچے فرشِ زمین
کے اندر محلوں مکانوں کے ساتھ بہت سی نہریں بہتی ہیں، لبنِ سرور، غسلِ شہور، ماءِ مبرور، شرابِ
پہور کی پاکیزہ خوشبودار یعنی دودھ، شہد، پانی اور شرابِ پہور کی ٹھنڈی میٹھی نہریں بہتی ہیں، بے شک
اللہ تعالیٰ وہ کہہ لیتا ہے جو ارادہ فرمائے اپنے حکم، مشیت، اُمر میں حاکم مطلق ہے اپنے انبیا کو طاقت، اولیا
کو کرامت، نافرمانوں کو قہارت دیتا ہے نہ اُس کو کوئی روک سکتا ہے نہ ٹوک سکتا ہے، جس کو وہ دیتا
چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ کچھ روکنا چاہے تو کوئی دے نہیں سکتا، ہاں اللہ تعالیٰ
کے پیار سے محبوب بندے اسی سے عرض کر کے اُسی کے دستِ قدرت سے دلو بھی سکتے ہیں اور
رُکوا بھی سکتے ہیں جیسے کہ آقا و کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عشرہ مبشرہ کو جنت
دلا دی اور حضرت نوح اور موسیٰ علیہما السلام نے کفار قوم کی زندگی اور مال و دولت عیش و عشرت امیری
عیاشی رُکوا دی، اُس اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا صفا و نجی خلیل و ذبیح، کلیم و وسیع، حبیب و نبی بنا لیا، لہذا
گوش و ہوش سے سُن لے ہر وہ شخص یا گروہ، مَنْ كَانَ يَتَّقِ اَنْ كُنْ يَنْصُرُنَا اللَّهُ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِكَبِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُدْ هِبَتْ كَيْدُ مَا يَغِيظُ
جو یہ وہم و تصور کئے بیٹھا ہے کہ ہرگز اللہ تعالیٰ اپنے دین یعنی نبی کریم، اسلام، قرآن، اور مسلمانوں کی
مدد نہ فرمائے گا دنیا میں نصرتِ یسرت شہرتِ عزتِ غلبہ قوت کی فتوحات سے اور آخرت میں ثواب
درجات عنایات انعامات عطیات کو جنات سے، کفار مکہ بھی آپس میں کبھی راہ چلتے مسافروں
سے کہتے تھے اور نوواردوں کو سمجھاتے تھے کہ اسلام کی یہ تہلکہ خیز اٹھان چند دن کی ہے یہ مٹھی بھر
مسلمان اسی طرح ہمارے ہاتھوں میں پائے ظلم اٹھاتے ختم ہوتے چلے جائیں گے، دیکھو اتنے سال
ان کو کتے ہیں اپنا دین پھیلاتے ہو گئے مگر نہ ان کو عزت ملی نہ دولت اس سے صاف ظاہر
ہے کہ یہ حق دین نہیں اللہ ان کی ہرگز مدد نہیں کرے گا اگر یہ سچے ہوتے تو اللہ ان کو ہمارے
ہاتھوں سے بچا نہ لیتا، کوئی کافر کہتا کہ میں ایسے خدا سے ڈر نہیں سکتا کہ جو اپنے پیغمبر کی حفاظت

کر نہیں سکتا، کوئی کافر کہتا کہ جس خدا کو یہ مسلمان مانتے ہیں وہ تو ہمارے بتوں سے بھی کمزور ہے اسی لیے مسلمانوں کی مدد نہیں کر سکتا دعاؤ اللہ ہمارے دیوتاؤں کی کتنی برکت ہے کہ ہمارے پاس دولت عزت قوت سب کچھ ہے اے ناواقف تو تم ہرگز اسلام نہ لانا اور اے نو مسلموں تم جلدی سے اسلام چھوڑ دو واپس اپنے دین سابقہ میں آجاؤ ورنہ حبیبہ دین اسلام آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گا تو پھر تم اپنی اس جلد باز بوقوفی پر پھٹاؤ گے۔ لیکن کفار مکہ کے اتنا زور لگانے شور مچانے کے باوجود حبیب کوئی مسلمان اُن کی بات نہ سنتا اور کوئی بھی آئیوالا، تیا مسلمان بننے والا اُن کی نہ مانتا بلکہ صرف محفل پاک میں اگر چہرے مقدس دیکھتے ہی قلب و زبان سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پڑھ لیتا اور دھڑا دھڑا، گردہ در گردہ مسلمان بنتے چلے جاتے کثرت اہل ایمان ہوتی ہی جاتی۔ ترغیظ میں چل جاتے بے دیتوں کے دل۔ یہاں بھی فرمایا جا رہا ہے کہ اے بد نصیبو! نبی پاک سے دشمنی رکھنے والو! مدافعت میں گھٹ گھٹ کے مرجانے والو! تم جیسے ہر شخص کو چاہیے کہ قَلْبُہٗ دُور، اپنی چھت کی طرف سے ایک رتی ٹھکا کر اُس میں اپنے گلے کو پھندا لگالے اور سانس گھٹ کر مر جائے اور پہلے سو چلے کہ کیا یہ جیلہ طریقہ، اللہ تعالیٰ کی اُس مدد کو ختم کر دے گا جس کے جلاپے اور حد بغض سے جلا مرا جا رہا ہے اور کیا ہمارے حبیب و محبوب نبی کی عظمت قوت عزت قدرت نصرت ملکیت و شان شہنشاہی کو ذرہ بھر منقطع کر سکتا ہے اس کی وضاحت سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۹ میں اس طرح فرمائی گئی قُلْ مَوْتُوْا بِغَضِیْکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ فرما دو کہ مر جاؤ اپنے غیض و حسد بغض جلن میں بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے سینوں کی باتوں کو وہاں اُس آیت میں بھی نبی کریم آقا و کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے کفار مکہ کے حسد بغض کا ذکر ہے کہ تم کافر لوگ نبی پاک صاحب کو لاکھ لاکھ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعروں شانوں، نعروں، مجلسوں، جلوسوں چرچوں تذکروں کو دیکھ دیکھ کر غصو عَلَیْکُمْ اَلَا تَاٰہِلٌ مِّنَ الْغِیْظِ۔ حقے اور جلاپے میں دانتوں سے اپنے پوسے کاٹتے ہو۔ حد و بغض کا یہ سلسلہ شیطانِ گردہ میں تا قیامت سے گا۔ اسی غیظ میں یہ حاسدین مرتنے مٹتے رہیں گے۔ وَ کَذٰلِکَ اَلٰکَ اَنْزَلْنٰہُ اٰیٰتِ بَیِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰہَ یَعْدِیْ مِنْ یَّیْدِیْہٖ۔ اور ہم نے اسی طرح جس طرح پہلے آیت قرآن ظاہر، نص مفسر محکم، خفی، مشکلی، مجمل، متشابہ، الفاظ مقطعات کو اپنے حبیب کے لیے بَیِّنٰت یعنی آسان اور واضح بنا کر نازل فرمائیں۔ اب بھی بقیہ آیات کو اپنے نبی کے لیے فہم و علم میں آسان بَیِّنٰت کی طرح ہی نازل فرمائی ہیں ہمارے

یہ نبی ہمارے تمام کلام کا ایک ایک حرف لفظ کلمہ کلام کا منشا معنی، رمز و اسرار سمجھتے ہیں اور ازل
 حادث سے ہم نے اپنے محبوب کے لیے قرآن مجید کے تمام علوم بین یعنی آسان کر کے بتا دئے سکھا
 دئے یہ قرآن لوگوں کے لیے کلام ہے لیکن محبوب کا معجزہ بھی ہے اس کے ایک ایک لفظ نقطہ، اعراب
 کا اعجاز ہی بیانات علوم نبوت ہے اس حقیقت کا ثبوت واضح ہے کہ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے، اے انسانو
 اگر تم چاہتے ہو کہ اس قرآن حکیم کی فہم و علم حاصل کرو تو، اُن کا دامن تمام لوحین کا محمد نام ہے۔ نبی کے آستانہ
 علم و حکمت پر آجاؤ، ان کی زبان خزائن علوم کی چابی اور اُن کی احادیث معانی قرآن کے خزائن ہیں، مگر بلال
 بن کر آیا ابو جہل بن کر نہ آنا، دل کا برتن بے کر آنا عقل کی گھڑی بے کر مت آنا، اور یہ بھی یاد رکھو کہ آستانہ
 مصطفیٰ تک آنا بھی اللہ تعالیٰ کا کرم اور اُس کی ہدایت ہے۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ۔
 اور اللہ تعالیٰ اپنی اس ہدایت دینے میں بھی صاحب اختیار و مالکِ مرفوع ہے، جس کا ارادہ فرمانا ہے
 اُس کو آستانہ نبوت کی ہدایت عطا فرما دیتا ہے، اسی کی یہ شان ہے یہ نیازی ہے کہ حسن زیر بصرہ
 بلال از حبش حبیبِ اُردوم کو ہدایت مل گئی۔ مگر زخاک ابو جہل کو ہدایت نہ ملی۔ نیکے کی مٹی سے
 پیدا ہونے والے ابو جہل کو ہدایت نہ ملی۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال، مِنْ تَحْتَا میں تین قول ۱۔ بعض نے فرمایا کہ جنت کی
 سطح زمین سے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ قول ہی درست ہے کیونکہ محاذ سے میں سطح کو ہی زمین کہا جاتا
 ہے اس کو کھودا جائے تو اس کا نام گڑھا کہا جاتا ہے اور نہر کھود کر ہی بنائی جاتی ہے، جنت سے مراد
 زمین اور تَحْتَا سے مراد ذرا نیچے ۲۔ بعض نے فرمایا تَحْتَا سے مراد شجراتِ زمین سے نیچے یعنی درختوں
 کے نیچے ۳۔ اور بعض نے فرمایا تحلاتِ زمین سے نیچے۔ یعنی جنت کی نہریں ہر مکان کے آگے اُن کی
 باکونیوں چاروں شبیڈوں کے نیچے سے گزرتی ہوں گی معنی یہ کہ گھراؤ نیچے نہریں نیچی، جیسے کہ حضرت
 مریم سے فرمایا گیا تَحْتَا تَحْتَا مُرَيَّا، جب کہ مریم اپنی جگہ بیٹھی تھیں اور نہر نیچی جگہ جاری ہو گئی تھی
 مَتَّ كَانَتْ يَنْظُرُ میں چار قول ہیں ۱۔ بعض نے کہا کہ مَنْ سے مراد بنی اُسد اور بنی غطفان کا
 گروہ ہے جیسا کہ شانِ نزول سے ثابت ۲۔ بعض نے کہا مَنْ سے مراد سردارانِ مکہ کا گروہ
 ۳۔ بعض نے کہا مَنْ سے مراد وہی متنزّل لوگ ہیں جن کا ذکر پچھلی آیت ۱۱ میں گزرا وہم
 بعض نے کہا اس سے مراد کچھ جلد باز قسم کے لوگ مسلمان ہیں جو مشرکین کی جلدی ہلاکت
 کی خواہش کرتے تھے اور غلگین رنجیدگی میں ایسی باتیں کرتے تھے ان کو مابوسانہ باتوں سے
 جھڑکا اور منع کیا جا رہا ہے۔ نَظُنُّ میں تین قول ہیں ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے وہم کرتے

ہیں ۲ بعض نے کہا اس کا معنی خیال و گمان کرتے ہیں ۳ بعض نے کہا اس کا معنی یقین کرتے ہیں، خیال رہے کہ قلبی اضطرابی حالت کے اندازے کو وہم کہتے ہیں، آثار کے مشاہدات کے اندازے کو گمان و خیال کہتے ہیں، اور کسی حتمی تجربے کی مطابقت کو یقین کہتے ہیں لکن تینوں میں دو قول ہیں ۱ بعض نے کہا اس کا معنی ہرگز مدد نہیں کرے گا ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ ہرگز رزق عطا نہیں کرے گا لکن تیسرا کہ ۳ ضمیر کے مرجع مراد میں دو قول ہیں ۱ بعض نے کہا اسی کا مرجع نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ۲ بعض نے کہا، اس کا مرجع مَنْ یَقْضُ ہے، یعنی گمان کرنے والا خود اپنے متعلق یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد نہیں کرے گا۔ اِلَی السَّمَاءِ میں دو قول ہیں ۱ بعض نے کہا کہ اس سے مراد اصلی آسمان ہے اور معنی یہ کہ آسمان میں کسی رسی کے سبب سے پہنچ جائے ۲ بعض نے کہا کہ آسمان کا لغوی معنی یعنی بلندی مراد ہے جیسے کہ گھر کی چھت وغیرہ جس سے لٹک کر پھنسا ڈال مرے۔ ثُمَّ اَلْبِقَاطُ۔ میں قرئت اور معنی دو قول ۱ ایک قرئت میں لام امر ساکن ہے ثم کی نیم سے جڑا ہوا کیونکہ ثم بھی واو عاطفہ اور فاء عاطفہ کی طرح لام سے جڑ جاتا ہے۔ یہی مشہور قرئت ہے ۲ بعض نے کہا جڑا نہیں ہے بلکہ لام امر مکسور ہے یعنی ثُمَّ لِبِقَاطٍ ۳ اس کے معنی میں بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے اپنا گلا گھونٹ کر بند کر دے ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی مدد و عطا کو بند کر سکتا ہے تو کر کے دیکھے۔ فَلْيَنْظُرْ میں دو قول ہیں ۱ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے آنکھوں سے دیکھے یعنی آسمان پر جائے اور مدد و رزق و عطا بند کر لے اور دیکھے کہ اُس کا یہ جیلہ اور محنت وہ مدد الہی بند کر اس کا جس کے غیظ میں یہ جلا مرا جاتا ہے ۲ بعض نے کہا فَلْيَنْظُرْ کا معنی ہے، تصور کرے یعنی پھانسی لینے سے پہلے یا آسمان کی طرف اڑان سے پہلے یہ غور و تصور کرے کہ کیا اس کا یہ جیلہ اس کا یہ مرن بھرت یا خود کشی، بھوک ہڑتال کی دھمکی کا رٹ ہو سکتی ہے۔ اور اس پھانسی پا کر مرجانے سے کیا اللہ تعالیٰ کی عطائیں مددیں بند ہو جائیں گی، اِنْ اَخْلَافِی اِقْوَالِ سے اس آیت کی چھ تفسیریں ہو گئیں، پہلی یہ کہ مَنْ یَقْضُ جو یہم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک کی مدد نہ کرے گا وہ چھت سے رسی باندھ کر پھانسی لے لے، دوم جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ بھی عطا نہ کرے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں وہ کسی سبب سے آسمان پر چلا جائے اور اللہ تعالیٰ کی مدد بند کر کے دیکھ لے، تفسیر سوم، جس کو اپنی بد عقیدگی سے یہ یقین ہو گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا و آخرت میں مدد نہ فرمائے گا، وہ آسمان پر جا کر وحی الہی کو روک کر دکھائے، چوتھی تفسیر

جو جلد باز لوگ ہر کام میں جلد بازی چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو دیر لگانے کو نہیں سمجھتے جلدی مایوس و بددل ہو جاتے ہیں وہم کرتے ہیں کہ شاید اب اللہ تعالیٰ مدد نہیں فرمائے گا اور کفار کو سزا نہ دے گا بتائے سمجھانے سے بھی مطمئن نہیں ہوتے ان کا علاج صرف یہی ہے کہ پھانسی لے کر مرجائیں اور خود کریں کہ کیا یہ جیل ان کی آس پوری کر دے گا اور جلد بازی چجانے کا غیظ جاتا رہے گا۔ پنجم۔ جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ مجھ کو دنیا و آخرت میں کوئی رزق یا ثواب نہ دے گا تو پھانسی سے مرجائے پھر دیکھے کہ کیا اس کا مقصد پورا ہوتا ہے یا نہیں، چھٹی تفسیر، جو عقل ظاہریت دیکھ کر یہ وہم کئے بیٹھا ہے کہ دنیا، آخرت میں اللہ تعالیٰ نہ رزق دے سکتا ہے نہ ثواب لہذا مسلمان ہونا عبادت کرنا سب بیکار ہے تو وہ خود آسمانوں پر جا کر اپنا رزق لینے اور فوراً دولت مند بننے کی کوشش کر دیکھے کیا اس جیل سازی سے اُس کی غربت ختم ہو جائے گی۔ وَكَذَلِكَ فِي دُو قُلْ ہیں را بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے موت و حیات قیامت حشر نشر اور ابتدائی زندگی، معدوم سے موجود حیات بعد الموت کے مسائل کے لیے بہت سی بین و واضح دلائل کی آیت نازل کی ہیں اسی طرح تمام قرآن مجید یقینات اور واضح با دلائل آیتوں سے نازل کیا ہے تمام مسائل میں کامل بیان را بعض نے فرمایا اس کا معنی ہے کہ جس طرح ہم نے پندرہ قسم کی آیت وَالْفَاطِ قُرْآنِی کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہر طرح آسان کر کے نازل کیا ہے اسی طرح پورا قرآن مجید ہم نے اُن کے لیے روشن و آسان کر کے نازل کیا اُن کو ہر ہر لفظ و حرف کا معنی آتا ہے آیت مجمل شکل مشابہ ظاہر نص مغسر ہو یا مخفی و مقطعات ہو، وہ سب سے واقف ہیں جبریل علیہ السلام ناواقف ہو سکتے ہیں مگر اَلْوَحْمُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ۔ کِ شَانْ وَالْاِکْسِ طَرَحْ ناواقف ہو سکتا ہے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ یہ بات حقیقت ایمانی ہے **فائدہ** کہ جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہے اس کو نہ کوئی روک سکتا ہے نہ منع کر سکتا ہے اور جس کو نہ دینا چاہے اس کو کوئی دے نہیں سکتا یہی تعلیم نبوت ہے کہ اَللّٰهُمَّ لَا مَنَاعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطٰی لِمَا مَنَعْتَ۔ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اپنی دعاؤں التجاؤں عرض و معروض کے ذریعے بندوں کو دلوں بھی سکتے ہیں اور رکوا بھی سکتے کفار کی زندگی ختم بھی کروا سکتے ہیں جیسا کہ حضرت خلیل علیہ السلام نے وادی غیر ذی زرع میں تاقیامت ہر قسم کا رزق اپنی فریاد و التجا سے دلوایا بلکہ رب تعالیٰ نے طائف کی پوری بچل دار و سرسبز و شاداب پہاڑی کہیں سے اکھیر کر وہاں رکھوا دی اسی لیے اس کا نام طائف

ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے مائدہ دلویا، موسیٰ علیہ السلام نے فرعون و فرعونوں سے سب کچھ رگڑا دیا،
 روح علیہ السلام نے اپنی کافر قوم کی زندگی بند کر دی یہ فائدہ اِنَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیدُ کا تفسیر
 سے حاصل ہوا، دوسوا فائدہ۔ آقا و کائنات نبی کریم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات
 صفات، شان، قوت، عزت، رفعت سے کفار اور کفرانوں گستاخوں کو ہمیشہ ہی غم خیزہ جلاپا
 حسد و غیظ و طیش ہی رہا اسی میں گھٹ گھٹ کر بٹے اور جل جل کر مرتے رہے۔ اور تا قیامت مَنْ
 کَانَ یَنْطَلِقُ کَا اَیْکَ گروہ اسی کَیْدُہٗ مَا یَخِیْظُ کی قلبی دھمی بیماری میں مرتے دم تک رہے گا۔ مگر میں
 اپنے رب کریم کا شکر ادا کروں کہ اُس کا کرم و احسان ہے کہ کسی کے حد بغض سے ہمارے آقا
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذرہ بھر کچھ نہیں بگڑتا بلکہ دن رات کا مشاہدہ ہے کہ یہ سب منع کرن
 والے پڑے کریں گاں گاں بڑھتا ہی جاتا ہے ذکر اس کا تھاں تھاں، نہ تحت خوانی رُکنا نہ میلاد
 نہ جلسے نہ جلوس نہ سلام نہ درود حالانکہ یہود، یهود و سعودی ہر طرح کا دالے درے قدرے سختے
 قانونِ زورِ حکم و حکومت لگا کر دیکھ لیا، مجھ سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ دشمنوں کو اُس گھر کی حکومت
 ملی ہی اس لیے ہے کہ وہاں بادشاہت کر کے اپنی فوج و سپاہ کا زور لگا کر دیکھ لیں کہ حَسْبُ
 یَدُ حَبِیْبٍ کَیْدُہٗ مَا یَخِیْظُ۔ یہ فائدہ، قَلِیْمٌ و بَسِیْطٌ کی پوری آیت سے حاصل ہوا۔ تبسرا فائدہ،
 خیال رہے کہ علما فقہاء کی علمی تقیم سے قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی آیت ہیں۔ ظاہر و باطن و نص و مفسر
 و حکم و حقی و مشکل و مجمل و متشابه و مفصل و مفسرات و مقطعات و اقصی
 وعدے و عیدیں و احکام و ارشادات و دلائل و عبارات و اقتضائات یہ تقیم
 علما و اُمت کے اعتبار سے ہیں کہ اُن کے لیے کچھ مشکل کچھ مجمل تا لیکن، مگر آقا و کائنات حضور
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سب ہی بینات ہیں اور پوری تفصیلی معلومات کے ساتھ
 آسان ہیں اور قابل اظہار آیتوں کا احادیث میں اظہار بھی فرما دیا۔ ظاہری شریعت کو علما کے لیے
 باطنی اسرارِ طریقت کو اولیا مونیاء کے لیے، غرض کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم قرآنی بھی بے مثل
 و لا شریک ہے یہ فائدہ کَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ دَالِیْمٌ قرآن سے حاصل ہوا۔ یعنی
 یہ پورے قرآن مجید کی تمام آیت صرف محبوب پاک کے لیے بینات ہیں مگر علما فقہاء کے لیے تو کچھ
 مقطعات کچھ مشکل مجمل، نیز حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی سچی اور مکمل تفسیر تو زبانِ احادیث
 ہی ہے۔

احکام القرآن | ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ ایمان کے ساتھ

اعمالِ صالحہ بے حد ضروری ہیں کیونکہ ایمان سے جنت ملتی ہے اور اعمالِ صالحہ سے جنت کی نعمتیں ایمان صادقہ بھی دو چیزوں کا نام ہے اور اعمالِ صالحہ بھی ایمان صادقہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کو اقرار و صدق سے ماننا، اعمالِ صالحہ نام ہے اطاعتِ اقوال اور اتباعِ افعال کا یعنی ہر اُمت پر اپنے نبی علیہ السلام کے ہر قولی حکم اور فعلی نقل کو کرنا لازم ہے اطاعت سے بندہ مقبول بارگاہِ الہی بنتا ہے اور اتباع سے محبوب بارگاہِ الہی بنتا ہے۔ مومن پر نہ نبی علیہ السلام کی اطاعت کی خلاف ورزی جائز نہ اتباع کی جائز اطاعت کی بھی پانچ قسمیں ۱۔ فرض ۲۔ واجب ۳۔ مستحب ۴۔ نفل ۵۔ منحب، اتباع کی بھی یہی پانچ قسمیں ہیں، یہ مسئلہ ائمہ کے ساتھ وعملوا الصالحات۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ ائمہ سے دخولِ جنت کا ذکر ہوا اور عملوا میں صلحت کی قید لگا کر۔ نبی علیہ السلام کی اطاعت و اتباع کا ثبوت ملا، جنت کو جمع فرما کر علاقہ جنت کے باغوں کا ذکر ہوا، اور نہروں کا ذکر ہوا، اور نہروں کا تذکرہ نعمتوں کا بیان ہے۔ بہر حال ہر مومن پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر فعل مقدس کی اتباع اور شکل و صورت لباس کی نقل لازم ہے اگرچہ وہ فعل شریف عادت ہو یا عبادت سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ، صحابہ کرام تو آقا دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ کی بھی اتباع کرتے تھے اور اگر کوئی اُس بے موقعہ مسکراہٹ کی وجہ پوچھتا تو فرماتے کہ یہ بات ارشاد فرماتے وقت آفاصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی بات پر مسکرائے تھے اس لیے ہم یہ حدیث مقدس سناتے وقت مسکراتے ہیں تاکہ اتباعِ پاک کا ثواب ملے۔ ایک بد بخت گمراہ شارح اپنی شرح میں لکھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علی اتباع ضروری نہیں اس کی پیشیطانی بات قرآن مجید کے خلاف ہے، دوسرا مسئلہ، اللہ تعالیٰ کی مدد، نصرت، نعمت، برکت، رحمت، شفا اور وعدوں سے مایوس ہونا بد عقیدگی ہے اور یہ بد عقیدگی مشابہ کفر ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے سورۃ یوسف کی آیت ۱۰ میں بزبان یعقوب علیہ السلام ایسی بظنی کو کافروں کا عمل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے قُلْ تَابِعُوا مِن دُورِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنَ دُورِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ۔ یہ مسئلہ من گناہ بظن کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا، اس قسم کی مایوسی سے بہت قسم کی ایمانی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، مثلاً جلد بازی، شکوک، شبہات، ایمان میں نزل تندیب، اللہ تعالیٰ سے بدگمانی (معاذ اللہ) اعمالِ غیر، عبادت، ریاضت سے دوری بے پرواہی، غفلت بے اطمینانی وغیرہ بلکہ آزادی، بے باکی بے غیرتی، تفسیر مسئلہ قرآن مجید کے تمام مسائل میں فہم ادراک، تدبیر، تفکر، تذکر، حاصل کرنے کے لیے شیعہ حدیث کی مقدس روشنی ضروری

ہے۔ بعض وہ مفسر جو آیت قرآنی میں تفسیر احادیث کو چھوڑ کر اپنے عقلی تخمینے و اندازے لگاتے پھرتے ہیں اور اپنے اندازوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اگر ان کے اپنے اس بیہودہ تفسیری اندازے کی تردید صحیح حدیث مقدس سے بھی ظاہر ہو جائے تو بھی حدیث پاک کو کچھ ماننے کے باوجود اپنے نظریے کے مقابل حدیث مقدس کا انکار کر دیتے ہیں، ایسے مفسر لوگ جاہل و گمراہ ہیں، جیسا کہ موجودہ دور کے ایک اُردو مفسر صاحب جن کو اپنی تفہیم قرآنی پر بڑا ناز ہے اکثر جگہ ایسی ہی غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید سے بار بار ہی ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قہم القرآن کی مثل کسی بھی شخص کی قہم نہیں ہو سکتی اور ہر طرح کی جگہ حدیث مقدس کا انکار سراسر قہم نبی کا انکار ہے اور یہی گمراہی کی آخری صداور بڑی جہالت ہے۔ مخلوق میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی وہ ہستی ہے مثال ہے جس سے کسی بھی قہم کی غلطی ناممکن ہے۔ یہ مسئلہ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ دَارِ الْغَايَةِ فَرَمَلْنَاهُ مِنْ مَّوْضِعٍ مُنْتَبِطٍ ہوا۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں، پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ اکثر آیت میں اور اعتراضات یہاں بھی جتنات جمع فرمایا جاتا ہے اور اس کے بعد تَجْرِبَتَا مِثْنِ تَحْنُتَا لَاقِئَا فرمایا جاتا ہے حالانکہ جنت تو ایک ملک اور علاقے کا نام ہے لہذا اس کو واحد ہی فرمانا چاہیے اسی طرح جنت میں تو اور بھی بہت سی نعمتیں ہیں مثلاً پھل پھول چشے وغیرہ مگر زیادہ تر صرف نہروں کا ذکر کیا جاتا ہے ایسا کیوں! جواب دو وجہ سے ایک یہ کہ جنت تو واقعی ایک علاقے کا نام ہے مگر اس کی اندرونی کیفیت کا پتہ بتانے کے لیے اندر کے باغات کا ذکر لفظ جمع سے کیا جاتا ہے یعنی علاقہ جنت کے اندر بکثرت باغ ہیں، دوسری وجہ یہ کہ علاقہ جنت تو سب ایہاں والوں کا مشترکہ علاقہ ہے مگر اس کے باغات ہر جنتی کے درجہ بدرجہ علیحدہ علیحدہ ہوں گے، لہذا جہاں جنت و اصدار شا دہوا وہاں علاقہ جنت کا داخلہ مراد ہوتا ہے۔ انعام کی ملکیت کا پتہ نہیں لگتا، لیکن جنت جمع بول کر باغات کے انعامات کی ملکیت کا اظہار فرمایا جاتا ہے اسی طرح نہروں کا ذکر کرنے سے جنت کی تین مثالوں کا اظہار ہوا۔ جنت کی خوب صورتی و جنت کے چشموں کا اظہار کیونکہ نہریں چشموں سے ہی بنتی ہیں۔ جنت کی چار غذاؤں کا ذکر، پانی، شہد، دودھ، شراب، ٹھورے اور باغوں کا ذکر کرنے سے پھولوں پھلوں کا ذکر خود بخود ہو گیا کیونکہ باغ

کے لیے تدبیر کی محنت و تفکر کی مشقت کرنی پڑے گی تب سمجھ آئے گا اور شاہدہ بھی ہے کہ علماء فقہاء طلباء بڑی محنتوں سے بہت علوم حاصل کرتے ہیں تب ان کی مدد سے آیت قرآنیہ سمجھ آتی ہیں، تو پھر ان کو بیّنات کیوں فرمایا گیا؟ جواب اس کے دو جواب دئے گئے ہیں، ایک یہ کہ بیّنات کا معنی آسان ہونا نہیں ہے، بلکہ مدلل ہونا ہے، یعنی قرآن مجید کی ہر آیت ہم نے اس طرح مدلل نازل فرمائی جس طرح موت و حیات، حشر، نشر، بعثت، قیامت کی آیت مدلل نازل فرمائی، اور سورۃ نساء کی آیت میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ قرآن مجید سمندر عمیق اور بحر پکیراں ہے اس کے دلائل مثل موتی و یاقوت و جواہر ہیں ان کو نکالنے حاصل کرنے کے لیے اخلاصاً یتدبرون القرآن۔ دوسرا جواب وہ جو ہم نے تفسیر عالمانہ واضح کیا کہ بیّنات کا معنی آسان ہونا ہی ہے مگر ہر ایک کے لیے نہیں بلکہ صرف اس کے لیے جس کو خود بخود رب تعالیٰ نے اپنے مدرسہ قدرت میں پڑھایا سکھایا اور وہ صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے ان کو قرآن مجید سمجھنے کے لیے نہ تدبیر کی ضرورت نہ غور و تفکر کی حاجت ان کے لیے قرآن مجید کا کوئی حرف کوئی لفظ نہ مشکل نہ مجمل نہ متشابه، لیکن دیگر مخلوق انسان، جنات ملائکہ کے لیے یہ سب آیت انتہائی مشکل چراغ نبوت کے بغیر کسی کو بھی سمجھ نہیں آسکتا، خیال ہے کہ یُسْر کے معنی بھی آسان ہونا اور یُسْر کے معنی بھی آسان ہونا مگر چار طرح فرق ہے۔ جو کلام زبان پر آسان ہو وہ یُسْر ہے جو فہم میں آسان ہو وہ یُسْر ہے۔ جو کلام حفظ کرنے میں آسان ہو وہ یُسْر ہے جو قلب و سینے میں آسان ہو وہ یُسْر ہے۔ جس کا ظاہر آسان ہو وہ یُسْر ہے اور جس کا باطن آسان ہو وہ یُسْر ہے۔ جس کلام کے الفاظ آسان ہوں وہ یُسْر ہے جس کے معانی و اسرار آسان ہوں وہ یُسْر ہے۔ قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یُسْر بھی ہے یُسْر بھی لیکن دیگر اشخاص کے لیے صرف یُسْر ہے۔ یُسْر نہیں، اس کو یُسْر بنانے کے لیے تدبیر و تفکر اور تعلیم نبوت کی ضرورت ہے۔

تفسیر صوفیانہ | اِنَّ اللّٰهَ يَدْخُلُ الْاٰمِنُوْنَ اَعْمَلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنَّتِ تَجْرِىٰ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔ جو بد قسمت لوگ دین

و اسلام تلاوت و عبادت مسجد و محلہ مجبہ و دستار کو صرف دنیا سجانے دولت کمانے کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کرتے ہیں ان کو فانی عارضی دنیا تو مل جاتی ہے مگر ازلہ الہی کی باقی دائمی خوشنودی ربانی کی جنت ان کو نہیں ملتی اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو داخل فرماتا ہے اسرار معرفت کی جنتوں میں جو توحید کبریائی اور ربوبیت مصطفائی پر غالب کا بل یقینی ایمان لائے

اور اطاعتِ قول و اتباعِ فعل سے اچھے اعمال کرتا ہے اُن جنّتوں کے نیچے شرابِ معرفت آپِ شریعت
 شہدِ حقیقت بمن طریقت کی ہنریں بہتی ہیں یعنی آپِ ظہور بمن سرور شرابِ ظہور کی نعمتیں ہیں بے شک
 اللہ تعالیٰ عالمِ ناسوت، جبروت، لاہوت و ملکوت میں جو چاہتا ہے حکمت و مشیت نافذ فرماتا ہے
 سعادت کے خزانے کی چابی اہل دل کی مقبولیت ہے یہ چابی اُس دل میں نہیں رہتی جس میں شک
 ترددِ یقینیت کا ترزل یا تذبذب ہو وادیِ ایمین کی چرواہی تب ہی مراد کو پہنچتی ہے جب کہ چند
 سال کی شعیبِ وقت کی خدمت مل جائے، سلمانِ دو قسم کے ہیں ایک گروہ جو جہادِ اکبر میں مشغول
 ہے دوم وہ جو جہادِ اصغر میں مشغول ہے پہلا گروہ باہمت لوگوں کا ہے اور طرفِ دین میں ہے
 دوسرا کمزور ایمان والوں کا علیٰ حرفِ یعنی کنارہٴ لشکر پر اگر ان کی دنیوی مرادیں پوری ہوتی رہیں تو
 بے فکر سینہ سپر رہتے ہیں، ورنہ پیٹھ توڑ کر مروڑ جاتے ہیں اس لیے ان کو دنیا و آخرت کا خسارہ
 ہے کیونکہ اُن پر دنیا میں کفارِ نفس کا غلبہ، اور آخرت میں فتوحاتِ صدر کا شقاقِ قلب، غنائمِ
 معانقہ اور وصل کی سعادتوں سے محرومی ہے لہذا غلبہٴ مطلقہ کی ظفر مندی اور غنیمتِ نافذ کی فتح مندی
 نصیب نہیں لیکن جو اہل دل مشقتوں پر صبر اور محنتوں پر شکر کرتے ہیں وہی جنتِ ابدی میں داخل
 کئے جاتے ہیں مبارک ہے عشاقِ غمزدہ کا وقت جو دردِ فراق کا گھونٹ بابا رہیتے ہیں خواہ زخمِ دھیں
 یا مرہمِ غمِ حشر کتنا ہی کڑوا ہو وہ سانس روک کر پی جانے والے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو صبر اُس کی یاد
 میں ہوتا ہے وہ کڑوا ہی نہیں ہوتا کیونکہ جو دستِ دوست سے ملے وہ شہد سے زیادہ میٹھا صفا
 ایمانِ ظاہری سے خالصی تقلیدی اور اعمالی بے رغبتی والوں کو جنتِ وصل میں داخل نہیں
 کیا جاتا بلکہ اُن کو داخل فرمایا جاتا ہے جن کے قلوبِ صالحات پر قلمِ عنایت سے خلوص کا ایمان
 حقیقی لکھ دیا گیا ہے۔ اور لیکن مَنْ کَانَ یَظُنُّ اَنْ کُنْ یُنْصَرُّ ۚ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ
 قَلِیْمٌ ۚ یَسِیْبُ اِلَی السَّکَرِ ثُمَّ لَیَقْطَعُ ۚ فَلَیَنْظُرْ ۚ حَلٌ یُدْهِیْنَ کَیْدُ ۚ مَا یَغِیْظُ ۚ وَکَذَٰلِکَ
 اَنْزَلْنَاهُ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ یُحْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ ۚ صَوْفِیَا فرماتے ہیں کہ سینہٴ انسانی
 میں چار شخص ہیں ۱۔ مَنْ کَانَ یَظُنُّ، یہ نفسِ خبیث ہے ۲۔ مَنْ کَانَ یُنْصَرُّ، یہ قلبِ
 حفیظ ہے ۳۔ مَنْ کَانَ یُؤْسِیْ ۚ یہ عقلِ عیار ہے ۴۔ مَنْ کَانَ یَلْمِیْ ۚ یہ طبیعتِ طرار
 ہے، عیار و طرار میں فرق یہ کہ جو دوسروں کی تخریب میں لگا رہے وہ عیار ہے، جو اپنی تعمیر
 میں لگا رہے وہ طرار ہے، عیار کو اپنے نفع نقصان بننے یا بگڑنے کا کوئی فکر نہیں ہوتا دوسرے
 کا بہر حال نقصان چاہتا ہے طرار کو دوسروں کے نفع نقصان بننے بگڑنے کا کوئی خیال و مبالغہ

نہیں ہوتا وہ صرف اپنا بھلا چاہتا ہے تو جو شخص بدن ایمانی میں یہ تصور لئے بیٹھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلبِ مومن مخلص کی مدد نہ فرمائے گا نہ عالمِ ناموت میں نہ عالمِ لاحوت و جبروت و ملکوت میں، اس کے لیے ہلاکتِ نفی ضروری ہے وہ زنا و کفر سے بلندیِ غرور پر نفسِ امارہ کو ہلاک کر کے چشمِ عبرت سے دیکھے کہ کیا مدعا و شوقِ فساد پورا ہوتا ہے یا نہیں اسے عالمِ ناموت یعنی دنیا کے باشندہ زمینِ قالب میں فسادِ مجانی خواہو ہم نے اس قرآن مجید کو اس طرح ظاہر و باطن میں عبرت کے لیے پین نشانیاں نازل فرما پائے جس طرح فنا و بقا کو عبرت کا ایک نشان بنایا، مگر راہِ معرفت و منزلِ حقیقت کی طرف اُس خوش بخت کو ہدایت کاملہ اور توفیقِ عاجلہ نصیب ہوتی ہے جس کی ہدایت کا ارادہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُس کے ارادے کے بغیر کوئی کسی کو ہدایتِ قرب نہیں دے سکتا نہ یہ ہدایت پالیتا اپنا کسبِ کمال ہے، اُس ذاتِ جَلَّ جُجْدہ کی توفیقِ کرم و دستگیر ہو تو کائنات کے ہر ذرے میں بندے کی ہدایت موجود و موجود ہے لیکن اگر اُس کی توفیق و حمایت نہ ملے تو قرآن مجید بھی ہدایت نہیں دیتا بلکہ دُرکار دیتا ہے، اور بندہ کہتا ہے

سائیں اکھیاں پھیریاں میرا ویری ملک تمام ذرا سی جھاتی مہر کی تو لاکھوں کریں سلام

اسی لیے ذی عقل اور سعادت مندوں کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ، دُر دُر کریں ہیلیاں میں مُڑ مُڑا دیکھیں تو سٹے اہل اللہ جانتے ہیں کہ میری طلب بھی تمہارے کرمِ کھنڈہ ہے۔ یہ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھتے جاتے ہیں خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کو آستانہ مصطفیٰ کی ہدایت مل گئی اِنَّ اللہَ یَفْعَلُ مَا یُؤْتِ۔ ہر بندے کو دنیا میں چار رستے ملتے ہیں ۱۔ راہِ سعادت ۲۔ راہِ عبادت ۳۔ راہِ شہادت ۴۔ راہِ اور راہِ خباثت۔ فَلْيَمْدُدْ اِلَى السَّمَاءِ کا یہی آخری راستہ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا

بے شک وہ جو مسلمان ہو گئے اور وہ لوگ جو یہودی اور یہی رہے اور

بے شک مسلمان اور یہودی اور

الصّٰبِیْنَ وَالتَّصْرِیِّ وَالْمَجُوسَ

ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی ہیں

ستارہ پرست اور نصرانی اور آتش پرست

marfat.com

Marfat.com

وَالَّذِينَ اشْرَكُوا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ

اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی عبادت میں شریک بنا لیے بیشک اللہ فاصلہ کر دیگا

اور مشرک ۔ بے شک اللہ ان سب میں قیامت کے

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

ان کے درمیان قیامت کے دن کیونکہ بے شک اللہ ہر چیز پر

دن فیصلہ کر دے گا ۔ بے شک ہر چیز اللہ

شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۴ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ

مشاہدہ فرماتے والا ہے ، اسے نبی کیا نہیں دیکھا تم نے اس چیز کو کہ بے شک اللہ سجدہ کرتا

کے سامنے ہے ، کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں

لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

اسی کو تمام وہ جو سب آسمانوں میں ہیں اور وہ سب جو پوری زمین میں ہیں

وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ

اور سورج اور چاند اور تمام ستارے اور تمام پہاڑ

اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ

وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ

اور سب درخت اور تمام جانور اور بہت سارے انسانوں میں سے بھی

اور درخت اور چھ پائے اور بہت آدمی

وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ط وَمَنْ يُهِن

اور ہاں بکھر لوگ وہ ہیں کہ واجب ہو گیا ان پر عذاب، اور وہ شخص جس کو رسوا کرے اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا اور جسے

اللَّهُ فَمَالَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ

اللہ تو نہیں ہے اس کے لیے کوئی بھی عزت دینے والا بے شک اللہ کرتا ہے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دیتے والا نہیں ہے شک اللہ

ط السجۃ

مَا يَشَاءُ ①۸

جو چاہتا ہے۔

جو چاہے کرے۔

ان آیت کا پھیل آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق، پھیل آیت میں تعلقات بہت دور سے دنیا کے اچھے برے لوگوں کی مذہبی تہیں اور ان کی دنیوی اُخروی جزاسزا کا ذکر ہوتا چلا آ رہا تھا۔ اب ان آیت میں مختلف قسم کے کفار کا نام بنام ذکر فرمایا جا رہا ہے تاکہ مزید شناخت ہو جائے دوسرا تعلق پھیل آیت میں لوگوں کی دنیوی زندگی کی کیفیت کا ذکر فرمایا گیا کہ یہاں سچے جھوٹے کھڑے کھوٹے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت میں سب اچھے برے میں فاصلہ اور چھانٹ کر دی جائیگی۔ تیسرا تعلق پھیل آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے منکروں کا ذکر ہوا اب ان آیت میں اس مخلوق کا ذکر ہو رہا ہے جو رب تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے۔

تفسیر نحوی | اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرَیْ وَالْمَجٰوِزِیْنَ وَالَّذِيْنَ اٰشْرَكُوْا اِنَّ اللّٰهَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اِنَّ حَرْفَ مُّشَبَّہِ الَّذِیْنَ اِسْمُ مَوْصُولٍ اَمْتَوَابِ اَفْعَالِ کَامَنْ

marfat.com

Marfat.com

مطلق جمع مذکر غائب ایمان مصدر سے مشتق ہے اور ایمان امن سے مشتق ہے دونوں متعدی ہیں بمعنی ایمان لانا، مان لینا یہ فعل با فاعل پر شیدہ ضمیر صیغہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ ملکر معطوف علیہ واو عاطفہ الذین اسم موصول جمع مذکر ہا کذا باب مفاعلة کا ماضی مطلق دراصل حال ووا تھا جمع مذکر غائب صو سے مشتق ہے یہ مادہ مصدر مصنوعی ہے کیونکہ لفظ یہودی بگاڑ کر بنایا گیا ترجمہ ہے یہودی ہونا یہ فعل با فاعل حملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ القاتلین یہ عبرانی لفظ ہے اس کا ترجمہ ہے بہت سی چیزوں کا مرغوبہ (ہکچر) چونکہ یہ لوگ یہودی عیسائی اور مشرک لوگوں کے عقائد پر عامل تھے کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے اور نیا دین بنا لیا اس لیے ان کو صابی کہا گیا اس کی جمع ہے صابین یہ جمع عربی ہے بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے دین کیونکہ ان کے دین کی ایسی کھچڑی ہوتی ہے کہ ہر دین والا ان کو بے دین سمجھتا ہے ایک قول میں یہ عربی لفظ ہے صبو سے مشتق اسم فاعل جمع مذکر اس کا صابی ہے یا صبیہ سے مشتق ہے بمعنی ستاروں کا طلوع ہونا، چونکہ یہ ستارہ پرست بھی تھے اس لیے ان کو یہ نام دیا گیا، ایک قول میں یہ صبح سے مشتق صابغی تھا یہ دن میں ہر تین گھنٹے بعد نہلتے اور ماتھے ہاتھوں پیروں پر پیلا اور سرخ رنگ ملتے ہیں اس لیے ان کا نام صابغی پھر صابی ہوا آج بھی ہندوؤں میں یہ فرقہ موجود ہے بحال نصیب ہے الذین اسم ان کی وجہ سے یہ معطوف علیہ واو عاطفہ الخجوس، یہ عجمی (غیر عربی) لفظ ہے بانی اس مذہب کا زردشت تھا اس کا اصل بانی مجوس نامی تھا، یہ دؤ خدا کے قائل تھے اس مذہب کا وطن ایران تھا، ایک خدا روشنی اور دوسرا اندھیرا دونوں آپس میں لڑ رہے ہیں روشنی کا خدا آگ میں رہتا ہے، اس لیے یہ آگ کے پجاری تھے، ایک قول میں لفظ عربی ہے اور مجوسی کی جمع ہے، معطوف ہے یہ چاروں صا دووا صابین نصری الخجوس معطوف علیہ معطوف مل کر صلہ ہوا الذین کا وہ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ الذین اسم موصول، اشرکوا باب افعال کا ماضی جمع مذکر مصدر ہے اشرک شرک سے بنا ہے بمعنی خن و باطل کو ایک جیسا اچھا و نچا سمجھنا، یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ بتوں کو بھی ماننا، یہ فعل با فاعل حملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف ہوا پہلے الذین پر سب عطف مل کر اسم ان ہوا، ان حرف مشبہ اللہ اس کا اسم، یفصل باب ضرب کا مضارع مستقبل یفصل سے بنا ہے بمعنی جدا کرنا فاصلہ کرنا، یہ فعل با فاعل ہے بنیم مرکب اضافی ظرف ہے یوم القيمة یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے، ان حرف مشبہ اللہ

اس کا اسم علیٰ کُلِّ شَیْءٍ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے شہید بروزن فیصل اسم
 صفت مشبہ واحد مذکر غائب شہد سے مشتق ہے بمعنی حاضر و ناظر ہونا، شاہد کرتا یہ اسم
 فاعل صفت مشبہ اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر
 خبر ان اور یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر علت ہے فیصل کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر
 ہے ان کی یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے پہلے ان کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا اَلَمْ
 تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ
 وَ النُّجُومُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَابُّ وَ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَ کَثِیْرٌ حَتّٰی
 عَلَیْهِ الْعِزَابُ۔ اس حرف ہمزہ سوالیہ لَمْ تَرَ بَاب نَعی کا فعل مضارع نفی مجد بلم واحد مذکر
 حاضر معروف بمعنی ماضی رائی سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا، نظر اور رائی میں یہ فرق ہے کہ رائی
 آنکھ دل دماغ سے بغور دیکھنا اور نظر آنکھ سے دیکھنا غور ہو یا نہ ہو اصل میں تھا تری لَمْ
 جازم کا وجہ سے آخر کی ی گر گئی لَمْ تَرَدَہ گیا اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ ہے مرجع
 ہے آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیونکہ یہ خطاب نبی کریم کو ہی ہو سکتا ہے صرف وہی کائنات
 کا شاہد کر سکتے ہیں اَنْ حرف مشبہ اللہ اس کا اسم یَسْجُدُ بَاب نَعی کا مضارع حال واحد
 مذکر غائب سجد سے مشتق ہے بمعنی زمین پر سر اور پیشانی رکھنا لَمْ جار مجرور متعلق ہے فعل
 کا مَنْ اسم موصول فی السَّمٰوٰتِ اسم معرف جمع مؤنث سالم بمعنی تمام آسمان یہ جار مجرور متعلق ہے
 مَوْجُوْدُ اسم مفعول پوشیدہ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف
 علیہ واو عاطفہ مَنْ فِی الْاَرْضِ یہ سب موصول صلہ میں ہو کر معطوف ہے یہ دونوں عطف
 پھر معطوف الشَّمْسُ اور الْقَمَرُ اور النُّجُومُ اور الشَّجَرُ یہ سب آپس میں عطف ہو کر
 معطوف علیہ ہوا الشَّمْسُ بمعنی سورج فمر بمعنی چاند لغوی ترجمہ ہے غالب آنا، جوئے کھیلنے کو بھی
 قمر اور قمار کہتے ہیں کہ اس میں غلبے کا ارادہ یا حصول ہوتا ہے مطلقاً ہر چاند کو دپورے
 ماہ کا، قمر کہا جاتا ہے بعض نے فیسری کے بعد واسے چاند کو قمر کہا تا رہن کے اعتبار
 سے چاند کے تین نام ہیں یہ حلال و بدر و ہاک و نجوم جمع ہے نجم کی بمعنی ستارے
 جبال جمع مکسر ہے جبل کی تکرار اسم واحد مذکر اسم جنسی مراد ہیں تمام درخت اس کی لفظی
 جمع ہے اَشْجَارُ الدَّوَابُّ اسم جمع مکسر ہے وابتہ کی بمعنی زمین پر چلنے والا۔ پیروں سے
 یارینگ کر ہر جاندار کے لیے یہاں مراد صرف زمینی حیوانات ہیں ایک قول میں سندھی مخلوق

بھی اس میں شامل مگر صحیح یہ ہے سمندری مخلوق مَنِّ فی الْأَنْصَابِ میں شامل ہوگئی دَبَّ سے بنا ہے
 یعنی زمین اُکھڑنا، رگڑنا، واو عاطفہ کثیر باب کَرَم کا اسم فاعل صفت مشبہ مَنِّ النَّاسِ مِنْ جَارِہ
 بعضیت کا یہ جز مجرور متعلق ہے کثیر کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا، سب صفت
 مل کر فاعل ہے یَسْجُدُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ حرف کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ
 ہو کر مفعول ہے۔ اَلَمْ تَرَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واو سر جملہ کثیر مبتدا، حَقِّ باب نصر
 کا فعل ماضی مطلق واحد نکر غائب حَقُّ مضاف تِلْکَ سے بنا ہے بمعنی سچا ہونا۔ لازم
 ہونا یہاں اسی معنی میں ہے عَلَیْہِ یہ مجرور متعلق ہے ضمیر کی مرصع کثیر ہے یہ کثیر اپنے عیض
 کے اعتبار سے واحد نکر ہے اس لیے ضمیر واحد آئی ہے اگرچہ معنای جمع یعنی چند افراد مراد
 ہے اَلْعَذَابُ اتم مفرد معرفہ بمعنی اُخروی سزا یہ فاعل ہے حَقِّ فعل فاعل متعلق سب مل کر جملہ
 فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کثیر کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا خیال رہے کہ یہاں پہلے کثیر سے
 کثرت اضافی مراد ہے یعنی بہت سارے لوگ اور دوسرے کثیر سے کثرت حقیقی مراد
 ہے یعنی کچھ لوگ چند لوگ وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِہٍ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ
 واو سر جملہ مَنِّ شرطیہ موصولہ یُہِنِ باب افعال کا فعل مضارع معروف واحد نکر غائب اس
 کا مصدر ہے اِہَانَہٗ کھینٹ سے مشتق ہے تعلیل نحوی سے پہلے اِضْیَانٌ تھا، ترجمہ
 ہے اِضْیَانٌ کرنا ذلیل و رُہوا کرنا۔ یُہِنِ اصل میں یُہِنُ تھا مَنِّ شرطیہ نے جزم دیا آخر کی نون
 ساکن ہوئی تو ی ساکن گر گئی پھر نون کو وصل مابعد کی وجہ سے کسرہ رزیر آیا۔ اللہ اس کا
 فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا فَتْ جزائیہ کا حرف مشبہ بلیس نفی کے لیے لُ جار
 مجرور مل کر متعلق ہے مَوْجُود پوشیدہ کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر اسم کا کار من جازہ زائدہ کَرَم اسم
 فاعل ایک قول میں کَرَم اسم مفعول ہے ایک قرئت میں کَرَم مصدر بھی باب افعال کا مصدر ہے
 اِکْرَامٌ بمعنی تعظیم کرنا عزت کرنا دینا۔ کَرَم سے مشتق ہے یہاں غیر عامل ہے مجرور ہو کر متعلق
 ہے گائِب پوشیدہ اسم فاعل کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے کانا فیہ مشبہ بلیس کی سب مل کر جملہ
 اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف مشبہ اللہ اس کا اسم یَفْعَلُ فعل مضارع حال با فاعل پوشیدہ کا اسم موصول
 بمعنی جو کچھ یَشَآءُ باب فتح کا مضارع حال تَنی سے بنا ہے بمعنی چاہنا، یہ فعل با فاعل جملہ
 فعلیہ ہو کر صلہ ہوا کانا کا دونوں مل کر مفعول ہے یَفْعَلُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے
 اِنَّ کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمائے اہل الذین آمنوا والذین ہادوا الصابین والنساء
 اٰلِ الْاٰمِنِ وَالَّذِيْنَ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ يَفْضُلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
 اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ بے شک وہ خوش نصیب لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت
 کے ارادے میں منتخب ہو کر یحییٰ مَن یُرِیدُ کے گروہ سعید میں داخل کر دیے گئے
 اور آستانہ نبوت سے رب تعالیٰ کی ہدایت کے کر صدق قلبی، اقرار رسانی اور اظہارِ علی سے
 سچے اچھے پکے مخلص مومنین بنے رہے اور وہ لوگ جو ہودی دین والے ہوئے اور وہ لوگ
 اچھے سچے دین کو چھوڑ کر صابئی دیے دین بن گئے اور وہ لوگ جو پہلی سچی عیسائیت چھوڑ
 کر یسے دین گمراہ نصاریٰ بن گئے اور وہ لوگ جنہوں نے مجوس و زرتشت کا مجوسی
 آتش پرستی کا دین اختیار کر لیا۔ اور وہ لوگ چھوڑ دیں بتوں فوٹو تصویروں کو پوج کر شرک
 دین بنا کر مشرک بن گئے بتوں کو معبودیت میں شریک مان لیا ان سب کا فیصلہ بے شک اللہ تعالیٰ
 قیامت کے دن فرمائے گا۔ کیونکہ دنیا میں تو ہر دین والا خود کو اور اپنے دین کو سچا اور صحیح سمجھتا
 ہے۔ اگرچہ دنیا میں سچے جھوٹے کی کچھ علامات ظاہر ہیں جن کو اہل عقل سلیم ہی پہچانتے اور مانتے
 ہیں، مگر دنیا میں حالات و مقامات سے تفریق نہیں ہے۔ یہ تفریق اس فیصلہ بکریا سے ہوگی
 جو بے شک یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا ان تمام سچوں جھوٹوں متذنبوں اور
 متزنیوں، کافروں مومنوں کے درمیان، اور نیکوں برّوں کو انکا انجام سنایا جائے گا، اس طرح
 کہ ثواب عقاب، عتاب مقرر کر کے مقامات اور حالات میں سب علیحدہ کر دے جائیں
 گے۔ اہل ایمان متّقین کو ثواب جنت اہل کفر کو عذاب جہنم، بروں کو سزا و عقاب کے متفرّق
 مقامات دے کر فیصلہ ہوگا، چونکہ یہ فیصلہ دنیوی زندگی میں نہیں ہو سکتا، دنیا اپنی صلاحاتی اور
 عمری حیثیت میں بہت چھوٹی اور تھوڑی ہے، ایمان کا کفر و فتنہ بہت بڑے جرائم ہیں
 اس لیے ان کے بدلے کے لیے علاقہ و زمانہ آخرت ہی مناسب و برابر ہے۔ اور مکمل
 و پائیدار فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ فرما سکتا ہے۔ اس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔
 بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر ہر وقت ہر طرح، ہمیشہ تک مشاہدہ فرما رہا ہے، ہر
 ذرّے کی ہر حالت، کیفیت، نیت، عمل، کردار افعال سے واقف ہے، اسی لیے اُس
 کے کسی فیصلے میں نہ حیف ہوتا ہے نہ حیثیت توقّف نہ تاسّف۔
 دنیا کے دینوں کی مختصر شرح | محققین فرمانے ہیں، اشارات قرآن مجید اور بیانات احادیث

سے ثابت ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے ایمان برحق کا دین آیا یہ دین برحق رب تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے بھیجا دین برحق کے بنیادی اصول و قواعد توحید و رسالت کو مانتا ہے۔ جو بندہ ان دونوں چیزوں کو ان کی تمام فروعات کبیر و صغیرہ کے ساتھ دل کی تصدیق زبان کی تقریر اور اعضا کی تعمیل سے مانے گا وہ ہی مخلص مومن متقی ہے تصدیق قلبی سے بندہ مخلص بنتا ہے۔ اقرار لسانی سے مومن اور اعمال اعضائی سے متقی بنتا ہے دین باری تعالیٰ بذریعہ آدم نبی اللہ دنیا میں بھیجا گیا، پھر دنیا میں ابلیس کی پہلی حرکتوں سے انسانوں میں فسق و گناہ شروع ہوا سب سے پہلے خود ابلیس نے فسق کیا چنانچہ سورۃ کہف آیت ۲۵ میں ارشاد ہے فَفَسَقَ عَنْتُ امْرِئِيهِ۔ پھر سب سے پہلے انسانوں میں قابیل نے فسق کیا، خیال رہے کہ فسق صغیرہ پر اصرار یعنی ضد اور ہمیشگی کی جائے تو وہ فسق کبیرہ بن جاتا ہے اور اگر فسق کبیرہ پر ضد اور ہمیشگی کی جائے تو وہ کفر بن جاتا ہے فسق صغیرہ کرنے والا شخص فاسق ہے۔ فسق کبیرہ کرنے والا فاسق معلن ہے اور کفر کرنے والا کافر ہے، جب ابلیس نے اپنے فسق پر ضد اور تعصب برتنا تو۔ گَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ کافروں میں سے ہو گیا۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۷ اور جب قابیل نے اپنے فسق کبیرہ پر ضد اور تعصب کیا تو وہ بھی کافر ہو گیا، دنیوی زندگی میں اپنی من مرضی کرنی فسق ہے اور نافرمانی کرنی کفر ہے یعنی خلاف شریعت اپنی مرضی کے رسم و رواج اعمال اخلاق قائم کرنے اور ان کو صوفی ازم کا نام دیدینا جس طرح ترکیہ کے بعض پیروں نے اختیار کر لیے ہیں یہ سب فسق و کفر ہی ہے، اگر نبی علیہ السلام کی زبان اقدس یا پیغام مقدس سے ان رسم و رواج کی ظاہراً حما نعت ثابت ہو مگر فاسق شخص پھر بھی اُس کو نہ مانتے تو وہ کافر ہو گا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے اعمال اخلاق طریقوں و اقوال تعلیمات تبلیغات کلمات کو ماننا ہی دین برحق اور فرمان الہی ہے اس کے علاوہ سب اخلاقیات نظریات رسمیات رواجیات اور دین شیطانی ہیں شیطن ابلیس نے پانچ دین دنیا میں رائج کئے پہلے دین شرک پھر دین مجوس پھر دین ہندو، پھر دین صابی ۵ پھر دین نصاریٰ یہ ہی بڑے اور مشہور ہوئے باقی ادیان باطلہ ان کی ہی چھوٹی بڑی تقریباً اڑتیس شاخیں ہیں جو تاریخ عالم میں بنتی بگڑتی متنی فساد نیست و نابود ہوتی رہیں اور ہوتی رہتی ہیں، ان پانچ باطل دینوں میں سب سے پہلے ابلیس نے شرک ایجاد کیا۔ شرک کا تعارف اور اس کی قسمیں! شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی معبود سمجھا جائے اور کسی غیر اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ کے

کے ساتھ غیر اللہ کی بھی بندگی عبادت کی جائے، ابلیس نے سب سے پہلے اپنی عبادت کرائی اس
 شرک میں کچھ جنات اور کچھ انسان شامل ہوئے یہ فرقہ قابیل کی اولاد سے شروع ہوا، اور آج
 تک ہندوستان کے بعض علاقوں میں موجود ہے جو ابلیس کے تصوراتی فوٹو، تصویر، اور مورتی
 کو سامنے رکھ کر سجدہ کرتے ہیں مسر میں اُس کا نام خاتی شر، ایران میں اُھَر مَن ہندوستان
 میں کال و قحط کا دیوتا رکھا گیا ہے، پھر ابلیس نے نیک لوگوں کی فوٹو تصویریں ایجاد کر کے
 اُن کی پرستش کرائی، اس شرکیہ دین کی ابتدا اور یس علیہ السلام یا شیت علیہ السلام کے
 زمانے سے ہوئی اور نوح علیہ السلام کے زمانے میں عروج کو پہنچی، اُس زمانے میں انسانوں
 نے خود مصوری اور دستکاری کر کے فوٹو اور بُت بنانے شروع کر دیے، پھر اسی شرک میں
 کچھ فرقوں نے زندہ انسانوں کو الہ بنالیا، اور سجدہ تعظیمی شروع ہو گئے، زندہ انسانوں کو
 تعظیمی سجدے کی ابتدا مردود سے شروع ہوئی، آج کل بُت پرستی کا مرکز صرف ہندوستان ہے
 ہندوستان میں دو جگہ شرک آیا، ایران اور مصر سے، ایران سے آریہ مذہب، آتش پرستی
 شیطان پرستی آئی، اور مصر سے ستارہ پرستی یعنی کواکب چاند سورج کی بلا واسطہ یا ان
 ستاروں کی اور سیاروں کی مورتیں بنا کر، بابل سے مصر میں اور مصر سے ہندوستان میں
 اب بچدہ تعالیٰ فتوحات فاروقی سے وہ علاقے تو ہر قسم کے شرک سے پاک ہو کر اسلامی
 ریاستیں بن گئیں، مگر ہر قسم کے شرک کا گہوارہ اب صرف ہندوستان ہے یا مصافحات ہند
 نہت وغیرہ، ہندو قوم ہر قسم کے شرک میں مبتلا ہے یہ بُت پرست بھی ہے آتش، سورج چاند
 ستارہ، حیوانات، شجرات، جلات، آبیات پرست بھی، کوئی فرقہ کواکب سیارگان کا پجاری
 اور کوئی فرقہ کواکب ثنائیان کا، سیاروں میں سب سے بڑا دیوتا سورج اور ثنائیان میں سب
 سے بڑا دیوتا قطب ستارہ سمجھا جاتا ہے، سیاروں کے پجاری سیاروں کی تعظیم کرتے ہیں
 ان کی طرف پیر نہیں کرتے تھوکتے نہیں، سورج کو دن میں طلوع کے وقت اور ستاروں کو ہر
 رات میں چاند کو بارہویں تیرہویں چودھویں پندرہ سترہ تاریخوں میں رات کو سجدہ کرتے
 ہیں، ثنائیان کے پجاری قطب ستارے کی تعظیم کرتے ہیں اُس کی طرف تھوکتے نہیں پیر
 نہیں کرتے، اور جب نظر آئے تو ایک سجدہ کرتے ہیں۔ بعض جاہل مسلمان بھی قطب تارے
 کی طرف پیر کر کے نہیں بیٹھتے یہ شرکیہ رسم صندوقوں سے لی گئی ہے، غرض کہ بُت پرستی دس
 قسم کی ہوئی یا شخصیات پرستی مورتی بنا کر یا بناوٹی تصوراتی شخصیات کے تخیلاتی بُت

بنائے ستارہ ستاروں کی قائم اور ایک جگہ بنجہ یا غیر ستارہ ستاروں کی آتش پرستی زندہ انسان پرستی و قوت اور مادہ پرستی، ہر قوی اور دھشت ناک کے آگے سجدہ کر دینا و فائدہ پرستی، جس میں ذرہ فائدہ دیکھا اس کو معبود بنا لیا اسی لیے ہندو لوگ جانوروں میں گائے، بندر، چوہوں کو اور درختوں میں، املی، پیل، اور ٹلسی کے پودوں کو پوجتے ہیں و حسن پرستی جس خوب صورت پھول پودے رنگ چمک، روشنی کو دیکھا معبود بنا لیا و نقصان اور خوف پرستی جس کیڑے مکوڑے، جانور، درختوں نے حیثیت ناک اور نقصان پھیلا یا ایسے ہی موسم پرستی کہ جس موسم نے کچھ اپنا رنگ دکھایا ہندو نے اس کو اپنا معبود بنا لیا پہلے زمانوں میں شخصیات کے بت و مورتی عرب میں لاکت و منات، عزی اور اب حندوں میں، رام، لکشمن، کرشن یہ شخصیات بت ہیں اور گنیش، صنومان، سورج دیوتا، چندرمان دیوی، آگنی دیوی، طوفان دیوتا، کالی آندھی دیوی لکشی دیوی، شتاتی دیوتا، گاؤ ماتا، دھرتی ماتا، کالی ماتا، ناگ دیوتا، شبیر کو باگھ دیوتا وغیرہ عرب میں تخیلاتی بت جیسے، یعقوب، وڈ، موعاع، یغوث، انس، زندہ انسانوں میں جیسے نمرود فرعون پہلے، اور اب ہند میں پنڈت پر وہت گرو، قرآن پاک میں ان سب شرکیات کو بت پرستی اور کواکب پرستی فرمایا گیا ہے، اس بت پرستی کے بعد ابلیس نے مجوسیت پھیلائی۔

دین مجوسیت کا نام و شناخت و اقسام۔ یہ دین طوفان نوحی بلکہ وفات نوح علیہ السلام کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی بعثت یا ولادت سے تقریباً پانچ سو سال پہلے یافت کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوا جس کے پیدائش بہت چھوٹے چھوٹے کان اور کانوں تک لمبے بال تھے اس وجہ سے اس کا نام بنجہ گوش رکھا گیا یعنی چھوٹے کانوں والا۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس کا نام مو گوش رکھا گیا یعنی لمبے بالوں والا کا نو تک، یہی لفظ بنجہ گوش یا مو گوش عربی میں معرب ہو کر اولاً بنجہ جوس یا موجوس ہوا پھر استعجال زبانی کلامی میں موجوس ہوا، اس نے بڑا ہو کر اپنے آپ کو پیغمبر آسمانی یعنی اوتار کہنا شروع کر دیا اور آگ کو منظر الہی قرار دیا، اولاً ضرورت موسمی کے تحت ہر ایک سے آگ اور ایندھن منگواتا جس سے یہ لوگوں میں آگ والا نبی مشہور ہو گیا اس کے عقیدت مند اس کے پاس عقیدت سے آگ لاتے جلاتے اور تبرکاً اس کی بھٹی سے اپنے گھروں کو آگ لے جاتے اس طرح اس کی آگ اور اس گھربلو چولہے و آتش کدے کا چرچہ شروع ہوا، ہر وقت اس کا یہ چولہا جلتا اور سلگتا رہتا، اس چرچہ سے اس نے آگ کی تعریفیں شروع کر دیں یہاں تک آگ کو روشنی کا خالق کہنا شروع کر دیا اور اندھیرے کو

خالق ظلمت اس طرح اس کے دین کا بنیادی عقیدہ دو خالق ماننا ہوا دن کی آگ کا نام آتش نور اور رات کی آگ کا نام آتش ظلمت رکھا گیا، آگ کو طاقت کا سرچشمہ قرار دیا گیا۔ یہی ان کے لیے نیکی کا خالق منظور ہوا، ظلمت کو بدی کا خالق سمجھا گیا، انہوں نے اپنی عبادت کے لیے بدھ کا دن مقرر کر لیا صبح کی آگ کو صبح اور دوپہر پر جتنے اور ناپربل کو شام اور آدمی رات کو پوجتے، جب شعلے بلند ہوتے تو پوجا کی جاتی انگاروں کی عبادت نہیں کرتے۔

شعلوں کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ خالق جاگ رہا ہے، انگاروں کے متعلق عقیدہ ہے کہ خالق آرام کر رہا ہے سو رہا ہے۔ اُس وقت پوجا منع ہے کہ خالق کو بے آرام مت کرو اس سب آگ کے لیے ایک ہی آتش کدہ ہوتا، صرف ایندھن بدلتا۔ دن میں خوشبودار لکڑیاں جلائی جاتیں رات میں عام لکڑیاں، منڈل کی لکڑی سے ابتدا کی جاتی پھر عام لکڑیاں اس خدا کو زندہ رکھنے کے لیے ڈالی جاتیں، اور اُس کو خدا کا کھانا کہا جاتا۔ یہ مجوسی بابل کا رہنے والا تھا، پھر یہ مذہب ایران میں آیا اور اس کا نام زکیر، رکھا گیا۔ اولاً یہ عوامی مذہب رہا پھر گستاخ بادشاہ مجوسی نے اُس کو قانونی اور حکومت کا مذہب بنایا، اس بادشاہ کے ایک بڑے وزیر زرتشت ابن پروشا کھنیا نے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا زرتشت کا زمانہ قبل مسیح چھ سو سال ہے ستھ ق، م زرتشت نے ایک بڑا آتش کدہ بنوایا جو ہزار سال تک جلتا رہا اور آقاؤ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد پاک کے وقت ایک دم کھل بچھ گیا اور ہزار کوشش کے باوجود نہ جل سکا یہ سب سے پہلا بڑا آتش کدہ تھا اس کا نام آذر زرتشت تھا زرتشت اپنی قوم سے صفیں بندھوا کر آگ کی عبادت کرتا خود امام بنتا، بڑا دن بدھ ہی مقرر تھا، بدھ کی رات سے عبادت شروع ہوتی، پہلے بوقت شام پھر آدمی رات پھر بدھ کی صبح پھر دوپہر ان کی عبادت کا طریقہ پہلے سجدہ چند منٹ پر پھر کھڑے ہاتھ باندھے ہوئے دعا، پڑھنا، یہ سب اوقات و طریقے باری مذہب مجوسی نے جاری کئے تھے جو اب تک جاری ہیں کچھ تبدیلیوں کے ساتھ، زرتشت ابن پروشا کیٹا ایک سو سال زندہ رہا پھر اس کے مرنے کے بعد گستاخ بادشاہ نے اپنے علاقے بلخ میں ایک دوسرا آتش کدہ بنوایا جس کا نام آذر گستاخ رکھا گیا مگر خوشہرت اور دراز مدت زرتشتی آتش کدے کو ملی وہ کسی اور آتش کدے کو نہ ملی، زرتشت نے ایک مذہبی کتاب بھی بنائی جس کا نام آرٹھا رکھا، مذہب مجوسی میں کچھ زبانتیاں اور پابندیاں شامل کیں۔ اسی وجہ سے اس کو بانی

دوم کہا جاتا ہے۔ اہل عرب تے اس دین کا نام مجوسی دین رکھا اب مجوسی پوری قوم کا نام ہے ایک مرد کو مجوسی عورت کو مجوسیہ اقدیم روم کے علاقہ صیثا میں اُس کو خوب قوت و شہرت ملی پھر قدیم سائیریا میں پھر وہاں سے امریکہ کے جزیرے میکسیکو میں پھیلا، اس کا تیسرا بانی صبراک بیس ہے یہ دو سو سال قبل مسیح ہوا، اُن کے مندر کی شکلی ایک بڑا کمرہ جس کے چار گونوں میں چھت پر چار میٹارے ہوتے ہیں وہ چنی کا بھی کام دیتے ہیں ان کے آتش کدوں کا نام آذر ہوتا ہے اور پورے معبد کا نام مندر ہوتا تھا اب ہند میں مندر ہوا۔ تاریخ میں اب تک بڑے معجزہ آتش کے سولہ عدد مشہور ہوئے و ایران میں آذر رشت و آذر گشتاب بلخ میں آذر آتین و آذر بزرین و آذر خروین و آذر قریدون بہ تینوں علاقہ طوس میں و بخارا میں آذر بردسون و آذر نہمن بختان میں و اصفہان آذر قبادان و تاجکستان آذر کھنرو و آذر بارجان فارس میں و آذر بلقان خوارزم میں و آذر آفراسیاب کارشان میں و آذر نوشیروان روم میں و آذر شاہ بوران آذر شہر قسطنطنیہ میں و آذر بوران بنت کسری بمبئی انڈیا میں مجوسی دین میں آگ کی پوجا تین وجہ سے کی جاتی ہے و آگ کا ثبات میں سب سے بڑی قوت ہے، ہر جگہ موجود ہے و یہ دوزخ کی آگ سے بچاؤ کیلئے باقی آتشیا کی اسی سے تخلیق ہے یہ مظہر خدا ہے حالانکہ یہ سب بانی غلط ہیں۔

مجوس کا مذہبی لباس و خلیجہ یہ لوگ مذہبی حکم سے داڑھی منڈاتے ہیں، مونچھیں بڑی رکھتے ہیں سر کے بال کا فون تک لمبے اور رنگے سر پہنتے ہیں، لبا گون، اور کمر پر سرخ یا پیلا پٹکا باندھتے ہیں عربی میں جس کو زنا کہا جاتا ہے پیسے رنگ کی تعلیم کرتے ہیں راز انسا ٹیکو پیڈیا، تاریخ ادیان، تفسیر روح المعانی

یہودی مذہب کا مختصر تعارف لفظ یہود، هُودُ یا فِعلِ حَادُو سے نکلا ہے، اس کا لغوی ترجمہ ہے رجوع کرنا، کوٹنا (تفسیر روح البیان) یہ بنی اسرائیل قبیلے کا مذہبی نام ہے اور لفظ بنی اسرائیل ان کا قومی آبائی نام ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل کا نام بنی اسرائیل ہے لفظ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا اپنا ذاتی نام تھا یعقوب اُن کا لقب تھا لفظ یہود افرادی جمع ہے، ایک مذکر فرد کو یہودی اور عورت کو یہودیہ کہتے ہیں مذہب کا نام بھی یہود مذہبی افراد کا نام بھی یہود، یہود اور بنی اسرائیل میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر یہودی بنی اسرائیل ہے مگر ہر بنی اسرائیل یہودی نہیں، چنانچہ ہر افغان اور خاسکر یوسف زئی پٹھان

سب بنی اسرائیل ہیں یہ قبیلہ حضرت بنیامین کی اولاد سے ہے یہود کی نسبت پدیری یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے یہودا سے یہ مذہب یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد وجود میں آیا اگرچہ اس کی ابتدائی بنیاد سامری کے پھڑے سے نمودار ہوئی تھی یہودیوں کا کفر یہ مذہب آٹھ بنیادی عقیدوں پر ہے ۱۔ اللہ تعالیٰ کو مجسم اور انسانی شکل کا جسم والا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آسمانوں زمینوں میں پھیلا ہوا ہے ۲۔ انبیاء علیہم السلام بجز موسیٰ و عزیر سب گناہگار ہیں ان کو تہمتیں لگاتے ہیں اسی وجہ سے ان کو شہید کرتے رہے بجز یہود قتل انبیاء کا کفر کسی نے نہ کیا ۳۔ تحریفِ تورات ۴۔ عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں اس کی وجہ یہ کہ آپ تیس سال بعد زید مکے گئے تھے وہ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار اور گستاخی ایذا رسانی اور قتل کے درپے ہونا، اگرچہ قتل نہ کر سکے مگر اپنے گمانِ باطل میں آج تک یہی خیال کئے ہوئے ہیں کہ ہم نے صلیب پر مار ڈالا ۵۔ انجیل کے کلام الہی ہونے کا انکار ۶۔ آقا کا منات ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار ۷۔ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کا انکار ان وجوہ سے یہ کافر ہیں۔

دین صابئی کی تقسیم و تعارف لفظ صابئی۔ صَبِيٌّ یا صَبِيٌّ سے بنا ہے اس کا لغوی ترجمہ ہے صَبِيٌّ کا معنی ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ بیٹھا۔ صَبِيٌّ کا معنی ہے اُنڈلنا، اصطلاحی ترجمہ ہے بے دین ہو جانا یہ فرقہ یہودیوں سے نکل کر ایک نئے دین کا موجد ہوا تھا اور فالوس کے بادشاہ ہانک ظہورث نے یہ دین شروع کیا، بعض نے لکھا ہے کہ اولاً یہ دین زمانہ ابراہیم میں تھا پھر یہ نابود ہو گیا۔ ظہورث نے دوبارہ شروع کیا (دَوَالِدُ الْعَلَمِ) انہوں نے ہی سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا مگر تلوار سے نہیں، بلکہ دھوکہ دے کر پانی میں گرا کر یا کڑکٹا کر پانی خفیہ چھپ کر سر پر ڈال کر، یا گرم تیل میں دھکے دے کر یا کوئی پتھر ٹھکرا کر ان کی دیکھا دیجی اصل یہودیوں نے تو بہت ہی زیادہ ظلم کیا یا اور انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا اسی لیے دو وجہ سے ان کو صابی یا صابئی کہا گیا، عربی میں ان کا یہ نام ہے صرف یہودیوں نے ان کو دریا ان کو فارسی میں تَرَسا کہا جاتا ہے۔ آج کل یہ دین پہلی شکل میں مٹ چکا ہے اب یہ لوگ دہریہ کہلاتے ہیں یعنی ہر دین کے منکر، بعض لوگوں نے کہا کہ صابی دین یہ تھا کہ ہر دین کی مفید باتیں لے لیں نرم باتیں چن لیں دنیوی اعتبار سے غیر مفید اور سخت باتیں چھوڑ دیں کچھ یہودیت کی کچھ نصاریٰ کی کچھ مشرکین کی کچھ مجوسیت کی اس طرح ہر دین والا ان کو بے دین کہتا تھا اس لیے ان کا نام صابی ہوا، صابئی دیکھ کے پانچ فرقے تھے راعراق صابی یہ علاقہ ان کا پہلا

اور مرکزی صدر مقام تھا یہ گروہ اصل ستاروں کی پوجا کرتا تھا۔ طلوع، غروب اور زوال کے وقت سورج کی پوجا، شروع رات میں چاند کی آدھی رات کو ستاروں کی ان کی طرف منہ کر کے ان کا سجدہ کھڑے کھڑے سر جھکا دیتا ہے صابئی دین کی ابتدا بھی عراق سے ہوئی ۲ دوسرا فرقہ روسی صابی صرف ستاروں کی پوجا کرتے تھے ۳ ہندوستان کے صابی ثوابت تاروں کی پوجا کرتے تھے ۴ چوتھا گروہ فرشتوں کا پجاری تھا یا تصوراتی شکل کا تخیل سامنے رکھ کر سجدہ کرتے یا خود ساختہ تصور کے بُت یا کاغذ پر توڑ بنا لیتے، فرشتوں کے فوٹو اڑتے ہوئے پروں والے بچوں کی شکل پر بناتے ۵ پانچواں فرقہ چاند سورج کے بُت یا فوٹو بنا کر پرستش کرتا تھا اب ان کے ایک فرقہ کو دہریہ کہا جاتا ہے، ان کے آٹھ بنیادی عقائد تھے ۱ کائنات کے دُو خالق ہیں ایک خالق خیر اُس کا نام یزدان ہے دوسرا خالق شر اُس کا نام اہرمن ہے ۲ عبادات کا قبلہ چاند، سورج، ستارے ۳ آسمان سے کوئی کلام نہیں اُترا اللہ سب سے بڑا خالق ہے اُس نے دو خالق پیدا کر دیے باقی مخلوق ان دُو خالق خیر و شر کی مخلوق ہے ۴ صرف تین نبی دنیا میں آئے شیت، ادریس، اور نوح، ان کے علاوہ کوئی نبی سچا نہیں (معاذ اللہ) ۵ انسانی رہنمائی کے لیے کسی نبی اور کسی کلام کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر انسان کی اپنی روح اور عقل کافی ہے دینی سعادت خود اپنی عقلی و روحانی قوت سے حاصل کرو اسی طرح دنیوی قوانین گھریلو و عدالتی، حکومتی بازاری، خود اپنی عقل سے بناؤ، سب سے پہلے اسی فرقے نے توریت اور کتب الہیہ کے ربانی قوانین کو چھوڑ کر اپنے عقلی قوانین بنائے اور عدالتوں میں جاری کئے بعد میں ان کی ہی نقل میں انگریزوں اور فرنگیوں نے اپنے یورپی علاقوں میں اپنے عقلی خود ساختہ قانون بنائے اور قانون سازی کو اسمبلی کا نام دیا۔ آج کل پاکستان میں بھی عقلی انگریزی قوانین جاری ہے خدا تعالیٰ اس شرک سے بھی مسلمانوں کو بچائے، اندازہ لگاؤ کہ جس قانون کی بڑی عدالتوں سپریم اور ہائی کورٹ کا پہلا قانون ہی عوام ناظرین کو دھوکہ دینا ہے اُس عدالت سے انصاف کی کیا امید ہو سکتی، یعنی حکم ہے کہ ہر مرج سفید رنگ کی وگ لگا کر عدالت کی کرسی پر بیٹھے تاکہ بوڑھا اور تجربہ کار جہاں ندیدہ نظر آئے یہ دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے اسلام نے اسی لیے ہر قسم کی وگ اور کالے خضاب کو حرام قرار دیا کہ یہ دھوکہ دہی ہے ۶ ستارے اُس لیے معبود ہیں کہ خالق کے مظہر ہیں ۷ کبوتر، اونٹ اور پیاز حرام ہے ۸ یزدان دن میں حکومت کرتا ہے اور اہرمن رات میں اس لیے دن

خیر سے اور رات شر ہے، صائبین کے ان عقائد کا اصل بانی ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص کلدائین نامی عراقی شہر بابل میں تھا، نمرود بھی اس کا پیروکار تھا، یہی عقائد رکھتا تھا اور بادشاہ ہو نیکی وجہ سے خود کو تعظیمی سجدہ کرتا تھا، کلدائین کا یہ دین و عقائد صرف نمرود کے زمانے تک رہے پھر عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو سال پہلے تقریباً، اُن ہی گم شدہ عقائد کو لے کر صائبی دین ابھر نمودار ہوا۔

دین نصاریٰ کا تعارف، لفظ نصاریٰ یا لفظ انصاری سے ماخوذ ہے یا ناصر ہستی سے سچے عقائد عیسوی والوں کو بھی امتی نصاریٰ کہا جاتا تھا اور بعد کے جھوٹے عقائد واسے عیسائیوں کو بھی نصاریٰ ہی کہا جاتا ہے، یا تو اس لیے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اپنے حواریوں سے پوچھا تھا کہ صَٰلِحُ الْاَنْصَارِیِّ اِلٰی اللّٰہِ یعنی اللہ کے لیے میری کون مدد کرے گا تو سب حواریوں نے عرض کیا تھا نَحْنُ الْاَنْصَارُ اللّٰہِ ہم مددگار ہیں دین الہی کے اُس دن سے اُن کا نام ہو انصاری اور دوسری نسبت شہر ناصرہ سے ہوئی جو بیت اللحم کے قریب ہے یہ سب حواری وہاں کے باشندے تھے اس لیے شروع سے ہی اُن کو نصاریٰ کہا جاتا تھا، دین مسیح رفعت آسمانی سے تین سال بعد تک بالکل درست تھا اور تعلیم عیسیٰ علیہ السلام کے مطابق رہا، پھر یہودیوں نے واقعہ صلیب کی بنا پر آئندہ عیسائی دشمنی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ایک منصوبہ بنایا اُس کے تحت ایک یہودی پولوس کو مصنوعی عیسائی بنایا گیا یہ پولوس زندگی مسیح میں عیسیٰ علیہ السلام کا سخت موزی دشمن رہا رفعت مسیح علیہ السلام کے تین سال بعد اچانک یہودی مذہب چھوڑ کر عیسائی بن گیا اور اُس نے آتے ہی اس دین کو کفر میں بدلتا شروع کر دیا، یہاں تک کہ عیسائی دینی اعتبار سے تباہ برباد ہو گئے اور پولوس کے کفر یہ جال میں پھنستے اور جو قوت بنتے چلے گئے اور آج تک بنے چلے آ رہے ہیں، پولوس نے عیسائیوں میں آٹھ کفر یہ عقائد پھیلانے اور عیسائیوں سے منوا کر ان کو کافر بنایا، اولاً یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے، دوم یہ کہ عیسیٰ دنیا میں تمام عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ بننے کے لیے زمین پر آئے تھے اس لیے وہ صلیب پر سولی پا کر مر گئے تمام عیسائیوں کے اگلے پچھلے سب گناہوں کا کفارہ بن گئے اور سب کے گناہ مٹا گئے اب کسی عیسائی کو شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ صلیب کی لکڑی تمام عیسائیوں کے لیے رحمت اور تبرک و نجات دھندہ ہے یہ وہ عبادت نعرہ تھا جس نے سب عیسائیوں کو پاگل بنا دیا

کہ جس لکڑی سے عیسائیوں کو نفرت اور دشمنی ہونا چاہیے تھی اسی کو سکار دشمن نے اپنی جان بچانے کے لیے تاقیامت دنیا بھر کے عیسائیوں سے پیار کرالیا۔ سینوں پر سجا دیا، بلکہ سجدہ کرا لیا چارم، پولوس نے کہا کہ اے عیسائیو عیسیٰ نے تم کو شریعت کی لعنت سے چھڑا لیا، گویا کہ شریعت لعنت ہے (معاذ اللہ)۔ یحییٰ مسیح الہ ہیں اور الوحیت مسیح کے اندر اس طرح موجود ہے جس طرح پھول میں خوشبو تو بہ نفوذ باللہ ششم التین ہیں۔ باپ یعنی اللہ ۲ بیٹا یعنی مسیح ۲ روح القدس یعنی جبرئیل، بعض عیسائی کہتے ہیں روح القدس سے مراد مریم ہیں۔ غرض کہ اسی کو تثلیث کا عقیدہ کہتے ہیں۔ ہفتم یہ کہ مریم رب کی بیوی ہیں، آٹھواں کفر یہ کہ تمام انبیاء گناہ گار ہیں، یہ ہیں وہ عقائد باطلہ جو پولوس نے عیسائیوں کو سکھائے منوائے۔ بعد میں ان کفریات کو بچانے کے لیے عیسائیوں نے خود بھی کچھ ناجائز عقائد بنائے۔ مثلاً یہ کہ پادری دنیا میں گناہ بخش سکتا ہے ۲ اور مسیح آخرت میں ۲ پادری میں مسیحیت ہے اور مسیح میں الوحیت ہے ۲ نی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار ۲ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کا انکار ۲ انجیل کی تحریف اور اپنی مرضی کی انجیل بنا ڈالی جس میں پولوس کے یہ تمام کفریات شامل کر لیے گئے ۲ ان مصنوعی اور بنا ڈٹی انجیلوں میں انبیاء کی گستاخیاں اور ان پر گندی لہمنیں اور دیگر اولانہ افادات فحاشی کے قصے اس لیے ارشاد فرمایا گیا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ہر عمل و عقیدے کا مشاہدہ فرمانے والا ہے، شہید و علیم و خیر کا فرق یہ کہ امور ظاہر کو جانتے دیکھنے والا شہید ہے۔ علوم تامہ مطلقہ کلیہ کو جانتے والا علیم ہے اور امور غیبیہ اشیاء باطنہ کو جانتے والا خیر ہے۔ یہ کفار خمسہ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں نعمتیں استعمال کر کے بھی اس کو ایک سجدہ کرتا بھی گراں سمجھتے ہیں اور ہزار قسم کے شرک شامل کر رہے ہیں کبھی صنمیت کا کہیں انیت کا کہیں الوحیت کا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص کے سجدوں کے متکرب نہ پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے ٹوٹے پھوٹے گندے ملاوٹی سجدوں کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نہایت عمدہ خالص سجدہ کرنے والے تو کائنات میں بیشمار ہیں جن کو یہ کوئی شمار ہی نہیں کر سکتے، اے عالمین اَرْض وَ سَمَوَاتِ کے مشاہدہ فرمانے والے محبوب نبی، اَلَيْسَ تَرٰی اَنَّ اللّٰهَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ كَمَا مَنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ وَكَثِيرٌ حَتٰی عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُعِزِّ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

کیا تم نے اپنی نظر جسمانی وقت عرفانی سے تلم کائنات میں نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ ذات کبریائی والا کہ سجدہ عبادت کرتا ہے اُس کو ہر وہ بندہ جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ سمجھدار جو زمین میں ہے یہ کفار جس چاند، سورج ستاروں، پہاڑوں، درختوں، جانوروں کو معبود سمجھ بیٹھے ہیں وہ سب قہر وقت اُسی خالق تعالیٰ کو عبادت و عجز کے سجدے کر رہے ہیں اس طرح کہ ہر منزل پر سورج، ہر تاریخ پر چاند، ہر مدار پر ستارے ہر حرکت پر پہاڑ، ہر اتار چڑھاؤ پر چھوٹا بڑا درخت، ہر صبح شام تمام درندے چرندے پرندے کبڑے کوڑے جانور اپنے اپنے طریقوں سے باطنی عجز کا اور ظاہری جسم کا سجدہ اُسی ذات الہی کے لیے کر رہے ہیں، اور کچھ انسان بھی تعلیم نبوت سے اللہ تعالیٰ کو سجدے کر رہے ہیں، اور کچھ منحوس بندے چنات اور انسانوں میں سے وہ بھی ہیں جن پر تقدیر ازل کے فیصلہ الہیہ میں عذاب دائمی لازم و لاحق ثابت و قائم ہو چکا ہے وہ سجدہ ظاہری جسمانی اور عبادت الہی کے منکر ہیں، یہ ان کی مغرورانہ متکبرانہ بدنہی ہے اس بنا پر فیصلہ عذاب کو نہ کوئی ٹال سکتا ہے نہ ذلت عذاب کو بدل کر عزت اخروی دے سکتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ يُخَيِّبُ اللَّهُ ۝۱۰۱ اور اللہ جس ظالم کافر کو ذلیل کرے تو پورے جہان میں کوئی بھی اُس کو عزت و کرامت دینے والا نہیں ہے سب عزتیں تو اُسی کی بارگاہ سے ملتی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ کرتا ہے سجدے دو قسم کے ہیں ایک جسمانی ظاہری دوم باطنی کیفیتیں یہاں دونوں قسم کے سجدے مراد ہیں یعنی تمام مخلوق آسمانی اور زمینی، عقلی غیر عقلی سجدہ ظاہری بھی، سجدہ باطنی بھی، خوشی اور رضا کا سجدہ بھی اپنے جسموں، سروں کو جھکا کر زمین سے لگا کر رب تعالیٰ ہی کو کرتی ہے اور عاجزانہ حالت محتاجانہ کیفیت مجبوری و مقہوری کا باطنی سجدہ بھی اُسی رتبہ قدیم و قدیر کو کرتی ہے اُس کے حضور کسی کی کوئی اکڑو نامرمانی نہیں چلتی سب عاجز و لاغر ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادے کے سامنے سب مخلوق کا عاجز رہ جانا لاغر ہو جانا چاہتے ہوں یا ناچاہتے ہوں سر تسلیم خم ہو جانا یہی باطنی کیفیت کا سجدہ ہے اس سجدے میں ہر شخص مومن ہو یا کافر جن ہو یا فرشتہ نباتات ہو یا جمادات ستارے ہوں یا سیارے، طوفا ہوں یا گرجا ہر وقت اُس کی بارگاہ صمدیت میں سجدہ ریزی میں کسی کی کوئی مرضی نہیں چل سکتی کسی کو کچھ دم مارنے کی مجال نہیں موت و حیات، قوت و کمزوری، بیماری و تندرستی، امیری و غربتی، خوبصورتی و بدصورتی، صغیری و کبریٰ نڈر و توت ہونے میں سب مخلوق بے بس ہے اپنی مرضی سے کوئی شخص نہیں

اپنے اندر تبدیلی نہیں کر سکتا جس کے ساتھ جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سلوک فرماتا ہے مگر کچھ لوگ ظاہری جسمانی سجدے کے منکر و کافر ہو جاتے ہیں، اس کفر و انکار کی وجہ سے ان پر عذاب ابدی حق ہو گیا اور وہ عذاب کے مستحق ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اپنے انبیاء علیہم السلام کے لیے ایک خصوصی شان قائم فرمائی انبیاء کرام علیہم السلام کے سجدے ظاہری جسمانی اتنے مقبول و پسندیدہ بارگاہ ہوئے کہ سجدے باطنی سے ممتاز و متشتمل کر دئے گئے کہ جن مذکورہ کیفیات و حالات میں دیگر تمام آسمانی زمینی مخلوق بے بس و مجبور ہے۔ انبیاء علیہم السلام ان میں بھی مختار بنا دئے گئے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ خیال رہے کہ اس آیت میں چھ چیزیں وضاحت سے بیان کی گئیں مَلَا لَمْ تَكُنْ مَلَا يَسْجُدُ لَكَ مَن فِي السَّمَوَاتِ مَلَا مَن فِي الْأَرْضِ مَلَا كَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ مَلَا مَن يُهِنُ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ مَلَا إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ بعض نے لکھا کہ اَلَمْ تَرَىٰ اَلَمْ تَعْلَمُ ہے، مگر یہ قطعاً غلط اور متشابہ آیت کے خلاف ہے اَلَمْ تَرَىٰ اپنے اصلی ہی معنی میں ہے اور جسمانی آنکھ سے دیکھنا ہی مراد ہے خطاب آقاؤ کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے بلا وجہ معنی تبدیل کرنا جائز نہیں بلکہ گناہ ہے نبی علیہ السلام کی آنکھ وہ کچھ دیکھ جاتی ہے جو کسی دوسرے کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی، بلکہ احادیث مشہورہ صحیح سے توثیق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر قوت ہی بے مثل ہے ذرا غور کرو کہ جس کی انگلی چاند چرائے، جس کا امر سورج لوٹائے، جس کا ہاتھ بارش برسائے، جس کا اشارہ درخت بلائے اور وہ درخت دوڑا چلا آئے اس کی آنکھ مخلوق کی عبادت اور سجدے بھلا کیوں نہ دیکھ سکے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ معائنہ اور سماعت تو بے مثل ہے ہی آپ کے تو صحابہ بھی کھانے کی بیج سن کر پہچان لیا کرتے تھے۔ حدیث پاک میں ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایک روز آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک راہ سے گزرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں ایک پتھر ہوتا تھا جب بچپن میں ہم یہاں سے گزرتے تھے تو وہ ہم کو سلام کیا کرتا تھا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پتھر کی وہ آواز سنتے بھی تھے سمجھتے بھی تھے، لہذا ماننا پڑے گا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قوت نظر اور سمع آج بھی دن رات تمام مخلوق شجرات، حجرات، حیوانات، ارضیات و السموات کے سجدے دیکھتے جانتے پہچانتے ہیں کہ کونسی چیز کس طرح سجدہ کرتی ہے کب کرتی ہے، مگر ہماری آنکھ نہ دیکھ سکے نہ سمجھ سکے، ہماری اس کمزوری کا ذکر سورۃ

اسری کی آیت میں اس طرح ارشاد ہے، وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ۔ یعنی ہر چیز ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے مگر اسے لوگوں تم اس کو سمجھ نہیں سکتے بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ تیز ہواؤں سے پہاڑوں صحراؤں علاقوں کی مخلوق میں جو گونج کی آواز پیدا ہوتی ہے وہ اُن پہاڑوں چٹانوں علاقوں کی تسبیح خوانی ہی ہے، صوفیا کی اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا نہ اُس کو ہوا کی آواز کہا جاسکتا ہے کیونکہ ہوا کی اپنی کوئی آواز نہیں ہوتی، ہوا تو صرف آواز کا ذریعہ سبب ہے۔ یہ سیٹی، باجے، ڈھول، ستار کے تاروں کی آواز بلکہ خود ہماری ہر آواز ہوا کی وجہ سے ہے اگر کسی کے گلے میں کبھی ہوا نہ جاسکے گلا پھول جائے رگیں سوج جائیں گزر گارہ ہوا بند ہو جائے جس کو گلا بیٹھنا کہا جاتا ہے تو بندہ کتنا ہی زور لگائے آواز نہیں نکلتی، بہر کیف صرف انبیاء علیہم السلام ہی جانتے سمجھتے ہیں کہ مخلوق کے سجود و تسبیح کیا ہیں، کیسے ہیں، کب ہوتے ہیں۔ تسبیح کے معنی اور حقیقت میں بھی بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ تباتات جمادات، حیوانات کا سجدہ ظاہری حقیقی نہیں زمین پر جھکنے اور پیشانی رکھنے والا، بلکہ مجازی سجدہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے عاجز و بیچارے ہیں اس کو باطنی سجدہ کہا جاتا ہے، میں کہتا ہوں یہ قول بھی غلط ہے۔ بلکہ آیت میں دونوں قسم کے سجدے مراد ہیں حقیقی ظاہری بھی، مجازی باطنی بھی اور ہر مخلوق سب تعالیٰ کو جسم کا حقیقی سجدہ کرتی ہے لیکن صرف انبیاء علیہم السلام کی آنکھ ان کو دیکھ سکتی ہے عقل جاتی ہے اور ان کی قوت قلب ہی پہنچاتی ہے۔ صرف انبیاء علیہم السلام ہی کو پہچان ہے کہ کس مخلوق کی کیا پیشانی ہے اور کس طرح کب عبادت میں جھکتی ہے، کچھ بزرگوں نے فرمایا کہ زمینوں کے زلزلے پہاڑوں کا لڑہ چٹانوں کا گرنا اُن کا سجدہ ہے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق کوہ اُمد پر چل رہے تھے تو پہاڑ ہلنے لگا یہ ہلنا اس کا سجدہ شکر الہی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پر پاؤں مارا تو وہ ٹھہر گیا، شاید ٹھوکر سے یہ سمجھایا ہو کہ ابھی رُک جا ابھی تیرے سجدے کا وقت نہیں آیا، روایتوں میں ہے کہ ہر دن ایک پہاڑ دوسرے سے پوچھتا ہے کہ کیا آج تجھ پر کوئی نذر الہی گزرا جب وہ جواباً ہاں کہتا ہے تو پوچھنے والا پہاڑ اس کو مبارک دیتا ہے، مولانا رومی فرماتے ہیں دنیا کی ہر چیز بولتی ہے، خواجہ اجمیری وطن سے اجمیر جاتے ہوئے دریائے راوی کا جواب سنکر ہی دانا صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر چٹہ کش ہوئے تھے آپ نے

راوی پر سے گزرتے ہوئے پوچھا کہ اے دریا کبھی تجھ پر سے کوئی مرد خدا بھی گزرا، ویسے جواب
 آیا، ڈھائی مرد، ایک جیلانی، ایک مجبوری، آدھا اجمیری سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، یہاں سجدہ
 کرتے والوں میں دس چیزوں کا ذکر ہوا۔ ۱۔ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ یعنی ملائکہ، حور و غلمان ۲۔ مَنْ
 فِي الْأَرْضِ یعنی جنات و انسان ۳۔ سورج ۴۔ چاند ۵۔ ستارے ۶۔ تمام پہاڑ ۷۔ تمام درخت
 ۸۔ تمام جانور ۹۔ وَ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ صرف مومن مسلمان انسان ۱۰۔ وَ كَثِيرٌ مِّنْ خَلْقٍ عَلَيْهِ
 الْعَذَابُ۔ یعنی کافر جنات انسان، پہلی نو چیزیں تو حقیقی ظاہری جسمانی اور مجازی کیفیاتی
 عادت و عبادت دونوں قسم کے سجدے کرتے ہیں مگر آخری دسویں مخلوق حق علیہ العذاب
 صرف باطنی سجدہ دلت ہے بسی عاجزی مجبوری کا جھکنا سر تسلیم خم کرنا تو کرتے ہیں مگر حقیقی ظاہری
 جسمانی عبادت کے سجدے کے منکران کو یہی بتانے کے لیے پہلی نو چیزوں کے سجدوں کا ذکر
 ہوا کہ اے بد بختو تم جن کو سجدہ کرتے ہو وہ تو خود ہمارے بندہ بن کر سب کو سجدہ کرتے
 ۱۱۔ وَاَعْدَاءُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ عَرَبُ الْقِبْلَةِ میں راہی اُنہی کے مجوسی ملائکہ کے پجاری تھے ۱۲۔
 نَبِيُّ اشْعَرِ جَنَاتٍ کی ۱۳۔ عیسائی عیسیٰ کی ۱۴۔ ابن اللہ مان کر ۱۵۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ
 مان کر رہا۔ ۱۶۔ بنی جبر، سورج کو سجدہ کرتے ۱۷۔ بنی کنانہ چاند کی پوجا ۱۸۔ بنی تبیم کا صابئی فرقہ ستاروں
 کی ۱۹۔ بنی ملی، ثریا و عطارد ستاروں کی ۲۰۔ بنی اُسد، مشتری مریخ سیاروں کی ۲۱۔ بنی غطفان
 عزیٰ ثؤنث بُت اور سمرہ درخت کی ۲۲۔ بنی ربیعہ شیر سانپ اور درندوں کی مورتیاں بنا کر
 ۲۳۔ مصر کے یہودی گائے کی ۲۴۔ اکثر عرب پہاڑوں کی اور پہاڑوں کے پتھروں سے بُت تراش
 کر ۲۵۔ لیکن ہندوستان کے ہندوان تمام کفریات کا مجموعہ ہیں پہاڑوں میں کوہ ہمالیہ کی
 پانیوں میں گنگا جمتا کی بادلوں میں کالی گھٹا اور کڑکٹی بجلی کی، رنگین دھنک کی پوجا
 کرتے ہیں۔ زمین کو دھرتی مانا کہہ کر، درختوں میں پیل، اہلی، رتلی کی، (از مذاہب عالم
 جلد سوم تاریخ و تفسیر روح المعانی) یہاں دو جگہ فرمایا گیا۔ کثیر، اس کی ترکیب نحوی
 میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان دونوں کا تعلق کثیر سے ہے یعنی انسانوں میں کچھ
 ساجدین ہیں کچھ منکرین۔ بعض نے کہا یہ علیحدہ جملہ اسمیہ مبتدأ ہے اس کی خبر لوشیدہ
 ہے اصل عبارت ہے وَ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ مُشَاقُّنَ وَ كَثِيرٌ مِّنْ خَلْقٍ عَلَيْهِ الْعَذَابُ
 یعنی ساجدین کو ثواب دیا جائے گا منکرین پر عذاب لازم ہو گیا۔ یہ دونوں کثیر، اکثر اضافی
 کے لیے نہیں یعنی مقابلہ تعداد کے لیے نہیں کہ فلاں سے زیادہ بلکہ کثرت حقیقی کے لیے

ہیں یعنی کچھ لوگ ایسے اور کچھ ایسے جن پر عذاب واجب، اردو محاورے میں کچھ کی جگہ بہت بھی بول دیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے بہت آگے بہت پلے گئے یعنی کچھ آگے کچھ چلے گئے اضافی کثرت کا ترجمہ ہوتا ہے زیادہ، لفظ کثیر لفظاً واحد ہے معنی جمع و صرت کا اعتبار کرتے ہوئے علیہ واحد کی ضمیر لائی گئی عاۓہم نہ فرمایا گیا۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ، تمام کفر و کفریات فائدے جس عقائد کے اعتبار سے ایک درجہ کے کفر ہیں اس لیے حدیث پاک میں فرمایا گیا اَلْکُفْرُ مِثْلٌ وَاحِدٌ مِّنْ نَّارٍ مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ مَنُكَّرٌ لُّغَوًى اَعْتَبَارُ سے مختلف سب کفار آخرت کو مانتے ہیں مگر قیامت کے منکر یہود و نصاریٰ کی آخرت یہ ہے کہ میدانِ محشر ہونگا مگر حساب و کتاب کوئی نہیں دینی سیدھے دوزخ میں جتنی سیدھے جنت میں محسوس کی آخرت تیر میں اچھے لوگ یعنی اللہ کے عقیدے میں آتش پرست کو قبر میں آگ نہ جلائیگی دوسروں کو جلا دے گی صابئین کی آخرت مرنے کے بعد شروع اچھوں کو فرشتہ یا ستارہ بنا دیا جاتا ہے بروں کو کیڑا مکوڑا یا بھوت پریت ہندوؤں کی آخرت دوسرا جہنم آواگون، وغیرہ کوئی عداوت کا کافر جیسے یہودی انبیاء کی دشمنی ہیں کوئی عقیدت کا کافر جیسے نصاریٰ عقیدت مسیح میں ابن اللہ بنا بیٹھے اور کافر ہوئے۔ کوئی حماقت کا کافر کسی نے غیر اللہ کو معبود سمجھ کر فقط عزت کی اور کسی نے سجدہ بھی کیا، یہ فائدہ وَالَّذِينَ هَادُوا (الحج) کے بعد وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا علیحدہ فرمانے سے حاصل کہ اگرچہ یہودی عیسائی مجوسی صابی سب ہی مشرک ہیں مگر ظاہر ظہور مشرک جو صاف طور سے غیر اللہ کو معبود بناتے ہیں وہ صرف بت پرست ہیں، باقی دیگر یہودی عیسائی ابن اللہ کہہ کر مجوسی منظر کہہ کر۔ صابی صرف خالق مان کر مشرک بنے مگر بت پرست اپنے بتوں کو برابر کا الہ مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوڑ کر دڑ شکر ہے کہ ہم کو اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت بنا کر ہر طرح کے شرک سے محفوظ رکھ لیا یا اللہ یہ نعمت باقی رکھنا، دوسرا فائدہ، اصل دین الہی انبیاء علیہم السلام کو ماننا ہے، اصطلاح شریعت میں صرف وہی مومن ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام پرستیا اور صحیح ایمان لائین نبوت کو ماننا ہی پورا دین ربانی ہے اس لیے کہ جب کہا بنی اللہ رسول اللہ تو اس میں توحید، قیامت ملائکہ جنت، دوزخ سب پر ایمان شامل ہو گیا ایمان نبوت تمام ایمانیات پر محیط ہے۔ بخلاف توحید کے کہ اللہ کو صرف واحد مان لینا تمام ایمانیات پر محیط نہیں دینا میں بہت سی ایسی کافر قسمیں تو ہیں جو توحید کو مانتی ہیں مثلاً آریہ ہندو

اور سیکھ اس کے باوجود یہ لوگ کافر ہیں عند اللہ شرعاً مومن نہیں، لیکن کوئی ایسی کافر قوم نہیں جو نبوت تامہ اور تمام انبیاء کو مان کر بھی عند اللہ کافر ہو، یہ فائدہ اٹا لیں اَمَنُوا۔ فرما کے بعد اَلَّذِينَ هَادُوا راہ فرماتے سے حاصل ہوا کہ اگرچہ یہودی عیسائی، اللہ تعالیٰ کو اور آخرت جنت دوزخ فرشتوں کو مانتے ہیں مگر چند انبیاء علیہم السلام کو نہ مانتے کی وجہ سے ان کو مومن نہ فرمایا گیا اَمَنُوا سے علیحدہ ان کا ذکر و شمار فرمایا گیا، تیسرا فائدہ جہنم سے مکمل طور پر وہی بچ سکتا ہے جو مومن بھی ہو اور نیک متقی عابد ساجد عامل کامل بھی ہو، صرف مومن مسلمان ہو جانا، اعمال صالحہ، عبادت صلوة و صوم نہ کرنا نہ محبوبیت دلا سکتا ہے نہ عذاب جہنم سے بچا سکتا ہے یہ فائدہ و کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فرمانے سے حاصل ہوا، کیونکہ اَلَّذِينَ اَمَنُوا میں فاسق لوگ بھی شامل تھے اس لیے کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ میں ساجدین عابدین کا ذکر فرما کر فاسقوں کو علیحدہ کر دیا گیا، اور اس قسم کے بے عمل بدکردار پر بھی عذاب ہوگا اگرچہ عتائباً ہو نہ کہ نرّاً کافر و فاسق کے عذاب میں یہ بھی ایک فرقہ ہے خیال رہے کہ کافر و فاسق کی جہنم میں چار طرح فرقہ کا فرقہ ابتدائی فاسق کی عاقبتی فاسق کا کافر کا عذاب الیم ہے فاسق کا عذاب اُس کی صفائی کا کافر کا عذاب نرّاً ہے فاسق کا عذاب عتائب ہے کافر جہنم کا اندھن ہیں فاسق جہنم کا

اَحْکَامُ الْقُرْآنِ | ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ، دنیا و آخرت کی اصل و دائمی عزت و تکریم عبادت سے ہے نہ کہ دنیوی دولت اور شان و شوکت سرداری سے، لہذا مومن کتنا ہی غریب ہو بجا رہا کمزور پھر بھی عزت والا ہے قیمتی ہے، کافر کتنا ہی دولت مند یا سرداری والا ہوا صلاً ذلیل ہے، یہ مسئلہ مَن یُحِبِّنَ اللہُ راہ فرمانے سے مستنبط ہوا، دیکھو اولیاء اللہ جھونپڑوں میں رہتے چٹائیوں پر بیٹھتے ہیں پھر بھی بڑے بڑے اُمراء و زرا مسلم غیر مسلم اُن کے در کے بھکاری بنے پھرتے ہیں، دوسرا مسئلہ اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مردوں کو نکاح جائز ہے۔ اگرچہ موجودہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کفر بھی ہے اثنیت کا شرک بھی مگر چونکہ غیر اللہ کی کوئی ظاہری پرستش اور سجدہ ریزی ان میں نہیں ہے نہ آتش پرستی نہ ستارہ نہ بت پرستی، اس لیے دیگر مشرکین سے ان کا حکم جداگانہ ہے، دیگر کسی کافر عورت سے مسلمان مرد کا نکاح شرعاً جائز نہیں یہ مسئلہ حَادُّوْا، اور نصاریٰ فرمانے سے مستنبط۔ یعنی ان کو مشرکین میں شامل نہ کیا گیا نہ کوئی دوسرا کفر یہ نام دیا گیا ان کے وہی سابقہ صحیح ایمانی وقتوں و اسے نام ہی باقی رکھے گئے یہی ائمہ اربعہ کا متفقہ مسلک ہے، یہود و نصاریٰ کو ابن اللہ کے باطل عقیدے کے باوجود

شرکین سے علیحدہ ذکر کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ ان کا ذبیحہ جو یہ اللہ کا نام لے کر ذبح کریں جائز ہے، ہاں البتہ آج کل جو یہود و نصاریٰ دہریہ اور لادین ہو کر اپنے دین سے بھی برگشتہ ہو چکے ہیں خنزیر خود اور شرابی جواری بن گئے ہیں ان کا اہم کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں نہ ان کا ذبیحہ جائز لیکن دیگر شرکین صابئی، مجوسی بُت پرست کا ذبیحہ و مناکحت بالکل حرام ہے اگرچہ مسلمانوں کی تکبیر پڑھ کر ذبح کریں۔ تیسرا مسئلہ سجدہ تلاوت ہر مسلمان پر واجب ہے آیت سجدہ تلاوت کرتے والے پر بھی سننے والے پر بھی اگرچہ اس کا معنی کوئی بھی نہ سمجھتا ہو۔ یہ مسئلہ کثیر الثبوت الثانی فرما کر مساجدین کی عظمت و ثواب ظاہر فرماتے، اور سجدہ نہ کرنے والے کثیر پر عذاب لازم و واجب فرماتے سے مستنبط ہوا یعنی اگر مسلمان سجدہ تلاوت نہ کریں معمولی سمجھ کر چھوڑ دیں تو حَقَّ عَلَیْہِ الْعَذَابُ میں شامل۔ اگرچہ یہ دوم عذاب فسق کی وجہ سے عارضی ہو، یہ امام اعظم کا مسلک ہے جو اس آیت سے مستنبط ہوا، مگر امام شافعی و امام حنبل سجدہ تلاوت کو سنت کہتے ہیں ان کا مسلک کمزور ہے، تفسیر خازن اور مظہری میں اسی آیت کے تحت ہے کہ مذہب اہل سنت و ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کو جماعی سجدہ و زبانی تسبیح کہتی ہے، موجودہ زمانے میں لاؤڈ سپیکر، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کیسٹ پر آیت سجدہ سن کر سجدہ تلاوت واجب ہونے میں موجود حنفی فقہاء اُمت کے مندرجہ ذیل اقوال ہیں نہ اکثریت و اکابر فقہاء فرماتے ہیں کہ جب تک خود انسانی آواز سنانے سے کسی بھی مشینی آواز سے سجدہ واجب نہیں ہوتا لہذا ان کے قول میں دور سے لاؤڈ سپیکر اور ریڈیو کی آواز سن کر سجدہ واجب نہیں ہے بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ جس تلاوت میں پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہو رہا ہے اس تلاوت کو سن کر ہر سننے والے مسلمان پر بھی سجدہ واجب ہے خواہ ہزاروں میل دور سے سنے یا نزدیک سے لہذا لاؤڈ سپیکر، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اگر کوئی قاری بیٹھا تلاوت کر رہا ہے تو ہر مسلمان سننے والے پر سجدہ واجب کیونکہ خود قاری پر بھی اسی وقت سجدہ واجب ہو رہا ہے۔ لیکن اگر لاؤڈ سپیکر یا ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ یا تواریکارڈ یا ریڈیو کیسٹ سے آیت سجدہ کی تلاوت سنتی تو سجدہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس وقت آواز والے پر بھی واجب نہیں ہو رہا، دونوں اقوال کا موقف یہ کہ پہلے قول میں وجوب وغیرہ وجوب کا اعتبار انسانی و مشینی آواز سے ہے، دوسرے قول میں سننے والے پر وجوب آواز والے پر وجوب سے ہے ہر قسم کی کیسٹ ریکارڈ، ٹوا، ریڈیو، کی آواز

پر کسی کے قول میں سجدہ واجب نہیں یہ متفق علیہ مسئلہ ہے مگر اگر کافر آدمی آیت سجدہ تلاوت کرے تو قریب بیٹھے سننے والے پر پہلے قول میں سجدہ واجب ہے کیونکہ انسانی آواز سن رہا ہے۔ نہ کہ میٹھی اور دوسرے قول میں سننے والے پر سجدہ واجب نہیں کیونکہ آواز والے پر بوجہ کفر واجب نہیں ہو رہا وہ طوطا مینا، یا گونج کی آواز سے سننے والے مسلمان پر سجدہ واجب نہیں اس میں بھی سب کا اتفاق ہے مگر اگر بے غسل جنبی پلید مسلمان یا مائضہ نافسہ عورت سجدہ آیت تلاوت کرے تو اگرچہ یہ کام ناجائز ہے مگر دونوں پر سجدہ واجب یعنی پڑھنے والوں پر بھی سننے والوں پر بھی پلید شخص پاک ہو کر سجدہ کرے عورت بھی جب بھی پاک ہو پاک مسلمان تلاوت کرے پلید آدمی مرد یا عورت سننے سجدہ واجب متفق علیہ مگر نابالغ مسلمان مرد و عورت پڑھنے والا سننے والا کسی پر واجب نہیں، متفق علیہ مگر نابالغ تلاوت کرے یا بالغ سننے پہلے قول میں سننے والے پر واجب ہے کیونکہ انسانی آواز ہے دوسرے قول میں سننے والے پر واجب نہیں کیونکہ قاری پر واجب نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ متفق علیہ اقوال پر تو اسی طرح عمل کرے جس پر موجودہ فقہاء کا اتفاق ہے مگر اختلافی مسلک میں احتیاطاً سجدہ تلاوت کرے
وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُۥ اَعْلَمُ بِالْقَوَابِ۔

اعتراضات | یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض، اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا **وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَیْنَ وَالْمَسَیْئِنَ** اور سورۃ مائدہ آیت ۶۹ میں بھی اس ترتیب سے **وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَیْنَ وَالْمَسَیْئِنَ** ہے، یعنی ترتیب ذکر میں پہلے یہودیوں کا ذکر پھر صابئی پھر نصاریٰ کا مگر سورۃ بقرہ آیت ۶۲ میں فرمایا گیا **وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَیْنَ وَالْمَسَیْئِنَ** پہلے یہود پھر نصاریٰ پھر صابئین کا ذکر یہاں ترتیب کیوں بدلا گئی؟ جواب۔ اس کی وجہ یہ کہ ان تینوں آیتوں میں تین نوعیتوں کی طرف اشارہ ہے، سورۃ بقرہ کی ترتیب اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے لحاظ سے ہے، یہودی و نصاریٰ اہل کتاب ہیں، صابئین غیر اہل کتاب ہیں، سورۃ مائدہ میں یہ اشارہ ہے کہ صابئی فرقہ یہود میں سے نکلا ہے نہ کہ نصاریٰ میں سے کہ **وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَیْنَ**۔ یعنی وہ لوگ جو یہودی ہیں اور جو ان میں سے نکلے والے مگر یہاں سورۃ حج کی اس آیت میں ان تینوں فرقوں کی زمانی ترتیب بتائی گئی کہ پہلا زمانہ یہودیوں کا پھر صابئی فرقہ پیدا ہوا، پھر نصاریٰ فرقے نے جنم لیا دوسرا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا۔ **مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ**۔ پھر بعد

ہیں فرمایا گیا وَ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ بِعَنِي جُوزِينَ ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں، اور
کچھ ان بھی سجدہ کرتے ہیں، جب کہ مَن فِي الْأَرْضِ ہیں ہی انسان شامل تھے تو پھر علیحدہ کیوں
ذکر فرمایا گیا؟ جواب۔ اس کی وجہ یہ کہ آسمانوں میں مَن ملائکہ ہیں، اور زمین میں مَن انسان ہیں جب
مَن فِي السَّمَوَاتِ فرمایا گیا تو یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ تمام ملائکہ ساجدین عبادت ہیں، اس اعتبار
سے مَن فِي الْأَرْضِ میں بھی یہ وہم ہو سکتا تھا کہ ان بھی سب ہی ساجدین عبادت ہیں اس
وہم کو ختم کرنے کے لیے كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فرمایا گیا کہ ان سب ساجدین عبادت ہیں بلکہ کچھ انسان
ساجدین عبادت ہیں جو ثواب کے مستحق اور کچھ منکرین عبادت حَقِّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ جو عذاب
کے مستحق ہوئے، تیسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ فرمایا گیا وَ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ بِعَنِي جُوزِينَ۔ یعنی مَن
فِي الْأَرْضِ۔ کچھ انسان سجدہ کرتے ہیں اور کچھ انسان منکر ہو کر مستحق عذاب، حالانکہ زمین میں جنات
بھی ہیں اور اُن کی بھی یہی دو قسمیں ہیں کہ کچھ جنات نیک مومن اور کچھ جنات کافر اور مَن فِي
الْأَرْضِ میں شامل ذَوِی الْعُقُولِ ان کا ذکر کیوں نہ فرمایا گیا۔ جواب۔ اس کی وجہ یہی کہ
كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ کے الفاظ پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے لیکن اس کا وجوب موقوف اُن
پر ہے صرف ان انسان مسلمان بالغ عاقل ہی سجدہ تلاوت کا مکلف ہے، جنات اور فرشتے سجدہ
تلاوت کے مکلف نہیں جنات اور ملائکہ صرف سجدہ عبادت و نماز کے مکلف ہیں اس لیے
یہاں سجدہ تلاوت کے وجوب سے اُن کو علیحدہ کرتے کے لیے اور یہ مسئلہ شریعت ظاہر فرمانے
کے لیے كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فرمایا گیا۔ دوسری وجہ یہ کہ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ کا ذکر خصوصیت
کے ساتھ علیحدہ اس لیے فرمایا گیا کہ سجدہ اپنی وجودیت کے اعتبار سے دو قسم کا ہے ایک
نظر آنے والا اور ایک نظر نہ آنے والا جنات کا سجدہ کسی کو نظر نہیں آتا اس لیے وہ
مَن فِي الْأَرْضِ میں شجرات و حجرات کے ساتھ شامل و مذکور ہو گئے۔ انسان کا سجدہ
سب کو نظر آتا ہے اس لیے صرف ان کا ذکر علیحدہ ہوا جنات کا سجدہ شجر و حجر کے مثل
و مشابہ ہے یا اعتبار رویت کے بدیں وجہ ان کو علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، جو تھا
اعتراض۔ یہاں متفق اہل ایمان کے لیے بھی کثیر فرمایا گیا کہ وہ بہت ہیں، اور کفار منکرین
کے لیے بھی فرمایا گیا کہ وہ بہت ہیں۔ یعنی ثواب والے بھی کثیر اور عذاب والے بھی کثیر اس
سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں کافرین مومنین کی تعداد برابر ہے۔ حالانکہ اس سے پہلی آیت
میں کفار کے پانچ گروہ اور مومنین کی فقط ایک جماعت مذکور ہوئی، جب کہ مومنین میں

سے فاسقین بھی ساجدین عبادت نہیں وہ نکل جائیں تو ساجدین اور بھی کم ہو گئے، فاسقین نے کبھی سمجھ کیا ہی نہیں صرف ایمان ہی لے کر دنیا سے چلے گئے اور ظاہر بات ہے کہ پانچ گروہ کی تعداد ایک گروہ سے زیادہ ہے یعنی دنیا کے اندر ہر دور میں کفار زیادہ ہی رہے اور مومنین کی تعداد کم ہی رہی، سورۃ سبا کی آیت ۱۷ سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: **وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ**۔ میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔ نیز تاریخ عالم کی مردم شماری سے بھی پتہ لگایا کہ دنیا بھر میں تمام قیم کے غیر مسلم مسلمانوں سے تعداد میں بارہ گنا زیادہ ہیں، ایک حدیث مقدس ہے کہ جہنم کا علاقہ جنت سے سات گنا بڑا ہے کیونکہ جہنمی زیادہ ہیں، تو پھر یہاں دونوں کے لیے ایک جیسا لفظ کثیر کیوں ارشاد ہوا۔ جواب اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو ہم نے تفسیر علما نہ میں واضح کیا کہ یہاں لفظ کثیر اضافی اور تعدادی کثرت کے لیے نہیں بلکہ حقیقی کثرت کے لیے ہے اردو میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے کچھ یا چند اور اس کا ترجمہ بہت بھی کر دیا جاتا ہے یعنی ایک دو سے زیادہ لفظ بہت اور لفظ کچھ ہم معنی ہے تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ دنیا میں کچھ انسان مومن متقی عابدین ساجدین بن کر ثواب والے ہیں اور کچھ کافرین منکرین سجدہ ہو کر عذاب والے ہیں، کون زیادہ کون تھوڑے اس کا کوئی بیان تعداد نہیں ہے، اس وضاحت سے تو یہ اعتراض ہی ختم ہو گیا، مگر بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ عبادت کرنے والے انسان تعداد میں بھی تمام دنیا کے کفار سے زائد ہیں اس لیے کہ انسانوں میں جنتی حورو غلمان بھی شامل ہیں جن کی تعداد تمام زمینی اچھے برے انسانوں سے ستر گنا زائد ہے حورو غلمان ان ہی ہیں اگرچہ آدمی یعنی اولاد آدم نہیں، اسی انسانیت کی وجہ سے ہی انکا نکاح مسلمان جنتوں سے ہوگا ورنہ غیر جنس جانا و جنت وغیرہ سے انسان کا نکاح جائز نہیں نہ ہی ممکن ہے، حوری اور غلمان تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ ایک ایک مسلمان مرد کو ستر حوری بیویاں اور ستر ہی غلمان خدمت کے لیے ملیں گے، گویا کہ کفار زمینی اعتبار سے زیادہ ہیں، اور مسلمان ساجدین آسمانی اعتبار سے کثرت میں ہیں۔ اور **وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ** کا معنی یہ ہے کہ شاکرین کا بھی شکر بحساب نعمتوں کے کم ہے۔ اور جہنم کا علاقہ اگرچہ بڑا ہے مگر تعداد اہل جنت کی زیادہ ہے تاریخ کی مردم شماری بھی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ بے اعتبار ہے معلوم کب مردم شماری ہوئی کس نے کی غلط کی صحیح کی پھر اگر صحیح بھی ہوئی تو مکمل ہوئی یا غیر مکمل، پھر بھی دنیا کی ہی ہوئی ہوگی نہ کہ جنت کی لہذا دونوں جگہ کثیر قرمانا بالکل

درست ہے۔

تفسیر صوفیانہ

إِنَّ الْكَافِرِينَ أَشْرَكَوا بِالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ - إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

قلب کے دو دروازے ہیں ایک کو علوی بلندی والا، دوم کو سفلی، علوی دروازہ روحانیت کی طرف کھلتا ہے اور سفلی نفس آشکارہ کی طرف، جب سفلی دروازہ بند ہو جائے تو بندہ نفس کی مخالفت کرتا ہے اور اگر خوش نختی سے علوی دروازہ کھل جائے تو روح کی طرف سے مطلق الہیہ کے خزانے آتے ہیں دل میں، تب قلب مومن انوار معرفت سے منور ہو جاتا ہے اور بندہ حجابات نفس سے چھٹکارا پالیتا ہے لیکن اگر بدقسمتی سے نفسانی مجتہدوں کی کتابوں کی وجہ سے سفلی دروازہ کھل گیا تو علوی بندہ ہو جاتا ہے اور قلب میں وساوس شیطانی ظاہر ہوتے ہیں، خواہشات کی بدعتیں پیدا ہوتی ہیں اور باطل دینوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے ان خرافات و قساوت کو مختلف بھیسوں میں شیطان لاتا ہے اور نفس قبول کرتا ہے دل ان کی آواز کرتا ہے اس وجہ سے دین حق و طریقہ ایمانی سے گمراہ ہو جاتا ہے، اور دور ہوتا چلا جاتا ہے بندہ نفس خواہشات دنیوی کے بتوں کو اپنا معبود سمجھ لیتا ہے۔ تب عالم دنیا میں بندے دو قسم کے ہو جائیگا۔ ۱۔ دروازہ علوی کے ہدایت والے ۲۔ اور دروازہ سفلی کی گمراہی والے قیامتِ قہر سے رب تعالیٰ دونوں میں فیصلہ اور فاصلہ فرماتا ہے۔ کیونکہ جس طرح ایک دل میں ایمان و کفر جمع نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک جگہ علوی و سفلی نہیں رہ سکتے، اچھے برے کا یہ فاصلہ برزخِ صغریٰ خفیہ سے کیا جاتا ہے جس کو دنیا میں صرف اہل معرفت ہی پہچانتے ہیں مگر قیامتِ محشر میں اس کو ہر شخص ظاہرِ صوری حسی طور پر جان لے گا (روح البیان) بے شک اللہ تعالیٰ ہر امور ظاہر پر شہید ہے۔ علوم مطلق تادمہ کلیہ میں علیم ہے۔ اور علم خیر باطن پر خیر ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ہر قالب انسانی میں ایک ایمان ہے۔ اور باطن کفر ہے، طبیعتِ قلبی ایمان ہے ۱۔ طبیعتِ عقلی اور عقیدہٴ عداوت پر باطنی یہودیت ہے ۲۔ طبیعتِ خواہشی نفسِ مقیدتِ محبت یہ باطنی عیسائیت ہے ۳۔ طبیعتِ آوارگی آزاد خیالی یہ باطنی شیطانی صائبیت ہے ۴۔ طبیعتِ ریاکاری نام و نمود چاہتِ لغت یہ باطنی مجوسیت ہے ۵۔ طبیعتِ طمع و لالچ حرص و ہوس حرام و حلال کی ملاوٹ یہ شرک باطنی ہے، زمین جسمانی پر

یہ چھ دن ہی پھیلے ہوئے ہیں، ایمانیت سے حسنِ اخلاق کا نور پھیلتا ہے، یہودیت سے بد اخلاق کی دشمنی
فساد، صابٹیت سے بے ادبی گستاخی کی دوا، عیسائیت سے جھوٹی محبت اندھی عقیدت مکر کی دوستی
مجوسیت سے اشیاءِ حرام کی آگ پھیلتی ہے اور باطن کے شرک سے باطل پرستی دنیا سازی کی
حماقت پھیلتی ہے۔ باری تعالیٰ راہِ معرفت کی ریافتوں مشقّتوں کے حشر قائم فرما کر ان مختلف
خصائل و عادت والوں کو انعامِ ثواب اور انتقامِ عذاب کے علیحدہ علیحدہ حالات و مقامات سے
کر فاصلہ اور فیصلہ فرما دیتا ہے اہلِ نور کو مقبولیت، اہلِ نار کو محرومیت دے کر، بے شک اللہ
تعالیٰ ہر قالب کی ہر کیفیت نیک و بد کا ہر وقت ہر طرح مشاہدہ فرماتے والا ہے۔ یہ طبیعیات
خمس کے کفار اگر سجدہ ربانی کے منکر ہیں تو ان کا اپنا ہی نقصان ہے، اس لیے کہ اَلْمُرْتَدِّیْ اِنَّ
اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ
وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْاَنْۢبَیَآءُ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَکَثِیْرٌ حَقٌّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ
وَمَنْ یُّحِبِّ اللّٰهَ فَمَا لَهُ مِنْ مُّکْرِیْمٍ۔ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔ اسے قابِ قوسین
کے محبوبِ ابدی کیا تم نے سیرِ معراج میں تمام کائناتِ اعلیٰ و اسفل کو اپنی نظرِ بصارت سے نہیں دیکھا
کہ بے شک اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کر رہے ہیں وہ تمام جو قالبِ آسمانی کے دماغوں میں ہیں اور وہ
تمام جو ملکوتِ زمینی کے سینوں میں ہیں۔ اور آفتابِ قلب بھی ماحتابِ عقل بھی، بخومِ فکریات
بھی تمام طبیعیات کے پہاڑ بھی، تمام شجراتِ اجسام بھی اور تمام حیواناتِ اعضا بھی اور کچھ وہ لوگ
بھی جو معرفتِ الہی والے ہیں سجدہ انقیادِ عبادت اور سجدہ عجزِ سجدہ عادت بھی، اللہ تعالیٰ
جو چاہتا ہے وہ کر دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے افعالِ خواص کا تو ان پر اپنے
امر کی تسخیر جاری فرما دیتا ہے اور اپنی مراد کی نافرمانی والوں کو مٹا کر قدرتِ جبر و قہر نافذ فرماتا
ہے تب یہ مخلوق سجدہِ خضوع میں گرتی جھکتی ہے اور کسی کو امکانِ انکار نہیں رہتا، اور
کچھ وہ قالبِ انسانی ہیں جو تابعِ شیطن ہیں صرف ظاہری اختیارِ اعمال میں ہی مگر اسرارِ
باطنی والے اعمال میں وہ بھی معذورِ قدرتِ مجبورِ فطرت اور مقہورِ مشیت ہیں ان پر صبح
ازل سے حکمِ شقاوت لاری ہو گیا اس طرح ان پر شیطنیت کا غلبہ و ذلت کا حملہ ہوا جس کو
اللہ تعالیٰ رسوا کرے۔ اپنے قہر کا ناراضی اور غضب کی سزا سے تو اس کو کوئی بھی کہیں بھی
کبھی بھی توفیقِ سعادت کی کرامت دینے والا نہیں ہے (محمّد الدین ابن عربی) بندہ عارف
کے تین سجدے، پہلا سجدہ عبادت مثل سجدہ ملائکہ۔ دوم سجدہ عادت مثل سجدہ جمادات

نباتات، سوّم سجدہ حاجت، جیسے سجدہ دعا و التجا پہلے سجدہ سے آخرت درست دوسرے سے بندگی درست تیسرے سے دنیا درست ہوتی ہے، عابدین انسان تعداد میں قلیل ہیں مگر قوت میں کثیر ہیں اس لیے کہ پہلا کثیر جلال والا ہے، دوسرا کثیر جلال والا ہے جمال والا ایک بھی ملاحظہ ہے کیونکہ وہ ایک بھی مثل ہزار ہے، غدا ب جلال والے کثرت تعداد میں بھی متاع قلیل ہیں، انسان کی دُش قہیں نو کافر ایک مومن پھر مومن کی دُش قہیں نو عاشق ایک مُطیع، پھر مُطیع کی دُش قہیں نو زاحد ایک عاشق، پھر عاشق کی دُش قہیں نو فرقتِ فصل والے ایک منزلِ وصل والا ہی تکریمِ رحمانی والا ہے کیونکہ اس نے خود کو ہمیشہ عشقِ ربّانی کے جلال میں جلا ڈالا تو اس کو کرامتِ باری مل گئی اس کو کوئی بھی رُسا اور محروم نہیں کر سکتا، پھر اہل منزل دُش قسم کے نو آستائے مصطفیٰ تک آنے والے، ایک بارگاہِ کبریٰ تک جانے والا، عشقِ الہی نارِ تکلف و مشقت ہے اور عشقِ مصطفیٰ نورِ محبت، اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا ہے مصطفیٰ کے وصل میں بقا ہے اس لیے عشقِ کبریائی بہت مشکل ہے۔

ایں مدغیاں در طلبش بیخبرانند آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد
عشقِ مصطفیٰ آسان ہے یہ منزلِ معرفت کا پہلا قدم ہے یہی سجدہ حقیقی ہے (روح البیان)
اہلِ حق ہرگز نمی باشد ہماں اہلِ باطل خوار باشد در جہاں
جو صاحبِ حقیقی کی گستاخی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتا ہے وَمَنْ يُعِزِّ اللَّهُ فَمَا
لَهُ مِنْ مُّكَرِمٍ۔ کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔

هٰذَانِ خَصَمَيْنِ اِخْتَصَمُوْا فِیْ رَآیَہُمَا

بس یہی دو گروہ ہیں جنہوں نے مباحثہ کیا اپنے رب کے بارے
یہ دو فریق ہیں کہ اپنے رب میں جھگڑا ہے۔

فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ

تو وہ لوگ جو منکر ہو گئے تیار کر دئے گئے ہیں ان کے لیے لباس
تو جو کافر ہوئے ان کے لیے آگ کے کپڑے

marfat.com

مَنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمْ

آگ سے ، مزید یہ کہ انڈیلا جائے گا اُن کے سروں کے اوپر سے
بیوستے گئے ہیں اور اُن کے سروں پر کھولتا پانی

الْحَمِيمِ ۱۹ يَصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَ

سڑکتا پانی اس حالت کا کہ ٹکڑے کر دئے جائیں گے اُس پانی سے وہ اعضا جو انکے پیٹوں میں
ڈالا جائے گا ، جس سے گل جائے گا جو کچھ اُن کے پیٹوں میں ہے اور

الْجُلُودُ ۲۰ وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِنْ حَدِيدٍ ۲۱

ہیں اور کھالیں بھی اور ان کے لیے ہتھوڑے ہیں جو لوہے سے بنے ہوئے ہیں
اُن کی کھالیں ، اور اُن کے لیے لوہے کے گرز ہیں

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ

جب بھی ارادہ کیا انہوں نے کہ نکل بھاگیں اس آگ سے
جب گھٹن کے سبب اُس میں سے نکلنا چاہیں گے

غَمٍّ أَعِيدُوا فِيهَا وَذُقُوا عَذَابَ

مصیبت کے باعث فوراً دھکیل دئے گئے اس میں کہ چکھو جلائے
پھر اُسی میں لوٹا دئے جائیں گے اور حکم ہوگا کہ چکھو آگ

الْحَرِيقِ ۲۲

دلے عذاب کو

marfat.com

Marfat.com

تعلقات | ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق سابقہ آیت میں کفر کے مختلف گروہوں اور مومنوں کا ذکر کیا گیا اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ سب قسم کے بہت سے مختلف گروہ در اہل فقط دو ہی متخارب گروہ ہیں مآثم کفر فرقتے ایک گروہ اور اہل ایمان مسلمان ایک گروہ۔ دوسرا تعلق سابقہ آیت میں ذیل کرنے کا ذکر ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اب ان آیت میں ذلت کے سامان۔ وعذاب کا ذکر ہے کہ کفار کو اس طرح ذلیل کیا جائے گا مصلیٰ تعلق گزشتہ آیت میں میدان محشر کا نقشہ کھینچا گیا اب ان آیت میں میدان جہنم اور دخول کفار کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔

شان نزول | ان آیت کے شان نزول میں تین قول ہیں را ایک مرتبہ چند اصل کتاب عن صحابہ کرام سے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے زیادہ پیارے ہیں اس لیے کہ ہم تم سے پہلے کتاب ملی اور ہمارے نبی بھی تمہارے نبی سے پہلے ہوئے۔ جو آیا صحابہ کرام نے فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ اچھے ہیں کیونکہ ہم اپنے نبی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے قرآن مجید پر بھی ایمان لائے اور تمہارے نبی علیہ السلام پر بھی اور تمہاری کتاب مقدس پر بھی ایمان لائے تب یہ آیت نازل ہوئی ۱۹ تا ۲۲۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت کفار اشخاص کے متعلق نازل ہوئی حضرت امیر حمزہؓ، مولیٰ علیؓ شیر خداؓ، عبید بن جراحؓ، عقیلؓ، عمارؓ، عتبہؓ، عتبہؓ، ولید بن عتبہؓ جن کا مقابلہ ہوا ۲۱ ایک قول میں یہ آیت یوم بدر میں نازل ہوئی ان چند صحابہ کرام کے بارے میں جو جہاد میں مقابلہ بڑھ چڑھ کر جھگڑتے تھے۔ اور مقابلے میں جھگڑا کرتے تھے مگر الفاظ آیت کو دیکھتے ہوئے مفتوح ہو کر کرام نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے واللہ اعلم بالصواب ورسولہ۔ (از امام جلال الدین سیوطی فی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول)

تفسیر نحوی | هَذَا اِنْ خَصَّاتِ اَخْتَصَمُوا اِنِمْ يَحْمَدُكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اَفَلَا تَعْلَمُونَ لَحْمٌ مِّنْ لِّمَنْ نَّارٌ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُؤُوسِهِمُ الْخَبِيمُ اَمْ اَشَارَةُ تَنْبِيْهِ اِسْ كَا وَاَحَدٌ هُوَ ذَا، مذکر مشار الیہ کے لیے ہوتا ہے بحالت رفع مبتدا ہے آخر کا نون تنبیہ کا ہے بمعنی یہ دو۔ بعض نحو یوں نے کہا کہ یہ تنبیہ نہیں اتم جیسی ہے۔ صرف دو کے لیے آتا ہے جیسے کلمہ کلتا، اور آخر کی نون تنبیہ کی نہیں بلکہ اصل یہ ہے

ان کی دلیل یہ ہے کہ اضافت کے وقت یہ نون نہیں گرتی مثلاً ذَا اِنِّکَ ہی رہتا ہے، اگر یہ تشبیہ کی نون اعرابی ہوتی تو اس اضافت کے وقت گر جاتی ذَاکَ رہ جاتا۔ ہم کہتے ہیں یہ بات غلط ہے یہ تشبیہ ہی ہے اور ذَا اِنِّکَ میں اضافت نہیں کیونکہ اسماء اشارات کی اضافت ہوتی ہی نہیں، خَصْمٰنِ اسم تشبیہ ایک قول میں خَصْمَانِ ہے اس کا واحد ہے خَصْمٌ بمعنی اچھکڑا کرنے والا یہ مصدر ہے بمعنی اسم فاعل مبالغے کے لیے جیسے زَيْدٌ عَدُوٌّ بمعنی عَادُوٌّ، اس کی جمع پانچ طرح آتی ہے ۱۔ خَصْمٌ ۲۔ خَصَامٌ ۳۔ خَصَامٌ ۴۔ خَصْمُونَ ۵۔ خَصْمَاتٌ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جمع ہے یا روزن عثمان الف نون زائد تان ہے یہ موصوف ہے اِخْتَصَمُوا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ ضم اس کا فاعل جس کا مرجع خَصْمَانِ تشبیہ کے لیے جمع کا صیغہ اس لیے آیا کہ خَصْمَانِ افرادی اعتبار سے جمع ہے ایک قرئت میں اِخْتَصَمَانِ تشبیہ ہی ہے، فی کُلِّ جَمْعٍ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے، اِخْتَصَمُوا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے خَصْمَانِ کی یہ مرکب تو صیغی خبر ہے حُذَانَ مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا

فَزَاوِدِیَانِہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول کُفْرًا باب کُفْرٍ کا ماضی جمع مذکر غائب کُفْرًا سے بنا ہے بمعنی منکر اسلام ہونا یا کسی بھی دین الہی کا منکر ہونا یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا دونوں مل کر مبتدا ہوا، قَطَعَتْ باب تفعیل کا ماضی مطلق مجہول واحد مؤنث غائب اس کا مصدر ہے تَقَطَّعَ۔ قَطَعٌ سے بنا ہے ایک قرئت میں قَطَعَتْ باب فتح سے ہے ترجمہ ہے کپڑے تیار کرنا کاٹ چھانٹ اور سیکر، اردو میں اس کو بیونٹنا کہتے ہیں یا یہ حقیقی معنی میں ہے تب ماضی اپنے معنی میں ہے یعنی دوزخیوں کے کپڑے تیار کر دئے گئے ہیں، یا یہ مجازی معنی میں یعنی آگ یا عذاب مثل لباس ان کو لپیٹ جائے گا تب یہ ماضی بمعنی مستقبل ہے اور ماضی کا آنا یقین کے لیے ہے گویا کہ ایسا ہی ہو گیا مگر پہلا قول قوی ہے دیگر آیت اس کی تائید کرتی ہے لَہُمْ، یہ لام جارہ استحقاقیہ ہے یا نفع کا یہ بمعنی اوجہ یا بمعنی اعلیٰ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے قَطَعَتْ کَاثِبًا اسم جمع ملکہ سے ثوب کی بمعنی کپڑا یہاں مراد ہے لباس یعنی تیار شدہ کپڑا قابل جسم یہ فاعل ہے قَطَعَتْ کامن ثَابٍ یہ جار مجرور متعلق ہے قَطَعَتْ کا ایک قول میں یہ متعلق ہے پوشیدہ کیونکہ فعل تامہ کا یا کَاثِبًا اسم فاعل کا اور وہ جملہ ہو کر صفت ہے ثِبَابٌ کی یعنی

ایسے کپڑے جو آگ سے ہیں یہی ترجمہ اعلیٰ حضرت کا ہے تب یہ من جاتہ زائدہ ہے مراد ہے آگ کے کپڑے ہماری ترکیب میں من بیانہ ہے یعنی تیار کئے گئے ہیں آگ سے تب یہ متعلق ہے قِطْعَت کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اول ہے فَاذِیْنِ مبتدا کی یُصَبِّتُ اس جملہ کی ترکیب میں تین قول ہیں ۱۔ یہ خبر دوم ہے فَاذِیْنِ کی یہ ترکیب زیادہ درست ہے، ۲۔ یہ علیحدہ جملہ ہے، ۳۔ یہ جملہ حال ہے لَحْدُرْ کی حُذُضْمِیر کا، ہم نے پہلی ترکیب لی ہے یُصَبِّتُ باب نصر کا مضارع مجہول واحد مذکر غائب بمعنی مستقبل صَبَبْتُ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی اُنڈلنا، ڈالنا، من فوق رؤسہم یہ ڈبل مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے یُصَبِّتُ کا اَلْحَبِیْمِ اسم فاعل صفت مشبہ مبالغہ کے لیے باب گرم سے ہے حم مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے گرم ہونا مبالغہ میں اگر معنی ہے بہت ہی سخت گرم، یہاں مراد ہے بہت سخت کھوتا ہوا پانی اصطلاح میں جہنم کے پانی کا نام اسی معنی سے حمایت اور پیکی دوتی کو بھی جہیم کہا جاتا ہے کہ وہاں بھی گرم جوش ہوتی ہے جہیم بمعنی گرم پانی جمع خائم ہے اور بمعنی دوست کی جمع اَحْشَاءُ سے یہ نائب فاعل ہے یُصَبِّتُ کا

کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر دوم ہے فَاذِیْنِ اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا یُصْهِرُ یہ صائی یُطَوِّضُ یہ دَا جَلُوْدُ وَحَمْرٌ کَثْفًا مَعُ مِنْ حَدِیْدٍ کَلْبًا اَرَا حُوًّا اَنْ یَخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَیْدٍ اُسَیْدُ وَاَفِیْهَا وَذُوْا عَذَابٍ اَلْحَرِیْقِ یُصْضَرُّ یہ باب افعال کا یا فتح کا مضارع مثبت مجہول واحد مذکر غائب ایک قرئت یُصْضَرُّ باب تفعیل سے ہے مبالغہ کے لیے کیونکہ باب تفعیل کی تعدی مبالغہ پیدا کرتی ہے صُضِرَ سے مشتق ہے بمعنی پکھلنا کڑے ہونا نرم ہونا، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی ٹکڑے ہونا سسلی رشتے کو صُضِرَ یا صُضِرَ نرم ہونے کے معنی میں کہا جاتا ہے کیونکہ اخیار اور اجنبی لوگوں میں محبت اور نرمی صرف سسلی وجہ سے ہوتی ہے ب بارہ سبتہ بمعنی ذریعے و ضمیر کا مرجع جہیم ہے یہ جار مجرور متعلق ہے یُصْضَرُّ کا کا اسم موصول فی جاتہ ظرف مکانی کے لیے یُطَوِّضُ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے مَوْجُوْدُ پوشیدہ کا وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ اَلْجَلُوْدُ اسم جمع مکثر منصرف اس کا واحد ہے جَلَدٌ بمعنی کھال معطوف ہے دونوں عطف مل کر نائب فاعل، ہو ا یُصْضَرُّ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے اَلْحَبِیْمِ و کا یہ ذوالحال حال مل کر فاعل ہے یُصَبِّتُ کا، واو عاطفہ لام

حرف جر استحقاقیہ یعنی وہ کفار مستحق ہیں اس کے ضمیر کا مرجع فالذین ہے یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجود کا مقارع اسم آلہ جمع باب فتح سے اس کا واحد ہے مفتح یا مفتح یعنی ہتھوڑا، گرز فتح سے بنا ہے بمعنی کوٹنا مضاف اس کو اضافت مینہ کہتے ہیں اصل میں تھا مقارع معید بمعنی لوہے کا گرز حرف میں جارہ بیانیدہ جس نے بعضیت کو بیان کیا معید اسم مفرد نکرہ بمعنی لوہا یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول مضنوع کا یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر مضاف ہے مقارع کا یہ مرکب اضافی نائب فاعل ہے موجود پوشیدہ کا اسم مفعول اپنے نائب فاعل متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ بعض نے ترکیب اس طرح کی ہے کہ لھم موجود سے مل کر خبر مقدم ہے اور مقارع مرکب اضافی مبتدا مؤخر ہے یہ بھی درست ہے کلمہ، یہ یہ دو لفظوں کا مجموعہ ہے لکن اسم تاکید جمع جنسی لفظاً واحد معاً جمع بحالت نصب ہے کیونکہ ظرف زمانی ہے ثما مصدر یہ ہے یا تنکیر یہ بمعنی وقت کلمہ، بمعنی تمام وقت یہاں استمراری معنی میں ہے یعنی جب کبھی، جب بھی یہ اکثر ماضی سے پہلے آتا ہے اور شرط کے معنی پیدا کرتا ہے یہ طرف مقدم ہے ارادو باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب بمعنی مستقبل اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع فالذین سے ان ناصبہ یخرب جو باب نصر کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب خرج سے بنا ہے بمعنی نکلنا اصل میں تھا یخرب جو آخر سے لون اعرابی علامت رفع ان ناصبہ نے نصب دے کر گرا دی اس کی جگہ بھرنے کے لیے الف حشو لگا دیا گیا من جارہ ابتداء غایت کے لیے صا ضمیر کا مرجع نار ہے ایک قول میں ثیاب ہے یہ جار مجرور متعلق اول سے من حرف جر تعلیلیہ بمعنی وجہ سے غم اسم فعل۔ یعنی اسم جامد بمعنی فعل غیر متصرف اسم) لغوی ترجمہ ہے چھپانا، گھٹانا، اندھیرا ہونا، رنجیدگی میں چونکہ عقلی تاریکی میں دل گھٹنے میں اور طبیعت چھپنے میں ہوتی ہے اس لیے رنج کو غم کہا گیا ہے یہ جار مجرور متعلق دوم ہے یخرب جو اکا علماء نحو کے نزدیک یہ جار مجرور منجھا کے بدل اناشمال کے درجہ میں ہے۔ بعض نے کہا یہ جار مجرور مفعول لہ کے حکم میں ہے اور یہ زیادہ ٹھیک ہے یخرب جو اسب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہے ارادو اکا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوا اعیبوا باب افعال کا فعل ماضی مطلق مجہول جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اعادۃ در اصل تھا اعیاد ایا اعواڈا سے تعیل ہوا بمعنی لوٹانا، لوٹایا جانا۔ عود سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا، اس کا نائب فاعل ضمیر صیغہ ہے مرجع فالذین ہے فی ظرفیہ مکانیہ

ہے ایک قول میں یہاں ردو ہے صاف مر جع تار یا تیاپ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اُجِدُوا
کا یہ سب جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ دُو قُوا۔ باب کفر کا امر ماضی معروف جمع منکر
ذوق سے مشتق ہے بمعنی چکھنا تھوڑی تھوڑی لذت پانا، یہاں چکھنا سے مراد ابتدا اور انتہا کے
اعتبار سے یا دن بدن عذاب کے زیادہ ہونے کے لحاظ سے ہے کہ پہلا عذاب دوسرے
اگلے عذاب کے مقابل تھوڑا ہوگا۔ عَذَابُ الْحَرِيقِ یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے دُو قُوا
کا یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا پوشیدہ لُغَال کا وہ جملہ قولیہ ہو کر معطوف ہوا
اُجِدُوا کا یہ دنوں عطف مل کر جزا ہے کُفَا کے جملے کی۔ یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

هَذَا اِنْ خَصَمَانِ اخْتَصَمُوْا فِى رَجْعِهِمَا ذَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَطَعْتَ لَكُمْ
تفسیر عالمانہ اِنْ شَاءَ مَنْ تَارَ يَصْبُ مِنْ فَوْقِ رُؤُسِهِمُ الْحَمِيمُ۔ يَصْهَرُ مِنْ

مَا فِى بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ۔ دنیا میں ہی وہ چھ دینوں والے ہیں جو عملی اعتقاد کی زبانی
تلبی، اختلافی، اتفاقی، دوستی، عداوت، تقابل، تعاون کے اعتبار سے مد مقابل مخالفت
ہیں دو گروہ ہیں ہر امت کے تمام اہل ایمان ایک ملت ہیں اور ہر قسم کا کفر ملت واحدہ
ہے، مومن کسی بھی شریعت کا ہو دین آدم علیہ السلام کا ہو یا حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، داؤد
اور عیسیٰ علیہم السلام کا یا مومن مسلمان دین اسلام کا ہو سب ایک گروہ ہے، کفر قابل کا ہو
یا نمرود شدا، فرعون ہامان کا، یا یہودی صابئی نصاریٰ مجوسیہ شرکیہ دہریہ تمام اُلُفُ رِ مِلَّتُ
وَ اَحَدًا، دنیا میں از ابتدا تا قیامت ان دونوں گروہوں کا ہی وجود نمود ہے، ان کا ہی جھگڑا
ان کا ہی فساد ان کی ہی خصومت مناظرہ مجادلہ مکالمہ، گویا کہ زمین جلد گاہ دنیا ایسے ایک طرف
اہل ایمان کی ایک جماعت دوسری طرف اہل کفر کے پانچ گروہ ایک طرف ذکر و شکر کی چل پھل
دوسری طرف باطلیت کا شور و غل ایک طرف حج و زکوٰۃ زہد و عبادت صلوة و صوم، دوسری
طرف ناقوس ڈھول و طبل و سازنگیوں کا شور، ادھر ایک حق ادھر پانچ باطل، ادھر ایک
علم ادھر پانچ جہالتیں، عیسائی نے کہا، ثَلَاثُ ثَلَاثَةٍ، مومن کو حکم ملا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ
مشرک نے کہا بت اللہ کے مددگار ہیں، مومن نے کہا، اللّٰهُ الصَّمَدُ، اللہ تعالیٰ کو کسی کی مدد
کی ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے۔ مجوسی نے کہا، آگ کی بڑی قوت ہے مومن نے کہا لا قُوَّةَ
اِلَّا بِاللّٰهِ یہودی نے کہا عَنِّيْ يٰ بَنِيْ اللّٰهِ مومن نے کہا لَمْ يَلِدْ و لَمْ يُولَدْ لَكَ صَابِئِي نے
کہا، فرشتے اللہ کی بیٹیاں اور قرابتدار ہیں مومن نے کہا و لَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

اقتد تعالیٰ کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے، سب اُس کی ملوک و مخلوق ہے، رب تعالیٰ سب کا خالق و مالک ہے۔ غرض کہ، دونوں طرف سے اِخْتَصَمُوا فِیْ اَسْمٰی رَبِّ تعالیٰ خالق اَعْلٰی مالک بالآ کی ذات میں، صفات میں قوت میں شان میں دین میں ایمان میں جھگڑا کیا جاتا رہا، کیا جاتا ہے کیا جاتا رہے گا۔ کوئی دوست بن کر کوئی دشمن، کبھی وجوہیت کا انکار کبھی وجوہیت کا، کبھی شہودیت کا، کبھی ربوبیت کا، کبھی معبودیت کا انکاریہ دنیا کی ہنگامہ چھتری ہے، کفر میں نہ تدبیر نہ تفکر نہ تذکرہ نہ تعلم نہ تشکر ہر ایک اپنے آپ کو سچا کہہ رہا ہے ان سب کفریات کا جواب سورۃ اخلاص ہے۔ اسی کا فیصلہ قیامت میں ہوگا، تو وہ لوگ جو اُن پانچ قسموں میں سے کسی بھی قسم کے کافر ہوں گے اُن سب کو جہنم میں پانچ قسم کے عذاب ہوں گے، پہلا عذاب اُن کے جسموں کو آگ کا لباس ایک ہی لباس کرتا کندھوں سے پیروں تک دوسرا عذاب، اُن کے تنگے سروں پر ایسا کھونا کڑا گرم پانی ڈالا جائے گا جس کی کیفیت حدیث پاک میں اس طرح بیان فرمائی گئی ہے کہ اگر اُس پانی کا قطرہ پہاڑ پر ڈالا جائے تو پتھر پگھل جائے۔ تیسرا عذاب اُن لباس نار اور آب جہنم کا باطنی اثر یہ ہوگا کہ یُصْهَرُ بِہٖ مَسَارِیْ بُطُوۡنُہُمْ تَامِ اَتْنِیۡنِ چربی، دل، گردے، پھیپھڑے، کلیجی ایک دم جل جھن کر کوئلہ سیاہ راکھ ہو جائیں گے عذاب چہارم، وَالْجُحُوۡدُ۔ اور نار لباس و ماء جہنم کا ظاہر اثر یہ ہوگا کہ پوری کھال بھی جل جھن کر راکھ بن جائیگی درد تکلیف سے چھین گئے دھاڑیں گے ڈکرائیں گے، مگر شنوائی کوئی نہ ہوگی۔ وَلَہُمْ مِّنۡہَا مِمَّنۡ حَدِیۡدٌ۔ کَلَّمَآ اَکَادُوۡۤا اَنۡ یَّخْرُجُوۡۤا مِنْہَا مِنْ غَمٍّ اُجِیۡدٌ وَاَفِیۡہَا وُذُوۡۤا عَذَابِ الْحَرِیۡقِ۔ اور عذاب پنجم یہ ہوگا کہ ان کے لیے ملائکہ زبانیہ کے پاس لوہے کے ایسے مضبوط اور بھاری ہتھوڑوں کی مثل گرز ہوں گے جس کی کیفیت حدیث پاک میں اس طرح بیان ہوئی کہ اگر ایک گرز زمین پر پھینکا جائے تو تمام انسان تمام جنات مل کر بھی اس کو اٹھانہ سکیں، یہ گرز اور ہتھوڑے اس لیے ہوں گے کہ جب کبھی یہ تڑپتے پھڑکتے جہنمی کفار انتہائی درد و غم سے گھبرا کر ارادہ کر کے نکل بھاگیں گے پچھلے طبقہ جہنم سے اوپر کی جانب اس خواہش میں کہ شاید پوری جہنم سے ہی باہر نکل جائیں تو پھر اُن ہی گرزوں کی مار سے لوٹائے جایا کریں گے اُسی احاطہ عذاب میں اور گرزوں کی اُس مار دھاڑ کے دوران اُن سے کہا جایا کرے گا کہ اب کیوں بھاگتے ہو پیٹ بھر کر چکھتے رہو اُس جلانے والے عذاب کو دنیا میں بہت بھاگ لے تھے

نبی کے بلانے سے اسلام کے آستانے سے قرآن کے خزانے سے علما کے سمجھانے سے اُس وقت حیاتِ دنیوی میں اپنی اڑا اپنے غرور کر کے اُن پیار کرنے والوں عاقبت دینے والوں سے بھاگتے رہے اب عذاب سے بھاگنے نہیں دئے جاؤ گے، یہ بھاگ دوڑ پکڑ دھکڑ، دھکم پیل، مار دھاڑ وقفے وقفے سے جہنم میں تباہ ہوئی ہی رہیگی، یہ سب کچھ پانچویں عذاب کی ہی شکل ہوگی کہ کفار عذابِ حریق سے ادھر ادھر دوزخ کے اندر ہی چھپتے پھرنگے مگر مثلاً پھر انہیں مارتے گھیٹتے روندتے اُسی مقامِ عذاب میں لے آیا کریں گے۔ تفسیر کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے یہ ثیابِ نار اہلس کو پہنایا جائے گا پھر یہود کو پھر صابین کو پھر نصاریٰ کو پھر مجوسی کو پھر بُت پرستوں کو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْعُلُوبِ ہو سکتا ہے یہاں پچھلی آیت کی ترتیب ذکر کی اسی درودِ عذاب کے اعتبار سے ہوا بلاں نار آگ کی ایک چادر کی لپیٹ ہوگی جو کندھوں سے پیروں تک مثل چادر ہر کا قمر کے ارد گرد لپیٹی ہوگی اور کَلَّمَآ اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا كَے وقت اُسی ثیابِ نار سے کچھ دیر کے لیے باہر ہو جایا کریں گے، سب کافر ایک دم نہیں بلکہ کبھو کوئی کبھی کوئی جس کو بھی ذرا موقع ملا کرے گا۔ (رَأٰیْعَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی)

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال بخضمان میں چار قول ہیں ایک یہ کہ بعض نے کہا اس سے مراد پچھلی آیت میں بیان کردہ چھ دینی گروہ ہیں ایک مومنین کا اور دوسرا پانچ باطل مذکورہ دین والوں کا کیونکہ تمام باطل دین صنیع اعتبار سے ایک ہی گروہ ہے اگرچہ نوعی اعتبار سے مختلف ہیں ۱۔ بعض نے کہا یوم بدر کے وہ دُور گروہ مراد ہیں جنہوں نے پہلے جنگ کی مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ مولیٰ علی شیر خدا اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کفار کی طرف سے ربیعہ کے دو بیٹے ایک یوتا، عتبہ شیبہ، ولید ابن عتبہ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مکالمہ کرنا ایک دفعہ ایک یہودی نے کہا ہم تم سے افضل کیونکہ ہمارا دین ہمارے موسیٰ ہمارے کتاب پہلے ہے مسلمان نے کہا کہ ہم تم سے افضل کیونکہ ہمارا سب انبیاء اور سب کتب پر ایمان ہے اور تم یہودی لوگ حد سے ہمارے نبی اور قرآن مجید کو نہیں ملتے حالانکہ جانتے ہو کہ اسلام قرآن سچا ہے ۳۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد جنت اور دوزخ کی آپس کی گفتگو ہے اختصموا میں چار قول ۴۔ ایک یہ کہ اس سے مراد

تاقیامت مومنین کافرین کے دینی مناظرے ہیں، دوم یہ کہ بعض نے کہا کہ یوم بدر کی پہلی مقابلہ بازی کی بات چیت مراد ہے۔ تین کافروں کے مقابل اولاً تین انصار صحابی نیکے ایک صحابیہ عفرات کے دو بیٹے عوف بن حوث و اسود بن حوث و عبد اللہ بن رواحہ تو مقابل میں آنے والے تینوں کفار نے کہا تم ہم سے کمتر ہو ہمارے مقابل کے مکی قریشی بھجھو تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علی، حمزہ، عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا حضرت حمزہ نے آتے ہی پہلے ہی وار میں عنبرہ کو موتی علی نے تیسرے وار میں شبہہ کو قتل کر دیا۔ حضرت عبیدہ اور کافر ولید کا کچھ دیر مقابلہ رہا اور دونوں سخت زخمی ہو کر گر پڑے ولید کو قتل کر دیا گیا اور عبیدہ کو اٹھا کر بارگاہ رسالت لے آئے آپ کے پیر کی جھڑی کٹ چکی تھی مینگ اور خون بہہ رہا تھا، آپ کی شہادت ہوئی یہ اسلام کے پہلے شہید ہیں، یہاں یہی گفتگو مراد ہے سوم قول ایک یہودی اور مسلمان کی مندرجہ بالا باتیں چہارم یہ کہ بعض نے کہا اس سے مراد جنت و جہنم کا وہ مکالمہ ہے جو معراج میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنا، جنت نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوں، جہنم نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا قہر ہوں، جنت نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا حال ہوں جہنم نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا جلال ہوں۔ مگر پہلا قول زیادہ درست ابو ذر غفاری قسم لول کر کہتے تھے کہ اِخْتَفَرُوا سے یوم بدر کا مکالمہ مراد ہے، ہو سکتا ہے چاروں واقعات کے بعد آیت اتری ہو اور یہ سارے مکالمے ہی مراد ہوں، فی رَبِّہ میں تین قول و اس کے معنی اللہ تعالیٰ کے دین میں و اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں و فی رَبِّہ سے مراد اللہ کی ذات میں جھگڑا مناظرہ، ثیاب نار میں دو قول بعض نے لکھا کہ آگ، ہی لپٹی جائیگی مثل لباس۔ بعض نے کہا کہ انکار سے کی طرح سرخ و گرم تانبے کی چادر سارے جسم پر لپٹی جائیگی، دونوں قول درست ہیں، اس طرح کہ کسی کو یہ یا کبھی یہ کبھی یہ کھم کے لام میں چار قول ملے یہ لام استحقاقی ہے یعنی وہ کافر اس لباس نار کے مستحق ہیں و یہ لام فائدے اور بدلیت کا ہے یعنی یہ کافرین کا بدلہ ہے و یہ لام توجہ کا ہے یعنی یہ ثیاب نار ان کے کفر کی وجہ سے ہے و یہ لام بمعنی علی ہے یعنی یہ لباس نار قطعاً لہم، ان کے جسموں پر فٹ کیا جائے گا۔ کھم مَقَامِص کی کھم ضمیر کے مرصع میں دو قول بعض نے کہا اس کا مرصع کفار اور لام کا معنی یہ بعض نے کہا اس کا مرصع ذہنی فرشتے ہیں اور لام کا معنی عِند یعنی پاس۔ اَنْ یَخْرُجُوا میں تین قول و بعض نے کہا اپنے مقام عذاب سے نکل کر

دروازہ جہنم کی طرف ۲ بعض نے کہا اپنے لباس سے نکلینگے، اُن کی دلیل اُعیُنْدُوْا فِیْہَا
ہے ۲ بعض کے وہ جہنم سے نکلنے کا صرف ارادہ کریں گے نکلیں گے نہیں ان کی دلیل سورۃ
مائدہ کی آیت ۲ ہے وَمَا هُمْ بِخَارِجِیْنَ مِنْہَا مگر پہلا قول درست ہے اسی لیے
اُعیُنْدُوْا ہوگا۔ کیونکہ صرف ارادے کے لیے اُعیُنْدُوْا نہیں ہو سکتا اور کَلَمًا اَرَادُوْا کا
معنی ارادہ عملی ہے نہ کہ فقط ارادہ قلبی اور سورۃ مائدہ میں اور کسی وقت کا ذکر ہے مَنہَا کی
صاحبزیر کے مرجع میں تین قول ۱ اس کا مرجع عذاب ہے ۲ اس کا مرجع لباس ہے ۳
اس کا مرجع جہنم ہے۔ مگر پہلے دو قول درست ہیں۔

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ دنیا میں ایمان
فائدے کی بھی بہت قسمیں ہیں کفر کی بھی بہت قسمیں ہیں، مگر ایمانیات اپنی تمام
اقسام کے ایک مجموعے کا نام ہے، ایمانیات مندرجہ ذیل ہیں ۱ توحید ۲ رسالت یعنی
تمام انبیاء علیہم السلام کو ماننا ۳ تمام کلام الہی کو ماننا ۴ تمام فرشتوں کو اُن کی صفات عظیمہ
کے ساتھ ماننا ۵ قیامت حشر و نشر و وزخ، جنت کو ماننا ۶ نیست سے ہست اور ہست
سے نیست کی موت و حیات کو ماننا ۷ خَلَقْتَ اَوَّلًا وَبَعَثْتَ اٰخِرًا کو ماننا ۸ تمام
عبادات کی تعداد اور اُن کے اوقات کو ماننا۔ یہ سب ایمان کا ایک مجموعہ اور نظام
انبیاء علیہم السلام کا گلدستہ ہے جو بندہ ان سب چیزوں کو اقرار رسانی اور صدق قلبی
سے مانیکا پس وہی مومن ہے ایک چیز کا انکار بھی شرعی مومن نہ بنے دے گا۔ یہ
اشیا ایمان کے اعضاء اُصْلِیَّہ ہیں مگر کفر میں یہ بات نہیں وہاں مجموعہ اور اجتماع فوری
نہیں بلکہ تمام کفریات میں سے ایک کفر کو بھی مان لیا تو اسی طرح مکمل کافر ہوگا جس طرح
سب کفریات خمسہ وغیرہ کو باقی کفریات کو ماننے یا نہ ماننے اسی طرح اجزاء ایمان میں سے
ایک جز کا بھی انکار مکمل کفر ہے۔ ایمان مثل اجزاء کے ہے جن سے مل کر گل بنتا ہے۔
مگر کفریات سب متفرق گل ہیں، کفر مثل افراد ہے یعنی یہود، مجوسی وغیرہ سب علیحدہ علیحدہ
مکمل کفر ہیں۔ یہ فائدہ ہذا ان خُضَمَان کے صیغہ تشبیہ کے بعد اِخْتَصَمُوْا۔ جمع فرمانے سے
حاصل ہوا، یعنی تمام ایمانیات ایک اَنْ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں اور کفریات، یہود و ہنود
مجوس، صابئی نصاریٰ علیحدہ مستقل مکمل دوسرا فائدہ جنت اور دوزخ اور ان کی تمام
چیزیں پیدا ہو چکی ہیں ہر نیک بندے کے ثواب کی چیزیں اور بُرے بندے کے عذاب

کی چیز بن چکی ہیں جو بعد قیامت ملیں گی یہاں تک کہ اہل جنت کا لباس نور اہل جہنم کا ثیاب نار بھی ہر ایک کے جسم کے مطابق بنایا جا چکا ہے، دنیا کی طرح بارگاہ الہیہ میں ناپ لینے کی ضرورت نہیں وہاں پر نیک و بد کے ناپ و پیمائش پہلے ہی موجود ہیں اگرچہ انسان دنیا میں علی الترتیب پیدا ہوتے فوت ہوتے رہتے ہیں۔ یہ فائدہ قَطْعَتْ۔ ماضی مطلق فرمانے سے حاصل ہوا۔
تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ طاقت والی مخلوق ملائکہ ہیں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی جسمانی قوت اتنی زیادہ ہے کہ اگر ایک فرشتہ چاہے تو تمام انسانوں اور تمام جنات کو اپنے ایک ہاتھ میں جکڑ لے، روایت میں ہے کہ چاہے تو پوری زمین کو اپنی حسیلی پر اٹھا لے، طائف کا پورا پہاڑ بحکم الہی جبرئیل علیہ السلام ہی کہیں اٹھا کر لائے تھے، سورۃ بقرہ کی آیت ۲۵۳ میں قُوَّتِ کُمُ الطَّوْرُ یہ بھی جبرئیل علیہ السلام نے طور پہاڑ اٹھا کر بنی اسرائیل پر کیا تھا یہ فائدہ۔ کَهُمْ مَّقَامٌ مِّنْ حَدِيدٍ کی تفسیر تموی سے حاصل ہوا۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ یہ لوہے کے گرز اتنے بھاری ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی زمین پر رکھ دیا جائے تو قلعین یعنی تمام جنات اور تمام انسان مل کر بھی اس کو نہ اٹھا سکیں وہ گرز بانیہ فرشتے ہر ایک ایک گرز کھلونے کی طرح اٹھائے پھرے گا۔ اور احادیث سے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ روحانی قوت میں انبیاء علیہم السلام ملائکہ علیہم السلام سے بھی زیادہ ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ایک تھپڑ کی طاقت کا عزرائیل علیہ السلام کو پتہ ہے اور بنی کریم آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طاقت کا سیر معراج میں سدرہ سے آگے لا مکان تک جانے پر جبرئیل علیہ السلام کو پتہ لگا۔

احکام القرآن | ان آیت مفہومات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ لباس انسانی میں کدھوں سے ٹخنوں تک جسم انسانی شامل ہے مگر سر اس لباس

میں شامل نہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ زید کو کپڑوں کا لباس دوں گا اور وہ صرف کرتا یا جامہ دو کپڑے دیتا ہے مگر عمامہ یا ٹوپی یا سرکار و مال نہیں دیتا حانت نہیں ہوگا۔ قسم پوری ہوگئی یہ مسئلہ کَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ۔ فرمانے کے بعد يُصَبِّتُ مِّنْ قُوَّتِ رُوحِهِمُ۔ الحمیم۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یعنی پورے جسم پر لباس ہونے کے باوجود سزنگا ہوگا۔ اس طرح اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ اپنے جسم پر پانی نہیں ڈالوں گا یعنی نہاؤں گا نہیں وہ صرف اپنے سر پر پانی ڈالتا ہے تو حانت نہیں ہوگا۔ اور اگر سارے جسم پر پانی

ڈالے صرف سرنہ دھوئے تو عانت ہو جائیگا قسم ٹوٹ گئی کفار واجب نہانا یا گیا۔ اصطلاحاً بھی جسم سے مراد کندھوں سے ٹخنوں تک ہوتا ہے اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص پسینے میں نہا گیا تو کندھوں سے ٹخنوں تک ہی مشرور ہوتا مراد لیا جاتا ہے سر اور جسم کا یہ اصطلاحی فرق اسی آیت سے مستنبط ہوا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جہنم کا پانی جہنم کی آگ کو نہیں بجھا سکتا۔ حالانکہ دنیا کا پانی دنیا کی آگ بجھا دیتا ہے۔ یہ فرق دنیا و آخرت بھی اسی آیت سے ظاہر ہوا، کہ جسم پر آگ ہوگی سر پر پانی ڈالا جائے گا جو یقیناً نیچے لباس پر آئے گا مگر لباس کی آگ نہ بجھے گی۔ دوسرا مسئلہ کفر کی سابقہ پانچ قسموں کے علاوہ چھٹی قسم یہ ہے کہ ایمان کی آٹھ اجزائیں سے جو شخص ایک کا بھی انکار کرے وہ مکمل کافر ہے اور جہنم میں وہی عذاب خمسہ جو ان کفار خمسہ کو دئے جائیں گے وہ اس کو بھی ابداً ابداً دئے جائیں گے یہ مسئلہ خدا ان خصمان کی تفسیر سے مستنبط ہوا کہ کسی بھی ایمانیات کا انکار دراصل ایمان سے جھگڑا اور مناظرہ مجادل کرنا ہے۔ بعض گمراہ مسلمان مفسرین نے گوتم بدھ اور زرتشت کو نیک انسان بلکہ معاذ اللہ پیغمبر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا یہ جابلانہ قول قطعاً کفر یہ ہے۔ زرتشت اور گوتم بدھ وغیرہ میں اولاً تو ایمانیات کی ایک ذرہ بات بھی نہیں تھی ہر بات ہر تبلیغ ہر عمل و کردار میں شرک ہی شرک تھا ثانیاً اگر ذرہ بھر کسی طرف سے توجید الہی کا اشارہ ملتا بھی ہو تو ایمان کے باقی اجزاء رسالت، قیامت وغیرہ کا ذکر اشارہ بھی ان کی تبلیغ اور تعلیم و تعلم میں نہیں ملتا، اس لیے یہ خود اور ان کے عقیدت مند ہرگز ہرگز مومن نہیں، گوتم بدھ کے دین میں بت پرستی ظاہر موجود اور زرتشت آتش پرست اس نے ایران میں ایک اتنا بڑا آتش کدہ بنوایا تھا جو ہزار سال تک جلتا رہا۔ اور عید میلاد النبی کے دن ایک دم بجھ گیا تھا پھر ہزار کوشش پر بھی نہ جل سکا۔ زرتشت آگ کو طاقت کا سرچشمہ اور مظہر الہ مانتا تھا۔ لہذا یہ سب کفار میں شامل۔ تبصرہ مسئلہ حدیث پاک میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر نبوت کے تحت مذکور ہے کہ جو دنیا میں کپڑے کے ریشم کا لباس پہنیکا کل قیامت کے جنت میں ریشمی لباس سے محروم رکھا جائے گا ایسے ہی جو مسلمان مرد دنیا میں سونے چاندی کا زیور۔ کنگن، انگوٹھی وغیرہ پہنے گا جہنم میں اس کو آگ کا زیور پہنا یا جائے گا۔ مسلمان مردوں کو ریشم و سونا چاندی حرام ہے۔ یہ مسئلہ قطعاً لکھ مرئیات میں وارد ہے۔ کی تفسیر نبوی سے مستنبط ہوا۔ دنیا میں صرف مسلمان عورتوں کو ریشم و زیور جائز ہے وہ بھی فقط سونے چاندی کا بقیہ دھاتوں کا زیور عورتوں کو بھی حرام ہے

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا۔
اِخْتَصَمُوا تشبیہ کا صیغہ یعنی دو جھگڑا کر کے والے مگر آگے ارشاد ہوا **اِخْتَصَمُوا**
جمع کا صیغہ جس کا معنی ہے بہت سے لوگوں نے جھگڑا کیا، حالانکہ مفسرین فرماتے ہیں اور کلام کی
روش سے بھی ظاہر کہ **اِخْتَصَمُوا** کا فاعل **خَصْمَانِ** ہی ہے، تو تشبیہ کا فعل جمع کیوں لایا گیا چاہیے
تھا کہ **اِخْتَصَمَا**، فرمایا جاتا۔ جواب۔ **خَصْمَانِ** تشبیہ سے **خَصْم** کا اور یہاں لفظ **خَصْم** لفظاً واحد
ہے اور معنی جمع ہے کیونکہ **خَصْم** سے ایک قسم کے افراد کے اعتبار ایک کا گروہ مراد سے تو
اصل معنی یہ ہونے کہ دو گروہ کے افراد نے جھگڑا کیا ہے ایک گروہ مومنین کا دوسرا گروہ کفار کا
چونکہ گروہ اپنے اجتماع کے اعتبار سے واحد ہوتا ہے افراد کے اعتبار سے جمع لہذا **اِخْتَصَمُوا**
میں گروہی وحدت کے اعتبار سے دو گروہ کے لیے تشبیہ ارشاد ہوا اور گروہی افراد کے
اعتبار سے **اِخْتَصَمُوا** فرمایا گیا ثبات **اِخْتَصَمُوا** فرمانے سے ظاہر نہ ہوتی بلکہ قرؤا بھی دو ہی شخص معلوم
ہوتے۔ اس لیے دونوں صیغے میں حکمت اظہار کے مطابق ہیں دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا
قَطَعْتُ لَهُمْ ثِيَابٌ۔ چاہیے تھا کہ فرمایا جاتا **قَطَعْتُ لَهُمْ ثِيَابًا** کیونکہ
کپڑے کو کاٹنے کا مقصد کپڑے کو کوئی دوسری چیز بنانا ہوتا ہے یا لباس یا غلاف وغیرہ۔
کپڑے کو کاٹنے کا مقصد کپڑا بنانا نہیں ہوا کرتا۔ موجودہ الفاظ میں آیت ترجمہ یہ ہوا کہ کاٹا گیا
ان کے لیے کپڑا بنانے کے لیے آگ سے یا آگ کو اور یہ معنی درست نہیں۔ اگر **اِكْرَبَا سَحْرًا**
نادر ہوتا تو ترجمہ یہ ہو جاتا۔ ان کے لیے کپڑا کاٹا گیا لباس بنانے کے لیے یہ
ترجمہ قابل فہم ہے اس لیے درست ہے۔ اس الجھن کا حل کیا ہے۔ جواب یہاں **ثِيَابًا** فرمانا
ہی عین درست ہے۔ اس لیے کہ کپڑے کا استعمال جسم پر تین طریقے سے ہوتا ہے۔ پہنکر
پیسٹ کرنا اور ڈھکر۔ پہننے کے لیے کپڑا کاٹنے یا ٹش کے مطابق سیبا جاتا ہے عرف عام
میں صرف اسی کو لباس کہا جاتا ہے۔ لیکن پیسٹے یا اوڑھنے کے لیے کپڑا صرف کاٹا جاتا ہے،
سیبا نہیں جاتا، اور اس کو عرف عام میں لباس نہیں کہا جاتا بلکہ چادریں یا تہبند اور دھوتی وغیرہ
کہا جاتا ہے۔ جیسے احرام کی چادریں وغیرہ، یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ان جھمیوں کے جسم پر آگ کا سیلا
لباس نہیں ہوگا بلکہ کھلی چادروں کی شکل میں ان کے جسم کے مطابق آگ کی یا تپتے تانبے کی چادریں
ہوں گی اسی لیے **قَطَعْتُ لَهُمْ ثِيَابٌ** فرمایا گیا۔ **لَبِاسًا** نہ فرمایا گیا کیونکہ سب سے ہونے لگتے
بیجا سے نہ ہوں گے۔ یہ صرف ان کفار کا حال بیان فرمایا گیا جو **اِخْتَصَمُوا** کے جھگڑا ہو ہیں

دیگر کفار کا حال عذاب مختلف ہوگا بعض نے یہ جواب دیا کہ قُلْعَتُ کا معنی کاٹا گیا نہیں، بلکہ جسموں پر فٹ کیا گیا۔ یہ معنی لباس کے لیے بھی ہو سکتے ہیں اور کھلی چادروں کے لیے بھی اب اعتراض ختم ہو گیا۔ عیسٰی اعتراض۔ جہنم کی نار شر ہے یا خیر ہے؟ جواب۔ جہنم کی آگ کے متعلق بعض نے فرمایا نہ یہ شر ہے نہ خیر ہے بلکہ عذاب الہی اور حکمت ربانی ہے بعض نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ کسی کے لیے خیر ہے مثلاً فُتاق بھی کیلئے شرکی کے لیے عذاب، کسی کے لیے عتاب، جیسے حاکم کے ہاتھ میں کوڑا، جو نافرمان کو بندہ بنانے والا درست کرنے والا خیر ہے کہ دیکھ کر سن کر ہی جرم سے باز آجائے، اور مجرم بدکار کے لیے سزا کا شر ہے کہ کسی کی سزا سن کر دیکھ کر ڈر جاتا ہے یہ دنیا میں ہے آخرت میں یہ آگ مثل نار نمرود ہے کہ نمرود مرد دلیوں کی نگاہ میں وہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے شر تھی مگر حقیقتاً ۱۰ بَرْدًا وَسَلَامًا کا خیر تھی، یونہی گناہگاروں کے لیے نار جہنم ان کو پاکیزہ کر کے گناہ ہلاکے گلزار جنت کے لائق بنانے والی خیر ہے یا جیسے و بآء طاعون کو مومنین کے لیے صبر و شہادت کا خیر کہ صبر کریں تو اجر پائیں گے طاعون سے فوت ہو جائیں تو شہادت پائیں مگر کافروں کے لیے یہ نار جہنم عزت دلانے ڈرانے کفر سے بچانے کے لیے دنیا میں ہلکتا کا خیر ہے ورنہ قبر و حشر و جہنم میں عذاب الیم کا شر ہی شر ہے۔ نار جہنم دنیا میں سناٹا گئی قبر میں دکھائی گئی اور جہنم میں پہنچائی گئی، جو شخص دنیا میں سن کر بھی عبرت نہ پکڑے اچھا بندہ نہ بنے تو اس کے لیے یہ آگ ہر جگہ شر ہی شر ہے۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَمَّا ارَادُوا اَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَيْرِ يَعْرِضُوْنَ لَهَا فَاَنْزَلْنَاهُمْ سُلٰلٰتًا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ لَا تَنْصُرُ الْمُجْرِمِيْنَ اَنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَيْرِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ تو پھر یہاں اُصْبِرْ وَاَبْرَأْ فرمایا گیا، لوطا تا تو تب ہو سکتا ہے جب نکلنا پایا جائے بغیر نکلے اُصْبِرْ وَاَفْبَحَا۔ کیسے ہو سکتا ہے۔ جواب ارادہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک ارادہ ظاہری دوم ارادہ باطنی ہر شخص کا اپنا ارادہ باطنی ہوتا ہے لیکن جب دوسرا کوئی بیان کرے تو وہ پہلے اس پر ظاہر ہوگا تب ہی بیان کیا اور لوگوں

کو دکھایا سنا یا جاسکتا ہے باطنی ارادے کا نام ارادہ قلبی ہوتا ہے اور ظاہری ارادے کی تین صورتیں یا تو ارادے والا خود بتائے کہ میرا یہ ارادہ ہے یا اس کے انداز بتائیں، یا اس کا عملی اقدام بتائے یہاں کفار کے ظاہری ارادے کا ذکر ہے کہ وہ عملی اقدام بھی کر لیں گے اور نکل بھاگیں گے ان کا پورا ارادہ تو جہنم ہی سے نکلنے کا ہو گا مگر ابھی وہ مقام عذاب یا ثیاب عذاب سے ہی نکلے ہوں گے کہ اُعْبِدُوا فِیْہَا۔ مارپیٹ کر اسی جگہ اور اسی ثیاب نار میں لوٹا دئے جائیں گے اور سورۃ مائدہ کی آیت ۲۷ میں پوری جہنم سے نکلنے کی نفی جا رہی لہذا دونوں آیتیں دو مختلف نکلنے کا ذکر فرما رہی ہیں یہاں جو نکلنا پایا گیا اسی کے لیے اُعْبِدُوا فرمایا گیا ہے اس لیے اعتراض ختم ہو گیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ | هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَفَمُوا فِیْ سَبْعِمِائَ الذِّیْنَ کَفَرُوا وَقَطَعَتْ لَهُمُ شِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُّصِیْتُ مِنْ فَوْقِ رُؤُسِهِمُ الْحَمِیْمُ یُضَرِّبُہٗ مَا فِیْ بُطُونِهِمْ وَالْجُكُودُ۔ عالم ابدان میں یہ دو ہی قوتیں ہیں جو ہر وقت برسرِ پیکار اور متد مقابل رہتی ہیں ایک قوت روحِ مومن یہ حق کی طاقت ہے دوم قوتِ نفسِ کافرہ۔ یہ باطل کا شور ہے، دونوں کا جھگڑا کفر اور ایمان میں ٹکرا اور کفران میں، صبر اور شکوان میں ہے پس جو نفسِ کافرہ کی قوتیں ہیں ان کے لیے مخالفت شریعت مطاہرہ کی طبیعت کی بنا پر غضبِ الہی کے تانے اور قہرِ جباری کے بانے کی نارِ فراق سے ان کی صفات منحوسہ عاداتِ منکوسہ کے مطابق شکل و حیثیت کے کپڑے بنا دئے۔ اور ان کے خصائل منکبرانہ کے سروں پر شہواتِ شیطانیہ اور حُبِ دنیا کا کھوتا پانی کڑتا ماءِ حمیم جہل مرکب کا تیزاب قنایتِ غالب و بلند کر کے ڈالا جائے گا اور اعتقادِ فاسدہ کے قطرے ان کی ظاہر خواہشوں خفیہ کمروں منصوبوں کو مغلوب کر کے یہ قہرِ الہی کا ایسا پانی کہ تمام خیالاتِ فاسدہ کی آتشِ عذابِ دل و دماغ عقل و ہوش پر اس طرح پڑے گی کہ تمام عباداتِ حمیدہ عاداتِ صالحہ یُضَرِّبُ جَلَّ کر تباہ و سبباہ ہو جائیں گی مَا فِیْ بُطُونِهِمْ کے اعمالِ حسنہ اور غیرتِ ایمانی کی جَلُودِ پگھل کر بکھر جائیں گے یعنی ظاہر بھی تباہ باطن بھی برباد فسادِ فی الارضِ بدنی کی تمام استعدادِ باطنی خفی جلی قوتیں خاک و راکھ ہو جائیں گی، ان کی صفاتِ انسانیت و کیفیتِ بشریت صورتہ و معنات تبدیل ہو جائیں گی کیونکہ اہل نفاہیت اللہ تعالیٰ سے اس کے دین سے اس کے قانونِ کلامِ حدود، انبیاء علیہم السلام کی صورت و سیرت اطاعت و اتباع سے

دور و جد رہتے ہیں اور دعوت انبیاء علیہم السلام کے انکار اور اس کی مخالفت و روگردانی میں لگے رہتے ہیں، ارتباع خواہشات و طلب شہوات میں مشغول تب حیاط قضا و قدر ان کی اہلیت کے قدر برابر ان کے اوپر محرومی عرفانی کی نارغضب کی چادری آتش فراق کے کپڑے ڈال دئے جاتے ہیں جس سے انکی عقلوں کی قوت شعور و لطافت گھل کر ختم ہو جاتی ہے اور وہ محقق بن کر ظاہر اچھائیوں کو بُرائیاں اور برائیوں کو اچھائیاں سمجھنے لگتے ہیں اور قہر عذاب کا پانی اس طرح اُن پر غلبہ کر لیتا ہے کہ اُن کی باطنی کیفیات اور ظاہری جلوات کے حالات بگڑ جاتے ہیں۔ وَ لَهُمْ صَقَامٌ مِّنْ حَدِيدٍ۔ کَلَمًا اَسْ اَدُوْا اَنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اَعِيْدُ وَاَفِيْهَا وَاَدُوْا عَذَابُ الْخَرِيْقِ۔ اور ان ہی شیطانی خصلتوں کے لیے آیت قرآنیہ کا نزول اور اثرات ملکوتیہ کا صدور شریعت ایمانیہ کا قانون مثل ہتھوڑا اور گرز حدید و صما کہ خیر ہیں جو اجرام سماویہ کے شکر ملائکہ زبان فرشتے لے کر آتے ہیں بارگاہ قدس سے۔ نفس کی مادی طاقتوں کی غلاظتوں کو ختم کرنے کے لیے۔ کَلَمًا جب بھی فطرت انسانی کے وسیلہ استعدادِ اَدَلٰی کے گھنٹہ میں حدود فطری سے باہر نکلنے لگتے دنیوی محرومی کے غم سے اللہ اس آتش فراق سے بھاگنے لگتے ہیں کوشش کثیفہ سے اُن اندھیری عذاب سیاہی کی مجلسوں میں سے نکل کر مراتب انسانی کی چڑھتی فضاؤں و صلتی قضاؤں کی جانب کھینکتے ہیں توحید کا مردودیت کے کرب اور دردناک گزروں کی کڑک ٹھیک ضربوں کی پھرک بھیا تک عذاب ان کی تڑپ میں پھر لوٹا دئے جاتے ہیں اور صحرا غیب کی صداؤں سے ان کو کہا جاتا ہے ذُوْ قُوَّةٍ اَعَذَابُ الْخَرِيْقِ۔ غفلت کی زندگی کے عذاب کا مزہ موت حقیقی تک چکھتے رہو موفیاء فرماتے ہیں کہ بیابان معرفت میں ذُوْ خُصْمَانِ ہیں ایک عدم کا دوم وجود کا۔ عارفین کے مسلک میں وجود خیر محض ہے اور عدم شر محض ہے۔ اس لیے کہ وجود میں حکیم مطلق عزوجل کی صفت قدرت کا اثر ہے لہذا کسی بھی چیز کا وجود باطل نہیں، اشیاء کا فاسد ہو کر شر بن جانا اعمال مخلوق اور اثرات ملکوت کی وجہ سے ہے۔ باری تعالیٰ اپنی ملکیت میں یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ کی شان والا ہے اور اپنے حکم میں یَفْعَلُ مَا یُرِیدُ۔ کی حکمت والا ہے، آگ مظہر جلال ہونے کی بنا پر خیر محض ہے اور نطق انسانی کی بنا پر کسی کے لیے شر کسی کے لیے خیر ہے۔ آتش دنیوی کو اس لیے بھی پیدا فرمایا گیا تاکہ ذی عقل مخلوق خالق تعالیٰ کی قدر جلال

کبریائی کو جانے مانے پہچانے، آگ میں خیمان ہیں ایک خیم قوت دوم خیم کمزوری، قوت یہ کہ ہر چیز کو ساکھ کر دے کمزوری یہ کہ خوفِ الہی کے آنسو سے بجھ جائے، آگ میں الفت کا غلبہ بھی ہے اور کلفت کا عنصر بھی، محققین فرماتے ہیں کہ جیسے ایک شخص دعوتِ عام کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ جو لوگ میری دعوت میں آئیں گے انعام و اکرام پائیں گے جو لوگ نہ آئیں گے وہ قید و عذاب کی سزا پائیں گے، تو دوسرا شخص رحم و کرم شفقت و الفت پیار و محبت میں پہلے شخص سے زیادہ اکل و اکرم اور اتم و ارحم شفیق و حلیم ہے کہ جو کوئی بندہ اس کی دعوت لینے آستانہٴ نبوت میں آگیا اس کے لیے ثواب و رضا ہے جو نہ آیا اس کے لیے عذاب و قضا ہے۔ اس لیے عقل مند تو وہی بندہ ہوا جو دعوت لینے آگیا۔ یہ دنیوی جنگ و جہاد اور اخروی سزا و عذاب کا ابھی سے اس دنیا میں ہی قرآن و حدیث سے بار بار سنایا جانا ظہورِ الفت ہی ہے ظاہرِ اکلفت ہے باطناً الفت ہے۔ ظاہراً مصیبت ہے۔ باطناً شفقت ہے۔ ظاہراً رحمت ہے باطناً رحمت ہے۔ اسے بندے ابھی جب کہ اہلِ مفکر نے تیسرے دمِ عمل کو بند نہیں کیا نہ قدرت کے پاؤں کو باندھا جلدی جلدی دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر پاؤں کو چلا کر دائرِ محشر کی دعوتِ شریعت و طریقت میں تلبیہ حقیقی پڑھنا ہوا حاضر ہو جائنا سے پہلے معافی کا دروازہ کھٹکٹائے کیونکہ سزاوار کے اندر آجانے کے بعد شور و فریاد بیکار ہے بلکہ فرعونیت کا نمونہ ہے۔ گناہ کرنے میں اپنے رب سے ایسی شرم کر جیسی اپنوں اور پڑوسیوں سے، دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کہ قیامت میں کسی سے نہ ڈرے پھل وہی پاتا ہے جو جڑ لگاتا ہے۔ خرمن و کھلیان وہی اٹھالے جاسکتا ہے جو موسمِ حیات میں بیج بکھیرتا ہے۔ (از تفسیر نیشاپوری) ابن عربی، روح البیان، شیخ سعدی، حیاتِ دنیوی موسمِ بہار ہے زندگی سانس نہیں سوز میں کھیت کھلیان، ایمان چمنستانِ مصطفائی ہے اعمالِ صالحہ بیج ہیں۔ ان کو بروقت ادا کرنا بیجوں کی بکھیر ہے۔ یہ لمحہ زندگی مہلت و فرصت کی گھڑیاں ہیں، جو بندہ اپنے نفس کی پوشیدہ باتوں کو پہچان لیتا ہے وہ غرور سے سر بند نہیں کرتا بلکہ عجز و انکسار کی راہ پر چلتا ہے اور جو کوئی اس کی بدخواہی یا منہمت کرے وہ اس سے بھی جھگڑا نہیں کرتا بلکہ تواضع کرتا ہے اور جو کوئی اس کی تعریف و ثنا کرے تب بھی خیر بڑائی نہیں کرتا بلکہ شکرِ کبریائی کرتا ہے ہر شخص کی سواری ہوتی ہے اور عمل کی سواری عاجزی و تواضع ہے۔ عاجزی کا پہلا نشان غریبوں مریدوں بیماروں کے ساتھ

بیٹھ کر کھانا کھلانا اور خود بھی وہی غریبوں والی خوراک کھانی، دوسرا نشان پیر بولنا تیسرا نشان سخاوت، چوتھا نشان عبادت پانچواں نشان لوگوں کو اذیت سے بچانا، چھٹا نشان خود تکلیف برداشت کر جانا، عاجزی کے باطنی نشان بھی چھ ہیں ۱۔ اپنے رب تعالیٰ سے حیا ۲۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وقار ۳۔ فصل و جدائی کا خوف طاری رہنا ۴۔ وصل و قربت کی آرزو رکھنا ۵۔ اپنے آپ پر ندامت ۶۔ گناہ پر نفرت، تواضع میں قسم کی ہے پل عیب کو ختم کرنے کے لیے نفس کو ذلیل کرنا دوم توجید الہی کی رغبت کے لیے نیکیوں کی تعظیم فراق کی توہین کرنا سوم ہر ایک سے حق قبول کرنا، خلوت و جلوت میں نصیحت علما اصفیا کو ماننا، بکتر و غرور خود پسندی سے پیدا ہوتا ہے اور خود پسندی اپنی ناواقفیت سے آتی ہے اس قسم کی جہالت انسانیت کی مخالفت ہے عارف وہ ہے جس نے اپنے آپ کو پہچانا جس نے خود کو پہچانا اسی نے اپنے رب تعالیٰ کو پہچانا، اسی لیے شریعت اسلام نے بکتر کی ممانعت اور غرور کی مخالفت فرمائی ہے۔ غرور کی پانچ سزائیں ۱۔ نار فراق کے حجابات ۲۔ ماہ جیم کے عذابات ۳۔ محرومیت کے عتابات ۴۔ مقام حید کے الزامات و قہریات ۵۔ اُعیڈ و افیحا کی قبولات عالم ناموت کا یہی عذاب ۱۔ الحریق ہے (اللہ ہم کو بچائے)

إِنَّ اللَّهَ يَدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

بے شک اللہ داخل فرمائے گا ان لوگوں کو جو مومن بن گئے اور عمل کئے اچھے
بے شک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے

الصَّالِحَاتِ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

ہی ایسی جنتوں میں کہ جاری رہتی ہیں جن کے نیچے
کام کئے بہشتوں میں جن کے نیچے

الْأَنْهَارُ يَحْلُونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ

نہریں اس شاندار حالت میں کہ زیور پہنائے جائیں گے ان میں سونے کے
نہریں بہہ رہی ہیں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن

marfat.com

ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾

کنگن کا اور موتیوں کا اور ان کا لباس اُن جنتوں میں ریشم ہے۔
اور موتی ۔ اور وہاں اُن کی پوشاک ریشم ہے۔

وَهُدُوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهْدُوْا

ہدایت دے گئے تھے وہ کلمہ طیب کی اور ہدایت دے گئے تھے
اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت کی گئی ۔ اور سب

اِلَى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ حمید کے دین کی طرف، بے شک وہ لوگ جو کافر ہو گئے
خوبیوں سراسے کی راہ بتائی گئی، بے شک وہ جہنوں نے کفر کیا

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ

اور رکاوٹ ڈالی انہوں نے اللہ کے راستے سے اور اُس مسجد
اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے

الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ

حرام سے بنایا ہم نے جس کو کھلے عام مسلمانوں کے لیے کہ برابر ہیں
جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے

الْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ ط وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ

وہاں کے باشندے اور باہر سے آنے والے اُس میں اور جو شخص ارادہ کرے گا اس حدود حرم
وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا

marfat.com

Marfat.com

يَا حَادِثُ ظَلِمَ نَذِقَهُ مِنْ عَذَابِ إِلِيمٍ ۝۲۵

یہ بے دینی پھیلانے کا کسی ظلم کے ذریعے مزہ چکھا دیں گے ہم اس کو دردناک عذاب کا۔

ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں اہل النار تعلقات کا عذاب بیان کیا گیا۔ اب ان آیت میں اہل بہشت کا ثواب بیان کیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں سزاؤ خروی کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیت میں انس کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ ان کو عذاب اس وجہ سے ہو گا کہ وہ کفر و کفر بھی تھے اور یصد و کفر بھی تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ذکر فرمایا گیا کہ کفار جہنم سے نکل بھاگنے کی کوشش کرتے رہیں گے مگر نکل نہ سکیں گے اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کفار زندگی میں مقدور بھر لوگوں کو مسجد حرم شریف سے نکالتے رہے اور منع کرنے روکتے رہے کعبہ شریف حرم پاک اور مکہ مکرمہ کو اپنی ذاتی جائداد سمجھتے رہے۔ اس کی پاؤش میں اب جہنم ان کی ذاتی جائداد بنا دی گئی۔

شان نزول حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مقام پر عبد اللہ بن اُنیس نو مسلم کے ساتھ دو آدمیوں کو بھیجا۔ ایک ہاجر تھا ایک انصاری ان دونوں میں بات چیت کے دوران حسب نسب پر فخر کرتے ہوئے جھگڑا ہوا۔ نو مسلم عبد اللہ بن اُنیس کو غصہ آیا اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور خود مرتد ہو کر مکے کو بھاگ گیا تب یہ آیت ۲۵ نازل ہوئی۔ (از خزان) دوسرا قول ابو جہل وغیرہ امیر لوگوں اور مسلمانوں کو تو حرم کعبہ میں بڑی عزت دلاتے اور کعبہ کھول کھول کر دکھاتے پذیرائی کرتے مگر غریب صحابہ کرام کو روکتے طواف سے منع کرتے ایک دفعہ چند نادار مفلس مسلمانوں کو اس لیے مارا کہ وہ سرداران مکہ کی موجودگی میں کعبہ کے پاس آئے ہیں ان صحابہ نے بارگاہ رسالت میں فریاد کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر نحوی

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِدَ مِنْ ذَهَبٍ وَكَأْسٌ مِنْ لَبَنٍ سَمِيٍّ فِيهَا حَرِيرٌ وَإِنْ حَرِيرٌ مُشْتَبِهٌ اللَّهُ اس کا اسم یدخل

باب افعال کا فعل مضارع مستقبل بافاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع اللہ۔ اَلَّذِیْنَ اِسْم موصول جمع مذکر
 اَصْنَوْا۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب بافاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع اَلَّذِیْنَ یہ فعل
 بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ عَمِلُوا باب سَمِعَ کا ماضی مطلق بافاعل ضمیر صیغہ
 مرجع اَلَّذِیْنَ اَلصَّلٰحٰتِ اسم جمع مؤنث سالم بحالت نصب مفعول بہ ہے عَمِلُوا کا
 جُتِبَ اسم جمع مؤنث سالم موصوف ہے تَجْرِی صَرَک کا فعل مضارع واحد مؤنث
 غائب تَجْرِی سے مشتق ہے بمعنی بہنا، مَن حرف جزائندہ یا ابتدائیہ تَحْتَ اسم سمتی بمعنی نیچے
 ظرف مکانی کے لیے فَوْق کا ضد اَسْفَلَ کا ہم معنی مگر فرق یہ ہے تَحْتَ منفصل کے لیے آتا ہے
 مثلاً وزیر بادشاہ سے نیچے ہے یہاں تَحْتَ استعمال کیا جائے گا۔ اور کُندھائیچے سے سر
 سے نیچائی مقامی ہو یا رُتبی سب کے لیے تَحْتَ آتا ہے لیکن اَسْفَلَ صرف مکانی و مقامی
 نیچائی کے لیے ہوتا ہے اکثر مضاف ہوتا ہے بغیر مضاف الیہ ہو تو مبنی مفعوم ہوتا ہے
 یہ مضاف حَا ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تَجْرِی کا اَلَا تَحْضُر اسم جمع
 مکشریہ فاعل ہے تَجْرِی کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے جُتِبَ کی یہ مرکب توصیفی مفعول
 فیہ ہے یُدْخِلُ کا۔ یُحْلُوْنَ باب تفعیل کا مضارع مجہول جمع مذکر غائب اس کا مصدر تَحْلِیۃ
 ہے تعلیل تجوی ہو کر ہوا تَحْلِیۃ حَلَّی سے مشتق ہے بمعنی زیور پہنا۔ تفعیل متعدی ہیں معنی ہے
 زیور پہنانا، یُحْلُوْنَ اصل میں تھا یُحْلِیُوْنَ دوسری یعنی اصل مادے کی کی کو گرا دیا گیا۔ اس میں
 ضمیر صیغہ نائب فاعل فیہا جار مجرور متعلق اول ہے۔ یُحْلُوْنَ کی مزید دو قرینتیں ہیں یُحْلُوْنَ
 معروف فتح سے رَا یُحْلُوْنَ باب فتح سے مجہول اس باب میں یہ فعل لازم ہے اور ترجمہ ہے
 خوب صورت لگیں گے۔ مَن جارہ زائدہ ہے یا بعضیت کا یا بیانیہ یا اپنے اصلی معنی ابتدائیہ
 میں پہلے دو قول درست ہیں اَسَا وِ رَا اسم جمع مذکر مکشرف صرف واحد ہے سِرَارٌ بمعنی کنگن
 زیور مراد ہیں کنگن صرف ہاتھوں میں ڈالنے کا زیور یہ مضاف ہے اس کو اضافت منیہ
 کہتے ہیں مَن بیانیہ ہے یا ابتدائیہ یا بعضیت کا ذَوْبِ اسم مفرد نکرہ بمعنی مونا اس کی
 جمع ہے ذُوْبٌ۔ ذُھَبَانٌ۔ اَذْھَابٌ یہ لفظ ذھب بمعنی جانا سے استعارہ ہے کیونکہ
 سونے کی دھات سب سے جلدی پگھلتی ہے یا اس لیے کہ یہ دھات اصل دولت ہے
 جلدی آتی جاتی ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مصنوع کا مصنوع اسم مفعول سب سے
 مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مضاف الیہ اَسَا وِ رَا کا یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے دوم یُحْلُوْنَ کا واو

عاطفہ ہے اور مابعد کا جملہ معطوف ہے اسارور کے محل پر اور وہ محلاً منصوب (زیر واد) اس لیے یہ ظاہر منصوب ہوا، ایک قول میں واؤ زائدہ ہے اور مابعد جملہ محذوف موصوف کی صفت ہے یا یہاں یُوْثُوْنُ فعل پوشیدہ ہے اور یہ عبارت اس کا مفعول یہ ہے مگر ہماری ترکیب زیادہ صحیح و آسان ہے۔ لَوْ لَوْ اِسم مفرد جامد بمعنی موتی جنسی جمع ہے یعنی ہر قسم ہر جنس کا موتی اس کی لفظی جمع ہے لُأَلِی۔ اس کو لُویَا، لیلیَا، لُویور اور کُولِی میں پڑھا گیا ہے یہ معطوف ہے محلاً اسارور پر یُحْلُوْنَ اپنے ان تمام معمولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اور مابعد جملہ معطوف ہے یُحْلُوْنَ کے جملہ پر۔ ایک قول میں مابعد جملہ حال ہے یہی ترکیب نحوی زیادہ مقبول آسان اور معتبر ہے بعض نحوید ایک اور بھی ترکیب کی ہے۔ بہر کیف یہ جملہ حال ہی ہے۔ یُحْلُوْنَ کے نائب فاعل کا۔ لُبَا سُمُّ یہ مرکب اضافی مبتدا فیحکا یہ جار مجرور متعلق ہے ثابت یا موجود پوشیدہ حَرَبُ اِسم مفرد جامد بمعنی ہر قسم کا ریشم یہ لفظ ریشم کا جنسی نام ہے فاعل ہے ثابت کا نائب فاعل ہے مَوْجُوْذ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے رُبَا سُمُّ، مبتدا کی یہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے یُحْلُوْنَ پر دونوں عطف مل کر حال اَلَّذِیْنَ کا یہ دونوں مل کر مفعول یہ ہے یُذْخِلُ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر خبر ان وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَهْدُوْا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهْدُوْا اِلَی صِ اِطِ الْحَبِیْدِ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ یَصْدُوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءٍ مِنَ الْعَرَكَاتِ فِیْهِ وَ الْبَآرِدِ وَ الْوَاوِ سِر جملہ هْدُوْا۔ بَابِ ضَرْبِ کَا ماضی مطلق مجہول دراصل حُرُیوْا تھا کی پر ضمہ ثقیل تھا ماقبل کو دیا دوساکن جمع ہوئے کی حرف اصل یہ رادے کا حرف ہے اس لیے گر گئی واؤ نہیں گر سکتی کیونکہ علامت جمع ہے بقانون نحو علامت نہیں گر سکتی حُذِی سے مشتق ہے بمعنی ہدایت دینا تعلیم دینا، اس کا نائب فاعل ضمیر صیغہ مرجع اَلَّذِیْنَ ہے اِلَی الطَّیِّبِ یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنَ الْقَوْلِ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے هْدُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو گیا هْدُوْا اگر اپنے ماضی کے معنی میں ہو تو طَّیِّب سے کلمہ طیبہ اور لورا دین اسلام اور اگر مستقبل کے معنی میں ہو تو طیب سے مراد اہل جنت اور ملائکہ کی پاکیزہ گفتگو، واؤ سِر جملہ هْدُوْا فاعل با نائب فاعل اِلَی جارہ انتہاء غایت کے لیے بمعنی تک یا طرف صراط اِسم مفرد جامد بمعنی کھلا راستہ مضاف ہے اس کو

اضافہ بیان یہ کہتے ہیں اَصْلًا صفت موصوف سے جُمید بمعنی محمود جیسے کہ حبیب بمعنی محبوب ہوتا ہے اسم صفت مشبہ ہے بابِ کَرُم سے یا دونوں سے مراد جنت سے اگر صَدُوا بمعنی مستقبل ہو یا صراط سے مراد راستہ جمید سے مراد جنت لیکن اگر صَدُوا اپنے ماضی کے معنی میں ہو تو صراط سے مراد راستہ جُمید بمعنی اسلام یا ایمان، دین الہی، یا دونوں سے مراد اسلام اور دین الہی ہے۔ یہ صَدُوا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا اِنَّ حَرْفِ مَثْبُتِ الذِّیْنِ۔ اسم موصول کُفْرًا فَعْلٌ بِاَفَاعِلِ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ ایک قول واو عالیہ ہے اور مابعد حال ہے پوشیدہ حُمٌ ضمیر مبتدا کی خبر ہو کر، اور ایک قول میں یہ واو زائدہ ہے اور جملہ بذات خود حال ہے ہماری ترکیب پہلے قول پر ہے یُعَذُّوْنَ بابِ نَعَرَ کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب صَدُّ سے مشتق ہے یعنی صَدُّ مفاعف ثلاثی بمعنی روکنا رکاوٹ ڈالنا۔

عَنْ جَارَہِ زوالیہ دور کرنے ہٹانے کے لیے سَبِيلُ اللہ مرکب اضافی معطوف علیہ واو عاطفہ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یہ مرکب تو صیغی موصوف ہے یہاں مسجد حرام سے پورا شہر مکہ حرم شریف ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول مذکر جَعَلْنَا فَعْلٌ ماضی با فاعِل جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ متعدي بدو مفعول ہے ضمیر کا مرجع مسجد سے مفعول پہ اول ہے لِلنَّاسِ یہ جار مجرور متعلق ہے مُبَآئِثًا اسم مفعول پوشیدہ کا یہ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر ذوالحال ہوا، سَوَاءٌ اسم مصدر بمعنی برابر ہونا پورا ہونا، نیچ میں ہونا، یہاں پہلے معنی میں ہے اور برابری رتبی مراد ہے نہ کہ مکانی اس کی ترکیب میں چار قول ہیں ۱۔ یہ ماقبل لِلنَّاسِ کے جملے کا حال ہے ۲۔ یہ خود مفعول دوم ہے جَعَلْنَا کا ۳۔ یہ حال ہے ضمیر کا ۴۔ سَوَاءٌ متبدا مرفوع ہے اَلْعَاكِفُ سب اس کی خبر پھر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول ثانی یا حال ہے ہم نے پہلی ترکیب کو اختیار کیا ہے۔ سَوَاءٌ مصدر عامل بمعنی اُسْتَوَى اسم فاعِل اَلْعَاكِفُ اسم فاعِل واحد مذکر با فاعِل ضمیر صیغہ فیہ جار مجرور متعلق ہے عَاكِفٌ کا کُلْتُ سے مشتق ہے بابِ ضَرَبَ سے بمعنی ٹھہرنا اعتکاف کرنا یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واو عاطفہ اَلْعِبَادِ، اسم فاعِل بَدَّوْا سے مشتق ہے بمعنی گاؤں (دیہات) میں رہنے والا مراد ہے ہر مسافر مل بادی آخر کی بحالت رفع گر گئی تقدیری ضمہ آیا بشکل تنوینی کسرہ پھر الف لام کی وجہ سے تنوین بھی ختم ہو گئی یہ معطوف اَلْعَاكِفُ پر دونوں عطف مل کر فاعِل سَوَاءٌ مصدر بمعنی اسم فاعِل کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہوا مُبَآئِثًا پوشیدہ کا وہ دونوں مل کر مفعول دوم ہے جَعَلْنَا کا یہ سب مل کر

صلہ ہوا اللہ تعالیٰ کا یہ دونوں مل کر صفت ہے مسجد کی یہ مرکب توصیفی معطوف سبیل پر دونوں عطف مل کر
 مجرور متعلق ہے یصدون کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے کفرؤا پر دونوں عطف مل کر
 صلہ ہوا اللہ تعالیٰ کا دونوں اسم ان کا اس کی خبر کا جملہ و نذ یقہم العذاب پر شیعہ پر سابقہ
 آیت ذوقوا (الح) کے قرینے سے بعض نے کہا کفرؤا تک اسم ان و یصدون کا واو
 زائدہ اور تمام جملہ خبر ان۔ واللہ اعلم۔ ومن یزد فیہ بالحاد یظلم نفسه
 من عذاب الیم۔ واو بر جملہ من موصولہ شرطیہ مضارع کو جزم دیتا ہے۔ یزد۔ باب افعال
 کا مضارع مستقبل واحد مذکر غائب، یزد سے یزد پھر من جازمہ نے جزم دیا تو ہو گیا
 یزد کیونکہ دال ساکن ہوئی تو دو ساکن ہوئے کی گئی فیہ جار مجرور پہلا متعلق ب تعدیہ کی
 الحاد باب افعال کا مصدر یعنی بے دینی پھیلاتا یہ جار مجرور متعلق دوم ب حرف جر بیعت
 بمعنی ذریعہ ظلم اسم مصدر مجرور یہ جار مجرور تیسرا متعلق ہے یزد کا سب مل کر جملہ فعلیہ
 ہو کر شرط ہوئی ینذق باب افعال کا مضارع مستقبل بحالت جزم اسی من کی وجہ سے پہلے
 ینذق تھا۔ یا فاعل ہ ضمیر مفعول بہ مریض من ہے من زائدہ عذاب الیم مرکب توصیفی
 مجرور ہو کر متعلق ہے ینذق کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے دونوں مل کر جملہ شرطیہ
 ہو گیا۔

ان الله یدخل الذین امنوا وعملوا الصالحات جنات
 تجری من تحتها الانهار و یخلون فیہا من اساور
 من ذهب و لؤلؤ و لباس سہم فیہا حریر۔ و ہدوا الی الطیب
 من القول و ہدوا الی صراط الحمید۔ اسے نگاہ عبرت رکھنے والو تم لوگوں
 نے کافران گروہ خمسہ کا اُخروی انجام مقام عذاب ثیاب نار مقام معہد عذاب خلیق
 غم شدید کے حالات تو سن لیے۔ اب اہل ایمان خوش نصیبوں کا بھی انجام سنو کہ آخرت
 میں ان کا حال۔ معال۔ مقال، کمال۔ مقام لباس کیا ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ بہترین عزت
 اور شان کے ساتھ داخل فرمائے گا ان ایمان والوں کو جنہوں نے حیات دنیوی میں تمام
 عمر تعلیم نبوت کے مطابق اعمال صالحہ کئے اور ہر عمل قول کردار عادات اخلاق میں اپنے
 اجسام و حالات۔ معاملات معاشرت اوقات پر صورت نبی اور سیرت نبوی کا پورا
 نقشہ قائم کئے رکھا ان جگہوں میں جن کے محلوں مکانوں درختوں زمینوں کے نیچے نیچے

ماہِ سرور۔ شراب پھور اور لبن لذیز و غسل کثیر کی نہریں بہر ہی ہیں اُن جنتوں کے اندر وہ جنتی لوگ جنت کے سونے اور قدرتی لعل و یاقوت کے مُصَفَّیٰ مَجَلَّ زلیوروں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس قدرتی ریشم کا ہوگا مومن مردوں کا بھی مومنہ عورتوں کا بھی اُن کی خوش نصیبی دنیا میں بھی ہوئی کہ ان کو ایمان عرفان قرآن کی راہ کلمہ طیبہ تلاوت عبادت کی ہدایت ملی یہ لوگ عالمِ آرزو اُج سے ہدایت دے گئے اور نبوت اور رسالت کی غلامی کے لیے منتخب کئے گئے اور محمود جَلَّ و عَلَّی کی راہِ قُرب کی بھی ہدایت دینگے اور آخرت میں بھی کہ ہر وقت ذکرِ الہی شکرِ کبریائی نعتِ مصطفائی کی توفیقِ سعید پاتے رہیں گے اس طرح کہ جب جنت کو پہل صراط سے دیکھیں گے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدٰٓاَنَا لِطَرِیْقٍ اَمَامِہٖمُ حَمْدِیْ ہمارے اُسی رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے شخص اپنے کرم سے ہم کو اس جنت کی ہدایت دی اور جب یہ اہل ایمان جنت کے اندر داخل ہوں گے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَزْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ۔ تمام حمدیں اسی ذاتِ قدیم و علیم خیر اللہ و عالی تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہم سے اپنا فضل کرتے ہوئے غم دور فرمایا اور جب اپنے جنتی گھروں میں داخل ہوں گے تو کہیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقْنَا وَ عٰدَا وَاَوْسٰٓئُنَا اَلَا رَضٰ۔ تمام تعریفیں اُسی اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنا وَعْدُہ کرم و غفاریت سچا فرمایا ہمارے لیے اور ہمیں مالک بنایا زمینِ جنت کا جنتی زلیور صرف کنگن ہوں گے جو ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے جسم کے کسی دوسرے مقام پر کوئی زلیور نہ ہوگا۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جہاں تک وضو میں کھائی دھوئی جاتی ہے وہاں تک کنگن ہوں گے ایک کنگن سونے کا ایک چاندی کا اور ایک لعل و یاقوت کا۔ اسی کو عزری میں نُوْلُوْہُ کہا جاتا ہے یعنی جواہر ریشم کا لباس اور جنتی زلیور اُس مومن کو ملے گا جس نے دنیا میں ریشم اور زلیور کو اپنے لیے حرام سمجھا اور کبھی بھی استعمال نہ کیا، دنیا میں یہ دونوں چیزیں ہر مومن مرد کو حرام قطعی ہیں۔ یہی اہل ایمان اُزلی قسمت اور تقدیری فیصلے سے دنیا و آخرت میں ربِّ محمود کے صراطِ مستقیم کی ہدایت دے گئے کہ دنیا میں اُستناءِ نبوت کی عاضری، شریعت کی اطاعت، طریقت کی اتباع حقیقت کی عبادت معرفت کی منزل ملی، اور آخرت میں قبر کی راحت، حشر کی عزت، پہل صراط کی رفتار جنت کی گفتار ملی، دنیا میں ربِّ حمید کی فرماں برداری آخرت میں ربِّ حمید کی

خوشنودی، دنیا میں رب تعالیٰ کی ماننے کی سعادت و توفیق اور آخرت میں اُس سے منولنے کی نعمت و کریم دنیا میں تین قسم کے انسان ہیں قسم کے کام کرتے ہیں اُن کو آخرت میں تین قسم کا بدلہ ملے گا۔ مومن ایمان لایا اس کا بدلہ جنت علی عبادت کی اس کا بدلہ نعمتیں و بہریں ملیں ہر حرام کو چھوڑا اُس کے بدلے رشیم و زیور ملا، فاسق نے گناہ کئے اُس کے بدلے سزا ملی ظلم کئے اُس کے بدلے نیکیاں چھنی، عبادت سے بھاگا تو ذلت ملی، کافر نے کفر کیا تو جہنم کی رہائش ملی۔ غرور کا لباس پہنا تو آگ کے کپڑے ملے۔ لوگوں کو ورغلا یا۔ دین کبریا ئی نعمت مصطفائی سے بھگا یا کفر کی طرف لوٹا یا تو مقامِ حدید کی مار سے مقامِ عذاب میں لوٹا یا گیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کُفِرُوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءٍ الْعَاکِفِ فِیْهِ وَ الْبَادِ وَ مَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ فَبِذَٰلِكَ مِنْ عَذَابِ اَلِیْحٰۤیۡہِ اِنَّ کَفَّارِیْنَ وَہ لوگ جو شروع زندگی کے کافر بنے۔ اَب اُن کی خیانت طبعی یہ ہے کہ لوگوں کو دین حق اَقوال طیب اور مُراط حید سے روکتے ہیں اور ان کا صرف یہی ظلم نہیں بلکہ حرم مکہ میں عمرہ کرنے اور مسجد حرام میں عبادت تلاوت طواف کرنے سے بھی روکنے لگے حالانکہ یہ شہر مکہ اور مسجد کعبہ وہ جگہ وہ عبادت گاہ ہے جس کو ہم نے تاقیامت تمام اہل ایمان انسانوں کے لیے بنایا ہے۔ یہاں طواف و عبادت عمر و حج کے لیے سب مقیم و مسافر شہری و دیہاتی، آبادی و آفاقی اہل اہل حرم، اہل مینقات اہل آفاق، شمالی جنوبی، مغربی مشرقی، سب برابر ہیں۔ مقیم اپنے گھروں میں مسافر اس کی پوری سرزمین مکہ میں جہاں چاہیں جیمہ لگائیں، ڈیرہ جائیں کوئی دھرا شخص اُن کو اُن کی منتخب زمین سے بلا وجہ ظلماً ناخقی اٹھا نہیں سکتا نہ حکومت کے زور پر نہ امیری دولت سندی کی دھونس پر نہ کسی سیاسی مخالفت کے رعب پر نہ مقیم مسافر کو نہ مسافر کو نہ کوئی بادشاہ، وزیر، مشیر اہل حکومت کسی عابد حاجی طائف کو کسی وقت کسی مینٹ کسی موسم میں۔ صبح شام رات دن، سردی گرمی میں نہ کسی بیمار کو روکنا جائز نہ کسی تندرست کو سال جہر تا عم نہ کوئی وُرو و مکہ سے روکے نہ دخول مسجد سے یہ شہر مسجد تمام دنیا میں اس خصوصیت شان والا ہے کہ سب کے لیے مالک اَرْض و سَمَآ کی طرف سے وقف ہے۔ یہاں کسی کو ملکیت حکومت صرف انتظام و انصرام کے لیے دی تعالیٰ سے نہ کہ ملکیت جتانے ظلم کمانے کے لیے، ہاں البتہ اگر کسی وقت کسی جگہ سے کسی

شخص کو اٹھانا ضروری ہو جائے تو متبادل جگہ دے کر معذرت و اخلاق حسنہ گفتار حمیدہ
 طریقہ و رشید کے ساتھ اس کو اٹھانا جائز ہے مثلاً کسی اجنبی نے غلطی یا ناواقفی سے سر راہ
 رہنے کا خیمہ یا ٹھیرنے کا ڈیر یا سونے کا بستر لگا لیا تو اس کو دوسری نزدیکی جگہ پہنچانا
 یہاں سے اٹھانا جائز ہے تاکہ نہ اس کو کوئی تنگی و نقصان ہو نہ کسی راہ گیر کو یہ قانون بانی
 تا قیامت ہر شخص ہر مقیم ہر حکومت کے لیے ہے، خبردار اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے
 کیونکہ یہ شہر جلال ہے اگر یہاں کی ایک نیکی لاکھ برابر ہے تو یہاں کا ظلم و گناہ بھی لاکھ برابر
 یہاں تو ارادہ گناہ بھی گناہ عظیم ہے۔ لِهَذَا وَصَنُ يَرْدُ فِيهِ بِالْحَا دِ بِظُلْمٍ۔
 اور تا قیامت جو شخص بھی اس مسجد حرام اور حرم مقام میں بے دینی کی طرف مائل ہو کر عدا
 ارادہ کسی ظلم کا ارادہ بھی کرے گا کفر شرک کا یا کسی کے قتل انتقام کا یا نقصان کا یا جھوٹی
 اور لغو قسمیں کھانے کا یا بغیر احرام حدود حرم میں عمرے و حج کے لیے، داخل ہونے قدم رکھنے
 کا یا یہاں کے شکار کا یا بلا ضرورت کوئی گھاس بوٹی کاٹنے اکھیرنے کا یا یہاں کے مقیمین و
 زائرین کا کھانا پانی غذا و جسمانی ضروریات زندگانی روکنے کا یا اپنی حکومت چکانے
 سیاست پھیلانے، ڈرتے دھمکانے دہشت و حشت بھڑکانے، مارنے اُکسانے و غلٹ
 کا یا گالی و شتم طرازی کا یا منوعات احرام و حرم کا تو نَذِ قَهُ صُنْ عَذَابِ اَرْبَعٍ۔ ہم
 اس کو ایسا عذاب اِکیم چکھائیں گے جو دنیا میں عبرت ناک قبر میں حیرت ناک حشر میں حسرت
 ناک جہنم میں دردناک ہو گا۔ اَمْحَابِ فِيلِ کو دنیا میں ہوا، کفار مکہ کو بدر و قبر میں، یزید پلید
 کو قبر برزخ میں ہو رہا ہے بہت سے دیکھنے والوں نے بشکلِ آگ و دھواں دیکھا یہ تو شہِ اُمّ ہے
 جہاں انسان حیوان نباتات جمادات سب کو اُٹھ رہا ہے یہاں اس ظالم کو بھی نہیں مار سکتے جو باہر کسی پر ظلم کر کے
 یہاں پناہ لے لے، ہاں اَلْبَنۃُ حدودِ اللہ کی سزاؤں سے یہاں بھی نہیں بچ سکتا مرتد ہو کر
 باجوری ڈکیتی کر کے یا کسی کو قتل کر کے زنا و شراب پی کر یہاں پناہ لے لے تب شرعی
 عدالت سے نہیں بچ سکتا، حکومت وقت یہاں سے بھی پکڑ کر اس پر حد شرعی جاری
 کرے گی، رجم و قصاص کی پوری سزائیں دی جائیں گی۔ اَقَاۡمِ کَاۡثِرَاتِ حُضُوۡرِ اَقْدَسِ صَلٰی اللہ
 تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فتح مکہ کے دن غلافِ کعبہ میں چھپے ہوئے مرتد و قاتل عبد اللہ بن
 قُتْلِ اَنِیسِ مَرْدُو د کو وہیں سے نکلوا کر قتل کروا دیا تھا یہ شخص ایک سفر میں کسی جھگڑے کی
 بنا پر ایک انصاری سلمان کو قتل کر کے مرتد ہو کر کتے میں بھاگ آیا تھا رازِ مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۸

بحوالہ متفق علیہ) یقیناً وہاں کا واقعہ اس طرح ہوا کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سترہ میں عمرے کی ادائیگی کا ارادہ فرمایا تو ماہ ذیقعد میں آٹھ تاریخ کو مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی بصر علی پر احرام باندھا۔ جب مقام حدیبیہ پر پہنچے تو ابوسفیان نے جو اس وقت کافر تھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آکر روک دیا اور کہا کہ اس سال تم مکے میں نہیں آ سکتے۔ صحابہ کرام کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ اگر ہم احرام میں نہ ہوتے تو پھر ہم دیکھتے کہ تو کس طرح ہم کو روکتا ہے تم سب کی لاشیں ہی یہاں سے جاتیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکمت ربانی بیان فرما کر صحابہ کا غصہ ٹھنڈا کیا اور آٹھ سال کے لیے صلح ہو گئی اسی کا نام صلح حدیبیہ ہے۔ یہ مقام مکہ مکرمہ سے چھ میل دور جانب مدینہ منورہ ہے، پھر سترہ میں اسی صلح کے مطابق ماہ ذیقعدہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مع تمام صحابہ عمرہ ادا فرمایا، یہ اسلام کا پہلا عمرہ تھا۔ حج اسلام سترہ ماہ جمادی الاول میں سورہ مائدہ کی آیت ۲۷ سے فرض ہوا، اسی سترہ میں زکوٰۃ فرض اور سود حرام ہوا، یہ آیت بروز جمعہ نازل ہوئی، حجۃ الوداع سترہ میں ادا فرمایا۔ ۲۶ ذیقعدہ کو مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی چار ذی الحج کو مکہ مکرمہ میں داخلہ ہوا، پھر آٹھ ذی الحج سے ارکان حج شروع ہوئے، ۹ ذی الحج کو میدان عرفات میں اَلْیَوْمُ اکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی آیت مفقہ سنزل ہوئی، ۱۰ ذی الحج کو مکہ مکرمہ سے واپسی ہوئی اور چھبیس ذی الحج کو مدینہ منورہ واپسی ہوئی، اسی دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے بیٹے سیدنا سید ابراہیم چار سال کی عمر میں فوت ہوئے چند دن بخار میں رہ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بہت لاڈلے پیارے تھے انہی کی وفات پر آپ کے چند آنسو نکلے۔

کعبہ شریف اور مسجد حرم شریف کے کچھ تاریخی حالات: کعبہ معظمہ ابتداء سے اب تک تیرہ بار تعمیر ہوا پہلی بار ملائکہ نے جنتی سفید چکدار موتیوں سے بنایا، جس کی لبائی مع حطیم تیس شرعی غز یعنی ۵۴ فٹ، پھر رفعت آدم علیہ السلام کے وقت آپ کے ساتھ ہی جنت میں یہ پوری یا قوتی عمارت پہنچا دی گئی اسی میں بیٹھ کر آپ وہاں عبادت کیا کرتے تھے۔ جب آپ جنت سے اُتارے جانے لگے تو آپ نے اس یا قوت کو بوسہ دیا جس کے ساتھ آپ ٹیک لگا کر تے تھے پھر نے عرض کیا مجھ سے جدائی برداشت نہ ہوگی مجھے

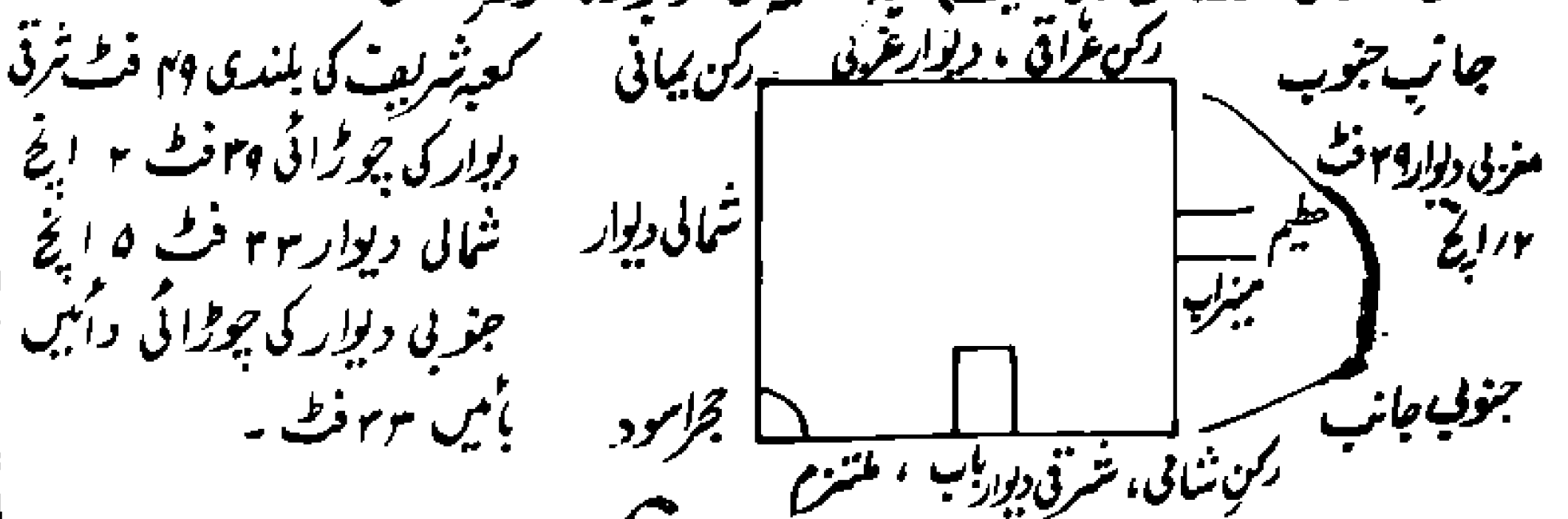
بھی ساتھ لے چلے تب آپ باجارت الہی اس باقوت کو اپنے ساتھ ہی لے آئے اسی کا نام بعد میں حجرِ اسود ہوا۔ دوسری بار اہی بنیا دوں پر آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا، یہ کعبہ سدرہ کے بیت المعمور کے بالمقابل زمین پر ہے اتنا ہی لمبا چوڑا، حجرِ اسود کو کعبہ کی شرقی و شمالی دیوار کے کونے میں خود آدم علیہ السلام نے لگا یا زمین سے چار فٹ اونچا اس وقت باب کعبہ زمین کے برابر رکھا گیا تھا، چھت نہ بنائی گئی۔ باب کعبہ مشرقی دیوار میں ہی ہمیشہ رہا حجرِ اسود اور باب کعبہ کے درمیان دو فٹ جگہ ہے اس کا نام ملتزم ہے یعنی سینہ لگانے کی جگہ یہ تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے تیسرے بیٹے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ مل کر فرمائی کہ شعیب علیہ السلام کا رامٹی اور اینٹ پتھر پکڑاتے آدم علیہ السلام تعمیر فرماتے یہ کعبہ ہمیشہ اسی جگہ رہا جہاں آج ہے ذرہ آگے پیچھے نہ ہٹایا گیا، اس کی وجہ یہ کہ رب تعالیٰ نے آسمانوں زمین سے پہلے ایک نور کا ستون پیدا فرمایا عرش سے تحت الثریٰ تک پھر اس کے آس پاس سات آسمان پیدا فرمائے، ساتویں آسمان پر سدۃ المنتہیٰ کے پاس اس ستون میں ملائکہ سے ان کا کعبہ بیت المعمور بنوایا اس کے دو ہزار سال بعد زمین پیدا کی گئی زمین پر جنات کو بسایا، اس کے دو ہزار سال بعد بیت المعمور کے نیچے زمین پر اسی ستون میں فرشتوں سے کعبہ بنوایا جو جنتی جواہر سفید سے بنایا گیا۔ اس کے دو ہزار سال بعد آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا زمین پر سجدہ کرایا اور بہت عرصہ جنت میں رکھا جب جنت سے نیچے تشریف لائے تو توبہ کی مقبولیت کے تین سو سال بعد مکہ مکرمہ تشریف لائے اور وہاں آپ سے زمین کی پہلی تعمیر، کعبہ معظمہ بنوایا گیا، یہ تعمیر دو ہزار سال تک قائم رہی اتنی مضبوط بنائی گئی تھی پھر طوفانِ نوحی میں یہ کعبہ شہید ہوا، تب تیسری بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ان ہی بنیاد آدم اور لبائی چوڑائی کی پیمائش پر تعمیر کعبہ فرمائی۔ یعنی لبائی پیمائش فٹ اور چوڑائی چوبیس فٹ، اس کی شکل جانبِ جنوب محراب نما گول بنائی جاتی رہی یہی شکل بیت المعمور کی ہے جانبِ شمال دو کونے بنائے گئے تھے اب جن کا نام رکنِ یمانی اور رکنِ اسود ہے۔ تعمیر کعبہ کے بعد اسماعیل علیہ السلام نے اپنی علاقائی قوم جرہم کیساتھ مل کر مطاف کی چار دیواری بنائی اسی دیوارِ مطاف میں باب کعبہ کے مقابل مقامِ ابراہیم کا پتھر رکھ دیا گیا، اس کچی دیوار کی اونچائی تقریباً تین فٹ تھی، تمام انبیاء علیہم السلام اس کا طواف کرتے تشریف لاتے

رہے۔ حج ہر اہمیت پر فرض رہا۔ چونکہ بار قوم علاقہ نے تعمیر کی پانچویں بار قوم بنی جرعم نے کی چھٹی بار تعمیر کعبہ فضی بن کلاب سردارِ مکہ نے اپنی قوم کے ساتھ مل کر کی۔ اس وقت کعبہ کے نقشے اور پیمائش میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی، وہی آدم و ابراہیم علیہما السلام والا نقشہ و پیمائش قائم رہا کہ نہ چھت بنائی گئی نہ ہی دروازہ بدلا گیا بلکہ حسب سابق زمین کے ساتھ ہی رکھا گیا۔ ساتویں بار بنی قریش نے تعمیر کیا اور چھ تبدیلیاں کی گئیں۔ کعبہ معظمہ کی چھٹ ڈالی گئی لکڑی کے بارے شہتیر اور لکڑی کے چھ ستون بنائے گئے اور پر سے چھت پختہ کی گئی۔ ۲ بار شتوں سیلابوں سے بچانے کے لیے دروازہ کعبہ چھ فٹ اونچا بنایا گیا۔ ۳ بار ابراہیم جس پر چڑھ کر ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ فرماتے رہے جس کا نام مقام ابراہیم ہے اس پتھر کو مطاف کی دیوار میں باپ کعبہ کے سامنے جوڑا نصب کیا۔ ۴ دیوار بھی پختہ بنا دی۔ ۵ پیسہ کم ہونے کی وجہ سے کعبہ کو چھوٹا کر دیا اور سات فٹ حطیم بنا دی گئی، اور کعبہ کے چار کونے بنا کر چور کور کر دیا گیا۔ ۶ اور حطیم میں شرقاً غرباً دو دروازے بغیر کواڑ رکھے گئے جیسے آج کل ہے۔ کعبہ شریف کے بھی شرقاً غرباً دو دروازے رکھے گئے مگر چند سال بعد دوسرا بنیا مغربی دروازہ بند کر دیا گیا۔ آج کل کعبہ و حطیم کعبہ اسی نقشے پر ہے۔ مسلم شریف جلد اول ص ۴۲۹ پر ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تین خواہشیں تھیں ایک یہ کہ کعبے میں مدفون خزانہ نکال کر فی سبیل اللہ خیرات کر دیا جائے دوم کعبے کا دروازہ نیچے زمین کے ساتھ کر دیا جائے، سوم حطیم کعبہ کعبہ معظمہ میں شامل کر دی جائے۔ قرآن مجید میں کعبہ شریف کے تیرے نام مذکور ہوئے۔ ۱ کعبہ یہ اسم ذاتی ہے باقی نام صفاتی ہیں۔ ۲ بیت آمن ۳ بیت عتیق ۴ بیت اللہ ۵ بیت حرم ۶ بیت الحرام ۷ بیت الحرم ۸ بیت متحابہ ۹ قبلہ ۱۰ اول بیت ۱۱ مکان البیت ۱۲ مبارک ۱۳ اھدی، آٹھویں تعمیر عید اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حجاز نے نقشہ ابراہیم علیہ السلام پر تعمیر کیا اور حطیم کو شامل کعبہ کر دیا اور باپ کعبہ زمین کے برابر رکھا بلندی ختم کر دی، ۱۴ حجر بن یزید پلید کے حملے کے بعد جس سے کعبہ معظمہ کو نقصان پہنچا تھا۔ یہ تعمیر پندرہ جمادی الثانی کو شروع ہو کر ستائیس رجب معراج کی شب کو مکمل ہوئی یعنی ایک ماہ بارہ دن میں۔ تعمیر نہم، حجاج بن یوسف نے پہلے خود ہی کوہ صفا سے اپنی فوج کے ذریعے کعبہ پر پتھر بازی اور آتش بازی کی تاکہ

اہل حکومت وہاں موجود دُر کر بھاگ جائیں۔ پھر ایک سال بعد ۴۴ھ میں عبدالملک بن مروان کے حکم سے خود ہی تعمیر کروائی۔ اور نقشہ قریشی کے مطابق حطیم کو خارج کر دیا باب کعبہ کو اونچا کر دیا۔ چنت ڈال دی گئی اس دلیل پر کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس نقشے کو نہ بدلا تو ہم کیوں بدلیں یہ نقشہ کعبہ یادگار زمانہ بنوی ہے۔ دسویں تعمیر سلطان مراد رابع ابن سلطان محمد کی تعمیر اسی نقشہ قریش و حجاج بن یوسف کے مطابق۔ گیارھویں تعمیر آل عثمان کی، بارھویں تعمیر ۱۹۹۶ء مطابق ۱۱۶۶ھ میں آل سعود کی تعمیر اسی نقشے پر ہوئی یہی تعمیر آج ہے حجر اسود ایک بار دیوار شمال کے بوسیدہ ہونے کی وجہ سے باہر گر گیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک میں رکھ کر تمام سردارانِ مکہ سے چادر پکڑوا کر چادر کو اٹھوایا تاکہ حجر اسود نصب کرنے کا شرف سب کو حاصل ہو جائے پھر اپنے دست اقدس سے اُس کی جگہ پر رکھ دیا اس وقت آپ کی عمر مقدس پچیس سال تھی تبلیغ نبوت سے پندرہ سال پہلے۔ تیرھویں تعمیر اُس وقت ہوئی جب ایک حبشی کافر یہودی جس کا لقب ذوسولتین ہو گا کعبہ معظمہ کو شہید کر دے گا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو تعمیر فرمائیں گے، پھر نزولِ الساعة کے وقت یہ تعمیر مسیح علیہ السلام زمین سے اٹھا کر جنت میں پہنچا دی جائے گی، جنت میں آٹھ چیزیں جائیں گی ۱۔ اُحد پہاڑ ۲۔ کعبہ معظمہ کا کمرہ تعمیر مسیح والا ۳۔ سب اصحاب کہف ۴۔ ناقہ صالح علیہ السلام ۵۔ خضر علیہ السلام ۶۔ قصویٰ اولیٰئہ ۷۔ ستونِ حنّانہ ۸۔ عصاِ موسیٰ علیہ السلام، سب سے پہلے کعبہ معظمہ پر غلاف ڈالنے والا یمن کا بادشاہ قبیلہ بنی مُخیر کا بیٹا اُسعد ابوکرب تھا، یہ خود اور اُس کی سب قوم پہلے بُت پرستی تھی، رفعت مسیح علیہ السلام سے ایک سو اٹھائیس سال بعد اس کا زمانہ ہے پھر یہ یہودی بن گیا اور سولہ عدد یعنی چارویں جو سیاہ ریشم کی دھاری دار تھیں ان کو جوڑ کر غلاف کعبہ تیار کیا اور کعبہ معظمہ پر چڑھایا یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تقریباً چار سو سال پہلے کا ہے۔ اس وقت سے اب تک کبھی بھی کعبہ بلا غلاف نہ رہا اُس وقت متولی کعبہ معظمہ سردارانِ مکہ قریش تھے۔ کعبے میں سب سے پہلے بُت لانے والا قوم عمالقیہ یا بنی خزاعہ کا عمرو بن لُحی تھا اس کا اصل نام عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر ازدی تھا یہ شخص علاقہ ہشام میں گیا اور وہاں

کے ایک شہر بلقاء سے پانچ بُت لایا اور کعبے میں رکھے اس نے عرب میں بُت پرستی پھیلانی، قوم عمالقہ کا یہ پہلا متولی کعبہ تھا اور حجاز کا حاکم۔ بعض نے لکھا ہے یہ قریش سے تھا۔ رازسیرت اثنی توکل، اسی نے بنی خزاعہ کے قصی بن کلاب سے تُولیت مکہ کو چھین کر خود متولی کعبہ بن گیا قصی بن کلاب نے چار بار کعبے کی تعمیر کی تھی تبدیلی کوئی نہ کی قریش نے تین بار تعمیر کیا اور پہلی بار ہی چھ مذکورہ تبدیلیاں کر دی تھیں یعنی زبان میں غلاف کعبہ کا نام قصوی تھا اور باب کعبہ کے پردے کا نام بُرقعہ تھا یہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا جب پہلی بار غلاف چڑھا یعنی اسلام سے پانچ سو سال پہلے زمانہ قریش میں دوسری تعمیر کا سبب بھی غلاف کعبہ بنا اس طرح کہ ایک عورت نے اپنی کوئی سنت پوری کرنے ہوئے لوہان سے کعبے کو دھونی دینی شروع کی تو غلاف کعبہ کو آگ لگ گئی، جس سے سارا غلاف اور باب کعبہ اور چھت کا کچھ حصہ جل گیا انجیل میں کعبے کو بیت الاول کہا گیا ہے۔ اب بھی غلاف کعبہ سولہ چادروں پر بنا کر جوڑا جاتا ہے غلاف کی اونچائی کی جانب سے چوڑائی پندرہ گز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد یہ غلاف مصر سے بن کر آتا رہا پہلا مصری غلاف شاہ مصر اقصاء اسماعیل بن ناصر بن عون نے بنوایا اُس نے اُس پر لکھائی کی ابتدا کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ لکھائی نہ تھی یہ سنہ ۲۰۰ھ میں شروع ہوئی لکھائی کلمہ طیبہ اور چند آیت تھیں۔ اب اس پر کتابت کی پٹی پچیس اینچ چوڑی ہوتی ہے اوپر سے چار فٹ نیچے ہے سونے سے سلج کر کے چاندی کے تاروں کا دھاگہ بنایا جاتا ہے اس سے کڑھائی کی جاتی ہے پورے غلاف کی لمبائی پچاس گزی یعنی ۱۴ میٹر ہوتی ہے اور باب کعبہ کا پردہ آٹھ گز ۱۲ میٹر، اور چوڑائی سترہ فٹ ایک ہزار سال تک مصر سے غلاف کعبہ بن کر آتا رہا پھر جب مصری صدر کرنل ناصر سے سعودیہ کے سیاسی اختلاف شدت اختیار کر گئے تو شاہ فیصل نے ان کا غلاف لینا بند کر دیا، پھر ایک سال پاکستانی حکومت نے بنایا مگر مودودی صاحب نے عوامی چند وصول کر کے یسے اُس غلاف کو پورے ملک میں پھرایا بذریعہ ٹرین۔ اور چندہ سے اپنا منصوبہ بنوایا مگر اعلیٰ حکومت سعودیہ نے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے آئندہ کے لیے پاکستانی حکومت کو غلاف بنانے سے منع کر دیا اور خود بنانا شروع کیا جو اب تک جاری ہے

آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کعبہ کی پیمائش اس طرح تھی، قریش کی تیسری تعمیر تھی حطیم باہر تھی باب کعبہ کندھوں تک لمبا تھا ساگوان کی کڑی کا بنا تھا اندر چھ ستون لکڑی کے کعبے کی بلندی سوا آٹھائیس شرعی اسلامی گز ۲۲ انگلی سببہ کے برابر ایک شرعی گز ہوتا ہے۔ دیواروں کی چوڑائی۔ رکن یمانی سے رکن اُمود تک پچیس گز اور اتنی ہی رکن عراقی سے رکن شامی تک باب کعبہ کی بلندی خلی چوکھٹ سے چھ گز دس انگلی اور چوڑائی چار گز مشرقی دیوار میں اس پر چاندی کی پٹی پتیل کی کیلوں سے بٹری ہوئی، دروازہ زمین سے تقریباً چھ فٹ بلند دروازے اور حجر اُمود کا درمیانی فاصلہ جس کو ملتزم کہا جاتا ہے چار گز حجر اُمود زمین سے تین گز سترہ انگلی بلند بند کردہ دروازہ جانب مغرب پشت کعبہ میں رکن یمانی سے چار گز شرعی دور جانب رکن عراقی موجودہ مشرقی دروازے کے بالمقابل، حطیم کے تین نام تھے حطیم و حطیر و حجر حطیم کے بیچ میں کعبہ کی چھت کا بارش پناہ میزاب رحمت، مسدود باب کی چوڑائی ساڑھے تین گز تھی۔ اور لمبائی (بلندی) پانچ گز ایک بالشت حطیم نصف دائرے کی شکل میں رکن عراقی و شامی کے درمیان دیوار حطیم سے دیوار میزاب تک فاصلہ سات گز تھی۔ اور لمبائی (بلندی) پانچ گز ایک بالشت، حطیم نصف دائرے کی شکل میں رکن عراقی و شامی کے درمیان دیوار حطیم سے دیوار میزاب تک فاصلہ سات گز آٹھ انگلی حطیم کے دو دروازے ایک رکن عراقی کے پاس ایک رکن شامی کے پاس درمیانی فاصلہ بیس گز بیرونی فاصلہ ۲۵ گز دیوار حطیم کی چوڑائی (موٹائی) دو فٹ اور بلندی دو گز۔ آدم اور شیث و ابراہیم سے لے کر قصی بن کلاب کی تعمیر تک حطیم کعبے کے اندر تھی اور کعبہ کی اندر سے گل لمبائی اڑتیس گز اور بیرونی اکتالیس گز تھی۔ مطاف کا صحن ایک گھومتی بیس گز دائرہ تفسیر (روح المعانی سورۃ حج ہی آیت) کعبہ معظمہ کی موجودہ صورۃ حال۔



ایک عجیب غلطی، جو شیعوں نے بنائی اور جاہل سنیوں نے اپنائی۔ یہ کہ مولیٰ علی شیر خدا کعبے میں پیدا ہوئے یہ ایک ایسی جاہلانہ اور پاگلانہ بات ہے کہ جس کا ثبوت نہ عقل میں نہ نقل میں نہ کتابی تاریخات میں نہ علاقائی مشہورات میں، کہیں سے ایک شعر بنالیا ہے۔ جس کو خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کیا ہوا ہے کہ،

کسے را میسر نہ شد این سعادت بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

اولاً تو یہ شعر خواجہ علیہ الرحمۃ کا ثابت ہی نہیں، اگر اُن کا ہی ہوتا بھی یہ مولود کعبہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ ایک ہی شعر مشہور ہے اور اس میں تو دونوں باتوں کی نفی ہے یعنی دنیا میں کسی کو یہ سعادت میسر ہی نہیں ہے کہ اُس کی ولادت کعبے میں ہوئی، ہوا اور شہادت مسجد میں واقع ہو جائے۔ ایک شخص یہ دونوں سعادتیں کسی بھی شخص کو دنیا میں حاصل نہ ہوئیں نہ مولیٰ علی کو نہ کسی اور کو۔ دوم یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ مولیٰ علی کی ولادت دن میں بوقت اشراق ہوئی، شیعہ کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد زوجہ ابوطالب طواف کر رہی تھیں وقت ولادت علی قریب آیا تو دیوار کعبہ پٹی آپ اندر چلی گئیں اور ولادت ہو گئی۔ حالانکہ کعبے کی سطح اور دروازہ چھ فٹ اونچائی بغیر سیڑھی کوئی جا ہی نہیں سکتا مسلم شریف جلد اول ص ۲۲۸ میں ہے کہ فتح مکہ کے دن رَتَبْتُ الدَّرَجَةَ میں سیڑھی کے ذریعہ کعبے میں گیا اور ص ۲۲۹ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواہش بتائی کہ کَحَلَّتْ بِأَنْحَاءِ الْأَرْضِ، میں چاہتا ہوں کہ اس کا دروازہ زمین کے ساتھ نیچا کر دوں، ثابت ہوا کہ دروازہ اونچا تھا، تو والدہ علی بغیر سیڑھی ایسی نازک حالت میں کس طرح چڑھیں۔ نیز کعبے پر موٹا غلاف تھا کعبہ ہر طرف سے ڈھکا ہوا۔ جیسا کہ مشکوٰۃ ص ۲۲۸ پر متفق علیہ حدیث اُنس سے ثابت کہ عبد اللہ ابن خطل اُسٹار کعبہ میں چھپا ہوا تھا اور جب کعبے پر غلاف تھا تو فاطمہ بنت اسد کو کعبے پھٹنے کا پتہ کیسے لگا کہ کہاں سے پھٹا ہے کتنی اونچی بلندی پر دیوار پٹی غرض کہ کیسے جانا کیسے چڑھیں کہاں سے پردہ اٹھایا کون سیڑھی لایا کیسے اُترنے کیوں نہ دیکھا، پھر کیسے اُتریں، فرش کعبہ کس طرح صاف کیا۔ نیز اُن زمانوں میں دروازہ کعبہ سارا دن کھلا رہتا تھا لوگ آتے جاتے داخل ہوتے رہتے تھے باری اری چندہ گیری کے لیے متوکلین کعبہ بیٹھے رہتے تھے زائرین سے چندہ نذرانہ وصولی کے لیے۔ اتنی بے پردگی میں یہ ولادت کیسے انجام پائی نہ نقلاً بھی یہ نہیں ثابت

نہیں اتنا انوکھا واقعہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی نہ کسی دانی کو نہ عورت کو نہ خاوند ابوطالب کو نہ خود فاطمہ بنت اسد سے کوئی روایت منقول، تاریخات و مشہورات سے بھی کوئی ایسا ذکر نہیں ملتا بلکہ تاریخ مکہ اور علاقائی لوگوں کی زبانی مشہورات سے یہ بتایا جاتا ہے کہ کوہ صفا کے پاس حضرت ابوطالب کا گھر تھا وہی مولد علی تھا۔ ۱۹۴۳ء تک یہ گھر موجود تھا ہم نے خود اس ہی گھر کی زیارت کی ایک معلم جہاد کے قیضے میں خود معلم نے ہم کو بتایا کہ یہ گھر اور یہ کمرہ مولیٰ علی کجاہ و ولادت ہے بلکہ اس کمرے پر اوپر کی جانب لکھا ہوا تھا **هَذَا مَوْلِدُ عَلِيٍّ**۔ ہم نے اس معلم سے کہا کہ پاکستان میں تو کعبہ ولادت مشہور ہے تو وہ حیران ہو کر کہتا ہے کہ **إِنِّي لَا أَعْلَمُ بِنِ هَذَا قَوْلُ الْجَاهِلِيَّةِ**۔ بس ایک جاہلانہ بناوٹی بات مشہور کر دی گئی نہ بتانے والے نے عقل سے یہ باتیں سوچیں نہ جاہل سنیوں خطیبوں نے مسجد شہادت بھی درست نہیں بلکہ مولیٰ علیؑ کی شہادت کو حق کی مسجد کے دروازے پر شروع ہوئی اور گھر میں جا کر وفات ہوئی۔

مسجد حرم شریف کے تاریخی حالات مسجد حرم شریف کی گیارہ خصوصیات ۱۔ اس کے لیے احرام باندھا جاتا ہے ۲۔ اسی میں عمارت کعبہ ہے ۳۔ اسی میں طواف ہوتا ہے ۴۔ یہ مسجد تمام زمین کے لیے قبلہ ہے ۵۔ سب سے پہلے اعتکاف اسی مسجد سے ہوا ۶۔ عبادت حج یہیں سے شروع ہوتا ہے ۷۔ یہی اسلام کا معبود اول ہے ۸۔ عبادت عمرہ یعنی حج اصغر یہیں پر ہوتا ہے ۹۔ اس میں حلیم ہے ۱۰۔ یہیں آپ زمرم ہے ۱۱۔ اسی میں مقام ابراہیم منصوب و موجود ہے زمین پر سب سے پہلا گھر کعبہ اور حرم مکہ اسی مسجد کے اندر ہے ہر تین تین میل تک، شہر مکہ سے باہر باہر چاروں طرف ہے مسجد حرم شریف اب تک پانچ بار بڑی کی گئی ۱۔ دور فاروقی میں ۲۔ پھر دور عثمانی میں ۳۔ پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنے دور حکومت ۴۳ھ میں ان کے زمانوں میں مسجد حرم شریف مربع شکل رہی یعنی چاروں طرف طول و عرض میں برابر ۴۔ پھر عبدالملک بن مروان نے اپنی دور سلطنت میں صرف دیواریں اور پتھر کے ستون بنائے وسعت نہ کی ۵۔ پھر سلطان منصور زنگی ترکی نے جانب شام مسجد میں وسعت کی اور برآمدے و ستون بنائے جس سے اس مسجد کی لمبائی چار سو چار گز ہو گئی اور چوڑائی تین سو گز ہوئی ۶۔ پھر خلیفہ ہمدانی نے دو مرتبہ وسعت کی اس سے کعبہ ایک سمیت ہو گیا، تب اس نے چاہا کہ کعبہ ہر طرف

سے درمیان میں ہی حبيب سابق رہنا بہتر ہے تو انہوں نے جانبِ مصلہ خفیہ تیسری بار وسعت کرنے کے لیے دَارُ النَّدْوَةِ تک تمام عمارات خرید کر وہ جگہ مسجد میں شامل کر دی جس سے کعبہ شریف وسط میں ہو گیا، یہ وسعت دُور سلطنت عثمانیہ تک رہی مگر سلطان نور الدین زنگی نے اپنے دُور میں وسعت دی مگر پھر اب ۱۹۵۷ء میں سعودی حکومت نے تھوڑی وسعت دی اور مسجد شریف کو گول کر دیارِ زیب و زینت کی گول برآمدے بنائے اور بلندی میں تین منزل تک بنا دیارِ آرام وہ ٹھنڈا سنگ مرمر لگایا۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال، اساور میں دو قول مابہر ضمتی کو تین تین کنگن پہنائے جائیں گے دونوں ہاتھوں میں ایک سونے کا ایک چاندی کا ایک یا قوت کا ۲ مگر بعض نے کہا ایک ہی قسم کا کنگن ہو گا جس میں سونا بھی ہو گا اور چاندی بھی اور پرموتی یا قوت جڑے ہوئے اور کھینچوں تک پہنائے جائیں گے مگر پہلا قول درست ہے حدیث پاک میں یہی ارشاد ہے اور تین کنگنوں سے ہی گہنی تک بھر جائے گی ہر کائی و حلقا اِلٰی الطَّيِّبِ میں چار قول ماس سے مراد زندگی میں کلمہ طیبہ پڑھتے رہنا اور تعلیم قرآن و تدریس حدیث کی سعادت ملنا ۲ بعض نے کہا اس سے اُخروی بہشت میں جنت دیکھ کر شکر و حمد کی دعائیں پڑھنا ہے ۳ اس سے مراد ملائکہ کی استقبالیہ مبارک بادیں اور آتے جاتے سلام کرنا ۴ بعض نے کہا اس سے مراد اہل جنت کی آپس میں پاکیزہ گفتگو اور حمد و نعت جبراط حمید میں دو قول مابہر ضمتی محمود ہے جیسے کہ حبيب بعتی محبوب ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا نام اقدس ہے۔ یا اس سے مراد پسندیدہ دین ہے اور اضافت توصیفی ہے ۲ اگر محمود اللہ کا نام ہو تو اضافت حقیقی ہے یعنی اللہ تعالیٰ حمید و محمود ہے اُس کا راستہ ہر طرح سچائی و بقا کی راہ۔ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ میں دو قول ماس سے مراد ہے دین اسلام سے روکتے ہیں ۲ بعض نے کہا اس سے مراد صحابہ کو ایذا میں دیتے ہیں تاکہ وہ گھر وطن سے ہاجر ہو جائیں۔ مسجد حرام میں فقہاء کرام کے چار قول مابہر ضمتی نے فرمایا اس سے پورا حرم مراد ہے یعنی کعبہ مسجد مکہ مکرمہ پورا علاقہ ۲ امام مالک نے فرمایا اس سے صرف شہر مکہ مراد ہے ۳ امام احمد بن حنبل نے فرمایا اس سے مراد مکہ کا روکنا مراد ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور ایک ہزار چار سو صحابہ کرام کو عمرے سے روکنا ۴ امام شافعی نے فرمایا اس سے مراد صرف

مسجد حرام شریف ہے مگر امام اعظم کا قول زیادہ مضبوط ہے اور با دلائل ہے، سو آء میں دو قول ہیں ۱۔ امام اعظم نے فرمایا اس حکم میں پوری زمین مکہ شامل ہے نہ کہ گھر بلو عمارتیں یعنی مسجد حرام سب کے لیے ہر وقت عبادت نماز تلاوت اعتکاف طواف کے لیے برابر وقت ہے اور زمین شہر مکہ حج و عمرے میں ٹھہرنے کے لیے کسی خطہ زمین کا کوئی مالک نہیں کوئی بھی زائر مسافر جہاں چاہے خیمہ لگائے منی عرفات مزدلفہ بھی اس میں شامل کسی جگہ کا کوئی شخص نہ مالک ہے نہ بیع سکے نہ کرایہ لے سکے ہاں جس مقیم نے جہاں عمارت بنائی ہو تو وہ عمارت میں ٹھہرانے کا کرایہ لے سکتا ہے یہی امام احمد کا قول ہے ۲۔ امام شافعی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ یہاں سو آء سے مراد صرف مسجد ہے جو ہر عبادت میں سب مقیم و مسافر کے لیے برابر کی وقت ہے مگر شہر مکہ کی زمین ہر کی مقیم کی ذاتی ملکیت ہے خواہ موروثی ہو یا خریدی ہوئی۔ ان کی تین دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل یہ کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے والد مرحوم سیدنا عبد اللہ کے گھر ٹھہرے اور اس کو اپنا موروثی ملکیتی گھر قرار دیا۔ حضرت ابوطالب کا گھر ان کے دو بیٹوں علی اور جعفر کو نہ دیا وہ عقیل کی ملکیت موروثی میں دیدیا اور فرمایا کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ عقیل وفات ابوطالب کے وقت تک مومن نہ بنے تھے ابوطالب مومن ہو کر فوت ہوئے۔ مگر علی و جعفر اس وقت مومن تھے اس لیے وہ خیر مومن والد کے وارث نہ بن سکے تو اگر زمین مکہ کی ملکیت نہ ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے والد عبد اللہ کے گھر کے وارث و مالک کیوں بنتے۔ اور عقیل اپنے والد کے گھر کے ثابت ہوا کہ زمین مکہ سو آء میں داخل نہیں ملکیت ثابت کرایہ و خرید و فروخت جائز امام شافعی و امام مالک کی دوسری دلیل فاروق اعظم نے مکہ مکرمہ کا ایک گھر خرید کر اس کو جیل خانہ بنایا تھا اگر زمین مکہ کی ملکیت جائز نہ ہوتی تو یہ خرید و فروخت بھی ناجائز ہوتی اور فاروق اعظم ناجائز کام کے مرتکب ہرگز نہیں ہو سکتے مانتا پڑے گا کہ سرزمین مکہ سو آء نہیں ہے تبسری دلیل قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **كَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ** (سورۃ آل عمران آخری رکوع آیت ۱۹۵) دیکھو یہاں **مِنْ دِيَارِهِمْ** ہم قرآن کریم نے ثابت فرمادیا کہ بچے والوں کے گھر ان کی ملکیت ہیں۔ **وَيَايَهُمْ كَزَجْمِهِ** ہے ان کے گھر اس فرمان الہی سے بھی ثابت ہوا کہ یہ اضافت محض رواجی یا رسمی نہیں بلکہ حقیقی ملکیتی اضافت ہے

اس سے بھی ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ کی زمین مواء نہیں۔ سو آتِ العاکف والیکوہ صرف مسجد حرم شریف مراد ہے۔ یہ تھے امام مالک اور امام شافعی نے دلائل ان کے اپنے مسلک پر بظاہر کتنے مضبوط معلوم ہوتے ہیں مگر محمدہ تعالیٰ امام اعظم کے ایک قول سے یہ سب دلائل تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ گئے۔ اور سب منہ دیکھتے رہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سب واقعات، وراثت، ملکیت، خرید و فروخت اور دیارِ حرم کی نسبت عمارتِ مکہ کے لیے ہیں نہ کہ سرزمینِ مکہ کے لیے اور ہماری گفتگو خالی زمین کے بارے میں ہے خالی زمین کی فروخت، وراثت، ملکیت کہیں ثابت نہیں۔ عمارت تو مثلِ ضمیمہ ہوتی ہیں اس کا ملیہ جب چاہو اٹھو اور یہی حال کھیت کھلیان باغات کا ہے۔ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابو طالب کے گھر سے مراد اوپر کی عمارتیں ہیں نہ کہ زمین۔ لہذا جس جگہ کوئی عمارت نہ بنی ہو وہ خالی میدان عاکف و بادی کے حق میں برابر ہے سبحان اللہ امام اعظم کے ہر مسلک کی یہی شانِ قوت ہے۔ بالتحاد میں دو قول اس سے مراد ہے کہ ہر کفر، فسق و گناہ مراد ہے۔ بظلم میں دو قول اس سے مراد کسی انسان یا جانور کو ستانا، تڑپانا، مارنا، بھگانا، پریشان کرنا یا زبردستی اس کی جگہ سے اٹھانا یا ممنوعات، احرام کام کرنا یا بھڑنے کا اس سے مراد کسی کو ناحق قتل کرنا یا چوری ڈکیتی کرنا۔ یہ دونوں قول درست ہیں اور ہر وقت یہ سب بُرے کام مکہ مکرمہ میں سخت بُرے بلکہ ان کا ارادہ بھی ظلم ہے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ مکہ مکرمہ کا فائدہ ہے شہرِ جلال ہے یہاں جلالِ کبریائی کا ظہور ہے ہر مسلمان کو بہت احتیاط چاہیے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنا گھر خشتِ الہیہ کے باعث مکہ مکرمہ سے صٹا کر طائف میں بنالیا اور عبد اللہ ابن عمر کو جب دور عثمانی میں گوزرہ مکہ بنایا گیا تو اپنے ایک جھونپڑی حدودِ حرم سے باہر بنوائی ایک شہر میں کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا شہر کی عبادت کے لیے ہے اور باہر کی مقدمات و بیانات سننے کے لیے کیونکہ دورانِ مقدمہ جھونپڑی باتیں کفو نہیں، غوسِ یمن منہ سے نکلتی رہتی ہیں تو کہیں و من یزدخ، بالحد کے زمرے میں نہ آجائیں حل میں تو معافی مل جاتی ہے حرم میں تو ارادے پر بھی پکڑ ہے۔ آدابِ حرم کے خلاف بھی ہے اور نذرۃ کی وجہ شدیدی بھی۔ یہ فائدہ و من یزدخ بالحد کے

حاصل ہوا گستاخانِ رسول اللہ کو خوف آنا چاہئے جو دن رات سجدِ حرم میں بیٹے اربی انبیاء کی کفریہ تقریریں کرتے اور اہل سنت عوام کو ورغلا تے رہتے ہیں۔ اس شہرِ جلال کا اثر وہاں کے باشندوں پر بھی ہے اس لیے حاجی صاحبان کو وہاں کے لوگوں کا بھی ادب کرنا چاہئے اور ان کی تلخ کلامی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہئے دوسرا فائدہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن تھے۔ یہ فائدہ سَوَابِنِ الْعَاكِفِ (الخ) کی تفسیر سے حاصل ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسلک پر ایک دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ فتح کے دن آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد کا گھراہتی ملکیت وراثت میں لے لیا اگر حضرت عبد اللہ مومن نہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے مکان کے وارث نہ ہوتے، جیسے کہ مولیٰ علی و حضرت جعفر اپنے والد ابوطالب کے وارث نہ بنے (از تفسیر مظہری یہی آیت) تیسرا فائدہ دنیا میں اہل ایمان ہی ہر طرح سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں کیونکہ دنیا و آخرت میں ان کو قلبِ طیب اور صراطِ حمید کی ہدایت دی گئی دنیا میں عبادتِ طہارت تلاوت کی لذتیں، آخرت میں اکساورِ جنت کی نعمتیں یہ فائدہ وَحْدُ وَاِلٰی الطَّيِّبِ (الخ) سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ شہرِ مکہ کی یہ خصوصی شان ہے کہ اس کی پوری زمین مسجد کی طرح زمین وقفِ اللہ ہے یہ فائدہ وَفِيْ دُوْنِ عَنِّ يَّبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُنْجِدِ الْحَرَامِ (الخ) فرمانے اور شانِ نزول و تفسیر حنفی سے حاصل ہوا کیونکہ کفارِ مکہ نے مقامِ حدیبیہ پر صحابہ کرام کو حج و عمرے و ذبحِ ہدی کے لیے شہرِ مکہ سے ہی روکا تھا جس کو مسجد سے روکنا فرمایا گیا۔ اور آئندہ تاقیامت سب کے لیے پورا شہر برابر قرار دیا گیا۔ وقف ہی سب کے لیے برابر ہوتا ہے۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ مسلک حنفی کے مطابق اگر عمرہ یا حج کا ارادہ نہ ہو بلکہ کسی ذاتی کام کی غرض سے

مکہ شریف میں جانا ہو تو بلا احرام جانا جائز ہے، لیکن اگر حج یا عمرے کے ارادے سے جانا ہو تو بغیر احرام دخولِ مکہ حرام ہے مسئلہ دوم یُرَدُّ فِيْهِ بِالْحَجَّادِ۔ میں تفسیری اقوال سے مستنبط کیونکہ بغرضِ عمرہ و حج بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخلہ الحاد میں شامل ہے۔ ہاں ذاتی یا تجارتی غرض سے دخولِ مکہ بغیر احرام جائز آقا و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ فتح مکہ کے دن بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ اس سفر میں آپ نے کبھی

سبباً عمامہ باندھا کبھی مغفروٹی پہنی۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۸ پر مغفر کی حدیث عن انس
 متفق علیہ مذکور ہے اور سبباً عمامہ شریف کا ذکر نسائی شریف جلد دوم ص ۲۵ پر ہے
 مگر آداب حرم شریف یہ ہے کہ اگر کبھی کبھی حرم شریف جانا ہو تو ضرور احوام باندھ لے اور عمرہ
 ادا کرنے کی نیت کرے پھر آکر پہلے عمرہ ادا کرے پھر اپنا کام کرے لیکن جن کو بار بار
 یا روز آنا ہوتا ہے وہ بغیر احرام آسکتے ہیں یہ اجازت تا قیامت فتح مکہ کے دن میں عمل
 نبوی سے مسلمانوں کو ملی یہی مسلک ائمہ ثلاثہ کا ہے مگر صرف امام محمد فرماتے ہیں کہ کبھی بھی
 کسی کو بھی بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخلہ جائز نہیں فتح مکہ کے دن آقا و دو عالم حضور
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بغیر احرام تشریف لانا آپ کے لیے صرف اس دن کی
 خصوصیت تھی۔ مگر امام محمد کا یہ قول نہایت کمزور بلا دلیل اور ان کی ذاتی رائے سے
 ہے۔ اس دن تو کسی صحابی کا احرام بھی ثابت نہیں۔ نہ یہ مسلک کسی حدیث و آیت سے
 ثابت۔ دوسرا مسئلہ۔ دنیا کے دیگر مقامات اور مکہ مکرمہ میں ایک یہ فرق عظیم بھی ہے کہ
 دیگر کسی جگہ اگر کسی گناہ کا ارادہ کر لیا تو صرف ارادے پر کوئی پکڑ نہیں نہ یہ لکھا جائے
 جب ارتکاب ہوگا تب لکھا جائے گا لیکن مکہ مکرمہ میں اگر کسی گناہ کا ارادہ بھی کر لیا تب
 بھی پکڑ اور عذاب ہے یہاں کا صرف قلبی ارادہ و نیت ہی عمل ہے کر لینے کا علیحدہ گناہ
 خواہ کہیں رہ کر ارادہ کرے مثلاً کسی شہر میں بیٹھ کر یہ ارادہ کرے کہ میں جاکے
 یہ گناہ چوری دیکھتی وغیرہ کروں گا یا وہاں کا بکوتر پکڑوں گا ارادہ کرتے ہی گناہ لکھ لیا
 جاتا ہے۔ یہ مسئلہ وَمَنْ يُرِدْ فِتْنَةً بِالْحَادِ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اللہ اکبر
 بہت نازک معاملہ ہے تیسرا مسئلہ۔ الحاد کی تین قسمیں ہیں ۱۔ الحاد باللہ یعنی شرک کفر
 ۲۔ الحاد بالانساب یعنی حقوق العباد میں ظلم ۳۔ الحاد بالاعمال یعنی فسق و
 فجور گناہ۔ پہلے الحاد سے بندہ کافر بن جاتا ہے دوسرے سے بدین جیسے زیند
 پلید۔ تیسرے سے فاسق بنتا ہے۔ یہ مسئلہ بالحاد کے لغوی معنی سے مستنبط ہوا۔
 چوتھا مسئلہ۔ ملک حنفی میں حدود حرم کی زمین بیچنا اس کا کرایہ زائرین سے
 وصول کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس زمین کا کوئی انسان قطعاً مالک نہیں سب زمین وقف
 ہے لہذا سب کے لیے اس سے نفع لینا برابر ہے ہاں البتہ اس پر گھر بنانا اور
 عمارت بیچنا یا عمارت کا کرایہ اور گھر بلو اشیا بستر فرنیچر برتن وغیرہ کے استعمال

کا کرایہ لینا جائز ہے۔ اس طرح چار دیواری میں ٹھہراتے زائرین اور ان کے مال سامان کی خالصت کا کرایہ لینا بھی جائز یہ مسئلہ مَوَآءِ اِنِ الْغَاكِفِ فِيهِ وَالْبَادِ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا فیہ کی ضمیر کا مرجع تمام زمین مکہ ہے مسجد حرم شریف بھی اس میں شامل نہ کہ عمارت مکہ وہ تو گرتی بدلتی بنتی بگڑتی رہتی ہیں، نیز عمارتی اشیاء تو لگنے سے پہلے یقیناً لگانے والے کی ملکیت ہیں تو لگنے کے بعد ملکیت کیوں ختم ہوگی۔ یہی حکم درختوں اور کھیتوں کا ہے کہ زمین کا کوئی مالک نہیں باقی اشیاء میں جو محنت کرے گا وہ ہی مالک ہے وہ بیع بھی سکتا ہے کرائے پر بھی دے سکتا ہے۔

اعترافات **اعترفوا** فعل ماضی فرمایا گیا پھر یُفِيدُونَ فعل مضارع فرمایا گیا دونوں جگہ ماضی یا وہ نون جگہ مضارع کیوں نہ فرمایا گیا۔ جواب تفسیر کیر نے اس کے دو جواب دئے ہیں ہم یہاں وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ پہلا جواب یہ کہ اس طرح ماضی و مضارع فرمانے سے استمرار یعنی ہمیشگی و بار بار کا فائدہ ظاہر ہوا کہ یہ کفار مکہ اکثر ہی بلکہ جب سے کافر ہوئے ہیں اس وقت سے شہر مکہ اور مسجد حرم اور کعبہ معظمہ پر اپنی اجارہ داری سمجھتے آ رہے ہیں اور جب تک خود کو قابض سمجھتے رہیں گے تب تک مالک بنے بیٹھیں گے دوسروں کو روکتے رہیں گے، یہ استمرار اس طرح ثابت ہوا کہ تین ہی زمانے ہوتے ہیں، ماضی، حال مستقبل زمانہ ماضی۔ تو کُفِرُوا ابیں آگیا۔ اور حال و مستقبل۔ يَصُدُّونَ فعل مضارع میں ترجمہ اس طرح ہے کہ بے شک وہ لوگ جب سے کافر ہوئے تب سے روکتے چلے آ رہے ہیں عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بھی اور مسجد حرام سے بھی۔ اس کی مثال سورۃ رعد کی آیت ۲۵ میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ اِنَّ اَكْبَرُ شَأْنٍ وہ لوگ جو مومن بن گئے اور ان کے دل اُسی دین سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے مطمئن اور چین میں ہو گئے ہیں۔ دوسرا جواب یہ کہ دراصل یہاں کفار مکہ کی تین حالتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ پہلی حالت اسلام کے آنے سے پہلے دوسری اسلام کے آجانے کے بعد کی تیسری حالت ہجرت کے بعد مسلمانوں کی قوتِ شان دیکھ کر جلائے اور حسد کی۔ پہلی حالت میں وہ کُفِرُوا ہیں۔ پہلے سے کافر جب اسلام آیا تو يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اور جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو جلا یا تَحْصَبُ

کرنے کے لیے ظاہر کرنا پھرے تاکہ مال و جاہ شان و شوکت عیش و عشرت نام و نمود پائے
اور شہواتِ حسیہ، افرعاتِ نفسیہ کی مباشرت و ملاپ پائے اور یہ خیال و حمیہ بنائے کہ
یہی چیزیں دارين کی بھلائیاں اور کامیابیاں ہیں۔ اور نفاق اور ہیا کو ہی اصل تعمیر ذات یا
تقابلِ ترقی صفات سمجھنے لگے تو۔ نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ الْيَمِينِ ہم اُس کو جہنمِ حقّی کا
عذابِ مایوسی اور ناکامی کا درد چکھائیں گے۔ (ابن عربی) اس عالمِ رنگ و بو میں نفوسِ مغرور
اور ارواحِ مرتدہ کے حالات ہمیشہ حقانیت کے منکر اور حق سے اعراض و نفرت ہی
کرتے رہے۔ طالبینِ انوارِ شائقینِ اسرارِ کوراءِ الہی طریقِ مہدائی سے ہر وقت روکنے
کی کوشش کرتے رہتے ہیں کبھی انکارِ کافرہ کے سبب اور کبھی اعتراضاتِ فاسدہ کے
ذریعے مرشدانِ ہدایت کے آستانوں سے طالبانِ دینِ حق کو روکتے ہیں مسافرانِ منزل
کا راستہ کاٹتے دور رکھتے ہیں تاکہ وہ مریدانِ شوقِ طلبِ حق میں عرفاتِ معرفت
اور منہاۃِ طریقت سے رُک جائیں اور سیئۃِ انوار کی مسجدِ حرام اور حرمِ شریعت میں نہ لگیں
قلبِ مرشد بھی حرمِ اسرار ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی محترم بنایا ہے ہر مریدِ عاکف
و بادی کے لیے ہی۔

در راہ عشق و مودہ احرمن بس ایت ہشیار گوش دول بہ پیام موشکن
یعنی اسے بندھے راہ عشق میں ابلیسِ احرمن کے بہت و مودہ سے ہیں۔ اگر تو بچنا
چاہتا ہے تو ہوش رکھ اور کان و دل کو آتی ہوئی آواز و پیغام پر لگائے رکھ۔ جان کا
دشمنِ قلب کا مَرَّاف ہے۔ گداؤ فقیر کا دشمن صرف سگ نفس ہے۔ اسے طالبِ حق
اگر تو چاہتا ہے کہ گلزارِ بار کے پھولوں کی خوشبو تجھے آئے تو دماغِ باطنی کو انکار کی
غلاظت سے خالی و مصفا رکھ مقامِ قلب کے حرم و حریم میں مالی و موالی اولین و آخرین
منہی و مبتدی و اصلین و فاصلین سب برابر یہاں کوئی کسی پر اپنے کو افضل نہ سمجھے
یہاں قدموں سے نہیں گرموں سے فضیلت ملتی ہے وجود سے نہیں سجود سے قرب
ملتا ہے۔ جلوس سے نہیں خلوص سے مقام ملتا ہے۔ منزلِ قدس کے اندازِ نراے
ہیں ساری عمر کے عاکف و متقیم بے نیت پر وہ انکشافات و مشاہدات نہ ہوں جو
بادی لحظہ بھر اور مسافر چند ساعت پر ہو جائیں وہ ذاتِ صمد اور وہ آب و کریم ہے
اُس کی بارگاہِ بے نیاز میں عامی عاجز و تائب کی زیادہ قدر ہو جاتی ہے اُس میطیع

مغزور و مقیم سے بڑھ کر جس نے طاعت بے عجزی یا فحزی میں عمریں گزار دی ہوں۔ روح قدس کا فیض اگر مدد کرنے پر آجائے تو وہ کچھ کر سکتا ہے جو مسیحا کرتے تھے قیمت کی یاوری میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بندہ شام عصیاں میں گروہ نضائی ہو اور صبح کی توبہ نصوحہ صادقہ سے عزلی قلب ہو جائے۔ لیکن وَمَنْ يَرْجُ قِيَمَهُ بِالْخَادِ ابْظَلِمَ جس بد نصیب فطرت نے میلان قلبی اور محبت عقلی کا ارادہ غیر حق کی طرف کر کے ظلم جسمانی و روحانی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو بعد فرقت اور بارگاہ کی قطعیت کا ایسا عذاب نفرت و انقطاع چکھاتا ہے جو اب تک درونک ہے۔ اس لیے کہ قلب انسان تو محبت الہی و اُلفت مصطفائی کا کعبہ بنایا گیا ہے جو خزانہ معرفت اور معدن حقیقت ہے مگر وہ سرکش و نامراد بندہ اس میں محبت غیر بھرنے سجدہ شرک کرنے کا ظلم الحادی کرتا ہے جس کی سزا فراق کی ٹرپ اور مایوسی کا عذاب الیم ہے۔ حضرت سعدی نے فرمایا۔
وَلَمْ خَانِيَهُمْ جَسْرًا رَاسْتًا وَبَسْ : ازاں می نگنجد درو کین گس
یعنی میرا دل صرف محبوب کی محبت کا گھر ہے۔ اس لیے اس میں کسی کا کینہ نہیں سما سکتا۔ اے بندے اپنے دل میں، یا دوست کو رکھ لے یا خیالی عیش و عشرت کو ایک گھر میں دو طبعی مخالف نہیں سما سکتے۔ قلب مومن میں توجہ الہی عشق کبریائی اور اُلفت مصطفائی کے علاوہ کسی غیر کی محبت نہیں آ سکتی نہ گنجائش، محبت الہی کا لباس حریر اُلفت مصطفائی ہے جو اس لباس و خلاف کے بغیر محبت الہی کا دعویٰ کرے وہ کاؤب و سنگا شیطان ہے (تفسیر روح البیان) نجد ابلیس ویرانہ اُشرار ہے وہاں انکار و الحاد، و مواس و غلاصہ کے کچرے ان کچرے کی ڈھیریوں میں گستاخیوں کی طراند ہے یہی یُصْذَوْنَ کے حجابات مکر اور دام جیلہ و مکاری ہیں (اللہ تعالیٰ ہی پہچانے والا ہے)

وَرَادُّ بَوَانَا لَا يَرْهِيهِمْ مَكَانَ الْبَيْتِ

اور یاد کیجئے جب ہم نے نشاندہی کرائی ابراہیم کو بیت اللہ کی جگہ کی اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا

marfat.com

Marfat.com

أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا وَطَهَّرْ بَيْتِي

اس لیے کہ نہ شرک ہونے دے میرے ساتھ کچھ بھی اور پاک کر دے میرے گھر کو اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر

لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ

طواف کرنے والوں اور ٹھہرنے والوں کے لیے اور رکعتیں پڑھنے والوں
سنتھار رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکعتیں پڑھنے والوں

السُّجُودِ ۲۶) وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ

اور سجدے کرنے والوں کے لیے، اور آوازہ لگا دے آئندہ نسلوں میں حج کے بارے میں
سجدے والوں کے لیے، اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے

يَا تُوكِرُ جَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ

تو وہ سب تیری اس جگہ پیدل چل کر اور سوار ہو کر تیز سواریوں پر
وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دہلی اونٹنی پر

مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۲۷) لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ

جو آئیں ہر طرف کے دُوروں سے تاکہ حاضر ہو کر پالیں کثیر نفعوں کو
کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں، تاکہ وہ اپنا فائدہ پالیں

لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي آيَامٍ

اپنے بچے اور بسم اللہ کا ذکر پڑھیں وہ سب چند معلوم
اور اللہ کا نام پڑھیں جانے ہوئے دنوں میں

مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ

دنوں میں ان ذبیحوں پر جو رزق دین ہم نے ان کو طلال چوپایہ
اس پر کہ انہیں روزی دی ہے زبان چوپائے ، تو

الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْبَاقِ

جانوروں سے ، پھر تم کھا بھی لو ان ذبیحوں سے اور پکار کھلاؤ بھی محتاج
ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ

الْفَقِيرِ ②۸

فقیروں کو

محتاج کو کھلاؤ

تعلقات ان آیت کا پھل آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پھل آیت
میں فرمایا گیا کہ کافر لوگ مسجد حرم شریف سے روکنے ہیں جو سخت ترین
جرم ہے۔ اب ان آیت میں اس کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ یہ مسجد تو ابراہیم علیہ السلام
نے بنائی ہی اس لیے تھی کہ اس میں کھلے عام ہر شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت طواف و
اعتکاف کر سکے اس پر کسی بھی شخص یا سلطنت حکومت کی اجارہ داری نہیں دوسرا تعلق
پھل آیت میں کفار کی رکاوٹوں کا ذکر کیا گیا کہ وہ کس خیانت و شیطانت سے لوگوں
کو مسجد حرم میں آنے سے روکتے ہیں اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے اپنے
خلیل ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ سب کو دور دور سے پکار کر اس مسجد میں بلاؤ اور ہر
طرف کے لوگوں کو اذن عام و دعوت تا قیامت دے تیسرا تعلق پھل آیت میں بعد قیامت
اہل ایمان کے جنت میں داخلے کا ذکر ہے اب ان آیت میں بعد ایمان اہل ایمان
کے مسجد حرم شریف داخل ہونے کا حکم و اذن عام کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی | وَرَازِدُنَا لَا بُدَّ اِهْنَمَ هَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَا تُشْرَكَ

marfat.com

فِي شَيْءٍ وَطَهَّرَ بَيْنِي لِلطَّافِينَ وَالتَّائِبِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالتَّوَّابِينَ
 فِي النَّاسِ بِأَلْحَجِّ وَادْرَجَ حِلَّةً إِذَا سَمَّيْتُ زَمَانِي بِوَأَنَاءِ بَابِ تَفْعِيلِ كَانْفَعِلُ مَا فِي
 مَطْلُوعِ جَمْعِ مُتَكَلِّمٍ بِوَأَ، اجْوَفَ وَادِي هَمْزٍ اللَّامِ سَيِّدِ مُشْتَقِّ اسْمٍ كَامِصِدْرٍ تَبْوِيْءٍ بِتَعْلِيلِ
 نَحْوِيْ هُوَ كَمَا تَبْوِيْءُ بِمَعْنَى جَكَ دَبَا، جَكَ لَبَا، جَكَ وَرَمَقَامِ تَبَانِ شَانِ دَهِي كَرْنَا يَهْ فَعْلُ بِفَاعِلِ
 لَا يُرَاثِيْمُ لَامِ نَفْعٍ كَا يَهْ جَارِ جَرٍّ وَرَمَقَامِ مُتَعَلِّقٍ سَيِّدِ مَكَانِ الْبَيْتِ يَهْ مَرْكَبِ اخْتِاْفِيْ هَيَّ. مَكَانِ
 بَابِ نَصَرِ كَا اسْمِ طَرَفِ مَذْكُورٍ تَحَا كُونُ سَيِّدِ مُشْتَقِّ هَيَّ بِمَعْنَى هَوْنَا مَكَانِ بِمَعْنَى جَكَ يَهْ
 مَرْكَبِ طَرَفِ هَيَّ كَوْنَا كَا اَنْ حَرْفِ تَفْسِيرِ يَهْ رَا اَيْ عِلَّتِ (سَبَبِ) ثَقِيلُهُ اَنْ سَيِّدِ
 خَفِيفُهُ هَوْنَا لَا تُشْرِكُ بَابِ اَفْعَالِ كَا فَعْلُ هَيَّ وَاحِدِ مَذْكُورِ حَاضِرِ مَصْدَرِ هَيَّ اِشْرَاكِ
 شُرَكَاءِ سَيِّدِ مُشْتَقِّ هَيَّ مُتَعَدِّي هَيَّ بَابِ اَفْعَالِ فِي اَكْرَ تَعْدِي تَاكِيْدِي يَتْنِي سَخْتِ مُتَعَدِّي
 هَوْنَا بِمَعْنَى اِشْرَاكِ نَكْرَانَهُ هَوْنَةً دِيْنَا يَهَا دَوْرِيْ بِمَعْنَى فِيْ هَيَّ اَيْكِ قِرْتِ فِي لَيْشَرِكُ
 سَيِّدِيْ يَهْ جَارِ جَرٍّ وَرَمَقَامِ مُتَعَلِّقٍ سَيِّدِ شَيْءٍ مَفْعُولِ يَهْ هَيَّ لَا تُشْرِكُ سَبَبِ سَيِّدِ جَلَّةِ فَعْلِيْهِ
 هُوَ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَادُوْ عَاطِفُهُ طَهَّرَ بَابِ تَفْعِيلِ كَا فَعْلُ اَمْرٍ حَاضِرِ مَعْرُوفِ وَاحِدِ مَذْكُورِ حَاضِرِ
 اسْمِ كَامِصِدْرِ هَيَّ تَطْهِيْرُ كَهْرُ سَيِّدِ هَيَّ بِمَعْنَى پَاكِ كَرْنَا مُتَعَدِّي
 هَيَّ جَمْعِيْ مَرْكَبِ اِضَافِيْ مَفْعُولِ يَهْ سَيِّدِ تَرْجَمِ هَيَّ مِيْرَا كَهْرُ مَرَادِ هَيَّ خَانِدِ كِهِيْ شَرِيفِ
 يَهْ اِضَافِيْ مَلِكِيْ هَيَّ نَكْرَ نَفْعِيْ لَامِ جَارِهِ نَفْعٍ كَا اَلطَّافِيْنَ يَهْ اَلْفِ لَامِ جَارِهِ كَا اِتِّصَالِ
 كِيْ وَجْهِ سَيِّدِ كَرِيْمَا اَلْفِ لَامِ مَعْرِفَةِ كَا اِسْمِيْ هَيَّ بِمَعْنَى اَلَّذِيْنَ طَّافِيْنَ بَابِ نَصَرِ كَا اسْمِ
 فَاعِلِ جَمْعِ مَذْكُورِ بِحَالَتِ كَسْرِهِ بِمَعْطُوفٍ عَلَيْهِ وَادُوْ عَاطِفُهُ اَلْقَائِيْنَ اَلْفِ لَامِ اِسْمِيْ قَائِمِيْنَ
 بَابِ نَصَرِ كَا اسْمِ فَاعِلِ جَمْعِ مَذْكُورِ بِحَالَتِ كَسْرِهِ كِيُوْنَكُمُ مَعْطُوفٌ تَابِعٌ هَوْنَا سَيِّدِ مَاقِلِ كَا وَادُوْ عَاطِفُهُ
 اَكْرَجَ بَابِ فَعْلٍ كَا اسْمِ فَاعِلِ جَمْعِ مَذْكُورِ اسْمِ كَا وَاحِدِ هَيَّ رَا كِهِيْ دَر اَمَلِ رَا كِهِيْنَ تَحَا اِبْرَا اَيْ
 مَبَالِغَةُ رُوْزْنِ فَعْلٍ كِيَا كِيَا بِمَعْنَى اِبْتِهَاتِ رَقَبِيْنَ، تَا زِيْ بِرُحْنِيْ يَابِهَاتِ رُكُوْعِ كَرْنِيْ وَلِيْ
 يَابِهَاتِ عَاجِزِيْ اِنْكَسَارِيْ سَيِّدِ جَهَكْتِيْ وَادُوْ اسْمِ طَرَحِ اَلتَّجُوْدِ رُوْزْنِ فَعْلٍ جَمْعِ هَيَّ
 مَسَاجِدُ كِيْ يَهْ چَارُوْ اسْمِ فَاعِلِ جَمْعِ مَذْكُورِ اَيْسِيْ فِيْ عِلْفِ هُوَ كَرَجَرٍّ وَرَمَقَامِ مُتَعَلِّقٍ هَيَّ طَهَّرَ كَا
 يَهْ سَبَبِ مَلِكِ جَلَّةِ فَعْلِيْهِ هُوَ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَادُوْ عَاطِفُهُ اَزَّنَ بَابِ تَفْعِيلِ كَا اَمْرٍ حَاضِرِ مَعْرُوفِ
 وَاحِدِ مَذْكُورِ اسْمِ كَامِصِدْرِ هَيَّ تَا زِيْنَ بِمَعْنَى لَغْوِيْ كَانِ كَرْمِيْدُنَا اِصْطِلَاحِيْ تَرْجَمِ هَيَّ كَانِ
 فِيْ اَنْكِيَالِ اِطْلَالِ كَرْمِيْدُ سَيِّدِ وَادُوْ دِيْنَا اَيْسِيْ سَيِّدِ نَازِ كِيْ اَزَّنَ چُوْنَكُمُ اَزَّنَ دِيْنِيْ

کا مطلب و مقصد بلانا ہے اس لیے اجازت کو بھی اذن کہا جاتا ہے یہاں مراد ہے آواز دینا بلانا، فی ظرفہ مکانیہ الٹا اس بمعنی انسان یعنی روح و جسم۔ مگر یہاں عالم ارواح کی روحیں مراد ہیں اذن کی قبولیت کے عمل وقت کا اعتبار کرتے ہوئے یہ جارح و متعلق اول ہے یا حج یہ متعلق دوم ہے اب جائزہ بمعنی لام تعلیلیہ بمعنی حج کے لیے اسی لفظ کی وجہ سے اس سورت کا نام سورۃ حج رکھا گیا۔ یا لَوْكْ رِ جَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ مَثٰبٍ مِّنْهُنَّ مِثْرًا عَمِيْقٌ۔ یا تَوْبَةً بَّابِ ضَرْبٍ کا مضارع جمع مذکر غائب یا تَوْنٌ سے تعبیل ہو کر یا تَوْنٌ ہوا پھر اذن امر کا جواب ہونے کی بنا پر آخر کی تَوْنِ اعرابی جزم کی وجہ سے گرجی آئی ہے بنا ہے بمعنی آنا یہ بمعنی مستقبل ہے ک ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل ظرف مکانی حکمی یعنی آپ کے پاس اس جگہ ک بول کر جگہ مراد لی گئی بوجہ خطاب امر حاضر کے معنی یہ دراصل یَسْتَلِكْ یا مَقَامُکَ ہے رِ جَالًا اسم مشتق جمع اسم فاعل اس کا واحد ہے رِ اِجْلٌ رِجُلٌ سے مشتق ہے بمعنی پیروں والے یعنی پیدل چلنے والے یہ ہمیشہ مفرد نکرہ ہوتا ہے اگر صنف ہو تو وہ رِجُلٌ کی جمع مکسر ہوتی ہے بمعنی مرد یہ اسم فاعل یا فاعل جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ علی جائزہ فوقیت کا ترجمہ ہے پر، اوپر گئی اسم تاکیدی جنسی مراد ہیں بہت سی۔ مَثٰبِ بَابِ تَصْرِکِ اسم فاعل واحد مذکر مکرر سے مشتق ہے بمعنی دُبلّا ہونا جسم کا یہاں مراد ہے تیز رفتار اونٹ لغوی اعتبار میں مراد ہے دُبلّا اونٹ چونکہ دُبلّا حیوان یا انسان تیز چلتا ہے اس لیے اب تیز رفتار کو ضامز کہا جاتا ہے یہ واحد ضمی ہے اس لیے ایک اور بہت نزدیک نروادہ (اونٹ۔ اونٹنی) سب کو شامل ہے یہ موصوف ہے اور جمع مؤنث مراد ہے اسی لیے یا تَمِیْنٌ بَابِ ضَرْبٍ کا مضارع مستقبل جمع مؤنث غائب آیا علم طور پر اہل عرب سفر میں اونٹنی استعمال کرتے ہیں تاکہ سفر کی سہولت کے ساتھ ساتھ دودھ سے خوراک کی سہولت بھی ہوتی رہے یہی وجہ ہے کہ زیادہ سفر کی وجہ سے اونٹنی ہی زیادہ نزدیک اور تیز رفتار ہوتی ہے۔ بدین وجہ یہاں ضامز سے مؤنث مراد ہیں مِّنْ جَاِزَہٗ اِبْتِدَآءِ غَاثِمَتِ کے لیے فتح اسم مفرد نکرہ بمعنی پہاڑی دتہ پہاڑوں کے درمیان اونچا نیچا کھلا راستہ اس کی جمع فجّاج ہے موصوف ہے عَمِیقٌ اسم صفت مشبہ (اسم فاعل) واحد مذکر بَابِ کُرْمٌ سے ہے عَمِیقٌ سے بنا ہے بمعنی گہرا ہونا۔ مَثٰبِ یعنی ترجمہ ہوا بہت زیادہ گہرا، جب کہ اس پاس اونچے پہاڑ ہوں صفت ہے یہ مرکب

توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے یا تین کا وہ سب فعل یا فاعل ضمیر صیغہ متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے ضمیر کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ کل کا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ اسم ناعل را کیا کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے رجالاً پر دونوں مل کر حال ہے یا تو فعل کے فاعل کا۔ یَتَشَهُدُوا۔ باب فتح کا مضارع جمع مذکر غائب یَتَشَهُدُونَ تھا۔ لام نے تعلیلہ نے اَنْ ناصبہ پوشیدہ کے ذریعے اس کو نصب دیا اس لیے آخر کی نون اعرابی علامتہ رفع گر گئی شہد سے مشتق ہے بمعنی حاضر ہونا اور اگر کسی چیز کو یا تا اس کا ناعل ضمیر صیغہ منافع اسم جمع مکرر اس کا واحد ہے مَنفَعَةٌ بمعنی نفع منقول ہے کہ تم یہ جار مجرور متعلق ہے لِشَهِدُوا کا لُھُذ کا ترجمہ ہے اپنے لیے لام جارہ نفع کا ضمیر نفسی بمعنی اپنے یہ سب جملہ ہو کر معطوف علیہ و یَذْکُرُوا اسْمَا اللّٰہِ فِیْ اَیَّامِ مَّعْلُومَاتٍ عَلٰی مَا رَزَقْتُمْ مِنْ اَیِّمَةِ الْاَنْعَامِ فَکُلُوا مِنْهَا وَ اطْعَمُوا اٰلِیَاسِ الْفَقِیْر۔ واو عاطفہ یَذْکُرُوا بِابِ نَصْر کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب خیال رہے کہ ان پانچوں فعلوں پر یا تا تو لِشَهِدُوا و اٰیَیَہُ کُرُوا فَکُلُوا و اَطْعَمُوا۔ کا مرجع اَنْتَاس ہے اَنْتَاس یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے فِیْ اَیَّامِ مَّعْلُومَاتٍ یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق اَوَّل ہے علی حرف جر بمعنی اب سببیتہ ما اسم موصول رَزَقَ بِابِ نَصْر کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب متعدی اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ رَزَقَ سے مشتق ہے بمعنی تقیع والی چیز مراد ہے قربانی کا گوشت ضمیر اس کا مفعول بہ مِنْ بَعْضِیَّتِ کَا بِحِیْمَۃِ اسم صفت مشبہ واحد مؤنث۔ رَوَزَن فَعِلَہُ باب کَرَم سے جُھَم سے مشتق ہے بمعنی پوشیدہ خفیہ نامعلوم مراد ہیں بے زبان جانور جن کی بات کسی کی سمجھ نہیں آتی اسی سے اِجْہَام و جُھَم اس معنی کے لحاظ سے تمام جَرَد و پرند درند کیڑے مکوڑے بھیہ ہیں چونکہ انسانوں کو زیادہ حلال گھریلو جو یا یوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لیے اب اصطلاح میں صرف گائے اونٹ وغیرہ کو کہا جاتا ہے اس لیے اس کو اَنْعَام کی طرف اضافت کیا گیا۔ مضاف ہے اَلْاَنْعَام اسم جمع مکرر منفرد نَعْم و اَصِد ہے لغوی ترجمہ ہے نعمت مراد ہے اونٹ جب یہ جمع بولی جائے تو اونٹ کے علاوہ دیگر حلال جو پائے بھی مراد آتے ہیں اور یہ لفظ جمع ہی مستعمل ہے یہ مضاف الیہ ہے بَحِیْمَۃِ دونوں مل کر دوسرا متعلق ہے رَزَقَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر

معطوف علیہ ف عاطفہ سببیہ بمعنی اس لیے کُلُوا فاعل امر حاضر معروف جمع مذکر خطاب ہے
 ماحیوں کو غائب کے بعد فوراً حاضر کے صیغوں سے تاکیدِ اِباحۃ ہے کہ حج و ذبیحہ
 تمام امتوں کے لیے تھا۔ اِباحۃ اِطعام صرف اب موجودہ کے لیے ہے۔ مَنحاً یہ جار
 مجرور متعلق ہے کُلُوا۔ اَکَلٌ سے بنا ہے دراصل اُکَلُوا تھا دوم ہمزہ گر گئی تخفیف
 کے لیے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اَطِعمُوا باب اِفعال کا فعل امر حاضر
 معروف جمع مذکر مصدر ہے اِطْعَامٌ معنی ہے پکا کر کھلاؤ یعنی کھانا بنا کر، یہ دونوں
 امر استہابی ہیں اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے اَلْبَنَاتُ باب فِتح کا اسم فاعل واحد مذکر
 بَنَاتٌ سے مشتق ہے بمعنی بھوک۔ تنگی، غربت، اِطْرَافٌ، جھگڑا، مَضَالِقٌ خوف دُور یہاں صرف
 پہلے معنی میں ہے یعنی بھوکا یہ موصوف ہے اَلْفَقِيرُ اسم فاعل صفت مشبہ بمعنی غریبی والا
 یہ صفت ہے یہ مرکب تو صیغی مفعول پہ ہے اَطِعمُوا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
 ہے کُلُوا پر یہ دونوں عطف مل کر صلہ ہوا کا دونوں مل کر مجرور متعلق ہے یَذْکُرُوا کا وہ
 سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے لَیْسَ یُضَدُّوا کے جملے پر دونوں عطف مل کر علت ہے
 یا تو کی یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر جواب امر ہے اَذِنُ کا، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر
 معطوف ہے کھڑکے جملے پر وہ دونوں معطوف کَا تَشْرُکُ کے جملے پر یہ سب مل کر مفعول
 لہ ہے یُذْکُرُ انا کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مفعول پہ ہے اَذْکُرُ فعل پوشیدہ کا وہ سب جملہ
 فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمائے وَ اِذْ یُؤْتِیْکُمُ الْکِتَابَ وَ الْحَقَّ یُنَبِّئُکُمْ ۚ وَ اَلْقَیْلَ یُنَبِّئُکُمْ ۚ وَ اَلْکَثْرَ ۚ وَ اَلْجُودَ ۚ
 اس رحمتِ تعالیٰ میں یاد کرو اُس آنکھوں دیکھے واقعے کو اور بناؤ سناؤ اُن اولادِ ابراہیمی
 کفار کو جو کعبہ و حرم سے عابدین طوافین کو روکتے ہیں حج و عمرے سے جب کہ ابراہیم
 کو نشاندہی فرمائی تھی ہم نے بیت اللہ کے مکان بنانے کی اس عہد کے ساتھ کہ
 اُسے ابراہیم یہاں میرا شرک نہ ہوئے دینا کسی بھی چیز سے کسی بھی طریقے کا نہ
 ارادے کا نہ عقیدے کا نہ جلی نہ خفی نہ عملی نہ قولی نہ ظاہری نہ باطنی نہ قلبی نہ عقلی
 نہ بُت پرستی کا نہ دنیا پرستی کا شرک جلی بُت پرستی ہے شرک خفی غلط نظریات ہیں شرک
 ظاہری غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی ہے شرک باطنی لہذا سے مایوسی اور غیر اللہ سے کچھ

امیدیں لگانا شرکِ قلبی غیر اللہ اور عہدِ اللہ کی تعظیم کرنا، شرکِ عقلی تقدیر کو نہ مانتا اپنی تدبیر پر بھروسہ کرنا، بت پرستی یہ ہے کہ دیوی دیوتا اور ستاروں کو موسموں کو تقدیر میں شریک کار سمجھنا، دنیا پرستی یہ ہے کہ رب تعالیٰ سے غافل و فاسق ہو جانا، سچا مومن وہ جو حیاتِ دنیوی کے ہر مقام میں صل میں حرم میں ہر قسم کے شرک سے بچا رہے یہاں تک کہ اپنے اعمال میں نام و نمود کی خواہش بھی نہ رہے اگر کوئی تعریف بھی کرے تو حمدِ الہی کرنی چاہیے اپنے پر خزنہ کو و اور اسے ابراہیم جب یہ بیت اللہ تعمیر میں مل ہو جائے تو ہر قسم کی حقیقی حکمی، غلیظہ، خفیہ گندگی سے میرے اس گھر کو پاک صاف ستھرا رکھنا طواف اعتکاف نماز کا قیام رکوع سجدہ کرنے والوں عابدین کے لیے اس آیت کی تفصیل و تفسیر اللہ تعالیٰ کے چشم دید گواہ شاہد ا کے خطاب والے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمائی کہ جب رب تعالیٰ نے حضرت خلیل کو حکم فرمایا کہ جاؤ وادیِ غیر ذی زرع میں بیت اللہ کی تعمیر کرو تو اپنے چاہ زمزم کے پاس پہنچ کر عرض کیا یا مولیٰ تعالیٰ کس جگہ بیت اللہ بناؤں، تو رب تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جو اُس جگہ عین مقامِ کعبہ کے اوپر ستون کی شکل گول بل کھاتی ٹھیر گئی جس طرح گولہ اور واؤرولا ہوتا ہے جس کو عربی میں جوج کہتے ہیں اور وہی پرسانپ کی طرح گومتی رہی فارسی میں اس کو غول بیابانی کہتے ہیں یہی ہوا سمندر میں آئے تو اس کو درطہ یا بھونڈ کہتے ہیں اس ہوا سے جگہ کا تپ لگ گیا مگر لبائی چوڑائی والے رقبے کا پتہ نہ مل سکا تو رب تعالیٰ نے کچھ بلندی پر فضا میں ایک باؤل بھیجا جو بالکل رقبہ کعبہ کے برابر تھا اس میں سے آواز آئی کہ اے ابراہیم میری پیمائش کے برابر بیت اللہ کی تعمیر فرماؤ تب آپ نے اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے گھدائی شروع کی تھوڑی دیر میں پر خیا و آدم ظاہر ہو گئی باؤل اور ہوا غائب ہو گئے۔ پھر آپ کو صفا سے ایک بڑا پتھر اٹھا لائے جس کو بطور میز استعمال فرمایا اس پر چڑھ کر اپنے تعمیر شروع فرمائی اسماعیل علیہ السلام اینٹ نا پتھر اور گارا دیتے جاتے آپ لگاتے جاتے، دیواریا جتنی اونچی ہوتی جاتی تھیں اتنا اونچا ہوتا اور آگے کی طرف چلتا بھی جاتا یہ اس پتھر کی کرامت رب تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اور قدم ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا یہی پتھر اب مقام ابراہیم میں تمام اہل ایمان کا مصلیٰ ہے اس تعمیر میں تین پہاڑ

پتھر لگائے گئے۔ کوہ صفا کوہ مروہ کوہ ابو قیس آٹھ ذی الحج سے تیرہ ذی الحج تک چھ دن میں یہ تعمیر کعبہ مکمل ہوئی اس تعمیر میں حسب سابق چھت نہیں بنائی گئی جلیلہ شامل کعبہ تھی اور مشرقی جانب دروازہ رکھا گیا جب تعمیر مکمل ہو گئی تو حکم الہی آیا۔ وَادْعُ النَّاسَ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔ اور اے ابراہیم اذان دیدو پوری دنیا کے تاقیامت انسانوں میں حج کی ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا مولیٰ میری آواز ان تک نہیں پہنچے گی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم آواز دینا تمہارا کام ہے آواز کو سب تک پہنچانا ہمارا کام ہے۔ تمہاری اذان پر آتے رہیں گے لوگ تاقیامت شوق زیارت میں پیدل بھی اور ہر دہلی پتلی تیز رفتار اونٹنی پر بھی نہ تھکاوٹ کی پرواہ ہوگی نہ کمزوری کی نہ راہ کے مصائب کی اور پیدل و سوار جماعتیں ہر اونچی نیچی دور قریب پہاڑی میدانی دریائی صحرائی ریگستانی علاقوں سے۔ تب آپ اُسی پتھر پر کھڑے ہوئے وہ پتھر پہاڑ برابر بلند ہو گیا بعض نے فرمایا کوہ صفا پر کھڑے ہو کر بعض نے فرمایا کوہ ابو قیس پر کھڑے ہو کر اذان دی دونوں کانوں میں ہاتھ رکھے اور فرمایا اَيُّهَا النَّاسُ۔ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمُ الَّذِي هُوَ اَنْتُمْ عَلَيْهِ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّ اِلَى بَيْتِ الْعَتِيقِ۔ فَاجْتَبُوا زُرَّكُمْ وَجُوا بَيْتَهُ الْحَرَامَ۔ لِيُتَبَّكُمْ مِنْهُ الْجَنَّةَ وَهَاجِرَكُمْ مِنَ النَّاسِ۔ ترجمہ۔ اے لوگو! خبردار ہو جاؤ، بے شک تمہارے رب تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہے۔ اور تم پر حج فرض فرمایا ہے بیت عتیق کا لہذا اپنے رب تعالیٰ کے اس بلاوے کو قبول کرو۔ اور حج کرو اس کے بیت حرام کا۔ تاکہ تم کو اس کے بدلے جنت کا ثواب عطا فرمائے۔ اور پچائے تم کو جہنم کے عذاب سے آپ کی اُس اذان میں سات کلمات تھے زمین پر یہ پہلی اذان تھی آپ نے یہ اذان ایک سو بار ۱۰۰ مرتبہ ادا کی۔ رب تعالیٰ نے آپ کی اس آواز کو معجزہ بنا دیا اس لیے یہ آواز پوری کائنات میں پھیل گئی اور ہر انسان حیوان روح و جسم شجر حجر مندر جن ملک نے سُن لی۔ اور انسانوں میں سے نیک روحوں اور جسموں نے اُس آواز پر تَبَّيْكَ اللَّهُمَّ تَبَّيْكَ کہا۔ عالم ارواح میں بھی سجدہ روحوں نے اور عالم اجسام کے اس وقت موجود سعید مومن جسموں نے روایتوں میں ہے کہ سب سے پہلے اہل یمن نے تَبَّيْكَ کہا اسی لیے سب سے زیادہ حاجی یمنی ہونے میں اُن کے لیے آقا و کائنات

حنورا قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس ہے۔ اَلْاِيْمَانُ يَمَانٌ۔ یعنی سب سے زیادہ اونچی شان والا ایمان یمن والوں کا ہے یمن کے لیے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بہت دعائیں فرمائیں اور حدیث پاک میں ہے کہ جس نے جتنی دفعہ بُئِیْتُ کہا اس کو اتنی بار ہی حج کی سعادت نصیب ہوگی اس اذان کے بعد آئندہ سال حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام نے پیدل حج ادا فرمایا یعنی مکہ مکرمہ سے نئی تک پھر نئی سے عرفات اور واپسی نئی و مکہ مکرمہ تک طواف کعبہ معظمہ آپ نے جوتا اُتار کر ادا کیا۔ ایک دوسری حدیث مقدس میں ہے کہ جو مومن پیدل حج کرے گا اس کو ہر قدم پر مسجد حرم شریف کی نیکی کے برابر سات سو نیکی کا ثواب ملے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ مسجد حرم کی نیکی کیسی ہے فرمایا ایک لاکھ نیکی کے برابر گویا پیدل حاجی کو ہر قدم پر سات سو لاکھ نیکی ملے گی۔ اور سواری کے ہر قدم پر سات نیکیاں، اس سے ثابت ہوا کہ پیدل حج افضل ہے۔ پیدل کی چار صورتیں ہیں ایک یہ کہ گھر اور وطن سے پیدل دوم یہ کہ مدینہ منورہ سے پیدل سوم یہ کہ بحری جہاز یا ہوائی جہاز سے اُتر کر جتہ شریف سے پیدل چہارم یہ کہ مکہ مکرمہ سے نئی و عرفات میں پیدل۔ خیال رہے کہ رجلاً اور علیٰ کلِّ ضامرٍ فرما کر سمندری راستہ بھی اس میں شامل فرمایا گیا ہے کیونکہ سمندر سے تو صرف جتہ شریف تک ہی آسکتا ہے اُس سے آگے مکہ مکرمہ تک رجلاً یا ضامرٍ ہی ہوگا اسی طرح ضامرٍ فرما کر موجودہ و سابقہ ہر قسم کی سواری اس میں شامل فرمائی گئی کیونکہ ہر سواری گھوڑا چرگدھا اور بس ٹرک کار تک پہنچتے پہنچتے ضامرٍ یعنی دبلی پتلی بوسیدہ و خراب ہو ہی جاتی ہے اور دور دراز کی بسیں تو ایسی ضامر ہوتی ہیں کہ خدا کی پناہ جن لوگوں نے پاکستان، ہندوستان، افغانا و ایران سے براستہ خشکی سفر کیا ہے اُن سے ان مشکلات کا پوچھو۔ بعض فقہان ملتے ہیں کہ اس آیت سے مسلمانوں پر حج فرض ہوا اور اِذْنُ میں خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہے مگر یہ قول اس لیے غلط ہے کہ آیت کے سیاق و سباق کے خلاف ہے اس کا عطف ہے اَلَّا تَشْرِكُ اور طہریتی پریموہاں پر تو ابراہیم علیہ السلام کو خطاب ہے تو یہاں تبدیلی خطاب بلا وجہ کیوں ہو سکتی ہے مسلمانوں پر حج فرض ہوا ہے سورة آل عمران کی آیت ۹۷ سے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ

رَآیْهِ بِبَيْلًا۔ ۹۔ میں ماہِ رجب بروزِ پیر مدینہ منورہ میں وہ آیت نازل ہوئی پھر اگلے سال ۱۰۔ میں پہلا حجِ اسلام ہوا جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

حج کا ذکر

حج کی عبادت میں تین فرض ہیں ایک شرط اور دو رکن، احرام شرط ہے ۱۔ ووقوف عرفہ ۲۔ پھر طواف زیارت الحج میں پچیس گام واجب ہیں ۳۔ باہر سے آنے والوں کے میقات سے احرام باندھنا ۴۔ سعی کرنا ۵۔ صفا مروہ کے درمیان ستر میلین میں صرف مردوں کو دوڑنا عورتوں کو دوڑنا منع ہے ۶۔ سعی کی ابتدا کوہِ صفا سے کرنا ۷۔ غروبِ آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا ۸۔ شام یا رات کو عرفات سے واپس ہونا ۹۔ مزدلفہ میں دسویں رات گزارنا ۱۰۔ مغرب و عشا کی نمازیں مزدلفہ میں جمع کر کے عشا کے وقت پڑھنا ۱۱۔ دسویں ذالحج کو صرف جمرہ عقبہ پر اور گیارھویں۔ بارھویں کو تینوں جمرہ پر رمی کی کنکریاں مانتا ۱۲۔ دسویں کی رمی سرمنڈانے سے پہلے ہونا ۱۳۔ اقران اور تسبیح والوں کو قربانی دینا ۱۴۔ رمی میں آیام کی پابندی کرنا ۱۵۔ آیام نحر میں رمی اور حلق ہونا ۱۶۔ آیام نحر اور منی میں قربانی دینا ۱۷۔ عرفات کے بعد آیام نحر میں ہی طواف زیارت یعنی طوافِ افاضہ کرنا ۱۸۔ ہر طوافِ حطیم سے باہر ہونا ۱۹۔ دائیں ہاتھ یعنی دائیں طرف سے طواف شروع کرنا ۲۰۔ اتندرت کے نیلے پیدل طواف کرنا ۲۱۔ با غسل اور با وضو طواف کرنا، بے غسل اور ناپاکی سے طواف کرنا کفر ہے بے وضو حرام ہے ۲۲۔ ہر طواف میں پورا ستر چھپانا ۲۳۔ طواف کے بعد نفل واجب ہیں مکروہ وقت نہ ہو تو اسی وقت پڑھے ورنہ بعد میں جلد از جلد پڑھے جب بھی پڑھے گا ادا ہی ہوگا قضا نہیں ۲۴۔ حج کے تمام ارکان میں ترتیب واجب ہے۔ یعنی پہلے رمی کرے پھر قربانی والا حاجی قربانی کرے۔ پھر سرمنڈا کر احرام سے کھلے نہائے دھوئے پھر طواف زیارت کرے ۲۵۔ آفاقی یعنی باہر سے آنے والوں پر طوافِ وداع یعنی طوافِ صدر کرنا ۲۶۔ احرام کے تمام ممنوعات سے بچنا واجب یعنی نہ سلا لباس پہنتے نہ موزے نہ دستاں نہ سرمند ڈھکے۔ عورتیں صرف منہ نہ ڈھکیں ۲۷۔ آٹھویں ذی الحج سے طواف زیارت تک بیوی سے صحبت نہ کرنا ہر واجب کے ترک کرنے پر دم یعنی ذبیحہ واجب ہے۔ حج کی بارگاہِ سنتیں ہیں ۱۔ آفاقی پر طوافِ قدم و ہر

طواف حجراکود سے شروع کرنا ۱۔ ہر طواف قدم کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا ۲۔ ساتویں نویں گیارھویں ذی الحج کو مکہ مکرمہ اور عرفات و منیٰ میں امام حج کا خطبہ سننا ۳۔ آٹھویں ذی الحج کو بعد فجر منیٰ کو روانگی ۴۔ نویں کی رات منیٰ میں گزارنا ۵۔ نویں ذی الحج بعد طلوع آفتاب عرفات کو روانہ ہونا ۶۔ وقوف عرفات کے لیے غسل کرنا ۷۔ بعد عرفات مزدلفہ میں پوری رات گزارنا اور وہاں سے ہی کنکریاں چٹنا ۸۔ طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہونا ۹۔ دسویں گیارھویں بارھویں تاریخیں منیٰ میں گزارنا ۱۰۔ وادی محصب میں تھوڑی دیر ٹھہرنا، مہقائیں آٹھ میں ۱۱۔ مدینہ منورہ سے جانے والوں کے لیے بیر علی ذوالحلیفہ ۱۲۔ عراق کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذات عرق ۱۳۔ شام کی طرف سے آنے والوں کے لیے مقام رابغ یعنی جحفہ ۱۴۔ نجد کی طرف سے آنے والوں کے لیے قرن ۱۵۔ یمن کی طرف سے آنے والوں کے لیے کوہ یثلمہ ۱۶۔ پاکستانیوں ہندوستانیوں کو براستہ سند رہی میقات ملتی ہے ۱۷۔ اہل حل کی میقات اُن کا گھر ہے ۱۸۔ اہل مکہ کی میقات برائے حج حدود حرم شریف یعنی ان کا گھر یا مسجد حرام یا شہر کے کسی جگہ سے ۱۹۔ اہل مکہ کی میقات برائے عمرہ مسجد تنعیم ہے جو باہر تقریباً تین میل دور، میقات وہ جگہ ہوتی ہے جہاں سے حج یا عمرے کے لیے احرام باندھا جاتا ہے اس سے آگے بغیر احرام آجائے تو دم واجب ہو جاتا ہے۔

افعال حج کی ترتیب

پہلے احرام، پھر طواف پھر منیٰ میں آنا پھر عرفات میں جانا، پھر واپسی پر مزدلفہ میں ٹھہرنا پھر وہاں منیٰ میں آنا پھر جمرہ عقبیٰ کی رمی یعنی کنکریاں مارنا پھر قربانی کرنا پھر سرمنڈا کر احرام سے کھٹنا، پھر مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت (اقامہ) کرنا، اگر آٹھویں کو منیٰ آنے سے پہلے طواف قدم کی سعی نہ کی تھی تو اب طواف افاضہ کے بعد کرے، امام اعظم کے نزدیک ترتیب وار کرنا واجب ہے اگر ترتیب ٹوٹ گئی کسی بھی کام میں تو دم واجب ہے یعنی بکری ذبح کرنی پڑے گی۔ ارکان حج کی ترتیب توڑنے سے گناہ بھی ہے اور جرم بھی گناہ کی سزا آخرت میں اور جرم کی سزا دینا میں کہ دم دینا پڑے گا۔ اگر بھول کر ترتیب ٹوٹ گئی تو فقط جرم ہوا لہذا دم واجب گناہ نہیں، ہو گا۔

حج کی بھول میں ذبیحہ مثل نماز کی بھول میں سجدہ سہو کی طرح ہے۔ نماز کا سجدہ سہو بھی نیک واجب کی سزا ہے۔ یہی فرق ہے گناہ اور جرم میں حج کے ڈھائی ہینے ہوتے ہیں ماہِ پورا شوال ۱۲ پورا ذیقعدہ ۳ ذی الحج کے پہلے تیرہ دن پہلے دو ماہ حج کے احرام باندھنے کے لیے اس سے پہلے احرام حج باندھنا جائز نہیں مگر ارکان حج آٹھ ذی الحج سے شروع ہوتے ہیں اور اصل حج وقوف عرفہ اور طواف زیارت ہے تو اور دیش ذی الحج۔ آقاؤ دو عالم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چار ہی حج ادا فرمائے اور چار ہی عمرے بین حج نفلی فرضیت سے پہلے قبل ہجرت۔ اور ایک حج بعد فرضیت جس کو حجة الوداع کہا جاتا ہے، ہجرت کے دسویں سال، اور عمرے تمام ہی ہجرت کے بعد ادا فرمائے۔ آخری عمرہ حجة الوداع کے ساتھ اور تین اُس سے پہلے۔ پہلا عمرہ مکہ میں، دوسرا شہ میں حج اسلام کی بے شمار حکمتوں، مصلحتوں کے علاوہ اہل ایمان پر اس لیے بھی حج ضروری ہے کہ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ الَّتِي آتَيْنَاهُمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ مَا رَزَقْنَاهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَمَا يَكْفُرُ مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرًا لِكُلِّ الْفَقِيرِ تاکہ حاضر ہو کر پائیں، ایمان والے اپنے وہ منافع جو ان کے لیے وہاں ہیں، دینی و دنیوی، ملکی سیاسی، میل ملاقاتی تعارفی، ثقافتی ہر دنیوی فکر و مشغولیت سے علیحدہ ہو کر نہایت اطمینان اور یکسوئی سے اور ان چند معلوم دنوں میں اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کریں دعاؤں، فریادوں ورد و وظیفوں تلبیوں، تسبیحوں میں اور زور زور سے تکبیریں پڑھیں اُن گھربلو جانور کے ذبح پر جو رب تعالیٰ نے تم کو رزق عطا فرمایا حَٰدِیُّ بَنَیْکُمْ بِحَبْمَةِ الْأَنْعَامِ، اونٹ لگائے بھیڑ بکری جو پالوں کا۔ بندریہ خریداری، کمائی ملکیتی اور پھر صحیح و پاکیزہ طریقوں سے خرچہ خرچ کر کے اُن کا گوشت خود بھی کھاؤ اور غریبوں، یتیموں، مسکینوں، ہر قسم کے مصیبت زدہ محتاجوں معذروں بچوں کو بھی کھلاؤ، دیگر یا پکا کر طعام بنا کر اس ذبیحے پر کبھی کسی شریعت میں ممانعت نہیں ہوئی۔ کفار مکہ اور زمانہ جاہلیت کے حج کرنے والے حج کی ان حادی ذبیحوں کو دیگر مقامات کی سوختنی قربانیوں پر قیاس کر کے نہیں کھاتے تھے مگر قرآن پاک نے اُن کے اس قیاس کی تردید فرماتے ہوئے بتا دیا کہ اس ذبیحے اور سوختنی قربانی میں زمانہ ابراہیم سے فرق چلا آ رہا ہے۔ قربانی کا گوشت تو کھانا کھلانا پہلی امتوں کو ممنوع تھا کسی اونچی جگہ پیٹری وغیرہ پر رکھ دیا جاتا، جس کی

قربانی قبول ہوتی اُس کو قدرتی عیبی آگ جلا جاتی جس کی نامقبول ہوتی پڑی گلتی سڑتی رہتی جانور پرندے بھی نہ کھاتے۔ مگر حج کی حدی کے ذبیحوں کا یہ حکم نہ تھا وہ عام روزمرہ کے ذبیحوں کی طرح کھانا کھلانا جائز تھا۔ بلکہ ذبح کے بعد اس کی ملکیت ہی ختم کر دی گئی کہ جو چاہے پورا ذبیحہ لے جائے، حدی والا خواہ خود تقسیم کرے یا ذبح کر کے چھوڑ دے محتاج فقر خود لے جائیں جتنا چاہیں کوئی روک نہیں سکتا، ہاں البتہ برباد کرنا منی میں دبا دینا منع ہے کہ نہ خود کھائے نہ کھانے دے یہ حرام ہے جیسا کہ پہلے کفار مشرکین اور یہود و نصاریٰ کرتے تھے اس آیت پاک نے جاہلیت کے اسی نظریے کو توڑا اور فرمایا کہ خوب کھاؤ کھلاؤ۔ کھانا مستحب کھلانا واجب ہے۔ یاد رہے کہ شریعت اسلامیہ میں نو قسم کی وجہ سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں و قربانی تمام دنیا کے مسلمان علاقوں کے مسلمان و حج قرآن کا ذبیحہ منی میں و حج تمتع کا ذبیحہ منی میں و کوئی شخص احرام حج یا احرام عمرہ باندھ کر حج یا عمرے سے روک دیا جائے تو وہ جہاں روکا جائے وہیں تب اپنے احرام سے کھلے گا جب جانور ذبح کرے اس کو دم احصار کہتے ہیں یہ چاروں ذبیحے واجب ہیں، حج میں تین ذبیحوں کے جانوروں کو حدی بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی دم قرآن دم تمتع دم احصار و حج افراد کا ذبیحہ بھی منی میں یہ ذبیحہ مستحب ہے کسی مجرم کا کفارہ دینا اس ذبیحہ کو دم کفارہ کہتے ہیں یہ مکے شریف میں کر سکتا ہے و حج کا کوئی واجب چھوٹ جائے ذبیحہ واجب ہے و حج کا با احرام کا کوئی ممنوعہ کام کر یا تب ذبیحہ واجب مثلاً حرم نے جنگلی شکار کر لیا چرند یا پرندہ یا درندہ و صدقہ واجبی منت وغیرہ ذبیحہ اس کے لیے منی ضروری نہیں جو حاجی اپنے واجب ذبیحہ سے پہلے احرام سے کھلے گا اس پر بھی دم واجب ہے۔ تمام فقہاء کرام کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ دم کفارہ کسی بھی مجرم کا ذبیحہ، اور صدقہ منت کا گوشت صرف غریبوں کو کھانا جائز ہے، خود ذبیحے والا اور امیر لوگ نہیں کھا سکتے۔ حج اور احصاء کے ذبیحوں میں فقہاء مجتہدین میں اختلاف ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ احکام القرآن میں بیان کیا جائے گا۔ ان تمام مذکورہ بالا نو قسم کے ذبیحوں میں سات قسم کے گھریلو جانور قربانی کی عمر برابر ذبح کئے جاسکتے ہیں اونٹ مذکر مؤنث و گائے مذکر

مؤنث ۲ بھینس مذکر مؤنث اگر مل جائے۔ عرب میں بھینس نہیں ملتی ۲ بکری ۵ بھیڑ ۱ دنبہ
۱ مینڈھا حسب مذکر مؤنث اؤنٹ گائے بھینس میں سات حصے جائز باقی میں صرف
ایک حصہ چگنے والے گھریلو جانور کسی بھی ان ذبیحوں میں جائز نہیں مثلاً مرغی، بیلچہ،
بھنس۔ سالانہ قربانی اور حج کے ذبیحوں میں تین طرح فرق ہے پہلا فرق یہ کہ
قربانی ہر مسلمان اپنے وطن میں دیتا ہے اور یہی مستحب ہے۔ لیکن حج کے یہ تمام
ذبیحے مکہ شریف یا منی میں ہوتے ہیں دوم یہ کہ سالانہ قربانی صرف امیر دولت مند صاحب
نصاب پر واجب ہے۔ مگر حج کے ذبیحے حج کی وجہ سے ہوتے نہ کہ امیری کی
وجہ سے وہ غریب پر بھی لازم ہیں۔ سوم فرق یہ کہ سالانہ قربانی خود واجب ہے مگر
صدقہ نفلی ہے اس لیے ہر امیر، غریب اور خود قربانی والا بھی کھا سکتا ہے۔ مگر
حج کے ذبیحے تین قسم کے ہوتے ہیں ۱ ذبیحہ مستحب صدقہ بھی مستحب جیسے حج
مفرد کا ذبیحہ یہ سب کھا سکتے ہیں ۲ ذبیحہ واجب مگر صدقہ نفلی جیسے حج قرآن
اور حج تمتع کا ذبیحہ سب کھا سکتے ہیں ۳ ذبیحہ واجب صدقہ بھی واجب یہ صرف
غریب کھا سکتے ہیں جیسے منت کے ذبیحہ اور جرائم کے کفار سے۔

ان آیت میں مفسرین کے اختلافی اقوال۔ اَلَا تُشْرِكُ بِیْ شَیْءًا مِّمَّنْ دُوۡقُولِ
۱ اس کا معنی ہے بت پرستی نہ ہونے دینا ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ
عبادت حج و عمرہ میں کوئی دنیوی مفاد شامل و شریک نہ کرنا لہٰذا میں دو قول
۱ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کفر کی گندگی سے پاک کرنا ۲ بعض نے کہا کہ
اس کا معنی ہے ظاہری گندگی سے ہر طرح پاکیزہ رکھنا۔ لِلطَّٰثِفِیۡنَ وَالْقَٰثِمِیۡنَ
میں دو قول ۱ بعض نے کہا کہ باہر سے آنے والے طائفین اور باشندے
قائمین ۲ بعض نے کہا کہ طواف کرنے طائفین ہیں اور نماز و اعتکاف کرنے والے
قائمین ہیں یہی درست ہے پہلا قول قلط ہے کیونکہ صفائی تو خود باشندوں پر
فرض اُن کے لیے کون کیوں صفائی کرے۔ اَذِیۡنِیۡ النَّاسِ میں دو قول ۱ بعض
نے کہا یہ حکم ابراہیم علیہ السلام کو تھا اور للناس سے تا قیامت موجودہ و آئندہ
انسان مراد ہیں یہی قول درست ہے ۲ مگر بعض نے کہا یہ حکم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کو تھا اور للناس سے مراد امت مسلمہ ہے۔ پانچ میں دو قول ۱ بعض

نے فرمایا کہ اس ہی لفظ کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ حج رکھا گیا ۲ مگر بعض نے لکھا کہ نہیں بلکہ از آیت ۲۵ تا آیت ۳۳ حج کے ابتدائی کچھ امور کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام سورۃ الحج ہوا۔ اور از آیت ۲۴ تا آیت ۲۷ میں دیگر علاقوں کی قربانی کا ذکر و حکم ہے۔ یا توک میں تین قول ۱ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ آپ کے پاس آپ کے جیتے جی آنا شروع ہو جائیں گے ۲ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ آپ کی یہ آواز اذان عرش و فرش پر تمام کائنات میں پہنچے گی اور عالم ارواح کی رو میں بھی بٹیک کہیں گی پھر ناقبامت پیدا ہو کر بڑی ہو کر آتی رہیں گی ۳ یہ کہ اس کیجے کے پاس آتے رہیں گے اور ک خطابی کا معنی آپ کی اس جگہ کے پاس ہی دو قول درست ہے۔ عینیق میں دو قول ۱ بعض نے کہا اس کا معنی ہے دور دراز علاقہ اور حج کا معنی ہر طرف سے ۲ بعض نے فرمایا عینیق کا معنی میدانی علاقہ اور حج کا معنی پہاڑی علاقہ یہ دونوں قول درست ہیں اور چاروں قسم کے علاقے مراد ہیں یعنی دور قریب مغربی شمالی جنوبی اور میدانی پہاڑی، رجالا و علی کل صامد میں دو قول ۱ بعض نے کہا پیدل حج کا زیادہ درجہ ہے کیونکہ اس کا پہلے ذکر کیا گیا ۲ بعض نے فرمایا سواری پر حج افضل و مفید ہے اس کے تین فوائد پہلے یہ کہ بندہ جلدی حرم شریف میں پہنچ کر عبادت کا زیادہ وقت حاصل کر سکتا ہے دوم یہ کہ ہزار ہا مصائب و تھکاوٹوں سے بچ کر با صحت پہنچ سکتا ہے تھکاوٹ و بیماری مانع از گمان ہو سکتی ہے سوم یہ کہ حصول سواری میں شکر الہی زیادہ ہے۔ یعنی سواری میں کثرت شکر ہے۔ پیدل میں کثرت صبر ہے اور خود مصیبت میں پڑنا ہے۔ یہ لام مالک کا قول ہے۔ منافع میں تین قول ۱ بعض نے کہا اس سے مراد دنیوی فوائد ہیں گوشت حاصل ہوتا اور تجارت میں ملاقات وغیرہ ۲ بعض نے کہا اس سے مراد اخروی فوائد ہیں۔ بخشش و رضا الہی۔ تمام گناہوں کا خاتمہ معافی ۳ بعض نے کہا اس سے دینی دنیوی، اخروی ہر قسم کے تمام فوائد مراد ہیں۔ یہی قول درست ہے آیات متعلقہ میں پانچ قول ہیں ۱ امام اعظم نے فرمایا اس سے مراد صرف ذی الحج کے پہلے تیرہ دن ہیں ۲ امام مالک اور امام احمد حنبل کا قول ہے کہ اس سے مراد صرف پانچ آیات تشریف ہیں یعنی لوط، دث، یبارہ، بارہ، تیرہ ذی الحج۔

۳ امام شافعی نے فرمایا اس سے مراد نحر کے تین دن ہیں یعنی دس گیارہ، بارہ ذی الحج ائمہ ثلاثہ کے مسلک ان دنوں میں ہر وقت ذبح کر سکتا ہے رات میں بھی دن میں بارہویں کی عصر تک لیکن امام مالک کے نزدیک کوئی جائز کسی جگہ بھی رات میں ذبح کرنا منع ہے بوجہ اندھیرا غلطی کے اندیشے کی بنا پر خواہ قربانی کا ذبیحہ ہو یا حج کا کوئی۔ یا عام روزمرہ کا۔ مگر کچھ فقہانے فرمایا اس سے مراد حج کے دھائی ماہ ہیں یہ بعض فقہاء نے لکھا کہ اس سے مراد ذی الحج کے پہلے دس دن ہیں لیکن جامع مانع قول امام اعظم کا ہے۔ کلو امیں دو قول ہیں بعض نے کہا یہ امر استحبائی ہے۔ کھاؤ یا نہ کھاؤ۔ بعض نے کہا یہ امر وجوبی ہے اور معنی یہ ہے کہ قربانی کی طرح اس گوشت کو بھی ضائع نہ ہونے دینا بلکہ کوئی بھی مسلمان اس کو لے جائے اور کھائے یا تین حصوں میں تقسیم کر کے بانٹ دے اَطْعَمُوا میں دو قول ما ائمتہ اربعہ نے فرمایا کہ یہ امر وجوبی ہے، اور معنی یہ کہ صاحب ذبیحہ کا کھانا مستحب ہے مگر غربا فقراء کو دینا واجب ہے۔ پکا کر یا کچا اس میں اختیار ہے کسی کو منع کرنا گناہ ہے بعض دیگر فقہانے فرمایا یہ امر بھی استحبائی ہے مگر پہلا متفقہ قول درست ہے۔

قائد سے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ دنیا بھر کی ہر مسجد کو پاکیزہ صاف ستھرا رکھنا اس کی روزانہ صفائی کرنا جوتے اتار کر آنا واجب ہے اگرچہ نئے جوتے ہوں مسجد کے اندر جوتے پہن کر آنا مسجد کی بے ادبی گستاخی ہے کیونکہ جوتا بذات خود اپنے نقشے میں معیوب و حقیر ہے اسی لیے نبی کریم آقا کا ثنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام اور سابقہ مغفورین مومنین اُنہیں ہمیشہ ہر وادی مقدس و پاکیزہ مقامات میں جوتا اتار کر ہی گئے۔ اسی طرح کسی مسجد میں تھوکنے یا وضو کے چھینٹے ڈالنا ٹیکنا گناہ کبیرہ ہے۔ یہ فائدہ و طہر بیتی سے حاصل ہوا۔ اس لیے کہ طہر کی علت قارئین کو بھی بتایا گیا اور قارئین کا قیام نماز و رکوع سجود تو ہر مسجد میں ہوتا ہے جب ہر مسجد میں قیام عبادت کی علت موجود تو حکم طہر بھی موجود، طہارت کی بنیادیں ہیں۔ ایک ظاہری گندگی سے پاکیزگی کوڑے پکڑے سے صفائی۔ دوم ادب بوم احترام ادب یہ ہے کہ گندے غسل لگندے پلید کپڑے لے کہمت آؤ۔ بدبودار چیز لے کر اور کھا کر

نہ آؤ احترام یہ ہے کہ مسجد میں یا مسجد کے قریب جھوٹ فسق کفر کھیل تماشہ شور و غل وصول
 باجہ اور شیطانی کام مت کرو۔ صرف ذکر الہی کی آوازیں بلند ہوں یا پھر خاموشی سے بیٹھو
 بلکہ جلال کبریائی دربار الہی کی ہیبت و خشیت اپنے دل دماغ پر قائم رکھو۔ اللہ
 تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو توفیق سعادت عطا کرے مسجد میں خوشبو اور چراغاں کرنا بھی
 مسجد کا احترام۔ اللہ تعالیٰ کا کیا یہ کم احسان ہے اُس نے ہم کو اپنے گھر میں آنے کی ایانت
 وسعدت بخشی۔ دوسرا فائدہ۔ حج کے سفر میں ہر جگہ تجارت خرید و فروخت
 اور مزدوری کاریگری اجرت پر کام کرنا سب کچھ جائز گھر سے چلتے ہوئے اس محنت
 مزدوری تجارت کی نیت بھی جائز ہے۔ اور دوران حج گھر یلو ضروریات خریدنا جائز بلکہ
 زیادہ بہتر ہے اس خریداری کی گھر سے نیت کرنا بھی مستحب بلکہ کارِ ثواب ہے حضرت
 حکیم الامت فرمایا کرتے تھے میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں حج یا عمرہ کرنے جاؤں تو اتنی
 اشیا خریدوں کہ میرے گھر کا ہر کمرہ مدینہ منورہ اور مکرّمہ کی چیزوں سے بھر جائے
 جاپان و لندن میں یہود و نصاریٰ کی دکانوں کی خریداری سے بدرجہا بہتر ہے کہ مسلمانوں
 کی تجارت کو فروغ دیں بعض بد عقل جاہل و بیوقوف حج میں خریداری کو بُرا اور تقویٰ
 کے خلاف سمجھتے ہیں اور منافی عبادت تصور کرتے ہیں۔ یہ اُن کی بد دماغی نا بھی ہے
 بلکہ ضرورت زندگی کی اشیا مکہ و مدینہ حرمین شریفین سے خریدنا بھی عبادت ہے
 تاکہ مسلمانوں کی تجارت کو فروغ اور مضبوطی حاصل ہو۔ ہر زمانے میں تجارت ہی قومی ملکی
 مضبوطی کا ذریعہ رہا۔ یہود و ہنود تجارت ہی پر چھانے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اپنا
 سرمایہ اسلام دشمنی میں خرچ کرتے ہیں اور یہ احمق مسلمان اس بات کو سمجھتے ہی نہیں اور
 اپنے جاہلانہ نظریات کو سناتے پھیلاتے پھرتے ہیں۔ یہ فائدہ لیشہد و امانہ انھم
 فرمانے سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ تو ہر حاجی مسلمان کو خرید و فروخت کی تجارت اور
 محنت مزدوری سے کمائی حاصل کر کے منافع کمانے کا حکم عطا فرما رہا ہے۔ لہذا
 اگر کوئی ناٹ، قصائی، رانج مستری معمار۔ لوہار ترخان بڑھی۔ گھر سے ہی اپنے سفری
 سامان کے ساتھ اپنی کاریگری کے اوزار ہتھیار اس نیت کے ساتھ لے جائے کہ فارغ
 وقت میں وہاں اتنے دنوں مزدوری بھی کر لوں گا تو اس آیت کے تحت یہ نیت وارادہ
 بھی عبادت میں شامل ہے اور باعث ثواب ہے کیونکہ اس کی کاریگری سے حجاج کو

بھی فائدہ اور اس کا اپنا بھی منافع، مگر ہر کاری گر کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اُس کے ارکان حج نماز تلاوت طواف اور عبادات میں کوتاہی و سستی غفلت نہ ہونے پائے۔ تیسرا فائدہ۔ حج میں تمام ذبیحوں کے گوشت کا خاص خیال رکھا جائے برباد ہونے سے بچایا جائے حجاج تو اکثر مسافر ہوتے ہیں اُن کے پاس تو اپنے جانور کے گوشت سنبھالنے کا نہ وقت ہوتا ہے نہ اسباب نہ سہولت یہ کام مقامی لوگوں بلکہ حکومت کا ہے کہ اُس گوشت کو دنیا بھر کے مسلمان غریب فقرا کو پہنچائے صاحب ذبیحہ کو تو جائز نہیں کہ اُس کو بیچے مگر غریب اس کو لے کر بیچ بھی سکتے ہیں تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے مسلمان اُس کو کھالیں۔ یہ فائدہ کلوا کے امر استجابی اور اطعموا کے امر وجوبی سے حاصل ہوا۔ اب سنا بلکہ دیکھا ہے کہ حکومت سعودیہ گوشت کا بہت اچھا انتظام کرتی ہے گوشت برباد نہیں ہونے دیا جاتا۔ مقصد باری تعالیٰ صرف خون بہا کے چھوڑ دینا نہیں بلکہ کلوا و اطعموا بھی حج کے افعال میں سے ہیں۔

احکام القرآن ان آیت پاک سے چند فقہی حنفی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ اس مسئلے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ حرم اگر خشکی کا جانور شکار کرے تو اس جرم میں اُس پر جو ذبیحہ واجب ہوگا، اُس کا گوشت نہ خود صاحب ذبیحہ کھا سکتا ہے نہ کوئی امیر آدمی اگرچہ ذبیحہ والا خود بھی غریب ہو۔ صرف دیگر غریب ہی کھا سکتے ہیں اُن ہی کا حق ہے کیونکہ یہ ذبیحہ شکار کا بدلہ اور کفارہ ہے جب شکاری حرم اپنا شکار نہیں کھا سکتا اور اس پر یہ گوشت حرام ہے تو اُس کا بدلہ بھی حرام ہے۔ ایسے ہی منت اور نذر مانی ہونے پر اُس کا ذبیحہ بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کوئی امیر اور صاحب ذبیحہ نہیں کھا سکتا مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ منت و نذر کا ذبیحہ سب کھا سکتے ہیں۔ اور ایسے ہی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حج کے جرموں اور حج بگاڑنے کے کفاروں کے واجباتی ذبیحوں کا حکم ہے کہ صاحب ذبیحہ اور امیر لوگ نہیں کھا سکتے صرف غریب کو دیدیا جائے۔ لیکن امام احمد بن حنبل کے نزدیک حج کے جرموں اور حج بگاڑنے کے ذبیحہ امرا و صاحب ذبیحہ نہیں کھا سکتا باقی تمام واجبی ذبیحے سب امیر غریب اور خود صاحب ذبیحہ کھا سکتے ہیں امام حنبل کے نزدیک محظورات و ممنوعات کے کفارے مثل قربانی ہیں لیکن دیگر ائمہ کے نزدیک

مثل کفارہ شکار ہیں۔ جب شکار کا بدلہ حرام تو دیگر کفار سے بھی حرام۔ اور منیٰ کا ذبیحہ اس لیے صرف غربا کے لیے کہ وہ سب ذبیحہ شد صدقہ و حاجت ہے لہذا حاجت مند کو ہی دیا جائے گا۔ یہ مسئلہ یہاں مَآ ذَرَقَهُمُ الرَّالِی (فرمانے سے اور سورۃ مائدہ کی آیت ۹۵ میں فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یعنی کُلُوا اِنْ ذَبِحْتُمْ میں ہوگا جو رب تعالیٰ تم پر واجب فرمائے یا جن کا ذبیحہ رب تعالیٰ نے مستحب فرمایا مثلاً قربانی قرآن، تمتع، افراد کا ذبیحہ۔ لیکن جو خود تم نے اپنے جرموں، کفاروں، منیوں سے اپنے پر واجب کر لیے وہ تم نہیں کھا سکتے، وہ تمام ذبیحے تمام اجزاء کے ساتھ، اَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ کے حکم سے خیرات ہی کرنا پڑینگے۔ اس لیے کہ شکار کا بدلہ شکار کی مثل، اور چونکہ شکار جرم ہے تو دیگر جرائم بھی اس جرم کی مثل یا اور منیٰ کا ذبیحہ خود واجب کردہ ہے تو وہ بھی دیگر واجب کردہ کفاروں کی مثل ہوا۔ دوسرا مسئلہ، آیام حج کے تین ذبیحے اور دنیا بھر کی قربانی کا ذبیحہ تمام ائمہ کے نزدیک ہر امیر غریب کو کھانا جائز اور کھلانا بھی جمع کر کے رکھ لیتا بھی۔ یہ مسئلہ یہاں اس آیت کُلُوا مِنْهَا (الخ) سے مستنبط ہوا، اور مشکوٰۃ شریف میں بیان کردہ حدیث متفق علیہ سے بھی مستنبط ہوا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادْخُرُوا۔ ترجمہ، سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ گوشت تم سب کھاؤ بھی کھلاؤ بھی اور جمع بھی رکھ سکتے ہو۔ جب تک چاہو جتنا چاہو۔ تیسرا مسئلہ امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ دم قرآن و تمتع کا گوشت تمام امیر غریب اور خود صاحب ذبیحہ کو کھانا جائز ہے یہ ذبیحے مثل قربانی ہیں یہ مسئلہ نَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا (الخ) سے مستنبط اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حَجَّةُ الْوُدَّاعِ سے بھی کہ آقا و دو عالم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حج قرآن فرمایا ہا جرین انصار نے تمتع اور مکئی صحابہ نے حج افراد بعد حج آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سواونٹ اپنے حج کے ذبح فرمائے تریسٹھ اپنے دست اقدس سے غالباً اپنی عمر مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور ہاتھی سینتیسٹھ اونٹ مولیٰ علی شیر خواتے اپنے دست اقدس سے گرم اللہ تعالیٰ و چھ بعد ذبح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے باورچی صحابہ کرام کو فرمایا کہ ہر اونٹ سے تھوڑا تھوڑا گوشت لے کر پکاؤ وہ ہم سب لوگ کھائیں گے اور باقی گوشت غریب مساکین میں تقسیم کر دو۔ صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ تم اپنے ذبیحوں کا گوشت کھاؤ کھلاؤ۔ جمع کروں کھاؤ یا تقسیم کر دو اور یہ مسئلہ تا قیامت ہر حاجی مسلمان کے لیے مقرر ہو گیا۔ لیکن امام شافعی فرماتے ہیں کہ قرآن و تفسیر اور دیگر تمام واجبات کے ذبیحے امر اور صاحب ذبیحہ کو کھانا ممنوع ہیں خواہ شریعت نے واجب کئے ہوں یا خود حاجی اپنے پر منت یا جرم کر کے واجب کر لے مگر یہ مسلک کمزور اور اس آیت پاک و اُن حدیث مبارکہ کے خلاف ہے معلوم امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی دلیل کیا ہے۔ حج میں شرعی واجب صرف دو ذبیحے ہیں قرآن و تفسیر کا باقی واجبات خود کردہ ہیں جو تقریباً بارہ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک منت کا (تفسیر منطہری)

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا اَلَا تَشْرِكُ بَنِي (الحج) مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں اُن تفسیری ہے اور لَا تَشْرِكُ کا جملہ ماقبل جملے یَوَافَا کی تفسیر کر رہا ہے علت بیان کرتے ہوئے حالانکہ یَوَافَا کی تفسیر و تعیل لَا تَشْرِكُ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا ترجمہ اس طرح بنتا ہے ہم نے ابراہیم کو مکان بیت کا نشان بتایا یعنی شرک نہ کرو۔ یا تانا کہ شرک نہ کرو۔ جواب یہ اُن۔ یَوَافَا کی تفسیر نہیں بلکہ مقصد یَوَافَا کی تفسیر ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس لیے مکان بیت کا نشان بتایا تاکہ وہ تعبیر کریں وہاں بیت اللہ بنے توحید الہی قائم ہو شرک کا خاتمہ رہے۔ اور یہ کام ابراہیم علیہ السلام سے اس لیے کرایا کہ اُن ہی کی نسل و اولاد نے یہاں رہنا بسنا تھا اُن کو اپنے جدِ اعلیٰ کی پیروی لازمی کرنی چاہیے نافرمانی سے شرم آنی چاہیے کہ جدِ اعلیٰ نے یہاں کیا کیا۔ اور اسے عرب جو تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ دوسرا اعتراض۔ ابراہیم علیہ السلام تو پہلے ہی مشرک نہ تھے پھر اُن کو لَا تَشْرِكُ کی نہی کیوں فرمائی گئی جواب اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ لَا تَشْرِكُ کا معنی ہے شرک نہ ہونے دینا، دوسرا جواب یہ کہ یہاں شرک مجازی مراد ہے اور معنی یہ ہے کہ اس بیت اللہ کے پاس آکر سوائے عبادت الہی کے اور کوئی دنیوی مقصد بھی نہ رکھنا خواہ جائز غرض ہو یا ناجائز سوائے رب تعالیٰ کسی سے کوئی سوال دعا عرض و معروض بھی نہ کرنا کسی غیر اللہ سے کوئی اُبتد بھی لے کر یہاں نہ آنا جو کچھ دین دنیا مانگنا ہو بس

اپنے رب تعالیٰ سے ہی مانگتا اس کو ذیوی گھروں جیسا بھی نہ سمجھنا کہ ذیوی گھربنانے میں انسان کے کئی مقاصد ہوتے ہیں مثلاً گھر سستی بھی عبادت بھی رہائش بھی استعمال کے برتن بھی عبادت کے حصے بھی مگر بیت اللہ شریف کے مقاصد میں بحر عبادت تلاوت طواف اعتکاف اور کوئی مقصد شامل و شریک نہ ہو۔ دونوں جواب درست ہیں۔ تیسرا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا بَوَّانَا یعنی سگان البتہ تعبیر کرنے کے لیے جگہ کی نشاندہی فرمائی اور اس جگہ پہنچا یا پھر اسی وقت و طہر بقیہ پیرے گھر کو پاک کرو، ابھی تو گھربنا ہی نہیں تو پاک کس کو کیا جائے گا یہ حکم بَوَّانَا کے ساتھ کیوں دیا گیا۔ جواب، اس لیے کہ بقیہ سے مراد پوری مسجد و مطاف ہے کہ بنانا تو صرف کعبے کی عمارت ہے مگر آج سے ہی یہ سب جگہ پاک رکھو نہ یہاں گندگی ہونے دوتہ رہنے دوتہ جوتے ہیں کر کسی کو آنے دو مطلب یہ ہے کہ آئندہ پاک رکھنا، یا مطلب یہ ہے کہ جب تعبیر ہو چکے تو تب سے ہی ہر طرح کی طہارت شروع کر دی جائے۔ طہر کا عطف فلا تشرین پر ہے کہ نہ شرک ہونے دینا نہ کسی قسم کی گندگی پلیدی بے حرمتی ہونے دینا۔ یا یہ داؤ تفسیر یہ ہے یعنی لا تشرین کا معنی ہے پاک رکھنا۔ بتوں سے اس لیے کہ شرک بھی نجاست ہے اور مشرکین نجس ہیں یہ ہیں مفسرین کے مختلف جوابات۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَ يَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ۔ لیکن سورۃ بقرہ کی آیت ۲۰۳ میں فرمایا گیا ہے وَ اذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ۔ حالانکہ یہاں بھی حج کے دنوں کا ذکر ہے اور وہاں بھی آیت ۱۹۶ سے آیت ۲۰۳ تک حج کا ہی ذکر ہے اور آیام سے حج کے دن ہی مراد ہیں تو کیا وجہ کہ یہاں مَعْلُومَاتٍ ہے اور وہاں مَّعْدُودَاتٍ ہے۔ مَعْلُومَاتٍ اور مَّعْدُودَاتٍ میں کیا فرق ہے؟ جواب، یہاں لوگوں کی علیت کی طرف اشارہ ہے اور حج کے تمام دن یکم ذی الحج سے تیسرا ذی الحج یا پورے ڈھائی ماہ ان دنوں میں علم رکھنا بحکم حدیث پاک فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ مَوْجِبَةٌ ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس لیے مَعْلُومَاتٍ فرمایا گیا یعنی ہر مسلمان کی علمی معلومات والے دن، خیال رہے کہ یا پچھلے قسم کے علوم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ مسائل نماز کا علم مسائل زکوٰۃ کا علم مسائل صیام رمضان کا علم مسائل آیام حج کا علم مسائل طہارت۔ تو یہاں معلومات کا معنی ہے، علوم اہل اسلام

کی ضروری معلومات والے دن۔ اور وہاں معدودات فرمانے میں دنوں کی مقدار کا ذکر ہے کہ وہ چند ہی ہیں معدودات کا ترجمہ ہے گنتی کے چند دن اور مراد ہیں آیات تشریف و غیرہ اور ذکر سے مراد تلبیہ، دعائیں، حمد و نعت، ورد، وظائف، ذبح کی تکبیر، تلاوت وغیرہ تسبیح تہلیل۔ یا دالہی۔ واللہ و ما سؤلہ اعذر۔

تفسیر صوفیانہ وَاذْكُرْ اَنَّا لَا بُدَّ اِهْلًا بِمَكَّانٍ اَلْبَيْتِ اَلَّذِیْ تَشْرُکُ بِیْ شَيْئًا وَطَهَّرَ بَيْتَیْ لِلطَّائِفِیْنَ وَ اَلْقَائِیْمِیْنَ وَ اَلزُّكْرِ اَلشُّعُوْدِ۔ یاد کرو اُن وقت کو جب ہم نے روحِ خلیل کو بیتِ قلبی کے کمال و اخلاق کے تعمیر کی نشاندہی فرمائی اور اعمالِ صالحہ کی وہ بنیادیں جو طوفانِ جہالت کے وقت خنایت کی موجوں سے لذات و شہوات کی مٹی کیچڑ کی دُھل میں پوشیدہ ہو گئی تھیں رحمت کی سانسوں کی ہواؤں اور کرمِ توفیق کے بادلوں سے ظاہر فرمادیں تب صیغۂ نفیانہ کا تمام ماحول اور طبیعتِ انسانیت کا سب غبارِ لا دینیت سب صٹ گیا اور اُن ہی علمی فکری عقلی عملی چار بنیادوں پر فطرتِ انسانی کے گارے اور کردارِ صالحہ کی اینٹ پتھروں سے اور علمِ الہی کے نقشہ پر بیتِ قلبی کو تعمیر و مزین اَخْلَاقِ حَسَنَہ کے مقام پر کھڑے ہو کر شعورِ اسماعیلی کے تعاون سے بتایا اور فرمایا ہم نے ابراہیمی روح اور اسماعیلی قالب کو کہ یہاں مطافِ قلبی میں خلوص و وحدت کے ساتھ اغراضِ نفسی کی شمولیت کا شرکِ خفی مجازی نہ ہونے دینا اور بیتِ قلب کو جو میری تجلیات کا گھر ہے اُس کو نجاسات و صمیمیت سے پاک رکھنا اُن قواعدِ اعضائی کے لیے جو قلبِ مؤمن کے ماحولِ نورانی کے طواف اور اَخْلَاقِ فضیلت کے اعمالِ عبادت میں قائم و راکع۔ ساجد و عاجز ہوں اور اعضاءِ روحانیہ کی قوت سے انقاءِ معارف میں قائم ہوں اور معانیِ حکمتِ ربانی کے رکوع میں جھکنے والے اور زمینِ بدنہ پر عجز کے ایسے سجدوں میں گرتے والے کہ عبادت کی صورتِ شریعت کے آداب اور عقلیت کی ہدایت ملتی رہے طالبینِ بصارتِ متعلینِ بصیرت، مجاہدینِ سلوکِ عابدینِ خنوعِ زاہدینِ خنوع کو دُرِّ ذَنِّ فی النَّاسِ بِالْحِجِّ یَا ذُو کَرَمٍ عَلٰی کُلِّ مَاسِیَّتٍ مِّنْ کُلِّ عَمِیْقٍ۔ اے روحِ لطیف اعضاءِ قویہ کو حجِ عرفاتِ معرفت کی دعوتِ اذان بلند فرما، توصفاتِ نفس کی وادیوں کو چھوڑ کر پیدل بھی حاضر دینگے

اور ریاضتِ شاقہ سے کمزور و تھکی طبیعتوں کی سوار یوں پر بھی ہر الفت بیدار کی گہرائیوں اور عشقِ بلند کے حوصلوں کی فحش عمیق سے اور دوری منزل کی فکرِ عمیق سے لیشھکنا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا مَسَدَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّنَ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَالْأَمْرِ أَفْضَلُ تاکہ یہاں یہ رجال و سوار فوایدِ علمی قریبِ قلب سے مستفید ہو کر اور انوارِ تجلیات و مکاشفات کے آیاتِ معلومات میں وردِ اسم ذات و صفات کا ذکر کریں جب کہ مجاہدات و مخالقات کی چھری سے جو ان نفسانی کو ذبح کریں پھر حقیقتِ اصلہ کے معنی میں اکلِ حلال سے غذا و ردی خود بھی کھائیں۔ اور نفسانیت کے مصیبت زدہ مریدان مبتدی منصبِ دماغی کے فقیروں اور تعلیم و تربیت کے محروموں محتاجوں کو تہذیب و تادیب کی غذا میں کھلائیں (ان عزلی) اسے بندہ مؤمن تیرا دل ملکیت کبریا کا گھر ہے اس کو اغراضِ دنیوی کے شرک سے بچا۔ آنسوؤں کے پانی سے دھو کر آتشِ عشق سے سکھا، اولاً غیارت کی گندگی سے پاک رکھو۔

خوش آں آتش کہ در دل بر فرد زرد ۛ بجز حقی ہر چہ پیش آید لبوز و
اے مومن کعبہ حرم کو امیدوں کے اُصنام و اکوٹان، تمناؤں کے آمثال خواہشات کے تمثال سے پاک کیا جاتا ہے اور کعبہ دل کو آریاب، اوصام، حسد کینہ کھوٹ ملاوٹ سے پاک کیا جاتا ہے۔ توحید کا پھول اس زمین میں نہیں اگتا جس میں شرک حسد غرور ریاکاری اور کینہ پروری کے کانٹے ہوں۔ اے بندہ آقا کا مسکن انوار جان کی ہمت و محبت سے طلب کیا جاتا ہے کیونکہ مسکن محبوب اگر ہے تو فقط مخلص و مسکن کا دل ہے۔ لا تُشْرِكْ بِهٖ شَيْئًا کہ قلب مومن کو اختیار سے بچایا جائے اور طہرِ نبوی خواہشات کا نکال دینا ہے لِّلْعَالَمِينَ و اٰرْوَاتِ حَقْلٰی کا آنا ہے۔ اور ثابین قیام عرفانی ہے اور عبادت میں رغبت رکوع طریقت ہے۔ اہل خوف و امید عطاء کبریا نصیب الہی اس راہ معرفت کے رُکھ ہیں اور نبض و لبطِ مصیبت و انسِ جمالِ الہی و اے و السجود ہیں جس بندہ خوش قسمت کو کعبہ عشق کا طواف نصیب ہو گیا اسی کو قریب رُکنِ یانی کا چومنا نصیب ہوتا ہے جو بندہ قلب کو بیت اللہ اور عقل کو مقامِ ابراہیم نہ مانے وہ محبوبین میں سے ہیں ہو سکتا۔

تفسیر روح البیان) حج ہی وہ عبادتِ خصوصی ہے جس میں بندے کو اپنا تمام قلب و قالب مشغول اور مال و متاع خرچ کرنا پڑتا ہے۔ رب تعالیٰ جل مجدہ نے جب کائناتِ عالم کی تخلیق فرمائی تو سب سے پہلے ارواحِ انسانی کو پیدا فرمایا۔ اور ان ہی روحوں کا نام ان ان رکھا گیا۔ ان کی ابتدائی رہائشی وطن کو عالمِ ارواح کا نام دیا گیا پھر جب منتقلی کا وقت آیا تو سب سے آخر میں اس روحانی انسانیت کو بشری جسم کا لباس پہنا کر سر زمین دینا پر یکے بعد دیگرے اتارا گیا اور اس جسمِ انسانیت کا نام آدمی رکھا گیا اور اس مخلوق مجبئی کی ڈیوٹی اور ذمہ داری لگائی گئی کہ تو نے اپنے جسم اور روح کی خود حفاظت کرنی ہے اور اس کی غذائی ضرورت کو پورا کر کے اس کی قوت طاقت شان و شوکت عزت و عظمت بڑھانی ہے اس کو فنا سے بچا کر دائمی بقا میں لا کر پھر اپنے رب تعالیٰ کے حضور پیش کرنا ہے۔ اور عالمِ ارواح میں تمام روحوں کو بار بار اقراری تغارف کرایا گیا کہ ہم ہی خالق تعالیٰ تمہارے رب ہیں۔ اَلَسْتُ بِدَبْكُمُ قَالُوا بَلٰی کیا ہم ہی تمہارے رب تمہارے پالنے والے ہیں ہیں تمام ارواح نے عرض کیا۔ ہاں اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے اچھا تو ہمارا علم یہ ہے کہ دنیا میں جا کر تم نے اپنی جسمانی قدروں اور روحانی قوتوں کو بڑھانا ہے اور اس سلسلے میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا ہے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ نیکی اور تقوے سے تعاون کرنا ہے گناہ اور برائی کی مدد نہیں کرنی۔ اس مضبوط وعدے کے بعد ان کو دنیا میں مبعوث فرمایا گیا۔ مگر اس دنیا میں آکر ان لوگوں کے چار گروہ ہو گئے۔

۱۔ وہ گروہ جن کو رب تعالیٰ نے خود ہی اپنی درس گاہ ربانی میں روحانیت اور جسمانیت کے درس پڑھا دئے اور قوتِ روحانی و جسمانی کے سارے طریقے سکھا دئے ان کو دنیا میں آکر کسی سے سیکھنے پڑھنے یا کسی کی نقل کرنے اور کسی کے نقش قدم پر چلنے کی ضرورت نہیں۔ اس گروہِ عظیم کا لقب ہے انبیاء کرام علیہم السلام۔

۲۔ چاہئے تو یہ تھا کہ تمام ان دامنِ نبوت میں ہی پناہ لیتے اور تعلیمِ نبوت سے اپنی روحانی ترقی کے منازل طہر کر کے تزکیہ نفس اور قوتِ روح حاصل کرتے مگر انسانیت اور آدمیت میں گروہ میں تقسیم ہو گئی۔ ایک طبقے نے اپنے اپنے دین بنا کر اپنی روحانی

ارتقا اور قوت روحانیہ کے لیے اپنے ذہن سے ترک دینا وغیرہ طریقے منتخب کرے۔
۲۔ بعض لوگ روحانیت کو بالکل چھوڑ کر صرف مادہ پرستی اور تن ساری میں ہی عمریں بہا د
کر گئے انہوں نے کسی دین سے کوئی لگاؤ نہ رکھا۔

۳۔ جو تنہا گروہ اس دنیا میں اہل ایمان کا ہے۔ یہی وہ خوش نصیب سعادت مند جماعت
مبارکہ ہے جس نے خالص منشاء الہیہ کے مطابق قوت روحانیہ اور تزکیہ نفس پانے
حاصل کرنے کے لیے تعلیم نبوت کا دامن تھام لیا۔ اسی جماعت مبارکہ نے قوت روحانیہ
کی صحیح غذاؤں اور سچی لذتیں اور ابدی بقا کی نعمتیں حاصل کیں اس لیے کہ انبیاء و کرام علیہم
السلام ہی رب تعالیٰ کی درس گاہ قدیم سے علم و عرفان حقیقت و معرفت شریعت و طریقت
کے ہدایت یافتہ ان کی پاکیزہ حیات طیبات ہی مشعل راہ سعادت ہے ان کی نقل کرنے کا
نام ہی عبادت الہیہ ہے۔ ان کی اتباع ہی رب تعالیٰ کی شریعت ہے ان کے اقوال ہی
قانون الہی ہے۔ ان کا خوب صورت نظام ہی اصل روحانی قوت ہے۔

حج و زکوٰۃ و زہد و عبادت و صوم و نگرہ و نفیر و نظام محمد است
روح انسانی کو جلا نفس آدمیت کو تزکیہ اتباع رسالت میں ہے۔ ان قدسی آستانوں کو
چھوڑ کر کوئی بھی ریاضت یا زہد کیا جائے روحانیت کی جلا میسر نہیں آسکتی۔ انبیاء و کرام کے
وہ اعمال جو انہوں نے کبھی بھی عادت یا عبادت اختیار فرمائے آنے والی تاقیامت نسلوں
کے لیے وہی اعمال و افعال عبادت الہیہ قرار پائے۔ انبیاء علیہم السلام کے ذاتی اور وقتی
کام جو کسی وقت کسی بھی حالت میں ان نفوس قدسیہ سے صادر ہوئے وہ امت کے لیے
قانون شریعت کی حیثیت ہو گئے ان اعمال کی نقل ہی عبادت و ریاضت ہے ان ہی کو فرض
سنت و نقل اور واجب کا درجہ دیا گیا ان اعمال و اقوال کی نقل کرنے کو ہی نماز روزہ
حج و عمرے کا نام دیا گیا۔ ان اعمال صالحہ سے ہی جسم و جان کی قوت اور ازلہ ابدی شان و
بقا ہے۔ یہ نقش قدم ہی بندے کی روحانی طاقت کو اتنا عظیم کر دیتا ہے کہ ولی ابدال
و اوتاد اور غوث و قطب بن جاتا ہے۔ اسلام کی بہت سی عبادات ہیں نماز، روزہ
زکوٰۃ خیرات صدقات قربانی، و رد و طیفہ جلد مراقبہ حج و عمرہ وغیرہ۔ ان تمام سے ہی
روحانی قوتیں حاصل ہوتی ہیں مگر حج ایک ایسی عظیم عبادت ہے کہ اس عبادت مقبول
سے اتنی شان والی روحانی قوت حاصل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت سے حاصل نہیں یہ عبادت

جسم کی تمام آلائشوں اور روح کی تمام کثافتوں۔ اور اعضاء و جوارح کے گناہوں لغزشوں خطاوں اور نجاستوں کو اس طرح مٹا دیتی ہے کہ بفرمان حضور اقدس آقا مکمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حج کے بعد بندہ اپنی روح و جسم میں ایسا پاکیزہ طاہر و منزہ ہو جاتا ہے کہ گویا آج پیدا ہوا ہے۔ یہ ہی وہ جسمانی تزکیہ اور روحانی قوت ہے جو صرف حج کرنے سے حاصل ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حج اور دیگر عبادات میں چند طرح فرق ہے۔ پہلا یہ کہ اگرچہ بندے کی سب عبادات ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی یادگاریں اور نقل ہیں مگر نماز روزہ وہ اعمال طہیات ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام نے خود عبادت کے طور پر ادا فرمائیں مگر حج وہ عبادت ہے جو انبیاء کرام اور رب تعالیٰ کے محبوب بندوں نے اپنی ذاتی ضرورت کے تحت وقتی طور پر ادا فرمائی، اگر غور کیا جائے تو بحر طواف کعبہ باقی تمام ارکان ہی کسی نہ کسی پیارے کی یادگاریں ہیں مثلاً احرام اُس لباس کی یادگار ہے جو آدم علیہ السلام جنت سے پہن کر زمین پر آئے اور عرفات کے میدان میں اسی لباس کے ساتھ آئے اور اس کا سفید رنگ آقاؤ کائنات صلی اللہ تعالیٰ و تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدگی کی یادگار ہے۔ قربانی ابراہیم کے تذکر اور اسمعیل علیہما السلام کے فدیے کی یادگار اسی طرح عرفات مزدلفہ اُضی کا قیام ان ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی یادگاریں ہیں جن کو روحانی قوت اور روحانیت کی تمام طاقتیں خود رب تعالیٰ نے اس انداز سے سکھائیں پڑھائیں اور بخشیں کہ ان کی ہر عادت و عبادت کی نقل و اتباع ہی مومن کے لیے روحانی قوت کا درس عظیم اور حصول و دستیابی کا مرکز اتم ہے آپ زم زم پیا صفا مردہ کی سعی یہ سب بزرگوں کے ذاتی اور وقتی اعمال ہی تو ہیں۔ جو سب ایمان والوں کے لیے عبادت اور ذریعہ معرفت و روحانیت بنا دئے گئے مومن کے لیے روحانی قوت کا حصول اس لیے بھی ضروری ہے کہ رب تعالیٰ نے ہر انسان کی روح نے عالم ارواح میں قالوا ابلی کا وعدہ دیا تھا مگر دنیا میں اگر انسان بھول گیا یہ روح کی کمزوری ہے اور مومن کے لیے روحانی قوت کا حصول اس لیے بھی ضروری ہے کہ رب تعالیٰ نے ہر انسان کو دو چیزیں عطا فرمائیں جسم اور روح۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں یہ دونوں اس دنیا میں گھوڑے اور سوار کی مثل ہیں۔ جو قوت و طاقت میں زیادہ ہوگا وہی گھوڑا بن کر دوسرے کا بوجھ اٹھائے گا۔ اہل دنیا اپنے جسم کی

و سلم اور صحبت پاک کی برکت سے مل جاتی تھیں لیکن ماؤشما کو تو یہ طاقت عبادت کی محنت
 مشقت سے ہی حاصل ہوگی جس میں حج اسلامی سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے۔
 حج اور دیگر عبادات میں دوسرا فرق یہ کہ ہر عبادت یا صرف بدنی ہے یا مالی یا صرف
 سانی مگر حج تمام بدنی مالی سانی عبادات کا مجموعہ ہے۔ تفسیر فرق۔ حج مساوات
 اسلامیہ کا اعلیٰ نمونہ ہے یہاں پہنچ کر محمود و اباز غلام و آقا کی یکجائی کا پتہ لگتا ہے
 اسلامی اتحاد اور ترک دنیا یہ ہے کہ تمام دنیا بھر کے مسلمانوں میں سے اب امیر غریب
 آقا غلام کی چھانٹ کوئی نہیں کر سکتا، چوتھا فرق یہ کہ دیگر عبادات اول سے آخر
 تک محض عبادت ہی ہیں، عبادت ہی پہلے بزرگوں نے کی اور بعد والوں نے اس کو
 عبادت کے طریقے پر ہی نقل بزرگاں ادا کی مگر حج وہ عبادت ہے جو اپنے ابتدائی
 وقت میں عبادت نہ تھی۔ جیسے احرام سعی، قربانی، آب زمزم پینا، عرفات مزدلفہ
 سعی و سعی میں دوڑنا منی کا قیام حضرت اسماعیل کا کنکریاں مارنا، منی و عرفات تک
 جانا آنا۔ مقام ابراہیم وغیرہ ان ابتدائی ادوار میں جب یہ اعمال انبیاء اور اللہ
 کے محبوب بندوں علیہم السلام سے صادر ہوئے عبادت نہ تھے بلکہ بہت زمانہ بعد
 مومن کو قوت روحانی بخشنے کے لیے یہ نقل بزرگاں عبادت الہیہ بنا دی گئیں۔ اس قانون
 الہیہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ۱۔ یہ کہ روحانی غذا اُمیں اور قوت روحانی صرف عبادت
 الہیہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ ۲۔ یہ کہ عبادت الہیہ صرف نقل بزرگاں اور اتباع انبیاء علیہم
 السلام ہی کا نام ہے۔ وَاللّٰهُ وَنَا سُرُّكُمَا عَلَّمُ۔

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُوفُوا نَدْوَاهُمْ

پھر دور کریں اپنے میل کچیل کو اور ضروری پورے کوں اپنے ذمہ واجبات کو
 پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں

وَلِيُطُفُّوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَلِكَ

اور ضرور طواف و داع کریں سب کے سب پرانے ابتدائی پہلے گھر کا، اس کی تعمیل کریں
 اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔ بات یہ ہے

وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ

اور وہ عظیمی طرح خیال رکھے اللہ کی قابل احترام چیزوں کا تو وہ اچھا ہے اس کے لیے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اُس کے لیے اُس کے

عِنْدَ رَبِّهِ ط وَاحِلَتْ لَكُمْ الْأَنْعَامُ إِلَّا

اس کے رب کے پاس، اور حلال کر دئے گئے تمہارے لیے جو پائے سوائے ان کے رب کے یہاں بھلا ہے اور تمہارے لیے حلال کئے گئے بے زبان جو پائے سوائے

مَا يُثْلَى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنْ

جو پہلے پڑھ دیا گیا تمہارے سامنے۔ لہذا بچو تم گندگی سے جو

اُن کے جن کی ممانعت تم پر پڑی جاتی ہے تو دور رہو

الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝۳۰

توں سے ہے اور بچو تم جھوٹی باتیں کرنے سے

توں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے

تعلقات ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پھلی آیت

دے کر کچھ کام کرنے کا حکم و اذن دیا گیا۔ اب ان آیت میں مزید کچھ اور کلام کرنے کا

حکم دیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق پھلی آیت میں حج سے متعلق حقوق العباد کا ذکر فرمایا

گیا۔ اب ان آیت میں حج سے متعلق حقوق اللہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق

پھلی آیت میں چند شرعی اوامر اور کرنے والی چیزوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت

میں چند شرعی نواہی اور ممنوعہ چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان ان کاموں سے بچو۔

تفسیر نحوی

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُذَوِّعُوا هُمْ وَ لِيَنْظُرُوا
 بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ - ذَالِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ
 خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ - ثُمَّ حَرْفِ عَطْفٍ تَاخِيرِ تَرْتِيبِي بِعَنْ مَاقَبْلِ جملے سے
 مابعد کلام کو دور یا دیر کرنے کے لیے تاخیر کی چار صورتیں ہوتی ہیں مابعدی تاخیر
 مثلاً یہ کام کیا پھر یہ کام کیا یا ترتیبی تاخیر مثلاً بادشاہ پھر وزیر پھر سردار اور وضعی تاخیر
 مثلاً امام پھر مقتدی یا زمانی تاخیر مثلاً باپ، پھر بیٹا پھر پوتا یا آج کل، پر مویں،
 یہاں زمانی تاخیر مراد ہے اگر تاخیر دراز ہو جائے تو اس کو تراخی کہا جاتا ہے ثم
 کے مابعد جملہ عتیق تک ماقبل نکلوا پر معطوف ہے۔ ایک قول میں ثم ہے بمعنی یہاں
 ہی اور یہ اگلی مابعد عبارت علیحدہ جملہ ہے لِيَقْضُوا بَابِ ضَرْبِ كَا فَعْلٍ امر غائب معروف
 جمع مذکر غائب قضی سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے دور کرنا یہاں یہی مراد ہے اصطلاحاً
 میں قولی و عملی فیصلے کو بھی قضا کہا جاتا ہے اس لیے کہ فیصلے کے بعد مدعی مدعی
 علیہ اور جھگڑے کو دور اور ختم کیا جاتا ہے۔ اَوَّل میں لام مکسورہ امر کا ہے اس
 کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع النَّاسِ تَفَثٌ، اسم مفرد جامد بمعنی بدن جسمانی میل کچیل مضاف
 ہے ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے لِيَقْضُوا سب سے مل کر
 جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ لِيُذَوِّعُوا بَابِ اَفْعَالِ كَا فَعْلٍ امر غائب
 معروف جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِلْفَاءُ بمعنی پورا کرنا و تَوَّي سے مشتق ہے بمعنی
 پورا ہونا یہ لازم ہے اَفْعَالِ میں اگر متعدی ہوا نَذَوِّعُوا اسم جمع مکتسر منصرف اس
 کا واحد ہے نَذَرٌ بمعنی لازمی واجب چیز جس کے نہ کرنے پر سزا ملے، اسی معنی میں منت
 ماننے کو نذر کہا جاتا ہے یہاں مراد ہیں واجبات حج۔ ورنے والے کو نذیر اسی لیے
 کہا جاتا ہے کہ وہ واجبات و فرائض کے ادا کرنے کا حکم اور نہ کرنے کی سزا کا ذکر کرنا
 ہے یہ مضاف ہے ضمیر مضاف الیہ یہ دونوں مفعول بہ ہے لِيُذَوِّعُوا کا سب مل کر جملہ
 فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ لِيَنْظُرُوا بَابِ تَفَعَّلِ كَا فَعْلٍ امر غائب
 معروف جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَطَوُّتٌ طَوُّت سے بنا ہے بمعنی چلر
 لگانا طواف کرنا، اصل میں تھا لِيَنْظُرُوا تَفَعَّلِ كَا فَعْلٍ ت کو ہم مخرج ہونے کی بنا پر
 ط بنا یا اس کا اُٹ نہیں ہو سکتا کیونکہ ط حرف اسی ہے دماڑے کا حرف اس کا

فاعل ضمیر صیغہ یہ تینوں افعال امر کے فاعل ضمائر کا مرجع الناس ہے ب حرف جر متحد یہ
 بمعنی کا یا کو۔ اَلْبَيْتُ۔ اسم مفرد جامد بمعنی گھر چھت والا یعنی کمرہ بیت کا لغوی ترجمہ ہے
 رات گزارنا، اصطلاح میں مطلقاً کمرے کو بیت کہا جاتا ہے اینٹ پتھر لوہے سینٹ
 کا ہو یا مٹی گھاس پھونس کا یا خیمہ شامیانے کا یہاں مراد ہے کعبہ شریف یہ فاعل مصدر ہے
 موصوف ہے اَلْعِثْقُ۔ اسم فاعل صفت مشتق ہے بروزن فاعل باب کرم کا عثق سے
 مشتق سے بمعنی پرانا ہونا ایک قول میں یہ عثق سے مشتق ہے بمعنی آزاد ہونا آب یہ عثق
 بمعنی مُعْثَقُ اسم مفعول ہوگا بمعنی آزاد شدہ یعنی کسی کی ملکیت سے آزاد۔ شروع سے
 آزاد جب سے زمین بنی ہے اس سے صرف کعبہ شریف کی یہ صفت و لقب ہے نہ کسی
 مسجد کی نہ بیت المقدس کی کیونکہ یہ سب مسجد بننے سے پہلے غیر اللہ کی ملکیت رہے
 ہیں یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق سے یُسْطَوُّوْا۔ کئے سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
 یُسْطَوُّوْا پر وہ معطوف یَقْضُوْا کا یہ تینوں عطف مل کر معطوف فَعْلُوْا کے حملے پر ذالک
 اسم اشارہ مبنی ہے بحالت نصب ہے مفعول یہ ہے پوشیدہ فعل یَعْمَلُوْا کا ذالک
 کا مشار الیہ ماقبل تمام فعل امر ہیں یعنی تعمیل کرو تم ان تمام ملکوں کی یہ فعل فاعل اور
 مفعول مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ من اسم موصولہ شرطیہ۔ یہ ضمی لفظ ہے
 معنی ہے تمام لوگ ہر ایک (جو بھی) یُعْظِمُ بَاب تفعیل کا مضارع معروف واحد مذکر
 غائب اس کا مصدر ہے تعظیم بمعنی عزت کرنا احترام کرنا، بڑا سمجھنا اس کا فاعل ضمیر
 صیغہ مرجع ہے مَنْ حُرْمَتِ اسم جمع مؤنث سالم بحالت فتح اس کا واحد ہے حُرْمَةٌ
 بمعنی قابل احترام چیزیں مضاف ہے اللہ مضاف الیہ مرکب اضافی مفعول یہ تعظیم کا سب
 مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہے وَ جزائیسہ ہو ضمیر مرفوع منفصل مبتدا خبر
 اسم مصدر عامل لہ جار مجرور متعلق ہے عِندَ رَبِّہِ یہ ذیل مرکب اضافی ظرف مکانی ہے
 خبر کا یہ سب مل کر شبہ جملہ ہو کر جزا ہوئی مَنْ یُعْظِمُ کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ
 ہو گیا۔ خیال رہے کہ تعظیم سے مراد علم اور عمل کرنا ہے اور کار بند رہنا حُرْمَت سے
 مراد حج کے اعمال مقامات ہیں خبر سے مراد قبولیت ہے وَ اُحِلَّتْ لَكُمْ لَا تَحَامُ
 اَلَا مَا مِثْلُ عَلَیْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْسِ
 واو سر جملہ اُحِلَّتْ بَاب افعال کا ماضی مطلق مثبت مجہول واحد مؤنث غائب

مصدر ہے اُحْلَالٌ عَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی حلال اور جائز ہونا۔ لام حرف
جر نفع کا کم ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متصل یہ جار مجرور متعلق ہے اُحْلَلْتُ کا اَلْاَنْعَامُ
اسم جمع مکسر منفرد اس کا واحد ہے نَعْمٌ بمعنی چوپایہ جانور گھریلو یا شکاری (جنگلی)
مستثنیٰ مِنْہُ ہے اَلَا حرف استثناء یہاں استثناء متصل ہے کا اسم موصول اپنے اصلی
معنی ہے یعنی برائے غیر ذوالعقول۔ تیلی باب نصر کا مقارع مجہول بمعنی ماضی ہے یا
اپنے ہی معنی میں ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ سے علیکم یہ جار مجرور متعلق ہے تیلی کا
سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا اَلَا اَنْعَامُ کا، دونوں مل کر فاعل ہے اُحْلَلْتُ کا
سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ ف زائدہ بیانیہ اگلا کلام علیحدہ جملہ ہے یا سابقہ امر
کے فعلوں پر عطف ہے اُحْلَلْتُ کا جملہ پنج میں معترضہ ہے اِجْتَنِبُوا باب افتعال کا
فعل امر حاضر معروف جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِجْتَنَابٌ جَنْبٌ سے بنا ہے بمعنی
پچنا پرہیز کرنا، ایک طرف ہٹنا، صاف جانا، کروٹ کو جنب اسی معنی میں کہتے ہیں کہ
ٹھٹھنے کے لیے کروٹ پھیرتی پڑتی ہے گویا سبب کو مستب کا نام دیا گیا اس کا فاعل
ضمیر صیغہ ہے اَنْزَجْسُ اسم مفرد معرفت باللام بمعنی گندگی پلیدی اس کی جمع ہے اَنْجَاسٌ
عام ہے ظاہری باطنی کو یہاں مراد ہے باطنی یہ مفعول یہ ہے مِنْ حرف جز بیانیہ الف
لام حرفی عہد خارجی اَوْثَانٌ جمع مکسر ہے وَثْنٌ کی معنی ہے پورا کرنا۔ یہ مصدر جامد
حاصل مصدر ہے اب اصطلاحاً مصدر بمعنی اسم مفعول ہے یعنی پورا کیا ہوا امراد کفار کے
جھوٹے معبود یہ جار مجرور متعلق ہے اِجْتَنِبُوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا، واو
میر جملہ یا عاطفہ اِجْتَنِبُوا فعل با فاعل قول اسم حاصل مصدر جامد بمعنی بات گفتگو یا مصدر
جامد بمعنی بات یعنی بولنا کہنا مضاف ہے اَنْزَجْسُ اسم مفرد مصدر لغوی معنی اِنْخِرَاف کرنا،
یعنی خفی بات سے ہٹنا، اسی معنی میں جھوٹ کو زور دیا جاتا ہے کذب اور زور میں چند
طرح فرق ہے تفصیل تفسیر علامہ میں بیان کی جائے گی۔ اِنْشَاء اللہ تعالیٰ، مصنف الب
ہے ایسی اضافت کو اضافت بیانیہ کہا جاتا ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِجْتَنِبُوا
کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ قَوْلُ اَنْزَجْسِ پر عطف نہ کیا
گیا بلکہ علیحدہ فعل با فاعل جملہ بنایا تاکہ پتہ لگے کہ جھوٹ بولنا بھی ہمت پرستی اور
گندگی پلیدی کی طرح سخت بُری چیز ہے۔

تفسیر عالمانہ

ثُمَّ لِيَقْسُوْا ثِيَابَهُمْ وَيُوْفُوْا نَدْوَهُمْ وَيُطَوُّوْا
بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ - ذَالِكَ - وَمَنْ يَعْظَمْ حُرْمَتِ اللّٰهِ

فہو خیر لہ عند ربہ۔ اسے اہل سعادت ماجیو عرفات و مزدلفہ میں قیام کے بعد پھر حج کے نتیجہ و اجبات میں ترتیب کا سختی سے خیال رکھتے ہوئے ادا کرو اپنے ذمے واجبات حج کو ان ہی واجبات میں اپنے آپ کو احرام سے کھول کر ہر طرح صاف ستھرا کرنا ہے اس ترتیب سے کہ مزدلفہ میں رات گزار کر خود اپنی کنکریاں جن کو صبح کو منی میں آتے ہی سارا دن میں کسی بھی سہولت کے وقت غروب آفتاب سے پہلے پہلے حجرہ عقبہ کی رنی کرو پھر قربانی کرو۔ جب قربانی ہونے کا یقین ہو جائے یا اس طرح کہ خود اپنی نگاہوں کے سامنے چھری پھیرو یا کسی معتبر دیانت دار شخص کو قربانی کرنے کا اذن دو جب وہ تم کو اگر بتا دے کہ قربانی فلاں وقت ہو گئی ہے تب سر منڈاؤ پھر نہاؤ اور جسم سے دیگر بال صاف کرو خوبیل تل کر میل صاف کرو ناخن کاٹو۔ اب احرام سے کھل گئے لہذا کپڑے پہن لو خوشبو لگاؤ اور اپنی سب ندیں پہیں سرزمین مکہ اور آیام حج میں ہی پوری کرو۔ ندور جمع ہے نذر کی اس کا معنی ہے حج کی واجبات چیزیں خواہ شریعت نے واجب کی ہوں جیسے حج و عمرہ کے واجب کام، نذر کا لغوی معنی ہے واجب کیا ہوا کام، یا حاجی شخص نے خود اپنے اوپر وہ کام واجب کر لیا اس کی دو صورتیں ہیں راسنت مان لے، تو یا کوئی حج میں غلطی کرنی ہو جس کا کفارہ واجب ہو گیا ان تینوں قسموں کے واجب کو دوران حج آیام حج میں پورا کرنا بھی ہیں پر واجب ہے اس طرح ندور حج تین قسم کی ہو گئیں پہلی واجبات حج جو شریعت نے واجب کہیں دوم سنتیں سوم کفارے یہ چیزیں بندہ خود اپنے پر واجب کرتا ہے سنتیں آٹھ قسم کی ہیں راقم کھا کر کوئی کا اپنے پر واجب کرنا راسنت یا شرط یعنی اگر مگرے کوئی کام معلق کرنا راسنت جائز کام کی سنت مان لینا یا ناجائز کام کی سنت مان لینا یہ مشکل کام کی سنت مان لینا نا ممکن کام کی سنت مان لینا فضول کام کی سنت مان لینا کسی جگہ یا کسی وقت یا کسی طریقے سے کام کرنے کی سنت مان۔ ان سب سنتوں کو اس وقت پورا کرنا واجب ہے جب وہ مراد پوری ہو جائے پہلے نہ کرے جائز کام کی سنت بعینہ اسی طرح مکمل پوری کرے جس طرح مانی ہے، ناجائز کام کی سنت

میں وہ ناجائز کام نہ کرے بلکہ اس کا کفارہ دیدے، کفارہ بھی منّت کی مراد ہو جانے کے بعد واجب ہے پہلے کفارہ نہ دے اگر پہلے دیا تو جب مراد پوری ہوگی دوبارہ کفارہ دینا پڑے گا۔ اگر شکل کام کرنے کی منّت مانی تھی تو جب اس کی منّت مراد پوری ہو تو وہ شکل کام ہمت کر کے ادا کرے اگر نہ ہو سکے تو اس کا بھی کفارہ ادا کرے اگر کسی چیز کی منّت پر نا ممکن کام کرنے کی شرط لگائی تھی تب بھی منّت والی چیز ملنے کے بعد اس نا ممکن کام کا کفارہ دیدے اور توبہ بھی کرے کیونکہ نا ممکن کام پر منّت ماننا گناہ ہے۔ اگر فضول کام کر نیکی منّت مانی تھی تو جب اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری فرما دے تو اصل کام کرے فضولیات کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اصل کام پورا ادا کرنا واجب ہے فضول قیدی پوری کرنا ضروری نہیں۔ مثلاً منّت مانی ہے اگر میری یہ مراد ہو جائے تو میں آدھی رات دریا میں پانی کے اندر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ تو جب مراد ہو جائے تب کسی بھی وقت مسجد میں کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھے منّت پوری ہو جائے گی دریا اور وقت کی قیدی فضولیات ہیں۔ اور نا ممکن بھی کیونکہ پانی میں سجدہ نہیں ہو سکتا منّت کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔ چنانچہ تفسیر مظہری جلد دوم ص ۲۸۹ میں بحوالہ مسلم، نسائی مستدرک حاکم بیہقی شریف سے قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَا لَمَّا دُرُیْمِیْنُ وَ کَفَّارَتُہُ کَفَّارَتُ یَمِیْنٍ۔ حج کے کفارے جرائم حج کی تعداد کے مطابق بارہ قسم کے ہیں۔ چھ جرم ترک واجبات سے اور چھ جرم ممنوعہ کام کر لینے سے وَ لَبَطَوْا فُؤَادًا۔ اور پھر طواف زیارت کرو یہ فرض ہے اس کا نام اِفَاضَہ بھی ہے یعنی حج و عرفات سے و مزدلفہ کوٹنے کا طواف کرو بیت عتیق خانہ کعبہ کے پاس جا کر عتیق کے تین معنی ہیں ۱۔ سب سے پہلا زمین پر بنا ہوا کمرہ دگر، سورۃ آل عمران آیت ۹۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ۔ یعنی گھر اللہ کا ہے لیکن بنا لوگوں کے سجدوں نمازوں طوافوں کے لیے ۲۔ عتیق کا معنی ہے سب گھر و عمارتوں سے زیادہ محترم مکرم ۳۔ ہر شخص کی ملکیت تسلط اور غلبے سے آزاد ہے طواف کی چار قسمیں ۱۔ نفل طواف جو ہر وقت پورا سال بغیر احرام کیا جائے ۲۔ طواف منّت جب کوئی وہ مسلمان جو حدود حرم سے باہر رہتا ہو جس کو آفاقی کہا جاتا ہے جب سمجھی بھی کام سے کہتے ہیں آئے تو بیتِ عمرہ

احرام باندھ کر آئے اور آتے ہی پہلے طوافِ کعبہ کرے اس کو طوافِ قدوم کہتے ہیں پھر وہ خواہ اپنا کام پورا کرے یا عمرہ پہلے ادا کرے عمرے کا فرض طواف اس کے علاوہ ہے ہاں اگر ایک ہی طواف میں دونوں کی نیت کر لی تب بھی جائز ہے اس صورت میں سعی کر کے پھر کوئی اور اپنا ذاتی کام کرے یہ اس آفاقی کے لیے ہے جو کبھی کبھی مکے میں آئے لیکن جس کو بار بار آنا پڑتا ہے وہ بغیر احرام بھی آ سکتا ہے مگر آتے ہی بغیر احرام اولاً طوافِ سنت ضرور کرے۔ یہ تحیتِ مکہ ہے ۲ طوافِ زیارت یہ حج کے فرضوں میں سے ہر حاجی پر فرض ہے آفاقی ہو یا مکی ۳ طوافِ وداع یہ واجب ہے باہر سے آنیوالے حاجیوں پر ہے۔ مکی پر نہیں ہے۔ اس کو طوافِ صدر بھی کہتے ہیں۔ نفل طوافِ کعبہ ہر شخص کے لیے نفلی عبادت ہے مکی ہو یا آفاقی حاجی ہو عمرے والا۔ اپنے فارغ وقت میں جب چاہے با وضو اور پاکیزہ ہو کہ طوافِ قدوم آنے کا طواف وداع جانے کا صرف آفاقی کے لیے طوافِ زیارت ہر حاجی کے لیے ہر طواف میں نیت فرض شرط ہے اور سات چکر فرض رکن ہے یہ سات چکر مثل رکعات نماز ہیں۔ مگر نماز دو طرح فرق ہے ۱ طواف میں اچھی اور ضروری باتیں کر سکتا ہے، بلا ضرورت اور بری بات کرنا مکروہ تحریمی مگر نماز میں کوئی بھی بات نہیں کر سکتا، بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے طواف نہیں ٹوٹتا، دوسرا فرق، طواف کے چکروں میں جماعت نماز میں شریک ہو کر فاصلہ کر سکتا ہے پنجوقتہ ہو یا نماز جنازہ مگر نماز کی رکعتوں میں فاصلہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ طواف کا دوسرا فرض رکن حجر اسود کے پاس سے دائیں طرف کو چلے، تیسرا فرض رکن مسجد کے اندر طواف کرنا، اگر مسجد کے باہر باہر چکر لگائے گا تو طوافِ کعبہ نہ بنے گا طوافِ مسجد بن جائے گا اور ناجائز ہوگا۔ طواف چونکہ عبادت ہے اس لیے سوا کعبہ کے کسی عمارت کسی قبر کا جائز نہیں ہے۔ غرض کہ ہر طواف کے چار فرض ہیں ایک شرط تین رکن طواف کے واجبات بھی چار ہیں ۱ غسل ہونا ۲ وضو کرنا ۳ ستر ڈھانپنا ۴ بدن بھی پاک ہونا اور لباس بھی ہر طواف کی سنتیں دو ہیں ۱ ایک دم پورا طواف کرنا طواف کو بیچ میں چھوڑنا خلاف سنت ہے اگر بالکل چھوڑ دیا تو قضا کرنا واجب ہے اگر تسلسل بلا وجہ شرعی توڑا تو گناہ گار کسی نماز کی وجہ سے توڑا تو خلاف سنت اس لیے مستحب یہ ہے کہ

ایسے وقت طواف کرے جب کہ درمیان میں کوئی نماز نہ آئے، ہر طواف کے پانچ مستحبات ہیں: ۱۔ تکبیر سے شروع کرنا یعنی **اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ** ۲۔ پڑھ کر ۳۔ پھر کلمہ پڑھے ۴۔ ایسے وقت میں طواف شروع کرے جب کسی نماز باجماعت آجانے سے طواف توڑنا یا چھوڑنا نہ پڑے ۵۔ طواف میں دعائیں مانگنا عربی میں یا اپنی زبان میں دنیوی باتوں سے مکمل پرہیز کرنا سب سے بہتر ہے کہ درود شریف پڑھتا رہے بلا وجہ ادھر ادھر توجہ نہ کرے بدصربارہا ہے ادھر ہی دیکھے رہے دونوں رکنوں کا استلام کرے۔ امام اعظم نے فرمایا دونوں رکنوں کا استلام مؤکدہ سنت ہے تارک گناہگار ہوگا۔ سنت طوافِ قدوم میں دو اختیار جائز ہیں ایک یہ کہ طوافِ عمرہ کے ساتھ بھی اُس کی نیت کر سکتا ہے یعنی دو طوافوں کی نیت سے ایک طواف کرے

اگر ایک ساتھ نیت نہ کی تو طوافِ قدوم پہلے کرنا مستحب ہے اگر پہلے طوافِ عمرہ کر لیا تو پھر عمرہ کی سعی کر کے پھر طوافِ قدوم کرے۔ بغیر نیت خود بخود طوافِ قدوم شامل نہیں ہو سکتا آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں طوافِ عمرہ میں ہی طوافِ قدوم کی نیت کر لی دوسرا اختیار یہ کہ طوافِ قدوم چھوڑ بھی سکتا ہے مگر کچھ غور اس امر پر دیکھو کہ سنت مؤکدہ کے ترک کا بوجھ معاف ہو جائے طوافِ زیارت کسی حاجی مرد یا عورت سے معاف نہیں کیونکہ یہ حج کا تیسرا اور آخری فرض رکن حائضہ غسل کرنے کے بعد طوافِ زیارت (افاضہ) کرے نفاس والی اُس سال حج ہی نہ کرے اسی طرح قریب ولادت والی بھی حج نہ کرے فراغت کے بعد پھر رب موقع دے تو کرے استحاضہ والی وضو کر کے ہر طواف کرے مسجد میں ماضی دے سکتی ہے کیونکہ استحاضہ سبب غسلی نہیں ہوتی یہ ایک بیماری ہے۔ طوافِ وداع واجب ہے کسی آفاقی حاجی مرد سے معاف نہیں اگر چھوڑے گا تو دم واجب مگر حائضہ سے معاف ہے اگر طوافِ وداع کرنے کے بعد پھر کچھ دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرنا پڑ گیا تو دوبارہ کرنا ضروری نہیں وہ پہلا ہی کافی ہے واجب ادا ہو گیا ائمہ ثلاثہ کا یہی مسلک ہے مگر امام شافعی کے نزدیک دوبارہ کرنا واجب ہے (منظہری) طوافِ نفل اگر شروع کر کے توڑ دیا کسی عذر سے یا بلا عذر تو پورے طواف کی قضا واجب ہے۔ کیونکہ ہر نفل عبادت شروع کرنے سے پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ طوافِ قدوم ائمہ ثلاثہ کے

نزدیک سنت ہے مگر امام مالک کے نزدیک واجب ہے، طواف زیارت سب کے
 نزدیک فرض ہے، طواف وداع ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب ہے مگر امام مالک کے
 نزدیک سنت ہے۔ ذالک۔ وہ ہی بیان ہے حج کا جو ابھی گزرا وہ ہی منشاء باری تعالیٰ
 ہے۔ حج کے وہ سب کام تم ضرور کرو۔ چھوٹے، بڑے یا بڑے فرض واجب سنت
 مستحب ذالک وہ حج و طواف نماز ہی مقصدِ تعمیر کعبہ ہے ذالک، وہی حکم الہی ہے
 ذالک کا مشارالہ پوشیدہ ہے اس لئے حصر پیدا ہوا۔ خیال رہے کہ پانچ چیزیں
 حصر پیدا کرتی ہیں ۱۔ عامل کو مؤخر کرنا ۲۔ معمول کو مقدم کرنا ۳۔ عامل یا معمول کی تکرار
 ۴۔ تاکید کرنے سے وہ عامل یا معمول یا مشارالہ کو پوشیدہ رکھنے سے۔ وَمَنْ لَّعَنَ عَظَمَ
 حُرْمَتِ اللّٰهِ۔ اسے بند و قوانین ربانی اللہ تعالیٰ کی حرّمات ہیں۔ اور جو مسلمان
 اللہ تعالیٰ کے حرّمات کی تعظیم کرے تو وہ بندہ بہت ہی اچھا سچا پیارا ہے اپنے
 رب کی بارگاہ میں۔ تعظیم حرّمات کے چھ معنی۔ پہلا یہ کہ تمام حکموں کو ذوق و شوق اور
 دل و جان سے مان کر ان پر عمل کرنا، دوم یہ کہ تمام ممنوعہ چیزوں سے بچنا، حرام ہوں
 یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی۔ مشکوک ہوں یا شبہ والی، حرم کعبہ میں ہر قسم کے شرک سے بچنا
 کسی کو مکہ مکرمہ اور مسجد و کعبہ کے پاس طواف عبادت ذکر اللہ حج و عمرہ سے نہ ہونا
 بے وضو بے غسل ننگے ہو کر طواف نہ کرنا یہ سب پابندیاں تعظیمِ حرمت میں شامل ہوں
 یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام چیزوں کا ادب کرتا ہے ادبی نہ کرتا چہارم یہ کہ اسے مسلمانو تم
 صرف اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو ماننا جاری کرنا جو قرآن و حدیث کی شریعت
 بتائے عبادتی قانون ہوں یا عدالتی (کورٹ کچہری کے)، غیر اللہ کے قانون سے
 عدالتیں بنانا کچہری سمجھنا بھی شرک ہے۔ قیامت میں اس کی سخت سزا ہے
 کوئی وزیر مشیر حج و حبس نہ بیچ سکے گا۔ پنجم یہ کہ شریعت، طریقت، کعبہ و مساجد
 شعائر و مقابر مقامات و تبرکات کی توہین نہ کرنا نہ ہونے دینا۔ ششم یہ کہ اللہ تعالیٰ
 (اللہ رسول کی کسی بات کے مقابل اپنی عقل کو دخل نہ دینا، حرمت کی دو قسمیں ہیں
 ۱۔ قابلِ عزت تمام اشیاء۔ وہ تقریباً تیرہ ہیں ۲۔ حرم مکہ مکرمہ ۳۔ حرم مدینہ منورہ
 ۴۔ بیت حرام کعبہ مخطہ ۵۔ ماہ حرام یعنی حج کے ڈھائی مہینے ۶۔ مسجد حرام ۷۔
 مشعر حرام یعنی مزدلفہ کا پہاڑ جس پر کفار و یسویں ذی الحج کی ساری رات آگ جلاتے باپ

واحدوں کا ذکر کرتے فخر یہ اشعار پڑھتے، اسلام نے ان بُری رسموں سے منع فرمایا اور ذکر اللہ کی کثرت کا حکم دیا، جیسا کہ سورۃ بقرہ آیت ۱۹۸ میں ارشاد ہے فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ رَاسِخِينَ ۝۱۹۸ بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کوہ صفا و نا کوہ مروہ و اعرفات کا پورا میدان ۱۲ مزدلفہ کا پورا علاقہ ۱۳ منیٰ پورا حریمات کی دوسری قسم، شریعت کی تمام ممنوعہ چیزیں اور کام، مثلاً حج اور عمرے کی تمام ممنوعات حرم کی تمام ممنوعہ چیزیں۔ ان سے بچنا ہی تعظیم حرمت ہے اور مسلمان کے لیے خیر ہے۔ یعنی باعث ثواب لائق تقویٰ قابل مرتبہ، موجب محبوبیت بارگاہ ہے وَاجْلَسْتُ لَكُمْ اَلَا تَهْمُ اَلَا مَا يَتْلُو عَلَيْكُمْ خَاجِتْنِي مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ کتنے کرم ہیں اے انسانو تم پر تمہارے پروردگار کے کہ حج و زکوٰۃ و زہد و عبادت و صوم کی روحانی غذاؤں قلب کی دواؤں کے علاوہ تمہاری جسمانی غذاؤں کے لیے بھی بے شمار نفع۔ نعمتیں۔ فائدے عطا فرمائے وَاجْلَسْتُ اور حلال کئے گئے تمہارے لیے گھریلو چرندے چوپائے جن کی تعداد کا بیان سورۃ النعام کی آیت ۱۴۳ ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ سے فرمایا گیا۔ اونٹ مذکر، مؤنث ۲ گائے مذکر مؤنث ۲ بکری مذکر مؤنث ۲ اون و اسے چوپائے مذکر مؤنث، یہ آٹھ قسمیں ہوئیں، بھینس گائے میں شامل، اور اونی جانور کی تین قسمیں بھیر، دنبہ، مینڈھا، اس طرح کل مذکر و مؤنث ملا کر چودہ قسم کے حلال گھریلو چوپائے بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام ناقیامت حلال فرمادئے۔ کفار عرب اپنے بتوں کے نام پر کچھ جانور چھوڑتے تھے جن کے نام و انجیرہ ۲ ساٹبہ ۲ و صیلہ ۲ عام تھا و انجیرہ وہ اونٹنی جو پانچ بار بچہ جنتی پانچویں بار زنجہ جہنم دیتی تو اُس کا کان چیر کر بتوں کے نام مندر بہر چڑھا وہ کودی جاتی وہ پھرتی چرتی رہتی اس کا گوشت حرام اور اس کا دودھ صرف مند کے راہب (پنڈت) کے لیے ہوتا، ساٹبہ وہ اونٹنی جس کی منت مان لی جاتی کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو یہ اونٹنی بتوں کو چڑھا دے جب کام ہو جاتا تو بت کے نام پر آزاد چھوڑ دی جاتی یہ بھی کھانا حرام سمجھی جاتی اور دودھ صرف پنڈت پر وصت کے لیے اس کو صندوق بجا رکھتے ہیں ہندوستان میں ہندو بھی بڑے بڑے فداور بیل بجا کر کے چھوڑتے ہیں جو آزاد پھرتے ہیں، ہندو کافر ہر شخص اُس کی عزت کرنا

ہے اس کو کھانا دانہ کھلاتا ہے اس کو ذبح کرنا گوشت کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ وید وہ بکری جو سات بار بچہ جنے اور ساتویں بار اگر نر مادہ جوڑے کو جنم دے تو کان پر چیرا لگا کر بتوں کے نام پر مندر میں چڑھاوا کر دی جاتی تھی۔ عام وہ اونٹ جو گیارہ بار اونٹوں کو حمل کرے اس کو بھی بتوں کے نام پر چڑھاوا کر دیا جاتا۔ کفار کا عقیدہ ہے کہ بتوں کے نام کا جانور کھانا حرام ہے۔ اسلام نے اس بد عقیدہ کی بھی تردید فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص کسی چیز کو حرام نہیں کر سکتا۔ لہذا مسلمانوں کے لیے یہ جانور بھی حلال فرمائے گئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔ چنانچہ سورۃ مائدہ کی آیت ۳۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَهِيمَةٍ وَلَا سَائِبِيَةٍ وَلَا وَحِيدَةٍ وَلَا حَامٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی جانور کو بچہ سا تبہ و حیلہ اور حام نہیں بنایا یہ سب بھی اے مسلمانوں اُحِلَّتْ لَكُمْ الْأَنْعَامُ میں شامل ہیں خیال رہے کہ انعام گھریلو چوپایوں کو کہا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں را ماکولات و مرکوبات ماکولات کو بھینسہ کہا جاتا ہے۔ جنگلی چوپایوں کی بھی دو قسمیں را چرندے و درندے چرندے حلال ہیں ان کو صید اور شکار بات بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً ہرن، نیل گائے جنگلی بھینس جنگلی اونٹ یعنی رزافہ، وغیرہ پرندے سب جنگلی، اور چوگندے سب گھریلو موئے شتر مرغ کے پرندوں کی بھی دو قسمیں را چوگندے (چگنے والے) و درندے شکاری، چگندے سب حلال درندے سب حرام، اے مسلمانو تم پر سب انعام جانور کا گوشت کھانا حلال ہے وہابی، یہودی، عیسائی، مشرکین کے حرام حرام کہنے سے کچھ حرام نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ اَلَا مَائِيَّتًا عَلَيْكُمْ۔ مگر اے مسلمانو تم پر صرف وہی جانور کھانا حرام ہیں جو قرآن مجید اور حدیث پاک میں عبارتہ، ولالۃ، اِقْتِضَاء، اشارۃ تلاوت کر دئے گئے۔ چنانچہ سورۃ نحل کی آیت ۱۱۵، اور سورۃ انعام کی آیت ۱۴۵ میں کچھ اختصار سے اور سورۃ مائدہ کی آیت ۳ میں ذرا تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ يَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْسَ اللَّهُ بِمُنْظِقٍ وَلَا يَنْفَعُكُمْ وَالْمَوْقُودَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيعَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ وَمَا ذُكِيَ عَلَى النَّصَبِ۔ ترجمہ اور حرام کئے گئے ہیں اے مسلمانو تم پر مردار، اور ہکر نکلنے والا خون اور خنزیر اور وہ حلال جانور جو غیر اللہ

کے نام پر (بغیر بسم اللہ اور تکبیر پڑھے) ذبح کر دیا جائے اور گلا گھٹ کر مرنے والا، خواہ کوئی انسان گلا گھونٹے یا کوئی درندہ یا دھوئیں سے یا پانی سے یا بیماری سے گلا گھٹ جائے اور مر جائے اور لٹا ٹھی، گولی مارنے سے مرنے والا اور بیماری وغیرہ سے گر کر مرنے والا اور کشتی بڑے جانور کے سینگ سے مرنے والا اور وہ حلال جانور جس کو کسی گھریلو یا جنگلی درندے نے تھوڑا سا کھا لیا ہو لیکن اگر اس کو مرنے سے پہلے درندے سے چھڑا کر ذبح کر لیا تو وہ کھانا حلال ہے۔ اور وہ جانور جس کو مشرکین نے بتوں کے نام پر چھوڑا ہو اور بتوں کے نام پر کوئی بھی ذبح کرے حرام ہے۔ یہ دس قسم کے جانور اور چیزیں کھانا قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔ سورۃ انعام کی آیت ۱۴۳ ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ نے دلالت بیان فرمائی کہ گھوڑا، چغیر، گدھا، نڈکڑ، موٹ کا گوشت دودھ مسلمانوں کو کھانا پینا حرام ہے اور اَلَا مَا يُثْلٰی عَلَيْكُمْ۔ میں شامل ہے۔ باقی حرام جانور وحشی، شکاری، درندے، ہوائی اور بڑی بحری اور کبڑے، مکوڑے حدیث نے بیان فرمائے۔ مثلاً شکاری میں گھریلو کتا، بلی، جنگلی میں درندے شیر، چیتا، ریچھ، بھیریا، جنگلی کتا، گیدڑ، لومڑی وغیرہ، شکاری پرندے مثلاً باز، عقاب، شکرہ، چمکا، ڈر، چیل، کوا، اٹو۔ دریائی سب جانور حرام سوائے پھلی کے، جھینگا ایک کپڑا ہے۔ پھلی نہیں بعض جھلا اس کو پھلی کہتے ہیں مگر یہ سب شیطانی جہالتیں ہیں جھینگا کھانا بھی حرام ہے، وحشی مثلاً، ہاتھی، زبیرہ، بندر، بن مانس، لنگور وغیرہ، حرام باندھ کر شکار بھی اَلَا مَا يُثْلٰی عَلَيْكُمْ۔ میں شامل ہے مگر محرم کا شکار حلال، صرف غریبا کھا سکتے ہیں نہ خود شکاری کھائے نہ کوئی امیر آدمی کیونکہ یہ شکار حج و عمرے کے ممنوعات میں سے ہے نہ کہ محرمات میں سے، ذبیحہ دو قسم کے ہیں رانخ، گردن کی لمبائی میں رگوں کو کاٹنا یہ ذبیحہ صرف اونٹ اونٹنی میں ہوتا ہے رانخ، گردن کی چوڑائی میں رگیں کاٹنا یہ ذبیحہ گائے بھینس بکری دنبہ مینڈھا اور تمام شہری، جنگلی حلال جانوروں چرندوں چگندوں، پرندوں میں ہوتا ہے۔ لہذا اے مسلمانوں اللہ رسول کی بتائی ہوئی حلال و طیب چیزیں استعمال کرو قَاتِلُوا الرِّجْسَ۔ اے بندو گندگی سے پرہیز کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چھ چیزوں سے پرہیز کرنے کا حکم فرمایا اول سورۃ زمر آیت ۲۱ میں اور سورۃ نحل آیت ۳۶ میں طاغوت سے دوئم

سورۃ نسا آیت ۳۴ اور سورۃ شورا آیت ۳۵ اور سورۃ نجم آیت ۳۶ میں گناہ کبیرہ سے
 سوئم سورۃ حج میں ہیں آیت ۳۷ میں رخصت سے، چہارم سورۃ حج اسی آیت ۳۷ میں
 قَوْلِ الرَّؤُوسِ سے۔ پنجم سورۃ حجرات آیت ۳۸ میں بدگمانی سے، ششم سورۃ مائدہ آیت ۳۹
 میں عَمَلِ الشَّيْطَانِ سے۔ یہ بچنا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے
 ذوقے تین چیزوں کی حفاظت لگائی ہے۔ قالب کی قلب کی۔ روح کی اس حفاظت کے
 لیے تین چیزوں کا حکم دیا۔ غذا کھانے کا، علاج کرانے کا، پرہیز کرنے کا۔ غذا بھی تین قسم
 کی ہوتی ہے، کھانے پینے۔ لگانے کی۔ علاج بھی تین قسم کا، کھانے پینے، لگانے کا
 اور پرہیز بھی تین قسم کا پکھنے، چھٹنے، چھوڑنے کا، غذا، دوا، پرہیز، دنیوی بھی ہے اور
 دینی بھی، دنیوی غذا یعنی کھانا پینا، دنیوی دوا یعنی جڑی بوٹی دنیوی پرہیز موزیات
 سے چھٹنا، زہریات سے بچنا، اور کسی زیادتی کو چھوڑنا۔ کیونکہ غذا اور دوا میں زیادتی
 کی رافراط و تفریط، بیماری لاتی ہے۔ کمزوری بڑھاتی ہے، دینی غذا میں عبادات
 ہیں، دینی دوا میں تعظیبات ہیں، اور دینی پرہیز شرعی ممنوعات ہیں، چنانچہ غذا، روحانی
 کے لیے حکم ہوا وَاعْبُدُوا اللَّهَ اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرو سورۃ نسا آیت ۳۴
 دوا کے لیے ارشاد ہوا وَمَنْ يُعْظَمْ دَاۤلِمًا اور فرمایا گیا وَتَعْنِ رَوْحًا وَتُوقِرُ دَاۤلِمًا
 سورۃ فتح آیت ۹۱ اور سورۃ اسراء آیت ۸۲ ارشاد ہے۔ وَنَسُوْلُ مِنَ الْقُرْآنِ
 مَا هُوَ شِفَاۤءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ فاسق اور کافر انسان صرف اپنے بدن جسم
 قالب کی حفاظت میں لگا رہتا ہے، ساری زندگی تن سازی۔ پہلوانی، خوبصورتی
 اور فیشن پرستی میں گزار دیتا ہے، مردی گرنی بیماری میں صرف جسم کو بچاتا ہے۔ اور
 کافر اپنے کفر و شرک سے روح و قلب کو قتل کرتا ہے۔ رَحِيْمٌ مِّنْ اِلٰہِ ثَنَانِ
 روح و قلب کے لیے زہر قاتل ہے۔ اور فاسق اپنے فسق و گناہ سے قلب
 و روح کو بیمار و کمزور کرتا ہے تمام گناہ کبار ہیں، اور کبار رَحِيْمٌ مِّنْ عَمَلِ
 الشَّيْطَانِ ہیں، لیکن مومن متقی قالب کی بھی حفاظت کرتا ہے اور قلب و روح
 کی بھی اس طرح کہ وہ اپنی دنیوی غذا دوا پرہیز۔ شریعت حقیقت کے حکم سے
 کرتا ہے، اور دینی روحانی غذا، دوا پرہیز طریقت و معرفت کے حکم سے کرتا ہے
 دین و دنیا کو شریعت حقیقت اور طریقت معرفت کی حدود حرم میں رکھتا ہے۔

یہی ہوسن مخلص کی پہچان ہے۔ کیونکہ پرہیز اور اجتناب غذا میں ضروری ہے اور دوا میں بھی، بد پرہیزی سے نہ دوا کا فائدہ نہ غذا کا دینی دنیوی پرہیز تین قسم کے ہیں دنیوی پرہیز یہ کہ صحیح غذا میں زیادتی کی سے بچنا، مفسر غذا سے صحت، دوا میں زیادتی کی سے بچنا غلط دواؤں سے صحت، دینی پرہیز یہ کہ عبادات میں زیادتی کی سے بچو۔ اور حرام مکروہ مشکوک، رجس، قول الزور، طاغوت، کیا کر عمل الشیطان سے بچے رہو۔ گندی چیز چار قسم کی ہے ۱۔ وسخ یعنی میل کچیل ۲۔ قذر یعنی گھناؤنی چیز ۳۔ نجس ۴۔ رجس۔ ان چاروں میں فرق یہ ہے کہ میل کچیل عقلاً گندی چیز۔ قذر طبعاً گندی چیز ہے اگرچہ یہ دونوں پاک ہوں، جیسے بلغم تھوک وغیرہ، نجس شرعاً گندی چیز۔ ظاہری ذاتی پلیدی، اس کی آٹھ قسمیں ۱۔ غلیظہ ۲۔ خفیفہ ۳۔ عکلی ۴۔ حقیقی ۵۔ ذاتی ۶۔ صفاتی ۷۔ حقیقی۔ مجازی ۸۔ ذاتی ۹۔ صفاتی ۱۰۔ دائمی ۱۱۔ گلی ۱۲۔ جزئی ۱۳۔ عارضی ان کے نقصانات وسخ سے دل گھبراتا ہے، قذر سے جی ملتاتا ہے، نجس سے عقل بگڑتی ہے۔ رجس اوثان سے روح مردہ ہوتی ہے اور رجس شیطان سے دل مردہ ہوتا ہے، دنیوی وسخ میل کچیل، دنیوی قذر گھناؤنی اشیاء دنیوی نجس ظاہری پلیدی دنیوی، رجس باطنی پلیدی، مگر دینی وسخ جھوٹ کذبیات، دینی قذر مکروہات شریعت تحریمی ہوں یا تنزیہی، دینی نجس بد عقیدگی، گمراہی، دینی رجس کفر شرک بت پرستی ہے۔ کفار کا عذاب قبر حشر جہنم یہ رجس من الاوثان ہے اور فساد کا عذاب قبر حشر جہنم رجس من عمل الشیطان۔ اسی سے ارشاد ہوا۔ فَاجْتَنِبُوا ۱۱۔ لِرَجْسٍ مِنَ الْاَوْثَانِ۔ ۱۲۔ رَجْسٍ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ کا علاج پچی پکی توبہ کے الفاظ و اعمال اور ندامت کے آنسو ہیں۔ رجس من الاوثان کا علاج، اللہ رسول پر اقرار زبان و تصدیق قلبی کا ایمان اور حرمت اللہ کی تعظیم ہے اوثان جمع ہے وثن کی وثن کی تین قسمیں ۱۔ صنم ۲۔ تمثال ۳۔ طاغوت انسانی حیوانی شکل کے بنائے ہوئے لکڑی پتھر مٹی، دھات کی مورتی صنم ہے اور یہی نقشہ و شکل کپڑے، کاغذ پر بنائی یا کس دھات و لکڑی پتھر پر کندہ کی گئی یا کشیدہ کاری قلمکاری، فولو گرافی سے تصویر بنائی گئی وہ تمثال ہے اور بغیر تراشے خراشے، پتھر، پہاڑ چٹان، درخت یا جانور کی پوجا کرنا، اور جھوٹا معبود بنا لینا یہ طاغوت ہے۔ بعض نے کہا کہ بغیر

نسل والے بت دشمن ہیں، اور ٹھوس مجسم شکل، یا کپڑے کا غذا پر جاندار کی شکل بنانا منہم ہے اور جس کی بھی کفار پوجا کریں وہ طاغوت ہیں خواہ اصل کی یا بناوٹی شکل کی یا تراشیں خراش کی۔ مثلاً گائے بندر پیل، کواکب، اور مورتی، اسے لوگو تو تم ان تمام گندگیوں سے بچو۔ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ۔ اور ہر جھوٹی بات سے بھی بچو۔ جھوٹ کی پانچ قسمیں ہیں ۱۔ کذب ۲۔ زور ۳۔ بہتان ۴۔ اِتِّهَام ۵۔ اِفْک، ان میں فرق یہ ہے جھوٹا کلام کذب ہے، جھوٹا کام زور ہے، جھوٹی حقیقت کذب ہے (حقیقت سمجھ لیتا) جھوٹی عقیدت زور ہے، حقیقتِ اصلہ کے خلاف ہونا کذب ہے عقیدتِ اصلہ کے خلاف ہونا زور ہے۔ فسق کذب ہے کفر زور ہے، شرک بہتان ہے۔ کفار تلبیہ میں شریکہ الفاظ کا زور بولتے تھے۔ اور حج کے ذبیحوں کو بھرہ سائبہ و صید حرام کو، اور بعض اُنعام کو کھانا حرام سمجھتے تھے یہ ان کا کذب تھا اور کہتے تھے کہ ننگے طواف کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ ان کا بہتان تھا، اصطلاح میں کسی مرد پر کوئی الزام لگانا بہتان ہے، اور کسی عورت پر کوئی الزام لگانا اِفْک ہے، زور کا لغوی معنی ہے منخرف ہونا، کروٹ بدلتا، چنانچہ سورۃ کہف آیت ۱۷ میں ہے وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَوَّارَةً مُنِيرًا وَغَارَتْ غَوَّارًا۔ یعنی اسے محبوب آپ یہ تو دیکھتے ہی ہو کہ جب بھی کسی بھی موسم میں سورج طلوع ہوا تو منخرف ہو جاتا ہے ان کے غار سے اس طرح کہ صدف گرگرتا ہے مگر یہاں زور سے مراد ہے حق و سچ سے انحراف کرنا، اور کذب کا معنی باطل میں انہماک کرنا، بہتان کا معنی ہے، جانتے ہوئے کسی کے متعلق غلط اور حقیقت کے خلاف بات کرنی اسی لیے تمام کفر یہ شریکہ اقوال بہتان ہیں اور کفر یہ اعمال زور ہیں۔ ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال تَمَّ لِيَقْضُوْا کے معنی ہیں دو قول ہیں ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اپنے بدن کی صفائی کریں، یہی قول درست ہے ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ ارگانیج ادا کریں۔ مگر یہ قول غلط ہے۔ تَمَّ کے خلاف ہے کیونکہ ارگانیج حج تو آٹھویں ذی الحج سے شروع ہو چکے ہیں۔ ان آیتوں میں تین امر ارشاد ہوئے پہلا تَمَّ لِيَقْضُوْا ۱۔ دوم۔ وَ لِيُؤْفُوا ۲۔ سوم۔ وَ لِيَكُلُوْا ۳۔ ان تینوں کی قرأت میں دو قول ۱۔ بعض کی قرأت میں تَمَّ اور وَاو، ہر ایک اپنے اپنے لام سے مجڑی ہے، اور لام

امراکن ہے، یہی قرئت مشہور و مکتوب ہے ۲ بعض نے کہا یہ سب جُدا ہیں اور لام امر متحرک مکسور ہے کَفَشَحُمْدٌ میں دَوُّ قَوْلِ ۱ بعض نے کہا اس کا معنی ہے سیل کچیل بال نافعن یہی قول درست ہے، حرف ثَمَّ کی وجہ سے ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اپنے ارکانِ حج، یہ قول غلط ہے وَ لَيُطَوَّ قَوًّا ۱ میں دو قول ۱ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے ادا کریں ۲ اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے پورا کریں نَذُورَ حُمْدٍ میں دو قول بعض نے کہا اس کا معنی ہے واجباتِ حج ۱ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کوئی مانی ہوئی منت دونوں باتیں ٹھیک ہیں کیونکہ دونوں چیزیں واجب ہیں اور سب کا پورا کرنا لازم ہے۔ وَ لَيُطَوَّ قَوًّا ۱ میں دو قول ۱ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ طواف زیارت کرو ۲ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ ہر طواف فرضی، واجب، نفل، منت، صرف کعبہ معظمہ کا ہی کرو، دونوں قول درست ہیں بَيْتِ عِثِّی کے معنی میں تین قول ہیں ۱ بعض نے کہا اس کا معنی زمین پر سب سے پہلا گھر بہت پرانا ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہر شخص کی ملکیت، تسلط محلے و غلے سے آزاد ۳ بعض نے لکھا کہ غنیق کا معنی ہے متحرک مکرّم میازک ذَالِک کی ترکیب نحوی میں تین قول ۱ بعض نے کہا یہ پوشیدہ خبر کا مبتدا ہے اور مرفوع ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔ ذَالِک مَقْصُودُ ۲ بعض نے کہا یہ خبر ہے پوشیدہ مبتدا کی اور مرفوع ہے۔ اصل عبارت یہ ہے اَلْحَمْدُ ذَالِک ۳ بعض نے کہا یہ فعل پوشیدہ کا مفعول یہ ہے اور منصوب سے اصل عبارت اس طرح اَفْعَلُوْا ذَالِک۔ اور مشار الیہ ارکانِ حج ہے، حُرْمَتِ اللہ میں دو قول ۱ بعض نے کہا حُرْمَتِ کا معنی ہے قابلِ احترام چیزیں یعنی آداب کے لائق ۲ بعض نے کہا حُرْمَتِ کا معنی ہے حرام کردہ چیزیں اور تعظیم سے مراد یہ کہ ان سے بچو۔ اِنَّا میں دَوُّ قَوْلِ ۱ بعض نے کہا کہ یہ استثنا منفصل ہے اور تمام حرام جانوروں حرام چیزوں کا استثنا ہو رہا ہے، یعنی تمام شکاری درندے پرندے اور وحشی و گھریلو چوپائے اور بہتا خون وغیرہ جو قرآن و حدیث نے بیان فرمائے سب حرام ہیں ۲ بعض نے فرمایا یہ استثنا متصل ہے۔ اور یہاں صرف حرام چوپائے (چرندے) مراد ہیں مثلاً مردار کی پانچوں قسمیں اور خنزیر گناہا با تھی، گینڈا، بندہ وغیرہ کیونکہ انعام صرف چوپایوں کو کہا جاتا ہے ان میں کچھ طلال

کچھ حرام، حلال کا ذکر اُحلت میں کیا گیا، حرام کا بیاں استثنایا ہو گیا۔ اور بذریعہ استثنایا اُحلت سے نکال دئے گئے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ پہلی میں دُؤ قول را دیوبندی و ہابی اور ثبیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد صرف قرآن مجید ہے یعنی قرآن مجید نے جو جانور ذکر فرمائے۔ را علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن مجید اور حدیث پاک دونوں ہیں، تلاوت کا لفظ عام ہے حدیث و قرآن کو تلاوت کا لغوی ترجمہ ہے سمجھ کر پڑھنا یا سمجھنے سے پہلے پڑھنا، اصطلاحی ترجمہ سے مطلقاً پڑھنا، یہی قول درست ہے۔ ثول الزور میں دُؤ قول را بعض نے کہا اس سے مراد ہر قسم کا جھوٹ اور غلط بیانی ہے، قولی، عملی، عمدی، نسیانی، جہلی، عتیدۃ، یا عادیۃ یا شہادۃ، یا بہتان، یا اتہام، اُفک، طوعاً، کرہاً، مجبوراً، یا مرضی سے ہر جگہ تاقیامت اذنباب اور پرہیز کا حکم ہے را بعض نے کہا اس سے مراد کا فرمانہ علی قولی وہ جھوٹ ہیں جو دوران حج کفار بولتے کہتے تھے اور فاجتنبوا میں خطاب فقط اس وقت کے مسلمانوں سے ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔

فائدے | ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ کی تمام منتخب چیزوں اور مقرر کردہ احکام و ممتوعات قانون کا احترام و تعظیم اور ادب عبادات کی اصل اور قلب و روح کا دوا و شفا ہے اسی ادب سے ہی تمام عبادات مقبول بارگاہ ہوتی ہیں اگر ادب و تعظیم نہیں تو تمام عبادات صحیحہ بھی مردود و ناپسندیدہ ہیں یہ فائدہ وَمَنْ يَعْظَمْ حُرْمَتَ اللَّهِ رَافِی سے حاصل ہوا، جس میں بتایا گیا کہ بندہ کتنی ہی عبادت، عبادت میں ریاضت اور ریاضت میں مشقت و سجدہ رکوع کرے مگر جبر اور باعث ثواب اور لائق جنت نہیں، عمل باعث ثواب اور عامل لائق جنت نہ بنے گا جب حُرْمَتِ اللہ کی تعظیم کرے گا۔ دوسرا فائدہ کسی چیز کو حرام و حلال کرنا صرف اللہ مولا کا کام ہے۔ جو سب کچھ قرآن و حدیث میں ذکر ہو چکا اور فقہاء ائمہ اربعہ نے استنباط کر کے واضح اور ظاہر فرما دیا اب نہ کسی کے اجتہاد کی ضرورت نہ کسی کے حلال کرنے سے کچھ حلال ہو سکے نہ کسی کے کچھ حرام کرنے سے کوئی چیز حرام ہو سکے یہ فائدہ اَدَمَا تِلْکَ عِبَکُمْ رَافِی کے استثنایا اور آیت کی تفسیری تفصیل سے حاصل ہوا۔ کفار نے

بحرہ سائبہ و صیدہ عام کو حرام کہنا شروع کر دیا ہندوؤں نے گائے اور چھوڑے ہوئے
 بجا کو حرام کہنا شروع کر دیا، یہودیوں، عیسائیوں نے اونٹ کا گوشت اور ہر جانور
 کی چربی کو حرام کر لیا، شیعوں نے خرگوش، مٹھ کو حرام سمجھ لیا، دہابیوں نے گبار صویں
 شریف کا بکرہ حرام کر لیا، اور ختم شریف کے دیگر تبرکات کو حرام حرام کہنا شروع کر دیا
 یہ سب باطل خرافات، لغو نظریات اور گمراہی کے عقائد ہیں۔ اَحَلَّتْ لَكُمْ اَلْاَنْعَامُ
 فرما کر تا قیامت ان سب کی تردید فرمائی جا رہی ہے۔ اور ان حقائق کی حماقت ظاہر کی
 جا رہی ہے۔ تیسرا فائدہ۔ شریعت اسلام میں مِیْتَہ یعنی مُردار جانور صرف پانچ قسم
 کے ہیں ۱۔ مروضہ، جو جسمانی بیماری سے مرے اس میں بیمار پھلی بھی شامل اس کو
 طائی کہتے ہیں یعنی مرکب پانی کے اوپر آجانیوالی ہر مروضہ مُردار کا کھانا حرام ہے ۲۔
 مُنْحَنَقَہ ۳۔ موقودہ ۴۔ مُتَرَدِّیَہ ۵۔ نَطِیْجَہ، یہ فائدہ۔ اِلَّا مَا یُثَلِّیْ عَلَیْکُمْ کی اِشَارَۃ
 النِّصْ سے حاصل ہوا۔ ان الفاظ نے دیگر ان آیات و احادیث کی طرف اشارہ فرما دیا
 جن میں تفصیل سے حرام جانوروں کا ذکر قرآن مجید کے بیان اور نبوت عظیم کی زبان
 سے تلاوت کیا گیا۔ غرض کہ مروضہ قدرتی میتہ ہیں اور باقی چار مُنْحَنَقَہ وغیرہ سب
 میتہ ہیں۔

احکام القرآن ان آیت مقدسہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوئے ہیں پہلا مسئلہ
 ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ ہے کہ قربانی کرنے کے بعد حاجی اپنے
 احرام سے کھل جاتا ہے احرام سے کھلنے کے بعد وہ تمام کام حاجی کے لیے جائز
 ہو جاتے ہیں جو احرام کی وجہ سے منع ہو گئے تھے۔ مثلاً سر منڈانا، ناخن کاٹنا
 جسم کے ممنوعہ بال صاف کرنا، کپڑے لباس پہننا، سر ڈھکنا، سوائے بیوی سے
 ہم بستری کے وہ بھی جائز نہ ہوا۔ وہ جائز ہوگا طواف زیارت کے بعد یہ مسئلہ
 ثُمَّ لَیَقْضُوا کی تتمہ حرف ترتیب سے مستنبط ہوا جب کہ پھلی آیت میں ذبح کرنے
 کا ذکر ہوا۔ یعنی ذبح ہڈی سے پہلے کوئی حاجی قارن اور متمتع ہرگز ہرگز احرام
 نہیں کھول سکتا، آج کل جن ظالموں نے حجاج سے ذبیحہ کے پیسے لوٹنا شروع کئے
 ہیں اور ذبح کا بیت نہیں چلتا کہ یہ لٹیروں کا عالم اس حاجی کی طرف سے ذبح کرتے
 بھی ہیں یا نہیں، مگر وہ پیسے اور ذبیحہ کی قیمت دیدینے والا حاجی فوراً اپنے احرام

سے کھل جاتا ہے اور بغیر ذبح اپنا حج خراب کر لیتا ہے کہ مال بھی گیا اور حج بھی، مولا تعالیٰ اُن ظالموں سے بچائے۔ دوسرا مسئلہ۔ جھوٹی گواہی بھی شرک باللہ ہے کسی بھی عدالت یا کورٹ کچھری میں کسی کے خلاف ہو یا کسی کے حق میں، اس لیے کہ جھوٹی گواہی بھی ظلم ہے اور شرک بھی ظلم ہے۔ چنانچہ سورۃ لقمان آیت ۱۵ میں ارشاد ہے: **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** اور حدیث مقدس میں ارشاد ہے: **عَنْ أَبِي مَنِزِلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ خُطِيبًا فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ شَهَادَةٌ لَا تَزِدُ بِعَدْلِكَ بِالشِّرْكِ بِاللَّهِ ثَلَاثًا. ثُمَّ قَرَأَ حَاجَتَيْنِ ۱ التَّوْحِيْدَ مِنَ الْأَوْثَانِ ۲ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ** ترجمہ۔ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ ایک بار بعد نماز فجر آقاؐ کا سات کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، اسے لوگو جھوٹی گواہی دینا بھی شرک کفر کے برابر ہے یہ تین بار فرمایا اور یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی کہ رب تعالیٰ نے قول زور سے اجتناب کو بتوں کی گندگی سے اجتناب کے ساتھ برابر کیا۔ فاروق اعظمؓ ہر جھوٹے گواہ کو پانچ سزاؤں دیا کرتے تھے۔ پہلے اس کو چالیس کوڑے لگواتے پھر اس کا منہ کالا کرواتے پھر اس کو بازار میں بھراتے پھر اس کی لوگوں میں مشہوری اور لوگوں سے اس کی ذلت کرواتے پھر اس کو قید میں ڈال دیتے اس وقت تک کے لیے جب تک کہ سچی توبہ نہ کر لیتا۔ یہ مسئلہ **اجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ** کی تفسیر نبوی سے مستنبط ہوا آج کل کورٹ کچھری میں یہ بیماری عام ہے، کرائے کے گواہ مل جاتے ہیں بلکہ یہ روزگار بنا لیا گیا ہے اس پر کوئی حکومت گرفت نہیں کرتی کسی کو قدا خوف خدا نہیں رہا۔

اعترافات یہاں چند اعترافات کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ علم نحو حرف ف بھی، فرق صرف تراخی وغیر تراخی کا ہے کہ تم ترتیب مع تراخی اور ف ترتیب بلا تراخی اور حرف داؤ تابع عطی کے لیے یہاں پہلے **ثُمَّ لِيُقْضَىٰ** فرمایا گیا، پھر **وَلِيُطَوَّقُوا** پھر **وَأُحِلَّتْ** ہے پھر **اجْتَنِبُوا** **التَّوْحِيْدَ** ہے پھر **اجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ** فرمایا گیا، اس ذکر کی ترتیب سے

ثابت ہو رہا ہے کہ یہ سب کام ترتیب وار کرنے چاہئیں۔ یعنی پہلے صفائی بدن پھر منہ
پوری کرنا پھر طواف کرنا، پھر اُحلت سے ذبح کرنے کا اشارہ ملتا ہے، پھر اجتناب جس
پھر اجتناب قول الزور مگر یہ ترتیب نہ مفسرین نے وضاحت سے بیان فرمائی نہ حدیث
پاک نے نہ حقیقتاً ضروری ہے بلکہ منہ کی ادائیگی دوران حج بحالت احرام بقبضہ سے
پہلے بھی ہو سکتی ہے اس طرح ذبیحہ تو ہوتا ہی صفائی بدن سے پہلے ہے، اور بتوں
سے باقول زور سے بچنا تو زندگی میں ہر وقت ضروری ہے اول بھی آخر بھی تو پھر یہ
ترتیب بخوی و ذکر کی کیوں بیان فرمائی گئی؟ جواب۔ اس کے دو جواب دئے گئے
ہیں، پہلا یہ کہ یہ ترتیب بالکل درست و ضروری ہے کیونکہ یہاں جتنے بھی کام مذکور ہیں
وہ حج کے دنوں میں ہی کرنے ولے ہیں اور حج سے ہی متعلق ہیں۔ یہاں تک کہ منہ
بھی اور کفار سے بھی وہ ہی مراد ہیں جو احرام سے کھل کر کرنے واجب ہیں اس طرح
رجس الاوثان اور قول الزور بھی وہ ہی مراد ہیں جو اسلام سے پہلے کفار حج
و تلبیہ میں بت پرستی اور کذبیات کرتے تھے۔ اس لیے ترتیب ضروری ہے۔
حج کی طہری ذبح کرنے سے پہلے کوئی بھی ذبیحہ جائز ہی نہیں ہے، دوسرا جواب
یہ کہ حج کا بیان و لیسطوفاً پر ختم ہو گیا وہاں تک ترتیب ضروری تھی ذالک نے ہی
بتایا ہے کہ وہ پہلے بیان کر وہ کام حج تھا اور یوفوا بذرہم سے حج کے
واجبات ہی مراد ہیں جو ذبیحہ حج کے بعد احرام سے کھل کر کرنے ہیں اور طواف
زیارت سے پہلے، لیکن اُحلت لکم۔ یہ نیا اور علیحدہ تازہ زندگی کا حکم ہے نہ کہ
فقط حج کے لیے اسی طرح اجتناب کے احکام بھی عام زندگی کے احکام ہیں۔
دوسرا اعتراض مفسرین نے فرمایا کہ بیت غنیم کا معنی یہ ہے کہ کعبہ معظمہ پر
تاقیامت کسی کا غلبہ تسلط اور خرب کاری کا حملہ و غلبہ نہیں ہو سکتا، تو پھر
کیا وجہ کہ یزید نے کعبے پر حملہ کیا اور تھوڑا نقصان بھی کعبے کو پہنچا یا اسی
طرح حجاج بن یوسف ثقفی نے بھی کعبے پر حملہ کیا اور کعبے کو کچھ نقصان پہنچا
نیز احادیث میں آتا ہے کہ قریب قیامت ایک حبشی امیر جس کا نسب ذومویقین
ہوگا وہ کعبے کو شہید کر دے گا۔ یہ حملے علیہ تسلط کیوں؟ اور پھر بیت غنیم کا
کیا معنی کیا جائے گا۔ جواب، حملہ، غلبہ اور تسلط کا معنی یہ ہے کہ کعبے کی شہد

اور مخالفت میں کیجے پر حملہ کر کے کیجے کو اپنی تخریب کاری کا نشانہ بنائے، اس میں کوئی بد بخت کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا نہ کوئی ایسا حملہ علیہ پا کر کعبہ معظمہ کو دھاکے جیسا کہ اُبْرَہہ کافر محض کیجے کی دشمنی میں لشکر ہاتھیاں سپاہیان لے کر کیجے پاک کو شہید کرنے آیا مگر خود ہی مع ہاتھیوں سپاہیوں کے ابابیل پرندوں سے کھینچ لیا گولی ہو کر ہلاک ہوا، یزید پلید، اور حجاج بن یوسف ثقفی کا حملہ کعبہ معظمہ پر نہ تھا بلکہ اُس فوج پر تھا جو اُس کی باغی ہو کر وہاں پوشیدہ ہو چکی تھی، مگر اُس کی اندھی آتش بازی اور پتھر اوڑے کعبہ معظمہ کو بھی کچھ نقصان پہنچا، یزید تو ناکام ہو کر بھاگ گیا اُس کو درست کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور مر گیا مگر حجاج نے کامیابی کے بعد خود ہی کعبہ معظمہ کو درست کرادیا جلا ہوا دروازہ بدلوادیا۔ اور حبشی دوسو یقینین کا واقعہ وہ بھی محض کیجے کی دشمنی میں نہیں ہوگا۔ بلکہ اُس خزانے کے حصول کی لالچ میں ہوگا جس کے متعلق مشہور ہے کہ صدیوں پرانا کوئی خزانہ کیجے کے نیچے دفن ہے۔ اسی خزانے کو نکالنے پالینے کے لیے وہ حبشی امیر و حاکم کیجے کو شہید کرے گا۔ بنزیرہ حملہ بھی علیہ یا تسلط کا نہیں ہوگا بلکہ علامات قیامت میں سے ایک نشانی قیامت ہے حبشی کی نبیت صرف خزانہ نکالنا ہوگا جب اُس کو خزانہ مل جائے گا تو وہ لے کر چلا جائے گا مزید عمارت کعبہ نہ گرایگا، اس گری ہوئی دیوار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام درست کروائیں گے۔ یہ جواب اُس صورت میں ہے جب کہ بیت غنیم کا معنی علیہ حملے تسلط سے آزاد ہونے والا کئے جائیں مگر بیت غنیم کے دو معنی اور بھی مفسرین بیان فرماتے ہیں بعض نے کہا، اس کا معنی سب سے پہلا گھر بعض نے کہا محترم مکرم گھر اس معنی کی صورت میں یہ اعتراض ہی نہیں پڑتا وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ

ثُمَّ لَيَقْبُضُوا نَفْسَهُمْ وَيُؤْفَوْنَ نَذْوَهُمْ وَيُطَوُّ قُورًا بِأَلْبَيْتِ الْعَتِيقِ، ذَالِكَ، وَمَنْ يَعْظِمَ حُرْمَةَ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ۔ جب قلب و روح مومن عارف خزانہ معرفت مرزا حرام ارادہ باندھ کر اعمال سلوک کا حج مکمل کر لیتا ہے تو احرام غلوت کو اتارنے لیتا ہے کہ اے قلب و روح بہت الہی کے پانی سے غسل تطہیر کر کے غصہ

باطنی کے چہرے غضب نفسانی کے ناخن فضولیات دنیوی کے بیل، فضلات کے کچیل اور شہوات لغویات کے بال موند دو، لایچ دنیا کے تمام خباثت دور کر دو پھر معانی اسرار و کمالات ابرار کی وہ منتیں پوری کرو جو منزل سلوک میں حجاجِ محبوبین کے سینہ مدینہ فیض گنجینہ میں امانت رکھی گئی ہیں، اسی قضاءِ تقست اور ایفاءِ نذور میں تزکیہ قلب و روح اور حصولِ معارف کا زیور ہے، پھر عارفین اسرار کو حکم دیا جاتا ہے کہ اب تم سیر ملک و ملکوت کا طواف زیارتِ کعبہ انوار کرو۔ اور افاضہ عرشِ اللہ المجید میں واپس لوڑو۔ ذالک، وہی انوارِ قلب کا کعبہ ہے وہی مقصدِ ازلی ہے، جو بندہ طالب نے اپنے عقلِ قلب سے ممنوعات و محذورات شریعت کی تعلیم کی اس طرح کہ ذبیحہ نفس کر کے تطہیر روحانی پائی اور مناسکِ فضائل و اجتنابِ خباثت کو حاصل کر لیا۔ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ، تو وہ تجلیاتِ انوار کے حاصل ہونے صفاتِ حمیدہ سے متصف ہونے، ترقی مقامات کی سعی میں مقصدِ قربِ بارگاہ تک پہنچنے کے لیے بہت شان و آن عزت و تکریم کی خیرِ ابدی ہے۔ اس کے رب کے پاس، ایسے باکمال بندوں کے لیے بشارتِ عظمیٰ ہے کہ وَحَلَّتْ لَكُمْ اِلَّا نِعَامٌ اِلَّا مَا تُنَالُ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الْكَافِرِ۔ اے قلب و روح اب تمہارے لیے نقوسِ سلیم کے اخلاقِ حسنہ اعمالِ مطہیہ کا نفع حلال و ظاہر کر دیا گیا ہے، اب احرامِ حرم کے پردوں کی خلوتِ طریقت سے نکل کر خلوتِ شریعت کے منیٰ میں آ جاؤ اور حقوقِ العباد کے عمرے و حقوقِ اللہ کے حج کا قرآن اور حقوقِ ذات کا تمتع حاصل کرو۔ کیونکہ حدودِ شریعت کے منیٰ میں خواہشاتِ نفس کے انعامِ حلال کر دئے گئے ہیں، ہاں البتہ حدودِ شریعت سے باہر جنگلاتِ ابلیسیہ میں تلاوتِ کر دی گئیں وہ ابدی حرام ہی رہیں گی۔ کیونکہ یہ قالبِ عارف کے لیے مرزی جانور ہیں لہذا ان گندگی کے بتوں سے بچو اور تاجیات مت بچنے رہنا، ان لذاتِ خواہشات، شہوات، شبہات کو معبودِ زندگی نہ سمجھ لینا نہ ان کی پرستش کرنا، اور زخرفات، وھیات، تجلیات، جدلیات، اختلافات، مغالطات، مغروریات، لغویات کے قولِ الزور سے بھی بچنا، اس لیے کہ یہ ہی ایمانیات کے زہر اور عقائدِ خفانیہ کے قاتل ہیں، اخلاقیات کے ڈاکو ہیں (حجی الدین ابن عربی) اہل دل لوگ

قافلہ صبر کے امیر ہیں اُن کے پاس ہی کُشا دگی کی کُنجی ہے اُن کو چاہئے کہ نہایت خوش
 دلی سے اس قافلہ صبر کو حج عرفانی کے بیت عتیق تک لے آئیں، ابرار کا حج زیارت
 کعبہ ہے مگر اخبار کا حج گھروالے کی زیارت، کعبے کا حج کرنیوالے جنت میں مگر کعبے والے کا
 حج کرنے والے عِنْدَ رَبِّہ کے مقصدِ صدق میں آتے ہیں لہذا جس خوش بخت نے اپنے وجود
 نیاز سے ہر قسم کا لغت اور وسوسہ نکال دیا، اور ہر صفت سے اعراض و علیحدگی کر لی اس کا
 قبلہ ذاتِ حق اُس کا حرمِ صفاتِ حق، اُس کے کامِ کمالاتِ حق اُس کا وجودِ آیاتِ حق اور
 وہ خود باقی مخلوق کا قبلہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان کو رب
 تعالیٰ نے علی صُورۃ قبہ پیدا فرمایا ان پر اپنی صفات کا حسن اور اپنے مشاہدے کا
 نور ڈال دیا اور اُن کو اپنے جلال کا لباس پہنا دیا، اپنے جمال کی چادر اُڑھا دی اس
 لیے وہ قبیلہ ملائکہ بن گئے اور عبد و معبود کے درمیان وسیلہٴ حق، چونکہ ذاتِ احدیت
 کا سورج بیتِ محرم ہے اور حق سُبْحانہ کی طرف جانے کے لیے اُتارِ حرم کی حدود
 سے پہلے طریقت کا لباسِ احرامِ میقاتِ آستانہٴ برمرشد سے باندھا پڑتا ہے
 اسی لیے ارشاد ہوتا ہے وَ لِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ۔ یعنی بیت میں بیعتِ درن
 گزارنا ہے اور بیت میں رات ہے اور رات میں ہی بندوں کے لیے تجلی انوار
 ہے۔ رات ہی مظہرِ غیب ہے۔ رات ہی میں قالبِ مومن پر نزولِ حق ہوتا ہے
 غیبِ ربّانی، تجلی وِجْدانی کا مظہر، رحمۃِ رحمانی کا منبعِ بیعتِ عتیق ہے۔ کیونکہ حق
 تعالیٰ نے جب اہل زمین کے لیے صفتِ رحمت کی تجلی فرمائی تو پہلے وہ رحمت کعبہٴ بیتِ عتیق
 پر نازل ہوئی اور کعبہٴ بر وحدت کا حق ہو گیا تب وہاں سے تقسیمِ رحمت ہوئی، اسی لیے
 احرامِ حج اور طوافِ حرم صرف کعبے کا ہوتا ہے اور کعبے کو تمام مکاناتِ ارضی و مقاماتِ
 فرشتی سے افضل بنا دیا گیا۔ باقی تمام جگہ کے انوار یہیں سے مقتبس و منتخب ہوئے
 اسی کے طفیل بلکہ اُمّ القریٰ بن گیا۔ اسی کی شعاعوں سے حدودِ حرم مقرر ہوئیں۔ قالبِ
 مومن زمین ہے۔ نفسِ انسانی نفعِ عتیق ہے اور قلبِ عارف بیتِ عتیق ہے۔ کیونکہ
 یہی مخزنِ صفاتِ قدیم ہے لہذا اے بندو۔ وَ لَیُؤْفَوْا نَذْرَہُمْ۔ اپنی صدقِ طلب
 و اُرداتِ صالحہ، نیتِ خالصہ کے تمام دعوؤں، عہدوں کی کشتیں متوجہ الی اللہ ہو
 کر پوری کرو۔ وَ لَیُؤْفَوْا۔ اور ہر جانب سے صحت کر اسی کعبہٴ تجلیات، مرکزِ صفات

قلبِ ایمانیات کا طواف کرو، اُس کے ہی آس پاس رہو۔ کیونکہ، حرمِ معرفت کی حدودِ باطنی میں ساکینِ احرام کے لیے ذاتِ قدیم کا وہی بریت عتیق ہے۔ اور اُن وعدوں میں قولِ الزور سے بچتے رہو، ہر وہ بات جس کی دل میں گنجائش نہ ہو وہ قولِ زور ہے وعدہ دل سے ہوتا ہے اظہارِ زبان سے اور ایقاعِ اعضا سے جو شخصی طلبِ صدق کا وعدہ کرے پھر پورا نہ کرے رَحْمَتٌ مِّنَ الْاَوْثَانِ ہے، وہی قولِ الزور ہے حجِ معرفت میں سب کے لیے منافع کثیر ہیں۔ نقاب کے منافع قبولِ اطاعت۔ اعضاء و قلوب کے منافع ظہورِ آثار ہیں۔ یہ بھی شُعائرِ اللہ میں سے ہیں۔ قلب کے منافع ایقاعِ عہد ہے۔ نفس کے منافع تبدیلیِ اخلاق ہے کہ ذبیحِ رزقِ ربہ و ضیئہ کو چھوڑ کر حسینہ و جمیلہ، طیبہ اختیار کر لے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو توفیقِ سعادت بخشنے والا ہے۔ (رازِ تفسیر روح البیان)

حَقَّاءُ يَدَّيْهِ غَيْرُ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ

ایسی حالت و شان سے کہ ہر ایک سے علیحدہ ہونے والے ہو اللہ کے لیے نہ شرک کریں
ایک اللہ کے ہو کر کہ اُس کا سا بھی کسی کو نہ کرو۔ اور جو اللہ کا شریک

بِاللَّهِ فَكَانَتْ مَخْرَجًا مِنَ السَّمَاءِ فَخُطِفَهُ

ہوا اُکا۔ اور جو شرک کرے گا اللہ کا تو گویا یقیناً وہ گر بڑا بلندیوں کی طرف سے پھیرا جائے گا اُس کو
کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اے

الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ

کوئی پرندہ یا پھینک دے اس کو ہوا دور کہیں ویرانے میں
اے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ

سَحِيْقٍ ۝۳۱ ذٰلِكَ وَمَنْ يُعِظْ مُشْعَارًا

غور میں رکھو اس کو۔ اور جو شخص تعظیم کرے اللہ کے نشانوں کے تو
پہنچتی ہے۔ بات ہے کہ اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے

اللَّهُ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿۳۳﴾ لَكُمْ

بے شک یہ تعلیم سبب بننے والی ہے۔ دلوں کے تقویٰ کی تمہارے لیے
تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ تمہارے لیے

فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ

ان شعاثر میں نفع طلال ہیں مقررہ مدت تک پھر اُس کا
چوپایوں میں فائدے ہیں ایک مقررہ معیار تک، پھر

مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿۳۴﴾

پہنچ جانا ہے دنیا کے پہلے پرانے گھر رکبہ معقلہ تک۔
ان کا پہنچنا ہے اُس آزاں گھر تک۔

تَعْلَقَاتِ اَعْمَالِ جج کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں اُن اَعْمَالِ صالحہ کے اندر خلوص و

بلہیت پیدا و ظاہر کرنے کا درس دیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں۔ تمہوں اور تمہوں کی
باطنی گندگی سے بچنے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں اس کے وبال اور مصیبت کا ذکر فرمایا
جا رہا ہے کہ تمہوں کی پرستش اور اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا گویا آسمان سے گر کر فنا و ہلاک ہونے
کے مشابہ ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی محترم چیزوں کی عزت و تعظیم کرنے اور
اُس کے خیر و بھلائی ہونے کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت میں ان دونوں باتوں کی وضاحت فرمائی
جا رہی ہے کہ حُزْمَةُ اللَّهِ شَعْرُ اللَّهِ ہے اور خیر یہ ہے کہ اُس دل کا تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔
حُفَاءَ اللَّهِ غَيْبِ مَشْرِ كَيْنَ بِهِ۔ وَمَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّكَ
تَفْسِيرِ نَحْوِي اَلسَّمَاءُ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِي بِهِ السَّيْرُ فِي مَكَانٍ سَجِيئٍ

ذَلِكَ حَنْفَاءُ اسم جمع مکسر اس کا واحد حنیف ہے خیال ہے کہ حنیف بروزن نعیل کی جمع دو طرح ہوتی ہے اگر صفت مشبہ کا اشتقاقی (اسم فاعلی) معنی مقصود ہو تو جمع مذکر سالم حنیفین یا حنیفون ہوگی لیکن اگر معنی وصفی یا علی مقصود ہوں تو جمع مکسر ہوتی ہے۔ مثلاً نئی کی بنیتیں بھی آتی ہے اور انبیاء بھی اس طرح غریب کی غریبین بھی غریباً وغیرہ بھی یعنی اگر غریب سے مراد غربت والا ہے تو جمع غریبین ہوگی اور اگر غریب سے مراد محتاج فقیر ہے تو جمع غریباً ہوگی۔ یہ اگلی عبارت حال ہے سابقہ اجتنبوا کا یعنی توں کی گزندگی پلیدی سے اور جھوٹے کفر یہ اقوال سے بچو اس حالت و شان کے ہو کر یہ صفت مشبہ ہے حنیف سے مشتق ہے ترجمہ ہے پاکیزہ ایک طرف ہو کر ہر چیز سے علیحدہ ہو کر اللہ جبار مجرور متعلق ہے حنفاء اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر موصوف ہوا۔ ایک قول میں یہ ذوالحال ہے اگلی عبارت حال ہے ایک قول میں علیحدہ جملہ حال ماقبل کا وَاللَّهُ اعْلَمُ غیر مضاف ہے بمعنی لانا فیہ مشترکین اسم فاعل جمع مذکر باب افعال سے ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ جبار مجرور اس کا متعلق ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی صفت ہے حنفاء کی یہ مرکب توصیفی حال ہے سابقہ اجتنبوا کے فاعل کا، واؤ سر جملہ من اسم موصول شرطیہ یشرک باب افعال مقارع معروف مثبت واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اشرک شرک سے مشتق ہے بمعنی شریک بنانا برابر کرنا، بمعنی یہاں مراد کفر کرنا باللہ یہ جبار مجرور متعلق ہے یشرک کا اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع من ہے اُس نے یشرک کو جزم دیا۔ اصل میں یشرک تھا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط حرف جزا کا نثر حرف مشبہ آخر میں ما کا قہ اس لیے یہ لغو ہو گیا یعنی عامل اسم و خبر نہ رہا اب صرف مشابہت کے لیے اس کا مشابہ لہٰ یشرک ہے۔ اور مشابہ بہ مابعد خبر کا جملہ ہے خبر باب ضرب کا ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب خبر مصاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی زور سے سنسناتے ہوئے گناہ ایک دم گناہ کہ سننے والے کا موقع نہ ملے یا ہوش نہ رہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے مرجع من ہے من السماء یہ جبار مجرور متعلق سے خبر کا۔ یہاں السماء سے مراد بلندی ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ بمعنی ثم یعنی پھر بلا تراخی ترجمہ ہے فوراً بعد خطف باب فتح یا یمح سے فعل مقارع واحد مؤنث غائب مثبت معروف خطف سے بنا ہے بمعنی ہوا میں سے گرتی چیز کو ایک لینا یا جھپٹنا، بھپٹا مارتا، ضمیر منصوب متصل کا مرجع من ہے الطیر اسم معرف باللام یعنی نکرہ مخصوص مراد ہے بڑا شکاری پرندہ یہ فاعل ہے خطف کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ حرف عطف اختیاری تھوڑی باب ضرب کا فعل مقارع مثبت معروف

واحد مؤنث غائب مھوئی سے مشتق ہے بمعنی نیز چلنا اچلانا۔ لازم بھی مستعمل ہے اور متعدی بھی یہاں متعدی غائب
 اردو میں ہوا کا نام یہیں سے لیا گیا ہے یہ ب جارہ متعدی کے لیے یہ جار مجرور متعلق ہے اتریخ اسم مفرد جامد اس کا
 جمع ہے ریح، یہ فاعل ہے مھوئی کافی ظرفیہ مکانیہ مکان اسم ظرف واحد مذکر اس کا مؤنث مکانہ (مؤنث فعلی)
 موصوف سبقتی۔ اسم صفت مشبہ اسم فاعل باب گرم سے برائے مبالغہ زیادتی شدت، سختی سے بمعنی دور ہوتا،
 مبالغے سے معنی ہوا بہت ہی دور، یہاں ظرفیت کا معنی ہے یعنی بہت دور جگہ، یہ صفت ہے مرکب توصیفی
 مجرور ہو کر متعلق دوم ہے مھوئی کا ایبہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے تحطف کے جملے پر وہ دونوں
 عطف مل کر معطوف ہے گا تھا کے جملے پر سب عطف مل کر جملہ ہے من یشرک کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ
 ہو گیا ذالک اسم اشارہ بیدری بحالت نصیب، کیونکہ مفعول پہ ہے پوشیدہ البصر و افعیل امر کا بمعنی یا درکھو
 یا غور کرو ان سالیقہ باتوں اور انجام کو یہ فعل با فاعل پوشیدہ اپنے اس ظاہر مفعول پہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو
 گیا۔ ایک قول یہ کہ ذالک بحالت رقبہ ہے کیونکہ خبر ہے پوشیدہ مبتدا کی واصل تھا۔ الا صر ذالک۔
 اعلیٰ حضرت نے ہی ترجمہ اختیار فرمایا۔ یعنی بات یہ ہے، اور ذالک کا تعلق مابعد سے قائم فرمایا ہے مگر جملہ
 ترکیب میں ذالک کا تعلق ماقبل کلام سے یعنی بات وہی ہے وہی ہوتی ہے جو من و شرک کے بارے
 میں ابھی پہلے گزری۔ وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَارُ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ لَكُمْ فِيهَا
 مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسْتَمْتِعٍ ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ واؤ سر جملہ من شرطیہ یُعْظَمْ
 باب تفعلیل کا مضارع معروف مثبت واحد مذکر غائب مصدر ہے تعظیم عظیم سے بنا ہے بمعنی بڑا
 سمجھنا احترام و عزت کرنا ان کے حکم و لوازمات کا خیال رکھنا یہاں ہر معنی مناسب ہے اس کا فاعل پوشیدہ
 ہے شعائر اسم جمع مکتسر منصرف اس کا واحد شعیرہ ہے بروزن فعیلہ باشعارۃ، شعیر کے معنی ہیں
 نشان شعارۃ کا معنی ہے معلومت حاصل کرنا نشان کے بارے میں علما کے آٹھ قول ہیں راشعائر سے
 مراد اللہ کا دین عبادت الہی ۱ ہر وہ جگہ جہاں جانا اور کچھ کرنا عبادت بنا دیا گیا ہو ۲ حج رہ مقامات
 حج ۳ ہر ذبیحہ اور اس کی تعظیم یہ ہے کہ قیمتی اور خوب صورت جانور ذبح کیا جائے ۴ حج کے ہینے
 ۵ سال بھر کی عبادتیں فرضی، یہ مضاف ہے اللہ مضاف الیہ یہ جار مجرور متعلق ہے یُعْظَمْ کا سب جملہ
 فعلیہ ہو کر شرط ہے ف جزایبہ ان حرف مشبہ حاضیر منصوب متقلل اسم ہے ان کا اس کا مرجع یُعْظَمْ
 حاصل مصدر جامد تعظیم من جارہ زائدہ بیانہ تقویٰ اسم حاصل مصدر جامد اس کا مادہ اشتقاق و قی
 یا تقو ہے۔ پہلا قول درست ہے باب افتعال میں اگر ہوا اوتقی، واؤ کو ت کیا اور ت کات میں
 ادغام ہوا اتقی اسم جامد بنانے کے لیے تقویۃ بروزن ثقلۃ کا مصدر بنایا تخفیف کے لیے آخر کی بار ثقلیہ

ت سے بدل گئی اور ت مصدر یہ خوف ہوئی۔ تقویٰ ہو گیا بمعنی حفاظت، پرہیزگاری مضاف ہے قلوب سے
 ملکر ہے قلب کی بمعنی دل مضاف الیہ ہے تقویٰ کا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ اسم
 فاعل مسبب یا واحد کا یعنی تعظیم کر کے پانے والا ہے دل کے تقویٰ کو یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر
 خبر اثنی عشر سب جملہ اسمیہ ہو کر جزا من تعظیم کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ لام حرف جر نفع کا چونکہ حرف
 جر کبھی ابتدا میں نہیں آتا اس لیے قرینہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی فعل یا حرف پوشیدہ ہے لکن جار مجرور
 متعلق اول ہے موجود پوشیدہ اسم مفعول کا فی حرف جر حاضیر کا مرجع شاعر ہے یا تعظیم یا حج کے
 ارکان یا شاعر کی ایک چیز یعنی قربانی اور درست یہی ہے کیونکہ اگلی عبارت اسی کی تائید کر رہی ہے
 یہ جار مجرور متعلق دوم منافع اسم جمع منتفی المجموع اس کا واحد ہے منفعة یہ نائب فاعل موجود پوشیدہ
 کا الی حرف جر انتہاء غایت کے لیے اجل اسم مفرد جامد بمعنی امت وقت موصوف ہے مسمیٰ باب تفصیل کا
 اسم مفعول واحد مذکر مؤنث سے مشتق بمعنی مقرر کیا ہوا وقت مدت۔ منافع سے مراد ہے حدی کے جانور سے
 نفع حاصل کرنا حدی سے پہلے یا ہر مجبوری جس کی تفصیل تفسیر عالماتہ میں کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ
 مسمیٰ صفت ہے اجل کی دونوں مجرور ہو کر متعلق سوم ہے اجل مسمیٰ معطوف علیہ ہے ثم عاطفہ محل اسم
 مصدر میں صل مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی موجود ہونا پہنچ جانا یہاں دوسرے معنی ہیں ہے کھامیر
 مرفوع متصل ہے علما، اور علما و نفعا مجرور متصل ہے کیونکہ یہ فاعل مضاف الیہ اس کا مرجع شاعر یا
 تعلیمات یا ہدی کا جانور الی البیت العنق یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے مصدر مضاف
 کا یہ مصدر اپنے فاعل مضاف الیہ اور متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہو کر معطوف ہے اجل پر دونوں عطف
 مجرور ہو کر متعلق سوم موجود پوشیدہ اپنے نائب فاعل اور تین متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالماتہ اَفْتَحْطَفَهُ الطَّيْرُ اَوْ تَحْوِيْ بِهٖ الرِّيحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔ ذَالِكَ

اے بندو، ہر دین باطل ہر چاہت دنیا ہر خواہش نفسانی سے علیحدہ ہو کر بس اپنے رب تعالیٰ کے ہو
 جاؤ، ہر عبادت کو ریاء، غرور اور فخر سے دور کر کے خالص کر لو، ہر گمراہی کے پچکر حق تعالیٰ کی راہ تعظیم
 کی طرف میلان قلبی سے گامزن ہو کر مومن بننا ہی حُفْطاً ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو
 شریک کرنے والے مشرکین نہ بنو۔ عبادت ریاضت، آس، امید، شفا، دوا، حاجت، عادت میں
 کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ سمجھو کیونکہ جو بد بخت بد عقل کسی کو رب تعالیٰ کا شریک کرتا بتانا سمجھتا
 ہے۔ اُس کی ایسی حالت دہلاکت ہوتی ہے گویا وہ آسمانِ بلند سے سخت۔ شر شر ہٹ یا مر مر آھٹ

یا پھڑ پھڑا ہٹ یا تھر تھرا ہٹ کے ساتھ گر پڑا، شر شر اہٹ کا معنی یہ کہ گرنے والا چھٹتا ہوا، گرے سر ہڑا ہٹ کا معنی تیز گرنے کی آواز، پھڑ پھڑا ہٹ کا معنی طوفانی ہواؤں کی آواز تھر تھرا ہٹ کا معنی اُلٹا پلٹتا ظاہریں کھاتا ہوا اس طرح گسے کہ کوئی ذرہ بھر روک یا سہارا کہیں نہ ملے، خنک کی یہ چار نوعتیں ہیں اور پھر گرتے ہوئے کوئی شکاری پرندہ اس کو راستے میں ہی بھیسٹ لے جو اس کو لوچ لوچ کر ٹکڑے کر کے کھائے اور یقینی ابدی فنا کے پیٹ میں بھرے، یا ایسی وسوسوں کی ہوا اس کو اڑا کر کسی خوف و ذلت کی گہری پتھر ملی گڑھے والی دلدلی زمین میں جا پھینکے۔ اس تشبیہی حملے میں سات چیزیں ذکر ہوئیں: ۱۔ اَخْسَرَ ۲۔ مِنَ السَّمَاءِ ۳۔ فَتَخَطَّفُہُ ۴۔ الطَّيْرُ ۵۔ اَوْ تَهْوِي بِہِ ۶۔ اِلَّا تَرِيحُ ۷۔ فِي مَكَانٍ سَجِيئٍ یعنی شرک کرنے والا گویا گر پڑا وہ گرنے کی چار صورتیں ہوتی ہیں: ۱۔ بہت زیادہ تیز پانی کو شر شر اہٹ کی طرح ۲۔ تھوڑے جاری پانی کی طرح تھر تھرا ہٹ کی آواز سے ۳۔ ہلکی چلتی ہوا کی سرسرحٹ والی آواز کی طرح ۴۔ تیز طوفانی ہوا کی آندھی جیسی پھڑ پھڑا ہٹ کی آواز سے ۵۔ خشر میں یہ سب معنی پائے جاتے ہیں اور خشر فرما کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ ایسا بے یار و مددگار ہو کر گسے کہ ذلیل و خوار ہو جائے کوئی بچانے، چھڑانے یا اٹھانے والا نہ ہو۔ دوم مِنَ السَّمَاءِ اس سے مراد اُس دینِ فطرت کی آویج بلندی ہے جو دین میں ہر انسان کو عالم ارواح سے ہی اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں قَالُوا بَلٰی کے اقرار سے ملی۔ اسی لیے۔ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُّوَدُّ کُلًّا عَلٰی فِطْرَتِهٖ ۱۰ کُلُّ نَفْسٍ نَّوْیۡۤہِۭۃٌۢ لِّرَبِّہَا ۱۱ اَلَا اِنَّ اَفْوَیۡۤہِۭۃًۢ لِّرَبِّہَا ۱۲ ہوتی یہ یُجَوِّدُ اٰتِہٖ وَیَنْصُرُ اٰتِہٖ وَیُجَسِّنُہٗ ۱۳ کا کفر شرک الحاد تو دنیا میں اگر ملتا ہے سوم فَتَخَطَّفُہُ سے مراد ورغلا نا، سوانا، پھسانا، سیٹھی زہریلی آوازوں سے دوست بتانا غفلت کی نیند سلانا، چہارم۔ اَلطَّيْرُ سے مراد برے ساتھی، بری محفلیں، صحبت بد، گمراہ کرنے والی کتابیں۔ پنجم۔ اَتَهْوٰی بِہِ ۱۴ خفیہ و سو سے نفسی و حیاتیات تَذٰذُنْذِبْ، تَذٰذُنْذِبْ کے شکوک و شبہات۔ بر عقیقگی کے پھیرے گمراہی کے۔ نظریات، ضد۔ تعصب کی ہوائیں غرور و بے دینی کی بلائیں ۱۵۔ اَنۡفَکَارِ دہریت، شتم، اَنۡزِیۡۤکُ سے مراد شیطاں نفس امارہ، ہنتم فِي مَكَانٍ سَجِيئٍ۔ اس سے مراد دنیا کی بے اطمینانی بے سکونی بے ثباتی، خوف و ڈر موت کی ذلت، قبر کا عذاب جہنم کی گہرائی، ضلالت کی کھائی۔ ہلاکت کی پتھرائی، اس تشبیہ سے مشرک و قسم کے ہوئے۔ پہلی قسم افکارِ فاسدہ تعصب لَاحِقَہٗ ۱۶ اے ایسے ضدی مشرکین کی توبہ کی کوئی امید نہیں ہوتی ان کا حال تَخَطَّفُہُ الطَّيْرُ ۱۷ ہوجانا ہے بری محبتیں ان کی عقل و شعور قوت فہم و فراست کے ٹکڑے کر کے اپنی خواہشات کے پوئلہج میں بھری پتی ہیں۔ اسی کو کہا جاتا ہے۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا

مُبلّس ہے۔ دوسری قسم کے شرک نصائی اندرونی خبیثہ و سوسوں، شیطان اُلجھنوں سے گمراہی کی گہرائی میں گرتے
 وائے۔ اس کی توبہ کی امید ہوتی ہے شاید یہ پنج جہائے پہلی قسم کا شرک مذہب، اس کے اعضاء ایمانی
 ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دھمیت کے غاروں، بُری محبتوں کے پیٹوں میں فضلات ابلیسی بن کر فنا کی خنداؤں میں
 بکھر گئے۔ بے عملی بے عقلی میں اُلجھ کر گئے، دوسری قسم کا شرک دین باطل کی دلدل میں مصمم ہوتا ہے، اوثابت
 ہر ایمان حق بلندی کا آسمان ہے اور ہر کفر پستی کی سیحی خبیثہ ہے، سیحی کا لغوی معنی ہے لہا ہوتا، حضرت
 اسحاق کا نام اسحاق اسی لیے رکھا گیا تھا کہ آپ بوقت ولادت عام مولود بچوں سے سے دگنا لمبے تھے،
 کجور کے سیدھے اور بے درخت کو نخل حوتہ کہتے ہیں۔ اے انسانو کان کھول کر ہوش سنبھال کر سُن
 لو کہ وہ انجم اُمّ ہے، لہذا خبردار ہو کر دنیا میں شرک سے پنج جاؤ۔ وَمَنْ يُعْطِمْ شَعْرًا مِنْ لَدُنْهِ نَحَا
 مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ لَكُمْ فِيهَا مَبَاقِعُ لَكُمْ اَجَلٌ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ

اور وہ خوش قسمت بندہ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے اپنے عمل، قول، اقرار یا بندی اور استغنا مت خوش سلبی اور اُحسن طریقے پر ادا
 کرے اس کا احترام کرے تو یہ شک تعظیم دین میں تقویٰ پیدا کر دیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزوں کو بڑا سمجھتی دل کی گہرائیوں کا تقویٰ شعائر اللہ ہر وہ چیز ہے
 جسکی تعظیم و عزت کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے شعائر جمع شرک کی اس کا لغوی ترجمہ ہے پہچان اور معرفت تو شعائر اللہ
 کا معنی ہوا کہ وہ چیز اور وہ شخصیات جن کو دیکھ کر رب تعالیٰ کی ذات صفات، قدرت کمال کی معرفت حاصل
 ہو، شعائر کا اصطلاحی معنی ہے محبوب اور پسندیدہ اور ضروری اشیاء و شخصیات، قرآن مجید اور متعدد
 احادیث مقدسات ہیں پانچ قسم کی چیزوں کو شعائر اللہ فرمایا گیا ہے۔ ۱۔ اعمال ۲۔ اوقات ۳۔ مقامات ۴۔
 شخصیات ۵۔ اور اشیاء و اعمال مثلاً نماز، روزہ ۲۔ حج زکوٰۃ، عمرہ و دیگر عبادات یادگار اوقات مثلاً
 ان عبادات کی شمسی ساعتیں قمری تاریخیں قمری مہینے، شمسی ایام۔ مقامات مثلاً کعبہ معظمہ، مکہ مکرمہ
 مدینہ منورہ، منیٰ دینا بھر کی مسجدیں، صفاروہ بیت المقدس، عرفات، چٹم زمزم مزدلفہ، مزارات اولیاء اللہ
 و صحابہ کرام، شخصیات، مثلاً، انبیاء علیہم السلام، صلحاء، علما، مجتہدین، اشیاء مثلاً قرآن مجید، حدیث پاک
 حج کی حدی، بندہ، اور ذبیح جانور۔ آیت زمزم کل نبتس ان تمام شعائر اللہ کی تعظیم واجب گاہ ہے نماز
 کی تعظیم یہ ہے کہ ہر طرح پاکیزہ ہو کر باطمینان خوش دلی سے مکمل و صحیح ادا کرنا، صیام کی تعظیم یہ کہ پابندی
 سے ادا کرنا مکروہات و منوعات سے بچنا ناخوش کلائی۔ بد لگائی سے بچنا۔ حج کی تعظیم یہ کہ خوفِ الہی
 کے ساتھ حاضری ارکان پوری ترتیب سے منوعات سے بچتا رہنا۔ اسی طرح عمرے کی۔ زکوٰۃ کی تعظیم
 یہ کہ پورے حساب سے ہر سال کے بعد مستحقین کو دینا، اوقات عبادت کی تعظیم یہ ہے کہ ہر منٹ کا
 خیال رکھ کر مستحبات و قنوں میں عبادت کرنا نہ پہلے جگہ بازی سے

نہ بعد میں غفلت سازی سے، کیسے کی تعظیم یہ ہے کہ طواف، نماز سجدہ رکوع ہر طرح پاکیزہ ہو کر اُس کی طرف کرنا، اُس کی طرف پیر نہ پھیلانا۔ حرم کی تعظیم یہ کہ ممنوعات سے بچو۔ نہ حیوانات کو ستاؤ نہ نباتات کو کھڑو مساجد کی تعظیم یہ ہے کہ ان کو پاکیزہ آباد اور مزین رکھو، خوشبو لاؤ بدلوسے بچاؤ۔ مسافروہ کی تعظیم یہ کہ ہادگار ہجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملتے ہوئے پاکیزہ ہو کر سعی کرو۔ پاکیزہ رکھو گندگی نہ پھیلاؤ وہاں رہائشی بستر نہ لگاؤ، مسجد نبوی اور بیت المقدس کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی زیارت کرو اور خوب عبادت کرو۔ آب زمزم کی تعظیم یہ ہے کہ کوئیں کی حفاظت کرو پانی کھڑے ہو کر پیو اُس سے گندگی صاف نہ کرو نہ استنجا نہ جنابت، خوب جی بھر کر پیو۔ اُس کے پاس جانا اس میں جھانکنا اور اُس وقت دعائیں مانگنا یہ سب اُس کی تعظیم ہے منیٰ کی تعظیم یہ ہے کہ وہاں حج کے واجبات ادا کرو کھیل تماشوں لغویات سے بچو۔ عرفات کی تعظیم، سارا دن، عبادت و دعاؤں، ذکر الہی نعت مصطفائی میں گزارنا، مزدلفہ کی تعظیم یہ ہے کہ مغرب کو عشا کے وقت پڑھو اور ساری رات ذکر الہی کرو صرف تہجد بنانے کے لیے تھوڑی دیر سونا، مشعر حرام کے پاس ذکر و تلاوت کرنا۔ مزارات کی تعظیم یہ ہے کہ وہاں جا کر تلاوت دعائیں و بیسے کی التجائیں، ایصالِ ثواب کی ادائیں اپنی بخشش کی فریادیں رب تعالیٰ سے کرنا و صلہ صاحب مزار کا پکڑنا، محرمات و ممنوعات شریعت سے بچنا۔ قبور کو بُت نہ بنانا، دھول قواری ہلکے سنگی سے پھینکا، سجدہ تعظیمی کو حرام سمجھنا یہ ہر شریعت میں حرام ہی رہا۔ انبیاء و کرام علیہم السلام کی تعظیم یہ ہے کہ خالق کا بندہ خلق کا آقا کہو انہیں، اور ان کے ہر قول کی اطاعت ہر فعل کی اتباع کرو۔ اس لیے کہ ان کی اطاعت متقی بناتی ہے اور ان کی اتباع محبوب اولیاء اللہ کی محبت، صلحا کی نقل، علما کی تقلید یہ ہی اُن کی تعظیم ہے۔ قرآن مجید کی تعظیم یہ کہ اس کو سمجھنا، اس کی تلاوت اُس کی تعظیم۔ اس کا مکمل قانون نافذ کرنا، عوام اپنے جسم پر خواص اپنے معاشرے پر حکومت اپنے ملک پر نافذ کرے۔ قرآن کریم کا قولی، عملی ادب کرنا، بلند جگہ سب کے اوپر رکھنا نہ اس طرف پاؤں کرنا نہ پیٹھ حدیث پاک کی تعظیم یہ ہے کہ اُس کو قرآن حکیم کی تفسیر سمجھنا۔ اُس کے سامنے اپنی عقلوں کو معدوم کر لینا۔ کیونکہ قرآن مجید محفوظ ہے اور حدیث پاک معصوم ہے اس کی طرف بھی پاؤں اور پیٹھ نہ کرنا۔ ادب سے ہر چیز کے اوپر رکھنا، کیونکہ کائنات میں قرآن مجید کے بعد حدیث پاک ہی کا درجہ ہے حدی کے جانبدار کی تعظیم یہ ہے کہ اُس کی دیکھ بھال حفاظت خوراک صحت عمر کا ہر طرح خیال رکھنا۔ بلا ضرورت اسی سے کوئی نفع نہ لینا، نہ ستاؤ نہ مارو، نہ بھگاؤ نہ تھکاؤ قیمتی اور خوب صورت خریدو، یہ تمام تعظیما ہر مسلمان پر واجب ان کی خلاف ورزی گستاخی جہم اور گستاخی بے دینی ہے اور ہر بے دینی گمراہی

نیست و نابود ہو جانا درستی کی کوئی اُمید نہیں ہوم۔ اُس کا کسی گہرے اندھیرے غار میں چلے جانا جس میں
 نہ جانے درست ہو جانے کی کچھ اُمید ہوتی ہے۔ بعض نے کہا یہ مسلمانوں کو مفرد و انفرادی تشبیہ سے بھایا
 جارہا ہے کہ ایمان آسمان بلندی ہے اگر کوئی مومن بن کر پھر مرتد ہو گیا کسی بھی قسم کے کفر میں شریک بن کر
 تو وہ گرنے آسمان عزت سے گر گیا۔ اب کسی مرتد کی حالت تَخَطُّفٌ کی فتا سے ہوگی اور کسی حالت تَخَوُّی
 فی مَکَانَ حَقِیقَتِ کی ذلت آمیز ہلاکت سے ہوگی یہ قول درست ہے فَتَخَطُّفٌ کی قرأت میں چار
 قول ۱۔ یہ باب فَتَحٌ کا مضارع معروف ہے یہی مشہور و مکتوب قرأت ہے ۲۔ تَخَطُّفٌ بغیر فاع
 تعقیبہ کے ہے ۳۔ فَتَخَطُّفٌ ہے باب تَفَعُّلٌ کا ماضی مطلق ۴۔ فَتَخَطُّفٌ ہے باب تَفَعُّلِ
 کا فعل مضارع مؤنث اس کے معنی ہیں دو قول ہیں ۱۔ بعض نے کہا خَطْفٌ کے معنی اُچک لینا پکڑ
 لینا ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے چیر بھاڑ کر ٹکڑے کر کے کھا لینا، لفظ اَو۔ عاطفہ میں دو قول
 ۱۔ یہ تجیری ہے یعنی کافر مشرک کی حالت یا یہ ہوگی یا یہ ہوگی۔ نہ دونوں حالتیں ختم ہو سکیں نہ دونوں جیسے
 اسی کو علم نحو میں مَانِعَةٌ اَلْخُلُوءِ اور مَانِعَةٌ اَلْجَمْعِ کہتے ہیں، یہاں مَانِعَةٌ اَلْخُلُوءِ بھی ہے مَانِعَةٌ
 اَلْجَمْعِ بھی ۲۔ بعض نے کہا یہ اَوْتُ ثَوْبٍ یعنی ہے اور مَانِعَةٌ اَلْخُلُوءِ ہے مَانِعَةٌ اَلْجَمْعِ نہیں یعنی تینوں
 حالتیں ختم نہیں۔ ہاں البتہ تینوں حالتیں ایک کافر میں جمع ہو سکتی ہیں اس طرح کہ پہلے وہ گھر
 پھر اُس کو راستے میں سے پرندے نے اُچک لیا پھر اس سے چھوٹ جائے اور کسی گہرے
 مکانِ سحیح میں گر پڑے پھر وہاں پرندہ نوچ پھاڑ کر کھائے۔ یا ایک ایک حالت ہو کہ یا یہ یا یہ
 مگر پہلا قول درست ہے اَلْتَرَجُّ کی قرأت میں دو قول ۱۔ یہ اَلْتَرَجُّ ہے جنسی واحد ۲۔ یہ
 اَلْتَرَجُّ یا ح ہے۔ پہلی قرأت مشہور و مکتوب ہے۔ مَکَانَ حَقِیقَتِ میں تین قول ہیں ۱۔ بعض نے
 کہا اس کا معنی ہے گہری جگہ۔ یعنی لغوی معنی ہے اسی کو اکثریت نے ترجیح دی ۲۔ بعض نے
 کہا اس کا معنی ہے پتھر بلی زمین ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنی دلدلی زمین ہے تمام معنی درست
 ہیں۔ کیونکہ کفر میں گہرائی بھی ہے اندھیرا بھی پتھر بھی دلدل بھی۔ کفریات بہت سے ہیں ذَالِکَ کے
 مشارالہ میں دو قول ہیں ۱۔ بعض نے کہا اس کا مشارالہ ماقبل جملہ۔ کَلَّا نَمَّا حَزَنًا اَوْ
 اور معنی یہ ہے کہ کافر و مرتد کا انجام وہی اُٹل ہے کہ یا تَخَطُّفٌ یا تَخَوُّی یہ اَلْتَوْنُجُ کا ہلاکت
 خیر گزنا ۲۔ بعض نے کہا اس کا مشارالہ لفظ اَمْرٌ اَشَدُّ پوشیدہ ہے۔ اصل عبارت اس طرح
 ہے وَ اَمْرٌ اَللّٰہِ ذَالِکَ۔ یَا ذَالِکَ اَمْرٌ اَللّٰہِ۔ وَمَنْ یُعْظِمْکَ مَنْ یُّبْغِیْہِ دو قول ہیں
 ۱۔ بعض نے کہا یہ مَنْ شَرَطِیہ ہے ترجمہ ہے اگر کوئی ۲۔ بعض نے کہا یہ موصولہ ہے ترجمہ ہے جو

کوئی، شَعَائِرُ اللّٰہ میں تین قول را بعض نے کہا اس سے مراد صدی کے جانور مبنہ ہیں ۲ بعض نے کہا اس سے مراد تمام وہ ذبیحے جو اللہ کے لیے ذبح کئے جائیں مثلاً حج کی صدی والے۔ اور عام قربانی والے، اور بچوں کے عقیقے والے اور منتوں کے صدقے والے جرائم حج کے کفار سے والے مراد ہیں) ۳ بعض نے کہا اس سے مراد حج و عمرے کے افعال مراد ہیں، بعض نے کہا اس سے مراد تمام شعائر ہیں یعنی عبادات اوقات، شخصیات، مقامات ذبیحات وغیرہ منقولہ غیر منقولہ تعظیم میں تین قول ہیں را بعض نے کہا اس سے مراد اللہ کے ذبیحے جانور کی تعظیم مراد ہے یعنی قیمتی و خوب صورت خیدنا محبت و پیار سے دیکھ بھال کرنا، ذاتی نفع بلا ضرورت نہ لینا، عقبت سے ذبح کر دینا ۲ بعض نے کہا اس سے مراد عبادات کی تعظیم ہے۔ یعنی صحیح اور پاکیزگی و پابندی خوشدلی سے ادا کرنا ۳ بعض نے کہا اس سے مراد مقامات و شخصیات کی تعظیم ہے۔ یعنی ان کا ادب احترام کرنا۔ یہ قول درست ہے کیونکہ جامع مانع ہے۔ مَنِ تَقْوٰی الْقُلُوْبَ کے سن میں تین قول را سن ابتداء غایت کے لیے ہے یعنی تعظیم سے ہی تقویٰ پیدا ہوتا ہے اصل تقویٰ دل سے ہے باقی تقوے اس کی فرع ہیں دل کا تقویٰ سب سے بڑا اگر یہ نہیں تو کوئی بھی تقویٰ نہیں ملتا عقل کا نہ جسم کا نہ اعضا کا، اور قلبی تقویٰ صرف تعظیم و ادب سے اگر تعظیم نہ ہو تو کسی عبادت سے کوئی تقویٰ نہیں ملتا ۲ بعض نے کہا یہ سن تغلبیہ ہے اور معنی ہے کہ تقویٰ ہو تو تعظیم ہوتی ہے جس شخص میں تقوے قلبی نہیں ہے وہ کسی شعائر اللہ کی تعظیم کر سکتا ہی نہیں ساری زندگی گستاخ و یے ادب ہی رہتا ہے اور تقوے قلبی رب تعالیٰ کی عطا ہے جو کسی کی خوش قسمت کو دیا جاتا ہے، تو پہلے قول میں تعظیم سے تقویٰ ملتا ہے اور دوسرے قول میں تقوے سے تعظیم کی توفیق ملتی ہے۔ پہلے میں تعظیم سبب ہے تقوے کا، تعظیم پہلے تقوے قلبی بعد میں دوسرے قول میں تقوے قلبی علت ہے تعظیم کی تقویٰ پہلے تعظیم بعد میں ۳ بعض نے کہا۔ یہ سن بعصیت کا ہے، یعنی تقویٰ قلبی کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے ایک تعظیم بھی ہے لہذا پہلے قول میں عادت تعظیم ملی آستانہ نیت سے سینہ بسینہ اچھی صحبتوں سے اور تقویٰ ملا تعظیم سے دوسرے قول میں تقویٰ ملا عطاء ربانی سے اور تعظیم کی توفیق ملی تقویٰ، تیسرے قول میں، تقویٰ درخت ہے تعظیم اس کا پھل کلمہ فیض کا صمبر میں من قول را بعض نے کہا اس کا مرجع شعائر اللہ یعنی تمام شعائر اللہ ہیں تمہا سے یہ منافع ہیں ۲ بعض نے کہا اس کا مرجع صدی و قربانی کے جانور ہیں ۳ بعض نے کہا اس سے مراد حج و عمرے ہیں، منافع میں دو قول را بعض نے کہا اس سے

ذبیحہ ذبیحہ مراد ہے۔ یعنی حج میں تجارت کے فائدے اور صدقہ کے جانوروں میں دودھ اور، سواری و حمل
 نسل اور گوشت کے منافع ۲ بعض نے کہا اس سے اُخروی منافع مراد ہے۔ یعنی حج، عمرے، قربانی کا ثواب
 اُجَل میں تین قول ۱۔ اس سے ابتدا اور انتہاء آیام حج مراد ہے ۲ بعض نے کہا اس سے حدی کے ذبیحہ
 کا وقت مراد ہے ۳ بعض نے کہا اس سے چھ مقامات تک پہنچنا مراد ہے پہلے خانہ کعبہ تک پھر مٹی پھر
 عرفہ پھر مزدلفہ پھر منحر و مذبحہ مٹی پھر واپس حدود حرم میں منی، میں تین قول ۱۔ بعض نے کہا اس سے مراد
 ذبیحہ جانوروں کا نام رکھنا ہے مثلاً حدی قربانی، بُدْنہ دَمِ کفَّارہ، عقیقہ، اور ان پر نشانات لگانا، یا
 ہار ڈالنا۔ ۲ بعض نے کہا اس سے مراد ذبیحوں کو مذبح خانے تک پہنچانا منی وغیرہ میں ۳ بعض نے
 کہا اس سے مراد موت کے بعد ثواب تک پہنچنا ہے مجلہ میں تین قول ۱۔ بعض نے کہا یہ اسم طرف ہے
 یعنی جگہ ۲ بعض نے کہا یہ مصدر بھی ہے یعنی واجب ہونا ۳ بعض نے کہا محل بھی مقصد۔ یعنی
 مقصد حج و منشاء ذبیحہ الی میں تین قول ۱۔ بعض نے کہا یہ انتہا کے لیے یعنی تک ۲ بعض نے
 کہا یہ سمتیت کے لیے ہے یعنی طرف ۳ بعض نے کہا یہ قرب کے لیے ہے یعنی پاس پہلے قول میں
 منی ہے بیت عتیق یعنی کعبے تک، دوسرے قول میں اُس کی طرف جانا، خواہ مسجد حرم ہو یا مٹی عرفات
 مزدلفہ تیسرے قول میں کعبے کے پاس یعنی حدود حرم بیت عتیق میں تین قول ۱۔ بعض نے کہا اس سے
 مراد کعبہ معظمہ ۲ بعض نے کہا اس سے مراد پورا حرم شریف تین، تین میل تک چاروں طرف کعبہ معظمہ
 سے ۳ بعض نے کہا اس سے مراد پورا علاقہ حج ہے۔ یعنی مکہ مکرمہ، منی عرفات مزدلفہ۔

ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ مومن کا تقویٰ دل میں ہوتا
 فائدے ۱۔ منافق کا تقویٰ نفس امارہ میں۔ تقویٰ کی چار قسمیں ہیں پہلا تقویٰ قلبی پھر
 تقویٰ اعضاء ظاہری کا پھر اعضاء باطنی کا پھر تقویٰ لسانی۔ تقویٰ قلبی اولیاء اللہ کا اس کی
 تین علامتیں ۱۔ خشیت جمال ۲ حبیبیت جلال ۳ خوف کمال، دوسرا تقویٰ عابدین زاہدین
 کا اس کی بھی تین علامتیں ۱۔ اطاعت اقوال ۲ اتباع افعال ۳ اجتناب ممنوعات تمیز
 تقویٰ عوام مومنین کا اس کی بھی تین نشانیاں ۱۔ عبادت میں غفلت ۲ ممنوعات میں بد پرہیزی
 ۳ اطاعت کے قریب اتباع سے دور چوتھا تقویٰ منافقین کا اس کی بھی تین نشانیاں ۱۔
 زبان پر خشیت ۲ دل میں بناوٹ ۳ عقل میں مکاری کہ دُیاب فی شیاپ لب یہ کلمہ دل
 میں گستاخی۔ پہلا تقویٰ، حقیقی، صادق، کامل، دوسرا، مجازی، صادق، کامل، تیسرا عارضی، صادق
 ناقص، چوتھا، ناقص، کاذب، فادع۔ یہ تقسیم فائدہ، تقویٰ القلب کی اضافہ خصوصیت سے

حاصل ہوا۔ ان میں سے تقویٰ قلبی سب سے بڑا اور اہم و مقبول بارگاہ سے مولیٰ تعالیٰ مجھے بھی نصیب ہو۔ دوسرا فائدہ کافر بھی جانوروں سے محبت کرتا ہے اور مشرک بھی مومن بھی مگر فرق یہ ہے کہ کافر کی محبت تغفل ہے مشرک کی محبت تعبد ہے لیکن مومن کی محبت تحفظ ہے تغفل یہ ہے کہ جانوروں کی محبت میں نہ حرام کی پرواہ رہے نہ پاکی پلیدی کی نہ دین کی نہ شریعت کی محبت میں دیوانہ ہو جاتا جیسے یہود و نصاریٰ کتوں کی محبت میں۔ تعبد یہ کہ جانور کو معبود سمجھ لینا جانور کی پوجا کرنے لگ جانا جیسے ہندو کی محبت گائے بدرجہا ہے سے سانپ، بجا رسا نڈھ سے لیکن مومن کی جانور سے محبت صرف یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور جاندار سمجھ کر اس کی دیکھ بھال تحفظ رحم دلی ہمدردی کرے۔ یہ فائدہ وَمَنْ يُعْظِمْ دَارَ الْخَيْرِ فرمانے سے حاصل ہوا کہ مسلمانوں کو ہڈی قربانی اور بدنہ کی تعظیم کا حکم ہوا مگر دیکھ بھال تحفظ کی حد تک اس کو بزرگ نہ سمجھ لو بلکہ برقت ضرورت اس سے ہر طرح کا نفع حاصل کرو اور بھراجل مستی آئے تو اپنے رب تعالیٰ کے نام پر اس کو ذبح کر ڈالو گوشت کھا لو، مشرکین کی طرح جانور سے دل نہ لگاؤ۔ اُشْرُبُوْهُ قُلُوْهُ بِحِمْلٍ اَنْجَلِ کی مثل نہ بن جاؤ۔ سواری بھی کر سکتے ہو چلانے کے لیے مار بھی سکتے ہو اس کی کوھان میں زخم کر کے نشان خون بھی لگا سکتے ہو۔ یہ تعظیم کے خلاف نہ ہو گا تیسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عبادت اس کے محبوب بندوں اور پسندیدہ چیزوں کی تعظیم و ادب ہے۔ جس کے پاس تعظیم اور ادب کی دولت ہے اس کو انعام بھی بڑا ملتا ہے تقویٰ قلبی بڑا انعام ہے۔ اسی سے ولایت اکمل اور محبوبیت اقرب نصیب ہو جاتی ہے، بے ادبی سے گستاخی جنم لیتی ہے اور گستاخی کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی تمام عبادتیں برباد ہو جاتی ہیں جیسے کہ ابلیس کی تمام عبادتیں مردود ہوئیں، مومن کو اطاعت سے تقویٰ بدنی ملتا ہے اتباع سے تقویٰ عقلی اور تعظیم شعار اللہ سے تقویٰ قلبی ملتا ہے۔ شعار اللہ صرف محبوب بندے اور ان کی نسبت والی یادگار چیزیں ہیں۔ جیسے صفا اور مروہ حضرت ہاجرہ کی یادگار اور بدنہ قربانی حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی یادگار یہ فائدہ فَاَنْهٰ مِنْ تَعْوٰی الْقُلُوْبِ کی ف جزائے سے حاصل ہوا۔ یعنی اگر مومن تعظیم شعار کرے گا تو اس کو تقویٰ قلبی کا انعام ہو گا۔

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ قربانی یا ہڈی

جانور خرید کر پھر بچنا منع ہے کیونکہ اسی بیت سے خریدنے ہی وہ شعار اللہ

marfat.com

بن جاتا ہے اور شحائر اشہ کو بیچنا نعیم شحائر اللہ کے خلاف ہے لہذا گناہ ہے شحائر اللہ ہونا مثل وقف ہے، جس طرح وقف شد کو تبدیل کرنا منع ہے اسی طرح تبدیلی شحائر اللہ بھی منع ہے۔
 حجتہ الوداع میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت ہی خوب صورت جانور بیعت صدی تین مودینار کی انتہائی بھاری قیمت سے خریدا۔ پھر کچھ سوچکر بارگاہ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے زیادہ جانور خرید کر صدی کر سکتا ہوں آقا و دو عالم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں اسی ایک کو ہی صدی کرتا پڑے گا
 یہ مسئلہ ائمہ اربعہ کے متفقہ مسلک میں۔ وَمَنْ يُعْطِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ كَفَرًا اَوْ اِيْسًا مندرجہ بالا حدیث پاک کے فرمان نبوت سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ صدی اور قربانی کے جانور میں پانچ چیزیں اور پانچوں کے حکم شریعت میں مختلف ہیں۔ خود جانور۔ اس کی زندگی و لے تمام منافع۔ ذبح کے بعد اس کی کھال۔ اس کے ساتھ خریدی ہوئی رسی یا زنجیر اور اٹکا کے لیے خریدا ہوا کوئی جل یا کھانے کا توڑا وغیرہ۔ اس کا گوشت اجماع کا شرعی حکم یہ ہے کہ خوبصورت اور قیمتی پوری شرعی عمر کا خرید و ایک دن بھی کم نہ ہو اور بی جانور۔ مجبوراً چھ ماہ کا موٹا تازہ اونچا سال برابر لگنے والا خریدنا جائز ہے بلا مجبوری جائز نہیں یعنی اگر سال کے ملتے ہوں تو چھ ماہ کا جائز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع میں سواونٹ ذبح فرمائے سب ہی بہت خوبصورت پانچ سالہ اور موٹے تھے ایک اونٹ کی ناک میں سونے کی موٹی بالی تھی اس کو بھی عکرم بن ابو جہل سے خریدا، اس کو ذبح کر کے سب کچھ صدقہ فرما دیا یہ بانی والا اونٹ ابو جہل کا ذاتی تھا اون ہال دودھ، نسل کا نفع بلا ضرورت خود استعمال نہ کرے بلکہ صدقہ کر دو۔ ضرورتاً جائز ہے۔ اونٹ یا گائے بیل بھینس مذکر مونث پر بلا ضرورت سواری نہ کرو ضرورتاً جائز ذبح کے بعد اس کی کھال رسی یا زنجیر جو اس کے ساتھ ہی آئی ہو بلا ضرورت استعمال نہ کرو بلکہ سب کچھ صدقہ غربا پر کرو ضرورتاً بعینہ وہی اشیا استعمال کرنی جائز لیکن ان اشیا کی قیمت ہر حال میں غربا پر صدقہ ہی کرنا پڑے گا نہ خود استعمال کر سکتا ہے نہ مسجد نہ کسی ادارے نہ قبرستان ہسپتال نہ مدارس پر اگر سخت ضرورت پڑ جائے تو غریب سے جیلہ شرعی کرنا پڑے گا۔ جیسے کہ زکوٰۃ اس کا پورا بادلائل بیان ہمارے فتاویٰ العطا یا میں دیکھئے۔ ہاں البتہ اس کا ہر طرح کھا بھی سکتا ہے کھلا بھی اور بانٹ بھی خیرات بھی، حضرت عبداللہ بن عمر کا یہی فتویٰ اور حکم ہے خود بھی قربانی و صدی کی کھال جل رسی وغیرہ غریب کو صدقہ فرما دیا کرتے تھے اعظم اعظم رحمہ اور امام مالک کا یہ مسلک وَمَنْ يُعْطِمْ

کی آیت اور مندرجہ بالا عبد اللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے مستنبط ہوا، تیسرا مسئلہ امام اعظم فرماتے ہیں کہ قربانی اور ہدی کے جانور سے بلا ضرورت نفع لینا جائز نہیں۔ مثلاً بغیثت قربانی یا ہدی جانور خریدا اور اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو وہ صدقہ کر دے ایسے ہی اس کا دودھ اون بھی صدقہ کر دے لیکن اگر قربانی واسے کو خود ضرورت ہے تو خود استعمال کرنا جائز ہے۔ پیچھے سے بچا ہوا دودھ خود بخدے لیکن بیچ کر پیسہ خود استعمال نہیں کر سکتا وہ پیسہ خیرات کر دے سواری بھی بلا ضرورت نہیں کر سکتا، ضرورت کر سکتا ہے لیکن ائمہ ثلاثہ، امام مالک، امام حنبل، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وقت ہر طرح نفع لینا سواری کرنا جائز ہے ضرورت بھی بلا ضرورت بھی یہ ائمہ اپنے قول پر دو بلیں پیش فرماتے ہیں دلیل یہی آیت وَ لَكُمْ مَنَافِعُ۔ یہ ارشاد مطلق ہے اور مطلق کی وجہ سے ہر قسم کا نفع ہر حالت میں لینا جائز ہوا ضرورت ہو یا نہ ہو۔ دوسری دلیل۔ حضرت جابر کی حدیث پاک۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَجَلًا يُسَوِّقُ بُدْنَةً جُهمًا فَقَالَ اذْكِبْ عَلَيْه. قَالَ هَذَا هَدْيٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ وَيْلَكَ اذْكِبْ عَلَيْه. ترجمہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ آقاؐ کاٹناٹا علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو ہدی کے بدنہ اوند کو بڑی مشقت سے کھینچتے ہوئے لے جا رہا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فرمایا اس پر سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ تو ہدی کا متبرک جانور ہے آپ نے جھڑکنے ہوئے فرمایا تیری خوابی، ہو اس پر سوار ہو جا اور سوار ہو کر چلاتا ہے جا تب وہ سوار ہو گیا۔ ائمہ ثلاثہ اس سے دلیل لیتے ہیں کہ مطلقاً نفع لینا جائز ہے۔ امام اعظم کی دلیل یہی آیت ہے، رب تعالیٰ نے یہاں آیت ۳۲ میں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم فرمایا اور تعظیم کی شان بتائی اور آگے آیت ۳۳ میں بدنہ کو شعائر اللہ میں شامل فرمایا جس سے بدنہ کی تعظیم ہر مومن پر لازم ہو گئی۔ جب بدنہ جانور کو ہدی یا قربانی کے لیے خریدا تو شعائر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی چیز بن گئی اور خریدار کی ملکیت ناقض ہو گئی۔ اب وہ اس کا نفع نہیں لے سکتا نہ بیچ کر قیمت کے منافع سے نہ کرائے پر دے کر نہ دودھ اون بچہ بیچ کر۔ اب تو اس کی تعظیم لازم ہے اور دنیوی نفع کمانا تعظیم کے خلاف ہے۔ امام فخر الدین رازی شافعی اور علامہ فیروز الدین قمی نیشاپوری نے اس حنفی دلیل کو کمزور بتایا ہے اور فرمایا کہ امام اعظم نے فرمایا کہ چونکہ بیچ نہیں سکتا کرائے پر نہیں دے سکتا لہذا ثابت ہوا کہ ملکیت قائم ہو گئی یہ بات درست نہیں کیونکہ بیچ نہ سکتا ملکیت کی نفی نہیں کرتا۔ دیکھو ائمہ وَلَئِنْ لَمْ تَرْضَیْ L

ملکیت قائم رہتی ہے اسی لیے مولیٰ اُم ولد سے ہر طرح کا نفع لے سکتا ہے ضرورت بھی بلا ضرورت بھی، اسی طرح حدی و قربانی کے بدلے میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام رازی اور علامہ قمی صاحب کی اپنی سوچ کمزور اور جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ اُم ولد پر قیاس تو حنفی دلیل کی قوت ہے اُم ولد، وہ لونڈی ہوتی تھی جو مولیٰ کی اولاد کو جنم دے، اس لیے کہ ام ولد کی ملکیت تادمہ بھی ختم ہو گئی اور بدلتہ کی بھی وہ اُم ولد بن کر یہ شعائر ائمہ اُم ولد یک سکے نہ میراث بن سکے بلکہ مولیٰ کے مرتے ہی خود بخود آزاد، ایسے ہی نہ بدلتہ یک سکے نہ کرائے پر دیا جا سکے، ائمہ ثلاثہ کی دونوں دہلیں بھی نہایت کمزور اور غلط ہیں، کیونکہ ائمہ ثلاثہ کا استدلال حدیث و آیت کو مطلق مانتے کی وجہ سے حالانکہ نہ یہ آیت مطلق ہے نہ وہ حدیث جائز آیت میں اِلٰی اَجَلٍ مُّسْتَسٰی کی قید ہے اور حدیث پاک میں جُھدا کی قید ہے۔ یعنی کَلَّمَدُ مَنَّا فَرِغَ مُسْتَسٰی تک ہے جب جانور کا مُسْتَسٰی حدی یا قربانی ہو گیا، اب نفع کی عام اجازت نہیں ہے مُسْتَسٰی کا معنی ہے ارکھ دیا گیا۔ جب تک تم نے جانور کو حدی کے لیے وقف نہ کیا تھا نہ قربانی کے لیے تو تم اپنے اس جانور سے ہر طرح نفع لے سکتے تھے۔ مگر حدی یا قربانی کی نیت کر لینے کے بعد اس جانور کا نام ہو گیا قربانی یا حدی رب تعالیٰ نے اس کو بتایا شعائر ائمہ اب اس کی تعظیم لازم عام نفع ممنوع اب تو صرف جُھدا ضرورت، مشقت نفع لے سکتے ہو۔ یہی حدیث پاک میں ہے کہ وہ شخص نہایت مشقت تھا ماندہ ہو کر لے جا رہا تھا اس لیے موار ہونے کا حکم نبوی ارشاد ہوا۔ ائمہ ثلاثہ نے۔ نہ آیت کی اِلٰی اَجَلٍ مُّسْتَسٰی پر غور فرمایا نہ حدیث مقدس کے جُھدا پر، یہ شیئ تفکر تو صرف امام اعظم کو ودیعت ہے۔ یہی حال دیگر منافع کا ہے کہ بلا ضرورت قربانی والے کو جائز نہیں بنر کَلَّمَدُ فِیْہَا مَنَافِعُ سے ائمہ ثلاثہ کا دلیل لینا بھی ظنی ہے کیونکہ فِیْہَا کی ضمیر کے مرجع میں کئی قول، کسی نے کہا اس کا مرجع شعائر ہونا اور منافع سے مراد اخروی نہ کہ دنیوی منافع۔ کسی نے کہا

اس کا مرجع تعظیم کرنا یعنی تعظیم نفع ہے اور تعظیم شعائر عبارتہ النص سے ثابت، امام اعظم کی دوسری دلیل سورۃ مائدہ کی آیت ۳ میں ارشاد ہے۔ لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ یعنی اللہ تعالیٰ کے شعائر کو اپنے لیے ہر طرح بلا ضرورت حلال نہ سمجھو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بلا ضرورت نفع لینا ناجائز ہے۔

اعترافات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ ابھی اس سے پہلے فرمایا گیا

تَوَجَّهُوا لِلَّهِ خَائِبُونَ مَنِ الْأَوْثَانِ اس میں ہر شرک سے بچنے کا حکم ہے تو پھر یہاں غَيْرُ مُشْرِكِينَ کیوں فرمایا گیا جواب: یہاں گوجہ سے غَيْرُ مُشْرِكِينَ فرمایا گیا پہلی وجہ یہ کہ وہاں ہر انسان مسلم غیر مسلم کو بتوں توڑوں کی گندگی سے بچایا جا رہا ہے تاکہ کوئی مسلمان کسی جاہل گمراہ کی باتوں میں آکر تصویروں کو جائز سمجھ کر گھروں کو مندر نہ بنائے۔ اور یہاں کفار کو پرستش سے روکا جا رہا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ وہاں بتوں کی پہچان کرائی جا رہی ہے یہاں خُضَّاءُ

کا تعارف کرایا جا رہا ہے تیسری وجہ وہاں اجتناب کا حکم ہے یہاں اعراف کا حکم ہے وہاں پر ہیڑ کا حکم ہے یہاں پر ہیڑ کا طریقہ بتایا گیا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَكَانَ نَسْأَہُ تَشْبِہُہُ بِلَہْدٰی پَر ہونے کی اگر یہاں عام کفار مراد ہیں تو تشبیہ درست نہیں مگر کیونکہ وہ تو پہلے ہی پستی میں گرے پڑے ہیں اور اگر مرتدین مراد ہیں تو معنی یہ ہوا کہ اگر کوئی مومن ایمان سے ہٹ کر مشرک بناتا تو گویا آسمان سے گرا لیکن کسی دوسرے کفر میں گیا تو گرنا نہ پایا گیا۔ اس کا کبائیل ہے اس تشبیہ کا کس سے تعلق ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب ایک یہ کہ مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر کوئی مومن کسی قسم کا مرتد ہوا تو گویا آسمان سے گر گیا چونکہ ہر کفر ہی شرک ہے اس لیے کفر کی اصلیت بتائی گئی۔ جواب دوم یہ کہ مراد عام کفار ہیں اور آسمان کی تشبیہ سے بلندی مراد نہیں بلکہ گرنے کی سختی مراد ہے یعنی جہاں سے گرا اتنا سخت گرا گویا آسمان سے گرا ہے۔ اور گر نیکی سختی کا اثر یہ ہوگا کہ یا تَخْطَفُہُ کی طرح فنا ہو جائے گا۔ یا تَحْوٰی کی طرح، قریب افنا ہو جائے گا۔ تیسرا اعتراض بُدَنَ جَانُورَ کُو شَعَائِرَ اللَّهِ کیوں بنایا گیا اور اس کی تعظیم کی اتنی شان کہ تقویٰ قلبی کا حصول ہو گیا۔ کسی اور عبادت کی یہ شان نہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب۔ اس کی چار وجہ پہلی یہ کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے اور پیاروں کی یادگار بھی پیاری۔ دوم یہ کہ اس میں اہل ایمان کے دینی اخروی سب فائدے یہ مجموعہ فوائد ہے۔ سوم یہ کہ اس سے کافر و مومن کے ذبیحوں میں فرق کیا گیا جس سے کفر و اسلام کا فرق معلوم ہوا۔ چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے کی شان اور اس کی نیکی کا مرتبہ سمجھایا گیا۔

تَفْسِیْرُ مَوْقِیَانِہُ اُحْضَاءُ لِلّٰہِ غَیْرُ مُشْرِکِیْنَ بِہٖ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَکَانَ خَازِمًا مِّنَ النَّارِ

فَتَحْفَظُهُ السُّبُّرُ أَوْ تَقْوَىٰ بِهِ الزَّيْجُ فِي مَكَانٍ سَجِيئٍ۔ اسے طالبانِ معرفت، اگر معرفت الہی چاہتے ہو تو ہر طرح فاسدہ و علم باطلہ سے ہٹ کر بری مخلوقوں و مخلوقوں سے بچ کر، ہر طرف سے منہ پھیر کر خلوتِ اسرار میں چلے آؤ۔ اگرچہ دیموی کمالیت ظاہری زینت چھوڑنی پڑے کیونکہ یہی مادیات انوارِ حقیقت کے لیے موائے پردے ہیں تلاشِ معرفت کے لیے غَیْرُ مُشْرِکِیْنَ یہ۔ مَا سِوَا اللّٰہِ سے نظریں اٹھ کر مَعْدَا سے توجہ کو ہٹا لو کسی بھی چیز کو خیال، تصور، فکر، تذکرہ، محفل کو اس کا شریک نہ بنانے والے ہی آسمانِ ولایت پر قدم پہنچاتے ہیں۔ لیکن جو کم عقل عرفاتِ کبریائی کے مرتف میں طلبِ صفات و اہل کے ساتھ طلبِ غیر کی طمع کو بھی شریک کر لیتا ہے اور میدانِ عقلی کا شریک باطنی کرتا ہے فَا نَحْنُ خَاسِرٌ۔ وہ گویا آسمانِ روحانی سے ذلتِ سفلیہ میں گر گیا۔ پھر یا اُس کو نفسانی درندہ چھاڑ کھانے والا پرندہ خواہشاتِ شیطانی کا شکاری اُس بد نصیب گرنے ہوئے کو اس طرح اُچک لیتا ہے کہ عقیدت کے بازو محبت کے قدم عشقِ ناقام کی قوتیں ٹکڑے کر کے بطنِ عدم اور فنا کے پیٹ میں سما جاتی ہیں، اور یا پھر شہوات کی ہوائیں اُڑا کر ہلاکت کی بے پرواہی و خفایت سے اندھیری کمائی کی مسکنِ سحیق میں پھینک دیتی ہے۔ ذَالِکَ، وہی بد بختی اُس کا مقدرِ اُزلی اور مُبرمِ ابدی ہے۔ وَمَنْ يَعْظُمُ شَعْرًا يُؤَاظِمُ اللّٰهَ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْغُلُوبِ لَكُمْ فِيهَا نَسَاءٌ مِّنْ أُمَّهَاتِكُمْ فَتَحِلَّ لَكُمْ مِمَّا بَيْنَكُمْ بِهِنَّ حُلَّةٌ وَأَلَيْتُمْ لَمْ تَحِلَّ لَكُمْ بِهِنَّ حُلَّةٌ۔ اَلَيْتُمْ لَمْ تَحِلَّ لَكُمْ بِهِنَّ حُلَّةٌ۔ شَائِقُ نَائِقُ حَقِيقَتِ لَا يُقِ عِبْدَتِ نَفْسِ مَطْمَئِنِّ تَوْبَةٍ تَوْفِيقِ سَعَادَتِ کے قدموں سے چل کر اسرار کو اختیار سے چھپا کر اُتارے بچا کر تعظیمِ حفاظت کر لیتا ہے اور اپنی عقل و شعور کو قربان گاہِ بارگاہِ کابدنہِ حُدی و قربانیِ ابدی بنا کر منی و عشق میں اہم ذات پر ذبح کر دیتا ہے۔ فَإِنَّهَا تَبِ اس کو تحصیلِ کمال، مخزنِ اعمال کا تقویٰ لازماً کا قلبی خزانہ مل جاتا ہے، اور وہ بندہ سناتِ نعماتِ عاداتِ ظلمانی سے خالی بد اخلاقی سے عاری کر دیا جاتا ہے خَالِصًا لِلّٰہِ ہو کر، اسے راہِ طلب میں آنے والوں لُکْمُ فِیْہَا، تمہارے لیے ان شعائرِ الہی نشاناتِ راہِ معرفت میں کلماتِ علیہ، افعالی عقلیہ اور اعمالی نورِ یہ اخلاقِ علیہ کے بے شمار منافع ہیں۔ عشقِ الہی محبتِ مصطفائی میں منزلِ فنا کی اُجَلِ مُسْمٰی تک، کیونکہ عارفین کی تنافی الذات ہی اُن کی بقائی کجیوۃ ہے۔ ثُمَّ مَحِلُّہَا، پھر قربان گاہِ خواہشات کا مقام نہرونیامِ عقرِ حرمِ سینہ تک کعبہِ دل کے مطابِ اسرارِ حیات و صفات کے احرام میں لبوس پہننا ہے۔ صوفیاء کو کرام فرماتے ہیں کہ تعظیمِ شعائر چار چیزیں ہیں رَا تَوَكَّلْ رَا تَقْوِیْ رَا تَسْلِمْ رَا تَصْرُوحْ، اسرارِ ولایت کے یہی شعائرِ اللہ ہیں، جب بندہ ان کو بُرا جانتے ہوئے ہر چیز سے زیادہ اہمیت ہر چیز پر زیادہ قریبیت دیتا ہے تو رب تعالیٰ اُس کے ظاہر کو فنونِ آداب سے مزین فرما دیتا ہے (بسمِ علیہ السلام کو ایک پھر ملا جس پر قدرتی تحریر میں چار سطریں

کہی تھیں۔ پہلی سطر میں تھا۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا خَاضِعٌ فَرِیْقٌ۔ اور دوسری میں لکھا تھا
 اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُیْ نَطُوْلُیْ لِمَنْ اٰمَنَ عَلَیْهِ وَاشْبَحَهُ۔ تیسری میں
 لکھا تھا اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ تَوَكَّلْ عَلَیْ فَنَجَّا۔ چوتھی سطر میں تھا۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ
 اِلَّا اَنَا۔ اَلْحَرَمُ فِیْ وَالْكَعْبَةُ بَیْتُ مَنْ دَخَلَهُ فَقَدْ اٰمَنَ مِنْ عَذَابِیْ۔ ترجمہ۔ ۱۔
 بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں اس لیے صرف میری ہی عبادت کرو تم انسان ۲۔ بے شک
 میں ہی اللہ ہوں کوئی معبود نہیں بجز میرے اور محمد میرے رسول ہیں پس مبارک ہے وہ شخص جو ان پر ایمان
 لائے اور ان کی اتباع کرے ۳۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں پوری کائنات میں کوئی معبود نہیں مگر میں ہی
 معبود ہوں جس نے مجھ پر عہد کیا تو وہ نجات پا گیا ۴۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں کہیں کوئی معبود نہیں
 سوائے میرے۔ تمام حرم میری عبادت و تعظیم کے لیے ہے اور کعبہ مغنہ میرا ہی گھر ہے، تو جو اس میں آگیا
 وہ میرے عذاب سے بچا گیا۔ حدیث مقدس میں ہے کہ ایک حج کے طفیل اللہ تعالیٰ تین بندوں کو جنت میں داخل
 فرمائے گا پہلا شخص اپنے حج کی وصیت کر کے فوت ہونے والا دوم وہ دار شد جو اس کی وصیت پوری کرتے
 ہوئے کسی شخص کو حج بدل پر بھیجے۔ تیسرا وہ شخص جو حج بدل کرنے کے لیے روانہ ہوا اور ہر طرح صحیح حج
 ادا کر کے لوٹا۔ زمانہ جاہلیت میں کفار کسی عورت کو حج نہ کرنے دیتے تھے نہ ماں بہن کو نہ بیوی بیٹی کو
 اس لیے اپنے آپ کو حنفاء کہتے بھتے تھے اور خوب شرک کرتے تھے یہ عورتوں پر زور چلانا ہی
 ان کی حقیقت تھی۔ یہاں اسی کی تردید فرمائی گئی۔ اور بتلایا گیا کہ خُفَّاع وہ لوگ ہیں جو شرک نہ کریں۔
 حدیث قدسی میں ہے کہ سب تعالٰیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کیر پائی میری چادر ہے۔ عظمت میرا لباس ہے۔
 جس نے ان میں سے کوئی چیز لینے کی کوشش کی اس کو پاش پاش کر دیا جائے گا۔ اور اس کا ٹکڑا
 ابدی ذلت کی جہنم ہے مشرک کی چار نشانہاں ۱۔ زمین پر اکڑ ۲۔ اکڑے ظلم ۳۔ ظلم میں بے دردی
 بے رحمی ۴۔ اہل اللہ کی گستاخی بے ادبی۔ حالانکہ انسان اکڑ کر کے نہ پہاڑ سے اونچا ہو سکتا ہے
 نہ ظلم کر کے زمین کو بھاڑ سکتا ہے۔ انسان کا اصل مقام تو پستی ہے، اپنی اصلیت پر پہنچا ہی بندے
 کی معرکہ ہے۔ انسان کی ابتدا گندے نطفے سے اس کی انتہا ایک بے بس لاش سے اور
 زندگی بھر گندگی کو اٹھائے پھرنے والا ہے ذرا سی تکلیف برداشت نہیں پختہ سے زیادہ محتاج
 پھر اکڑ کس بات پر۔

وَلِكُلِّ أُمَّتٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا

اور تمام امتوں کے لیے بنایا تھا ہم نے قربانی گاہ تاکہ تکبیر پڑھیں
اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ

اسمِ اللہ علیٰ ما رزقہم مِّنْ بَهِيمَةٍ

اللہ کے نام کی ان کے ذبح پر جو رزق دیا ہم نے ان کو بعض
اللہ کا نام لیں اُس کے دئے ہوئے بے زبان

الْأَنْعَامِ ۖ فَاِلهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ ۚ اَسْلِمُوا

جو پایہ حلال حیوانوں میں سے اس لیے کہ تمہارا معبود وہ معبود ہے جو واحد ہے نہ کسی کی شریک
جو پایوں پر۔ تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو

وَيُبَشِّرُ الْمُخْبِتِينَ ﴿۳۳﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ

تم اور اسے محبوب بشارت دیجئے۔ ان ہمہ وقت عبادت کرتے والوں کو جن کے سامنے جب اللہ
اور اسے محبوب خوش سنا دو ان تو اضع والوں کو۔ کہ جب

اللَّهُ وَجَلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى

اللہ کا ذکر کیا گیا تو رز گئے ان کے دل، اور جو صبر کرنے والے ہیں ان تکلیفوں پر
اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو افتاد پڑے

مَا أَصَابَهُمُ الْمَقِيْمِ الصَّلٰوةِ وَمِمَّا

جو پہنچی ان کو اور قائم رکھنے والے ہیں نماز کو اور اُس نے ہی
اُس کے سنے والے اور نماز پر پا رکھنے والے اور

رَزَقْنَاهُمْ يَنْفِقُونَ ﴿۳۵﴾

جو رزق دیا ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں۔

ہمارے دئے سے خرچ کرتے ہیں۔

تعلقات ان آیت کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیت میں مسلمانوں کے احکام و قواعد سمجھائے و بتائے گئے۔ اب ان آیت میں سابقہ گزشتہ مومن اُمّتوں کا ذکر کیا گیا کہ حج و قربانی عمومی کے شرعی احکام ان کے لیے بھی نافذ العمل تھے۔ دوسرا تعلق پہلی آیت میں قربانی عمومی اور صدقہ کی جانوروں کا ذکر فرمایا کہ ان سے ذبح کرنے کے پہلے فائدہ لے سکتے ہو۔ اب ان آیت میں ان کی قربانی کرنے کا طریقہ و ذکر سکھایا جا رہا ہے تیسرا تعلق پہلی آیت میں شعائر اللہ کی تعظیم کرنے والوں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں دیگر عبادات یعنی صبر اور نماز قائم کرنے والوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ گویا کہ پہلی آیت میں مہیات کا ذکر ہوا اب یہاں اسباب و علل کا تذکرہ ہے۔

تفسیر نحوی وَلِكُلِّ أُمَّتٍ جَعَلْنَا مَنْشَكًا لِّيَذْكُرُوا ۝۱۱ مَسْمَعًا لِّلَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقْنَاهُمْ مِمَّا كَسَبُوا ۚ بَهِيمَةً ۝۱۲ لِّتَعْلَمَ ۚ قَالُوا لَكُمُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۚ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۚ واؤسر جملہ بکلی اُمّت امت لفظاً واحد معنای جمع ہے یہاں معنی مراد ہے بمعنی اُمّتوں یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے جَعَلْنَا کا اور اس تقدم سے حصر کا فائدہ ہوا جَعَلْنَا باب فتح کا فعل ماضی مطلق جمع منکلم اس کا فاعل ضمیر صبیحہ کا مرجع رب تعالیٰ ہے منکما باب گرم کا اسم ظرف ہے واحد منکر اس کا جمع ہے مَنَابِكْ نَسْكَ سے مشتق ہے بمعنی لغوی قربانی کرنا اصطلاح میں قربانی کی جگہ ۲ قربانی کرنا ۳ ذبح کرنا خون بہانا ۴ عبادت کرنا مطلقاً ہر قسم کی ۵ حج کرنا ۶ عبادت خانہ ۷ حج کی جگہ ۸ مذہب دین ۹ یہ مختلف آٹھا قول ہیں لفظ منکما ایک قول میں مصدر بھی ہے۔ یہ مفعول یہ ہے لام گئے برائے تعلیل (وجہ) اس میں ان ناصب پوشیدہ ہوتا ہے یا یہ خود ان ناصب کی طرح مضارع کو نصب (زبر) دیتا ہے یَذْكُرُوا باب نصر کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب بحالت نصب ہے اس لیے آخر سے اعراب رفع کی نوں گر گئی دراصل یَذْكُرُونَ تھا اس کا فاعل ضمیر صبیحہ مرجع الثانی ہے اِنَّمِ اسم مضاف بمعنی نام مراد ہے ذبح کی تکبیر یہ مرکب اضافی مفعول یہ

ہے علی جائہ فوقیت کا اسم موصول اپنے معنی میں (برائے غیر ذوی العقول) رَزَقَ بِآبِ نَعْرِ کَامَنی مطلق
 واحد مذکر غائب مضمیر مفعول بہ اس لیے منصوب متصل ہے مرجع وہی اَذِنُ فِی النَّاسِ مِنْ تَبَعِیْنِہ
 بمعنی کچھ، ٹھوڑے، بعض، بَحِیۃ۔ اسم مفرد جنسی لفظاً واحد مؤنث ہے معنا جمع ہے۔ مضاف ہے اَلَا تَعْلَمُ
 اسم جمع مکثر منصرف بمعنی حلال چوپایہ حیوانات کے جانور یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے رَزَقَ کَا یہ سب
 جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ماکا دونوں مل کر معطوف علیہ ف عاطفہ بیسیہ برائے تعلیل یعنی مابعد علت ہے
 مَا قَبِلَ لِیَذْکُرُوْاۤہِکِی۔ اِلٰہُکُمْ۔ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے اِلٰہُ اسم نکرہ توصیفی موصوف ہے وَ اِحْدُ
 باب جمع سے اسم فاعل اسم عددی ہے اکائی کا خیال رہے کہ واحد کی چار قسمیں ہیں ۱۔ واحد حقیقی یہاں مراد یہ ہے
 کہ نہ اُس کے پہلے کوئی ہو نہ اُس کے بعد کوئی اس کا نہ کوئی عدد ہو نہ جنس نہ نوع ۲۔ واحد جنسی جو جنسیت میں
 اپنے اگلوں پچھلوں سے منفرد ہو ۳۔ واحد ذمی جو زوجیت (رضیمیت) میں اپنے اگلوں پچھلوں سے منفرد ہو
 ۴۔ واحد عددی جس سے پہلے کوئی نہ ہو سب اُس کے بعد ہوں، اللہ تعالیٰ اپنی شان میں واحد حقیقی
 ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شان و وجود میں واحد عددی ہیں وَ اِحْدُ صفت ہے یہ مرکب
 توصیفی خبر ہے مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ برائے ترتیب لہٰذا یہ جار مجرور متعلق
 مقدم ہوا اَسْلَمُوْاۤہِ بَابِ اَفْعَالِ کَا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر مصدر ہے اِسْلَامٌ بمعنی ماننا تسلیم کرنا،
 جُحُکَ جانا، دین اسلام قبول کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ، مرجع فی النَّاسِ کَا النَّاسِ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ
 اِنشائیہ ہو کر معطوف ہے فَا لِهٰکُمْ کے چلے پر یہ دونوں عطف مل کر معطوف ہے رَزَقَ کے

صلہ موصول پر سب مل کر مجرور ہے علی سے اور یہ جار مجرور متعلق ہے لِیَذْکُرُوْاۤہِ کَا۔ یہ سب مل کر
 جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے۔ جَعَلْنَا کِی جَعَلْنَا فَعْلًا فَا فاعل اپنے متعلق مقدم اور علت، مفعول بہ سب
 سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ بشر بَابِ تَفْعِیْلِ کَا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر اس کا مصدر
 ہے تَبَشِّرُ بمعنی خوش خبری سنانا، آئندہ زمانے میں ہونے والا کوئی اچھا خوش کن کام یا بات اس
 کو عربی میں بشارت اُر دو میں خوش خبری کہتے ہیں۔ بَشِّرْ یَا بَشِّرْ یَا بَشِّرْ سے مشتق ہے بمعنی ظاہری
 کھال کا کھل اُٹھنا، چونکہ اچھی خبر سے انسان کے ظاہری جسم پر خوشی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اسی لیے
 اس کو بشارت کہتے ہیں اس کا فاعل اَنْتَ پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع آقائے کائنات حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اَلْخَبَرِیۃِ بَابِ اَفْعَالِ کَا اسم فاعل جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِخْبَارٌ
 بہت ہی انہماک سے کوئی کام کرنا اس طرح سے کہ ادھر ادھر کا کوئی خوش و غم نہ رہے یعنی کھانے پینے
 تک کا خیال نہ آئے اسی کو اُر دو میں خبت یا خبط سوار ہونا کہتے ہیں۔ اس کا مادہ ہے خَبَتٌ اسلاً

ترجمہ ہے انتہائی عاجزی سیکتی خشوع خضوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اور ہر وقت ہر کام ہر حالت میں اسی کی عبادت کا خیال رہنا یعنی اس کی عبادت میں غمتی ہو جانا۔ نرم زمین کو ارض الخبت کہتے ہیں وہاں بھی زمین کی عاجزی ہی مراد ہے یہ موصوف ہے۔ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَا اَصَابَهُمْ وَالْمُتَّقِیْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُوْنَ۔ الَّذِیْنَ اِسْمُ مَوْصُولِ جمع مذکر۔ اِذَا ظرفیہ شرطیہ، اس کی مابعد عبارت ایک قول میں جملہ ہو کر ظرف مقدم ہے اگلی عبارت کا اور ایک قول میں یہ جملہ شرط ہے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ذُکِرَ اللّٰهُ۔ ذُکِرَ فعل مجہول ماضی اللہ اس کا نائب اصل فاعل معنوی ذہنی پیارے آقا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ یہ فعل بانائب فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے وَجِلَتْ بَابِ سَمْعٍ کا فعل ماضی مطلق واحد مؤنث غائب خیال ہے کہ قُلُوْبُ غیر ذوی العقول جمع مذکر اسم ظاہر ہے اس لیے اس کا عامل فعل واحد مؤنث غائب کا صیغہ آیا۔ وَجِلَ مثالِ وادی سے مشتق ہے بمعنی ایک دم ڈر جانا خوف زدہ ہو جانا، دیکھ جانا یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر مراد ہے قُلُوْبُ بَعْدُ یہ مرکب اضافی اس کا فاعل ہے یہ فعل محل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، ہوئی اِذَا ذُکِرَ کی یہ دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ الصّٰبِرِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر بَابِ قُرْبٍ سے ہے قُرْبٌ سے ہے مشتق ہے بمعنی برداشت کرنا جھیلنا، سہارنا، اپنے آپ کو روکے رکھنا ڈٹے رہنا، راز رکھنا، یہاں پہلے معنی میں ہے یعنی مصیبت برداشت کرنا اس کا مقابل ہے جزع فرزع بمعنی گھبرا کر شکوہ شکایت چیخ و پکار کرنا، اس کا فاعل ضمیر صبیغہ علی جارہ بمعنی ب سببِ ترجمہ ہے اس بنا پر ما اسم موصول اپنے اصلی معنی میں اَصَابَ بَابِ قُرْبٍ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صبیغہ جس کا مرجع ما ہے حَبِیْبٌ سے مشتق ہے بمعنی مصیبت تکلیف آنا پسینا ضم ضمیر مفعول پہ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلیہ ہوا موصول صلیہ مل کر مجرور متعلق ہے الصّٰبِرِیْنَ کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ الْمُتَّقِیْنَ بَابِ اِنْفَاعٍ کا اسم فاعل جمع مذکر اصل میں تھا الْمُتَّقِیْنَ مضاف ہونے کی وجہ سے نون جمع اعرابی گر گئی یہ مضاف ہے ایک فَرْثٌ میں الْمُتَّقِیْمُ الصَّلٰوةَ ہے واحد مذکر کے صیغے سے بحالت فتح ہے الصّٰبِرِیْنَ پر عطف تالیف ہونے کی وجہ سے اور وہ منصوب ہے الَّذِیْنَ پر عطف تابعی کی وجہ سے اور وہ منصوب ہے الْمُخْبِتِیْنَ کی تابع صفت کی وجہ سے الصَّلٰوةَ اسم معرف باللام مضاف الیہ ہے بمعنی نماز پانچ وقتہ پر مرکب اضافی معطوف علیہ۔ اس کی ترکیب اس طرح ہے کہ اسم فاعل مضاف ضمیر صبیغہ پوشیدہ ضم اس کا فاعل الصَّلٰوةَ مفعول مضاف الیہ واو عاطفہ رَمَّا۔ اصل میں یُنَّ ما ہے موصول یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے رَزَقْنَا بَابِ نَصَرٍ کا ماضی مطلق جمع

منکلم بافاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ حم ضمیر اس کا مفعول یہ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا ہوا، یُفْقَرُونَ باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب بافاعل پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ اس کا مصدر ہے اِنْفَاقُ بمعنی خرچ کرنا، خیرات کرنا۔ نَفَقْتُ سے بنا ہے ماقہ لازم ہے اور مصدر متعدی ہے۔ یہ مبتدا و خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے اَلْمُتَّقِينَ کے جملے پر وہ معطوف ہے اَلْغَائِبِیْنَ کے جملے پر وہ معطوف اَلَّذِیْنَ کے جملے پر سب عطف مل کر صفت ہے اَلْمُتَّقِیْنِ کی یہ مرکب توصیفی مفعول یہ ہے کثیر کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مُنْكَائِدُكُوْا اِسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا دَرَزَ قَهْرُ قَسٰی
تفسیر عالمانہ | بِهَيْبَةِ الْاَنْعَامِ فَا لِهٰكُمُ الرَّهْ وَ اَحَدٌ فَلَهُ اَسْلَمُوا وَلِكُلِّ الْمُتَّقِیْنَ

حج کے تمام ذبیحوں کے اجمالی ذکر کے بعد اب عام سالانہ قربانی کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور ہر امت کے لیے ابتداء آدمیت سے آج تک اور آج سے تا قیامت جتنے بھی اہل ایمان ہوئے یا ہوتے رہیں گے۔ مختلف زمانیات، شخصیات، مقامات اور ضروریات کے لیے ہر شریعت میں ایک منک اور قربانگاہ کا مذبح و منحر ہم نے مقرر اور واجب فرما دیا اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور کی قربانی اسے مسلمانوں صرف تم پر ہی واجب نہیں ہوئی یہ عبادت ہر شریعت میں ہر امت پر واجب کی گئی تاکہ ہر مومن اپنے علاقہ میں اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے ہیمہ جانوروں جو پالیوں کو اس کے ہی نام پر اُضحیہ کیا کریں۔ یہاں وَلِكُلِّ اُمَّةٍ کے الفاظ پہلے ارشاد فرماتے ہیں حصر کا اظہار ہوا یعنی کوئی بھی امت اس حکم قربانی سے علیحدہ نہ ہوئی اگرچہ قربانی کی تاریخیں اور طریقے ہر شریعت میں مختلف ہوتے رہے۔ دس ذی الحج کی تاریخ حضرت ابراہیم کے واقعہ ذبح اسماعیل علیہا السلام کے بعد سے منفر ہوئی آپ کی یادگار قائم کرنے کے لیے کہ حاجی لوگ منیٰ میں اور باقی مومنین اپنے اپنے علاقوں اور گھروں میں قربانی کریں۔ اس قربانی کا مقصد اصل یہ ہے کہ اُن حلال جو پالیا جانور کو صرف اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یعنی بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ذبح کیا کریں جو جانور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے عطا کئے عطا فرمائے۔ یہاں آیت میں چار چیزیں بیان فرمائی گئیں پہلی یہ کہ اللہ کے نام پر ذبح ہو۔ اس سے کافروں مشرکوں کے ذبیحوں کو حرام کیا گیا۔ اور اہل ایمان کا ذبیحہ ہی حلال رکھا گیا۔ دوم عَلٰی مَا دَرَزَ قَهْرُ اس میں حلال ملکیت کا ذکر کیا گیا۔ تاکہ مومن حرام ملکیت سے بچے جو ری، ڈکیتی یا حرام کمائی سے جانور حاصل نہ کرے۔ سوم بِهَيْبَةِ پیدائشی حلال جانور کا ہی ہمیشہ قربانی ہر شریعت ہر امت میں چلتی رہی۔ چہارم اَلْاَنْعَامُ یعنی چار پاؤں والے۔ خلاصہ

یہ قربانی میں چار حلیوں کا حکم ہے اور چار حُرمتوں سے بچایا گیا۔ ۱۔ حلال ملکیت سے حاصل کر کے ۲۔ حلال طریقے سے ۳۔ حلال جانور کو ۴۔ حلال چوپائے کی قربانی واجب ہے اور حرام ملکیت سے، حرام طریقہ ذبح سے۔ حرام جانور، حرام چوپائے کو ذبح کرنے سے بچو۔ یہ حلال کرنے اور حرام سے بچنے کا حکم اس لیے کہ۔ اَلْحُكْمُ لِلّٰہِ قَآحِدًا، تم انسانوں کا ہر زمانے کی ہر امت کا ایک ہی معبود ہے، کوئی شخص اُس کی ذات صفات قوت، قدرت ملکیت میں قطعاً ذرہ اس کا شریک نہیں۔ لہذا اسے لوگوں پر کلام ہر عبادت ہر عبادت میں اپنا سر عجز و نیاز خلوص و انکسار، رضا و خشیت سے اُس کی بارگاہِ جلال و جمال، قبر و قدس میں ہر وقت جھکائے رکھو۔ تسلیم خم کر دو۔ تاکہ دنیا سے بُت پرستی کی گندگی ختم ہو اور ہر علاقے کی محنت ملحق شہر، گاؤں میں اِسْمِ اَلہی بکیر کیریائی کی صدائیں بلند ہوں اللہ تعالیٰ کے جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ہی ذبح ہوں، اور اقوام عالم کو پتہ لگ جائے کہ مومن و کافر کے ذبح میں بھی فرق ہے۔ کافر کا ذبح بتوں کے نام پر اُس کا نام عبر، عتیرہ، بھینٹ، مومن کا ذبح خالق تعالیٰ کے نام پر اُس کا نام حَی، قربانی عقیقہ۔ کافر کا ذبح بھی شرک و کفر و حرام۔ مومن کا ذبح بھی عبادت، ریاضت و حلال۔ حرام کو مردار کہا جاتا ہے اور حلال کو ذبیحہ کہا جاتا ہے۔ ہر عبادت کی طرح ہر ذبیحے میں بھی، فرائض، واجبات، مستحبات اور سنتیں چنانچہ ذبح کے تین فرض ان میں ایک شرط ہے۔ یعنی بِسْمِ اللہ اللہ اکبر پڑھنا۔ اور دو رُکن و مَلقُوم اور تین رگوں میں سے دو رگوں کا کٹنا۔ حلقوم کی ایک جانب دو رگیں ہوتی ہیں جن کو دُجان کہتے ہیں یہ دونوں خون کی ہیں ان کا کٹنا ضروری ہے۔ دوسری جانب ایک رگ جس کو میری کہتے ہیں یہ سانس کی رگ ہے۔ رُکن سوم۔ سر کی جانب سے تقریباً ایک انچ نیچے سے گردن کاٹنا فرض ہے۔ اگر بائیں سر کے قریب گردن کاٹی جس طرح یہودی عیسائی کاٹتے ہیں تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔ کیونکہ اس طرح حلقوم نہ کٹے گا اور گھنڈی (نرخرہ کا کچھ حصہ بھی) سینے کی جانب ہوگا۔ گردن کی جانب نہ ہوگا یہی نشانی ہے حلقوم نہ کٹنے کی، اور ایک رگ و دُخ بھی نہ کٹی مری اور ایک و دُخ کٹ گئی۔ ذبح فرض رہ گیا، خون پورا نہ نکلا اس لیے ذبیحہ حرام۔ ذبح کے دو واجب پہلا یہ کہ بکیر زور سے پڑھی جائے کہ پاس کھڑا انسان سن لے، دوم یہ کہ گردن کا اکثر حصہ کاٹا جائے تاکہ حلقوم سے نیچے بھی کچھ کٹ جائے اور دل کا خون بھی نکل جائے تاکہ جلدی جان نکل جائے۔ بعض لوگوں کا ہاتھ ہلکا ہوتا ہے۔ اُن سے کم گردن کٹتی ہے اس لیے دل میں کچھ خون موجود رہتا ہے تو جان دیر سے نکلتی ہے۔ ذبح کی تین سنتیں پہلی یہ کہ ذبح سے پہلے جانور کو دانہ پانی دکھا دو تاکہ کچھ کھا پی لے۔ کھائے پیئے یا نہ کھائے پیئے قریب رکھنا سنت ہے، دوسری سخت یہ کہ اونٹ

کو کھڑا کر کے ایک پیر اٹھا کر گھٹنے تک موڑ کر اچھی طرح باندھ کر تین چھری والے نیزے سے گردن کی لمبائی کی جانب سے نحر کرنا۔ گائے بھینس کے چاروں پاؤں باندھ کر لٹا کر عقر کرنا یعنی چوڑائی میں گردن کاٹنا خیال رہے کہ نحر کرنا سنتِ قولی بھی ہے علیٰ ہی مگر گائے میں عقر صرف قولی سنت ہے اور بھینس میں قیاسی سنت ہے۔ اس لیے کہ نحر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی فرمایا حکم بھی دیا گائے کے عقر کا حکم اور تربیت فرمایا، بھینس کے ذبح کو فقہانے گائے پر قیاس کیا۔ باقی چھوٹے چوپائے بکری، دنبہ وغیرہ۔ پاؤں قابو کر کے عقر کرنا سنتِ قولی ہے بعض نے فرمایا علیٰ بھی ہے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری خود ذبح فرمائی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ذبح کے تین مستحب ہیں ۱۔ نحر اور عقر میں جانور کو اس طرح باندھا یا لٹایا جائے کہ اُس کا منہ قبلہ رخ ہو۔ ۲۔ تیز چھری کے ساتھ ایک دم تیزی اور قوت سے ذبح کیا جائے ۳۔ ذبح کرنے والا اپنا دایا گھٹنا جانور کے کندھے پر پسے کی کوٹ پر رکھے۔ یہاں بِحِیْمَةٍ اَلْاَنْعَامُ فرمانے سے واضح ہوا کہ اُنعام کی چار قسمیں ہیں ۱۔ بھیمہ یعنی حلال چوپائے ۲۔ رُکُوب یعنی سواری والے چوپائے ۳۔ جنگلی چرندے ۴۔ جنگلی درندے۔ ان میں سے گھربلو بھیمہ کو ہی صرف صدی، قربانی اور عقیقہ کا ذبحہ بنایا جاسکتا ہے۔ سواری والے گھربلو چوپائے مثلاً گھوڑا، گدھا، فخریہ حلال نہیں کیونکہ بھیمہ نہیں صرف اُنعام ہیں۔ لفظ بھیمہ کا لغوی معنی ہے بُدھو، بوقوف، بزدل بھیمہ جانور سات قسم کے ہیں۔ اُونٹ، گائے، بھینس، بکری، دنبہ، بھیڑ، مینڈھا۔ مذکر موت سورہ بلس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَمِنْهَا ذُوُ الْجُدِّ وَ مِنْهَا يَبْ كُؤُنٌ۔ ترجمہ، دنیا میں کچھ اُنعام صرف سواری کے لیے کچھ صرف کھانے کے لیے ہیں بلس آیت ۲۷ اس تقسیم قرآنی سے ثابت ہوا کہ سواری والوں کو کھانا ممنوع اور کھائے جانے والوں پر سواری ممنوع، کھانا ممنوع ہونا حرام ہوتا ہے اور سواری ممنوع ہونا مشکل ہوتا ہے، بھیمہ کو جب صدی یا قربانی یا عقیقہ بنایا گیا تو نام ہوا قرابین، جنگلی چوپایوں پر گھربلو چوپایوں کی مشابہت سے حکم لگایا جاتا ہے۔ مثلاً ہرن، بارہنگھا، نیل کنٹھ۔ یہ بکری کے مشابہ، نیل گائے کے مشابہ، ذرافہ اُونٹ کے مشابہ، زہبرہ، گدھے کے مشابہ، ہاتھی سواری و مال برداری میں گھوڑے و فخر کے مشابہ جنگلی بھینس ہر قسم کی بھینس کے مشابہ ان سب کا حکم شرعی یہ ہے کہ حلال کے مشابہ حلال ہیں اور حرام کے مشابہ حرام، جنگلی کے بقیہ چوپائے مثلاً، رچھ، لومڑی، گیدڑ، بھیڑیا، بندر شیر، چیتا یہ سب درندے ہیں اس لیے حرام، یہ جسمانی روحانی، قلبی، عقلی، غذا میں تو دنیا میں اہل ایمان کے لیے رب تعالیٰ کی نعمتیں ہیں وَ بَشَرًا مَّخْتَلِبًا۔ صیبِ کریم خوشخبری عطا فرما دیجئے اُن مقبول

بارگاہ کو جو اپنے رب تعالیٰ کے قرب میں مجتہد ہو گئے۔ ایسے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں مخلص، سجدوں میں عاجز۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں نرم دل، دنیا میں پرسکون، عبادت میں بے ریا۔ مشکلات میں صابر و راضی برضا اعمال میں باہمت اقوال میں بااخلاق، ایمان میں مجتہد و اے بارگاہ رسالت میں تعظیم و اے ہیں۔ اُن کی چار شاہیاں اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ۔ وَ الصّٰلٰتِ بِرِیْنٍ عَلٰی مَا اَصَابَهُمْ وَ الْمَقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃِ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ یہی وہ خوش نصیب لائق بشارت لوگ ہیں کہ جب بھی ان کے سامنے رب تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل جلال کبریائی کے رعب سے تھر تھرانے لگتے ہیں اور یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر آنے والی مصیبت تکلیف بیماری پریشانی، ناگہانی و بانگنی نرشی غریبی پر نہایت خندہ پیشانی سے صبر کرنے والے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو ہر حال میں بہت اچھے سچے اور صحیح طریقے سے شتوع خضوع عجز و خلوص کے ساتھ وقت کی پابندی سے ہر نماز قائم رکھنے والے ہیں۔ یہ لوگ سجدوں میں نمازوں کی زینت اذانوں کی رونق، تکبیروں کی صدا میں، گھروں میں تلاوتوں کی آوازیں۔ دُکُرا اللہ کی بہاری جاری رکھنے والے ہیں اور ہر قسم کی جانی مالی وقتی، بدنی جسمانی عقلی۔ قلبی عبادت کرنے والے۔ اور اُسی رزقِ حلال طیب مال سے خرچ خیرات صدقات کرنے والے ہیں جو ہم نے اُن کو دیا۔ کسی شیطانی رستے میں حرام مال نہیں لیتے۔ صرف حلال ذریعے سے ہی رزق حاصل کرتے ہیں۔ یہی رب تعالیٰ کا علیہ ہے۔ غرض کہ اِن مجتہدین پر اجابات کے چار اثر ہوتے ہیں ۱۔ وَجِلَتْ کی خشیت ۲۔ صبر کا تقویٰ ۳۔ شکر کی نمازوں کا قائم کرنا ۴۔ زکوٰۃ و خیرات و صدقات ختمات پر مداومت، عبادات کی استقامت اپنے رب تعالیٰ کی محبت میں کسی کی پرواہ نہیں کرنے نہ جان کی نہ مال کی نہ آل کی نہ اولاد کی نہ عزت کی نہ کاروبار کی نہ تجارت کی نہ اُمارت کی۔ لہٰذا اُن کے لیے ہی ثواب جزیل اور عطا و جلیل و خطاب جلیل کی بشارتیں ہیں مجتہدین وہ لوگ ہیں جو غرور کفر کو چھوڑ کر سرور ایمان پالیں۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں تَذَبُّبِ نفسی اور تَزَلُّزِ وحشی کی بے اطمینانی کو چھوڑ کر تصم قلبی کا اطمینان اختیار کریں اس طرح کہ رب تعالیٰ کے ہر ظاہری باطنی، تقدیری، تدبیری، تشریحی، تکوینی فیصلے پر خوش دلی سے راضی رہیں۔ کفار نے چھ کفر ایجاد کئے جس کی وجہ سے زمین پر فساد ہوا۔ اُن کے کفر کی غلاطت کو دھونے کے لیے اور کفریات کو توڑنے اور اصلاح زمین کے لیے ایمان والوں کو چھ عبادتیں دی گئیں۔ پہلی یہ کہ کفار نے بتوں کو سجدہ کیا مومنوں کو جامع عبادات نماز دی گئی ۲۔ کفار نے اللہ تعالیٰ کے رزق کو بتوں پر چڑھا دیا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو صدقہ خیرات زکوٰۃ، ختمات سے غربا پروردی کا حکم فرمایا، سوم کفار

نے بتوں کے لیے فاتحہ امرن بھرت، اور ترک دنیا کا سنبھال لیا اسلام نے مسلمانوں کو فرض نفلی صدقوں اور اعتکاف کا انعام دیا۔ چہارم۔ کفار نے بتوں کی یا ترا۔ گنگا کفر و شرک کے پیلے لگائے اور سفر کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حج عمرہ حاضری کعبہ زیارت روضہ اقدس کے سفر کو اُسے طوق وسیعی کی رونقیں سجائیں ذکر اللہ کی محفلیں سجوائیں۔ پنجم۔ کفار نے بتوں کے نام پر جانور بھینٹ چڑھائے ایمان والوں کو حدی و قربانی پر ذکر اللہ کا حکم دیا گیا، ششم۔ کفار نے عذرا اللہ کی تعظیم مسلمانوں کو شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم دیا گیا کفار کا ہر کام شرک باللہ مومن کا ہر کام عبادت اللہ۔ مال کا خرچ کرنا پانچ قسم کا ہے جن میں صرف ایک طریقہ حق ہے چار طریقے باطل ہیں۔ پہلا طریقہ حق اتفاق۔ یعنی حلال رزق ہو۔ حلال جگہ ہی خرچ کیا جائے اس کی آٹھ صورتیں ہیں ۱۔ اپنی ضروریات پر ۲۔ اپنی آل پر ۳۔ اپنی اولاد پر ۴۔ قرابت داروں کی صلہ رحمی پر ۵۔ محتاجوں، ۶۔ ۷۔ مساجد و مدارس پر ۸۔ عبادات و ضروریات دین پر مثلاً حج، عمرہ زیارات مزارات، قتال جہاد پر۔ دینی کتب کی خریداری پر ۹۔ صدقات جاریہ پر مفاد علمہ پر یہ سب اتفاق فی سبیل اللہ ہے قرآن مجید میں تقریباً چالیس جگہ اتفاق کا حکم اور اس کی تحسین و تعریف فرمائی گئی۔ خرچ کرنے کی دوسری قسم اسراف یعنی فضول خرچی ہے یعنی حلال رزق ناجائز جگہ فق و فجور لغویات لہویات بھیات بھیات، کھیل کود عیاشی تماشوں میلوں میں برباد کرنا سورۃ آل عمران کی آیت ۳۱ میں اس خرچ سے مسلمانوں کو منع فرمایا گیا یہ خرچ بھی باطل ہے ۲۔ تبدیہ۔ یہ ہے کہ حرام کمانا، حرام جگہ خرچ کرنا، سورۃ اُنسری کی آیت ۲۶ اور ۲۷ میں اس کا منع خرچ کرنے کو شیطانی کام اور شیطانی خرچ فرمایا گیا۔ خرچ کی تیسری قسم بخل ہے کہ نہ ضروریات پر پورا خرچ کرے نہ فی سبیل اللہ خرچ کرے نہ کرنے دے۔ اور اگر مجبوراً خرچ کرنا پڑ جائے تو رو، رو کر۔ بخل بھن کر چھوڑ کر ہی مر جائے سورۃ نساء کی آیت ۳۱ میں اس کی سخت برائی فرمائی گئی۔ پانچویں قسم، استسحاح یہ ہے کہ دولت کی لالچ، خرچ میں تنگ دلی، عیاشی میں فراخ دلی بہت سی آیتیں اس کی برائی فرمائی گئی۔ سورۃ نساء آیت ۱۲ سورۃ حشر آیت ۹ سورۃ تغابن آیت ۱۷ سورۃ احزاب آیت ۱۸ میں۔ اسی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا خلاصہ یہ کہ خرچ کی پانچ قسمیں ۱۔ اتفاق ۲۔ اسراف ۳۔ ابتذال ۴۔ استسحاح ۵۔ پہلا طریقہ مومن کا باقی طریقے کافرین و فاسقین کے۔

بَلْ أُمُتٌ فِي دُوقُولٍ وَابْعَثْنَا لَهَا رَسُولًا

سَابِقَةً مِّنَ الْأُمَمِينَ مَرَادُ هِيَ هِيَ قَوْلٌ دَرَسَتْ هِيَ

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال

۱۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے تمام مسلمان تاقیامت مراد ہیں یعنی ہر علاقے کے ہر گروہ ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے کہ اپنے اپنے شہر علاقے گھر میں قربانی کریں۔ اور اس طرح ان گراہوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف حج میں واجب ہے منسکا کی قربت میں تین قول ۱۔ یہ اسم ظرف زمانی ہے سین کے فتح سے منسکا بمعنی قربانی کا وقت ۲۔ یہ اسم ظرف مکانی منسکا ہے بمعنی قربانی کی جگہ ۳۔ مصدر میمنسکا ہے بمعنی قربانی کرنا۔ منسکا کے مقام میں دو قول ۱۔ بعض نے کہا اس سے مراد منی کا مذبح ہے۔ مگر یہ قول روش کلام کے خلاف ہے اس لیے غلط ہے ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد دنیا بھر کا ہر اسلامی علاقہ ہے۔ جہاں مسلمان قربانی کریں یہی قول درست ہے۔ فَالْحُكْمُ اور خَلَهُ اَصْلُهُمَا ک ف یں دو قول ہیں ۱۔ بعض نے کہا یہ ف تعلیلیہ ہے اور الْحُكْمُ وَاحِدٌ ہونا علت ہے جَعَلْنَا مَنْسَكًا کی اور آیت کا معنی ہے کہ ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربان گاہ بنادی اس لیے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے پس اسی کے نام پر قربانی کرو۔ ۲۔ بعض نے فرمایا کہ یہ ف ترتیب کی ہے اور آیت کا معنی اس طرح ہے کہ ہم نے ہر امت کے لیے ایک منسکا بنایا۔ پس اسی لیے سمجھ لو کہ تمہارا ایک ہی معبود ہے۔ ایک طرح کی سب کا قربانی کرنا دلیل ہے ایک معبود ہونے کی الْمُحْتَبَتَيْنِ کے معنی ہیں چھ قول ۱۔ اس کا معنی عاجزی والے ۲۔ اس کا معنی یہ حقوق اللہ میں نرم دل، حقوق العباد میں رحم دل ۳۔ اس کا معنی مطمئن دل والے ۴۔ اس کا معنی بے ریا مخلصین ۵۔ اس کا معنی ہے، کوشش ہمت محبت سے عبادت کرنے والے ۶۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی ہر تقدیر تدبیر حکیم و تشریع پر خوش اور راضی رہنے والے ۷۔ الْمُقِيْبِي الصَّلٰوةِ چار قول ۱۔ بعض نے کہا یہ لفظ مُقِيْبِي الصَّلٰوةِ ہے۔ مُقِيْبِي اسم فاعل جمع مذکر مضاف ف ہے۔ الصَّلٰوةِ مفعول مضاف الیہ در اصل تھا مُقِيْمِيْنَ۔ نون جمع اضافت کی وجہ سے گر گئی یہی قربت مشہور و مکتوب ہے ۲۔ بعض نے کہا یہ مُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةِ ہے ۳۔ بعض نے کہا یہ وَالْمُقِيْمِ الصَّلٰوةِ ہے۔ اسم فاعل واحد مذکر ۴۔ بعض نے کہا یہ وَالْمُقِيْبِي الصَّلٰوةِ ہے۔ صَلٰوةٌ پر زبر ہے اور مفعول یہ ہے مُنْفِقُوْنَ میں تین قول ۱۔ بعض نے کہا کہ مُنْفِقُوْنَ کا معنی ہے زکوٰۃ دیتے ہیں، کیونکہ ناز کے ساتھ ہمیشہ زکوٰۃ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ اور حکم بھی دونوں کا ایک ہے کہ دونوں فرض ہیں ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد یہ کہ ہر طرح خرچ و خیرات کرتے رہتے ہیں فرضی واجب نفلی کیونکہ مُنْفِقُوْنَ مطلق ہے یہی قول زیادہ مناسب ہے ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے حج و عمرے میں خرچ کرتے ہیں کیونکہ اس سے پہلی آیت میں حج و

و عمرے ہی کا ذکر ہے مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ حج و عمرے کا ذکر آیت ۲۲ میں بَيْتُ الْمُعْتَقِ پر ختم ہو گیا۔

فائدے | ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ: قربانی عبادت ہے جو اپنے طور طریقوں کے اعتبار سے تمام امتوں پر ایک جیسی فرض و لازم واجب رہی اور ہر مومن کو اپنے اپنے علاقوں میں قربانی کرنے کا حکم ملا۔ یعنی ہر مومن کا گھر قربان گاہ بننا رہا۔ ان آدم علیہ السلام تا اسلام ہر شریعت نے قربانی کا حکم دیا۔ ہاں البتہ ادائیگی میں دو فرق تھے ایک یہ کہ پہلی امتیں قربانی کو کھا نہیں سکتی تھیں۔ بس جانور پر چھری چلائی اور کسی اونچی پہاڑی پر جانور رکھوا دیا گیا مع کھال، ذریعہ مقبول کو آگ کھا جاتی اور نامقبول پڑی رہتی سڑتی گنتی رہتی جانوروں بھی نہ کھاتے۔ لیکن مسلمانوں کو گوشت کھانے کی اجازت ملی دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اسماعیل علیہ السلام کے واقعے کے بعد سے دس ذی الحج قربانی کا دن مقرر کیا گیا اور دو دن مزید سہولت کے لیے دس گئے لیکن اس سے پہلے ہر شریعت کا دن صرف ایک تھا اور اپنا اپنا علیحدہ اس کے علاوہ جانور اور ان کی عمریں، اور سال بعد ہونا پہلے بھی ایسا ہی تھا جیسا اسلام میں ہے یہ فائدہ دِلْکِ اُمَمِہ (الح) فرمانے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: مومن مسلمان کی ہر عبادت میں عقیدہ توحید کا تصور اور اظہار لازم ہے۔ بدنی عبادت ہو یا مالی تلبی ہو یا عقلی ہو یا غلی رسانی ہو یا اعضائی سفری ہو یا حضری۔ یہ فائدہ بِلَدْکُ وَاَسْمَ اللہ کے لَام تعلیلہ اور امر تاکید یہ اور صیغہ جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: جس طرح تمام فرضی، واجبی، نقلی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا مقصد ذکر الہی، توحید کبریائی کا چرچہ کرنا ہے۔ اسی طرح قربانی کا مقصد بھی سارے جہان کے ہر علاقہ میں ذِکْرُ اللہ، تکبیر و بسم اللہ کی دھو میں چمائی رونقیں بتانی ہیں۔ اسی لیے جس طرح تمام عبادتوں کا وقت اور طریقہ فرائض و اجبات مستحبات سنن کے ساتھ مقرر ہے اسی طرح قربانی کے لیے بھی یہ تمام چیزیں شریعت مقدسہ نے مقرر فرمائیں۔ وقت و طریقہ بھی، فرائض و واجبات بھی لہذا جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ کسی علاقہ سے خاص نہیں بلکہ دنیا بھر میں نماز روزہ، زکوٰۃ اذان و کلمہ جاری و جائز اسی طرح قربانی بھی دنیا بھر میں ہر مسلمان کے گھر ہونا جاری و جائز ہے۔ یہ فائدہ جَعَلْنَا مَنَسْکًا۔ میں اہم طرف زما فی فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن | ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ: امام اعظم نے فرمایا کہ گھوڑا، گدھا، خمر کا گوشت مسلمانوں کے لیے حرام ہے۔ یہ مسئلہ ہاں بَحْمِہِ الْاَنَامِ

را (۱) فرمانے سے اور مشکوٰۃ شریف ص ۳۶ بحوالہ ابو داؤد و النسائی شریف پر ہے۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ وَبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبَعَالِ وَالْحَمِيرِ۔ سے مستنبط ہوا، بھیمہ کی اضافت توصیفی سے انعام کی دوہیں ہو گئیں ایک ماکولی انعام ۲ رکوبی انعام۔ ماکولی جو پایہ حلال ہے رکوبی حرام سورۃ یس کی آیت ۲۴ نے بھی گھریلو چوپایہ کی یہی دوہیں فرمائیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھوڑے کا گوشت حلال مانتے ہیں مگر ان کا یہ مسلک آیت وحدیث کے استنباط کے خلاف ہے۔ دوسرا فائدہ جو مصیبتیں تکلیفیں اللہ کی طرف سے آئیں ان پر صبر کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے لیکن جو مصائب ظالم انسان یا موذی حیوان کی طرف سے آئیں ان میں صبر کرنا واجب نہیں بلکہ ہر طرح دفاع کرنا ضروری اور لازم ہے یہ مسئلہ وَالْمَصَارِبُ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا یعنی ان مصائب پر صبر کرنا مجتہدین کی نشانی ہے جو مَا أَصَابَهُمْ۔ یعنی خود بخود قدرتی ناگہانی آجائیں جیسے وبائی بیماریاں طوفانی، تھل مصائب وغیرہ تیسرا مسئلہ تمام عبادات خاص کر پنجوقتہ نماز یا ہندی وقت اور طریقہ شرعی کے مطابق نہایت سکون آرام اطمینان سے سفر و حضر میں فراموشی، واجبات، لواقل و سنن کو شوق و محبت الفت و ہمت کے ساتھ ادا کرنا ہی نماز قائم کرنا ہے اور یہی مجتہدین عاشقین کی ایک نشانی ہے یہ مسئلہ وَالْمُتَّقِينَ الصَّلَاةَ کی ترتیب بیانی سے مستنبط ہوا۔ بارگاہ الہی میں مجتہدین کا بہت درجہ و مرتبہ اور مقام ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو ذوق و شوق مجتہدین میں سے بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ قَالِ لَكُمْ اِلَهٌ وَاحِدٌ۔ لَفِظِ الْاِلٰہِ دوبار ارشاد ہوا۔ کیا ایک باری ہی، اس طرح کہنا کافی نہ تھا۔ قَالِ لَكُمْ اِلٰہٌ وَاحِدٌ۔ جواب: نہیں اس لیے کہ قَالِ لَكُمْ میں ذات باری تعالیٰ مراد ہے اور دوبارہ اِلٰہ کہنے میں صفت البیت و معبودیت مراد ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ پس تمہارا اللہ تعالیٰ ہی ایک معبود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی الہ نہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی صفت اِلٰہ کو واضح بیان کرنا مقصود ہے۔ اور اِلٰہُکُمْ میں۔ کم کی نسبت و اضافت یہ ہوا کہ اے مسلمانو جو تمہارا معبود ہے بس وہی پوری کائنات کا معبود ہے۔ اِلٰہٌ وَاحِدٌ میں صفت الوحیت ذکر ہوئی۔ اگر صرف اِلٰہُکُمْ وَاحِدٌ، فرمادیا جاتا تو صرف ذات کا بیان ہوتا، یعنی ذات الہ ایک ہے لیکن صفت الوحیت کی وحدت لا شریک کا بیان نہ ہوتا، دوبارہ تاکیداً بیان فرما کر

یہ بتایا گیا کہ تمہارا معبود صرف ذاتا ہی ایک نہیں بلکہ صفت الٰہیت اور حق معبودیت میں بھی یکتا ہے۔ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ هُوَ دُورِاٰ اَعْتَرَا ض، یہاں فرمایا گیا۔ وَ الْمُقِيْنِ الصَّلٰوةَ يَعْجَلُ بِهَا مَقْدَرُہ ترکیب نحوی کے اعتبار سے الْمُقِيْنِ اسم فاعل جمع مذکر مضاف ہے۔ الْمُقِيْنِ تھا اضافت کی وجہ سے نون اعرابی جمع آخر سے گر گیا اور الصَّلٰوة اس کا مفعول مضاف الیہ ہے یہاں سوال یہ ہے کہ قانون نحوی کے مطابق مضاف پر الف لام نہیں آسکتا تو پھر یہاں مضاف پر الف لام کیوں آگیا۔ وَ الْمُقِيْنِ الصَّلٰوةَ ہوتا چاہیے تھا بغیر الف لام کے غالباً اسی قانون نحوی کی وجہ سے بعض قراء حضرات نے اس کو وَ الْمُقِيْنِ الصَّلٰوةَ پڑھا ہے بغیر اضافت کے مگر وہ مشہور و مکتوبی قرئت نہیں ہے جواب۔ نحو کا یہ قانون کلی اسم جامد مضاف کے لیے ہے۔ کیونکہ اسم جامد مضاف میں صرف اضافت ہوتی لہذا نسبت سے تخصیص پالی گئی معرفہ بنا کر تخصیص کرنے کی ضرورت نہیں مگر اسم مشتق کے لیے یہ قانون نہیں ہے اس لیے کہ اسم مشتق مضاف میں دو چیزیں ایک اضافت دوم عاملیت، اس کا مضاف الیہ اس کا مفعول بھی ہے اس لیے یہاں دو طرح تخصیص بھی ہو سکتی ہے مگر نہیں ایک تخصیص اضافت سے دوسری الف لام سے نیز اہل عرب کے نزدیک مشتق مضاف پر الف لام کا آنا جائز و جاری و مشہور ہے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی نے اسی جگہ ایک شعر لکھا ہے۔

أَلْحَا فِظُوا عَوْرَةَ الْعَشِيرَةِ ۖ تَابَتْهُمْ مِنْ قَوْلِ الْكَافِرِ لُطْفٌ

دیکھو اَلْحَا فِظُوا اسم مشتق مضاف ہے اور اس پر اِلْف لام آگیا دراصل یہ اَلْحَا فِظُوا اسم فاعل جمع مذکر ہے نون اعرابی اِ اضافت کی وجہ سے گر گیا، اس کا مفعول مضاف الیہ عَوْرَةُ الْعَشِيرَةِ ہے ثابت ہوا عرب شعرا کے نزدیک مشتق مضاف پر الف لام آسکتا ہے تبسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اُن مجتہدین لوگوں کے دل ڈرنے پھرتھرانے کا پنے لگتے ہیں لیکن سورۃ رعد کی آیت ۲۸ میں ارشاد ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ خبردار۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دونوں کو چین سکون اطمینان ملتا ہے دل پر سکون و مطمئن ہو جاتے ہیں۔ وَ جِلَتْ میں کپکپاہٹ خوف و ڈر ہوتا ہے، اطمینان میں بے خوفی اور سکون ہوتا ہے یہ دونوں آپس میں متضاد و متضاد ہیں، تو ذکر اللہ سے یہ تضاد کیوں۔ جواب۔ اس دنیا میں دو قسم کے بندے ہیں۔ اچھے و برے اور اُن کی دو قسم کی ہی زندگی ہے۔ دنیا کی زندگی و دنیوی زندگی، اطمینان بھی دو قسم کا اور جِلَتْ

بھی دو قسم کا ایک دینی اطمینان ایک دنیوی اطمینان اور ایک دینی و جِلّٰہ اور ایک دنیوی و جِلّٰہ، دونوں آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے، دنیوی اطمینان تو کسی کو بھی میسر نہیں نہ اچھوں کو نہ بروں کو بلکہ جتنا جتنا دنیا میں زیادہ پھنسے بائیں اتنی ہی پریشانی بے اطمینانی بڑھتی ہی جاتی ہے اور اہل دنیا روز و شب در زرق و در بک یک اندر جس نے دنیوی زندگی میں سکون اطمینان لینا ہے تو یاد رکھو کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ بے چین اور پریشان دلوں کو چین و سکون صرف ذکر اللہ میں ہی ملے گا، اس آیت میں دینی دنیوی اطمینان کا ثبوت اور دنیوی و جِلّٰہ کی نفی فرمائی جا رہی ہے یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی خشیت رعب جلال اور سبب قرب کی وجہ کا ثبوت ہے نہ کہ دنیوی خوف کا یعنی مقربین و محبتیں بندے جب ذکر الہی کو سنتے ہیں یا کہتے ہیں تو خشیت کبریائی سے دل لرزتے ہیں آنسو بہتے ہیں، غرض کہ وہاں اور نوعیت کا بیان ہے یہاں دوسری نوعیت کا بیان۔

تفسیر صوفیانہ وَ بِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذِکُرُوا سَمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقْنٰهُمْ مِّنْ اٰیٰتٍ اَلَا تَعْلَمُوْنَ فَالْهٰکُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ اٰحِدٌ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ الْبَشَرِ الْمَخْبُتِیْنِ۔ بدن انسانی کی ہر قوت ایک علیحدہ اُمت ہے اور ہم نے ہر اُمت قویہ کے لیے اس کی قربان گاہ عبادت کا ایک منسک عمل بنا دیا تاکہ جسم انسانی کی ہر قوت ذکر و فکر اپنے اپنے منسک و منسک کے مطابق عبادت ذکر یہ فکر سرب، نبض محفہ میں مشغول اعمال ہو جائے اور مظاہرہ توجہ کی توجہ کمال سے رزق حلال پر ذکر اُم اللہ کی چھری چلا دے یہ نفس امارہ ہی بدن انسانی میں حیوان بھیہ ہے، اسے نفوس مطمئنہ والوسن لو کہ ہم سب کا معبود و مسجود ایک ہی الہ واحد ہے۔ پس عقل، شعور، ضمیر تمیز، قلب و قواد کی مساوی قوتوں کو اسی خالق تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں جھکا دور اسے مرشد لاہوتی محبوب جبروتی، تمام اعضاء جسمانیہ قواء بدنیہ کی قوت مسکینہ عجز و نیاز کو فیض الہی عطا و رحمانی برکت ایمانی رحمت عرفانی کے قابل ہونے کی خوشخبری سنا دے (ابن عربی) سالکین معرفت کی چار اُمتیں، صدیقی، فاروقی، عثمانی، جبروتی ہر قوت کے چار منسک، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، ہر منسک کے چار ہی منسک، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، بنا دئے گئے یہ سب معرفت الہی کی منزلیں ہیں ان طبقات مختلفہ کے راستوں پر ہر ایک ہی طلب مولیٰ کے لیے قربانی فکریات و نظریات و عقلیات پیش کرتا ہے مگر سب کا طریقہ اور راستہ جداگانہ ہے صالحین طریق معاملات میں طلب مولیٰ کر رہے ہیں عابدین طریق مجاہدات

میں مگن ہیں، تخلصیں طریق مشاہدات میں سرور ہیں، اور عاجزین مکاشفہ انوار میں محو ہیں ہر ایک کو حکم ربانی ہے کہ بھیمہ نفسانی پر قبر ذکر کی چھری چلا دو کیونکہ وہ ہی بغاوتِ انیہ کا وحشی ہوتا ہے۔ حالانکہ تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اسی کی جستجو میں مقاماتِ مہر و شکر کو عبور کر کے حصولِ کمالات کرو کہ یہی خلدہ اُسْلَمُوا کا حکم ربانی ہے۔ اسلام بمعنی اخلاص ہے اور اخلاص کا پہلا قدم آفتوں سے اعمال کو پاک و صاف کرنا ہے، دوسرا قدم کدورتوں سے اخلاق کو پاکیزہ رکھنا، تیسرا قدم ارتفاتِ غیر سے احوال بچانا چوتھا قدم انفاس کو اثرار سے دور کر لینا۔ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ اور بشارت ہو طالبین، تخلصین صلوٰۃ عالمین کا ملین کو سعادت بقاء انوار کی (روح البیان) الذین اذ ذکروا اللہ و حیلَت قُلُوبُہُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلٰی مَا اَصَابَهُمْ وَالْمُقْبِلِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ یہی ہیں اہل قدم کہ جب ذکرِ صافی لٹکایا جائے تو قُرب فیض سے ان کے دل کانپ جاتے ہیں اور قبولِ فیض میں سرشار و نشاط ہو جاتے ہیں، اور مخالفت و مجاہدات میں ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ نماز مشاہدات کو قائم رکھنے والے ہیں، اور یہی وہ خوش کردار بندے ہیں جن کو ہم نے کمال و فضائل کا رزق عطا فرمایا وہ اسی رزق کو راہِ فنا کی قربانیوں اور مقامِ بقا کی منزلِ عرفات حج میں خرچ کرتے ہیں اور طالبینِ سعادت کو عیلتے دیتے ہیں (ابن عزلی) سالکینِ طلب وہ عاشق ہیں جو خود چاہتے ہیں کہ مصائبِ محبوب میں گھر جائیں تاکہ قُربِ مطلوب نصیب رہے تکالیفِ تقدیری سے نکلنے کی کبھی تمنا نہیں کرتے وہ اُن تکالیف و مصائبِ دردِ آہ کو وسیلہ یاد سمجھتے ہیں۔ اس لیے آرام اور کشودگی و فراخی کی کبھی چاہت نہیں کرتے بلکہ اپنی خوشی سے اپنے آپ کو سپردِ بلا کر دیتے ہیں، مثل پروانہ اور بیل ویرانہ، اور یہی کہتے ہیں کہ

میرے مولیٰ تیرے پتھر بھی اچھتے : غبارِ راہ اور کانٹے بھی اچھے

تمنا قُرب میں عرض کرتے رہتے ہیں۔ اے آقا اگر لطف سے بُلّالے تو مزید مہربانی اور جو تو قہر سے صُدام سے تو قضاء آسمانی۔ آقا کے منہ پھیرنے سے آرزو و مایوس نہیں ہوتے۔ بے توجہی کے باوجود درِ آستانہ سے چٹے رہتے ہیں اور اپنے احوال کی پرواہ کئے بغیر اسرارِ محبت کی نماز میں مشغولیت و حفاظت کرنے والے ہیں، یہی وہ عاشقین ہیں جو نمازِ دائمی کی مناجاتِ ربانی میں مقیم ہیں نہ راحت کی تمنا نہ روح کی فکر بس آرزو یہی ہے کہ طالبِ بولتا رہے مطلوبِ سنتا رہے یہی تخلصیں ہیں جو صیامِ دہر و قیامِ لیل کی وجہ سے جنت میں نہ جائیں گے بلکہ صلاحِ صدر، زکاءِ قلب، سخاوتِ نفس، سلامتیِ عقل، انصافِ خلق کی وجہ سے رضائے خالق کی جنتِ قُرب میں

marfat.com

داخل کئے جائیں گے کیونکہ یہ لوگ مال و جود سے خدمت مولیٰ کرنے والے ہیں، یہی عادت دنیا کی عبادت اور عقبیٰ کی سعادت ہے، مجتہدین وہ ہیں کہ جب رب تعالیٰ نے عالم ازل حادث میں، بندوں پر حکومت کی قوت اور سخریت کی نعمت تقسیم فرمائی تو کچھ بندوں نے عرض کیا یا مولیٰ ہمیں سخریت کی نعمت نہیں خدمت کی سعادت عطا فرما۔ عالمین چاہتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ سَخِّرْ لَنَا اِلَّا شَيْءًا اے اللہ ہمارے لیے چیزیں مسخر اور نرم فرما دے مگر عارفین چاہتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ كُنْ لَنَا۔ اے مولیٰ تو خود ہمارا ہو جا، کیونکہ وہ اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ رب راضی تو سب راضی ہے۔

تو ہم گردن از حکم داؤر پیچے کہ گردن نہ بیچید ز حکم تو پیچ (سعدی)

اے بندے تو رب تعالیٰ کے حکم سے گردن مست پھیر، تو کوئی چیز تیرے حکم سے گردن نہیں پھیرے گا۔ اَللّٰهُمَّ سَخِّرْ لِيْ اَشْيَاءَ كِي دَعَا نہ کر بلکہ خود اُس کے آستانے پر مسخر ہو جا۔ ایں عالم ناموت میں تین قسم کی چیزیں تین قسم کے بندوں کو ملتی ہیں پہلی چیز عزت یہ بندہ رحمن کو دی گئی، دوسری چیز تکبر یہ بندہ شیطاں کو ملی۔ تیسری چیز غرور یہ بندہ نفسانی کو ملی، عزت والے مجتہدین ہیں، تکبر والے مفہدین ہیں اور غرور والے مفہدین یعنی بے وقوف ہیں، کوئی مومن خود کو ذلیل نہ سمجھے، عزت دائمی یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو پہچانے، احترام آدمیت یہ ہے کہ اُسے دنیا کے عارضی مفاد کے لیے استعمال نہ کرے، تکبر یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ سے ناواقف رہے، غرور یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اپنے مقام اصلہ حقیقیہ سے بالآخر کرے، اچھے بندے کی نشانی یہ ہے کہ ہر عمر میں جہاں بھی جس حال میں بھی، موصولات جلوت میں اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتا رہے، بُرے بندے کی نشانی یہ ہے کہ اُس کی بدکامی بد لگامی کے ڈر سے لوگ دور ہو جائیں اچھا وہ ہے جو ہا وجود قوت انتقام کے برائی کا بدلہ نہ لے اور حسن سلوک سے دے، خوش اخلاقی مومن کا زبور ہے مگر مودی کو معاف کرنا مخلوق اپنی پر ظلم کرتا ہے، ہر نیکی دنیا میں ایک برائی کو مٹاتی ہے جس طرح ایک روشنی ایک اندھیرے کو مٹاتی ہے، جس بندے کو نرم دلی کی نعمت ملی اُس کو بھلائی ملی جسے نرم دلی یعنی رقت قلبی نہ ملی وہ دنیوی اُخروی بھلائی سے محروم رہا۔ اگر بندے کو رب تعالیٰ کی نعمتیں ملیں تو ایثار کرے اور اگر نہ ملے تو نہ شکوہ کرے نہ حسد نہ شک۔ بلکہ محروم بہر اور موجود پر شکوہ کرے کسی چیز کو اپنی ملکیت نہ سمجھو کیونکہ اس سے حقاری کا غرور پیدا ہوتا ہے (از صدیق اکبر)

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

اور موٹے تازے اونٹ ہی ہیں کہ بنایا ہم نے جن کو تمہارے لیے اللہ کے نشانات ۵
اور قربانی کے ڈبلدار جانور (اونٹ اور گائے) ہم نے تمہارے لیے اللہ کے نشانیوں

لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا

تمہارے لیے ان میں خیر ہی خیر ہے تو پڑھو تم اللہ کا نام اس پر
سے کئے تمہارے لیے اُن میں بھلائی ہے تو اُن پر اللہ کا نام لو

صَوَافٍ ۚ فَإِذَا وُجِبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا

پاؤں بندھے حالت میں پھر جب بے جان ہو کر گر جائیں ان کی کروٹیں تو خود بھی کھاؤ
ایک پاؤں بندھے تین پاؤں سے کھڑے پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ

مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِئَ وَالْمُعْتَرِ ۚ كَذَلِكَ

اُس سے اور کھانا دو مانگنے والوں محتاجوں کو اور گداگروں کو ۔ اور
اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ ہم نے یہی ان کو تمہارے

سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۳۶﴾

قابو میں دیدیا ہے ہم نے ان کو تمہارے تاکہ تم شکر کرو ۔
بس میں دیدیا کہ تم احسان مانو ۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا

نہیں پہنچیں گے اللہ کو ان کے گوشت نہ ان کے خون،
نہیں پہنچیں گے نہ ان کے گوشت نہ ان کے خون

وَلٰكِنْ يَنْتَهِ السَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ

اور لیکن پہنچتی ہے اُس کی بارگاہ میں نیک نیتی تمہاری طرف سے۔ اسی طرح

ہاں تمہاری پرہیزگاری اُس تک باریاب ہوتی ہے۔ جو نہی ان کو تمہارے

سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هٰدٰكُمْ ط

قابو میں کر دیا ان کو تمہارے تاکہ تکبر پڑھو تم اللہ کی اس طریقے پر جو ہدایت دی اُس نے تم کو

بس میں کر دیا کہ تم اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی

وَيُبَشِّرُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَدۡ اِقۡرَعُ عَنِ

اور بشارت دیجئے نیکوں کو کہ بے شک اللہ دفاع فرماتا ہے

اور اسے محبوب خوشخبری سناؤ نیکی والوں کو۔ بے شک اللہ بلائیں مٹاتا ہے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

اُن لوگوں کا جو مومن بن گئے بے شک اللہ پسند نہیں فرماتا ہر قسم کے

مسلمانوں کی۔ بے شک اللہ دوست نہیں رکھتا ہر بڑے

خَوٰۤاِۢنٍ كَفُوۡرٍ ۚ ﴿۳۸﴾ ع

خائن اور ناشکرے کو

دغا باز ناشکرے کو

ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں قربانی
تعلقات اُس کے چھوٹے جانوروں کا ذکر ہوا جو دنیا کے ہر خطے علاقے میں پائے جاتے
ہیں۔ اب ان آیت میں قربانی کے اُس بڑے چوپائے کا ذکر فرمایا گیا جو زیادہ تر عرب میں

marfat.com

Marfat.com

بایا جانا ہے دوسرا تعلق، گزشتہ آیت میں شہداء اللہ اور ان کی تعظیم کرنے کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیت میں اونٹ کے شہداء اللہ میں سے ہونے کا ذکر ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ اس میں بھی تمہارے لیے خیر ہے۔ تیسرا تعلق، پچھلی آیت میں چھوٹے چوپایوں کو قربانی میں ذبح کرنے کا ذکر اور شدہ طریقہ بیان فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ بیان فرمایا جا رہا ہے۔

شان نزول زمانہ جاہلیت میں کفار اپنی قربانیوں کے خون کعبہ معظمہ کی دیواروں سے ملتے تھے اور یہ عقیدے بناتے تھے کہ اس طرح کرنے سے اللہ کی بارگاہ میں ہماری یہ قربانی پہنچ جائیگی۔ فتح مکہ کے بعد بعض ناسمجھ مسلمانوں نے بھی اس کی اجازت مانگی تب یہ آیت نازل ہوئی ۳۷ تا ۳۹ اور اس طرح گندگی پھیلانے سے منع فرمایا گیا۔

تفسیر نحوی وَالْبُذُنَ جَعَلْنَا هَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُوا شِمْلَهُمْ وَلَا تَمْلُوا عَلَيْهَا صَوَافَّ - فَاذَا وَجِبَتْ جُنُوحُكُمْ عَلَيْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ النَّبِيِّ إِذَا يَدْعُوَكُمْ إِلَى الْمَضَاجِعِ فَأَطِيعُوا وَأُولَئِكَ جُمْلَةُ الْإِبْدُنِ اِسْمُ مَعْرُوفٍ بِاللَّامِ حَرْفِي عِبْدِ غَارِبِي بُذُنُ جمع مکثر ہے بُذْنَةُ کی موٹے جسم والے اونٹ کو کہا جاتا ہے مذکر مونث دونوں کے لیے مستعمل ہے یہ سفر کے لیے زیادہ استعمال نہیں کئے جاتے زیادہ تر گوشت اور دودھ کے لیے ہوتے ہیں، ایک قول میں اس میں موٹی گائے بھینس بھی شامل مگر بعض نے کہا یہ درست نہیں اسی آیت میں لفظ صَوَافَّ سے اس قول کی تردید ہو رہی ہے یہ مفسر ہے تاکید کے لیے ایک قول میں یہ مفعول مقدم ہو کر مفسر ہے اور تقدم سے تاکید و اہمیت مقصود ہے ایک قول میں یہ پرشیدہ فعل جَعَلْنَا کا مفعول بہ ہے دراصل تھا وَجَعَلْنَا الْإِبْدُنَ جَعَلْنَا هَا مگر پہلا قول زیادہ واضح و آسان ہے جَعَلْنَا فعل بافاعل حاضیر مفسر ہے الْإِبْدُنُ کا دونوں مل کر مفعول بہ ہے لَكُمْ جار مجرور متعلق اول ہے مِنْ بَعْضِیَّتِ کاشعائر اللہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق دوم ہے جَعَلْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ لَكُمْ یہ جار مجرور متعلق اول ہے مَوْجُودٌ پرشیدہ اسم مفعول کا فیحاء یہ جار مجرور متعلق دوم ہے حاضیر کا مرجع شَعَائِرُ ہے حُضْرُ اسم مصدر جا مدد حاصل مصدر بروزن یعنی یہ نائب فاعل ہے مَوْجُودٌ کا سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا فَاذْكُوا زائدہ بیانہ اذکروا باب افعال کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر اس کا مصدر ہے اذکار ذکر سے بنا ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ اس کا مرجع وہی فی الناس اسم اللہ مرکب اضافی اس کا مفعول یہ علیہا یہ جار مجرور متعلق ہے حاضیر فاعل مونثہ رائے جمع مونث غیر عقل وال جمع چیزوں کے

یہ واحد مؤنث غائب کا ضمیر ہی آتی ہے ذوالحال ہے صَوَاتُ اسم جمع مُنتَقٰی المجموع بروزن
 دَوَاتِ صَافَہ کی باب نصر کا اسم فاعل جمع مؤنث، دراصل صَا فِئۃً خَافَ کَاف میں ادغام
 کر دیا۔ اس کی اشتقاقی اور صیغے کی جمع صَا فَا ت ہے۔ یہ صَوَاتُ جمع مُنتَقٰی ہے صَف سے مشتق
 ہے بمعنی صف بنا کر کھڑی ہونے والیاں یہاں تشبیہ کے لیے ہے حقیقتاً معنی مراد نہیں مراد ہیں
 وہ قربانیاں یعنی قربانی کے اونٹ جس کے ایک ایک پیر باندھ کر خرد ذبح کرنے کے لیے تیار
 کھڑا کیا جاتا ہے حقیقی صفت بندی مراد نہیں مجازاً کہا گیا کہ جس طرح صفت باندھنے والے لوگ اپنی
 جگہ سے چل نہیں سکتے بوجہ عبادت یہ جانور بھی چل نہیں سکتے بوجہ بندھنے کے اگرچہ دور دور
 آگے پیچھے بندھے ہوں یہ حال ہے، اس کی قرئت میں مزید دَوَقُول میں ۲ یہ صَوَاتُ ہے جمع
 صَا فِئۃ کی ۲ صَوَاتُ ہے جمع منتہی المجموع صَا فِئۃ کی یہ ذوالحال مل کر مجرور ہو کر متعلق ہے
 فَاذْکُرُوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ کَ زائد ترتیبیہ اِذَا اسم ظرف زمانی کے لیے یہ نیا
 جملہ ہے علیحدہ یہاں شرط کے لیے ہے بعض نے اس کو ماقبل کا ظرف بنایا ہے۔ وَجِبَتْ بَابِ فَرَب
 کا ماضی مطلق واحد مؤنث غائب وَجِبَتْ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے واجب ہونا ضروری ہونا
 یہاں ارشاد ہوا عربی میں گرنے کے لیے چار مصدر اس کے علاوہ ہیں اور ہر ایک میں نوعی فرق
 ہے رَاطِرٌ رَاسَقَطٌ رَہَوٰی رَاحَطٌ، جُنُوبُ اسم جمع مکسر ہے جُنُب کی بمعنی کروٹیں مضاف
 ہے حَاضِر مضاف الیہ مرجع وہی ہے شعائر جانور قربانی کے یہ مرکب اضافی فاعل ہے وَجِبَتْ
 کا یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے انسان کے علاوہ ہر جانور کے جان ہو کر کروٹ کے بل
 ہی گرتا ہے اس لیے جنوب کو فاعل بنایا گیا۔ اور گر نیو بے جان ہونے سے تعبیر کیا گیا یہ
 انتہائی فصاحت ادب ہے کَ جزائیہ کُلُوا فعل امر با فاعل جمع مذکر حاضر منہا جار مجرور متعلق
 ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ اور اَطِیْعُوا فعل امر با فاعل پوشیدہ جمع مذکر حاضر اِنْفَاتِحُ
 بَابِ فَتْح کا اسم فاعل واحد مذکر حاضر فَتَح سے مشتق ہے بمعنی صابروں کا نہ مانگنے والا راضی بر
 رہا غریب محتاج یہ معطوف علیہ واو عاطفۃ الْمُعْتَرِ بَابِ اِفْتَعَال اسم فاعل واحد مذکر اس کا مصدر
 ہے اِعْتَرَا، عُرَّ سے بنا ہے بمعنی جھگڑا کر کے گداگری کرنا۔ یعنی جھگڑا کر گداگر۔ لغوی ترجمہ کھلی
 خارش کرنا چونکہ مغیر من بھی کسی عطل سے خوش نہیں ہوتا اگر بول نہ سکے تو کم از کم کسمپاسا ضرور ہے
 اس معنی میں جھگڑا کو مُعْتَر کہا گیا۔ دراصل مُعْتَرٌ تھا دونوں رکوع جنسی کی وجہ سے ادغام کیا گیا
 یہ معطوف ہے دونوں معطوف مل کر مفعول ہے اَطِیْعُوا کلام سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے کُلُوا کے

جملے پر وہ دونوں مل کر جزائے وَجِبَتْ کے جملے کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ گَذَّ اِلَيْكَ
 سَخَّرَ لَهَا اَلْکَرَّ لَعَلَّکُمْ تَشْكُرُوْنَ یٰۤاَیُّهَا اللّٰهُ لِحُوْمِہَا وَلَا دِمَآئِہَا وَلَکِنَّ یٰۤاَیُّهَا
 اَللّٰهُ تَشْفَوْنِیْ مِنْکُمْ گَذَّ اِلَيْكَ سَخَّرَ لَهَا اَلْکَرَّ لَعَلَّکُمْ تَشْكُرُوْنَ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا هٰذَا لَکُمْ وَبَشِّرِ الْحٰسِبِیْنَ
 واو سر جملہ گَذَّ اِلَيْكَ یہ صرف تثنیہ جار مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے سَخَّرَ اَبَاب تفعیل کا ماضی مطلق جمع تکلم
 ہے اس کا مصدر ہے تَخِیَّرَ یہ فعل با فاعل اس کا مفعول بہ حَاضِر ہے لَکُمْ جار مجرور اس کا متعلق ہے
 تَعْلٰی حرف مشبہ کُم ضمیر اس کا اسم تَشْكُرُوْنَ اَبَاب نصر کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر اس
 کا فاعل اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر تَعْلٰی یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر علت ہے
 سَخَّرَ تَاکِی، سَخَّرَ تَا فاعل با فاعل اپنے مفعول بہ متعلق مقدم اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ لَنْ یَّتَا
 اَبَاب سَمِعَ کا مضارع منفی تَاکید بَلْ واحد مذکر غائب خَلَّ سے مشتق ہے بعضی پہنچا، پانا، زمانہ مستقبل
 کی تَاکید کے لیے ہوتا ہے لَحُوْمٌ جمع مکسر ہے کُھ کی لغوی ترجمہ ہے مکمل چیز اصطلاح میں گوشت
 کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں غذا بیت مکمل ہوتی ہے مضاف ہے حَاضِر ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی
 معطوف علیہ واو عاطفہ لَا حرف عطف تَاکید کے لیے اس سے لَنْ یَّتَا کی نفی کی تَاکید تکراری
 ہوئی دِمَآءُ اسم جمع مکسر ہے دَمٌ کی بمعنی خون مراد ہیں قربانی کے خون یہ مرکب اضافی معطوف ہے لَحُوْمِہَا
 پر دونوں عطف مل کر فاعل ہے لَنْ یَّتَا کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ لَکِنَّ حرف عطف یَتَا
 فعل مضارع واحد مذکر غائب حَاضِر واحد مذکر مرجع اللہ تعالیٰ ہے مفعول بہ ہے اَللّٰهُ تَشْفَوْنِیْ اسم
 مصدر عامل مِنْکُمْ جار مجرور اسی مصدر کے متعلق ہے، یہ متعلق ہے یَتَا کا دونوں ترکیبیں درست
 ہیں اَللّٰهُ تَشْفَوْنِیْ شِبہ جملہ ہو کر فاعل ہے یَتَا کا اس لیے مرفوع ہے مگر اعراب تقدیری پوشیدہ
 ہے کیونکہ اسم مقصور ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے لَنْ یَّتَا کے جملے پر دونوں مل
 کر جملہ معطوف ہو گیا۔ گَذَّ اِلَيْكَ اسم اشارہ مجرور متعلق مقدم ہے سَخَّرَ کا اس کا مضاف الیہ جَعَلَتْہَا کا جملہ
 ہے سَخَّرَ فعل ماضی حَاضِر ضمیر مفعول بہ ہے سَخَّرَ کا اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ لَکُمْ جار
 مجرور متعلق ہے لَا حرف تَاکید (لام کے) بمعنی تاکہ یہ مضارع کو اَنْ نَاصِب کی طرح نصب دیتا ہے
 تَشْكُرُوْنَ اَبَاب تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف انشائی، کیونکہ تَرْجِی ہے واحد مذکر حاضر اس کا
 فاعل ضمیر صیغہ اس کا مفعول بہ لَکُمْ ضمیر ظاہر سے صَدٰی فعل فاعل اپنے ہا بِ ضَرْب کا ماضی مطلق واحد
 مذکر غائب صَدٰی سے مشتق ہے بمعنی راستہ بنانا طریقہ سکھانا اس کا فاعل ضمیر صیغہ اس کا مفعول
 بہ لَکُمْ ضمیر ظاہر سے صَدٰی فعل فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جملہ ہوا کا دونوں

مل کر مجرور متعلق ہے، تَنْكَبُروا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہے سحر کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ خیال ہے کہ جملہ انشائیہ صرف دس قسم کے ہیں امر، استفہام، نفی، تہن، عقود، نداء، عرض، قسم، تعجب و اوسر جملہ بشر فعل امر عام معروف با فاعل واحد مذکر انت ضمیر مرجع آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الْمُحْسِنِ باب افعال کا اسم فاعل جمع ملکہ بحالت فتح مفعول بہ ہے بشر کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ اِنَّ حرفِ مشبہ اللہ اس کا اسمِ یَدِ اِقم بابِ مُفَاعَلَةٍ کا مضارع معروف مثبت واحد مذکر غائب یہاں بابِ مُفَاعَلَةٍ مبالغے کے لیے ہے یعنی بہت زیادہ دفاع اور حفاظت فرمانے والا اس کا مصدر ہے مُدَافَعٌ دَفَعَ سے بنا ہے یعنی مصیبت اور دشمن کو دور کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ مَرَجَعِ اللہ تعالیٰ عَنْ حرفِ جر و الیہ یعنی مابعد سے ماقبل کو صٹانا بچانا دور کرنا۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول صلہ مجرور متعلق ہے بِدَافِعٍ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسمِ خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا اِنَّ حرفِ مشبہ اللہ اُس کا اسم لَا يُحِبُّ بابِ افعال کا مضارع منفی بلا معنی حال مصدر ہے اِحْبَابٌ حُبُّ مضاف تِلْكَ سے بنا ہے ترجمہ ہے پسند کرنا، اچھا سمجھنا، اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے اللہ کی کُلِّ اسمِ تائید ہے یعنی تمام مضاف ہے ہر قسم کے حیوان اسم مفرد مبالغہ بروزنِ جَبَّارٍ جَوَّارٍ خَبِيْنٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے دوست بن کر دشمنی کرنے والا، اصطلاح میں ہر قسم کی خیانت کرنے والے دغا باز فریبی کو خائن کہا جاتا ہے خائن اسم فاعل کا مبالغہ بنایا گیا تو ہوا خائن موصوف ہے کَفُوْرٌ اسم مفرد مبالغہ بروزنِ فَعُوْلٍ کا نیر سے مبالغہ بنایا گیا۔ کَفَرٌ اور کُفْرٌ اَنْ سے مشتق ہے بمعنی ناشکر سخت مطلب پرست یہ صفت ہے موصوف صفت مل کر مضاف الیہ کُلِّ کا یہ مرکب اِضَافِی مفعول بہ ہے لَا يُحِبُّ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ اِسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَافٌ۔ فَادَا وَجِیْتَ جُنُوْبَهَا فَكَلُوْا مِنْهَا وَاطْعُوْا الْقَارِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ کَذٰلِکَ سَخَّرْنَا لَکُم مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَکُمْ فِیْهَا خَیْرٌ۔ فَادْكُرُوْا
مسلمانوں ہم نے تمہاری قربانی کے لیے یحیم، شحیم، عظیم، جسیم، حبین حلال و طیب، بدنہ جانوروں کو یعنی پختہ عمر والے اونٹ اور گائے کو شعائر اللہ بنا دیا کہ ان کو اللہ کی چیز سمجھ کر نیتِ خالص تقویٰ قلبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر ڈالو۔ بدنہ کا لغوی معنی ہے بڑے بدن والا شرعی معنی ہے سات جھڑوں والا قربانی کا بھیمہ جانور جو پایہ اور اصطلاحی معنی ہے نرمادہ اونٹ

بَدَن سے ماخوذ ہے بمعنی عظیم اور بڑا بدن، بَدَن جمع ہے بَدَانَةٌ واحد ہے عمر کی پختگی یہ ہے کہ اس کے نطفے سے محل ٹھہرے اونٹ نرمادہ میں پانچ سال، گائے بھینس میں دو سال اور بکری دُنبے میں ایک سال ہیں، قربانی حُدی حقیقے کے لیے صحیح عمر میں لازم و معتبر ہیں ایک دن کم نہ ہونا چاہیے ان سے زیادہ ہو تو جائز ہے۔ ذبیحہ جانوروں کی سات قسمیں ہیں ۱۔ بَدَنہ یعنی اونٹ گائے بھینس نرمادہ ۲۔ حُدی، حج کے تمام ذبیحے چھوٹے بڑے اور نرمادہ ۳۔ دِم کَفَّارہ، واجبات حج کے ترک پر جرمانے کا ذبیحہ ۴۔ اُغنیہہ یعنی قربانی کے لیے ہر چھوٹا بڑا نرمادہ بھیمہ چوپایہ اُون یا بال والا جانور، اُون والا جانور بھی ایک سال کا لازم ہے لیکن بامرجبوری کہ اگر ایک سالہ موجود نہ ہو تو چھ ماہ کا ایسا موٹا تازہ غذا اور جو دیکھنے میں سال برابر لگے جائز ہے لیکن اگر سال بھر کے موجود ہوں تو ترجیح سال واسے کو ہے۔ صرف نرم گوشت کی نیت سے چھ ماہ یا خریدنا قربانی کو مکروہ کر دے گا اس لیے کہ لہیت کا خلوص نہ رہا گوشت کی نیت رہ گئی۔ اسے ایمان والوں جانوروں کو صرف تمہارے لیے شعائر اللہ بنایا جا رہا ہے۔ لہذا ان کے ذریعے دنیوی عبادت اور اخروی ثواب حاصل کرو اور اس کی دیکھ بھال حفاظت اس سے پیار محبت اللہ تعالیٰ کی عبادت سمجھ کر کرو۔ کیونکہ اس کے ہر کام پر تم کو ثواب ہے یہاں تک کہ اس کے ذبح پر ثواب گوشت بنانے تو لے تین حصے کرنے کھانے کھلانے بانٹنے پر بھی ثواب جانور کی صحت صحت مندی، اعضا کی سلامتی، جسم کی تازگی خوب صورتی قیمتی ہونے پر بھی تم کو ثواب ہے۔ بیمار دبلا، کٹے اعضا والا جانور جائز نہیں۔ پانچویں قسم۔ منت کا ذبیحہ ۵۔ عام روزمرہ کا ذبیحہ یہ چھ اقسام ان کو ہی بھیمۃ الانعام کہا جاتا ہے۔ اردو میں گھریلو حلال چوپایہ، ہفتم، شکاریت کا ذبیحہ، ان کو صبیۃ الانعام کہا جاتا ہے۔ اردو میں حلال شکار۔ لکھڑ فیہا خبیث۔ اے مسلمانو تمہارے لیے ان قربانیوں میں دینی، دنیوی بہت بھلائیاں ہیں۔ خیر کی چار نوعتیں ۱۔ اعلیٰ ۲۔ منافع ۳۔ نیکی ۴۔ رزق۔ کَ ذِکْرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْہَا۔ پس اے بندو تم ان قربانی کے جانوروں پر شریعت کے مندر کردہ دونوں میں اللہ تعالیٰ کا نام پڑھو ان کو ذبح کرو، قربانی کرتے وقت تین بار ذکر پڑھنا ضروری ہے۔ اَوَّلًا جب جانور کو ذبح کے لیے قابو کر چکو اس وقت صاحب قربانی خود یہ پڑھے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحِیَّایْ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَبِذَٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ پھر اس کے بعد خود صاحب قربانی پڑھے۔ اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْکَ وَآلِکَ

ترجمہ: اے ہمارے کریم رحیم رب نے ہی یہ جانور ہمارے قابو میں کر کے ہمیں عطا فرمایا اور اب ہم اس کو تیرے ہی نام پر قربان کر رہے ہیں ۲ پھر ذبح کی چھری چلانے والے بلند آواز سے بڑے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اور فوراً تین چھری سے ذبح کر دے اُس وقت کوئی ذیہوی بات نہ کرے تاکہ نہ توجہ بٹے نہ ذکر اللہ سے غفلت یا بھول چوک ہو صَوَات کا معنی ہے جانور کو اچھی طرح قابو کرنا، اونٹ کا صَوَات یہ ہے کہ کھڑے اونٹ کا اگلا دایاں یا بایاں پاؤں اٹھا کر گھٹنا موڑ کر ان سے اچھی طرح باندھ دینا، گائے کا صَوَات یہ ہے کہ اُس کو بٹا کر چاروں پاؤں اچھی طرح باندھنا۔ بکری بھیڑ کا صَوَات ہمت سے قابو رکھنا ہے، مستحب ہے کہ ہر جانور کا منہ ذبح کے وقت قبلہ رخ ہو۔ صَوَات کا لغوی معنی ہے قابو کرنا، اونٹ کے ذبح میں خر کرنا سنت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑا کر کے تین چھری والا نیزہ اوپر نگلے میں مارے پھر نیزہ نیچے کو پھینچ لے اور گردن کو لمباٹی میں ذبح کرے۔ عقر بھی جائز ہے۔ باقی جانوروں میں صرف عقر جائز ان میں غر ہو سکتا ہی نہیں۔ قَبَا ذَا وَجِبَتْ جُنُوبُکَ پھر ذبح کے بعد جان نکل جانے سے جانور جب خود ڈھیرلا پڑ کر ڈھیر ہو جائے۔ اس طرح کہ اونٹ کسی کروٹ پر گر جائے اور گائے بھینس بکری اسی کروٹ پر ٹھنڈی ہو جائے تو پنا ختم ہو جائے۔ وَجِبَتْ کا لغوی معنی ہے زمین پر ڈھیر ہو جانا نیچے گر کر یا پھڑکنا بند ہو کر۔ اصطلاحی معنی ہے جان نکل جانا زمین سے چمٹ جانا، جانور کا وَجِبَتْ زمین سے لگنا اور حکم کا وَجِبَتْ بند سے سے چمٹنا لگنا، جانور کی جان نکل جائے بند سے کا اختیار نکل جائے۔ یعنی جو جانور زمین پر ٹھنڈا ہو جائے تب اُس کی کھال اتارو، گوشت کاٹو۔ کچھ کھاؤ کچھ کھلاؤ کچھ خیرات کرو۔ قانع وہ محتاج جو مانگتا نہ ہو مُعْتَر وہ محتاج جو گداگر ہو، قربانی کا گوشت سب کو کھلاؤ، مَنَحَا کی مَنُ بعیضیہ سے تقیم گوشت کا ثبوت ملا۔ کُلُوا کا امر مستحب ہے اور اَطِعمُوا کے امر میں دو قول اکثریت نے فرمایا یہ بھی مستحب ہے لہذا سب گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور بانٹ بھی اور سب خیرات بھی کر سکتے ہیں سنت یہ ہے کہ تین حصے کئے جائیں ایک خود ایک احباب کو اور ایک قانع و مُعْتَر فقرا کو بعض فقہائے نے فرمایا اَطِعمُوا کا امر وجوب کے لیے ہے یعنی فقرا کو دینا واجب ہے۔ کَذَٰلِکَ سَخَّرْنَا هَآءِ لَکُمُ۔ اے لوگو اس میں غور کرو کہ اتنے اتنے بڑے جانور قوت و طاقت والے جو ظاہر و باطن میں ہمت و قوت میں تمہارے سامنے بُدن ہیں مگر تمہاری خدمت و صحبت میں صَوَات کیوں بنے پھرتے ہیں تو یاد رکھو کہ اسی طرح ہم

نے اُن کو تمہارے لیے عاجز و مسخر کیا ہے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ تاکہ تم اس عزت افزائی پر ہر دم اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔ قربانی کی نعمت اور شکر کا ثواب حاصل کرتے رہو اگر ہم ان کو مسخر نہ فرماتے تو تمہارے تعقل تدبیر کی طاقت نہ تھی کہ ان کو رشتیاں باندھ کر قابو کر لیتے اور یہ چُپ چاپ بندھواتے رہتے، تم تو چھوٹے سے وحشی جانور کو قابو نہیں کر سکتے۔ لَنْ يَنْتَظِرَ اللَّهُ لَكُمْ لَحُومَهَا وَلَذِمَّ اللَّهُ الْمُتَّقِينَ اَللّٰهُ يَدْرِكُ الْكَافِرِينَ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۔ اے مسلمانو! تم یہ بات یاد رکھو کہ ان قربانیوں صدیوں کا گوشت اور خون اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں جاتا نہ وہ تمہارے اہل جانوروں کے گوشت و خون سے خوش ہوتا ہے، اُح کی بارگاہِ مقدس میں صرف تمہارا تقویٰ اور خلوص نیت احترام شریعت کی خشیت کا درجہ پہنچتا ہے۔ زمانہ اسلام سے پہلے کفار آیام حج میں کچھ جانور متیٰ میں اپنے بتوں کے پاس ذبح کرتے ان کا خون بتوں سے لپٹے اور گوشت بتوں کے پاس چھوڑ آتے اور سمجھتے کہ اس سے بُت خوش ہو جاتے ہیں، اور کچھ جانور کبھے کے پاس ذبح کرتے ان کا خون دیواروں سے خون لپٹے، اور گوشت کبھے کے اندر اور حطیم میں رکھ دیتے اور سمجھتے کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ کہتے کہ اللہ کا حصہ اللہ کے پاس پہنچ گیا اور بتوں کا بتوں کے پاس، جب مسلمان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہلی بار حج کرنے آئے تو بعض نے عرض کیا کہ ہم ذبح میں کیا کریں ان کو سمجھا یا گیا کہ قیامت تک کے لیے اس بات کو سن لو کہ کسی بھی ذبیحے کا گوشت یا خون اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نہیں پہنچتا، اے میرے بندو! تم شرکیہ کفریہ باتوں رموز اور گندے طریقوں سے بچو وہ سب کفار کی احمقانہ باتیں تھیں، تمہیں تو چاہیے کہ اپنے ہر کام ہر عادت ہر عبادت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آستانہ تعلیم گاہ قدسیاں سے تقویٰ قلبی، عقلی، جسمی، علمی حاصل کرو تمہاری طرف سے اُس ذاتِ جلّٰیٰ کی بارگاہ میں صرف تقویٰ ہی پہنچتا ہے۔ شریعت میں تقویٰ پانچ چیزوں کا نام ہے ۱۔ نیت خالص ۲۔ اعمالِ صالحہ ۳۔ طبیعتِ عاجزہ ۴۔ عقل سلیم کی عقیدت ۵۔ قلبِ فہیم کی محبت اور شکوک و شبہات سے پرہیز۔ جادو گر انسانوں اور شیطانی جنات نے کفار کے ذہنوں غیبیوں پر یہ وسوسہ ڈالا ہوا ہے کہ دیوی دیوتاؤں کو

خوش کرنے کے لیے ان کی مردہوں پر گوشت اور خون کی بھینٹ اور چڑھاوے چڑھاؤ تب وہ راضی رہتے ہیں اگر نہ چڑھاؤ گے تو دیوی دیوتا کا غضب نازل ہوگا۔ اس شیطانی وہم و تصور سے مسلمانوں کو منع کیا جا رہا ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ قربانیوں سے تمہارے ہی دینی، دنیوی ایمانی، عرفانی فائدے ہیں اس میں عقیدہ توحید، عبادت تکبیر اور عادت ذکر اللہ ہے، مومن کی صدی اور قربانی کفر تو شرک سوز اور طلبِ رضا ہے، کیونکہ قربانی ہے ذکر اللہ اور ذکر سے فکر فکر سے تدبیر، تدبیر سے تذکرہ، تذکرہ سے عبادت عبادت سے خلوص، خلوص سے خشیت، خشیت سے تعلیم، تعلیم سے تقویٰ، تقویٰ سے محبت سے محبت سے قرب اور قرب سے فضیلت ملتی ہے نیت خلوص کے بغیر کوئی بھی قبول نہیں، لہذا اسے بند واپس آئے آپ کو عبادت میں ایسے مسخر کر دو۔

كَذَٰلِكَ سَخَّرَ ھَا لَكُمْ۔ جس طرح رب تعالیٰ نے دنیا کے تمام جانوروں کو تمہارے لیے مسخر فرما دیا، اسی تسخیر کی وجہ سے تم نہایت آسانی سے ان کو پکڑ لیتے خرید لیتے ہو مالک بن کر ان سے ہزار طرح کے نفع حاصل کرتے رہتے ہو۔ مال برداری، اپنی مکاری، نعمتِ غذائی رب کا کرم نہ ہو تو مصیبت ہے زندگی، اس کا ہی کرم ہے تو سہولت ہے زندگی۔ ان چیزوں میں غور کرو۔ لَتَكْبِرُوا لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھٰذَا کُمْ۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی کبریائی پر اس طرح ایمان لاؤ جس طرح تم کو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ اور تعلیم سے ہدایت کاملہ ملی۔ اور کفر یہ طریقے چھوڑ کر بتوں کے بجائے اپنے تمام ذبیحوں پر اللہ تعالیٰ کی تکبیر پڑھو۔ اور یہ بھی یاد کرو کہ رب قدیر خالق کبیر نے تم کو کیسے عمدہ خوبصورت اعلیٰ و بالا نفع بخش جانور عطا کئے۔ جو تخلیق میں ایسے سخت کہ دیواریں توڑیں اور تسخیر سے ایسے نرم کہ تمہارے حکم سے کبھی گردن نہ موڑیں، فتور میں آجائیں تو پہلوان بھی ان کو نہ کھینچ سکیں اور سرور میں آئیں تو تمہارا ایک بچہ بھی لیے بھرے۔ اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو ماننے سمجھنے والے ہی محسن ہیں۔

وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ۔ اسے محبوبِ کریم اپنے اُمتیوں میں نیک، مجتہدین، عالمین، مخلصین، متقیین کو آئندہ زندگی کی بشارت دیکھے۔ خیال رہے کہ بشارت آئندہ چیز کی ہوتی ہے اور تصدیقِ گزشتہ کی، بے شک اللہ تعالیٰ مدافعت فرماتا ہے اُن لوگوں سے جو رب تعالیٰ پر سچا مصمم ایمان لاتے ہیں کافروں ظالموں سے بچا کر بھی اور کفار کو شکستگی و کمزوری دے کر بھی صحابہ کرام پر دو وقت ایسے گندے جب انہوں نے اپنے آقا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قتالِ کفار کی اجازت مانگی، پہلی بار مکہ مکرمہ میں کفار کے ظلم برداشت کرتے ہوئے اُس وقت

عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو بھی اجازت فرمائیے کہ جو ہم پر ظلم کرے ہم بھی اُس کو ماریں کوٹیں قتل کریں
 آقا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابھی رب تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہیں ملی ابھی صبر کرو
 اس صبر میں تم کو ثواب عظیم اور جزائے کثیر ہے ابھی ذاتی انتقام کا وقت نہیں آیا مومن کا کوئی کام
 ذاتی نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ رب تعالیٰ کی اجازت سے ہو۔ اجازت الہی کا کام عبادت الہی ہے اور
 عبادت پر ثواب ہے دوسری بار اُس وقت اِذِنِ قِتَالِ طَلَب کیا جب کفار مکہ کی شرائط میں مدینہ منورہ
 تک بھی پہنچنے لگیں کبھی ڈاکو بن کر آنے کبھی چور، پھر یہاں تک کہ تمام ہاجرین و انصار صحابہ کرم بلکہ
 خود آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمرے اور زیارت کعبہ سے روکا تب سب
 صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر حکم ہو تو ان روکنے والوں کو ہم روکنے کا مزہ نہ چکھا دیں فرمایا ابھی
 صبر کرو ابھی رب تعالیٰ کی اجازت نہیں ابھی تم احرام میں بھی ہو، ابھی ہاتھ اٹھاؤ گے تو ذاتی
 انتقام بنے گا میں چاہتا ہوں کہ مومن کا ہر کام، عقلی قلبی، غیض، غضب عقدہ محبت دوستی دشمنی
 اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اُسی کی اجازت سے ہو۔ اب فرمایا جارہا ہے کہ اے صبیح کریم ان
 محسنین صحابہ اور تاقیامت عابدین زاہدین و متقین کو خوش خبری سنا دو کہ اِنَّ اللہَ یُکْرِیْضُ
 عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَبے شک اللہ تعالیٰ پوری پوری حمایت اور مدافعت فرماتا رہے گا بار بار
 ایمان والوں کی، کفار کے مقابل۔ اِذِنِ قِتَالِ سے پہلے بھی اور بعد میں بھی پہلے مومنوں کو کفار کے
 ہاتھوں پہچا کا اور بعد اِذِنِ جہاد میں مومنوں کے ہاتھوں کفار کو ہلاک کر کے شکست دے کر اور
 ایمان والوں کو قوت طانت ہمت جُرُئْت اور فتح دے کر یہاں۔ یُدْفَعُ عَنِ الَّذِیْنَ فُتِنُوْا
 سے دُؤ بانیں ثابت ہوئیں پہلی بات یہ کہ باب مُفَاعَلَتَہُ سے بار بار ہونے کا اظہار فرمایا گیا
 دوم یہ کہ لَفْظُ عَنْ ارشاد فرما کر حمایت کا اظہار فرمایا نحوی قانون ہے کہ جب دَفْعُ کُوَالِی سے
 متعدی کیا جائے الی بعد میں ہو تو دَفْعُ کے مشتقات کا معنی ہوتا ہے پہچانا جیسا کہ سورۃ
 نساء آیت ۷۴ میں ارشاد ہے فَا دْفَعُوْا اِلَیْھِمْ اَمْوَالَھُمْ یعنی یتیموں کو ان کے
 مال پہنچا دو۔ اور اگر عَنْ سے متعدی کیا جائے تو معنی ہوتا ہے دفاعی حمایت جیسے یہاں
 حمایت کی بشارت کہ مبالغے سے بیان فرمانا دُؤ وجہ سے ہے۔ سخت حمایت رہا بار بار
 حمایت، ایمان والوں کی یہ رہبانی حمایت اس لیے بھی ہے کہ اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُورٍ
 بے شک اللہ تعالیٰ کبھی بھی کسی خیانت کرنے والے کو کسی چیز میں خائن کو پسند نہیں فرماتا
 اور نہ کسی ناشکرے انسان کو پسند فرمائے خواہ فاسقین میں سے ہو یا کافرین میں سے۔ اور

حایت کرنا پسندیدگی کی نشانی ہے۔ جب حمایت ہے تو محبت ثابت، محبت نہ ہو تو غضب
 غصہ نفرت ہوتی ہے کسی میں رغبت کرنا محبت ہے کسی سے رغبت نفرت ہے۔ محبت ہو
 تو رضا ہے، محبت نہ ہو تو ناراضگی، خَوَان بھی مبالغہ کا لفظ ہے اور کُفُور بھی۔ اس لئے خَوَان
 کا معنی ہے کہ ہر قسم کی چھوٹی بڑی ظاہری باطنی امانت سخت ترین بدترین۔ بددیانتی کرنے والا
 امانت ہو یا دیانت اعمال اموں یا افکار عبادت ہو یا ان کے اوقات یا ان کی تاریخوں میں تبدیلی
 غرض کہ شریعت کے کسی بھی امر یا نہی میں تغیر تبدیل کرنے والا خَوَان ہے۔ کُفُور کا معنی ہے اہل نعمت
 کی ہر وقت ناشکری کرنے والا، کفر و شرک کر کے یا فسق و گناہ کر کے۔ حدیث مقدس میں ہے
 اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْمُفْضِحُ۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ بغض فرماتا ہے بے حیائی بے غیرتی سے
 یہاں بغض بمعنی نفرت ہے اللہ تعالیٰ کے محبت نہ کرنے کی تین نشانیاں ہیں ۱۔ توبہ کی توفیق
 نہ ملنی ۲۔ عبادت سے سستی ۳۔ اولیاء اللہ سے کدورت، خیانت اور کفران سے محبت الہی
 ختم ہو جاتی ہے جب محبت ختم تو سعادت ختم اور سعادت سے ہی توفیق توبہ نصیب ہوتی
 ہے۔ اور توبہ سے محبت اور محبت سے دعاؤں کی قبولیت اور قبولیت سے نعمت ملتی ہے
 خَوَان و کُفُور اس سے محروم ہے نہ انہیں انعام اکرام نہ اُن سے کوئی وعدہ نہ اُن کو بشارت
 یہ وعدے صرف پاک باز لوگوں سے ہیں۔ جو بندہ چار چیزوں سے بچ گیا وہ پاک باز ہو گیا
 اول کفر دوم منافقت سوم فتنی، چہارم گستاخی، یہ سب خیانت و کفران کی شاخیں ہیں
 حق کی معاونت امانت داری اور دیانت داری ہے لیکن حق کی مخالفت کرنا ایک قسم کی بڑی
 خیانت اور بددیانتی ہے۔ اسی لیے کفر شرک منافقت، خیانتیں ہیں اور کافر شرک منافق
 خَوَان ہیں۔ کیونکہ جان، حیم عقل قلب، نفسیات اعضا اور اُن کی قوت اعمال سب امانت
 الہی ہیں۔ قیامت میں ان سب کا حساب اور جواب طلبی ہوگی، چنانچہ سورۃ اسری آیت ۴
 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اِلٰهَکُمْ لَسَمِیعٌ وَّ اَبْصَرٌ وَّ اَلْفُؤَادَکُمْ اَوْ کَلِّتْکَ کَانَ عَنْہُ
 مَسْئُوْکًا۔ یعنی قیامت میں پوچھا جائے گا کہ اسے لوگوں نے ہماری دی ہوئی عقل و قلب
 گوش و بھوش اعضا و بدن کی امانتوں کو کہاں استعمال کیا۔ حیات دنیوی میں ان قوتوں
 کو کس طرح بڑتار صوم و صلوٰۃ، طہارت، عبادت، یہ شریعت کی امانتیں ہیں۔ ان کی ادا ظاہری
 امانت داری ہے ان پر ایمان باطنی امانت داری، اور ان کا عملی ترک ظاہری خیانت ان کا
 انکار باطنی خیانت ہے، ادا میں سستی، غفلت، بے وقتی بے علمی، بے دلی یہ فاسقانہ

خیانت ہے مثلاً طلوع فجر کے یقین پر سحری کھاتے رہنا۔ اور طلوع آفتاب پر سوتے رہنا، نماز نہ پڑھنا غروب آفتاب سے پہلے افطار کر لینا یہ سب خیانت بھی ہے اور کفرانِ نعمت بھی بندگان کے لیے تو یہاں تک بھی فرمایا ہے کہ در دو طاقت یا زافل سن میں مشغول رہ کر فرائض چھوڑنا بھی، خیانت و کفران کا خسارہ ہے۔ حق اللہ کی کوتاہی کفور ہے اور حقوق العباد کی کوتاہی خوان ہے۔ ناپ تولد میں کمی بھی خیانت ہے۔ کفران سے خود انسان کی اپنی تباہی ہے اور خیانت سے دین ایمان ملک و قوم کی تباہی ہے۔ اہل ایمان سے وعدہ الہیہ ہے کہ ان کو کفار کی خیانت سے بھی بچایا جائے گا اور کفور کے مکر سے بھی اس لیے کہ مومن سے محبت ہے اور محبت سے مدد ہے اور مدد میں مدافعت خوان و کفور سے لا یحی اللہ محبت نہیں تو مدد نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد محض انتقام کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ زمین سے براہیوں کا فساد روکنے کے لیے ہوتی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اذن جہاد کے بعد قیامت تک چھ براہیوں کو ختم فرمایا۔ پہلی یہ کہ کفار مکہ عابدین کو حرم میں عبادت سے روکتے تھے۔ اس ظلم کو ختم فرمایا دوم کعبہ معظمہ کو خون و گوشت سے گندا کرتے تھے۔ اس سے کعبے کو بچایا اور بری رسم کو مٹایا، سوم، بتوں کے نام پر ذبح کرتے کعبے کو بُت خانہ بناتے۔ چہدم، حرم شریف کے خوان تھے، پنجم عبادت الہیہ کے کفور تھے کہ نہ کرتے تھے نہ کرنے دیتے تھے، ششم، گوشت کی بدبرد کفر کی نجاست شرکیہ رسموں کی حماقت پھیلاتے تھے اذن قتال اور فتح مکہ سے یہ براہیاں ختم کی گئیں کسی صحابی نے نہ اپنی سابقہ اذیتوں کا انتقام لیا نہ اپنے گھر واپس چھینے بلکہ اب ان کو مکہ مکرمہ میں رہنا ہی ممنوع کر دیا گیا، یہ بھی امانت داری اور شکرانِ نعمت، خوان اور کفور کی پانچ صورتیں ہیں۔ ۱۔ امر میں ترک، نہی میں ارتکاب، کفر میں ضد، گستاخی میں دیدہ و دلیری ۲۔ لوگوں کی امانتوں میں بددیانتی ۳۔ اللہ تعالیٰ کی امانتوں میں خیانت نعمتوں کے عیش میں تکبر یہ بھی کفران ہے ۴۔ ہر شخص سے بُرا اور ناخوشی سلوک یہ بھی خیانت ہے ۵۔ ہر اچھائی سے نفرت ہر برائی سے اُفت یہ بھی خوان و کفور کی علامت ہے۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال | وَالْبَدْنُ | کی قرأت میں تین قول ۱۔ یہ وَالْبَدْنُ ہے یہی مشہور و مکتوب قرأت ہے ۲۔ یہ وَالْبَدْنُ ہے ۳۔ یہ وَالْبَدْنُ ہے۔ صَوَاف کی قرأت میں تین قول ۱۔ صَوَاف یہی مشہور و مکتوب ہے اس کا معنی ہے قابو کیا ہوا ۲۔ صَوَافِی اس کا معنی سخت بندھا ہوا ۳۔ صَوَافِی۔ اس کا معنی ہے۔ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے اِذَا وَجِبْتُ کے معنی میں تین قول ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اِذَا سَقَطَتْ یعنی جب زمین پر گر جائے

۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اِذَا مَاتَتْ یعنی جب جان نکل جائے ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اِذَا فَرَغْتَ۔ یعنی جب تڑپنا پھر کرنا ختم ہو جائے۔ پہلے قول میں بُدُنُہ کا معنی صرف اونٹ کیا جائے گا کیونکہ وہی کھڑے سے گرتا ہے، دوسرے دونوں قولوں میں بُدُنُہ سے مراد اونٹ لگائے بھینس سب بڑے جانور ہوں گے اَلْقَارِیْعَ وَالْمُعْتَرِہ کے معنی ہیں پانچ قول ۱۔ بعض نے کہا قَارِیْعَ وہ محتاج جو گداگر نہ ہو مُعْتَرِہ جو گداگر ہو ۲۔ بعض نے کہا اَلْقَارِیْعَ جو شرم سے ہاتھ نہ پھیلائے مگر ضرورت مند ہو ۳۔ اَلْمُعْتَرِہ شخص جو ضرورت مند ہو اور مانگنے میں شرم نہ کرے ۴۔ بعض نے کہا اَلْقَارِیْعَ وہ محتاج جو نہ آئے نہ مانگے، مُعْتَرِہ جو آئے اور مانگے ۵۔ بعض نے کہا قَارِیْعَ وہ محتاج حقیقی مسکین ہو، مُعْتَرِہ ضرورت مند جو صاحب نصاب اور قربانی والا نہ ہو ۶۔ بعض نے کہا قَارِیْعَ حرم شریف کے فقرا اور مُعْتَرِہ باہر سے آئے ہوئے فقراء مُعْتَرِہ کی قرئت میں دو قول اَلْمُعْتَرِہ بھی مشہور و مکتوب ہے ۲۔ مُعْتَرِہ یہ شاؤ و متروک ہے کُنْ یُنَالُ کی قرئت میں دو قول ۱۔ یہ کُنْ یُنَالُ ہے۔ یہی مشہور و مکتوب ہے ۲۔ بعض نے کہا کُنْ تَنَالُ ہے رَحْمٰی مَا هَدَاکُم کے معنی میں تین قول ۱۔ بعض نے کہا، اس کا معنی ہے، تم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اسلام دی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ و تعلیم کے ذریعے ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قول و عمل کے ذریعے قربانی کے ایام اوقات کے تعین اور ذبح کے طریقہ و نحو و محقر کی ہدایت دی، دونوں قول مناسب ہیں کیونکہ سب ہدایت اللہ تعالیٰ کی عطا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقسیم سے ہی ہیں ۳۔ بعض نے کہا کہ هَدَاکُم کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو جانور تم کو عطا کئے اُن پر تکبیر پڑھ کر اُن کو ذبح کرو۔ هَدَا کا معنی عطا ہے۔ تینوں قول درست ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ مسلمانوں پر قربانی واجب کرنے کی تین وجہ پہلی یہ کہ جس طرح مسلمان پر مالی جانی، جسمی عضوی بلکہ اپنے اوقات و ایام کی زکوٰۃ نکالنا لازم ہے اسی طرح مسلمانوں پر منافع اور فوائد کی زکوٰۃ بھی واجب ہے تو یہ قربانی گویا فوائد کی زکوٰۃ ہے۔ اور یہ زکوٰۃ صرف خون بہانا ہے گوشت اس کا دنیوی اجر ہے اور قبولیت کا شرف اُخروی اجر و ثواب قربانی کی دوسری وجہ یہ کہ مسلمان دنیا بھر میں تکبیر و لبیم اللہ سے پاؤں الٹی منائیں شکر الہی کمائیں، اور بتوں کے زبجوں کی کفر پر شرک پر رہیں منائیں، تیسری وجہ، حجاج کے ساتھ دنیا کے تمام مسلمان مل کر شریک عبادت ہو جائیں

اور یادگار خلیل و ذبیح علیہا السلام تازہ کریں یہ بھی اتحاد و یکجہتی کا ایک شاندار نمونہ و اظہار ہے۔
 فوائد کی زکوٰۃ اس طرح کہ جانوروں سے نم مسلمان دودھ مکھن گھی کی غذا میں اور نسل کی تجارتیں، تجارتوں
 سے امیری دولت مندی، اور امیری سے شان و شوکت حاصل کر رہے ہوں ان کو اپنے اللہ تعالیٰ
 معبود و سجدہ کی راہ میں اُس کے نام پر قربان بھی کرو اور قلب و کردار سے اس عطیہ قربانی کا
 اظہار شکر کرو کہ مِثْلَكَ وَاٰیٰتِكَ يَا اَللّٰهُ رَبِّ کَرِیْم تیرا چیز تیرے ہی نام پر قربان، یہ قائدہ۔
 لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ قربانی کی علت غائی سے حاصل ہوا کیونکہ جانور میں قربانی ہے، قربانی میں شکر
 ہے۔ شکر میں تکبر ہے، تکبر میں اعترافِ کبریاں ہے اور اعتراف ہی عبادت ہے اگر ذرا بندہ
 غور کرے تو ہر عبادت میں قربانی کا عنصر موجود ہے۔ اور اسلام کے ہر کام میں قربانی کا جذبہ
 ہے بلکہ بذاتِ خود اسلام لاتا بھی اپنی عقل و مزاج، نفس و اجسام کی قربانی ہی پیش کرتا ہے۔
 اس لیے کہ اسلام کا پہلا درس ہی یہ ہے کہ عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفیٰ، اس جو کھٹ پر
 صدیق کی عقل فاروق کا شعور عثمان کی فراست، مولیٰ علی کا علم ائمہ اربعہ کا اجتہاد حکما کی تدابیر
 عقلا کے مشورے سب قربان، اسلام ہی زندگی بھر کی اگلی تمام قربانیوں کے لیے بندہ مومن
 کو تیار کرتا ہے۔ یہ قربانیاں نظامِ مصطفیٰ کا ایک خاکہ ہے۔

حج و زکوٰۃ و زہد و عبادت صلوٰۃ و صوم و جنگ و جدال عملِ قتالِ یال و یم

یہ سب مختلف انداز میں حیاتِ اسلامیہ کی قربانیاں ہی ہیں دوسرا قائدہ قربانی سے دنیا کی
 بے رغبتی کا اشارہ ملتا ہے۔ کیونکہ کافر جب جانور سے محبت کرتا ہے تو یا اُس کو معبود بنا لیتا
 ہے یا معشوق مگر مومن جانور سے محبت کرتا ہے تو اس کو اپنے رب تعالیٰ کی مخلوق سمجھ کر اور
 مومن کو یہی حکم ہے کہ اپنے پیار سے پالے ہوئے، قیمت سے خریدے ہوئے بے شمار
 منافع و فوائد والے جانور کو اپنے رب تعالیٰ کے نام قربان کر دے تاکہ رب تعالیٰ کی چیز رب تعالیٰ
 کے نام پر جائے، اس قربانی میں ہر طرح کے کفر کی مخالفت ہے۔ گزشتہ یہود و نصاریٰ مشرکوں
 کی اور موجودہ ہندو مشرکوں کی کیونکہ بنی اسرائیل نے پکڑے کو صند وٹوں نے گائے کو پوجا یہ قائدہ
 فَادْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْہَا (۱) اور فَكُلُوا مِنْہَا (۲) سے حاصل ہوا کہ ذبیح کو کے گوشت
 بنا کے خوب کھاؤ کھلاؤ، اور مشرکین کو جلاؤ تیسرا قائدہ۔ ہر مومن مسلمان کو چاہیے کہ اپنے اعمال
 کو مقبول بارگاہ اور محصولِ آخرت بنانے کے لیے اپنے اندر عقلی، قلبی اور بدنی تقویٰ حاصل
 کرے، کیونکہ بغیر تقویٰ سب عبادات جھار ہیں، ہر تقویٰ کے تین بنیاری رکن ہیں۔ پہلا

نہتِ فالس دوم صحیح و کل طریقہ سوم، عبادت میں ہمت محبت۔ جو عمل غفلت، سستی، کسندی، ماسے بانوسے یا دنیوی لالچ یا ناموری کے لیے کہا جائے وہ مقبول و پسندیدہ نہیں ہوتا یہ فائدہ وَلَٰكِنْ يَّئِسَ لَهُ اتَّقَوايَ فِرَاقِي سے حاصل ہوا۔ حدیثِ مقدسہ میں ارشاد ہے۔ قَالَ اَللّٰهُ يَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰى اَلْوَانِكُمْ وَلَٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ (ترجمہ آقاع کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے رنگ کو مقبولیت نہیں بخشتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ یعنی دل سے رب تعالیٰ کی برتری مانو عمل سے اظہار کرو۔

احکام القرآن ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ امام اعظم کے نزدیک بُدْنہ سے مراد اونٹ اور گائے ہیں، یہی امام محمد کا قول ہے۔ لیکن امام شافعی اور امام یوسف کے نزدیک بُدْنہ سے صرف اونٹ مراد ہے۔ امام اعظم کے نزدیک یہ مسئلہ وَالْبُدْنَةُ جَمْعُهَا سے مستنبط ہوا، بُدْنہ کا لغوی معنی ہے۔ لُحْمٌ جِیمِ سَیْنٍ، شِجْمٌ، یہ اونٹ بھی ہے اور گائے بھی اس لیے بُدْنہ کا لفظ دونوں پر بولا جائے گا۔ دوسری دلیل مسلم شریف کی حدیث جابر ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَشْرَبُ فِي الْاَيْلِ وَالْبَقَرِ كُلِّ سَبْعَةٍ مِّثْقَالِي اَبْدُنَةٍ تَرْجُمُهُ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خُجَّةُ الْاِدْوَاعِ کے موقع پر ہم لوگ ہر اونٹ اور گائے کے بُدْنہ میں سات آدمی شریک ہوتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے قول کی دلیل تین استدلال پیش فرمائے۔ پہلا استدلال اسی آیت سے کہ یہاں فرمایا گیا مَوَاتٍ اور آگے ہے فَاِذَا وُجِبَتْ رِصَوَاتٌ کا معنی ہے کھڑا کر کے پاؤں باندھا جائے یہ صرف اونٹ میں ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ بُدْنہ سے مراد صرف اونٹ ہے۔ وَوُجِبَتْ کا معنی ہے۔ بعد ذبح زمین پر گرنا، گزتا وہی ہے جو کھڑا ہو اس سے بھی ثابت ہوا کہ بُدْنہ سے مراد صرف اونٹ ہے، دوسرا استدلال ترمذی شریف میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَحْرُ مَا عَامَ الْخُدَّ يَبِيَّةُ الْبَقَرِ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبُدْنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ تَرْجُمُهُ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ کے سال ہم نے گائے بھی نحر کی سات کی طرف سے اور بُدْنہ بھی سات کی طرف سے۔ یہاں بُدْنہ کو علیحدہ بیان کرنا بتا رہا ہے کہ بُدْنہ صرف اونٹ ہے۔ تیسرا استدلال۔ آقاع کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قربانی کے موقع پر فرمایا تھا۔ اَلْبُدْنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرُ عَنْ سَبْعَةٍ، یعنی بُدْنہ بھی سات آدمیوں کی طرف سے

اور گائے بھی سات کی طرف سے یہ تفریق فرماں مقدس بھی ثابت کرتا ہے کہ بد نہ اور ہے بقرہ اور ثابت ہوا کہ بد نہ صرف اونٹ ہے، حنفی علما فرماتے ہیں کہ یہ تینوں استدلال نہایت کمزور ہیں۔ پہلا اس طرح کہ صَوَاف کا معنی باندھنا نہیں بلکہ قابو کرنا ہے جس طرح ہو سکے کھڑا کر کے یا لٹا کر یا بٹھا کر۔ اس عام معنی کو لیتے ہوئے اونٹ کو کھڑا کر کے بھی ذبح جائز ہے اور بٹھا کر بھی جائز عقر بھی جائز۔ اگر بقول امام شافعی صَوَاف کا معنی صرف کھڑا کر کے باندھنا ہی ہو تو اونٹ میں صرف خمر ہی واجب ہوگا۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں، خیر اونٹ واجب نہیں بہتر ہے بٹھا کر بھی جائز ہے نیز فحبت کا معنی بھی گزنا نہیں بلکہ جان نکلنے کے بعد ڈھیر ہو جانا ہے۔ اس کی وضاحت ایک حدیث پاک میں اس طرح فرمائی گئی۔ کہ مَا تَطْلَعُ مِنَ الْبَرَحِ مَيَّةٍ وَهِيَ حَيَّةٌ قَهُومِيَّةٌ رَابِدَةٌ تَرْمِذِي، یعنی ذبح کے بعد جب تک پوری جان نہ نکلے نہ کھال اتارو نہ گوشت کاٹو، کیونکہ جو مکڑا جانور سے کاٹا گیا جان نکلنے سے پہلے تو وہ مکڑا مردار ہے (کھانا حرام) حضرت جابر کی پیش کردہ حدیث مثلاً مَوْضِعٍ اور بناؤٹی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہاں ہے کہ ہم نے گائے کو سات کی طرف سے خر کیا۔ حالانکہ گائے کی غر تو ہو سکتی ہی نہیں۔ تیسرے استدلال میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بد نہ کو علیحدہ ذکر فرماتا لغوی اعتبار سے ہے۔ اور اَلَيْكُم مِّنْ سَبْعَةٍ کا معنی ہے کہ ہر بڑے جسم والا جانور سات کی طرف سے ہو سکتا، اور بعد میں اَلْبَقَرُ فرمانا اصطلاحی وضاحت اور سمجھانے کے لیے یعنی گائے بھی بڑے جسم والا جانور ہے لہذا وہ چھ سات کی طرف سے، دوسرا مسئلہ، ہر چھوٹے بڑے چمڑ پرند چمکند حلال جانور پر قربانی، حدی، دم کفارہ، مَنَتٌ عَقِيقَةُ اور عام روزمرہ کے ذبیحہ پر بسم اللہ اکبر۔ پڑھنا فرض رکھی ہے، اگر بغیر یہ تکبیر پڑھے جان بوجھ کر چھوڑ دینے کے ذبح کر دیا تو جانور حرام ہوگا۔ یہ مسئلہ قاذُکُو وَاۡسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہَا اور تَلْبِیۡتُ وَاۡلِلّٰہِ کے امر فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ۔ قاذُکُو وَاۡسْمُ اللّٰہِ سے بسم اللہ کا ثبوت اَلْبَقَرُ وَاۡلِلّٰہِ سے اللہ اکبر کہنے کا ثبوت اور علیہا سے فرضیت کا ثبوت ہوا کیونکہ صرف علی وجوب فرضیت کے لیے آتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصَّیَامُ۔ سورۃ بقرہ آیت ۱۸۳ کی اس آیت کے عَلَیْکُمْ سے بھی فرضیت روزہ ثابت ہے۔ تیسرا مسئلہ امام اعظم اور امام محمد جن کو فقہا طر فین کہتے ہیں۔ ان کے مسلک میں اگر کوئی شخص یہ منت مان لے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بد نہ ذبح کروں گا تو جب اس کا منت والا کام پورا ہو جائے تو جس علاقے میں

گائے بھی ذبح کر دے گا تو اُس کی منت پوری ہو جائے گی۔ یہ مسئلہ بدنہ کے لغوی معنی سے مستنبط ہوا کیونکہ طرفین کے نزدیک گائے بھی بدنہ یعنی بڑے بدن والی ہے۔ لیکن امام یوسف کے نزدیک مکہ مکرمہ میں جا کر اونٹ ذبح کرے گا تب منت پوری ہوگی کیونکہ بدنہ کو شعاثر اللہ فرمایا گیا اس لیے مکہ مکرمہ سے مخصوص ہو گیا اور اُن کے نزدیک بدنہ صرف اونٹ کو کہتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر منت میں جزور ذبح کر نیکی منت مانتا تو کسی بھی علاقہ میں گائے ذبح کر دیتا تو منت پوری ہو جاتی، احناف نے جواب دیا کہ بدنہ بھی ثواب میں جزور یعنی عام جانور کی مثل ہے۔ اور ہر قربانی کا جانور شعاثر اللہ ہے لہذا بدنہ اونٹ سے خاص نہ شعاثر اللہ مکہ مکرمہ سے خاص جیسا کہ قربانی مکہ مکرمہ سے خاص نہیں، بدنہ سے مراد قربانی کا بڑا جانور ہے چوتھا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق ہر علاقہ میں ہر اُس مسلمان پر قربانی واجب ہے جو زکوٰۃ دیتا ہو یعنی صاحب نصاب ہو یہ مسئلہ خا ذکر واداء اور علی صا ہذا کلمہ کے عمومی حکم سے مستنبط ہوا یعنی گمراہ مسلمان کہتے پھرتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ مکرمہ کا جو عا پر واجب ہے۔ اس کے علاوہ قربانی جائز نہیں بلکہ فضول خرچی ہے۔ اُن کی یہ بات غلط اور جاہلانہ ہے۔ قربانی دنیا میں ہر جگہ آیت سے بھی ثابت احادیث سے بھی اور اجماع امت سے بھی عمل صحابہ سے بھی، آیت فضل یرتیک واثمرد سے اور حدیث پاک میں ہے۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ فَيُفْتَحِي كُلَّ سَنَةٍ يَفِي آقَاءِ دَوْلَةِ الْعَالَمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَدِينَةٍ مَدِينَةٍ فِي دَسَّ سَالٍ رَسَّ آفَنَ ہر سال قربانی دی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جانے ہیں پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ خا ذکر واداء اسم اللہ۔ اگر خا ذکر واداء بسم اللہ۔ فرمایا جاتا تو زیادہ وضاحت ہو جاتی اور کسی منکر قربانی کو اس آیت میں انکار قربانی کا استدلال نہ ملتا، نہ کوئی بہانہ بنتا، ابھی تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ خا ذکر واداء سے مراد بوقت ذبح نہیں بلکہ ویسے ہی اللہ نام کی خیرات مراد ہے جواب خا ذکر واداء فرمانا بہت جامع کلام ہے اور اس سے ذبح کا اسلامی ایمانی اور شرعی طریقہ بیان فرماتا مقصود ہے۔ نہ کہ فقط ذبح کا حکم ذبح تو کفار بھی کرتے ہیں۔ اگر خا ذکر واداء فرمایا جاتا تو اسلامی قربانی اور غیر اسلامی و اسلامی عام ذبیحوں کا فرق ظاہر نہ ہوتا۔ اس آیت میں چار طرح اسلامی فریضہ قربانی کی وضاحت ہو رہی ہے۔ مثلاً جانور کو بدنہ فرماتا۔ بدنہ کو شعاثر اللہ اور اسم اللہ کو علیہا فرمانا، پھر صوآف فرما کر باندھنے کا طریقہ بتانا، و جبث سے کھال اتارنے

گوشت کاٹنے کا وقت بتانا۔ پھر فُکُلُوا وَاَطْعَمُوا سے قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔ یہ سب کھلی کھلی وضاحتیں صرف قربانی کے لیے ہیں، نہ عام ذبیحوں کے یہ احکام ہیں نہ غیر مسلموں کے ذبیحوں کے۔ اتنے صاف انداز میں دنیا بھر میں اسلامی قربانی کا حکم عطا فرمایا جا رہا ہے اب بھی کوئی نہ سمجھے تو اس کی جہالت و گمراہی ہے۔ نیز سورۃ کوثر کی آیت ۲ میں تو اس سے بھی زیادہ وضاحت عام سے قربانی کا حکم دیا جا رہا ہے کہ ارشاد ہوا فَصَلِّ بِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ یعنی نماز پڑھ کر نحر کرو۔ دنیا میں وہ ذبیحہ جس کا تعلق نماز سے ہو وہ سوائے عالم اسلامی کی قربانی کے اور کوئی ذبیحہ نہیں ہو سکتا نہ حج قرآن و تمتع کا ذبیحہ، کیونکہ حاجیوں پر عید کی نماز جائز ہی نہیں، ہندو کفارہ نہ مدت کے ذبیحے نہ دنیا کے عام ذبیحے۔ پس ثابت ہوا کہ فَصَلِّ، دنیا بھر کی عید الاضحیٰ ہے اور وَاَنْحَرْ، دنیا بھر کی قربانی ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں بُذُنْ کیوں فرمایا گیا اُضْحِیْہُ لِمَا جَاءَیْہُ تَحْتَ تَاکَ بھینٹ بکری دینے مینڈھا بھی قربانی کے شاعر اللہ ہونے میں شامل ہو جائے۔ ان کی قربانی بھی تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے۔ بلکہ اصل یادگار خلیل و ذبیح علیہا السلام تو دُنْبِہ ہی ہے جواب۔ بھینٹ بکری، دُنْبِہ مینڈھا، اگرچہ قربانی کے جانور ہیں مگر وہ تین وجہ سے شاعر اللہ نہ بنائے گئے، اولاً اس لیے کہ یہاں جانور کی عظمت و منفعت بتانا بھی مقصود ہے اور یہ صرف یحیم شیم سین جسم جانور میں ہے وہ صرف اونٹ اور گائے بھینس میں ہی ہے۔ ثانیاً۔ اس لیے کہ لفظ شاعر۔ شعراً یا شعار سے مأخوذ ہے اور شعار کا معنی ہے نشان لگانا، یہ صرف اونٹ گائے کی حدی میں لگایا جاتا ہے۔ اُس کی پیٹھ پر زخم کر کے کو حان کا خون لیب دیتا یا گلے میں چمڑے کا ہار ڈال دیتا تاکہ سب کو پتہ لگ جائے کہ حدی ہے پہلے زمانوں میں اسی طرح کہا جاتا تھا اور کتے کے راتے پر چھوڑ دیا جاتا تو چلتا چلتا باہر نکلتا صکتا صکتا۔ سنی میں اس نشانی کی بنا پر پہنچا دیا جاتا۔ بکری دینے میں یہ بات نہیں ہو سکتی تھی تو وہ خوف کی وجہ چلتی ہی نہ تھی ہاکیس کے گھر گھس جاتی یا کوئی جانور کھا لیتا یا کوئی چھری کر کے چھپا لیتا، اس لیے اس پر شعار نہ لگایا جاتا نہ اب لگایا جاسکتا ہے۔ ثالثاً، اس لیے کہ اونٹ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں یہ سمجھنا بھی ہے، اس میں عام متوسط لوگوں کا فائدہ ہے جب کہ بکرہ دُنْبِہ مہنگا بھی اور صرف ایک کی طرف سے لہذا بڑے جانوروں کا ذکر فرمایا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ قربانی کر سکیں اور گھر بیٹھے یاد خلیل علیہ السلام کی سعادت میں اور حج کی رونقوں برکتوں منافع میں شامل شریک ہو سکیں۔ اس طرح کہ حاجی وہاں تبلیہ

پڑھتا ہو۔ دیگر مسلمان یہاں تکبیر تشریف پڑھتے ہوں حاجی لوگ عرفات سے منیٰ کو آتے ہوں اور دیگر مسلمان گھروں سے عید گاہ کو جاتے ہوں، حاجی صاحبان احرام سے کھٹتے ہوں یہ لوگ اپنے گھر میں نہادھوکر عید کا لباس پہنتے ہوں۔ حاجی لوگ وہاں حج کی حدی کا جانور ذبح کرتے ہوں یہ مسلمان یہاں قربانی کا جانور ذبح کرتے ہوں حاجی لوگ طواف زیارت کرتے ہوں اور یہ لوگ یہاں نماز عید پڑھتے ہوں، حاجی لوگ وہاں سرمنڈائیں یہ لوگ یہاں غفلیق مٹائیں، حاجی لوگ وہاں منتیں سجاٹیں یہ لوگ یہاں یارگاریں مٹائیں۔ تیسرا اعتراض۔ مسخر کرنے کا ذکر دو بار کیوں فرمایا گیا پہلے کَذَّالِكُ سَخَّرْنَاَهَا لَكُمْ، پھر کَذَّالِكُ سَخَّرَهَا لَكُمْ۔ جواب۔ پہلی تسخیر سے مراد مسلمانوں کے لیے قربانی کے بُدُنہ جانوروں کو مسخر کرنا اور کلمہ میں خطاب قربانی کرنے والوں کو ہے کَذَّالِكُ کا مشارالیه صَوَافٌ ہے، یعنی ہم نے تمہارے لیے اسی طرح بندھنے کے لیے جانور کو مسخر کر دیا کہ تم ذبح کے لیے باندھتے ہو اور وہ چُپ چاپ بندھتے چلے جاتے ہیں۔ اگر منجانب اللہ یہ تسخیر نہ ہو تو تم قطعاً نہ باندھ سکو، دوسری تسخیر سے مراد عام جانوروں کی ہمہ وقتی مراد ہے اور کلمہ میں خطاب تمام انسانوں سے ہے مسلم غیر مسلم۔ کَذَّالِكُ کا مشارالیه پہلی تسخیر ہے اور معنی یہ ہے کہ اے انسانو جس طرح ذبح کے لیے ہم نے جانوروں کو مسخر فرما دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہی تم سب انسانوں کے لیے ہر قسم کا چھوٹا بڑا چوپایہ جانور مسخر کر دیا۔ اسی لیے تم اُن کے مالک اور سوار بن جاتے ہو، ان پر مال لاتے ہو، گاڑی میں لگا کر سارا دن روزانہ بھگاتے اور مارتے پیٹتے ہو وہ کچھ نہیں کہتے اشاروں پر چلتے ہیں، اے انسانو یہ تسخیر اس لیے ہے تاکہ تم بھی اپنے رب تعالیٰ کے حضور مسخر ہو جاؤ اور اے کفار کفر چھوڑ کر ذات الہی کی تکبیر بولو اس کی عظمت کبریا پر ایمان لاؤ، اور مسلمانوں تم غفلت چھوڑ کر اعمال صالحہ سے تکبیر الہی کا اظہار کرتے رہو۔ اور صَدَّائِمُ سے مراد تمام انسانوں کو ان جانوروں کا عطیہ کرنا ہے اور اہل ایمان کو تعلیم نبوی کے ذریعے سچا راستہ دکھانا ہے۔

تفسیر صوفیانہ | وَ اَلْمُحْتَرَبَاتِ جَعَلْنَا عَلَيْهَا صَوَافً فَاِذَا وَجِبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْمَئِنُّوا الْقَارِعَ وَ اَلْمُحْتَرَبَاتِ کَذَّالِكُ سَخَّرْنَاَهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ اور ہم نے جسم مومن کو نفوس عظیم کا بدن شریفہ بنا دیا، اور دنیا و آخرت میں قدر و منزلت کا مقام قبولیت عطا فرما کر شعائر اللہ میں شامل و شمار کر لیا گیا اب یہی ہدایت معلّمہ کا نشان علیا ہے اے

عام و خاص انسانوں تمہارے لیے ان وجوہ سے کہ دین میں سعادت و کمال کی خبر ہے لہذا اگر تم بھی کامیابی کے طلب کار اور مُتلاشی ہو تو ان کی صفات و عادات کی مطابقت اور نقشہ و عبادات پر ذکر اِسمِ اللہ کی یاد مناد اور ان کی شانِ عظیم پر اِسمِ الہی کا ورد کرو تاکہ تمہارے اخلاقی ذمہ کا نحر اور عاداتِ رذیلہ کا ذبح ہو جائے، اور عباداتِ ربانہ کی پابندی میں اپنے اُجسامِ صَوَاق کے جکڑ لو اس طرح کہ شریعت کی رسی سے خواہشاتِ دنیوی کے پیر باندھ لو اور آدابِ طریقوں میں دلوں کو قابو کر لو۔ دلِ بدست آور کہ حج اکبر است۔ پھر جب حرکاتِ نفس اور اضطرابِ طبیعت میں سکون و وقوف آجائے اور نفسِ امارہ حیاتِ شہوات کی زمینِ ذلت پر گر کر ختم ہو جائے اور سب تڑپ پھڑک اُکڑ مٹ جائے تو جو دُمومن کے فضائلِ اعمال سے خود بھی فائدہ حاصل کر لو روحانی غذائیں پالو۔ اور مریدینِ صادقین اور طالبین و سالکین کو لذاتِ روحانیہ کا فائدہ پہنچاؤ جس طرح اُن پر آسانیاں فرمائیں انھیں اسے ایمان و اخلاص دلو اسی طرح اسلام کی ہر عبادتِ ریاضتِ زہد و تقویٰ چلے، مراقبہِ خلوتِ جلوت انتہائی آسان اور مستخرج دی ہم نے تم سب بندوں کے لیے تاکہ تم سب اطمینانِ جسمانی، سکونِ روحانی، فوائدِ ایمانی کا شکرِ اطاعت کر سکو اور نعمتِ ہمتِ سعادتِ اُلفت، توفیقِ استعمال کی حمایتِ فی سبیل اللہ پالو (ابن عربیؒ) نفسِ انسانی بھیمہ ہے یہ خواہشاتِ شہوات، حرص و لالچ کے چار پاؤں والا چوپایہ ہے اس کو کعبۂ قلب کی قربان گاہ میں لے جا کر عشقِ الہی محبتِ مصطفائی کی رستیوں سے جکڑ کر باندھ دو تاکہ یہ شعائر اللہ میں سے ہو جائے اور اس پر اُعلامِ دین و اہلِ صدق اور طلبِ خلوص کے شعائر و نشان لگ جائیں پھر جلالِ کبریائی کی چھری سے اُس کو ذبح کر دو اسی میں تمہارے لیے دنیا و آخرت کا خیر و فیضان ہے

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومًا وَلَا دِمًا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَ هَا لَكُمُ التَّكْوِيْنُ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ اِنَّ اللّٰهَ يُوَفِّقُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ يُوَفِّقُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ يُوَفِّقُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ

اَمَنْتُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۔ اسے بندو گوش ہوش سے سن لو کہ کسی بھی عابد و زاہد کے عملیات کے محوِ باطنی اور کمالاتِ عقلیات کی خواہشاتِ غذاؤں کے خونِ منزلِ قرب و قبول تک نہیں پہنچتے۔ لیکن تخریدِ خالص کا تقویٰ اور نیتِ بے ریا کی صفتِ حسنات کا زہد اُس کی بارگاہِ قدس تک پہنچتے ہیں، کیونکہ وصولِ الی اللہ کا سبب فقط فنا فی اللہ کا نحرِ خالص ہے نہ کہ مکانِ رذائل میں حصولِ فضائل، جس طرح تمام غیبیاتی قوتوں کو

ریاضتِ عبدیت سے مسخر فرمایا اس طرح ان تمام دنیوی قوتوں کو بھی رب تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر فرمادیا تاکہ تم ہر جلوتِ رنگ و بو سے علیحدہ صاف ہو کر اور بحرِ اُلت میں ہمہ تن غرقاب ہو کر نعرہٗ قَالُوا اٰلٰہی کی تکبیریں پورے اسی تعلیمِ مصطفائی اور طریقہٗ مجتہائی کے مطابق جو تم کو تمہارے رب تعالیٰ نے زبانِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے ہدایت کی کہ ہدایتِ کبریائی ہے زبانِ مصطفائی ہے۔ اسے محبوبِ جلوت اور حبیبِ جلوت بشارت فرما دے میرے اُن محبین فی العبادت اور مشاہدین فی المحبتہ اور مشغول فی العبدیت و مشہور فی الخشیت کو بقافی الفنا اور حالِ استقامت مقالِ تمکین کی کہ سب کو فنا ہے مگر شہیدانِ جمال کو بقا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ایسے ہی ایمان والوں سے نفسانیت کی ظلمت کا دفاع فرما کر حمایتِ قوتِ روحانی کی توفیق دیتا ہے، کیونکہ ہر نفسِ آمارہ خزانِ امانت ہے اور ہر عقل آزادِ کفورِ نعت ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نہ خائنِ ذلیل کو پسند فرماتا ہے نہ کفورِ لعین کو، نفسِ خائن نے وعدہٗ قَالُوا اٰلٰہی سے غداری کی اور عقلِ کفور نے نعتِ فہم و شعور کو معصیتِ دنیوی میں استعمال کر دیا (ابن عربی) محبین وہ ہیں جن کی عبادت میں رویتِ جمال ہوا اور دیدارِ جمال میں خشیتِ حق ہو یہ بندے صرف فضلِ رضوان کے طالب ہوتے ہیں۔ اسے بندہ نہ ہر مال خزانہ رب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے نہ ہر دل خدمتِ رب تعالیٰ کی لیاقت رکھتا ہے تو توبہ کی اپنے اعمال کی توبہ میں اور مال کی سخاوت میں جلدی کر ورنہ تیرا حال صرف تیرے نفس کے لیے اور تیرا مال صرف تیرے بدن کے لیے ہو جائے گا اور تو محبین سے خارج کر دیا جائے گا کیونکہ محبین کا مال برائے مہمان اور جانِ برائے قربان ہوتی ہے اور قلبِ برائے رحمٰن ہوتا ہے، سچی قربانی طہارتِ قلب ہے اس کا سچا نفع تجلیاتِ انوار کا مشاہدہ ہے، مجاہدے کی چھری اور ذرا وجود کے نیرے سے نفسِ آمارہ کا غر و غرق بھی ذبحِ عظیم ہے وہ جان جو قربان نہ ہو وہ مردار ہے، جو شمشیرِ دوست سے کشتہٗ ذبح نہ ہو وہ لاشہٗ بے جان سے بدتر ہے۔ تکبیر یہ ہے کہ بندہ راہِ کبریا میں قربانی پیش کر دے اسے بندہ جانوروں پر تکبیرِ ذبح پڑھتے ہو کبھی اپنے احوال پر تکبیرِ ذبح پڑھو تاکہ شہوات و خواہشات کے ٹکڑے ہوں بندے کو چاہیے کہ تکبیر و لبم اللہ سے نماز میں بسمل ہو جائے جسم کو مثلِ اسماعیل بنا لو اور جان کو مثلِ ابراہیم بنا لو جو رضا کی چھری اور رضا کی تکبیرِ جسمِ میل ہو چلا دے اور جانِ خلیل کا نذرانہ بارگاہِ جلیل میں بھیج کر وَجِبَتْ جُزُؤُهَا کا نظارہٗ عشقِ آشکار کر دے تاکہ گناہ گزشتہ اور جہادِ مکتوبہ کی وجہ سے لَبِیْئُکَ وَ سَعْدُ یُکَ کا جواب لَا لَبِیْئُکَ وَلَا سَعْدُ یُکَ لَکَ نہ ملے بڑا نازک مقام ہے کوئی وریدیں موتی لے تریاں دے تفسیر روح البیان)

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتُلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا

اجازت دیدی گئی ہے اُن لوگوں کو جو قتل کئے گئے۔ اس لیے کہ وہ ظلم کئے گئے ہیں پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے کافر بڑھتے ہیں اس بنا پر کہ اُن پر ظلم ہوا

وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝۳۹

اور بے شک اللہ اُن کی مدد پر بہت جلدی اظہارِ قدرت فرمانے والا ہے۔ وہ لوگ اور بے شک اللہ اُن کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ وہ جو اپنے

أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ

جو نکالے گئے ہیں اپنے گھروں سے بغیر کسی وجہ کے مگر اس وجہ سے کہ وہ گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا

يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۝ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ

کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر نہ دفاع کرتا ہوتا اللہ لوگوں کو ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے

بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ لَّهْدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ ۝

اُن کے بعض کو بعض سے تو یقیناً گرائے جاتے رہتے، کتبے اور گرجے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجے

وَصَلَوَاتٌ ۝ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ

اور عبادت گاہیں اور اب مسجد ہیں ذکر کیا جاتا ہے جن میں اور مسجدیں ہیں جنہیں اللہ کا نام لیا جاتا ہے

اللّٰهُ كَثِيرًا ۖ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَّتَصَرَّ

اللہ کا نام کثرت سے اور یقیناً اللہ مدد کرے گا ہر اس شخص کی جو ساتھ دے گا اس کا اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اُس کی جو اُس کے دین کی مدد کرے گا

إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۴۰﴾

بے شک اللہ البتہ قویٰ والا نھنے والا ہے۔

بے شک ضرور اللہ قویٰ والا غالب ہے۔

تعلقات | ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے نام پر جانوروں کا خون بہانے اور قربانی کرنے کا حکم و طریقہ بیان ہوا۔ اب ان آیت میں مسلمانوں کو حکم و اذن دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لیے اپنے بھی خون جان و مال قربان کر د اور جہاد کے ذریعے کفار کے بھی خون بہاؤ۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں زمانہ جاہلیت کے کفار کا ذکر ہوا جو وہ قربانیوں کے خون سے کعبے کی دیواروں کو گندا کرتے تھے اب ان آیت میں موجودہ کفار کے مسلمانوں کے ساتھ بے سلوکی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یعنی رب تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے یہ کافر کعبے کو گندے خون سے لتھیرتے تھے اب اسی رب تعالیٰ کا نام لینے والوں کو کعبے اور اس کے شہر مکہ سے نکالتے ہیں۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ نے کمزور انسانوں کے بس میں اتنے بڑے بڑے جانور اونٹ گائے بھینس کر دے تاکہ شکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا ورد کریں اور عبادت کریں اب ان آیت میں وہ مقامات بیان فرمائے جا رہے ہیں جہاں رہ کر مومن شکر و عبادت اور تکبیر میں بلند کریں۔

شان نزول | کفار مکہ تقریباً روزانہ ہی صحابہ کرام کو ہاتھوں اور زبانوں سے ایذا پہنچاتے کفار کی یہ تکلیفیں جھیل کر صحابہ کرام فرمان نبوت کے اتباع میں صبر سے کام لیتے لیکن کبھی کبھی حد سے بڑھی ہوئی تکلیف پر مظلوم صحابہ کرام بارگاہ اقدس میں فریادیں کرتے تب آقا کا ثبات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مزید صبر کی تلقین فرماتے کہ ابھی مجھ

marfat.com

Marfat.com

کہ جہاد کی اجازت ربانی نہیں ملی، پھر جب مدینہ منورہ کو ہجرت ہوئی تب یہ آیت نازل ہوئی
از ۲۲ تا ۲۴ ان میں پہلی بار مسلمانوں کو کفار سے جہاد کی اجازت ملی اور یہ آیت اس سورۃ
کی مدنی ہیں۔

تفسیر نحوی

اٰذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِاَنۡحُسِرَ ظُلُمُوۡرُاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی فَعۡلِہُمۡ لَقَدِيۡرٌ
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوۡا مِنْ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَیۡنٍ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ اٰذِنٌ
بَابِ سَمْعٍ کا فعل ماضی مطلق مجہول واحد مذکر غائب اس کا نائب فاعل اسی کا مصدر اٰذِنٌ
حاصل مصدر جامد ہے ترجمہ ہے اجازت دی گئی۔ لام جازہ نفع کا متعدی کے لیے یعنی کو اللّٰہ
اسم موصول جمع یُقَاتِلُوْنَ۔ باب مُفَاعَلَتٌ کا فعل مضارع مجہول جمع مذکر غائب قَتَلَ سے مشتق ہے
مصدر ہے مُقَاتَلَةٌ بمعنی جنگ کرنا ایک دوسرے کو قتل کرنا یہاں مفاعلت مبالغہ کے لیے
ہے یعنی خوب ظلماً ایک طرف سے قتال ہونا نہتوں کو مارا گیا، یا مراد ہے ایک طرف سے ظلم
اور قوت سے قتال ہو اور دوسری طرف سے اپنے دفاع اور بچاؤ میں قتال ہوا۔ اس کا نائب
فاعل ضم ضمیر پوشیدہ ہے مرجع الّذین ہے ایک قرئت میں اٰذِنٌ اور یُقَاتِلُوْنَ دونوں فعل
معروف ہیں یہ نسل بانائب فاعل جملہ فعلیہ ہو کر عید ہو ا موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے اٰذِنٌ
کاب حرف جر سیبہ برائے علت اس کا مابعد جملہ علت اور وجہ ہے اٰذِنٌ کی بعض نے کہا
یہ بیان ہے یُقَاتِلُوْنَ کا اور ب بیانہ ہے یعنی قتل کئے گئے وہ اس طرح سے کہ ظلم کے کئے
مگر پہلا قول درست ہے اَنْ حرف مشبہ ضم ضمیر اس کا اسم ظلموا باب ضَرْبٍ کا ماضی مطلق
مجہول یہ نسل بانائب فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر اَنْ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مجرور متعلق ہے
اٰذِنٌ کا رہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ راء ابتداء کا اَنْ حرف مشبہ اللہ اس کا کائنات جازہ
نوقبت کا نصر مصدر مضارع ضم ضمیر مفعول مضارع الیہ یہ مرکب اضافی شبہ جملہ ہو کر مجرور متعلق
مقدم ہے لام تحتی معنی بیشک یقیناً یا یہ لام ظرفیہ زانیہ ہے معنی بہت جدی۔ اور قدیر اسم فاعل صفت شبہ کا معنی قدرت فعل ہے
نہ کہ بالقوہ مگر پہلا قول درست ہے قدیر دراصل قدیر ہے اگلی عبارت سے وصل کے لیے
توزین بشکل وزن ہو گئی۔ تَدْبِرُ اپنے پرشیدہ ضمیر فاعل متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر
اَنْ ہوئی یہ سب اسم خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ الّذین اسم موصول جمع مذکر بحالت رفع ہے کیونکہ
مبتدا ہے۔ ایک قول میں بحالت کسرہ ہے کیونکہ بیان یا صفت ہے یا بدل اُنکے ہے للّٰہ
کا ایک قول میں بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول یہ مقدم ہے اَنْ کے نزدیک اُخْرِجُوا فعل

معروف ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْغُیْبِ اُخْرَجُوا بِاِبِ اِفعال کا فعل ماضی مطلق مجہول جمع مذکر غائب ضمیر صیغہ اس کا نائب فاعل من جارۃ ابتداء غایت کے لیے دیکھو اسم جمع مکرر منصرف اس کا واحد ہے دَارُ یعنی چار دیواری مراد ہے پورا گھر مضاف ہے ضم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ازل ہے اُخْرَجُوا کا ب جارۃ زائدہ غیر اسم نافیہ مضاف ہے حَقِّ مُشْتَقِّ مِنْهُ اِلَّا حَرْفِ اسْتِثْنٰی، اَنْ حَرْفِ تَاوِیْدِ یَقُوْلُوْا۔ فعل مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ مزجج ہے اَلَّذِیْنَ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ رَیْنَا مَرْکَبَ اِضَافِی مَبْتَدَا ہے ابتدا اس کی خبر ہے دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا یہ دونوں قول مقولہ جملہ قولیہ ہو کر مستثنیٰ متصل ہوا حَقِّ کا دونوں مل کر مضاف الیہ غیر کا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق دوم ہے اُخْرَجُوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اَلَّذِیْنَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ تَحْدِثُ مَا یَشَاءُ وَیَبِیْعُ الذَّلٰلٰتِ وَمَنْ یُّدْرِیْ کُذِّبَتْ اَسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیُّ غَیْبِ وَاَدْرِیْ جملہ لَوْ حَرْفِ شَرْطِ لَا حَرْفِ نَفٰی متصل ہو کر ایک لفظ بن گیا اور عربی میں چار طرح مستعمل ہے مَا لَوْلَا امتناعیہ یعنی اگر ایسا نہ ہوتا تو یعنی یہ مانعت و رکاوٹ ہوئی ہے اور فائدہ پہنچا ہے یہاں یہی صورت مراد ہے مَا لَوْلَا تو بیخبرہ و تَحْذِیْقِیہ (آمادہ کرنے کے لیے) مَا استفہامیہ یعنی کیوں نہیں (واقعی) ہاں مَا لَوْلَا نافیہ اس میں اختلاف ہے دَفْعُ مُصَدَّر (مصدر مضاف) اللہ فاعل مضاف الیہ النَّاسُ مُجَرَّل مِنْهُ بَعْضُ مضاف ضم ضمیر مضاف الیہ کا مزجج اَلنَّاسُ جمع ہے یہ مرکب اضافی بدلُ الْبَعْضِ سے اَلنَّاسُ دونوں مل کر مفعول بہ ہے بَعْضُ بَعْضِ یہ جار مجرور متعلق ہے دَفْعُ مُصَدَّر مضاف کا سب مل کر شبہ جملہ ہو کر شرط ہے۔ لَیْبِذِ مَتَّ لَا مِ بَرَاۓ فَرْاۓ تَحْقِیْقِیہ تَحْدِثُ بَابِ تَفْعِیْلِ کا ماضی مطلق مجہول واحد مؤنث غائب اس کا مصدر ہے تَحْدِیْمٌ، حَضْمٌ سے بنا ہے بمعنی ڈھا دینا، گرا دینا ویران، بے آباد کرنا یہاں سب معنی مناسب ہیں مَوَاصِیْعُ اسم جمع منتہی المجموع غیر منصرف اس کا واحد ہے صَوْمَعۃٌ بِرُوزِیْنِ فَوَعَلَتْ یَا قَعْلَوۃُ بمعنی وہ مکان جس کی چھت بے گول مینا رے کی طرح جیسے اونچا لبا مندر عیبائی اپنے گرجا د چرچ، کو بھی اسی طرح گھنٹہ گھر کے مشابہ بناتے ہیں اس لیے اُس کو صومعہ کہتے ہیں یعنی کان منہ جڑے ہوئے سخت بہرہ کو اَصْبَحَ اِسی معنی میں کہتے ہیں کہ اُس کے کان منہ سے جوڑ کربات کی جاتی ہے۔ اصطلاح میں عیساہیوں کے عبادت خانے کو کہتے ہیں مراد ہیں

پہلے زمانے کے سچے عیسائی واؤ عاطفہ بیع جمع ملکر ہے بیعہ کا بمعنی کنیہ یہودیوں کا عبادت خانہ واؤ عاطفہ صلوات اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے صلوة بمعنی نماز مراد ہے قازوں کی جگہ عبادت گاہ گویا کہ صوامع اور بیع عام بڑی عبادت گاہیں اور صلوة سے مراد چھوٹی گھر یلو یا محلے وار عبادت گاہیں سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے کیونکہ نماز یعنی عبادت جسمانی وجہ سے عبادت گاہ بنانے کی واؤ عاطفہ مساجد اسم جمع منتہی المجموع غیر منصرف اسی لیے صوامع اور مساجد پر تنوین (دو پیش) نہیں آئی۔ یہ چاروں لفظ معطوف علیہ معطوف ہو کر موصوف ہیں۔ ایک قول میں صرف مساجد غیر منصرف ہے یذکر یا پ نصر کا مضارع مجہول واحد مذکر غائب فجھا جار مجرور متعلق ہے یذکر کا حاضیر کا مرجع یہ چاروں عبادت خانے ہیں اور عبادت خانے پہلے زمانے کے مراد میں جب کہ یہودی عیسائی اللہ تعالیٰ کی سچی عبادت کرتے تھے اپنے اپنے زمانوں میں ائم اللہ مرکب اضافی ذوالحال کثیر اسم صفت مشبہ واحد مذکر اس کی جمع ہے کثیرین مذکر یہ دونوں مل کر نائب فاعل ہے یذکر کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے صوامع کے پورے عطف کی یہ مرکب توصیفی نائب فاعل ہے صدمت کا وہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی نولاً کی دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ کنصرون، باب نصر کا فعل مضارع لام تاکید بانوں تاکید ثقیلہ واحد مذکر غائب معروف اللہ اس کا فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر جزاء مقدم ہے من اسم موصول شرطیہ کنصرون فعل مضارع مثبت معروف خیال ہے کہ من شرطیہ مضارع کو جزم دیتا ہے مگر یہاں تاخر کی بنا پر مضارع کو جزم نہ آیا۔ اور اس لیے کہ یہ حقیقی شرط و جزا نہیں اس میں توصیفیہ کے معنی یہاں ہیں، کنصرون کا فاعل ضمیر صبیحہ مرجع ضمیر منقول یہ اس کا مرجع اللہ تعالیٰ مراد ہے اللہ کا دین یا اس کے علما اولیا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا من موصول صلہ مل کو شرط مؤخر ہے کنصرون کے حملے کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ ان حرف مشبہ اللہ اسم لام کے تاکید یہ بمعنی البتہ (یقیناً) قوی، بروزن فعل اصل میں قوی ٹی تھا قوی سے مشتق اسم صفت مشبہ واحد مذکر، عزیز اسم صفت مشبہ، بروزن فعل ان دونوں موصوف صفت کی جمع قورین اور عزیزین مذکر سالم ہے، عزیز کی جمع اعزہ بھی آتی ہے مگر خلاف قیاس صرف سماعی یہ مرکب توصیفی خبر ان سے ان کے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا ایک قول

میں قوی اور عزیز دونوں علیحدہ علیحدہ دو خبریں ہیں۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

اٰذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقْتَلُوْنَ بِاَنۡحَادِ ظٰلِمِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰۤى نَسْرِ هٰذَا قَدِيْرٌ
تفسیر عالمائے

رَبُّنَا اللّٰهُ۔ اب اجازت جہاد دیدی گئی ہے اُن مظلوم صابریں، شاکرین متقین، بہادر باوقا
مسلمانوں کو جو اپنی زندگی کے دراز عرصے تک کافرین ظالمین مغرورین کے ظالمانہ قتل

مصائب میں محض مظاہرہ صبر و تحمل برداشت و بردباری کرتے ہوئے پھنسے رہے اور بے شک
اللہ تعالیٰ ہر وقت اُن کی ہر قسم کی مدد پر قادر و قدیر ہے۔ یہ وہی مظلومین ہیں جو ناحق رُلے

تڑپائے ستائے اور نکالے گئے اپنے وطن کے گھروں سے ایذا میں دے دے کر اس
طرح نکالنے کا کوئی حق اور وجہ نہ تھی، سوائے اس کے کہ وہ مظلومین لوگ قلب و زبان عقل

و ایمان، شعور و عرفان سے یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ وہی مالک وہی مجبور ہے وہی معبود ہے وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ

ہے اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں رَبُّنَا اللّٰهُ کا معنی ہے پورا دین اسلام، اور اسلام نام
ہے توحید و رسالت کا کفار کا انہوں نے کوئی نقصان نہ کیا تھا، اُن کو دکھ اور بغض

مسلمانوں کا صرف یہ کہنا تھا کہ ہم کسی بُت دیوی، دیوتا، لائت و منات کو نہیں مانتے، یہ ہمارا فرق
یقین ہے اور اپنے اس یقینِ محکم پر ہمیں قدرتی حق ہے۔ اَب فرمایا جا رہا ہے کہ اتنی صبر

آزمائش کے بعد اُن کے لیے اِذِن جہاد کے ساتھ ساتھ اِنعامِ نصرت کا بھی وعدہ ہے
ابتداءً و آفرینش سے دینِ حق کا یہ طریقہ کار چلا آ رہا ہے کہ اپنے ماتنے والوں کی دُشمنیں

اقوامِ عالم کے سامنے پیش فرماتا ہے۔ پہلی شانِ صبر دوم شانِ شکر۔ صبر اس طرح کر دے کہ باوجود
قدرتِ انتقام اور قوتِ مدافعت کے ہمتِ صبر کا مظاہرہ کر دے تاکہ پختگی ایمان کے ساتھ ساتھ

کھوٹا کھرا بھی نکھرتا چلا جائے اور اچھوں سچوں میں قوتِ مزید پیدا ہو جائے، دینِ حق کی
نعمتیں آرامِ قلبی ہیں نہیں ملتیں، تیرہ سال تک تاریخِ عالم کو مسلمانوں کی شانِ صبر کا مظاہرہ

کرایا گیا اور باوجود انتقام و مدافعت کی اجازت طلب کرنے کے، آستانہ نبوی
سے اجازت نہ ملی کہ وہ صفا کی پہلی تبلیغ سے لے کر ہجرت والی آخری رات تک کو نسا

ایسا ظلم جبر و قہر اذیت تکلیف تھی جو کفارِ مکہ نے مسلمان صحابہ کو نہ پہنچائی ہو۔ مسافر، غریبا
اور غلام صحابہ تو ایک طرف بڑے رئیس اور امیر زاحمے اہلِ خاندان، اہلِ وطن اپنوں

ہی کے ہاتھوں جبر و ظلم کی چکی ابدا کی مصیبت میں پیسے جا رہے ہیں۔ اگر بلال کو غلام، یاسر کو
 غریب مسلمان فارسی کو مسافر سمجھ کر بھوک سے تڑپایا، دھوپ میں لٹایا، مار سے پھڑکایا، ستایا
 جا رہا ہے، تو عثمان غنی بن عفان اور ابو بکر صدیق جیسے اہل خاندان امرا و سرداران قوم کو بھی ناقابل
 برداشت طرح طرح سے دردناک و غمناک اذیتیں دی جا رہی ہیں، بحر فاروق اعظم اور امیر حمزہ
 کے تقریباً تمام صحابہ کرام کو جی بھر کر ستایا گیا ظلم ڈھایا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان دونوں
 حضرات کی تو پر جلال شکل دیکھ کر ہی بڑے سے بڑے کافر سردار کی روح فنا ہوتی پست
 پگھلتا تھا۔ ان کے علاوہ ہر صحابی مسلمان کو قوی، فعلی، مار دھاڑ، ہول بان، طعن و طنز مذاق
 و تمسخر کا دھڑ و کھچاؤ، پیٹ کر گھسیٹ کر بٹا کر پٹا کر گالی گلوچ، دشمنی بد کلامی چھین
 کر لوٹ کر فردا، اجتماعاً غرض کہ جتنے بھی ظلم و جفا شرارت و بربریت کے ہتھکنڈے مکر چھندے
 کفار سے ہو سکتے تھے وہ مسلمانوں پر کئے، اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ کفار مکہ اور سرداران کفر
 بہت طاقتور، جنگجو، تند خو، دلاور و بہادر تھے یا مسلمان بہت کمزور، بیمار، بزدل تھے
 نہیں نہیں، بلکہ وجہ صرف یہ تھی کہ وہ مسلمان اپنے آقا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اپنے رب عز و جل کی اجازت کے بغیر انتقام کا ہاتھ اور مدافعت کی تلوار نہ
 اٹھا سکتے تھے۔ کئی دفعہ غلام و غریب صحابہ نے بھی اپنے زخم دکھا کر اجازت انتقام طلب کی مگر
 ہجرت سے قبل تک ہر بار زبان نبوت سے ہی جواب ارشاد ہوتا رہا۔ اَصْبِرُوا وَلَكُمْ اُجْرٌ مِّنْ يَّقْتُلُونَ۔ یعنی صبر کرو۔
 اور صبر کرو۔ ابھی مجھے اجازت قتال جہاد نہیں ان ظالم کفار کی بزدلانہ بربریت ظاہری بیاد دی ہنٹو بد ظلم کاری
 ہاتھ چلا کی کا بھانڈا تو ایک دن ایک بار اس وقت پھوٹا۔ جب کاہل امیر حمزہ ابھی بحالت کفر تھے۔ آپ باہر تشریف
 لے گئے ان کو خبر دی کہ آج ابو جہل نے تمہارے بھتیجے محمد کو بہت برا بھلا کہا اور گالیاں دی ہیں۔ امیر حمزہ کو خونی رشتے کا پیش
 آگیا چہرہ غصے سے لال ہو گیا اور ابو جہل کو ڈھونڈنے کے پاس آئے وہ اس وقت
 بہت سے لوگوں اور سرداران مکہ کے درمیان پیٹھا تھا، آپ نے جاتے ہی ابو جہل کے سر پر
 زور سے کمان ماری کہ وہ ہول بان ہو گیا سر پھٹ گیا، لیٹ کر تڑپنے لگا پھر پیٹ میں اس
 زور سے لات ماری کہ بلبلاتا اٹھا، سارے سردار اور موجود لوگ اس ناگہانی حملے سے خوفزدہ
 ہو کر بھاگ گئے آپ کا چھوٹا بھائی ابو لبیب، ابو جہل کی حمایت میں کچھ بولا تو آپ نے ابو لبیب
 کی طرف ایسی نہر آلود غصیلی نگاہ سے دیکھا کہ ابو لبیب ملعون ناب نہ لاسکا اور بھاگ گیا
 پھر آپ نے ابو جہل سے کہا کہ آج تو خیم میرے بھتیجے کی شان میں گستاخی کی ہے جس کی

یہ سزا ہے اگر آئندہ کی تو زبان کاٹ لوں گا۔ ابو جہل کو اُس کے لوگ اٹھا کر گھر لے گئے امیر حمزہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے اے بھیجے آج میں نے ایسا کام کیا ہے کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پرچھنے پر بتایا کہ آج میں نے ابو جہل سے آج کی گستاخی بدتمیزی کا بدلہ لے لیا ہے۔ آقاؐ کا ثناء سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **يَا عَمِّي اِنَّيْ لَا اُحِبُّ اَنْتَقَامَكَ وَ لَكِنِّي اُحِبُّ اَنْ يَمَانِكَ**۔ یعنی اے میرے چچا جان میں تمہارے انتقام لینے سے خوش نہیں ہوتا، مجھے تو آپ کا ایمان لانا خوش کرے گا۔ تب آپ اُسی دن یا چند دن بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ بہر حال اس واقعے کی دھشت کفار کے دلوں پر اتنی طاری ہوئی کہ آٹھ دن تک کوئی سردار کفر گھر سے باہر نہ نکلا ان اسی دنوں میں ایک دن ابو جہل روتا ہوا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد از وجود تو حیاتم زار و زار از حیات تو وجودم پاش پاش۔ یعنی تیرے وجود سے میری زندگی زار زار روتی ہے اور تیری زندگی سے میرا وجود ٹکڑے ٹکڑے، تو نے تو دوست کو دوست سے لڑا دیا عجیب فساد مچا دیا (معاذ اللہ) اسی طرح فاروق اعظم کے مسلمان ہونے کا واقعہ ہے کہ آپ جب مسلمان ہونے کے لیے در اقدس پر پہنچے تو دروازہ بند تھا۔ اندر کچھ صحابہ کرام اور خود سردار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ ابو جہل کے دارالندوہ سے اُٹھ کر تو حضرت عمرؓ کسی غلط ارادے سے آئے تھے اور ننگی تلوار لے کر نکلے تھے اسی حالت میں آپ یہاں آ گئے۔ ہاتھ میں اگرچہ وہی تلوار مگر اب حالت وہ نہ تھی جب دروازہ کھٹکھٹایا تو کسی صحابی نے گواڑ کی دراڑ سے باہر دیکھ کر بتایا کہ باہر عمرؓ ہیں ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔ کچھ صحابہ نے غصہ سے کہا کہ عمرؓ کی یہ جرئت کہ یہاں آئے، پھر امیر حمزہؓ بوسے خیر سے آیا تو آنے دو۔ وگرنہ اس کی ہی تلوار ہوگی اُس کی گردن پر۔ غرض کہ کفار مکہ کا یہ جو روجنا برداشت کرنا مسلمانوں کی بزدلی کمزوری کی بنا پر نہ تھا بلکہ عشقِ ابہانی کی آزمائش ۲ صبرِ عظیم کا مظاہرہ ۳ اطاعتِ نبوی کا ثبوت ۴ اور اقوامِ عالم کو بتانا تھا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ حُسنِ اخلاق اور عشقِ بے تاب سے پھیلا، تلوار تو مدافعت کے لیے بھی تبلیغِ اسلام سے چودہ سال بعد اُس وقت ملی جب ظلم کفر حدود سے باہر ہو گیا۔ اور ظالم کفار کو اپنے ظلم پر غرور اور مسلمانوں کی برداشت سے غلط بھی ہونے لگی، سن میلادی کے زیمین سال اور سنِ بعثت کے تیرہ سال جب ہم نے اور کفارِ مکہ کا ظلم و ستم کسی طرح کم

ہوتے ہیں نہ آیا اور مسلمانوں نے جہاد کی اجازت مانگی تو بعثت کے تیرہویں سال یکم محرم یا دس محرم کو ہجرت کی اجازت ملی لہذا بہت سے مسلمان وقتاً فوقتاً قافلہ، قافلہ ہو کر پہلے حبشہ پھر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ یہ ہجرت قوی سنت تھی، پھر خود آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کی اجازت ملی اس کی تاریخ میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ یکم ربیع الاول کو اجازت ملی اور تین دن بعد ہجرت فرمائی اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ ابوہریرہ نے اپنے دار الندوہ میں سب سردارانِ مکہ کو جمع کیا اور مشورہ ہوا کہ تین دن بعد رات کے وقت سب مل کر سونے کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یک دم حملہ کر کے قتل کر دیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہوا، اُسی دن حضرت جبریل نے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ پرسوں رات آپ یہاں سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کھاؤ۔ جبریل امین علیہ السلام کا یہ پیغام وحی خفی تھا بعض نے لکھا ہے ہجرت اجازت کے لیے سورۃ مزمل شریف کی آیت **رَاٰ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ** **وَ اٰ هٰجِرْ هٰذَا هٰجِرًا جَبِيْنًا** سے ہجرت کی اجازت ملی دونوں قولوں کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس آیت سے (اذنِ ہجرت ہوئی اور پیغام جبریل سے حکم اور وقتِ ہجرت ملا، آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد تمام مکی مسلمانوں پر ہجرت کتنا فرض ہو گیا، ہجرت کے بعد بھی کفارِ مکہ کی شرارتیں کم نہ ہوئیں بلکہ یہاں مزید یہودیوں کی خفیہ سازشیں کھل کر مکہ سے جاسوسی مخبری اور منافقین کا تعاون کفر بھی شامل غرض کہ تین قوتیں مسلمانوں کے خلاف جمع ہو گئیں پہلی کفارِ مکہ دوم یہودیوں کی سوم منافقین کی۔ اگر اسلام سچا دین نہ ہوتا تو اس بے لغار کی طاقت نہ پاتا، اور اگر نبی کریم رحمۃ عالمین نہ ہوتے تو ان تینوں گروہوں پر عاود و ثمود سے بھی سخت عذاب آتا، کفارِ مکہ کی اب شرارتیں اس قسم کی ہوتیں کہ کبھی ڈاکو بن کر مزدوروں چرواہوں سے جانور چھین کر لے جاتے۔ کبھی چور بہر و بیہ بن کر مسلمان بنتے پھر موقع ملتا تو کسی کی چیزیں یا جانور چرا کر بھاگ جاتے یا کسی اکیلے غافل کو قتل کر کے بھاگ جاتے یا کبھی کوئی وفد منانقاہ مسلمان ہو جاتا اور صحابہ کو درغلٹا دے سوتا اس اسلام سے بھاگتا۔ نبی ﷺ میں عید الاضحیٰ کے دن بعد نمازِ عید۔ اس آیت کریمہ کے نزول سے مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت ملی اور فرمایا گیا۔ **اِذْ نَالِیْنَ**، یہ مسلمانوں کی پہلی نمازِ عید باجماعت تھی پھر سات ماہ بعد سنائیس رجب ﷺ میں سورۃ بقرہ کی آیت ۱۹۱ نازل ہوئی غزوہ بدر سے تقریباً دو ماہ پیشتر **وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَعَلَّکُمْ تَکُوْنُوْا مُکْرَمُوْنَ**

تے انتقاماً یہودیوں صابیوں کے پھر انگریزوں نے یہودی صلوٰتوں کو اور عہدوں نے ایک باری مسجد کو کمال پاشانے ترکیہ کی تمام مساجد کو مقفل کر دیا تھا ان میں نماز منوع آج بھی ترکیہ میں مساجد و اسلامیات پر پابندی ہے جیسا کہ جنگ لندن ۱۹۴۰ء کا م ۵ مختصر خبریں میں خبر شائع ہوئی ہے صوامع یہود و نصاریٰ تارک الدنیا کی جنگی خانقاہیں، بیع شہری گریس، صلوٰت یہودی اور صابئین کے شہری معبد اور مسلمانوں کی مسجدیں، سابقہ امتوں نے اپنی خصوصی عبادات کے لیے دنوں کا انتخاب بھی کیا تھا اور اپنے اپنے عبادت خانوں کے یہ نام بھی خود رکھے۔ مگر مسلمانوں کے لیے دن کا انتخاب یوم جمعہ بھی رب تعالیٰ نے خود اپنے کرم سے مقرر فرمایا اور اسلامی عبادات کے لیے عبادت گاہ کا نام مسجد بھی اللہ تعالیٰ نے خود رکھا۔ اس آیت میں معبد و مکی یہ ترتیب لفظی دو وجہ سے ہے ۱۔ اس لیے کہ شریعت کے بعد اشرف کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ صوامع شرافت والی جگہ اور بیع اس سے بھی زیادہ شرافت والی جگہ اور بیع سے بھی زیادہ شرافت والی جگہ صلوٰت اور صلوٰت سے بھی زیادہ شرافت والی جگہ صلوٰت اور شرافت کی زیادتی عبادت کی کثرت کی بنا پر اس سے ثابت ہوا کہ اگرچہ اپنے اپنے وقوں زمانوں میں ان دینوں کے منوخ ہونے سے پہلے سب معبدوں میں صحیح اور سچی عبادت الہی ہوتی تھی اور وہ معبد اپنے شرعی دینی زمانوں میں درجہ بدرجہ شریف و اشرف تھے مگر تاقیامت سب میں زیادہ ہر طرح ہر وقت اشرف و افضل اور اکثر فی العبادت صرف مساجد ہیں اس لیے کہ تاقیامت صحیح سچی عبادت و طہارت صرف مسجد میں ہی ہوتی رہے گی جو عددًا۔ ادباً۔ وقتاً کثیر ہوگی ۲۔ اس ترتیب کی دوسری وجہ ان کا زمانہ تعمیر وجود ہے۔ اس طرح کہ سب سے پہلے دنیا میں زمین پر صوامع بنائے گئے پھر بیع پھر صلوٰت تے، پھر دین اسلام کی بعثت پر مسجدیں کثرت سے عبادت گاہوں کو رب تعالیٰ نے پہلے زمانوں میں اہل ایمان کو قتال منی الفین کا حکم دے کر۔ قتال کی دعوتیں کر دیں ایک مدافعت کی صورت میں اپنی جگہ رہ کر دم مقابلے اور حملے کی صورت میں آگے بڑھ کر، پھر اسلامی زمانے میں سلطنت اسلامیہ کو پھیلا کر بھی مشرکین دشمنوں سے بچایا اسلام میں رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ کسی مذہب کا بعد تباہ مت کر دینے دو۔ بلکہ اہل ذمہ کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرو۔ اس لیے آج بھی اسلامی ریاستوں میں غیر مسلموں کے صوامع بیع صلوٰت تے۔ کتبے، گریس مندر، گروہارے سر پر محفوظ و آسن میں ہیں، نہ اس سال معلوم دور میں دور شاہی، اس پر شاہد ہے۔ ہاں البتہ جس

جس معبد کو سیاسی اڈہ اور اسلحہ و شرارت و جاسوسی بخبری کا مسلمانوں کے خلاف سازش خانہ بنایا جائے گا اُس پر یلغار کرنا جائز و ضروری ہے جیسا کہ سوناٹھہ کا مندر محمود غزنوی کے زمانے میں اِس کے علاوہ کوئی مثال اور واقعہ نہیں ملتا۔ کسی مندر معبد کو کوئی خطرہ نہیں نہ انتقامی نہ سیاسی، نہ مذہبی، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد پر ہر وقت قادر ہے۔ کوئی چیز اُس کے لیے رکاوٹ نہیں۔ عزیزِ جلیل و غالب ہے نہ اُس کو کوئی روک سکے نہ ٹوک سکے اُس کی ہر حرکت جاری و نافذ ہے۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال: اِذْنٌ کَرِّرْتُہِمْ دَرْ قَوْلٍ پہلا یہ کہ اِذْنٌ فعل ماضی مطلق مجہول ہے یہی مشہور و مکتربِ قَرَّتْ ہے۔ دوم یہ کہ یہ اِذْنٌ فعل معروف ہے معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی۔ اِذْنٌ جہاد کے ملنے میں تین قول و بعض نے کہا اسی آیت سے اجازت ملی۔ بعض نے کہا کہ اِس آیت سے اجازت نہیں ملی بلکہ اجازت دیے جانے کی اطلاع ملی۔ اصل اجازت جہاد سورۃ بقرہ کی آیت ۱۹۱ وَحَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا رَیْءَہُمْ دیکھی گئی۔ بعض نے کہا کہ اصل اجازت جہاد سورۃ توبہ کی آیت ایک سو گیارہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسُہُمْ وَاَمْوَالُہُمْ سَے ملی، کچھ بزرگوں نے فرمایا کہ اِذْنٌ جہاد سورۃ توبہ کی آیت ۲۵ فَاقْتُلُوْا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُمُوْہُمْ سَے ملی۔ مگر پہلا قول درست ہے کہ اِذْنٌ قتال سورۃ حج کی اسی آیت سے ملا۔ یہ اِذْنٌ فرمانا اطلاع نہیں بلکہ اصل اِذْنٌ ہے، اور سورۃ بقرہ کی آیت ۱۹۱ میں جہاد کا طریقہ اور سورۃ توبہ آیت ۲۵ میں جہاد کا مرتبہ اور ثواب بتایا گیا۔ اور سورۃ توبہ کی آیت ۲۵ میں انتقامی جہاد کا ذکر فرمایا اور کچھ آیت میں مدافعتی قتال کا حکم ہے، دو قسم کی جہاد کی اجازت دی گئی ہے پہلی مدافعتی دفاع کرتے ہوئے، پھر انتقامی آگے بڑھ کر علاقہ کفر میں جا کر حملہ یلغار کرتے ہوئے اور پھر تبلیغی جہاد اس طرح مسلمانوں کے جہاد میں قسم کے ہوئے و مدافعتی و انتقامی و تبلیغی۔ اِذْنٌ مَبْلَغَانِ یُقَاتِلُوْنَ کی قرئت میں دو قول و اولیٰ یہ فعل مضارع مجہول ہے۔ یہ یُقَاتِلُوْنَ فعل مضارع معروف ہے۔ دیکھا کہ اِس کے معنی میں دو قول و بعض نے کہا اِس سے مراد شہر مکہ مکرمہ ہے۔ بعض نے کہا اِس سے مراد بستی مکہ میں مسلمانوں کے ذاتی ملکیتی گھر ہیں۔ الا کے حکم میں تین قول ہیں و بعض نے کہا یہ مستثنیٰ متصل کے لیے ہے بمعنی مگر اور بقول کفار مسلمان چونکہ توحید و رسالت کو ماننے والے بن گئے اِس لیے اِخراج کے مستحق

ہو گئے اور بت پرستی کا آبائی دین چھوڑ کر توحید باری ماننے کی پاداش میں مسلمانوں کو ستانا کفار مکہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق بنتا ہے ۲ بعض نے کہا یہ استثنیٰ منقطع ہے بمعنی لیکن یعنی اہل ایمان مکہ مکرمہ سے نکالے جانے کے مستحق نہ تھے بلکہ حقیقت میں تو یہی مومن ہی مکہ مکرمہ میں رہنے کے حقدار تھے کیونکہ کعبہ و حرم تو بنایا ہی توحید اور عبادت الہی کے لیے تھا نہ کہ بت پرستی اور شرک کفر کے لیے، تو گویا فتح مکہ حق بھدار رسید کا مظاہرہ تھا۔ الا لیکن محض توحید کی دشمنی میں یہ ایمان والے ناحق نکالے گئے، بعض نے کہا الا استثنیٰ منقطع ہے اس کا معنی ہے موائے، یعنی کفار مکہ کو ظلم ڈھانیکا کوئی پہلہ نہ ملا موائے مسلمانوں کے رَبَّنَا اللہ کہنے کے (کلمہ پڑھنے کے) لَوْ لَا دَفَعُ اللہ کی قرأت میں دو قول ۱ دَفَعُ اللہ ۲ دَفَعُ اللہ باب مفاعلة کا ام مبالغہ اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں مومنوں کی کفار سے مدافعت اور حفاظت کرنے والا ہے بار بار لَھٰذِ صَٰت کی قرأت میں دو بعض نے کہا یہ باب تفعیل کا ماضی شرطیہ جہول ہے بمعنی بالکل ڈھانٹے جاتے، لَھٰذِ صَٰت یہی مشہور و مکتوب قرأت ہے ۲ یہ صَدِ مَٹ ہے۔ بغیر تشدید بہا پ ضرب ماضی مطلق جہول اور معنی ہے کہ ویران بے آباد مقفل کر دے جاتے، داخلہ بند عبادت متوہج ۲ یَسَّحُ صَلَٰت کے معنی میں تین ۱ یَسَّحُ عیسائیوں کا عام گرجا۔ صَلَٰتہ خلوت کی عیسائی خانقاہیں صَوَامِع یہودیوں کے معبد کہتے ہیں ۲ بعض نے کہا کہ صَوَامِع مجوسیوں کے، یسوع نصاریٰ کے صَلَٰت، یہودیوں کے معبد ۳ بعض نے کہا صَوَامِع یہودیوں کے، یسوع نصاریٰ کے صَلَٰت صابئین کے معبد مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ مجوسی کے معبد کو بیت ناریہ (آتشکدہ) کہا جاتا ہے۔ اور صابئین کے معبد کو کنیم، صَوَامِع کا واحد صامعہ ہے یَسَّحُ کا واحد یَسَّحُ ہے صَلَٰت کا واحد صَلَٰتہ ہے یہ عبرانی لفظ ہے صَلَٰت کی قرأت میں دس قول ہیں ۱ صَلَٰت، یہی مشہور اور مکتوبی ہے ۲ صَلَٰت ۳ صَلَٰت ۴ صَلَٰت ۵ صَلَٰت ۶ صَلَٰت ۷ صَلَٰت ۸ صَلَٰت ۹ صَلَٰت ۱۰ صَلَٰت اس کا واحد صَلِیبُ بروزین طریقہ ۱ یَذْکُرُ فِیْہَا کی حاضیر کے مرجع میں دو قول ۱ بعض نے کہا اس کا مرجع یہ چاروں عبادت خانے ہیں یعنی صَوَامِع، یَسَّحُ صَلَٰتہ ان میں بھی پہلے اپنے اپنے وقتوں میں مجھے، عبادت اور ذِکْر اللہ ہوتا تھا اور مسجدوں میں تاقیامت انشاء اللہ تعالیٰ ہوتا رہے گا ۲ بعض نے کہا رَحَا کا مرجع صرف مساجد ہیں کیونکہ نزولِ آیت کے وقت مجھے ذِکْر اللہ کا مقام صرف مسجد ہی تھیں یہی قول درست ہے۔

فائدے | ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ - دنیا میں جو کام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگا وہ ہمیشہ مفید بھی ہوگا اور جائز بھی لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کرا یا جائے وہ نقصان دہ یا بے فائدہ کام، خواہ دینی ہو یا دنیوی اس لیے کہ اجازت والے کام ہیں رب تعالیٰ کی رضا شامل اور رضا میں ارادہ و حکم و حکمت داخل اور جس کام میں رب تعالیٰ کی حکمت شامل اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی شامل رہے فائدہ - اُذِنْ لِلَّذِیْنَ یُؤْتُونَ اِیَّکَ اَمْرًا مِّنْکَ اَمْرًا مِّنْکَ اور لَنْ نَّصْرِیْهُمْ لَقَدْ یُؤْتُونَکَ اَمْرًا مِّنْکَ اَمْرًا مِّنْکَ اجازت ربانی مل جانے سے بندے کو مزید چار نعمتیں مل جاتی ہیں - رضا - ارادہ - حکم - حکمت ، یہاں تک کہ ارادہ الہی بندے کے لیے اتنا مفید ہے کہ بندے کی اُٹھ بھول میں سینکڑوں فائدے مل جاتے ہیں جو بھول رب تعالیٰ کے ارادے و حکمت سے ہو دیکھو ایک دفعہ آقا و قاضیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر کی ایک نماز میں بھول گئے تو مسجدؐ سہو کا مسئلہ ظاہر ہوا اور ایک سفر میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بار بھول گئیں تو تیمم کا مسئلہ ظاہر ہوا لیکن اگر کسی کام میں اللہ کی اجازت نہ ملی ہو اور وہ ہو جائے تو اس کو شیطن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے سورہ قصص کی آیت ۲۵ میں موسیٰ علیہ السلام نے ایک کتے سے قبیلے کے مرجانے کو فرمایا - قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ یعنی یہ کام نہ رب کی اجازت سے ہوا نہ میرے ارادے سے بلکہ شیطن کی شرارت سے اسی طرح ایک سفر میں یوشع علیہ السلام بنی ٹھلی کے زندہ ہو کر پانی میں کود جانے کا واقعہ موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے تو اس بھول کو بھی شیطن کی طرف منسوب فرمایا چنانچہ سورہ کہف آیت ۶۳ میں ہے - وَمَا اَنۡسَانِیۡہٗۤ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اس لیے کہ قبیلے مار نے اور ٹھلی بھولنے کے دونوں واقعات سے نقصان ہی ہوا فائدہ کچھ ظاہر نہ، وہاں حدیث کی مشقیں اٹھانی پڑیں اور یہاں سفر دریا دراز ہو گیا - دوسرا فائدہ - اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اپنے بندوں کا دفاع فرماتا ہے، مردودین سے مقبولین کو بچاتا ہے اور باطل سے حق کو جیسے ابراہیم علیہ السلام کو نازخود سے، اوسا ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے ایمان والوں کو نرود سے بچا دیا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے فرعون سے بنی اسرائیل کو بچا دیا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے مسلمانوں کو یزید سے بچا دیا اور ہر جگہ رجال غیب کے ذریعے جنگل صحرا یا کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے مسلمان محتاجین کو اُس ناگہانی مصیبت سے - اسی طرح اولیاء باطنی کے ذریعے شکر کفار سے - شکر اسلام کی مدد فرمائی - جیسے جنگ بدر میں ملائکہ کے ذریعے مدد پہنچائی اور

چند صد مسلم گزشتہ جنگوں میں سبز پگڑیوں والے غیبی اویا و اشد کے ذریعے مجاہدین اور ملکی مردوں کا دفاع فرمایا گیا اور جیسے دجال کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعے مسلمانوں کو دجال سے بچایا جائے گا یہ فائدہ علیٰ نفسِ ہمد کفد یث۔ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ ہر مسلمان کو ہر وقت، دو چیزوں کا اپنے ہر عمل میں خیال رکھنا چاہیے۔ اطاعتِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے احکام و اقوال میں اور اتباع آپ کے ہر عمل مقدس میں۔ اس لیے کہ اس اطاعت اور اتباع کی برکت سے مسلمان کے کسی دینی و دنیوی کام میں کبھی کوئی پریشانی تکلیف رکاوٹ یا شکست نہ ہوگی، اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر مصیبت، رکاوٹ، پریشانی کے وقت یہی غور کرتے تھے کہ کہیں ہم سے کوئی قول یا عملی ترکِ سنت کا ارتکاب تو نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے یہ پریشانی اور مصیبت رکاوٹ آگئی اگر ایسا ہوتا تو فوراً اس سنت مقدسہ پر عمل شروع کر دیتے اور وہ پریشانی دور ہو جاتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرام کے اس کردار سے وہ قلعے فتح ہو جاتے جو مہینہ بھر لشکر اسلام کے محاصرے سے فتح نہ ہو سکے تھے یہ فائدہ و کینصرت اللہ من ینصرتہ کے وعدہ ربانی سے حاصل ہوا۔ اس وعدہ ربانی کے باوجود بھی بعض دفعہ مسلمان، کفار اور فساد سے کیوں شکست کھا جاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ مسلمان یا اطاعت میں کوتاہی کر جاتے ہیں یا اتباع میں، کیونکہ وعدہ ربانی تو ہر حال میں برحق اور موجود ہے لیکن ناکامی مسلمانوں کی اپنی کوتاہیوں کا خمیازہ ہوتا ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت سائلک بدایونی کا شعر ہے۔

اُن کے جو ہم غلام تھے خلق کے مشول ہے۔ اُن سے پھرے جہاں پھرا آئی کمی و قار میں

ثابت ہوا اطاعت و اتباع بھی من ینصرتہ کی ایک صورت ہے۔

احکام القرآن | ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ امام اعظم کا مسلک ہے کہ مرتد مرد کو قتل کیا جائے اگر وہ توبہ کی جہالت میں توبہ نہ کرے خواہ وہ مرتد مرد جوان ہو یا بوڑھا یا معذور۔ لیکن مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جوان ہو یا بوڑھی یا معذورہ لیکن تا توبہ توبہ کی سزا دی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں مرتد مرنے پر اور دین اسلام چھوڑنے پر کوئی گرفت اور سزا نہیں شریعت اسلام نے دین پر کوئی پابندی نہیں رکھی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ دین میں کوئی جبر نہیں، سورۃ بقرہ آیت ۲۵۶ اگر کوئی دین اسلام سے مرتد ہو کر کافر ہوتا

ہے تو اُنکی کو صرف بھایا جائے گا۔ صرف مرتد ہونے کی بنا پر قتل نہ کیا جائے گا۔ لیکن ائمہ ثلاثہ امام مالک امام حنبلی اور امام شافعی کا مسلک ہے کہ ہر مرتد کو قتل کیا جائے مرد ہو یا عورت جراتی یا بڑھا یا پامعذوری میں ہو۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں، وجہ قتل ارتداد ہے اور وہ سب میں برابر امام اعظم نے اپنے اس مسلک کو اس آیت اُذِنَ لِلَّذِينَ بَغَا نَكَوْتُمْ بِأَنفُسِهِمْ (الحج) سے مستنبط کیا۔ امام اعظم فرماتے ہیں دین اسلام خوشیوں محبتوں کا دین ہے یہ جبراً کبھی نہیں ٹھونسا گیا، دین اسلام تلوار سے نہیں پھیلا نہ کوئی دین تلوار سے پھیل سکتا ہے کیونکہ تلوار کا قبضہ صرف جسم پر ہوتا ہے جب کہ دین کا قبضہ دل پر ہوتا ہے۔ تلوار حیثیت پھیلاتی ہے دین الفت پھیلاتا ہے تلوار بادشاہ تو بنا دیتی ہے مگر قلبی مجرب نہیں بنا سکتی جب کہ دین و ایمان محبوبیت چاہتا ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ ایمان والوں کو اس لیے قتال کی اجازت دی گئی ہے کہ ظالم کا ظلم بند کیا جائے اور جو مسلمانوں سے قتال کریں یا جن سے آئندہ کسی وقت قتال کا خطرہ ہو ان سے قتال کر کے اس حد تک کمزور کر دو کہ وہ قتال کی جرئت نہ پائیں۔ مرتد مرد سے قتال کا چار طرح خطرہ ہے۔ ۱۔ جو ان مرتد کفار کے لشکر میں شامل ہو کر قوت کفر اور جاسوسی بڑھا بیگا مسلمانوں کی بخری اور اسلام کے خلاف جنگ میں شامل ہو گا۔ اس خطرے کے پیش نظر اولاً اُس کو دلائل اور حُسنِ اخلاق سے سمجھایا جائے گا اور توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ نہ کرے تب قتل کیا جائے گا۔ ۲۔ بڑھا اور معذور مرتد اپنی عقل اور سیاسی مشوروں سے یا مالی امداد سے کفار کی جنگی قوت بڑھائے گا۔ ۳۔ یا بیٹھا بیٹھا کفر کی تبلیغ کرے گا، مسلمان نسل کو اسلام سے بہکائے و رغلائے گا۔ ۴۔ ہر مرتد مرد لشکر کفر کا جہاز، مال، عقل، دماغ درمے سخمے تعاون کرنے میں جوشی و تیزی دکھائے گا۔ اور مرتد کی تبلیغ زیادہ نقصان دہ ہے عام کافر کی تبلیغ سے ان دُجھ کی بنا پر مرتد مرد کو قتل کیا جائے گا۔ تاکہ یہ تمام خطرات جڑ سے ختم ہو جائیں قتل مرتد کی وجہ صرف یہ تعاونی خطرات ہیں نہ کہ ارتداد۔ لیکن ایک گھریلو مرتدہ عورت سے پہلے تین خطرات نہیں وہ نہ جسما قتال کر سکتی ہے نہ مالی نہ عقلی جنگی چالوں سیاسی فارمولوں کی اس لیے اُس کو قتل نہ کیا جائے گا۔ ہاں البتہ اُس سے تبلیغ کفر اور بہکانے و سوسانے کا خطرہ ہے اس خطرے سے بچنے کے لیے مرتدہ کو دراز مدت تک قید کر دیا جائے گا یا اسی کے گھر میں نظر بند۔ رب تعالیٰ نے صرف ان کفار کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے جو مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں یا کبھی کر سکتے ہیں، چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ۱۹۱ میں ارشاد

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُوكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا
 اے مسلمانو صرف ان کو قتل کرو جو کسی وقت تم سے جنگ کر سکتے ہوں۔ اور جن سے جنگ کا
 خطرہ ہو۔ اور حد سے نہ بڑھو۔ یعنی جن سے کسی قسم کی دمالی جبری، عقلی، سیاسی، جنگ کا خطرہ
 نہیں ان کو قتل نہ کرو اس آیت کی تفسیر حدیث پاک میں اس طرح ارشاد ہوئی کہ فرمایا آقا
 کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کراے تا قیامت مسلمانو، کسی بھی جنگ و جہاد میں دفاعی جنگ ہو یا خطرہ جنگ کفار کے قتل
 بیش قدر کی جنگ ہو، بچے بوڑھے، معذور اور عورت کو قتل نہ کرو (مسلم بخاری) اس حدیث پاک کی شرع میں شارحین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ معذور اور عورت
 عورت مراد ہے جو جنگ میں کفار شکر کی کوئی مدد نہ تو کرتے ہوں نہ کر سکتے ہوں۔ نہ مالی نہ عقلی و سیاسی
 نہ مشاورتی۔ یہ حکم حدیث بھی عام بوڑھے و معذور کافر کے لیے ہے نہ کہ مرتد بوڑھے و معذور کے
 لیے اس لیے کہ عام بوڑھے اور معذور کافر سے خطرہ قتال نہیں ہے مگر مرتد ہونے والے
 بوڑھے و معذور سے سیاسی و مالی تعاون کا خطرہ یقینی ہے کیونکہ اس کا مرتد ہونا بلاوجہ
 نہیں ہو سکتا نہ مرتد اپنی شرارتوں کفر نوازیوں میں چپ بیٹھ سکتا ہے۔ لہذا مرتد مرد کو ہر حال
 قتال کیا جائے کہ یہ راستے کا خطرناک کانٹا ہے۔ مسلم بخاری، ابو داؤد میں ہے۔ عَنْ أَنَسٍ
 أَوْ عَنْ رِبَاحِ بْنِ رَيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَرَمَاتے ہیں۔ چار شخصوں
 کو قتل مت کرو عورت، بوڑھا، معذور، مذہبی لیڈر، راہب، بادی، پنڈت،
 کیونکہ یہ کسی طرح بھی جنگ میں شریک نہیں ہوتے لیکن جو عورت یا بوڑھا یا معذور راہب بادی
 راہب پنڈت جٹا یا مالاً، مشورۃً یا سیاستاً جنگ کرے یا کروائے اس کو قتل کیا
 جاوے گا۔ بچوں کو بالکل قتل نہ کیا جائے۔ یہ مسئلہ بِالْهَدْيِ ظَلَمُوا سے مستنبط ہوا۔ ائمہ
 ثلاثہ کے دلائل اس حدیث بخاری میں ہے مَن أَبَدَلَ دِينَهُ قَاتِلُوكَ يَوْمَ الْقِيَامِ
 ہے مرتد اور مرتدہ کے لیے، حنفی علما جواب دیتے ہیں کہ یہ عموم ظنی ہے اور ظنی دلیل
 سے قتل کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔ حدیث سے عَنْ جَابِرٍ۔ دارقطنی میں ہے کہ اُمّ مروان
 مرتدہ ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے توبہ و رجوع کرواؤ
 اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دو۔ حنفی علما جواب دیتے ہیں کہ یہ روایت عمر و ابن رواحہ
 ضعیف راوی کی وجہ سے ضعیف ہو گئی اور ضعیف روایت سے قتل کا حکم ثابت نہیں
 ہو سکتا۔ تیسری حدیث از دارقطنی، عَنْ عَالِشَةَ صَدِيقَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَرَمَاتے ہیں کہ یوم اُحد
 ایک عورت مرتدہ ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے توبہ

کر واڈا کر کے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دو۔ تفسیر مظہری نے جواب دیا کہ یہ روایت محمد بن عبد الملک نے روایت کی حالانکہ محدثین کے نزدیک یہ راوی حدیثیں بنانے میں بدنام ہے اس لیے یہ حدیث بھی یقیناً بناوٹی ہے۔ لہذا ائمہ ثلاثہ کا یہ ایک کمزور اور اس آیت قرآن مجید کے خلاف ہے غرض کہ امام اعظم کا مسلک یہ کہ ارتداد و جبر قتل نہیں بلکہ خطرہ قتال مرتد کو قتل کر دینے کا سبب ہے یہ مسلک قرآن مجید سے مستنبط اور ثابت ہے ائمہ ثلاثہ کا مسلک کہ ارتداد ہی وجہ اور سبب قتل ہے یہ مسلک خلاف قرآن ہے۔ دوسرا مسئلہ سابقہ تمام شریعتوں میں کفار سے مدافعتانہ انتقام لینا جائز رہا کسی نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو کفار سے بدلہ لینے کے لیے منع نہیں کیا اسی لیے پہلی امتوں میں ہر طرح دینی و دنیوی امن قائم عبادت گاہیں سلامت رہیں، عبادتیں ہوتی رہیں، صرف دفاع کے انتقام اور کفار کے حملے سے بچاؤ کے لیے پیش قدمی کی اجازت ہر مظلوم امت کو عطا فرمائی گئی اس اجازت قتال کی بدولت ہی دنیا میں امن قائم رہا اور سب کے دین و عبادت معبدو کیسے محفوظ رہے اور ہیں، یہ مسئلہ لَوْ كَذَّبُوا لَخَلَفْنَا عَنْهُمْ غِيظًا لَّيْسَ لَنَا مَقْرَبٌ عَلَيْهِمْ وَلَا يَكُنْ لَهُمْ جُنُودٌ مُّقِيَّةٌ اَللّٰهُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ كَافٍ مُّذِنٌ (۱۲) سے مستنبط ہوا لہذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ ہمارے عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں صرف امن سلامتی صلح اور محبت لے کر آئے تھے اور حضرت مسیح کی تعلیم یہ تھی کہ اگر کوئی شخص دشمن تمہارے ایک رخسارے پر چپٹ مارے تو دوسرا رخسار بھی اُس کی طرف کر دو۔ اور کہو کہ ادھر بھی مار لے یہ بالکل غلط بات ہے عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کبھی نہ فرمایا نہ اس تعلیم کا فائدہ نہ دنیا میں رہنے کے لیے اس پر عمل ہو سکتا ہے نہ کسی عیسائی نے آج تک اس پر عمل کیا ہے نہ کر سکے بلکہ جتنا ظلم اپنی جنگوں میں عیسائیوں نے مظلوموں نہتوں پر کیا۔ اس کی تو کسی اور قوم میں مثال نہیں ملتی صلیبی جنگیں اور ہندوستان میں انگریز عیسائیوں کا ظلم اس کے گواہ ہیں۔ عیسائی جنگوں میں تو بچوں بوڑھوں معذوروں عورتوں کو بھی معاف نہ کیا گیا۔ سب پر قتل عام کیا گیا حالانکہ کسی شریعت نبوی نے اس طرح کے ظلم کی اجازت کبھی نہ دی۔ مگر ان صلح محبت کے دعویداروں کی تاریخ ظلم سے بھری پڑی ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ یہ شرعی قانون تاقیامت جاری و نافذ ہے کہ مجاہدین، صرف اُن عورتوں، بوڑھے مردوں، اور معذوروں، اور مذہبی رہنماؤں کو دوران جنگ امن دیں قتل سے بچائیں جو جنگ میں کسی طرح حصہ نہ لیں اور تمام بچوں کو بھی امن دیں لیکن جو کافر عورتیں یا بوڑھے معذورین مذہبی لیڈر اپنے مال و

مشوروں سے جنگی کفار کو تقویت دیر ہے ہوں، یا جنگی جاہل سمجھا رہے ہوں، یا مجبوری یا موسیٰ کا تعاون کر رہے ہوں۔ ان کو قتل کیا جائے گا یہ مسئلہ بِأَنفُسِهِمْ ظَلُمُوا۔ (الحج) سے مستنبط ہوا کہ ظلموا والے مسلمانوں کو اذن قتال دیا گیا ان کے خلاف جو ظالم کافر ہیں، اور سیاسی شیروہ تو اصل جنگی فوجیوں سے بڑے ظالم ہوتے ہیں کیونکہ جنگ کراتے ہیں۔

اعتراضات | یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا: اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے حالانکہ مسلمان تو خود نکلے تھے۔ ہجرت کی اجازت رب تعالیٰ نے ہی عطا فرمائی تھی اور اس نکلنے پر خوش تھے کسی کافر نے نہ نکالا تھا تو اُخْرِجُوا کیوں فرمایا گیا؟ جواب نکالنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ زبان سے کہا جائے نکل جا، جس طرح آذر چھانے، ابراہیم علیہ السلام سے کہا: اُخْرِجْنِي صَيًّا۔ اے ابراہیم میرے پاس سے دور ہجرت کر جا (سورۃ مریم آیت ۲۴)، دوم یہ کہ ظالم زبان سے کچھ نہ کہے مگر مظلوم کو اتنا سنائے ظلم و تشدد کرے کہ مظلوم گھبرا کر خود ہی نکل جائے یہ گویا باطن نکالنا ہی ہے۔ سوم یہ کہ مظلوم اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور نبی علیہ السلام سے التجائیں عرض کرے کہ یا اللہ مجھے ان ظالموں سے بچا یہاں سے اور وہاں پہنچا جہاں میں آزادی سے دل بھر کر تیری عبادت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع کر سکوں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کو اسی قسم کا نکالا تھا۔ زبانی کلامی یا ہاتھ پیر کرنے نکالنا تھا۔ مگر حالات ایسے پیدا کر دئے تھے کہ مجبوراً مظلوم مقہور مسلمانوں کو وہاں سے نکالنا پڑا اور اللہ تعالیٰ سے اجازت، ہجرت مانگنی پڑی۔ اسی ظلم و ستم کے اظہار کے لیے یہاں اُخْرِجُوا فرمایا گیا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا: اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مدد کرنے پر قوی و قادر اور عزیز و غالب ہے، تو پھر بعض دفعہ مسلمان کفار سے شکست کیوں کھا جاتے ہیں، جیسے کہ جنگ احد میں مسلمانوں کی فتح، شکست میں بدل گئی اگرچہ وہ شکست عارضی اور وقتی ہی تھی، خوارزم شاہ چنگیز سے۔ خلیفہ بغداد صلاکو سے اور مشرقی پاکستان میں نوے ہزار ہتھیار بند مسلمان فوجی ہندوؤں کے قیدی بن گئے۔ بہادر شاہ ظفر مغل بادشاہ اور سلطان ٹیمور انگریز کفار سے شکست کھا گئے کیا وجہ۔ جواب۔ رب تعالیٰ کا یہ وعدہ ہر وقت باطل سچا ہے۔ مگر مطلق نہیں بلکہ مقید و مشروط ہے، یہاں اَمِنْ يَنْصُرُكَ، کی قید اور شرط ہے اور سورۃ آل عمران کی آیت ۱۶۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

وَنُكَلِّمُ الْمُؤْمِنِينَ رِيعًا لِّأَنْ مَّوْمِنِينَ كِي مَدَدِ هُوَ كِي جَوَّاسِ كِي دِينَ كِي مَدَدِ كَرِي كِي۔ اور اسے
 مسلمانوں ہر کفر پر تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ مومنین بن کر رہو مسلمان ہونا پتھے عقائد کا نام ہے
 اور مومنین ہونا پتھے اعمال کا نام ہے اور پتھے اعمال آقاؐ کا ثبات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کی پوری اطاعت اور پوری اتباع کا نام ہے اگر مسلمان اس اطاعت و اتباع
 میں مضبوطی سے ہر وقت قائم رہیں تو کبھی شکست نہ ہو۔ جیسا کہ خلفاء راشدین کی فتوحات
 صلیبی جنگوں میں اسلامی فتوحات اور ہندوستان پر ہزار سالہ مغل شہنشاہی دور۔ لیکن جب بھی
 مسلمانوں نے دینی مدد میں کمزوری دکھائی اور اطاعت و اتباع نبوی، عشقِ الہی، محبتِ مصطفائی
 میں کمی دکھائی یا فرمانِ نبوت سے بے پرواہی برقی تو فوراً شکست کھائی۔ جنگِ اُحد کی وقتی
 شکست بھی اس لیے تھی کہ دتے پر بٹھائے اُن بارہ صحابہ نے فرمانِ نبوت کی پرواہ نہ کرتے
 ہوئے، فتح دیکھ کر بلا اجازت درہ چھوڑ دیا حالانکہ حکم تھا جب تک ہم خود نہ بلائیں درہ نہ چھوڑنا
 بارہ میں سے دشمن نے بلا اجازت درہ چھوڑ دیا۔ اس معمولی نافرمانی نے بھی فوراً اثر دکھایا اور
 فتح شکست میں بدل گئی۔ مگر پھر دعاءِ نبوت اور فراستِ رسالت نے حالات سنبھال لئے۔ اور
 دوبارہ فوراً فتح مل گئی، خوارزم شاہ کی شکست کی وجہ مسلمان حکومتموں کی آپس میں نا اتفاق
 ہے اتحادی بلکہ کفر نوازی اور بھری غداری کفار کی دھشت کا سہ بیسی تھی۔ بغداد کی شکست
 کمزور سیاست اندرونی دشمن کُرسی کے لالچی رافضی وزیر پر اندھا اعتماد اور خلیفہ کی احمقانہ
 روش تھی اور مخلص دوستوں پر بے اعتمادی، سلطنتِ ہند ظفر شاہ اور میسور کی شکست بھی
 بد عملی ہندو نوازی اور مسلمانوں کی اندرونی غداری تھی، مشرقِ پاکستان میں اتنی بڑی مسلمانوں
 کی فوج کا ہندوؤں کا قیدی بن جانا، قوت کی شکست نہ تھی۔ بلکہ اپنوں اور غیروں کی ملی بھگت
 سے سیاسی عتباری کر کے قیدی بنوایا گیا تھا اور دو طرفہ دوٹوں سے منتخب نومو لو دوزاروں
 کا یہ نعرہ تھا کہ تم ادھر ہم ادھر۔ مسلمان فوج جنگی قیدی نہ تھے بلکہ عتبارانہ غدار سیاست
 کے قیدی تھے۔ خوارزم۔ بغداد پاکستان میں بھی مَنُ یُضْرَوُہ کا مظاہرہ کب کیا گیا۔ دینِ اسلام کی
 یہ مدد و تعاون والی شرط اور قید کیا ہمارے عوام و اہل حکومت میں نظر آتی ہے، ہر طرف
 اعمالِ کردار، شکل و صورت کو سٹ کچھری قانون میں نقشہٴ کفاری نظر آتا ہے تو پھر نصرتِ الہی
 کی توقع کیوں کی جاتی ہے۔ جب مسلمانوں نے بھی ملک لے کر کفر کی ہی پرچار کوئی ہے
 تو اُن کو فتح مندی کیوں دی جائے۔ جب میں کہتا ہوں کہ

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ : حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ
تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا اُذُنَ الَّذِينَ يُقَاتِلُونُ۔ سب سے پہلے قرأتوں میں سے ایک قرأت
یُقَاتِلُونُ۔ فعل معروف سے ہے یہ قرأت بہت صحابہ اور قراء مکہ نے اختیار فرمائی، اس قرأت
سے آیت کا معنی ہوا کہ اجازت دیدی گئی اُن مسلمانوں کو جو قتال کرتے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں
کا قتال تو اذن سے پہلے تھا ہی نہیں، فرما اگر تھا تو پھر اب اذن کی ضرورت نہیں تھی اور اگر
یہ قتال پہلے نہ تھا تو قراء صحابہ نے یہ فعل معروف والی یُقَاتِلُونُ کی قرأت کیوں اختیار کی اور
اس قرأت کو صحیح بھی کہا۔ اب کیوں؟ جواب مشہور اور مکتوب تو پہلی قرأت یُقَاتِلُونُ فعل مجہول
ہی سے ہے۔ یعنی اہل ایمان ظلماء قتال کئے جلتے ہیں اور ظالم کفار مکہ قتال کرتے ہیں قتال
سے مراد ہلاکت کی حد تک بے دریغ اذیت، تشدد مار پیٹ، یا پ مفاعلت سے بیان
کرنے کا مقصد بار بار ظلم کو تار اس قرأت پر تو اعتراض ہی نہیں، دوسری شاذ قرأت میں معنی
یہ ہے کہ مسلمان باوجود نہتے، خورے اور مظلوم ہونے کے بزدل و کمزور نہ تھے بلکہ اپنی روحانی
جسمانی صدی قلبی بے مثالی و لا جواب قوت کی بنا پر بار بار آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے اجازت قتال طلب کرتے تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر بار اُن کو
صبر اور مزید انتظار کی تلقین فرماتے تھے۔ انتقام تو درکنار دفاع کی اجازت نہ ملتی تاکہ امتحان
صبر کے آزمائشی پر پے پورے ہو جائیں۔ جب یہ آیت پاک نازل ہوئی تو اس میں بتایا کہ اُن
بہادروں کو اجازت قتال دیدیا گیا جو پہلے ہی بار بار اذن قتال مانگتے رہتے تھے اور ہر وقت
جہاد کے لیے تیار رہتے تھے۔ اسی طلب اذن کو مجازاً یا تمثلاً قتال ہی فرمایا گیا کہ با
اُن کا اذن قتال مانگنا اس جرأت، ہمت، شدت اور بے خوفی سے تھا کہ گویا وہ راہ حق کے
جہاد میں ہی مصروف ہیں۔ بس عطا اجازت کے لیے زبان نبوت ہلنے کی دیر ہے کہ ابھی
ٹوٹ پڑیں گے اور اُن ہی کے ہتھیاروں سے اُن کو ہلاک کر دیں گے۔ غرض کہ اس قرأت
میں جرأت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان بیان فرمائی جا رہی ہے۔

تفسیر صوفیانہ | اُذُنَ الَّذِينَ يُقَاتِلُونُ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا۔ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
لَّقَدِيرٌ۔ الَّذِينَ اُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنُ

يَسُوؤُوا رَبَّنَا اللَّهُ۔ حرم قالب میں اُن صابرین قلب شاکرین عقل ذاکرین لسان کو
المس نفوس کے ظلم سے بچنے انتقام لینے اور اپنا دفاع کرنے کے لیے مجاہدات نماز اور

مشقّاتِ صیّام کے تیر و تلوار کے ذریعہ مجالسِ فکر کے میدانوں میں قتالِ خواہشات کی اجازت دیدی گئی جو پہلے نفس کی ظالمانہ رذالتوں خباثتوں کے قتالِ بلا میں مبتلا کئے گئے۔ اس وجہ سے کہ نفس کی بد نیّت کا ظلم کئے گئے تھے اور اعضاءِ روحانیہ پر وہم و بد خیالی سے بلغاری حملوں کا قتال کئے گئے۔ اب اراداتِ قلبیہ کے اہل ایمان کو قوتِ نفسانیہ کے ساتھ جہاد کی اجازت اس لیے دی گئی کیونکہ اہلِ نفوس کی طرف سے علیہ آمارہ کی فحاشیوں اور صفاتِ نفسانیہ کی بد معاشیوں کے ظلم کئے جاتے رہے اور بے شک خالقِ قلب مالکِ روح اللہ تعالیٰ اہلِ روحانیت کی مدد پر ہمیشہ سے ہمیشہ تک قادر ہے۔ یہ وہی مظلومینِ باطنی مجبورینِ خفی ہیں جو اپنی جلوت کی عبادتوں جلوت کی ریاضتوں اور ذکرِ اللہ کے منصبوں سے نکالے گئے۔ حریمِ ذکرِ قبلہ و فکر کے اطمینانِ وطنی سے دور لذاتِ دنیوی کی ہجرتوں میں بھٹکاٹے ستاٹے گئے تاحق کیونکہ قلب اور اہلِ قلب کا وطن اصل تو یادِ محبوب کی محفلیں ہیں۔ اصلی حق تو یہی شکر کی مجلسیں ہیں۔ اہلِ دلی اس سے بھٹکاٹے اور ورغلاٹے و سوساٹے جانے کے مستحق نہ تھے۔ اس ظلمِ آمارہ اور مخالفتِ نفس اور اذیتِ شیطانی کا سبب صرف یہ تھا کہ قلب مسعودِ توحیدِ ایمانی، مجیدِ عرفانی، تعظیمِ ربّانی، تمکینِ اعمالِ ترقیِ صمدانی، تحقیقِ وجدانی میں رہ کر حق کی طرف متوجہ اور یا اطل سے متنفر و علیحدہ تھا۔ کافر نفس کو اگر بحکمِ شریعت قتل و قید کیا جائے تو اذنِ الہی سے ہی ہے شریعت کے مطابق صرف فرمانِ نبوت میں ہے اور اجازتِ شریعت کا وقت احکامِ فقہاء میں بعدِ بلوغت ہے اور احکامِ صوفیا میں راہِ سلوک میں قدمِ بلوغت رکھنے کے وقت ہے شریعت کی بلوغت بعمرِ چودہ سال اور طریقت کی بعمرِ چالیس سال ہے، بلوغت کے بغیر کسی قتال و جہاد کا مکلف نہیں ہو سکتا کیونکہ بلوغت شخصیتِ انسانی کی تکمیل چاہنا اس مجاہدے کے زبرد سے ہے جو شریعت کا لباس ہے اسی لیے بندہ بلوغت سے پہلے مکلف نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت قالبِ انسانی پر نفسِ آمارہ کا ظلم و تشدد نہیں ہوتا مجاہدہ وہی معتبر ہے جو مدینہ شریعت کے حدودِ حرم کی طرف مکمل ہجرت کر کے ہو۔ تاکہ نفس کے اوپر جہادِ انتقام اور دفاعِ قتال میں نہ افراط ہو نہ تفریط نہ کمی نہ زیادتی دونوں طرفین غلطی سے محفوظ رہیں کہ جتنا ظلم نفس نے قلب پر کیا تھا بس اتنا ہی انتقام ہو۔ نفسِ آمارہ نے قلبِ مومن پر چار ظلم کئے پہلا یہ کہ نقصان کا غلبہ کیا۔ دوم یہ کہ مخالفتِ شریعت میں مشغول کیا سوم یہ کہ مطابقتِ طبیعت کی شہوات میں پھنسا یا چہارم یہ کہ دنیا کی لذت میں ڈالا اذنِ قتال کے بعد قلب کا انتقام اور مدافعت یہ ہے

کہ گناہوں سے ہجرت کر کے ضرب الہ اللہ سے نفس کا قتال کیا جائے نمازوں کی اُلفت بھوک کی کلفت سے نفس ملعون پر حملہ ہو۔ نفس کے ظلم سے قلب پر تین ازبیں آتی ہیں ۱۔ آئینہ قلب پر اندھا بن ۲۔ گناہوں کے زنگ کی سیما ہی ۳۔ غفلت سستی کمزوری، اس کے انتقام بھی تین اوقات ذمبیہ سے دوری دوم شریعت کے قلعے میں ہجرت، سوم طبیعت کا ترک اور ذکر اللہ میں الطینان قلبی رجوع الی اللہ کا جذبہ، محفل اہل اللہ کی رغبت اگر ملے ورنہ مطالعہ کتب اہل اللہ کو لا دقع اللہ الناس بعضهم ببعض کھد مت صوامع و بیع و سلوات و مسلجہ یذکر فیہا اسم اللہ کثیراً و یبصر اللہ من بیصرہ لای اللہ لقوی عزیذ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خزانہ نور نہ ہو تو بندہ نہ نفس پر قدرت رکھتا ہے نہ جہادِ عدل سے تذکیہ روح کی قوت رکھتا ہے مگر نصرت الہی کی طرف سے لہذا اے بندے جب تیرے وجود کا چہرہ زمینِ عبادت پر کھدیا تو اس خوش قسمتی پر رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا رہ اس توفیقِ سعادت اور ہجرت الی شریعت کو اپنی ہمت نہ سمجھ اس لیے کہ اگر مولیٰ تعالیٰ کی طرف سے توفیقِ خیر نہ پہنچے تو بندہ کب اس کی اذن کے بغیر کسی خیر پر پہنچ سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خزانہ انسانیت کا پچاؤ نہ ہوتا کہ نفس کی بعض شہواتِ غصبیہ کو دور کر کے بعض روحانی قلبی قوتوں فراستوں کے ذریعے تو البتہ برباد ہو جاتے امرار قلب کے بلند صوامع اور نصارائے روحانی کی خلوت گاہیں اور عبادت کی مجالس کے بیچ اور فکریاتِ سینہ کے سوسے، اور نورانی کے معبد، روحِ مومن کی سجدہ گاہیں اور مشاہداتِ فنا فی اللہ کی نازیبا عجز عرفانی کی نیازیبا جن میں تخلیقِ اخلاق و انصاف صفاتِ فنا ذات تحقیق امرار کا ذکر کثیر کیا جاتا ہے۔ سالکین وادی معرفت کے بے یہی اسم اللہ اعظم ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ فرود مدد فرماتا ہے اپنے اظہارِ نور و عطیہ سرور کی نعمتوں کے ذریعے دفعیہ شرور سے اس کو فیدِ مخلص کی جس نے میدانِ عبادت میں اپنے آپ کو سینہ سپر کر دیا اور محافلِ اعداء سے اماناتِ الہیہ کی مدد اور حفاظت کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے قہر پر قادر و قوی ہے اور اپنے مہر پر عزیز و غایب ہے۔ اگر مولیٰ تعالیٰ قلبِ مومنین سے علیہ نفوس و خصائلِ نفور کو دور فرماتا تو ارکانِ شریعت کے بلند و ظاہر صوامع اور آدابِ طریقت کے خلوتِ مخفیہ و اسے بیچے اور مقاماتِ حقیقتِ ابدیہ کے سلوتے اور قوا و روحانیہ کی وہ تمام مساجد بے آباد ویران ہو جاتیں جن میں ذکر و فکر و شکر و صبر کے کثیر تذکرے ہوتے ہیں، اور ذکر کثیر صرف اس

قلب وسیع میں ہوتا ہے جو خدا سے منور ہو جائے۔ جب کبھی حریم قالب میں نفس و قلب کا مقابلہ و قتال ہوتا ہے تو کبھی کبھی نفس غالب اور قلب مغلوب ہو جاتا ہے تب کرم کریم سے اُس وقت دفاع الہیہ کی مدد سے جذبہ قلب ابھرتا ہے اور جوش اعمال کی طاقت و مشقت عبادات کے جذبے سے پھر علیہ جلال حاصل کر لیتا ہے اور وقتی مغلوبیت کی پریشانی اور عشق کی قوت سے محنت مشقت کی فراوانی ہی اس کا کفارہ سیئات بن جاتا ہے۔ اس لیے عالم دنیا میں اہل ایمان کی وہ عارضی شکست بھی کسی وقت، دنیوی کفار فساد کے ہاتھوں جھلن پڑتی ہے جو مومن کا کفارہ سیئات اور ذریعہ عینیات و وسیلہ ترتیبات بن جاتی ہے یہ سب نظام قدرت اٹل ہے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ مگر مومن کے لیے یہ سب کچھ نصرت الہی ہے کوئی بلا واسطہ کوئی بالواسطہ کوئی ظاہر کوئی باطن کوئی جسمانی کوئی روحانی، کوئی فراستِ عامل کی صورت میں کوئی لیاقتِ کامل کی صورت میں بندے کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے چار فائدے۔ کسی کو قلبی انعام، کسی کو عقلی انعام، کسی کو بدنی انعام کسی کو اخروی انجام، اللہ تعالیٰ کی نصرت اور سداظہری باطنی مومن کے لیے انعام ہے کافر کے لیے انتقام ہے مومن ہر مومن کا مددگار ہوتا ہے۔ مدد کرنا بھی قوت ہے اور قوت بھی۔ قوت میں زندگی ہے اس لیے مومن کامل بعد وفات بھی اپنے مومن صادق بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اہل ایمان کی مدد کرنا بھی نیکی ہے یہاں تک کہ کسی کے خالی برتن میں کوئیں سے پانی نکال کر بھر دینا بھی نیکی ہے اور اس خیال سے کہ کہیں کسی مسلمان کو یہ کانٹا نہ چبھ جائے اس پتھر سے کسی مسلمان کو ٹھوکر نہ لگ جائے راہے کاٹا پتھر بٹا دینا بھی نیکی ہے سب دُفع اللہ کی صورتیں ہیں، دو چیزوں سے اسلام نے ہر مسلمان کو منع فرمایا۔ اتکلفات ذاتی سے، خوشامد سے۔ تکلف سے بہتر پیدا ہوتا ہے اور خوشامد سے بغیر قی پیدا ہوتی ہے حیثیت سے بڑھ کر کوئی کام کرنا تکلف ہے حیثیت سے گھٹ کر کوئی کام کرنا خوشامد ہے و تفسیر روح البیان، محی الدین ابن عربی و تفسیر نیشاپوری، حضور قطب ربانی نے فرمایا کہ بندہ عارف جب عشق کے مقام بخود پہنچتا ہے تو نفس کی ہر جائز ناجائز خواہش اُس کو اذیت ناک ظلم لگتا ہے اور اپنے رب سے ہر خواہش نفسی پر قتال کی اجازت طلب کرتا ہے مگر ہر بار اُس کو لسان الہی محبوب کبریائی کے استلزام قدس سے جواب آتا ہے لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَام۔ اے بندے ابھی تو شریعت کی حدود میں رہ اسلام میں شریعت والوں کے لیے ترک دنیا جائز نہیں مگر جب خواہشات کی اذیتیں برداشت کی حد سے گزر جاتی ہیں تو پہلے

پر داز لا ہوتی کی ہجرت عالم قدس ملتی ہے پھر اَذِنَ لِلَّذِیْنَ، خواہشات پر حملہ و قتل کی اجازت دی جاتی ہے اور مسجد خلوت میں بٹھا کر ترکِ دینا کا اعتکافِ عمری کرایا جاتا ہے، یَا نَحْمَدُ ظَلَمُوا اس وجہ سے کہ خواہشات کی آمد سے اس پر شدۃ ظلم شدید ہوتا ہے وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِہٖ لَقَدِ بَزَّ، ترکِ الذّٰت کی خلوت نشینی ہی ان کی نصرتِ ربّانی ہے کیونکہ دنیا کی ہر چیز سے ان کو اذیت پہنچتی ہے اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہُمْ، دنیا داری مجالسِ محبوبیت سے دور کرتی ہے حالانکہ ان کا ختی عرفانی ذکرِ محبوب کی محفل میں چا نشینی ہے لیکن دنیا داری غفلت کی طالب ہے اور ذکرِ مولیٰ سے مغرور اس کو قلبِ محمود کا ربّنا اللہ کہنا پسند نہیں۔ وَ کَوْلَادُفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ، اور اگر عشقِ الہی کی تائیدی مدافعت و حفاظتِ قلبی نہ ہوتی تو فکری مَوَاصِحِ ذکرِ یٰسِجِ شکرِ صَلَوٰتے، اور روحانی مسجدیں سب ویران ہو جاتیں، یہ ذکرِ کثیر اور سینۂ عارف کی عبادت گاہیں امدادِ کبریائی کی وجہ سے قائم ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا

وہی ہیں یہ لوگ کہ اگر ہم طاقت دیں ان کو زمین میں تو وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں

الصَّلٰوۃَ وَآتَوُا الزَّكٰوۃَ وَامَرُوا بِالْمَعْرُوفِ

نمازیں جاری کرادیں اور زکوٰتیں دیں اور قانون بنا دیں اچھی باتوں کا تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاللّٰہُ عَاقِبَةُ الْاُمُورِ ﴿۷۷﴾

اور روک دیں ہر برائی کو اور خاص ہے اللہ کے لیے تمام معاملات کا آخری فیصلہ اور برائی سے روکیں۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے سب کاموں کا انجام۔

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ

اور اگر جھٹلا رہے ہیں یہ کفار آپ کو تو جھٹلایا ہے ان سے پہلے قوم

اور اگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو بے شک ان سے پہلے جھٹل چکی ہے قوم

نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ﴿۳۲﴾ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ

نوح عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم

کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم

قَوْمِ لُوطٍ ﴿۳۳﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ

قوم لوط اور مدین کے علاقے والوں نے اور خندے گئے

اور لوط کی قوم اور مدین والے اور موسیٰ کی

مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ

موسیٰ ابھرتی ہیں میں نے ان کو کفار کو بھرتی کر دیا

تکذیب ہوئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر نہیں بڑھ

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۳۴﴾

تو کیا ہوا تھا میرا عذاب

تو کیا ہو میرا عذاب

تَعَلَّقَتْ | ان آیت کا پچھی آیت سے چند مرع حق ہے پس تعلق پچھی آیت سے

کو کفار سے جب دیکھو جزا و سزا ہونے کا ذکر ہو اب یہ آیت سے

چاہا ہے کہ مسنونہ تہن کی نشانی کیا ہے کہ قیامت یہ تہن حکومت و مسرت

اللہ تعالیٰ کے دین کی سرفرازی کرتے ہیں۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ کفار نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا اور مظلوم غریب مسلمانوں سے برا سلوک کیا۔ اب ان آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ کفار تو پہلے زمانوں سے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی ہمیشہ برا ہی سلوک کرتے رہے ان کی تکذیب ان کا مذاق کرتے رہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ ہمیشہ اس کی مدد فرماتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرے۔ اب ان آیت میں اس قانون الہی کے کچھ ثبوت سابقہ امتوں کے ذکر سے بیان فرما جا رہے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ نے کس کس زمانے میں اپنے بندوں کی امداد فرمائی اور ان کے دشمن کافروں کو ہلاک فرمایا۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَلِكًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ يَقُولُونَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ

تفسیر نحوی

الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر یہ اپنے مابعد صلہ کے ساتھ ملکر الَّذِينَ اُخْرَجُوا کی صفت یا بدل سے (روح المعانی) ان حرف شرط مکنّا باب تفصیل کا ماضی جمع متکلم اس کا مصدر ہے یُکَلِّمُ اور یُکَلِّمُ مکنّا سے بنا ہے بمعنی جگہ دینا قوت و حکومت سلطنت دینا۔ مکان دینا اس کا فاعل ضمیر صیغہ کار جمع اللہ تعالیٰ مضمیر کا مَرَّجَحُ الَّذِينَ مَفْعُول بہ ہے فی الارض یہ جار مجرور متعلق ہے مکنّا کا ارض بمعنی زمین سے مراد علاقہ ہے یہ فعل فاعل مفعول متعلق ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے اَقَامُوا اباب افعال ماضی مطلق جمع مذکر غائب مثبت معروف اس کا مصدر ہے اَقَامُوا تعلیل نحوی سے اَقَامَةُ ہے قَوْمٌ سے بنا ہے بمعنی قائم کرنا جاری کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ الصلوٰۃ اسم مفرد واحد بمعنی نماز (بدنی عبادت) صتا جمع کے لیے ہے یعنی ہر قسم کی نماز نفل سنت واجبہ اور بخوفتہ یہ مفعول بہ ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اَنْوَاب افعال ماضی مطلق جمع مذکر غائب مثبت معروف اس کا مصدر ہے اِيتَاءُ اُنّی سے مشتق ہے بمعنی دینا دلوانا ادا کرنا خیال رہے کہ مطلقاً دینا تحزیل ہے بلا معاوضہ دینا عطا ہے اور مستحق کو دینا اِيتَاءُ ہے اَنْزَاوۃ اسم مفرد حاصل مصدر جامد زکوٰۃ سے تعلیل ہو کر زکوٰۃ ہوا لغوی ترجمہ ہے بڑھنا، پاک ہونا صاف کرنا چونکہ کسی چیز کو پاک صاف کرنا اس کی بڑھائی اور زیادتی کا سبب ہے اس لیے سبب مسبب دونوں اس کے لغوی معنی ہیں اصطلاح میں سال بعد مال کے نصاب سے شریعت کے مقرر کردہ مال کو خیرات کرنا زکوٰۃ فرضی کہلاتی ہے وہی یہاں مراد ہے

یہ مفعول بم ہے یہ فعل با فاعل مفعول یہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ امرؤا باب نصر کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب ب حرف جر تعدیہ کا المعروف باب ضرب کا اسم مفعول واحد مذکر معرفت سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے پہچانا اطلاع میں ہر وہ چیز ربات یا کام یا شخصیت جس کو دین و مذہب کی عقیدت کے علاوہ عقل سلیم بھی اچھا سمجھے اور جس میں دین دنیا کی بھلائیاں ہوں یہ جار مجرور متعلق ہے امرؤا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ نحو ا باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہی سے مشتق ہے بمعنی منع کرنا روکنا کہ نہ ہونے دینا عن حرف جر زوالیہ یعنی دور کرنے صٹانے کے لیے المنکر باب افعال کا اسم مفعول واحد مذکر ضنی وحدت ہے مراد ہے ہر قسم کا برا کام نکر سے بنا ہے اس کا مصدر ہے انکار یعنی ہر وہ چیز (قول یا فعل یا شخصیت) جس کو عقل سلیم بھی بُرا سمجھے یہ جار مجرور متعلق ہے ہے نحو ا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ ا قَامُوا کے جملہ پر یہ چاروں معطوف جملے مل کر جملہ جزا ہے یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر صلہ ہوا لَذِیْن کا دونوں موصول صلہ مل کر صلہ ہے سابقہ لِلذِیْن کا خیال رہے کہ یہ چاروں فعل ا قَامُوا اَتُوا اَمَرُوا اَتُوا فعل مضارع مستقبل کے معنی میں ہیں اور ماضی کو لانے سے یقین کا فائدہ گویا کہ ایسا ہو ہی گیا۔ واؤ سر جملہ لِلّٰہِ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے پوشیدہ اسم مفعول محضوں کا یا اسم فاعل خاصہ کا یہ اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ سے اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا ہے عَاقِبَةُ اسم حاصل مصدر جامد بمعنی آخری فیصلہ۔ آخری حساب کتاب مضاف ہے اَلْاُمُورِ اسم جمع مکرر منصرف اس کا واحد ہے اَمْرٌ بمعنی کام فیصلہ اعمال یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی خبر ہے۔ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اِنْ شرطیہ تحقیقیہ یعنی جملہ مابعد اگرچہ شرط ہے مگر یقینی ایسا ہو چکا ہے اس کو مجازی شرط کہتے ہیں۔ اس سے محض سمجھانا تسلی دینا مقصود ہوتا ہے یعنی اگر ایسا ہو رہا ہے اور ایسا ہونا ہی ہے بَلَّغْتُ بُوْا بِ تفعیل کا مضارع جمع مذکر غائب مصدر تکذیب بمعنی جھٹلانا، کذب سے بنا ہے بمعنی جھوٹ بولنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ مزع ہے ذہنی مراد ہیں کفار مکہ تک ضمیر متصل منصوب واحد مذکر حاضر اس کا مزع آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس یہ مفعول بم ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے

يَكْذِبُونَ تَحَارَانِ شَرْطِيَّةٌ كِي وَجْهٍ مِنْ آخِرِ كَوْجَزْمٍ هِيَ لِهَذَا آخِرُ كِي نُونُ كَرُكِي - فَقَدْ كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ
قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذِبَ
مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ يُكْفِرُونَ جَزَائِهِ قَدْ
كَذَبَتْ - بَابُ تَفْعِيلٍ كَا فَعَلَ ماضِي قَرِيبٌ مَعْرُوفٌ ثَبَتٌ وَاحِدٌ مُؤَنَّثٌ غَائِبٌ اسْمُ كَامِصَدْرٍ هِيَ كُذِّبَتْ
بِمَعْنَى جَعَلْنَا نَاكِي كُو جَعَلْنَا كُنَا قَبْلَكُمْ يَمْرُكِبُ لَمَانِي طَرَفِ زَمَانِي هِيَ قَدْ كَذَبَتْ كَا هُمْ كَا مَرَجٌ كَفَارٍ
مَكَ هِيَ قَوْمٌ اسْمٌ مَفْرُودٌ لَفْظِي مَعْنَا - حَسَّ هِيَ يَهْ مَذْكُورٌ مُؤَنَّثٌ دَوْنُ كِي يَلِي آجَاتَا هِيَ اسْمٌ يَلِي اس
كَاصِيغَةً قَدْ كَذَبَتْ وَاحِدٌ مُؤَنَّثٌ آيَا مَذْكُورٌ هِيَ اسْكُنَا هِيَ بَعْضُ نِي كَمَا كَرَقَوْمٍ سِي مَرَادُ امْتِدَادٍ قَبْلَهُ
هِيَ اَوْرُوهُ مُؤَنَّثٌ هِيَ اسْمٌ يَلِي صِيغَةُ فَعْلٍ مُؤَنَّثٌ آيَا مَكَرِي تَاوِيلٌ كَيْفَ مُضَرَّرٌ هِيَ مَصْنُوعَةٌ
هِيَ نُوحٌ اسْمٌ مَفْرُودٌ مَعْرُوفٌ عَلَمٌ هِيَ مَصْنُوعَةٌ اَلِيهَ يَهْ مَرَكِبٌ اِضَافِيٌّ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَاوُ عَاطِفٌ عَاوُ اسْمٌ مَفْرُودٌ
نَمْرُوهُ وَاوُ عَاطِفٌ ثَمُودٌ اسْمٌ غَيْرُ مَنْصُوفٍ كِيونَكَ عَجْمِي عَلَمٌ يَلِي يَهْ ثَمُودٌ عَامِرٌ كَا عَلَمٌ تَحَارَانِ كِي اَوْلَادُ
وَنَسْلِ كَا قَوْمِي نَامٌ هِيَ هُوَا - اِيكٌ قَوْلٌ فِي عَرَبِي لَفْظُهُ هِيَ ثَمُودٌ سِي مَشْتَقٌ هِيَ بَرَزَنٌ قَوْلٌ بِمَعْنَى
كُتِبَ فِي بَارِشٍ كَا تَارَهُ اَوْرُوهُ پَانِي مَكَرِي هِيَ قَوْلٌ مِيحٌ هِيَ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَاوُ عَاطِفٌ قَوْمٌ
اِبْرَاهِيمَ مَرَكِبٌ اِضَافِيٌّ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَاوُ عَاطِفٌ قَوْمٌ لُوطٌ مَرَكِبٌ اِضَافِيٌّ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَاوُ عَاطِفٌ مَدْيَنُ
اسْمٌ جَمْعٌ مَكْتَرٌ مَنْصُوفٌ هِيَ صَاحِبٌ كِي بِمَعْنَى وَالَا - مَصْنُوعَةٌ هِيَ اَصْحَابُ مَدْيَنَ مَدْيَنُ
مَدْيَنُ اسْمٌ مَفْرُودٌ مَعْرُوفٌ نَامٌ اِيكٌ عِلَاقَةٌ كَا حِرُّ وَاوِي سِي نَا سِي فَرَاتٍ تَكِ پِيحِلَا هِيَ اسْمُ كَا
نَامٌ مَعَانٍ هِيَ غَيْرُ مَنْصُوفَةٍ هِيَ جَرُودٌ هِيَ كِيونَكَ مَصْنُوعَةٌ اَلِيهَ هِيَ يَهْ مَرَكِبٌ اِضَافِيٌّ مَعْطُوفٌ
هِيَ قَوْمٌ نُوحٍ يَهْ سَبْ عَطْفٌ مَلْ كَرِ فَاعِلٌ هِيَ كَذَبَتْ كَا يَهْ فَعْلٌ مَتَعَدٍّ هِيَ مَكَرَ اسْمُ كَا مَعْنَى
يَهْ مَحْذُوفٌ مَنُورِي هِيَ بِمَعْنَى يُنْجِمُ رَا يَهْ نَبِي كُو كَذَبَتْ فَعْلٌ اِيهِنِي تَامٌ مَعْمُولٌ سِي مَلْ كَرِ
جَمْلَةُ فَعْلِيَّةٌ هُوَا مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ وَاوُ عَاطِفٌ كَذِبٌ بَابُ تَفْعِيلٍ كَا ماضِيٌّ مَطْلُوقٌ جَهْلٌ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ
مُوسَى اسْمٌ مَقْصُورٌ نَامٌ يَاكٌ هِيَ اِيكٌ مَرَكِبٌ عَلَيْهِ اِسْلَامٌ كَا بِحَالَتِ رَفْعٍ هِيَ كِيونَكَ نَائِبٌ
فَاعِلٌ هِيَ اَعْرَابٌ تَقْدِيرِي هِيَ يَهْ فَعْلٌ نَائِبٌ فَاعِلٌ مَلْ كَرِ جَمْلَةُ فَعْلِيَّةٌ هُوَا مَعْطُوفٌ سِي كَذَبَتْ
كِي جَمْلَةُ بَرِ دَوْنُ مَعْطُوفِي جَمْلَةُ مَلْ كَرِ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ سَبِي هِيَ فَ عَاطِفٌ سَبِيَّةٌ اَمْلَيْتُ
بَابُ اِفْعَالٍ كَا ماضِيٌّ مَطْلُوقٌ ثَبَتٌ مَعْرُوفٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ مَرَجٌ اَللَّهُ تَعَالَى - اسْمُ كَا مَصَدْرٌ هِيَ
اَمْلَاوُ مَلِي سِي بِنَا هِيَ بِمَعْنَى اَصْبَلُ دِي نَا ثَبَتٌ دِي نَا كَنَاتٌ كَرِنَا فَيَصِلُ لَكُنَا لِي اَمِيدِي دِلَانَا يَا
يَلِي لُغَوِي مَعْنَى هِيَ - لَكُنْزِي يَهْ جَارٌ جَرِيرٌ مَتَعَلِّقٌ هِيَ اَمْلَيْتُ كَا يَهْ سَبْ مَلْ كَرِ جَمْلَةُ فَعْلِيَّةٌ هُوَا

معلوف علیہ ثم عاطفہ اخذت باپ نصر کا فعل ماضی مطلق واحد متکلم فاعل اللہ تعالیٰ ضم غیر مفعول بہ اخذتے بنا ہے متعدی ایک مفعول ہے ترجمہ ہے میں نے پکڑ لیا۔ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معلوف ہے اُمْلِیْتُ کے جملے پر دونوں عطف مل کر معلوف تعلیلی ہے ہے تَدَکْذِبْتُ کے جملے پر یہ معلول و علت جزا ہے اِنْ یُکْذِبْ لَوْ اِیَّاکِی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ تَدَکْذِبْتُ تحسین کلام کے لیے کَیْفَ اِسْمٌ مُّتَّحَمٌ غَیْرُ مُتَمَكِّنٌ مبنی آٹھ طریقوں سے مستعمل ہوتا ہے ۱۔ کبھی ظرفیت زمانی کے لیے ۲۔ کبھی ظرفیت مکانی کے لیے مگر اُس کی ظرفیت مجازی ہوتی ہے ۳۔ کبھی شرطیہ ہوتا ہے ۴۔ کبھی استفہام یعنی سوال حقیقی کے لیے ۵۔ کبھی استفہام (سوال) تعجب کے لیے ۶۔ سوال تویح کے لیے ۷۔ سوال تنبیہ یعنی تنبیہ اور خبردار کرنے کے لیے یہاں اسی معنی میں ہے اور سوال مجازا ہے ۸۔ کبھی تحسین کلام اور وضاحت کے لیے کَا اَحْسَنُ یَا مَآ اَشَدُّ کے معنی میں ترکیباً یہ کبھی مفعول بہ دوم کے درجہ میں ہوتا ہے کبھی مفعول سوم کے درجہ میں کبھی مفعول مطلق کے درجہ میں کبھی حال کے درجہ میں کبھی خبر مبتدا کے درجہ میں کبھی خبر گان کے درجہ میں یہاں کَیْفَ خبر مُقَدَّم ہے گان فعل ناقصہ تکبیر اِسْمٌ مُّصَدَّرٌ جَامِدٌ حَاصِلٌ مُّصَدَّرٌ بِرُوزْنِ فَعْلٍ، مضاف معنوی ہے واصل تھا تکبیر کی تکرار سے مشتق ہے بمعنی انکار کرنا، ناپسند کرنا بمعنی اِسْمٌ مُّصَدَّرٌ مُّکْرَہٌ ہے یعنی انکار اور ناپسند کیا ہوا مراد ہے عذابِ دنیوی یا دُشْمَنٌ کو لوجہ آخر میں ہونے کے حذف کر دیا گیا اور اُس کے بدلے میں تَوْنِ کُسرہ لگا دی گئی بحالت رفع ہے تقدیری اِعْرَابٌ یا دُشْمَنٌ کے معنوی ہونے کی بنا پر اِسْمٌ ہے گان کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔

تفسیر عالمائے اہل بیت (ع) اَلَّذِیْنَ اِنْ مَكَّنَّهُمُ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ

دین ربانی کے مدد کرنے والے یہی وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم اُن کو زمینیں ملکیں میں حکومت سلطنت عطا فرما دیں تو اِی قوامِ عالم اور اقوالِ تاریخ میں ظاہر و ثابت فرما دیں کہ یہ ہوتی ہے اسلامی سلطنت۔ اور نقشہ مبارکہ قائم فرما دیں عدالتِ اسلامیہ کا حاکم اسلامی کی چھ نشانیاں ہوتی ہیں پہلی یہ کہ حکامِ اسلامی کا وجود مسعود عدلِ اسلامی کا روشن ظہور ہے، دوم یہ کہ اَقَامُوا الصَّلَاةَ کسی بھی منسوب مرتبے پر پہنچ جائیں یا دِالہی سے غافل نہیں ہوتے تخت ہو یا تختہ دربارِ فاروقی ہو یا کربلاءِ حسینؑ ہو اور پھر مُصَلِّیْنَ صَلَاةٌ ہی نہیں بلکہ مُقِمِّیْنَ الصَّلَاةَ ہیں مُصَلِّیْنَ وہ ہوتے ہیں جو نماز پڑھے مگر نماز کے حقوق ادا نہ کریں اور مُقِمِّیْنَ صَلَاةٌ وہ ہوتے

ہیں کہ دشت ہو یا دامنِ کہسار ہو میدان ہو یا بیابان ہو۔ غار ہو یا معیتوں کا غار ہو ایسی حُسن ادا سے نماز پوری کریں کہ نماز کے تمام حقوق پورے ہو جائیں اور نماز خود عرش پر جا کر عرض کرے کہ اے رب مجھے تیرے بندہِ محسوس نے ادا کیا ہے نماز کے چھ حقوق ہیں۔ ۱۔ پوری طہارتیں حاصل ہوں۔ طہارت کی پانچ قسمیں، اول با غسل دوم با وضو سوم ظاہری پلیدی سے جسم پاک لباس پاک پنجم جگہ پاک ۲۔ قبلہ رخ ۳۔ پابندی وقت ۴۔ فراغ و اجہات، سن مستحبات کے ساتھ آہستہ آہستہ نہایت اطمینان اور سکون سے ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا یعنی تعدیل ارکان کرنا، بھاگ دوڑ یا چھینا جھپٹی نہ محسوس ہو کہ نماز سے عشق کی طرح الفت و محبت ہو خشوع اور خضوع سے ۵۔ اور جو کچھ نماز میں رب تعالیٰ سے وعدے کئے ہوں ان کو پورا کرنا۔ مثلاً ترکِ دعاءِ قنوت میں ہر نمازی وعدہ کرتا ہے وَ تَخْلَعُ وَ تَشْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ یعنی اے اللہ ہم ان تمام رشتے داروں، دوستوں، ساتھیوں کو چھوڑتے ان سے دور ہوتے ہیں جو تیرے نافرمان ضدی گناہگار فاسق مُعلن ہیں اور ہر رکعت نماز میں ہر نمازی عرض کرتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ اُسی اللہ کی عبادت اُسی اللہ سے مدد مانگنے کا وعدہ کرتے ہیں ان حقوق کے اعتبار سے صرف نمازی پوری زندگی کا اسلامی نمونہ ہے مصلین وہ ہیں جو نماز پڑھیں مگر ان حقوق کی پرواہ نہ کریں۔ ایسے نازل کے لیے ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ یعنی ہلاکت ہے اُن نمازیوں کے لیے جو نماز کے حقوق ادا نہ کریں مصلین نماز تو بہت ہیں مُتَقِيْنَ نماز بہت تھوڑے، مصلین کثیر ہیں مُتَقِيْمِيْنَ قلیل ہیں حاکم اسلامی کی تیسری نشانی یہ کہ وَ اتُّوْمَ لِّذٰلِكَ عٰمَرٌ یعنی جب اُن مومن حکام کو دولت کا نصاب ملے تو زکوٰۃ دیں اور ملک کے خزانے ملیں تو ملک اور ملک کی رعایہ پر خیرات کریں اُن کی حفاظت پر نثار کریں عبادات پر خرچ کریں غربا پر تقسیم کریں۔ مخلوق اپنی کو آرام پہنچائیں بھوکوں کو کھلائیں اپنے ذاتی عیش و آرام میں نہ لگائیں اور سمجھیں کہ یہ سب سلطنت و دولت رب تعالیٰ کی امانتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کرنے کے لیے مخلوق خدا کو دینے انصاف دلانے کے لیے اُمراء سے زکوٰۃ دلوائیں مانعین زکوٰۃ کو سزا دیں چوتھی نشانی وَ اَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ۔ جہاں تک ان کی سلطنت کی حدود ہوتی ہیں وہاں تک عدالت اسلامی کا قیام و ظہور ہوتا ہے ملکی عدالتیں ہوں یا وکالتیں، کفالت، ہو یا نظامت عبادت

ہو یا ریاضت ہر طرف شریعت قرآن و حدیث کے امر بالمعروف کی شانِ معظم نظر آتی ہے اسلام میں ہر وہ چیز معروف ہے جو عبادۃ، عبادۃ، شرعاً، عرفاً، علماً، عقلاً، شعوراً، اصطلاحاً اچھی ہو۔ اور اچھی وہ ہے جو مفید ہو۔ اس لیے کہ دنیا کی ہر اچھائی صرف اسلام نے ہی سکھائی دیگر کسی دین نے نہ سکھائی۔ یہاں تک کہ بعض کفار کی اچھی عادتیں بھی جو غیر مسلموں نے اپنائیں وہ انہوں نے بھی اسلام سے ہی نقل کیں ہیں ان کی کتب میں تو یہ اخلاقیات نہیں ملتے۔ گویا کہ دنیا کی ہر اچھائی اسلام میں اور پورا اسلام قرآن مجید میں اور پورا قرآن فی رسول اللہ ﷺ سَوَا حَسَنۃً ہیں ہے۔ پورے اسلام کا خلاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع میں ہے کہ اقوال نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض اور اعمال نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واجب، اسی اطاعت و اتباع کا نام اسلام ہے۔ یہی امر بالمعروف ہے۔ پانچویں نشانی یہ کہ وَتَهْدُوا عَنِ الْكُفْرِ حکام اسلام اپنی سرزمین سلطنت میں سے ہر قسم کی دینی، دنیوی اخلاقی۔ اعمالی برائیوں کو ختم کرتے ہیں یعنی ظلم، بدکاری، گستاخی، فسق و فجور، فحاشی، عیاشی سے پوری رعایہ کو روکتے، منع کرتے ہیں رعایہ اکثریت کی ہو یا اقلیت کی مسلم ہو یا غیر مسلم ملکی نظام میں سب رعایہ کو برابر حقوق دیتے دلاتے ہیں، یہی اسلام ہے کہ اس کو قائم کیا جائے فتنہ فساد ختم کیا جائے۔ سُنْکُرُ ہر وہ چیز ہر وہ کام و کلام ہے جو شرعاً، عقلاً طبعاً، فطرتاً برا ہو۔ جو چیز عقل اور طبیعت کو بری لگے وہ بھی اسلامی محرمات و محرمات ہیں سے ہے۔ اسی وجہ سے اسلام دینِ فطرت کہلاتا ہے، دوسری کسی دین دنیوی میں یا کسی دنیوی قانون میں یہ خوبی نہیں۔ حاکم اسلامی کا فرض ہے کہ اپنی کورٹ۔ کچری عدالت، تجارت، امارت میں صرف اسلام کا نظام عادلانہ قیاضانہ نافذ کرے دنیوی لوگوں غیر مسلموں کے بنائے ہوئے قانون کو اپنی حدود سلطنت سے مٹائے، کیونکہ دنیوی بنے ہوئے قوانین غیر منصفانہ اور ظالمانہ ہیں۔ بلکہ رب تعالیٰ کے قانون کے ہوتے دنیا داروں کے قانون جاری کرنا شرک بھی ہے اور ظلم بھی۔ حکام اسلامی کی چھٹی نشانی، اسلامی سلطنت کا سب سے عظیم اور امتیازی نشان یہ ہے کہ وہاں امیر غریب، بادشاہ، فقیر و زیر رعایہ، سلطان قانون میں سب برابر، سب پر یکساں قانون نافذ ہیں۔ اعمال اعتقاد، عبادت، عدالت، افضیت و اجبیت کی ادائیں سب ایک ہی صفت میں ہیں۔ سب کے سر نیاز اپنے رب تعالیٰ کے حضور عجز و انکسار خشیتِ جلال، رعبِ کمال سے جھکے ہوئے ہیں۔ حکایت، سلطان ہارون رشید نے جب ملک مصر فتح کیا تو سب سے پہلے وضو کمر کے تخت شاہی پر ایک طویل سجدہ کیا

اور قدرِ باقارِ بلند بہت دیر تک نہایت خشوع خضوع و عجز و انکسار سے کپپاتی آواز میں پڑھتے رہے۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، جب سرائٹھایا تو تخت کا قابِلین اُس جگہ آنسوؤں سے تر تھا اور چہرہ خوتِ الہی سے زرد کسی نے پوچھا۔ یا امیر اس وقت سجدہ کیوں کیا۔ جواب دیا کہ ایک وقت تھا جب اسی تخت پر بیٹھ کر فرعون نے اِس چھوٹی سی سلطنت کے غرور و گھمنڈ میں خدائی کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا تھا۔ اَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى۔ اِس لیے میں نے اُس کے کفر کے خلاف شیطان کے فرار۔ اپنے عجز و انکسار بندگی کے اظہار کے لیے زبان کے اقرارِ قلب کی تصدیق سے عرض کیا ہے کہ میں کچھ نہیں، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، میرا پاک پروردگار ہی کائنات و موجودات میں اعلیٰ، سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ یہ ہے تعلیماتِ اسلامی کا بادشاہ اے میرے رب کریم مجھ بندہ بیمار۔ عاجز اقتدار معذور و لاچار کو بھی ایسا ہی سجدہ مقبول عطا فرما۔ اور میرے قلم کو مَکْنَاہُ فِي الْأَرْضِ کا انعام عطا فرما۔ وَ لِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ اور اے لوگو تم بھی اور تاریخِ عالم بھی مشاہدہ کرے گی کہ یہ اِنْ مَّكْنَاہُمْ صُدَّ جملہ شرطیہ ہی نہ رہے گا بلکہ ظہورِ مَکْنَاہِ کی چار صورتیں تا دیرِ عالم دہر پر جلوہ گر ہوں گی اَوَّلًا، صحابہ و مہاجرین میں سے خلفاء راشدین، اور صحابہ اَنْصَار و مہاجرین میں مجاہدین، پھر تابعین پھر تبع تابعین کے سلاطین، پھر اس کے بعد کئی صدیوں تک ہم اپنے محبوب کی امت میں سے عابدین، زاہدین، عاشقین، عابدین، قابِلین، لائقین کو مَکْنَاہِ فِي الْأَرْضِ کی شہنشاہی عطا فرمائیں گے جو زمین کو عدلِ اسلامی کے نور سے بھر دیں گے اور کفریہ قوانین کو اکھاڑ پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہی ہے ہر کام کا پورا انجام نہ کوئی اُس کو روک سکے نہ ٹوک سکے نہ بدل سکے۔ بھلائی برائی اس کے ہی قبضے میں اُس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا، کس کو کس وقت کتنا کب تک زمین کا تسلط بخشتا ہے یہ فیصلہ بھی اُس کی قدرت و حکمت کے قبضے میں ہے مگر حَقًّا، جُہلاً، سُنْناً اِس بات کو نہیں سمجھتے۔ اُن کی دعا فی فرعونیت اپنی وقتی عارضی تھوڑی سی سلطنت و تسلط سے دھوکہ کھائے ہوئے ہے نہ اپنا انجام سمجھ پاتے ہیں نہ اپنے پہلوں کا، یہی وجہ ہے کہ اے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ہر نصیحت رحمت، مروت، مودت سے باکی و طاعی ہوئے پھرتے ہیں۔ وَ اِنْ يَكْذِبْ لَوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَ ثَمُودُ وَ قَوْمُ اِبْرٰهٖمَ وَ قَوْمُ لُوطٍ وَ اُولٰٓئِكَ مَدَّيْنُ وَ كَذَّبَ مُوسٰٓى وَ مَا مَلِكٌ لِّلْكَافِرِيْنَ

ثُمَّ أَخَذُوا قُصُوفَهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرُهُ۔ اور اگر یہ کفار مکہ کے باغی و طاغی آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو اسے محبوب آپ اپنی کافر قوم کے جہنم کمانے سرکش ہونے کا فرہنگ پر افسردہ غمزدہ نہ ہو بیٹھے کیونکہ ہر کافر قوم کا شروع زمانوں سے ہی وطیرہ اور طریقہ بدعہ حلا آرہا ہے کس کس نبی علیہ السلام کو ان بد بختوں نے نہیں جھٹلایا، سب کو ہی جھٹلایا اور اپنے پر عذاب بلایا، قوم نوح نے نوح علیہ السلام کو قوم عاد نے اپنے نبی صود علیہ السلام کو اور قبیلہ ثمود نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کو اپنے منہ مانگے ناقہ معجزہ ملنے کے باوجود جھٹلایا حالانکہ اونٹنی کے ملنے پر نبوت صالح کی تصدیق اور ایمان لانے کا وعدہ خود قوم نے کیا تھا۔ اسی طرح قوم ابراہیم نے ابراہیم علیہ السلام کو جھٹلایا حالانکہ نارِ نمرود کو گلزار بنتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ اور قوم لوط نے لوط علیہ السلام کو جھٹلایا، کسی بھی نصیحت، مفید مشورے اور کلام حقانی نصیحت ایمانی کو نہ مانا، اور مدین والوں نے اپنی بستی کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی، مدین نام تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک پوتے کا یعنی مدین ابن اسحاق ابن ابراہیم، پھر پوری نسلی قوم کا نام مدین ہوا پھر ان کی رہائشی بستی کا نام بھی مدین ہو گیا شعیب علیہ السلام دو قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے ایک قبیلہ ایکہ دوم علاقہ مدین کے لوگ۔ ایکہ والوں نے آپ کی بات مان کر ایمان قبول کر لیا۔ مگر مدین والوں نے تکذیب کی۔ اس لیے قوم شعیب نہ فرمایا گیا، اور موسیٰ علیہ السلام بھی جھٹلائے گئے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے تو ظاہر ظہور اور بڑے بڑے نو معجزے دکھائے تھے۔ یہ سب ضدی قومیں اپنی ہلاکت تک اپنے کفر پر ڈٹی رہیں، یہاں بھی قوم موسیٰ نہ فرمایا گیا، کیونکہ آپ کی قوم بنی اسرائیل نے آپ کو نہیں جھٹلایا تھا بلکہ قوم فرعون قبطیوں نے جھٹلایا تھا، ظلم کفر، غرور شرک اور حاققت دنیا و دے پہلے زمانوں سے ایسا کرتے چلے آ رہے ہیں اگر اہل باطل کے دل اندھے غفلت مغرور، فہم معذور و خود مجبور نہ ہوتی تو ایک دوسرے کی انجام کار عاقبتہ سے عبرت پکڑتے سبق حاصل کرتے بندہ بن جاتے مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ زیادہ تر نے دین حق کا مذاق ہی اڑایا لہذا اے رحمت و اے نبی رؤف و رحیم رسول برحق آپ نہ ان کی ذلت پر غم نہ ہلاکت پر افسوس نہ ان کے ایمان کی حرص فرماؤ۔ میں نے پہلے کفار کو بھی بہت ڈھیل و ہلکت عطا فرمائی تھی پھر جب ان کفار کے ظلم و کفر کا پیمانہ اور ایمان والوں کی برداشت و صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تب اخذِ نغم میں نے ان ضدی سرکش ظالم کفار کو ایسا پکڑا اور پکڑ کر ایسا جکڑا جو اپنے اے

محبوب عالم ازلِ حادث ہیں دیکھا ہی تھا کہ کَبُفَ کَانَ نَکِیْرَہ میری پکڑ، کڑا عذاب جس نے ان کی وجود
ہستی کا حلیہ بگاڑ دیا تھا، چنانچہ پہلا عذاب طوفانِ نوحی کا آیا، پھر قوم عاد پر ہوائی طوفان کا پھر قوم
ثمود پر تیغِ جنگھار کا، نمرودیوں پر پتھروں کا، اور مکانات دھنسنے کا قوم لوط پر پتھروں کے
رجم کا بدین والوں پر سیاہ بادل کی آگ وانگروں کا قبطیوں فرعونوں پر دریاءِ قلم کی غرقابی
کایہ اَخَذَ الٰہی تھی جس نے نعمت کو محنتِ حیات کو ہلاکت، عزت کو ذلت، کثرت کو قلت بقا
کو فنا عمارات کو خرابات بنا دیا، سزائِ قائمی عذابِ دائمی بنائی۔ اَفْذَ کا معنی ہے پکڑنا اور نیکر
کا معنی ہے جکڑنا، تو جب ان کفار مکہ کا بدکردار اور ظلم ان پہلی عذاب والی قوموں جیسا ہے تو سمجھ لو کہ
ان کا انجام بھی اُن جیسا ہی ہوگا، اور جب پہلی مومن امتوں نے وقت کا انتظار صبر کا اقرار کیا تو اسے
صیبِ آپ کے صحابہ کو بھی صبر و شکر انتظار چاہیے، جو انعاماتِ صبر اُن پر ہوئے تھے وہ انہیں
بھی کئے جائیں گے، خیال رہے کہ سزا کی چار قسمیں ہوتی ہیں ۱۔ سزائِ تعزیر یعنی ملکی قانون کی
صوابدید پر مقرر کردہ سزائے حد یعنی شریعت کی مقرر کردہ سزائے ۲۔ سزائے شدید یعنی ظلم کے
مطابق موقع محل کی سزائے سنگامی وقتی ۳۔ سزائے نیکر جرم کی سرکشی ضد غرور کے مطابق سزائے غرضکہ
قانونی سزائے شرعی سزائے سخت سزائے کڑی سزائے کفار کو ایسی سزائے ملی کہ کہیں بھی عزت و امن نہ ملی اور صحابہ
کرام کو ایسی عزت و جزا ملی کہ مکہ مکرمہ میں جان بچائی گئی اور مدینہ منورہ میں ان پھلائی گئی اور پوری
دنیا کی فتوحات میں شان دلائی گئی مدد کی بھی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ اور یہ سب صحابہ کرام کو رب تعالیٰ
نے عطا فرمائیں اس طرح کہ تخلصِ مکہ سے، ہجیرِ مدینہ سے تغلیبِ فتوحات سے تملیکِ غنیمات
سے لہذا مسلمانوں پر ہر حال میں رب تعالیٰ کے حضور صبر و رضا و تسلیم واجب ہے۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال ۱۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَلَکْنَا هُمُکِی ترکیبِ نحوی
ہیں دو قول ہیں، بعض نے کہا کہ اَلَّذِیْنَ منصوب سے اس لیے کہ یہ موصول ہے سابقہ جملے
مَنْ یَنْصُرْہُ کا ۲۔ مگر بعض نے کہا کہ یہ مجرور ہے اس لیے کہ عطف تابع ہے سابقہ اَلَّذِیْنَ
اُخْرِجُوْا کا۔ اَلَّذِیْنَ کے معنی میں تین قول ۱۔ بعض نے کہا۔ اس سے مراد خلفاء و راشدین ۲۔
بعض نے کہا کہ اس سے مراد تمام صحابہ مجاہدین ۳۔ بعض نے کہا اس سے مراد تمام سلاطین
نیکر کی فرمت میں دو قول ۱۔ بعض نے کہا یہ نیکر ہے بغیر یاہ متکلم، یہی مشہور و مکتوب ہے ۲۔ بعض
نے کہا یہ نیکری ہے یاہ متکلم کے ساتھ ترجمہ دونوں کا ایک ہے یعنی میری کڑی سزائے فَلَیْفَ
کے سوال ہیں تین قول ۱۔ یہ سوال تعجب ہے ۲۔ یہ سوال تھوہل، ہولناکی کو بتانے والے ۳۔

۲ یہ سوال تقریری ہے۔ یعنی ایسا یقیناً ہوا تھا مگر ہمیں دو قول را بعض نے کہا اس کا
معنی ہے کہ ہم نے ان کو نیا وطن دیا ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہے ہم نے ان کو بہت حکومتیں
دیں فی الارضیں ہیں تین قول را بعض نے کہا زمینِ مدینہ منورہ مراد ہے ۲ بعض نے کہا زمینِ مکہ
واپس دینا مراد ۲ بعض نے کہا زمینِ فتوحات مراد ہے۔ قوم سے مراد میں دو قول ہیں ۲
بعض نے کہا اس سے مراد اُمتِ دعوت کے کفار مراد ہیں یہی قول صحیح ہے۔ لفظ قوم اسم
جنسی ہے اس کے لیے مذکر مؤنث دونوں صیغہ آسکتے ہیں ۲ بعض نے کہا قوم کا معنی قبیلہ
ہے یہ لفظ مؤنث ہے اسی لیے کذبت مؤنث کا صیغہ آیا۔

ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ ان آیتوں سے مسلمانوں
فائدے کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہر حاکم اسلامی کو اپنی حکومت کے ذریعے ہر عالم خطیب کو اپنے
قلم و کلام کے ذریعے، ہر پیر و مرشد کو اپنے عمل کے ذریعے چار کام کرنے چاہئیں۔ پہلا کام اپنی
رعایہ اپنے مقتدیوں اپنے مریدوں میں امر بالمعروف جاری کرے۔ دوم نہی عن المنکر سختی سے
قائم کرے اور بار بار برائیوں سے بچنے کی تقریر و تلقین کرے سوم نماز کو نافذ کرے چہارم
زکوٰۃ کی ادائیگی پر پابندی کرے کرائے۔ یہ فائدہ ان مکتبہ دارانہ کی تفسیر عالمانہ سے حاصل
ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ ان آیت میں اقوامِ عالم کو سنانے اور اسلامی حکام اور اسلامی بادشاہوں
وزیروں امیروں کو سکھانے کے لیے اسلامی سلطنت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ اور اسلامی
حاکموں کی ذمہ داری بتائی گئی ہے تاکہ تاقیامت مسلمان بادشاہ اپنے مفتوحہ علاقوں میں اس طرح
کی عادلانہ عاملانہ نظام قائم کریں یہ فائدہ۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنَّاهُمْ اَلْاَرْضَ سے حاصل ہوا
تیسرا فائدہ، خلفاء راشدین کی خلافت حکومت فتوحات سب برحق اور منجانب اللہ تھی جو اس
کا منکر ہے وہ گمراہ ہے یہ فائدہ۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنَّاهُمْ اَلْاَرْضَ جمع ارشاد فرماتے سے حاصل
ہوا۔ ان آیت پاک میں رب تعالیٰ نے ایک وعدے کا ذکر فرمایا کہ آئندہ اب ہوگا اور ان صحابہ
کو بطریقہ خلافت جہاد اور بطریقہ جہاد فتوحات اور بطریقہ فتوحات عالم اسلام ملے گا جس
سے اسلامی سلطنت کا نفاذ ہو گیا۔ یہ وعدہ ربانی خلفاء راشدہ کے ذریعہ پورا فرمایا گیا
جنہوں نے خلیفہ بن کر ان آیت کا بیان کردہ سلطنتِ اسلام پر نقشہ جاری و طاری فرمایا۔
ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ نازی و قسم کے
احکام القرآن ہوتے ہیں ایک مصلین صلوٰۃ دوم مقببین صلوٰۃ، مصلین بنا آسان ہے اسی لیے

ان کی اکثریت ہے۔ ان میں کوئی آٹھ کے نمازی یعنی صرف جمعہ کی نماز پڑھنے والے کوئی تین ٹھوساٹھ کے نمازی یعنی عبیدین کی نماز پڑھنے والے کوئی کھاٹ کے نمازی یعنی صرف نماز جنازہ پڑھنے والے اور کوئی بارٹھ کے نمازی یعنی دل آگیا تو پڑھ لی نہ آیا تو نہ پڑھی، غرض کہ مصلّین کی چار قسمیں۔ لیکن مقببین صلوٰۃ بناہمت و محبت کا کام ہے اور کچھ مشکل بھی ہے۔ مگر بارگاہ الہی میں مقبولیت و محبوبیت صرف مقببین کی ہے نہ کہ مصلّین کی بلکہ مصلّین کے لیے وہیل کا دعوہ ہے یہ مسئلہ اَقَامُوا الصَّلَاةَ کُنْ اِسْ بِیَارِی نَشَانِی سے مستنبط ہوا جو رب تعالیٰ یہاں اور دیگر بہت سی آیت پاک میں اپنے مقبول بندوں کی پہچان بتائی۔ ایسے ہی نمازیوں کو ٹھاٹھ کا نمازی کہا جاتا ہے۔ دوسرا مسئلہ قانون شریعت یہ ہے کہ پہلے خود حاکم اور علما ائمہ و صاحبزادگان اور پیران کو حاصل کامل نمازی منتفی ہونا چاہیے پھر عوام درعباہ اور دوسروں کو حکم دینا چاہیے۔ اُسی میں عزت و وقار ہے اور اسی میں ان کے حکم کا احترام اور تبلیغ کا اثر ہے بے عمل کی نہ عزت نہ وقار نہ حکم و تبلیغ کا اثر یہ مسئلہ اَقَامُوا الصَّلَاةَ (الخ) کی ترتیبِ ذکر سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ اَقَامُوا الصَّلَاةَ قَالُوا اَللّٰهُ کَلَّا۔ کا ذکر پہلے ہوا جو ہر بندے کا ذاتی عمل ہے اور ہر مسلمان کا فریضہ، پھر بعد میں ہر بالعموم اور نہی عَنِ الْمُنْكَرِ کا ذکر ہوا جو دیگر عوام کی تربیت و تبلیغ کے لیے، غرض کہ شریعت اسلام کا تقاضا ہے عمل کرنے میں اول خویش بعد مدد خویش ہو۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض اس کی وجہ کہ پہلے فرمایا گیا گُذِبَتْ، اور اس میں تمام بڑی قوموں کا ذکر کیا گیا، لیکن موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔ وَکُذِبَ مُوسٰی۔ یا تو پہلے بھی فرمایا جاتا۔ گُذِبَ فُؤَادُ وَهُوَ ذُو صَالِحٍ (الخ) اور یا نہ ذکر ہو موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی گُذِبَتْ کے ساتھ کر دیا جاتا۔ (اس تفریقِ تذکرہ کی وجہ کیا ہے۔ جواب مفترین نے اس کلمہ وجہ بیان فرمائی جس کا مختصر ذکر ہم نے تفسیر عالمانہ میں کر دیا۔ ایک وجہ یہ کہ امتِ بین قسم کی ہوتی ہے وَاُمّتٍ دَعَوَتْ وَاُمّتٍ اٰبَاتِ وَاُمّتٍ اَرشاد و تبلیغ، امتِ دعوت کو قوم کہا جاتا ہے جس میں کافر مومن سب شامل جو ایمان لے آئیں وہ امتِ اجابت اور جن کفار کو کوئی نبی علیہ السلام بغیر ان کی طرف، بخت کے راہِ حق کی ہدایت دیں وہ امتِ ارشاد ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کا قیدیوں کو تبلیغ فرمانا جیسے عزیر علیہ السلام جو ساری عمر سفر میں رہے آپ جس قوم سے گزرتے تھے وہاں کے کفار کو دین حق اور توحید الہی کی تبلیغ کیا کر آگے روانہ ہوتے حالانکہ وہ کفار آپ کی قوم

نہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم بنی اسرائیل تھے مگر آپ نے قوم قبط کو بھی تبلیغ فرمائی آپ کو آپ کی قوم نے نہ جھٹلایا بلکہ قوم فرعون قبطیوں نے جھٹلایا، قوم نے نہ جھٹلایا اس لیے نہ پہلے گڈبٹ قوم میں اس کو شامل کیا گیا نہ علیحدہ گڈبٹ قوم موسیٰ فرمایا گیا، دوسری وجہ یہ کہ یہ گڈبٹ موسیٰ کا جملہ تعجب کا ہے۔ اور فرمایا جا رہا ہے کہ کفار کی ضد اور بد عقلی تو یہاں تک بڑھی ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی بھی جھٹلائے گئے جن سے اُن فرعونوں نے اتنے عظیم و کثیر معجزے دیکھے تھے اُن کو نہ ماننے کا تو کوئی عذر یا بہانہ بھی نہ تھا کیونکہ قبطیوں نے معجزے دیکھے بھی مانگے بھی ایمان لانے کے وعدے بھی کئے مصیبت ٹلنے کی دعائیں بھی منگوائیں جو قبول ہوئیں مگر پھر بھی نہ وعدہ پورا کیا نہ ایمان لائے آپ کی قوم بنی اسرائیل نے آپ کو نہ جھٹلایا۔ صرف کبھی کبھی بعض جلد باز نوجوانوں کی طرف سے گمراہی و ادا باشی صادر اور ظاہر ہو جاتی جس کی جلدی توبہ بھی کر لیتے اور توبہ میں اپنی جان بھی پیش کر دیتے۔ قوم قبط اگر امت اجابت بن جاتی تو ان کے لیے اچھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے دیکھ کر۔ از خود صرف چار سو قبطی تقریباً مومن بنے تھے جن میں فرعون جادوگر اور حضرت آسیہ زوجہ فرعون بھی شامل تھیں۔ باقیوں نے اپنا ایمان فرعون کے ڈر سے ظاہر نہ کیا غرق فرعون کے بعد ظاہر کیا۔ دوسرا اعتراض یہاں سابقہ کافر قوموں کے عذابوں کو نکیر کیوں فرمایا گیا۔ آسمانی ناگہانی فرما دیا جاتا۔ جواب تین وجہ سے ۱۔ وہ سب عذاب صَادِعًا لِّشَرِّهِمْ تھے، یعنی کفار کے لیے سزا و ابدی ۲۔ اور وہ عذاب رَادِعًا لِغَيْرِهِ تھے یعنی دوسروں کے لیے عبرت ۳۔ اور گَارِہَا بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسندیدہ تھے، سخت ناپسندیدہ عذاب کو بھی نکیر کہا جاتا ہے آئندہ دیکھنے سننے والوں کے لیے عبرت دلانے والے عذاب کو بھی نکیر کہا جاتا ہے اور عذاب والوں کے لیے سخت کڑے پکڑ و جکڑ والے عذاب کو بھی نکیر کہا جاتا ہے عذاب نکیر ہر وہ عذاب ہے جس سے شخصیات کا وجود ہستی مٹ جاتا ہے، بستیوں کا حلیہ بگڑ جاتا ہے نسلیں ختم ہو جاتی ہیں، نشانات فنا ہو جاتے ہیں اُن مذکورہ آسمانی عذابوں میں یہ سب چیزیں موجود تھیں اس لیے اُن کو نکیر فرمایا گیا۔ ۱۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ۔ یہ اِنْ حرف شرط ہے اور پورا جملہ شرطیہ بن گیا شرطیہ میں جزا کا پایا جانا ضروری جب تک جزاء پائی جائے فعل مشکوک ہوتا ہے یہاں فعل تَکْذِیْبٌ ہے جملہ شرطیہ سے ظاہر ہوا کہ کفار مکہ کا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھٹلانا مشکوک ہے۔ حالانکہ وہ کفار مکہ تو ظاہر ظہور ہر ہر بات کو جھٹلا رہے تھے تو پھر یہاں اِنْ شرطیہ

کہوں ارشاد فرمایا گیا؛ جواب شرط دو قسم کی ہوتی ہے۔ شرط معلق بالجزا و شرط معلق بالامر۔
 شرط معلق بالجزا کا تعلق انجام سے ہے یعنی اگر ایسا ہوا یا ایسا ہوا تو ایسا ہو جائے گا۔ لیکن شرط
 معلق بالامر کا تعلق مخاطب کے آئندہ عمل سے ہے اور مخاطب اپنے مخاطب کو کسی کام کا حکم
 دیتا ہے، اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں کبھی شرط و امر کا زمانہ حال ہوتا ہے مثلاً اگر ایسا ہو رہا
 ہے تو تم بھی ایسا کرو، کبھی دونوں میں زمانہ مستقبل ہوتا ہے مثلاً اگر کبھی ایسا ہوا تو تم بھی ایسا
 کرتا، اور کبھی شرط میں زمانہ ماضی ہوتا ہے اور امر میں زمانہ حال یا مستقبل، مثلاً اگر پہلے ایسا ہوا
 تھا تو تم بھی ایسا کرو یا ایسا کر لیا کرو۔ یہاں آیت **وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ** میں یہی تیسری صورت
 ہے معلق بالامر شرط میں جملہ شرطیہ حقیقہ نہیں بلکہ حقیقہ یہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور کسی چیز کی خبر
 دی جاتی ہے صرف امر کو اس پر معلق کر نیکی وجہ سے اس کی شکل شرطیہ جیسی بنا دی جاتی ہے لہذا
 اس آیت یہ بتایا جا رہا ہے کہ اے نبی کریم، اگر یہ کفار آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ کو غم نہ
 کرنا چاہیے بلکہ صبر اور انتظار کرنا چاہیے اس امر کے لیے تمہیداً یہ بات بتائی گئی کہ پہلے زمانوں
 میں بھی کفار ایسا کرتے رہے ہیں اُن انبیاء علیہم السلام نے انتظار فیصلہ کیا تھا تو آپ بھی ایسا ہی
 کرو۔ کفار مکہ کے اس ارتکاب تکذیب پر ایک امر معلق کیا گیا اور نقطہ گذشتہ سابقہ
 جملے **إِنْ يُكَذِّبُوكَ** اور اگلے امر کی وجہ بیان ہوئی یہ امر و شرط و توجیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتا ہے اور غم دور کرتا۔

تفسیر صوبیانہ **الَّذِينَ إِنْ مَكَنْتُمْ فِي الْأَرْضِ قَامُوا صَلَوةً وَأَتَوْا الزَّكَاةَ وَآمَنُوا**
بِأَمْرٍ مِّنْ رَبِّهِمْ وَنَهَوُا عَنِ الْفُكْرِ وَفَلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ قلب منصورہ
 کی نشانی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ طالبینِ رضا کے دلوں کو ارضِ بشریت میں قوتِ سلطانی عطا فرمائے
 تو وہ قلوبِ معرفتِ مواصلاتِ عبادت میں پیشگی کرتے ہیں ہمیشگی دکھاتے ہیں اور احوالِ قبض
 و بسط کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح کہ دن رات چوبیس گھنٹوں میں دھڑکنوں کا چالیسواں
 حصہ مخلوقِ الہی پر خرچ کرتے ہیں اور باقی ساعتوں کی قلبی دھڑکنیں ذکرِ اللہ کی ضرب میں
 کر کے اپنے خزانہ اعمال میں جمع کرتے ہیں، ہر دھڑکن حیاتِ دنیوی کی ایک سانس ہے
 اغنیا کی زکوٰۃ مال کا چالیسواں حصہ فقرا کی دولتِ قلبی مالِ اعمال اور طبیب سانبس ہیں ہر
 دولتِ دنیوی کے نصاب سے اور قلبِ عارف اپنی سانسوں کے حساب سے زکوٰۃ دیتے ہیں
 امر الہی کی مخالفت کرنے سے اپنے حواسِ کمینہ بچانا یہ قلبِ مومن کا امر بالمعروف ہے منعہم تعالیٰ

کا ذکر پائے انھیں رسالوں کا ورد، یہ شکر باطنی ہے اور اعضا کو کُستی، غفلت مغروریت
 ریاض کاری سے بچانا یہ نہیں غنّ التکرّ ہے قالب عارف کی دولت شورِ اِلّا اللہ قلبِ مومن اسی
 کا خواہش مند ہے مگر دنیا دار عرض و چین، نہرو بھر کا طالب ہے اور ہر طالب حق تعالیٰ سے
 اپنی اپنی خوشگوازی مانگتا ہے حضرت ابن عباس رضی کی روایت ہے کہ فرمایا آقا صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے یہ پانچ باتیں بھی ہیں نماز کو
 ضائع کرنا، شہوات کے پیچھے لگنا، دبیوی خواہشات کی محبت اور اہمیت دے اُمراً خائن
 رہ و زلفا سق ہو جائیں گے، یہ وہ وقت ہو گا جب اہل ایمان کے دل غم سے اس طرح کچھلیں
 گے جس طرح پانی سے تمک، مگر مومن میں تبدیلی حالت کی قوت نہ ہوگی اگر بولے تو مارا جائے
 اگر چپ رہے تو غم سے مر جائیں۔ مومن کامل کا وجود زمین پر رب تعالیٰ کا سایہ ہے اسے
 بندے اگر بادشاہ محسن ہو تو شکر کر اور اگر بُرا ہو تو صبر کر۔ ایک ساعت کا عدل ستر سال کی عبادت
 سے بہتر ہے حافظ شیرازی نے فرمایا کہ بادشاہ کو سال کی عبادت سے وہ ایک گھڑی بہتر ہے
 جس میں عدل قائم کر جائے ظلم مٹا جائے۔ حضرت سعدی نے فرمایا کہ اسے وہ لوگو جو بادشاہ
 یا حاکم بنائے گئے ہو اگر تم چاہتے ہو کہ تم سے نفرت نہ کی جائے نہ تمہارے پیچھے نہ تمہارے بعد
 تو ہر دم اپنے منصب اور مرتبے کے مطابق نیکی پھیلاؤ۔ یعنی عدل قائم کرو اور مظلوم کی آہ سے
 بچو۔ رعایہ کو چاہیے کہ اچھائی کو اختیار کرے اور برائی سے بچے ورنہ ذاتِ بے نیاز اللہ
 القصہ کا قانون ہے کہ جس قوم کی نیکی اس کو پسند ہو اس قوم پر عادل نیک حاکم اور بادشاہ
 کو مقرر کیا جاتا ہے اور اچھوں کو تسلط بخشا جاتا ہے اور اگر کسی قوم کے گناہوں کی بنا پر
 ملک کو ویران کرنا چاہے تو ملک ظالم کے قیضے میر دیدیا جاتا ہے فرمایا بزرگوں نے
 کہ بادشاہ صرف شکر سے ہے اور شکر صرف مال سے ہے مال صرف آبادیوں سے ہے
 اور آبادیوں کی رونق و کثرت صرف عدل سے ہے اور عدل صرف اسلام سے ہے اور
 فرمایا کہ سلامتی سے عدل، عدل سے حسن سیاست حسن سیاست سے قوت ریاست ہے
 راز تفسیر روح البیان، اور یہی وہ اہل سعادت لوگ ہیں جن کو اگر وجود حقانی کی سعادت
 ہم عطا کر دیں تو وہ زمینِ قالب پر مراقبہ خلوت اور مشاہدہ جلوت کی نمازیں قائم فرما دیں
 اور علوم حقیقیہ معارفِ یقینیہ کی زکوٰۃ ادا کریں، دولتِ مکاشفات کے نصاب سے اور
 تقبیم کریں مریدین طالبین میں مستحقین انوار کو محتاجین اسرار کو اور تقوٰی نفسانیہ

کا امر بالمعروف کریں، نفوسِ نائسہ کو اعمالِ شریعت کا حکم دیں اور اخلاقی مرضیہ کی تلقین کریں مقام
مشاہدہ میں لے جا کر شہواتِ بدنہ لذاتِ حسیہ و زوایلِ معاملاتِ مردیہ کے منکرات و مکروہات
سے منع کریں اور سب کا رجوعِ آخری اللہ تعالیٰ ہی طرف ہے اس لیے بندوں کو چاہیے کہ
حیاتِ دنیوی میں اس کی بارگاہ کی حاضری کی تیاری کر لیں (ابن عزلی) فَإِنْ يُكْذِبُ لُوْكَ
فَقَدْ كَذَّبْتَ عَلَيْهِمْ قَوْلُكُمْ نُوْرٌ دَعَاؤُكُمْ وَثَمُوْدُ قَوْمُ الْاِبْرٰهِيْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَ
اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ كَذَّبَ مُوسٰى فَاٰصَلَيْتُ لِّلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ قَلْبِيْ
كَانَ نَكِيْبٌ۔ حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے کہ
عَلَمًا اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اِسْ كِيْ شَرْعٍ مِّنْ فِیْ الدِّیْنِ ابْنِ عَزٰوِيْ فرماتے ہیں کہ
انبیاءِ بنی اسرائیل کے تین گروہ ہیں پہلا گروہ انبیاء علیہم السلام کا دوسرا گروہ مبارکہ رُسل
علیہم السلام کا اور پہلے رسول یوسف علیہ السلام، تیسرا گروہ مرسلین کا بنی اسرائیل کے
پہلے مرسل موسیٰ علیہ السلام، دوسرے داؤد علیہ السلام تیسرے عیسیٰ علیہ السلام۔ قوم بنی اسرائیل
یعنوب علیہ السلام کی نسل ہے آپ سے پہلے سات انبیاء علیہم السلام ہوئے نبی وہ ہے
جو اپنے سے پہلے رسول نبی کی شریعت پر تبلیغ فرمائے خود نئی شریعت والا نہ ہو، رسول
وہ ہے جو نئی شریعت اور صحیفہ لے کر تبلیغ فرمائے۔ مرسل وہ نبی ہے جن کو رب تعالیٰ
نے نئی شریعت نئی کتاب اور نیا صحیفہ عطا فرمایا ہو۔ یا صرف نئی شریعت نیا صحیفہ ملے
پہلے صاحبِ صحیفہ اور نئی شریعت والے مرسل آدم علیہ السلام پھر نوح پھر ابراہیم وغیرہ
علیہم السلام پہلے صاحبِ کتاب و صاحبِ صحیفہ حضرت موسیٰ پھر حضرت داؤد پھر حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی آقاؐ کا اُن کا سید المرسلین حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کو تمام کتب اور تمام محفّت کے علاوہ وحیِ خفی، وحیِ منانی و وحیِ نطق بھی عطا
فرمائی گئی۔ غرض کہ آپ کو پانچ قسم کی خصوصی وحی عطا فرمائی گئی راوحیِ ملی و قرآن مجید بذریعہ
جبرئیل علیہ السلام راوحیِ خفی حدیثِ قدسی بلا واسطہ کلامِ الہی کا عطیہ راوحیِ منانی
خراب میں پیغاماتِ الہی راوحیِ نطق یعنی تمام احادیثِ مبارکہ۔ یہی آپ کے صحیفے
ہیں ردِ سابقہ کتب و محفّت کا علم، تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت
کنار اور گمراہوں کے لیے ہی ہوتی رہی۔ چونکہ آقاؐ دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ تو بند ہو گیا مگر کفر و گمراہی بدستور دنیا میں ہوتا رہے گا اس لیے تبلیغ کا سلسلہ علماء امت کے ذمے ہے اور گائبیاء کی تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح ان انبیاء علیہم السلام کے پاس نہ نئی شریعت تھی نہ نیا کلام صرف تبلیغ کی ذمہ داری تھی اسی طرح علماء امت کے ذمے بھی صرف تبلیغ اسلام ہے علماء امت کے بھی تین گروہ ہیں ۱۔ فقہاء مجتہدین ۲۔ علماء متلذبین ۳۔ عالمین شریعت ۴۔ صوفیاء طریقت، انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کفار کی طرف علماء امت کی آمد خفاق کی طرف انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی کفار نے علماء امت کی تکذیب کی خفاقانہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہوتی رہی علماء امت کی تکذیب ہوتی رہے گی۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے کمال و جمال کا صبر کیا۔ تو لے گروہ فقہاء، علماء اولیاء تم بھی صبر کرو۔ انبیاء علیہم السلام کی بھی نصرت کی گئی تھی تو اے گروہ اولیاء علمائے تم بھی یقین کامل رکھو کہ تمہاری بھی نصرت و مدد فرمائی جائیگی۔ انبیاء بنی اسرائیل اور ان سے پہلوں کی تکذیب۔ قوم نوح ۲۔ قوم ہود ۳۔ قوم صالح ۴۔ قوم ابراہیم ۵۔ قوم لوط ۶۔ اصحاب مدین ۷۔ قوم فرعون کرتی رہی اور فقہاء علماء اولیاء کی تکذیب و توہین ۸۔ دنیا پرست ۹۔ تصویر سازیت ۱۰۔ فروش ۱۱۔ فحاش و بد معاش ۱۲۔ دنیا کے فنکار و دانشور کہ انہوں نے فخر و غرور کرنے والے ۱۳۔ اناذ خیال، آوارہ ذہن، دہریت والے ۱۴۔ خائن، بے ایمان تاجرانہ شکرے خفاق لوگ ۱۵۔ امرا و وزراء، عیاش سلاطین کرتے رہیں گے۔ کفار کے پاس تکذیب انبیاء کے سچے دُھڑنا آجائے گا، کہا نہ تھا اور اب ان خفاق و عیاش کے پاس بری رسمیں طبع و سارنگی بچانے کے لیے دُھڑنا قبیلتنا کا بہانہ ہے وہ کفار باقی دین کو تہ پھوڑتے تھے۔ یہ خفاق رشتے داری قرابت داری کی رسمیں نہیں پھوڑتے اسی لیے نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علماء امتی، میری امت کے علماء فقہاء، علماء صوفیاء، تبلیغ کی جانفشانی مخالفین کی ایذا رسانی اور صبر و تحمل کی فراوانی میں گائبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اجنبی دو لے فقہاء ائمہ صاحب کتاب ہیں۔ طریقت والے اولیاء صوفیاء صاحب صحیفہ قلبی و الہاماتِ صمدی ہیں اور علماء شریعت صاحب تبلیغ و تقلید ہیں۔ تکذیب انبیاء سے عذاب نیکر آتے رہے اور تکذیب علماء اولیاء سے و باء کبیر اور بلاء کثیر آتے ہیں۔ حیات دنیوی خزاۃ عظیم ہے اس کا چور ابلیس ہے اس کا محافظ پاسبان آستانہ مرثیہ ہے۔ عذاب نیکر سے وہ بچا جو دامن نبوت میں پناہ گیر ہوا۔ بلاء کثیر سے وہ بچے جو راستہ مرشد آستانہ مصطفیٰ پر آجائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

فَكَأَيُّ مَن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

تو کتنی ہی ہیں بستیوں میں برباد کر دیا ہے ہم نے ان کو حالانکہ وہ بہت ظلم کرنے والی تھیں اور کتنی ہی بستیاں ہم نے کھپا دیں کہ وہ سنگار تھیں

وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبِئْسَ مَعْطَلَةٌ

پھر وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں کے بل اور کتنے ہی کوئیں ایسے جو ناقابل استعمال تو اب وہ اپنی چھتوں پر ڈھل پڑی ہیں اور کتنے کوئیں بیکار پڑے

وَقَصْرِ مَشِيدٍ ۝۳۵ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

اور خوب صورت محلات بھی تو کیا یہ آتے جاتے نہیں ہیں اُن علاقوں میں اور کتنے محل پرگے کئے ہوئے تو کیا زمین میں نہ چلے کہ

فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ

کہ ہوں اُن کے دل سمجھیں وہ اُن کے ذریعے یا کان ہوں ان کے دل ہوں جن سے سمجھیں یا کان ہوں

أَذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى

کہ سن سکیں وہ جن کے ذریعے۔ کیونکہ بے شک حقیقتاً نہیں اندھی بنتی ہیں جن سے سنیں تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ

الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي

آنکھیں اور لیکن اندھے ہو جاتے ہیں وہ دل ہی جو وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں

فِي الصُّدُورِ ۝ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ

سینوں میں ہیں اور بڑی جلدی مچا رہے ہیں یہ لوگ آپ سے عذاب کی
میں اور وہ تم سے عذاب مانگتے ہیں جلدی

وَلَنْ يُّخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا

حالانکہ ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے کو اور بے شک ایک دن ایسا بھی ہے
کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا اور بے شک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا

عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝

آپ کے رب کے پاس اُن ہزار سال کے برابر جس سے تم گنتی کرتے ہو۔
جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

تعلقات | ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں
فرمایا گیا کہ ہر چیز کا انجام رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اب ان آیت
میں بعض قوموں کے دنیوی انجام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں چند
ہلاک شدہ قوموں کا تاریخی تذکرہ فرمایا گیا اب ان آیت میں اُن کی اُجڑی بستیوں کا
جغرافیائی نقشہ اور محل وقوع سمجھایا جا رہا ہے تیسرا تعلق پچھلی آیت میں انبیاء کرام
علیہم السلام کی نصیحتیں نہ ماننے والی قوم کا ذکر ہوا اب ان آیت میں نہ ماننے کی وجہ کا ذکر
کیا جا رہا ہے کہ وہ بے عقل بہرے واندھے ہیں۔

تفسیر نحوی | ذَکَابِتٌ مِّنْ قَبْرِ يَوْمٍ أَهْلُكُنَّهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَعَمَّى خَاوِيَةٌ عَلَى
سُرُودٍ شَحَا وَبِئْسَ مَعْطَلَةٌ وَقَصْرٌ مَّشِيدٌ۔ ذَکَ راثرہ بیان بعد کلام علیحدہ
جملہ ہے یا مائیل کینٹ گان کا بدل ہے گائین اسم مبہم مبنی ہمیشہ شروع کلام میں آتا ہے اکثر
خبر دینے کے لیے ہے کبھی سوال کے لیے بھی آجاتا ہے کثرت پر دلالت کرتا ہے اور مابعد
کے ابہام (پوشیدگی) کو دور کرتا ہے یہ نمبرز کے درجہ میں ہوتا ہے اور اس کے بعد مبنی جارہ

یا شخصیت جس کا کام فائدہ اور نفع ختم ہو جائے یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی معطوف علیہ
 واو عاطفہ تفسیر اسم مصدر حاصل مصدر جامد لغوی ترجمہ ہے روکنا۔ اصطلاح میں شاہی محل
 کو قصر اسی لیے کہتے ہیں کہ ہر عام شخص اس میں نہیں جا سکتا روکا جاتا ہے یہ اپنے مصوری معنی
 میں مستعمل ہے اسی سے **خُورٌ مَقْصُورَاتٌ** اور **قَامِرَاتُ الْعُرْفِ** وغیرہ وغیرہ۔ یہاں مراد ہے
 شاہی محل موصوف ہے **مُشَيِّدٌ** باب **ضَرَبَ** کا اسم مفعول واحد مذکر **مُشَيِّدٌ** تھا تعلیل نحوی سے
مُشَيِّعٌ کی طرح **مُشَيِّدٌ** ہو گیا۔ **مُشَيِّدٌ** سے مشتق ہے ترجمہ ہے لیپنا پوتنا پلستر کرنا چٹائی کرنا،
 اونچا کرنا یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی معطوف ہے **مُشَيِّرٌ** پر وہ معطوف ہے **قُتِيبَةٌ** پر اسی
 لیے مجرور ہے یہ سب عطف مل کر مجرور ہے وہ متعلق ہے **كَائِنٌ** کا۔ وہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ
 ہو گیا۔ مقصد بیان یہ ہے کہ کتنی ہی بستیاں اور کتنے ہی بیکار کنوئیں اور کتنے ہی شاندار محل جن کو
 برباد کر دیا ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے۔ **أَفْ** دراصل ہے **فَأَفْ** عاطفہ لغو عطف کے
 لیے نہیں ہے، **أَمْزَرَهُ** موابہ ترجمہ ہے ترکیب۔ **لَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ**
قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ
تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ وَ يَسْتَعِجِلُونَكَ بِهَا عَذَابٍ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ
لَمْ يَسِيرُوا یا **ضَرَبَ** کا مضارع نفی جحد لم یعنی ماضی مطلق جمع مذکر غائب یا فاعل **يَسِيرٌ**
أَجْرَتْ یا **يَأْتِي** سے مشتق ہے بمعنی **يَسِيرٌ** نا چلنا پھرنا آنا جانا **فِي الْأَرْضِ** یہ جار مجرور متعلق ہے
فَ تعلیلیہ سببہ بمعنی تاکہ **تَكُونُ** نعل مضارع تامہ واحد مؤنث غائب ایک ترتیب میں **يَكُونُ** ہے
 واحد مذکر بحالت نفع ہے کیونکہ جواب استفہام ہے حکما یہاں **أَنْ** ناصبہ مصدر پوشیدہ ہے
 ترجمہ ہے دلوں کی سمجھ کے لیے **لَهُمْ** یہ جار مجرور متعلق ہے **تَكُونُ** کا **قُلُوبٌ** اسم جمع مکرر
 ہے **قُلُوبٌ** کی بمعنی دل موصوف ہے **يَعْقِلُونَ** باب **ضَرَبَ** کا مضارع مثبت معروف جمع
 مذکر غائب **عَقْلٌ** سے بنا ہے بمعنی سمجھنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع ہے **قُلُوبٌ** **بِهَا** یہ جار
 مجرور متعلق ہے **يَعْقِلُونَ** کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے **قُلُوبٌ** کی مرکب توصیفی
 معطوف علیہ او حرف عطف اختیاری **أَذَانٌ** جمع مکرر ہے **أُذُنٌ** کا بمعنی کان جسمانی مراد
 ہے قوتِ سماعت یعنی سنا موصوف ہے **يَسْمَعُونَ** باب **سَمِعَ** کا مضارع جمع مذکر غائب **بِجَانِ**
 سببہ ترجمہ ہے ذریعے **مَا** کا مرجع **أَذَانٌ** ہے یہ جار مجرور متعلق ہے **يَسْمَعُونَ** کا یہ سب مل
 یا فاعل اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے **أَذَانٌ** کی یہ مرکب توصیفی معطوف ہے **قُلُوبٌ**

بر دونوں عطیت مل کر عامل ہے **فَتَكُونُ** کا رہ جملہ فعلیہ تامہ ہو کر مسبب ہے **لَمْ يَسِيرُوا** کا سب ملکر جملہ فعلیہ ہو گیا **فَإِنَّ** حرف مشبہہ خاصیر نقشہ یعنی ماقبل کی کیفیت بتانے والی ہے یعنی شان یہ ہے کہ حالت یہ کہ اسی لیے اس ضمیر کا کوئی مرجع نہیں ہوتا اور **إِنَّ** لغو ہوتا ہے اور ضمیر اس کا اسم نہیں بن سکتی **لَا تَعْنِي** باب **سَمِعَ** کا فعل مضارع منفی بلا معروف واحد مؤنث غائب **أَلَا بُصَّارُ** اسم جمع مکتسر منصرف بصیر واحد ہے یعنی آنکھ نگاہ فاعل اسم ظاہر ہے اس لیے فعل عامل واحد کا صیغہ ہے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واقع ہوا لیکن عاطف اسقدر اکیہ نہیں یعنی ماقبل کی نفی نہیں کرتا **تَعْنِي** مضارع مثبت معروف واحد مؤنث غائب **أَتَقْلُوبُ** موصوف **أَلَتِي** اسم موصول واحد مؤنث فی الصدور فی ظرفیہ مکانیہ **الصدور** اسم جمع مکتسر منصرف اس کا واحد ہے **صَدْرٌ** یعنی سینہ یہ جار مجرور متعلق ہے پرشیدہ اسم مفعول **مَوْجُودٌ** کا رہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صیغہ ہو **أَلَتِي** کا یہ موصول صیغہ مل کر صفت ہے **أَتَقْلُوبُ** کی یہ مرکب فاعل ہے **تَعْنِي** کا خیال رہے کہ **لَا تَعْنِي** اور **تَعْنِي** دونوں **تَعْنِي** سے مشتق ہیں یعنی اندھا ہونا دونوں آنکھوں کا یہاں مراد ہے مکمل اندھا **تَعْنِي** سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے **لَا تَعْنِي** کے چلے پر۔ دونوں عطیت مل کر ایک قول میں علت ہے **لَمْ يَسِيرُوا** کی اور ایک قول میں یہی جملہ معطوفہ مکمل ہے **وَإِذْ سِرَّ جَلْجَلُوهُمْ** ، باب استفعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا مصدر استفعال یعنی جلدی مچانا جلد بازی کرنا۔ جلدی چاہنا **عَجَلٌ** سے بنا ہے یعنی جلدی کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع کفار مکہ **كَذَٰلِكَ** ضمیر منصوب منفصل واحد مذکر حاضر اس کا مرجع آقا **كَأَنَّمَا** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ مفعول ہے **بِالْعَذَابِ** یہ جار مجرور متعلق ہے۔ **وَإِذْ مَالَهُ لَوْنٌ مُّجَلَّبَجِلٌ** باب افعال کا فعل مضارع نفی تاکید **لَوْنٌ** واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے **إِخْلَافٌ** یعنی خلافت کرنا متعزّی **خُلُفٌ** سے بنا ہے یعنی خلافت ہونا یہ لازم ہے **إِنَّ** اس کا فاعل **وَعَدَهُ** اسم حاصل مصدر جامد مضاف ہے بمعنی **عَهْدُهُ** ضمیر نفسی بمعنی اپنا مرجع ہے اللہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مفعول ہے **لَوْنٌ مُّجَلَّبَجِلٌ** سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال بیسی ہے **كَذَٰلِكَ** ضمیر کا یعنی آپ سے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں کہ آپ اللہ سے مانگو ایسا ہو کہ اللہ نہ بھیجے یہ ذوالحال حال حال مل کر مفعول ہے **يَسْتَعْجِلُونَ** کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا **وَإِنَّ** **بِیَوْمٍ مَّا عِنْدَ رَبِّكَ** کا لفظ **سَنَةٍ** مِمَّا تَعْلَمُونَ۔ **وَإِذْ سِرَّ جَلْجَلُوهُمْ** ایک

قول میں عاطفہ ہے اور مابعد کا عطف ہے وَ لَبِثُجُلُودُنَ کے چلے پر مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ پہلا جملہ عالیہ اور یہ عالیہ نہیں ہو سکتا اس لیے عطف جائز نہیں جو عاطفہ کہتے ہیں اُن کے نزدیک پہلا سابقہ جملہ عالیہ نہیں بلکہ معترضہ (درمیان میں علیحدہ بے تعلق جملہ) ہے اِنَّ حرفِ مشبہ یُوْمًا موصوفِ عِنْدَ اسمِ ظرفِ مکانی مضاف ہے رَبِّكَ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے عِنْدَكَ یہ ڈبل مرکب اضافی ظرف ہے مُقَدَّرًا یا مُقَرَّرًا پوشیدہ اسم مفعول کا وہ سب جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے یُوْمًا کی یہ مرکب اسم اِنَّ کا حرفِ جرِ تشبیہی یہاں برائے مسادات (برابری) کے لیے ہے اَلْفِ اسمِ عددی۔ اس کا لغوی ترجمہ جڑنا۔ پیوست ہونا، متحد ہونا، چونکہ تینوں اصول عدد ہزار میں آکر ایک جگہ جڑ جاتے ہیں یعنی اکائی۔ دہائی، سیکڑہ۔ اسی لیے اس کو اَلْفَ کہتے ہیں۔ گہری قلبی محبت کو بھی اَلْفَتْ اسی معنی میں کہتے ہیں کہ دو یا تین شخصتیں جڑ جاتی ہے مضاف ہے سُنَّۃُ اسمِ مفرد نکرہ اس کی جمع مذکر ہے سُنُوْنٌ اور جمع مؤنث سالم ہے سُنُوَاتٌ یا سُنْهَاتٌ۔ اس کی اصلیت میں اختلاف ہے۔ یہ سُنُوْعًا یہ سُنَّۃُ یہ زیادہ درست ہے کیونکہ قرآن مجید کا لفظ لَمْ یَنْتَهِ اسی کی تائید فرما رہا ہے اس کا معنی ہے ایک سال یہ زمانے کی سب سے بڑی مدت کل مدتیں پانچ قسم کی ہیں ۱۔ دن ۲۔ دن رات ۳۔ ہفتہ ۴۔ سبت ۵۔ یعنی سات، دن ۶۔ مہینہ ۷۔ سال۔ بارہ مہینے۔ عربی میں عام بھی سال کو کہتے ہیں اور سَنَیْنِ (سُنَّۃُ) بھی مگر ان دونوں میں عام فاعل کی نسبت سے فرق ہے کہ ہر عام سُنَّۃُ ہے مگر ہر سُنَّۃُ عام نہیں ہوتا دنوں کے مجموعے کا نام سُنَّۃُ ہے کہ کسی طرح بھی سال کے دن جو تقریباً تین سو چوبیس ہیں وہ گزر جائیں۔ خواہ کوئی موسم کتنے حصے کا آئے لیکن عام موسموں کے مجموعے کا نام ہے جب چار موسم مکمل طور پر گزر جائیں یعنی سردی گرمی بہار، خزاں اس بنا پر عام کبھی کبھی سُنَّۃُ سے بڑا ہوتا ہے یہ مضاف الیہ ہے۔ اسی اضافت کو اضافتِ توصیفی کہتے ہیں یہ مرکب اضافی موصوف ہے مِنْ جَارَہِ بعضیت کا موصولہ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے تَعْدُوْنُ بِاِیِّ لَمْرٍ کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر عَمْدٌ سے بنا ہے بمعنی گینا۔ فعل با فاعل پوشیدہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے اَلْفِ سُنَّۃُ کی یہ مرکب توصیفی مجرور متعلق ہے مُسَارِ اسمِ فاعل پوشیدہ کا جو دراصل مُسَادِیْ بحالتِ رفع ہے یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ سے اِن اپنے اسمِ مخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو

مرکز مکمل ہوا۔

تفسير عالمانه | عُرُوْهُمَا وَبَدْرٌ مَّعْطَلَةٌ وَقَضَى مَشِيْعُهُ - اے قرآن انسانوں کو کیا

تم لوگ عبرت نہیں پکڑتے اُن تاریخی راہِ سفر کے مشاہداتی گزشتہ قوموں کے واقعات سے کہ گزرے زمانوں میں بہت دفعہ ایسا ہوا کہ کتنی ہی اُن بستیوں کو جو ہر قسم کا ظلم کفر شرک فساد پھیلانے والی تھیں ہم نے اُجاڑ کر ویران زور برباد کر دیا۔ تمام اہل بستی کو ہلاک کر کے بغیر ظلم و فساد کے کبھی کسی بستی کو ہلاک نہ کیا گیا اگرچہ کتنا ہی کفر شرک یا فسق کیا، ہلاکت و بربادی اُس وقت آتی ہے اور آتی رہی جب کفار نے انبیاء علیہم السلام اور مومنین پر ظلم و تشدد کیا جب مظلومین کی زبانی آپ قلبی بددعائیں آسمان تک بلند ہوئیں تب مختلف آسمانی و ناگہانی

طرفانی و سلطانی قتال و عذاب آٹے رہے۔ جن سے بندے بھی جانور بھی مر کر تباہ ہوتے رہے اور علاقائی بستیاں اور بستیوں کے گھر خالی اور ویران ہوتے رہے۔ یا ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈرات بنتے رہے کیونکہ انسانوں سے کفر ہوا کفر سے ظلم ہوا۔ اور ظلم سے فساد، فساد سے ہلاکت ہوئی جانداروں کی ہلاکت اُن کا مرنا ہے۔ اور بستیوں کی ہلاکت ان کا ویران و برباد ہونا ہے یا کھنڈرات و اجاڑ ہونا ہے بے گناہ جانوروں کی ہلاکت کفار کی ملکیت اور اُن کے کھونٹوں سے بندھے ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ جب ظالموں کے ظلم کی وجہ سے عذاب آیا اور اہل بستی کو موت آگئی تو بستیوں کی ہلاکت فَعِيَ خَاوِيَةً عَلَىٰ عُرُوشِہَا کی صورت میں ہوئی انسانوں کے ظلم کی وجہ سے اُس علاقے کی چار چیزوں پر ہلاکت آئی۔ پہلی ہلاکت خود ظالم انسانوں پر، پھر ان کے جانوروں پر ان دونوں پر موت سے ہلاکت ہوئی، پھر بستیوں کی تمام نباتات پر پھر بستیوں کی عمارات پر۔ ان دونوں کی ہلاکت خَاوِيَةً سے ہوئی خَاوِيَةً کی ہلاکت تین طرح ہوئی۔ ۱۔ باغات اُجڑ گئے کھیت و کھلیان بکھر گئے چمن سوکھ گئے۔ عمارات ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈرات بن گئیں یا کھڑی کھڑی خالی اور ویران ہو گئیں کہ مضبوطی اور خوبصورتی قائم رہی مگر ویرانی سے بے رونقی کی اُداسی و نحوست چھا گئی اور ہلاک کر دیا ہم نے کوٹوں کو۔ اس طرح کہ کوئی اُن سے پانی نکالنے پینے والا نہ رہا۔ اجاڑ بیابان بن کر رہ گئے۔ رونقین ختم ہو گئیں۔ جہل پہل کم ہو گئی۔ نہ چرخس کی چر چراہٹ نہ رسی کی سرسراہٹ نہ دُول کی بھڑ بھڑاہٹ نہ پرندوں کی چہچہاہٹ نہ گھروں کی گھڑ گھڑاہٹ نہ آنے جانے پینے پھلنے والوں کی آہٹ، نہ تدموں کی کھڑ کھڑاہٹ

وَقَصِيٍّ مَّشِيدٍ۔ اور ہلاک کر دئے ہم نے کتنے ہی خوب صورت مضبوط بچے بجائے قلعے میں کی مضبوطی پر بنانے والوں کو ناز تھا اور بچانے والوں کو فخر ہوا کرتا تھا اور بسنے رہنے والوں کو غرور ہوتا تھا۔ نہ بنانے والے رہے نہ بچانے والے نہ بسانے والے جن میں کبھی خوشی کے شادیاں، رونقوں کی شہنائیاں، اور آمد و رفت کے نقارے بجتے تھے وہاں اب ایسی دیرانی ہواٹیاں اڑ رہی ہیں کہ یہ یوم نوبت میزند برگنبدِ افراسیاب، اُڑدوں کے گھونسلے، مکڑیوں کے جالے چمکا دڑوں کے بسیرے گیدڑوں کی آوازیں ہیں یہی انجام ہے کفر کے غرور کا اور ظلم کے ظہور کا۔ قُرْبٰیۃً، بیڑ۔ تفسیر یہ تینوں الفاظ جنسی جمع ہیں اور گزشتہ تمام کفار کی عذاب والی بستیوں کا ذکر ہو رہا ہے اور گائین کا تعلق ان تینوں سے یعنی عاد ثمود، قوم نوح اور ابراہیم قوم لوط۔ اصحابِ مدین اور قرعہ نیوں کی بستیاں کوٹیں، محلات مراد ہیں۔ مگر یہ بھی کہا گیا ہے کہ گائین کا تعلق صرف قُرْبٰیۃ سے ہے جن میں تمام عذاب والی بستیاں شامل اور ہلاکت سے مراد جانداروں کی موت عمارات کی ویرانی یا ٹوٹ پھوٹ مگر مَرْمَعْلٌ وَنَصْرٌ مَّشِيدٌ سے مراد شہرِ حضر موت کا مضبوط اور خوب صورت قلعہ اور حاضر البستی کا کنواں ہے۔ واقعہ اس طرح کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے چار ہزار مومن اُمّتیوں کے ساتھ باذنِ الہی بستی ثمود سے ہجرت کر گئے اور عذابِ ثمود سے بچائے گئے تو آپ ایک پہاڑ پر جمع ساتھیوں کے خیمہ زن ہو گئے کچھ عرصہ بعد وہیں اُن لوگوں نے ایک خوب صورت پتھر کا شہر آباد کر لیا۔ وہیں پر حضرت صالح علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اُس شہر کا نام ہی حضر موت رکھا گیا جو آج تک جاری ہے۔ اسی پہاڑ کے نیچے دامن میں ایک گاؤں آباد تھا اس کا نام حانورا تھا۔ وہ اب مٹ چکا ہے۔ وہاں میٹھا پانی نہ تھا، قوم صالح کے اولیاء اللہ نے یہ کھنڈیاں کھودا تو نیکوں کی دعاؤں اور برکت سے میٹھا پانی نکل آیا۔ صالح علیہ السلام کی وفات شریعت تو اسی شہر میں ہوئی مگر آپ کی تدفین وصیت کے مطابق علاقہِ حِثام کے شہر عکّہ میں کی گئی صالح علیہ السلام نے وفات کے وقت تمام نیک اور بزرگ لوگوں کو جمع فرمایا۔ اور کہا اب میری موت حاضر ہو گئی ہے۔ حضر موت۔ اس لیے تم کو آئندہ زندگی کے لیے وصیتیں کرتا ہوں جن میں تدفین کی وصیت بھی شامل اور منہ کے نیچے الفاظِ مبارک جانتے ہوئے شہر کا نام ہی حضر موت رکھا گیا۔ میٹھے پانی کی سب کو بہت خوشی تھی اس کو بھی معجزہ صالح سمجھا گیا اور یقیناً یہ حقیقت بھی ہوگی۔ سب بستی والے بلکہ اردگرد بستیوں والے وہیں

نے پانی بھرتے تھے اور کتوں پر بڑی رونق رہتی۔ اُس کے قریب پانچ چھوٹی حوضیں بنائی گئی تھیں۔ ایک انسانوں کے لیے ایک اونٹوں کے لیے ایک گالیوں کے ایک بکریوں کے اور ایک پرندوں کے لیے کچھ عرصہ بعد مجلس ابن عباس بادشاہ کی حکومت قائم ہوئی اور نئی نسل گروہ کافر ہوئی، تب ان میں ایک نبی مبعوث ہوئے ان کا نام روایت میں حنظلہ بن صفوان بن قحافر آتا ہے آپ کو صرف خواب میں وحی آتی تھی نہ کہ جاگتے میں خیال رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو تقریباً گیارہ طرح سے وحی آتی ہے ۱۔ بعض کو صرف جاگتے میں ۲۔ بعض کو صرف سوتے میں ۳۔ بعض کو بند بچہ صحیفہ ۴۔ بعض کو کتاب میں ۵۔ بعض کو خلوت میں ۶۔ بعض کو خلوت میں ۷۔ بعض کو صرف سفر میں ۸۔ بعض کو صرف حضر میں ۹۔ بعض کو صرف بذریعہ جبریل علیہ السلام ۱۰۔ بعض کو بلا واسطہ غیبی آواز سے ۱۱۔ بعض کو انقاء ربانی سے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تقریباً چالیس طریقے سے وحی آتی رہی۔ مذکورہ نبی حضرت حنظلہ نے بہت تبلیغ فرمائی مگر کوئی ایمان نہ لایا بلکہ آپ کی دشمنی میں اتنے بڑھے کہ آپ کو شہید کر دیا بعض بزرگوں نے فرمایا کہ یہ پہلے شہید نبی ہیں اور زکریا علیہ السلام آخری شہید نبی ہوئے۔ حضرت حنظلہ کی شہادت سے اُس قوم پر دھوئیں کا عذاب آیا اور تمام افراد دم گھٹ کر مر گئے رات کو عذاب آیا صبح کو سب مرے پڑے تھے اور قعرِ مشیو آنا فانا ویران اور وہ کنواں معطل ہو کر رہ گیا ایک ہی رات میں پورے علاقہ پر ویرانی کا سناٹا چھا گیا نہ کوئی گھر میں رہا نہ بازار میں نہ کوئیں پر چہل پھل رہی نہ شہر میں رونق، حضر افیائی اعتبار سے بستی کی چھڑ قسبیں ہوتی ہیں ۱۔ مدینہ ۲۔ قریہ ۳۔ بدوہ ۴۔ قصیہ ۵۔ حصن ۶۔ قصر۔ مدینہ کا معنی بڑا کھلا شہر، قریہ کا معنی مطلقاً آباد علاقہ، بدوہ چھوٹا گاؤں، قصیہ بڑا گاؤں، حصن حفاظتی قلعہ، قصر شاہی محل۔ اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُوا لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ اے حبیبِ کریم کیا یہ کفارِ مکہ ان قوموں کے عذاب والے علاقوں کی بیروسیاحت نہیں کرتے اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کو دو قسم کی دعوتِ عالم دی جا رہی ہے ۱۔ مقيمین لوگوں کو سفر کرنے کی ۲۔ اور مسافروں کو دورانِ سفر غور و فکر اور بنظر بصیرت حالات کا جائزہ لینے کی دعوتِ فکر کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے اور دونوں گروہوں کو رغبت دلانے عبرت پکڑنے بندہ بن جانے کا حکم ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ کیا

ان کے پاس ایسے روشن دل موجود ہیں جن کے ذریعے ہر چیز میں عقل استعمال کرتے اور قلبی عقل سے غور و فکر کرتے۔ ہر انسان کی چار آنکھیں ہوتی ہیں۔ دو آنکھیں سر میں اور دو دل میں اگر سر کی آنکھیں اندھی ہوں مگر دل کی روشن و بینا ہوں تو کوئی نقصان نہیں ہوتا نہ دنیوی نہ اخروی لیکن اگر دل کی آنکھیں اندھی ہو جائیں تو اگرچہ سر کی آنکھیں روشن ہوں مگر نقصان ہی نقصان دنیوی بھی اخروی بھی نہ دینی نفع ملے نہ دنیوی ایسا بد نصیب انسان دنیوی اعتبار سے بے وقوف، احمق، بدھوا اور اخروی اعتبار سے گمراہ و غائب و غایب دنیوی نقصان یہ ہے کہ بندے کی دنیا اس کو ابدی جہنم میں لے جائے اور دنیوی نفع یہ ہے کہ بندے کی دنیا بھی دین بن جائے۔ سر کی آنکھیں دیکھتی ہیں دل کی آنکھیں سوچتی ہیں سر کی آنکھوں میں بصارت ہے اس لیے وہ دنیا دیکھتی ہیں، دل کی آنکھوں میں بصیرت ہے اس لیے وہ دین و ایمان دیکھتی ہیں۔ سر کی آنکھیں اوپر کا چھلکا دیکھتی ہیں مگر دل کی آنکھیں اندر کا مغز دیکھتی ہیں سر کی آنکھیں ظاہر ہیں، دل کی آنکھیں باطن ہیں۔ سر کی آنکھیں مجاز دیکھتی ہیں، دل کی آنکھیں حقیقت دیکھتی ہیں بصیرت قلبی کی تین صورتیں ہیں اولاً جذبات ثانیاً خیالات ثالثاً احساسات، علم کی اصل جگہ دل ہے اور دل کی جگہ سینہ ہے۔ قلب مومن بیدار ہے اور بیدار دل روشن ہے اور روشن دل گیارہ خزانوں کا مدینہ ہے اور ان خزانوں کو دیکھنے والی آنکھیں پسینے میں ہیں، زندہ دل والی آنکھوں کو ہر طرف آیت قدرت نظر آتی ہیں کیونکہ ہوشیار ہیں

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار : ہر ذائقے و ذریعہ معرفت کردگار
اور دماغ دروازہ ہے ان خزانوں کا اور گیارہ خزانوں کے گیارہ راستے ہیں خزانے یہ ہیں ۱۔ ادراک ۲۔ عقل ۳۔ حواس ۴۔ فہم ۵۔ شعور ۶۔ فراست ۷۔ فکر ۸۔ علم ۹۔ تدبیر ۱۰۔ حفظ ۱۱۔ حلم، یہ سب خزانے اسی ترتیب سے جسم انسانی میں ودیعت رکھے جاتے ہیں۔ پہلے چار خزانے شکم مادر کے اندر بچے کو مقام قلب میں امانت دیدے جاتے ہیں، پھر پیدا ہونے کے بعد بوقت بلوغت تین خزانے امانت کئے جاتے ہیں۔ شعور فراست و فکر ان تین خزانوں کا نام ہی بلوغت ہے یہ سات خزانے بلا کسب انسانی عطا و ربانی ہے پھر انسان اپنے کسب تعلم اور حصول تدریس کے ذریعے بارگاہ الہیہ سے چار خزانے ودیعت پاتا ہے یعنی علم۔ تدبیر۔ حفظ۔ حلم یہ عام بندوں کی کیفیت باطنی ہے ان میں علماء و حکما اولیاء۔ عقلا شامل ہیں مگر انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ سب خزانے شکم مادر میں سکھا دیے

جاتے ہیں اور آقا کا ثبات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تمام خزانے اور اتنے ہی اور مزید خزانے عالم ازل حادث ہیں رب تعالیٰ نے بلا واسطہ عطا فرمادئے تھے اس لیے صرف آپ نے فرمایا۔ کُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الشُّرُوحِ وَالْجَحَدِ۔ وَفِي رِوَايَةِ بَيْنَ الطِّينِ وَالْمَسَاخِرِ۔ ہر انسان کو یہ خزانے ملے یہی اشرف مخلوقیت ہے یہی بشریت اعلیٰ ہے۔ نبوت کی اصل قوتیں ان سے بھی وراعت الوراہ ہیں۔ کفار کے ان خزانوں میں نہ چمک نہ روشنی نہ نورانیت سب اندھے شیشے۔ مومن کے ان خزانوں میں ایمان کی چمک ہوتی ہے۔ اولیاء صالحین علماء عابدین کے ان خزانوں میں محبوبیت کی روشنی بھی ہوتی ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے یہ سب خزانے اصلاً نور ہیں۔ اور آقا کا ثبات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہ تمام خزانے منبر ہیں یعنی نور بنانے والے آفتاب کا ثبات ہے۔ ان خزانوں کے گیارہ راستے ہیں ۱۔ آنکھیں ۲۔ باطنی بینائی ۳۔ قوت تفریق ۴۔ طاقت امتیاز ان کے چار ہی دروازے ہیں ۵۔ دماغ کی پھلی طرف روشنی کا خزانہ جس میں چالیس تاریں انسانی بالائی کی مثل جن کے وسیلے اور مدد سے رنگ اور اشیا، اندھیرے اجاے کا فرق بھی کر سکتا ہے ۶۔ کان باطنی سماعت کا دروازہ ہے ۷۔ ناک قوت شامہ کا دروازہ ہے ۸۔ باطنی سماعت کا مرکز دماغ کے وسط میں ہے کان اور دماغ کے درمیان گیارہ تاریں باریک بال کی طرح چھ تاریں ایک کان کی طرف اور پانچ ایک کان کی طرف اس لیے ایک کان سے زیادہ سنائی دیتی ہے۔ ایک سے کم ۹۔ ناک میں قدرت نے دو پردے قائم فرمائے ایک خوشبو سونگھنے والی ایک بدبو سونگھنے والی ۱۰۔ قوت کلام کا دروازہ زبان اور صلق ہے اس کے معاون دانت جبرے ہوٹ ہیں۔ زبان میں ہی قوت ذائقہ ہے ۱۱۔ قوت احساس کا راستہ مسامات ہیں۔ اگر کسی کے مسامات بند ہوں یا بند کر دیئے جائیں سن کر کے یا بے ہوش کر کے تو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ جسم کے ہر حصہ کی قوت حس مختلف ہوتی ہے۔ فلاسفہ متقدمین و متاخرین اور اسلامی فلاسفہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ علم و عقل کا مرکزی مقام کہاں ہے فلاسفہ متقدمین کہتے ہیں کہ مرکزی مقام علم و عقل دونوں کا دماغ انسانی ہے۔ متاخرین کہتے ہیں کہ عقل کا مقام دماغ ہے اور علم کا مقام دل ہے مگر اسلامی فلاسفہ کہتے ہیں کہ دونوں کا مقام دل ہے۔ اور دماغ دروازہ ہے اعضاء جسم راستے ہیں یہی قول درست اور مدلل ہے۔ پہلی دلیل۔ سورۃ ق کی آیت ۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا

لَئِنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ - ترجمہ: بے شک اس قرآن مجید میں البتہ عقل اور نصیحت ہے صرف اس شخص کے لیے جس کا زندہ قلب ہے۔ دلیل دوم۔ سورۃ حج کی یہی آیت ۱۷۴ فَتَكُونُ كَقُلُوبٍ يُعْقِلُونَ بِهَا۔ ترجمہ: تو کیا ان کے دل زندہ ہیں جس سے وہ عقل رکھیں۔ دلیل سوم۔ سورۃ محمد کی آیت ۲۱ میں ارشاد ہے۔ اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْفُتْرَانَ اَمْ عَلٰی قُلُوبٍ اَفْغَالُهَا۔ ترجمہ: تو کیا یہ لوگ قرآن مجید میں تدبیر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے ہیں دلیل چہارم۔ حدیث مقدس میں ہے کہ جسم انسانی میں ایک مضغہ یعنی گوشت کا ٹکڑا ہے مگر اسے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہے اگر وہ فاسد تو سارا جسم فاسد وھو قلب اور وہ دل ہے گویا کہ اگر دل زندہ ہے تو سارا جسم اور جسم کی ساری قوتیں زندہ اور درست ہیں اگر دل بیجا تو تمام قوتیں بیجا اگر دل اندھا تو سب قوتیں اندھی، دل بیدار تو سب بیدار، دل خفتہ تو سب خفتہ دل صحت مند تو ساری قوتیں صحت مند طبعی اعتبار سے بھی شرعی اور روحانی اعتبار سے بھی ان دلائل سے ثابت ہوا کہ عقل بھی دل میں اور علم بھی دل میں ہوتا ہے فلا سفہ اسلامی فرماتے ہیں کہ علم و عقل میں تین طرح فرق ہے۔ پہلا فرق۔ علم عام ہے کسی بھی ہوتا ہے، عطائی بھی عقل خاص ہے صرف عطائی ہوتی ہے، دوسرا فرق علم کتابوں مدرسوں، استادوں سے حاصل بھی ہو جاتے ہیں اور عطاء ربانی سے نھول بھی مگر عقل نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے درس پیدا بلکہ بے عقل کے لیے تو کتابیں اور مدرسے ہی بیکار۔ تیسرا فرق عقل وہ روحانی نور ہے جس کے ذریعے علوم فطری نظری و ضروری حاصل کئے جاتے ہیں، جسم انسانی میں پانچ حواس گہری ہیں مگر کوئی بھی تدبیر قلبی کے بغیر مفید نہیں نہ بصارت نہ سماعت نہ شہامت نہ عقالت نہ حساست۔ اگر یہ کفار مکہ سیر و سیاحت سفر تجارت نہیں کر سکتے تو اَوَا ذٰنٌ يَسْمَعُونَ بِهَا۔ کیا ان کے ایسے کان ہیں جن سے وہ لوگ ان عبرت ناک خطرناک عذاب کی تاریخی واقعاتی خبریں ہی سن لیا کریں اور سن کر اپنے انجام سے ڈریں اور ڈر کر بچے نیک بندے بنیں۔ لیکن وہ تو یہ خبریں سننا بھی نہیں چاہتے اور اگر کبھی کوئی سنائے تو توجہ ہی نہیں دیتے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ بہرے گونگے اندھے ہیں، نہیں نہیں۔ قَاتِلُهَا لَا تَغْنٰی الْاَبْصَاۡرُ۔ پس بے شک ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں۔ وَ لٰكِنْ تَغْنٰی الْقُلُوْبُ۔ بلکہ وہ دل اندھے ہیں جو سینے میں ہے اور دل کا اندھا ہونا دل کی موت ہے۔ دل مردہ تو سب مردہ۔ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِكَ اللّٰهُ وَعْدًا وَاِنَّ يَوْمًا

عِنْدَ سَبِيلٍ كَأَنفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ۔ اور اے محبوب آج تو یہ کفار مکہ نضرہ کا
 اور اُس کے ساتھی عذاب کی آپ سے جلدی مچا رہے ہیں آپ سے مذاق تمسخر اور عذاب کا
 انکار کرتے ہوئے وہ عذاب مانگ رہے ہیں جس کا آپ نے ذکر ان کو سنایا قبر الہی سے
 ڈرایا حالانکہ یہ سب جانتے ہیں کہ عذاب دینا رب تعالیٰ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کسی
 بھی وعدے کو کبھی خلاف نہیں فرماتا خواہ وہ وعدہ بشارت کی نوید ہو یا نذارت کا وعید
 ہو۔ استعجال یہ ہے کہ کسی چیز کو اُس کے وقت سے پہلے طلب کرنا۔ کفار کے لیے کوئی پیشگی
 خبر وعید سزا ہے اور مومن کے لیے کوئی پیشگی خبر نوید جزا ہے۔ لغت میں وعید اور نوید دونوں کو وعدہ
 کہا جاتا ہے۔ علا فرماتے ہیں کہ وعید اس پر ہوتی ہے جس کا چھوڑنا بحکم الہی بندے پر ضروری ہو مگر
 بندہ نہ چھوڑے، گویا بندے پر مولیٰ کا حق ہے۔ اس حق مارنے پر ہی وعید ہے اور وعدہ وہ
 حق ہے جو مولیٰ تعالیٰ نے اپنے ذمہ و کرم پر لے لیا ہے اپنے نیک فرمانبردار بندے کے لیے
 اس بات کا یہاں ذکر فرمایا جارہا ہے کہ اے منکر و ہر وعدے کا پیدا کرنا رب تعالیٰ پر حق
 ہے جس کو یقیناً پورا کیا جائے گا۔ خلاف نہ ہوگا اگر اس کے وعدہ وعیدی سے بچنا چاہتے
 ہو تو تم ترک وعیدی کو نبھاؤ اور اپنا حق پورا کرو۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ ہر وعدہ اپنے
 وقت پر پورا ہوگا۔ تمہارا مہلکہ بازی چھانے کی وجہ سے پہلے نہیں ہو سکتا اور اس کا وقت
 بھی تمہاری گھڑیوں، تمہارے نظام الاوقات کے مطابق نہیں نہ تمہارے سال و ماہ و دن و ہفتوں
 کے مطابق۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا دن بھی اُس کے ہی نظام الاوقات کے مطابق ہے
 اس طرح کہ اُس کا ایک دن تمہاری گنتی سے ہزار سال برابر ہے جو عذاب آنے میں آنا اور جانے
 میں فنا ہوتا ہے، دنیا کے دن بندوں کی گھڑیوں اور گھڑیوں کی سوئیوں کے حساب سے ہوتے
 ہیں مگر آخرت کا دن قدرت و حکمت کے حساب سے دنیا کے دن بھی دو قسم کے ہوتے
 ہیں اور آخرت کے دن بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، دنیا کے عام دن حساب والے خاص دن
 احساس والے حساب والے دن بارہ گھنٹے کے۔ اور احساس والے دن اگر آرام کا ہو تو
 لمبا دن بھی لمحہ برابر لگتا ہے اور اگر تکلیف کا ہو تو تکلیف کے لمحات بھی پہاڑ جیسے دن برابر
 لگتے ہیں۔ آرام کا وقت گزرتے دیر نہیں لگتی مگر تکلیف کا وقت ایک منٹ بھی لمبے دن برابر
 اہل عرب کہتے ہیں سَنَةٌ اَوْفَلْ كَاثِرٌ يَوْمُ الْفِرَاقِ کَالسَّنَةِ بے شک تمہارا ایک دن تیرا
 تمہاری گنتی کا ہزار سال اُس کی بارگاہ بھرا برابر ہے اُس کی پکڑ یا عفو میں نہ کوئی فرق نہ کٹا

نہ کوئی رکاوٹ نہ بھول نہ چوک۔ لہذا اے کانرو اپنے دن رات کے حساب اور گھڑی کی رفتار سے رب تعالیٰ کے فیصلوں کی جلدی یا دیر کا اندازہ مت لگایا کرو۔ اُس کے فیصلے اُس کی قدرت پر ہوتے ہیں نہ کہ تمہاری عجلت پر وعید و نوید کی دقتیں۔ اور عید انشا ئی ۲ و عید خبری ۱ اس طرح نوید انشا ئی اور نوید خبری ۲ مثلاً و عید انشا ئی ۱۔ جیسے تَبَّتْ یَدَاۤیِہِ (الح) و عید خبری ۲ جیسے وَنَنْجَلِفَ اللّٰہُ وَعَدَاۃً۔ نوید انشا ئی ۲ جیسے نَعْلَمُ تَزْحُمُوْنَ۔ نوید خبری ۲ جیسے رَغٰی لَشْفَمِ اِن ایت میں مفسرین کے مختلف اقوال ۲۔ فکائین کی ترکیب میں دو قول ۲ بعض نے کہا یہ منصوب ہے اَخْلَکْنَا کا مفعول یہ مقدم ہے ۲ بعض نے کہا یہ مرفوع ہے کیونکہ مبتدا ہے اور اگلا جملہ اَخْلَکْنَا اس کی خبر ہے۔ پہلے قول میں ترجمہ ہے۔ پس کتنوں کو ہلاک کیا ہم نے دوسرے قول میں ترجمہ ہے۔ کتنے ہی تھے کہ ہلاک کر دیا ہم نے ان کو یہی قول دوم درست ہے کیونکہ مفعول بہ تو عا ضمیر موجود ہے۔ اَخْلَکْنَا کی قرئت میں دو قول ۲ بعض نے فرمایا یہ جمع منکلم ہے یہی قرئت مشہور و مکتوب ہے ۲ بعض نے کہا یہ اَخْلَکْتُ ہے اَخْلَکْتُ کی نسبت ہے مُعْظَلَّة کی قرئت میں دو قول ۲ باب تفعیل سے تشدید کے ساتھ یہی مشہور و مکتوب ہے ۲ مُعْظَلَّة بغیر تشدید۔ فَکُوْنْ لَّھُمْ کی قرئت میں دو قول ۲ اصیغہ مذکر غائب کا ۲ فَکُوْنْ لَّھُمْ صیغہ مؤنث غائب کا یہی مشہور و مکتوب ہے۔ مِمَّا تَعَذُّوْنَ میں دو قول ۲ بعض نے کہا کہ یہ جمع مذکر عامر ہے یہی مشہور قرئت ہے ۲ مِمَّا تَعَذُّوْنَ جمع مذکر غائب ہے (از معانی) فکائین کے معنی میں دو قول ۲ یہ یعنی کم سوا ایسے یعنی کتنے ہی ۲ یہ یعنی رب ہے۔ یعنی بہت دفعہ وَیَنْجَلُوْنَکَ میں دو قول ۲ یہ جمع مذکر غائب ہے یہی مشہور و مکتوب قرئت ہے ۲ وَیَنْجَلُوْنَکَ جمع مذکر حاضر۔ کَافِ سُنَّۃً میں چار قول ۲ حضرت ابن عباس رض کا فرمان ہے کہ بیان یوم سے مراد وہ چھ دن ہیں جن میں زمین و آسمان بنائے گئے ۲ بعض نے فرمایا میدانِ محشر کا دن مراد ہے جو ہزار سال کے برابر ہوگا۔ بعض نے فرمایا پوری قیامت ایک دن ہے اور وہ ایک دن پچاس ہزار سال برابر۔ اور صرف میدانِ محشر کا دن ایک ہزار سال برابر اس کی دلیل ابو داؤد شریف و ترمذی شریف کی وہ حدیث پاک ہے جس میں آتاء دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادِ منہج فرمایا کہ غریباً مومنین جنت میں اُمراء مومنین سے آدھا دن یعنی پانچ سو سال پہلے جائیں گے ۲ بعض نے کہا کہ اصلاً دراز نہ ہوگا بلکہ عذاب کی ہولناکی سستی کی وجہ سے ہزار سال برابر لگے گا مگر یہ جاہلانہ قول ہے ۲ بعض نے کہا کہ اس کا مفعول ہے

کہ اے کافر و عذاب کی جلدی مت چاؤ۔ کیونکہ اگر ایک دن یعنی ہزار سال بعد بھی آیاتِ بھی آکر رہے گا اس لیے کہ رب تعالیٰ نہ بھولنے والا ہے نہ وعدہ خلاف۔ اُھلکنا کے معنی ہیں دو قول۔ بعض نے لکھا کہ ہلاک سے مراد غیبی دھوئیں سے گھٹ کر مرنے کا ہے۔ بعض نے کہا کہ بخت نصر ظالم بادشاہ کی جنگ سے قتل ہونا مراد ہے۔ بئیں مَعْطَلۃ میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا یہ لفظ جہنی جمع ہے اور معنی ہے۔ کتنے ہی کوئیں۔ گائین کے ماتحت ہے قریبۃ پر عطف ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ واحد ہے اور ایک خاص کو اُن مراد ہے۔ یہ حضرت موت شہر کے قریبی گاؤں ماضور میں تھا۔ جب یہاں کے سب باشندے کافر ہو گئے اور انہوں نے اپنے نبی حضرت خطلہ بن صفوان کو شہید کر دیا تب ان پر ہلاکت کا عذاب آیا اور سب مر گئے۔ کنواں مَعْطَل ہو کر رہ گیا۔ قصیر مُشید۔ میں دو قول۔ یہ جہنی جمع ہے اور مراد ہیں عام ویران قلعے۔ بعض نے لکھا کہ یہ واحد لفظ ہے اور مراد ہے قلعہ حضرت موت جو اُس وقت دورِ نبوی میں ویران پڑا تھا، عذابِ ناگہانی سے سب باشندے مر گئے تھے۔ اُس کو بنانے والوں کے متعلق چار قول۔ اس کو قوم صالح نے بنایا تھا۔ ۲۔ شداد بن عاد بن لہم نے۔ ۳۔ اس کو بہرام گور نے حمدان کے قریب بنایا۔ ۴۔ اس کو قوم ثمود نے علاقہ عَدَن میں بنایا۔ بعض نے لکھا کہ اس کا نام حضرت موت اور لقب ماضور تھا، یا اس کے برعکس مُشید کے چار معنی کئے گئے ہیں۔ مضبوط اور گہری بنیادوں والا۔ ۲۔ خوب صورت۔ ۳۔ اونچا دو منزلہ۔ ۴۔ پھیلاؤ میں زیادہ بہت لمبا چوڑا علاقہ۔ قلعے کے اندر سی رہائشی آبادی اور کھیت باغات۔

فائدے ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کا دل روشن اور پینا ہو۔ آنکھوں کی بنیائی تو صرف دنیا دیکھنے کے لیے عارضی ہے۔ حقیقی بنیائی تو دل کی ہوتی ہے آنکھوں کی بنیائی مجازی ہوتی ہے یہ فائدہ قَاتِلِهَا لَا تَعْلٰی اِلَّا بِمَسَاسٍ (۱۸) سے حاصل ہوا۔ ایک بار حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتومؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ قرآن مجید میں ہے کہ جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں بھی اندھا تو کیا ہیں آخرت میں اندھا اُنھوں گا۔ آقاؐ کا ثبات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آیت مفقودہ میں حقیقی اندھا ہونا مراد ہے نہ کہ مجازی۔ دل کا اندھا ہونا حقیقی اندھا بن ہے آنکھوں کی نا بنیائی مجازی ہے یعنی جو دنیا میں دل کا اندھا ہو گا وہ آخرت ظاہری بھی اندھا ہو گا اور یہی آیت ہاک اُن کو سنائی۔ دوسرا فائدہ اسلامی فلاسفہ کہتے ہیں

کہ تمام عقلی کئی جزئی تمام علوم مادی کا مرکز دل ہے۔ ان علوم و عقول کی تقریباً دس قسمیں ہیں پانچ ظاہری علوم ان کو حواس ظاہری کہا جاتا ہے۔ اور پانچ باطنی علوم ہیں ان کو حواس باطنی کہا جاتا ہے۔ فلاسفہ اسلامیہ کا یہ قول۔ وَلَٰكِنْ تَعْلَمُ الْفُلُوكَ اَنْتَ اِنِّی الْقُدُّوسُ۔ سے حاصل ہوا فلاسفہ متاخرین کہتے ہیں کہ علوم کلیات و جزئیات کا محل و مقام نفسِ ناطقہ مطلقہ ہے۔ اور فلاسفہ متقدمین کہتے ہیں تمام عقلیات و عملیات کا محلِ مانع ہے مگر یہ دونوں قول غلط ہیں تیسرا فائدہ حیاتِ دنیوی میں کفار کو بھی وعید ہے اور عتاق کو بھی۔ مگر تین طرح فرق ہے پہلا فرق یہ کہ وعید کفار میں نہ شرطِ رحم نہ عتاقیت نہ شفاعت مگر وعید عتاق میں رحم بھی عتاقیت بھی شفاعت بھی۔ دوسرا فرق یہ کہ وعید کفار دائمی مگر وعید عتاق وقتی تیسرا فرق یہ کہ وعید کفار میں کسی طرح کا خلاصہ نہیں ہے مگر وعید عتاق میں رحم و کرم، عفو و درگزر ستاری و عتاقی، شفاعت و اُلفت سے تبدیلی ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہوگی۔

احکام القرآن ان آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل متنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ شریعتِ اسلامیہ میں ہر مفید اور معلوماتی سفر سیر و سیاحت جائز ہے مگر اس جواز کے درجہ مختلف ہیں۔ بعض سفر سیر و سیاحت فرض ہیں۔ بعض واجب بعض سنت۔ بعض مستحب جن کی تفصیل کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ یہ مسئلہ اَقْلَمُ یَسِیْرًا فِی الْاَنْسِلَاخِ کے سوالِ حکمی سے متنبط ہوا۔ اس میں حصولِ عبرت کے لیے کفار کو سیر و سیاحت کے سفر کا حکم دیا جا رہا ہے بطرزِ سوالِ استفساری یعنی ضرور سفر کریں۔ نکلیں اور عبرت پکڑیں تاکہ سچے بندہ بنیں۔ دوسرا مسئلہ۔ ہر چیز، ہر کام، ہر عمل کا دار و مدار اور اعتبار دل پر ہے۔ اور دل کے ارادے کا نام ہی نیت ہے۔ حدیثِ پاک میں اسی کا بیان ہے کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تمام اعمال کا تعلق نیت سے ہے نیت اچھی تو ظاہراً برا کام بھی عند اللہ اچھا ہے۔ لیکن اگر دل کا ارادہ و نیت بری ہے تو اچھا کام بھی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں برا ہے۔ یہ مسئلہ وَلَٰكِنْ تَعْلَمُ الْفُلُوكَ اَنْتَ اِنِّی الْقُدُّوسُ سے متنبط۔ کہ دل اندھا ہو تو اُس کی عبادت اور کلمہ گوئی بھی منافقانہ گردار بن جاتا ہے۔ تیسرا مسئلہ شریعتِ اسلام نے ہر مسلمان کو جلد بازی کرنے اور جلد بازی چھانے سے سخت منع فرمایا۔ قرآن مجید نے اس کو کفار کی نشانی بتایا ہے اور احادیثِ مقدسہ نے اس کو جلد بازی اور جلدی چھانے یعنی کرنے کو کارِ شیطان فرمایا ہے۔ کیونکہ جلد بازی کرنے سے کام بگڑتا ہے اور چھاننے سے مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ

وَيَسْتَعِذُّنَكَ (الْحَي) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات اَلَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ یعنی وہ دل جو سینوں میں ہیں یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ دل ہوتے ہی سینوں میں ہیں تو پھر اَلَّتِي اِسْم موصول کے ساتھ اس کے سینے میں ہونے کا ذکر کیوں فرمایا گیا۔ اِسْم موصول تو تقسیم کا متقاضی ہوتا ہے جیسا کہ علماء نحو کا کلیہ ہے۔ جواب بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ فرمان صرف تاکید کے لیے ہے اور تاکید کا فائدہ صرف متنبہ کرنے کے لیے مگر بعض نے جواب دیا کہ یہ فرمان یہ بتانے کے لیے کہ دل سے مراد وہی گوشت کا لوتھڑا ہے جو سینے میں بائیں جانب ہوتا ہے وہی اگر خوش نصیب ہو تو ایمان کی روشنی سے بینائی والا ہوتا ہے وہی اگر بد نصیب ہو تو کفر کے گھاٹ پ اندھیرے سے نابینا ہوتا ہے۔ اور وہی جیب اندھا ہوتا ہے تو سارے حواس اندھے ہوتے ہیں۔ تو یہ اَلَّتِي تقسیم کے لیے نہیں بلکہ توضیح کے لیے ہے۔ اور ہر شخص کا یہ جانتا ہے کہ دل صرف سینے میں ہی ہوتے ہیں تو وہ صرف یہ جانتے ہیں کہ دل ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ وہ قلب کی اصلیت و حاکمیت و باطنیت کو نہیں جانتے۔ یہاں یہ ہی بتایا جا رہا ہے کہ وہ ہی دل جو سینے میں ہیں۔ وہ محض گوشت کا ایک عضو نہیں بلکہ تمام خیر و شر کا مرکز ہے۔ دل بھی قدرت کا عجیب و عظیم شکار ہے۔ ابلیس نے حضرت آدم کے پورے جسم کو دیکھ کر حیرانی نہیں کی مگر دل کو دیکھ کر سمجھ نہ سکا کہ یہ کیا ہے۔ اور حیران و ششدر کھڑا رہ گیا۔ یہ قلب آدم ہی تھا جس نے فوراً تمام اسماء کے نام بتا دیے اور فرشتوں سے جیت گئے۔ یہی مخزنِ علوم و عقول ہے۔ دوسرا اعتراض یہاں وَ لَكِنْ تَعْصِي الْقُلُوبُ۔ فرمانے اور قرآن مجید کی دیگر آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عقل کا محل و مقام دل ہے مفسرین و فلاسفہ اسلامی بھی یہی فرماتے ہیں مگر تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ عقل کا مقام دماغ ہے اس لیے کہ اگر دماغ میں سخت چوٹ لگے تو عقل ماری جاتی ہے۔ گند ذہنی کو دماغی مرض بتایا گیا ہے۔ یہی بات اطباء اور ڈاکٹر حکیم لوگ کہتے ہیں۔ یہی بات قدماءِ فلاسفہ اور موجودہ سائنسدان کہتے ہیں۔ نینر دیوانگی، مجنونیت، مجذوبیت سب دماغی امراض ہیں شمار ہیں گند ذہنی دیوانگی مجنونیت میں طبیب لوگ سر پر علاج کرتے تالو کھولتے۔ لیپ کرتے مالش کر داتے ہیں۔ تو درست کو نسا قول ہے یا دونوں میں مطابقت کیونکہ ہر جواب اس کا تفصیلی جواب ہم نے تفسیرِ عالمانہ میں دیدیا ہے کہ قلب محلِ عقل ہے مگر دماغ دروازہ ہے نہ کہ محل و مقام، دروازہ صرف نکلنے استعمال ہونے کے لیے ہے

ہوتا ہے گندھنی جھونیت، دیوانگی، بیہوشی، شراب نوشی میں دماغ بند ہو جاتا ہے۔ اور عقل و علم فہم و بصیرت باہر نہیں نکل سکتی اس لیے دماغ کا علاج کیا جاتا ہے تاکہ دروازہ کھل جائے۔ چوٹ لگنے سے بھی دماغ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے عقل ختم نہیں ہوتی۔ اگر اس بنا پر اطمینان یا حکم۔ یا ڈاکٹر فلسفی۔ سائنسدان یہ کہنے لگیں کہ دماغ محل وقوع عقل ہے تو یہ ان کی اپنی کم عقلی ہے بہر حال خالق کائنات جل جلالہ دماغ و دل بنانے پیدا کرتے والا عقل کے بارے میں دل ہی کا تذکرہ فرماتا ہے نہ کہ دماغ محل وقوع وہی معتبر ہے۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ وَلٰكِنْ تَعْمٰی اَلْغُلُوْبُ۔ یعنی کفار کے دل اندھے ہیں۔ لیکن دوسری جگہ سورۃ نمل کی آیت نہ میں ارشاد ہے اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰی۔ یعنی اے نبی کریم آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ یہاں بھی موتی سے مراد کفار ہیں۔ اور کفار کے مردہ ہونے کا معنی ہے کہ ان کے دل مردہ ہیں۔ تو یہاں کی آیت نے بتایا کہ مردہ نہیں صرف اندھے ہیں کیونکہ آدمی زندہ ہو تب ہی اُس کو اندھا کہا جاسکتا ہے اور وہ آیت بتا رہی ہے۔ اندھے نہیں بلکہ مردہ ہیں۔ لہذا یا تو یہاں چاہیے تھا کہ تَعْمٰی اَلْغُلُوْبُ نہ فرمایا جاتا بلکہ تَعْمُوْتُ اَلْغُلُوْبُ فرمایا جاتا۔ یعنی ان کے دل مردہ ہیں۔ اور یا وہاں فرمایا جاتا کہ آپ اندھوں کو نہیں دکھا سکتے۔ جواب امام رازی نے اس کا جواب یہ دیا کہ کفار اپنے کفر کے اعتبار سے مختلف حالتوں میں ہیں بعض کفار پر کفر نے اتنا زبردست قبضہ جما لیا کہ وہ لوگ مثل مردہ کفر کی قبر میں بے بس پڑے اور مردے کی طرح ان کی تمام قوتیں نسا ہو چکی ہیں۔ سورۃ نمل کی اُس آیت نہ میں ایسے ہی ہُوَ کفار کا ذکر ہے اور یہاں اُن کفار کا ذکر ہے جن پر کفر نے دل کے اندھا پن تک ہی اثر کیا ہے۔ کفر کا پورا قبضہ نہیں کسی بھی وقت ان کی یہ بے فوری دور کی جاسکتی ہے۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ اُس آیت میں روحانی مردے اور یہاں قلبی بیمار مراد ہیں۔ ہر کا ترقی روحانی طور پر مردہ ہے اور قلبی طور پر اندھا ہے۔ وہاں کفار کی ایک حالت کا ذکر ہے۔ یہاں دوسری حالت کا ذکر ہے۔ غرض کہ شخص ایک ہے اور حالتیں دو ہیں۔

تفسیر صوفیانہ | فَكَائِنٌ مِّنْ قَرْبَةٍ اَدْخَلْنَهَا وَهِيَ ظَلِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرْسِهَا
 وَبَيْدٌ مُّعْطَلَةٌ وَ تَقْسِي مَشِيد اور قالب انسانی کی کتنی ہی نقاتی بستریوں
 کو ہم نے غفلت و سستی قبض و بسط کی موت مار کر ہلاک کر دیا اور فنا کی مٹی میں ڈھیر کر دیا۔ اس
 وجہ سے کہ اپنے اعضاء مجبورین پر گمراہ اور بد اعمالی کا ظلم کرنے والے تھے تو وہ دنیوی و اخروی

ذات کے گڑھوں میں مثل ناکارہ اوندھے پڑے رہ گئے۔ شریعت سے عاری طریقت سے خالی خنیت سے
 باغی معرفت سے طاغی دینی بلندیوں سے بچے گر گئے اُن کی آنکھوں کے کوئیں معطل نہ۔ یار الہی کی بہزیں نہ
 عشق ربّانی کو بہریں نہ خوف کبریائی کے آنسو نکلے نہ محبت مصطفائی کی چشم پر نم۔ نہ نفرت خدائی نہ آہ عمر کی
 اور حیم مزین و لباسِ ناخہ سے سجائے جانے والے وہ قالبِ بشری کے کتنے ہی پسوانی دُھاپنے پر ہو
 رہ گئے مگر روح کی رونقیں نہ رہیں جہانی بجاوٹ رہ گئی ایمانی لگاوٹ نہ ہی قوی جُستہ رہ گیا ایمانی
 حصّہ نہ رہا۔ اگر حیم انسانی میں عبادتوں کی رہائش نہ رہے تو وہ ویران قلعہ ہے اہل ظلم کے دل ویران
 بستیاں ہیں کیونکہ ظلم سے ظالم کی بستیاں اُجڑتی ہیں اور وادیِ خرابات بن جاتی ہیں اولاً راحت
 ختم ہوتی ہے پھر سکون نیاہ پھر بے اطمینانی کی بلغار و حشتہ کی بھرمار پھر سینے کی تنگی اور بد اخلاق
 کی خلفشار پھر غیض کی انراط و عیش کی تفریط یہی وہ باطنی منزائیں ہیں جو گمن کی طرح بندے کو ہلاکت
 کی صحرا میں ڈال دیتی ہیں۔ اور اسی کے ظلم و جودی کی وجہ سے لا حق ہوتی ہیں۔ اسی کو ظلم کی ویران
 بستی کہا جاتا ہے ظلم والا کبھی تاخیر جاتا ہے۔ کبھی جلدی مچاتا ہے قالب کی خرابی عبادت کا
 تعطل اور ترک ہے اور یہ ترک و تعطل ظلم کی نحوست سے ہے۔ قلب کی ویرانی و خرابی اُس
 بر غفلت کا پردہ پڑ جاتا ہے خاص کر نمازوں کی جلوت اور ذنوب کی غلوت میں۔ اَقْلَمُ سِيرُؤُا
 فِي الْأَرْضِ أَنْ تَكُونَ نَهْمُ قُلُوبٍ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ أَدَانٌ يَّمْعُونَ بِهَا فَإِنَّمَا لَا
 تَعْنِي الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْنِي الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ کیا ان نفس کے بندوں نے غفلت
 کے منحوس عسرت کے ویران خاک کے ڈھیر ظلمات کے اندھیر جہموں کی سیر و سیاحت نہ کی
 جن کے باہر تو زرق برق فیشن کی عیاشی مگر باطن میں ظلمت کی فحاشی ہے تاکہ ان کے دل
 کو عبرت اور کانوں کو حیرت آنکھوں کو غیرت آتی۔ اصلیت یہ ہے کہ آنکھیں بے نور نہیں
 ہوتیں دل ہی بے نور ہو جاتے ہیں جاہلوں کی آنکھیں بصارت ظاہری سے دیکھتی ہیں مگر
 ان کے دل اشیاء کی اُن حقیقوں سے پردوں میں رہتے ہیں جو ذات و صفات کے انوار میں
 ہیں۔ اپنے اعضا پر گمراہی کے ظلم کرنے والوں کو رب تعالیٰ غفلت کے غشا وہ اور شہوت کے حجاب
 کی کور چٹنی سے اندھا کر دیتا ہے۔ سیرِ قلبی سے بصیرتِ قلبی ملتی ہے اور بصیرتِ قلبی سے
 شہوات و خواہشات پر ظلم ہو جاتا ہے۔ جب دل کی روشنی اور بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ تو
 شہوت غالب اور غفلت متواتر تب بدن گناہوں میں ملوث اور حق سے دور ہو جاتا ہے
 صفائی قلب سے عقل حقیقی حاصل ہوتی ہے اور حواس کی صفائی سے قلب کی صفائی ملتی ہے

نہ اندھا بن باقی رہتا ہے نہ بہرا بن جس کا دل بعیرت اور سماعت میں صحیح ہو گیا اُس کے تمام اوصاف درست ہو گئے اور تمام ادراکات کا درست ہونا ہی قلب کی زندگی ہے اُس وقت بندہ نور یقین سے دیکھتا ہے اور نور اقبال سے جانتا ہے۔ اور خوشبو و ایمان و عبادات کو مونگھتا ہے۔ قلب بیدار کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کڑتہ مصر سے چلتا ہے خوشبو کنگان میں آ جاتی ہے ہے یہ مونگھنا ظاہر کے ادراک سے نہیں بلکہ اشرارِ باطنی کی قوتِ شامہ سے جو قلب میں ہے اگر عارف بننا ہے تو تین اجتہاد کرو پہلا صفائی باطن کا یہ کثرتِ ذکر اللہ اور حرام اشیاء سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے دوم کھلی و بجلی اور زینۃ قلب کا یہ کثرتِ درود شریف سے خاص کر درود تاج شریف کے ورد سے۔ سوم محابات دور کرنے کا یہ نعت رات کی تہجد صبح کی استغفار اور دن کی تلاوت سے ملتی ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے لوگوں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو ورنہ قلب کھوٹا ہو جائے گا اور کھوٹا دل بارگاہِ الہی سے دور کر دیا جاتا ہے اور دل والے کو پتہ بھی نہیں لگتا مخلوق کی باتوں میں مشغولیت سے چار نقصان ہوتے ہیں۔ اولاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں اور اللہ والوں کی محفلوں میں دل نہیں لگتا۔ ثانیاً یہ کہ اعمالِ صالحہ قلیل ہو جاتے ہیں۔ ثالثاً یہ کہ دل اندھا اور پڑا ہوا ہو جاتا ہے چوتھا یہ کہ عمل و محبتِ عمر ضائع مدیث مبارکہ میں ہے کہ ہر چیز کی پالش ہوتی ہے اور دل کی پالش ذکر اللہ سے پانچ چیزیں دل کی خواہیں راہیوں کی محفل و تلاوت قرآن مجید و پیٹ کو خالی رکھنا و قیام بیل یعنی تہجد کی نماز و سحر کے وقت اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کر کے رونا اچھیں بھرنا۔ وَيَسْتَعِزُّونَكَ بِالْعُدُوِّ الَّذِي يَخْلِفُ اللَّهُ وَعَدَهُ وَ إِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَن لَّيْسَ سَنَةً مِّمَّا تَعُدُّونَ۔ دنیا میں کچھ لوگ اہل نفس ہیں کچھ لوگ اہل دل ہیں۔ اہل نفس کی طبیعت میں تیزی، تندگی جلد بازی حماقت لیکن اہل دل کی طبیعت میں اطمینان، سکون، استقلال، لیاقت، استقامت۔ اہل نفس اپنی خباثتِ باطنی اور حماقت ظاہری سے حق کی امن و عافیت کو چھوڑ کر قہر و عذاب کی جلدی مچاتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ قہر میں عذاب ہے اور عذاب میں ہلاکت ہے۔ ہلاکت میں فنا ہے۔ اسی لیے اہل دل کو اُن کی صحبت بد اور قُربتِ نقصان سے بچنا چاہیے بارگاہِ ربانی اور تقدیرِ حمدانی میں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ ہر چیز کا فیصلہ جداگانہ ہے کسی کو وعید ہے کسی کو نوید ہے کسی کو آئنا کسی کو فانا دہاں نہ دیر کو دیر کہا جاتا ہے

نہ جلدی کو جلدی نہ وعدے کا خلاف نہ وعید کا زوال۔ اس راز و امرار کو صرف اہل اللہ جانتے ہیں۔ مگر دنیا دار ہر کام میں جلد بازی چاہتا ہے اور جلد بازی ہمیشہ نقصان دہ۔ قدرت کے فیصلوں کے واقعات حکمت کے نظام اوقات سے بنائے گئے ہیں۔ باطن کا ایک دن ظاہر کے ہزار سال کے برابر اس لیے طالب معرفت کو منزل کی جلدی نہ چجانی چاہئے۔ ہر بندے کے لیے تین کام ضروری ہیں ۱۔ انتظار ۲۔ اضطبار ۳۔ اہمال یعنی انتظار کرتا، صبر بنانا۔ مہلت لینا۔ اسی کا نام استقلال ہے اور استقلال میں کامیابی ہے۔ جلد بازی میں بربادی ہے۔ کیونکہ کسی کی جلد بازی تقدیر کے وقت نہیں بدل سکتی۔ جو وعدہ رب تعالیٰ نے فرمایا وہ پورا ضرور ہوگا خواہ ایک دن میں ہو یا ہزار سال میں اس دیری کو وعدہ خلافی نہ سمجھنا چاہیے ورنہ منکروں میں داخل کر دئے جاؤ گے رَا لْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی ۱ منکرین کی چار قسمیں ہیں ۱۔ منکر ایمانی ۲۔ منکر لسانی ۳۔ منکر جنائی ۴۔ منکر روحانی، ہر بندے کے نفس میں تکلف ہوتا ہے قلب میں تاسف اور زبان میں تکلم تکلف ہمیشہ برا ہے۔ کیونکہ اس میں ظاہریت، غرور اور خوشامد ہے تاسف دنیوی برا ہے اخروی اچھا ہے۔ تکلم ایمانی اخلاقی اچھا ہے۔ لیکن بد کلامی ہر طرح کی بُری، حُسنِ کلام کی تین صورتیں جبار، نرمی، مٹھاسا یہی لسانِ مومن کی شان اور اخروی ثواب کا باعث۔ باتوں کی کثرت سے تین بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ۱۔ قلبی موت ۲۔ خوشامد ۳۔ نفاق۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ

اور کتنی ہی ہیں بستیوں میں سے کہ مہلت دی میں نے اُن کو اور کتنی بستیاں کہ ہم نے اُن کو دھیل دی اس حال پر

ظَالِمَةٍ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَالِىَ الْمَصِيرُ ۝۴۸

حالانکہ وہ ظلم کرنے والی تھیں پھر جکڑا میں نے ان کو اور میری طرف ہی پھٹا ہے۔ کہ سنگار تھیں پھر میں نے انھیں پکڑا اور میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے

قُلْ يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُدْعَىٰ لِلْغَيْبِ

فرما دیجئے اے کائنات کے لوگو فقط میں ہی ہوں تم کو صحیح صحیح ڈرسانے
تم فرما دو کہ اے لوگو میں۔ تو یہی تمہارے لئے صریح ڈرسانے

مُبِينٌ ﴿۳۹﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

والا ۔ تو لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے
والا ہوں ۔ تو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِينَ

اُن کے لیے مغفرت ہے بخشش اور خالص رزق ۔ اور وہ لوگ جنہوں نے
اُن کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ اور وہ جو کوشش کرتے ہیں

سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ

زندگی بھر کوشش کی ہماری آیتوں میں بحث مباحثہ کرتے ہوئے وہی لوگ
ہماری آیتوں میں ہر جہت کے ارادے سے

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ﴿۴۱﴾

میں جہنم والے ۔

وہ جہنمی ہیں ۔

ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پھلی گذشتہ آیت
تعلقات میں اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا تھا جن کو رب تعالیٰ نے دنیا میں جہلت دی تو
انہوں نے زمین پر بھلائی پھیلائی اب ان آیت میں اُن لوگوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن کو قدرت

marfat.com

Marfat.com

کی طرف سے ڈھیل ہلت قوت دولت سرداری اور لمبی عمر ملی مگر انہوں نے زمین پر بدکاری و فساد ہی پھیلا دیا۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے ظالم و کافر قوموں کو ہلاک و فنا کر دیا۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے بغیر ہلت دے اور بغیر بتائے سناٹے سمجھائے ہلاک نہ فرمایا بلکہ بڑی تہمتیں دی اور اپنے انبیاء اولیاء کے ذریعے سالوں اور عمروں سمجھایا۔ تب بھی ظلم و کفر سے باز نہ آئے تو انتہا پر ہلاک کیا گیا۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ اسے محبوب یہ کفار تم سے عذاب مانگتے ہیں کہ تم ہم پر عذاب جلدی جلدی نازل کرو۔ اب ان آیت میں کفار کی اسی جلد بازی کا جواب دلوایا جا رہا ہے کہ فرما دیجئے میں عذاب نازل کرنے والا نہیں میں تو فقط تم کو وقت سے پہلے تمہارے بھلے کو ڈرا رہا ہوں کہ پہلے ہی بندہ بن جاؤ عذاب کی نوبت ہی نہ آئے۔

وَلَا يَنْفَعُ شَيْئًا قُرْبَىٰ ۖ أَتَلْبِثُ لَهَا ذَٰرِئَةً ثُمَّ تَخَارَوْنَ
تَفْسِيرِ نَحْوِ | الْمَصِيرُ ۚ قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ وَادْعُ

جملہ گائین اسم مبنی مہبات میں سے ہے لفظ کثیرین اسم مشتق کے قائم مقام ہو کر عامل ہے
مِنْ قُرْبَىٰ یہ جار مجرور متعلق ہے گائین یعنی کثیرین کا گائین اصل کتابت میں گائی ہوتا ہے اس کی
تثنید دو کسروں کو اصل شکل میں نون بنا دیا گیا یہ سبب شیعہ جملہ ہو کر مبتدا ہوا اُتَلْبِثُ باب افعال
کا ماضی مطلق واحد منکلم مصدر ہے اُتَلْبِثُ ماضی سے بنا ہے یعنی ہلت و ڈھیل دینا اس کا فاعل
ضمیر صبیغہ مرجع اللہ تعالیٰ لام جارہ تعدیہ کا ضمیر کا مرجع قُرْبَىٰ قُودا الحال ہے وادْع علیہ یعنی
حالانکہ صبیغہ مبتدا ظالمۃ اسم فاعل واحد مؤنث ظلم سے مشتق ہے یعنی ظلم کرنا یاں اس فقرے کا
مقصود اصل قریہ کی قوت کا اظہار ہے کیونکہ ظلم وہی کر سکتا ہے جس کے پاس مظلوم سے زیادہ
قوت ہو۔ ظالمۃ اسم فاعل با فاعل جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے حَا
کا دونوں مل کر مجرور متعلق ہے اُتَلْبِثُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف
اُخْذْتُ باب نصر کا ماضی مطلق واحد منکلم اُخْذْتُ سے بنا ہے بمعنی جکڑ لینا قابو میں کرنا حَا ضمیر
واحد مؤنث کا مرجع قُرْبَىٰ ہے مفعول بہ ہے یہ فعل با فاعل مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر
معطوف علیہ وادْع علیہ الیٰ دراصل الیٰ کا تھا ترجمہ ہے میری طرف یہ جار مجرور متعلق مقدم
ہے الْمَصِيرُ اسم مصدر صبیغہ فاعل ناقصہ کا ضمیر بنا دیا گیا مصدر عامل اپنے متعلق
مقدم سے مل کر شیعہ جملہ ہو کر معطوف ہے اُخْذْتُ پر وہ دونوں معطوف مل کر معطوف ہے اُتَلْبِثُ
کے جملے پر سب مل کر خبر ہے مبتدا کی دونوں جملہ اسمیہ ہو گئے۔ قُلْ فعل امر ماضی معروف با فاعل ضمیر

صیغہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا یا حرفِ ندا اُبْجَا برائے فاصلہ اَلنَّاسِ اسم معرفت باللام مراد ہیں
 تام اگلے پچھلے انسان تا قیامت منادی مفرد معرفہ ہے اس لیے ضمہ و پیش ، پر مبنی ہے۔ اِنْ حرفِ
 مشبہ لغوبے عامل کیونکہ ساتھ ماکاتہ ہے۔ حصر کے معنی میں ہے یعنی فقط ہی۔ اَنَّا ضمیر واحد متکلم
 مرفوع متفصل مبتدأ ہے لکھ لَام حرفِ جر نفع کا کُم ضمیر جمع مذکر عاقر مجرور متعلق ہے مقدم
 ہے نَذِیرُ اسم فاعل صفت مشبہ برائے مبالغہ واحد مذکر بابِ گُرم سے نَذْرُ سے مشتق ہے یعنی
 ڈرانا ترجمہ ہے خوب ڈرا نیوالا ڈرستانے والا یہ اسم فاعل اپنے فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ اَنْذَا اور
 متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر موصوفِ مُشَبَّہ بِہُ بابِ افعال کا اسم فاعل واحد مذکر اِبْرَیْانُ
 مصدر ہے بِنِیْنُ سے بنا ہے بمعنی کھولنا بیان کرنا ظاہر کرنا یہ صفت نَزِیرُ کی مرکب تو صیغی
 خبر مبتدأ اُنَا کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جوابِ ندا حرفِ ندا اپنے منادی و جوابِ ندا سے مل کر
 جملہ ندائیہ ہو کر مقولہ ہوا فاعل کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالِذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ
 لَعَنُوْا بِاِیِّ اَنْعَالٍ کَا ماضی مطلق جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ مُمَسْتَرِجِہُ اَلنَّاسِ ہے
 یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ حملوا فاعل ماضی با فاعل اَلصَّٰلِحٰتِ مفعول بہ
 یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا دونوں مل کر مبتدأ ہے
 لَعَنُوْا جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول ہے مُقَدَّرٌ یَا مُقَدَّرٌ یَا مَوْجُوْدٌ کا مَغْفِرَةٌ
 اسم مصدر یہی ہے غُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی بخشنا، چھپانا مٹانا۔ یہاں حاصل مصدر ہا مِدْ بمعنی
 بخشش معطوف واو عاطفہ رَزَقَ اسم مفرد نکرہ مخصوصہ بمعنی نفع کی چیز موصوف ہے اِسْمُ
 صغہ مشبہ بمعنی خالی یہ صفت ہے یہ مرکب معطوف ہے مَغْفِرَةٌ پر دونوں عطف مل کر غائب
 فاعل ہے پوشیدہ اسم مفعول کا یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدأ ہے دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر
 مکمل ہوا اَلَّذِیْنَ سَعَوْا فِی الْاٰیٰتِ مُجْزِیْنَ اُوْلٰئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ واو سر جملہ
 اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر سَعَوْا بابِ فَعَّ کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب سَعَوْا سے مشتق
 ہے بمعنی کوشش کرنا تیزی دکھانا، دوڑنا۔ تصد کرنا۔ کائی کرنا۔ تینر لپک کر چلنا۔ یہاں پہلے
 معنی میں ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ مَرْصُوعِہُ اَلَّذِیْنَ فِیْ حَرْفِ جر ظرفیت مجازی کے لیے آیات
 اسم جمع مؤنث سَالِمٌ بحالت جر ہے فِیْ کی وجہ سے مضاف ہے بمعنی آیتیں قرآن مجید کی کا ضمیر
 جمع متکلم مجرور متفصل مضاف الیہ ہے اس لیے مجرور اور اپنے عامل مضاف سے جڑی ہے

اس لیے متصل ہوئی یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے سَعُوا کَا مُعْجِزَيْنَ۔ باب مفعلة کا اسم فاعل جمع مذکر۔ ایک قرئت میں مُعْجِزَيْنَ باب تفعیل سے ہے اور ایک قرئت میں مُعْجِزَيْنَ باب افعال سے ہے۔ عَجَز سے مشتق ہے بمعنی عاجز کرنا۔ عاجز کرنے کی کوشش کرنا، ہرانا ہانڈ سے۔ کچ بختی کرنا یہاں بھی آخری معنی ہیں۔ مُفَاعَلَت اپنے اصلی معنی میں ہے یعنی دُورِ قَد پرانے کی کوشش کرنا اگرچہ ایک سچائی پر ہو اور دوسرا باطل پر یہاں باطل والے جھگڑا لو لگ مراد ہیں یہ بحالت فتح ہے کیونکہ حال ہے سَعُوا کے فاعل کا یہ سب مل کر جملہ تفعیل ہو کر صلب ہے اَلَّذِينَ کا۔ موصول صلب مل کر مبتدا ہوا۔ اُولَئِكَ اسم اشارہ بعیدی بمعنی وہی لوگ اس کا مثالیہ اَلَّذِينَ ہے یہ بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے مابعد کاجنبات میں سے ہے (اَسْمَاءُ مُتَمَكِّنَةٌ) اس لیے اس کا اعراب ظاہر نہیں ہے اَصْحَابُ اسم جمع مکثر ہے صاحب کی بمعنی والا ہمیشہ مضاف ہوتا ہے معربات میں سے ہے مضاف ہے صَحْبٌ سے مشتق ہے بمعنی لغوی ساتھ رہنے والا۔ سانجھ۔ اصطلاح میں مالک کو رہائش والے کو اور کسی بھی نسبت والے کو صاحب کہدیا جاتا ہے اَلْحَجِّم اسم معرف بِاللَّام مفرد بمعنی دوزخ برورنِ فِعْلٌ بِحَجْم سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے بھڑکتی آگ۔ بلند شعلے جس کی سرسراہٹ کی آواز بھی نکلتی ہو اصطلاح میں جہنم کے آٹھ طبقوں (حصوں) میں سے طبقہ تارکانام ہے۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی خبر ہے اُولَئِكَ مبتدا کی دونوں جملہ اسمیہ ہو کر پھر خبر ہے وَالَّذِينَ مبتدا کی سب مل کر جملہ اسمیہ مکمل ہوا۔

کر جیلہ اسمیہ ملل ہوا۔
 وَكَابَتْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلِيَّتُ لَهَا وَهِيَ غَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذَتْهَا
 تَفْسِيرُ عَالِمَانِهٖ | وَإِلَى الْمُصِيبِ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا كَاذِبٌ مُّذِيبٌ
 اور چونکہ رب تعالیٰ اپنے کسی بھی وعدے کے خلاف نہیں فرماتا یہ قانونِ الہی بھی ازلی ابدی کل
 ہے اُس کی بارگاہ میں دیر ہے اندھیر نہیں ہے اس قانون کے تحت گزشتہ زمانوں میں
 کتنی ہی بستیاں اور ان میں بسنے والے ایسے ہوئے کہ میں نے ان کو لمحاتِ زندگی کا بہت
 وقت دیا کسی کو ہدایت دے کسی کو ڈھیل دے کر۔ یہ عمر کی سالیسی حیات کے اوقات
 تندرستی کی آسائشیں دولت کی سہولتیں عبرت لینے والوں کے لیے ہلکتِ عملیات ہے کفر و
 فسق کی غفلت والوں کے لیے ڈھیل ہے۔ اے انسانوں میری طرف سے یہ گرفت کی دیر
 بلکہ دنیا کی ہر نعمت سہولتِ اِحمال ہے مگر حُتْمًا، جُہْدًا کُفَّار و نَسَانِ اس عارضی ہدایت کو

دائمی احوال یعنی جھوٹ اور آزادی سمجھ لیتے ہیں وَحی ظالِمۃٌ اور اسی دھوکے میں گزشتہ
 بستیاں بھی ظلم کرنے والوں کی اندھیر نگریاں بن چلی تھیں یہ غلط فہمی بھی ان کا ایک ظلم ہی تھا
 ظالم کسی کو اذیت دے کر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے فلاں پر ظلم کیا ہے اور اسی غرور میں اگڑا
 ہے کہ یہ میرا حق تھا حالانکہ درحقیقت وہ خود اپنے پر ظلم کرتا ہے کیونکہ ہر ظلم میں دو چیزیں ہوتی
 ہیں پہلی چیز اذیت دوم اس کا وبال، اذیت مظلوم پر ہوتی ہے۔ وبال ظالم پر اذیت عارضی
 ہوتی ہے۔ وبال دائمی، اذیت والے کو کم نقصان ہوتا ہے مگر وبال والے کو بہت زیادہ
 اذیت کی تکالیف ختم ہوجاتی وبال کی تکلیف ختم نہیں ہوتی۔ گزشتہ قوموں کے ظلم و جبر کی اذیت
 جب انتہا کو پہنچی تھہ آخِذُ تھہ۔ تب میں نے اُن ظلم کرنے والی بستیوں کے تمام باشندوں
 کو ہر طرح سے پکڑ لیا۔ تمام ظالموں کو اسی طرح پکڑا جاتا ہے اور پھر حسب سابق وبال کی تکلیف
 شروع ہوتی ہے کیونکہ ظلم بندے کی طرف سے ہوتا ہے۔ اِخْذُربِ تعالیٰ کی طرف سے اس
 طرح کہ ظالموں کی کثرت کو قلت میں تبدیل کر دیتی اور بیماری میں امیری کو غربی میں۔ شاہی کو اسیری
 میں۔ امن کو قتال میں۔ فراخی کو تنگی میں۔ حیات کو موت میں حفاظت کو ہلاکت میں عمارات
 کو خرابات میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ یہ تردیدی وبال ہے اور آخرت میں اِنِّی الْمَصِیْبُ
 مرتے ہی دنیوی زندگی ختم ہوتے ہی سانسوں کی دُوری ٹوٹتے ہی سب کا میری طرف لوٹنا
 ہے اچھوں کا بھی بُروں کا بھی ہلکت والوں کا بھی ڈھیل والوں کا بھی اذیت والوں کا بھی
 وبال والوں کا بھی اب مرتے ہی ہلکت بھی ختم بھی ختم ہوتے ہیں نہ ہلکت نہ ڈھیل، پھر قبر
 اور نشر سے حشر بنی بھی میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ کسی غیر اللہ کی طرف نہ لوٹنا نہ رجوع کرنا نہ ٹھکانا
 نہ بہانا نہ استقلال نہ شرکنا، پھر اُس وقت میں ہی اُن سب ظالموں اور مظلوم سے اپنی حکمت اُن
 کی قیمت اپنی قدرت اُن کی ظلمت کے مطابق فیصلہ اور معاملہ فرماؤں گا۔ کسی کو سزا دے کر
 کسی کو جزا دے کر کسی کو شفاعت دے کر کسی کو حقارت دے کر کسی کو اصحابِ جہنم بنا کر کسی
 کو اصحابِ نعم بنا کر اس لیے اے مُتَّقِی کفر ابھی دنیوی زندگی میں ہی عذاب کی جلدی نہ
 مچاؤ۔ ابھی یہ استعجالِ عذاب بیکار بھی ہے نقصان دہ بھی اور پھر اے نادان اگر عذاب
 مانگنا ہی ہے تو مجھ سے مانگو، میرے محبوب رؤف و رحیم سے کیوں مانگتے ہو۔ وہ تو رحمتِ
 عالین ہیں۔ تمہارے لیے ایمان و امن کے حریص ہیں۔ کیا دیوانگی ہے کہ رحمت سے زحمت
 اور شقاق سے بیماری اور دوا سے داء مانگ رہے ہو۔ قُل۔ اے حبیبِ کریم فرما دو۔ یَاٰیُّهَا

النَّاسُ اے کفر کرنے والے انسانوں تم اپنے پر عذاب لانے کی جلدی مجھ سے ہی چاہیے ہو مجھ سے ہی عذاب مانگ رہے ہو اِنَّمَا اَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ میں تو تم کو فقط ڈرانے والا ہوں اُس عذابِ اِیْم سے جو اللہ تعالیٰ نازل فرمانے والا ہے تم جیسے ظالموں بدکاروں کافروں پر یہی وہ عذاب ہے جو سابقہ زمانوں میں پہلی قوموں پر اتنا رہا کہ کفر و ظلم تمہاری خصلت عذاب بھیجنا اُس اللہ تعالیٰ جبار و قہار کا قانون ہے۔ میں تو اس دھرم میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا میں مرا پارِ رحمتِ عالمین ہوں یہ میرا ڈرانا اور وقت سے پہلے تم کو بچانا زندگی کا اصل مقصد بتانا یہ سب کچھ میری رحمتِ عالمین کی وجہ سے ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یَا اَیُّهَا النَّاسُ سے مراد کفارِ مکہ ہیں۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں عام مشرکین کفار سے اَیُّهَا النَّاسُ۔ ارشاد فرمایا جاتا ہے یہ خطاب کرنے کی طرز ہے مگر لفظ انسان بول کر اس کی نوعیت ساتھ ہی بیان فرما دی جاتی ہے اس نوعی قید لگ جانے سے پھر کوئی دوسری شخصیت مراد نہیں لی جاسکتی۔ مثلاً خَلَقَ اِذَا شَاءَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ یہاں انسان سے صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ ہدایت خود اللہ تعالیٰ نے صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہی سکھایا۔ عام مومنین کو مَوْمِنُونَ اور اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا۔ اس خطاب میں ناقیامت مسلمان مراد ہوتے ہیں یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب کا لقب دیا گیا۔ اور لفظ نبی رسول اب خاص ہو چکا ہے آقاؤ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اسی طرح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ بھی نبی کریم محمد مصطفیٰ آقاؤ دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے خاص ہو چکے ہیں دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے اور ملائکہ کے لیے لفظ علیہ السلام مخصوص ہو گیا ہے۔ روافض نے اہل بیت کے لیے لفظ علیہ السلام بولنا شروع کر دیا۔ صرف نبوت کی برابری ثابت کرنے کے لیے اور بعض وہابیوں نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ اپنی مطبوعہ کتب احادیث میں لکھا شروع کر دیا۔ صرف حبیبِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نَذِيرٌ مُّبِينٌ کا معنی ہے ظاہر ظہورِ تدبیر کہ جس کا قول۔ عمل۔ وعظ۔ نصیحت بلکہ سزا پاؤ وجود ہی عالمِ انسانیت کے لیے تدبیر ہو جس کا آنا جس کا فرمانا جس کا زمانہ ایسا تدبیر کہ علامتِ قیامت بن جائے تو اَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ کا معنی یہ ہوا کہ اے لوگو جس قیامت سے میں تم کو ڈرا رہا ہوں۔ میری بھشت بھی اُس قیامت کے قریب ہونے کی ایک نشانی ہے۔ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی نافرمان اُمّتوں کے تدبیر تھے۔ مگر آقاؤ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نذیرِ مبین ہیں اب دوسرا

کوئی نذیر نہیں آسکتا۔ نذیر صفتِ خصوصی ہے انبیاء علیہم السلام کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخری نذیر ہیں آپ کے بعد میں قیامت ہی آئے گی اور قیامت میں نشر، نشر میں حشر، حشر میں حساب و کتاب اور حساب کے بعد یا ابدی جنت یا ابدی جہنم جنت ملی تو مغفرت بھی اور رزقِ کریم بھی جہنم ملی تو اُخذ بھی اصحابِ حجیم بھی۔ لیکن یہ چناؤ اور تقسیم دنیا میں ہی ہو جاتی ہے۔ یعنی جنت یا جہنم ملنا آخرت میں مگر جنتی یا جہنمی ہونا دنیا میں ہی ہوتا ہے۔ دنیا میں ہی ہذا اسے ان لوگوں میں دو ہی راستے ہیں اور آخرت میں ان کی دو ہی منزلیں ہیں ایک راستہ ایمان کا اس پر چلتا اعمالِ صالحہ کا ایمان کی منزل جنت اور اعمالِ صالحہ کا انعام رزقِ کریم، دوسرا راستہ کفر کا اس پر چلتا ظلم و جہالت کا کفر میں شرک و گستاخی اور ظلم میں معاجزین بننا کفر کا نتیجہ آگ ہے۔ اور ظلم کا نتیجہ اصحابِ حجیم بنایا جانا، بخاری و مسلم میں ہے بروایت ابو موسیٰ اشعریؓ و آقاع کا ثبات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری بعثت اور نزول قرآنِ کریم اور قرآنِ مجید کا وعید و نوید کی مثال یوں سمجھو کہ ایک شخص اعلانِ عام کرتا ہے اے لوگو میں نے اپنی آنکھوں سے ایک شکر جرّار تمہاری بستی کی طرف آتے دیکھا ہے وہ شکر بڑا ہے خوشخوار ہے مضبوط ہے تنہیا رہتا ہے۔ اس بستی کو ویران اور بستی والوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ صبح تک پہنچنے والا ہے۔ تمہارے لیے بس ایک رات کی ہمت ہے۔ لہذا جلدی اپنا ضروری اور اچھا سامان اٹھا کر اس بستی سے نکل چلو اور میرے مضبوط قلعے کی حفاظت میں آ جاؤ۔ دیکھو: إِنَّمَا أَنَا كَلِمَةٌ نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔ اِنِّیْ نَذِيرٌ عُرُیَا نَارٍ میں نذیر مبین یعنی ظاہر ظہور ہوں میری نذارت عریاں ہے پیچھے میں کوئی آڑ نہیں اب قیامت ہی قیامت ہے اُس مصیبت کی گھڑی آنے سے پہلے ڈر رہا ہوں اُس اعلان کو سن کر کچھ لوگ تورات کی ہمت سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اعلانِ والے کی مان کر اُس کے پیچھے چل پڑتے ہیں وہ تو پیچھے جانتے ہیں مگر کچھ لوگ اعلانِ والے کو جھٹلا کر انکار کر دیتے ہیں۔ اعلان کا مذاق اڑا دیتے ہیں۔ اور ہمت کی اُس ایک رات کو غفلت، سُستی بد معاشری، خرمستی میں گنوا دیتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہوتے ہی وہ شکر جرّار اُن سب کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اب نہ بچنے کی ہمت نہ بھاگنے کی طاقت نہ وقت کی ہمت نہ مقابلے کی جُرئت۔ بس ہلاکت ہی ہلاکت۔ پس سمجھ لو کہ میں اعلان کرنے والا ہوں، قرآن مجید و وعید و نوید کا اعلان ہے۔ حیاتِ دنیوی ایک رات کی ہمت مسلمان مومن گروہ ہیں، دینِ اسلام مضبوط و محفوظ قلعہ ہے۔ رات کی تیاری اعمالِ صالحہ اقل رات کے مسافر صحابہ کرام آخر رات کے مسافر تا قیامت معبران ضروری و اچھا سامان عبادات و

عملیات نہ ماننے والے کفار اُن کا نہ ماننا یہ انکار و مذاق ہے۔ بستی و ظلمت پر پڑے رہنا ان کی بد عملی ہے۔ یہ رات حیات مومن کے لیے ہفت ہے کافر کے لیے ڈھیل ہے۔ صبح کا شکر جبار عذاب الہی کا نزول ہے، کفر کرنا ظلم ہے، کفر پھیلانا معجزین ہے۔ امحایہ مجیم ہونا ہلاکتِ قتال ہے۔ اے لوگو! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سورۃ تمہاری طرح ہیں مگر سیرت تم کو اپنی طرح بنانے والے ہیں، محسن کے لیے بشیر ہی مسیٰ کے لیے نذیر ہیں، محسن کی چار نشانیاں ہوتی ہیں، دو امر میں دوہی ہیں۔ اگر امر ملے تو اطاعت و احسان کرے۔ اگر نہی ملے تو نافرمانی سے ڈرے رفق و فجور سے بچے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خَالِدِیْنَ اٰمَنُوْا وَصَلُّوْا الصَّلٰتَ لَعْمٰ مَغْضَرًا وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُجْزٰی اُوْلٰئِکَ اَصْحَابُ الْجَحِیْمِ۔ پس وہ خوش نصیب لوگ جو ایمان لائے اور ہر وقت تا عمر ہر قسم کے اچھے اعمال کئے اقوال میں اطاعت کر کے افعال میں اتباع کر کے اور اس طرح انہوں نے اپنی دنیا کو دین، عادت کو عبادت بنا لیا۔ دل میں تصدیق سے طبیعت میں عقیدت سے زبان میں اقرار سے ان کے لیے دنیا میں مغفرت برائیوں، گناہوں، صغیرہ، کبیرہ، لغزشوں خطاؤں کی معافی ہے۔ مغفرت کے چار معنی ہیں ۱۔ گناہوں کو مٹانا ۲۔ خطاؤں کو بخشنا ۳۔ نیکوں کو قبول کرنا ۴۔ نیک والوں کو رحمت کی چادر میں چھپانا، متقین کو دنیا میں مغفرت، قبر میں عزت جنت میں رزقِ کریم، کریم کا معنی ہے ہر قسم کی فضیلت والا۔ قرآن کریم کی متعدد تقریبات میں آیت میں لفظ کریم ارشاد فرمایا گیا۔ اللہ کریم کا معنی ہے کہ ہر قسم کی فضیلت عطا فرمانے والا ۲۔ رسول کریم کا معنی ہے کہ ہر قسم کی فضیلت بانٹنے والے ۳۔ جبریل السلام کو ۴۔ قرآن مجید کو ۵۔ عرش عظیم کو ۶۔ عمدہ غذاؤں کو ۷۔ خوبصورت کھیتوں کو ۸۔ پھلوں کو ۹۔ متبرک مقامات کو ۱۰۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی غریب و کتابت کو ۱۱۔ اخروی اجر و ثواب کو ۱۲۔ باادب بات اور گفتگو کو ۱۳۔ ضیقِ رزق کو کریم فرمایا گیا۔ یعنی جبریل علیہ السلام سب فرشتوں میں قرآن مجید سب کلاموں میں عرش سب آسمانوں میں۔ زمین پیداوار سب غذاؤں میں مقام متبرک۔ سب علاقوں میں تحریر نبوی سب کتابوں میں ضیقِ ثواب تمام اجروں میں۔ باادب بات تمام باتوں میں اور ضیقِ رزق سب رزقوں میں ہر قسم کی فضیلت والے ہیں۔ رزقِ کریم کی گیارہ فضیلتیں ہیں۔ پانچ منفی (سلبی) اور چھ مثبت (موجبی) منفی یہ کہ ختی لوگوں کو ضیقِ رزقِ کریم کے حصول میں نہ کسب کائی نہ مشقت نہ اُگاسنے کی نہ کھلٹنے کی نہ اٹھانے کی نہ بنانے کی نہ ذلت نہ گناہ نہ

ملاوٹ دینا ہیں حصولِ رزق کے لیے یہ مصیبتیں کی جاتی ہیں کیونکہ کوئی حرام کارہا ہے کوئی حلال کوئی امیری کی عزت سے کوئی بھکاری کی ذلت سے۔ ثبوتی قضیلتیں یہ کہ ۱۔ اکثر ہے ۲۔ ابدی ہے ۳۔ خالص ہے ۴۔ تعظیم کے ساتھ ملے گا ۵۔ ہر طرح ہر وقت ہر جہتی کو سنبھالی ہوگا جس سے خوشی ہی ملے گی۔ نہ رنج نہ بیماری۔ یہ رزقِ کریم اور مغفرتِ عظیم پانے والے وہی خوش نصیب لوگ ہیں جو ایسا شان دار ایمان لائے اور ایسے پیارے اعمال کئے کہ نذارت کی وعید ان کے لیے بشارت کی نوید بن گئی۔ وَالَّذِينَ سَخُوا۔ اور وہ لوگ جو کفر کی جہالتِ ضد حماقت میں ہی رہے اور اسی کفرِ جہالت میں رہ کر تا عمر بھر قول و فعل حربے منصوبے سازش و مکر سے بھی کوشش کی اور اپنی تمام عقلی فکری تحریری، تقریری قوتیں اسی میں خرچ کیں کہ ہماری آیتوں۔ قرآن مجید کی عبادتوں قیامت کی نشانیوں۔ قدرت کی علامتوں انبیاء کی عظمتوں اسلام کی نعمتوں کو جھٹلائیں۔ نیچا دکھلائیں۔ یہی لوگ دائمی جہنم والے ہیں سُكَاجِرْمُن کے تین معنی ۱۔ قدر توں آیتوں کی تکذیب کرنے والے ۲۔ باتوں کے مناظروں، مصائب کے مجادلوں اور مظالم کے مقابلوں سے غریب مسلمانوں کو عاجز کر دینے والے ۳۔ دینِ اسلام سے روکنے والے کفار و معاصین کی پندہ حرکتیں ہوتی تھیں ۴۔ قرآنِ کریم کو کبھی جادو کہا ۵۔ کبھی شعر و افسانہ کہا ۶۔ کبھی کہا یہ قرآن اختراعی و افتراعی قہقے کہا گیا ہیں ۷۔ کبھی کہا یہ نجومیوں کا صنوں کی باتیں ہیں ۸۔ قرآن مجید کے کلامِ اللہ ہونے کا انکار کیا ۹۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی ساحر کہا ۱۰۔ کبھی مسحور کہا ۱۱۔ کبھی شاعر کہا ۱۲۔ کبھی مجنون کہا اس طرح نبوت کا انکار کیا ۱۳۔ اللہ تعالیٰ کو تین چیزوں میں عاجز سمجھا (معاد اللہ) دوبارہ زندہ کرنے میں ۱۴۔ احقر نشر قیامت لانے میں ۱۵۔ احباب و کتاب پسے میں ۱۶۔ مسلمانوں سے جھگڑے مناظرے کرنا ۱۷۔ انوسلمی کو اسلام سے درغلنا گمراہ کرنا ۱۸۔ نو دار و بہانوں مسافروں کو اسلام سے روکنا کفار کا کافر بننا ظالمین ہوتا ہے اور کفر پھیلاتا معاصین بننا ہے ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال؛ کآیت کے معنی میں دو قول ۱۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی بے کتنی ہی۔ یہ سوالیہ عددی ہے ۲۔ بعض نے کہا یہ خبریہ ہے اور اس کا معنی بہت سی۔ اَخَذْنَا مِنْ دُونِ قَوْلِہِی ۱۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد دنیوی پکڑ ہے یعنی عذابِ آسمانی یا قتالِ سلطانی ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد اُخروی پکڑ ہے۔ جو قبر سے حشر تک پھرتا ابد مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ سابقہ آیتوں پر ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

اُخروی پکڑتا قیامت ہر کافر کے لیے۔ یَا أَيُّهَا النَّاسُ میں دو قول ہیں بعض نے خطاب صرف کفار مکہ سے ہے بعض نے یہ کہا یہ خطاب تا قیامت تمام کفار سے ہے۔ قِیِّ اِیْتِنَا۔ میں دو قول بعض نے کہا اس سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد قیامت۔ حشر، نشر، حساب و کتاب، جنت۔ دوزخ اور عذاب الہی کی علامات و نشانات مُعَا جِزَیْن کی قرئت میں تین قول ہیں ایک قرئت میں یہ مُعَا جِزَیْن ہے باب مُعَا عَلَہ کا اسم فاعل جمع ۲ ایک قرئت میں مُعْجِزَیْن ہے باب افعال کا اسم فاعل جمع ۲ ایک قرئت میں مُعْجِزَیْن ہے باب تفعیل کا اسم فاعل ہے۔ مگر پہلی قرئت مشہور و مکتوب ہے جَحِیْم میں دو قول بعض نے کہا جحیم جہنم کے ایک لطیفے کا نام ہے ۲ پوری جہنم کا ایک نام ہے۔ جہنم کے کل آٹھ نام مشہور ہیں۔

ان آیت کریمہ سے مسلمانوں کو چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ دنیوی زندگی فائدے اور دنیا کی ہر چیز۔ دولت، عزت، قوت حکومت، جہات، ملکت ہر ایک کے لیے امتحانِ ربانی ہیں۔ اسی طرح کہ غافل انسان کے لیے ہلکت ہے کافر انسان کے لیے ڈھیل ہے اور مومن متقی کے لیے نعمت ہے۔ ہر سال امتحان ہے کہ کون اس کو ڈھیل یعنی ہلکت سمجھتا ہے اور کون اس کو احوال یعنی چھوٹ سمجھتا ہے۔ اور کون اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ بنا کر نعمت و غنیمت سمجھتا ہے۔ یہ فائدہ اُمْلِیْنْتُ لَہَا فرماتے سے حاصل ہوا۔ اُمْلِیْنْتُ عام ہے یعنی اُمْعَلْتُ اور یعنی اُمْعَلْتُ کو۔ ہلکت بندہ بننے بگھنے کے لیے ہوتی ہے۔ اور ڈھیل کا معنی یہ ہے کہ یہ شخص بگڑے جتنا بگڑتا چاہتا ہے۔ دوسرا فائدہ جس طرح ہر انسان کو ہر وقت ہدایت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہر انسان کو ہر وقت نذارت کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ہدایت راستہ ہے اور نذارت اُس پر چلنے کا طریقہ ہے۔ یہ فائدہ۔ اَنَا لَکُمُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ سے حاصل ہوا۔ انسان کتنا ہی متقی اور ذی عقل ہو۔ مگر ابلیس ہر راستے پر موجود ہے اس لیے اُس سے بچانے ڈرانے والے کی ہر وقت ضرورت ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ انسان موت تک بھٹک سکتا ہے اور کسی وقت بھی جہنم میں گر سکتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کی نذارت کی ہر وقت ضرورت۔ نذارت کی تین قسمیں ہیں پہلی کلمہ کے لیے عذاب دائمی اور قہر الہی سے۔ دوم مُنَاق کے لیے ابلیس و شیطان سے سوم۔ مستحی

کو بچارنے کی تلقین فرما کر تیسرا فائدہ ایمان ایک علیحدہ چیز ہے اور اعمال دوسری چیز ایمان اول ہے اعمال اُس کے بعد یہ فائدہ قَالِذِّیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلٰتِ کے درمیان واؤ عطف ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ واؤ عطف مغایرت کو چاہتی ہے اور دو مختلف چیزوں کے درمیان آتی ہے۔ اس آیت سے فرقہ معتزلہ قتالہ مسئلہ کا رد ہے وہ کہتے ہیں کہ ایمان اور اعمال صالحہ ایک ہی چیز ہے ایمان نہ لانا بھی کفر ہے اور اعمال صالحہ نہ کرنا بھی کفر ہے۔ اسی بنا پر وہ بیوقوف کہتے تھے کہ بے نمازی کافر ہے۔ ان کا یہ جاہلانہ مسلک قرآن مجید کی اس قسم کی تمام آیتوں کے خلاف ہے۔

احکام القرآن ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ قانونِ شریعت کے مطابق قرآنِ کریم ہر بستی کو کہا جاتا ہے چھوٹی ہو یا بڑی بستی شہر، ہوا قصہ یا گاؤں، لہذا غیر مقلدین کا قریہ کا معنی گاؤں کرنا اور اس غلط ترجمہ کی آڑ میں ہر گاؤں میں جمعہ و عیدین فرض ماننا اور دو دھنوں کی مسجدوں میں جمعہ جاری کرتے پھرنا۔ ان کی حماقت اور دھوکہ کھانا ہے، دیکھو سورۃ یوسف میں مصر صیغے عظیم شہر کو قریہ فرمایا گیا یہ مسئلہ۔ فَکَايِنَ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ دَاخِلَهَا (۱۲) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ یہاں قَرْيَةٍ سے عادی و نمود کی بستیاں مراد ہیں اور وہ بڑے بڑے شہر ہی تھے۔ غیر مقلدین اپنی دلیل میں بخاری ابو داؤد شریف کی وہ حدیث پاک پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اَنْفَاعِ کَاثِرَاتٍ صَوَّرَ اَقْدَسَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک قریہ میں جمعہ ادا فرمایا۔ فقہاء علما فرماتے ہیں کہ وہ قریہ بہت بڑا شہر تھا دیکھو کتب فقہ و جاء الحق دوم دوم مسئلہ۔ رِزْقِ کی دو قسمیں ہیں۔ رِزْقِ کریم رِزْقِ خبیث مومن متقی کے لیے رب تعالیٰ نے دنیا میں بھی رِزْقِ کریم عطا فرمایا اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں حلال روزی رِزْقِ کریم ہے اور آخرت میں جنتی نعمتیں رِزْقِ کریم ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ دنیا کا رِزْقِ کریم کسب و مشقت اور شرعی حدود و قیود میں خلیل و عارضی ہے۔ لیکن آخرت میں بلا کسب و مشقت کثیر و دائمی ہے۔ لہذا جو مسلمان دنیا میں رِزْقِ کریم ہی کھائے کھائے گا فقط اسی کو آخرت میں رِزْقِ کریم ملے گا۔ کافر کے لیے دنیا میں بھی رِزْقِ خبیث ہے اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں تمام حرام اور ناپاک چیزیں رِزْقِ خبیث ہی ہے۔ چوری و کینہی غصب رشوت مود سے حاصل شدہ کمائی رِزْقِ خبیث ہی ہے۔ مسلمانوں کو تا عمر اس سے بچنا چاہیے یہ مسئلہ قَالِذِّیْنَ اٰمَنُوْا دَاخِلَہَا کی پوری آیت سے مستنبط ہوا۔ جس مسلمان کو آخرت میں

رزقِ کریم کی خواہش ہے وہ دنیا میں رزقِ خبیث سے بچے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔ تیسرا مسئلہ شریعتِ اسلام اور اسلام کی مخالفت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں فاسقین۔ ضالین، کافریں اور یہ سب ہی معجزین ہیں جو مسلمان ہو کر قانونِ قرآنی ذکرِ رحمانی، عبادتِ کبریائی نعتِ مصطفائی میں رکاوٹ پیدا کرے وہ ضالین معجزین ہیں اور جو دن رات معاشرے میں گناہ اور بدکاری پھیلاؤں وہ فاسقین معجزین ہیں۔ جو کفر و شرک پھیلاؤں اور ابلیسیت پر اُکسائیں وہ کفار معجزین ہیں۔ یہ مسئلہ معجزین کے مطلق قتل سے مستنبط ہوا۔ اسلام کی کسی چیز میں رکاوٹ پیدا کرنا معجزین میں سے ہے۔ گناہ کرنا بھی گناہ پھیلا نا ہے، اور گناہ پر دوسروں کو اُکسانا۔ نیکی سے دور کرنا سب ایک ہی ٹی کی ٹی ہے۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ دیگر آیت **اعترافات** میں بشر و نذیر فرمایا جاتا ہے مگر یہاں صرف نذیر فرمایا گیا کہ ارشاد ہوا اِنَّمَا اَنَّا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔ انما کے صر نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صرف نذیر ہی ہیں۔ اس صر سے بشر ہونے کی نفی ہوتی ہے حالانکہ آقا کا ثبات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو بشر بھی ہیں۔ جواب اس کے دو جواب دئے ہیں بعض نے فرمایا کہ یہاں بشر پوشیدہ ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے۔ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ فَاَلَّذِينَ اٰمَنُوا (الخ) مگر بعض نے فرمایا کہ چونکہ یہاں خطاب صرف کفار سے ہے اور کلمہ ضمیر کا مرجع صرف کفار ہیں اور کفار کے لیے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صرف نذیر ہی ہیں لہذا یہ صر بھی درست ہے نفی بھی درست ہے اور فقط نذیر ارشاد فرماتا بھی درست بشر ہونے کی نفی صرف یہاں ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں یَا اَیُّهَا النَّاسُ سے خطاب کفار کو ہی ہوتا ہے نیز یہاں پچھلی چند آیت میں کفار کا ہی ذکر چلا آ رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ اسے کافر و تمہارے لیے میں صرف نذیر ہوں اور جس عذاب سے تم کو ڈرا رہا ہوں وہ تمہارے لیے عذابِ حجیم کی وعید ہے اگر تم کافر ہی رہے۔ لیکن جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں گے اور اچھے اعمال کریں گے تو میری یہی وعید ان سب کے لیے دنیا کی مغفرت اور آخرت کے رزقِ کریم کی توفیق بن جائیگی۔ دوسرا اعتراض یہاں ابھی پہلے آیت ۲۵ میں ارشاد ہوا اِنَّا لَنُكَافِيَنَّكَ کے ساتھ پھر یہاں آیت ۲۶ میں ارشاد ہے وَكَانَ رَاۤءِیْكَ سَآخِرًا لِّمَا نُنَاقِشُ۔ حالانکہ لَفِظِ کَافِیَّ کا سختی مفہوم بن کے نزدیک دونوں جگہ ایک

میا ہے یعنی کتنی ہی یا بہت سی، تو اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ جواب۔ یہ فرق کائنات کے معنی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کائنات کے مابین کی وجہ سے کیا گیا۔ پہلی آیت میں کائنات سے پہلے تھوڑا
 اخذ تھوڑا فیکٹ گان نکلیں ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی کڑی پکڑ لبطش شدید، سزاؤ نکیر کا بیان ہے اور معنی یہ ہے کہ پھر جب میں نے اُن کو پکڑا تو آپ نے دیکھا کہ کیسی ہوئی میری پکڑ کی سزا کہ کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا ہم نے، تو چونکہ وہ کائنات بدل اگلے ہے کینٹ نکلیں کا یعنی نکلیں کیا ہے۔ یہی کہ کائنات بہت سی نافرمان ظالم بستیوں کو ہلاک کر دیا ہم نے اس لیے بد بستی ظاہر کرنے بتانے کیلئے وہاں کتنا بہت ہی درست ہے لیکن یہاں کائنات سے پہلے۔ یَسْتَعْجِلُونَ ہے اور کُنْ یَخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ اور یَوْمًا کَانَ سَنَفًی ہے اس میں کفار کے جلدی چھانے رب تعالیٰ کے وعدہ خلافی نہ کرنے اور عذاب کے آنے میں دیر لگنے کی وجہ لیادن ہوتا بتائی جا رہی ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے کائنات فرمایا گیا کہ عذاب کی دیر صرف ان کفار مکہ پر ہی نہیں یہ دھیل فیصلہ قدرت کے مطابق پہلی سرکش نافرمان قوموں کو بھی ملتی رہی۔ کَوَکَیْنِ مِّنْ قَرْیَۃٍ اُمْلِیَّتُ لَهَا۔ اور کتنی ہی بستیوں کو ہم ہلت دھیل دیتے رہے ہیں تو چونکہ یہاں کائنات کی سابقہ عبارت اور بعد کی عبارت اُمْلِیَّتُ کی ہی ایک صورت و نوعیت ہے اس لیے دونوں کو جمع کرنے کے لیے واؤ عاطفہ لائی گئی واؤ عاطفہ ہمیشہ جمع کرنے کے لیے لائی جاتی ہے اور قانون ہے کہ جب ایک چیز کی دو قسمیں ہوں تو دونوں کو جمع کرنے کے لیے درمیان میں واؤ عاطفہ لگا دی جاتی ہے ایسا ہی یہاں کیا گیا ہے۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا قَالِیْذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ۙ اٰیٰتِیْہِمْ لَوْ لَوْکَ اٰیٰمَ اٰیْمَانٍ لَّاۤیْہِمْ اَوْ رِیْبَکَ کَامِ کَرِیْمٍ اِنۡ کَانَ لَیْسَ بِمَغْفِرَتٍ ۙ۔ حالانکہ مغفرت کی ضرورت تو برے لوگوں گناہگاروں کو برے کاموں اور گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مغفرت کی بشارت تو اُن کو ملنی چاہیئے۔ اچھے کام والوں کو بخشنے بخشناوتے اور مغفرت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تو یہ کیوں فرمایا گیا۔ جواب۔ اس کے تین جواب دئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اعمال صالحہ سے مراد پُر خلوص عبادت ہے اور ہر بندہ کتنا ہی تخلص فی العبادت ہو مگر پھر بھی اُس میں خطا۔ لغزش بشری کمزوری، بھول چوک، کوتاہی سرزد ہو ہی جاتی اور ہوتی رہتی ہے۔ تو آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو بندہ عبارت الہی میں پختہ خلوص، اچھی لگن و محبت سے لگا رہے اُس کی خطاؤں لغزشوں کمزوریوں کوتاہیوں سے درگزر فرمائی جاتی ہے اور

تمام کمزوریوں کو معاف کر دیا جاتا ہے، دوسرا جواب یہ کہ یہاں مغفرت سے مراد نیک بندے کے سابقہ کبیرہ، صغیرہ گناہوں کی بخشش ہے۔ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے یہ مغفرت گناہ اس کو عطا فرمائی جاتی ہے۔ جواب سوم یہ کہ مغفرت کے چار معنی ہیں: بخشنا، مٹانا، چھپانا، قبول کرنا۔ یہاں مغفرت کا معنی یہ ہے کہ جررگ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں ان کی تمام نیکیاں قبول ہوں گی اور ان نیک بندوں کو رحمت و کرم کی چادر میں چھپا لیا جائے گا۔

تینوں جواب درست ہیں۔

وَكَايْنِ مِّنْ قُرْبَىٰ أُمِّلَيْتُ لِعَاوِجٍ ظَالِمَةٍ ثُمَّ أَخَذْتُهَا
تفسیر صوفیانہ | وَإِنِّي أَنذِرُ قُلُوبًا يَّأْتِيهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔

بہت سے وہ کینہ پرور سینے جو اولیاءِ کاملین سے عداوت اور علماء و ارشین سے بغاوت عناد و فساد رکھتے ہیں ان کو اس عالمِ ناموس کی دند تاقی دنیا میں ہلت اور طویل دگئی ہے۔ لہذا کسی نرا کی جلدی نہ چاؤ نہ ظالم کسی مذاق کے طریقہ پر اپنے لیے جلدی چلے نہ مظلوم ظالم کے لیے سزا آنے کی جلدی چاؤ نہ ظالم کو پھلتا پھولتا دیکھ کر افسردہ یا مایوس ہو۔ بے پھل کا کانٹا درخت جتنا لبا ہوگا لہذا من ہی بنے گا دیر تک چلے گا کبھی چین کی زیت نہیں بن سکتا ظالم انسان بے پھل اور کانٹوں والا درخت ہے اس کی درازی عمر بھی اس کی مصائب کی کثرت ہے۔ انسان یہ فطرت کا سب سے بڑا ظلم عداوت و بغاوت ہے زمین بلی بد غرور تکبر گستاخی، بے ادبی کا نتیجہ عداوت و بغاوت ہی ہے۔ یہی وہ شجرِ خبیث ہے جس کی مصیبت و نحوست خود اپنے مالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اہلِ خیانت کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ ہے اس پکڑ کی چار ظاہر نشانیاں ہیں: اولاً دل کی سختی، دوم گناہ کرنیکی سہولت، سوم برعادت میں غفلت و رکاوٹ، چہارم مقبولانِ بارگاہ سے دوری و دشمنی، یہاں تک کہ: وَإِنِّي أَنذِرُ قُلُوبًا يَّأْتِيهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔ اور اب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہِ قدس سے علماء و ارشین و اولیاءِ کاملین کو تہذیباً جاہلاً ہے جو تا قیامت غافلین و کاملین کے لیے تہذیب ہیں علماء و ارشین کے اقوال اور اولیاءِ کاملین کے افکار و مذاہب کی وعید ہیں اور بشارتوں کی نوید ہیں جس نے وعید کو تہذیب بتایا اور وہ خوش بخت نہیں۔ اور انتہائی بد بخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے نوید کو اپنے

یہ دعوہ بتایا یہی لوگ دنیا و آخرت کے نقصان والے ہیں کیونکہ سعادت کے خزانوں کی چابی تو اہل دل کی پسندیدگی اور قبولیت ہے۔ اور قبولیت بھی عقیدت سے حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ عقیدت میں یقین ہوتا ہے اور بدعقیدگی میں بے یقینی شک و تردد۔ تزلزل و تذبذب اور شک والوں کو پسند نہیں کیا جاتا ایسا کدو تخت ہر جگہ سے دُکرا رہ جاتا ہے۔ وصال ربانی اور قُربِ رحمانی کے لیے چار قدم چلنے پڑتے ہیں۔ پہلا قدم حُسنِ اعتقاد کا دوسرا قدم مباشرة الاسباب کا سوم سختی برداشت کا آسانی کا عبادت کا چہارم استمداد کا یعنی اہل ارشاد سے مانگنے کا اور نبیل مراد کی اس و اُمید کا۔ قَالِذِينَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُجْرِبِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ۔ پس جو ساکینِ راہِ حقیقت حُسنِ اعتقاد و محبتِ اعتقاد والے ایمان کے ساتھ اعمالِ باطنی کے چار قدم چلے وہی قُرب کی منزل پر پہنچتے۔ منزلِ قُرب میں چار انعام ملتے ہیں پہلا انعام مغفرت قبولیت کا دوم مغفرتِ رحمت کی چار کا سوم عبادتِ خبائث سے دوری نجات اور پاکیزگی حسنات کا چہارم رزقِ کریم اور لذاتِ عیم کی غذاؤں کا لیکن جو بد نصیب ہوئے اور انہوں نے حق و حقدار کے خلاف مکر کے جال جھوٹے مقال کے جال پھیلائے اور اہل ارشاد سے طلبِ استمداد نہ کی بلکہ عناد کی آگ فساد کی راکھ پھیلانے کی کوشش میں لگے رہے۔ اور مقابلہ حق و باطل میں باطل کا ہی ساتھ دے کر ضلالت کے معجزین، ضلالت کے معادینِ عداوت کے موافقین، بغاوت کے ظاہرین بنے رہے۔ یہی بد نصیب نظر ترقی ازلی نقصان اور بے توفیقی کی جہنم والے ہیں۔ معجزینِ طریقت کے لیے دنیا میں چار آگیاں ہیں ۱۔ آتشِ خباثت ۲۔ آتشِ جہالت ۳۔ آتشِ حماقت ۴۔ آتشِ ذلتِ آثارِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا ہی بھروسہ کرو جیسا کہ اُس کے توکل کا تجربے تو وہ تم کو ایسا رزق دے گا جیسا اُن پرندوں کو رزق ملتا ہے جو صبح کے وقت جھوکے نکلتے ہیں اور شام کے وقت بیر ہو کر آتے ہیں پھر فرمایا کہ تھوڑی اور کافی چیز بہتر ہے اسی کا تیر چیز سے جو رب تعالیٰ سے غافل کرے کامیاب انسان وہ مسلمان ہے جس کا رزق اُس کے لیے کافی ہو۔ اور وہ اس پر صبر بھی کرے حریص و حاسد، راسخ و طامع نہ ہو، جس شخص کو دنیاوی زندگی میں تین چیزیں ملتی رہیں اُس نے گویا پوری دنیا کا احاطہ کر لیا ۱۔ امن ۲۔ تندرستی ۳۔ ایک دن کی روزی

یہاں پر اس وقت تک کہ میں نے تم سے پہلے میں میری جانب سے کوئی شخص اس وقت تک
سے ان سے نہیں مل سکا کہ اس کا دل و زبان نہ دست نہ ہو اور اس وقت تک کہ میں
میں بھی بہت سے لوگوں سے مل سکا کہ اس کا دل و زبان نہ دست نہ ہو اور اس وقت تک کہ میں
نہیں مل سکا کہ اس کا دل و زبان نہ دست نہ ہو اور اس وقت تک کہ میں

وَمَا آتَيْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ نَذِيرٍ وَلَا نَبِيٍّ

ہمیں جیسا کہ ہے اسے ہٹا کر دے دیں۔ اور نہ کوئی نئی گھر دیا بھی ہوا کہ ۔

إِذَا تَمَّتْ أَنْفَى الشَّيْطَانِ فِي أُمْنِيَّتِهِ

جب تلامذہ کی تعداد دو سو سے دیا شیخان نے ان کی تلامذت میں تو ملا دیتا ہے
جب جوہر نے پڑھ کر تلامذہ ان کے ہڈی میں لوگوں پر کھانا پھرنے ملا دیا

فَإِنَّهُ لَآتِيكُمْ بِمَا يُنْفِي الشَّيْطَانَ ثُمَّ يُحْكِمُ

اللہ اس تمام مددوں کو جو اللہ تعالیٰ ہے شیطان پر مضبوط فرما دیتا ہے
اللہ تعالیٰ ہے ستر سر شیطان کے ڈانے کو

اللَّهُ أَيْتُهُ ٥ وَاللَّهُ عَلَيْهِ حَكِيمٌ ٦ ۝ لِيَجْعَلَ

اور ان آیتوں کو اور شریف سب کچھ جانتے اور حقیقت پہنچانے والے کو بن دے
 اور ان آیتیں بکلی کر دیتے ہے اور اللہ رحم و حکمت والا ہے۔ تاکہ

مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي

سُبحانَہے شہانِ آزمائش اُن کو
سُبحین کے دُعا ہے اُمّتِ حق کو اُن کے پت

قُلُوبُهُمْ مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةُ قُلُوبُهُمْ ط

دلوں میں بیماری ہے اور ان کے لیے کہ زنگوڑے ہیں اُن کے دل
دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں

وَالَّذِينَ ظَلَمُوا لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۳

اور بے شک ظلم کرنے والے البتہ دور والی بد بختی میں ہیں۔
اور بے شک سنگار دہر کے جھگڑالو ہیں۔

تعلقات ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پھلی آیت میں
فرمایا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ قوموں کو ڈراتے سمجھاتے ایمان کا طرف
بلاتے رہتے ہیں اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ شیطان ہمیشہ لوگوں کو کفر پر بھڑکاتا
ہی رہا اور ہر حربے سے کفر میں پھنساتا رہا۔ دوسرا تعلق پھلی آیت میں فرمایا گیا کہ اہل ایمان
کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی باتیں مغفرت کے باعث ہیں۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا
ہے کہ کفار کے لیے شیطان کی باتیں قتل کے دروازے ہیں تیسرا تعلق حیاتِ دنیوی
سے دوی چیزیں حاصل کی جاسکتی ہیں یا اچھی یا بُری تو پھلی آیت میں اچھی چیز کا ذکر ہوا
یعنی رزقِ کریم۔ اب ان آیت میں بری چیز کا ذکر فرمایا گیا یعنی شقاقِ بعید۔

شانِ نزول۔ سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ جب سورۃ نجم نازل ہوئی تو آقاء کائنات نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حربِ عارتِ کریمہ سورۃ نجم مکیہ کو بھی حرمِ کعبہ شریف میں بیٹھ کر بہت
ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرمائی تاکہ سننے والے غور سے سمجھ سکیں اور یاد کرنے والے یاد کر سکیں جب
آپ اس آیت پر پہنچے۔ اَفْصَحُ يُنْفِثُ الْآتَ وَ النُّعْثَى وَمَسَاكَا الثَّالِثَةُ الْاُخْرَى۔ اور
وقف فرمایا تو ابیس نے قریب بیٹھے ہوئے کفار کے کانوں میں ایک جملہ کہہ دیا۔ تِلْكَ
النُّعْثَا بِيْنِي اَنْعَلَى وَاَنْ شَتَا عَتَهْنَ كَسْرُ نَعْلَى۔ یہ الفاظ صرف کافروں کو سنائی دیئے
لیکن مسلمانوں نے یہ آواز نہ سنی وہ تو چہرہ مسطبی کو دیکھ رہے تھے نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہونٹ تو خاموش ہیں کفار سمجھ کہ یہ الفاظ صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمائے ہیں۔ بہت خوش ہوئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آج پہلی دفعہ ہمارے بتوں کی تعریف فرمائی ہے اور اس خوشی میں اتنے سرشار و سرور ہوئے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آخری آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا تو صحابہ کرام نے سجدہ تلاوت کا سجدہ کیا لیکن تمام کفار نے بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سجدہ کیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام حیران ہوئے کہ کفار نے آج سجدہ ہمارے ساتھ کیوں کیا۔ جب ان کافروں سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آج تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے بتوں کی ان لفظوں سے تعریف کی ہے وَمَنَّاكَ الثَّالِثَةَ وَالْاُخْرٰی پڑھتے کے بعد صحابہ کرام نے انکار کیا کہ ہم نے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے یہ الفاظ نہ سنے حالانکہ ہم تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھے۔ آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شیطن کی اس حرکت کا پتہ لگ گیا اور آپ کو کفار کی خوش فہمی سے قلبی رنج ہوا۔ تب یہ آیت از صراطہ تامہ نازل ہوئی (خزائن و سیوطی) بعض جہلاً و محقانے یہ کہہ دیا کہ اَلْقَى الشَّيْطَانُ عَلٰی رِسَالِكَ مگر یہ غلط ہے امام سیوطی نے اس قول کو نقل فرما کر خود ہی فرمایا کہ یہ باطل ہے صحیح قول یہ ہے کہ۔ وَالْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ اِذَا فِهِمْ۔ وَاللّٰهُ وَمَا سُوْلُهُ اَعْلَمُ بِمَا يَحْتَوٰی مگر مفسرین کی اکثریت اس نام شان نزول کا انکار کرتے ہیں۔

تفسیر نحوی وَمَا اَنَّا سَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ شَيْءٍ سُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَتَنَبَّأُ اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ اُمْنِيَّتِهِ فَيَنفَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُجْحِكُمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهِ۔ واؤ سر جملہ مَا اَنَّا سَلْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق منفی معروف جمع متکلم میں حرف جہا ابتدا بقر قبلک مرکب اضافی مجرور متعلق اول ہے مِنْ شَيْءٍ سُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ یہ سب معطوف علیہ معطوف مجرور متعلق دوم ہے یہاں مِنْ زائدہ استغراقیہ ہے یہ دونوں معطوف علیہ معطوف متشبی مِنْهُ اِلَّا حرف استثنائی منقطع اِذَا حرف شرط متشبی باب تَفْعَلُ کا فعل ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَتَنَبَّأُ یعنی اُنہی سے مشق ہے لغوی ترجمہ ہے دل یا دماغ سے اندازہ لگانا۔ اصطلاح میں ہر عقلی یا قلبی خواہش کو تمنا کہا جاتا ہے۔ چونکہ بات کرنے تقریر یا تلاوت کرتے والا بھی اپنے کلام نظم نثر تلاوت کے وقت خیالی انداز سے لگانا جاتا ہے اس لیے یہاں بھی لَفْظٌ تَتَنَبَّأُ استعمال

کر لیا جاتا ہے۔ لہذا اُنہی بمعنی اندازہ لگا کر تلاوت کتاب الہی۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ
 حُو جس کا مرجع ہے رَسُولٌ وَكَاتِبٌ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ اَلْقَى۔ بَابِ
 اِنْفَاعِ کا فعل ماضی مطلق مصدر ہے اِلْتَقَا بِمعنی ڈالنا۔ ملاوٹ کرنا۔ ذہن یا دوسرے میں
 اِتِّفَاقاً کرنا کَثُوباً یَقْتُلُ سے ہے دراصل اِتِّفَاقٌ یَا اِلْتِقَاؤُ تَقَارُ الشَّيْطَانُ اس کا فاعل ہے فی حرف
 جر ظرفیہ مکانیہ اُصْنِیۃ اسم مصدر مزید فیہ اصل میں تھا اُصْنُوۃ بروزن اَقْوَلُ لَہُ وَاوْکُو
 کیا اور دونوں کو ادغام کر دیا۔ زون کے ضمیر کو بوجہ مناسبت گھر سے بدل دیا بمعنی اندازے
 والی تلاوت مضاف ہے ضمیر مضاف الیہ کا مرجع رسول ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر
 متعلق ہے اَلْقَى کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جملہ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف
 علیہ ف عاطفہ یَنْشِخُ بَابِ فَتْحِ کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب نَشِخٌ سے
 مشتق ہے بمعنی مٹانا ختم کرنا اللہ اس کا فاعل مَا اسم موصول۔ یُلْقِی الشَّيْطَانُ۔ بَابِ اِفْعَالِ
 کا مضارع معروف واحد مذکر غائب الشَّيْطَانُ اس کا فاعل یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ
 ہو کر جملہ ہوا مَا کا۔ موصول صلیہ مل کر مفعول پہ ہے یہ یَنْشِخُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ
 ہو کر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف تراخی یعنی کچھ دیر کے لیے۔ یَحْکُمُ بَابِ اِفْعَالِ کا مضارع
 مثبت معروف واحد مذکر غائب اِسْمُ لَامٍ مصدر اِحْکَامٌ عِلْمٌ سے بنا ہے بمعنی سخت مضبوط ہونا
 اَللّٰہُ اِسْمُ کا فاعل اِیْتِہ۔ مرکب اضافی اس کا مفعول پہ یَحْکُمُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
 ہوا یَنْشِخُ کے جملے پر دونوں عطف مل کر معطوف ہے اِذَا تَمَّتْ کے جملے شرطیہ۔ یہ
 دونوں عطف مل کر مستثنیٰ منقطع ہے مَخْرُجٌ رَّسُولٌ وَاَوْکُوۃً یَقْتُلُ کا یہ دونوں مل کر معطوف ہے
 مَا اَنْزَلْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَاَوْکُوۃً عاطفہ میر جملہ زائدہ۔ اَللّٰہُ مَبْدَا عَلِیْمٌ یَحْکُمُ
 دونوں اسم صفت مشبہہ مبالغہ کے لیے واحد مذکر اس کی جمع اَشْفَاقِی عَلِیْمِیْنَ یَحْکُمِیْنَ
 اور اس کی جمع صفاتی بَاغِی عَلَا حُکْمَا ہے عِلْمٌ وِعِلْمٌ سے مشتق بمعنی جاننے والا حکمت والا حکمت
 سے مراد ہے ہر چیز کی وجہ اور حقیقت جاننا۔ دونوں خبری ہیں مبتدا کی سب مل کر جملہ
 اسمیہ ہو گیا۔ یَجْعَلُ مَا یُلْقِی الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِیْنَ فِی قُلُوْبِهِمْ مَّرَمٌ وَالْقَاسِیَۃُ
 قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ الظَّالِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ۔ لام توبیدہ اور ما بعد کلام معلول ہے
 یَحْکُمُ کا اور وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ بیان ہے یَحْکُمُ کا یَجْعَلُ بَابِ فَتْحِ کا مضارع مثبت معروف
 یَجْعَلُ سے مشتق ہے بمعنی بنانا، پھر نابدلنا۔ پیدا کرنا مگر یہاں پہلے معنی ہیں آخری معنی ہوا

نہیں سکتے کیونکہ یہ متعدی بد و مفعول ہے اور پیدا کرنا متعدی بد و مفعول نہیں ہو سکتے اس کا
 نِعل پر شریہ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ما موصولہ یلقیٰ باب افعال کا مضارع
 الشیطان اس کا فاعل یہ فعل فاعل حملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول مدہ مل کر مفعول بہ اول ہوا
 یجعل کا یہ مضارع مفتوح ہے لام کے تعلیلیہ کی وجہ سے فتنۃ اسم حاصل مصدر جا مد یعنی
 آزمائش مفعول بہ دوم ہے لام جارتہ الذین اسم موصول جمع مذکر فی قلوبہم یہ مرکب اضافی
 مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل ثابت یا اسم مفعول عامل موجود کا مرفض اسم حاصل
 مصدر جا مد یعنی بیماری فاعل ہے پوشیدہ عامل سب مل کر حملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول
 سلہ مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ القاسیۃ باب ضرب کا اسم فاعل واحد مؤنث اس کی
 جمع ہے تاسیات بحالت کسر ہے کیونکہ للذین کا عطف تابع ہے قلوبہم یہ مرکب اضافی
 فاعل قاسیۃ کا یہ سب مل کر حملہ اسمیہ کر معطوف ہوا الذین پر قاسیۃ تفسو یا قتی سے
 مشتق ہے بمعنی سخت، بد بخت، ازنگ خوردہ، بیکار، کھوکھلا یہاں سب معنی بن سکتے
 ہیں۔ الذین معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور متعلق ہے یجعل کا وہ سب مل کر حملہ
 فعلیہ ہو کر معلول ہوا کما سبق کا واو سر حملہ ان حرف مشبہ الثلیلین اسم جمع مذکر سالم اس کا
 واحد ہے ظالم نصب کی حالت ہے کیونکہ اسم ہے ان کا لام کے تاکید یہ فی حرف جر
 ظرفیہ مکانیہ شقائق اسم مصدر الغہ بر وزن فعال حباب، شقی سے مشتق ہے بمعنی چیرا
 پھاڑنا، چرنا، پھٹنا، بد بخت ہونا، شقی مضاعف ثلاثی ہے موصوف ہے بعید اسم فاعل
 مبالغہ صفت مشبہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے موجود اسم مفعول
 پوشیدہ کا وہ سب حملہ ہو کر خبر ہے ان کی یہ سب مل کر حملہ اسمیہ ہو گیا ہے
 وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَشَیَّ
 تَفْسِیْرُ عَالَمَانِ | اَلْقَى الشَّیْطَانُ فِیْ اُخْبِیْثِهِ فِیْنَحِیْ اللّٰهُ مَا یَلْقِی الشَّیْطَانُ ثُمَّ یُحْکِمُ
 اللّٰهُ اٰیٰتِہٖ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔ یہ آیت اور اس طرح کی بہت سی آیت نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی تشفی کے لیے نازل فرمائی گئیں کیونکہ رحمۃ اللہ تعالیٰ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفار مکہ کے بے دینی سند بازی اسلام سے دوری بلکہ اسلام
 کی ہر چیز پر انکار مذاق اور اعتراضات سے رنجیدہ و افسردہ ہوتے تھے کہ یہ بد نصیب
 اپنے انجام بد سے خوف زدہ کیوں نہیں ہوتے جہنم میں جانے کی کیوں کوشش میں لگے

رہتے ہیں۔ جب ذبح کا مسئلہ بتایا گیا تو کفار نے یہودہ اعتراض کیا کہ جو ہم چھری سے ماریں
قتل کریں وہ حلال و طیب ہو جائے اور جس کو اللہ تعالیٰ مارے وہ حرام و پلید ہو جائے یہ
کیا اسلام ہے۔ اور جب سورۃ بقرہ کی آیت ۲۴۵ اِنَّ اللّٰهَ الْبَیْعُ وَحَرَمُ الْبَیْعِ
نازل ہوئی تو کفار مکہ نے اعتراض کیا کہ یہ کیا اسلام ہے کہ بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام
کر دیا حالانکہ دونوں ایک چیز ہی ہیں اور جب سورۃ انبیاء کی آیت ۹۸ نازل ہوئی۔
اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ رَبُّ کُفَّارٍ نے اعتراض کیا تو
پھر تو ملائکہ بھی اور عیسیٰ و عذریٰ بھی حَصْبُ جَهَنَّمَ ہوئے۔ تقریباً ہر آیت پر اس طرح کے جاہلانہ
اعتراض کرتے رہتے۔ یہاں تسلی دیتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ اسے محبوب کریم آپ ان
یہودہ لوگوں کی کفریات سے دل آخردہ نہ ہوں یہ کفار کا پرانہ طریقہ ہے شیطن ابلیس
ان کو اس طرح کے اعتراض سکھاتا رہتا ہے۔ آپ سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہم نے
کوئی رسول یا نبی بھیجا ہو تو جب بھی اُس ہمارے پیارے رسول یا نبی علیہم السلام نے ہمارے
کلام کی تلامذت فرمائی یا تبلیغ دین اور کفار کے سختے پکے مومن بندہ بننے کی تمنا کی تو شیطن
نے ان پیاروں کی تمنائیں۔ یا ان کی تلامذوں میں کفار کے دلوں اور ذہنوں میں دوسوے
انتشار کی ضل اندازی شامل کر دی اور اس طرح کی ورغلاہٹوں اور فریبوں سے بحث
و مناظرے کر کے اہل ایمان کے لیے مُعَاجِزِیْن بننے سے کفار سمجھتے ہیں کہ ہمارے یہ
اعتراض نفرت کی بنا پر ہیں حالانکہ ان کفار کا یہ طریقہ بھی شیطن کی طرف سے ہے۔ ابلیس
ہی ہمیں بدل کر کبھی شیخ نجدی بن کر یہ اعتراضات سکھاتا ہے۔ کفار نے ہمیشہ ہی بجائے
دین حق اور کلام رب، پیام الہی ماننے کے اُلٹے جاہلانہ اعتراض کئے تاکہ کلام الہی بگڑ جائے
اور ایمان والوں کے دل بدل جائیں۔ لیکن شیطن اور کفار کی ہزار کوششوں کے باوجود
اللہ تعالیٰ تباہ و برباد فرما دیتا ہے نیست و نابود کر دیتا ہے اُن تمام منصوبہ بندیوں،
تخریب کاریوں، ضل اندازیوں کو جو شیطان ڈالتا ہے اس طرح کہ اہل ایمان کے دل
مضبوط عقل روشن ایمان پختہ عقیدہ کامل، فہم راسخ شعور اعلیٰ یقین بالا ہو جاتا ہے
اور وہ مومنین اُن مُعَاجِزِیْن کفار کے وحشیات لغویات اعتراضات، سوالات کے منہ
توڑ جگہ پھوڑ جوابات دیتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو کلام میں تلامذت کے لیے
مسائل میں قانون کے لیے عقلوں میں سمجھ کے لیے رقبوں میں ایمان کے لیے سینوں

ہیں عزرا کے لئے محکم و مضبوط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کی ہر اچھی بُری چیز کو
بردست جاننے والا ہے اور ہر قدرت میں حکمت والا شیطن کو اتنی دُھیل دینے میں بھی
اُس کی حکمتِ عظیم ہے۔ نئی کامیابی تلامذت کرنا بھی ہے جس کی دوا حدِ اُمینہ ہے اور جمع اُمالی ہے
جیسا سورۃ بقرہ کی آیت ۲۷ میں ارشاد ہے: وَمِنْهُمْ اُرِیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتَابَ
مِثْلَ اَنْبِیَآئِنِیْ۔ یعنی کفار میں بہت سے اُتی ہیں جو صرف کلام و کتاب کی نقلی تلامذت کو جانتے
ہیں۔ اس آیتِ پاک سے چار باتیں ثابت ہوئیں پہلی یہ کہ حکمتِ الہی کے مطابق ابلیس و شیطن
کو نبوت کے شروع زمانوں سے اہل ایمان میں تخریب کاری اور کفار میں دسوا سنانے فساق
میں درغلانے کی جہلت قوت دُھیل ملتی رہی دوم یہ کہ رسول اور نبی میں فرق ہے۔ سوم یہ
کہ باطل اور شیطانی باتیں خواہ کتنی ہی شر و غل والی ہوں مگر انہیں مضبوطی اور زور و بقا ہی
نہیں ہوتا۔ چارم یہ کہ شیطان کو اتفاق کرتے دوسرے ڈالنے کی دُھیل دینے میں سب تعالیٰ
کی بہت بڑی حکمت ہے جس کا کچھ بیان اگلی آیت میں آ رہا ہے علماء و محققین آیت و
احادیث کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کے تین گروہ بیان فرماتے ہیں ۱۔ انبیاء علیہم السلام
ایک لاکھ چوبیس ہزار ۲۔ اُن میں سے ۷۰ تین سو تیرہ رسولانِ عظام علیہم السلام اور ۳۔ ان میں
تین سو تیرہ میں سے چار مَرکَل علیہم السلام تعدادِ نبوت کی احادیث مقدسات تقریباً اٹھ کتب
احادیث میں مروی ہیں ۱۔ بخاری شریف ۲۔ مسلم شریف ۳۔ مشکوٰۃ شریف ۴۔ مستدرک احمد
۵۔ مستدرک حاکم ۶۔ مستدرک ابن راہویہ ۷۔ مستدرک ابوامامہ ۸۔ مستدرک ابن حبان
۹۔ تفسیر روح المعانی ۱۰۔ ان کا تعارف اس طرح مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام وہ پیغمبر ہیں جو
صرف صاحبِ تبلیغ ہوں اور اپنے سے پہلے رسول علیہ السلام کے قانون و شریعت کی
تبلیغ فرمائیں خواہ اُن صاحبِ شریعت رسول علیہ السلام کی موجودگی میں اپنی دوسری قوم
کو یا ان کی بعد وفات اُن کی وراثت و جانشینی کا حیثیت سے یا نائب ہو کر یا مستقل
بعثت سے انبیاء علیہم السلام کے پاس پیغامِ الہی خواب میں آتا ہے اور عام فرشتے ان
کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں۔ رسول علیہم السلام وہ ہیں جن کو کلامِ الہی کا صحیفہ ملا ہو
اور جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے ان کو پیغاماتِ الہی ملتے ہوں اور اُن سے تمام فرشتے
لماذات کرتے ہوں۔ قرآن مجید میں جتنے انبیاء و کرام علیہم السلام کا ذکر ہوا ہے وہ تمام مکمل
جی تھے۔ رسول کی شریعت علیحدہ ہوتی رہی مگر معتزلہ فرقہ کہتا تھا کہ نبی رسول میں

کوئی فرق نہیں اگرچہ وہ چند لغوی دلیلیں پیش کرتے ہیں مگر ان کا یہ قول اس آیت کریمہ اور بیشتر احادیث کے خلاف ہے۔ اور مرسل علیہم السلام وہ ہیں جن کو کتاب اللہ بھی ملی ہو صحیفے بھی اور نئی شریعت بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب قرآن مجید ہے آپ کے پیسنے تمام احادیث خصوصاً احادیث قدسیہ، اور آپ کی شریعت آپ کے اقوال و افعال ہیں یہاں تک کہ آپ کا سونا جاگنا کھانا پینا بھی امت کے لیے شریعت اسلام ہے صحابہ کرام کی تعداد و ترتیب بھی اسی طرح تین حصوں میں منقسم ہے کہ تمام صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ان میں سے ہی تین سو تیرہ اصحاب بدر اور اصحاب بدر میں سے چار خلفاء راشدین۔ اثنی الشیطن، ثنی المؤمنینہ کے واقعے میں مفسرین کے چار قول ہیں پہلا قول ایک بے دین معتزلی مفسر ابو مسلم اصفہانی کا جس کی تردید امام رازی نے فرمائی اُس نے لکھا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دل میں سوچا کہ کاش اب کوئی ایسی وحی نازل نہ ہو جس سے سرداران کفار کا دل ناراض ہو اور یہ لوگ ایمان سے دور ہو جائیں کیونکہ آپ اُن کے ایمان پر حریف تھے تب ایک دن جب کہ آپ بہت صحابہ کرام کے ساتھ حرم شریف میں بیٹھے تھے۔ تقریباً تمام سرداران مکہ بھی حرم میں بیٹھے تھے تب سورۃ نجم نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نزول پر بہت خوشی فرمائی اور آپ نے اُسی وقت باواز بلند سورۃ نجم کو تلاوت فرمایا جس وقت آپ آیت ۱۹ لَقَدْ سَأَىٰ مِنَ آيَاتِ مَا يَهِي الْكُفْرَىٰ اٰخِرُ يَوْمِ الدَّلَاتِ وَ اٰخِرُی وَمَنَا تِ الثَّلَاثَةِ الْاٰخِرَىٰ۔ پر پہنچے تو آپ نے یہ الفاظ بھی تلاوت کئے۔ تِلْكَ اَنْفُسُ اِنْشَقُّ اَنْعَالُ وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَمَنْ تَتَّبَعْنَ یعنی یہ غرائبق بلندیوں پر اُڑنے والے بُت لات و عذری منات وغیرہ، بے شک ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے قیامت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ سن کر وہاں موجود تمام کفار بہت ہی خوش ہوئے اور جب تلاوت آخری آیت ۲۲ پر پہنچی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سب صحابہ نے سجدہ تلاوت کیا لیکن کفار نے جی خوش میں سجدہ کیا۔ بخز دو برے سے کافروں کے یعنی ولید ابن مغیرہ اور سجد بن عاصی ابی اُمیہ یہ دونوں بڑی کمرے سے سجدہ نہ کر سکتے تھے انھوں نے قریب سے مٹی کا ڈھبلا اٹھا کر ماتھے سے لگا لیا گویا یہ ان کا سجدہ تھا، کچھ

دیر بعد حضرت جبریل آئے اور کہا کہ آپ نے وحی کی تلاوت میں وہ الفاظ تلاوت کیوں کئے جو میں نے کر ہی نہیں آیا تھا تب نبی کریم بہت غمزدہ بھی ہوئے اور خوف زدہ بھی آگے یہ خبیث مفسر لکھتا ہے کہ یہ الفاظ ابیض یا ابیاض نامی شیطان جن نے آپ کی زبان پر الفاظ کر دئے تھے اور آپ اس کو دیکھ نہ سکے یا ظاہر ہو کر یہ الفاظ بتائے مگر نبی کریم وحی کا ترشتہ ہی سمجھے (یعنی جبریل) یہ تھا وہ کفر یہ قول اور جالبانہ تفسیر جو ابو مسلم زندقہ نے نامعلوم کس بے دین کی صحبت بد کے تحت کئے، پھر اسی کا تاثر میں بعد کے چند جابل بے عقل مفسرین کر دی۔ جہنمیں ایک جلال الدین علی ہیں جو ابی تیمہ صاحب کے پیروکار اور جلال الدین سیوطی صاحب کے استاد تھے ان کی تفسیر میں اور بھی بہت غلطیاں گرا جہاں ہیں۔ تحقیق علماء ایسی تفسیروں کو اندھی تفسیر کہتے ہیں تفسیر جلالین مٹھی، اکثر باتیں آیت قرآن و احادیث مبارکہ کے بلکہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔ ایسی ہی تفسیروں زمانے میں دہا بیت پھیلائی ہے۔ اس قول کو نقل کرنے کو دل تو نہیں چاہتا تھا۔ مگر تردید ضروری ہے۔ دوسرا قول بعض نے لکھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو آپ سانس لینے ٹھہرے اس غاموشی کی ساعت میں شیطان نے یہ الفاظ تِلْكَ الْغُرَابِيُّ (الح) پڑھے جو صرف کفار نے سنے نہ صحابہ کرام نے سنے نہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنے اور کافر سمجھے کہ شاید یہ الفاظ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھے ہیں اس لیے بہت خوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اب اس نبی سے ہمارا کوئی رُکھ دشمنی نہیں یہ ہمارے دین میں آگئے ہمارے بتوں کی تعریف کرنے لگ گئے ہیں۔ تبسرا قول۔ کچھ تعابیر نے لکھا ہے کہ تِلْكَ الْغُرَابِيُّ (الح) یہ پہلے منزل تھی اور اس کا معنی ہے کہ بے شک غرابیق ملائکہ بلند ہیں۔ بے شک ان کی شفاعت کی امید کی جائے گی بروئے قیامت چونکہ سورۃ بجم کی آیت ۲۱ میں ملائکہ کا ذکر ہے کفار ملائکہ کو بنات اللہ یعنی اللہ کی بیٹیاں کہہ کر ان کا نام موتث رکھتے تھے یہ ان کی توہین تھی اس لیے اگلی آیت میں ملائکہ کی شان بیان کی گئی۔ غُرَابِیْ صبح ہے۔ غُرُوقُ بروزنِ فرزدوس یا غُرُوقُ بروزنِ غُرُوق کا معنی ہے وہ دریائی بندہ جس کا سفید رنگ لسی چوپکا دراز لاتوں اور بڑے جسم والا بگلے کی نسل کا بھلی کا شکاری، ہوائی جہاز کی طرح زمین پر

بھاگ کر اڑیوالا بہت بلندیوں پر اڑتا ہے اہل عرب فرشتوں کو غرائبق کہتے تھے پھر کفار نے اپنے
 بتوں کو بھی غرائبق کہنا شروع کر دیا۔ اس وحی میں غرائبق سے مراد ملائکہ تھے مگر کفار نے سمجھا بتوں
 کی تقریب ہے۔ اس بنا پر یہ الفاظ منسوخ کئے گئے۔ اسی طرف اشارہ ہے **فَيَنْسُخُ اللَّهُ مَا يُلَاقِي**
الشَّيْطَانُ سے تفسیر صاری و دیگر چند تفاسیر، چوتھا قول کچھ تفاسیر نے لکھا کہ جب نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس آیت ۱۹ پر پہنچے تو ابلیس بذات خود ایک انسانی بوڑھے کی
 شکل میں آیا اور کفار میں بیٹھ کر یہ الفاظ **تِلْكَ اَنْعَامُ اِنْتُمْ** واسے لفظ کہے اُس کے ساتھ
 مل کر کفار نے بھی یہ الفاظ کہے اور خوب شور مچایا مگر جب ابلیس چلا گیا تو کفار کو یہ الفاظ بھول
 گئے اسی بھول کی طرف اشارہ ہے **فَيَنْسُخُ اللَّهُ (الْح)** سے مگر یہ چاروں قول قطعاً غلط بیہودہ
 اور بہت بعد کی بنا و طے ہے۔ چنانچہ امام رازی، امام محمد بن اسحاق خزیمہ نے ان سب باتوں
 کو باطل قرار دیا اور فرمایا کہ یہ باتیں بے دینوں زندقوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ
 یہ واقعہ روایتاً آیتاً، **دَرَانَا غُلًّا نَقْلًا**، **دِيَانَتًا**، **حَقِيقَتًا** و **اَتَعْتَابُ** ہر طرح لغو ہے روایتاً
 اس طرح کہ امام بیہقی نے فرمایا یہ واقعہ کسی حدیث پاک سے ثابت نہیں بخاری شریف نے سورۃ
 نجم کا ذکر فرمایا مگر اس میں **تِلْكَ اَنْعَامُ اِنْتُمْ** کا ذکر تک نہیں کچھ تیمیالی مفتہ بن نے
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ ہو کر اس کی تائید کر دی۔ آیتاً اس طرح غلط ہے کہ آیت قرآن مجید سے ثابت ہے
 کہ آقاؐ کائنات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مرضی سے کبھی بھی کوئی کلام نہیں
 فرمایا آپ کا ہر قول وحی الہی سے ہوتا ہے چنانچہ سورۃ نجم کی ہی آیت ۳ میں ہے **وَمَا**
يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ دوسری جگہ سورۃ الحاکمہ آیت ۴۴
 میں ہے **كُوْنْ تَقُوْلُ عَلَيْنَا بَعْضُ الَّذٰٓئِلِ لَا خَدُّ مِمْنَهٗ بِاَيْمٰنٍ ثُمَّ لَقَطَعْنَا**
مِمْنَهٗ الْاَوْتَيْنِ۔ یعنی اگر یہ نبی ہم پر ذرا سی بات کا افتراء کرتے اور اپنی طرف سے
 کوئی بات بنا کر کچھ دیتے تو ہم اُن کو سخت قوت سے پکڑتے اور پھر اُن کی پتین (شررگ)
 کاٹ دیتے۔ سورۃ اسراء آیت ۸۵ میں ارشاد ہے **كُوْنْ لَا اَنْ تَبْنٰكَ لَقَدْ كِدَتَ**
تَذْكُرُنَّ۔ یعنی اگر ہم تم کو اسے نبی ثابت و مضبوط نہ رکھتے تو ہوسکتا تھا کہ تم کسی طرف
 جھک جاتے یہ تینوں آیتیں بتا رہی ہیں کہ آقاؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی بات میں بھی کبھی
 غلط نہ ہوئے سورۃ مائدہ آیت ۱۱ میں ارشاد ہے **يَلٰٓئِذَا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ يَعْصِيْ اَمْرًا**
مِّنْ رَّبِّكَ۔ یعنی اے حبیب
 کتر صحت اُس کی تبلیغ فرمائیے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے نہ کہ کچھ دھمرا تو جس طرح

کلام اللہ میں کمی کی مانعت ہے اس طرح زیادت کی بھی مانعت ہے اور بھی بہت سی آیت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی قسم کی خطا کر سکتے ہی نہیں۔ درایثا یہ سب قول اس لیے غلط ہیں کہ آیت صریحہ کے خلاف ہیں۔ عقل بھی یہ سب غلط ہیں کیونکہ اگر معاذ اللہ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کی زبان پر شیطان ارتقا کر سکتا یا کوئی شیطان ایضاً آپ کو کوئی کلام سنا سکتا اور آپ اُس کو جبرئیل سمجھ لیتے اس شیطان کو پہچان نہ سکتے تو پھر سارا قرآن مجید ہی مشکوک ہو جاتا ہے، دوسری عقلی دلیل یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو بتوں کی نفرت دلانے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں آپ کو کفر شرک اور کفار سے ہمیشہ نفرت رہی آپ ہر انسان کے ایمان پر حریص اور خواہش مند ضرور تھے مگر چلک اور زمی دکھا کر نہیں۔ اور پھر ان عقل کے اندھے مفسروں کو یہ سمجھ نہیں رہی کہ اسی سورۃ بزم کی اول آخر ہر ہر آیت میں بتوں کی برائی بیان کی جا رہی ہے تو پھر بیچ میں ایک ذرا سا بے جوڑ ٹکڑا بتوں کی تعریف میں کیسے آسکتا ہے اور اس عارضی تعریف سے کفار کس طرح خوش ہو سکتے ہیں جب کہ اس کے بعد اگلی آیت میں پھر بتوں کی برائی ہے۔ تیسری عقلی دلیل کہ یہ شیطان کا تسلط تو عام اولیاء اللہ اور علماء راسخین پر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سورۃ نمل آیت ۹۱ میں ہے یٰسٰی لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلٰی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اور سورۃ حجر آیت ۲۲ میں ہے۔ یٰسٰی لَکَ فَاِیْہِمۡ سُلْطٰنٌ۔ تو بھلا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وہ ملعون کس طرح ارتقا کر سکتا ہے۔ نیز اولیاء کاملین شیطان کو پہچان دیتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ پہچان سکیں جو حق دلیل یہ کہ آج تک کوئی شیطان کسی دیگر شخص پر اس طرح اپنے کلام کا ارتقا نہ کر سکا نہ مشاہدہ نہ ملاحظہ نہ تجربہ نہ دید نہ شنید۔ پانچویں دلیل یہ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان عقلوں کی تلاوت فرماتے تو تمام پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کرام بھی سنتے حالانکہ یہ معترض بھی قائل ہے کہ کسی صحابی نے نہ سنا صرف کفار نے سنا چھٹی عقلی دلیل یہ کہ اگر اس قول اول کو درست مانا جائے تو درخرا بیاں لازم آئیں گی۔ یہ کہ نبی کریم فرشتے اور شیطان میں فرق نہیں کر سکتے۔ یا یہ کہ معاذ اللہ نبی کو وحی میں خائیں ماننا پڑے گا۔ اتنی وجوہ کے ہوتے ہوئے پھر ان اندھوں نے یہ قول بنا ڈالا یہ تفسیر نہیں بلکہ اسلام کے خلاف ایک سازش ہے بعض مردودوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ نبی کریم شیطان کو ہی فرشتہ سمجھ گئے۔ بھلا یہ کیونکہ

مکن ہے کہ کوئی نبی وحی کے وقت فرشتے اور شیطان کا فرق نہ جانے شیطانی تو اولیاء اللہ سے نہیں چھپ سکتے دوسرا قول اس لیے غلط ہے کہ شیطان آپ کی مثل آواز نہیں بنا سکتا آقا کا مثل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر چیز کے مثل ہے اس کی کوئی نقل و شبیہ بھی نہیں بنا سکتا چنانچہ حدیث پاک میں ہے لَا یَمِثُّ بَنَی السَّیْطَانِ ترجمہ میری کسی چیز کی مثل شیطان نہیں بن سکتا نہ جیلے کی نہ آواز کی، دوسری حدیث مقدسہ صَنِیُّ رَاۤیِیْ فَقَدْ نَمَیْیَ الْحَقُّ جس نے مجھے دیکھا خواب ہمارا تجھے یا مکاشفہ میں، اُس نے مجھے ہی دیکھا حق اور سچ ہی دیکھا میری حدیث پاک لَا یَحْجُرُنِیْ عَلٰی لِسَانِیْ اِلَّا الْحَقُّ ترجمہ میری زبان پر صرف حق ہی جاری ہوتا ہے یعنی باطل کلام جاری ہو سکتا ہی نہیں تیسرا قول اس لیے غلط ہے کہ لفظ غرائق کفار عرب ہیں بتوں کے لیے مشہور تھا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ ہی رب تعالیٰ فرشتوں کے لیے ارتداد فرمانا اور پھر دس سال بعد سورۃ حج کی اس آیت قَبِیْحٌ اَللّٰهُ دَاخِلٌ ہوں اُس کو منسوخ فرمایا نہ رب تعالیٰ کسی تخریب کاری سے بے خبر ہے نہ ہی وہ بندوں کو کسی اُلجھاؤ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ چوتھا قول اس لیے غلط ہے کہ اس کا بھی کہیں ذکر نہیں نہ احادیث میں نہ تاریخ میں اگر ایسا ہوتا تو ضرور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو بتا دیتے اور احادیث میں آجاتا، تیسرا ابلیس کی یہ جرئت نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں کسی شیخ کا بھیس بدل کر کافروں میں آ بیٹھے۔ جب کہ وہ ابلیس تو یَغْرِیْسٌ بَطِلٌ عَمْرٍۡ فَا رَوٰی عَظَمُ کے سایے سے ڈرتا ہے ہاں دور سے اور غیر موجودگی میں کفار کی مجلس میں آکر ارتقا کرتا ہی رہتا تھا۔ صیبا کہ جنگ بدر میں شیخ نجدی بن کر آیا اور کفار کو جنگ پر اُکسایا تھا جس کا ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو بتا دیا۔ اور احادیث میں آگیا۔ لیکن وہاں بھی میدان بدر میں ابھی کفار دور ہی تھے کہ ابلیس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور فاروق اعظم و دیگر ملائکہ کو دیکھتے ہی بھاگ گیا تھا۔ اس واقعہ سورۃ نجم کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ بعثت کے پانچویں سال ۲۴ رمضان المبارک آقا کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ حرم شریف میں تشریف فرما تھے کہ سورۃ نجم پوری نازل ہوئی اور آپ نے آواز بلند تلاوت فرمائی۔ نبی پاک کی زبان ہو قرآن مجید کا کلام ہو رحمن کا فرمان ہو مرم کعبہ کا مقام ہو پھر کیا شان ہوئی۔ اس لیے مثال تلاوت کی روایتوں میں آتا ہے کہ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تمام صحابہ مجذوبیت میں اور اُس وقت موجود کفار و مرداران کفار

بہوتیت میں سرشار ہو گئے اور جب آخری آیت سجدہ تلاوت کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے سجدہ تلاوت فرمایا لیکن تمام کفار اپنی اسی بہوتیت میں صحابہ کے ساتھ ہی بلا ارادہ سجدہ میں گر گئے اسی سال ماہ رجب میں صحابہ کرام کو ہجرت کی اجازت ملی تھی اور کچھ صحابہ کرام جیشے کی طرف ہجرت کر گئے تھے پھر اسی سال ماہ شوال میں کچھ مہاجرین صحابہ کو کفار کے سجدہ کرنے کی خبر دی جیشے میں ملی تو وہ اس خوشی میں واپس مکہ مکرمہ آ گئے کہ شاید کفار مکہ بھی مسلمان ہو گئے ہیں۔ بہر کیف ان آیت میں شانِ نزول سے متعلق یہ چاروں قول بالکل غلط ہیں سراسر بناوٹی ہیں سورۃ نجم کا ان آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے سورۃ نجم بعثت کے پانچویں سال مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور سورۃ حج اور اُس کی آیت تقریباً دس سال بعد ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوئی، اگر سورۃ نجم میں ان لفظوں کے التاء شیطانی کے بیٹھے اللہ کا ذکر ہی یہاں سورۃ حج میں ہوتا تو اتنے عرصے بعد یہ آیتیں نازل نہ ہوتیں، نیز ان منسٹرین کے کہنے کے مطابق کہ جبریل نے آگ نبی کریم سے کہا کہ اپنے یہ الفاظ کیوں پڑھے۔ مگر ان آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی عطا فرما رہا ہے کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے کیا تعجب خیر بات ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ کسی گستاخ نے گستاخی نبوت کا راستہ نکالنا تھا جو نکال لیا مگر بات پھر بھی نہ بنی کیونکہ دس سال پہلے والے واقعہ کا تعلق دس سال بعد نازل ہونے والی سورت سے سابقہ کی تردید انداز میں جوڑتا حماقت نہیں تو اور کیا ہے یہ ہی اُس منسٹر کی ظاہری حماقت ہے حالانکہ یہاں ان آیت میں صرف یہ بتایا جا رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی جیب بھی یہ تمنا اور خواہش ہوئی کہ رب تعالیٰ کے دین و ایمان کی باتیں قوم تک پہنچیں اور قوم کفر کو تبلیغ کرنے کے لیے جب انبیاء و رسل علیہم السلام نے اپنے پر منزل کلام اللہ کی تلاوت فرمائی تو شیطان نے کفار کے کانوں دلوں عقلوں، دمنوں میں قسم قسم کے شبہات، سوالات، اعتراضات بھر دیے اس کام کے لیے ابلیس نے مردرد اور رحیم ہونے وقت لمبی عمر اور اپنی ڈھیل مانگی کیونکہ ابلیس شیطان ہر نبی کا دشمن ہے۔ پناچہ سورۃ انعام کی آیت ۱۱۲ میں ہے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْوَعْدِ وَالْغَوَىٰ ۚ وَكَذَلِكَ يُلْغَوْنَكَ الشَّيْطَانُ وَالنَّفْسُ النَّامِيَّةُ ۚ فَاتَّقِ اللَّهَ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يُلْغَوْنَكَ

اِلَّا اَوْلِيَاءَ بُهْمٍ يُجَادِلُوْكُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ عَلِيْلُ السَّامِ کے دشمن ہوتے رہے شیطان
جنات اور انسان جو آپس میں ہی بعض بعض کو درغلالتے پیغامات پہنچاتے دین حق سے
شبہات ڈالتے ہیں اور صرف اپنے ہی دوستوں کو اتفاق کرتے ہیں تاکہ کفار اسے ایمان
والو تم سے جھگڑے کریں، رب تعالیٰ نے اُس وقت اُس کی عرض منظور کی تھی اس کو
بسی عمر قوت رفتار طاقت و سواس، اور بہت دُھیل دی تھی، کیونکہ وہ رب تعالیٰ
ہی علیم و حکیم ہے از ازلِ قدیم تا ابدِ طویل ہر چیز کو جاننے والا ہے اور ہر قدرت کے راز کا
حکمت والا ہے ابلیس کو دُھیل دینے اور قوتِ انقاء بخشنے میں بھی یہ حکمت تھی کہ
يَجْعَلُ مَا يُكْسِبُ السَّيِّئُ خِلَّةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَ اِنْقَا سِيَّةٍ
قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ الظَّالِمِيْنَ لَفِيْ شِقَا قٍ اَبْعَدُ تاکہ بنائے اللہ تعالیٰ اُن تمام شیطان
شبہات ابلیسی اعتراضات و سواسی حوالات کو جو تا قیامت اللہ رسول کے کلام اسلام کے
قانون شریعت کے احکام کے بارے میں کفار کے دلوں جہاں کی عقلوں گمراہوں کے ذہنوں
میں اتفاق نہ ہو، دوسرے ڈالتا پھرے گا فِتْنَةً اور آزمائش و امتحان بنا دے اُن منافقین
کے لیے جن کے دلوں میں تزلزل عقلوں میں تذبذب، شک تردد ضعیف ایمانی منافقت
بے ایمانی کی بیماری ہے اور ذلتِ دنیوی عذابِ اُخروی کا فتنہ بنا دے اُن کافرین کے
یہ جن کے دل سخت کھوٹے و اے ہیں اور یہ سب لوگ منافق ہوں یا کافر ظالم ہیں
اور بے شک ظالم لوگ البتہ یقیناً بہت دور کی بد بختی، دشمنی، مخالفت میں پھنسے ہوئے
ہیں اور بھٹکنے والے ہیں جن کا راہِ راست پر آنا کچھ آسان نہیں اُن کی بد مستی کی
بیہوشی اور خمستی کا نشہ باتوں سے نہیں اُترے گا۔ خلاصہ یہ کہ ابلیس و شیطا طین کو
دُھیل ملتا اور اُس کے اتفاق کا اناج کرتا، اور آیت کا احکام اس لیے ہے تاکہ
دنیا کے ہر ظاہری باطنی باطل کا امتحان ہو جائے۔

تِلْكَ اَلْغُرَابِيُّنَّ اَلْعُلَى رَاوِی کے واقعے کی مردودیت کے دلائل۔ پہلی دلیل
دورِ صحابہ سے آج تک عربی فارسی اردو میں بیسیوں تناسیر لکھی گئی مگر کسی نے جی اس
واقعے کی تائید نہیں کی بلکہ اکثریت نے اس کا ذکر تک نہیں کیا نہ اس جگہ موقوف
میں نہ سورۃ نجم میں اور اگر کسی نے کیا بھی تو اس کی تردید ہی فرمائی اور اس واقعے
کو قلعہ بنا دیا اور بے دینی، گمراہی، جہالت، حماقت کی گستاخی و مردود قرار دیا۔

سوائے چھ تفسیروں کے جن میں پہلی ابو مسلم اصفہانی کی تفسیر دوم۔ محدث حافظ ابن حجر کی تفسیر سوم۔ علامہ فقیہ ابو بکر جصاص کی تفسیر چہارم۔ علامہ منطقی فلسفی زحشری صاحب کی تفسیر پنجم۔ امام علامہ ابن جریر مورخ کی تفسیر ششم۔ علامہ امام جلال الدین محلی کی تفسیر جلالین۔ ان مفسرین کے پاس بھی اس واقعے کی سچائی پر کوئی مضبوط دلیل نہیں بجز اس کے کہ کسی نے پہلے مفسر کی دیکھا دیکھی تائید کردی عقل سے خود نہ مویا، اور کسی نے ایک جھوٹی بنا دی روایت کے راویوں کی کثرت سے مرعوب ہو کر تائید میں تسلیم جھکا دیا اور صرف یہ کہتے ہوئے اس کفر یہ عبادت کی بناوٹ کو مان لیا کہ اگرچہ یہ روایت سنداً ضعیف اور منقطع ہے اور متناً مضطرب ہے مگر چونکہ بہت طریقوں سے یہ منقول ہوئی اس لیے یہ غالباً درست ہی ہوگی۔ دوسری دلیل۔ ان مذکورہ بالا چھ مفسروں نے جس روایت کے بل بوتے اور اور جس کثرت راویان کے رعب میں آکر اسے صحیح مان لیا ان راویان دروایت کا حال ملاحظہ ہو، سلسلہ روایۃ میں پہلی سند چلتی ہے۔ محمد بن قیس سے دوسری محمد بن کعب قرظی سے تیسری ابو العالیہ زمری سے چوتھی سند عروہ بن حنظلہ سے پنجم ابو بکر بن عبد الرحمن بن عمارت سے چھٹی سند امام معتزلہ سدی سے ساتویں سند سعید ابن جبیر سے آٹھویں سند امام ضحاک سے۔ نویں امام محمد قتادہ سے، دسویں سند مجاہد قنوی سے۔ گیارھویں امام کوفہ ابن شہاب سے۔ بارھویں سند علامہ زہری سے اس ایک روایت کی یہ بارہ سندیں ہیں یعنی ان مندرجہ بارہ شخصوں نے اس کو روایت کیا۔ مگر علماء اسماء الرجال کے محدثین کی تحقیق و تفتیش میں یہ سب راوی تہایت ضعیف اور ان کی روایتیں مسترد اور کمزور ہیں ان میں کوئی راوی متروک ہے کوئی مردود ہے کوئی خراب حافظے والا کوئی اختراع اور بناوٹ میں مشہور، کوئی کاذب کوئی خائن مشہور ہوا، پھر یہ کہ ان سندوں میں کوئی صحابی شامل نہیں۔ اب غور کرو کہ ایسی روایت پر اعتقاد کو تا فریب ابلیس نہیں تو اور کیا ہے۔ تیسری دلیل۔ احادیث مقدسات کی کسی معتبر کتب یا صحاح ستہ میں اس واقعے کا نام و نشان بھی نہیں ملتا نہ ہی احادیث ثقیہ کی فہرست میں اس روایت یا اس کے راویوں کو شامل کیا گیا اگر ذرا بھی اس روایت میں کوئی بات ہوتی تو محدثین اس کو بھی شامل تحقیق کر لیتے ثابت ہوا کہ یہ روایت دور تفسیر کی پیداوار ہے بھلا سلام کا چوتھا دور شمار کیا جاتا ہے پہلا دور

نزدِ قرآن کا دوسرا جمع قرآن کا تیسرا فقرہ اجتہاد کا جو تھا تفسیر کا ثقہ حدیث میں نہ کوئی اضطراب
 ہوتا ہے نہ انتشار نہ سقم اس کا دوسرا نام متواتر ہے اور متواتر حدیث پاک کو اس طرح ماننا فرض
 ہے جس طرح آیت قرآن پاک کو کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے بعض منکرین حدیث ثقہ روایت
 کے بھی اس لیے منکر ہو جاتے ہیں کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتی یہ ان کی جاہلانہ حماقت ہے جو غبی
 دلیل یہ روایت متناہی مضطرب ہے کہ ہر روایت کا متن دوسری سند کی روایت سے قطعاً
 متضاد ہے اور یہی تضاد بیانی اس کے جھوٹا ہونے اور بناوٹی بننے کے لیے کافی ہے ۱
 مثلاً ایک راوی اپنی روایت کا متن اس طرح لکھتا ہے کہ سورۃ نجم کی تلاوت کے درمیان شیطان نے
 نبی کریم کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیے اور نبی کریم نے یہ الفاظ بلا اختیار پڑھوئے اور
 تمہوں کی تعریف بیان فرمائی (معاذ اللہ) ۲ دوسرے راوی نے یہی واقعہ اس طرح بیان
 کیا کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دن خواہش ہوئی تھی کہ کاش اللہ تعالیٰ کوئی ایسی
 وحی نازل فرمائے جس سے یہ کافر خوش ہو جائیں اور خوش ہو کر مجھ پر ایمان لے آئیں
 تب اس خواہش کے تحت سورۃ نجم کی تلاوت کے دوران لات وعزری کے ذکر پر
 آپ کی زبان سے سہواً یہ الفاظ نکل گئے تھے (معاذ اللہ) یہ دونوں باتیں کفریہ ہیں اس
 کو کہنے بنانے اور ماننے عقیدہ بنانے والا صریحاً کافر ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
 وسلم صرف اہل اللہ بنانے کی خواہش رکھتے تھے گمراہ پیروں کی طرح آپ کو تعدادِ درمیاں
 بڑھانے کی خواہش نہ تھی کہ آپ کسی قسم کی بے دینیوں کی رعایت فرماتے یا اسلام میں ذرہ
 بھر لچک پیدا فرماتے ۳ کسی نے اس طرح روایت بنائی کہ تلاوتِ نجم کرتے ہوئے
 آپ کو اونگھ آگئی تھی اور اونگھ میں آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ۴ لَعْنًا یَسُقُ
 (الحج) والے نکل گئے تھے ۵ ایک راوی نے اس طرح بناوٹ کی کہ یہ الفاظ
 استفہام انکاری کے طور پر ہیں اور نبی کریم نے یہ قصد ادا فرمائے یعنی کیا یہ تمہارے
 مٹی پتھر کے بُت جن کو غرابتِ اعلیٰ بلند یوں پر اڑتے والے پرندے کہتے ہو
 کیا اس لائق ہیں کہ ان سے شفاعت کی امید کی جائے جیسا کہ تم نے ان کے
 متعلق عقیدہ فضول و بیودہ بنایا ہوا ہے یہ کس نے روایت اس طرح بنائی کہ
 یہ الفاظ نبی کریم نے اپنی زبان سے نہیں کہے بلکہ آپ نے کچھ وقفہ تلاوت فرمایا تو
 شیطان اُجھڑنے آپ کی آواز جیسی آواز بنا کر کفار کو یہ الفاظ سنائے مگر نبی کریم

نے سننے نہ صحابہ کرام نے صرف کفار نے ہی یہ الفاظ سنے اور سمجھا کہ نبی کریم نے ہی یہ الفاظ کہے ہیں
 کسی نے اس طرح روایت بنائی کہ یہ الفاظ نہ شیطان نے کہے نہ نبی کریم نے بلکہ کسی مشرک کائنات
 نے ہی ان میں سے کہے اور دیگر مشرکین سمجھے کہ شاید یہ الفاظ نبی کریم نے کہے یا کسی نے
 اس طرح بنا دیا کہ جب نبی کریم نے لَا تَدْعُنِي وَصَنَاتُ الثَّالِثَةِ کے الفاظ ادا
 کئے تو وہاں بیٹھے ہوئے مشرکین نے اپنے بتوں کی تعریف ان الفاظ میں کرنی شروع
 کر دی۔ غرض کہ جتنے منہ اتنی باتیں یہ سراسر اسلام کے خلاف سازش ہے ایسی بے مروت
 مضطرب روایات کے بہانے کوئی مفسر اپنا عقیدہ بد بنانا پھرے تو یہ اُس کی گمراہی ضدبازی
 عناد سازی کے سوا اور کیا ہے۔ پانچویں دلیل سورۃ نجم کی یہ آیت اپنے سیاق و سباق
 اور مدت نزول کے دس سالہ دراز مدت کے اعتبار سے نجم سے اس کا کوئی تعلق نظر
 نہیں آتا لہذا اندھی عقل سے ان آیات کو دس سالہ پہلے کی نازل شدہ سورۃ نجم کی آیت
 ۱۹ کا شان بنانا نوری حماقت ہے اور حماقت کو ماننا جہالت ہے۔ ضد کرنا گمراہی ہے
 چھٹی دلیل سورۃ نجم کی آیت ۱۹ اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے ان الفاظ شیطانی
 کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ کفار مکہ مشرک ہونے کے ساتھ ساتھ اہل عرب
 بھی تھے کیا وہ سورۃ نجم کی اگلی آیت کو نہیں سمجھتے تھے کہ آخری آیت تک تو بتوں کی برائی
 بت پرستوں کی گمراہی بیان ہو رہی ہے تو درمیان میں ایک بے جوڑ فقرے سے وہ کیونکر
 خوش ہو سکتے تھے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ کوئی جن فرشتہ
 قائم ہے | ایسے شیطان آقا و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کی کسی چیز کی مثل
 نقل نہیں بنا سکتا نہ ذات کی نہ صفات کی نہ آواز کی نہ شکل و صورت کی یہ فائدہ ۱۹ اِذَا
 تَنَسَّيْنَا فِي الْفُجَاءِ الْمُنِيبِينَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ شیطان دوران تبلیغ فقط اپنی
 آواز یا ابہام کا انفاق کفار کو کر سکتا ہے مگر نقل بن کر نہ آ سکتا ہے نہ سنا سکتا ہے ایسے
 و شیطان کے انفاق دو قسم کے ہوتے ہیں خفی اور صَوْتِی، خفی و سوسے ہر ایک انسان کو
 ڈالنا رہے گا تا قیامت لیکن صَوْتِی اور آواز سے صرف کفار کو انفاق کر سکتا ہے
 ایسے بدل کر اولیاء کاملین کے پاس آ سکتا ہے دھوکے و رغلانے کے لیے
 مگر اولیا کی بارگاہ میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔ خفاق و کفار کے پاس کامیاب ہو جاتا

ہے۔ دوسرا فائدہ سچائی کا معیار باطل کی دخل اندازی نہیں نہ ابتدائی شور و غل ہے بلکہ سچائی کا معیار حق و باطل کے آخری انجام سے ہے اس طرح کہ آخر کار باطل کو شکست فنا ہوتی ہے اور حق کو فتح بقا حاصل ہوتی ہے یہ فائدہ قَسْبُخُ اللہ (۱) سے حاصل ہوا۔
 تیسرا فائدہ کافر کسی بھی قسم کا ہو کسی مسلمان کا بھی دوست نہیں ہو سکتا، اگر کبھی کسی مسلمان سے کوئی کافر دوستی دکھائے بھی تو وہ فقط ظاہراً منافقت یا سیاست کی عیارانہ چال ہو گی مگر باطن میں ذاتی مفاد پرستی ہی ہوگی۔ لہذا کسی مسلمان کو کبھی کسی کافر کی نہ چاہو پی کرنا چاہیے نہ عیاری میں آنا چاہیے نہ جلد بازی میں کچھ رُو رعایت کی ضرورت بلکہ بہت محتاط قدم بڑھانا چاہیے۔ یہ فائدہ وَ اِنَّ الظَّالِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭۢ بَعِيْدٍ فرمانے سے حاصل ہوا۔ عام طور پر کفار کا ورغلانا مسلمانوں کو تین طرح ہوتا ہے ۱۔ نوکری سے ۲۔ چھوکری سے ۳۔ نوکری یعنی مالی امداد سے۔ مگر قرآن مجید نے تاقیامت ہر مسلمان کو ان آیت کے ذریعے ہر طرح متنبہ کر دیا ہے شِقَاقٍۭۢ بَعِيْدٍ کا معنی ہے دور کی حسد عین بغض اندرونی دشمنی دل پھٹا ہی رہنا۔ مثل سانپ ہمیشہ زہریلا ڈنگ ہی چلانا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ معنزلہ فرقة کہتا تھا کہ نبی رسول اور مرسل ہیں کوئی فرق نہیں ہر نبی رسول بھی ہوتا ہے اور مرسل بھی مگر یہ قول غلط ہے اور احادیث و آیات کے خلاف ہے۔ صحیح مسلک یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پیغمبرانہ شان میں تین مدارج پر ہیں پہلا گروہ صرف نبی، دوسرا گروہ نبی رسول نبیرا گروہ نبی رسول مرسل جیسا کہ تفسیر عالمانہ میں وضاحت کر دی گئی ہے احادیث سے بھی یہ تقسیم ثابت ہے یہ مسئلہ یہاں صِیْثُ رَسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیَّ (۱) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ کوئی شخص جن یا انسان کسی بھی نبی علیہ السلام کی آواز کی مثل آواز بھی نہیں بنا سکتا اس کی وجہ یہ کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی شکل و صورت جیسے پر سچی تبلیغ دین کا انحصار ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی آواز پر بھی تبلیغ دین و احکام الہی کا دار و مدار ہے اسی لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر چیز بے مثل بنائی گئی اور نہایت شاندار انبیاء کرام علیہم السلام کی آواز میں تو کلام بیٹھنے کی بیماری بھی نہیں آ سکتی تاکہ ذاتی مشہور آواز بھی نہ برے۔ لہذا شیطین نہ شکل نبوت کا جیس بدل سکے نہ آواز کی نقل اتار سکے نہ جاگتے ہیں نہ خواب میں یہ مسئلہ قَسْبُخُ اللہ (۱) سے مستنبط ہوا کہ باری تعالیٰ شیطان کی ہر چال آواز کی

قریب کاری کو تباہ کر دیتا ہے۔ تیسرا مسئلہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نسخ کے تین معنی ہیں و تبدیل کرنا جیسے احکام کی آیت کا منسوخ کیا جاتا اور اس کی جگہ دوسرا حکم نازل ہونا یعنی اللہ تعالیٰ ایک حکم کو بدل کر دوسرا قانونی حکم نازل فرمائے ۲ نسخ کا دوسرا معنی مٹانا جیسے تنسیخ نکاح تنسیخ خرید و فروخت یعنی نکاح و بیع ختم کرنا مٹانا ۳ تیسرا معنی ہے تباہ و برباد کرنا یعنی رب تعالیٰ باطل اشیاء کو منسوخ فرماتا ہے تباہ و برباد اور قیافہ فرماتا ہے اسی تباہی کو ذمہ حق بھی کہا جاتا ہے یہ مسئلہ اور معنوی تقسیم فی نسخ اللہ ما یلقی الشیطان بے مستنبط ہوا یہاں نسخ کا معنی تباہ کرنا، قلب ہے اور فنا کرنا ہے۔

یہاں چند اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض، یہاں فرمایا گیا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِ

اعترافات میں رُسُولٍ وَلَا نَبِیٍّ أَرْسَلْنَا کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہر نبی رسول بھی ہے کیونکہ وَمَا أَرْسَلْنَا اس کا ترجمہ ہے اور نہیں رسول بنایا ہم نے کسی رسول کو اور نہ کسی نبی کو مگر جب (داخل) لیکن وَلَا نَبِیٍّ کی واؤ عاطفہ چونکہ غیرت اور تفریق کو بیان کرتی ہے اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اور نبی میں فرق ہے اور دونوں مدارج و ذمہ داریوں میں علیحدہ مقام رکھتے ہیں۔ تیسرے سورۃ بقرہ کی آیت ۱۲۹ میں ارشاد ہے لَا نَقْرَأُ بَیِّنَاتٍ كَاحِدٍ مِنْهُمْ سَلَامٌ۔ یعنی ایمان والوں کو اقرار ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں فرق نہ کریں گے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی سمجھی فرمایا گیا یَا أَيُّهَا النَّبِیُّ، اور سمجھی فرمایا جاتا ہے یَا أَيُّهَا النَّاسُ سُوْرَةُ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نبی رسول بھی ہے اور ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں، تو پھر یہاں واؤ عاطفہ کیوں ارشاد فرمایا گیا جس سے مغایرت ظاہر ہوئی۔ جواب۔ یہ بات تو بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اور رسول میں فرق ہے۔ مفسرین، شارحین اور فقہانے بھی یہ بیان فرمایا لیکن اس اعتراض کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے اصل میں آیت اس طرح ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُولٍ وَمَا كَانَ مِنْ نَبِیٍّ إِلَّا إِذَا ذُكِرَ (داخل) یعنی نہیں رسالت دی ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو اور نہیں ہوا کوئی نبی مگر جب بھی اُس نے تلاوت کی (داخل) اَرْسَلْنَا کا تعلق صرف رُسُول سے ہے نہ کہ نَبِی سے۔ مگر یہ جواب کمزور ہے۔ صحیح اور مضبوط جواب یہ ہے کہ یہاں کوئی عبارت پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اَرْسَلْنَا کا تعلق دونوں سے ہے وَمَا أَرْسَلْنَا

کا ترجمہ وہ نہیں ہے جو معترض نے کہا۔ یعنی اُرْسَلْنَا کا معنی رسول بنانا نہیں ہے۔ بلکہ بھیجنا مراد ہے اور آیت کا ترجمہ اس طرح ہے کہ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی مگر جب بھی بھی انہوں نے تلامذت فرمائی (الخ) اس سے ثابت ہوا کہ نبی و رسول کے درجوں اور ذمہ داریوں میں فرق ہے مگر دونوں کو اللہ تعالیٰ ہی اپنی اپنی قوم میں بھیجتا ہے۔ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ کا معنی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے مدارج میں فرق نہیں کر سکتے نہ ہماری یہ جرئت نہ ہمارا یہ کام۔ اور نبی کریم آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کہہ کر بھی رسول کہہ کر خطاب ارشاد فرمانا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ نبی بھی ہیں رسول بھی مرسَل بھی کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو تک مرسل ہیں اس لیے رسول بھی ہیں نبی بھی نبی رسول مُرْسَل کی تعداد و تعریف ہم نے تفسیر عالماتہ میں بیان کر دی دوسرا اعتراض: یہاں فرمایا گیا۔ فَتَنَةٌ لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةُ قُلُوبُهُمْ اس کی کیا وجہ کہ یہاں دونوں جگہ بیمار دل والوں اور قاسیہ دل والوں کا نام نہیں لیا گیا کہ کون بیمار دل والے ہیں اور کون لوگوں کے دل قاسیہ ہیں۔ جواب: یہ آیت تین قسم کے بندوں کو سنائی گئی ہے۔ مومنین، منافقین اور مظاہرین کو مومنین تو جانتے ہیں کہ کون بیمار دل والے ہیں اور کون ضدی اور سخت و تنگ دل والے ہیں لیکن منافقین و مظاہرین کفار کو سوچنے، سمجھنے اور تفکر و تدبیر کی دعوت دی جا رہی ہے اس کی وجہ یہ کہ جو چیز اپنے تفکر و تدبیر سوچنے سے حاصل ہوتی ہے وہ زیادہ پختہ اور ذہن نشین ہوتی ہے اگر انسان کے اپنے سوچنے سمجھنے سے اپنی بیماری کا پتہ لگ جائے تو اُس کو دوسرے کے بتانے کے مقابل زیادہ محسوس بھی ہوتی اور زیادہ یقین بھی بتایا جا رہا ہے کہ اے کافر و منافق تم خود اندازے لگاؤ سوچ و فکر کرو کہ مردہ دل کس کے ہیں۔ ظاہری کافر و تم بھی خور کرو کہ ضدی مغرور ایذا رسانی و سختی دل والے کون لوگ ہیں اگر بیماری دل کی نشانی تم اپنے اندر پاؤ تو اس کا علاج توبہ ہے لہذا سچی توبہ کرو اور اگر ظاہری کافر و تم اپنے دل میں قسوت کی نشانیاں پاؤ تو سمجھ لو کہ تم ہی قاسیہ قلوب ہو اور تم بھی ایمان کی نرمی سے اس کا مداوا کرو، بیمار دل کی نشانی تزلزل و تذبذب بزدلی شبہات و خدشات کا جمع ہونا ہے۔ اور قسوت قلبی کی نشانی ضد، غرور، اکر، فخر، ظلم بے رحمی کنجوسی ہے۔ ہر شخص اپنے غیر دل کی کیفیت کو جانتا پہچانتا، سمجھتا ہے منہ سے تسلیم زبان

سے اقرار کرے یا نہ کرے اکثر فساق کی بھی یہ حالتیں ہوجاتی ہیں۔ خیال رہے کہ اولاً دل میں
 تساوت پیدا ہوتی ہے پھر بیماری دل پھر فسق و فجور۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا فی قلوبہم
 مَرَضٌ یعنی ان کے دلوں میں بیماری ہے، سوال یہ ہے کہ بیماری دل میں کیب ہوتی ہے وہ
 تو جسم میں ہوتی ہے اور جب جسم میں بیماری ہو تو بیماری تمام ظاہری۔ باطنی اعضا میں پھیل
 جاتی ہے اور دل بھی باطنی اعضا میں سے ہے۔ لہذا یہاں کہنا چاہیے تھا کہ ان کے قالب
 میں بیماری ہے۔ جواب جس چیز کو عربی لغت میں مرض اور فارسی اردو میں بیماری کیا
 جاتا ہے اُس کی لغوی تعریف یہ ہے کہ ایسی کمزوری ہوجانا جس کی وجہ سے مقصد پورا نہ
 ہو سکے یا ہو تو بہت مشکل سے ہو۔ اس معیار کے اعتبار سے ہر عضو کی علیحدہ بیماری
 ہوتی ہے۔ جسمانی بیماری ظاہری مرض کو کہتے ہیں جو ڈاکٹر حکیم کو معلوم ہوجاتی ہے اندرونی
 ہو یا بیرونی محسوس ہوجاتی ہے۔ مگر روحانی بیماری باطنی مرض کو کہتے ہیں، جو اکثر خود بیمار
 کو بھی معلوم اور محسوس نہیں ہوتی اُس کو صرف اہل اسرار اولیاء اللہ مرشد برحق، شیخ کامل
 ہی جانتا ہے ہاں البتہ ظاہری بیماری کی طرح باطنی روحانی بیماری کی بھی کچھ نشانیاں
 ہیں جو قرآن مجید کی آیت احادیث مقدسات کے فرمودات نے بیان فرما دیں، اُن نشانیوں
 پر ہی غور و فکر تدبر کرنے کی دعوت اس آیت میں اور دیگر آیت میں دی گئی ہے چنانچہ
 سورۃ ذاریات کی آیت ۲۱ میں ارشاد ہوا۔ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَخْلًا تَبْصِرُونَ۔ یعنی اے
 انسانوں تم اپنے باطن میں کیوں نہیں دیکھتے تاکہ قدرت کی صناعتی کے ساتھ ساتھ تم کو اپنی اندرونی
 روحانی بیماری یا تندرستی کا بھی پتہ لگے اور احساس ہو یہاں فی قلوبہم مَرَضٌ میں اسی
 روحانی بیماری کا ذکر ہے جو دل کے نوٹھڑے پر نہیں بلکہ دل کی روحانیت پر ہے جس کی وجہ
 سے تمام روحانی قوت کمزور یا ختم ہوتی چلی جاتی ہے، جب بالکل ختم ہوجائے تو اسی کو مردہ
 دل کہا جاتا ہے بیمار دل تو بہ کی دوا سے شفا یاب ہوجاتا ہے۔ مگر مردہ جسم کی طرح مردہ دل کسی
 دوا سے ٹھیک اور زندہ نہیں ہو سکتا۔

وَمَا آتَاكُمْ مِنْ قَبْلِكَ مِنْ شَيْءٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى
 تَفْسِيرُ صُوفِيَانِه | الشَّيْطَانُ فِي أَمْنِيَّتِهِ۔ فَيَنْسِفُ اللَّهُ مَا بَيْنَ الشَّيْطَانِ ثُمَّ يُجْهِمُ
 اللَّهُ آيَتَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ قاب انسان ایک بستی بنا سکتی ہے، اعضا ظاہری اس
 بستی بدنی کی رہائشی قوم ہے قلب انسانی نور نبوت و شمع رسالت کا مخزن ہے قلب کی ایمانی

خواہشات اُس کی تلاوت کلام ہے۔ اعمال عبادت کے دوران دھواں رمانی اتفاقاً شیطانی ہے نفس امارہ مجلس و مرکز ابلیس ہے، ابلیس ہی شیر نفس ہے جو وہ نفس کو سکھاتا ہے اور نفس امارہ عقل کو ستاتا ہے اور عقل شعور کو شبہات و شکوک میں ڈالتا ہے یہ ایک دوبار نہیں ہوتا بلکہ جب بھی کسی قلب سے نور نبوت یا شمع رسالت کی شعا عین ظاہر ہوئی تو نفس امارہ نے اُس میں رخنہ اندازی کی کیونکہ نفس ظلمانی ہر وقت ظلمت و سیاہی چھانے کا خواہش مند رہتا ہے اور ابلیس حجابات کا خواہش مند رہتا ہے۔ ہر اہل معرفت جانتا ہے کہ ہر رسول اور ہر نبی صاحب معجزہ بھی ہوتا ہے صاحب امت دعوت بھی صاحب تبلیغ بھی رسول و نبی ہیں فرق نئی شریعت اور صحیفے یا کتاب ملنے میں ہوتا ہے کہ ہر رسول علیہ السلام کو نئی شریعت اور نیا صحیفہ عطا فرمایا جاتا ہے اور مرسل نبی کو نئی شریعت نیا صحیفہ، نئی کتاب، نیا قانون عطا فرمایا جاتا ہے۔ اسی لیے رسول نبی تین سو تیرہ اور مرسل صرف چار ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ شریعتیں اور صحیفے تین سو تیرہ ہوئیں۔ بڑی کتابیں صرف چار۔ اور صرف نبوت والے انبیاء علیہم السلام اپنی امت کو سابقہ رسول علیہ السلام کے صحیفے و شریعت کی تبلیغ فرماتے ہیں یا سابقہ کتاب منزل کی بھی جس طرح دنیا میں کفار حکومتنیں اسلامی حکومتوں میں اپنے اڈے بنا چاہتی ہیں اسی طرح ابلیس نفس امارہ میں اپنا اڈا بنانا چاہتا ہے تاکہ قالبِ مومن کو محکوم مغلوب اور کمزور و خراب کرتا رہے۔ ابلیس شیطن نفس امارہ کو اپنے دھوسوں کا محل بنا لیتا ہے اور اپنے اتفاق پیغامات کامرکز فیضی "اللہ مگر اللہ تعالیٰ قلب و قالب اور اہل قلب کی مدد فرماتا ہے اس طرح کہ دھواں شیطانی کی یلغار کو تباہ فنا کر کے قلب پر نور روح کا سورج طلوع فرمایا جاتا ہے اور قلب عارف نور معرفت کا مشرق بن جاتا ہے پھر تائب قدسی کے ذریعے ظہور نفس کی ظلمت کا ازالہ ہو جاتا ہے اور فریبِ نفس کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور اتفاقِ ملکی نکھر کر خلو کے جلو سے ممتاز و مرتاز نظر آنے لگتے ہیں نفس کی عیاری، ابلیس کی شراری فریب کاری کے پردے بوسیدہ و مضحکہ منظر آتے ہیں آخر الامر تباہ ہو جاتے ہیں اور الہامات ملائکہ مستقر و مستقل اور قائم رہتے ہیں ثُمَّ يَخْبِكُمْ اللّٰهُ لِيَاْتَنَّهُ تَابِ قَلْبِ مومن ہیں ہر قسم کی تمکین و قوت تسکین و قدرت سے آیات الہیہ نشانات رحمانیہ علامات ربانیہ حکم و مضبوط فرمادی جاتی ہیں اور بندہ مرید شیخ سے مراد شیخ بن جاتا ہے وَاللّٰهُ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ جلّ و علیٰ خوب جاننے والا ہے شیطانی اتفاقات کو بھی اور

اُن کے نسخ کرنے کے طریقے کو بھی حکیمؑ وہ اللہ حکمتوں قدرتوں والا ہے اپنی وحی کے بیان فرمانے میں اسی طرح کہ اپنی آیت کو اپنی حکمت سے سیہ مومن میں سجا دیتا ہے اور تقاضا حکمت کے مطابق حکم فرماتا ہے کائنات میں ہر خیر و شر اس کی حکمت سے پنپ رہے ہیں اس لیے لَيَجْعَلَنَّ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فَتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَمٌ ۚ وَالدَّٰعِيَةُ قُلُوبُهُمْ ۚ وَآتَٰ الظَّٰلِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ۔ تاکہ رب تعالیٰ کی ہزار ہا حکمتوں کے علاوہ یہ حکمت ازلہ قدیمی ظاہر ہو کہ نفس امارہ کی ہلکت جہات اور ابلیس و شیطن کی کی ذیلی ڈھیل اور شہوتِ القاعاوت و رغلاصٹوں و موسموں کی کھلی اجازت راہِ سلوک کے مجبورین کے لیے فتنہ آزمائش بن جائے۔ یہی لوگ منافقین باطن اور شاکین متذبذبین مخفی ہیں اور دل کی قساوت والوں کے لیے قبولِ حق کی اڑ اور بہانہ بن جائے شک کرنے والے کا شک مجبورین کا حجاب زیادہ ہوتا رہے اور یہ سراءِ محروقی ہی اُن کے نقوسِ ظلمانیہ اور اُن کے قلوبِ قاسیہ کے مناسب ہے اس لیے کہ اہل نقوسِ بخر انقاعِ شیطانی کچھ بھی قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورۃ شعراء کی آیت ۲۲ میں ارشاد ہے هَلْ اُنْتُمْ عَلٰیٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيْطٰنُ تَنَزَّلُ عَلٰی الْكَافِرِ الْاَشْمٰجِ تَوٰجِہِ کیا میں بتاؤں تم کو یہ شیطن کہا کرتے ہیں تو سنو یہ اتنے ہیں ہر بے غیرت قاسق پر۔ اس وجہ سے یہ لَفِي شِقَاقٍ م بَعِيدٍ ہیں یعنی بہت دور کی بد بختی اور شقاوت میں گے پڑے ہیں اس لیے بھلا وہ کس طرح قبول کر سکتے ہیں حق کو در روح البیان (ابن عربی) اور کیسے ممکن ہے کہ جس کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہوں سمیت کے کان بہرے ہوں اور تلاوت کی زبان گونگی ہو وہ حق کا نور پس کی آواز قبول کرنے کا اقرار ظاہری کرے۔ صوفیاء کرام فرمانے ہیں کہ جسمانی بیماری سے بدن مردہ ہو جاتا ہے اور قلبی روحانی بیماری سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ قالبِ انسانی میں آنکھ، ناک، کان، منہ، ہاتھ، پیر، بازو، منہ، ہرین، بدن، ہیں کیونکہ آنکھ بیک وقت کئی طرف پھر جاتی ہے اور ہر بُری اچھی چیز دیکھ لیتی ہے۔ کان بیک وقت اچھی بری آواز سن لیتا ہے۔ ناک بیک وقت اچھی خوشبو بدبو سونگھ لیتی ہے۔ مگر ہاتھ پاؤں ایک وقت میں ایک کام ہی کرتے ہیں۔ یا اچھا یا برا (از روح البیان) اب یہ بندے کا کام و کمال ہے کہ اپنے آنکھ، ناک کو منافقت باطنی سے بچائے ایمانِ مقبول پر لگائے اور

اپنے ہاتھ پاؤں کو محاکت سے بچائے رفاقت پر لگائے یا قت پر چلائے حدیث مقدس میں ہے کہ نیک بندے کا پہلا درجہ مسلمان ہونا ہے دوسرا درجہ مومن ہونا ہے۔ مسلمان کی نشانی یہ ہے کہ اُس کا دل اور زبان درست ہو۔ ایک مرتبہ آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو بھاری پتھر اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سوال فرمایا یہ کیا کر رہے ہو، انہوں نے عرض کیا ہم جہانی قوت کی ورزش کر رہے ہیں مگر یہ پتھر بہت بھاری ہے ہم سے کوئی بھی انہنگ اٹھا نہیں سکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ روحانی ورزش پر زیادہ توجہ اور وقت دیا کرو روحانی ورزش کے پتھر اس سے بھی زیادہ بھاری ہیں، جہانی پتھر بازوؤں پر بھاری ہوتے ہیں روحانی پتھر عقل و دماغ، نفسانی طبیعت اور انانیت پر بھاری ہوتے پھر فرمایا، جو شخص اپنے مومن بھائی سے ناراض ہو، مگر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے نفس شیطان پر غالب آکر مومن بھائی سے رخصتی ہو جائے اُس نے گویا بھاری پتھر اٹھایا، فرمایا آقا و دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تین چیزیں باعث ہلاکت ہیں اور تین چیزیں باعث نجات ہیں ۱۔ طبعی بخیلی ۲۔ دیوی خواہشات کی پیروی ۳۔ خودی پسندی یہ تینوں باعث ہلاکت ہیں، باعث نجات چیزیں ۱۔ ظاہر و پوشیدہ میں رب تعالیٰ سے ڈرنا ۲۔ غصہ اور خوشی میں انصاف کرنا ۳۔ مغلی اور تو نگری دونوں حالتوں میں کفایت شعاری اور سخاوت قائم رکھنا صوفیا فرماتے ہیں کہ صرف علماء ربانی ہی ہر حالت میں انصاف کر سکتے ہیں اس لیے کہ علم نور ہے۔ اس سے ظلمت نفسی مٹتی ہے اور نفس پر ایسا قابو ہوتا ہے کہ ہوش و عقل اور بیدار مغزی بطریقہ احسن استعمال کر سکتا ہے۔ علماء علم قرآن و حدیث ہی رب تعالیٰ کے محاسبے کا خیال رکھتے ہیں۔ ایک حدیث مقدس میں ارشاد نبوی ہے مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگوں سے محبت کرتا ہے اور نیک لوگ اُس سے محبت کرتے ہیں لیکن ایسا شخص جو لوگوں سے محبت نہ کرے اور اہل ایمان لوگ اس سے محبت نہ کریں بلکہ اُس کی عادتوں سے نفرت کریں اس میں کوئی ایسی خوبی نہیں کہ اچھا مسلمان کہا جائے۔ مسلمانوں کی آپس میں محبت وہ ہے جو رب تعالیٰ کے لیے کی جائے کسی رشتے داری کے واسطے سے ہو اور نہ کسی لاپچہ کے لیے بارگاہ الہی میں محبت کی اطاعت و اتباع کچھ درجہ بہتر ہے ضعف کی اطاعت و اتباع سے اس لیے کہ محبت کی اطاعت کا تعلق اندرون قلب

سے ہوتا ہے اور خوف کی اتباع و اطاعت کا تعلق باہر سے ہے۔ دیکھو تپوں پھلوں
بھولوں پر خزاں آجاتی ہے مگر جڑ پر کبھی خزاں نہیں آتی۔

وَلْيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ

اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جو دئے گئے علم کہ بے شک وہ منسوخ و محکم ہونا ہی ہے
اور اس لیے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا کہ وہ تمہارے رہنے کے پاس سے ہی

مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ

آپ کے رب کی طرف سے لہذا ایمان لے آئیں اس پر پس آمادہ ہو جائیں ایمان لانے کے لیے لڑنے کے دل
تو اس پر ایمان لائیں تو جھک جائیں اُس کے لیے اُن کے دل

وَأَنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ

اور بے شک اللہ البتہ ہدایت دینے والا ہے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے
اور بے شک اللہ ایمان والوں کو سیدھی راہ چلانے

مُسْتَقِيمٍ ۝ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي

راتنے کی طرف اور نہ جھٹکے یعنی پڑے رہیں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے جھگڑاائیں شک میں
والا ہے۔ اور کافر اس سے ہمیشہ شک میں رہیں گے

مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

اس صراطِ مستقیم کی حقانیت سے یہاں تک کہ آجائے ان کے پاس قیامت اچانک یا آجائے
یہاں تک کہ اُن پر قیامت آجائے اچانک یا اُن پر ایسے دن کا

marfat.com

Marfat.com

أَوَيَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمَ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ الْمَلِكُ

اُن کے پاس بانجھ کرتے والے (بے فائدہ کرتے والے) دن کا عذاب خالص بادشاہی عذاب آٹے جس کا پھل اُن کے لیے کچھ اچھا نہ ہو۔ بادشاہی

يَوْمَئِذٍ يَخْلُفُكُمْ بَيْنَهُمْ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا

اُس دن اللہ کے لیے ہے فیصلہ فرما دے گا اُن تمام انسانوں کے درمیان تو وہ لوگ جو ایمان لاتے رہے
اُس دن اللہ ہی کی ہے وہ انہیں فیصلہ کر دے گا۔ تو جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾

اور عمل کئے نیک رہائش کو پنگے وہ نعمتوں والے باغوں ہیں۔

اور اچھے کام کئے وہ چین کے باغوں میں ہیں۔

تعلقات ان آیت کا پھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پھلی آیت میں ابلیس شیطن کو کچھ باتوں میں ڈھیل دینے کی حکمتوں کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت میں چند دوسری حکمتیں و مصلحتیں بیان کی جا رہی ہیں دوسرا تعلق پھلی آیت میں دو حکمتوں کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت میں ان حکمتوں کے فوائد بیان ہوئے کہ مومن اور کافر میں تھوڑی چھانٹ دنیا میں ہی ہوگی۔ تیسرا تعلق پھلی آیت میں کنار کی تین خصلتیں بیان ہوئیں ۱۔ دل میں بیماری ۲۔ قلبی سختی ۳۔ بڑے جھگڑالور اب ان آیت میں ان کی چوتھی خصلت کا ذکر ہو رہا ہے جو سبب ہے ان تین کیفیتوں کا یعنی شک کی بیماری یہ لا علاج ہوتی ہے۔

وَلْيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ إِلَىٰ خُرْبَةِ كَوْفٍ أَشَدُّ
تفسير نحوی | فَخَبِّتْ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ۔ واؤ سر جملہ لام کے تعلیلیہ یہ اُن ناصبہ کی طرح فعل مضارع کو نصب دیتا
ہے اور مابعد جملے کو ماقبل عبارت کی علت بناتا ہے۔ یَعْلَمُ فعل مضارع مثبت معروف

واحد مذکر غائب باب سَمِعَ سے علم سے مشتق ہے بمعنی جانتا، متعدی ایک مفعول سے اَلَّذِيْنَ
اسم موصول مبنیات میں سے ہے بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے یَعْلَمُ کا اَوَّلُوا باب افعال کا
فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب مثبت جہول مصدر ہے اِثْنَانِ اُنّی سے مشتق ہے بمعنی دنیا
اس کا نائب فاعل مُمِیْر صیغہ ہے جس کا مرجع ہے اَلَّذِيْنَ اَلْعِلْمُ اسم معرف باللام الف
لام حرفی عہد خارجی تعلیمی مراد ہے بڑا علم خصوصی علم یعنی دینی علم یہ مفعول بہ ہے اَوَّلُوا کا یہ
سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہو اَلَّذِيْنَ کا وہ موصول صلہ مل کر فاعل ہے یَعْلَمُ کا اَنَّ حرف
مشبہ ضمیر اس کا اسم اَلْحَقُّ اسم معرفہ موصوف ہے صِیْغَتُکَ یہ مرکب اضافی مجرور
ہو کر متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل ثابت کا یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے یہ مرکب
توصیفی خبر ہے اَنَّ کی اَنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا
یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ بسیۃ یُوْمِنُوْا باب افعال کا مضارع مثبت
معروف جمع مذکر غائب بحالت نصب ہے یَعْلَمُ کے عطف کی وجہ سے دراصل تھا یُوْمِنُوْنَ
آخر کی تون اِغْرَابِ مرفوع گر گئی نصب کی وجہ سے اس کا مصدر ہے اِیْمَانٌ ب جلد۱
بمعنی اعلیٰ فوقیت والا، ضمیر کا مرجع سابقہ اَفْعَالِ اِلَیْہِ منسوخ و محکم کرنا یہ جار مجرور
متعلق ہے یُوْمِنُوْا کا یہ فعل یا فاعل اپنے اس متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
علیہ ف عاطفہ بمعنی اَوَّلُوا عاطفہ تَحِیْتُ باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف واحد موزن
غائب خَبَرٌ سے مشتق ہے بمعنی عاجز ہونا، مائل ہوتا جھکنا یہاں ہر معنی مناسب ہے مصدر
ہے اِحْبَاتٌ باب افعال میں آکر متعدی باللام ہوا، لام حرف جر ملکیت کا مرجع اِیْمَانِ لَانّی
یا اللہ تعالیٰ ہے قُلُوْہُمْ یہ مرکب اضافی فاعل ہے یَحِیْتُ کا یہ تَحِیْتُ بحالت فتح ہے قُلُوْہُمْ
پر عطف تابع کی وجہ سے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے قُلُوْہُمْ پر دونوں عطف مل کر
معطوف یَعْلَمُ کے جملے پر وہ سب عطف مل کر علت ہے ماقبل ثُمَّ حکم کی عبارت پر اَوَّلُوا
ہر جملہ اَنَّ حرف مشبہ لفظ اِنَّ اس کا اسم، لام حرف تاکید تھا و۔ باب ضَرْبِ کا اسم فاعل واحد
مذکر دراصل تھا حَادِیْ۔ آخر کی کی تخفیف (لفظ صلا کرنے) کے لیے اِنْعِیَالِ با اسم موصول
کی وجہ سے گر گئی اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے حَادِیْ سے مشتق
ہے بمعنی راستہ دکھانا یا راستے تک پہنچانا یا منزل مقصود تک پہنچانا۔ یہاں پہلے دو معنی
سکتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر اَمْنُوْا باب افعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف

جمع مذکر غائب اس کے نابعاً فیہ صیغہ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ رَاٰی جَارَہ انتہا کے لیے صراط
ایک لغت صراط بین سے ہے۔ صراط سے ملنے کا صیغہ ہے بروزنِ نَعَالِ یعنی نکلنا چونکہ
راستہ کلی کو چہ شاہراہ بھی راہ کو اپنے اندر نکل یعنی سما اور چھپا لیتا ہے اس لیے رستے
کو صراط کہا گیا یہ موصوف ہے۔ مستقیم باب استفعل کا اسم فاعل واحد مذکر اس کا
مصدر ہے اِسْتَقَامَ جو دراصل اِسْتَقْوَامٌ تھا تعلیل کے بعد استقامۃ ہوا قَوْمٌ سے بنا
ہے یعنی کھڑا ہونا، بالکل سیدھا قیام کر سکتا، ہر صاف مستقیم ایدھا اور ضرورت کے مطابق کھلا راستہ
مستقیم ہوتا ہے کہ چلنے والے اُس پر نہایت آسانی فراخی سے چل سکتے ہیں۔ یہاں مراد ہے شریعت
کا راستہ۔ باب استفعال میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں تو گویا کہ معنی یہ ہوئے کہ یہ راستہ
اپنے متوازن معتدل اور ہموار رہنے کی وجہ سے خود چاہتا ہے کہ تجھ پر چلا جائے۔ یہ صفت
ہے اس لیے مجبور ہے یہ مرکب تو صیغی مجرور ہو کر متعلق ہے صراط اسم فاعل کا سبب مل کر اسببہ
ہو کر خبر ہے اِنَّ کی ران اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسببہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ اسماء جنیت
میں چار قسم کے الفاظ بہیات کہلاتے ہیں یعنی ان کا ترجمہ تو ظاہر ہوتا ہے مگر معنی مراد پوشیدہ
اور غیر معین ہوتی ہے ۱۔ اسماء ضمائر ۲۔ اسماء کنایات ۳۔ اسماء موصولہ ۴۔ اسماء اشارات
ان کے معنی میں ابہام ہوتا ہے بدین وجہ ان کو بہیات کہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ وَاسْـَٔوْلُهُ اَعْلَمُ
یا لصواب۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
بَغْتَةً اَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَّوْمٍ عَقِيْبٍ۔ اَلْمَلٰٓئِكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُوْ
بَيْنَهُمْ فَاَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَفَعَلُوا الصّٰلِحٰتِ فَاٰجَلَتْ اَنْفُسُهُمْ وَفَرَّجْنَا
لَهُمُ الْاٰلَ۔ باب فتح کا فعل مضارع منفی بلا معروف واحد مذکر غائب۔ زَوَّلٌ سے مشتق
ہے ترجمہ ہے اپنی جگہ سے ہٹنا، سرکنا، جدا ہونا۔ بدن، ختم ہونا۔ پہلی حالت کا ختم ہونا
حقیقتاً یہ خود منفی ہے پہلی حالت کی لاء نافیہ نے اگر نفی کی نفی کر دی۔ یعنی ختم و جدائی و تبدیلی
نہ ہوگی اور چونکہ نفی کی نفی ثبوت ہوتا ہے اس لیے اب معنی ہوا کہ رہیں گے۔ یا ایہا ہی
رہے گا اَلَّذِيْنَ اِسْم موصول کثروا فعل با فاعل فی حرف جر ظرفیہ مکانیہ کے لیے مِرْيَةٍ
اسم مصدر مزی سے بنا ہے بمعنی شک کرنے میں کمی کو جھٹلانا یا طعنہ دینا یا غلط کہنا۔ عزلی میں
شک کرنے کے لیے چھ لفظ ہیں ۱۔ رِبْیٌ ۲۔ تَرْدٌ ۳۔ شَكٌّ ۴۔ غَلْطٌ ۵۔ وَهْمٌ

۱ مَرَّی اس میں تفصیلی فرق تفسیر عالمانہ میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں حاصل مصدر جامد ہے مجرور ہو کر متعلق اول ہے لَا یَزَالُ کا کَفَرُؤُا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے الَّذِینَ کا موصول صلہ مل کر فاعل ہے لَا یَزَالُ کا رُبُّنِ جارہ ابتداء غایت کے لیے ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل اس کا مرجع صراطِ مستقیم ہے یا منسوخ و حکم آیت میں یہ جار مجرور متعلق دوم ہے لَا یَزَالُ کا ایک قول میں متعلق ہے مَرَّیۃ مصدر کا لَا یَزَالُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے حتیٰ حرف عطف۔ یہ حرف جر بھی ہوتا ہے مگر یہاں عاطفہ ہے کیونکہ حتیٰ جارہ اسم مفرد پر آسکتا ہے چلے پر نہیں آتا۔ حتیٰ عاطفہ ہو یا جارہ پانچ معنی کے لیے مستعمل ہوتا ہے ۱ انتہاء غایت کے لیے۔ یہاں اسی معنی میں ہے ۲ ابتداء کلام کے لیے ۳ تعلیلیہ یعنی تاکہ ۴ الا حرف استثناء کے معنی میں یعنی مگر ۵ حتیٰ عاطفہ بمعنی واو عاطفہ ثانی باب ضَرْبِ کافعل مضارع مثبت معروف واحد مؤنث غائب بحالت فتح ہے کیونکہ حتیٰ میں اَنْ نامیہ پوشیدہ مانا گیا ہے مُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اِنْسَاعُ اسم معرفت باللام بمعنی قیامت فاعل ہے ثانی کا اُنّی سے مشتق ہے بمعنی اَنَا بَعَثْتُ اِسْم حاصل مصدر جامد بمعنی اچانک۔ ایک دم آنا یہ حال ہے اِنْسَاعُ کا یہ ذوالحال حال مل کر فاعل ہے ثانی سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ او عاطفہ یاتی باب ضَرْبِ کافعل مضارع مثبت معروف اُنّی سے مشتق ہے بمعنی اَنَا مُمْ اس کا مفعول بہ۔ یہ دونوں ضمیریں رَا تَا تَیْهَمُّ مَاتَا تَیْهَمُّ منصوب متصل ہیں ظرف مکانی ہیں یا مفعول فیہ یا مفعول بہ ترجمہ ہے رَا ان کے پاس ۲ ان میں رَا ان کو پہنچے عذاب اسم مفرد جامد یا صفت مشبہہ مبالغہ برون فعل عَذَبْتُ سے مشتق ہے بمعنی سزا مراد ہے اللہ تعالیٰ کی سزا دہوی یا قبر کی یا حشر کی یا دوزخ کی مصاف ہے یوم اسم مفرد نکرہ مضموم مراد ہے زمانہ یا مخصوص وقت یا دن ہی مراد ہے موصوف ہے عَقِیْمٌ اسم صفت مشبہہ برون فیعل عَقِیْمٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے جڑ کٹا درخت اصطلاح بانجھ مرد اور بانجھ عورت کو عقیم کہا جاتا ہے مذکر مؤنث کے لیے مستعمل ہے ایک قول میں مؤنث کے لیے عَقِیْمٌ ہے۔ اصطلاح میں ہر اس چیز کو عقیم کہا جاتا ہے جو بے فائدہ ہو نہ خود دے نہ کسی سے فائدہ بنے دے چونکہ قیامت کا دن کسی کو بھی نسلی اصلی ایمانی دینی دنیوی فائدہ نہ خود دے گا

نہ اس دن ایمان لانے سے کسی کو فائدہ لینے دے گا اس لیے اس کو یوم عقیقہ کہا گیا ہے یہ صفت ہے یوم۔ یہ مرکب توصیفی مضاف ہے عذاب کا یہ مرکب اضافی فاعل ہے باقی کا سب مل کر جملہ ہو کر معطوف تاتی کے جملے پر وہ دونوں عطف معطوف ہیں لَا یَزَالُ کے جملے پر سب عطف مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا اَللّٰکُ۔ الف لام استغراقی بمعنی تمام ملک اسم مفرد چامد معرف باللام مراد ہے تمام علاقہ تمام کائنات۔ علاقہ یا دشا بہت حکومت یومینہ مرکب اضافی ظرف زمانی لِلّٰہ جابر مجرور متعلق ہے حاصل یا گائین یا ثابت پوشیدہ اسم فاعل کا۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل ظرف مقدم اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ اَللّٰکُ مبتدائی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ یَحْکُمُ بَاب نصر کا فعل مضارع مستقبل مثبت معروف واحد مذکر غائب اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے وہ ہی فاعل ہے یمیم مرکب اضافی ظرف مکانی ہے یَحْکُمُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَ حَرْف تعقیب زائدہ ہے ر تعقیب کے لیے نہیں ہے، یہاں اس کا مابعد جملہ بیان ہے یَحْکُمُ کَالَّذِیْنَ اسم موصول اَمْتُوا بَاب افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب یہ فعل با فاعل جملہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَاَوْعَاطِفَ عَلِمُوا بَاب سَمِعَ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ اَصْلَحَتْ اسم جمع مؤنث سالم بحالت فتح ہے کیونکہ مفعول بہ ہے عَلِمُوا کافی حرف جر ظرفہ مکانی کے لیے جَنَّتْ اسم جمع مؤنث سالم بحالت کسر خیال رہے کہ جمع مؤنث کا اعراب بحالت رفع تاہن تانیث آخر کی مرفوع ہوتی ہے اور بحالت فتح و کسر (زبر زیر) مجرور ہوتی ہے، اس کا واحد جَنَّتْ ہے یہ مؤنث ہی ہے اس کا مذکر نہیں ہوتا ترجمہ ہے چھپا ہوا باغ یہ موصوف ہے انیم اسم معرف باللام صفت مشبہ ہے مبالغے کے لیے بروزن فیصل بمعنی بیشمار نعمتوں اور آرام والا یہ صفت ہے ثابت ہوا کہ نکرہ کی صفت معرفہ ہو سکتی ہے یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ فعل یَسْکُنُوْنَ کا وہ سب جملہ فعلیہ خبر ہے مبتدائی اَمْتُوا اور عَلِمُوا کا جملہ معطوف علیہ معطوف ہو کر صلہ ہے الَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر مبتدأ ہوا۔ اور اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالماتہ اَبَہُ فَخِیْتُ کَہُ قُلُوْا بِہُمْ وَاِنَّ اللّٰہَ لَہَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
 دلی صراط مستقیم۔ اور دنیا کے ہر مکان میں، حیاتِ نبوی کے ہر زمان میں یہ شور و

کی سمجھ میں ان کے دل اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور ایمان پختہ عقیدہ پاکیزہ و مضبوط ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ کی ہدایت میں قسم کہ ہے علم کا مضبوط و کثیر ہونا مسلمان کا بے خوف اور بے طمع ہونا مسلمان راستہ احکام صاف و فراخ ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جن کی وجہ سے بندہ خود بھی شیطنت سے بچا رہتا ہے اور تمام اہل سعادت کو بھی بچا لیتا ہے اور بارگاہ قدس تک لے جاتا ہے اور طالب منزل کو مقصود و مطلوب تک پہنچا دیتا ہے۔ اس ہدایت الہیہ کو پاتے کے لیے بندے میں تین چیزیں ہونا ضروری ہیں۔ ایمان کامل۔ نگاہ بلند عمل پیہم۔ یہ نعمتیں ملتی ہیں احترام نبوت سے اور احترام نبوت نصیب ہوتا ہے احترام ولایت سے اگر یہ نعمتیں نہ ہوں تو ہدایت ربانی کا انعام نہیں ملتا اور انسان کفر شرک گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرتا ہے ایسوں کو سچائی پر کبھی یقین نہیں آتا یہی وہ فضلاء انسانیت ظلماء بشریت ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مغرور۔ ایمان سے مغرور رہتے ہیں ایسا بندہ کبھی کسی صداقت کے نور کو نہیں مانتا خود محروم ہوتا ہے اسی لیے دوسروں کو بھی محروم رکھنا چاہتا ہے یہی وہ انسان ہیں جو مثل شیطین شک کے دلدل میں گرتے چلے جاتے ہیں کیونکہ وہ انزل کے کافر ہیں۔ وَلَا يَنَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِزَانِ مِثْقَلِ حَبِّ خَبثٍ وَلَا يَنَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِزَانِ مِثْقَلِ حَبِّ خَبثٍ وَلَا يَنَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِزَانِ مِثْقَلِ حَبِّ خَبثٍ۔ اور کبھی نہ تراٹل ہوں گے نہ ٹھیں نہ نکلیں وہ لوگ جو کافر ہوئے اسی شک میں سے جو ان کو اسلام کی حقانیت قرآن مجید کی صداقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں پڑا ہوا ہے اگرچہ ہزار بار دین اسلام کی تو میں قرآن حکیم کی قدرت میں اور نبی پاک کے حیران کن معجزے اپنی نظروں مشاہدوں تجربوں سے دیکھتے رہیں نوعیت میں شک شخصیت میں شک نبوت کی حقانیت میں شک اور یہ شک اس وقت تک رہے گا یہاں تک کہ افراد کو ساعت موت آجائے اور اجتماع کو قیامت کا عذاب آجائے یعنی ہر کافر اپنی موت تک شک میں مبتلا رہے گا اور موت آنے پر تمام قوتوں طاقتوں اور ہر قسم کی ہمارے کے ساتھ ساتھ شک کی بیماری بھی ختم ہو جائے گی یہ ان کی افرادی کیفیت ہے لیکن اجتماعی طور پر تمام کفار میدان محشر میں اسلام کی آن قرآن کی جان اور محبوب کی شان دیکھ کر ہی یقین حقانیت کریں گے تب ان کا شک مٹے گا مگر وہ دن ہر طرح ان کفار کے لیے عظیم ہو گا یا کچھ ایسا کہ ہر چیز اصل نسل جدا منحوس ایسا کہ لَا خَيْرَ فِيهِ اس دن کفار

کے لیے کوئی بھلائی نہ ہوگی۔ اُس دن کے بعد رات نہ ہوگی نہ آرام کا وقفہ عظیم ایسا کہ ایک ساعت پر ٹھہرا رہے گا پتی دوپہر چلتی دھوپ تڑپاتی گرمی، اُس دن میں نہ سحر کی تازگی نہ صبح کی ٹھنڈک نہ پچھلے پہر کی نرمی نہ شام کا سکون نہ رات کا آرام۔ عظیم کا اصل معنی وہ بانچھ عورت ہے جو پیدائشی ناقابلِ اولاد ہو کیونکہ وہ ساری عمر ایک ہی حالت پر رہتی ہے اُس کے عورت ہونے کے مقصد میں کوئی بھلائی اور فائدہ نہیں ہوتا نہ جنم دینے کی قوت نہ اولاد کی دولت نہ مانتا کی محبت نہ مانتا، قیامت کا دن کفار کے لیے ہر طرحِ شل بانچھ عورت ہے فائدہ بلکہ منحوس ہوگا اسی لیے یومِ قیامت کو کفار کے لیے یومِ عظیم فرمایا گیا کہ نہ اُس دن اُن کو خیر ملے نہ کسی طرف سے پیار ملے عذاب ہی عذاب ہوگا۔ خیال رہے کہ ہماری اردو زبان میں بے یقینی کے لیے صرف ایک لفظ شک استعمال ہے مگر عربی زبان میں بے یقینی کے لیے آٹھ الفاظ استعمال ہیں ۱۔ شک ۲۔ تردد ۳۔ ریب ۴۔ ظن ۵۔ تذبذب ۶۔ وحم ۷۔ وسوسہ ۸۔ مِرْیَۃ ان میں فرق اس طرح ہے کہ شک گویا بے یقینی کا درخت ہے اتر دُر اُس کا تنہ اریب اس کی شاخیں اتر دُر اُس کے شکوفے تذبذب اس کا پھل۔ وہم اُس کے پتے وسوسہ اُس کے کانٹے مِرْیَۃ اُس کی جڑ۔ جس طرح درخت کا اریب ظاہری حصہ کبھی خزاں سے ختم کبھی کانٹ چھانٹ سے کبھی ہواؤں سے کبھی مری نضاؤں سے لیکن درخت کی جڑ تا عمر شجر قائم رہتی ہے اُس کو نہ خزاؤں کا اثر نہ نضاؤں کی فکر نہ ہواؤں کا ڈرنہ کانٹ چھانٹ کا خطرہ اسی طرح کفر کا مِرْیَۃ، لَا یَزَالُ تَاعِمِرُ کافر کبھی ختم نہیں ہوگا۔ یہ شک شل جڑ کفار کی تہوں میں دھنسا ہوا ہے۔ اس لیے کفار کے اس شک کو مِرْیَۃ فرمایا گیا ایسے کفار کو نہ کسی نصیحت کا اثر نہ کسی مصیبت کی فکر۔ آج دنیا میں خست و بدست ہیں مگر قبر میں تڑپینگے حشر میں روئیں گے مگر اُس رنٹ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اَلْعِبَادُ ذِیَاللّٰہِ تَعَالٰی۔ آج دنیا میں تو کہیں کفر کی طانت کہیں ان کا ظلم کہیں جبر کہیں ملکیت کہیں حکومت کہیں ان کا قانون کہیں نور کہیں بھوٹ کہیں تخریب کہیں تحریک کہیں تبتال کہیں فساد کہیں زور دکھائیں کہیں شور مچائیں کہیں ان کا ظلم طاری کہیں حکم جاری مگر قیامت کی ساعت میں اُن کا یہ سب کچھ فنا نہ کرنے فرم نہ بڑائی نہ چڑھائی کیونکہ اَلْمَلٰئِکَةُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہِ۔ یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ قَالِذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ حَیٰۃِہِمْ اَلنَّحِیْمُ۔ اُس دن جب کہ پوری زمین دنیا پر قیامت قائم ہوگی اور تمام مخلوق انسانیت کا حشر بھی ہوگا نشر بھی۔ اور حیات دیوی

کے حکاؤں اور اعداء، اُسرا غریبا سب حیاتِ ثانیہ ابدیہ سے زندہ ہو کر ایک میدانِ محشر میں جمع ہوں گے تب پوری کائنات ارض و سما میں ظاہری بھی باطنی بھی کئی بھی جزئی بھی فقط اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہوگی اور اُسی کا سب ملک ہوگا نہ کسی کی ملکیت نہ سلطنت نہ عارضی نہ جزئی نہ ظاہری اُس دن ہی فیصلہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اُن تمام انسانوں کے درمیان جو آج اس حیاتِ دنیوی میں ظالم ہیں یا مظلوم، جابر ہیں یا مجبور، حاکم ہیں یا محکوم، عادل ہیں یا مکرش، تندرست ہیں یا معذور، عامل ہیں یا مسمول، سالم ہیں یا ناقص، عاقل ہیں یا بے عقل، بالغ یا نابالغ، مسلم یا کافر، مشرک یا مؤخذ عاجز ہو یا مغرور، نیک یا بد بنے پھر رہے ہیں ایہ فیصلہ خفی و باطل اُس دن اس لیے ہوگا کہ دنیا صرف دارِ اُسل ہے۔ اسے انسانو یہاں ہر انسان کو ہلت یا دھبیل کی مدتِ حیات ہے کھٹی چھٹی کی چھوڑ ہے جو چاہا ہو کر تے پھر وہ جنت، کماؤ یا جہنم بناؤ مومن متقی بنو یا فاسق و کافر لیکن یہ بات سب لوگ ذہن نشین کر لیں کہ وہ لوگ جو اس دنیوی زندگی میں مرنے تک پچھے پکے مومن بنے رہے۔ اور شریعت کے عامل اور دینی کے مطیع، نبوت کے متبع، اعمالِ صالح کے متقی تا عمر بنے رہے تو وہ آخرت کی ابدی زندگی محض اپنے خالق مالک رازق رحیم کریم رب تعالیٰ کے فضل و کرم، محبت و مہربانی سے نعمتوں والی جنت میں گزاریں گے محققین فرماتے ہیں کہ اَللُّهُکُمْ اِلٰہٌ اَلْفِ لَامِ استغفر اللہ ہے اور سنی یہ ہے کہ آج دنیا میں بھی اگرچہ ساری کائنات رب تعالیٰ کا ہی ملک و ملک ہے لیکن اُس دن ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اس شان کی ہوگی کہ حیاتِ دنیوی میں تو زمین کے کچھ حصوں پر کچھ انسانوں کی عارضی و جزئی ملکیت سلطنت حکومت قائم بھی ہے جس پر کچھ دنوں اُن کی من مرضی کا بھی یا غلط حکم و قانون پلتا بھی ہے مگر بومہذہ اُس قیامت کے دن میں یہ عارضی جزئی و تنقہ ملکیت و حکومت بھی کسی کی کچھ بھی نہ ہوگی۔ حقیقی شرکت تو آج بھی کسی کی نہیں ہے لیکن ظاہریت سے معمولی مجازی شرکت کا دھوکا لگتا ہے مگر اُس دن یہ مجازی دھوکہ بھی نہ ہوگا اُس وقت تو صرف۔ **لِلّٰہِ الْوَحْدِیۃُ ۝ لَقَدْ تَارَکِی شَانَکَ اَجَلُہٗ اَشْکَارٌ ۝ ہُوَکَ ۝ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ ۝ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۝ الْعَظِیْمِ ۝ وَ بِحَمْدِہٖ ۝ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔**

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال آئے اللہ تعالیٰ بین بین قول ہیں بعض نے کہا ہضمیر کا مرجع قِیَسَمُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی ۝ الشَّیْطٰنُ ۝ ہے یعنی شیطانِ الہی کا منسوخ و ملیا بیٹ، فرمانا خفی ہے بعض نے کہا۔ اس کا مرجع قرآن مجید کی آیت ہیں یعنی سب

قرآن مجید حق ہے ۲۔ بعض نے کہا اس کا مرجع اتفاق کی قوت ڈھیل کی مدت اور دوسرے ڈالنے کی طاقت بخشنا شیطان کو لمبی عمر میں عطا فرمانا ہے یعنی یہ سب کچھ رب تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ہے اس لیے بے شک یہ سب حق ہے۔ میرے نزدیک تینوں قول درست ہیں کیونکہ ساری کائنات رب تعالیٰ کی ملک ہے اور اسی کا ملک ہے جیسے چاہے تصرف فرمائے وہ سب حق ہی حق ہے۔ کُنَادِ کی قرئت میں تین قول ۱۔ یہ کُنَادِ ہے اسم فاعل بِلَا تَنْوینِ اَلَّذِینَ سے جڑا ہوا ۲۔ لَحَادِ اَلَّذِینَ ہے تنوین سے اَلَّذِینَ سے جدا ۳۔ ایک قرئت میں کُنَادِ ٹی ہے ی کے ساتھ مگر پہلی قرئت مشہور و مکتوب ہے۔ فِیْ مُرْیَۃٍ مِّنْہُ کی ۴ کے مرجع میں تین قول ۱۔ اس کا مرجع قرآن مجید ہے یعنی کفار قرآن مجید کے کلام الہی ہونے میں تا عمر اور تا قیامت شک کرتے ہی رہیں گے ۲۔ اس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے یعنی کفار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شک کرتے رہیں گے ۳۔ بعض نے کہا اس کا مرجع سورۃ نجم کا یہ واقعہ تِلْكَ اَنْعَرَاتِیْ ہے یعنی تا قیامت کفار اس واقعے میں شک کرتے رہیں گے کہ یہ انقاء شیطان کیوں اور کیسے تھا، مگر یہ قول قطعاً غلط ہے کیونکہ یہ شک کفار کو نہیں بلکہ چند منسخرین کو ہے کہ ایک گمراہ شخص نے بنا دیا دوسرے اندھے بن کر پیچھے چل پڑے آج کے کنار کو تو پتہ ہی نہیں جب کہ آیت میں تا قیامت شک ہونے کا ذکر ہے لہذا پہلے دو قول درست ہیں۔ اَلْسَاعَةُ بُخَّةٌ میں دو قول ہیں ۱۔ بعض نے کہا اَلْسَاعَةُ سے مراد وقت موت ہے ۲۔ بعض نے کہا اس سے علامات قیامت مراد ہیں دونوں قول درست ہیں کیونکہ پہلے قول میں انفرادی حیثیت مراد ہے۔ یعنی جو کافر مرتا ہے۔ اس کی مُرْیَۃ ختم ہو جاتی ہے اس لیے کہ جب موت سے عقل قول فکر سمجھ ختم تو مُرْیَۃ بھی ختم، دوسرے قول میں اجتماعی حیثیت مراد ہے۔ یعنی تا قیامت کافر ہوتے رہیں گے اور قرآن اسلام، نبوت میں شک کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کی علامات کبریٰ ظاہر ہوں تب کفر بلکہ نسل انسانیت کا ہی سلسلہ بند لہذا اُس وقت مُرْیَۃ کافر ختم ہو گا یوم عقیقہ میں دو قول ۱۔ بعض نے کہا کہ یوم بدر کو یوم عقیقہ فرمایا گیا ہے چار وجہ سے یا اُنس بے عقیقہ کا معنی ہے ہانچ اور بے اولاد عورت، تو یوم بدر میں بت کفار مر گئے ان کی مائیں بے اولاد رہ گئیں یا اُنس بے عقیقہ کا معنی ہے لاجبیریت نہ ہو، اسی معنی میں خزاں کی خشکی لانے والی ہوا کو اہل عرب ریح عقیقہ کہتے ہیں۔ یوم بدر میں بھی کفار کے لیے کوئی بھلائی یا خیریت نہ تھی لہذا یوم بدر بھی کفار

کے لیے یوم عقیقہ ہی تھا یا اس لیے کہ عقیقہ کا معنی ہے بوجھل دشوار اس معنی سے یوم بدر کفار کے لیے بہت ہی عقیقہ تھا اس دن ایک عظیم کام یہ ہوا تھا کہ فرشتوں نے قتال کفار میں حصہ لیا اس بنا پر یوم عقیقہ فرمایا گیا کہ یہ دن کفار پر بہت دشوار اور بوجھل تھا مگر یہ قول اس لیے غلط ہے کہ آیت میں مِزِیۃ کو یوم عقیقہ تک دلاز فرمایا گیا جس کے بعد مِزِیۃ ختم ہو جائے گی حالانکہ یوم بدر کے بعد بھی کفار کو مِزِیۃ موجود رہا۔ اور اب تک کفار زمانہ کو ہے بعض نے کہا کہ یوم عقیقہ سے مراد قیامت کی آخری ساعتیں ہیں یہی قول درست ہے وہ دن ہر طرح بانجھ ہے اس میں کفار کے لیے کوئی بھلائی نہیں، وہ دن پچاس ہزار سال تک مسلسل ایک طرح رہے گا نہ رات نہ کوئی تبدیلی شل بانجھ عورت جو تا عمر ایک جیسی بے اولا درہتی ہے اور اس دن ہر حاملہ اپنا حمل پھینک کر عقیقہ اور بانجھ ہو جائے گی پھر کبھی کسی کو دینیوی حمل نہ ہوگا۔ اِنَّہ اور بہ اور کہ تینوں ضمیروں کے مرجع میں دو قول ہیں بعض نے لکھا ہے کہ ان تینوں کا مرجع قرآن مجید ہے بعض کے نزدیک تینوں کا مرجع متفرق ہے۔ یعنی اِنَّہ کا مرجع ابلیس کو ٹھیل اور لمبی عمر و سوسانے کی طاقت دینا بہ کا مرجع اللہ تعالیٰ کہ کا مرجع قرآن مجید۔ لَهَا دِ الْذِیْنَ اٰمَنُوْا میں ایمان والوں سے مراد میں دو قول بعض نے کہا اس سے مراد مسلمان ہیں بعض نے کہا اس سے مراد ہر امت کے ایمان والے ہیں یہی قول درست ہے۔

فائدے | ان آیت مقدسہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ دنیا میں جہالت اور ہر قسم کا فسق بھی جہالت ہے۔ جہالت ظلمہ ہے اور علم روشنی ہے یہ فائدہ یہاں وَ لِيُحْكَمَ الْذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ کی تخصیص اور اگلی آیت وَ لَا يَزَالُ الْذِیْنَ كَفَرُوْا کے عموم سے حاصل ہوا۔ اس طرح کہ یہاں وَ لِيُحْكَمَ الْذِیْنَ اٰمَنُوْا نہ فرمایا گیا ایمان والوں میں سے صرف علم والوں کی تخصیص فرما کر لِيُحْكَمَ اللّٰهُ اِنَّہ الْحَقُّ کی شان بیان فرمائی ظاہر ہوا کہ سب اہل ایمان علم والے نہیں ہیں اور اگلی آیت میں کفار کی تخصیص یا چھانٹ نہ فرمائی گئی بلکہ مطلقاً ہر قسم کے کافر کی یہ کیفیت بیان فرمائی گئی کہ ہر کافر ہر وقت تاقیامت جب بھی کبھی پیدا ہوگا وہ تا عمر جہالت کی وجہ سے شک میں مبتلا رہے گا۔ اس لیے کہ کفر کی وجہ سے جہالت اور جہالت کی وجہ سے شک گویا کفر شجر خبیث ہے جہالت اس کی شاخیں اور شک اس کا پھل، یہی حال فسق کا ہے کہ فسق کا وجہ سے جہالت بڑھتی ہے اگرچہ کفر کی

جہالت زیادہ گہری اور سخت ہے اس کا پھل شک ہے۔ دوسرا قائدہ علم دقہم کے ہیں۔ ایک علم کسی دوزم عطائی دونوں میں فرق یہ ہے کہ علم کسی کبھی مفید کبھی نقصان دہ کبھی حجاب اکبر کبھی خیار اکبر اور کبھی دنیا میں پھنسائے کبھی دین میں لے جائے۔ مگر علم عطائی ہمیشہ مفید ہی مفید ہوتا ہے یہ فائدہ اُوْتُوْا لِحُكْمٍ فرمانے سے حاصل ہوا یعنی وہ لوگ جن کو رب تعالیٰ کی طرف سے علم عطا فرمایا گیا نہ کہ درس و تدریس محنت و مشقت مطالعہ کتب شاگردی اُستادی سے حاصل، شخص عطا و الہی سے پایا اسی علم عطائی کا دوسرا نام روشن ضمیری ہے۔ یہی علم وراثت نبوت ہے۔ علم کسی پڑھ کر انسان کبھی گمراہ بھی ہو جاتا ہے۔ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا میں اسی علم کسی کی طرف اشارہ اسی علم کسی کو صوبیانے فرمایا اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَکْبَرُ دُنْیَا میں فرقے بازی اسی علم کسی سے پھیلی۔ ہاں البتہ اگر بندہ فسق و فجور سے بچے اور اصل نسل کا پاکیزہ ہو تو علم کسی خوش قسمتی سے ذریعہ بن جاتا ہے علم عطائی کا عام انسانوں کو دنیا میں دونوں قسم کے علم حاصل ہو سکتے ہیں مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام دینی دنیوی علوم صرف عطائی ہوتے ہیں۔ انہیں کسی کسی علم کی ضرورت ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو خود آسمانی و زمینی مخلوق کو علم تقسیم فرماتے ہیں تیسرا قائدہ شیطانی حرکتیں اگرچہ ہمیشہ بری اور نقصان دہ ہی ہوتی ہیں لیکن اگر رب تعالیٰ کا بندے مومن پر کم ہو تو شیطانی حرکتیں بھی اُس کے ایمان کی قوت کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ دیکھو شیطان ہر آیت کے نزول پر کفار کو طرح طرح سے ورغلانا و موساتانا اور قسم قسم کے اعتراضات سمجھانا شبہات میں ڈالتا تھا اور آج تک بلکہ قیامت تک کفار اور گمراہوں کے ساتھ یہی کرتا رہے گا۔ مگر شیطان کی یہی حرکتیں ایمان والوں کے ایمان کو مزید مضبوط کر دیتی تھیں اور کرتی رہیں گی کیونکہ اُن کو اپنے علم عطائی روشن ضمیری اور خدا واد فرست و بصیرت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ شبہات اور دوسرے ابلیس کی طرف سے ہیں اور یہ کہ ابلیس پہلے بھی سابقہ انبیاء علیہم السلام کے زمانوں میں بھی ایسا کرتا رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا اُس سے بچنا ہی بچا رہنا ہی مومن متقی کا کردار و کارنامہ ہے یہ فائدہ اَنَّهُ لَحَقُّ مَنْ نَبَذَ اور فِیْؤُمُنُوْا بِہٖ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن | ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ کافرین اور فاسقین اگرچہ دونوں ہی جہالت میں ہیں مگر فرق یہ ہے کہ فاسق انسان دلائل ایمان مان لیتا ہے اور مان کر فسق سے نکل کر سچا مومن بن جاتا ہے لیکن کافر اباحت ظلمت جہالت میں پھنسا ہوتا ہے کہ آخر عمر تک جہالت کے اندھیروں سے نہیں نکل پاتا اور مرتے

دم تک شک میں پڑا رہتا ہے۔ تا قیامت ہر قسم کے کافر کا یہی حال رہے گا۔ کوئی دلیل کوئی مسئلہ کوئی مسلک کوئی آیت کوئی حدیث کوئی مشاہدہ کوئی تجربہ تاریخ اس کے کفر پر شک کو نہیں توڑ سکتا یہی تجرباتی مشاہدہ ہے یہ مسئلہ لَا يَذَّالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي صُدُوبِهِمْ مِنْهُ (۱) سے مستنبط ہوا، فاسق کی جہالت کا اندھیرا دن کے ہلکے بادل کی طرح ہے اور کافر کی جہالت کا اندھیرا اندھیری سماں رات کے گھٹا ٹوپ، کالے بادل کی عورت ہے دوسرا مسئلہ: قانون شریعت کے مطابق بارگاہ کبریائی میں دو چیزیں ناقبول ہیں۔ موت کے وقت کی توبہ کفر و فسق اور عذاب قیامت تک کراہان لانا یہ دونوں چیزیں مردود و ناقبول ہیں۔ یہ مسئلہ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ (۲) اور اَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيبٍ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا یہی حال توبہ و فسق کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان دونوں وقتوں میں توبہ کفر اور ایمان کفار باطل ناقبول، اور توبہ و فسق دونوں وقت یعنی بوقت موت اور بروز قیامت کی نا پسندیدہ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ حَتَّى کے لفظ نے بتایا کہ موت کے وقت بعض کفار اور اکثر نسائی توبہ کرتے ہیں جیسے مرتے وقت کی فرعون کی توبہ اور روز قیامت اکثر کفار کا ایمان لانا کفر کی یہ ضد بازی اور کفار کا دین حق قبول کرنے سے غرور و نفور صرف دنیوی زندگی کی خرمستیوں تک ہی رہتی ہے۔ لہذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اسی اہلہائی زندگی اور ایام شباب اور بہار جوانی میں ہی سختی لپی اور مضبوط دائری توبہ کر لیں ایسی ہی توبہ بارگاہِ کریم جل مجدہ میں پسندیدہ اور محبوب و مقبول ہے کیونکہ در جوانی توبہ کردن حکم پیغمبر ہدایت بہ وقت پیری گرگِ ظالم می شور پر ہیزگار۔ اس شعر میں یہ تبدیلی ہم نے کی ہے مشہور اس طرح ہے۔ در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبر است یہاں شیوہ پیغمبری کہنا گستاخی نوت ہے شیوہ کا معنی ہے طریقہ یعنی جوانی میں توبہ کرنا انبیاء کا طریقہ۔ یہ کہنا اس لیے گستاخی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو توبہ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی انبیاء کرام علیہم السلام اپنے لیے استغفار کی دعا عرض کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی استغفار کا معنی بھی رحمت کی چادر میں چھپانا ہے توبہ گناہ سے ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام گناہ خطا لغزش سے معصوم ہوتے ہیں جیسے ملائکہ باکہ ان سے بھی اعلیٰ معصوم کا معنی ہے گناہ و خطا کا محال ہونا۔ بہر کیف یہ شعر کسی جاہل نے بے سوچے سمجھے بنا دیا۔ پیغمبر مسئلہ جنت اور جنت کے درجوں جنت کی نعمتوں کا حصول تین طرح سے ہے۔ مومن بننے سے جنت و متقی بننے سے جنت کے درجہ ۱ اور

اعمالِ صالحہ سے جنت کی نعمتیں اگر اعمالِ صالحہ نہ ہوں تو اللہ رسول سے عشق کی حد تک محبت سے اُخروی نعمتیں اور محبت و ادب سے ہی شفاعت ملتی ہے اس حصول کو حصولِ کبھی کہلاتا ہے۔ حصولِ جنت کا دوسرا ذریعہ حصولِ عطائی ہے۔ اس میں نہ ظاہری ایمان شرط ہے نہ اعمالِ صالحہ کی ضرورت جیسے نابالغی میں فوت شدہ بچے اور پیدائشی وہ مجنون یا مجذوب دیوانے جو اسی حالت میں فوت ہو جائیں ان کو جنت کا ملنا کہ نہ اُن کے پاس ظاہری ایمان نہ اعمالِ صالحہ ایسے مَرُوعُ الْعِلْمِ انسانوں کو اُس ایمانِ نظری باطنی روحانی کی بنا پر جنت اور وہاں کی نعمتیں ملیں گی جو ایمانِ عالمِ ارواح میں قَالُوا بَلٰی سے ملتا تھا، مگر دنیا میں عقل کے ساتھ آنے والوں کے لیے عقلِ فکرِ علم والا قلبی تصدیق اور زبانِ اقرار والا ایمان معتبر ہوتا ہے اسی کو ایمانِ ظاہری کہتے ہیں غرض کہ حصولِ جنت کے لیے دو قسم کا ایمان ہے اہل عقل کے لیے ایمانِ ظاہری قلبی اور بے عقلوں کے لیے ایمانِ باطنی روحانی معتبر نابالغ بچوں مجنون و مجذوب شخصوں کے پاس نہ عقلی فکر نہ قلبی علم اس لیے اُن کا ایمان فطری ہی ذریعہ نجات کے لیے کافی ہے کیونکہ ان بچوں، دیوانوں، مجذوبوں، مجنونوں کے پاس کفر و فسق بھی نہیں ہوتا جو مانعِ جنت یا مستحقِ جہنم ہو یہ مسئلہ، یُحْکَمُ بَيْنَهُمْ اَوْ قَالُوا لَا بَلٰی اَمْشَوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (الحز) فرماتے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ بَيْنَهُمْ کی مُضمیر میں تمام انسان شامل ہیں یعنی بروزِ قیامت تمام انسانوں کے درمیان رب تعالیٰ فیصلہ فرما دے گا اور انسان دس قسم کے ہیں را عاقل را بالغ را نابالغ را مجنون را مجذوب را مومن را منافق را کافر را سائر را مخدوش۔ ان سب کا ہی فیصلہ قیامت میں ہوگا کسی کو عطائی جنت کسی کو جنت، مگر جہنم صرف کسی ہوتی ہے وہ عطائی نہ ہوگی۔ جنت عمل سے ایمان کے طفیل سے شفاعت سے کرم سے عطا سے۔ لیکن جہنم صرف کسب سے نہ بے میں نہ طفیل میں۔ احادیثِ مقدس میں نابالغ اور مجنون و مجذوب کے متعلق یہی ارشادِ اقدس ہے جو یہاں اوپر بیان ہوا۔ اس طرح جنت کے حصول کی یہ پانچ قسمیں بھی احادیثِ مقدسہ سے ثابت ہیں۔ امامِ اعظم نے فرمایا کہ کفار کے نابالغی میں فوت شدہ بچے بھی جنت میں جائیں گے بَيْنَهُمْ میں وہ بھی شامل اور نابالغی میں مسلم کافر سب برابر ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد حنبل اس کے خلاف ہیں مگر ان کا یہ مسلک اس بات کے خلاف ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

اعتراضات و اختلافات کے متعلق یہاں پہلا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا تھا

marfat.com

تَأْتِيَهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً ۖ هُمْ فِيهَا يَتَبَسَّمُونَ ۚ يَأْتِيَهُمْ الْعَذَابُ اَبْ يَوْمٍ عَقِيمٍ ۚ سَاعَتِ
 معنی بھی قیامت ہے اور یوم عقیم کا معنی بھی قیامت تو پھر یہ تکرار کیوں فرمائی گئی۔ جواب
 یہ تکرار نہیں بلکہ وقاحت ہے اس طرح کہ ساعت سے مراد عام اور پورا زمانہ قیامت ہے یعنی
 کفار یا تو قیامت کی علامات کبریٰ دیکھ کر ابتدا میں ہی توبہ کرتے ہوئے اسلام قرآن کی حقانیت
 کا اقرار کر لیں گے۔ اور کہتے لگیں گے کہ نبی کریم حق ہیں ہمارا شک غلط اور بیوقوفی نادانی کی بنا
 پر تھا یا بڑی بھی دیر لگی تو عذاب دیکھ کر تو ختم ہو ہی جائے گا۔ یہ ان لوگوں کا جواب ہے جو
 السَّاعَتِ کا معنی قیامت کرتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے ساعت سے مراد موت کا وقت لیا ہے اور
 یوم عقیم سے اصل قیامت مراد لیا ہے ان پر یہ اعتراض پڑتا ہی نہیں۔ پہلے قول میں ساعت سے
 مراد بڑی بڑی علامات قیامت اور یوم عقیم سے خاص میدانِ محشر میں جمع ہونے کا وقت جب
 کہ قیامت کی گرمی اور انتظارِ شدید کا عذاب محسوس کریں گے اور تپش سے تڑپیں گے
 دوسرا اعتراض۔ نحوی قانون ہے کہ جہاں لفظ یَوْمٌ مُّسْتَدِرٌّ لَآ جاتا ہے وہاں کوئی جملہ پوشیدہ
 ہوتا ہے اور یَوْمٌ مُّسْتَدِرٌّ کی تئوین یعنی آخر کی دوزیریں اُس پوشیدہ جملے کے عوض ہوتی ہے
 یَوْمٌ مُّسْتَدِرٌّ کے بعد جو جملہ پوشیدہ ہوتا ہے علماء نحو اُس کی تمثیل عمومی اس طرح بیان کرتے ہیں
 کہ یَوْمٌ مُّسْتَدِرٌّ اصل میں تھا۔ یَوْمٌ رَاٰ ذَاكَ اَنَّكَ اَسْ كَا تَرْجِمُہٗ ہے۔ وہ دن جب کہ ایسا ہوگا
 تو اب سوال یہ ہے کہ یہاں فرمایا گیا۔ اَلْمَلٰٓئِكُ يَوْمَاصِيْحٰتِ اللّٰہِ تَمَامُ مَلٰٓئِكُ اُس دن اللہ تعالیٰ کا ہوگا
 فرمایا جائے کہ یہاں کونسا جملہ پوشیدہ ہے اور چونکہ ہر پوشیدہ کی کوئی نشانی ہوتی ہے
 جس کو قرینہ کہا جاتا ہے جس سے پوشیدہ چیز کے وجود کا یقین و تعین ہوتا ہے لہذا یہ بھی
 بتایا جائے کہ یہاں اُس پوشیدہ جملے کا قرینہ کیا ہے۔ جواب۔ امام رازی نے اس کا یہ جواب
 دیا ہے کہ نحوی قانون بالکل درست ہے اور یہاں بھی موجود ہے یَوْمٌ مُّسْتَدِرٌّ کے بعد ایک جملہ
 پوشیدہ ہے اصل عبارت اس طرح ہے۔ اَلْمَلٰٓئِكُ يَوْمٌ رَاٰ ذَاكَ تَنْزُوْلُ صُرٰٓتِہُمْ رُحْمًا ۚ یعنی
 مکمل شہنشاہی اُس دن جب کہ ان کفار کا شک زائل ہوگا اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس پوشیدہ
 جملے کا قرینہ اس سے پہلے والی یہ عبارت ہے۔ لَا يَزَالُ الْمُذٰبِقُونَ كُفْرًا وَّ اِنِّیْ صَرِيحٌ
 مِنْہٗ حَتّٰی تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ ۚ تفسیر اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں اس آیت ۵۵
 میں یَحْكُمُ بَيْنَهُمْ کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے اہل ایمان کے منعلق ارشاد ہوا۔ فِی جَنَّتِ
 اَلنَّجِیْمُ ۚ لیکن اگلی آیت ۵۶ میں کفار کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

مُحِیْتُ۔ یہ نفی تفریق کیوں ہے کہ ایمان والوں کے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے نہ صرف فَ اُثْلُکَ ہوئی نہ اُوْلَئِکَ، مگر جزاء کفار کا ذکر کرتے ہوئے فَ جزائیہ بھی ارشاد ہوئی اور اُوْلَئِکَ بھی۔ جواب۔ اَلْفَاظِ کلام کی یہ تفریق یہ بتانے کے لیے ہے کہ مومنوں کو جنت اور جنت کی نعمتیں اور درجے محض رب تعالیٰ کے رحم و کرم اور فضل کی وجہ سے ملے گی نہ کہ اعمالِ صالحہ کے استحقاق سے مگر کفار کو جہنم و عذاب جہنم محض اُن کے کفر کی وجہ سے اور اعمالِ کفریہ کے استحقاق سے ملے گی احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کی وضاحت فرمادی گئی ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ہمارے اعمال خواہ کتنے ہی کثیر ہوں اور بے حد خشوع خضوع خلوص والے ہوں جنت کے مستحق نہیں ہو سکتے تین وجہ سے ایک یہ کہ ہم اگر دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں تو دنیا میں رب تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں بھی پاتے ہیں نیز ہماری نیکیوں میں سہولت و سعادت کی توفیق بھی اسی ربِ کریم کی جانب سے ہے دوم یہ کہ ہمارے اعمال صرف عمر کے چند لمحات ہیں مگر جنت و اشیاءِ جنت ابد تک تو تھوڑی سی چیز اتنی بڑی چیز کی مستحق کیسے ہو سکتی ہے، سوم یہ کہ ہمارے اعمال ہماری سو طرح کی غفلتوں، گستیوں، کمزوریوں، بیماریوں، اُلجھنوں، پریشانیوں اور شیطانی دوسروں کی وجہ سے ناقص ہو جاتے ہیں لیکن جنت و اشیاءِ جنت ہر طرح کامل تو ناقص عمل کامل جنت کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر کفار کو اُن کے تھوڑے اعمال اور تھوڑی عمر کے کفر و شرک کے بدلے میں ابدی جہنم کیوں ملی؟ تو اس کی وجہ یہ کہ اعمالِ کفر و شرک اگرچہ مدت کے اعتبار سے تھوڑے وقت میں ہیں مگر شدتِ ظلمیت و ہلاکتِ ابدی ہیں اتنے زیادہ ہیں اور عظمت میں اتنے شدید ہیں کہ کفر کا رنگ ابدالاً باذنک کبھی نہ اترے اسی کفر و شرک کو سورۃ لقمان کی آیت ۱۳ میں فرمایا گیا۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ اور اہل ایمان کے اعمالِ صالحہ کے لیے فرمایا گیا سورۃ سبأ کی آیت ۴۱ میں وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِی الشُّکُورُ۔ یعنی کفر شرک اور کفر شرک کے اعمال، ظلمِ عظیم ہیں اور ایمان کے اعمال یعنی مومن بندوں کا شکر بہت قلیل ہیں رب تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابل، خیال رہے کہ ہر کفر میں شرک شامل ہے بت پرستی ہو یا یہودیت نصرانیت یا مجوسیت لہذا اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ میں سب کفار شامل اور سب کو ابدی جہنم۔ چوتھا اعتراض یہاں فرمایا گیا جنت النعیم اس سے ثابت ہو رہا ہے ایمان اور اعمالِ صالحہ والوں کو جنت نبیم ملے گی گویا کہ جنت ایمان و اعمال کا بدلہ ہے لیکن کتب احادیث میں تقریباً چھ حدیثیں ہیں جن میں جنت اور جنت نبیم کے جنت ایمان یا اعمال کا بدلہ نہیں بلکہ

محض رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملے گی چنانچہ بخاری شریف نے بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک حدیث پاک اور مسلم شریف نے حضرت جابر سے مسند امام احمد بن حنبل حضرت ابوسعید سے طبرانی میں ایک حدیث مقدسہ امام ابو موسیٰ اشعری سے دوسری حدیث پاک حضرت شریک بن طارق سے تیسری حدیث حضرت اسامہ بن شریک سے روایت فرمائی سب کا مضمون یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل کے بدلے میں جنت میں نہ جائے گا بلکہ رب تعالیٰ محض اپنے فضل و رحم سے ایمان والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا ایسا ہی تمام مفسرین فرماتے ہیں لیکن سورۃ النحل کی آیت ۲۲ میں ارشاد ہے۔ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ یعنی قیامت میں رب تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا کہ اے ایمان والو داخل ہو جاؤ تم جنت میں اُن اعمال صالحہ کے بدلے جو تم دنیا میں کرتے تھے اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ اعمال کے بدلے میں ہی جنت ملے گی اور یہی ایمان و اعمال پاکیزہ استحقاق جنت ہیں۔ لہذا آیت اور احادیث مندرجہ بالا مقدسہ اور اقوال مفسرین میں تقابلاً دہے مطابقت کس طرح ہوگی۔ جواب اس کے دو جواب ہیں۔ تفسیر مظہری نے یہ جواب دیا کہ سورۃ النحل کی آیت بِمَا كُنْتُمْ کی ب، سببہ ہی ہے مفسرین کا قول بھی درست ہے احادیث کے فرمودات بھی برحق ہیں۔ مطابقت اس طرح ہے کہ اصول جنت کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی چیز جنت کا داخلہ یہ محض رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوسری چیز جنت کے درجوں کا ملنا یہ اعمال پر موقوف ہے تیسری چیز جنت کی نعمتیں یہ بدلے کے غلوس پر موقوف ہیں۔ امام حنظل نے فرمایا، حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ پُلُ عراط سے گزرتا عفو اللہ کے طفیل اور جنت میں دخول رحمتہ اللہ کے طفیل اور تقسیم منازل و مدارج جنت اعمال صالحہ کے سبب سے دار کتاب (الزہد) مگر اس جواب میں کچھ کمزوری ہے کیونکہ نحل کی آیت میں مطلقاً دخول جنت کو بِمَا كُنْتُمْ سے منسلک فرمایا گیا ہے۔ میرے نزدیک مضبوط جواب یہ ہے کہ مفسرین کے اقوال بھی درست ہیں کیونکہ احادیث مطہرات کے مطابق ہیں اور بِمَا كُنْتُمْ کا فرمان اقدس بھی درست ہے مگر بِمَا كُنْتُمْ کی ب، سببہ نہیں بلکہ انعامیہ ہے یعنی اعمال سبب استحقاق نہیں بلکہ سبب انعام ہیں اور اُس آیت اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کا معنی یہ ہے کہ راضل ہو جاؤ جنت میں اُن اعمال و ایمان کے انعام میں جو تم نے کئے احادیث کے بیان کا مقصد بھی یہ ہے کہ اے ایمان والو جنت کا ملنا ایمان یا اعمال کی اجرت نہیں بلکہ انعام ہے انعام میں شان ہوتی ہے اجرت میں کوئی شان نہیں۔ صبح سے شام تک مزدور کام کرتا ہے شام کو مالک سے مزدوری

کی اُجرت لے لیتا ہے مگر نہ کوئی شان نہ اعلان۔ لیکن ایک آدمی کوئی کارنامہ کرتا ہے اُس کو انعام ملتا ہے تو ملک بھر میں اعلانات ہوتے ہیں تیغے سجائے جاتے ہیں شاہیں بیان کی جاتی ہیں تو یہاں اس آیت میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے بندو تمہارے ایمان و اعمال سے رب تعالیٰ کی خوشنودی اور خوشنودی سے رب تعالیٰ کا فضل و کرم اور فضل و کرم سے جنتِ نعیم کا انعام اور وہاں اُس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اعمال کا انعام دخولِ جنت ہے۔ قرآن مجید کی تقریباً تہتر آیت میں اُجرِ آخرت کا ذکر ہے وہاں اُجر یعنی ثواب ہے نہ کہ اُجرت، اُجرت و اُجری فرق یہ ہے کہ اُجرت استحقاق سے ملتی ہے اور اُجرِ استحقاق سے ملتا ہے۔

وَيَعْلَمُ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُونَ
تفسیر صوفیانہ | بِه فَتُحْيَتْ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الثَّوِينَ أَمْنًا

اِلی ص ۱۷ مُسْتَقِیْمَ یَقِیْنِ معرفت والے اہل مراقبہ و صاحب مکاشفہ کے لیے منزلِ حقیقت مقامِ طریقت کے علم سے معلومات فراہم کرنے کے لیے عالمِ بدنی میں قدرت و حکمت کی جانب سے بے شمار شبہات کے اتار و سمیات کے چڑھاؤ، تنزل کے الجھاؤ، تفکر کے غفلت اس لیے آتے رہتے ہیں تاکہ یہ اُلجھنیں فتنہ بن جائیں جہالت کی کمزوری والوں کے لیے اور آزمائش بن جائیں قساوت کی ہلاکت والوں کے لیے، اور بشارت بن جائیں علم کی قوت والوں کے لیے اور جان لیں یہ اہل علم، نظرِ بصارت و فکرِ بصیرت سے کہ بے شک اتقاءِ شیطانی کی جہلتِ طغیانی میں اسرارِ غلوت کی حکمت اور اظہارِ غلوت کی قدرت الہی ہے۔ پس وہ ایمان لائیں عقل و لسان کے کمال سے اور سمجھ رکھیں کہ عالمِ جبر و قدر و تاسوت و لاهوت میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب صنائعِ عالم کے فیصلہ ازلیہ قدیمیہ کا نفاذ ہے اور اُس ایمان کئی عرفانِ جُزئی سے نورِ سکینہ حاصل ہو جس سے اُن کے قلوبِ مرحومہ عجز و انکسار میں مطمئن ہو جائیں اور قوتِ علم کُدُنیت کی شعاعوں سے وہ خوش نصیب لوگ اتقاءِ شیطانی و اسرارِ روحانی کے درمیان فرق کر سکیں اور جان لیں کہ بے شک ہر آن ہر مکان میں اللہ تعالیٰ ہی حق استقامت کے راستے کی ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ اس فکرِ امتیاز اور ریاضتِ تمیزِ قابلیتِ تفریق کے سبب اُن کے اقدامِ معرفت راہِ طلب میں متزلزل نہ ہوں اور کسی دھوکے میں آکر اتقاءِ شیطانی کے قبولیت پر مائل نہ ہو سکیں اور فراستِ بصیرت سے اتقاءِ شیطانی کو جان جائیں اور صرف اُسی کو قبول کر لیں جو انعامِ ربِ جانبِ الہی ہو۔ یہ پہچانِ تجلیات کی شفافیت

صفائی، شدت نورانیت اور ضیاء برہانی کی وجہ سے ہوتی ہے (ابن عربی) بے شک اللہ تعالیٰ مبتلا فرماتا ہے مخلص مومن کو فتنے۔ بلا اور دُوباکے امتحان سے اور آزمائش فرماتا ہے اہل اللہ کی اور سابقین راہ معرفت کو حُسن بصیرت کا رزق عطا فرماتا ہے اُسی بصیرت کے ذریعے بندہ طالب حق و باطل کے درمیان تمیز و تفریق کر سکتا ہے۔ ایسے روشن ضمیر بندوں پر شک کے بادل سایہ نہیں کر سکتے یا کہ آفتابِ عل کی پیش سے چھٹ کر دور ہو جاتے ہیں اور غفلت کے پردے پھٹ جاتے ہیں پھر اُن میں فتنے، بلا و دُوباکا دھواں اُثر نہیں کرتا۔ جس طرح زمین کثافت کا غبار سورج کی شعاعوں کو متاثر نہیں کرتا اور دن کی بلندی کے وقت اِرتقارِ ہدایت کا سورج چمکتا رہتا ہے اِس لیے کہ بے شک ظاہر و باطن، بری و خبی، قُربِ منزل، واصلِ انوار کی ہدایت دیتے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی کی تائید سے صراطِ مستقیم میسر ہوتا ہے، نہ کہ انسان اور اُس کی طبیعتِ صالحہ کی طرف سے اُسی ہدایت کے فیض کی وجہ سے بندہ معرفتِ شکوک و شبہات کے کانٹوں سے بچتا ہوا نکلتا چلا جاتا ہے منزلِ حقیقت کی طرف۔ وَكَذَٰلِكَ يُزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوا فِیْ سَرِیَّةٍ مِّنْهُ حَتّٰی تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْثَةً اَوْ یَأْتِيَهُمُ عَذَابٌ یَّوْمٍ عَقِیْمٍ۔ اور بے شک وہ بد بخت و بد قسمت لوگ جن کی بد طبیعتی، بد عملی، رذالت، خباثت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن کو ان کے نفسِ امارہ کے سپرد کر دیتا ہے اور اُن کی طبیعت کی وجہ سے ان کو رُموں اور دیتا ہے اُن سے شک اور وہم کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ نہ کبھی زائل ہو، ایسے کفار ہر ایمانیات صالحات میں اپنی ضلالت و عماقت، جہالت و سفاہت سے شک ہی کرتے رہیں گے۔ اگرچہ علما صُلحا ان کو پہچاننے کی ہر کوشش کر لیں ہر اُلجھن ہر شبہ کا علم و فکر کے تسلی بخش جواب دیتے رہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں غیثِ ثل قارون ہے تارونِ فطری کو جب زمین عبرت اپنے اندر کھینچتی ہے تو کوئی بھی موسیٰ و ہارون اُس کو نہیں پہچانتا، فرماتے ہیں کہ جس کی ناک ہی بند ہو کر مٹ گئی اُس کو عطار کیا فائدہ دے سکتا ہے، آئینے کے زنگ کو تچر کی رگڑ سے تو صاف کر سکتے ہیں مگر تچر کو آئینہ نہیں بنا سکتے پس عاقل پر واجب ہے کہ قرآنِ مبین کے امر پر تسلیم و رضا کا سجدہ کرے اور اصلاحِ نفس کی کوشش کرتا رہے اور موتِ یقینی کے آنے تک قائم فی اللیل ہو جائے کیونکہ نفسِ امارہ سحار بھی ہے سکار بھی۔ حیلہ باز بھی ہے بہانہ ساز بھی ہے غدارِ ناز بھی ہے قسارِ کار بھی (از تفسیر روح البیان) اِلیسیت کے پردوں میں چھپنے والے، شک و شبہات کے حجاب میں ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ ایسے وقت کا عذابِ بعد

ماریسی مائل ہو جائے جس کی حقیقت ہی نہ جانی جا سکے اور اُس کی حقیقت کا بیان نہ ہو سکے یا شدت ہو لڑائی کی وجہ سے یا ایسے وقت کی وجہ سے جس کی شدت اور کڑھائی بے مثال ہو اور اس میں پورا زمانہ کسی طرح کی خیر نہ ہو۔ اَلْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ الْفُجُورُ بِبَيْنِهِمْ۔ قَالِذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِيْ جَنَّتٍ ۙ اَلَمْ نَعْبُدْكُمْ كَمَا شَدَّدْتُمْ كَمَالِ وَصْفِ عَرُوحِ كِي وَه كُفْرِي هُو كِي جب واقع ہو جائے گی یوم فراق کا عذاب اور قائم ہو جائے گی حساب افکار کی قیامت اضطراب صغرائی، اُس دن قلب و قالب پر ظاہری باطنی، حقیقی مجازی، کئی جزئی، دائمی ابدی سلطنت صرف اللہ تعالیٰ، جبار و قہار، عادل و غالب، غفار و ستار کی ہوگی ہر نفس کی ہر قوت فنا ہو جائے گی کوئی روکنے منع کرنے والا نہیں رہے گا کیونکہ اُس خالق کائنات کے سوا کسی کی کوئی قدرت قوت طاقت سلطنت حکم قانون نہ ہو گا نہ رہے گا، اُس دن مقام قُرب و بعد، اور منزل سعادت و شقاوت کا فیصلہ وہی غالب و عزیز، عَلَّو، ہر لطیف و خبیث، کثیف و کلیل، کثیر و قلیل کے درمیان فرمائے گا تب یقیناً طریقت کے ایمان والے اور عدالت شریعت کے اعمال والے صفات رحمانہ کی جنات قُرب و کُسل میں نعمتیں پانے والے ہوں گے۔ اہل طریقت کے نزدیک ایمان باللہ ہی ایمان حقیقی ہے اور ایمان حقیقی وہ ہے جس میں کسی قسم کی منافقت نہ ہو اور اعمال صالحہ وہ ہیں جس میں ریاکاری یا نام و نمود نہ ہو۔ اور عمل اگرچہ کم ہو مگر دائمی ہو۔ روایت پاکدہ ہے کہ جنتِ نعیم میں سب سے پہلے وہ بندے جائیں گے جو ثنا خوان ہیں اور ثنا خوان وہ ہیں جو ہر حال میں رب تعالیٰ کی ثنا کریں محبوبین کی تعریف و توصیف بھی شاعر کبریائی ہے، جو شخص چھینک مارتا ہے یا ڈکاریتا ہے پھر نہایت خوشی و فرحت سے کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ یعنی اے میرے اللہ ہر حال میں تیری حمد و شکر ادا کرتا ہوں۔ باری تعالیٰ بہترین عبادات اُس بندے سے دور فرما دیتا ہے۔ اگر کسی بندے کو مولیٰ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت ملے اور وہ بندہ حمد الہی کرے تو یہ حمد بروز قیامت اس بندے کے لیے دنیا کے بہترین خزانوں سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ شکر اور شاکرین کو بہت ہی پسند فرماتا ہے۔ اور حمد الہی دنیا کی ہر نعمت سے افضل، تو معنی یہ ہوئے کہ بندے نے رب تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت دنیا و فانی میں خرچ کی اور شکر یہ میں حمد و ثنا کر کے آخرت کے خزانے جمع کر لیے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے کچھ فائدہ حاصل کر کے اس کو یہ دعا دے کہ جَزَا لَہُ اللہُ خَیْرًا یعنی اے میرے مومن بھائی اس نائے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تجھ کو اس سے اچھا بدلا دے

تو یہی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اگر بندہ سالہا سال ریاکاری سے عمل کرے اور ان اعمال کے ذریعے دنیا میں بہت ثروت و سوغ اور بلند مرتبہ حاصل کرے تو وہ آخرت میں کسی ثواب کی اُمید نہ رکھے کیونکہ اُس کو دنیا میں بدلہ مل گیا۔ ریاکاری کی توبہ یہ ہے کہ اتنے ہی عرصے خلوص کے اعمال کرے ورنہ یہ کرے اور اُس ثروت و سوغ اور بلند مرتبے سے منہ موڑے بلکہ دور صحت جائے جو اعمالِ ریا سے اُس کو حاصل ہوا اور اپنی جان کو تکالیفِ آخرت اور ذاتِ کو ذاتِ آخرت سے بچانے کے لیے روپوش ہو کر نفلی اور مخلص ہو کر فرقی عمل کرتا رہے یہاں تک اُس کو موت آجائے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ

اور وہ لوگ جو کافر بنے اور جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو پس اسی وجہ سے موجود
اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں اُن کے لیے

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۴۵ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي

ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب اور وہ لوگ جنہوں نے مکمل ہجرت کر لی اللہ
ذلت کا عذاب ہے اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں

سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ

کے راستے میں بھرتل کئے گئے یا فوت ہو گئے البتہ ضرور رزق دے گا انکو اللہ بہت ہی اچھا رزق
اپنے گھر بار چھوڑے پھر مارے گئے یا مر گئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا

اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ خَيْرٌ

اور بے شک اللہ البتہ وہی ہے تمام رزق دینے والوں سے اچھا
اور بے شک اللہ کی رہنمائی سب سے

marfat.com

Marfat.com

الزَّانِقِينَ ۝ لِيَدْخِلَهُمْ مُدْخَلَ

رزق دینے والا ۔ البتہ ضرور داخل کرے گا وہ اللہ ان کو ایسے پاکیزہ گروہوں کو وہ لوگ بہتر ہے ۔ ضرور انہیں ایسی جگہ لے جائے گا جسے وہ

يَرْضَوْنَ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ خَلِيمٌ ۝

بہت ہی پسند کریں گے ان کو اور بے شک اللہ البتہ بہت جاننے والا ہے مناسب لوگ کرنے والا ۔ پسند کریں گے اور بے شک اللہ علم اور علم والا ہے ۔

ذَلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوِّقَ

تقدیر الہی کا فیصلہ وہی ہے ۔ اور جس نے سزا دی اُسی کی برابر جو پہلے ایذا دیا گیا تھا بات یہ ہے ۔ اور جو بدلہ لے جیسی تکلیف پہنچائی گئی تھی ۔

بِهِ ثُمَّ يُغْنِي عَنْهُ لِيَنْصَرَّتْهُ اللَّهُ ۖ إِنَّ

جس سے پھر بھی زیادتی کی گئی اس پر البتہ ضرور مدد کرے گا اس کی اللہ بے شک پھر اس پر زیادتی کی جائے تو بے شک اللہ اس کی مدد فرمائے گا بے شک

اللَّهُ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝

اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ۔

اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ۔

ان آیات کا پھیلی آیت سے چند طرح تعلق ہے ۔ پہلا تعلق ۔ پہلی آیت میں مومنین کے تعلقات اخروی ٹھکانے جنت کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیات میں کافروں کے اخروی ٹھکانے عذاب میں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے دوسرا تعلق پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو سیدھی

marfat.com

راہ چلانے والا ہے یہی سیدگی راہ اللہ کا راستہ ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنے والوں کے لیے دنیوی مصائب و تکالیف بہت ہیں تیسرا تعلق۔ پھلی آیت میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔ اب ان آیت میں ہدایت کی نوعیتیں اور کیفیتیں بیان فرمائی جا رہی ہیں۔ شان نزول۔ ایک دفعہ چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آقا کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ جو مسلمان جہادوں میں شہید ہو گئے ان کے مرتبے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہیں ہم بھی آپ کے ساتھ ہر جہاد میں شامل رہیں گے لیکن اگر ہم کو شہادت نہ ملی اور بعد میں بے شہادت موت آئی تو ہمارا بارگاہ الہیہ میں کیا حال ہوگا۔ ان کے جواب کریمانہ میں یہ آیت نازل ہوئی از ۵۸ تا ۵۹

تفسیر نحوی وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۚ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ مِنْ غَدَاةٍ حَسَنَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَكَنُورٌ حَبِيبٌ ۚ (الزمر: ۲۴-۲۷) عطف ہے ماقبل فالذین کے جملے پر ایک قول میں واو مبرز جملہ اور اگلی عبارت مبتدا و خبر ہو کر مینا جملہ ہے الذین اسم موصول کفر و ابا پر نکر کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب بافاعل ضمیر صبیغہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ گزرا باب تفعیل کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے یُکذِّبُ بمعنی جھٹلانا جھوٹا کہنا کذب سے بنا ہے بمعنی جھوٹ بولنا جھوٹا ہونا یہ ماوہ مصدر لازم ہے تفعیل میں اگر متعدی بیک مفعول ہوا۔ اس کا فاعل ضمیر صبیغہ ہے مرجع الذین ہے ب حرف جر تعدیہ کی بمعنی کو ایشا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے گزرا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے کفر و ابا پر دونوں عطف مل کر صیغہ ہوا ف سببہ اُولَٰئِكَ اسم اشارہ بعیدی مبتدا ہے لَعْنَةُ جبار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجود کا عذاب اسم مفرد جامد عذاب سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے روکنا یہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے میٹھے اور ٹھنڈے وافر پانی کو عذاب اسی معنی میں کہتے ہیں کہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے عدالتی منرا کو عذاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے سبب سے مجرم جرموں سے رک جاتا ہے یہاں اخروی منرا مراد ہے بلحاظ تذکرے کے اس کو عذاب کہا گیا ہے کہ تاکہ بار بار اس کی یاد دہانی سے بندے شرعی جرائم فسق و فجور شرک و کفر سے باز آجائیں یہ موصوف ہے جہلین باب افعل کا اسم فاعل واحد مذکر اس کا مصدر ہے اِحَاثَةُ حَوْنٌ سے بنا ہے بمعنی ذلیل و رسوا کرنا۔ تفعیل سے پہلے اِحْوَانٌ

تھا یہ صفت ہے عذاب کی یہ مرکب توصیفی غائب فاعل ہے مَوْجُودٌ پوشیدہ کا وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی اُولَئِكَ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر سبب ہے وَالَّذِينَ كَفَرُوا کارواؤں مر جملہ الَّذِينَ اسم موصول حَاجِرُوا باب مُفَاعَلَةٍ کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے حَجَرًا یہ مفاعلہ تکرار دو طرفہ کے لیے نہیں بلکہ مبالغہ کے لیے ہے یعنی مکمل سبب کچھ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور اگر تکرار کے لیے ہو تو معنی یہ ہو گا کہ مومن نکلنے والے کفار نکلنے والے اس کا فاعل ضمیر صبیحہ جس کا مرجع ہے الَّذِينَ فِي حَرْفِ جَرِّ ظرفیتہ مکانی کے لیے سَبِيلٍ اسم مفرد مبالغہ جمع ہے سَبِيلٌ سَبِيلٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے لُكْنَا لُكْنَا چونکہ راستہ اپنی لمبائی کے اعتبار سے منزل تک ٹٹکا ہوتا ہے اس لیے اس کو سبیل کہتے ہیں یا مسافر کو منزل منزل آنے تک لٹکی رہتی ہیں یا ہر کام لٹکا رہتا ہے اس لیے بھی راستے کو سبیل کہتے ہیں یہ فقہ مذکورہ مذکر مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے اردو میں اس ترجمہ راستہ بھی ہے یہ مذکر ہے اور راہ بھی یہ مؤنث ہے یہ مضاف ف ہے اللہ مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے حَاجِرُوا کا سبب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ثَمَّ حرفِ عطف تعقیب تراخی کے لیے لیا بہت دور بعد قَلُّوا باب نَصْر کا ماضی مطلق جہول مثبت جمع مذکر غائب قَلُّوا سے مشتق ہے بمعنی جان سے مارتا جان نکال دینا خواہ کسی طرح سے بھی ہو۔ اس کا نائب فاعل ضمیر صبیحہ ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ اَوْ عاطفہ اختیار یہ یعنی ماقبل اور مابعد میں سے ایک کو لے لیا تو اس باب نَصْر کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب مَوْتُ اَجُوفٌ واوی سے مشتق ہے بمعنی مرنا۔ اس کا فاعل ضمیر صبیحہ ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف قَلُّوا کے چلے پر دونوں عطف مل کر پھر معطوف ہے حَاجِرُوا کے چلے پر سب عطف مل کر صلہ ہوا الَّذِينَ کا یہ موصول صلہ مل کر مبتدا کَبِيرٌ زُقْنٌ باب نَصْر کا فعل مضارع مستقبل لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ واحد مذکر غائب رِزْقٌ سے مشتق ہے بمعنی روزی دینا۔ ضمیر منصوب متعلق اس کا مفعول بہ اللہ اس کا فاعل رِزْقًا مفعولہ بمعنی مفید چیزیں غذا ہیں وغیرہ موصوف ہے حَسَنٌ اسم نکرہ اس کی تئیں تعظیمی ہے یعنی بہت زیادہ حَسَنٌ کا معنی ہے پاک صاف طیب حلال خوب صورت۔ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول بہ دوم ہے کَبِيرٌ زُقْنٌ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے وَالَّذِينَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ حَسَنٌ اور حُسْنٌ کا لغوی معنی چیز میں تناسب توازن اور اعلاۃ الیہ پیدا ہونا وہی اشیا مفید ہوتی ہیں جن میں یہ تینوں باتیں (خوبیاں) ہوں اگر ان میں سے ایک بھی نہ رہے تو

چیز بیکار بلکہ نقصان دہ بن جاتی ہے ان ہی تینوں خوبیوں سے اشیاء رزقِ حسن بن جاتی ہیں۔ واؤ سر جملہ ان حرفِ مشبہ اللہ اس کا اسم۔ لام کے برائے تاکید صو ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ خبر اسم مصدر مضاف بمعنی اسم فاعل۔ لفظ خبر چار قسمیں ہیں ۱۔ ثنرات کے مقابل ۲۔ ادنیٰ اور گھٹیا کے مقابل ۳۔ نقصان کے مقابل ۴۔ قہنہ کے مقابل۔ لفظ خبر تو معنی میں مشترک ہے برتری بلندی، شرافت، فضیلت، اکرام، ترجیح، تناسب، فائدہ مند، بخشش کرنے والے یہاں اسی آفری معنی میں ہے۔ ارا از قین، اسم فاعل جمع مذکر یہ فاعل مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی خبر سے صو مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ان کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا لید خلعتھم مدخل خلا یروضونہ وان اللہ لعلمہ حلیم ذالک۔ ومن عاقب بمثل ما عوقب ثم یغنی علیہ لیتصرنہ اللہ ان اللہ لکفؤ غفور۔ لید یخلن

باب افعال فعل مضارع مستقبل لام تاکید بانون تاکید تفعیلہ مثبت معروف واحد غائب اول حال مصدر ہے بمعنی داخل کرنا، اندر بلانا یا بھیجنا، رہائش دینا داخل سے مشتق ہے یہ مادہ مصدر لازم ہے بمعنی داخل ہونا ضم، ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے مدخلا اسم ظرف واحد مذکر بمعنی داخل ہونے کی جگہ ایک قول میں یہ مصدر مہمی ہے پہلے قول میں یہ ظرف مکانی ہے لید خلن کا دوسرے قول میں یہ مفعول مطلق ہے موصوف یروضون باب سنج کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب رخی ناقص پائی سے بنا ہے دراصل یروضون تھا۔ تفعیل نحوی سے یاو اصل یہ گئی۔ پہلے الف سے بدلی گئی پھر دوساکن کی وجہ سے الف گر گیا واؤ نہیں گر سکتی کیونکہ وہ علامت جمع ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے رخی کے معنی ہیں خوش ہونا پسند کرنا متعدی یک مفعول ہے ضمیر اس کا مفعول بہ یروضون فعل با فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے یہ مرکب تفعیلی مضاف ہے لفظ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ سر جملہ ان حرفِ مشبہ بالفعل (عمل میں) اللہ اس کا اسم لام کے برائے تاکید علیم علم سے اور علیم علم سے مشتق ہے علیم اسم فاعل مبالغہ واحد مذکر اس کی اشتقاقی جمع علیمین ہے اور لفظی صفت مشبہ مبالغہ کی جمع علما ہے اسی طرح علیم کی جمع ہے علم کا معنی جاننا خبر کھانا علم کا معنی لغوی ہے کسی چیز کا اپنی انتہا کو پہنچانا اصطلاح میں ہر بختگی کو علم کہا جاتا ہے اور علامات بلوغت کو احتلام کہتے ہیں بلوغت انسانی حیوانی زندگی کی ترقی کی انتہا ہے پھر بڑھاپے کی طرف تنزیل شروع ہو جاتی ہے لفظ علیم مخلوق کی صفت بھی ہے اور خالق تعالیٰ کی بھی یہاں خالق تعالیٰ کی صفت ہے اور ترجمہ ہے قانون ساز۔ قانون کے مطابق ہر بندے

سے بتاؤ کہنے والا نہ کہ جذبات و جلد بازی سے بدلہ و سزا دینے والا جب مخلوق کی صفت ہو تو معنی ہر
 گاہ بار تحمل مزاج منکسر یہ دونوں لفظ درخیز ہیں ان کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ذالک اسم فاعل
 یبیدی بمعنی وہ مبتدا ہے یہاں لفظ امر پڑا شیدہ ہے بمعنی فیصلہ یا تقدیر الہی، واصل ہے فاعل
 ذالک، یعنی تقدیر الہیہ کا فیصلہ وہی ہے ایک قول میں ہے ذالک الامر یعنی وہی فیصلہ و تقدیر
 ہے پہلی صورت میں خبر مقدم اور ذالک مبتدا مؤخر ہے دوسری صورت میں اپنے اپنے مقام
 پر ہے ہر کیفیت یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واو ابتداء من موصولہ شرطیہ عاقبہ۔ باب
 مفاعلہ کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب مثبت معروف عقب سے بنا ہے اس کا لغوی ترجمہ
 ہے بعد میں ہونا اصطلاح میں نتیجہ اور بدلے کو عاقبہ کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی بعد میں ہوتا ہے۔ ب جانہ
 زائدہ مثل اسم تمثیل و تشبیہ مضاف ہے کا اسم موصول عو قرب باب مفاعلہ کا ماضی مطلق
 جہول واحد مذکر غائب عقب سے بنا ہے یہاں عقب اپنے مجازی معنی میں ہے تشبیہ
 عقاب کی وجہ سے اس کو بھی عتاب کہا گیا ورنہ حقیقتاً یہ بعد میں نہیں بلکہ یہ پہلے ہی ہے
 اسی کا بدلہ میں لینے کا تذکرہ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے عو قرب کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مطلق
 علیہ ثم حرف عطف یعنی باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت جہول یعنی یا بعو سے مشتق ہے
 بمعنی زیادتی کرتا یا ظلم کرتا بغاوت کرتا یہاں پہلے معنی میں ہے اس کا لغوی ترجمہ ہے
 بڑھنا اسی کے ماتحت اصطلاحاً یہ لفظ آیا گیا بمعنی میں مشترک ہے نہ بگڑ جانا نہ طلب کرنا
 نہ شکر کی حدود سے نکل کر ہر اول دستہ بن جانا نہ تکبر کرنا نہ بکاری کرنا نہ ظلم و زیادتی
 کرنا یہاں اسی معنی میں ہے نہ کوشش کرنا نہ حاصل ہونا نہ آسان ہونا نہ مناسب ہونا نہ
 ترجیح پانا اس کا نائب فاعل حو ضمیر صیغہ مرجع من ہے اسی طرح عو قرب کا نائب فاعل ہے
 علیہ جار مجرور متعلق ہے یعنی کا سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے عو قرب کے جملے پر وہ فعل
 عطف مل کر صلہ ہوا کا موصول صلہ مل کر مضاف الیہ مثل کا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق
 عاقب کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا من کا موصول صلہ مل کر شرط ہوئی۔ لیضرن باب
 نصر کا فعل مضارع مستقبل لام تاکید بانون تاکید ثقلیہ مثبت معروف اس کا فاعل انشیء خلق
 کی ضمیر کا مرجع بھی اللہ ہے نصر سے مشتق ہے بمعنی مدد کرنا ضمیر کا مرجع من ہے یہ ضمیر
 متصل ہے کیونکہ مفعول بہ ہے لیضرن سب سے مل کر جملہ فعلیہ تاکید یہ ہو کر جزا ہے شرطیہ کی دولہ ملکر جملہ شرطیہ
 ہو گیا ان حرف مشبہ اللہ اس کا اسم لام کے تاکید یہ عفو کہ مصدر بمعنی اہم فاعل ترجمہ ہے سزا کو ختم کر دینا یا اس طرح

کہ شروع ہی نہ ہو یا شروع ہو چکی ہو باقی کو ختم کر دیا جائے اس طرح کہ سزا پوری ہو چکی ہو مگر اس کے اثرات و نشانات ختم کر دے اور سابقہ مرتبہ و عزت بحال کر دی جائے یہ خبر ازل سے اُن کی عُقُورِ اِسمِ مبالغہ بر وزنِ نُعُولِ غُفْرَی سے بتا ہے یعنی چھپانا ڈھکنا، بختنا، سزا معاف کرنا۔ اس طرح کہ شروع سے ہی سزا نہ دی جائے نہ طعن نہ احسان جتنا مانہ برا بھلا کہنا نہ جھڑکنا۔ یہ خبر روم ہے اُن سب سے مل کر جملہ اسیمہ ہو گیا۔ سزا معاف کرتے کے لیے اُنہیں لفظ ہے صَفَحٌ یعنی سزا کو اس طرح معاف کیا جائے کہ صرف جرم معلوم کرے کہ میں واقعی قابلِ سزا تھا۔ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر عالمانہ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ وَالَّذِينَ هُمْ يَجْرُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَمْ يُنْزَلْ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِن شَيْءٍ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُ خَيْرُ الْكَافِرِينَ رَبُّ الْعَالَمِينَ

کے فیصلہ ابدی اُخروی کی کیفیت اہل ایمان کے لیے وہی ہے جو ابھی بیان ہوئی۔ لیکن اور وہ لوگ جو کسی بھی قسم کے کفر میں تا عمر کا رہنے رہے۔ ظاہری باطنی شرعی قانونی نامی گرامی اور اُسی کفر پر مرے۔ ہماری دینی آیتوں اُخروی علامتوں اسلام کی کرامتوں، رب تعالیٰ کے قرآن نبی آخر الزمان کے فرمان صحابہ کرام کے ایمان کے مکذّب اور منکر ہی بنے رہے اس طرح کہ کفر کرنے بھی ہے کافر بنائے بھی رہے گمراہی میں پھنساتے کسی کو بہکاتے رہے کسی کو درغللاتے رہے۔ بے شمار معجزوں قدرتوں کرامتوں کو دیکھنے کے باوجود ہمیشہ جھگڑتے اور بگاڑتے ہی رہے کوئی مظاہرین کو کوئی منافق بن کر تو وہ ہی لوگ ہیں جن کے لیے ہر قسم کا ذلیل کرنا والا بڑا اور ابدی عذاب ہے کفر کا وجہ سے عذاب اور کفر کی عظمت کی وجہ سے ابدیت، لفظ نہیں عام ہے ہر قسم کی ذلت کو۔ ذلت کی چھ قسمیں ہیں ۱۔ ذلت سے لایا جانا ۲۔ ذلت کی رہائش ۳۔ ذلت کی خوراک ۴۔ ذلت کا کلام سننا یعنی لعنت پھٹکار جھڑک ۵۔ بدبو پھیلی ہونا ۶۔ درد اور تکلیت کی پیچ و پکار مستترین فرماتے ہیں کہ ہر کفر میں شرک موجود ہوتا ہے اسی لیے ہر کفر ظلمِ عظیم ہے۔ عذابِ ہین وہ ہوتا ہے جو خواری میں بھی عظیم ہو۔ رموائی میں بھی عظیم ہو۔ دردناکی میں بھی عظیم ہو۔ ذلت آمیز گفتگو سنا خواری ہے اور ذلت کی رہائش ملنا رموائی ہے ظلمِ عظیم کا عذاب ہین ہوتا ہے اس عذاب کا اثر یہ ہو گا کہ جسم کی عزت سر کا غرور عقل کا نفور، نفس کی اکر سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ ایسا عذاب کہ آج دنیا میں اُس کا

تصور بھی نہیں ہو سکتا نہ اس کی حقیقت بیان ہو سکے یہ فیصلہ عدل ہے اس لیے نہ ملوئی ہو نہ منور
 نہ کمی ہو جس طرح دنیا میں تمام کفر و شرک مختلف عقائد و مذاہب و افعال کے باوجود دوستی، تعاون
 نصرت، اخوت، کفریت، غروں تعصب میں ملتے واحد ہے اسی طرح آخرت میں مختلف مقام و طبقات
 ہونے کے باوجود سب کا عذاب ایک جیسا نہیں ہوگا اہل ایمان کے اعمال صالحہ جتنا ایک ہیں
 مگر شانِ خلوص میں مختلف ہیں اس لیے وَالَّذِينَ هَاجَرُوا - اور وہ مسلمان جنہوں نے اولاً
 وطن اور قربات چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ میں رہ کر
 فتوحاتِ اسلامیہ کی مشقتوں سفر میں مصیبتوں میں اپنی زندگی کے اکثر لمحات گزار دئے دو پروری
 کے سرایا و غزوات کی جنگوں سے لے کر دورِ صحابہ تک اور دورِ صحابہ سے دورِ تابعین تبع تابعین
 تک اور دورِ تبع تابعین سے تا قیامت اشاعتِ قدرت، نصرت، اسلام نبوت کی شان
 شریعت کی آن کا چرچہ کرنے اُجاگر کرنے میں ہی عمر گزار دی نہ قتال کا خوف نہ جان کی فکر
 نہ آبرو کی تمنّا نہ آرام کا خیال نہ حکمت کی چال نہ حکومت کرنے کی خواہش نہ غنیمت کا لالچ
 ہر وقت ہر طرح فی سبیل اللہ کا خلوص اپنے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہی جفاکشی کرتے
 رہے پھر وہ رضا و الہی کے طالب نام مولیٰ تعالیٰ پر قربانی جان میں قتل کر مئے گئے دشمنان
 دین کے ہاتھوں یا وہ راہِ ہجرت اور سفرِ جہاد میں فوت ہو جائے، خیال رہے کہ قتل اور موت
 میں تین طرح فرق ہے ۱۔ قتل کوئی کرتا ہے موت خود آتی ہے ۲۔ قتل مظلومیت ہے
 جس کا مرتکب ظالم ہے اور مقتول یعنی مرتکب مظلوم یا مرتکب عادل ہے اور مقتول مجرم
 ہے ۳۔ قتل میں جسم سے روح کا نکلنا بالواسطہ ہے اور موت میں بلا واسطہ ہے جو بندہ
 مومن راہِ حق میں ہو وہ قتل کیا جائے یا فطری موت سے وفات پائے دونوں کا اُخروی
 ثواب ایک جیسا ہے کہ لَيَرْزُقْنَهُمْ رَبِّي نَزْلاً حَسَناً اُن سب مجاہدین شہداء اور
 مجاہدین اموات کو ایک جیسا رزقِ حسن دیا جائے گا آخرت میں بھی دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ مومن
 کو رزقِ حسن عطا فرماتا ہے جنت میں عطا فرمائے گا۔ دنیا میں ہر ملال اور پاکیزہ طیب چیز
 رزقِ حسن ہے جنت کے رزقِ حسن کی بارہ صفات ہیں ۱۔ خوشنما ۲۔ خوش وضع ۳۔ خوشکوار
 ۴۔ خوش مزہ ۵۔ خوش بو ۶۔ خوش رنگ ۷۔ کثیر ۸۔ ابدی ۹۔ جنت میں ہر جگہ منہ ہر قسم کا ۱۰۔
 حصول میں مشقت ۱۱۔ نہ طلب میں تنگی نہ لجاجت نہ قباحت اور بے شک اللہ تعالیٰ
 تمام رزق دینے والوں سے اچھا رزق دیتے والا ہے کیونکہ خالق بھی ہے مالک بھی غفور

بھی رحیم بھی رب العلین بھی ایسا کہ دیکر خوش ہونے والا کھلا کر راضی ہونے والا۔ عالم ارواح سے شکم مادر تک جنم سے ہمد تک، ہمد سے لحد تک، لحد سے حشر تک یُزْنَقُ مَنْ یَشَاءُ بِغَیْرِ حَیْصٍ۔ بغیر حساب رزق دیتا ہے۔ بندہ بھی رزق دیتا ہے بندے کو مگر بندے کی دین اور اللہ تعالیٰ کی عطا میں تو طرح فرق ہے۔ بندہ بندے کو رزق لے کر دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ رزق بنا کر دیتا ہے دوسرا فرق بندہ صرف اپنوں کو دیتا ہے مولیٰ تعالیٰ سب کو دیتا ہے تیسرا فرق بندہ صرف ظاہری دیتا ہے رب تعالیٰ ظاہری بھی دیتا ہے باطنی بھی۔ چوتھا فرق بندہ بندے کو صرف جنم سے لحد تک دیتا ہے رب تعالیٰ حشر تک حشر سے ابد تک دیتا ہے۔ پانچواں فرق یہ کہ بندہ اجرت سے دیتا ہے مولیٰ تعالیٰ شفقت سے دیتا ہے، چھٹا فرق یہ کہ بندہ اپنے نفع کے لیے دیتا ہے مگر رب تعالیٰ بغیر منفعت کے، ساتواں فرق یہ کہ بندہ غفلت سے دیتا ہے مگر مولیٰ تعالیٰ حکمت سے دیتا ہے، یعنی بندہ نہیں جانتا کہ اس رزق سے دوسرے کو فائدہ ہوگا یا نقصان، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے آٹھواں فرق یہ کہ بندہ بندے کو عارضی دیتا ہے مولیٰ تعالیٰ دائمی دیتا ہے نہم یہ کہ بندہ قلیل دیتا ہے مولیٰ تعالیٰ کثیر دیتا ہے۔ اس لیے مولیٰ تعالیٰ ہی ہی خیر از اذین ہے، رزق کا لغوی معنی ہے فائدہ مند چیز اور اصطلاحی معنی ہے عطاء جاری دنیوی ہو یا دینی یا اخروی اس لیے ہر دنیوی خوراک لباس رہائش رزق دیتا ہے، اور ہر عبادت تلاوت دینی رزق ہے اور جنت کی ہر چیز رزق اخروی ہے، رزق دنیوی شکم مادر سے شروع ہوتا ہے، رزق دینی بلوغت سے شروع ہوتا ہے اور رزق اخروی قبر سے شروع ہوتا ہے۔ یُبْدِیْهِمْ مَخْرَجًا یُرْوٰی عَنْہُ وَارِثًا لِّہٖ عَلَیْمٌ عَلَیْمٌ کَذٰلِکَ وَمَنْ عَاقِبَ بِحَسَنٍ مَّا عُوْثِبَ بِہٖ ثُمَّ لُغِیْ عَلَیْہِ لَبِئْسَ نَہْ لِّلّٰہِ ۙ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْسٌ۔ اِن راہ حق اور سبیل الہی کے ہاجرین و مسافرین کو ایسے عظیم الشان بہترین خوب صورت مضبوط مکانات میں داخل فرمائے گا وہ رب تعالیٰ کہ دنیا کے منظورین، دشمن کے مقتولین و طعنوں کے تارکین اپنے رب کریم کی عطیہ سے راضی ہو جائیں گے۔ آج اُن گھروں کی بناوٹ سجاوٹ نہ کسی آنکھ نے دنیا میں دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی عقل نے سمجھی نہ کسی قلب بشر میں تصوری آیا، اور بے شک اللہ تعالیٰ عظیم ہے اپنے بندوں کا حلیم ہے اپنے دشمنوں پر۔ حلیم ہے نیکیوں پر۔ حلیم ہے بروں پر۔ حلیم ہے آخرت پر۔ حلیم ہے دنیا پر۔ حلیم ہے ہر مومن کے ہر حال پر۔ حلیم ہے ہر کافر کی ہر حرکت پر۔ حلیم ہے قابلیت اور یاقوت پر۔ حلیم ہے دنیا والوں کی قباحات اور خباثت پر۔ بے شک

اللہ تعالیٰ علیم ہے کیونکہ ہر مخلوق کو حکمت سے نعمت دیتا ہے۔ علیم ہے کیونکہ ہر جہ سے قوت نہیں دیتا۔ علیم کے بھی تین معنی ہیں۔ بہت اور ہمیشہ سے ہمیشہ تک جانتے والا۔ ہمیشہ سے ہمیشہ تک بہت خبر رکھنے والا۔ بہت حفاظت کرنے والا۔ علیم کے بھی تین معنی۔ بہت درگزر فرمانے والا۔ بہت ڈھیل دینے والا۔ بہت ہمت دینے والا۔ علیم ہے ظاہر کا، خیر ہے باطن کا حقیقت ہے سب کا علیم فاسقین سے درگزر فرمانے والا، کافرین کو دنیا میں ڈھیل دینے والا، مومنین تقیہ کو ہمت دینے والا، ایک روایت میں ہے کہ ایک بار صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ مقتولین شہداء کے حالات مقامات درجات و عطیات کا تو ہم کو بتا دیا گیا ہے۔ لیکن مجاہدین مجاہدین جو راہ جہاد میں جہاد سے پہلے فوت ہو جائیں قتل شہادت نہ پاسکیں ان کا کیا مقام ہے۔ آقاؐ کا کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسے مجاہدین و سفر جہاد کے مسافرین مقتولین ہوں یا یتیمین، اجر و عطیات انہیں اُخروی میں شریک، میں یعنی برابر ہیں اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی، دوسری روایت میں ہے کہ فضالہ بن عبید اللہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس سے دو جنازے گزرے تو آپ نے پہلے میت کا جنازہ ادا کیا اس کو دفن کیا اور اس کی قبر کے پاس کچھ دیر کھڑے پڑھتے رہے پھر شہید کی نماز پڑھی اور تدفین کی گئی کسی نے عرض کیا کہ آپ نے شہید کو پیچھے رکھا میت کو مقدم فرمایا اس کی کیا وجہ حالانکہ لوگوں کا مجرم شہید کی زیارت میں زیادہ تھا، آپ نے جواباً فرمایا کہ یہی بتانے کے لیے کہ اسے لوگوں کی میت بھی کوئی عام میت نہیں یہ مسافر جہاد کی میت ہے اس کا مقام اور اجر و ثواب بارگاہ الہی میں شہید کے برابر ہے کیونکہ دونوں راہ جہاد اور تیاری قتال فی سبیل اللہ میں مکمل اور برابر تھے کسی کو قتل شہادت نصیب ہوا کوئی پسے ہی اپنی فطری طبیعت سے وفات پا گیا تو جس طرح یہاں نصرت حق میں دونوں جہاد، نیتاً سفر، ہجرتاً برابر کے شامل اسی طرح وہاں آخرت میں انعامات حق تعالیٰ میں بھی ہر طرح برابر ہیں۔ رزقاً، اجر، مقاماً، اور پھر یہی آیت پڑھی، میں کہتا ہوں کہ ایک عظیم کرم ہے کہ خالق و مالک ہو کر بھی اپنے بندوں پر انعام فرمانے میں علیم ہے ہمت و ہولت دینے میں علیم ہے۔ بعض لوگوں نے علیم کا معنی بوجہ کیلئے معنی غلط اور اللہ تعالیٰ کی بے ادبی گستاخی ہے کیونکہ لفظ برد بار خفت فارسی کا اسم

فائل سما می ہے برودن سے بنا ہے اس کا ترجمہ ہے لے جانا اٹھانا۔ بار کا مستحق ہے بوجھ۔
 بُرد بار کا اردو میں ترجمہ ہے۔ بوجھ اٹھانے سے جانے والا، اردو فارسی میں
 یہ لفظ اسی انسان کے لیے بولا جاتا ہے جو مزاج کا ٹھنڈا اور برداشت کے مادے
 والا ہو، رب تعالیٰ کے لیے مزاج یا برداشت کے الفاظ استعمال کرنا سخت بے ادبی
 ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ ذالک، اسے محبوب کریم وہ ہی اٹل فیصلہ و اخروی
 ہے جو آپ کو بتا دیا گیا ہے، ہر انسان کافر و مومن نیک و بد سے وہ ہی معاملہ ہونے والا
 ہے کہ نیکوں کا یہ اجر بُروں کی یہ سزا قبر سے حشر تک کوئی شان کوئی حال چھپا کر نہ رکھا گیا
 لہذا اے بندو اپنی اپنی فکر کو اس لیے کہ اپنی کرنی اپنی بھرنی ہے قرآن و حدیث نے جو بیان
 فرما دیا وہ ذالک اور اٹل فیصلہ ہے۔ ذالک یہ ایک پورا جملہ اسیمہ ہے ماقبل کے ثبوت
 کے لیے اور مابعد کی تنبیہ کے لیے کہ جس نے اپنے پر یا اپنوں پر ظلم کرنے والوں کو اس
 ظلم کے برابر سزا دی یا دلوائی جتنی تکلیف وہ مظلوم دیا گیا اور ظلم کا پورا پورا بدلہ دیا اس
 طرح کہ قتال کا بدلہ قتال سے قتل کا قتل سے قصاص کا قصاص سے زخم کا زخم سے اذیت
 کا اذیت سے، ذلت کا ذلت سے بذریعے ہاتھ یا ہتھیار یا زبان یا عدالت یا جہاد، کوئی
 زیادتی نہ کی ظلم سے زیادہ سزا نہ دی لیکن پھر دشمن کی جانب سے اس انصاف پسند
 بندے نیک پر بغاوت اور زیادتی کی گئی بغاوت وہ ظلم ہے جو ضرورت سے بھی
 زیادہ، تو حد سے بھی اور عدالت سے بھی بغاوت کی چار صورتیں ہیں ۱۔ ایک یہ کہ ارادہ
 حد سے تجاوز ہو، دوم یہ کہ بلا ارادہ حد سے تجاوز ہو سوم یہ کہ مقدار میں تجاوز ہو، چہارم
 یہ کہ کیفیت میں تجاوز ہو یعنی ظلم میں حد انصاف سے بڑھنا۔ طلب میں حد و جوب سے
 بڑھنا، غضب میں حد حقوق سے بڑھنا کسی بھی مسلمان پر کسی بھی کافر دشمن کی طرف سے کسی
 بھی قسم کی بغاوت کی گئی تو اس مظلوم مومن کو گھبراتا نہ چاہیے نہ پریشان ہو اس لیے
 کہ وعدہ ربانی ہے کُتْمِرْتُمُ اللَّهُ۔ البتہ بے شک ضرور مدد فرمائے گا دنیا میں بھی
 دین میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے اس نیک پاک منصف و مظلوم بندے کی، اللہ تعالیٰ کی دنیوی
 مدد بھی تین قسم کی ہے اور اخروی مدد بھی تین قسم کی ہے طبیعت کا صبر، جسمانی قوت
 قلبی جرأت و ہمت یہ رب تعالیٰ کی طرف سے بندے کو دینی مدد ہے۔ راجر دنیا
 قیامت میں مومن مظلوم کو بدلہ ملنا ظالم کو سزا دینا اور عذاب جہنم دینا یہ مومن

کی اُخروی مدد ہے یہ وعدہ ربانی بھی اٹل ہے۔ دنیا میں مشاہدے سے تجربے سے ثابت اور آخرت میں لامحالہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے غُفُور بھی ہے غُفُور بھی ہے اس طرح کہ اگر کوئی بندہ کسی مجرم پر بلا ارادہ زیادتی کر دے پھر توبہ کرے معافی مانگے اس کو معاف فرما دیتے والا اور اپنے اُن بندوں کو جو اُس کی بارگاہِ جمال و جلال میں عاجزی میکنی سے عابد و زاہد ہیں بخشنے والا چادرِ رحمت میں چھپانے والا ہے۔ اور غُفُور ہے معافی مانگنے والوں کے لیے غُفُور ہے توبہ کرنے والوں کے لیے معافی اور توبہ میں فرق یہ ہے کہ سابقہ اخلاط کی معافی ہوتی ہے۔ آئندہ بچے رہنے کی توبہ ہوتی ہے۔ معافی کا لغوی معنی ہے بخش دینا، توبہ کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا۔ اشارہ ہے اس بات میں کہ اسے انتقام کی قدرت والو انتقام سے معافی دینا بہتر ہے لیکن اگر معافی نہ دو یا نہ دے سکو اور ظالم سے ظلم کے برابر انتقام لے لو تو وہ رب کریم بخشنے والا ہے غور کرو کہ جب قادرِ مطلق قدرتِ کاملہ والا معافی عطا فرماتا ہے تو ثابت ہوا کہ معافی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے۔ رضاعِ الہی کے لیے معافی دینے سے بندے کو تین فائدے ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ معافی دینے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ معاف کرنے والے کے درجات بلند ہوتے ہوں یہ کہ دنیا میں وقارِ آخرت میں نہ گناہوں کا حساب نہ قیامت میں شرمندگی بلکہ گناہ کے بدلے معافی اصغافی کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ سورۃ فرقان کی آیت میں ارشاد ہے اُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ رب تعالیٰ غُفُور ہے مستحق ناراضی کو رضا دے کر۔ غُفُور ہے مستحق ہے عقوبت کو بخشش دے کر۔ غُفُور ہے گناہ مٹا کر غُفُور ہے گناہ چھپا کر مٹانے میں عزت کی بقا ہے چھپانے زلت کی فنا ہے۔ غُفُور خاص کرم ہے۔ غُفُور عام کرم ہے اسی لیے غُفُور کا ذکر پہلے ہوا غُفُور کا بعد میں رب تعالیٰ بھی غُفُور اور اُس کے محبوب نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی رب تعالیٰ گناہوں کا غُفُور غُفُور ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطاؤں کے غُفُور غُفُور ہیں لہذا اسے بندے تو بھی اپنے ذاتی حقوق کے ظالم پر غُفُور غُفُور ہو جائیگا کہ ۔

بدی را بدی سہل باشد جزا بدی اگر مردی آشن از من آسما ۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ (یعنی برائی کا بدلہ برائی تو آسان ہے اگر مرد ہے تو برے سے نیکی کر، سورۃ شوریٰ کی آیت میں معافی کا ایک فائدہ اس طرح بیان فرمایا گیا۔ قَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ یعنی جس نے اپنے مجرم کو معاف کر دیا اور مسلمان بھائی سے صلح کر لی پس اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ مقرر ہے۔ مُذْخَلًا، مصدر یہی ہے اور اسم ظرف مُذْخَلٌ ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ مُذْخَلٌ سے مراد جنت کے یا قوت سفید کے شاندار خیمے ہیں جن میں نہ گُصْمُ ہے نہ اَوْصَمُ۔ یعنی نہ بد صورتی نہ کوئی عیب و کمزوری، اور اتنے بڑے ہیں کہ ایک ایک خیمے میں ستر ہزار مضراع یعنی کواڑ ہیں۔ گویا اگر ایک کواڑ کا دروازہ ہے تو ستر ہزار دروازے ہوئے اگر دو کواڑ کا دروازہ ہے تو پینتیس

ہزار دروازے ایک خیمے میں وَمَنْ عَاقَبَ کا عقاب بمعنی ترا ہے یہ عقاب کا اصلی و حقیقی معنی ہے اور مَا عُوِّقَ کا عقاب بمعنی جرم و ظلم ہے اس کو عقاب کہنا مجازاً ہے صرف ہم مثلی کی وجہ سے۔ جیسے سورۃ شوریٰ کی آیت میں۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا یہاں پہلا سَيِّئَةٌ اپنے حقیقی معنی میں ہے اور دوسرا سَيِّئَةٌ مجازی معنی میں ہے۔ ترجمہ ہے کہ برائی کا بدلہ اس کی ہم مثل ہے۔ ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال رہیں گے معنی میں تین قول

۱۔ ذلت آمیز عذاب ۲۔ شدید و مسلسل عذاب ۳۔ تکلیف وہ دردناک عذاب تینوں قول درست کیونکہ عذاب ہمیں یہ تینوں چیزیں ہوں گی۔ ۱۔ کاجزؤا میں چار قول ۱۔ بعض نے فرمایا کہ وہ ہاجرین صحابہ مراد ہیں جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف... نکلے اس ارادے سے کہ وہاں آسانی سے عبادت و تبلیغ کر سکیں گے تو کفار مکہ نے ان کا تعاقب کر کے کچھ کو قتل کر دیا کچھ کو گرفتار کر کے اذیتیں دیتے واپس لائے کچھ راہ سفر میں فوت ہو گئے سب کا اجر ایک جیسا ۲۔ بعض نے فرمایا وہ انصار و ہاجرین صحابہ مراد ہیں جو مدینہ منورہ سے برائے جہاد نکلے اور ان میں سے کچھ مجاہدین جاتے ہوئے راستے میں وفات پا گئے۔ کچھ شہید ہوئے، کچھ واپسی میں فوت ہوئے کچھ گھر آکر اسی ساز و سامان کی حالت میں فوت ہو گئے سب کا اجر و مرتبہ برابر ہے

۱۳ بعض نے فرمایا کہ یہاں ہجرت اپنے لغوی معنی میں ہے یعنی چھوڑ دینا قطع تعلق کر لینا اور وہ صحابہ کرام مراد ہیں جو مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے کفار کی اذیتوں سے فوت ہوئے یا کفار کے ہاتھوں قتل ہوئے اور وہ صحابہ کرام جنہوں نے صرف اللہ رسول کی خاطر اپنے کافر رشتے داروں کو اور ذاتی مفادات کو چھوڑ دیا۔ ان سب کا اجر برابر ہے ۱۴ بعض نے فرمایا کہ تاقیامت ہر جہاد کے شہداء مراد ہیں یا ہر سفر جہاد میں آتے جاتے راستے میں طبعی موت فوت ہو جانے والے اور ہجرت سے مراد تاقیامت نبیہ جہاد فی سبیل اللہ نکلنا قتلوا کی قرئت میں دو قول رہا یہ قتلوا ہے باب نصر کا ماضی مطلق جہول جمع مذکر غائب، یہی قرئت مشہور و مکتوب ہے ۱۵ یہ قتلوا ہے باب تفعیل کا ماضی مطلق جہول جمع مذکر غائب قتلوا کے معنی میں بھی دو قول ہیں ۱۶ قتل کئے گئے جہاد کرتے ہوئے ۱۷ قتل کئے گئے ظلاً وطن اور گھر میں ہی۔ رزقاً حشائیں تین قول ۱۸ بعض نے کہا اس سے مراد مال غنیمت ہے جو اب امت مسلمہ پر شریعت اسلام نے حلال فرمایا پہلی شریعت میں مجاہدین پر حرام تھا ۱۹ بعض نے فرمایا اس سے مراد علم و فہم ہے ۲۰ بعض نے کہا اس سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں یہی قول درست ہے کیونکہ رزق حسن کا ملنا قتل شہادت یا راہ جہاد کی طبعی موت کے بعد ہے اور وہ صرف جنت میں ہی ملے گا۔ مَدْخُلًا کی قرئت میں دو قول ۲۱ بعض کے نزدیک یہ مصدر بھی ہے صندءیم کے ساتھ اور ترکیب نحوی میں مفعول مطلق ہے ۲۲ یَدْخُلْنَهُمْ کا ۲۳ دوسری قرئت میں مَدْخُلًا ہے یم کے زبر سے اور اسم ظرف ہے یَدْخُلْنَهُمْ کا مراد ہے جنت کا باقوتی خیمہ مگر پہلی قرئت مشہور و مکتوب ہے۔ ذَالِکَ میں دو قول ۲۴ بعض نے کہا یہ مبتدا ہے اس کے بعد اس کی خبر پوشیدہ ہے اور ترجمہ ہے وہ جو پہلے نیک و بد کا حال اُخروی بیان ہوا وہ اُٹل فیصلہ ہے ۲۵ بعض کے نزدیک یہ خبر ہے اس سے پہلے مبتدا پوشیدہ ہے اور ترجمہ اس طرح ہے، جو کچھ بیان ہو بس وہی کچھ ہونا ہے کُنْ عَاقِبَ کے واقعے میں تین قول ۲۶ بعض نے کہا کہ ایک بار صحابہ کرام کی ایک بستی پر کفار نے بارادہ جنگ محاصرہ کیا۔ صحابہ نے کفار سے کہا کہ یہ حرمت جنگ کے ماہِ محرم کی اٹھائیس تاریخ ہے ہم دو دن بعد جنگ کریں گے مگر کفار نے مانے کیونکہ ان کا عیارانہ منصوبہ ہی یہ تھا۔ مجبوراً صحابہ کرام بھی میدان جنگ میں آگئے رب تعالیٰ نے مدد فرمائی تمام کافر قتل ہوئے بس یہ صحابہ کرام کو بہت خوفِ الہی ہوا کہ ہم نے حرمت والے مہینوں میں کیوں جنگ کی تب حاضر بارگاہ ہوئے اور اپنی مجبوری بیان کرتے ہوئے سہم واقعہ سنایا۔ آتاع کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہم

نے فرمایا تم پر کچھ گناہ نہیں اور یہی آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یٰبَنُصْرَہ کا وعدہ پورا فرمایا اس لیے تم کو فتح عظیم و مہین حاصل ہوئی، خیال رہے کہ شریعت آدم علیہ السلام سے لے کر تا شروع اسلام چار ماہ حرمت جنگ کے مقرر تھے پھر سورۃ توبہ کی آیت سیف یا صحابہ کرام کی اس جنگ سے یہ حرمت منسوخ ہوئی۔ وہ چار ماہ محرم۔ رجب، ذیقعدہ و الحج تھے یعنی سن ہجری کا پہلا، ساتواں گیارہواں بارہواں۔ کفار بھی ان ہیمنوں کا احترام کرتے ہوئے جنگ نہ کرتے تھے اگر دوران جنگ یہ جیسے شروع ہو جاتے تو فوراً جنگ بند کر دیتے تھے پتہ نہیں یہ کون سے بد بخت کفار تھے؟ بعض نے فرمایا کہ مَنْ عَاقَبَہِمْ اُنْ مَّظْلُومٌ صحابہ کرام کا ذکر ہے جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف گئے اور وہاں قوت بدلہ لینے کے قابل ہوئے پھر جنگ بدر میں بدلہ لیا، اور جنگ احد میں پھر بُعِثَ عَلَیْہِ کا ظہور ہوا۔ اور یٰبَنُصْرَہ کا وعدہ الہی پورا ہوا۔ بعض نے کہا مَنْ سے مراد عدالت اسلامی کا نیچ اور قاضی ہے اور عَاقَبَ سے مراد حدود و قصاص یا تعزیرات اسلامی کا نفاذ ہے تاریخی اعتبار سے یہ تینوں قول درست ہیں۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ جنایت اور جرم قائم ہے جس طرح ارتکاب حرام سے ہوتا ہے اسی طرح ترک واجب بلکہ ترک

مندوب سے بھی ہوتا ہے اگرچہ تینوں کی سزائیں فرق ہے ارتکاب حرام کی سزا عَدُّ یا تعزیر ہے ترک واجب کی سزا تعزیر ہے، اور ترک مندوب کی سزا جوعتاب یعنی جھڑک ہے یہ فائدہ ثَمَدٌ لِّعَنی عَلَیْہِ (۱۲) فرماتے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ ارتکاب حرام اور ترک واجب بھی اسلام سے بغاوت کی ایک قسم ہے اور جرم کبیر۔ دوسرا فائدہ شرعی اصطلاح میں رزق صرف حلال روزی اور حلال اشیا کا نام ہے کسی بھی حرام چیز کا نام رزق نہیں ہے۔ حرام غذاؤں اور چیزوں کو دنیوی مال و اسباب تو کہا جاسکتا ہے رزق نہیں کیونکہ رزق کا معنی ہے فائدہ مند چیز اور حرام چیز میں نہ دنیوی اچھائی اور فائدہ نہ اخروی نقصان ہی نقصان ہے۔ یہ فائدہ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَکَھُ خَیْرٌ الرَّازِ قِیْنُ فرماتے سے حاصل ہوا۔ اس طرح کہ رب تعالیٰ نے اپنی تمام دنیوی عطاؤں کو رزق فرمایا۔ حالانکہ رب تعالیٰ صرف حلال اور طیب اشیا ہی عطا فرماتا ہے۔ تیسرا فائدہ سفر جہاد میں نکلنے والے لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں ۱۔ حاجرین جو گھر بار چھوڑ کر نکل پڑے ۲۔ معاونین ۳۔ مجاہدین ۴۔ مقتولین شہداء آخرت میں سب کا ثواب و مقام ایک جیسا کیونکہ نیت اور حالات مشکلات سب کی ایک جیسی ہوتی ہیں، دین اسلام کی مدد و اشاعت سب کی نیت ہے۔ یہ فائدہ ثُمَّ قَاتِلُوا اَوْ مَاتُوا (۱۳)

فرماتے سے حامل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ مجاہدین میں سے مقتولین شہداء ہو جانے والوں اور طبعی موت سے راتے میں فوت ہو جانے والوں کا ثواب اگرچہ ایک جیسا ہے مگر درجات میں فرق ہے۔ حدیث مقدسہ میں سات طرح فرق فرمایا گیا ہے۔ ۱۔ آقاءِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مقتولِ جہاد اہراقِ دم اور اعتقادِ اعضا کی وجہ سے غیر مقتول مجاہد سے افضل ہے۔ ۲۔ شہید کے خون کی خوشبو مشک سے اعلیٰ ہوگی اور بہ خوشبو اس کے جسم سے ہمیشہ تا ابد آتی رہے گی۔ ۳۔ صرف شہید ہی دوزخ دنیا میں آئے راہِ مولیٰ اور میدانِ جہاد میں سرکٹانے کی تمنا کرے گا۔ ۴۔ شہید کی شہادت سے ہر گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ۵۔ صرف شہید کا خون پاک ہے۔ اس طرح کہ جو اس کے پٹروں میں لگا وہ خون پاک ہے جو ویسا ٹپک گیا وہ پاک نہیں اگر خون آلود کپڑا پانی میں گرا تو پانی ناپاک نہ ہوگا لیکن اگر جسم سے قطرہ ٹپک کر پانی میں گرا تو پانی پلید ہو جائے گا۔ ۶۔ شفیع روزِ جزا کی فہرست میں شہید بھی شامل صرف شہادت کی بنا پر۔ ۷۔ شہید ہی وہ خوش بخت ہے جو خونِ خشک ہونے سے پہلے جنت اور جنت کی نعمتوں کو و حورانِ جنت کو دیکھ لیتا ہے یہ سعادتمند نہ ہوا جو کبھی نہیں نہ مجاہد کو۔ یہ مسئلہ۔ کَیْزُ رِزْقِہُمْ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ یہاں شہید اور قوت شدہ مجاہد کی شرکتِ برابری صرف رِزْقًا حَسَنًا میں بیان ہوئی اور حدیث میں شہید کے درجات کی کیفیت بیان ہوئی۔ دوسرا مسئلہ۔ حقی مسلک یہ ہے کہ مجرم اور ظالم سے کسی بھی قسم کا بدلہ عدالتی فیصلے میں صرف فوجی ہتھیار سے لیا جائے گا۔ مثلاً تلوار، خنجر یا تیر بندوق سے اگرچہ مجرم نے قتل کر کے باغرق یا حرق یا کلا گھونٹ کر کسی آدمی کو مارا ہو مگر امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح کا جرم ہوگا۔ اسی طرح سے بدلہ لیا جائے گا یعنی قتل کا قتل سے غرق کا غرق سے حرق کا حرق سے وغیرہ وغیرہ، دونوں کے مسلک اسی آیت مِّنْ عَاقِبِ بَشَلِ کا حوالہ سے مستنبط ہیں شواہد فرماتے ہیں کہ یہاں رب تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اسی کی مثل سزا دو جس طرح مجرم کی طرف سے ظلم کیا گیا لیکن اصناف فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا یہ استنباط کمزور ہے کیونکہ بَشَلِ کا تعلق طریقہِ مجرم سے نہیں ہے بلکہ سزا و جرم سے ہے یعنی قتل کی سزا قتل کر کے۔ زخم کی سزا زخم ہے۔ اعضا کاٹنے کی سزا اعضا کاٹنا ہے۔ قتل سے مراد جان لینا ہے نہ کہ طریقہ قتل، نیز حرق کا مسلک کا دوسرا استنباط یومِ امد کے اُس حکم سے بھی ہے کہ کچھ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

ہم کو اجازت عطا فرمائیے تاکہ ہم بھی کفار کا مُتَشَدِّد کریں یعنی مقتولین کفار کی آنکھ ناک کان کاٹ ڈالیں کیونکہ کفار نے بھی بعض شہداء کا مُتَشَدِّد کیا ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا کہ قتل کا بدلہ صرف قتل ہے۔ آپ کا یہ فرمان مقدس تا قیامت ہر مجرم کی سزا کے لیے قانون بن گیا لہذا ثابت ہوا کہ قاتل مجرم نے خواہ کس جہالت سے قتل کیا ہو گا مگر اسلامی عدالت صرف جان لے گی تیسرا مسئلہ قانون شریعت کے مطابق رازق غیر خصوصی صفت ہے۔ اس لیے غیر اللہ کو بھی کہا جاسکتا ہے لیکن خالق کسی غیر اللہ کو نہیں کہا جاسکتا یہ رب تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے بعض جاہل شاعر اپنے آپ کو شعروں کا خالق کہہ دیتے ہیں اور اپنے شعروں کو اپنی تخلیقات کہہ دیتے ہیں یہ سراسر جہالت و گمراہی ہے یہ مسئلہ کھو خبیرو التراز قیین۔ سے مستنبط ہوا قرآن مجید میں احسن الحقائق فرماتا، یا عیسیٰ علیہ السلام کا۔ اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمُ فِرْعٰوْنَ وَہٰٓ اَنْۢ اَخْلَقْتُ لَکُمُ فِرْعٰوْنَ جَعَلْتُ ہٗمَ لَکُمْ شَارِکِیۡنَ فِیۡ عِبَادَتِیۡ

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا لَیۡسَ رِزۡقُہُمُ اللّٰہُ رِزۡقُہَا حَسَنًا۔ پھر بعد میں فرمایا گیا۔ لَیۡسَ رِزۡقُہُمُ مِّنۡ دُّنۡیَا۔ حالانکہ رزق حَسَنٌ سے مراد بھی مبنی رزق ہے اور لَیۡسَ رِزۡقُہُمُ سے مراد بھی دخول جنت ہے اور قانونِ کلیہ وقاعدہ اہل ہے کہ دخول جنت پہلے ہوگا رزق بعد میں لے گا تو چاہیے تھا کہ لَیۡسَ رِزۡقُہُمُ پہلے فرمایا جاتا اور لَیۡسَ رِزۡقُہُمُ بعد میں فرمایا جاتا، جواب لَیۡسَ رِزۡقُہُمُ پہلے فرمایا عین درست ہے کیونکہ جنتی زندق قبر سے شروع ہوتا ہے اور دخول جنت بعد قیامت، غرض کہ رزق قبضی اول بھی ہے آخر بھی قبر میں بھی جنت میں بھی بلکہ میدانِ محشر میں بھی قبول ہے پہلے بھی دخول کے بعد بھی دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَعَلِیۡمٌ حَلِیۡمٌ اس سے پہلے فرمایا گیا لَیۡسَ رِزۡقُہُمُ ظاہرًا تو دخول جنت اور علیم و حلیم کا آپس میں کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا جنت میں داخل فرمانا تو رب تعالیٰ کا رحم و کرم ہے تو چاہیے تھا کہ رَحِیۡمٌ کریم فرمایا جاتا نہ کہ عَلِیۡمٌ حلیم جواب دراصل یہاں چار آیتوں میں چار قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ۱۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کا فساد بھی کیا اور تکذیب آیت کی تخریب کاری بھی ان کی سزا اُخروی عذاب ہیں ۲۔ مظلومین ہاجرین جن کو کفار نے ظلمًا صرف اسلام دشمنی میں قتل کر دیا اُن مظلوم صحابہ کا اُخروی اجر رزق حَسَن ہے ۳۔ وہ مظلومین صحابہ جو ظلم کفار سے تنگ آکر ہاجر بنے وطن سے بے وطن ہو کر راہِ خدا میں بے باک مدد گانکل پڑے اور راستے کی مصیبتوں میں ہی فوت ہو گئے اُن کی اُخروی جزا بھی رزق حَسَن ہے ۴۔ وہ مسلمان جنہوں نے ظالموں کا فروں سے اپنے ظلم کا برابر و مثل بدل لے لیا مگر ان پر پھر ظلم کی بناوت کی گئی تو اُن کی جزا اُخروی، لَیۡسَ رِزۡقُہُمُ مِّنۡ دُّنۡیَا ہے۔ کفار کہہ سکتے تھے کہ یہ سزاؤ جزا غلط اور نا انصافی ہے ان کی پیشگی تردید فرماتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ یہ سزاؤ جزا بے سوچے

سمجھے اندھا دُھند نہیں نہ کرم و رحم کی جزا بذاتی محبت میں نہ مدد کی سزا کسی مذہب باقی ختم میں بلکہ میں علم و حکمت کے مطابق ہی کرم کی جزا اور مدد کی سزا ہے کیونکہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر فعل میں علیم ہے اور ہر فیصلے میں حلیم ہے۔ وہ خوب جانتے والا ہے کہ کون کرم کے لائق کون فضل کا مستحق کون رحم کا محتاج اور وہ ذاتِ عَلَّیٰ مُجَدِّدٌ سزا دینے میں بھی جلد باز نہیں بلکہ حلیم ہے خوب درگزر فرمانے والا وہ خیر ہے کہ کس کو اعمالِ صالحہ کی بہت اور توبہ کا ملکہ کی فرحت دینی ہے اور کس کو سرکشی کی دُصیل دینی ہے۔ جب جس کا جامِ ظلم لبریز ہو جائے تب سزا دینی ہے۔ اس وجہ سے یہاں علیم و حلیم فرمانا بالکل درست ہے۔ کریم و رحیم فرمانے سے سزا و جزا کی یہ حکمت ظاہر نہ ہوتی اور صرف رحم و کرم کا پتہ لگتا مدد کا پتہ نہ لگتا نیز اعتراض یہاں پہلے تو قَتْلُوا اَوْ کَاتُوا فرمایا گیا جس کا تعلق آخرت سے ہے پھر بعد میں فرمایا گیا وَمَنْ عَاقَبَ (الخ) جس کا تعلق دنیا سے ہے تو چاہیے تھا کہ وَمَنْ عَاقَبَ پہلے فرمایا جاتا کیونکہ دنیوی مدد تو پہلے ہوتی ہے آخرت اور اُخروی جزا بعد میں تو اُس کا ذکر بعد میں ہونا چاہیے تھا اس ترتیب کو الٹ کیوں فرمایا گیا اور اس مذکورہ موجودہ ترتیب میں مَنْ عَاقَبَ (الخ) کا تعلق ماقبل کلام قَتْلُوا (الخ) سے کیا ہے ظاہر اُترے ترتیب معلوم ہوتی ہے۔ جواب۔ یہ ترتیب اولیت یا بعدیت کی بنا پر نہیں بلکہ اعلیٰ و ادنیٰ کی بنا پر ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے ایمان والوں کو تین انعام دئے جانے کا ذکر ہو رہا ہے دو انعام اُخروی اور ایک دنیوی تو چونکہ اُخروی انعامات کثیر بھی ہیں عظیم بھی طویل بھی اسی لیے اُن کا ذکر پہلے فرمایا گیا ان کے بعد دنیوی انعام کا ذکر فرمایا گیا اور بتایا گیا ایمان والے دنیا میں بھی بے یار و مددگار نہ چھوڑے جائیں گے بلکہ ہر ایک کی رب تعالیٰ مدد فرماتا رہے گا۔ لَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَجِدًّا وَعَلَىٰ اُنْ كِي ضَرُور پوری مدد فرمائے گا۔ تو گویا کہ تینوں (الخ) میں مجاہدین قَتْلُوا کا انعام اُخروی بیان ہوا جو قبر سے شروع اور کَيْدُ خَلَفَتُهُمْ میں اُفکالہ و اے مجاہدین کا انعام اُخروی بیان ہوا جو بعد قیامت شروع۔ اور لَيَسْمُرَنَّ میں مجاہدین مَنْ عَاقَبَ کا دنیوی انعام کا ذکر ہوا تین ہی قسم کے مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں اُن تینوں کے تین انعاموں کا ذکر فرمایا گیا اسی لیے مَنْ عَاقَبَ (الخ) کی یہ ترتیب نہایت اعلیٰ و مناسب ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا قُلْ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ
وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَاتَلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَسِّرَنَّ اللَّهُ لَهُمُ

اللہ رَزَقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ كَهُو خَبِيرٌ ۝ التَّارِزِ قَيْنَ ۝ اور وہ لوگ جو کفر کے موٹے اور گائے پر دوں میں ذات کبریا و صفات مصطفیٰ سے محبوب ہیں اور آیات حقیقیہ کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ تکذیب آیات کی ایک صورت یہ بھی ہے صفات الہیہ خصوصہ کو غیر اللہ کی طرف نسبت کی جائے جیسے کہ کفار نے بتوں کو رازق سمجھا کسی نے گرو کو کسی نے اپنے آپ کو لوگوں کا رازق و مالک سمجھ لیا کسی نے اپنے صنم اپنی قابلیت اور دستی محنت، کاریگری کو اپنا رازق سمجھ لیا یہی کافران مطلق لوگ روز و شب در رزق رزق و یک یک کے عذاب نفسانی و صفات شیطانی کے عذاب ہمیں وصیئۃ ذلت کی مصیبت میں پھنسے ہوئے رہتے ہیں ان کی دنیا بھی جہنم ہے کیونکہ عزت الہی عظمت کبریائی و نعت مصطفائی سے حجاب میں کر دئے گئے ہیں اور ان کے چہرے تو جید حقیقی سے پھیر دیئے گئے کہ گستاخی نبوت کو توجید سمجھ بیٹھے ان کے اوپر یہی تہر تہانی ہے لیکن وہ اہل ایمان جنہوں نے راہ طریقت میں مشقت ذکر و انقاس و مخالفت نفس امارہ کی محنت سے ہجرت خواہشت کا ترک کیا اور نفوس خبیثہ کی آماجگاہ سے نکل کر وطن مآلوف اور تمنا عزیزہ کو چھوڑا، قرابت سفلیت سے منہ موڑا ہر رشتہ مگنا ہٹا کر کو توڑا، جلوت دنیا سے ہٹ کر خلوت فی سبیل اللہ میں سب عیش و طرب، شغل و شغب، ہوا و لعب قربان کر دیا پھر یا تو وہ مساکین معرفت ریاضت کی تلوار شوق الہیہ کے عشق کامل کے خنجر سے قتل کر دے گئے اور فنا ہو کر مقام بقا پر مشرف ہو گئے یا پھر لذت ذوق و ارادۃ شوق سے مَوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے ذائقۃ الوصول کو پیا گئے البتہ بے شک ان ہی محبوبین بارگاہ کو ان کا رب قدیر مولانا قدیم علوم مکاشفات اور فوائد تجلیات کا رزق حسن عطا فرماتا ہے۔

حکایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پیٹے کو وعظ فرمایا کہ اسے بیٹے نیند مثل موت ہے اور بیداری مثل حیات اُخروی ہے اگر تجھے یہ گمان ہے کہ تو اپنی موت کو ٹال سکتا ہے تو پہلے اپنی نیند ٹال کر دکھا، یا چند لمحوں کے لیے اپنے سے دور اور ختم کر کے دکھا جب تو نیند ختم نہیں کر سکتا تو موت کو کس طرح روک سکتا ہے اور اگر تجھ کو دوسری زندگی حیات اُخروی میں شک ہے تو جاگنے اور بیداری کو اپنے سے روک کر بتا اور ہمت ہے تو بیداری نہ آنے دے حالانکہ تجھ کو نہ نیند پر قابو ہے نہ بیداری پر نہ نیند روک سکتا ہے نہ بیداری لہذا سمجھ لے کہ تیرا تھو و تیری ذات و صفات و اوقات کسی اور ذات قوی و قادر کے قبضے میں ہے جس بندے نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے امر موت کو پہچان لیا اس نے کبھی نہ ختم ہونے والی ابدی عزت

کو پایا تو وہ آخرت کی ہی عزت ہے اور ایسا بندہ ہی کلبۃ کا بیاب ہے (حکایت) ایک عابد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تخت شاہی پر بیٹھا دیکھ کر عرض کیا یا ابنِ داؤد اللہ تعالیٰ نے کسی شان کی عزت و شاہی اور ملکِ عظیم آپ کو عطا فرمائی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا کہ قسم ہے خالقِ عالم کی۔ ایک بار پہلے دل کے ساتھ رب تعالیٰ کی تسبیح پڑھنا میرے اس تمام ملکِ عظیم، تخت شاہی سلطنتِ عالم سے بہتر ہے کیونکہ اس تمام سلطنت و حکومت کو فنا ہے مگر تسبیح و حمد و ذکرِ الہی کو فنا نہیں اور ذکرِ اللہ وہ دولتِ عظیم ہے جو تاقیامت ہر مومن کو عطا فرمائی گئی۔ صوفیاء و کرام فرماتے ہیں کہ جب ایک تسبیح پڑھنے کی یہ شانِ اعلیٰ ہے کہ ملکِ سلیمانی سے افضل ہے تو پھر تلاوتِ قرآن مجید کی کیا شان ہوگی جو تمام کائناتِ انسانی کی کتابوں سے افضل کتاب ہے یہی وہ کلامِ الہی ہے جو ہم خوش قسمت مسلمانوں کے پاس باقی ہے اور یہی وہ امانتِ الہی ہے جو دنیا میں ظاہر ہے اور جس کی وجہ سے زمین و آسمان باخیریت قائم ہیں خوش قسمت ہے وہ گھر جس میں سے صبح و شام تلاوت کی آوازیں بلند ہوں۔ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ ابنِ عربی نے فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا کہ دیکھ کر صحیح تلفظ کے ساتھ بلند آواز سے سطور پر انگلی پھیر کر تلاوت کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں چار عبادتیں اور ان کے چار ثواب ہیں۔ انکھوں سے دیکھنے کی عبادت۔ زبان سے بلند پڑھنے اور صحیح ادائیگی کی عبادت۔ کانوں سے سننے کی عبادت۔ ہاتھ سے کلامِ الہی کو چھوتے کی عبادت، مسلمانوں کو اس تلاوت کی توفیق و سعادت عطا فرمانا بھی رب تعالیٰ کی شانِ خیر و رازقین ہے، دنیا میں تلاوتِ قرآن مجید مومن کے لیے سب سے بڑا رزقِ حسی ہے یہ ہی آنکھ زبان، کان، اور ہاتھ کی عبادت ہے، تلاوتِ قرآن مجید دنیا میں رزقِ جنت ہے کہ جس طرح جنتی رزق کی تین صفات ہیں۔ پہلی صفت بغیر مشقت ملنا دوم یہ کہ بغیر کلفت کھانا پینا کہ یہ نہ کھانے میں نفرت نہ تکلیف سوم نہ ہضم میں بیماری نہ علت، نہ خروج کی مشقت نہ فکر نہ پریشانی غرض کہ جنتی غذا میں کھانے میں لذت، ہضم میں عفت، بقائیں یسرت و فرحت اسی طرح تلاوتِ قرآن کریم سے زبان میں لذت سینے میں فرحت، مزاج میں ٹھنڈک۔ قلب میں الفت، علماء و شریعت فرماتے ہیں کہ جب مجاہد اپنے گھر سے تیاری جہاد کے لیے نکلتا ہے تو اُس وقت سے ہر قدم، ہر حرکت پر اس کا ثواب شروع ہو جاتا ہے گویا کہ وہ جہاد میں ہی ہے اور صوفیاء فرماتے ہیں کہ جب نازی تیاری نماز کے لیے نیت کر کے کروٹ بھی بدلتا ہے تو اس کا ثواب شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مکتبہ کو حکم ہے کہ نماز کے قائم کے ہوتے سے پہلے ہی تکبیریں

ہے قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ۔ یعنی نماز کھڑی ہو چکی ہے۔ لہذا مبارک ہو بندے کو کہ اُس کا وضو کے لیے اٹھنا بھی اقامتِ صلوٰۃ ہے۔ وضو کرتا بھی نماز، مسجد کی طرف آنا بھی نماز، انتظارِ جماعت بھی نماز، مسجد میں بیٹھنا بھی نماز، بلکہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار

کرنا بھی نماز ہے اور حُمْدٌ عَلٰی صَلَواتِہُمُ دَالِمُونَ

کا ایک نقشہ اعظم ہے (از سورۃ صافات آیت ۱۲) اسی لیے حکم شرعی ہے کہ اگر نمازی شخص ادا یگی میں شروع ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس کا اجر و ثواب نماز پڑھ لینے والے کے برابر مشابہ ہے یہی شانِ رستے کے حاجی کی ہے اور نیاری حج کی ہے۔ یہی شانِ مجاہد کی اور سفرِ جہاد کے مجاہد کی کہ۔ لَیْسَ خُلُوعُہُمْ مَّدْحُوْرًا۔ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ۔ ذٰلِکَ۔ وَ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِہٖ ثُمَّ یُغْنِیْ عَلَیْہِ لَیَنْصُرْہُ اللّٰہُ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوْ غَفُوْرٌ۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ داخل فرماتا ہے اُن مقبولینِ بارگاہ و مقبولینِ فی سبیل اللہ مجاہدین اللہ میتین فی اللہ کو مقامِ رضا میں۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہمیشہ تک جاننے والا ہے ہر شخص کو کہ کون مدخلِ کریم کے لائق اور مقامِ رضا کے قابل ہے۔ علیم وہ اللہ ہے استعداد کے درجوں کا اور استحقاق کے مرتبوں کا اور پہچاننے والا ہے ہر نیتِ خلوص کو۔ جاننے والا ہے اس بات کا کہ کیا واجب ہے کمالِ مخلصین کے انعامِ فیوضات میں سے علیم ہے کہ کسی بھی غافلِ کاہل نامراد و بے مراد کی جلدی پکڑ نہیں فرماتا نہ عتابِ ریاکار سے نہ عقابِ ناہنجار سے نہ مزاحِ بدکار سے نہ عذابِ دنیا دار سے، علیم و درگزر فرمانے والا ہے اطاعت و عبادت کی کوتاہیوں غلطیوں پر اور مجاہداتِ راہِ طلب کی تقریط اور کمی پر اور منع فرما دیتا ہے بلاؤں کو روک دیتا ہے شامتِ اعمال کی اُن آفتوں کو جن کا تقاضہ کرتے ہیں اُن کے حالاتِ گناہِ علیم ایسا کہ باوجود غفلتِ غافلین کے جہلتِ ممکنہ عطا فرماتا ہے تاکہ فاسقین غافلین کو قبولیتِ جہلت اور اعمالِ صالحہ کا وقت اور توبہ دالمنی کا زمانہ و حیات نصیب ہو سزا کے بجائے عدل و حلم کا راستہ پسند فرماتا ہے۔ ذٰلِکَ وہ راستہ ہی اسرارِ حکمت کی منزل ہے، پھر میدانِ فرمایا انتظام کی طرف نہ کہ ظلم کی طرف اس لیے کہ حکمتِ البیہ میں ملکوتی امداد کی تائید واجب ہے اور وارداتِ جبروت کی نصرت واجب باپِ عدالت میں احتیاط یہ ہے کہ ظلم کو ختم کیا جائے اور اسی طرف سب بندوں کا میدانِ قلبی ہو نہ کہ ظلم کرنے کی طرف۔ آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے

بند و ظالم نہ بنو مظلوم بنو اگرچہ تم پر کتنی ہی بغاوت کی جائے اس لیے کہ رب تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ مظلوم کی طرف آتی ہے نہ کہ ظالم کی طرف، بے شک اللہ تعالیٰ قادر و قیوم ہے معاف فرمانے والا ہے اور معافی کو ہی پسند فرماتا ہے معافی کا ہی حکم فرماتا ہے، سزا کو درگزر فرمانے والا بندوں سے بھی درگزی و عیبی کو پسند فرمانے والا، جو بندہ ظلم ظالم کو برداشت کرتا ہے اُس کو بخشتے والا ہے، جو برداشت نہ کر سکے اور سُنُّ عَائِب بد لے لے اُس ظلم کے برابر جو اُس پر ہوا معافی دیتے پر ہمت نہ پائے اس کو بھی معاف فرمانے والا ہے راہ طریقت کا جہا جروہ ہے جو طبیعت بشری کے وطن سے نکل کر لسانی، نظری، عقلی لذتوں کی رشتے داریاں چھوڑ کر طلب حقیقت میں سفر روحانی کے لیے نکل کھڑا ہوا اور پھر یا میدانِ کرب و بلا میں صدقِ محبت کی تلوار سے قتل ہو جائے یا اوصافِ بشریت کی موت مر جائے ایسے ہی اہل معرفت کو قبورِ ضلوت میں رزقِ معنوی دیا جاتا ہے۔ قلب کا رزق معرفت کی حلاوت ہے اور رزقِ اُمرا شہادتِ جمال ہے۔ اُرُو ارجِ قدسیاں کا رزقِ حُسنِ مکاشفاتِ جلال ہے۔ بہت سے شہداءِ عشقِ الہی اہل دنیا کی نظروں میں مُردہ اور بے حس لگتے ہیں مگر اصلیت و حقیقت میں زندہ ہیں اور عالمِ بالا کی سپر لائوتی میں سیرِ عرفانی کے محور و اُزما ہیں۔ بہت سے وہ اجسام جن کے ظاہر بکھر گئے مگر باطن زندہ ہو کر چلے اور منزلِ قرب پر جا پہنچے۔ انسانِ کامل مثل بھرے دریا ہے کہ جو بھی ظلم و جفا اذیت کے پتھر اُس میں پھینکے جائیں تو غضب و غصے اور جوشِ انتقام ہیں نہ مکدر ہوتا ہے نہ بھرتا ہے نہ خراب ہوتا ہے بلکہ حلم و شفقت کی تلاطم خیز گہرائی میں مجرم کی تمام منصوبہ بندی کو پسپا کرتے ہوئے معافی کی ٹھنڈک عطا فرماتا ہے، دنیا میں انسانِ کامل اور بندہ عارف کے لیے آستانہٴ نبوتِ مدخلِ یُضَوُّۃ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ علیم و جبار ہے اس کا کہ کس کو آستانہٴ رحمتِ جمال معرفت بلند مکرم شہر مقدس مدینہ منورہ تک پہنچانا ہے۔ کون اس آستانہٴ مکرمہ کی عافری کے لائق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس زیارتِ گاہِ قدسیاں تک اُسی کی رسائی ہوتی ہے جس پر رب تعالیٰ کا کرمِ عظیم اور فضلِ عظیم ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم و درگزر فرمانے والا ہے اُس کم عقل نادان کی اُن غفلتوں کو تا جیوں بیوقوفیوں سے جو آدابِ بارگاہ میں کمی، سستی کسلندی کی وجہ سے سرزد ہوئی ہیں لیکن یہ عیبی اُس عاجز و مخلص بندے پر ہوگی جو کہ اپنی ان کمی کمزوریوں کا اقرار بھی کرتا ہو اور عرض کرتا رہے کہ

سرکار ہم گنواروں کو طرز ادب کہاں : ہم کو تو بس تمیز فقط بھیک بھر کی ہے
 آقا کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھے اچھی
 طرح ادب سکھا یا پھر رب تعالیٰ نے شریفانہ کریمانہ اخلاق کا حکم دیا اور فرمایا کہ درگزر کیا کرو۔
 نیک کام کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرو۔ دنیا میں اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ تین نعمتیں
 عطا فرمائی۔ علم، علم، علم۔ علم کے ذریعے علم ملتا ہے اور علم کے ذریعے عمل، اور عمل صالحہ کے
 ذریعے ادب و احترام اور ادب بزرگان سے تقویٰ اور تقویٰ سے قُربِ بارگاہ کی
 ہدایت عارف باللہ کی اصل دولت حکمت ہے اور حکمت سے ہی زُہد حاصل ہوتا ہے اور
 زُہد سے آخرت کا شوق اور شوقِ آخرت سے دنیا کی بے رغبتی اور قُربِ الہی، ظاہری ادب
 باطنی ادب کی نشانی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ النُّجُومَ فِي الشَّهَادِ

وہ سب کچھ رکھ دیا (یاں) اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ شامل کرتا ہے رات کو دن میں اور
 یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ رات کو ڈالتا ہے دن کے حصے میں اور

يُوَلِّجُ النُّجُومَ فِي النُّجُومِ وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ

شامل کرتا ہے دن کو رات میں اور بے شک اللہ سب کی سنتے والا ہے
 دن کو لاتا ہے رات کے حصے میں اور اس لیے کہ اللہ سنتا

يَصِدُّ ۖ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ

سب کو دیکھنے والا۔ وہ (دن رات کا اول بدل) اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ قوتوں والا ہے اور بیشک
 دیکھتا ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اُس کے سوا

مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ

وہ سب بت کہ پوجتے ہیں یہ کفار اُس کے مقابل وہ ہی بیکار نکتے کمزور ہیں اور بے شک
 جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے اور اس لیے کہ

اللَّهُ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٦٣﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ

اللہ ہی غلیبے والا بڑا ہی والا ہے۔ کیا تم نے خور نہ کیا کہ بے شک اللہ نے
اللہ ہی بلند بڑا ہی والا ہے۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ

نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی تو صبح ہوتے ہوتے تمام علاقہ
آسمانوں سے پانی اُتار اور صبح کو زمین

مُخَضَّرَةٌ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٤﴾ لَهُ مَا

سربزہ ہو گیا۔ بے شک اللہ ہر چھوٹی بڑی ظاہر باطن کو جاننے والا ہے۔ اسی کا ہے وہ تمام
بریلی ہو گئی۔ بے شک اللہ پاک خبردار ہے۔ اسی کا مال ہے جو کچھ

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللَّهَ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بے شک اللہ البتہ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بے شک اللہ

لَهُ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٥﴾

وہ ہی سب کو کافی ہے برآمد کے لائق ہے۔

ہی بے نیاز ہے سب خواہیوں سرا۔

ان آیت کا پھل آیت سے چند دوح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پھل آیت میں فرمایا
تعلقات کیا کہ حرمت والے مہینوں میں دفاعی حملہ کرنے کی مسلمانوں کو اجازت دی گئی
نہیں۔ اب ان آیت میں اس کو وجہ بیان فرمایا کہ وہی ہے کہ رات دن چہرہ اللہ تعالیٰ کے

marfat.com

قبضہ قدرت میں ہے۔ دوسرا تعلق پھیلی آیت میں فرمایا گیا کہ تمام کافروں کو عذاب ہمیں ہے مگر مومنوں کو عذاب ہمیں سے دور رکھا گیا ہے۔ اب ان آیت میں اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ چونکہ کائنات عالم میں ہر آن حق صرف اللہ ہی ہے اُس سے دور ہو کر حق اور حقانیت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اس لیے اُس کی ذات و صفات اور اُس کی آیت کا انکار سراسر کفر ہی ہے جس کی سزا یہ ہے کہ ایسے ناشکرے ناخنی شناس کو عذاب ہمیں دیا جائے اور حق پرستوں کو بچایا جائے۔ تیسرا تعلق۔ پھیلی آیت میں نیک لوگوں کے اُخروی رزقِ حق کا ذکر کیا گیا ان آیت میں تمام لوگوں کے دنیوی رزق کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ شانِ نزول۔ حضرت مقابل سے روایت ہے کہ مشرکین کا ایک لشکر عین حرمت والے ہینے میں حملہ آور ہوا اور اسی لیے جنگ کے لیے حملہ آور ہوا کہ مشرکین کو ہتہ تھا کہ مسلمان حرمت والے ہیمن میں جنگ و قتال نہیں کرتے مسلمانوں نے اُن حملہ آوروں کو منع بھی کیا کہ ان ہیمن میں جنگ مت کرو مگر وہ تو چاہتے ہی یہ تھے کہ ہم ہتے مسلمانوں کو ہلاک کر دیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ایسے بد بختوں سے جنگ کرنے کی اجازت دی گئی بلکہ آئندہ حرمت والے ہیمن میں پھلی شریعتوں کی جنگ نہ کرنے کی پابندی ختم کر دی گئی۔ اجازت ملنے پر مسلمانوں نے یہ دفاعی حملہ اتنا سخت کیا کہ ایک کافر بھی بچکر نہ بھاگ سکا گھیر کر سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس موقع پر آیت ۶ تا ۶۳ نازل ہوئی (از خزائن و امام سیوطی ۲)

تفسیر نحوی ذٰلِكَ يٰۤاَنَّا اللّٰهُ يُوْذِیْجُ الْبَلَّٰلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْذِیْجُ الْبَلَّٰلَ فِی اللَّیْلِ وَ اَنَّا اللّٰهُ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ذٰلِكَ یٰۤاَنَّا اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّا مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّا اللّٰهُ هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ذٰلِكَ اسم اشارہ مبتدا ہے۔ ب جارہ زائدہ یعنی اپنے اصلی و مستعار معنی میں سے کسی معنی میں نہیں ہے مگر عامل ہے ایک قول میں ب سببہ ہے کہ ما قبل کلام سببہ ہے اور ما بعد سببہ ہے اَنّ مشیّد بالفعل اللہ اس کا اسم یُوْذِیْجُ باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ و یُوْذِیْجُ مادہ لازم سے بنا ہے بمعنی آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقہ سے کسی شخص کا گھر میں داخل ہونا اس کا مصدر ابیانج یہ متعدی بیک مفعول ہے بمعنی داخل کرنا۔ الْبَلَّٰلُ اسم مفرد مؤنث نقلی اس کی جمع بَلَّالٰتٌ یہ متعدی بیک مفعول ہے فی جارہ ظرفیہ

اَلتَّحَارُّمِ مَفْرُودٌ جَائِدٌ مَذْكُورٌ بِمَعْنَى رُشْنِ دِنِ يَهْ جَارِ مَجْرُورٍ مُتَعَلِّقٌ بِهِيَ يُوْرِيحُ كَا يَهْ سَبْ جِلْمٌ فَعْلِيَّةٌ هُوَ كَرْمُوفٍ
 عَلَيْهِ دَاوُ عَاطِفٌ يُوْرِيحُ فَعْلٌ بِاَفَاعِلِ اَلتَّحَارُّمِ اِسْمٌ كَامْفَعُولٍ بِهِ فِى اَللَّيْلِ جَارِ مَجْرُورٍ مُتَعَلِّقٌ اِسْمٌ دُوسَرِ
 يُوْرِيحُ كَا يَهْ سَبْ جِلْمٌ فَعْلِيَّةٌ هُوَ كَرْمُوفٍ دُونِ عَطْفٍ مَلْ كَرْمِ هِے اَنَّ كِى سَبْ مَلْ كَرْمِ جِلْمٌ اِسْمِيَّةٌ
 هُوَ كَرْمِ مَجْرُورِ هِے بَ سَے جَارِ مَجْرُورٍ مُتَعَلِّقٌ هِے حَاصِلٌ پَرِشِيدَہ اِسْمٌ فَاعِلٌ كَا يَهْ سَبْ جِلْمٌ اِسْمِيَّةٌ
 هُوَ كَرْمِ خَبَرِ مُبْتَدَا دُونِ مَلْ كَرْمِ جِلْمٌ اِسْمِيَّةٌ هُوَ كِیَاہِ خِیَالِ رِہے كِه لَفْظِ لَيْلٍ عِبْرَاتِی سَے مَعْرَبْ هِے عِبْرَاتِی
 زَمَانِ مِی مَطْلَقًا ہر اندھیرے كُو لیل كہا جاتا تھا مگر عربی مِی اِس لَفْظِ كُو صَرَفِ حَقِیْقِی رَاتِ كَے یَے
 لیل كہا جاتا ہِے اِس كِی دُوسَرِ مِی ہِے حَقِیْقِی رَاتِ، غُرُوبِ آقْتَابِ سَے طُلُوعِ آقْتَابِ تَكِ
 ۲ شَرَعِی رَاتِ غُرُوبِ آقْتَابِ سَے فِجْرِ صَادِقِ تَكِ یَہَاں حَقِیْقِی رَاتِ مُرَادِ ہِے تَمَارِ عَرَبِی لَفْظِ
 ہِے تَحْرُورِ سَے بتا ہِے بِمَعْنَى لُغْوِی كھولنا، كھلنا، كھلنا ہونا اِسی كَے مَاتَحْتِ نُوْعِدِ وَ مَجَازِی مَعْنٰی
 مِی مُشْتَرَكِ ہُوَ كِیَاہِ گھروں كَے سَانِے كُچھ كھل بیکار زمین جہاں كُو رَاوِغِیرَہ بیکار اشیاء ڈالِ
 جاتی ہِی ۳ تَنگِ دِل ہونا ۴ جھڑكنا ۵ خُونِ بَہانہ (ذبح كَرنا) ۶ پانی جَارِی ہونا ۷ رُكْشَنِ
 ہونا ۸ دِن ہونا ۹ بادل كھلنا ۱۰ خَبَرِ جَانِنَا اِن تَمَامِ اِصْطِلَاحِی وَ مَجَازِی، مَعْنٰی مِی كھلتے كَے
 كَے مَعْنٰی مَوْجُودِ ہِی۔ وَ اِذَا بَتَدَا بَیْہِ ہِے یَا عَاطِفَہ اُور مَابَعْدِ كَلَامِ كَا عَطْفِ ہِے مَاتَقْبِلِ یَا اَنَّ
 پَرِ اُور یَہِی دَرِستِ ہِے كِیونكہ اَنَّ مُفْتَوَضَہ ہِے اَللّٰہُ اِسْمٌ كَا اِسْمِ سَمِیْعٌ بِعَبْرِیَّہ دُونِ
 اِسْمِ فَاعِلِ صِفَتِ مُشَبَّہِ مَبَالِغَہ دُوسَرِ مِی ہِی اَنَّ كِى سَبْ مَلْ كَرْمِ جِلْمٌ اِسْمِيَّةٌ ہُوَ كِیَاہِ، ذَالِكِ مُبْتَدَا
 بِ سَبَبِہِ اَنَّ حَرْفِ مُشَبَّہِ اَللّٰہُ اِسْمٌ كَا اِسْمِ مُضْمِرِ مُبْتَدَا اَلْحَقِّ اِسْمِ كِی خَبَرِیہ دُونِ جِلْمٌ اِسْمِيَّةٌ ہُو
 كَرْمِ خَبَرِ اَنَّ سَبْ مَلْ كَرْمِ جِلْمٌ اِسْمِيَّةٌ ہُوَ كَرْمُوفٍ عَلَيْهِ دَاوُ عَاطِفٌ اَنَّ مُشَبَّہِ بِاَفْعَلِ، كَا اِسْمِ مَوْصُولِ
 مُرَادِ ہِی بَتِ لُكڑِی پتھر دھات كَے اُور فَوْرُ تَصْوِیْرِ یَیْدُ عَوْنِ۔ بَابِ تَصَرُّكِ مَصَارِعِ
 مُثَبَّتِ مَعْرُوفِ جَمْعِ مَذْكُورِ غَائِبِ دَعْوُ سَے مُشْتَقِ ہِے بِمَعْنٰی پَكَارنا، بَلَانَا، دَعْوَتِ دِینَا پُوجنا
 عِبَادَتِ كَرنا، پُوجنا اُرْدُو كَا لَفْظِ اِس كَا مَعْنٰی ہِے سَجْدَہ كَرنا۔ كَا قَرَبَتوں سَوْرَجِ چاند اُور ستارہ
 اُور اُگ كُو پُوجنا ہِے مگر مُسْلِمَانِ اَللّٰہ كُو پُوجتا ہِے۔ اِس كَا فَاعِلِ مُضْمِرِ صِبْنہ ہِے مِی جَاڑہ زَاوَدہ
 دُونِ اِس مَفْرُودِ مُشْتَرَكِ بِمَعْنٰی سِوَا مُقَابِلِ مَضَافِ ہِے ۱۱ مُضْمِرِ مَجْرُورِ مُتَعَلِّقِ مَضَافِ اِلَیْہِ یَہِ مَرْكَبِ مَجْرُورِ
 ہُوَرِ مُتَعَلِّقِ ہِے یَدُ عَوْنِ كَا وَہ سَبْ جِلْمٌ فَعْلِيَّةٌ ہُوَ كَرْمِ صِلہ ہُوَا مَوْصُولِ صِلہ مَلْ كَرْمِ اِسْمِ اَنَّ ہِے
 مُضْمِرِ مُبْتَدَا اَلْبَا اِلِی اِسْمِ مَعْرُوفِ بِاللَامِ بِمَعْنٰی جھوٹا بیکار خَبَرِ ہِے مُبْتَدَا كِی یہ دُونِ جِلْمٌ اِسْمِيَّةٌ
 ہُوَ كَرْمِ خَبَرِ اَنَّ سَبْ مَلْ كَرْمِ جِلْمٌ اِسْمِيَّةٌ ہُوَ كَرْمُوفِضِ ہِے یَا اَنَّ كَے جِلْمِ پَرِ دُونِ عَطْفِ مَجْرُودِ ہُوَ كَرْمِ

متعلق ہے ثابت پوشیدہ اسم فاعل کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا ذالک مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واو عاطفہ عالیہ بمعنی اور حالانکہ یہاں مابعد کلام کا عطف حوالہ پر یا عطف ہے حوالہ کیا طیل کے جملے پر اَن۔ عملاً مشبہ بالفعل اشد اس کا اسم حوالہ ضمیر مرفوع منفصل واحد مذکر غائب مرجع اشد تعالیٰ اعلیٰ اسم مبالغہ بر وزن فعیل بمعنی بہت ہی غالب ہوتے والا یا غالب کرے والا۔ عَلٰی یا عَلُو سے مشتق ہے یا عَلٰی سے یہ خبر اول حوالہ مبتدا کی انگلیں اسم مبالغہ کبر سے مشتق ہے بمعنی بہت بڑائی والا۔ خبر دوم حوالہ کی یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر اَن سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً اِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ کہ صافی السموات وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَفِيُّ الْحَمِيدُ۔ آہمزہ۔ سوال اقراری کے لیے کَمْ تَرَ۔ باب ضرب کا فعل مضارع منفی جملہ لم معروف واحد مذکر حاضر بمعنی ماضی راضی سے مشتق ہے بمعنی غور کرنا، غور سے دیکھنا۔ قلبی عقلی نگاہ کرنا بحالت جزم لم جازعہ کی وجہ سے اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے عوم سے خطاب ہے اَن۔ عملاً مشبہ بالفعل اشد اس کا اسم اَنزَلَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب نَزَلَ سے مشتق ہے بمعنی اترنا نازل ہونا لازم ہے اس کا مصدر مزید فیہ اَنزَالَ ہے بمعنی اتارنا یہ متعدی بیک مفعول ہے مِن حرف جر ابتداء غائت (ابتداء مقصود) کے لیے بمعنی طرف سے السَّمَاء اسم مفرد مؤنث لفظی اس کی جمع ہے سموات یہ جار مجرور متعلق ہے اَنزَلَ کا ماضی اسم مفرد بامد بمعنی پانی یہ مئے سے مبتدا ہے مئے کا لغوی ترجمہ ہے جھگڑا فساد کرنا اصطلاح میں پانی کو ماء اور نثر عدد کو بائۃ اسی لغوی بنیاد پر کہتے ہیں کہ پہلے عرب میں اکثر فتنہ فساد بلکہ قتل تک یا پانی پر ہوتے تھے۔ یا شہر یا بر دولت پر اُمرا غریبوں کو قتل کر دیتے تھے یہ مفعول بہ ہے اَنزَلَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَ سببہ اور مابعد کلام سبب ہے ماقبل اَنزَلَ کا یا ماء کا۔ تَصْبِحُ باب افعال کا مضارع مثبت معروف واحد مؤنث صَبَح سے بنا ہے بمعنی صبح ہونا اس کا مصدر ہے اَصْبَحَ صبح کرنا صبح تک ہو جانا۔ حالت بد لجانہ یہ فعل ناقصہ ہے اس کا اپنا اصلی معنی ہے صبح کو ہونا یا صبح ہو جانا، لغوی ترجمہ ہے سرخ ہونا، تو چونکہ پہلے بوقت صبح آسمان کے کناروں پر شفق پھیلتی ہے بعد میں شام کو اس لیے ابتداء یوم کو صبح کہا گیا اسی لغت کے تحت چراغ کو مصباح کہتے ہیں یہ فعل ناقصہ کھیں گان ناقصہ اور کھیں گان تامہ کے معنی میں بھی ہوتا ہے الْاَرْضُ

الف لام یا استغراقی ہے یا عہد خارجی ارض سے مراد کھیت کھلیان والی زندہ زمین یہ اسم ہے ناقصہ کا مختصر باب افعال کا اسم مفعول واحد مؤنث اس کا مصدر ہے اخصیر از۔ ثلاثی مزید فیہ ملحق (مثابہ) رباعی مختصر سے مشتق ہے اس باب میں مبالغہ کے معنی ہوتے ہیں یعنی بہت زیادہ چیز ہونا ترجمہ ہے پورے علاقہ کا سرسبز ہونا۔ یہ اسم مفعول خبر ہے ناقصہ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مبتدب ہے ماؤ کا وہ سبب سبب مل کر مفعول بہ ہے اَنْزَلَ کا اِنَّ حرف مشبہ اللہ اس کا اسم لطیف اسم صفت مشبہ لطف سے مشتق ہے بمعنی نرئی کرنے والا ہر بانی والا ذائق اور باریک اشیا کو بھی جان لینے والا یہاں یہی معنی ہیں را غیر محسوس عمل کرنا والا۔ یہ اِنَّ کی پہلی خبر ہے خیر اسم مبالغہ بروزن فیعل غیر دوم ہے اِنَّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ کہ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل ثابت کا ما اسم موصول فی السموات یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجود کا۔ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا کا موصول صلہ مل کر معطوف عب واد عاطفہ کا موصول فی الارض ہوا متعلق ہے موجود پوشیدہ کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف ہے پہلے کا پر دونوں عطف مل کر فاعل ہے ثابت پوشیدہ کا وہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا واد سر جملہ اِنَّ حرف تحقیق۔ اسی کا نام حرف مشبہ بالفعل بھی اللہ اس کا اسم لام کے تاکیدیہ ہو ضمیر مبتدا۔ الف لام اسی تخصیصی غنی۔ اسم مبالغہ بروزن فیعل لغوی ترجمہ ہے خوش حال ہونا۔ یا صلاحیت ہونا۔ یہ لازم ہے اسی لغوی معنی کے لحاظ سے یہ لفظ اصطلاح مجازی چھ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ بے نیاز ہونا ۲۔ امیر دولت مند ہونا ۳۔ آسودہ حال ہونا ۴۔ محتاج نہ ہونا اس کی جمع ہے اغنیاء ۵۔ کافی ہونا یہاں اسی معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی سب مخلوق کو کافی ہے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ چھو کر کسی غیر کے آگے ہاتھ پھیلائے ۶۔ فائدے مند ہونا۔ باب افعال میں یہ مستعدی ہوتا ہے۔ کسی علی سے کہیں سن سے کہیں غن سے یہ صو کی خبر اول ہے۔ الخیر اسم فاعل صفت مشبہ مبالغہ بروزن فیعل، الحمد سے مشتق ہے بمعنی اچھائی بیان کرنا خمید کا ترجمہ ہے حمد کے لائق ہونا قابل ہونے والا یہ خبر دوم ہے ہو مبتدا کی یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر قابل ہونے والا یہ خبر دوم ہے ہو مبتدا کی یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر

وَعَلَىٰ قَوْلٍ وَصْنَتِ كَوْدَلِ كِ گرایوں اور یقین عقلی سے پسند کرتے ہوئے اس کو اچھا کہتا تعریف کرتا ہر
پے ۲ اگر ان گیارہ شرائط میں سے ایک بھی نہ ہو اور پھر بھی تعریف اور اچھا کہا جائے تو وہ مدح ہے
حمد نہیں۔ یہ مندرجہ بالا شرائط صرف اللہ تعالیٰ کے قول و فعل و صنعت ہیں ہی ہو سکتے ہیں اس
لیے حمد صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہو سکتی ہے کسی بھی مخلوق کی حمد نہیں ہو سکتی بس اللہ ہی حمد کے لائق
ہے۔ دوسرا کوئی بھی حمد کے لائق نہیں۔

تفسیر عالماتہ ذَالِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يُوْخِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤْخِجُ النَّهَارَ فِي
اللَّيْلِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ۔ ذَالِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ
مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ۔ وہ تمام وعدے
جو رب تعالیٰ نے مومنین سے فرمائے اور تمام وعیدیں جو رب ذوالجلال نے کفار کو
سنائیں کہ ان کے ظلم کا بدلہ عذاب جہنم ہے۔ مومنین کو دنیا میں مَدْخُلِ بَرِّ ضَوْقِ کاشفین
صالحین کو رزق حَسَن کا آخرت میں عفو و مغفرت معافی و غفران کا عطیہ اور ظلم کا مقابلہ کرنے والے
بہادروں مجاہدوں کو کُثْرَةُ اللہ کی مدد کے سب وعدے پورا کرنے پر قادر و قوی ہے
ذَالِكَ، اُس کا ثبوت سبب اور دلیل وہ بھی ہے کہ بِأَنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ قدرتوں
طاقتوں والا ہے جو سارے جہان کی ہر رات کو کبھی دن میں ڈال کر دن کو چھوٹا، رات کو بڑا
کر دیتا ہے اور کبھی دن کو ڈالتا ہے ہر علاقے کی رات میں جس سے رات چھوٹی ہو جاتی ہے
اور دن بڑا ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ کبھی سورج کا طلوع راستہ اور راستے کا چکر قبل کر
دیا جاتا ہے تب سورج جلدی غروب ہو جاتا ہے، دیر میں طلوع ہوتا ہے اس وجہ سے جن
ساعتوں میں پہلے دن ہوتا تھا ان میں اب رات ہو جاتی ہے۔ یہ ایلا جیل فی النہار ہوا
اور کبھی سورج کا طلوع راستہ اور مدار فلکی والا چکر طویل کر دیا جاتا ہے تو سورج جلدی
طلوع کر دیا جاتا ہے اور دیر میں غروب تب جن ساعتوں میں پہلے رات ہوتی تھی اب ان میں
دن ہو جاتا ہے یہ ایلا جیل فی اللیل ہوا۔ اس طرح پورے سال ہر دن و رات کا مشرق
بھی علیحدہ اور مغرب بھی علیحدہ، علما و علم توقیت فرماتے ہیں کہ ایک سال میں تقریباً تین سو
مشرق ہیں اور تین سو مغرب، اور یہ سب قدرتیں صرف ربُّ المشرق و المغرب کے
فعل کمال سے ظاہر ہیں کسی بھی مخلوق میں اس ایلا جیل و النہار کی تبدیلی و تصرف
کی طاقت نہیں، اس قوت و قدرت کے اظہار سے تین باتیں سمجھائی جا رہی ہیں پہلی یہ

کہ اسے دنیا کے شاہو، بادشاہو، امیر و وزیر و ظالم و جابر و زمین دنیا میں ظلم و فساد مچانے پھیلانے والو۔ یہ بات کان کھول کر سن لو کہ نہ سدا کسی کے ظلم کا سورج طلوع رہ سکتا ہے نہ کسی کی مظلومیت کا سورج غروب رہ سکتا ہے جس طرح رب تعالیٰ کبھی رات کا عروج فرماتا ہے کبھی دن کا عروج، کبھی آفتاب آسمانی کمال بلندی پر ہے، کبھی زوالِ پستی میں اسی طرح دنیوی طاقتیں بھی کبھی بقا کی بلندیوں پر کبھی فنا کی پستیوں میں، دوم یہ کہ دنیا کے اتار چڑھاؤ دنیا کی بے ثباتی کو ثابت کر رہے ہیں دن رات کی یہ کمی بیشی بتا رہی ہے کہ دنیا جہان کی کسی چیز میں قرار ہے نہ ثبات ہے، اسے دنیا پر مغرور ہونے والو سنبھل جاؤ سمجھ جاؤ، تیسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ رات کے ذریعے چڑھنے دن کو اور دن کے ذریعے پھیلنے رات کو مٹانے پر قادر ہے وہ اللہ جلّ جلالہ مظلوموں کے ذریعے ظالموں کو مٹانے پر بھی قادر ہے۔ لہذا اسے کئے کے ظالم کافرو آج اگر تم ان مومن صحابہ کرام پر ظلم کر رہے ہو تو عنقریب ان کے ذریعے ہی تم کو مجبور، مقہور اور مقتول بنا کر صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا، اُس ذاتِ قدیم کے یہی فنا کرنا بھی آسان ہے بقا دینا بھی آسان زمین اور زمین کی مخلوق کیا چیز ہے وہ تو آسمان کی سورج پر بھی غالب و حاکم ہے جب چاہے جہاں چاہے دن کو گھٹائے یا رات کو مٹائے اور جو ذاتِ پاک رات کے اندھیرے میں سے دن نکال سکتا ہے اور دن کی روشنی پھیلانے کا اندھیرا لاسکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ آج جن کفار کی بادشاہی چل رہی ہے ان کفار کے زوال کی رات بھی دنیا جہاں اور ایمان والے ملحدی دیکھ لیں آج اگر اہل ایمان پر ظلم و اذیت کی رات پھیلی ہے تو عنقریب ان کا روشن دن کفر کی سیاہ رات پر غالب آجائے گا۔ ایلا نِج لیل و نہار دلیل قدرت ہے اور قدرت میں دلیل نصرت ہے اور نصرت میں دلیل رضا ہے، اور بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہمیشہ تک غنی والا بھی ہے دیکھنے والا بھی، مخلوق کی سننے والا، عالمین کو دیکھنے والا، ظالم کو دیکھنے والا، اقول کہ اعمال کا بھر ہے۔ دعاؤں کو سننے والا، دعا والوں کو دیکھنے والا، ایمان والوں کی سننے والا، کفر والوں کو دیکھنے والا، انعام والوں کی سننے والا۔ عذاب والوں کو دیکھنے والا، نہ کوئی اس کی سماعت کے زمرے سے دور رہ سکتا ہے نہ کوئی اُس کی بصارت کے گھیرے سے مخفی رہ سکتا ہے تمام مخلوق کی بے شمار زبانوں لغتوں کو بھی اور ایک زبان کے بے شمار لہجوں طریقوں کو بھی بیانوں کو بھی بیگ وقت سننے والا سن کر حاجت روائی مشکل کشائی فرماتے والا

اور تمام مخلوق کی بے شمار مختلف شکلوں صورتوں صلیوں کو دیکھنے پہچاننے والا نہ اُس کی عدالت بہری ہے نہ اُس کا قانون اندھا ہے ذالک وہ یُورِجُ الْیَلَّی وَالنَّهَارَ، کی قدرتیں سماعت کی عظمتیں بصارت کی رفعتیں اس وجہ سے ظاہر و غالب ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات صفات، قدرت قوت، مبدویت، مسجودیت، مملوویت، بقا، علی، قانون، قول فعل، قدیم ہونے ابدی رہنے میں حق اور واجب الوجود ہے اُس کی ہر چیز حق ثابت، قائم، دائم، باقی ہے اُس کا دین حق، کلام حق، قانون حق، شریعت حق، انبیاء حق ان کی شان آن حق اور ہمیشہ باقی رہنے والی، رب تعالیٰ کی کسی چیز کو نہ زوال نہ فنا ہی وجہ ہے کہ یہ

جہاں ہیں اہل ایمان مثل سورج باقی رہتے ہیں : اِدھر دُوبے اُدھر نکلے اُدھر دُوبے اُدھر نکلے اللہ تعالیٰ کی چیز وہ ہے جس کا رب تعالیٰ نے اِصْطَفَا اجْتَبَا، اور اصْطَفَا فرمایا : وَأَنْ مَّا یَدْعُونَ اور بے شک وہ بُت دیوی دیوتا جن کو دنیا کی یہ کفار پوجتے پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ خالق مالک رازق حقیقی معبود سے مَن دُون ہو کر منہ پھرا کر اُس کی خالص عبادت چھوڑ کر بس وہ ہی باطل و فنا ہیں دنیا میں بھی آخرت میں بھی، دنیا میں بے بس آخرت میں بے کس لغو و کذب لہو و لعب، بے ثبات و بے وقار، زائل و زائل و زائل ہیں نہ ثبات قرار نہ نفع دے سکیں نہ نقصان پہنچا سکیں نہ خود کو دشمن محاسب سے بچا سکیں۔ کفار اپنے بتوں سے بہت آسیں اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ وہ ترسے باطل ہیں اُن کی کچھ اصلیت و حقیقت نہیں محض فضول ٹکڑے ہیں ان کی پوجا بیکارہ : وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْکَبِیْرُ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک بلندی بزرگی، غالبیت ماکبت، تسلط حکومت جلال و جمال و کبریائی والا ہے۔ اس لیے کہ وہ ہی علی ہے وہی کبیر ہے۔ علی ہے قاهر و مقتدر ہو کر، کبیر ہے تدبیر و عظیم ہو کر علی ہے نفع نقصان دینے میں کبیر ہے وسعت سلطنت و حکومت میں علی ہے ہر شے پر کبیر ہے ہر ایک سے نہ کوئی برابر ہے اُس کے نہ کوئی شریک ہے اُس کا : اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتَخْضِبُ الْاَرْضُ مِنْهُ مُخْضَرًّا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْبٌ خَبِیْرٌ۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔ اے مخاطب انسان کیا تو نے آسمان کی طرف سے کئی بار بارش اترتے نہیں دیکھی یا درکھ اور یقین کر کہ بے شک وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے ہی اتاری کیونکہ وہ ہی ایسی عظیم قوتوں قدرتوں والا ہے چاہے تو دن رات کو گھٹا بڑھا کر فناء عالم کی سنگت تبدیل کر دے۔ چاہے تو بارش برساکوزین دنیا

کی رنگت کو بدل دے اس طرح سے کہ کسی بھی وقت آسمان کی طرف سے رب تعالیٰ نے پانی اتارا تو تھوڑی مدت بعد تمام زرعی زمین ہرے رنگ کی تر و تازہ ہو گئی۔ کہیں گھاس، کہیں پودے کہیں سبزی ترکاری اُگ کر ابھر آئی۔ اور کیا کہیں اب بھی تو نے نہ دیکھا کہ بعض زرعی زر خیر علاقوں میں رات کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے پانی نازل فرمایا تو صبح کو تمام زرعی زمین نباتات سے بھر پور ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے کچھ دنوں میں وہی خشک پڑی زمین گل و گلزار بن گئی ان آیت میں سمجھا یا یہ جارہا ہے کہ آج یہ ملک عرب جس پر کفر کی رات چھائی ہوئی ہے اور شرک کی خشکی پھیلی ہوئی ہے اسے اہل کفر و شرک مغروری نہ کرو اور اسے منافق و مشکوک نہ بنو اور اسے مسلمانو مایوسو و پریشان نہ رہو۔ اسے ایمان والوںہ گھبراؤ۔ نور نبوت رُسرا جاً منبرا طلوع ہو چکا ہے آسمان کرم کی طرف سے نزولِ آیت کی بارش ہو رہی ہے عنقریب یہی اندھیر نگری آفتابِ عاتق کی شعاعوں سے ایسی جگمگا جائے گی کہ نہ کسی آنکھ نے ایسی چمک دیکھی ہوگی نہ سنی ہوگی، اور آسمان و زمین والے پکار اٹھیں گے۔

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک ہے عین میں جن کی پہل پہل۔ وہی اک نہینے کا چاند ہے سب اُسی کلام کہہ رہے
 حکیم الامت سا لگ بڑا بولتی آسمان کے سورج میں تو کبھی ایلا جیل کبھی ایلا ج ہمار گم عرب کی نزدیکی
 پر شبِ کفر کا ایلا ج پھر کبھی نہ ہوگا اور تم دیکھتے جاؤ کہ اسی عرب کے جہاز جھنکاڑ بنجرو بیابان میں
 دین و ایمان شعائر اسلام نشاناتِ عرفان آیاتِ رحمن کا ایلا گلزار کھلے گا کہ کائنات انسانیت
 کی چشم بصارت نے اس سے پہلے دیکھا نہ ہوگا یہ سب کچھ ایسے طریقے ہوتا چلا جائے گا کہ نہ
 عقلا کی عقل محسوس کر سکے نہ علما کا علم، اس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ۔ بے شک اللہ تعالیٰ
 اپنے ہر فعل میں لطیف ہے، ہر چیز سے خیر ہے۔ ابتداء فعل پر لطیف ہے۔ انتہاء انجام
 پر خیر ہے اپنے افعال میں لطیف ہے۔ بندوں کے اعمال پر خیر ہے لطیف ایسا کہ
 اُس کے کسی کام کو کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا۔ خیر ایسا کہ کائنات کا ایک ذرہ بھی اُس
 سے مخفی نہیں۔ کون جانتا تھا کہ خفیہ غار میں پرورش پانے والا قیم ابراہیم آئندہ دنوں
 میں پوری دنیا پر مستطشاہِ نمرود کی بادشاہی کو پوری قوم کے سامنے ذلیل و مبہوت
 کر دے گا اسی طرح کون جانتا ہے کہ آج کفار کے ہاتھوں اذیتیں برداشت کر رہے
 ہیں مسلمان کل پورے عرب و عجم پر چھا جائیں گے۔ اور ان پڑھ بدوں کل اسلام کا جھنڈا
 لے کر قیصر و کسری کے تاج و تخت کے مقابلے میں دھج جائیں گے۔ آج زمین نیاز پر بیٹھے

والے کل عرشِ ناز پر جلوہ گر ہوں گے کون جانتا تھا کہ آج مکے کی گلیوں میں چلنے پھرنے والا درنیم کل اُس کے ہی غلام دنیا کے امام ہوں گے، یہ سب اُس کی قدرت کے کرشمے ہیں جو لطیف ہے زمین والوں پر خیر ہے آسمان والوں پر کیونکہ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَا فِیْ خَازِنِ عَلَیْمٍ وَّالکِ قَدِیْمٍ کا ہے جو کچھ تمام آسمانوں میں ہے اور جو کچھ پوری زمین میں ہے۔ خَلَقْنَا وَصَلَّیْکُمْ وَعَبَّیْدُ الْخَلْقِ وَّهَلُوکِ ہو کر بھی بندے ہو کر بھی۔ ظاہری اشیا بھی اور باطنی بھی اس لیے سب اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اسی کے تصرف میں ہر وقت ہر شخص اُسی کا محتاج اس کے دروازے کا فقیر ہے فَإِنَّ اللّٰهَ کَهُوَ الْفَتٰی الرَّحِیْمُ۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات سے غنی ہے کسی چیز کا طالب نہیں وہی حمید ہے اپنی ذات و صفات میں ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر حمد والا ہے ہر وقت حمد والا ہے ہر زبان سے حمد والا ہے۔ زَبَانَ قَالٍ سے بھی زَبَانَ حَالٍ سے بھی زَبَانَ اَسْرَارٍ سے بھی۔ زَبَانَ ظاہر سے بھی، زَبَانَ باطن سے بھی، زَبَانَ خفی سے بھی۔ زَبَانَ عَمَلٍ سے بھی، زَبَانَ جادات نباتات، حیوانات سے بھی۔ زَبَانَ عِلْمٍ سے بھی، زَبَانَ عَقْلِ سے بھی، زَبَانَ جہل سے بھی، ہر فعل بھی حمد والا ہر قول میں حمد والا کوئی انسان زبان سے حمد کرے یا نہ کرے اُس کی حمد ہر حال و مقال سے خود بخود ہو رہی ہے۔ لطیف کے پانچ معنی ہیں ۱۔ افضل و کرم و شفقت فرمانے والا ۲۔ غیر محسوس ہونے والا افعال، اقوال ارادے میں ۳۔ ہر دقیق و جلیل و ظہیر کو جاننے والا ۴۔ ذوقینے لطف فرمانے والا ۵۔ نباتات اُگانے میں حیوانات چلانے میں جمادات بتانے میں، آسمانوں کو ٹھیرانے میں زمین کو پھیلانے میں لطیف ہے۔ خیر کے تین معنی ۱۔ بندوں کی تدابیر کا خیر ہے ۲۔ بندوں کی نیتوں ارادوں، آس و بایس و اصلاح کی خبر رکھنے والا ۳۔ عبادات مخلوق کو جانتے والا پہچانتے عطا کرنے والا۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنْ سَمٰوٰتٍ مَّاءً فَاَخْرَجْنَا مِنْ تَحْتِیْہِ اَنْۢبَیَآءً وَّجَعَلْنَا لَہٗ سُلٰطٰتٍ وَّجَعَلْنَا لَہٗ دَلٰلٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیَبْیِّنَ لَہٗ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ کہ چھ دلائل بیان فرمائے گئے دو دلیلیں یہاں بیان ہوئیں دلیل اول۔ بے شک وہ اللہ حق ہے کیونکہ وہی بارش برساتا نباتات اُگاتا ہے۔ دلیل دوم۔ وہ اللہ حق ہے کیونکہ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں زمین میں ہے۔ چار دلائل۔ اگلی آیت میں ہیں۔ دلیل سوم۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے کیونکہ وہی مَا فِی الْاَرْضِ کا مسخر ہے۔ دلیل چہارم وہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے کیونکہ وہ ہی کشتیوں جہازوں کو چلانے، بچانے اور انسانوں کے قبضے میں دینے والا ہے۔ دلیل پنجم وہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے کیونکہ وہی آسمانوں کو چلنے اور گرنے سے روکے ہوئے ہے۔ دلیل ششم وہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے کیونکہ وہ ہی زندہ کرتا ہے وہ ہی مارتا ہے

وہ ہی دوبارہ زندگی دینے والا ہے۔ حیات و ممات پر کسی کا قبضہ قدرت ہے۔ ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال اَلْكَذٰبُ کے معنی اور مرجع میں دو قول را بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا رویت اپنے اصلی معنی میں ہے یعنی غرور و فکر سے دیکھتے اور تری کی ضمیر پوشیدہ اَنْتُ کا مرجع ہر مخاطب سنتے والا ہے۔ معنی یہ کہ اسے انسان کیا تو نے اپنی ظاہری نگاہ اور غرور و فکر سے بارش برستے اور اُس کے ذریعہ زمین کو سرسبز ہوتے نہ دیکھا اس قول کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ صرف ظاہری بارش دکھاتا اور اُس سے سبزی اگنے کا نظارہ کرنا مقصود ہے اس لیے ہر ظاہرین کافر و مومن کو خطاب ہے۔ بعض نے کہا تری کا مرجع نیا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اور تری کا معنی ہے اسے محبوب کیا آپ نے یہ نہ جانا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اُتارا آسمان سے پانی تو ہو گئی زمین سرسبز یہاں رویت کا معنی ہے علم یعنی جانا اُن کی دلیل یہ ہے کہ یہاں صرف بارش دکھانا مقصود نہیں نہ زمین کی سرسبز دکھانا ہے بلکہ ان دونوں میں رب تعالیٰ کی فاعلیت بنانا مقصود ہے۔ اور وہ دیکھنے میں نہیں آتی اُس کا تعلق علم سے ہے رب تعالیٰ کی فاعلیت کا حقیقی علم صرف نیا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو بھی نہیں، کفار بے خبر ہیں بے منکر اہل ایمان انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے بالغیب باخبر اور معتقد، دونوں قول درست ہیں اور خطاب سب کو ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو علم کا خطاب، مومنین کو فقیہے کا کفار کو ایمان لے آتے کا۔ یعنی اسے انبیاء کیا تم کو علم نہیں اور اسے مومنین کیا تمہارا یہ عقیدہ نہیں ہے اور کفار کیا تم اس پر سچا ایمان نہیں لاتے کہ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مِیْنِ دو قول را آسمان سے مراد حقیقی آسمان ہے۔ بعض نے کہا السماء سے بندی مراد ہے۔ فَتَجْعَلُہُ کے معنی میں دو قول را بعض نے کہا کہ فَتَجْعَلُہُ فعل ناقص اپنے اصلی معنی میں ہے یعنی صبح کو ہونا۔ بعض نے کہا کہ یہ صائر ناقصہ کے معنی میں ہے یعنی کسی وقت میں زمین پر تبدیل ہو جانا خواہ جلدی یا بدیر۔ مَحْضَرۃ کی قرئت میں دو قول را ایک قرئت میں یہ اسم مفعول ہے یہی مشہور و مکتوب ہے۔ دوسری قرئت میں مَحْضَرۃ اسم ظرف ہے یعنی سبزی کی جگہ یہ قرئت ث ذ ہے، مَحْضَرۃ کے معنی میں دو قول را بعض نے کہا اس کا معنی ہے نباتات کا اُگنا۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے ہر رنگ کا ہوائی زمین دونوں قول درست ہیں کیونکہ مقصد دونوں کا ایک ہے۔ وَ اَنَّ اللّٰهَ کے اَنَّ اور اَنَّ کا کہ اَنَّ میں دو قول را بعض نے کہا کہ یہ دونوں لفظ مفتوح ہیں اس لیے کہ درمیان جملے میں ہیں اور

عطف ہے اپنے اپنے ما قبل یا ن پر ۲ بعض نے کہا یہ دونوں ان مکسورہ ہیں کیونکہ یہ معلوف نہیں بلکہ ابتدا و کلام میں ہیں۔ پہلا قول درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب قرئت یہی ہے۔ یدْعُونَ کی قرئت میں دو قول ۱ مشہور و مکتوب قرئت یدْعُونَ ہے۔ جمع مذکر غائب ۲ شاذ قرئت یدْعُونَ جمع مذکر حاضر حوالب میں دو قول ۱ بعض نے کہا اس سے مراد بت ہیں ۲ بعض نے کہا اس سے مراد شیطن ہے۔ پہلا قول درست ہے کیونکہ آیت کے سیاق و سباق کے مطابق ہے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ اگرچہ ہر زمین

فائدے دنیا پر اس حیات دنیوی میں بے شمار سلطنتیں، حکومتیں، وزارتیں، صدارتیں، عدالتیں قائم ہیں۔ مگر تمام عالم پر سچا حقیقی ذاتی مضبوط مستحکم ابدی، مؤثر نظام کائنات اسی رب قدیر جلیل و کریم کا ہی جاری و نافذ ہے۔ اس طرح کہ رات، دن، چاند، سورج، موسم فضاؤں، ہواؤں، جمادات نباتات، حیوانات قلب و قالب روح، و جان پر اسی ذوالجلال کا غلبہ قہر و مہر ہے دنیوی بادشاہ کی بادشاہت صرف عاقل بالغ و سمجھ دار انسان کے جسم پر ہوتی ہے نہ قلب پر نہ روح پر نہ کھتی پر نہ پتھر پر نہ چرند و پرند یہاں تک کہ ایک نابالغ بچہ اور مجنون انسان بھی کسی بادشاہ، وزیر کے حکم کی کوئی اہمیت و حیثیت نہیں سمجھتا، یہ فائدہ یُونُحُ الْبَلِیْلِ فِی الْبَحْرِ (الخ) فرماتے حاصل ہوا کہ ساری زمین پر پیل و نہار کا غلبہ اور کیل و نہار پر اللہ تعالیٰ کی سلطنت قائم، اس کے حکم کے خلاف کوئی دم نہیں مار سکتا۔ دوسرا فائدہ، ان آیت سے مسلمانوں کو ایک یہ بھی سبق ملتا ہے کہ دنیا میں صرف اسلام و قرآن کا قانون ہی حق ہے سب مضبوط اور عادلانہ دائمانہ ہے دیگر انسانی بنائے ہوئے تمام قوانین نہ حق نہ سچ نہ عادلانہ دائمانہ بلکہ اندھے بہرے اور ظالمانہ قانون ہیں، حق سچ اور عادلانہ قانون کی چھٹ نشانیاں ہیں ۱ قانون بہرہ نہ ہو ہر ایک کی سننے ۲ قانون اندھا نہ ہو امیر غریب بادشاہ وزیر سب پر نظر انصاف رکھے ۳ قانون بے علم جاہل نہ ہو ہر ظالم و مظلوم کو پہچانتا ہو ۴ قانون کمزور اور پست نہ ہو بلکہ ہر ایک پر غالب سب پر بلند ہو کسی قسم کی لچک یا جھکاؤ نہ ہو ۵ قانون وقتی صنگامی اور ناقص نہ ہو بلکہ دائمی اور کامل مکمل ہو۔ قانون میں یہ صفات تب پیدا ہو سکتی ہیں جب قانون بنانے والے میں یہ شان و صفات ہوں، لیکن جب قانون ساز حکومت چھوٹی و کمزور ہو تو اس کا قانون بھی چھوٹا اور کمزور ہوتا ہے جیسا کہ آج کل احمقانہ جمہوریت کا نظام جو یہود و نصاریٰ انگریز کا پیدا کردہ ہے۔ چونکہ موجودہ جمہوریت کی کسی کمزور ہوتی ہے اس لیے اس کا بتلایا ہوا کوئی بھی قانون مضبوط نہیں ہوتا اور

ملک دیرون ملک کوئی حیثیت و اہمیت نہیں رکھتا مخالف گروہ (اپوزیشن) کی طرف میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ مگر قرآن مجید کے قانون کو مضبوطی بھی ہے دوام بھی اچھائی بھی علیہ بھی اس لیے کہ اس کو بنانے والا ہر شان و قوت کا مالک ہے۔ یہ فائدہ ان آیت میں باری تعالیٰ کی نوعاً بیان فرماتے سے حاصل ہوا ۱۔ وہ سب سے ۲۔ وہ بصیر ہے ۳۔ وہ ہی حق ہے اس کے سوا سب بڑے بننے بنانے والے باطل ہیں قانون کلیہ ہے کہ حق کی ہر چیز حق ہے باطل کی ہر چیز باطل ہوتی ہے ۴۔ وہ علی ہے ۵۔ وہ کبیر ہے ۶۔ وہ لطیف ہے ۷۔ وہ خیر ہے ۸۔ وہ غنی ہے ۹۔ وہ حمید ہے۔ تبسرا قائمہ۔ مین دوتہ صرف وہ چیزیں اور وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور دشمنوں کی دینی مذہبی چیزیں مثلاً بت، فوٹو، تصاویر، صلیب، مندر، گرجا وغیرہ یہی سب غیر اللہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ رب العزت کے دوست اولیا، علما، صلحا، اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے تبرکات، قرآن مجید احادیث مقدسات۔ کعبہ شکارا شادیہ تمام نہ مین دوتہ ہیں نہ غیر اللہ لہذا ان کو بلاتا پکارتا وسید پکرتا، ان کے وسیلے و طفیل سے مولیٰ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا نہ کفر نہ شرک نہ گناہ تمام مین دوتہ اللہ باطل ہیں اور تمام مین اللہ حق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ حق ہے یہ فائدہ پاک اللہ هو الحق، سے حاصل ہوا اور حق سے مانگنا بھی حق پس اور جائز ہے۔

احکام القرآن ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ قانون شریعت کے مطابق ہر وہ چیز جس کو دنیا کے کفار پوجتے ہیں وہ باطل ہے خواہ کسی بھی علاقہ کا اور کسی بھی قسم کا کافر ہو اور کسی بھی طرز و طریقے پر پوجا کرتا ہو لفظ باطل کے چار معنی اور چاروں معنی کے اعتبار سے باطل غلط اور فضول کو ہی کہا جاتا ہے ۱۔ باطل یعنی بیکار ۲۔ باطل یعنی قابل قنار ۳۔ باطل یعنی جھوٹ اور جھوٹا ۴۔ باطل یعنی نقصان دہ نیز دنیا بھر کے کفار صرف دنیا کی مورتیوں بتوں اور غیر عقل والی چیزوں کو ہی پوجتے ہیں کسی بھی زمانے میں کفار نے کسی زندہ ذی عقل انسان کی دینی عقیدے یا مذہبی دائمی عبادت سمجھ کر پوجا پرستش نہ کی، نہ رود و فرعون کو سجدہ عارضی شاہی تعظیم اور اس کے رعب و خوف کی بنا پر تھا نہ کسی دین کی بنیاد پر، دینی اعتبار سے تو وہ خود بھی اور ان کی قومیں بھی سب بت پرست تھے۔ اسی طرح نہ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش ہوئی نہ عزیر علیہ السلام کی بلکہ ان کے بعد وفات بعض قوموں نے ان انبیاء علیہم السلام کی خیالی تصویروں فوٹوؤں کی پرستش شروع کر دی، یہی کیفیت فرشتہ پرستی کی ہوتی رہی کہ کچھ کفار نے فرشتوں کی ذہنی خیالی بناوٹی

تصویریں بنائیں اور ان تصویروں کو پوجنا پکارتا اور ان سے دعا میں مانگنا شروع کر دیا۔ لہذا حضرت عیسیٰ حضرت عزیز علیہما السلام کو یا فرشتوں کو باطل نہیں کہا جاسکتا نہ یہ حضرات کسی طرح باطل ہیں بلکہ یہ سب حق ہی حق ہیں۔ یہ مسئلہ مَآیِدُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ دُونِہِ هُوَ الْبَاطِلُ میں مآفرمانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ قانون شریعت کے مطابق دنیا میں ہر شخص کو ہر قسم کا پانی بیچنا جائز ہے بارش کا ہو یا کوئیں، نلکے، دریا، نہری، تالاب، یا قدرتی جو حوض۔ ندی نالے کا، پوتلیں بھر کر ہو یا گھر سے، پیسے، کنستریٹ، شکر، شکرینے یا ٹینک بھر کر یا تالیوں، سوؤں، کھائیوں کے ذریعے یہ مسئلہ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے یہاں بارش کے نزول کو عجائبات قدرت اور فیوض رحمت میں شامل فرمایا نہ کہ انعامات میں۔ انعام کو بیچنا ممنوع یا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ جیسے خبلی خورد و پھل جڑی بوٹی نباتات وغیرہ وہاں ان میں صرف اپنی محنت کی قیمت لینا جائز ہوتی ہے نہ کہ شی کی پانی کی تجارت بغیر محنت بھی جائز۔ یہ مسئلہ ائمہ اربعہ کے نزدیک متفقہ ہے۔ اہل عرب میں پانی کی تجارت عام مروج ہے۔ بلکہ اب تو عالمی تجارت بن چکی ہے۔ بارش کا پانی بڑے بڑے پہاڑی تالابوں میں جمع کر کے گھر گھر پہنچانے اس پر پیمانوں کے میٹر لگا کر فروخت کرنا تجارت کی ہی ایک صورت ہے نہری پانی کا مال بہ وصول کرنا بھی پانی کی قیمت ہے۔ شریعت اسلام نے اس خرید و فروخت کو ناجائز نہ فرمایا، اگرچہ مفت بانٹنے کا اجر و ثواب بہت فرمایا گیا ہے۔ تفسیر المسئلہ لفظ غنی اللہ تعالیٰ کی غیر خصوصی صفت ہے بندوں کو بھی غنی کہنا جائز ہے۔ لیکن اَلْغَنَى الف لام استغراقی کے ساتھ رب تعالیٰ کی صفت خصوصی ہے۔ لہذا کسی بندے کو اَلْغَنَى کہنا منع ہے غنی کا معنی ہے امیر اور دولت مند جو شخص مال و دولت میں کسی شخص کا محتاج نہ ہو۔ اور اَلْغَنَى کا معنی ہے تمام کائنات کے خزانوں کا مالک ابدی ہر طرح ہر وقت ہمیشہ سے ہمیشہ تک مالک مکمل، یہ مسئلہ اِنَّ اللّٰہَ لَہُوَ الْغَنّٰی الرَّحْمٰن میں لُھُو کے تاکید حصر فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اَلْغَنَى سے مراد ہر وقت دولت کا خالق مالک اور کسی بھی طرح کسی بھی چیز میں کسی بھی وقت کسی کا بھی محتاج نہیں۔ غنی بندہ وہ ہے جو ایک دولت کا عارضی مالک اور صرف اس دولت میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا، فَتُصْبِحُ اَعْتَرَاظَاتِ جاپیئے تھا کہ سابقہ فعل ماضی اَنْزَلَ کی طرح یہاں اَصْبَحَتْ اَلْاَرْضُ نَعْلٌ

ماضی فرمایا جاتا زیادہ بہتر تھا اس کا ترجمہ یہ ہوتا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو زمین سرسبز ہو گئی جواب **فَتَصْبِحُ** فرمانا ہی عین مناسب ہے اس لیے کہ فعل ماضی میں فعل کی وحدت ہوتی ہے۔ مضارع میں فعل کی کثرت و تکرار ہوتی ہے۔ تو فرمایا یہ جارہا ہے کہ جب بھی سب تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کافی زمانوں تک زمین سرسبز رہتی ہے مثلاً بارش کسی بھی وقت چند گھڑی ہوئی تو اس کا اثر ہینوں سرسبزی کی شکل میں نظر آتا رہتا ہے۔ یہ معنی اور اظہار مقصد **فَاَصْبَحَتْ** ماضی کہتے ہیں نہ ہوتا۔ نیز **فَتَصْبِحُ** کے فرمان نے یہ بھی بتایا کہ بارش پہلے ہوتی ہے اور زمین کی ہریالی کچھ دنوں یا کچھ دیر بعد ہوتی ہے، **اَصْبَحَتْ** فعل ماضی کا معنی یہ ہوتا کہ ابھی بارش ہوئی اور اسی وقت زمین سرسبز ہو گئی حالانکہ یہ بات منشاء باری تعالیٰ کے بھی خلاف ہے قانون قدرت کے بھی تجربے اور مشاہدے کے بھی۔ لہذا اعتراض غلط ہے اور **فَتَصْبِحُ** فرمانا بالکل درست ہے دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ **فَتَصْبِحُ** پر غمہ آیا حالانکہ زیر آنا چاہیے تھا، کیونکہ اس کی ف عاطفہ ہے۔ اور یہ **اَلَمْ تَرَ سَوَالِبَ** جملے کے جواب میں آئی۔ قانون نحو یہ ہے کہ حرف سوال کے جواب میں آتی ہے اس میں **اَنْ** ناصیہ پوشیدہ ہوتا ہے اور **اَنْ** ناصیہ ظاہر ہو یا پوشیدہ مابعد مقارع کو نصب دیتا ہے، تو یہاں نصب کیوں نہ آیا۔ جواب۔ یہاں دو وجہ سے پیش آنا بہت ضروری تھا پہلی وجہ یہ کہ یہ **فَاَلَمْ تَرَ** کا جواب نہیں بلکہ **اَنْزَلْ** پر عطف ہے لہذا یہ **ف** جوابیہ اور جزائیہ نہیں بلکہ سببہ ہے اور **ف** سببہ میں **اَنْ** **ثُمَّ** پوشیدہ نہیں ہوتا، دوم وجہ یہ کہ **اَلَمْ** کا عطف **اَلَمْ تَرَ** پر ہوتا تو یہ سوال انکاری بن جاتا۔ اور آیت کا معنی ہو جاتا کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا **فَتَصْبِحُ** **اَلْاَرْضُ** مختصراً تو کیا ہوتی ہے زمین سرسبز یعنی نہیں ہوتی حالانکہ یہ سوال اقراری ہے اور معنی یہ کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے پانی اتارا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے اس لیے یہاں **تَصْبِحُ** کو نصب نہیں آ سکتا جب آتا ہے تو سوال انکاری پر آتا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف کی آیت **لَا يَسْئُرُ اِنِّي اَلْاَرْضُ فَيَنْظُرُوْا**۔ **اَفَلَا تَرٰ** **لَا يَسْئُرُ** **اِنِّي اَلْاَرْضُ** **فَيَنْظُرُوْا**۔ یہاں **فَيَنْظُرُوْا** بحالت نصب ہے اسی لیے آخر کی **لَوْنِ** اعرابی گر گئی، دراصل تھا **فَيَنْظُرُوْنَ** اور وہاں سوال انکاری ہے۔ مگر یہاں **اَلَمْ تَرَ** میں یہ بات نہیں نہ یہ سوال انکاری نہ یہاں نصب جائزہ اہل عرب میں یہ بات مشہور و مروج ہے کہ اگر جواب کو نصب یا جائے تو سوال انکاری بن جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ **اِنِّي اَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَتَشْكُرُ** تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ کیا میں نے تجھ پر اس لیے

انعام نہ کیا تھا کہ شکر یہ ادا کرتا یعنی تو نے ادا نہ کیا اور اگر جواب کو پیش دیا جائے تو تشریح کا معنی ہوتا ہے کہ تو تو بہت شکر یہ ادا کرتا ہے یہاں چونکہ زمین کے سرسبز ہوجانے کا اظہار مقصود ہے اس لیے تفسیر ہوگی۔

کو رفع یعنی پیش آیا اگر یہاں نہ برآتا تو معنی الٹ ہو کر غلط ہوجانا کہ منشاء باری تعالیٰ ثبوت ہر باری ہے اور نصب لگانے سے ہر باری کی نفی ہو جاتی تیسرا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا اَلَمْ تَرَ اِسْ مِیْن دیکھنے کا ذکر ہے، پھر فرمایا گیا تَفْصِیْحٌ، اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ تَفْصِیْحٌ کی تفسیر یہ ہے حالانکہ بارش کو دیکھنا زمین کی سرسبزی کا سبب کیسے ہو سکتا ہے دیکھنا تو نہ ثبوت کا سبب ہے نہ نفی کا تو یہ تَفْصِیْحٌ کیسے ہوئی۔ جواب اس کے دو جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ بعض نے کہا یہ تَفْصِیْحٌ ہی ہے مگر بعد جملہ اَلَمْ تَرَ کا سبب نہیں بلکہ نزولِ بارش کا سبب یعنی بارش ہوتی ہے تب تو دیکھنا ہے کہ زمین سرسبز ہوجاتی ہے یہ نزولِ بارش ظاہری سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کا بارش کو نازل فرمانا یہ رویت علمی و ایمانی عقیدہ و بصیرت ہے پھر اس کے بعد ہریالی کا سبب بارش ہونے اور بارش کے ذریعے زمین کی ہریالی کے مشاہدے کی رویت ہے۔ جواب دوم یہ کہ یہ تَفْصِیْحٌ ہی ہے اور اس کا سبب اَلَمْ تَرَ ہی ہے اور یہ سببیت کنایہ تشبیہی ہے یعنی رویت سے ہی علم آتا ہے اور اسی رویت سے من اللہ ہونے کا عقیدہ بنتا ہے۔ رویت سے ہی نزولِ بارش اور زمین کی ہریالی کا پتہ لگتا ہے رویت کی سببیت صرف علمی ہے نہ کہ وجودی، کیونکہ رویت سے نزول و سرسبزی کا وجود نہیں ہوتا وجود کا علم ہوتا ہے۔ وجودِ اخضر کا سبب نزولِ بارش ہے، اور نزولِ بارش کا سبب حکم الہی، غرض کہ رویت علم کا سبب، علم ایمان کا سبب ایمان عقیدے کا سبب، نزولِ بارش ہریالی کا سبب، قدرت باری تعالیٰ نزولِ و اخضر کا سبب ہے۔ چوتھا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پھر فرمایا گیا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّهَا رَاسُ اَوَّلِیَّتِ اٰخِرِیَّتِ سے اقتضا و ثابت ہو رہا ہے کہ قمری تاریخ میں رات پہلے ہوتی ہے پوری کی پوری اور دن پورا کا پورا بعد میں یعنی آفتاب غروب ہوتے ہی دوسری اگلی تاریخ شروع ہوجاتی ہے آج ختم کل شروع ایک آیت میں ارشاد ہے اَتَمُوْا الصَّیَّامَ اِلٰی الْیَلِّیْ رَاتٍ تَمَّ رَوْزُهُ پورا کرو۔ حرفِ الی نے پوری رات روزے سے خارج کر دی ثابت ہوا کہ پہلا دن اور اگلی رات دو مختلف چیزیں ہیں مگر پہلی رات اور اگلا دن دونوں ایک چیز ہیں، روزے کے اسی قانونِ قرآنی کی بنا پر علماء احناف فرماتے ہیں کہ سورج دُوبتے ہی روزہ افطار کرنا لازم ہے، جسے مغرب کی نماز کے بعد روزہ

افطار کیا اُس نے گناہ کیا اور اپنا روزہ مکروہ کیا، کیونکہ اَتَمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى الْبَلِّ کے حکم الہی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رات کا کچھ حصہ بھی اپنے روزے میں شامل کر لیا۔ حالانکہ بحکم ربانی رات کا ذرہ حصہ بھی رات میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ بعض احنق لوگ افطار میں دیر لگاتے ہوئے بعد نماز مغرب افطار کرتے ہیں اور اس کو احتیاطی تقوایہ سمجھتے ہیں وہ خود گناہگار اور اُن کے روزے مکروہ ہو جاتے ہیں یہ تقویٰ نہیں بلکہ کمزوری ایمان کا تقوایہ ہے۔ اس آیت پر نیز اور حکم اتموایہ سے ثابت ہوا کہ اسلامی قانون میں سورج ڈوبتے ہی کل شروع اور تاریخ بدل گئی۔ اعتراض یہ ہے کہ حدیث پاک میں سحری کے بعد روزہ بند کرنے کی دعا اس طرح مذکور و مشہور ہے۔ وَ يَصُومُ قَدْرَ نَوَيْتٍ۔ اس کا ترجمہ علما نے یہ لکھا ہے۔ اور کل کے روزے کا میں نے نیت کی، عربی زبان میں گزشتہ کل کو اس اور آئندہ کل کو غدر کہتے ہیں، اور آئندہ دوسری اگلی تاریخ کو ہی کل آئندہ کہا جاتا ہے، جب وہ تاریخ آئندہ اور غدر شروع رات سے ہی شروع ہو گیا تھا تو اب سحری کے بعد آخری وقت غد کیوں اور کس کو کہا گیا، یا پھر اسی دعا مشہورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رات سے نہ تاریخ بدلی نہ کل شروع ہوا جب کل کی ابتدا سحری کے بعد تو لازمی بات ہے کہ نئی تاریخ کی ابتدا بھی سحری کے بعد ہی ہوگی۔ یَوْمَ الْبَلِّ اور اَتَمُّوْا الصِّيَامَ کی آیتوں نے کچھ بتایا دعا حدیث نے کچھ بتایا۔ اس الجھن کا حل کیا ہے (از سید افتخار احمد شاہ ابن سید حکیم بہار شاہ صاحب) جواب یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ قمری تاریخ سورج ڈوبتے ہی بدل جاتی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ حرف الی انتہاء غایت کے لیے آتا ہے اور اگر الی کا ماقبل اور ما بعد ایک جنس کے نہ ہوں تو ما بعد ماقبل میں داخل و شامل نہیں ہوتا الی کے ماقبل کو غایت کہتے ہیں اور ما بعد کو منقضا کہتے ہیں اَتَمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى الْبَلِّ میں صیام غایت ہے لیل منقضا ہے۔ تاریخی اعتبار سے چونکہ صیام اور صیام والے وقت کی جنس اگلی رات سے جدا ہے اس لیے روزہ کا کوئی حصہ ذرہ برابر رات میں داخل نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے کسی روزے دار کو جائز نہیں کہ روزہ دیر سے افطار کر کے رات کا کچھ حصہ روزے میں شامل کرے یہ حکم الہی کی خلاف ورزی اور باعث گناہ ہے چونکہ سورج ڈوبتے ہی تاریخ تبدیل ہو جاتی ہے اس قانون ربانی سے ثابت ہوا کہ رات کی جنس دن کی جنس سے علیحدہ ہے، تاریخ اور کل میں فرق یہ ہے کہ تاریخ دن و رات کے مجموعے کا نام ہے مگر کل ہر زمانی مختلف جنس کو کہا جاتا ہے۔ اس طرح لفظ کل اور لفظ غذا میں فرق ہے اردو میں کل پوری تاریخ کو بھی کہا جاتا ہے اور دن کو بھی۔ یعنی صبح سحر شام غروب تک بھی مگر

عربی میں لفظ غداً تین معنی میں مستعمل ہے ۱۔ رات دن کی پوری تاریخ بھی غداً ہے ۲۔ فجر صادق سے غروب آفتاب تک پورا دن بھی غداً ہے ۳۔ طلوع آفتاب سے اشراق تک بھی غداً پہلے غداً کا نام تاریخی غداً دوسرے غداً کا نام جنسی غداً تیسرے غداً کا نام اصطلاحی غداً ۱۔ اصطلاحی غداً کی ہر چیز کو اہل عرب غداً کہہ دیتے ہیں۔ یعنی اُس وقت کے کھانے پینے سونے جاگنے چلنے پھرتے کو غداً کہہ دیا جاتا ہے ہم اُس وقت کے کھانے کو ناشتہ کہتے ہیں اہل عرب ناشتے کو غداً کہتے ہیں۔ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک و یصوم فیہ میں غداً جنسی مراد ہے نہ کہ تاریخی یا زمانی اصطلاحی غداً، دن رات تک پندرہ حصے ہیں جن کے عربی نام اس طرح ہیں ۱۔ وقتِ مغرب ۲۔ وقتِ شام ۳۔ وقتِ عشا ۴۔ نصفِ لیل ۵۔ ثلثُ اللیل ۶۔ آخرُ اللیل ۷۔ وقتِ صبح ۸۔ وقتِ اشراق ۹۔ وقتِ چاشت ۱۰۔ نصفُ النہار (دوپہر) ۱۱۔ وقتِ ظہر ۱۲۔ وقتِ عصر ۱۳۔ آخرُ الیوم ۱۴۔ پچھلا پہر ۱۵۔ وقتِ صفرِ آفتاب (جب دھوپ پھیل پڑ جائے) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ | ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يَكْفِيُ الْغَيْبُ فِي الْغَيْبِ وَيُخْرِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَانَ اللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَانَ مَا يَدْعُوْنَ

مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَانَ اللّٰهُ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۔ وہ تمام قبض و بسط کرتی و تنزل زوال و کمال، ثواب و عتاب، شریعت کا رنگ طریقت کی خوشبو، غیروں کی عداوت اپنوں کی عدالت، عالمِ ناسوت کے ہر زمان و مکان میں اس وجہ سے جاری و ساری ہے کہ خالقِ قالب مالکِ قلب قابضِ ارواح مولیٰ تعالیٰ ہی شبِ نراق اور لیل و یحیر کو داخل فرماتا ہے طویل بتاتا ہے یوم وصل و نہار مکاشفہ میں، اور وہی رتِ قدیر داخل و طویل فرماتا ہے یوم وصل و نہارِ قربت کو لیلِ نراق و شبِ یحیر میں بے شک وہی مولیٰ تعالیٰ اہلِ درو کی شبِ تنہائی کی آہیں لیلِ خلوت کی فریادیں سننے والا ہے اور اہلِ وصل کو یومِ جلوت اور منزلِ قرب میں دیکھنے والا ہے، وہ غفران و بخشش جو عاقبت میں ظہورِ نفس کے وقت ہوئی یا وہ تائید و نصرت جو رعایتِ عدل کی وقت ہوئی اُن کسرۂ ثانیہ کی ہمراہی میں جن میں گہرا انظلام اور پورا اندھیرا ہے اس سبب سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ظلمتِ نفس کی رات کو نہارِ قلبِ مزگی کے نور میں ڈالتا ہے اس طرح کبھی یومِ قلبی کو کم کر دیتا ہے نفسِ امارہ کی حرکاتِ خبیثہ کی وجہ سے کیونکہ طبیعتِ درویش پر کبھی نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے یہی راہِ سلوک کا ایلاّجِ لیل ہے کہ نہارِ قلبی بر لیلِ نفسانی کی بختِ عاقبت طاری ہو جاتی ہے، اور کبھی مزاجِ درویش پر نہارِ قلب کے نور کو

داخل فرماتا ہے جس سے ظلمۂ نفس کی رات میں کمی ہو جاتی ہے۔ یہی معارفی سیات کا علاج نہار ہے۔

اگر درویش برصائے بماندے : پر دست از دو عالم بر فشانده
اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر حرکت اور تصرفات قدرت سے ہے، بے شک وہ سننے والا ہے اُن کی دل نیتوں کو اور بصیر ہے تمام اعمال کا اُن کے ساتھ اُن کے اعمال و نیت کے مطابق ہی معاملہ فرمائے گا، سمیع ہے ظلمانی راتوں میں بصیر ہے عرفانی دنوں میں، سمیع ہے پکارنے والوں کا۔ بصیر ہے راہ طلب میں چلنے والوں کا نہ فراق والوں سے بخیر نہ وصل والوں سے بے بھر ذالک بِأَنَّ اللَّهَ - وہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی جلی و خفی میں حق و حقی والا ہے اُس کی طلب حق، طلب ولے حق، اُس کی یاد حق اُس سے فریاد حق اُس کا وصل حق وصل ولے حق وَ اَنْ مَّا يَدْعُوْنَ - اور بے شک یہ اہل نفوس جن اغیار و اشرار کے پرستار و طلب گار و ہر دم پکار رہے پھرتے ہیں، روزِ شب اسی کے کوالہ و شیدا ہیں وہ سب قافی و باطل ہیں نہ عالم کو بقائے عالم کی رنگ و بو بہار و خزاں کو بقا، اور بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہی ہر تہہ و بالا ہر اعلیٰ و ادنیٰ، ہر سبب و سفید، ہر مرید و مخلص پر علی ہے۔ غالب ہے کبیر ہے عظیم ہے۔ علی ہے رات والوں پر کبیر ہے دن والوں پر شریعت والوں پر علی ہے طریقت والوں پر کبیر ہے۔ خلوت والوں پر علی ہے خلوت والوں پر کبیر ہے۔ خلوص والوں پر علی ہے۔ ریا والوں پر کبیر ہے نہ وہ آسکے قبضے سے باہر نہ یہ اُس کے غلبے سے دور، بے شک اللہ تعالیٰ علی ہے اُن تمام چیزوں سے جن کو طالبین ابتدائی پالیں، کبیر ہے اُن تمام سے جن کو واصلین منتہی بھی نہ جان سکیں، اُس کی شان علی ہے اس کا امر کبیر ہے اس کا جمال علی ہے اُس کا جلال کبیر ہے اُس کی ذات علی ہے اُس کی صفات کبیر ہیں۔ کوئی شئی اُس سے کس شان، آن، قال، حال، علویات، سفلیات، محسوسات معقولات میں اعلیٰ نہیں۔ امام غزالی نے فرمایا۔ علویت اور کبیریت دو قسم کی ہے۔ راعلویت و کبیریت مطلقہ و راعلویت و کبیریت اضافیہ، علی مطلق ہونا، واجب الوجود کی شان ہے علویت اضافیہ وجود ممکن کی شان ہے۔ کبیر مطلق وہ ہے جو کبریائی والا ہو۔ کبیریت اضافیہ یہ کہ بندہ کبریائی کا محتاج ہو۔ کبیر یائی نام ہے کمال وجود کمال ذات کمال صفات کا، کمال یہ ہے کہ ہر وجود ممکن کی شان ہے۔ کبیر مطلق وہ ہے جو کبریائی والا ہو، کبیریت اضافیہ یہ کہ بندہ کبریائی کا محتاج ہو۔ کبیر یائی نام ہے کمال وجود کمال ذات کمال صفات کا، کمال یہ ہے

کہ ہر موجود اُس سے صادر وہ خود ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہو، ہر ممکن ناقص ہے اس لیے کہ دو عددوں سے فنا ہے ایک پہلا عدم ایک بعد والا عدم یعنی نیست سے حیات، حیات سے موت، اسی لیے اُس انسان کو کامل و کبیر کہا جاتا ہے جس کی مدت وجود اور مدت بقا طویل ہو یعنی کبیر اُلسن نہ کہ عظیم اُلسن یہی کبیر و عظیم کا فرق ہے، پس بندوں میں کبیر وہ ہے جس کا کمال اُس کی ذات تک محدود محفوظ نہ ہو بلکہ ہم نشین تک پہنچے۔ بندگانِ کاملین کا کمال ان کی عقل علم تقویٰ اور عمل میں ہے لہذا بندوں میں کبیر وہ ہے جو عالم، عاقل، عامل، مرشد عباد و مصلح خلائق ہو تاکہ اُس کے انوار علم سے چراغ ہدایت روشن کئے جاسکیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جس نے علم پایا اور پڑھایا عمل کیا گویا وہ ملکوتِ سموات میں عظیم و کبیر کا لقب پا گیا۔ عرض کیا گیا یا روح اللہ ہم کس کے پاس بیٹھا کریں آپ نے فرمایا اُس کے پاس جس کی گفتگو تمہارے علم کو، جس کا دیدار تمہارے ذکر اللہ کو اور جس کا عمل تمہاری رغبتِ آخرت کو زیادہ کرے۔ آپ نے فرمایا ہر ماسوا اللہ باطل ہے کیونکہ وجود ذاتی میں غیر موجود ہے اللہ تعالیٰ کا فضل چھایا ہوا مادل ہے ہر ملک اس کی ملک ہے، اس کی ذات مالک ہے، اُس کی صفات خالق ہے اُس کے مواہرشی مالک ہے، وہی رب تعالیٰ بل ستری کو نہار تجلی میں اور نہار اُنسیت کو لیل حیبت میں داخل فرماتا ہے، اور لیل قبض کو نہار بسط و کشادہ میں اور نہار عطا کو لیل تقایں داخل فرماتا ہے اس طرح کہ عابدین پر عطا، عاشقین پر رفا، مجذوبین پر وصل و کشادہ، محرومین پر قبض و خرق زیادہ کرتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتَخَيَّرُ الْمَرْعٰى فَاَنْزَلَ مِنْهَا نَبَاتًا خَاضِعًا لِّاَمْرِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْهَا لَبَنًا سَلْبًا لِّغُلَامٍ شَاٰلٍ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْهَا نَجًا لِّلْاَنْعَامِ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْهَا حَبًّا لِّبَنِي اٰدَمَ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْهَا سُلٰلٰتًا مِّنْ سِجِّیْنٍ اِنَّ اللّٰهَ لَکَافٍ بَصِيْرٌ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتَخَيَّرُ الْمَرْعٰى فَاَنْزَلَ مِنْهَا نَبَاتًا خَاضِعًا لِّاَمْرِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْهَا لَبَنًا سَلْبًا لِّغُلَامٍ شَاٰلٍ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْهَا نَجًا لِّلْاَنْعَامِ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْهَا حَبًّا لِّبَنِي اٰدَمَ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْهَا سُلٰلٰتًا مِّنْ سِجِّیْنٍ اِنَّ اللّٰهَ لَکَافٍ بَصِيْرٌ

یقین علمی کی بصیرت باطنی سے نہ جانا۔ اور بندہ عشق کیا تو نے نگاہِ محبت سے عقیدہ نہ بنایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانِ قلب سے حکمت کا پانی نازل فرمایا تو زمینِ بشریت شریعت کے غنچوں سے اور زمینِ قلبی اُسرار کے پتوں سے اور زمینِ ارواحِ علوم کے پھولوں سے اور زمینِ عقل مکاشفات کی نباتات سے اور زمینِ آدمیت انوارِ معرفت کی کلیوں سے سرسبز و شاداب ہو گئی، اِنَّ اللّٰهَ لَکَافٍ بَصِيْرٌ

لطیف جمال ہے اس کا لطف تمام قلب و قالب کی طرف اس طرح پہنچتا ہے کہ کسی نفسِ نفیس و طبعِ دقیق کو بھی محسوس نہیں ہوتا وہ رب کریم ہی ساکینِ معرفت اور طالبینِ سعادت کی ہر آن رہر مکان میں خبر رکھنے والا ہے کہ کون کس تدبیر ظاہر کے لائق ہے، کون کس تقدیر باطن کے قابل ہے، اسی رتبہِ تدبیر کا ہے جو کچھ کہ سموات عبادت میں اور زمینِ رباضت میں ہے، جو کچھ کہ سموات رفعتِ اعلیٰ اور

زمین عجز قلبی میں ہے اور جو کچھ سموات شریعت اور زمین حقیقت میں ہے سب اُنہی کا ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ غنی ہے کیونکہ خالق سموات مالک ورمیات ہے، غنی ہے عابدین کی عبادت اور زاہدین کے زہد سے نہ کسی کی حاجت نہ ضرورت، عطا میں ایسا غنی کہ تمام مخلوق کو دیکر بھی اُس کی غنا میں فزہ کی نہیں آتی، وہ حمید ہے ذات وحدت میں صفات کثرت میں، ہر جامد سے مستغنی ہے۔ محمود ہے ہر فعل میں، تنفہہ حمید ہے ازل میں ربوبیہ جیسے ابد میں جمال، جلال، کمال، علویت کبریت کی وہ تمام صفات اسی طرف لوٹنے والی ہیں جو ذاکرین الہی کے ذکر اللہ سے منسوب ہیں اوصاف کمال کا ذکر کمال ہونے کی حیثیت سے کرنا بھی حمد ہے اسی کو حمد جامع مانع تعریف کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔
(از تفسیر روح البیان، روح المعانی، نیشاپوری)

لَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ

کیا تم نے غور نہ کیا کہ بے شک اللہ نے تاریخ فرمان بنایا تمہارے لیے اُن تمام چیزوں کو جو زمین میں
کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بس میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے

وَالْفُلْكَ تَجَرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ

اور کشتی کو جو رواں دواں رہتی ہے سمندر میں اُس کے حکم سے اور
اور کشتی کہ دریا میں اُس کے حکم سے چلتی ہے اور

يُمَسِّكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ

وہی روکتا ہے آسمان کو گرنے سے زمین پر گرے گا
وہ روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے

إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرُّوفٌ

اس کے اذن سے بے شک اللہ لوگوں پر بھلا کر بھی مہربان ہے اور نعتیں دے کر بھی
مگر اُس کے حکم سے بے شک اللہ لوگوں پر بھلا کر بھی مہربان ہے اور نعتیں دے کر بھی

marfat.com

رَحِيمٌ ۞۶۵ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

مہربان ہے ۔ اور وہی اللہ ہے جس نے زندہ کیا تم سب کو پھر فوت کرے گا تم سب کو
مہربان ہے ۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ إِلَٰهَ نَاسٍ لَّكَفُورٌ ۞۶۶ لِكُلِّ

پھر زندہ کر دے گا تم سب کو، بے شک انسان البتہ ان نعمتوں کا ناشکرا ہے ۔ ہر
پھر تمہیں جلائے گا، بے شک آدمی بڑا ناشکرا ہے ۔ ہر

أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهَا فَلَا

امت کے لیے بنایا ہم نے عبادت کا طریقہ۔ وہ سب عبادت کریں اسی میں لہذا
امت کے لیے ہم نے عبادت کے قاعدے بنا دئے کہ وہ اُن پر چلے تو

يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَاذْعُرْ إِلَىٰ رَأْيِكَ ط

نہ جھگڑا کریں وہ آپ سے دین میں ۔ اور آپ بلاستے رہیں اپنے رب کی طرف
ہر گز وہ تم سے اس معاملے میں جھگڑا نہ کریں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ

إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٌ ۞۶۷

بے شک آپ ہی البتہ سچی سیدھی ہدایت پر ہو ۔

بے شک تم سیدھی راہ پر ہو ۔

تعلقات | ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے ۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں بندوں کو بادلوں
اور بارشوں میں غور و فکر کرنے کی دعوت شعور دی گئی اب ان آیت میں زمین
کی چیزوں بھری کشتیوں اور آسمان کی بلندی و مضبوطی میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے

marfat.com

Marfat.com

دوسرا تعلق، پچھلی آیت میں زمین کو نباتات سے زندہ کرنے کی شانِ قدرت کا اظہار فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں بندوں کو زندہ فرمانے کا ذکر قدرت فرمایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں زمین کے موسموں رات و رات و دن کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں ان آسمانوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو رات و دن بنانے کا مرکز ہے۔ شانِ نزول: امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں فرمایا کہ ایک دفعہ بدین و رقا اور بشر بن سفیان یزید بن خنیس نے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جن جانوروں کو تم ذبح کر کے مار ڈالو وہ تو حلال و طیب سمجھ کر کھا لیتے ہو۔ لیکن جن کو رب تعالیٰ بغیر ذبح کے مار ڈالے اُس کو حرام و پلید سمجھ کر نہیں کھاتے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ از آیت ۶۵ تا ۶۷۔

تفسیر نحوی | اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِ رَبِّكَ وَیُسِّرُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَّ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَعَزِیْزٌ

لَمْ تَرَ رَجِیْمٌ۔ ہمزہ استفہام (سوال اقراری) کے لیے تَرَ باب ضرب کا فعل مضارع نفی محمد بنم واحد مذکر حاضر رَأَى سے مشتق ہے بمعنی قلب و عقل کی نگاہ سے دیکھنا اَنْتَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل اَنْ حرف عامل اسم و خبر میں نصب و ضمہ سے عمل کرتا ہے اللہ اس کا اسم تخریب تفعیل کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ضمیر صیغہ کا مرجع اللہ ہے اس کا مصدر ہے تَسَخَّرَ متعدی ہے تخریج سے بنا ہے نفوی معنی ہے ذلیل سمجھنا حقیر کرنا۔ اصطلاح میں اسی لغت کے ماتحت تین معنی ہیں ۱۔ مذاق اڑانا ۲۔ تالیف اور عاجز کرنا ۳۔ کسی کو اپنے یا کسی کے قبضے میں بنایا دینا یہاں اسی معنی میں ہے لام حرف جر نفع کا یا ملکیت مجازی کا کلمہ ضمیر مجرور متصل جمع مذکر حاضر مرجع تمام انسان تا قیامت یہ جار مجرور متعلق ہے تخریج کا ما۔ اسم موصول رضی الارض یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول مَوْجُوْد کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا کا موصول صلہ مل کر معطوف علیہ ہوا وَاَوْعَاطُہ الْفُلْکَ اسم واحد مؤنث ہے یا مذکر اس کی جمع مکسر بھی فُلْکٌ ہے بروزن اُسْدُ اور یہ واحد بروزن فُكْلٌ ہے بمعنی کشتی (بیڑی بحری جہاز) موصوف تَجْرِیْ باب ضرب کا فعل مضارع حال مثبت معروف واحد مؤنث غائب جَرْیٌ سے مشتق ہے بمعنی روانہ ہونا، بہنا، چلنا، فی البحر یہ جار مجرور قائم مقام ظرف مکانی متعلق ہے اَوَّلَ تَجْرِیْ کا پامرہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق دوم ہے تَجْرِیْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے الْفُلْکَ کی یہ مرکب توصیفی معطوف ہے موصولہ پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے تخریج کا

سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ یُحْیٰکُ باب افعال کا مضارع حال واحد مذکر غائب
 ضمیر صیغہ فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اس کا مصدر ہے اُمْسَاکُ متعذی یہ وہ مفعول مُسْکُ سے
 بنا ہے۔ بمعنی روکنا، رکنا۔ یہ اس کا لغوی ترجمہ ہے متعذی اور لازم ہو کر یہاں یہی مراد ہے اصطلاح
 میں مشکیزے کو، کھال کو، بخیلی کو اور مُشْکُ ناذ (خوشبو) کو پکڑنے۔ چپٹ جانے کو بھی اسی لغوی
 معنی کے اعتبار سے مُسْکُ کہا جاتا ہے کیونکہ سب میں روکنے کے معنی پائے جاتے
 ہیں۔ اَلْاِسْمُ مَعْرُومٌ بِمَعْنٰی اَسْمَانِ مَفْعُولٌ بِہِ ہے اُنْ ناصبہ مصدر یہ، یہ حرف مضارع کو نصب
 بھی دیتا ہے اور مصدر کے معنی میں بھی کر دیتا ہے۔ لہذا اُنْ تَقَعُ کا ترجمہ ہے یہ کہ گرے اُن کی
 وجہ سے ترجمہ ہوا، گرنے سے تَقَعُ باب فَعَّ کا فعل مضارع مفتوح مثبت معروف واحد مؤنث
 غائب وَتَقَعُ سے بنا ہے بمعنی گرنا واقع ہونا، دُجِیْجَانَا عَلٰی الْاَرْضِ یہ جار مجرور متعلق ہے تَقَعُ
 کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ مِنْہُ ہوا الا حرف استثنا متصل ب حرف جر عاملہ سببہ یا تعلیلہ
 اذْنِ اِسْمِ مَعْرُومٌ مضاف بمعنی اجازت حکم فیصلہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ مضاف الیہ ہے یہ مرکب
 اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تَقَعُ فعل پوشیدہ کا پہلے فعل تَقَعُ کے قرینے سے یہ سب مل کر
 جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا دونوں مل کر مفعول بہ دوم ہوا یُحْیٰکُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
 ہے سَمْعُ کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر ہے اَنْ کی۔ یہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو
 کر مستثنیٰ ہوا دونوں مل کر مفعول بہ دوم اِنْ حرف مشبہ اللہ تعالیٰ اس کا اسم بالناس یہ جار مجرور
 متعلق مقدم ہے رُؤْفٌ کا، یَارِ حَیْمٌ کا۔ رُؤْفٌ پہلی خبر ہے اِنْ کی اور رَحِیْمٌ اسم مبالغہ اپنے پوشیدہ
 فاعل اور متعلق مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر دوم ہے اِنْ کی اِنْ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا
 خیال رہے کہ رُؤْفٌ بروزنِ فَعُولٍ اسم مبالغہ اور رَحِیْمٌ بروزنِ فَعِيلِ اسم فاعل مبالغہ رَافٌ اور
 رَحْمٌ سے بنے ہیں دونوں کے معنی مہربانی کرنا، راحت و آرام پہنچانا ہیں مگر فرق یہ ہے کہ رَافٌ
 کا معنی ہے نقصان دہ چیزیں اور رکاوٹیں ہٹا کر آرام و راحت پہنچانا، رَحْمٌ کا معنی ہے
 مفید اور نفع بخش چیزیں دے کر راحت و آرام پہنچانا۔ گویا کہ رُؤْفٌ وہ ہے جو سبلی طریقے
 سے آرام پہنچائے اور رَحِیْمٌ وہ ہے جو ایجابی طریقے سے آرام پہنچائے۔ وَهُوَ الَّذِیْ
 اَحْیَاکُمْ ثُمَّ یَمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُورٌ سُرٌّ کُلٌّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مُسْکَا
 هُمْ نَا سِکُوْہُ۔ هَلَا یُنَاذِرُ عَنْکَ فِی الْاَمْرِ وَاذْرَعُ اِلٰی سَیِّئِکَ اِنَّکَ لَعَلٰی هُدٰی
 مُسْتَفِیْہٍ۔ واور جملہ مؤخر مرفوع منفصل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے مبتدا ہے اَلَّذِیْ اِسْمُ مَوْصُولٍ وَاحِدٌ

مذکر اُجیا، باب افعال کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب مثبت معروف فاعل مصدر ہے ارجیاء یعنی زندہ کرنا، لاموجود سے موجود کرنا (نیست سے هست کرنا) کُتبی سے بنا ہے اسی سے ہے حیوة بمعنی زندگی اس کا لغوی ترجمہ ہے قوت پاتا۔ اصطلاحی زندگی کے لیے پابنے قوتوں کا ہونا ضروری ہے۔
 ۱۔ قوتِ احساس ۲۔ قوتِ نامیہ (بڑھنے کی قوت) ۳۔ قوتِ عقل ۴۔ قوتِ علم ۵۔ قوتِ عمل، اظہارِ قوت بھی زندگی کا ثبوت ہے مثلاً چلنا چلنا سکڑنا پھیلنا، سانپ کو حیثیت اور شرم کو حیا اسی اصطلاح سے کہتے ہیں کہ شرم سے سکڑنا پایا جاتا ہے یا کپڑے کوڑے سانپ بچھو چلتے سکڑتے ہیں جب کہ زندہ ہوں۔ کم ضمیر مفعول بہ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ثم عاطفہ یُؤیّتُ باب افعال کا مضارع مستقبل واحد مذکر غائب با قاعِل مَوْتُ سے بتلے بمعنی مرنا فوت ہونا اس کا مصدر ہے اموات یا اُمیّات۔ زندگی کی تحقیق ہے کم ضمیر مفعول بہ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر پھر معطوف علیہ ثم حرفِ عطف یُجِئُ باب افعال کا مضارع مستقبل واحد مذکر غائب کم ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مرجع ہے عام موجودہ انسان یہ مفعول بہ یُجِئُ کا سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یُؤیّتُ کے جملے پر وہ عطف ہے اُجیا کے جملے پر سب عطف مل کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا موصول جملہ مل کر جبر ہے مَوْتُ مبتدا کی، دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنْ حرفِ مشبہ اَلَا نَسْنُ اسم معرفہ باللام مراد ہیں کفار و فاسق، اسم ہے اِنْ کا لام کے برائے تحقیق بمعنی البتہ بے شک، کُفُّوا اسم ہائے بروزن فَعُول، کُفُّوا سے مشتق ہے بمعنی ناشکر ہونا اسی سے کُفْرَانُ، یہ خبر ہے اِنْ کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا، کفر اور کفران کا لغوی ترجمہ ہے چھپانا، چونکہ انکار اور کسی نعمت کا تذکرہ نہ کرتے سے نعمت کے فوائد اور نعمت کا پتہ نہیں چلتا اس لیے انکار ناشکری کو کفر اور کفران کہا گیا۔
 شکر کا سب سے بڑا طریقہ نعمت کا تذکرہ اور چرچہ کرنا ہے۔ لام حرف جر تفع کا کل اسم تاکید یعنی امر تمام مضاف ہے اُمت اسم مفرد مؤنث بمعنی جماعت گروہ (ڈولہ) مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے مقدم جَعَلْنَا کا۔ باب فتح کا ماضی مطلق جمع متکلم با فاعل ضمیر صیغہ متکلم اسم ظرف نُسُك سے بنا ہے اس کی جمع ہے مَناسِک۔ جمع منتحلی الجموع ہے۔ نُسُك کا لغوی ترجمہ پاک صاف ستھرا کرنا، اسی معنی کے اعتبار سے یہ آیتیں اصطلاحی معنی میں مشترک ہے راعبادت یہاں اسی معنی میں ہے اَرْکَانَ حج ۲ قربانی (جانور کو حلال و طیب کرنے کے لیے خون بہانا) یہ مفعول بہ جَعَلْنَا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ مُمْ خیر مبتدا، ناسِکُوں باب مفاعلة کا فعل امر جمع مذکر حاضر نُسُك سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے مَناسِک بمعنی

خوب اچھی عبادت کرتا یہ مُعَاوَلَةٌ اپنے اصلی معنی تکرارِ طریقین کے لیے نہیں بلکہ مبالغے کے لیے ہے ہ
ضمیر اس کا مفعول بہ، ف حرف تعلیلہ مابعد کلام معلول ہے ناسکون کا۔ لَا يُنَازِعُنْ فعل نہیں غائب
معروف بانون تاکید ثقیلہ، باپ مُعَاوَلَتہ سے ہے تَرْغ سے مشتق ہے بمعنی جھگڑا کرتا۔ یہ
صیغہ جمع مذکر غائب ہے دراصل يُنَازِعُونَ تھا۔ نون ثقیلہ کی وجہ سے نونِ اعرلی اور لامِ ہنسی
کے جزا سے واو۔ جمع گر گئی ک ضمیر کا مرجع بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہر مسلمان تاقیامت
تی طرفہ مجازیہ الْأَمْرُ اسم معرقہ بمعنی معاملہ یا مراد ہے دین اسلام یہ جار مجرور متعلق ہے لَا يُنَازِعُنْ
کا سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلول ہوا، ناسکون کا سب مل کر جملہ انشائیہ ہو گیا۔ واوِ ہر جملہ اُدْعُ
باپ نکر کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر الی رَبِّکَ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اُدْعُ کا اس
کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع آقا کا ثبات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں یہ فعل فاعل متعلق
مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ اِنْ حرف تحقیق ک ضمیر اس کا اسمِ رلام کے تاکید و یقین کے لیے
عَلٰی جازہ حُدٰی اسم مصدر حاصل جامد موصوف ہے مستقیم باپ استفعال کا اسم فاعل واحد مذکر اس کا
مصدر ہے اِسْتَقْوَامٌ، تعلیل نحوی کے بعد اِسْتِقَامَةٌ، قَوْمٌ سے مشتق ہے۔ صفت ہے یہ مرکب
توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے موجود یا قائم پوشیدہ کا وہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنْ ہے۔ اِنْ اپنے
اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تَعْلِیْقُ عَالَمَانَا
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِی الْاَرْضِ وَاَفْلَحَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ
بِأَمْرِکَ وَیُمِیْسِدُ السَّمَاءَ اَنْ تَقْعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ
اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَعَزِیْزٌ۔ اے انسان کیا تو نے اپنی نظر بصارت سے زمین میں اور
فکر بصیرت سے آسمان میں دن رات کے مشاہدے میں یہ نہ دیکھا اور نہ سمجھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ
نے سخر و آسان فرمادیا تمہارے لیے اُن تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں، کتنی ہی قوتیں ہیں زمین
کے اوپر اور کتنی ہی شروعاتیں ہیں زمین کے اندر جن کو رب تعالیٰ نے انسان کے قابو میں دیدیا، اور
پلوے روئے زمین کی ہر چھوٹی بڑی ظاہر باطن اشیا کو فطرت انسانی و طاقت جسمانی کے مطابق و
موافق کر دیا۔ مگر انسان غافل ہے اپنے خالق تعالیٰ کی قدرتوں اور اُن نعمتوں سے جو رات دن
کے انقلاب سے ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ اگر یہ نعمتیں اودان کی مطابقت موافقت نہ ہوتی بلکہ
اشیا و زمین انسانی فطرت و ترکیب کے مخالف ہوتیں تو انسانی زندگی زمین پر محال تھی چہ جائیکہ
کوئی انسان اُن سے نفع پاسکتا، یعنی اگر جو ارضی کے درجات ترکیب انسانی جسمانی سے مختلف

ہوتے اور ہواؤں کا پھیلنا غفاؤں کا پھلنا، پانی کی نرمی اور پھسلنا نہ ہوتا تو ایک لمحہ بھی انسان زندہ نہ رہتا
 اسی طرح اگر کثافتِ بدنی اور کثافتِ زمینی آپس میں مختلف ہوتیں تو قدیم انسانی زمین پر نہ ٹھہر سکتے بلکہ
 یا اُڑنا پھرتا ہوا میں یا دو بار ہتا ٹری میں یا بھٹکتا ہوتا فضا میں کتنے کرم ہیں مولیٰ تعالیٰ کے کہ مستغرق ہوا
 اُس نے اپنے کمزور بندوں کے لیے قوت والے جمادات پتھروں کو اور شدت والے دھاتیات لوہے
 کو جھلکات اور آتش لاوے کو ہمت والے حیوانات چرند پرند و درند کو، کثرت والے نباتات
 گل و گلزار کو، پھرے ہوئے مائیات سمندروں کو اور کتنا آسان بنا دیا اللہ تعالیٰ نے ثمراتِ ثمرات
 غذائیات کے حاصل کرنے کو انسان کو جسمانی طاقت ظاہری اور عقل کی اور اکاہتِ باطنی عطا فرما کر اسی
 قوت و ادراک کے ذریعے انسان لمحہ بہ لمحہ زمین سے دولتِ عدیدہ و خزانِ جدیدہ آسانی کے ساتھ
 نکال رہا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کی یہ تسخیر نہ ہوتی تو انسان اتنی آسانی سے نہ پانی پی سکتا نہ قوتِ جسمانی
 سے زمین کھود سکتا، کیا راحت و رحم ہے کہ انسان کے لیے پہاڑوں کو کھدوا دیا پانی کو بہا دیا
 ہواؤں کو چلا دیا جانوروں کو ایسا مرعوب کر دیا کہ قوی صیقل کو بچھڑ بیکل کے قبضے میں دیدیا پانی
 کو ایسا مشروب کر دیا کہ کوئی بتلی چیز اس کی مثل نہیں اور ان سب سے زیادہ سخت جھلکِ حیران
 کن سمندر کی پھرتی لہر چڑھتے طوفانوں مچلتی ہواؤں پھڑکتی فضاؤں میں نازک کشتی بحری جہاز کو
 مستحضر کر دیا اس طرح کہ ہواؤں کی طبیعت کو سمندر کی طبیعت کے مطابق فرما دیا اور سمندر کی توانت
 کو کشتی کی تراوت کے مخالف نہ ہونے دیا، اور انسانوں کو جہاز رانی کا طریقہ سکھا دیا کہ رب تعالیٰ
 کے حکم و ارادے سے انسان اپنے علم و فن کے ذریعے سمندروں میں دوڑتا دوڑتا پھر رہا ہے کہ
 کشتی پارنگا رہی ہے انسان پارنگا رہا ہے، کشتی نفع دیر ہی ہے انسان نفع لے رہا ہے زمین
 پر توب تعالیٰ کے یہ انعامات ہیں مگر آسمانوں میں اس سے بھی بڑا کرم ہے کہ اُن سب کو اپنی قدرت
 سے روکا ہوا ہے تاکہ زمین پر نہ گر پڑے اُس وقت تک جب تک اُس کی اجازت نہ ہو جب
 بروز قیامت اس کی اجازت ہوگی تب گر بھی پڑے گا، کیونکہ آسمان میں تمام اجسام کی مثل ایک جسم
 ہے اور ہر جسم کا فطرتی خاصہ نیچے گرتا ہے اور جتنی بڑی اور بوجھل چیز ہوگی اتنی ہی جلدی گی
 اور تیزی و سختی سے نیچے آئے گی مگر شانِ قدرت ہے کہ زمین سے کئی گنا بڑے بڑے آسمان
 یے ستون و پے سہارا ہزار ہا مدتوں سے فضا میں معلق ہیں۔ قدرتِ قہار کا یہ کتنا بڑا احسان،
 انسانوں پر، اگر آسمان گر پڑے زمین پر تو تمام انسان و اشیاء زمینِ ہلاکت و فنا
 میں نیست و نابود ہو جائیں یہ تمام احسانات و فیوضات کرامات و انعامات صرف اسی لیے

ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہمیشہ رؤف ہی ہے اور رحیم ہی ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ دنیا میں سب انسانوں پر آخرت میں سب مسلمانوں پر رؤف ہے تسخیر زمین فرما کر رحیم ہے امساک آسمان فرما کر رؤف ہے انعام دے کر رحیم ہے آرام دیکر رؤف ہے بریات میں رحیم ہے بحریات میں رؤف ہے دن کے جگانے میں رحیم ہے رات کے سلاتے میں رؤف ہے اپنے پیاروں کو عبادت دے کر رحیم ہے اپنے بندوں کو حفاظت دے کر رؤف ہے مصائب و مصرت دور کر کے رحیم ہے مصلحتیں اور آسائشیں قریب کر کے رؤف ہے اور چونکہ مصائب و مشکلات و موزیات دور کرنا زیادہ اہم و ضروری ہے آسائش جتیا کرنے پہنچانے سے اس لیے رؤف کو مقدم فرمایا رحیم پر۔ یہ زمین کی تسخیر اور آسمان کا امساک اس وقت تک ہے جب تک ضروریات انسانی موجود ہیں اور ضروریات اُس وقت تک جب تک حیاتِ دنیوی قائم۔ اور حیاتِ دنیوی اُس وقت تک جب تک دنیا قائم، جب دنیا ختم تو دنیوی حیات ختم جب حیات ختم تو قیامت قائم اور قیامت سے ارض بھی اشیاء و ارض بھی امساک بھی ختم قیامت میں آسمان گرنے کی پانچ صورتیں پہلی اشتقاق یعنی آسمانوں کا پھٹنا دوم انفطار یعنی کھرجانا سوم کالمہل یعنی شل روٹی ہو جانا چہارم۔ گالذحان، یعنی آسمانوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا، پنجم طیبہ، کطی السجیل، یعنی زمین پر سب کا گنا پھر جڑنا پھر رجسٹر کے ہنڈل کی طرح پیٹا جانا، آسمان کو قائم رکھنا زمین والوں پر کرمِ عظیم ہے۔ تفسیر روح البیان نے اسی جگہ دو پرندوں کا ذکر کیا ایک پرندہ ساری رات درخت پر اپنے گھونسلے میں اپنے پاؤں آسمان کی طرف کئے رہتا ہے یا اس لیے کہ دعا مانگ رہا ہے کہ یا اللہ آسمان نہ گرے یا اس لیے کہ اپنے خیال میں وہ آسمان روکے ہوئے ہے اس کا نام فونس ہے، دوسرا پرندہ گر کی ہے وہ زمین پر ایک پیر سے چلتا ہے اس گمان میں کہ کہیں دونوں پیروں کے بوجھ سے زمین دھنس نہ جائے۔ یہ تو بے عقل پرندوں کا خوفِ الہی ہے مگر انسان بے فکرانا شکر ہے

حَالَانِکَ وَهُوَ الَّذِیْ اٰحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌۢ بَلٰی اَمْسٰہُ جَعَلْنَا مِنْکَ اُمَّتًا مِّنْکَ اُمَّتٍ سِکُوْکًا فَلَا یُبٰرِکُ فِیْ الْاٰمْرِ وَاذْعُ اِلٰی رَبِّکَ اِنَّکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّکَ۔ اور وہی اللہ ہے کہ جب تمام زمین پر اسے انسانوں کو صرف تمہارے لیے نعمتوں، غذاؤں، لذتوں، دواؤں کے دسترخوان پکھا دے اور تمہاری ہی خوشنودی کے لیے پرندے اڑا دے اور تمہاری خوراک سواری مال برداری خدمت گزاری کے لیے چرندے پھیلا دے پھر عظیم عزت و شان کے ساتھ اَحْیَاکُمْ، تم تمام انسانوں کو یہاں خصوصی بنا کر زندہ کیا اور زمین پر بسا دیا اور ملکوں، علاقوں، خطوں کا مالک بنا دیا

اور دنیا کی ساری بڑی، بھری، فضائی، علاقائی، عزتوں کا وارث بنا دیا، یہ شانیں عزتیں تو تیں
 تم کو کس نے دیں۔ کیا تم نے کبھی سوچا غور و تدبیر کیا، کہ سب جہاں تیرے لیے ہے۔ تو ہے کس کے
 واسطے، اسی بات کو بتانے یا دکر اتے سمجھانے کے لیے ہم نے عالم قدس سے اپنے انبیاء علیہم السلام
 کو اور ان کے ساتھ اپنے کلام کو بھیجا انہوں نے بتایا کہ وہ اللہ وہی ہے یہ رافتہ و رحمت مینے
 والا کرم و کرامت کرنے والا وہی ہے جس نے تم کو نیست سے هست کر کے سٹی سے نطفہ
 کر کے۔ نطفے سے مضغہ کر کے مضغے سے علقہ کر کے علقہ سے صبیہ کر کے اُخیا گم، باری باری
 تم کو زمین بسانے سجدوں سے سجانے اعمال سے سنوارنے نور ایمانی پھیلانے، فساد مٹانے، امن
 ایمانی، عافیت عرفانی سے دنیا کی نعمتیں کھانے برتنے کے لیے زندہ کیا، اگر یہ زندگی نہ ہوتی تو
 اس دنیا سے تم کچھ بھی فائدہ حاصل نہ کر سکتے، نہ آنکھوں کے نظارے ملتے نہ کانوں کے تقاسم
 سنتے نہ زبان کے چٹخارے یہ زندگی بھی عجیب و غریب معجزہ قدرت اور سر الہی ہے کہ
 عقل عَقْلًا ذھن فَعْلًا وَ رطہ حیرت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ جسم کے ہر بال میں کھال کے ہر مسام
 میں خون کے ہر قطرے میں بدن کی ہر رگ میں موجود مگر مجال ہے جو کوئی دور بین، خود بین سے
 بھی دیکھ سکے پھر جس انسان کے لیے دنیا کی ہر چیز مسخر وہ خود اپنی زندگی میں بے بس نکلی
 دے سکے نہ کوئی لے سکے نہ بچی جا سکے نہ خریدی جا سکے نہ گھٹائی جا سکے نہ بڑھائی جا سکے
 بس وہی اللہ ہے جیت تک چاہے زندہ رکھے ثُمَّ يُمَيِّتُکُمْ پھر وہ تم کو مار دیتا ہے موت
 بھی قدرت کا جبران کُن شاہکار ہے، دنیا کے لیے زندگی بنائی آخرت کے لیے موت بنائی
 زندگی سب کے لیے نعمت ہے موت صرف ایمان والوں کے لیے نعمت ہے، کیونکہ زندگی
 نعمت بنا دی گئی ہے لیکن موت کو نعمت بنا نا پڑتا ہے۔ زندگی ملنے کا اصل مقصد ہی یہی
 ہے کہ بندہ اپنی موت کو نعمت بنائے۔ موت مومن نعمت ہے قبر کی، قُرب منزل کی واصل
 الہی کی رضائے کبریائی کی، موت ہی دروازہ ہے دوسری زندگی کا۔ ثُمَّ يُحْيِیْکُمْ پھر وہ اللہ تعالیٰ
 ہی تم کو دوبارہ زندہ فرمائے گا قیامت میں، حیات دُنیوی مُبدؤ وجود ہے۔ موت مُقرب
 موعود ہے، دوسری زندگی موصول مقصود ہے زندگی نام ہے جسم و روح کے ملنے جڑنے کا، موت
 نام ہے ان دونوں کی جدائی کا۔ زندگی دو قسم کی ہے پہلی دُنیوی دُور کا خودی قبر کی مدت میں بیداری
 ہوتی ہے نہ کہ وصل روح و بدن کی حیات لہذا حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھی نعمت دنیا کی زندگی
 بھی نعمت، موت اور مدت قبر اور حیات اُخروی کو نعمت بنانے کے لیے پس چاہیے تو یہ تھا

کہ ان ظاہری نعمتوں پر انسان اتنا شکر الہی کرتا کہ اُس کی موت اور مدتِ قبر و حیات اُخروی بھی اُس کے لیے نعمتِ ابدی بن جاتی مگر۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌۢ بِۤیۡ شُكْرِہٖ کا فر اور مشرک منافق انسان یقیناً البتہ بہت بڑا ناشکرا ہے کہ ایمان باللہ کا، اطاعتِ اللہ کا، اتباعِ نبوت کا، احکامِ شریعت کا، نصرتِ قرآن کا، عظمتِ فرمان کا، عصمتِ اسلام کا سب کا ہی منکر ہے۔ مصیبتوں کو یاد رکھنے والا ہے۔ نعمتوں کو بھول جانے والا ہے، شکرانِ ایمان ہے، کفرانِ کفر ہے رب تعالیٰ کا حقیقی شکر انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا ہے۔ اور شکرِ الہی کا اظہار اعمالِ صالحہ کرنا ہے اور اعمالِ صالحہ اتباعِ نبوت کا نام ہے اس ایمان و اتباع کو چھوڑ کر نہ کوئی شاکر ہے نہ صلح اگرچہ عابدِ بحر و بر میں جائے۔ اسی شکر کو کرانے اور کفر کو مٹانے کے لیے شروعِ زمانہ انسانیت یٰۤاٰیُّہَا الْاِنْسَانُ جَعَلْنَا مَثٰلَکَ ہر امت کے لیے ہم نے ان کے زمانے میں ان کے نبی علیہ السلام کے ذریعے ایک ایک شریعت بھیجی، اسی طرح کہ نبی علیہ السلام سے کلام، کلام سے احکام، احکام سے شریعت، شریعت سے عبادت عبادت سے عبادت گاہ، عبادت گاہ سے طریقہ عبادت، نازل و نافذ، جاری و ساری فرمایا۔ مفسرین نے منسک کے نومعنی کئے ہیں و شریعت ۲ عبادت ۲ عبادت گاہ ۲ منتہی خانہ ۲ ذبح کرنے کا طریقہ ۲ حج کے ارکان ۲ ہر قوم کی پسندیدہ اور مالوقہ رہائش گاہ ۲ عید گاہ جہاں دینی مناسبتیں خوشیوں کے لیے قوم جمع ہو ۲ خیر و شر اور تماشوں کا مقام یعنی میلے کا میدان اور وہ امت والے اپنے اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لا کر مُمَّنَّا بِرُکُوْہُ وہ سب اہل ایمان اپنے اپنے وقتوں میں اپنے اپنے دین کی عبادت کرتے رہے احکام مانتے اطاعت کرتے رہے شریعت کے بعد شریعت بدلتی رہی پھلی شریعت منسوخ ہوتی اور اگلی منسوخ کرتی رہی یہ سلسلہ حضرت آدم سے چلا حضرت ادریس تک اور یس علیہ السلام سے حضرت نوح تک آپ سے حضرت ابراہیم تک ایسے موسیٰ علیہ السلام تک پھر موسیٰ علیہ السلام سے توریت کی شریعت اور توریت کے بعد زبور کی پھر انجیل کی شریعت اس طرح کہ توریت کی عبادات زبور کی دعائیں ساجات اور انجیل کی عکبتیں نصیحتیں ہر امت کے لیے جاری رہیں، پھر ہر کلام و ہر کتاب منسوخ کر دی گئی نفوذِ قرآن و نزولِ فرقان سے یہ ناسخ و منسوخ کے سب فیصلے تو ہمارے ہیں ہم ہی بنانے والے ہیں اُنھانے والے ہیں ہم ہی دین و قانونِ شریعت و منہاج کو نازل و نافذ فرمانے والے ہیں ہم ہی بند کرنے والے فُلَا یُنٰزِعُکَ فِی الْاُمْرِ۔ تو اسے محبوبِ کریم یہ یہود و نصاریٰ مجوس و مشرک کیا حق رکھتے ہیں اسلام، قرآن، قوانین

احکام، شریعت و ایمان میں آپ سے جھگڑا کرنے کا کہ یہ حکم کہوں ہے اور یہ قانون کیسے ہو سکتا ہے اور کفار مشرکین کون ہوتے ہیں یہ اعتراض کرنے والے کہ اے مسلمانو تمہارے اسلام کا یہ کیا قانون ہے کہ تم ذبح کر کے جانور مارو تو وہ حلال و پاکیزہ ہو۔ لیکن جس کو اللہ طبعی موت سے مارے وہ حرام و پلید ہو جائے، ان بیوقوف کفار کو یہ حق ہرگز نہیں کہ اس طرح کے ناسمجھی والے اعتراض کرتے پھر یں اور بحث مناظرے جھگڑے مجادلے بناتے پھر یں، لہذا اے محبوب آپ ہی جھگڑے میں نہ آئیں بلکہ بے امتناعی فرماتے ہوئے دھتکار دیں ان جہلا کو اور ہٹ جائیں ان ضلالت سے تاکہ جھگڑا طول نہ پکڑے اور کفار یہود و نصاریٰ و مشرکین کو مزید یہود و گیوں کا موقع ہی نہ ملے نہ آپ اس طرف توجہ دیں نہ کوئی مسلمان، اور یہی قاعدہ ہے کہ جب ایک طرف سے جوابی کارروائی نہ ہو تو مخالف طرف سے خود بخود جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ **وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ**، اور بلا تے رہئے اچھے بندوں کو پاکیزہ دلوں کو ماننے والی عقلوں کو ستھری طبیعتوں کو اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے دعوت اسلام دیتے ہی رہئے۔ کیونکہ بے شک اے حبیب تم ہی ہمیشہ رہتے والی ہدایت پر ہو۔ یہ وہ قائم دائم ہدایت مستقیم ہے کہ نہ اسے نسخ کا خطرہ نہ فتح کا نہ تبدل کا نہ تغیر کا یہ دین مستقیم ہے پوری کائنات کے لیے ایک ہی دین نہ یہ علاقہ سے خاص نہ زمانے سے نہ کسی قوم سے نہ قبیلے سے یہ **گَافَةُ لِلنَّاسِ** ہے **اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَہ** ہے بلکہ یہ دین تو زمین و زمان، مکین و مکان، عرشوں و قرشوں کے لیے **مُحَدِّثٌ مُّسْتَقِیْمٌ** ہے مستقیم وہ دین ہوتا ہے جو سب زمانوں سب علاقوں سب قبیلوں سب ملکینوں کے لیے کافی، کافی ہو سب سے اچھا، سب سے مضبوط سب سے صاف سب سے کھلا سب سے سیدھا ہو اور سب کی ضروریات، فطریات، نظریات، عادات و رسومات و واجات طبیعیات شریعات شریفانہ کا ساتھ نبھا سکے اور ہر لحظہ ہر لمحہ مفید ہی مفید ہو۔ **اِنَّ آیٰتِیْنَ مِیْنِ مَفسَرِیْنِ** کے مختلف اقوال **اَلَمْ تَرَ** میں تین قول ہیں **رَاجِعُ** نے کہا کہ یہ اپنے ہی معنی رویۃ میں ہے یعنی آنکھ سے بغور دیکھنا اور خطاب تا قیامت ہر انسان سے ہے **رَاجِعُ** نے کہا کہ **اَلَمْ تَرَ** بمعنی رویۃ اور آنکھ سے دیکھنا ہی ہے مگر خطاب صرف تا قیامت کفار سے ہے **رَاجِعُ** نے کہا کہ رویۃ کا معنی علم یعنی جاننا **اَلَمْ تَعْلَمُ** کے معنی میں اور خطاب حضرت آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے، ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی کریم آپ نے تسخیر ارضی تو دیکھی ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء مسخر فرمائیں بخود اس کے کون مسخر کر سکتا ہے رویت کو بمعنی علم

کرنا اس لیے ہے کہ یہاں کی رویتی چیزوں کو صرف دیکھنا دکھانا مقصود نہیں بلکہ تسخیر من اللہ ہونے کو جانتا مراد ہے۔ کو اُفْلُکُ کے اعراب میں بھی دو قول اور وجہ اعراب میں دو قول، بعض نے کہا یہ اُفْلُکُ جمع بحالت زبر ہے کافی الاَرْض پر عطف ہے ۲ بعض نے کہا کہ زبر کی حالت اس لیے ہے کہ اُن پر شیدہ کا اسم ہے دراصل اس طرح ہے۔ وَاِنَّ اُفْلُکَ ۲ بعض نے کہا اُفْلُکُ ہے بحالت ضمہ (پیش) اس لیے کہ اُفْلُکُ مبتدا ہے کو یُسْرُکُ کے معنی میں تین قول ۱ بعض نے کہا اس کا معنی رو کے رکھنا ۲ بعض نے کہا اس کا معنی منع کرنا یعنی حکم دینا کہ نہ گر یہی قول درست ہے اس کی دلیل سورۃ زمر کی آیت ۲۵ ہے جس میں ارشاد ہے صَلُّوْهُنَّ مُسٰکٰتٌ رَّحْمَتٌ مِّمَّا وَهَّ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں، نیز اہل عرب نجلی کو امساک اور نجلی کو مُسک کہتے ہیں ۲ بعض نے کہا کہ یہاں امساک کے معنی حفاظت کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ آسمان کی حفاظت فرماتا ہے اس لیے وہ زمین پر نہیں گرتا۔ اَلْاِنْسَانُ میں تین قول ہیں ۱ بعض نے کہا اس سے مراد صرف کفار ہیں ۲ بعض نے کہا اس سے مراد ہر غافل انسان ہے ۳ بعض نے کہا کہ اس سے مراد مخصوص کفار ہیں یعنی ابو جہل اور امود بن عبدالاسد اور ابی ابن خلف، مُسْکٰت کی قرئت میں تین قول ہیں ۱ بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہر نما علیہ السلام کی شریعت اور یہ مصدر بھی ہے ہے اور مراد ہیں عبادتیں اور یہ نقطہ مُسْک ہے ۲ مُسْکًا اسم ظرف زمانی ہے بمعنی عبادت کرتے کا وقت ۳ بعض نے کہا یہ اسم ظرف مکانی ہے بمعنی عبادت کرنے کی جگہ، یہی قول مشہور اور بھی قرئت مکتوب ہے۔ فَلَا یُنَازِعُکَ کی قرئت دو قول ہیں ۱ بعض نے کہا یہ باب مفاعلة کا مضارع منفی بانون ثقیلہ ہے یہی مشہور و مکتوب قرئت ہے ۲ بعض نے کہا کہ فَلَا یُنَازِعُکَ باب افعال کا مضارع منفی بانون ثقیلہ ہے۔ فَلَا یُنَازِعُکَ کے فاعل میں دو قول ۱ بعض نے کہا کہ یہاں جھگڑا کو کفار سے مراد بُدِیْل بن ورقاع اور بشر بن سفیان، یزید بن ضُبَیْ ہیں جو اکثر اسلامی مسائل میں مسلمانوں سے بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے ۲ بعض نے کہا کہ اس سے مراد عام کفار عرب ہیں یعنی تمام مسلمانوں کو ہر کافر جاہل کی بحث سے منع کیا گیا کہ ان جیشوں کو دھنکار دو بحث کا جواب ہی نہ دو۔

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ دنیا کی تمام نعمتیں **فائدے** جن سے انسان اپنی دینی، دنیوی معاملات میں فائدہ حاصل کرتا رہتا ہے۔ ظاہری، باطنی، علمی، عقلی فکری، غذائی، دوائی، تجرباتی، مشاہداتی، سائنسی، فلسفی، منطقی، سانی

زمینی آسمانی، بحری، بری، فضا کی سب اللہ تعالیٰ کی تسخیر سے ہی انسان کو مستیر ہوتی ہیں۔ بظاہر اگرچہ انسان اُس کو اپنی محنت مشقت مزدوری، پڑھنے، پڑھانے، درس و تدریس، سکول و کالج کی تعلیم یا دینی مدارس کی تعلیم سے ہی حاصل کر رہا ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر مولیٰ تعالیٰ انسانوں کے لیے عقول و علوم و فنون و سکون کی نعمتیں آسان و مسخر نہ فرمائے تو ہزار ہا درس و تدریس کی محنتیں شقیں کتب بینی کی مغز مار میں بیکار اور دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور انسان کو کچھ علم و شعور حاصل نہیں ہوتا دن رات کا مشاہدہ ہے کہ بڑے بڑے علماء فضلاء کے صاحبزادے جاہل بے عقل رہ جاتے ہیں اور گنوار والدین کی اولاد شاندار عائل و عالم بن جاتی ہے۔ نایباؤں کے سینوں میں علم و شعور کے خزانے کتابی علم کے نور فراست و بیاقت کے انبار لیکن بیتاؤں کے سینے خالی، یہ قائمہ سحر کلمہ مَنَافِی الْأَرْضِ میں مائے عموم مطلق سے حاصل ہوا یعنی زمین کی نعمتیں صرف جمادات نباتات، حیات، حجرات، شجرات، حیوانات، معدنیات ہی نہیں بلکہ ہر دینی دنیوی علم و فن، صنعت و حرفت بھی رب کائنات کی نعمتیں ہیں اور یہ بھی رب تعالیٰ کے آسان کرتے سے مسخر فرمانے سے ہی انسانوں کو ملیں۔ دوسرا فائدہ یہ آسمان بھی دیگر اجسام کائنات کی طرح ایک ساکن و منجمد جسم ہے اور اپنی جگہ ٹھہرا ہوا ہے نہ یہ سیارہ ہے نہ متحرک ہے۔ لہذا سائنسدانوں اور فلاسفہ و قدیم کے نظریات بیہودہ اور غلط ہیں۔ سائنسدان موجودہ دوسرے سے آسمانوں کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں۔ فلاسفہ و گزشتہ کہتے تھے کہ آسمان بھی گھوم رہا ہے۔ بعض فلاسفہ کہتے ہیں کہ نیزگی ایک طرف رواں دواں ہے۔ مگر یہ سب غلط نظریات و اقوال ہیں۔ یہ فائدہ دُیُسْتُ السَّمَاءُ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ وَإِلَّا بِإِذْنِهِ فرماتے سے حاصل ہوا کہ باری تعالیٰ نے آسمان کے ٹھہرے رہنے اور زمین پر نہ گرنے کو اپنی قدرت کا کمال و کارنامہ فرمایا کہ آسمان کا نہ گونا تیز گھومنے یا تیز اڑنے یا ہوا کے ٹھہرانے کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک جگہ ٹھہرا ہے اس کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے روکنے حکم دینے کی وجہ نہیں گرتا۔ اگر رب تعالیٰ نہ روکے تو عام چیزوں کی طرح یہ بھی گر پڑے۔ خیال رہے کہ روکنے سے مراد پکڑے رکھنا نہیں بلکہ رکے رہنے کا حکم دینا ہے۔ تبسیر فائدہ مومن مسلمان کے لیے دنیا و آخرت کی ہر چیز ہی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے یہاں تک کہ زندگی بھی موت بھی، بقا بھی، فنا بھی قبر بھی، حشر بھی، نشر بھی، قیامت کا حساب و کتاب بھی، مگر کفار کے لیے صرف دنیا کی فانی چیزیں ہی نعمت ہیں۔ یہ فائدہ حَوَالِذِیْ أَجْبَا کُمُ (الحج) کے بعد اِنْ إِلَّا نَسْأَنُ لَکُنُورًا، فرماتے سے حاصل ہوا، کہ مومن کے لیے اَجْبَا کُمُ بھی

نعمت، ثُمَّ يُنْتِكُمْ بِهِ. ثُمَّ يُخْلِكُمْ بِهِ. ثُمَّ يُنْتِكُمْ بِهِ. نعمت اور لکنور کا معنی ہے ناشکری کرنے والے۔ یعنی بے شک کافر انسان ناشکر ہے اور ناشکری کا تعلق نعمت سے ہی ہوتا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ کافر کو نہ حیات کی قدر نہ موت کی قدر وہ دونوں کا ناشکر اور ناشکری کرنے کے موت کو اپنے لیے عذاب بنا لیتا ہے جو حقیقتاً نعمت و رحمت تھی اس کو مصیبت و رحمت بنا لیا۔

احکام القرآن | ان آیت مقدسہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ زمین کی طرح آسمان بھی ایک ساکن کرتہ ہے۔ بعض گمراہ مسلمان سائنسدانوں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آسمان و زمین چلتے پھرتے بلکہ اڑتے ہیں ایسے لوگ گمراہ ہونے کے علاوہ جاہل بھی ہیں۔ یہ مسئلہ، اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ فَرَمَاتے کے ساتھ الْاَرْضُ فَرَمَاتے سے مستنبط ہوا یہاں یُسْكُنُ نے سکون آسمان کو ثابت فرمایا اور اَنْ تَقَعَ نے زمین کا سکون ثابت فرمایا اگر یہ دونوں سیارہ ہوتے تو علی الارض نہ فرمایا جاتا بلکہ مَعَ الْاَرْضِ فرمایا جاتا، کیونکہ سیارہ پر کوئی اُس سے بھی بھاری چیز گرے تو اُس کو بھی ساتھ گرا لاتی ہے۔ اور الْاَرْضُ فَرَمَاتے سے ثابت ہوا کہ ایک وقت آئے گا جب تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ کا مظاہرہ ہوگا مگر فقط عَلَى الْاَرْضِ کا

نہ کہ مَعَ الْاَرْضِ کا، اگر آسمان چلتے ہوئے تو کبھی بھی گرنے کا مظاہرہ نہ ہوتا، سکون زمین کے پورے دلائل اور تفصیلات ہمارے قتاوی جلد دوم سوم میں دیکھئے۔ دوسرا مسئلہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ سے قرآن مجید کے نزول تک بہت سے دین اور بہت سی شریعتیں رب تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں جلوہ گراہیں ہر ایک کے قوانین عبادتیں اور طریقے بلکہ عبادت گاہیں بھی مختلف ہوتی رہیں وہ سب دین اور شریعتیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ہی آئے۔ اسی لیے کوئی دین بھی نبوت کے تذکرے و ایمان رسالت سے خالی نہیں ہر امت کے ہر مومن پر تمام اولین آخرین انبیاء علیہم السلام پر اس طرح ایمان لانا فرض تھا جس طرح توحید پر کیونکہ ہر دین کے پانچ رکن ہوتے رہے، توحید رسالت قیامت عبادت اور ملائکہ پر ایمان اسی لیے ہر شریعت میں شدت اور اصرار کے ساتھ ان پانچوں پر ایمان لانے کا ذکر ہوتا تھا اور تھا ہی توحید و رسالت رب تعالیٰ کے دین کی پہچان ہے جس دین میں انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کا ذکر نہیں وہ دین باطل اور کفریہ شیطانیہ ہے، اور ہر دین کی شریعت و نبوت پر اس وقت کی امت کے لیے مکمل ایمان لانا و عمل کرتا لازمی و اجبی فرض تھا، جو بھی قانون اور طریقہ مہمتا تھا کسی کو اپنے دین میں نہ جھگڑا

کرنے کی اجازت تھی نہ بحث مناظرہ کرنے کی، اور نہ ایک شریعت والوں کو دوسرے نبی علیہ السلام کے قوانین یا شرعی طریقوں پر کوئی اعتراض کرنے کا حق تھا۔ بجز کفار کبھی کسی مومن نے کسی بھی دین حق اور شریعت نبوی پر اعتراض و جھگڑا نہ کیا، جب تک کوئی دین منسوخ نہ ہوتا ہر مومن کو اُس پر ایمان اور ہر امتی کو اس پر عمل واجب ہوتا، اور اس کا منکر کافر اور اُس سے بے عمل فاسق گناہگار کہلاتا تھا۔ یہ قانون رب تعالیٰ کے ہر دین کے لیے ہوتا رہا اور اب بھی تا قیامت ہے یہی حکم دین اسلام کے لیے ہے مگر چونکہ اس دین اسلام نے کبھی منسوخ نہیں ہوتا لہذا قیامت تک اس کا منکر کافر ہے اور اس سے بے عمل فاسق و فاجر ہوگا۔ دوسرا فرق یہ کہ پچھلی امتوں کا ایمان نبوت اس طرح ہوتا تھا، کہ ہم لاتے ہیں تمام اگلے پچھلے رسولوں اور نبیوں پر یعنی جو گزر گئے اور جو آنے والے ہیں مگر مسلمانوں کا ایمان نبوت اس طرح ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں تمام گذشتہ انبیاء اور اپنے نبی محمد مصطفیٰ پر ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اجمعین، یہ مسئلہ۔ **يَكُلُّ اُمَّةٌ جَلَدًا مِّنْكَ اَمْ يَكُنَّ اَكْثَرُ** فرمانے سے مستنبط ہوا بزرگوں نے فرمایا یہ

خدا کو مانتا ہو جو مگر منکر نبوت ہو۔ یہ کبھی وہ عمر بھی واللہ مومن ہو نہیں سکتا لہذا جن بے دین منسوخوں نے، زرتشت اور گوتم بدھ کو پیغمبر اور ان کے دین کو سچا کہا ہے وہ منسوخ کافر ہو گیا کیونکہ اولاً تو ان دینوں میں توحید ہی نہیں ہے شرک ہی شرک ہے لیکن اگر فرضاً توحید ہو بھی تب بھی یہ دین حق نہیں نہ یہ بائبان پیغمبر ہو سکتے ہیں نہ ان کی کتاب کلام الہی کیونکہ ان کی تعلیمات میں نبوت کا ذکر نہیں تیسرا مسئلہ ہر وہ شخص جو غلط اور باطل بات کہے اور اُس پر ضد بازی سے بحث و تکرار کرے شرعاً و قانوناً وہی جھگڑا، لوہے، حق بات کہنے والا جھگڑا لو نہیں ہوتا اگرچہ بحث مباحثے اور مناظرے میں برابر کا شریک ہو، حق والے کو جھگڑا لو کہنا شرعاً جائز نہیں ہے یہ مسئلہ۔ **خَلَا يُنَازِعَنَّ فِي الْاَمْرِ** فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ **لَا يُنَازِعَنَّ** باب معاملۃ کا مقصد منفی ہے جس کا اصل معنی دو طرفہ ایک جیسی حیثیت ہونا ہے یعنی دو طرفہ جھگڑا مگر یہاں **لَا** منیر مخاطب کو مفعول بہ بنا کر یہ بتا دیا کہ صرف کفار ہی جھگڑا لو ہوتے ہیں کیونکہ وہ خود باطل اس کی ہر بات بھی باطل اور اسے نبی آپ حق ہیں لہذا آپ کی ہر بات حق ہے اگرچہ جو اُٹا مناظرے کی شکل میں ہی ہو، آیت کا معنی ہے کہ کفار آپ سے جھگڑا نہ کریں، غرض کہ کفار کی بحث ہی جھگڑا ہے مومن کی بحث جھگڑا نہیں اسی وجہ سے مسلمانوں کو کفار کی بحث سے دور رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور کفار

کے ہاتھوں کو جھکڑا فرمایا چارہا ہے یہ حکم تا قیامت ہے ہر مسلمان کے لیے۔

اعترافات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں پانچ قدرتی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا پہلی نعمت سَحْرُ کَلَمٍ رُّومٍ وَالْقَلْبُکَ بَحْرِی سَوْمٍ وَمِیْسِرٌ اَسْمَاءُ چہارم وَهُوَ الَّذِیْ یُحِیْیْکُمْ بِخَمٍ۔ لیکن اُمّۃ تو اس کی کیا وجہ کہ پہلی چار نعمتوں کے بیان کے درمیان واؤ عاطفہ آئی لیکن پانچویں نعمت لیکن اُمّۃ جَعَلْنَا۔ میں واؤ عاطفہ نہیں لائی گئی اسی طرح سورۃ مائدہ کی آیت ۴۸ میں ارشاد ہوا۔ لیکن جَعَلْنَا صَنِکُمْ شِرْعَۃً وَمِنْهَا جَاءَ۔ سے پہلے بھی واؤ عاطفہ نہیں لائی گئی جب کہ اُس آیت میں بھی پہلے تین جگہ واؤ عاطفہ لائی گئی ہے اور فرمایا گیا۔ وَانْزَلْنَا پھر ارشاد ہوا وَمُصِیْبُنَا پھر فرمایا گیا۔ وَلَا یَتَّبِعْ لیکن اس کے بعد وَ لَیْکَ جَعَلْنَا نہ فرمایا گیا، اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی چار نعمتیں وہ ہیں جن کو ہر شخص مومن و کافر نعمت سمجھتا ہے اس لیے ان کو واؤ عاطفہ سے مرتب و مربوط کیا گیا، لیکن شریعت وہ نعمت ہے جس کو صرف اہل ایمان نعمت سمجھتے ہیں کفار اس کو نعمت نہیں سمجھتے بلکہ عیسائیوں کے خود ساختہ مصنوعی عیسائی پولس نے تو شریعت کو لعنت تک کہدیا اور تمام عیسائیوں سے کہلو اگر ان کو پاگل و بیوقوف بنایا اور گمراہ کیا اسی طرح دیگر کفار و گمراہ لوگ بھی شرعی احکام کو اپنے آپ پر ایک بوجھ اور مصیبت و زحمت سمجھتے ہیں، نعمت ہونے کے اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے یہاں واؤ عاطفہ نہ لائی گئی یہی کیفیت وہاں سورۃ مائدہ کی آیت میں ہے کیا واؤ صرف قرآن مجید کا ذکر ہے کہ اُنْزَلْنَا بھی قرآن مجید اور مُہِیْمُنَا بھی قرآن مجید اور وَلَا یَتَّبِعْ میں بھی یہی فرمایا گیا کہ غیر قرآن کی اتباع نہ کی جائے یہ تینوں ایک ہیں پھر شریعت کا ذکر فرمایا جو عام ہے ہر دین کی شریعت کو، فَرِغْنَا کامنی شریعت اور مٹھا کج کامنی راہِ عمل و طریقہ عمل، دوسرا اعتراض۔ یہاں یہ کیوں فرمایا گیا لیکن اُمّۃ جَعَلْنَا مَنَسْکًا۔ مَنَسْکَ کا مشہور معنی ہے ذبح کرتے کا طریقہ یا مذبح عرفِ عام میں بھی یہی مشہور ہے۔ چاہے تھا کہ شریعت یا دین یا مٹھا جَا فرمایا جاتا جیسا کہ سورۃ مائدہ میں فرمایا گیا، اور یہاں آیت کے سیاق و سباق سے بھی یہی پتہ لگتا ہے کہ یہاں پوری شریعت مراد ہو نہ کہ فقط ذبح خانہ اور ذبح کا طریقہ۔ جواب اس کے دو جواب دئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مَنَسْکَ بمعنی مَذْبَح ہی ہے اور یہاں یہ لفظ اس لیے ارشاد ہوا کہ کفار مکہ مسلمانوں پر اکثر یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ کیسا دین ہے کہ خود قتل یعنی ذبح کر کے

جانور ماریں تو جانور پاک طیب بھی اور کھانا حلال بھی رہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ موت سے مارے تو کھانا حرام جانور پلید۔ یہ جتنا وضاحت ذبح کی حکمت کو ہی نہ سمجھتے تھے نہ اس پر غور کرتے تھے کہ ہر جان کو مارتا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے ذبح سے ہو یا قتل سے طبعی موت سے بلکہ آج تک دنیا بھر کے کفار جن میں عیسائی بھی شامل ذبح کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہر مردار کھا جاتے ہیں اور مرغی وغیرہ چھوٹے جانوروں پرندوں کو تو ذبح کرتے ہی نہیں گلا گھونٹ کر مارتے اور کھا جاتے ہیں انگریزوں کی اکثر دکانوں پر گلا گھونٹے مردار غرگوش اور پرندے دیکھے جاتے ہیں، کفار مکہ بھی مردار کھا جاتے تھے بلکہ یہاں تک بربریت دکھاتے کہ زندہ جانور کی ٹانگ کاٹتے اور پکا کر کھاتے کھلاتے جانور بچا را چمختا چلاتا تڑپتا چلتا رہتا یا مریاتا، زندہ اونٹوں کی یا بیلوں کی کوبانیں چیرتے کاٹتے پکالیتے اس ظلم و بربریت کو اسلام نے ہی ختم فرمایا اور اس طرح کے تمام گوشق کو حرام اور مردار فرمایا اس آیت پاک میں کفار کے اسی احمقانہ اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے کہ شروع زمانوں سے ہر دین ہر امت کے لیے ذبح کا ایک یہی طریقہ ہم نے بنایا مقرر فرمایا جو اسلام نے بتایا، صُحُفُ نَاسِکُوہُ اور وہ صُحُفُ مِیْمِیْنِ اٰدَمَ تا عِیْسٰی عَلَیْہِمُ السَّلَام اور یہودی عیسائی اسی طرح ذبح کرتے تھے فَلَا یُنَازِعُکَ، تو اب بھی یہ لوگ مشرکین یہود و نصاریٰ۔ محسوس مابھی اس طریقہ پر اسلام پر انکار کرتے ہوئے جھگڑا مناظرہ اور تسخرانہ اعتراض نہ کریں نہ ان کو اس کا حق پہنچتا ہے، اور اگر کریں تو اے نبی کریم اور اے مسلمانو! ان کو منہ نہ لگاؤ نہ جواب دو بلکہ دھتکار دو۔ جواب دوم: یہ کہ منسکاً کا معنی صرف ذبح یا مذبح نہیں بلکہ اس کا معنی عام عبادات اور طریقہ عبادات ہے یعنی حج، نماز، روزہ، زکوٰۃ، ذبح، صدقہ و خیرات ہیں، چنانچہ مسلم بخاری باب الحج میں ارکان حج کو بھی مناسک فرمایا گیا۔ قَالَ اِلٰہِیْ مُلَیُّ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَمُ خُذْ دُعَیَّیْ شَمَّا سِکْکُمُ یعنی اے مسلمانو! مجھ سے اپنی عبادات کے طریقے سیکھ لو۔ لہذا یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ صرف عبادات کا بتانا مقصود ہے نہ کہ پوسے دین یا پوری شریعت کا لزام منسکاً فرمانا ہی عین درست ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُم مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْقُلُوبَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ
تفسیر صوفیانہ | یَا مُسَوِّکَ وَیُمِیْسِدُ السَّمَاوَاتِ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہِ
 اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَکَرُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اے نفسِ آمارہ! اعضاءِ جسمانی کو اعمالِ باطل کا
 حکم دینے والے کیا تو اس احسانِ ربانی کو نہیں دیکھتا کہ تمام زمینِ قالبِ انسانی میں جو کچھ بھی

ظاہری باطنی اعضا میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے وہ تم سب نفس و نفوس کے لیے مسخر کر دئے اور کشتی اعمال کو بے حد آسان کر دیا کہ بحر ظلمات کی گلیاں میں وہ کشتی بڑے بڑے اعمال دینی و دنیوی کے لیے نہایت آسانی سے اُس کے علم سے رواں دواں ہے اور اعداد بحر و بردشمنان خشک و تر مصائب برگ و ثمر کے آسمان و باغ بکا کو زمینِ قالب پر گرنے سے اسی ربِ قدیر نے روکا ہوا ہے ورنہ قالبِ انسانی میں گناہ و کفر نفاق و شرک کے اتنے دھماکے ہوتے ہیں کہ آسمانِ بلا پر طغیان و سرکشی کی بلغار سے وہ ٹوٹ کر گر پڑتے اور قالب فنا ہو جاتے، ہاں مگر ایک وقت ایسا آئے گا جب اس زمینِ بدنی پر اُسی ربِّ ذوالجلالی و الفہار کی اجازتِ قہر و جلال سے آسمانِ بلا پھٹ پڑے گا، جب گناہوں کی کثرت ہوتی ہے تو فضاؤں کی چٹانوں میں دھماکے پیدا ہوتے ہیں لیکن کثرت کے باوجود انشقاق و انحرام اور انشقاق و انتقاع آسمانی نہیں ہوتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے لیے اس عالمِ ناموت میں رافۃ و نرمی فرماتے والا ہے البتہ یقیناً ہمیشہ رؤف ہے رحمت و آسانی پہچانے والا ہے رحیم و کبیر ہے دینِ عزلیٰ میں اسے غافل انسان کیا تو یہ نہیں جانتا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نھیں کریم کیا نہ و فضلِ رحمانہ سے مسخر فرما دئے تم سب کے لیے وہ تمام جو زمینِ بشریت میں صفاتِ حیوانیت و حواصلِ شیطانیت میں سے ہیں اگر وہ قوتیں مسخر نہ کی جاتیں تو انسان بھی مثلِ جانور راہِ شیطانیہ پر چلتا ہی رہتا، اور اسی ربِّ قدیر نے وارداتِ معیبات کی کشتی، ارادات و نیات بھی مسخر فرما دی جو بحرِ قلب میں اُسی ربِّ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہے۔ اور اُسی غریقِ مالک نے آسمانِ عقل کو روک رکھا ہے کہ کہیں زمینِ بشریت پر گرنے پڑے اور گناہوں کی دلدلِ برائیوں کی کیمچیں دھنس کر صفاتِ نفسِ آمارہ سے شہت و ملوث نہ ہو جائے۔ ہاں مگر اُسی بد بختی و بد نصیبی کے وقت جب بیکاری انسان تخریباتِ آدمیت کی بنا پر قہرِ فہاری کی اجازت ہو جاتی ہے۔ یا جب کہ انسان کو ضرورتِ زندگی کے لیے آسمانِ نعمت و رزق کی اشیاءِ اجازتِ شریعت سے حدودِ شریعت کی مقدار میں اجازتِ استعمال ملتی ہے بغرضِ خوراک لباس، رہائش وغیرہ کے لیے شریعت کی اجازت کے بغیر کسی انسان کے لیے عطیاتِ آسمانی کا استعمال جائز نہیں، ضروریاتِ حیات مثلِ آسمان ہیں اس کی شریٰ اجازت گرنے نازل ہونے کی مثل ہیں۔ رب تعالیٰ اپنے بندوں سے حرام کو روکتا ہے اور حیم بشریت کا پرورش کے لیے حلالِ اشیاء کو جائز و نافذ فرما دیتا ہے لیکن بد بختوں و لیلوں جنسی شیطانوں کے لیے اشیاءِ حرام کو بھی گریبی کی اجازت دیدیتا ہے، اور

وہی اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تم کو زندہ فرمایا اور رح ایمان کو قالبِ بشری میں ودیعت اور طلب فرما کر پھر وہ اللہ تعالیٰ تمہاری بشریت میں صفاتِ حیوانیہ ڈال کر تم کو اخلاقی موت مار دیتا ہے پھر تم کو صفاتِ رحمانیہ کے نور سے زندہ فرما دیتا ہے۔ اسے عالمِ مآکان و مآیکون کے علم رکھنے والے حبیب یہ بدگمان شکوک و شبہات تمہارے معاملاتِ اُمرار میں جھگڑا نہ کرے سمجھو کہ تمہاری خلوتِ مشاہدہ و جلوتِ مکاشفہ میں خاص تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت مخصوص ہے جس میں تمہارے پاس نہ کوئی ملکِ مقرب آنے کی ہمت کر سکتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔ بَلْ اُمۡمَۃٌ جَعَلْنَا مَنۡشَاکُمْ۔ راہِ معرفت میں ہر فرد و قوم کے لیے علیحدہ راستہ و مرتبہ مقام ہم نے بنا دیا ہے۔ کوئی بھی اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ (تفسیر نیشاپوری) وَهُوَ الَّذِیْ اَ حۡیَا کُمْ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمْ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمْ۔ اِنَّ الْاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌۭ ذٰلِکَ اُمۡمَۃٌ جَعَلْنَا مَنۡشَاکُمْ هُمۡ نَا سِکُوۡکُمْ فَلاَ یُنَاۡزِعُکَ فِی الْاَصۡوَۡاۡدِ اِلٰی کَاۡیِکَ اِنَّکَ لَعَلٰی حٰدِیۡۃٌۭ یَّسِیۡرَۃٌ اور وہ ربِ کریم رؤف و رحیم وہ ہے جس نے اپنی معرفت سے تم کو حیاتِ عظیم عطا فرمائی پھر فقرتِ غفلت کے اوقات میں تمہاری اپنی غفلت سے تم کو موتِ بُعدیت سے مار دیا، پھر جذبِ قبولیت اور وصلِ قربت کی زندگی دیکر زندہ کر دیتا ہے فقرتِ کسالت کے بعد پھر وہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی شفقتِ خاص سے نوازتا ہے، اور تم کو اپنا بندہ خاص بنا کر تمام اپنی برائیوں سے منقطع فرما کر اپنی معرفت کا وصلِ منزل عطا فرماتا ہے لیکن انسان اپنی بشریت ناقصہ کی وجہ سے حقیقتِ عبادت ناقصِ اصل اور کامل الغفلت ہو کر ناشکرا بن جاتا ہے کہ اپنی نعمتیں لینا دعائیں التجائیں کرنا یاد رکھتا ہے مگر اپنے فرمہ کے حقوق ادا کرنا بھول جاتا ہے اسے بندہ کفور جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی مکرم کیا انسان کو اور معظم کیا خود اس کی شان کو کہ خاص دستِ قدرت کے ذریعے منتقل کیا اُس کو عالمِ جماد سے عالمِ نباتات کی طرف پھر عالمِ نباتات سے عالمِ حیوانات کی طرف پھر حیوانیتِ محضہ سے نکال کر اُس کو مطلق بنایا اور نعمتِ صوری و نعمتِ معنوی کے خزانوں کا اس کو فیض بخشا اور موجوداتِ ظاہرہ کو اُس کا خادم بنا دیا اس لیے ہر آن ہر انسان پر شکرِ نعمت واجب ہے ظاہر اُبی باطن اُبی ظاہری شکر انتباعِ مصطفائی ہے اور باطنی شکر ایمانِ کبریائی ہے۔ ظاہری نعمت کا اظہار کرنا اور باطنی نعمت کا انکشاف کرنا ہی شکر الہی ہے۔ نعمتِ مصطفائی اظہارِ نعمت ہے اور محمدِ باری تعالیٰ انکشافِ نعمت ہے اس کی نقیض کفران ہے۔ نعمت کو چھپانا چہ نہ

کنا ایمان سے دور اعمال سے نفور ہی ناشکری ہے، ہر نعمت معرفت کا راستہ ہے اس لیے کہ معرفت الہی سے ہی نعمت کا وجود ہے لہذا معرفت الہی نعمت کا اثر ہے۔ پس لازم ہوتا ہے کہ اثر کا نشان و استدلال مؤثر پر ہو یہی اہل معرفت کا ایمان یقینی ہے اسی وجہ سے عاقل بندہ نعمتوں اور دولت مندوں پر مغرور نہیں ہوتا بلکہ ہر دم توفیق الہی کا احسان مندرہتا ہے، اسے قوی الجسم والے اپنی قوت بدنی پر اگڑمت دکھا اگڑ تیری قوت تیرے اپنے کمال سے ہے تو اپنے آپ سے اپنی موت کو حٹا کر دکھا، اسے علم و عقل والو اپنی عقل و علم پر مغرور مت ہو اگر تم کو اپنے علم و عقل پر غرور ہے تو اپنے علم سے اپنی اہل آخر یعنی موت کا پتہ لگا لو کہ کب ہے، اور اسے دولت والو اپنی دولت پر تکبر نہ کرو اگر دولت پر تکبر کرتے ہو تو رب تعالیٰ کی کسی ایک قسم کی مخلوق کو صرف ایک وقت کا ہی کھانا کھلا کر پیٹ بھر کر دکھاؤ حالانکہ ہر انسان عاجز ہے، قوی اپنی قوت میں علم والا اپنے علم میں دولت مند اپنی دولت کے حصول میں بس اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قدير ہے۔ اسی کی طرف سے ہر ایک کو ہر دم ہر نعمت ملتی ہے مخلوق مغیر ہو یا کبیر عاقل ہو یا بے عقل سبیل۔

۱۔ ہم زمین سفر و عام اوست : بریں خوان میھا چہ دشمن چہ دوست
بلکہ علم و عقل بھی اسی کا عطیہ خسروانہ ہے۔ اور کلام فرماتے ہیں کہ اعضاء انسانی میں سے ہر ظاہری باطنی عضو کے لیے رب تعالیٰ کی احسان و عبادت مخصوص کر دی گئی تو اگر بندہ اپنے عضو کو انکی اطاعت و عبادت میں نہ لگائے اور اُس کے مناسب خدمت الہی میں نہ چلائے تب ہی اُس پر ناراضگی ربانی نازل و عارض ہوتی ہے، فرمایا کہ مقبول الی اللہ بندے کی تین خصلتیں ہوتی ہیں ۱۔ اولا یہ کہ اُس کا قلب ہر دم صفات الہی اور امور آخرت کی فکر میں رہتا ہے دوم یہ کہ اس کی زبان ذکر و شکر میں رہتی ہے، سوم یہ کہ اُس کا بدن ہمیشہ خدمت فی سبیل اللہ میں لگا رہتا ہے اور اُس بندے پر مرنے تک ان خصائل ثلاثہ میں تغیر و فتور نہیں آتا، ہم بھی اپنے خالق مالک رب تعالیٰ سے اُس کی اطاعت کی توفیق مانگتے ہیں اور خدمت دین کی سعادت چاہتے اور جنت وصل و قرب کی شرافت طلب کرتے ہیں (تغیر روح البیان) سب سے بڑی عبادت ادب ہے، اور سب سے بڑی حکمت خوف الہی ہے سب سے بڑی سیاست غلامی مصطفیٰ ہے کہ اس سے ساری دنیا کی حاکمیت نصیب ہو جاتی ہے اولیاء اللہ کے پاس اسی عبادت، سیاست، اور حکمت کے خزانے ہیں اسی لیے انکا دلوں پر راجح ہوتا

ہے، مگر نفسِ امارہ بے ادبی کا عادی ہے لیکن بندہ حق کو ادب اختیار کرنے کا حکم ہے اس لیے نفسِ اپنی روش کے مطابق مخالفت کے میدان میں دوڑتا ہے اور بندہ حق اپنی کوشش و صلاحیت سے نفس کو حسنِ ادب کی طرف لوٹاتا ہے لیکن جو بندہ نفسِ امارہ کو اس کی خواہش پر مدد کرے وہ نفس کی حرکت میں شریک ہے کیونکہ بندگی کے لیے ادب ضروری اور سرکشی بے ادبی ہے مولیٰ تعالیٰ ہر مسلمان کو بے ادبی سے بچائے۔

وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

اور اگر تجھ بخشی کریں آپ سے تو فرما دیجئے کہ اللہ سب جانتا ہے اس کو اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرما دو کہ اللہ ^{بافتا} خوب جانتا ہے

تَعْمَلُونَ ﴿۶۸﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

جو کچھ تم کر رہے ہو ۔ اللہ فیصلہ فرما دے گا ، تمہارے درمیان قیامت کے دن تمہارے کو تک ۔ اللہ تم پر فیصلہ کر دے گا قیامت کے دن

فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۶۹﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ

میں اُن میں جن میں تم اختلاف کرتے تھے ۔ کیا تم نے نہ جانا جس بات میں اختلاف کر رہے ہو ۔ کیا تو نے نہ جانا

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اُن سب کو جو آسمان میں اور زمین میں ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ ۖ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ

حالانکہ یہ بات لکھی ہے کتاب میں کہ بے شک وہ علم اللہ تعالیٰ پر بہت
بے شک یہ سب ایک کتاب میں ہے۔ بے شک یہ اللہ پر

كَيْسِيرٌ ۚ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ

ہی آسان ہے۔ اور سجدے کرتے ہیں یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں ان بتوں کو کہ نہ
آسان ہے۔ اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جن کی کوئی سند اس نے نہ

يُنْزِلُ بِهِ سُلْطٰنًا ۖ وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ

اتاری اس نے اس سجدہ ریزی پر کوئی غالب دلیل اور ان بتوں کی کہ نہیں ان کفار کو اس کا کوئی علم
اتاری اور ایسوں کو جن کا خود انہیں کچھ علم نہیں

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۚ

اور کہیں نہیں ہے ظالموں کے لیے کوئی مددگار۔
اور ستگاروں کا کوئی مددگار نہیں۔

تعلقات ان آیات کا پھیلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پھیلی آیت میں باری تعالیٰ
کی کچھ قوتوں کا ذکر فرمایا گیا جن پر ایمان لاتا ہر انسان کو باعتبار مخلوق ہونے کے
ضروری و لازم ہے۔ اب ان آیت میں ایمان کے منکروں کے جھگڑے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے
اور مسلمانوں کو ان کفار کے ساتھ کچھ بخشی سے روکا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق پھیلی آیت میں
زمین آسمان دریا سمندر۔ انسان کی موت زندگی پیدا کرنے کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت
میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہیں تیسرا تعلق پھیلی آیت میں
دلایل خالقیت سے رب تعالیٰ کی معبودیت کو ثابت فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں بتایا گیا کہ کفار

marfat.com

Marfat.com

جن کو پوجتے ہیں ان کی معبودیت پر تو ایک معمولی سی دلیل بھی پیش نہیں۔

تفسیر نحوی

وَإِنْ جَادَلُواكَ فَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُ بِكُمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۚ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا
فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ لَللَّهِ فِي كِتَابٍ ۚ وَأَوْ مَرَّ جَلَدُ الْوَدَّ بِمُفَاعَلَةٍ
كَافِلٍ ماضی مطلق مثبت معروف انشائیہ جمع مذکر غائب بدل سے مشتق ہے بمعنی جھگڑا کرتا ہمیشہ
ہر بات میں یہ متعدی ہوتا ہے اس کا مصدر ہے جَادَلْ لہٰ بمعنی دو طرفہ باہمی بحث مباحثہ کرنا
یہ مفاعلہ کے اصلی معنی ہیں یا بمعنی خوب خوب دہشت زیادہ) کج بحثی کرنا اس کا قاعِل
ضمیر صبیغہ پوشیدہ ہے جس کا مرجع وَالَّذِينَ كَفَرُوا ہے خیال رہے کہ عربی لغت میں جھگڑے
کے لیے تین لفظ ہیں مگر بہت فرق کے ساتھ ۱۔ بَحْثٌ ۲۔ اِسْتَحْثَ ۳۔ اِسْتَحْثَ اس کا لغوی ترجمہ ہے کریدنا اصطلاح
میں جھگڑا کرنے کو اسی لیے کہتے ہیں کہ کسی حق بات کو جانتے سمجھنے تلاش کرنے کے لیے
آپس میں مناظرانہ، مکالماتہ باتیں کی جائیں اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق تردید یا تائید کی جائے
۲۔ نَزَعَ اس کا لغوی ترجمہ ہے چھینا جھپٹی کرنا اصطلاح میں اُسی جھگڑے کو کہتے ہیں جس میں
مذمتقابل مخالف فریق دوسرے کی ہر بات کو سنا بھی گوارا نہ کرے اور درمیان سے ہٹ چکے
۳۔ حَیْن لے اور اپنی بات ٹھونسنے غالب کرنے کے لیے بولنا شروع کر دے اس جھگڑے
کا مقصد صرف فتنہ و فساد اور غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے اگرچہ باطل ہو ۲۔ بَدَلُ لغوی ترجمہ ہے
لیا ہونا۔ اسی لیے بڑی ہوئی رسی کو بدل کہتے ہیں کہ وہ دراز اور مستحکم ہوتی ہے جُدالہ پکڑ پکڑی
دھنڈ پانچہ) کو کہتے ہیں اُس کی لمبائی کی بنا پر۔ جھگڑے کو جُدال اس کی دراز گفتگو کی وجہ
سے کہتے ہیں۔ یعنی صرف باتوں سے جھگڑا کرنا کسی کو جھوٹا کہنا، یہاں اسی معنی میں ہے ل
ضمیر اس کا مفعول بہ مرجع آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جَادُوکُمْ سب سے مل کر
جملہ نعلیہ ہو کر شرط ہوا فَ حَرْفِ جَرِ قُلْ بَابِ نَصْرِ کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر۔ فعل
بافاعِل جملہ نعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ اَللَّهُ اِسْمِ ذاتی ہے مبتدا۔ اَعْلَمُ اِسْمِ تَفْصِيلِ جمع
مذکر بَ حَرْفِ جَرِ متعدی کے لیے کا اسم موصول تَعْمَلُونَ۔ بَابِ سَمْعِ کا فعل مضارع مال مثبت
معروف جمع مذکر حاضر عمل سے مشتق ہے بمعنی کام کرنا، قول و فعل سب کو شامل ہے
اس کا فاعِل ضمیر صبیغہ مرجع کفار مکہ یہ فعل بافاعِل جملہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور ہو کر متعلق
ہے اَعْلَمُ کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اللہ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ

اول ہوا قُلْ کا، اللہ اسم ذاتی بحالت رفع کیونکہ مبتدا ہے بحکم باب نصر کا مضارع مستقبل واحد مذکر فاعل پوشیدہ فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ حکم سے بنا ہے بمعنی فیعلہ فرمانا مین اسم ظرفی مکانی مضاف ہے کم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب افتائی ظرف ہے بحکم کایوم الیقینۃ یہ مرکب افتائی مفعول فیہ ہے بحکم کافی جارہ ظرفیہ ما اسم موصول کثمتہ تَخْتَلِفُونَ یہ ایک فعل ماضی استمراری ہے بیچ میں جار مجرور نے حصر پیدا کیا۔ باب افتعال سے ہے اس کا مصدر ہے اختلفت غلٹ سے مشتق ہے۔ ایک قول میں کثمت علیحدہ فعل ناقصہ ہے فیہ جار مجرور متعلق مقدم ہے تَخْتَلِفُونَ فعل مضارع حال کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے کثمت کی اور پوشیدہ ضمیر صیغہ اسم ہے کثمت کا یہ فعل ناقصہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ ناقصہ ہو کر صلیہ ہوا کا موصول صلیہ مل کر مجرور ہو کر متعلق ہے بحکم کاسب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مفعول دوم ہوا قُلْ کا قول اپنے دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر صلیہ ہوا کا موصول صلیہ مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ ہمزہ سوال اقراری کے لیے کم تعلمم باب تمحیح کا فعل مضارع نفی جحد یلم بمعنی ماضی متفی واحد مذکر حاضر انت ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع ہے عام انسان۔ ان حرف مشبہ اللہ اس کا اسم یعلمم باب تمحیح کا فعل مضارع نفی مثبت معروف اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ ما اسم موصول فی حرف ظرفیۃ مکانیہ کے لیے السماء الف لام صنی مراد میں تمام آسمان معطوف علیہ واو عاطفہ الارض اسم مفرد مؤنث لغت صنی معرفہ مراد ہے تمام زمینیں معطوف ہے یہ دونوں عطف مجرور ہو کر متعلق ہے موجود پوشیدہ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر صلیہ ہوا کا موصول صلیہ مل کر مفعول بہ ہے یعلمم کا ان حرف مشبہ ذالک اسم اشارہ بعیدی بحالت نصب ہے کیونکہ اسم ہے ان کافی کتاب جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ موجود مفعول کا وہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر ان ہے ان اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یعلمم کا یعنی علم اللہ کا، یعلمم سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے ان کی وہ سب جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے کم تعلمم کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ ان حرف مشبہ ذالک اس کا اسم علی اللہ جار مجرور متعلق مقدم ہے یسیر اسم فاعل صفت مشبہ مبانی کے لیے یسر سے مشتق ہے برون فیعل بمعنی آسان ہونا مبانی میں ترجمہ ہوا بہت آسان ہونے والا یہ صفت مشبہ اپنے متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ان یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ د یعیذون من دین اللہ ما لکم یُنزِلُ بہ سُلْطَانًا وَمَالِیْنِ لَہُمْ بہ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِیْنَ مِنْ نَصِیْرٍ وَاوْسر جملہ

یَعْبُدُونَ۔ باب نصر کا فعل مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ
مرجع والذین کفرُوا ہے مِنْ جَارَہ زائدہ دُونَ اسم استثنائی بمعنی اسوا مقابل مضاف ہے اللہ
مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے یَعْبُدُونَ کا اس اسم موصول غیر ذوی العقول کے لیے
ہوتا ہے مراد ہیں بُت، کیونکہ ذوی العقول لوگ کبھی بھی نہ ہی طور پر دائمی نہ پوجے گئے یعنی ان
کے سامنے سجدہ نہ کیا گیا۔ نمرود و فرعون ہا مان و شداد حکماً درباری سجدہ کراتے رہے مگر
مذہبانہ پوجے گئے اور باقی نیک لوگوں کے بُت اور فوٹو تصویریں پوجی گئیں نہ کہ وہ خود کمُ یُنَزَّلُ
باب تفعیل کا مضارع نفی حید بلم معروف واحد مذکر غائب نَزَّلُ سے مشتق ہے بمعنی اُتَرنا نازل
ہونا یہ لازم اس کا مصدر ہے نَزَّلُ بمعنی اُتَرنا، متعدی ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ
تعالیٰ ب جَارَہ بمعنی اعلیٰ فرقیبت کا ہ فیہ کا مرجع ہے عبادت یہ جار مجرور متعلق ہے کمُ یُنَزَّلُ
کا، سُلْطَانًا اسم صفت مبالغہ کے لیے بروزن فُعلان عثمان سُلْطٰ سے مشتق ہے آخر میں الف فون
زائدتان ہے۔ سُلْطٰ و سُلْطَانٌ کالغوی ترجمہ غالب کرنا، غالب آنا، شدت کے ساتھ اصطلاح میں
میں حکومت بادشاہت اور قابو پانے یا سخت مضبوط دلیل کو بھی سلطان کہا جاتا ہے کیونکہ ان تمام
میں بھی غلبے کے معنی ہوتے ہیں یہ مفعول بہ ہے کمُ یُنَزَّلُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا
کا کار یہ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ واؤ عالمہ کا اسم موصول، کیس فعل ماضی مطلق ناقصہ واحد
مذکر غائب اس ناقصہ کا حرف ماضی مطلق ہی چودہ صیغے ہوتے ہیں دوسرا کوئی مشتق نہیں ہوتا
لَعْنَةُ یہ جار مجرور متعلق اول ہے مَوْجُودًا پوشیدہ کا یہاں لام جَارَہ بمعنی عِنْدَہ ہے کمُ کا مرجع بُت
پرست کفار ہیں یہ جار مجرور متعلق دوم ہے مَوْجُودًا پوشیدہ کا یہاں ب جَارَہ کی ہے
اور ضمیر کا مرجع بُت پرستی ہے مَوْجُودًا پوشیدہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا، واؤ ہر جملہ
کا حرف نفی مشبہ بلیس لام جَارَہ نفع کا اظہار بَابِ ضَرْبِ کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت کسر ہے
لام جَارَہ کی وجہ سے ظلم سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے حقدار کو حق سے صافنا غیر مستحق کو وہاں
قائم کرنا رکھنا اس لغت کے تحت اصطلاحاً آٹھ معنی ہیں مشترک ہے واحد و دو کو توڑ کر آگے بڑھنا
ہر کسی کو پورا حق نہ دینا دین کی مخالفت کرنا ہر اندھیرا ہونا یا کرنا وہ سیاہ کالا ہونا یا ناحق
ستانا کسی کا حق چھیننا وہ غلط راہ چلنا، یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُودًا اسم مفعول
کا وہ سب سکر عبد اسمیہ ہو کر خبر مقدم علی اسم ہے مانافہ کی مِنْ حرف جار بنیست کا تفسیر اسم فاعل بالانہ بروزن فعل بمعنی خوب زیلہ چھیننا
کہ نوالا جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ نام اسم فاعل کا وہ سب جملہ اسمیہ ہو کر کم مَوْجُودہ ہے مانافہ کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا خیال رہے کہ لفظ
یَعْبُدُونَ کے متعلق ہے اس کا معنی ہے کہ جو کچھ کہیں کہیں ہوگا اس سے باندھنا۔ اس طرح

سے کہ وہ کسی غلط راستے پر نہ چل سکے یعنی پابند کر دینا اسی لغوی ترجمہ کے اعتبار سے اس کے مجازی اور اصطلاحی گیارہ معنی ہو گئے۔ اور ان معنی کے لیے مختلف صیغہ بندے گئے۔ چنانچہ ڈاگھوڑے کی لگام اور چمڑے کی بندھنی کو اَلْحَمْلَةُ کہا جاتا ہے۔ عدالتی فیصلے کو حُکْم کہا جاتا ہے کہ وہ مدعی و مدعی علیہ کو ان کے حقوق بتا کر اپنی اپنی حدوں میں روک کر پابند دیتا ہے۔ عدل و انصاف کو حکمت و حکم اسی معنی میں کہا جاتا ہے۔ عدالتی فیصلے کو حُکْم توازن پیدا کرنا حکمت عملی کہلاتی ہے۔ طبیب کو حکیم اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مریض کے مرض کو صحیح شناخت کر کے ایسی دوا بیاں علاج و پرہیز تجویز کرتا ہے جس سے بیماری رُک جاتی ہے یا ننگ کہ ختم ہو جاتی ہے۔ دانا یا کجی حکمت کہا جاتا ہے اس لیے کہ وہ جہالت اور کم عقل اور بوقرانی کو روکتی ہے۔ بادشاہت یا عدالت کو حکمت اس لیے کہا جاتا ہے کہ صحیح فیصلہ کرنے کا علم اور پھر فیصلے کو نافذ کرنے کی قوت اس کے پاس ہوتی ہے جس سے ظلم رُک جاتا ہے۔ کسی چیز کو کسی جگہ اس طریقہ سے روک رکھنا کہ وہاں سے ہٹائی نہ جاسکے اس کو مستحکم کہتے ہیں۔ دانا انسان کو حکیم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو اس کا جائز اور حق دار اصلی مقام دیتا ہے اور اسی استحقاقی مقام پر روکنے کا فیصلہ کرتا دیکر جاتا ہے۔ عاقرآن مجید کی کچھ آیت کو محکم آیت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ قانون اور واقعات بیان کرتی ہیں جن کی عدالت و حقانیت پر مومن کو یقین قلبی کے ساتھ رکنا پڑتا ہے۔ حکمت کو اس لیے بھی حکمت کہتے ہیں کہ وہ قانون الہیہ کا مقصد و غایت اور نتیجہ بیان کرتی ہے اور دین کی یہی آخری حد ہے۔

وَاِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَبِمَا كُنْتُمْ فَعَلًا تَخْتَلِفُوْنَ۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ اللّٰهَ لَكَبِيْرٌ۔ اور اگر یہ کفار ناہنجار، اتنے واضح دلائل اتنے مضبوط براہین اتنے آسان اور عام فہم بیانات قحی روشن تبلیغ اتنے پیار و محبت اُلفت و شفقت سے سمجھانے کے باوجود بھی حق و حقانیت کو نہ مانیں اور آپ سے اسے محبوب مقدس ہی دلائل جھگڑا ہی کریں تو آپ ان ضدی جاہلوں سے جوابی جھگڑا نہ فرمائیں نہ ہی مزید سمجھانے میں وقت ضائع کریں بلکہ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتے والا ہے ان تمام حرکتوں، بد عملیوں کو جو تم دن رات۔ صبح شام، ظاہر و خفیہ، محفلوں، مجلسوں، مشوروں میں کرتے رہتے ہو خیال

رہے کہ تنازع اور منازعت و نزاع میں فرق یہ ہے کہ مخالفت کرنا نزاع ہے۔ مخالفت کرنا تنازع ہے اور دوطرفہ ایک دوسرے کی بات نہ ماننا منازعت ہے خواہ دونوں طرف جہالت و نادانیت ہو یا ایک طرف، نزاع و تنازع کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ مناظرہ ۲۔ مباحثہ ۳۔ مجادلہ، اگر دونوں طرف علمی دلائل ہوں تو مناظرہ ہے اگر دونوں طرف جہالت ہو دلائل کسی طرف نہ ہوں تو منازعت کا نام مباحثہ ہے اسی کو کج بحثی کہتے ہیں، اور اگر ایک طرف حقانیت، علمی عقلی، نقلی دلائل ہوں اور دوسری طرف صرف جہالت و شرارت ہو تو منازعت کا نام مجادلہ ہے یہاں آیت میں اسی صورت حال کا بیان ہے آتاء کائنات مملی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے لیے ایک قانون ساز کا حکم دیا جا رہا ہے کہ ایسی جاہلانہ گنہگار نہ بنو کہ ایسے ضدی جاہلوں کو عالمانہ دلائل سناؤ۔ بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے ان کو اپنے پاس سے ہٹا دو یا خود ان کے پاس سے ہٹ جاؤ اور فرما دو کہ اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ فرمائے گا تم سب کافر و مومن عالم و جاہل نیک و بد کے درمیان بروز قیامت ان تمام باتوں میں جن میں تم اختلاف کرتے ہو بار بار اور اسے مجرب پاک کیا تم نے زمانوں پہلے یہ بات نہ جان لی تھی کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جانتا ہے ان تمام چیزوں کو جو آسمان میں اور زمین میں ہیں۔ آسمانوں میں جو کچھ پیدا کر دیا اور جو کچھ آئندہ پیدا کرتا ہے زمین میں بھی جو کچھ پیدا کر دیا گیا اور جو پیدا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے آسمانوں کی جاندار ربے جان مخلوق زمین کی جاندار ربے جان مخلوق کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے آسمانوں کی خبر کو اور زمین کی خبر و شر کو اسے محبوب تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں کی اچھائیوں کو اور زمین کی اچھائیوں برائیوں کو جانتا ہے۔ آسمان کی ایمانیات کو زمین کے کفریات و ایمانیات کو اور جانتا ہے آسمانوں کے سب فرشتوں اور زمین کے سب انسانوں کو جانتا ہے آسمانوں کی تدبیر کو زمین کی تدبیر کو اعمال نیک و بد کو مومن کی عبارات کو کافر کی حرکات کو دہی جانتے والا ہے، بے شک ایک بہت بڑی کتاب میں ہے وہ تمام یحکم بیکم کے نیلے اور قِبَہ یَحْتَكِنُونَ کے معلومے۔ اَلَمْ نَعْلَمْ وَکِی معلومات اور کَمَانی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ کے علیات، محبوب کے درسیات صیب کی آن و شان محبوب کی شوکت و قوت سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں روح محفوظ کی کتابت میں نہ حفاظت ختم ہو سکے نہ کتابت ختم کی جا سکے، حفاظت رب تعالیٰ کا ہے اور کتابت قلم الہی کی ہے۔ حفاظت حساب کے لیے کتابت انبیاء و اولیاء سلامہ کے پروردگار کے لیے ہے روح محفوظ است پیش از یاتنا پیندزا ابتداتا انتہا، اِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ۔

بے شک وہ تمام کام کفار کے بجادے، مشرکین کے تنازعے بدکاروں کی بد اعمالیاں، نیکوں کی
 خرابیوں، اعمال کو جاننا اعمال والوں کو پہچاننا اور ان میں عمل کا فیصلہ فرمانا اختلاقیات
 کی تفریق و چھانٹ فرمانا ہر شے کو جاننا ذہن کے دستے کو پہچاننا، اپنی حفاظت میں رکھنا اور محفوظ
 میں رکھنا اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے کاس کا حکم ہوتا ہے کام ہوتا چلا جاتا ہے، لہذا اس
 بروز قیامت اس کے فیصلے میں نہ کوئی جھگڑا کر سکے نہ بحث مناظرہ، اللہ تعالیٰ اور بندے
 کے کام میں یہ فرق بھی ہے کہ بندہ کام کرنے سے پہلے ارادہ کرتا ہے پھر تفکر کرتا ہے پھر تدبیر
 کرتا ہے پھر سامان جمع کرتا ہے پھر اس کو جوڑتا ہے اور ایک چیز تیار کرتا ہے۔ مگر رب
 تعالیٰ کے کام کی شان یہ ہے کہ اِذَا ارَادَ شَيْءٌ اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ نَبَاكَ وَهِيَ كُنْ وہ کسی چیز کا ارادہ
 فرمانا ہے تو فرمانا ہے اس کو ہو جا، تو وہ چیز ہونے لگ جاتی ہے، نہ وہاں تفکر کی ضرورت نہ
 تدبیر کی حاجت نہ سامان و تنجیاز جمع کرنے کی مشقت، دوسرا فرق بندے کے کام میں دیری
 خود بندے کی وجہ سے۔ مولیٰ تعالیٰ کے کام میں دیر اس شے کی وجہ سے دوسرا فرق بندہ چیز
 کو صرف جوڑتا ہے خام سامان یعنی میٹریل نہیں بنا سکتا مگر مولیٰ تعالیٰ کا ارادہ حکم ہوتا ہے
 تو میٹریل و اشیا بننے لگتی ہیں کیونکہ وہ آسمان و زمین کو مکمل علم کامل و انجام تام سے جانتا ہے
 اس کا علم دقیق ہے نہ اگ میں ہول ہے نہ محراب ہے وہ جانتا ہے تاب کے استخلاص کو قلب
 کی نیات کو اعمال کی حرکات کو عالم نظیر میں جس عالم نہیر میں بھی، روایت کی دلالت سے
 مفسرین فرماتے ہیں کہ لوہہ محفوظ ایک بہت بڑا سفید موتی ہے جس کی لمبائی آسمان ازل
 اور زمین کے درمیان فاصلے کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق و مغرب کے درمیان
 فاصلے تک ہے۔ اس کی موٹائی زمین کی موٹائی کے برابر ہے، اس کی کتابت چاروں طرف
 اس کا تمام ساتویں آسمان سے اوپر ہوا میں ساق، اس کی لمبائی مسافت، تیز رفتار ریگستانی
 اونٹ کی دوڑ سے بڑا ہے۔ اس کی کتابت میں ہر وہ چیز ہے جو ازل و ازل سے قیامت
 تک ہونے والی ہے اس کی کتابت کی ابتدا مخلوق کی خلقت سے ایک ہزار سال پہلے قدرت
 کے قلم سے ہوئی، بجادے سے اس لیے منع فرمایا کہ اِذَا لَمْ يَكُنْ دَلِيلٌ فِيهَا اِلَّا تَعْلَمُ وَهِيَ
 اور عروج ہوتا ہے وَ يَجِدُ وَنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يَنْتَلِ بِهِ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَمْ يَسْ
 لَمْ يَسْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ مَا لَمْ يَنْتَلِ مِنْ نَصِيْبٍ اور اتنے دلائل اتنی برہانیں اپنے
 رب تعالیٰ کی قدرت الہیت کے ظاہری نظارے باطنی شاہد سے کہ ہر وقت حق و حق سے است

معرفت کر دگار۔ پتے پتے میں ظہور اُس کی ہی قدرت کا کمال سب دیکھنے سمجھنے کے باوجود یہ فہم کے اندھے قلب کے بہرے روحانی گونگے دلوں کی جُڑولے عقل کی ڈاٹ والے مردہ ضمیری کے پردے والے کَعْبِدُوْا مِّنْ حُذُنِ اللّٰہِ۔ اپنے حقیقی معبود اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُن بتوں کو پر جتے ہیں جو اپنے ہی ہاتھوں سے بناتے ترانتے ہیں اور ایسی طاقت کے عقیدے جہالت کے دین بنائے ہیں جس کی سچائی و ثبوت حقیقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی مضبوط دلیل نہ آماری نہ وحی قرآن سے نہ نبی کی زبان سے اور اُن کی پرستش کرتے ہیں جن کی پوجا کے ثبوت میں اُن مشرکین کے لیے کہیں سے کوئی علمی عقلی معلوماتی معقول بات بھی نہیں نہ نقل و عقلی دلیل نہ کسی طرف سے کوئی تائید نہ خود کبھی فکر و تدبیر سے دلیل و تائید کا جستجو کی محض نسل در نسل باپ دادوں کی دیکھا دیکھی شیطانی رسمی عقیدہ پرستش علی آ رہی ہے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں پر ابدی ظلم کرنے والے ہیں۔ وَمَا لِلظَّالِمِیْنَ مِّنْ نَّصِیْرٍ۔ اور اس قسم کے ظالموں کا کبھی کوئی کسی وقت کسی زمانے میں مددگار نہیں ہوتا نہ دنیا میں عقلی نقلی دلائل کی حمایت سے تائید بنا کر نہ آخرت میں ساتھ نبھا کر۔ دلائل حجت۔ وَنُصِرَتْ مَرْت دین حق والوں کے پاس ہوتی ہے مگر کفار کے پاس نہ دلیل سلطانی نہ تائید رحمانی نہ جہت ایمانی محض و ہم سے اوثان و اُصنام شیطان و انسان کی عبادت میں لگ گئے حماقت یہ کہ باطل کو بغیر دلیل مان لیا اور حق کے لیے دلائل کی طلب ہے۔ یہ سچ ہے کہ رب تعالیٰ ہی حقیقی ہدایت دینے والا ہے۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ وَ اِنْ جَادَلُوكَ رَاٰی پوری آیت ۶۸ اور ۶۹ میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا یہ دونوں آیتیں آیت سیف سے منسوخ ہیں، ناسخ و منسوخ کا پورا بیان ہمارے فتاویٰ العظیما جلد دوم میں دیکھئے۔ بعض نے کہا یہ آیتیں منسوخ نہیں بلکہ محکم ہیں اور تاقیامت مسلمانوں کو جاہلوں کے مجادلے مباحثے سے بچنے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے یہی قول درست ہے پہلا غلط ہے اَلَمْ تَعْلَمُوْا میں دو قول ہیں بعض نے کہا اس میں خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ بعض نے فرمایا اس میں خطاب عام مسلمانوں سے ہے۔ پہلا قول درست ہے فی کتاب میں دو قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ تب سے مراد حفاظت الہی ہے۔ بعض نے کہا کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ دونوں قول درست ہیں اِنَّ ذَٰلِکَ میں چار قول ہیں۔ بعض نے کہا ذَٰلِکَ سے مراد اللہ اعلم بِمَا تَعْمَلُوْنَ ہے۔ بعض نے کہا اُس سے مراد فیصلہ و قیامت ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد آسمانوں زمینوں کا علم ہے۔ بعض

نے کہا **وَإِنَّ كَذَلِكَ لَمِنْ آيَاتِهِ** اور محفوظ میں لکھا ہے یہ سب قول درست ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ہر چیز آسان ہے **مَا لَكُمْ بِتَنْزِيلِهِ** کی ہضمیر کے مرجع میں دو قول ۱۔ بعض نے کہا اس کا مرجع کفار کی بت پرستی ہے یعنی بت پرستی پر کوئی دلیل نہیں ۲۔ بعض نے کہا اس کا مرجع بتوں کی الوصیت ہے یعنی بتوں کے معبود ماننے پر کوئی دلیل نہیں نہ عقلی نہ عقلی، **وَمَا لَيْسَ لَكُمْ** میں دو قول ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کفار کو کوئی علم یعنی عقل نہیں ان کی سب پر جاری حماقت ہے ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ کفار کے پاس ان کے دینی عقائد پر کوئی دنیوی عقلیات مشاہدات تاریخیات کی معلومات کی دلیل نہیں نہ کسی سے پوچھی نہ کسی سے بتائی دونوں قول درست ہیں ۳۔ **وَمَا لِلظَّالِمِينَ** میں دو قول بعض نے کہا کہ ظالمین سے مراد اپنی جان پر ظلم کرنے والے سب کفار تا قیامت ہیں ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی مسلمانوں پر ظلم کرنے والے صرف کفار مکہ ہیں ۱۔ پہلا قول درست ہے۔ تفسیر میں دو قول ۱۔ بعض نے کہا اس سے مراد یہ کہ کفار کا دنیا میں کوئی ایسا مددگار نہیں جو ان کو ان کے دین کی سچائی پہرہ و لائل بتائے سمجھائے ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ کفار ظالمین کا آخرت میں کوئی مددگار نہیں جو ان کو عذاب سے بچائے یا ہٹائے نہ شفاعتی نہ سفارشی نہ حمایتی۔

قائد کے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا **قَائِدُهُ** ہر مسلمان کو ہر وقت دین دنیا کے ہر معاملے پر الجھن مشکل دشواری پریشانی میں اللہ تعالیٰ کا ہمارا پکڑنا چاہیے اور اپنی ہر بات کو اپنے رب تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے وہ معاملہ کفار کی طرف سے درپیش آئے یا منافقین فاسقین کی طرف ہے اسی بھروسے پر مسلمانوں کی کامیابی اور سہولت ہے یہاں تک کہ مقدمہ بازی میں بھی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اس طرح توکل علی اللہ سے اکثر خفیہ و کشفی مندی نصیب ہوتی ہے اور مخالفت رسوا ہوتا ہے یہ فائدہ **فَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ** اور اللہ **يَحْكُمُ** (۱۲) فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا **قَائِدُهُ** ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عالم ازل میں ہی تمام علوم سکھا پڑھا کر عطا فرمادئے ہیں اور عالم ازل حادث سے ہی نبی کریم روف ورجیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ عالمین کے ذریعے دوزے کو جانتا ہے یہ عقیدہ نبوت کے لیے ضروری اور آپ کی نبوت آپ کو عالم ازل میں ہی مل چکی تھی لہذا آپ کا یہ عقیدہ ازلی اور اس عقیدے کے لیے جتنا علم ضروری وہ بھی ازلی ہونا لازمی ہے یہ فائدہ **أَلَمْ تَرَ كَيْفَ** کے سوال اقراری اور نفی جحد بکم کے فعل ماضی ارشاد فرمانے سے حاصل

ہو اور بعض مترجمین نے اَلَمْ تَعْلَمُوْا کا ترجمہ مضارع متنی سے سوائبہ بنایا وہ قانون نحوی صرفی کے مطابق حقیقی ترجمہ سے ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ قانون نحو کے مطابق نفی جہد لم سے مضارع یعنی ماضی ہو جاتا ہے۔ تیسرا فائدہ ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ حق و باطل کے درمیان دیگر بہت سے فرق اور امتیازی نشانات کے علاوہ یہ بھی ایک بہت عظیم فرق ہے کہ حق کے لیے بہت سے عقلی، نقلی، تجرباتی، مشاہداتی، ظاہری باطنی اور دینی و ربانی ثابید ایمانی کے غالب اور مضبوط تاریخی معلوماتی دلائل و براہین ہوتے ہیں۔ مگر باطل کے لیے اس قسم کی کوئی بھی دلیل نہیں ہوتی گویا کہ کسی چیز یا کسی عقیدے کی دلیل نہ ہونا بھی اس کے باطل و حماقت و جہالت ہونے کی شناخت ہے۔ یہی فرق مسلمانوں کے دیگر فرقوں اور حق جماعت اہل سنت کے درمیان ہے اسی چیز کو بھانپتے ہوئے باطل فرقوں نے بھی محض دھوکہ دینے کے لیے اپنے آپ کو سنی کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ سنی صرف ثنا خوان مصطفیٰ ہیں یہ فائدہ کالم بزم لہذا (الح) اور کومالیس نعم ربہ علم فرمانے سے حاصل ہوا۔ اور یہ فائدہ کلیہ و نشان اعظم اتنا مضبوط و مستحکم کہ جب سے یہ آیت پاک نازل ہوئی ہے اُس وقت سے آج تک کوئی کافر و باطل اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا نہ کوئی کافر اپنے بتوں کی الوہیت اور اپنی پوجا پاٹ کے جواز پر کوئی چھوٹی موٹی عقلی نقلی دلیل پیش کر سکا نہ کوئی باطل اپنے عقیدے پر۔ یہ تو صرف مسلمانوں اور سنیوں کی شان ہے کہ اُن کے ہر ہر عقیدے پر قرآن و حدیث کے بے شمار دلائل ہیں۔

فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

ان آیت پاک سے چند فقہی حقیقی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ ان آیات احکام القرآن مقتضات میں مسلمانوں کو آداب مکالمہ سکھائے جا رہے ہیں اور بتایا جا رہا ہے کہ کن لوگوں سے مناظرہ جائز ہے کن سے ناجائز اور کونسا مکالمہ بر ہے کونسا اچھا کس کو علمی مناظرہ کہا جاتا ہے کس کو جہالت کا مجادلہ، سمجھایا۔ اس طرح جا رہا ہے کہ منکر و جاہل کفار سے کسی بھی مسئلے میں ہرگز بات مت کرو۔ یہ مسئلہ ان کجا د کوک فقل والحق کے ان شرطیہ اور فت جزائیہ سے مستنبط ہوا۔ خیال رہے کہ جُکلا وہ لوگ ہیں جو بے دلیل اور بے علم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بہت علم و عقل والا سمجھیں اور حکماء سے کج بحثی کریں۔ اس جگہ ان کجا د کوک میں خطاب اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہے مگر آداب مناظرہ کا قانون شرعی تا قیامت بتا دیا گیا، اس قانون کا مزید فائدہ

marfat.com

یہ ہو گا کہ کسی گستاخ اسلام کو کسی شرعی مسئلے کی گستاخی کی ہمت اور موقع نہ ملے گا ورنہ کج بخشی میں جہلا کے منہ بہت گستاخیوں نکل جاتی ہیں اور مسلمان برداشت نہیں کر سکتا، تو نوبت ٹرائی مارکٹائی کی آسکتی ہے۔ دوسرا مسئلہ ہر معاملہ میں مسلمان کو رب تعالیٰ کے متعلق وہی عقیدہ رکھنا چاہئے جو امتی کو اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اور تعلیم سے ملے یعنی جو عقیدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق انبیاء کرام علیہم السلام کا ہو یا نکل وہی عقیدہ ہر مسلمان کا ہونا چاہئے، ذرہ بھر فرق جائز نہیں اگر فرق ہو گا تو وہ شخص مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں۔ یہ مسئلہ اَللّٰہُ تَعَالٰی (اللہ را لا) کے فرمانِ خطابی سے مستنبط ہوا کہ نبی کریم آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوالِ اقراری کا خطاب فرما کر رب تعالیٰ کی شانِ علی کا عقیدہ ظاہر فرمایا تاکہ ہر مسلمان بھی یہ ہی عقیدہ رکھے اگر کبھی بھی کوئی مسلمان اس عقیدے میں کسی طرح کی کمی کرے گا تو اسلام سے خارج ہو جائے گا اسی بنا پر سابقہ معتزلی فرقے کو اسلام سے خارج کہا جاتا تھا کیونکہ ان کے بہت سے کفریہ عقائد ہیں سے ایک یہ بھی کفریہ عقیدہ تھا کہ بعض چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کو چیز ہونے سے پہلے نہیں ہوتا جب وہ چیز ہو جاتی ہے تب اللہ کو علم ہوتا ہے (نعوذ باللہ) تبسرا مسئلہ تمام فقہاء کرام علیہم الرضوان کا فرمان بھی یہ ہے اور ذاتی طریقہ بھی یہ ہونا چاہئے کہ کسی مسئلے اور عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے اولاً قرآن مجید کے بیان کردہ دلائل پھر احادیثِ مقدسہ کے فرمودہ دلائل پھر فقہ کے تخریج کردہ پھر تیس پھر عقل و تاریخی مشاہداتی تجرباتی دلائل تلاش کرتا چاہئیں اس لیے کہ تمام دلائل میں سب سے زیادہ مضبوط اور سب پر غالب دلائل قرآن مجید کے بیان کردہ ہیں یہ طریقہ استنباط فقہ حنفی کا سب میں اعلیٰ شان والا ہے کہ امام اعظم کے تقریباً تمام مسائل فرمانِ قرآن مجید سے مستنبط ہوتے ہیں جو منشاء قرآن کریم کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ دلائل قرآنی کے مقابل کوئی دلیل نہ مقبر ہے نہ مضبوط اگرچہ ظاہراً کتنے اچھے لگتے ہوں خاص کر سائنسی دلیلیں تو بالکل ہی بیہودہ ہیں یہی حال دنیوی کورٹ لکھری کے قوانین کا ہے کہ اسلامی قوانین کے مقابل وہ سب بالکل کمزور اور بیہودہ ہیں کیونکہ اسلامی قوانین کے دلائل قرآن مجید سے ثابت اور دیگر قوانین انسانی عقلیات سے ثابت اور انسانی ذہن کے تراشے خواتے بنائے ہوئے۔ یہ مسئلہ مَا کُم یُنزِلُ بِہِ (اللہ) کر و ماکبیس لہم پر مقدم فرمانے اور سلطاناً فرمانے سے مستنبط ہوا یعنی قرآنی دلائل ہی سب دلائل پر غالب اور سلطان ہیں ان کی حیثیت ہی اول ہے۔

اعتراضات | یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ اِنَّ ذٰلِكَ لَفِيْ
کتاب۔ یعنی کائنات مخلوق کے تمام علوم لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اس لئے
کی وجہ کیا ہے بعض فرقہ باطلہ جیسے سابقہ گذشتہ ایک فرقہ جہیہ اس لوح محفوظ کی کتابت
کی بنا پر یہ عقیدہ بنانا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی لوح محفوظ سے مستفاد اور حاصل شدہ ہے
(معاذ اللہ) یہ کفر یہ عقیدہ بعض مغربی خوارج کا بھی سننے میں آیا ہے۔ یہ عقیدہ اسی کتابت کا
سے بن گیا۔ اگر یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر لوح محفوظ میں لکھنے کا مقصد کیلئے کیا ہے
اللہ تعالیٰ کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا۔ (از تفسیر کبیر امام رازی) جواب یہ فرقہ پہلے مذکور
میں تھا اب یہ تمام باطل فرقے، جہیہ، قدریہ معتزلہ وغیرہ مرکب کر فنا ہو چکے ہیں امام رازی
نے یہ اعتراض مع جواب درج فرمایا ہے۔ وہ جواب فرماتے ہیں کہ یہ کتابت لوح محفوظ تو اس
بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ کا علم قدیم ہے کتاب اور کتابت سب بعد کی ہیں
لہذا اللہ تعالیٰ کا علم مستغنی ہے ہر قسم کی کتاب اور کتابت سے اس لیے کہ ہر موجودات سے پہلے
لکھی گئی اور یہ بات حقیقتہً واقعی ہے کہ علم پہلے ہوتا ہے لکھنا بعد میں تو جب تمام مخلوق
موجودات سے ہزاروں سال پہلے لوح محفوظ بنی اور اس پر آئندہ مخلوق کا ذکر لکھ
دیا گیا تو رب تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کی کتاب سے مستفاد اور حاصل شدہ کس طرح ہوا۔
یہودہ سوریہ اور احمقانہ عقیدہ تو کسی عقل کے اندھے کا ہی ہو سکتا ہے ورنہ بات تو بالکل
عام فہم ہے لوح محفوظ کی کتاب میں تو وہ باتیں بھی لکھی ہوئی ہیں جن کا وجود ابھی بھی نہیں
ہوا آئندہ ہوگا گویا کہ لوح محفوظ کے مطابق تخلیق ہوتی جا رہی ہے، جس سے ثابت ہوتا
ہے کہ رب تعالیٰ کے علم کئی کی اولیت بے حدویے شمار ہے وہ تو اقدم القیم ہے اور
کی صداقت یہ کہ ہر کتابت ہر موجود کے مطابق ہے ہر موجود ہر فرقہ نہیں اور یہ بات کہ کتابت
لوح محفوظ کیوں فرمائی گئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابت آسمان کے فرشتوں کو دکھانے اور
زمین کے اولیاء اللہ کو بتانے کے لیے کی گئی کیونکہ یہی حضرات مقدس بندے مدبرانہ امر
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہیں اسی کو دیکھ کر انہوں نے اُمور دنیا ادا فرمانے ہیں،
اسی کتابت کو دیکھ کر ہی اولیاء اللہ بتا دیتے

ہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ دوسرا اعتراض اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں پہلے فرمایا
مَا نُنَزِّلُ بِهٖ سُلٰطٰنًا یُّعْرَفُ بِہٖ اَلْکٰفِرِیْنَ وَمَا لَیْسَ لَہُمْ بِہٖ عِلْمٌ۔ پہلا سوال

ہے کہ جب دلیل ہی کوئی نہیں تو علم کی نفی کی ضرورت کیا ہے۔ غیر موجود شی کے علم کی نفی تو بیکار ہوتی ہے۔ جاہل سے موجود چیز کے علم کی نفی کی جاتی ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ پہلے مَا لَمْ یُنْزَلْ اور بعد میں وَمَا لَیْسَ لَهُمْ فرمایا گیا اس ترتیب کی وجہ کیا ہے۔ جواب یہ تحریر بھی بالکل درست اور عین مناسب ہے اور یہ ترتیب بھی۔ تحریر تو اس لیے کہ جھوٹی معبودیت اور مشرکین کے خود ساختہ عقیدے کی کثویت اور کمزوری بیان فرماتے ہوئے اُس کے ثبوت اور دلائل کی نفی مطلق فرمائی گئی کہ نہ کفار کے پاس اپنے بتوں کی اُلُوہیت پر کوئی کسچی دلیل ہے نہ علمی معلوماتی مشاہداتی اور یہ دلیل بے ثبوت ہوتا، ہی اس کی کذابیت اور باطلیت ہے اور باطل عقائد میں ہی دنیا و آخرت کا نقصان و تہر و عذاب ہے، ترتیب کی درستی و مناسبت اس لیے کہ چونکہ کسچی دلیل وہ ہوتی ہے جو وحی الہی اور نبی کی زبان سے ہو، اور وحی الہی کی دلیل سب سے زیادہ مضبوط و معتبر ہوتی ہے اس لیے اُس کو پہلے ذکر فرمایا گیا عقلی علمی قیاسی دلیل کمزور ہوتی ہے اس لیے اس کا ذکر بعد میں فرمایا گیا، دلیل تنزیلی کو سلطان فرمانے کی وجہ بھی یہ ہے یعنی سب پر غالب نینزدی قلی اور روحانی طور پر دین والوں کو جلدی پسند آتی ہے زیادہ مقبول ہوتی ہے اگرچہ دین جھوٹا ہو، ہر انسان اپنے دین کی بات و تحریر کو سب عقلیات علیات پر مقدم اور زیادہ معتبر سمجھتا ہے اشارہ یہ بھی مل گیا کہ کفار کی بُت پرستی اور بتوں کی اُلُوہیت پر خود کفار کو اُن کی مذہبی کتب میں بھی کوئی دلیل نہیں ملتی نیز دلیل وحی میں دو طرح عظمت ہے پہلی اس طرح کہ اس میں تاوید ربانی شامل ہوتی ہے دوم یہ کہ اس میں اپنے پرالیوں سب کی پسند ہوتی ہے اور سب کو ماننی پڑتی اس کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے نہ توڑنے کی جرئت کر سکتا ہے بخلاف علمی عقلی دلیل کے کہ اس کو ہر ایک پسند نہیں کرتا بلکہ اکثر عقلی دلیل عقلیات سے ہی توڑ بھی دی جاتی ہے۔ دلیل وحی کے جواز میں کوئی قید نہیں ہوتی، دلیل عقلی میں سینکڑوں قیدی گویا دلیل وحی مطلق ہوتی ہے اور دلیل عقلی مقید ہوتی ہے اس لیے دلیل مطلق کی نفی پہلے فرمائی گئی دلیل مقید کی بعد میں حکیم الامت بدایونی نے فرمایا کہ دلیل وحی حجتہ قاطعہ ہے اس لیے اس کو سلطانت اور غلبہ ہے جو اس میں شک کرے وہ گمراہ طریق اور محروم توفیق ہو جاتا ہے دلیل یقین مطلق کا فائدہ دیتی ہے مگر دلیل عقلی ظنی ہوتی ہے لہذا اس کی ولایت بھی ظنی ہوتی ہے۔ دلیل وحی اصل ہے۔ دلیل عقلی فرع ہے اور فرع اپنے اصل پر کبھی مقدم نہیں ہو سکتی نہ قوت میں زیادہ ہو سکے، نیز اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ وَمَا لِلظَّالِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ چاہیے تھا کہ فرمایا جاتا وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّصِیْرٍ

تاکہ ہم ضمیر کا مرجح۔ یَعْبُدُونَ کی طرف لوٹنا اور سامعین کو سمجھ آجاتی کہ وہ کون لوگ ہیں جن کا دنیا و آخرت میں کوئی مددگار نہیں، تو یہاں اسم ضمیر چھوڑ کر اسم ظاہر کیوں ارشاد فرمایا ہوا جواب اس لیے تاکہ مددگار نہ ہونے کی وجہ بھی سب کو معلوم ہو جائے اور یہ پتہ لگ جائے کہ جن کی عبادت کرنے والا کتاباً بظاہر ہے۔ غرضکہ وَمَا لِلظَّالِمِينَ فرما کر دو باتیں واضح فرمائی گئیں اولاً یہ کہ مشرکین ظالم ہیں، دوم یہ کہ جو ظالمین ہوں ان کا مددگار کوئی نہیں ہوتا۔

وَأَنَّ جَاءَ دُرُودَ فَقَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ تفسیر صوفیائے اہل کلام اَلْقِيَمَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ۔ اَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ۔ اِنَّ ذَالِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔ طالبین معرفت کے بہت سے گروہ ہیں ہر گروہ کا راستہ علیحدہ جس پر وہ وارد ہیں، ہر قوم کا منہاج و طریقہ جدا جس پر وہ سا لکین ہیں اور سب کے مقامات متفرق ہر ایک کا رابطہ انھیں سے جو ان کے اہل ہیں اور ہر ذی رتبے وصل اپنے ہی مقام سے ہے پس علمت کا مسئلہ روندا جاتا ہے عابدین کے قدموں سے اور اجتہاد کے مشاہدین سموں میں مجتہدین کے اہل تکلف سے معرفت والوں کی مجلس مانوس ہیں ماریفین کے لوازمات سے اور مجتہدین کی منزلیں منور ہیں و اجدین کی حاضری سے اس وصل و سلوک کے تفرق کی وجہ سے وحدت الہی اللہ متفرق ہے تو کچھ ان میں وہ ہیں جو مخلوق کو حقیقی، عبودیت کا طرف بلاتے ہیں باپ خا سے اور کچھ وہ ہیں جو مخلوق کو بلاتے ہیں ملاحظہ عبودیت کے دروازے سے ہی سب کو فقر الہی کے قیام میں غمزدگت کے سجدوں کے ساتھ رہنے والے ہیں اور عبودیت جس حالت کا تقاضا کرتی ہے ہمیشہ اسی حالت میں مگن ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو مخلوق کو خالق رحمانی کا خلق رحمانی کے باب ملاحظہ سے بلاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو خلق قہریت کے دروازے سے بلاتے ہیں اور کچھ اخلاق الوصیت کے باب سے یہی باب سے بلند و بالا اور بڑی شان والا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف راستے انھیں مخلوق کی تعداد کے مطابق ہیں یہی صفات الہیہ کے مطابقت ہے کیونکہ ہی شعاعیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر سطح صفات الہیہ میں موجود ہیں لیکن اس راہ سالکین میں اہل مجادلہ بھی آجاتے ہیں یہی لوگ فکر نافرمانی میں ہوتے ہیں شیطانی اعتراضات ایسی جنابلات ہی مچاتے ہیں، اسے بندہ عارف اگر سے تجھ سے جھگڑا کرے تب بھی تو ان سے جھگڑا نہ کر بلکہ ان کو بتا دے کہ عنقریب قیامت سفری میں اللہ تعالیٰ ہر فریق کے درمیان

یقیناً حکم کا فیصلہ و ثواب قرب اور عذاب بعد۔ جزاء وصال و منازعہ فراق فرمادے گا، ثواب والوں کو فرمایا جاتا ہے کہ وہ دے جائیں گے بغیر حساب اجر جزا والوں کو فرمایا جاتا ہے کہ قائم ہو جاؤ۔ آج تمہارا ہی حساب دبیر ہے۔ ا حساب کو فرمایا جاتا ہے فَيَقْعُدُونَ فِيْ مَقْعَدِ صَدِّقٍ عِنْدَ مَلِيْكَ مُّقْتَدِرٍ مجاہدے والے کو فرمایا جاتا ہے کہ آج تو اپنا حساب خود کر اپنے کرتوتوں حرکتوں کے حساب کے لیے تو خود ہی کافی ہے اس آیت نے یہ ارشاد بھی فرمایا کہ فصحاء و معرفت اور فلکیات طریقت میں قلب مومن آسان ہے اور تور یقیناً آفتاب ہے۔ سچائی چاند ہے اظہار و محبت ستارے ہیں۔ اور بشریت انسانی زمین ہے اس میں نفس آثارہ کی خاردار جھاڑیاں ہیں شک کی ظلتیں اور اندھیریاں ہیں، شرک کے طوفان کذب کے دریا، حرص دنیا کے دلدل مباحثہ مجادلہ کے کچھڑ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہی اہلِ قلوب سے عبا ربلائی دور فرما کر نعمتوں کا جمال عطا فرماتا ہے لیکن نفس کے بندوں کو شکوں و شبہات کے تیزی کے بلوں میں پھنسا دیتا ہے تو وہ مجادلہ مباحثہ کرتے ہی مر جاتے ہیں۔ اِنَّ ذَالِكُمْ لَفِيْ كِتَابٍ۔ یہ سب کچھ سینہ مومن کی کتاب محفوظ میں عند اللہ ہے جو قدیمی قلم تقدیر سے لکھا ہوا ہے۔ اِنَّ ذَالِكُمْ عَلٰی اللّٰهِ يَكِيْنٌ بے شک یہ ہر ایک کی مجازات ایمان کے مکافات اعمال سب کی تقدیر اقلی کے مطابق اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ لیکن اس بات کو صرف مومن ہی جانتا ہے۔ پس جس کا علم اس کے ایمان و معرفت کے مطابق ہو گیا تو یہ اُس کے بخت اور سعادت عقلی کے علامت ہے، اور جو شخص جہل کسل بدل اور بحث میں مبتلا ہو تو یہ اُس کی بد بختی و شقاوت گہری کی علامت ہے، تو اسے بندہ طالب تیرے لیے پس ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ احکام الہیہ کو قلب و عقل سے تسلیم کردہ راہِ حق میں شریعت و طریقت کے ذریعے اجتہاد کرتا رہے پھر اس کے کوئی راہِ ناجائز نہیں۔ اسے بندے مجادلہ چھوڑ معامدہ کر یہاں تک کہ معرفت و حقیقت تک وصل نصیب ہو جائے عالمِ قضا کا ناظر بن ورنہ عبد نفس تو اندھا ہے نہ تو اُس سے اپنا راستہ پا سکے نہ وہ خود اپنا راستہ تلاش کر سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور وہی سبیل حق کی ہدایت کاملہ عطا فرماتا ہے اسی لیے بے ہدایت والے۔ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَّ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نّٰصِيْرٍ۔ اور مجادلہ شقاوت کرنے والے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان خواہشات کی پرستش کرتے ہیں جن کی پوجا پر نہ سماعت کی کوئی دلیل ہے نہ بصارت کی نہ بصیرت کی نہ روع کی نہ قلب کی نہ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کی اور ان بد نصیبوں کے پاس اپنی طبعی نفسی خواہشات پر کوئی علمی معلوماتی کشف و مشاہدے کی دلیل متقی بھی نہیں ہے۔ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ۔ عالم ناموت میں بندے دو قسم کے ہیں ایک اہل عرفان دوم اہل خُذْلان یعنی پہلی قسم معرفت والوں کی، دوسری قسم دونوں جہان کی ذلت والوں کی، معرفت والوں کو خواص ہیں شامل فرما کر منفرد بنا لیا جاتا ہے اور برصاف سے تائید کی جاتی ہے ایمان سے اعزاز بخشا جاتا ہے سلطان سے قوت و غلبہ دیا جاتا ہے۔ اہل خُذْلان کی دولت اَصنام کی پرستش کی وجہ سے ان کے پاس نہ سلطان ہوتا ہے نہ فکر و علم کی برصاف، نہ رب قدیر کی طرف سے نصرتِ اطمینان بلکہ ہر طرف سے حرمان و خُذْلان، ہی ملتا ہے اہل اللہ کو جو انی مجادلوں سے اس لیے روکا جاتا ہے کہ اس میں اہل اللہ کے پانچ نقصان ہوتے ہیں ۱۔ مجادل ہمیشہ بیکار ہی ہوتا ہے نہ اس سے موانع کو فائدہ نہ محارِف کو نہ خود کو نہ قیمتی وقت کو ضائع کرتا ہے ۲۔ عبادت خراب ہوتی ہے کیونکہ عبادت کا وقت جھگڑوں مباحثوں اور عبادت سے غفلتوں میں خرچ ہو جاتا ہے اور مشرب مویا میں جود غافل سودم کا فر ہے ۳۔ ذہنی اُلجھاؤ پیدا ہوتا ہے ۴۔ مجادل سے دل تنگی اور دل تنگی سے دل کی موت کیونکہ یہودہ باتیں سننی پڑتی ہیں اسی لیے مویا و منقہ و طالین مبتدی دونوں کے لیے خلوت و مراقبہ بہترین عادت و عبادت ہے۔ قلب کی تراوت روح کی طہارت عقل کی نکاحات ہے۔

وَإِذَا تَشَلَّى عَلَيْهِمْ أَيْتُنَا يَسْتَلِ تَعْرِفُ

اور جب تلاوت کی جائیں اُن کے پاس ہماری روشن آیتیں تو آپ پہچان لیتے
اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑی جائیں تو تم اُن کے

فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرُ مِكَادُونَ

ہیں اُن لوگوں کے چہروں میں جو کافر ہیں ناگواری کے نشانات اس حال میں کہ
چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جنہوں نے کفر کیا قریب ہیں کہ پسٹ

marfat.com

Marfat.com

يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتُ

قریب ہے کہ ہاتھ پائی کریں اُن سے جو تلاوت کر رہے ہوں ان پر ہماری آیتیں پڑیں ان کو جو ہماری آیتیں اُن پر پڑھتے ہیں، تم فرما دو کیا

قُلْ أَفَأَنْبِئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَ النَّاسُ

فرما دو تو کیا بتا دوں میں تم کو اُس مصیبت کے بارے میں جو کہیں بڑی ہے اسی سے وہ آگ ہے میں بتا دوں جو تمہارے اس حال سے بھی بدتر ہے۔ وہ آگ ہے

وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِئْسَ

کہ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو کافر بنے رہے اور برا ہے وہ اللہ نے اس کا وعدہ دیا کافروں کو اور کیا ہی بری

الْمَصِيرُ ﴿٤٦﴾ يَأْتِيهَا النَّاسُ ضُرْبَ مَثَلٍ

آخری ٹھکانہ۔ اے لوگو بیان کر دی گئی ہے ایک بڑی مثال پلٹے کی جگہ۔ اے لوگو ایک کہاوت فرمائی جاتی ہے اے کان لگا کر سنو

فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ

بہذا غور سے سنو اُس کو کہ بے شک وہ بُت کہ بدبختے ہو تم وہ جنہیں اللہ کے سوا تم بدبختے

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ

اللہ کے مقابل ہرگز وہ پیدا نہیں کر سکتے ایک کتھ کو بھی اگر چہ ہو۔ ایک کتھ نہ بنا سکتے سب

اجْتَمِعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ

سب دیوی دیوتا جمع ہو جائیں اس کام کے لیے اور اگر چھین لے اُن کے چڑھا دوں سے کوئی مکس
اس پر اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر نکھن اُن سے کچھ چھین کر لے جائے تو

شَيْءًا لَا يَسْتَقْدِرُوهُ مِنْهُ ط ضَعْفٌ

تھوڑی سی چیز تو واپس چھین نہیں سکتے یہ بت اُس چیز کو اسے کتنے خیر کمزور ہیں
اُس سے چھڑا نہ سکیں۔ کتنا کمزور ہے

الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۝۳۴

عقلائیہ بُت پرست اور جسمانی بُت دیوی دیوتا

چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔

ان آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت
تعلقات میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے
گا۔ اب ان آیت میں اُس فیصلے کی تھوڑی سی نشان دہی فرمائی جا رہی ہے کہ اَقَاتِیْکُمُ اللّٰہُ
دوسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کے بتوں کی کمزوری بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ کفار کے
پاس اپنے بتوں کی حقانیت پر کوئی سلطان اور قوی دلیل نہیں ہے اب ان آیت میں بتوں کی
ایک اور حقیقی کمزوری اور انتہائی بے بسی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت
میں رب تعالیٰ کے وسیع علم و معلومت کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم
رکھتا ہے اب ان آیت میں اللہ تعالیٰ کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کثیر علم کا ذکر
فرمایا جا رہا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر چیز کا علم اور خبر رکھتے اور ہر دنیا و
آخرت کی اشیاء کی خبر ہر ایک کے انجام کو جانتے اور بتا سکتے ہیں۔

تفسیر نحوی بِمَوَاقِفٍ تَنْتَظِرُ عَلَیْہُمْ اٰیٰتُنَا یَسْتَلِیْسُ تَعْرِیْفٌ فِیْ وُجُوْہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَاللّٰہُ

marfat.com

يَكَادُونَ لِيُغْلِبُوا عَلَيْكُمْ اَيُّهَا قُلُوبُ الْفَانِئِينَ لَبِشْرٍ مِّنْ ذَا الْكُمُرِ
 واُسر جملہ اذا حرف شرط تلیٰ باب نصر کا فعل مضارع جمہول واحد مؤنث غائب تلو سے مشتق ہے
 لغوی ترجمہ ہے پیچھے پیچھے آنا چلنا۔ اصطلاحاً چار معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ قرآن مجید کی آیتوں
 سورتوں کو صحیح طریقے سے پڑھنا لفظاً لفظاً ۲۔ اسی لغوی لحاظ سے جانوروں کے بچوں کو تلوی
 اور تلویات کہتے ہیں ۳۔ نحوی لوگ شرط کی جزا کو تالی کہتے ہیں کہ وہ شرط کے پیچھے (بعد) ہوتی ہے
 ۴۔ چاند کا ایک نام تالی ہے کیونکہ وہ سورج کی روشنی لینے کے لیے سورج کے پیچھے چلتا ہے یہاں
 قرآن مجید کا لفظی ناظرہ پڑھنا مراد ہے علیٰ حرف جار بمعنی عِندَہم ضمیر کا مرجع عام لوگ و مومن کا فر
 منافق) یہ جار مجرور متعلق ہے تلیٰ کا ایتنا یہ مرکب اضافی نائب فاعل ہے تلیٰ کا ایتنا ت اسم
 جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے بَیِّنٌ، بَیِّنَةٌ، بَیِّنٌ سے بنا ہے بمعنی لغوی الگ الگ کرنا، جدا
 کرنا چونکہ الگ کرنے سے ہر چیز جو پہلے مخلوط ہونے کی بنا پر خفیہ اور پوشیدہ تھی اب کھل کر سامنے
 ظاہر ہو گئی لہذا اصطلاحاً مجازی معنی ہیں ظاہر ظہور کھلی ہوئی یہاں اسی معنی میں ہے بحالت فتح
 ہے کیونکہ غالب ہے ایتنا کا یہ ذوالحال حال مل کر نائب فاعل ہے تلیٰ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر
 شرط ہوا۔ تَعْرِفُ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر حاضر اس کا فاعل اَنْتَ
 ضمیر صبیحہ پوشیدہ یا اس کا مرجع آقا کا ثناء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یا تاقیامت ہر
 سنی مسلمان کیونکہ اگلی حالت اُس وقت کفار کی ہوتی تھی آج کل گستاخوں کی، عُرْفٌ سے مشتق
 ہے بمعنی پہچاننا حرف جر ظرف مکانی کے لیے وجوہ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے دُجَّةٌ
 بمعنی اصطلاحاً چہرہ، مضاف ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول بنی مہمات میں سے ہے بحالت کسرہ ہے
 کیونکہ مضاف الیہ ہے کُفْرُوْا باب نصر سے فعل ماضی با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ یہ موصول
 صل مل کر مضاف الیہ ہے وُجُوْہ کا وہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تَعْرِفُ کا اَلْمُنْكَرَ بَابِ
 افعال کا اسم مفعول واحد مذکر نکر سے بنا ہے۔ اس کا لغوی ترجمہ ہے ناپسندیدگی نقصان
 درہ ہوتا۔ اصطلاحاً بین مجازی معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ عقلی چالاکی فریب کاری جو انجام کار
 فریبی کو نقصان ہی دیتی ہے۔ ۲۔ دل کی ہوشیاری اچھی چیز یہ معائب سے بچاتی ہے مگر عقلی
 فریب و چالاکی مفاد پرستی پر اُکساتی ہے ۳۔ ناگوار گناہ یہاں اسی معنی میں ہے جس کے اثرات
 چہرے پر نمودار ہوتے ہیں ۴۔ نامیہ اعمال کے کاتبین کو منکر نکیر اسی معنی میں کہتے ہیں کہ وہ
 اچھے بُرے سب اعمال دیکھتے ہیں۔ یہ مفعول پہ ہے اور ذوالحال ہے یُکَادُونَ کے جملہ کا

لَکَا دُونَ بَابِ نَصَرَ کا فعل مضارع مقاریہ جمع مذکر غائب گوڈے مشتق ہے بمعنی قریب ہونا اس
 کا فاعل ضم ضمیر صبیغہ جس کا مریض ہے الَّذِينَ كَفَرُوا یَسْطُون۔ بَابِ نَصَرَ کا مضارع معروف مثبت
 جمع مذکر غائب سَطَوْ سے مشتق ہے لغوی معنی بھڑک اٹھنا۔ اصطلاحاً جار حملہ کرنا، ہاتھ پائی کرنا
 چھوٹ پڑنا، گھوڑے کا اگلی دونوں ٹانگوں سے کھڑا ہوجانا غصہ میں۔ یہاں حملہ کر کے علیہ
 حاصل کرنا مراد ہے اس کا فاعل ضمیر صبیغہ ب جازہ بمعنی علیٰ فوقیت کا الَّذِينَ اس موصول بحالت
 کسر ہے یَتَلَوْنَ بَابِ نَصَرَ کا مضارع حال جمع مذکر غائب یا فاعل صبیغہ مریض ہے بِالَّذِينَ تَلَوْا سے
 بتلے بمعنی تلاوت قرآن مجید کرنا عَلَیْہُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے یَتَلَوْنَ کا۔ اُتِیَآ یہ مرکب اضافی مفعول
 بہ ہے یَتَلَوْنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا الَّذِينَ کا وہ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے
 یَسْطُون کا۔ یہ فعل فاعل اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقرب بہ ہوا یَکَا دُونَ کا سب جملہ فعلیہ
 مقاریہ ہو کر حال ہے مُنْکَر کا یہ دونوں مل کر مفعول بہ ہے نَصْرُف کا سب جملہ فعلیہ ہو کر جزاء
 ہے اِذَا تَلَّی شَرْطُکِ دونوں مل کر جملہ شریعی ہو گیا۔ قُلْ بَابِ نَصَرَ کا فعل امر ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ
 ہو کر قول ہوا اَنْتَ دراصل قَاتِلُکَ حَرْفِ رَاثِدہ اہمزہ سوال استفساری کے لیے اُتِیَآ
 بَابِ تَفْعِيلِ فعل مضارع واحد منکلم بتلے بمعنی خبر دینا اسی سے ہے بَیْ اَنْبِیَآءُ بمعنی
 غیب کی خبر دیتے و اے اس کا فاعل ضمیر منکلم مریض آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 کُم و ضمیر مفعول بہ مریض الَّذِينَ كَفَرُوا و کَلْبِ حَرْفِ جر تعدیہ کی شریہ اسم مفرد نکرہ جامد بمعنی اثرات
 مصیبت تکلیف یہاں آخری معنی میں ہے۔ آخری تنوین دو زبریں تعلیم کی ہے یعنی بہت
 بڑا شر بہت بڑا عذاب مصیبت تکلیف مِنْ حَرْفِ جر و الْکُفْرُ اسم اشارہ بعیدی آخر میں کُفْرُ
 ضمیر جمع مذکر حاضر کی اس لیے ہے کہ جس کے لیے کہ اشارہ کیا جارہا ہے وہ جمع مذکر
 حاضر ہے یہ اسم اشارہ مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ موجود کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے۔
 شَرِّکِ وہ مرکب توصیفی مجرور متعلق ہے اُتِیَآ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول ہوا
 قُلْ کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ اَلَا تَاْکُرُوْا عَدَاۃَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ یَسُوْ
 الْمَصِیْبِ۔ یَا یٰھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ قَاتِلُوْا کُلَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ
 دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَخْلُقُوْا ذِیَّآ وَ یَا وَیُوْا جَمْعُوْا لَہٗ وَ اِنْ یَسْلُبْہُمُ اللّٰہُ ذِکْرَہٗ
 شَیْئًا لَا یَسْتَفِیْذُوْا کُمْ مِنْہُ۔ صُنْعُ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوْبِ۔ النَّاسُ اس موقوف باللام
 الف لام عہد و صفتی تار بمعنی آگ یہاں مراد ہے جلانے والی چیز بحالت رفع ہے کیونکہ

خبر ہے پوشیدہ مبتدأ صوحی موصوف ہے وَعْدُ بَابِ قَرَبٍ کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب
 وَعْدُ سے مشتق ہے بمعنی عہد کرنا یا ازل کا تقدیری فیصلہ صافیہ واحد مؤنث غائب اس کا
 مرجع ہے النَّارُ منصوب متفصل مفعول بہ وَعْدُ کا اَللّٰهُ اُس کا فاعل الَّذِیْنَ اسم موصول جمع
 مذکر کفر و ابا ب نصر کا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا الَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول
 بہ دوم ہے وَعْدُ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے النَّارُ کی یہ مرکب تو صیغی خبر مبتدأ، دولوں
 مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا، واو میر جملہ بئس فعل ذم ہوا پوشیدہ ضمیر صیغہ صوحی یا صا اس کا فاعل جس کا
 مرجع ہے اَللّٰهُ الْمُصِیْبُ اسم ظرف ہے واحد مذکر صا کا فعل ناقصہ کا ترجمہ ہے کوٹنے
 پھرنے کی جگہ مراد ہے ٹھکانہ یا یہ مصدر بھی ہے بمعنی لوٹنا رجوع کرنا، ترکیب نحوی میں یہ
 مخصوص بالذم ہے بئس فعل اپنے فاعل اور مخصوص بالذم سے مل کر جملہ فعلیہ ذمبیہ ہو گیا
 یا حرفِ ندا ای مقدارِ لغو ہے صا حرفِ تنبیہ یہ دونوں یہاں فقط فاعل کے لیے ہیں
 تاکہ ندا اپنے منادی سے جدا ہے اور دونوں کی اعرابی حالت ٹھیک ہے۔ النَّاسُ اس کا
 منادی مفرد ہے لَعْنَةُ مضموم معنی ہے۔ قَرَبٍ بَابِ قَرَبٍ کا فعل مجہول واحد مذکر غائب مَثَلُ
 اسم مفرد جامد بمعنی کہاوت ایک حقیقت کا اندازہ مشابہت یہ نائب فاعل ہے قَرَبٍ کا ف
 تعلیلیہ مابعد کلام معلول ہے اسْتَمْعُوا ابا ب افتعال کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر اس کا مصدر
 ہے اسْتَمَاعٌ سَمِعَ سے مشتق ہے بمعنی سنا افتعال میں ترجمہ ہوا غور سے سنا لام تعدیہ بمعنی
 کراہ ضمیر کا مرجع مَثَلُ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اسْتَمْعُوا کا سب جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہے
 قَرَبٍ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جوابِ ندا ہے یا حرفِ ندا اپنے منادی اور جوابِ ندا سے
 مل کر جملہ ندائیہ ہو گیا اِنَّ حرفِ مشبہ الَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر بحالتِ فتح تَدْعُوْنَ بَابِ
 نصر کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر دُعُو سے مشتق ہے بمعنی پکارنا، بلانا، پوجنا
 سجدہ کرنا، یہاں اِنَّ ہی دو معنی ہیں میں جارہ زائدہ دُونَ اللّٰہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق
 ہے تَدْعُوْنَ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا الَّذِیْنَ کا موصول صلہ مل کر اسم ہے اِنَّ کا لَنْ
 یَجْلِقُوْا ابا ب نصر کا مضارع نفی یلحق مستقبل جمع مذکر غائب فُلُق سے مشتق ہے بمعنی پیدا
 کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے اس کا مرجع الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ ہے ذُبَابٌ اسم مشتق مبالغہ بروزن
 فُتَاتٌ ذُبَابٌ رَذِیٌّ سے مشتق ہے بمعنی لغوی پگھلا، حرکت کرتا، اصطلاحاً چار مجازی معنی میں
 مشترک ہے ۱۔ لگی ہوئی متحرک چیز کی چلتے وقت کی آواز کو ذبابہ کہا جاتا ہے ۲۔ منافقین

کی غیر یقینی کیفیات کو مُذْبَذْتُ کہتے ہیں ۳۔ مَذْبُوبُ بھی کہتے ہیں کیونکہ ذَبْتُ اور ذَبْتُ آپس میں مرادف ہیں ۴۔ مکھی دگھر بلو۔ بھڑ، بڑیا، شہد کی مکھی، چھرو وغیرہ سب کو شامل ہے، کو اس لیے کہ یہ بھنھنا ہٹا کرتی ہے یا اس لیے کہ اُس کو چٹایا اڑایا جاتا ہے یا اس لیے کہ خود کبھی کدھر کبھی کدھر بیٹھتی ہے یہاں مراد گھر بلو خفیر گندی مکھی ہے یہ اسم جنسی ہے اس لیے واحد جمع دونوں کے لیے ہے مفعول بہ ہے واو وصلیہ کو شرطیہ لغو، دونوں کا ترجمہ ہے اگرچہ نہ اِجْتَمَعُوا باب افتعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِجْتَمَعَ جمع سے بنا ہے بمعنی جمع ہوتا، افتعال نے مبالغہ یا تندیہ پیدا کیا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع ہے اَلَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مراد ہیں بُت۔ لام حرف جر معاونت کا ضمیر کا مرجع خَلَقَ یعنی پیدا کرنا، یہ جار مجرور متعلق ہے اِجْتَمَعُوا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر وصل سببی ہوا لَنْ یَّجْلُقُوا کے فاعل کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اِنَّ حرف شرط یُکَلِّبُ۔ باب نصر کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب سَلْب سے بنا ہے بمعنی چھیننا نہ رہنے دینا۔ خالی کرتا، منطقی لوگ منق کلام کو سالیہ کہتے ہیں اس لیے کہ اس کا ثبوت وجود نہیں ہوتا۔ یہاں بمعنی چھیننا ہے عُمُ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متقبل مرجع بُت میں مفعول بہ ہے بمعنی اُن سے۔ اَلَّذِیْنَ اسم واحد مذکر جنسی اس کا موزن ہے ذُبَا یَنُ اِیہ فاعل ہے یُکَلِّبُ یہ فعل مجزوم ہے اِنَّ شرطیہ کی وجہ سے شَیْئًا اسم نکرہ مفرد مفعول بہ دوم ہے یُکَلِّبُ فعل فاعل دونوں مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ لَا یَسْتَفِیْذُ باب استفعال کا مضارع منفی بلا جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِسْتَفِیْذُ۔ ذُ۔ نَقْذ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے چھڑانا چھٹکارا دلانا نجات دلانا یا دلوانا۔ اصطلاح میں اپنی چیز یا اپنے حق یا اپنے آدمی کو واپس چھیننا یا چھٹکارا و نجات دلانا، یہاں پہلے اصطلاحی معنی مراد ہیں اس لیے منصوب متقبل کا مرجع شَیْئًا ہے، مفعول بہ ہے مِنْہُ کا ضمیر کا مرجع ذُبَابُ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے۔ لَا یَسْتَفِیْذُ وَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے اسی لیے یہ فعل بحالت جزم ہے۔ دراصل تھا لَا یَسْتَفِیْذُ وَا۔ جواب شرط کی وجہ سے اِنَّ شرطیہ کے تحت ہو کر اس کو بھی جزم آیا تو ان اعرابی گر گئی۔ یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف اَنْ یَّجْلُقُوا کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر خبر اِنَّ ہے اِنَّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا ضَعُفُ۔ باب کُرُم کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر ضَعُف سے مشتق ہے بمعنی لغوی کمزور،

ولاغر ہونا اس کا تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ بدن کی کمزوری ضَعْفُ رُغْلٍ کی کمزوری ضَعْفٌ، ۲۔ دل کی کمزوری ضَعْفٌ چونکہ دل کی کمزوری میں دل سوخ کر موٹا ہو جاتا ہے اس لیے دگنی چیز کو بھی اصطلاح میں ضَعْفٌ کہہ دیتے ہیں یا چونکہ کمزور ولاغر بدن والا اپنے ہر کام کے لیے دوسرے شخص کا سہارا لیتا ہے یعنی دوگنا ہو کر کام کرتا اور آتا جاتا ہے۔ اس لیے رواجاً ہر دگنی چیز کو بھی ضَعْفٌ کہا جانے لگا۔ الطَّارِبُ باب نصر کا اسم فاعل واحد مذکر مُطْلَبٌ سے مشتق ہے بمعنی مانگنا چاہنا۔ یہ مفعول عیبہ ہے اس سے مراد بُت پرست کافر ہے۔ الْمُطْلُوبُ باب نصر کا اسم مفعول واحد مذکر۔ اس سے مراد بُت ہیں یا طالب سے مراد بُت اور مطلوب سے کہی یہ معطوف ہے طَالِبُ پر دونوں عطف مل کر فاعل ہے ضَعْفٌ کا سبب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٌ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ ۙ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا
تَفْسِيْرُ عَالَمَانِهٖ | الْمُنْكَرُ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِاِلٰهِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قُلْ
اَفَاَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ اَلَيْسَ اَلَاٰلِهَةُ اِلَّا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور یہی وہ لوگ ہیں جو بغیر دلیل و برہان بغیر علم و عرفان، بغیر
عقل و اذہان محض حماقت کی بناوٹ اور خجاست کی جہالت سے بس دُن اللہ کی
عبادت میں لگے ہوئے ہیں ان کے سامنے جب بھی کبھی تلاوت کی جاوے ہماری آیتیں
جو بیان کرنے والی ہیں احکام رحمانی، قوانین ربانی، شریعت قرآنی اور بیان کرتے والی
ہیں ثواب ایمان، عذاب کفران، اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کو وحی کی برہان سے علم کی
سلطان سے عقل کی دلیل سے بت پرستی کی ذلت اور حق پرستی کی عزت بیان فرماتے والی
آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو اسے محبوبِ کریم آپ پہچان لو گے اُن لوگوں کے چہروں میں
جو ازل وابد کے پکے کافر ہیں نفرت، کراہت انکار واپسندیدگی۔ یہ رغبتی کو نلفظ منکر
مصدر بھی ہے بمعنی نفرت کرنا شدت سے مراد ہے علامات انکار یا نشانات نفرت ایسی
کیفیت اور اتنی شدت و اسے کہ لگتا ہے جیسے قریب آکر حملہ کر دیں گے یا پکڑ کر یا مار پیٹ
کر یا گالی کھو پے اور زہر و غضب کا یا قتل و غارت کا اُن ایمان قرآن و اسے مسلمانوں پر جو اُن
کے سامنے آیتِ بیّنات کی تلاوت کر رہے ہوتے ہیں یہ ہے اُن جاہلوں و حشیوں کی حیوانیت
اسے حبیبِ محترم ان ازل و احوال سے یہ فرمائیے کہ اسے شریک و تاج تو دنیا میں تم ان
مسکینوں، پاکوں حافظوں قاریوں نمازیوں پر ہر قسم کے منکر شر و فساد پھیلانے غیض و غضب

کے ارادے سے ان پر لوٹ پڑنے کی صورت بتائے۔ بیٹھے ہو صرف اس غصے اور جلن حدیث
 کہ وہ مسلمان اپنے رب تعالیٰ کے کلام مقدس کی تلاوت کر کے اپنے دلوں کو روشن ایمانوں کو
 تازہ روحوں کو معطر کر رہے ہیں، تو کیا میں تم کو ایسے خطرناک دہشتناک شرِ عظیم کی خبر نہ
 سناؤں جو تمہارے اس عاصدانہ شر سے بہت ہی بڑا اور ہولناک ہے۔ کیونکہ تمہارا شرِ عارفی
 دنیا میں وہ شرِ دائمی آخرت میں تمہارا شرِ چھوٹا ہے اور وہ شرِ بڑا ہے، تمہارا شرِ تھوڑا وہ شرِ زیادہ
 تمہارا شرِ معمول ہے اور مقہوری ہے، تمہارا شرِ کمزور ہے وہ شرِ مضبوط ہے تمہارا شرِ ایمان و حق
 والوں پر وہ شرِ کفر و طغیان والوں پر تمہارا شرِ مظلوموں پر وہ شرِ ظالموں پر۔ تمہارے شر کے بعد
 عارفی موت ہے اُس شر کے بعد ذلت کی دائمی فنا ہے، تمہارے شر کے بعد قبر کی راحت جنت
 کا ثواب اُس شر کے بعد قبر کی مصیبت جہنم کا عذاب تمہارے شر کا انجام ابدی جزاء اکرام اُس
 شر کا انجام ابدی سزا الزام یہاں دنیا میں تم کو تلاوتِ قرآن ناگوار ہے وہاں آخرت میں
 تم کو وہ شر ناگوار ہوگا۔ اس قرآن سے کان لپیٹ کر بھاگ سکتے ہو مگر اُس شر سے جان
 بچا کر کبھی بھاگ نہیں سکتے۔ آج تو قرآن مجید کو شر سمجھتے ہو حالانکہ یہ شر نہیں خیرِ شیر ہے، مگر آج
 تم لوگ اُس کو شر نہیں سمجھتے جو اصل شر ہے نہ جانتے ہو نہ ماننے کے لیے تیار ہو حالانکہ وہی کفار
 کے لیے ایسا شر ہے جس میں ذرہ خیر نہیں کیا جانتے ہو وہ کیا ہے۔ وہ آگ ہے چونکہ
 تمہارا غیض و غضب حد بھی جلن کی آگ ہی ہے اس لیے اُس کے بدلے میں وہاں ہی تمہارے
 لیے آگ ہی ہے جس کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن تمام لوگوں سے جو دنیا میں کافرن کر رہے
 کافرن کر رہے جنہوں نے کفر ہی بنایا کفر ہی کیا یا کفر ہی پھیلا یا اسے دنیا میں کفر والو آج تم اُس
 آگ کی سختی کو خفی گزرتی کا تصور بھی نہیں کر سکتے مگر حقیقت یہ ہے کہ **وَمِنْ الْمَصِیْرَةِ** وہ آگ اور
 آگ کی جگہ قیامًا و مُقِیْمًا مَسْکَا نًا و مَسْکِیْنًا، رہائش و سکونت، منزل و عذابِ از حَتًّا و
 ذِلَّتًا ہر اعتبار سے بہت ہی بری ہے بلکہ بری ہی بری ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ تکی فعلِ ماضی
 جہول فرماتے سے دوام و استمرار کا اظہار ہوا اور بتایا گیا کہ کفار کا یہ متشددانہ حال اور غیض و
 غضب کی منکرانہ و نفرت آمیز ناگواری ایک دوبار کی بات نہیں بلکہ جب بھی قاریانِ صحابہ نے
 عشقِ قرآنی و لذتِ ایمانی میں سرشار ہو کر تلاوتِ آیت فرمائی تو ان منہوسوں کو اسی طرح کا غصہ
 چڑھ گیا۔ یہاں لفظ **اِذَا** اثرِ طبعِ استمرار ہے اور ترجمہ ہے جب بھی بیت کا معنی ہے
 بیان اور ظاہر کرنے والی۔ یعنی بغیر کسی کو رعایت صاف صاف ہر چیز بیان فرما دینے

والی آئین، خیال ہے کہ قرآن مجید کی آئینیں پانچ چیزیں کھلی عبارت سے بیان فرماتی ہیں ۱۔ شریعت کے احکام ۲۔ ماننے والوں کا انعام و ثواب ۳۔ منکروں کا انجام و عذاب ۴۔ احقاق حق۔ یعنی حق کو سمجھنے۔ عقلی علمی دلائل و براہین سے بیان کرنا ۵۔ ابطال باطل یعنی باطل اور جھوٹے دینوں عقیدوں اور باتوں کو باطل ثابت کرنا۔ تَعْرِفُ فِی وُجُوہِ، فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی چہرہ آئینہ ہے چہرے والے کے پورے ظاہری باطنی جسم کا، چہرے کی سلوٹوں، مختلف رنگوں اتار چڑھاؤ، نیچے اوپے ہونے سے تقریباً ستھ چیزوں کا اظہار ہوتا ہے اور پہچاننے والے پہچان جاتے ہیں کہ اس شخص کی اس وقت یہ کیفیت ہے ۱۔ غم ۲۔ غصہ ۳۔ غیض ۴۔ باطنی ۵۔ غضب ظاہری ۶۔ بیماری ۷۔ تندرستی ۸۔ درد ۹۔ تکلیف ۱۰۔ محبت ۱۱۔ نفرت ناگواری ۱۲۔ خوشی ۱۳۔ حمد آوری کا ارادہ ۱۴۔ غربت حاجت مندی ۱۵۔ طلب سوال ۱۶۔ تعجب حیرانگی ۱۷۔ انکار و اعتراض ۱۸۔ تسلیم و رقتا، انسانی ارادے دل میں آنے ہیں ان کے منصوبے عقل میں بنتے ہیں اور ان کا نقشہ کیفیت چہرے پر بن جاتا ہے گویا چہرہ آئینہ ہے قلب و عقل کا اور پانچ اعضاء ظاہری کا دیگر مستری ہیں ۱۔ ہاتھ ۲۔ پاؤں ۳۔ کان ۴۔ ناک ۵۔ آنکھیں۔ پس ان آٹھ چیزوں میں ہی انسانوں کو مختار بنایا گیا ہے جیسے چاہو برت لو۔ تَعْرِفُ فرمانے سے بتایا گیا کہ یہ جانتا پتہ لگانا عقلی قوت سے نہیں ہوتا بلکہ اس خداداد قوت معرفت سے ہے جس کا خزانہ ہر فرستادہ انسان کی بصیرت میں ہوتا ہے۔ عزری لغت میں یَسْطُونُ کے ساتھ معنی ہیں ۱۔ حملہ کرنا ۲۔ بَطْشُ یعنی پکڑ کر تار اور قید کرنا ۳۔ أَخْذُ یعنی ہاتھ پکڑنا، مروڑنا ۴۔ ضَرْبُ یعنی مارنا پیٹنا ۵۔ شَمُّ یعنی گالی گلوچہ کرنا ۶۔ قہر۔ یعنی غضب و غصہ ۷۔ قتل یعنی جان سے مار ڈالنا ۸۔ الْمُنْكَرُ کے آٹھ معنی ہیں ۱۔ نفرت کرنا ۲۔ کراہت کرنا ۳۔ ناپسندیدگی ۴۔ انکار کرنا ۵۔ بے رغبتی کرنا ۶۔ ناگواری اور نابرداشت کرنا ۷۔ نقصان دہ سمجھنا ۸۔ جھوٹا سمجھنا۔ یَا أَيُّهَا النَّاسُ صِرْبٌ مِّثْلُ مَا سَتَمْعُومُ لَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ جَمَعُوا لَهُ۔ وَإِنْ يَسْلُبْهُمْ مِمَّا لَذُ بَابٌ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ اصطلاح قرآنی میں جہاں کہیں یَا أَيُّهَا النَّاسُ کا خطاب ہوتا ہے وہاں النَّاسُ سے مراد صرف کفار انسان ہی ہوتے ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ قرآن مجید میں تقریباً اکبیس جگہ یَا أَيُّهَا النَّاسُ کا خطابی لفظ ارشاد ہوا ہے اور ان تمام جگہ کافر انسان ہی سے خطاب ہوا ہے جیسا کہ ان تمام آیت کے سیاق و سباق سے ظاہر و ثابت

ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی کفار کو ہی خطاب فرمایا جا رہا ہے کہ اے کافر مشرک انسانوں بتوں کی کمزوری کے لیے بس پر ایک اور مثل یہ کی گئی ہے۔ اس سے پہلے بھی تمہارے مٹی پتھروں سے تراشنے بتوں کی کئی مثالیں بتائی گئی ہیں لیکن اب فَاَسْمِعُوْا لَہٗ۔ اس مثل کو غور و فکر تدبیر تعقل سے سمجھو کیونکہ تدبیر و عقل سے سننا ہی مقید ہوتا ہے۔ اور یہ مثل اس لیے دی جا رہی ہے کہ کہیں تم کو عقل و سمجھ آئے کہ اے بیوقوفو جن بتوں کی معبودیت پر تمہارے پاس مذہبی، عقلی، علمی کوئی بھی دلیل نہیں اس کے باوجود تم نے اپنے ہی تراشوں خراشوں سے بڑی قوتوں مردوں کی آئیں اُمیدیں لگائی ہوئی ہیں ان کی کمزوری ناکاریوں کی دیگر بے شمار مثالوں کے علاوہ ایک ظاہر ظہور تھرماتی مشاہداتی عقل میں آتی مثل یہ بھی ہے کہ بے شک وہ تمام بُت جو تمہارے ذہن عقیدوں میں بڑی عقل و شعور والے ہیں۔ اسی بدعقیدگی کی بنیاد پر تم ان کو پوجتے پکارتے ہو اُس اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو تمہارا خالق مالک رازق ہے اس کے مقابل و مخالف ان مورتیوں دیوی دیوتاؤں جنوں شیطانوں کو معبود سمجھ رکھا ہے جو ہرگز ایک چھوٹی معمولی حقیر سی مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ تمام دنیا کے جھوٹے بناؤں معبود جمع ہو جائیں، بُت بھی جنوں شیاطین بھی پوجنے والے بھی پوجانے والے بھی پوجتے ہوئے بھی یہ تخلیق ان کے لیے صرف مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ ابلیس و شیاطین کی پرستش اس کی بات اور موسما نما ہے۔ شیطان نفس آمارہ کو اور نفس آمارہ انسان کو کفر و گناہ پر آمادہ کرتا ہے یہ کہنا مان لینا ہی اس کی پوجا ہے، ورنہ وہ تو نظر نہیں آتا نہ اُس کی آواز آتی ہے۔ اے کافر وہ بُت جو تمہارے گھروں، مندروں، دفتروں، کلیساؤں، گرجوں، گر دواروں میں لگے ٹنگے اور بنے ہوئے نوٹ، تصویر، مورتی کی صورت میں جس کو تعظیم دے کر یا عبادت کر کے معبود سمجھ لیا گیا ہے۔ جن کو پھولوں سے سجایا، دودھ سے نہلایا، گلاب سے دھلایا جا رہا ہے خوشبو میں بسایا جا رہا ہے۔ جن کے جسم پر شہدا اور سر پر زعفران ملا جا رہا ہے۔ جن کے سامنے عمدہ کھانے رکھے جا رہے ہیں۔ روزِ ازل سے آج تک مختلف انداز میں کفار فتناء اس طرح کی بیوقوفیاں کر رہے ہیں یہ سمجھ کر کہ یہ بُت شہد و غذا کھا لیں گے مگر یہ بُت تو مکھی سے بھی زیادہ کمزور و بے بس ہیں اتنے کہ اگر ایک حقیر مکھی ان کا تھوڑا سا کھانا جو ان کے سروں جھوں پر لگا ہوا ہے ہا سانسے رکھا ہے اٹھا کر بچلے تو یہ بُت مکھی سے واپس چھین چھڑا نہیں سکتے اور گندی مکھیاں ان کے سروں جھوں پر بیٹھ

کر ان پر اپنی گندگی ڈالتی رہتی ہیں یہ بُت نہ ان کو ہٹا سکیں نہ بھگا سکیں یہ کفار خود بھی یہ سب کچھ دیکھتے ہیں اور سب سمجھتے ہیں مگر دل و دماغ و عقل کے اندر سے بنے ہوئے۔ ضَعْفُ الطَّالِبِ وَالظُّلُومُ سب کمزور و ناکارہ ہیں طالب بھی مطلوب بھی بتوں سے مانگنے والے بھی اور جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بُت بھی، ساجدین کفار بھی مسجودین باطل بھی بد عقیدہ عابدین بھی جھوٹے معبودین بھی بنائے والے بُت ساز بھی بننے والے بت بھی۔ کفار عقل کے ضعیف بُت جسم کے ضعیف کفار عقیدت کے ضعیف بت حقیقت کے ضعیف یعنی کفار کی عقیدت ناکارہ و فضول بتوں کی عزت و عبادت ناکارہ و فضول۔ کفار کی پوجا کرنا بتوں کی پرستش ضعیف نہ کفار بتوں سے کچھ لے سکیں نہ بُت اپنے پیچاریوں کو کچھ دے سکیں، ضَرْبُ کے چار معنی مشہور ہیں ۱۔ مارتا یہی لغوی حقیقی معنی ہے ۲۔ بتا تا ۳۔ مقرر کرتا ۴۔ بیان کرنا یہاں ضَرْبُ مَثَلُ اسی معنی میں ہے قرآن مجید میں یہ چاروں معنی مستعمل ہیں۔ مَثَلُ کے چھ معنی قرآن کریم میں مستعمل ہیں ۱۔ کہاوت ۲۔ مشابہت ۳۔ نظیر یعنی ہم مرتبہ ۴۔ بیان حقیقت ۵۔ ایک چیز کو دوسری چیز کے مطابق کرنا ۶۔ عجیب و غریب بات یہاں لفظ مَثَلُ اسی معنی میں ہے۔ دراصل ہر مقبول اور مضامندی والی چیز اور بات کو مَثَلُ کہہ دیا جاتا ہے جو لوگوں میں جاری ہو پھر یہ لفظ مستعمل و اُدھار لیا گیا ہر عجیب بات اور حیران کن پریشان کن دلیل کے لیے یہاں مَثَلُ سے مراد ہے حیران پریشان کرنے والی انزانی دلیل۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ کی اسی الزامی مَثَلُ و مطالبے نے آج تک تمام کفار کو پریشان و حیران کیا ہوا ہے۔ اس لیے کفار اپنے بتوں کو قوی اور سچا ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کے جھوٹے شہدے اپنے بتوں سے منسوب کرتے پھرتے ہیں مگر بات پھر بھی نہیں بنتی عید پل کھل جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ سعدی نے اپنی کتاب بوستان میں مومناتھ مندر کی چٹم دید اپنی حکایت لکھی تَدْعُونَ دُعَاؤَ سے ہے اس کے تین معنی کئے جاتے ہیں ۱۔ بلانا دعوت دینا یہ اس کا لغوی حقیقی معنی ہے ۲۔ دعا مانگنا ۳۔ عبادت کرنا۔ یہ دونوں اصطلاحی شرعی معنی ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اکثر ان ہی دو معنی میں استعمال کیا گیا ہے دُباب کی تحقیق میں مفسرین فرماتے ہیں کہ دُباب کا لغوی معنی مکھی ہے۔ لہذا لغت پھر شہد کی مکھی۔ تَنْبِیْا بِرِیَاسِی، دُیْھو، بھونڈا اور ہرزہ بازی مکھی کو بھی دُباب کہہ دیا جاتا ہے۔ اصطلاحاً گندگی والی عام مکھی کو دُباب کہتے ہیں جس میں ڈنگ نہیں ہوتا یہاں یہی مراد ہے دُیْ کا لغوی معنی ہے گھٹونی ہونے یا خوف کی وجہ

سے مکھی چھر کو اڑانا، بھگانا، نفرت دلانا۔ اس کی بھنبھناھٹ کر عربی میں دُوبئی کہتے ہیں، اور
 چھر کی آواز کو طَعْنٌ کہتے ہیں یہ اولاً گندگی سے قدرتی پیدا ہوتی ہے، پھر زرمادہ کے ملاپ
 سے انڈے اور انڈوں سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نو انڈے سیتی ہے۔ اس کی
 طبعی عمر چالیس دن ہوتی ہے چالیسویں دن بڑھاپے سے مر جاتی ہے چالیسواں یا اکتالیسواں
 اس کا آخری دن ہوتا ہے۔ ایک ماہ تک انڈے دیتی ہے۔ اس کی بیٹ یعنی قُصْلے کا رنگ
 دو طرح کا ہوتا ہے اگر سفید جگہ بیٹ کرے تو کالی ہوتی ہے اور اگر اور کسی جگہ اور کسی اور جگہ
 پر بیٹ کرے تو سفید ہوتی ہے۔ ذباب واحد ہے جنسی نام ہے لہذا مذکر مؤنث دونوں
 کے لیے ہے بعض اہل لغت نے کہا کہ ذَبَابٌ صرف مذکر کے لیے ہے اس کا مؤنث ذَبَابٌ
 ہے۔ اس کی آنکھوں پر لپکیں نہیں ہوتیں بلکہوں سے آنکھوں کو صاف کیا جاتا ہے مگر گھبراہٹ
 کو اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں اور پٹیلیاں صاف کرتی پڑتی ہیں اس لیے بار بار اپنی آنکھیں
 کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتی نظر آتی ہے۔ لفظ ذباب واحد ہے اس کی جمع کے لیے
 کتب لغت میں پانچ الفاظ ملتے ہیں ایک جمع قِلَّت کے لیے اذْبَاقٌ جمع قِلَّتِ تین سے
 نو تک کی تعداد کے لیے ہوتا ہے۔ جمع کثرت کے لیے پانچ لفظ مشہور ہیں اذْبَانٌ وروزن
 غَرَابٌ و ذَبْيَانٌ وروزن غَرَبَانٌ و ذَبْيَانٌ وروزن قُصْبَانٌ و ذَبْكٌ و ذَبْكٌ۔ کھجور
 سے زیادہ کمزور بتوں کو سہارا بنانے والے طالب بھی کمزور اور سہارا بننے والے بت و طالب
 بھی کمزور، کیونکہ بتوں کو سہارا بنانا زری حماقت ہی ہے۔ سہارا تو اس کو بنانا چاہیے جو
 سہارا بننے کے قابل طاقت والا بھی ہو جو بت کھجور کے سامنے بے بس ہیں اس لیے کہ سہارا
 بننے والے حماقت کے کمزور اور سہارا دینے والے جسامت کے کمزور نہ یہ بت کسی کو
 قوت، طاقت، نصرت، سلطنت و مرتبہ دے سکیں نہ کوئی اُن سے بڑے کے مگر کھجور
 یہ بات نہیں سمجھتے۔ ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ بَیِّنَات کے معنی یہ
 تین قول و بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے احکام شریعت بیان کرنے والی آیتیں، اور
 احکام و قوانین کفار کو ناپسندیدہ و ناگوار تھے۔ بعض نے کہا کہ بَیِّنَات کا معنی ہے اسلام
 کی حقانیت پر علمی عقلی سعی و دلائل اور مضبوط برهان و غالب حجت بیان کرنی والی آیتیں
 کفار کو یہ بھی پسند نہ تھا کیونکہ جھوٹے دین کی دلیل و ثبوت نہیں ہوتے اس لیے جھوٹے
 انسان کو یہ بھی پسند اور گوارہ نہیں ہوتا کہ سچے دین کے دلائل اس کو سنائے جائیں۔

۲۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے اِحقاقِ حق اور ابطالِ باطل کرنے والی آیتیں۔ کفار کو یہ پسند نہ تھا کہ کوئی اُن کے دین کو باطل کہے اور دلائل سے ثابت کرے اس لیے کفار کو قرآن مجید کی ایسی آیتیں سنا گوارا نہ تھیں جن میں اُن کے بتوں کی کمزوریاں ظاہر کی جاتی تھیں۔ تینوں قول درست ہیں، کیونکہ کفار کو پورا قرآن مجید ہی ناپسند تھا اسی لیے حدودِ جلاپے میں منکر تھے۔ **بَيِّنَات** کی قرئت میں دو قول۔ بعض نے **بَيِّنَات** پڑھا ہے یہ قرئت ہی مشہور و مکتوب ہے۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ حال ہے اِثْنًا کا ۲۔ ایک قرئت میں **بَيِّنَات** ہے بحالتِ رفع کیونکہ صفت ہے اِثْنًا کی مگر یہ قرئت شاذ ہے۔ **تَعْرِفُ** کی قرئت میں دو قول۔ ایک قرئت میں **تَعْرِفُ** ہے فعل مضارع معروف مثبت واحد مذکر حاضر یہی قرئت مشہور و مکتوب ہے ۲۔ دوسری قرئت میں **يُعْرِفُ** ہے فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب میں یہ قرئت شاذ ہے۔ **النَّارُ** کی قرئت میں تین قول ہیں ۱۔ مشہور و مکتوب قرئت **النَّارُ** ہے بحالتِ رفع پوشیدہ مبتدا کی خبر دراصل ہے **هُوَ النَّارُ** ۲۔ دوسری قرئت میں **النَّارُ** ہے بحالتِ نصب **النَّارُ** کا مفعول یہ دوم ہے ۳۔ **النَّارُ** بحالتِ جر بشر کا بدل کُل ہے مگر یہ دوسری و تیسری قرئت شاذ ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ** کے معنی میں دو قول۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اے کفار و مشرکین یہی قول درست ہے کیونکہ اصطلاحِ قرآن کے مطابق ہے نیز اگلی عبارت میں **الَّذِينَ تَدْعُونَ** ہے جس میں کفار کی ہی خطاب ہے تو یہ خطاب بھی عام نہیں ہو سکتا ۲۔ بعض نے کہا یہ خطاب تمام مکلفین کو ہے مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ آیت کے سیاق و سباق کے بھی خلاف ہے اور اصطلاحِ قرآنی کے بھی خلاف۔ **فَاذْكُرُوا لَهُ** سب کو حکم کی وجہ میں تین قول۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے اس مثل کو تدریس و تفکر کے لیے سنو ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے عبرت کے لیے سنو سمجھداری حاصل کرنے کی حافیت چھوڑنے کے لیے کیونکہ ایسا سنا ہی مفید ہوتا ہے یہ خطاب رب تعالیٰ کی طرف سے ہے ۲۔ بعض نے کہا یہ قول **قُلْ** کے تحت ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیبِ مکرم آپ ان کفار کو چار باتیں سمجھا دو سنا دو شاید آپ کی بات کا اثر قبول کر لیں اور بندے بن جائیں ورنہ آپ کو تو ثواب مل ہی جائے گا پہلی بات شرِ عظیم دوم نارِ سوم مثل چہارم **فَاذْكُرُوا لَهُ** کا بیان

بتوں کو اپنا معبود سمجھتے ہیں اور معبود کی ایک قوت خالق ہونا ہے تو یہ کافر اپنے بتوں سے صرف ایک کھی پیدا کر دینے کا مطالبہ کریں۔ بعض نے کہا کہ سطلویہ چیز کھس سے کھانا واپس چھینتا ہے بلکہ پہلے ہی نہ لینے دیتا اور کھی کو مار بھگانا ہے۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ ان آیت نے مسلمانوں کو یہ سبق سمجھایا کہ صرف مکے کے کافر ہی تلاوتِ قرآن سن کر چہرے پر نفرت و کراہت کے منکر نشانات نہ ڈالتے تھے بلکہ یہ تو قیامت تک ہر باطل جھوٹے فسدی فاسق فاجر گمراہ و بد عقیدہ شخص و قوم کی حالت ہے کہ ہر حق بات ایمانی دلیل اپنی مرضی اور اپنے عقیدے کے خلاف سنا برداشت نہیں کرتا اگرچہ وہ حق و صداقت کی بات و دلیل رب تعالیٰ کا کلام ہو یا رسول اللہ کی حدیث مقدسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور ہر بد عقیدہ کینیفست منکر کے ساتھ ساتھ کئی بار انتہائی جلن کے بغض و غضب میں اگر کُیْطُونِ بِالْذِّیْنِ کا اقدامی مظاہرہ بھی کر دیتے ہیں جیسے کہ رائے وند کے دیوبندی و ہابیوں نے ۱۹۷۷ء نومبر کے رائے وند کی سالانہ اجتماع میں ایک کئی مسلمان محمد اقبال کو مار مار کر قتل اور دوسرے کئی مسلمان محمد خان کو مار مار کر اور الٹا لٹکا کر زخمی کر ڈالا صرف اس لیے اجتماع سے اٹھایا اور علیحدہ لے جا کر پٹا گیا کہ محمد اقبال نے جلسے میں نعرہ رسالت یا رسول اللہ کہہ دیا تھا جس کی تفصیل تقریباً تمام اخبارات میں اُس وقت چھپی تھی۔ بحوالہ روزنامہ حیات لاہور پیر ۲۱ نومبر ۱۹۷۷ء ۹/ ذی الحج اور جمعرات ۲ نومبر ۱۹۷۷ء ۱۲/ ذی الحج ۱۳۹۷ھ) راولپنڈی اور لاہور سے بیک وقت شائع ہونے والا اردو روزنامہ اخبار۔ صدر ضیاء الحق کا دور تھا اسی طرح حافظ ندیر احمد تائینا سنا تے ہیں کہ ایک وہابی مسجد میں ایک وہابی تے میرا انگوٹھا صرف اس لیے توڑ مروڑ دیا کہ میں نے اذان سن کر انگوٹھے جوڑے تھے مولانا اکرم رضوی خطیب کامونکی کو صرف اس لیے قتل و شہید کر دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یا رسول اللہ اور نور و حاضر و ناظر کہتے اور قرآن مجید سے دلائل پیش کرتے تھے۔ وہابیت کے شروع دور میں ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے ساتھیوں نے کیا کچھ ظلم نہ ڈھائے جن کی فہرست طویل ہے۔ یہ سب فائدہ اور سبق۔ تَعْرِیْفُ رِیْضِی وَجُوْہِ الدِّیْنِ کَفْرُ وَاہِ اور کُیْطُونِ بِالْذِّیْنِ (الحج) سے حاصل ہوا یعنی باطل لوگ تا قیامت اب کرتے رہیں گے۔ دوسرا فائدہ ان آیت نے مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑی اور اہم چیز ہے آگاہ کیا تاکہ مسلمان قیامت تک ہر دور

میں خبردار رہی وہ یہ کہ کفار کی ہر بات ہر ارادہ ہر مشورہ ہر حالت و کیفیت تمام مسلمانوں کے لیے بھی شر ہے بلکہ خود ان کے لیے بھی شر ہے، مسلمانوں کے لیے تو صرف دنیا میں شر ہے لیکن خود کفار کے لیے دنیا میں بھی آخرت میں بھی یہاں تک کہ کفار کی سیاست بن لوٹ گاؤٹ بھی مسلمانوں کے لیے شری شر ہے۔ یہ فائدہ۔ آفًا بِكُمْ بِشْرًا لَمْ کے فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ کفار کی منکرانہ کیفیت اور یُکَاذِبُونَ کی حالت ارادی و غیض و غضب کو مثل آگ شر فرمایا گیا اور جہنم کی آگ کو بڑا شر۔ یعنی یہ دنیوی کیفیت بھی شر ہے اگرچہ چھوٹا شر ہے اور وہ جہنم کی آگ بھی شر ہے جو اس سے بڑا ہے شر کی تین تعظیمی ہے۔ یہ کیفیت کفار خود کفار کے لیے تین طرح شر ہے۔ اَصْلًا اس لیے کہ دنیوی شر فروی شر کا باعث و سبب بن گیا، دوم اس لیے کہ کیفیت غیض و غضب نے مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑا خود کفار ہی حد صلیں سے مکروہ شکلیں بنا کر گھٹ گھٹ کر جلتے مرتے رہے، مسلمان پھر بھی ہزار ہا خوشیوں مسرتوں کے ساتھ نعمتیں حمدیں، تلاوتیں کرتے ہی رہے محفل میلاد و معراج مناتے جلوس نکاتے ہی رہے۔ سوم اس لیے کہ کفار اپنی ان حاسدانہ حرکتوں کی بنا پر بندہ قرآن مجید تا قیامت جہانوں میں رُخا اور ذلیل ہو گئے کہ سب انیوالی قوموں کو پتہ لگ گیا کہ کفار مکہ کیسے حاسد و ملعون تھے حاسد اور منکر کبھی کے مرکب گئے مگر ان کا برا اور باعثِ لعنت تذکرہ آج بھی مذکور و موجود ہے۔ تیسرا فائدہ کسی چیز یا کسی شخص کو معبود سمجھ کر صرف بلانا پکارنا یا اُس سے کچھ مانگنا بھی شرک و کفر ہے اسی طرح جن چیزوں کو کفار معبود سمجھتے ہیں ان کو عزت سے بلانا پکارنا ان کو نہلانا دھلانا بھی شرک و کفر ہے مثلاً پیل کا درخت، اور گائے جانور یا کسی انسان کی فوٹو اس کو ہندو منترک اپنا معبود سمجھتے ہیں تو اگر کسی مسلمان نے پیل کے تنے کو دھلا یا کسی بھی غرض اور مقصد سے یا اس پر ہار پھول لگائے سجائے تو وہ شخص گناہگار ہو گا اور یہ کام کفار کو خوش کرنے کے لیے تعظیم کیا تو وہ مسلمان کا قمر ہو جائے گا۔ ایسے ہندو کی گائے کو خوشنودی میں تعظیم پیار کیا یا سجا یا سنوارا یا گائے کی عزت کے لیے اُس پر ہاتھ رکھتا ہے تو بھی ایسا کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ فوٹو تصویر بنوانا اور اس کو گھر میں سجانا بھی مسلمانوں کے لیے اسی وجہ سے حرام ہے کہ یہ بھی تعظیم بنانا ہے۔ یہ فائدہ ان الذین تَدْعُونَ کی دراز عبارت فرمانے سے حاصل ہوا صرف تَعْبُدُونَ نہ فرمایا گیا تَدْعُونَ کا اصل نفوی معنی سے تم بیکارتے ہو۔ یعنی تمہارا در سب جھوٹے معبودوں کو فقط پکارنا بھی شرک

و کفر ہے جیسے عند و کالی ماکو پکارتے ہیں۔۔۔ ہے کالی ماکو وغیرہ وغیرہ صرف سجدہ ریزی ہی عبادت نہیں ہر تعظیم عبادت ہے اس میں بڑی احتیاط چاہیے اسی لیے منقول شرعی کی اصطلاح میں تَدْعُوْنَ کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ تم عبادت کرتے ہو تَدْعُوْنَ کو تَعْبُدُوْنَ شمار کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں شرک ہوتے ہیں ہم مثل ہیں۔ اسی احتیاط کی بنا پر بعض اولیاء خواص جنہوں نے توکل علی اللہ کا میثاق کیا ہوتا ہے اپنی مصیبتوں، بیماریوں میں حاکم و حکیم کو بھی نہیں پکارتے نہ اُن سے دار و دوا مانگتے ہیں یہ اُن کے انتہائی احتیاطی تقویٰ ہے کہ کہیں یہ طلب بھی تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللہ کے شمار و غتاب میں نہ آجائے اللہ اکبر کبیرہ، اگرچہ یہ فتویٰ نہیں صرف ذاتی احتیاط و تقویٰ ہے۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ قانون شریعت میں عبادت کی نوعیتیں ہیں۔ اسجدہ کرتا ۲ دعا مانگنا ۳ منت ماننا ۴ قنم کہنا ۵ قربانی دینا ۶ روزہ رکھنا ۷ طواف کرنا ۸ اعتکاف بیٹھنا ۹ اللہ اور معبود سمجھ کر حکم ماننا اور پکارتا مانگنا۔ جیسے نماز کو۴ حج ورد و لبقہ اور تعظیم کرنا۔ یہ سب کام عبادت اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی انسان یا بت مورتی یا قبر کے لیے کرنا کفر و شرک ہے۔ یہ مسئلہ ان الذین تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللہ (۱۶) سے مستنبط ہوا۔ تَدْعُوْنَ میں ہر وہ کام شامل ہے جو کفار اپنے بتوں کے لیے کرتے ہیں۔ بعض جاہل گمراہ پیر قبر کا طواف کرتے اور مریدوں سے کرواتے ہیں۔ اور بعض موقعہ جادو توڑنے کے لیے کالی ماکو کے نام پر قربانی چڑھاتے اور جادو والے مریض کی طرف سے کرواتے دلاتے ہیں اس کفر یہ عمل سے پیر بھی کافر ہو جائے گا اور طواف و قربانی کرنے والا مرید و مریض بھی اسی طرح بعض جہلامرید اپنے پیر کے نام کا روزہ رکھتے ہیں یہ بالکل ایسا ہی کفر ہے جیسے عند و لوگ بتوں کے لیے روزہ رکھتے ہیں مسلمان کا روزہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے بخیر رب تعالیٰ کسی کے لیے روزہ جائز نہیں، یونہی اعتکاف بیٹھنا، قنم کھانا بھی صرف اللہ کے لیے ہی ہوتی ہے حدیث پاک میں غیر اللہ کی قنم کو شرک فرمایا گیا کیوں کہ انسان کا کسی کی قنم کھانا بھی عبادت ہے۔ ایک گمراہ فرقتے نے سجدے کی دو قسمیں کر دیں ۱۔ سجدہ عبادت ۲۔ سجدہ تعظیمی اور کہتے ہیں کہ سجدہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور سجدہ تعظیمی سب کے لیے جائز ہے اُن خبیثا کا یہ قول و تقسیم بالکل غلط ہے یہ تقسیم نہ قرآن مجید سے ثابت نہ حدیث پاک

سے سجدہ تعظیمی کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ہے، سجدہ آدم اور سجدہ یوسفی بھی تعظیمی نہ تھا ورنہ بار بار ہونا بلکہ سجدہ آدم ملائکہ کی توبہ اور غیبت آدم علیہ السلام کا کفارہ و معافی کے لیے تھا اور سجدہ یوسف تعبیر خواب کے لیے تھا کیونکہ نبی کی خواب وحی الہی ہوتی ہے۔ اس پر عمل واجب ہے، دوسرا مسئلہ شریعت اسلام میں جھوٹے معبودین کی عبادت بھی کفر تعظیم بھی کفر شرک و حرام ہے فرق یہ ہے کہ عبادت کرنا کا قربنا دیتا ہے لیکن فقط تعظیم کرنا فاسق یا گمراہ بنا دیتا ہے یہ مسئلہ تَذَعُّونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَمَاذَا كُفَّارُکَ اَعْمَالِ ذکر فرمانے سے مستنبط ہوا کسی کو معبود سمجھ کر جس طرح بھی اُس کی عزت افزائی کی جائے وہ کفر ہے پوجکر یا پکار کر یا مانگ کر اسی قانون سے، دعا، سوال، طلب و طیفے اور تلاوت کا فرق معلوم ہوا، دعا عبادت بلکہ عبادت کا مغربہ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ اَلْدُّعَاءُ كُنْجُ الْعِبَادَاتِ دعا عبادت کا مغربہ ہے اس لیے بحر اللہ تعالیٰ کسی سے دعا مانگنی جائز نہیں۔ دعا کا طریقہ حدیث پاک میں مقرر ہے کہ با وضو عاجزی و خشوع خضوع سے بیٹے تک دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر ہتھیلیاں جوڑ کر کسی بھی زبان میں اللہ تعالیٰ سے مانگنا دعا ہے دعا کا قبلہ آسمان ہے بندے کا منہ خواہ کسی طرف ہو دونوں ہاتھ کی ہتھیلی آسمان کی طرف ہونا شرط لازمی ہے مگر کسی قبر یا کسی بیٹھے انسان کے سامنے اسی انداز میں رب سے دعا مانگنا بھی ممنوع ہے کیونکہ شبہ پڑتا ہے کہ یہ قبر یا بیٹھے انسان سے مانگ رہا ہے تاکہ غلط شبہ نہ پڑے بیان تک کہ روضہ اقدس کے پاس مواجہ شریف کے سامنے بھی اس طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی درست نہیں اگرچہ رب تعالیٰ سے ہی مانگ رہا ہو تاکہ غلط شبہ نہ پڑے۔ سوال یہ ہے کہ بغیر دونوں ہاتھ اٹھائے مانگا جائے یہ سب سے جائز ہے کیونکہ دعا عبادت ہے سوال عبادت نہیں سوال کرنا ایک ہاتھ اٹھا کر پھیلا کر بھی جائز ہاتھ باندھ کر ہاتھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے بھی انبیاء علیہم السلام سے بھی اولیاء اللہ سے بھی حیات ظاہری میں بھی بعد وفات بھی، جو دعائیں و سوالیہ کلمات قرآن مجید اور احادیث مقدسات میں مذکور ہیں۔ اگر وہ تعداد مقررہ وقت مقررہ اور طریقہ فرمودہ و مکتوبہ کے مطابق پڑھا جائے تو اس کو وظیفہ کہا جاتا ہے اور جن آیت میں دعائیں الفاظ ہیں اگر وہ قرآن مجید کے ساتھ یا نماز میں پڑھیں تو ان کو تلاوت کہا جاتا ہے طلب عام ہے ہر قسم کے مانگنے کو اس کی سات قسمیں ہیں ۱۔ طلب بطریقہ دعا ۲۔ طلب بطریقہ سوال ۳۔ طلب بطریقہ بھیک و گدا ۴۔ طلب بطریقہ انعام ۵۔ طلب بطریقہ التجار ۶۔ طلب بطریقہ استحقاق ۷۔ طلب بطریقہ استغناء بتوں اور جھوٹے معبودوں

سے نہ دعا جائز نہ سوال نہ وظیفہ نہ تلاوت نہ التجانہ استحقاق، اہل البتہ بتوں کی عاجزی کمزوری بے بسی دیکھنے دکھانے کے لیے ان سے طلب استعزا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت قلیل اللہ نے نمرود کے بت خانے میں جا کر بتوں سے کھاتے اور بوسنے کا مطالبہ کیا نہ بسے تو ٹوڑ دیا۔ یا جیسے یہاں کُنْ یَحْکُمُوا اور لَا یَسْتَنْفِذُوہُ میں اشارۃً وکلاً لہٰ مطالبہ بھی ہے یہ عجز دکھانے کے لیے ہی ہے

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا وَ اِذَا تَلَّیْ

اعترافات

عَلِیْہِمْ۔ حَمْدٌ ضَمِیر غائب کے ساتھ پھر فرمایا گیا۔ تَعْرِفُ فِیْ وَجْہِہٖ۔ لَذِیْنَ کَفَرُوْا۔ جب کہ یہاں بھی مراد وہی لوگ ہیں جن کے سامنے آیت تلاوت کی جاتی ہیں تو چاہیے تھا کہ فرمایا جاتا۔ تَعْرِفُ فِیْ وَجْہِہٖ حَمْدٌ۔ ضَمِیر کو چھوڑ کر اتنی لمبی عبارت کیوں ارشاد ہوئی؟ جواب دو وجہ سے اتنی دراز عبارت ارشاد فرمائی گئی۔ پہلی وجہ یہ کہ عَلِیْہِمْ کی ضمیر کا تعلق کرایا گیا کہ تَلَّیْ عَلِیْہِمْ کون ہیں جن پر آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ یہاں ان کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے یہ بھی بتا دیا کہ وہ کھلے کافر لوگ ہیں، دوسری وجہ یہ کہ کفار کی شدت نفرت سے کثرت انکار، انتہائی جہالت اور ارادہ شرط ظاہر کرتے کے لیے دراز کلام ارشاد فرمایا۔ (از تفسیر منطہری و بیضاوی) دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ لَّہُمْ مِّثْلٌ۔ یہاں دوسرا سوال ہے۔ پہلا یہ کہ ضَرْبٌ فعل ماضی ہے جو سابقہ چیز کو بیان کرتا ہے حالانکہ پہلے تو کوئی شے بیان نہیں ہوئی تھی تو آگے بیان کی جا رہی ہے تو فعل ماضی کیوں ارشاد ہوا۔ بَضْرِبٌ فرمانا چاہئے تھا۔ دوسرا سوال یہ کہ جو چیز آگے بیان فرمائی گئی وہ مَثَل نہیں تھی تو کہاوت یا مشابہت کو کہا جاتا ہے حالانکہ یہاں بتوں کی سزا دو کمزوریاں بیان کی گئیں جو چیلنج یا مطالبہ تو ہو سکتا ہے مگر اُس کو مَثَل اور کہاوت و مشابہت نہیں کہا جاسکتا۔ جواب پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے اے کافر لوگو جو مَثَل آگے بیان کی جا رہی ہے وہ اتنی عام فہم اور آسان ہے کہ ہر انسان پہلے ہی بتوں کی کمزوری کو جانتا سمجھتا ہے گو باہر شعور انسانی کو پہلے ہی یہ مَثَل بیان کر دی گئی ہے اور ہر باشعور کے ذہن و عقل میں ڈال دی گئی ہے۔ اے کافر اگر تمہاری عقل میں یہ مَثَل پہلے نہیں آئی۔ کَا تَسْمَعُوْا لَہٗ۔ تو اب اس کو سنو اور عقل سے کام لو۔ یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے بھی ایسی مثالیں قرآن مجید میں کہی بار کئی طرح بیان کر دی گئی ہیں اب پھر سُنو اُس کو۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کو مَثَل اس لیے کہا گیا ہے کہ مَثَل کا حقیقی لغوی معنی ہے۔ عجیب و غریب حیران کن پریشان کن بات تو چونکہ

رب تعالیٰ کی اس بیان کردہ بات نے بتوں کی اس کمزوری کو ظاہر کر کے کفار کو تاقیامت حیران پریشان لا جواب کر دیا۔ اس وجہ سے اس کو مثل فرمایا گیا، اور اس سے بتوں کی کمزوری بتانے کے ساتھ ساتھ کفار کی پریشانی لا جوابی بھی ظاہر کر دی گئی۔ تیسرا اعتراض یہاں پر صرف مکھی کے پیدا کرنے کا ذکر کیوں فرمایا گیا حالانکہ بُت اور تمام جھوٹے بناوٹی معبود بلکہ کوئی بھی جن فرشتہ انسان کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا نہ چھوٹی نہ بڑی نہ ہاتھی نہ چھوٹی نہ جمادات نہ نباتات گھاس کا تشکا تک پیدا نہیں کر سکتا جو مکھی سے بھی زیادہ مختصر و کمتر ہے کہ تشکے میں تو روح بھی نہیں ڈالنی پڑتی، تو چاہیے تھا کہ بتوں کی عاجزی ظاہر کرنے کے لیے گھاس کا ایک تشکا پیدا کرنے کا ذکر فرمایا جاتا نہ کہ مکھی کا۔ جواب: تین وجہ سے یہاں مکھی کا ذکر کیا گیا اور تخلیق ذباب کی نفی تاکید بیان فرمائی گئی۔ پہلی وجہ یہ کہ مکھی ہر طرح مکمل مخلوق ہونے کے باوجود بہت چھوٹی بہت مختصر ہے اور اس میں تو خصلتیں اور کیفیات ایسی کمزوری کی ہیں جو دوسری کسی جاندار میں نہیں۔ صغیر الجسم ۲ ضعیف الاعضاء ۳ حقیر الذات ۴ خیس الصفات ۵ آخر من یعنی سب سے زیادہ حریص ۶ اولاً گذرگی سے پیدا پھر ولادت سے پیدا ۷ اجہل یعنی سب سے زیادہ جاہل کہ کھانے پر اس طرح گرتی ہے کہ ہلاک ہو جاتی ہے اپنی ہلاکت کو نہیں جانتی ۸ اضعف یعنی بہت ڈرپوس اتنی کہ کسی جانور کو شکار نہیں کر سکتی بلکہ اپنے برابر کی مکڑی سے شکار ہو جاتی ہے ۹ احمق یعنی سب سے زیادہ بیوقوف مکھی کی مثل بیان فرما کر یہ بتایا گیا کہ کفار نے بتوں کو الہ بنایا جو مکھی جیسی کمزور مخلوق کے سامنے بھی بے بس ہیں نہ اس کو بنا سکتے ہیں نہ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ حالانکہ الہیت معبودیت کائنات کی سب سے بڑی طاقت ہے، دوسری وجہ یہ کہ یہاں دو مثل بیان فرمائیں گئی ۱۰ باطنی یعنی پیدا کرنا جس کو کوئی شخص دیکھتا نہیں ہے یہ باطنی مثل تمام جھوٹے معبودوں کی عاجزی بے بسی بتانے کے لیے بیان کی گئی دوم ظاہری مثل جس کو ہر کا قریب پرست اپنی آنکھوں سے روز دیکھتا ہے کہ ایک معمولی مکھی بتوں سے ان کا کھانا پھین کرے جا رہی ہے اور بتوں پر بیٹھتی ہے ان پر بیٹھ کر رہی ہے اور وہ بُت کچھ نہیں کر سکتے نہ اڑا سکیں نہ بھکا سکیں، چونکہ دوسری مثل ظاہری میں وہ کافر مکھی کو ہی اب کرتے دیکھتے ہیں اس لیے پہلی مثل باطنی میں بھی مکھی پیدا کرنے کا ہی ذکر کیا گیا اور لن یخلقوا فعل نفی بلن کی تاکید نے یہ بتایا کہ وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اس نفی میں بڑے جانوروں کی نفی خود بخود ہو گئی یعنی جب اتنا

مختصر سا جانور نہیں بنا سکتے تو بڑے جانور کس طرح پیدا کر سکتے ہیں گھاس کا تشکا اگرچہ کھتی سے زیادہ مختصر ہے مگر اس میں اعضا و روح نہیں مالا لکھ اللہ وہ ہو سکتا ہے جو ہر جان سے جان بڑی چھوٹی بلکہ آسمان وزمین بھی بنا سکے، تیسری وجہ یہ کہ کفار کی کچھ خصلتیں کھتی جیسی ہیں، مثلاً، حماقت، جہالت لالچ، خاست، حقارت اس لیے کفار کے لیے ان کی ہم خصلت کھتی کی سب سے مثل بیان کرنا مناسب ہے۔ کفار عرب کا تعظیم بتاؤں کا طریقہ یہ تھا کہ ہفتہ میں ایک بار اپنے بتوں کے سر پر زعفران ملتے جسم پر شہد لگاتے، سائے کھانا رکھتے اور کوڑا بند کر کے چلے جاتے رکواڑوں کے سوراخوں سے مکعباں آجاتیں اور ہفتے بھر تک وہ شہد اور کھانا کھاتی رہتی ہفتے بعد جب کفار آتے تو دیکھتے کہ کچھ کھانا بھی کم ہے اور جگہ جگہ سے شہد بھی ختم، تو مشہور کر دیتے کہ بتوں نے خود کھایا ہے مالا لکھ اصلیت کو جانتے تھے آج کل حندو کافر بھی اپنے بتوں کو دودھ سے نہلاتے گلاب سے دھلاتے اور ہار پھول ڈالتے ہیں یہ سب وہی پرانی حماقتیں ہیں۔ آج کل کچھ مسلمان بھی تولیوں کو ہار پہنانے لگ گئے ہیں یہ بھی کافرانہ رسم اور فوٹو پرستی ہے۔

تفسیر صوفیانہ اَلْمُتَكُذِّبُ كَا كُذُّونَ يَسْطُورُونَ بِاَلَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ اٰیٰتِنَا قُلْ اَفَاَنْتُمْ بِشِرْكُمۡۤ اِلٰهَکُمۡۚ اَلَا تَعْلَمُوۡا وَعَدَہَا اللّٰہُۙ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَبَشِّرِ الْمُصِیۡرُ۔ اور جب آیت معرفت بارگاہ قدس سے جو قلب مشاہد پر نازل ہونے والی ہیں اہل دنیا کو سنائی جاتی ہیں تو توڑاے خلوہ مکاشفہ میں جلوہ آشکار کا مشاہدہ کرتے و اے صاحب خزانہ عرفان کمال معرفت سے پہچان سے گا کفران انوار اور ان کا اہرار کرنے و اے نگاری کے ملنے عیاری سے ملوث چہروں میں نفرت الحاد و کراہیت زندیقی حق کی ناپسندیدگی اصلاح کی بے رغبتی کے نشانات تحقیق کو اور ہمیشہ ایسی ہی شدید حالت و ذلیل کیفیت ہوتی ہے فساد و بدکار طبیعتوں کی نزول حق اور سماعت احکام کے وقت گویا حملہ دلالت کر ڈالیں گے اُن صالحین فطرت عالمین عبرت کا ملین بصیرت تالیفین آیت پر جو ہماری نشانیوں کو ظاہر اور بیان کر نیوالے ہیں، اے محبوب لم یزل فرماتے اہل حق سے نافرین اور اہل درد سے غافلین کو اور اہل صفا سے کراہت کرنے والوں کو کہ کیا میں تم کو تمہارے پھیلے ہوئے شر جسمانی ظاہری سے بڑے شر باطنی کی خبر نہ سناؤں جو تمہاری روحوں کو فنا کی ذلت میں ڈال دے، وہ فراق تار ہے دوری محرومی کی آگ ذلت

دخواری کی پیش ہے۔ اسی نارِ ابدی کا ریتِ قہار نے وعدہ وعید فرمایا ہے اُن کا قرینِ انعام
 ناسفینِ اعمال سے جو غافلینِ بشریت ہوئے۔ عالمِ ناموت میں سب سے زیادہ برا اور بد بختی
 کا ٹھکانہ یہی ہے کیونکہ اہل اللہ سے نفرت سب سے بڑی بد نصیبی ہے لہذا اس کی سزا نارِ فراق
 ہی ہے اور اُس انکار سے بڑا شر ہے جو منکرین کے دلوں میں ہے۔ اے بندو عاقل اگر تو منزل
 قُربِ حقیقی کا طالب ہے تو بچارہ ہر اُس چیز سے جو شرک و انکار کے شرک کی طرف لے جائے
 اور ساتھ رہو تو جد و اقرار والوں کے اور قبول کرو خالقِ اُمرا کو محبت کرو ولایتِ انوار والی
 سے اور بغض رکھو گمراہی کے شر والوں سے، اے مسافرِ راہ سلوک تو زاہد مکر و برہنہ چاہتا
 ہے مگر اپنے نفس کے لیے راحت کا طالب ہے قُربِ الہی چاہتا ہے پھر بھی اپنے لیے
 طالبِ عزت ہے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے دشمن سے دشمنی اور اولیاء اللہ سے محبت کی
 کی ہے یا درکھ منزلیں دو ہیں ایک منزلِ نارِ حرمان یہ کفرانِ والوں کے لیے ہے دوسری منزل
 فیضانِ یہ توحید کی تصدیق و اقرار والوں کے لیے ہے۔ تصدیق و اقرار تمام نعمتوں سے
 افضل ہیں کیونکہ بندہ اسی کے سبب سے سعادتِ ابدیہ تک پہنچتا ہے۔ اسی تصدیق
 عقلی محبتِ قلبی عقیدہ عملی ذکرِ فکری شعورِ حسی علم ضمیری
 فراستِ ایمانی مکالمہ باطنی و اقرار کا نام کلمہ شہادت ہے
 کل قیامت میں اسی کلمہ شہادت سب سے زیادہ وزن ہوگا جس کے دل میں توحید کی
 تصدیق راسخ ہو گئی وہ ذکر اللہ کی لذت کو پا گیا جس نے لذت پائی اس کو طاقت ملی جس
 نے طاقت پائی وہ ہی صالح ہوا لیکن نارِ عیسٰی تمصیر ہے کہ اُس میں کوئی خیر و بھلائی نہیں
 یا اللہ تو ہمیں نارِ بعد سے بچا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌۭۭ۟ۤ اَفَا سَمِعُوۡا لَهٗ اِنَّ الَّذِيۡنَ
 تَدْعُوۡنَ مِنْ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنْ يَخۡذُقُوۡا ذٰلِكَۚ بَاۡۤءٌ وَّلَیۡمٌۭۭ۟ۤ اَفَا جَمَعُوۡا لَهٗۤ اِنْ يَّسۡۡئَلُہُمُ
 ۱ لَذَّ بَابٍ شَيْۡۡءٌۭ لَا یَسۡتَنۡقِذُوۡہٗۤ اَمَّتہٗ ضَعُفُ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوۡبِ۔ اے اہل
 نبیان حقیقتِ امر کو بھول جانے والے عالمِ ناموت و حیرت کے خالق اور اشیاءِ عالمین
 کے پیدا کرنے والے اور قالب و قلب کے مالک تعالیٰ کو بھولنے والوں کو چھوڑ کر
 اُمراءِ دیوی و جوزاءِ خسروی کو اپنا الہ سمجھ لینے والوں کو ضروری ہے کہ ضُرِبَ مَثَلٌ رُعیودان
 باطل اور وہم کے بتوں کی کمزوری بے بسی ناکاری ثابت کرنے عبرت دلانے کے لیے ایک
 ایسی مَثَل بیان کی جائے جو عقل و شعور میں پہلے ہی بیان کر دی گئی ہے۔ اب اُس کو ظاہر

سنو نا کہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ اے عہدِ میثاق کو بھولنے والو راہِ حق اور منزلِ طلب سے منہ موڑنے والو وادیِ طریقت کے شیر مردِ جوان ہمت بنو اور ادراکِ قلبی سے قائم ہو اے سنو تم اس امر کو نبی کی کٹل کو اور نصیحت پکڑو اگرچہ اپنے مونہوں زبانوں سے کہتے پھرتے ہو کہ ہم توحید والے اللہ کے پیچاری ہیں مگر اپنے عمل و کردار سے تم باطنی بتوں کے پیچاری ہو کیونکہ تم تعلیمِ نبوت سے دور آستانہٴ رسالت سے مردود ہو یہ نہیں جانتے کہ تعلیمِ انبیاء علیہم السلام ہی اللہ تعالیٰ کی پرستش ہے اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ہی خدا پرستی کا حق ادا ہوتا ہے آستانہٴ نبوت چھوڑ کر نہ رب ملتا ہے نہ عبادتِ رب اسی لیے شرک بھی رب تعالیٰ کو چھوڑنا اور الہاد بھی رب تعالیٰ کو چھوڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسے کا بھی دعویٰ پھر دنیا والوں کے دروازوں پر بھی سر جھکانا اصطلاحِ تصوف میں یہ بھی بت پرستی ہے۔ اے دولت و ثروت جاہ و خشم والوں کے پیچاریو جن کے چڑھنے سورج کی تم پرستش چا پلو سی۔ کاسہ، بیسی، نعرہ بازی، کرسی سازی میں لگے رہتے ہو مِنْ دُونِ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی امانت، شریعتِ احکام، قانونِ طریقت کی دیانت، حقیقت کی امامت، معرفت کی ضمانت سے علیحدہ ہو کر کُنْ تَخْلُقُوْا دُنياً وہ اہلِ دولت تو دنیاۓ ذلیل اور فضیلتِ خبیث کی ایک مکھی برابر بھی حاجت و ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ ضروریاتِ دنیوی کا ایک ذرہ حقیر بھی بنانے پیدا کرنے پر مطلع اور واقف نہیں قادر ہوتا تو بڑی دور کی بات ہے۔ وَ کُوْنُوا جَمْعًا لَّہٗ اَرْجَہ سب اہلِ ثروت و دولت اُمراؤ زراۓ بادشاہ ایک مقامِ ابلیسی پر جمع ہو جائیں اس تکمیلِ ضروریات و حاجات کے لیے صرف ثور تو ہو گا مگر زور نہ ہو گا کیونکہ باطل ہیں شور ہوتا ہے حق میں زور ہوتا ہے یہ اہلِ دنیا تو اپنی کسالت، غفلت، مصیبت و غربت پر بھی بے بس ہیں وہ تو اپنے قلبِ بے نور کے بھی اندھے ہیں اگر حَوَاجِسِ نَفْسِ اور خواہشِ باطل کی غلیظ مکھی اُن کے قلب کی صفائی اور جمعیتِ وقت کا اطمینان، عقل کا شعور ضمیر کی حیات کا نوالہ۔ آبِ غرور کا پیالہ چھین کر سلب کر لے تو لَا یَسْتَنْقِذُہٗ مِنْہٗ، تو نفس کو چٹا بھکا نہیں سکتے اُس سے بچ نہیں سکتے۔ لٰذَاتِ دُنْیَا کی مکھیاں اُن پر گندگی پھیلاتی آس پاس بھینھاتی رہتی ہیں۔ ضَعْفَ الْکَلَامِ وَالْمَلُوبُ۔ مگر یہ اُن خواہشاتِ نفسانیہ غائبہ کے سامنے عاجز ہیں اس لیے کہ ضعیف ہے ان کا طالبِ قلبِ بے نور و کمزور و ناکارہ ہے اُن کا وہ نفس و شیطان جو دنیا پرستوں، دولت کے پیچاریوں کا مطلوب و مقصود ہے یہ

اہل دنیا کا نرا مطلق انداز روز و شب درمیان و در یک یک اند
 ادب و احترام سب سے بڑی نعمت و عبادت ہے حدیث پاک میں ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو ادب
 سے بہتر اور کوئی تحفہ نہیں دے سکتا۔ عارفین کے لیے شریعت ضروری، شریعت کے لیے ادب ضروری
 ادب کے لیے ایمان ضروری، ایمان کے لیے توحید ضروری، توحید کے لیے رسالت و نبوت ضروری، جس میں
 ادب نہیں نہ وہاں شریعت نہ طریقت نہ ایمان نہ عرفان نہ توحید نہ رسالت بندہ طالب حق کو ظاہری
 اور باطنی دونوں حالتوں میں ادب اختیار کرنا چاہیے۔ اگر کسی نے ظاہری طور پر بے ادبی گستاخی کی تو
 اسے ظاہری طریقے سے سزا مل جائے گی اور اگر کسی نے باطنی نفسانی شیطانی طریقے سے بے ادبی
 کی تو اسے باطنی سزا دی جائیگی۔ بہر حال بے ادب گستاخ سزا سے بچ نہیں سکتا، اسے بند و یلہ رکھو
 کہ ہر قسم کے آداب استنائہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ آپ ہی تمام
 ظاہری باطنی آداب و احترامات کا مخزن ہیں اسی وجہ سے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کے
 اس ادب کا ذکر فرمایا جو آپ نے بارگاہ الہیہ میں مقام لامکانی میں پیش فرمایا، ارشاد ہوا: **مَا زَاغَ أَبْصَرُ**
وَمَا طَغَىٰ بَعِثَ نَظْرًا یعنی نہ نگاہ ہلکی نہ حد سے آگے بڑھی، اللہ تعالیٰ نے بے رحمی اور توجہ دونوں حالتوں
 میں آپ کے قلب مقدس کے اعتدال و درستگی کو بیان فرمایا کہ آپ نے صرف توجہ الی اللہ رکھی
 مابعد اللہ سے کنارہ کشی اختیار کی یہی حقیقی ادب ہے۔

مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ

نہ عزت پہچانی اللہ کی انہوں نے اُس کے مرتبے کے اظہار سے بے شک اللہ
 اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھا۔ بے شک اللہ

لَقَوَىٰ عَزِيزٌ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ

البتہ قوتوں والا پیار فرماتے والا ہے۔ اللہ منتخب فرماتا ہے فرشتوں میں سے بھی

قوت والا غالب ہے۔ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے

marfat.com

Marfat.com

رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ ۞

رسولوں کو اور انسانوں میں سے بھی بے شک اللہ بھی سبکی سنتے والا
رسول اور آدمیوں میں سے - بے شک اللہ تعالیٰ سنتا

يَصِيرُ ۞ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا

دیکھنے والا ہے۔ جانتا بھی ہے اُس کو جو اُن کے ہاتھوں کے درمیان ہے اور جو
دیکھتا ہے۔ جانتا ہے جو اُن کے آگے اور جو

خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۞

اُن کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے تمام معاملات
اُن کے پیچھے ہے اور سب کاموں کا رجوع اللہ کی طرف ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے رکوع کرتے رہو اور سجدے کرتے رہو
اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو

وَاعْبُدُوا رَبَّكُمُ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ

اور عبادت کرتے رہو اپنے رب کی اور کرتے رہو ہر اچھا کام
اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس اہد پر

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۞ السَّجْدَةُ ثِنثَانِ

تاکہ تم کامیابیاں حاصل کرو۔

marfat.com

Marfat.com

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں کفار کی حالتوں بیوقوفیوں اور کمزوریوں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں کفار کی ناشکریوں ناقدریوں کا تذکرہ ہے دوسرا تعلق پچھلی آیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم و خیر کا ذکر ہوا جس سے آپ کی اشارۃً و اقتضائاً نبوت ثابت ہوئی۔ اب ان آیت میں آپ کی رسالت مکرمہ ثابت فرمائی جا رہی ہے تیسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کی حالت بیان فرمائی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیت و عبادات سے تو منہ بگاڑتے چہرے پھیرتے دل سے منکر ہوتے ہیں مگر بتوں کی عبادت خوش دلی سے کرتے ہیں۔ اب ان آیت میں مولیٰ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے چار فرمانبرداریوں کا حکم عطا فرمایا کہ اسے ایمان والوں اور رکوع بھی کرو ۲ سجدہ بھی کرو ۳ ہر قسم کی عبادت بھی کرو ۴ اور پورے معاشرے میں بھلائی کے کام بھی کرو یہی اہل ایمان کا تا قیامت نشانِ اعظم ہے۔ نشانِ نزول۔ خزائنِ عرفان ہیں لکھا ہے کہ ایک دفعہ بنی خزیمہ کے کفار نے کہا تھا کہ بشر انسان بھلائی یا رسول اللہ کیسے ہو سکتا ہے یہ جو تمہارے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں یہ غلط ہے (معاذ اللہ) تب یہ آیت نازل ہوئی اس آیت سے تا آیت ۲۷۔

تفسیر نحوی مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَكَبِيرٌ عَنِ يَدِ اللَّهِ يُصْطَفَىٰ مِنَ الْمَلَكُوتِ مَنْ سُلِّمَ وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَزَّجُ الْأُمُورِ مَا قَدَرُوا ۚ۔ باب ضرب کا ماضی مطلق منفی جمع مذکر غائب قدر سے بنے یعنی انہوں نے اندازہ لگانا۔ اصطلاحاً مطابق ہونا کسی کے مطابق بنانا تقدیری فیصلہ ازلی ابدی کا حجم جسامت طول عرض ایک جیسا مناسب ہونا کسی چیز کا بالکل درمیانی حصہ وہ حاندی جس میں ہر چیز اندازے سے پکاٹی جاتی ہے اس کو قدر اسی معنی سے کہتے ہیں کہ اندازے سے بنانے کی قوت کو اقتدار اسی لیے کہتے ہیں کہ فیصلہ الہیہ کو تقدیر اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ نہایت صحیح سچے اندازے سے ہوتا ہے ۲ چونکہ ناپ تول اور اندازے میں تنگی اور پابندی ہوتی ہے اسی لیے قدر بمعنی تنگی بھی ہے ۳ قدر بمعنی عزت و تعظیم اسی لیے کہ قدل عزت و تعظیم کے مقام و مرتبے کا صحیح اندازہ لگایا جاتا ہے یہاں قدر اسی معنی میں ہے

قَدَرُوا کا فاعل کفار ہیں اللہ اس کا مفعول یہ میسر کا بعد کلام کا حق اسم مصدر جامد حاصل مصدر
 بمعنی لائق درست مضاف ہے قدر اسم حاصل مصدر جامد بمعنی عزت یا اندازہ مضاف ہے
 و مضاف الیہ کا مرجع اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی مضاف الیہ حق کا وہ مرکب نہیں ہے اللہ کی میسر تمیز
 مل کر مفعول یہ ہے مَا قَدَرُوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ اِنْ حرف تخیق اللہ اس کا
 اسم۔ لام کے حرف تاکید قَوِّیٰ اسم صفت مشبہ بر وزن فعیل بمعنی محافظ نگہبان اور محافظ
 کے لیے قوت شدت طاقت کلمہ معروف ہوئی ہے اس لیے اصطلاحاً قوی بمعنی طاقت والا ہے
 یہ خبر اول ہے اِنْ کی عَزِيزٌ اسم نکرہ صفت مشبہ بر وزن فعیل عَزِيزٌ سے مشتق ہے لغوی
 ترجمہ ہے علیہ پانا۔ اصطلاحاً شدت۔ طاقت رفعت بلندی اور اختیار کے معنی میں مشترک
 ہے چونکہ نگہبان کے ساتھ آیا ہے اس لیے یہاں بمعنی پیار کرتے والا مراد ہے کیونکہ محافظ
 کے لیے اپنی چیزوں سے پیار کرنا لازمی ہے یہ خبر دوم ہے۔ اِنْ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ
 اسمیہ ہو گیا۔ رشتے داروں کو عزیز و اقارب پیار و محبت کے معنی میں کہتے ہیں۔ اللہ مبتدا
 یَصْطَفِیْ بِآیِہِ اِفْتِخَالِ کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے
 اِصْطَفَا عَزَّ وَجَلَّ سے بنا ہے بمعنی نغوی۔ صاف چیل بغیر ملاوٹ خالص ہونا۔ اصطلاح
 میں کسی چیز کو بہت سی مخلوط ملی جلی اشیاء میں سے جن کو علیحدہ کر لیتا۔ منتخب کرنا، کوہ
 کو بھی صفا اس لیے کہا گیا کہ اس پر کوئی گھاس پھوس جڑی بوٹی نہیں اگتی ریاتا قیامت
 عبادت کے لیے اُس کو منتخب کر لیا گیا۔ یہاں بھی منتخب کے معنی میں ہے دراصل تھا
 اِصْفَاؤُ رتاء اِفْتِخَالِ کو ہم مخزج ہونے کی وجہ سے طے سے بدلا گیا اور آخر کی واؤ کو ہمزہ
 سے حقیت کی وجہ سے بدلا اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اللہ میں حرف جر
 بعضیت کا اَلْمَلٰٓئِکَۃُ اسم جمع مکسر منصرف ہے مَلٰٓئِکَۃٌ کی بمعنی فرشتے۔ اَللّٰہُ سے یا مَلٰٓئِکَۃُ
 سے بمعنی فرشتے اَللّٰہُ کے معنی چنانا اصطلاحی معنی پیغام پہنچانا کیونکہ وہ بھی منہ ہی گیا
 چھایا جاتا ہے اور چھا کر نکالا جاتا ہے۔ مَلٰٓئِکَۃُ کے لغوی معنی شدت طاقت ہے چونکہ
 فرشتے بھی مخلوق ہیں سب سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں اس لیے ان کو مَلٰٓئِکَۃُ کہا جاتا ہے
 یہ جار مجرور معطوف علیہ ہے واو عاطفہ اور اس سے پہلے رُسُلًا اسم جمع مکسر منصرف اس
 کا واحد ہے رُسُوْلٌ مفعول یہ ہے۔ رُسُلٌ النَّاسِ یعنی لوگوں انسانوں میں سے کچھ یہ جار مجرور
 معطوف ہے رُسُلٌ اَلْمَلٰٓئِکَۃُ پر دونوں عطف مل کر متعلق ہے یَصْطَفِیْ کا سب جملہ فعلیہ ہو کر

خبر مبتدا اللہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنْ حرف مشیۃ اللہ اس کا اسم بقیع بقیع
یہ دونوں صفت مشبہ مہلتی کے لیے بروزن فعیل دونوں دو خبریں ہیں اِنْ کی سب مل کر
جملہ اسمیہ ہو گیا۔ یَعْلَمُ باب سَمْع کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا فاعل
ضمیر صیغہ مرجع اللہ کا اسم موصول بَيْن اسم ظرفی مکانی مضاف ہے اُیْدِی اسم جمع مکرر منصرف
اس کا واحد ہے یَد بمعنی ہاتھ مضاف ہے ہم ضمیر کا مرجع تمام مخلوق یا کفار مضاف الیہ
یہ ڈبل مرکب اضافی وصلہ ہے ما کا موصول وصلہ مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ کا اسم موصول
خَلَفَ اسم ظرفیہ مکانیہ سمتی پیچھے مضاف ہ ضمیر ہم ضمیر مجرور متصل جمع مذکر غائب مضاف
الیہ یہ مرکب اضافی وصلہ ہوا موصول وصلہ مل کر معطوف ہے کا بَيْن پر دونوں عطفت مل کر
مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ الی اللہ جار مجرور متعلق
مقدم ہے تَرْجِعُ باب فَرْب کا مضارع مثبت مجہول واحد مؤنث غائب رَجْع سے
مشتق ہے بمعنی لغوی گردش کرنا چکر لگانا۔ پلٹ پلٹ کر پہلی جگہ پر آنا۔ اصطلاح میں ہوتا
پچھلی حالت پر آنا۔ تقع کرنا، واپس آتے کو رجوع کرتا کہتے ہیں۔ اَلَا مَوْکِدُ اسم جمع مکرر ہے
امر کی الف لام استغراقی بمعنی تمام۔ یہ نائب فاعل ہے تَرْجِعُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ
ہو گیا۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا اللَّهَ لَا تُكْفِرُوا
الْخَيْرَ لَكُمْ تَغْلِبُوكَ۔ یا حرف ندا۔ اَیُّهَا اسم فاعل الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر
اُمَمُوار۔ باب اِفعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب۔ اِسی لیے کہ یا ندائیہ
قائم مقام ہوتا ہے اُدْعُوا مضارع حال واحد متکلم کے یعنی بلاتا ہوں میں ہذا اس کے بعد
منادی کے لیے غائب کا صیغہ ہی مناسب ہے اُمَمُوار فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر وصلہ
ہوا الَّذِينَ کا یہ موصول وصلہ مل کر منادی ہے ارْكَعُوا باب فَع کا فعل امر حاضر معروف جمع
مذکر حاضر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اُسْجُدُوا باب نَصَر کا فعل امر حاضر
معروف جمع مذکر با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اُعْبُدُوا باب نَصَر
کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر رُکعت مرکب اضافی مفعول بہ ہے اُعْبُدُوا کا یہ فعل با فاعل
اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اِفْعَلُوا باب
فَع کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر با فاعل الخیر اسم حاصل مصدر جامد بمعنی نیکی، بھلائی
مفید کام، مرغوب اور دل پسند کام اصطلاحاً مال و دولت کو بھی خیر کہا جاتا ہے۔ مدینہ

کے اقابات میں سے ایک خیر اور حسنہ ہے۔ کیونکہ یہ تمام جہان کے شہروں سے زیادہ مفید و خوب اور افضل ہے۔ یہاں بمعنی نیکی ہے مفعول بہ ہے اَفْعَلُوا کا یہ فعل امر یا فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلول ہوا سابقہ تمام جملے معطوفہ ایک جملہ ہوئے کَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل کم ضمیر جمع مذکر حاضر اس کا اسم مرجع ہے اَلَّذِينَ اَمَنُوا تَفْلَحُونَ باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر اس کا فاعل ضمیر صبیحہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے کَعَلَّ کی یہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسبیہ ہو کر معلول ہوا وَاِذْ كُنْتُمْ اَوْاٰدًا (الخ) کا یہ سب افعال معطوف اپنے معلول سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہو کر جواب فعل ہوا۔ حرف ندا اپنے منادی اور جواب ندا سے مل کر جملہ ندائیہ ہو گیا۔ خیال ہے کہ پانچوں فعل اَمَنُوا كُنْتُمْ اَوْاٰدًا اَسْجُدُوا اَسْمِعُوا اَمَّا اَفْعَلُوا اَمَّا تَفْلَحُونَ کا فاعل ضمیر صبیحہ کم و اَتَمُّ جمع مذکر حاضر کا مرجع اَلَّذِينَ اَمَنُوا ہے۔ اس آیت پر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجدہ تلاوت کا حکم دیتے ہیں حالانکہ آیت پاک کے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے اس لیے ہر امام شافعی کسی بھی امام نے یہاں سجدہ تلاوت کا حکم نہ دیا نہ عقیدہ بتایا اس کی وجہ یہ کہ یہاں مسلمانوں کو پوری مکمل عبادت نماز کا حکم دیا جا رہا ہے نہ کہ فقط سجدہ تلاوت کا۔ اس کی وضاحت احکام القرآن میں کی جا چکی گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تفسیر عالماتہ مَا خَدَّرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ كَاِذَا اللّٰهُ لَقَوٰى عَنِ يَدِ اللّٰهِ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مِمَّنْ سَلَّ وَ مِنْ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ مُّبْصِرٌ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْسُ۔ اور نہ قدر جاتی نہ عزت پہچانی اپنے خالق مالک دازق شفیق و مسموع و معطوف کریم اللہ تعالیٰ کی دنیا بھر کے کسی بھی کافر مشرک منکر نے اس کی قدر و منزلت احسان و اکرام کے مطابق۔ قدر کا معنی ہے احسان ماننا اور احترام و عزت کا معنی ہے فرمان ماننا ہے اس لیے کفار نے قدر کی نہ احترام کیا۔ کافر بت پرست ہو یا فرشتوں کا بیجاری، یہودی ہو یا عیسائی یا مجوسی، صابئی حالانکہ ہر انسان پر فرض ہے کہ رب تعالیٰ کا احسان بھی مانے اور فرمان بھی اور یہ دونوں ایمان نبوت کو ماننے سے ملتے ہیں نبی کی اطاعت و اتباع ہی بتالی ہے کہ قدر الہی کیا ہے۔ میرے رب قدر کیا یہ احسان کچھ کم ہے کہ اس نے تم کو اسے کافرو خوب صورت تندرست تمنا۔ طاقتور، دراز قد، نطق و عقل والا انسان بنا دیا۔ اور

عالم ازل میں ہی تم کو جمادات، نباتات، حیوانات سے علیحدہ کر کے تمہارا چناؤ اور انتخاب شرق و غربت میں کر دیا یہ ازل چناؤ محض اُس کا کرم ہے تمہارے لیے کسی نے بھی نہ سفارش کی تھی نہ طہیت پھر اپنی تمام دنیوی نعمتیں دو لتیں تمہارے لیے مستخر فرما کر تم کو تمام زمین اور زمینی مخلوق امتیاً پر حاکمیت اور علیہ بخشا، رب تعالیٰ نے تم کو یہ عزتیں طاقتیں بغیر معاوضہ بغیر شق و بلا طلب عطا فرمائیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تم سب کفار اس کا احسان مانتے مگر کسی کا فرنے کبھی اپنے اللہ تعالیٰ کا نہ احسان مانا نہ فرمان حالانکہ رب تعالیٰ کی قدر پہچانتا احسان مانتا فرمان لیتا بہت ہی آسان ہے صرف یہ کہ اس رب کائنات کے بھیجے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے آستانوں پر اُمتی بن کر آ جاؤ۔ اور اُن کی تبلیغ تعلیم و تفہیم سے رب تعالیٰ اللہ جل مجدہ کو لا واحد مان لو۔ لا شریک لہ کہدور لمدیکد و لمد یؤ لکذا کا عقیدہ بنا لو۔ و لمد یکن لہ کفو اکر کا ایمان اختیار کر لو اور اس تھوڑی سی بات میں ابد کی حیات و انعام پالو اتنا آسان کام اور اتنا بڑا انعام مفت کی دولت۔ مگر اسی کے باوجود مآ قد ر و اللہ حق قدر ہے تم نے ویسی قدر نہ کی جیسی کرتی چاہیے تھی، بت پرستوں نے حماقت کی انتہا کر دی کہ اپنی دستہ بندی ہوئی کمزور مورتیوں کو الہ سمجھ لیا، حالانکہ البیت بے انتہا قوت کا نام ہے یہودیوں نے رب تعالیٰ کی بہت گستاخیاں کیں۔ کبھی کہا عزیر ابن اللہ ہیں۔ کبھی کہا۔ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی۔ کبھی کہا۔ ید اللہ مفعولہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ کبھی کسی یہودی خبر سمجھ کر مالک ابن ابی صیف نے کہا کہ مَا اُنْزِلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِنْ شَیْءٍ اللہ نے کسی انسان پر کلام کوئی وحی کلام اتارا ہی نہیں یعنی تمام نبوتوں رسالتوں کا ایک دم انکار (معاذ اللہ) یہ سب کفر ہے اللہ تعالیٰ کی ناقدری ہی ہے عیسائیوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی قدر نہ جانی کیونکہ کبھی مسیح ابن اللہ ہیں۔ کبھی کہا کہ اللہ نے چھ دن میں کائنات کی چیزیں پیدا کیں اور تھک گیا تو آخری ساتویں دن آرام کیا جیسا کہ بائبل میں ہے کہ خداوند نے اتوار کے دن آسمانوں کو بنایا، پیر کے دن زمین کو منگل کے دن پہاڑوں کو بدھ کے دن سورج کو جمعرات کے دن چاند ستاروں کو جمعہ کے دن آدم و حوا کو پیدا فرمایا۔ تب تھک گیا اور ہفتے کے دن سارا دن لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھ کر آرام کیا (معاذ اللہ) کسی کافر نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور معبود سمجھ لیا کسی کا فرنے آگ کو کسی نے نباتات کو حیوانات کو الہ بنا لیا۔ یہی باطل کاذب کفر ہے شرکیہ عقیدے اللہ کی احسان فراموشی اور ناقدری ہے۔ اسے یوں قوفوں قدر دان احمد

حسان ہندی میں تو تمہاری ہی بھلائی ہے۔ رب تعالیٰ کو تمہاری قدر شناسی کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ۔ وہ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے ہمیشہ تک قوی ہے ہر مخلوق سے اور غالب ہے ہر چیز پر۔ قوی ہے اپنے محبوبوں کی امداد پر اور غالب ہے اپنے دشمنوں کی سزا پر۔ قوی ہے مخلوق کو باقی رکھنے پر غالب ہے اُس کو فنا کرنے پر۔ قوی ہے اپنے قول میں غالب ہے اپنے حکم میں۔ قوی ہے ممکنات پر غالب ہے موجودات پر۔ قوی ہے ابتدائی حسرت کرنے پر غالب و عزیز ہے انتہائی نیست کرنے پر۔ لیکن ان کفار کے جھوٹے بناوٹی معبود نہ تو قوی نہ عزیز اس بات کو کفار کی عقل نہیں سمجھتی اسی لیے مَا كَذَّبُوا اللَّهَ حَتَّىٰ قَدَّرَهُ كَيْسِي مَسْرُوعًا۔ اس کا معنی کیا۔ مَا عَزَّوَاللّٰهُ حَتَّىٰ مَسْرُوعًا۔ کسی نے معنی کیا۔ مَا عَظُمُوَاللّٰهُ حَتَّىٰ عَظُمْتَ۔ کسی نے معنی کیا۔ وَمَا وَصَّوَاللّٰهُ حَتَّىٰ تَوْصِيْفُهُ۔ مگر یہ تینوں معنی یہاں غلط ہیں۔ دوسرے سے یہ دعویٰ وجہ ظاہر پہلی وجہ یہ کہ یہاں خطاب صرف کفار کو ہے نہ کہ ایمان والوں کو جس سے ثابت ہوا کہ ایمان والے حق قدر کے مطابق قدر کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدر حق کے مطابق آسان ہے اسی لیے ہر ایک پر فرض ہے جو نہ کرے اس کو عذاب جہنم کی سزا ہے۔ اس سے زیادہ مشکل حق توصیف کے مطابق توصیف الہی کرنا ہے یہ گام مسلمان اور مومن بھی نہیں کر سکتے صرف خواص اولیاء اللہ اور علماء راسخ فی العلم ہی کر سکتے ہیں۔ اور اُس سے زیادہ مشکل حق علت کے مطابق تعظیم الہی کرنا ہے یہ تو اولیاء اللہ علماء غوث و قطب ابدال بھی نہیں کر سکتے صرف انبیاء مرسلین علیہم السلام ہی کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ بلکہ سب سے زیادہ مشکل حق معرفت الہی حاصل کرنا ہے یہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے تمام مخلوق کے لیے خود آقا و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو دیدار الہی کرنے والے آنکھوں سے رب تعالیٰ کو دیکھنے والے لامکان پر آنے جانے والے شرف زیارت لینے والے فرماتے ہیں سُبْحَانَكَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اے اللہ تعالیٰ پاک ہے تو نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو تیری معرفت کے حق کے مطابق اور اسی لیے مرشدین معرفت نے فرمایا، اَللّٰهُمَّ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اَمْ يَكُنْهُدَكَ وَلَكِنْ عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ بِعُضْبَةٍ۔ یعنی اے اللہ ہم میں کوئی بھی تیری معرفت کو تیرے اعتبار سے اور تیری حقیقت کو تیرے ذوائب کے مطابق کچھ بھی نہیں جانتے پہچانتے نہ ہم میں اس معرفت ذات حق تعالیٰ کی طاقت ہے نہ ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم اپنی علمی فکری بصیرت کے مطابق حق معرفت حاصل کر لیتے ہیں اس

سُرفت کا خزانہ تمامہ کلیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا اور اسی آستانہ تعلیم نہت سے ہر شخص کی قوت مقدور کے مطابق حصہ سُرفت تقسیم ہو رہا ہے یہ معرفت سب سے زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل پھر صحابہ کرام کو پھر تابعین کو پھر تبع تابعین کو پھر اولیاء و علماء صلحا کو مگر یہ سب کچھ جزئیہ ہے کلیہ معرفت ذات اور کچھ حقیقت کسی کو بھی حاصل نہیں انبیاء علیہم السلام کو بھی درجہ بدرجہ اس معرفت کا محزون ذات مصطفیٰ ہے جس کو اس آستانے سے جتنا قرب زیادہ اتنا معرفت الہیہ کا حصہ زیادہ کلیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نہیں، اس کی وجہ یہ کہ کائنات میں وجود چودہ قسم کے ہیں ۱۔ وجود واجب ۲۔ وجود ممکن ۳۔ وجود مجرد عن الماحیۃ ۴۔ وجود بالمجرورات ۵۔ وجود الاجسام ۶۔ وجود مع الماحیۃ یعنی وجود ماحیت سے ملا ہوا ہو ۷۔ وجود معروضہ بالماحیۃ یعنی ماحیت وجود کو عارضی ہو ۸۔ وجود مرکب یعنی وجود ماحیت اور لوازمات مخلوط ہوں ۹۔ وجود جنسی نا وجود صفتی ۱۰۔ وجود نوعی ۱۱۔ وجود فصلی ۱۲۔ وجود نظری ۱۳۔ وجود دیدہ یعنی ماحیت کا معنی ہے شخصیت ہر شخصیت کو پہچاننے کے لیے چودہ طریقے ہیں ۱۔ یا اُس کو اُس کی جنس سے پہچانا جاتا ہے ۲۔ یا اُس کی نوع سے ۳۔ یا اُس کی فصل سے ۴۔ یا اُس کی جنس قریب سے ۵۔ یا اُس کی جنس بعید سے ۶۔ یا اُس کی فصل قریب سے ۷۔ یا اُس کی فصل بعید سے ۸۔ یا اُس کی نظریت سے ۹۔ یا اُس کی بدیہیت سے ۱۰۔ یا اُس کی جزئییت سے ۱۱۔ یا اُس کے حدود اربعہ سے ۱۲۔ یا اُس کی ایثۃ سے یا بلہیت سے یعنی علت دیکھ کر معلول کا اور معلول دیکھ کر علت کا پتہ لگ جانا۔ جیسے آگ اور دھواں کہ آگ دیکھ کر دھوئیں کا پتہ لگ جاتا ہے دھواں نظر آئے یا نہ آئے آگ علت ہے دھواں معلول اثبت ہے اور دھواں دیکھ کر آگ کا پتہ لگ جانا آگ نظر آئے یا نہ آئے یہ ثبوت ہے ۱۳۔ یا کسی شخصیت کو اُس کی حد تمام یا حد ناقص سے جاننا پہچانا وجود کی معرفت حاصل کرنا ۱۴۔ یا کسی وجود کی معرفت و پہچان اُس کی رسم نام یا رسم ناقص سے حاصل کرنا، خیال رہے کہ کسی کی صفات کا تعارف اُس کی ذات کے ذریعے کرنا یہ اُس کی حد ہے اور ذات کا تعارف صفات کے ذریعہ کرنا یہ رسم ہے مثلاً زید عالم ہے یزید کی حد ہے اور عالم زید ہے یہ زید کی رسم ہے غرض کہ ہر وجود کی معرفت گمراہ حصہ صرف ان چودہ ذریعوں سے حاصل ہوتا ہے لہذا کسی وجود کی حق معرفت کے مطابق معرفت حاصل کرنے کے لیے یہ فروری ہے کہ اُس میں یہ چودہ چیزیں ہوں تب کامل معرفت حاصل ہو سکتی ہے یہ اشتباہ قید ہیں وجود کی۔ لیکن جو وجود مطلق ہو

اور جس کی ذات موجود للذات ہو کسی بھی قید سے مقید نہ ہو، نہ اُس کی ماہیت ہو نہ جنس قریب نہ بعید نہ نوع قریب نہ بعید نہ فصل قریب نہ بعید نہ بدھیت نہ بدھیت نہ نظریت نہ جزئیت نہ مرکبیت نہ حدود اربعہ نہ اہمیت نہ اہمیت نہ علت نہ معلول نہ حد تام نہ حد ناقص نہ رسم تام نہ رسم ناقص بھلا اُنکی معرفت حقی معرفت کے مطابق کلیتہً کس طرح حاصل ہو سکتی ہے، وجود باری تعالیٰ کی یہی شان ہے کہ وجود ذاتِ مطلق ہے کسی بھی قید سے مقید نہیں اسی لیے کسی کو بھی اُس کی معرفت کلیتہً حاصل نہیں ہو سکتی معرفت کلیتہً میں معرفہ گنا حقیقہ اور حقِ قدیدہ ہے ہاں البتہ اُس کی معرفت جزئیہ حاصل ہو جاتی ہے مگر وہ بدرجہ کسی کو غور کی کسی کو زیادہ کسی کو سماعت سے کسی کو بصارت سے کسی کو تکلم سے کسی کو تشہد سے کسی کو معرفت ملتی ہے اسی حیاتِ دنیوی میں کسی کو اُس حیاتِ اخروی میں کسی کو شہودِ ربوبیت سے کسی کو قلبی دولت سے کسی کو قیامِ قوسین پر بلا کر کسی کو طہ پر جگا کر کسی کو معراج میں کسی کو خواب میں کسی کو ملکوت کے پردے میں کسی کو محبوب کے جلوے میں کسی کو نورِ قدسی کی تجلی میں کسی کو نورِ حقیقی کی ترقی میں اپنا اپنا حصہ ہے اپنا اپنا نصیب ہے کسی کو نار میں حصہ ملا کسی کو دار میں ملا کسی کو غار میں ملا یہ رب تعالیٰ کی تقسیم ہے بندہ اعلیٰ کی تقدیر ہے رب کی حکمت رب ہی ہانتا ہے کیونکہ وہ ہی سبحان اللہ ہے بخارِ الملکوت ہے۔ قوی الذات ہے عزیز الوجود ہے ما وھام اُس کا تصور نہیں کر سکتے افکار اُس کا تقدیر نہیں کر سکتے عقل اُس کا تحمل نہیں کر سکتے، زملے نے اس کا ادراک نہیں کر سکتے جہتیں اُس کا احاطہ و گھیراؤ نہیں کر سکتیں، پیما نے اُس کی حد بندی نہیں کر سکتے وہ مگر مٹی الذاتِ جاہلیتِ الصغائر ہے اپنے انتخابات میں مالک اختیار ہے اللہ یصطفیٰ من یشاء رسلہ و من الذا میں اُسی حکمت و تقدیر کے فیصلے سے خود اللہ تعالیٰ اپنے انتخابِ ذما کو چن لیتا ہے فرشتوں میں رسول بنانے کے لیے اُن فرشتوں کا نام تدبیرِ عالم اور پیغام رسانی ہے اور چن لیتا ہے کچھ انسانوں میں سے رسول بنانے کے لیے اُن کو خدا و صانعِ عالم لیتا ہے پھر رسولِ انسانی کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ عملی و قولی طریقے سے دیگر انسانوں میں احکامِ ربانی کی تبلیغ فرمائیے ملائکہ کو رسولانِ قاصد بنایا اور انبیاء کو رسولانِ ماکم بنایا۔ ملائکہ کو انبیاء کے لیے اور انبیاء کو انسانوں کے لیے رسول بنایا۔ رسالتِ ملائکہ ان کی فضیلتِ شان کا اعلیٰ مکان ہے اور رسالتِ بشری اُن کی فضیلتِ شان کا اعلیٰ مقام ہے۔ مگر اس فضیلتِ عطائی انعامی انتخابی کا یہ مفہوم نہیں کہ ملائکہ کو جناتِ اشد اور انبیاء کو اجناد اللہ سمجھ لیا جائے اور اُن کو شریکِ الوصیت سمجھ کر اُن کی خیالِ تصویریں پر جتنی شروع کر دی جائیں اس فضیلت

سے کوئی فہرشتہ یا کوئی نبی، رب تعالیٰ کا شریک نہ بن گیا ہاں البتہ رُسُلِ ملائکہ کو مسکنِ اعلیٰ مل گیا اور رُسُلِ انبیاء کو مقامِ اعلیٰ مل گیا کہ ملائکہ میں کسی کو عرش کسی کو سورہ کسی کو بیت المہر کسی کو بابِ جنت مل گیا، اور انبیاء میں کسی کو صفی اللہ کسی کو نبی اللہ کسی خلیل اللہ کسی کو ذیج اللہ کسی کو کلیم اللہ کسی کو روح اللہ اور کسی کو حبیب اللہ بنا لیا گیا، اس انتخابِ رسالت سے کوئی شریک اللہ نہیں بن سکتا کیونکہ رب تعالیٰ رب کریم کا انتخابِ حبیب اللہ بتاتا ہے۔ فضلاءِ دیوبند علماءِ اہل سنت پر اتہام لگاتے ہیں کہ سُنی نبی کریم کی اتنی تعریف کرتے ہیں کہ اللہ کا شریک بنا دیتے ہیں حالانکہ یہ غلط اور احمقانہ افہام ہے، حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ تقریر میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم شانِ نبی بیان کر کے شریک نہیں بتاتے حبیب بتاتے ہیں شریک بنانے میں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نقصان ہے کیونکہ شریک آدمی کا مالک ہوتا ہے حبیب پورے کا شریک بے اختیار ہوتا ہے حبیب با اختیار شریک ہر کام و ہر چیز میں اجازت کا محتاج ہوتا ہے، حبیب بلا اجازت مختار ہوتا ہے شریک نہ کچھ توڑ سکے نہ کچھ موڑ سکے عکسِ حبیب چاند توڑ سکتا ہے سورج موڑ سکتا ہے بادل برسا سکتا ہے انگلیوں سے چٹے بہا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انتخابِ حکیمانہ ہے جس پر کسی کو تہ سوال کا حق ہے نہ اعتراض کا نہ کفارِ مکہ ولید بن مغیرہ اور اُس کے ساتھیوں کو یہ کہنے کا کچھ حق ہے کہ اُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنا کیا ہم سب رُسُلِ اُنْزِلَ عَلَیْنا سے اسی عبد اللہ کے پیغمبر ہی کلامِ الہی اترنا تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے اتنا تو ہم پر اترتا، رب تعالیٰ نے جو اب فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیعٌ بَصِیْرٌ۔ اے کافر بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے تمہاری کفریہ گفتا خانہ باتوں کو اور خوب دیکھنے والا ہے تمہارے شریکہ اعمال کو۔ وہ رب تعالیٰ ہی سننے والا ہے ملائکہ کے ارسالِ کلام کو انبیاء علیہم السلام کی عملی تبلیغ کو دیکھنے والا ہے۔ وہی سے سب موجودات کی سننے والا اور سب مخلوقات کو دیکھنے والا، یہ اُس کی شانِ سماعت و قوتِ بصر ہے۔ اُس کا علم بھی عام اور قدیم ہے اسی لیے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہُمْ وَمَا خَلْفَہُمْ جانتا ہے وہ ربِ قدیر ہر اُس حالتِ کیفیت کو جو مخلوق کے سامنے ہے اور جو مخلوق کی پیدائش و مہر و ولادت سے پہلے ہے۔ سمیع و بصیر شانِ خصوصی ہے یَعْلَمُ شانِ عمومی ہے۔ علم ہے اعمالِ اولین و آخرین کا جانتا ہے ظاہری اعمالِ باطنی نیات کو جانتا ہے۔

زمانہ حال کے مابین کو اہد
ماضی و مستقبل کے ماضی کو جانتا ہے اپنے رسولوں
کی شان و حال کو بعد خلقت و ماقبل خلقت والے، وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کفار کے دیوبی
اعتراضات کو اور اُخروی سزا کو جانتا ہے دنیا کے حالات و آخرت کے معاملات کو ان کو بھی
جانتا ہے جو کہ چکے ہیں اور ان کو بھی جو کریں گے قرآنی اللہ تَزَجِعُ الْاُمُورُ اور اللہ تعالیٰ
کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سب معاملات نسبت و خلقت میں بھی دنیا و آخرت میں بھی۔
اعمال و اقوال بھی ضروریات و حالات بھی، دعا والے بھی، برے والے بھی، محبوبیت و مقبولیت والے بھی
مردودیت و ملعونیت والے بھی ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے کام محبوبیت والے ہیں
اولیاءِ علماء کے کام مقبولیت والے ہیں۔

فاسقین و فاجرین کے کام مردودیت والے کفار و منافقین کے کام ملعونیت والے ہیں
یہ سب ہی بارگاہِ الہی میں پیش ہونے والے ہیں تاکہ سب کی جزا و سزا ہو۔ کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ
مالک دُھور اور خالق اُمور ہے اُس کے سوا نہ کوئی ذاتا مالک نہ استقلالاً نہ اشتراکاً
انتخابِ رسالت کا کام بھی اُسی کے ذمہ کرم و حکمت پر ہے وہی ہر معاملے کو جانتا ہے
اور تمام اُمور کا فاعل ہے بالواسطہ بھی بلا واسطہ بھی، وہ سميع و بصیر ہے۔ کیونکہ اس کی
قوت تام ہے وہ، یَا یَعْلَمُ مَا بَیْنَ وَ مَا خَلْفَ ۚ ۛ۔ کیونکہ اس کا علم
تام ہے اور اِلَیْہِ تُرْجَعُ الْاُمُور کی شان والا ہے کیونکہ اُس کی قدرت تام ہے انتخابِ
رسالت کا اختیار والا ہے کیونکہ اس کی حکمت تام ہے۔ قوت و قدرت و حکمت اُسی کی ذاتی
و قدیمی ہے۔ ابتدا اُس کی قدرت سے انتہا اُس کی حکمت سے ہے۔ لہذا اسے کافر و کفر
سے اے فاسق و فاجر سے اور اے ظالمین ظلم سے آج دنیا میں ہی پک جاؤ۔ اور یَا یَعْلَمُ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ کَعُوْا وَاَسْجَدُوْا وَاَعْبَدُوْا وَاَسْکَنُوْا لَکُمْ وَاَنْتُمْ لَکُمْ
تَعْلَمُوْنَ۔ اے وہ خوش قسمت لوگو جو اقرارِ لسانی اور تصدیقِ قلبی سے ایمان لے
آئے اب تا عمر اعمالِ صالحہ سے اپنے ایمان کو ظاہر و مزین کرتے رہو اولاً بخوفتہ
نماز جاری کرو جس کے قیام میں رکوع کرو اور قعود میں سجدے کرتے رہو۔ پھر
نماز وقتی کے بڑے ارکان میں سے ہیں اور باقی ارکان سے اصل نماز اور افضل ہیں
کیونکہ دیگر ارکان کبھی کسی عارضے سے ختم بھی ہو جاتے ہیں مگر رکوع و سجدہ بخوفتہ
کسی بھی نماز میں ختم نہیں ہوتے کسی نہ کسی متبادل شکل میں موجود رہتے ہیں نہ تندست کی

قیام نماز میں نہ بیمار کی قعود نماز میں نہ معذور کی استراحتی نماز میں جب کہ بیمار کی قعودی نماز میں قیام ختم اور معاف ہو جاتا ہے اور اپاہج معذور کی نماز میں قعود و قعدہ معاف ہو جاتا ہے مگر رکوع و سجود کسی حالت کی نماز میں کبھی معاف نہیں ہوتے اس لیے نماز فرضی واجبہ نفلی میں چار ارکان اصل نماز ہیں ۱۔ قیام ۲۔ رکوع ۳۔ سجدہ ۴۔ قعدہ۔ اس میں بھی اصل اصول رکوع و سجدہ ہیں اسی لیے اس آیت پاک میں اِرْکَعُوا وَاسْجُدُوا فرما کر پوری نماز مراد لی گئی ہے نہ بعض نے کہا کہ یہاں نماز کا حکم دیتے ہوئے صرف اِرْکَعُوا وَاسْجُدُوا اس لیے فرمایا گیا کہ شروع اسلام میں مسلمان کسی نماز میں فقط رکوع کر لیا کرتے تھے اور کسی نماز میں فقط سجدے اور اُس وقت سجدہ رکوع مستحبات نماز میں سے تھے۔ بعد میں اس آیت پاک نے ان کے استجاب کو منسوخ فرما کر رکوع و سجود کو ہر نماز میں فرض قرار دیا۔ مگر یہ قول قطعاً غلط اور کذب بیانی ہے تین وجہ سے۔ پہلی وجہ یہ کہ اسلام کے کسی دور میں بھی نماز کا رکوع و سجدہ مستحب نہ ہوا یہ بات نہ حدیث پاک سے ثابت نہ کسی تاریخ سے تفسیر روح المعانی نے بھی اس قول کو غلط اور مردود قرار دیتے ہوئے لکھا ہے لَمْ تَرَ کُنَّا فِیْ اَثَرِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ وَتَوَقَّفَ فِیْہِ صَاحِبُ الْمَوَآہِبِ وَذَكَرَ کَا الْفَرَّاسُ بَلَا سَنَدٍ یعنی یہ سب قول اس لیے غلط ہے کہ ہم نے اس کے ثبوت میں کوئی روایت کسی بھی کتاب میں ایسی نہ دیکھی جس پر اعتماد کیا جاسکتا۔ صاحب مواہب نے بھی یہاں خاموشی اختیار کی فرماتے اس کا ذکر تو کیا ہے مگر بغیر سند کے جس سے ثابت ہوا کہ یہ قول یہود بنائا ہوا ہے، دوسری وجہ یہ کہ رکوع و سجدہ نماز کے وہ رکن عظیم ہیں جو شریعت آدم سے تا شریعت عیسیٰ ہر دین ہر شریعت کی نماز میں فرض ہی رہے نہ کبھی مستحب نہ کبھی اختیاری غیر ضروری کیونکہ اصل عبادت تو رکوع و سجدہ ہی ہے۔ اسی کی وجہ سے حدیث پاک میں نماز کو معراج مومن کہا گیا۔ اَلصَّلَاۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ دَارِ تَفْسِیْرِ رُوحِ الْبَیَانِ (یہی آیت) اور یہ قانون کلیہ ثبوت یہ ہے کہ نماز ہر شریعت میں ایک ہی طریقہ پر رہی چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت ۲۱ میں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا گیا۔ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرَّاکِعِیْنَ۔ یعنی اے مریم سجدہ اور رکوع کرتی رہو رکوع کرنے والوں کی مثل اور سورۃ ص کی آیت ۲۱ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔ وَتَقَبَّلْ دَاوُدَ اِذَا قَامَ فَاسْتَغْفِرْ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَاَنْتَا بِیْنِیْ وَدَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے استغفار پڑھی اور جھک گئے رکوع میں اور فریاد میں گڑ گڑائے یہ سورۃ و آیت مذکورہ

میں نازل ہوئی اور سورۃ بقرہ کی آیت ۱۲۵ میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا ذکر ہے وَعَصِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ اسی طرح سورۃ حج کی آیت ۷۸ میں ہے کہ ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے وعدہ کیا کہ ہمیشہ پاک رکھیں میرے گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع کرنے والوں سجدہ کرنے والوں کے لیے ان آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ رکوع و سجدہ ہر شریعت میں واجب اور موجود رہا کیونکہ رکوع و سجدے کا حکم دیا جانا کہ کرو اس کو واجب ہی ثابت کر رہا ہے تبسری وجہ یہ کہ کسی صحابی نے کبھی کسی نماز میں نہ رکوع چھوڑا نہ سجدہ نہ کہیں یہ مذکور یا ثابت ہے۔ بلکہ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۱۰ سے تو یہی ثابت ہو رہا ہے کہ شروع اسلام میں جب سے نماز فرض ہوئی رکوع کا حکم بھی دیا گیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ یعنی نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور ہمیشہ باجماعت رکوع کرو۔ اس آیت سے ایک تو رکوع کی فرضیت ابدی ثابت ہوئی دوم یہ ثابت ہوا کہ پوری نماز کو رکوع و سجدہ کہہ دیا جاتا ہے، تو یہاں آیت کا معنی یہ ہوا کہ اسے ایمان والو! نمازیں ادا کرتے رہو وَاعْبُدُوهُ تَكُنُمْ لَهُ قُلُوبًا اور اپنے رب تعالیٰ کی دیگر عبادات روزہ حج زکوٰۃ صدقہ فطرانہ اطاعت اقوال نبی اور اتباع افعال نبی بھی کرتے رہو اور یہ تمام ارکان اعمال اپنے رب کی عبادت بنا کر کرو۔ افعال کو عبادت بنانے کی پانچ شرطیں ہیں۔ پہلی شرط۔ اللہ تعالیٰ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ماننا، دوم خلوص ہونا سوم عاجز ہونا چہارم خشوع خضوع اور اچھے طریقے تعلیم نبوت کے مطابق کرنا۔ پنجم وقت پر کرنا، اسے مومنویہ تو اداء حقوق اللہ کی عبادت ہے کہ ہر امر کو کرنا ہر مانعت سے بچنا عبادت الہی ہے اسی کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ ہی اعمال صالحہ کا خلاصہ ہے وَافْعَلُوا الْخَيْرَ۔ اور اسے ایمان والو ہر وقت ہر انسان کے ساتھ ہر قسم کا خیر وعافیت کا معاملہ کرو کہ فطراناً۔ مذہباناً۔ عاداتاً۔ عبادتاً۔ اخلاقاً۔ طبیعتاً، ہر طرح خیر ہی ہو۔ خیال ہے کہ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے دینی دنیوی ہر کام کو مسلمان کے لیے عبادت بنا دیا جس سے مسلمان کا ہر کام ہی خیر ہو گیا۔ یہ خوبی دنیا کے اور کسی بھی موجودہ دین میں نہیں۔ یہ ہی سب مسلمانوں کا حکم ہے کہ اس عمل بیان والو تم پوری زندگی خیر و عبادت

کے ہی کام کرو۔ امارت ہو یا عدالت، تجارت ہو یا عبادت۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم خوشنودی دینا و آخرت کی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ اور مولیٰ تعالیٰ تم کو اپنے فضل و کرم سے جنت بخش دے، افعال خیر چار چیزیں ہیں۔ ہر نیکی و ہر معروف و نہی ہر صدقہ و ہر حسن اخلاق۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال۔ مَا قَدَرُوا اللَّهَ کے معنی میں تین قول ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے مَا عَرَفُوا بعض نے کہا اس کا معنی ہے مَا عَظَمُوا بعض نے کہا اس کا معنی ہے مَا وَصَفُوا مگر یہ تینوں قول غلط ہیں جس کی وضاحت تفسیر علامہ میں کر دی گئی کہ یہ تینوں کام ناممکن اور مشکل ہیں انسانی طاقت سے باہر اسی لیے رب تعالیٰ نے ان تینوں کا کہیں ذکر نہ فرمایا نہ کسی کو اس کا مکلف کیا صحیح قول یہی ہے کہ مَا قَدَرُوا اپنے ہی معنی میں ہے یہ آسان ہے ہر انسان اس کا مکلف کیا گیا۔ جو رب تعالیٰ کی قدر اس کے حق قدر کے مطابق نہ کرے اس کو سزا ہے۔ اسی لیے یہاں صرف کفار سے اس کی نفی کی گئی نہ کہ مسلمانوں سے۔ بَصِيرٌ کے معنی میں دو قول ہیں بعض نے کہا اس کا معنی ہے تمام ظاہری باطنی، جہری سترئی سموعات و ملفوظات کو سننے والا اور مبصرات کو دیکھنے والا بعض نے کہا، بصر و بصیر ہوتا کنا یہ ہے ہر چیز کے علم تام کا یعنی اللہ کا علم ہر چیز پر تام، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ کے معنی میں تین قول ہیں بعض نے کہا کہ بَيْنَ اور خلف کا معنی ہے زمانہ ماضی حال مستقبل بعض نے کہا بَيْنَ اَيْدِي کا معنی ہے اعمال بندگان کی ابتدا اور خَلْفَهُمْ کا معنی ہے اعمال کی انتہا۔ کیونکہ اعمال کی ابتدا و انتہا کا تعلق نیات سے ہے جس کو جانتا صرف رب تعالیٰ کی ہی شان قدرت ہے خود بندہ بھی اپنے اعمال کی اگلی نیات کو نہیں جانتا اس لیے کہ کیفیات و حالات کے بدلنے سے نیات بدلتی ہیں۔ اور کوئی عام بندہ مستقبل کے حالات کی تبدیلی کو پیشگی نہیں جانتا بعض نے کہا کہ مَا بَيْنَ کا معنی پیدائش کے بعد کے حالات کو جانتا اور مَا خَلْفَ کا معنی ہے پیدائش سے پہلے کے حالات کو جانتا۔ تینوں قول درست ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہر وقت ہر طرح جانتا ہے تَزَيُّعُ الْأُمُور کے تعلق میں تین قول ہیں بعض نے کہا اس پورے جملے کا تعلق۔ اللَّهُ لَبِصُطِقِي دالہ سے ہے، یعنی اللہ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں وہ تمام امور جو انتخاب و رسالت سے پہلے ہیں یا انتخاب کے وقت

یا بعد میں ۲ بعض نے کہا اس کا تعلق یَعْلَمُ سے ہے۔ یعنی چونکہ رب تعالیٰ ہی سب کو جانتا ہے اس لیے سب کے سب امور اُس کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ۲ بعض نے کہا کہ اس کا تعلق علم الہی سے ہے، اور تَرْجِعُ کا معنی ہے کہ سب امور نسبت مخلوقیت میں اُسی کی طرف لوٹتے والے ہیں کیونکہ وہی تمام امور کا خالق ہے اور جو خالق ہو وہی امور کو جانتا ہے۔ الَّذِینَ آمَنُوا میں دو قول ۱ بعض نے کہا اس سے مراد تمام مکلفین اُمتِ دعوت ہے مومن ہوں یا کافر۔ مگر یہ قول قطعاً غلط ہے کیونکہ اصطلاح قرآنی کے خلاف ہے ۲ بعض نے کہا اس سے مراد صرف اُمتِ اجابت ہے جو لوگ تبلیغ نبوت قبول کر کے مومن بن جانے والے ہیں قول درست ہے اِرْكَعُوا وَاسْجُدُوا میں تین قول ۱ بعض نے کہا رکوع سجود سے مراد ہے پوری نماز کا مجموعہ بغیر کسی رکن کے افضل و منقول ہونے کے، اور ارکان نماز میں کوئی رکن کسی دوسرے رکن سے افضل نہیں فضیلت میں سب برابر ۲ بعض نے کہا کہ اِرْكَعُوا کا معنی ہے خضوع خشوع کرو اور وَاسْجُدُوا کا معنی ہے کہ زمین تک جھک جاؤ عاجزی کرتے ہوئے ۳ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے۔ اب نماز میں رکوع بھی کیا کرو اور سجدہ بھی کیونکہ اب یہ دونوں نماز میں فرض کر دئے گئے پہلے فرض نہ تھے۔ صحابہ کرام نماز میں رکوع چھوڑ دیتے کبھی سجدہ۔ مگر یہ قول قطعاً غلط دے ثبوت ہے۔ وَافْعَلُوا الْخَيْرُ میں تین قول ۱ بعض نے کہا اس سے مراد تمام دینی دنیوی اچھے کام ہیں۔ علی الترتیب اس طرح تذکرہ فرمایا گیا کہ اَوَّلًا اِرْكَعُوا وَاسْجُدُوا میں نماز کا حکم دیا گیا پھر وَاعْبُدُوا میں دیگر فرض عبادات کا حکم پھر وَافْعَلُوا الْخَيْرُ میں عام اچھے اعمال کا حکم دیا گیا۔ اس ترتیب شریعت سے مومن مسلمان کی پوری زندگی عبادت کے ہمہ وقتی گہرے میں ہو کر حیاتِ طیبہ ہو گئی ۲ بعض نے کہا کہ اس خیر سے مراد صرف نفلی عبادت ہے ۳ بعض نے کہا اس خیر سے مراد صلہ رحمی اور اچھے اخلاق ہیں تینوں قول درست ہیں کیونکہ یہ سب کچھ خیر ہی ہے لَعَلَّکُمْ میں دو قول ۱ بعض نے کہا یہ لَعَلُّ اُمید کے لیے ہے بمعنی شاید ۲ بعض نے کہا یہ تعلیل کے لیے ہے بمعنی تاکہ یہی قول درست ہے۔

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ سورۃ حج کی

فائدے یہ چار آیتیں اپنی جامعیت میں اتنی عظیم الشان ہیں کہ ان میں پوری اسلامی زندگی اور تمام خیر و سعادت کا نقشہ بیان فرما دیا گیا۔ اس طرح کہ پہلے فرمایا اِنَّا قَدْ رَوَّاهُ

اس میں الہیات و توحید ربانی کا ذکر ہوا پھر اللہ یُعْطِیْ مِنْ الْمُلْكِ میں ملائکہ پر ایمان لانے کا بھی طریقہ اسلامی بتایا گیا کہ نہ ملائکہ کی شان و وجود کا انکار کرو نہ ان کو الہ سمجھو نہ شریک الہیہات اللہ سمجھو، پھر وَ مِنَ النَّاسِ فرما کر نبوت و رسالت پر صحیح اور سچا پکا ایمان لانے کا طریقہ و اسلامی حکم کا بیان ہوا کہ ملائکہ کو رسولانِ قاصد سمجھا جائے اور انبیاء علیہم السلام کو رسولانِ عالم سمجھا جائے اسی لیے ملائکہ کا ذکر پہلے فرمایا گیا اور انبیاء کا ذکر بعد میں اس ترتیب نے بتایا کہ ملائکہ واسطہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان اور انبیاء واسطہ ہیں اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان انبیاء علیہم السلام کی انسانوں پر حاکمیت سے ہی مقصد رسالت حاصل ہوتا ہے اسی لیے کہ نبوت کی اطاعت و اتباع کا حکم ہے اور اتباع و اطاعت کا حکم با اختیار کی تکلیف جاتی ہے، پھر فرمایا گیا وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُورُ۔ اس میں قوانینِ اسلامیہ کا ذکر فرمایا اور بتایا گیا کہ شریعت اسلامیہ کے تمام امور و احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں، پھر احکام شریعت کی تقیم فرماتے ہوئے چار چیزیں بیان فرمائیں۔ پہلے یہ کہ ہر مسلمان پر شریعت میں اتنے حقوق واجب ہیں یعنی امور شریعت کی تعین، دوم شریعت کے اُمور بہ جن کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے کہ اتنے ہیں، سوم یہ کہ کس حکم اور کس وجہ سے ان امور کے قبول کرنے ماننے کو واجب کیا گیا، چارم و چوب ادائیگی حقوق پر تاکید فرمائی پھر یَاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا فرما کر ان بندوں کی تعین فرمائی جن پر یہ حقوق واجب ہیں وہ صرف مسلمان ہیں اس لیے کہ وہی مجتبیٰ ہیں انھیں کے لیے فرمایا گیا هُوَ اَجْتَبٰكُمْ اَنْ هِیْ کَانَامُ مُحَمَّدٌ الْمَلِیْنُ فرما کر مسلمان رکھا گیا اور ان ہی کو وَ تَكُوْنُوْا شَٰهَدًا عَلٰی النَّاسِ کی شان و اعزاز بخشا۔ یہ سب شائیں صرف مومنین کی ہیں، پھر مومنین بہ حقوق بیان فرماتے ہوئے پہلے حقوق اللہ بیان کئے گئے اَنْ مِّنْ اَوْ لَا اِرْکَعُوْا کُ السُّجُوْدِ کا ذکر فرما کر نماز کا ذکر کیا گیا کیونکہ یہ دو رکن پر ہی نماز کے قائم مقام ہیں، پھر عام مالی بدنی و قبیعیات کے لیے فرمایا گیا وَ اَعْبُدُوْا کُ اَنْ تَعْبُدُوْا اس کی عمومیت میں تمام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شامل پھر حقوق العباد کا ذکر فرمایا گیا وَ اَقْلُوْا الْخَیْرَ۔ اس میں حقوق العباد کی تمام بھلائیاں شامل ہیں، پھر اسلام کے دینی و دنیوی فائدوں کا ذکر فرمایا گیا کہ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُوْنَ۔ یعنی صرف دین اسلام میں ہی دین دنیا آخرت کی تمام کامیابیاں ہیں اور اسلام نے ہی سارے جہان کی بھلائیاں انسانوں کو عطا فرمائیں۔ یہ فائدہ ان آیت کی جامعیت اور ترتیب و تقیم و تفسیر سے حاصل ہوا۔ اس ترتیب کا حاصل یہ کہ اسے بندو

سب تعالیٰ نے تم کو نماز کا حکم دیا۔ اس سے بھی عام ہر عبادت کا حکم دیا۔ اس سے بھی عام ہر ایک سے ہر قسم کی بھلائی کرنے کا حکم دیا تاکہ دنیا والے جان لیں کہ صرف مسلمانوں کے پاس ہی خیر و بھلائی ہے کفار کے پاس صرف برائی اور شر ہی ہے۔ اگر کفار کوئی بھلائی کریں بھی تو وہ تعلیم اسلام سے ہی لی گئی ہے اور اگر مسلمان کوئی برائی کرے تو وہ کفر کی صحبتِ بد کا نتیجہ ہے۔ دوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قوت، حکمت کا انکار یا اعتراض یا برائی کرنا بھی ماقدر و اللہ کی احسان فراموشی ہے اور علامتِ کفر ہے یہ فائدہ یہاں ماقدر و اللہ (الخ) فرمانے اور سورۃ النجم کی آیت ۹۱ میں۔ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا بَشَرًا مِّنْ شَيْءٍ فرمانے سے ماہل ہوا کہ چونکہ یہاں شرک کرنے والوں کو مَا قَدَرُوا اللَّهَ فرمایا گیا۔ اور وہاں نزولِ وحی کے انکار کرنے والوں کو مَا قَدَرُوا اللَّهَ فرمایا گیا یہ قوتِ الہیہ کا انکار ہے اور وہ حکمتِ الہیہ کا انکار ہے۔ لہذا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی موسم کسی زمانے یا کسی کی شکل و صورت کو برا کہے۔ سردی ہو یا گرمی، انسان ہو یا حیوان یہ سب رب تعالیٰ کی قدرتِ حقّانی ہے، کسی چیز پر اعتراض بنانے والے کی برائی ہوتی ہے۔

احکام القرآن | ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ امام اعظم نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان اتنا بیمار ہو یا دشمن نے اتنا جکڑا ہوا کہ وہ سر کے اشارے سے بھی رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ اُس وقت نماز نہ پڑھے بعد میں قاصر ہوئے پر نماز قضا کرے جب رکوع سجدہ سر کے اشارے سے کر سکے۔ پلکوں یا بھوؤں کے اشارے یا فقط دل کے ارادے سے سجدہ رکوع جائز نہیں ہے اور بغیر رکوع سجدہ نماز ہوتی ہی نہیں۔ اس لیے کہ یہ دونوں رکن نماز کے سب سے بڑے اور اصل اصول ہیں یہ مسئلہ اُرْكَعُوا وَاسْجُدُوا فرما کر پوری نماز مراد لینے کے مفہوم سے مستنبط ہوا۔ خیال رہے کہ نماز میں چار ارکان اور نو اذکار ہیں ۱۔ قیام ۲۔ قعود ۳۔ رکوع ۴۔ سجود یہ چار رکن ہیں اور ۱۔ تکبیر ۲۔ ثناء ۳۔ تلاوت ۴۔ تسبیح ۵۔ تہنید ۶۔ درود ۷۔ ابراہیمی ۸۔ دعا ۹۔ السلام عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ۱۰ سلام پھیرنا۔ دوسرا مسئلہ امام اعظم اور امام مالک کے مسلک میں سورۃ بچ کے اندر صرف ایک ہی سجدہ تلاوت ہے وہ آیت ۱۵ میں ہے بعض اقوال کے مطابق امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے اور اپنے اپنے پہلے مسلک سے رجوع فرمایا تھا، لیکن امام شافعی کے نزدیک سورۃ بچ میں دو سجدے ہیں۔ ایک سجدہ آیت ۱۵ میں دوسرا سجدہ آیت ۱۷ میں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا کے الفاظ پر۔ امام اعظم اور امام مالک فرماتے ہیں یہ سجدہ تلاوت کا نہیں بلکہ نماز کا ہے اور یہاں نماز کا حکم دیا جا رہا ہے نہ کہ سجدہ تلاوت کا حقیقی مالکی مسلک میں یہ مسئلہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا** (الخ) سے مستنبط ہوا اس وجہ سے کہ قرآن مجید میں چودہ سجدہ تلاوت مذکور ہیں مگر کسی بھی سجدے کے ساتھ رکوع کا ذکر نہیں ہے رکعت کا ذکر صرف نماز کے سجدے کے ساتھ ہی ہوتا ہے جیسے کہ سورۃ آل عمران میں گزرا تھا ہوا کہ یہ سجدہ بوجہ رکوع کے ساتھ ہونے کے تلاوت کا نہیں ہو سکتا یہ حنفی دلیل مجتہد تعالیٰ اتنی مضبوط ہے کہ اس کو کوئی شواہد آج تک توڑ نہیں سکا۔ امام شافعی کی اپنے مسلک پر تین دلیلیں ہیں مگر اتنی کمزور کہ طالب علم بھی توڑ کر رکھ دے۔ پہلی دلیل۔ عقبہ بن عامر کی وہ روایت جس کو ترمذی، مستدرک احمد، ابوداؤد، دارقطنی، بیہقی۔ اور مستدرک حاکم نے روایت کیا۔ دوسری دلیل۔ ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قُضِيَتْ سُورَةُ الرَّحْمَنِ بِسُجْدَتَيْنِ۔ لیکن باقی کتب نے اسی روایت کے الفاظ اس طرح نقل فرمائے عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفُضِلْتُ سُورَةَ الرَّحْمَنِ بِسُجْدَتَيْنِ قَالَ نَعَمْ تیسری دلیل۔ عمولین عاص کی وہ روایت جس کو ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی اور حاکم نے روایت فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سجدہ تلاوت کی پندرہ آیتیں سکھائیں جن میں تین سجدے قرآن مجید کے حصہ منفصل میں ہیں اور دو سجدے سورۃ حج میں ہیں، صرف یہی تین روایتیں جو دراصل دو ہیں مسلک امام شافعی کی دلیل ہیں، حنفی طا ان کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ اولاً تو یہ **سُجْدَتَيْنِ** والی دونوں روایتیں شوافع کے اس مسلک کی دلیلیں بن سکتی ہی نہیں کیونکہ ان روایتوں میں سجدتین یعنی دو سجدوں کا ذکر تو ہے مگر یہ وضاحت نہیں کہ دونوں سجدے تلاوت کے ہیں، تفسیر ابن عباس نے فرمایا اور اس کی شرح اس طرح کی کہ۔ **الْأُولَى عَنْ مَثَلٍ وَالْآخِرَةُ تَعْلِيمٌ**۔ یعنی واقعی سورۃ حج میں دو سجدے ہیں مگر پہلا عزمۃ و نزوم کا ہے یعنی تلاوت کا سجدہ عزمۃ کا متنا ہے دوسری سجدہ، اور دوسرا سجدہ تلاوت کا نہیں بلکہ تعلیم کا ہے یعنی نماز سکھانے کا دوسری وجہ یہ کہ عقبہ ابن عامر کی دونوں روایتوں کو ترمذی نے ضعیف فرمایا اور فرمایا کہ **سُنْدُهُ لَيْسَ بِإِقْوَى**۔ اس کی سند قوی نہیں۔ ابن جوزی نے وضاحت فرمائی کہ اس روایت کی سند میں ابن جعیعہ راوی ضعیف ہے، مستدرک نے ضعیف ہونے کی وضاحت

فرمائی کہ ابنِ کثیر صدوق ہے یعنی کمزور ماحقہ والا اور آخری عمر میں تو بالکل ہی حافظ کمزور ہو گیا تھا۔ اور اس میں دوسرا راوی ابو المصعب بعیری ہے یہ یہودی تھا پھر نوسہ تبع تابعی بنا اور حجاج بن یوسف کا فوجی دشمن تھا۔ کعبہ معظہ پر پتھر برساتے والوں میں یہ عالم ہمیشہ پیش تھا۔ (از کتاب اسماؤ الزہال) تیسری روایت کی حالت یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن منین کلابی ہے یہ مجہول العقل تھا یعنی غبی کفہ ذہن، دوسرا راوی عمارت بن سعید ثقفی مصری ہے۔ اس کا کسی محدث کو کوئی تعارف ہی نہیں کہ کون ہے (از تفسیر مظہری) اب خود کو کہ اتنی کمزور بنیادوں پر اپنا مسلک بنانا کہاں تک درست ہے نیز حیران کن بات یہ ہے کہ امام شافعی سجدہ تلاوت کو واجب نہیں مانتے بلکہ سنت کہتے ہیں مالا لکم اِرْکَعُوا - وَاسْجُدُوا۔ دونوں امر وجوب کے لیے ہیں خود امام شافعی بھی یہاں اِرْکَعُوا کو وجوب کے لیے مانتے ہیں اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی نے یہ مسلک بناتے وقت تمہرے کام نہیں لیا اور بلا سوچے سمجھے انتہائی ضعیف روایت کو دیکھ کر غلط مسلک بنا بیٹھے۔ انہی کمزوریوں کی بنا پر خود شوافع مفسرین اس آیت میں اس سجدے کو نماز کا سجدہ قرار دیتے ہیں۔ اور بیک وقت ایک آیت دومہ کے سجدے کو ثابت کر نہیں سکتے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی شافعی نے لکھا۔ اِرْکَعُوا وَاسْجُدُوا اِنِّیْ صَلَّوْا بِکُمْ یعنی اس آیت کا معنی ہے اپنی نماز میں رکوع سجدہ کرو۔ اور تفسیر خازن شافعی نے لکھا۔ اِرْکَعُوا وَاسْجُدُوا اِنِّیْ صَلَّوْا لِاَنَّ الصَّلٰوةَ لَا تُکُوْنُ اِلَّا بِالرَّکْعَةِ وَالسُّجُودِ یعنی اس آیت میں اِرْکَعُوا وَاسْجُدُوا کا معنی ہے نماز پڑھو، کیونکہ نماز بغیر رکوع سجدے کے ہوتی ہی نہیں۔ اور تفسیر تنویر المقیاس شافعی نے لکھا۔ اِرْکَعُوا وَاسْجُدُوا اِنِّیْ صَلَّوْا اِنَّ تمام تفاسیر سے ثابت ہوا کہ امام شافعی کے مسلک پر خود ان کے مقتدین شوافع علما کو بھی اعتماد نہیں وہ سب بھی اس سجدے کو نماز کا سجدہ مانتے ہیں نہ کہ تلاوت کا۔

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا

اعترافات اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ رُسُلًا مِنْ تَبَعِیْضِهِ سے ثابت ہوا کہ سارے ملائکہ رسول نہیں بنائے گئے بلکہ بعض ملائکہ رسول ہیں لیکن سورۃ فاطر کی پہلی آیت میں ارشاد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فِیْ خَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالدُّنْیَا جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃَ رُسُلًا۔ یہاں صرف ملائکہ ہے مِنْ تَبَعِیْضِهِ نہیں ہے جس سے ثابت ہو رہا ہے

کہ تمام فرشتے رسول بنائے گئے اس کی کیا وجہ بتایا جائے کہ کیا کچھ فرشتے رسول ہیں یا سب
 جواب۔ اس کے دو جواب دئے گئے ہیں، بعض نے فرمایا کہ تمام ملائکہ ہی رسول ہیں مگر ان
 کے تین گروہ ہیں۔ کچھ فرشتے وہ رسول ہیں جو صرف انبیاء کرام علیہم السلام سے رابطہ رکھتے
 ہیں یعنی انبیاء کرام کے پاس پیغامات کلامت الہی لانے کے لیے اور انبیاء کرام کی دعائیں
 عرض و معروض رب تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جانے کے لیے مامور ہیں ان رُسلِ ملائکہ کا نام
 جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام ہے۔ دوسرا گروہ رُسلِ ملائکہ کی وہ جماعت
 جن کو مدیریتِ امر کہا جاتا ہے یہ فرشتے نظامِ عالم کے لیے مقرر کردہ رسول ہیں، تیسرا
 گروہ ملائکہ کی اُس جماعت کا جو دیگر ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں ان
 سے مدیریتِ فرشتے بھی پیغام لیتے ہیں باقی ملائکہ مولانِ زیارت، سیاحت، صاحبِ عبادت
 کُل وقتی ہیں۔ مدیریتِ امر کے ذمے زمین آسمان جنت و دوزخ کے انتظامات ہیں، یہی
 گروہ سوم ملائکہ کی اور تمام دنیوی مخلوق کی عرض و معروض بارگاہِ الہی تک پہنچاتے ہیں اس
 آیت میں ملائکہ کے صرف پہلے گروہ کا ذکر ہے وہ چونکہ بعض ہی ہیں اس لیے یہاں مِنْ
 تبعیضیہ ارشاد ہوا اور سورہ فاطر کی مذکورہ آیت میں تینوں گروہوں کا ذکر ہے اس
 لیے وہاں مِنْ بعضیت کا نہیں آیا اور تمام فرشتے مراد لیے گئے، دوسرا جواب بعض
 بزرگوں نے یہ جواب دیا کہ رُسلِ ملائکہ رُسلِ انسانی کے مثل ہیں نہ تمام انسان رسول ہیں
 نہ تمام فرشتے رسول ہیں انسانوں میں بھی بعض رسول ہیں فرشتوں میں بھی بعض، سورہ فاطر میں
 مِنْ نہ لانے سے گنیت ثابت نہیں ہوتی لیکن مِنْ بعضیت کا لانے سے بعضیت ثابت
 ہو جاتی ہے گویا یہ آیت اُس آیت کی تفسیر ہے۔ پہلا جواب درست ہے اور تمام
 ملائکہ ہی رسول ہیں اسی لیے سب کو معصوم بنایا گیا نبی اور رسول کے لیے معصوم ہونا
 شرط لازمی ہے مگر رسول کے علاوہ کوئی مخلوق معصوم نہیں اور لفظ علیہ السلام کا خطاب
 صرف معصومین کے لیے مقرر ہے اسی لیے تمام فرشتوں کو علیہ السلام کہنا جائز ہے
 دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اللہ یُصْطَفِیْ مِنْ الْمَلَائِکَةِ (الخ) اور سورہ زمر کی
 آیت میں ارشاد ہوا لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّخْذَ وَکَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ
 یعنی اگر اللہ تعالیٰ اولاد بنا لیتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہتا اصطفا
 فرما لیتا اولاد بنا لیتا۔ اپنی اولاد کے لیے چُن لیتا۔ یہاں اس آیت میں اصطفا اور صفا

کا ذکر ہے کہ اللہ نے فرشتوں اور انسانوں میں سے جن سے یہ توثابت ہوا کہ رب نے اولاد کا چناؤ فرمایا ہے کیونکہ اولاد موقوف ہے اصطفاء پر اور اصطفاء ہو چکا تو اولاد بھی ثابت ہو گئی اور وہ فرشتے بیٹیاں ہیں اور عزیر و مسیح بیٹے ہیں و مشرکین و یہودی عیسائی ۔
 جواب یہ اعتراض قطعاً حقا ہے اور غلط ہے اس لیے کہ سورۃ زمر کی آیت مذکورہ نے بتایا کہ ہر اولاد اصطفاء اور چننے منتخب کرنے سے ہی ہوگی اور چنا منتخب کرنا ارادے سے ہی ہوگا مگر یہ نہیں بتایا کہ ہر چنا ^{اصطفاء} فرمانا ہی اولاد ہو جائے معنی یہ کہ ہر اولاد اصطفاء ہے لیکن ہر اصطفاء و انتخاب اولاد نہیں اس آیت اور اس آیت زیر کے مضمون میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اصطفاء و اصحاب بہت سی قسم کے ہیں ۔ اسی آیت میں رسول کا لفظ بنا رہا ہے کہ یہ اصطفاء و انتخاب رسول بنانے کا ہے نہ کہ اولاد بنانے کا ۔ اتنی عام فہم بات میں جہالت کے ایسے اعتراض حیران کن ہیں ۔ اندھی عقل والے ہی ایسے اعتراض کر سکتے ہیں ۔

تفسیر صوفیانہ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۝ لَا يُدْرِكُهُ الْبَصَرُ ۝ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ يَصِيرُ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۝ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝
 اور نہ قدر جانی اُن فاسقان باطلانہ اور فاجران زمانہ و گناہگار ان باغیانہ نے اپنے قاتق مالک رازق اللہ کی جو رحیم کریم شفیق مہربان و معطی بھی ہے ۔ احسان مندی فرما نبرداری کے حق کے مطابق حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ اُس کے ازلی ابدی احسانات یاد کر کے ذکر الہی تسبیح کبریائی کے رکوع میں جھکے رہتے ۔ شکر کے سجدے کرتے اطاعتِ نجات و اتباع رسالت کی بہاریں پھیلا دیتے سیرتِ انبی کے گلزار لگا دیتے اور صورتِ انبی کے غنچے کھلا دیتے ۔ اے حق و خور بد معاشی فحاشی میں مبتلا لوگوں کیا تم پر تمہارے رب تعالیٰ کا یہ احسان کچھ کم ہے کہ عالم ارواح کی تمام روحوں میں سے تمہاری روحوں کو اپنے محبوب کی اُمت اور اپنی باکمال ملت اور لازوال جنت کے لیے چُن لیا تمہارے لیے یہ وہ عظیم انعام و انتخاب ہے جس کے لیے نہ تم نے خود دعا کی تھی نہ کسی نے تمہارے لیے سفارش کی تھی حالانکہ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ اے شک اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ قوی و قوت والا ہے اور سب پر غالب ہر تخلیق پر قادر ہے صیبا چاہتا تم کو بنا دیتا تم سے کہیں زیادہ خوبصورت ، تندرست حسین و جمیل طویل و توانا عقل و دانش

لُطْقِ ولسانِ والے جہنم کا ایندھن بنا دئے گئے اور اہلِ تار بنے پھر رہے ہیں۔ اس خزانہِ ایمان کی عطا تو اسِ ربِّ کریم رحیم کی تھی مگر دولتِ اعمال اور اس خزانے کی حفاظت تمہاری اپنی ذمے داری تھی اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ایمان اور بندوں کی حیادات و اعمال یہ سب کچھ کلامِ الہی اور تعلیمِ مصطفائی و تبلیغِ نبوت و رسالت سے ملتا ہے۔ اس لیے اللہ یُصْطَفِیْ مِنْ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَ مِنْ النَّاسِ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دین کی حفاظت اور اعمال کی سعادت کے لیے جُن لیتا ہے فرشتوں میں سے بعض کو رسول بنانے کے لیے کلامِ الہی لانے کے واسطے اور بعض انسانوں کو رسول بنانے کے لیے کلامِ شانے کے واسطے ملائکہ کی رسالت انبیاء تک انبیاء کی رسالت انسانوں تک تاکہ انبیاءِ کرام بندوں کو ہدایتِ اعمال کرامتِ اقدار دے کر ایمان کا خزانہ دیکر کلامِ اللہ سنائیں بتائیں سمجھائیں اور اعمال کی دولتِ عبادت دے کر عابدزادہ عارف بنائیں اور عشق و معرفت کی راہ پر چلائیں اِنَّ اللہَ سَمِیعٌ بَصِیْرٌ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اہلِ طلب کی سننے والا ہے۔ مقربینِ منزل کو دیکھنے والا ہے۔ جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ شریعت کی جلوت میں چلنے والے ہیں اَیْدِیْھُمْ کو اور طریقت کی جلوت میں بیٹھنے والے مَا خَلْفَھُمْ کو جانتا ہے شریعت کی محبت والوں کو طریقت کی مشقت والوں کو، اور بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تمام معاملات ظاہر و خفی، عبادت و ریاضتِ خلوص و ریا، خیر و شر، ابتداء و انتہا، جبر و تاسوت کے معانی و قلبی اعمال لوٹائے جاتے ہیں مشاہداتی ہوں یا تجرباتی۔ رب تعالیٰ کا علم ہی حق ہے اور حق ہی خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ و تعلق ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں طاقتِ بشریت و رطبتِ حیرت میں پھنس جاتی ہے صرف بندہ حق و مرید برحق معرفت کے عجز کا اقرار کرتا ہے کہ مَا عَرَفْتُكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ۔ راہِ معرفت میں ولی کی معرفت مشکل ہے معرفتِ الہی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ معروف ہے اپنے کمال و جلال و جمال سے مگر ولی اللہ کا نہ اپنا کمال ظاہر نہ جلال نہ جمال۔ ظاہر تو مثلِ عام بشر ہے کہ کھانا پینا بھی ہے صوم و صلوٰۃ بھی ہے۔ عطاءِ کبریٰ اور تقسیمِ مصطفیٰ سے اولیاءِ کاملین کو اصطفاِ اجتبا اور اختیار کی دونیں ملتی ہیں۔ خلوصِ اشیا اصطفاِ الہی ہے۔ صفائیِ اشیا اختیارِ عطائی ہے۔ خیریتِ باطن اجتباِ کبریائی ہے بے شک اللہ تعالیٰ سميع ہے محتاج بندوں کی آواز کا عالم وجود میں اور بصیر ہے مستحقینِ رسالت کا

حالت عدم میں۔ ان پرستارانِ دولت اور منکرینِ حقیقت نے اپنے مولیٰ تعالیٰ و علی کی کرم
 نوازیوں کو اُن کے حق معرفت کے مطابق نہ پہچانا کیونکہ انہوں نے مؤثر حقیقی کو چھوڑ کر
 تاثرات کو غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیا اس طرح کہ بارش کو بڑجوں سے تقدیر کو
 تدبیر سے، استاروں کی تقیم سے قسمت کو نجومیوں کے علم سے منسوب کر دیا اور
 وجودِ غیر اللہ کو قائم و ثابت سمجھ لیا۔ عارفِ حقانی کی یہ شان و کیفیت نہیں ہوتی اس
 لیے کہ ہر عارفِ ربانی صرف اُنہی صفاتِ ربانی کو پہچانتا ہے جو اُس ذاتِ کبریائی کی طرف
 سے بذریعہ وجدانِ حقیقی پاتا ہے۔ اگر اہل غرور و نفور مؤثر حقیقی کی معرفت پالیتے
 تو ترکِ دنیا کے اُس کی ذات میں فنا ہو جاتے اس کی ذات کے مجاہد اور صفات
 کے شاہد بن جاتے اور عارفینِ مائل بن کر واجب و ممکن کا فرق جان لیتے۔ اُن کو
 علم ہو جاتا کہ واجب الوجود کون ہے اور ممکن الوجود کون ہے کون حادث ہے
 کون قدیم ہے۔ اہل معرفت ہی جانتے ہیں کہ ہر ماسوا اللہ حادث ہے اور جو حادث
 ہو وہی ممکن ہے ہر ممکن کا موجود ہونا اُسی واجب الوجود کی حکمت سے ہے اور ہر
 حادث کا قادر ہونا اُسی ذاتِ پاک کی قدرت سے ہے نہ کہ خود بخود اور جس کا وجود
 خود نہیں تو اُس کی تاثیر کیسے ہو سکتی ہے۔ اور جو خود ابتدا کا حادث اور انتہا کا فانی
 ہو مؤثر اشیاء کس طرح ہو سکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ اَبْلَعُ شَيْءٍ اَللّٰهُ تَعَالٰی ہی سب
 قوتوں قدرتوں والا ہے اپنے ماسوا پر اپنے قبرِ جلال کی قوت سے جبرِ فنا فرماتا ہے
 تب ہر وجودِ ممکن و حادث کو صحت سے نیست کر دیتا ہے۔ پھر نہ حادث و ممکن کی
 کوئی قوت باقی رہتی ہے نہ وجود۔ عَنْ يَزِيدٍ رَسُلًا قَدِيرًا ہر شی پر غالب ہے اسی
 لیے کسی کے پاس اُس کے مقابل کوئی ذاتی قوت نہیں ہے۔ کیونکہ عبد کسی غالب سے مغلوب ہو
 اُس کی اپنی نہ کوئی قوت ہے نہ قدرت نہ طاقت نہ ہمت نہ حکمت نہ جبرُت۔ خیال ہے
 کہ وجودِ صفات کا نام قوت ہے، وجودِ باطن کا نام قدرت ہے وجودِ ظاہر کا نام طاقت
 ہے وجودِ سلطنت کا نام ہمت ہے وجودِ علم کا نام حکمت ہے وجودِ عزت کا نام جبرُت ہے
 جہاں یہ ذاتی ہوں وہ واجب الوجود ہے جہاں یہ عطائی ہوں وہ ممکن الوجود ہے
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا اللَّهَ تَعَالٰی وَافْعَلُوا الْخَيْرَ
 لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ اے عالمِ رنگ و بو کی سدا بہار والے وہ لوگو جو ایمانِ یقینی حاصل

کر چکے اور دل کے حق الیقین عقل کے علم الیقین۔ روح کے عین الیقین سے ایمان لے آئے
 اور جن کو یقین اصلہ کے تہنوں درجے حاصل ہو گئے اسفل بھی اوسط بھی اعلیٰ بھی تم ان کے
 شکر بقا و زیادتی کے لیے فناء صفات کا رکوع کرو اور فناء ذات کے سجدے کرو اور مقام
 استقامۃ ابدی دائمی میں وجود موصو بہ عطائہ سے اپنے رب کریم و جلیل کی خوب عبادت
 کرو ہر آن ہر مکان میں ہر ادا ہر طریق سے، کیونکہ جو بندہ فناء ذات و صفات کے مقام تک
 نہ پہنچا اور اس سے کچھ ذات کی نمو و صفات کی قیود باقی رہ گئیں اس کے لیے یہ ناممکن ہے
 کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی عبادت اس کی معرفت کے حق کے مطابق کر سکے
 کیونکہ عبادت الہی صرف قدرت معرفت سے ہوتی ہے حق عبادت کا علم شریعت میں ہے
 اور قدرت معرفت کا علم طریقت میں ہے اور شریعت و طریقت آستانہ مصطفیٰ کے
 دو خزانے ہیں۔ اطاعت نبوی کا نام شریعت ہے اور اتباع نبوی کا نام طریقت ہے
 وَافْعَلُوا الْخَيْرَ اور اسے ایمان یقینی کے عابدین و زاہدین جلدی جلدی تکمیل ارشاد
 و تعلیم الہام کے افعال جبر و اعمال صالحہ کر لو اترتے چاند و صلتی چاندنی جو ہو کے کر لو۔
 لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ بارگاہ رسالت تک پہنچتے ہیں اور وجود بقا کی
 نجات پا لو کیونکہ ذات و صفات کی قنایں ہی وجود عبد کا بقا ہے۔ اسے بند و غرور
 انسانیت سے علیحدہ ہو کر خضوع نفسانیت و غفر جو انیت کے ساتھ رکوع کرو
 جس طرح تمام چوپایہ جانور ہر وقت رکوع کی حالت میں پڑے ہیں اور مرتبہ حیوانیت
 سے ہٹ کر خضوع جمادات کے ساتھ سجدے کرو جس طرح وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ
 يَسْجُدَانِ کا نقشہ ہے، سجدہ کرو تو ایسا کہ سر کو خبر نہ ہو، عبادت کرو شب کلمات کی
 تنہائی میں تاکہ خلوص میں فتور نہ آنے پائے تمام حالات کے واقعات میں مراقبہ کبریائی
 کے افعال جبر کرو تاکہ تم وصل و قرب کے انوار حاصل کرتے میں کامیاب ہو جاؤ، عبادت
 میں تواضع سب سے اعلیٰ ہیں اسی لیے حدیث مقدسہ میں ہے کہ تواضع کو اچھائی سے
 ادا کرو کیونکہ ان سے تمہارے فرائض کی تکمیل ہے۔ دوسری حدیث پاک میں ہے کہ اے
 لوگو نفسی عبادت رب تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے ترجاہے کہ اچھی طرح ادا کرو ہر بندہ
 اللہ تعالیٰ کے تحفے اور ہدیے کو دل و جان سے قبول کرے اور اس سے محبت کرے
 فناء سے جانے موصوفا فرماتے ہیں کہ خیر کی ضد شر ہے۔ خیر کی چار قسمیں ہیں ۱۔ خیر مطلق

۲ خیر مقید ۲ خیر ابدی ۲ خیر وقتی، خیر مطلق وہ ہے جو ہر ایک کو ہر وقت ہر طرح اچھی لگے ہر شخص اس کو چاہے پسند کرے جیسے عقل، علم، عدل، فضل، کرم، رحم، ہر نفع والی چیز ہر ایک کے لیے ہر وقت نفع والی اور مرغوب ہی ہو۔ حدیث پاک میں جنت و دوزخ کا اس طرح بیان کیا گیا ہے لَا خَيْرَ بِخَيْرٍ بَعْدَكَ اَلنَّاسُ وَلَا شَرَّ بِشَرِّ بَعْدَكَ اَلْجَنَّةُ یعنی جہنم وہ جس کے ملنے کے بعد پھر کسی بھی قسم کی کوئی خیر نہ مل سکے۔ خیر مقید وہ ہے جو کسی کے لیے خیر ہو کسی کے لیے شر بھی خیر ہو کوئی شر جیسے دنیوی دولت کہ ایک کے لیے خیر ہے دوسرے کے لیے شر اور کبھی ایک ہی شخص کے لیے ایک ہی مال دولت آج خیر ہے کل شر اور حرام کی دولت سب کے لیے شر ہے طلال کی دولت سب کے لیے خیر ہے خیر ابدی وہ جو ہمیشہ سب کے لیے خیر ہو جیسے ایمان اور نیک اعمال اور خیر وقتی وہ ہے جو چند وقتوں کے لیے خیر ہو۔ جیسے کھانا، پینا، میل ملاقات قرابت داری فلاح کا مسئلہ ہے کامیابی اس کی دو قسمیں ۱۔ فلاح دنیوی ۲۔ فلاح اخروی، دنیوی کامیابی یہ ہے کہ بندے کو ایسی سعادت ملے کہ اُس کی پوری زندگی حیات طیبہ بن جائے حیات دنیوی کا طیب ہونا چار چیزوں سے ہے۔ بقاء، غنا، علم اور عزت اخروی کامیابی بھی چار چیزوں کا ملنا ہے ۱۔ بقاء ۲۔ غنا ۳۔ فقر ۴۔ عزت ۵۔ علم ۶۔ جہالت یعنی ہر چیز ابدی ہو۔ اسی لیے حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشٌ اَلْاٰخِرَۃُ یعنی عیش وہی ہے جس میں دوام ہو اور دوام صرف آخرت میں ہے۔ لہذا اسے عقل و عارف اسباب دنیوی ہیں ہرگز دل نہ لگا، دنیا سے دل نہ باندھا اور نماز روحانی میں مشغول ہو جا، نماز روحانی کا نقشہ اس طرح ہونا ہے کہ اُس میں خضوع حیوانیت کا رکوع ہے۔ خشوع جمادات کا سجدہ ہے انکسار شجرات و عجز نباتات کا قیام ہے اور مسکینت حشرات کا قعدہ ہے، کیونکہ عالم ارواح سے نزول روح کی پہلی منزل جمادیت ہے دوسری دلیل منزل نباتیت ہے تیسری حلیت ہے چوتھی انسانیت ہے۔ اسی لیے حیات انسانی کا مقصد نماز ہے، پھر روع کا رجوع الی اللہ بھی ان ہی چار منزلوں کو عبور کرنا ہے اس لیے نماز مومن کی معراج ہے ۱۔ نزول کے بعد عبور و عبور کے بعد رجوع رجع کے بعد عروج، اگر رجوع میں خلوص ہو تو عروج ہے ورنہ خلول ہے۔ اَفْعَلُوا اَلْخَيْرَ کا معنی ہے ہر احوال اقوال، افعال اعمال میں متوجہ الی اللہ ہو جاؤ تاکہ کامیاب ہو جاؤ تم ان چار منازل روحانیہ کو عبور کر کے ظلمات نفسانیہ کے پردوں سے نکلنے میں اور انوار روحانیہ کے اندر پہنچنے میں

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ

اور جہاد کرو تم اللہ کے بارے میں از روٹے اس کے جہاد کے حق سے اُس ہی
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا اُس نے

اجْتَبَيْكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ

نے منتخب کیا ہے تم کو اور نہیں بتایا اُس نے تم پر دین میں کچھ
تہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ

مِنْ خَرَجَ مِنْكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ

جبر وہ کونسا دین تمہارے باپ دادے ابراہیم کی شریعت، اُس
 تنگی نہ رکھی تمہارے باپ ابراہیم کا دین ۔ اللہ

سَيُكْفِيهِمُ اللَّهُ الْغُسْلَيْنِ لِأَمِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا

اللہ نے نام رکھا تمہارا مسلمان پہلے سے اور اس قرآن مجید میں بھی
نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں

يَكُونُ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا

تاکہ رسول گواہ ہو جائیں تم تمام مسلمانوں پر۔ اور ہواؤ تم
تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو۔ اور تم

شُهِدَ أَعْمَى عَلَى النَّكَاسِ ۖ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

گواہ ساری کاٹنات کے انسانوں پر۔ لہذا قائم رکھو نماز

اور ایگزیکٹو پر گہری تحقیقاتیں

marfat.com

وَاتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ

اور دیتے رہو زکوٰۃ اور مضبوطی سے لگے رہو اللہ کے ساتھ
اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رستی مضبوط تھام لو

هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ

وہ ہی تمہارا حمایتی ہے اور نہایت اچھا کارساز اور بہت ہی اچھا ہمیشہ
وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی

النَّصِيرُ ④

مدد کرنے والا۔

اچھا مددگار۔

تعلقات اہل آیت پاک کا پھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق
پھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدر کے حق کے مطابق قدر نہ کرنے
والے ناقدروں بد نصیبوں کا ذکر ہوا۔ اب اہل آیت میں خوش نصیب اہل ایمان
حسب استطاعت قدر کرنے والوں کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ کے راستے جہاد کے
حق کے مطابق جہاد کرنے کا حکم الہی عطا فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق پھلی آیت میں
رسولان کرام علیہم السلام کے چناؤ کا ذکر فرمایا گیا اب اہل آیت مبارکہ میں پیارے
بندوں کے چناؤ اور پسند کرنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق پھلی آیت پاک
میں آقا کا ثنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت مغفورہ کا غیر خصوصی
نقب یا ایھا الذین آمنوا کا ذکر فرمایا گیا۔ اب اہل آیت طیبات میں نبی کریم
روٹ و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی اُمت مسعود کے خصوصی ذاتی دینی
و مذہبی نام کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے یہ نام مسلمان اس سے پہلے کسی اور اُمت کو نہیں ملا۔
چوتھا تعلق پھلی آیت میں عبادات کے احزاب بیان فرما کر ادا کرنے کا حکم دیا گیا اب

ان آیت میں اسی عبادت کا کئی نام لے کر ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ

الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِ وَفِي هَذَا وَادَّ بَرَجَلَهُ جَاهِدُوا بَاب مفاعلة کا فعل امر ماضی

معروف جمع مذکر اس کا مصدر ہے جَاهِدَ، يَجْهَدُ، يَجْهَدُونَ، مشتق اس کا یہ مادہ مصدر میں

طرح آتا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے تکلیف اور مشقت سے کوئی کام کرنا۔ اصطلاح میں وسعت دینا

یا حصول مقصد کے لیے طاقت استعمال کرنا۔ اور طبیعت میں سختی پیدا کرنا کہ سرکش سر نہ اٹھائیں اس

کا فاعل ضمیر صیغہ ہے مرجع الذین اٰمنوا ہے۔ فی ظرف مجازی یہاں مضاف پوشیدہ ہے یا فقہ

دین یا امور یا حقوق اللہ مجرور، دراصل تھا فی دین اللہ یا فی حقوق اللہ یا امور اللہ واللہ اعلم

یہ جار مجرور متعلق ہے جَاهِدُوا کا۔ حق مضاف الیہ مضاف ضمیر کا مرجع یا اللہ ہے یا جَاهِدُوا

ہے۔ یہ سب مرکب اضافی تمیز ہے جَاهِدُوا کے مصدر یا فاعل کی جَاهِدُوا سب سے مل کر

جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ بعض نحوات نے اس کو موصوف کی اضافت صفت کی طرف کر کے

مفعول مطلق بنایا کہ دراصل تھا جَاهِدُوا جَاهِدُوا حَقِّهِ، ضمیر واحد مذکر مرفوع منقلبت مبتدا

اجتنبی باب افعال کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اجْتَبَا، یعنی

مشتق ہے۔ بمعنی چنتا پسند کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ کم ضمیر کا مرجع الذین

اٰمنوا ہے منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اجتنبی سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف

علیہ واو عاطفہ، مَا جَعَلَ بَاب فتح کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ماضی معلوم معروف جَعَلَ سے

مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے بنانا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے ظاہر کرنا، پیدا کرنا، صنعت کاری

بدلنا، پھیرنا، متغیر کرنا یہ فعل جب متعدی ہو تو مفعول ہو تو معنی ہوتا ہے بنانا اور جب

بیک مفعول ہو تو معنی ہوتا ہے پیدا کرنا اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے یہاں بمعنی بنانا ہے

عَلَيْكُمْ یہ جار مجرور متعلق اول ہے فی الدین یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ پیدا متعلق قائم

مقام مفعول لہ دوم متعلق قائم مقام مفعول فیہ ہے مِنْ جَاہِدَ تَبَعِيَّةً بمعنی کچھ حَرْج

اسم ماضی مصدر جامد لغوی ترجمہ ہے۔ تنگی ہونا یا پیدا کرنا۔ تنگی کی تین قسمیں ۱۔ دل کی تنگی ۲۔

نظر کی تنگی ۳۔ جگہ کی تنگی۔ اصطلاحاً مسات مجازی معنی میں مشترک ہے ۱۔ نقصان ۲۔ مضائقہ

۳۔ مشقت ۴۔ سختی ۵۔ اعتراض ۶۔ گناہ ۷۔ جہیز بردستی کو بھی حَرْج کہہ دیتے ہیں یہاں اسی

منیٰ میں ہے یہ چار مجرور متعلق سوم ہے اور قائم مقام مفعول بہ، مَدَّتْ اسم مصدر ثلاثی مزید فیہ
ماصل مصدر جابد آخر کی ت مصدر یہ ہے یا وحدت کی مَدَّتْ ہے مشتق ہے لغوی منیٰ ہے تھکاؤ
ہونا دل برداشتہ اصطلاحاً مسلسل کوئی کام پابندی سے کرنا ۲ وہ راستہ پگڈنڈی جو مسلسل
چلنے سے خود بخود بن جاتا ہے ۳ دائمی قانون یا املا کرنا دکھنا ۴ شریعت والا دین اس
کو مدت اس سے کہتے ہیں کہ یہ دائمی بھی ہوتا ہے مسلسل وہیشہ قابل عمل بھی اور لکھا ہوا بھی۔
اسی سے ہے ملال بمعنی رنج کیونکہ مسلسل کام کرنے سے انسان کبیدہ خاطر رنجیدہ اور بے رغبت
ہو جاتا ہے۔ مضاف ہے رانی اسم مکبرہ بحالت کسرہ ہے کیونکہ ما قبل کا مضاف الیہ کم مجرور
متصل مضاف الیہ ہے۔ یہ اَبْجَیْمُ مُرْکَبُ اضافی مُبْدَلٌ مِنہ ہے ابراہیم اسم غیر منصرف کیونکہ عجی
علم ہے بدل اسکل ہے یہ دونوں مل کر مضاف الیہ ہوا یہ مرکب اضافی بدل ہے دین کا یا
بدل اسکل یا بدل البعض ہے یہ مُبْدَلٌ مِنہ اپنے اس بدل سے مجرور ہو کر متعلق دوم ہوا
جَعَلَ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے اِجْتِنِ کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر
مبتدأ ہو۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ہو مبتدأ مرجع اللہ تعالیٰ ایک قول میں مرجع ابراہیم
ہے مگر یہ غلط ہے واقعاً بھی حقیقتاً بھی، سنی باب تفعیل کا ماضی مطلق واحد مذکر
غائب مَضَوُّ یا سَمِیُّ سے بنا ہے بمعنی لغوی بلند ہونا، نشان ہونا اصطلاحاً نام یا لقب یا تخلص
یا کنیت ہونا۔ جو بھی مشہور زمانہ ہو جائے وہ اسم ہے ذاتی پیدائشی نام کو عربی میں علم کہتے
ہیں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا دینی لقب خصوصی مسلمان ہے
اور لقب عمومی مومن، ایمان اور اسلام کا فرق فائدوں میں بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ
اس کا فاعل ضمیر صیغہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اس کا مصدر ہے تَسْمِیُّ تفعیل نحوی کے بعد ہوا
تَسْمِیَّةٌ بمعنی نام رکھنا نام لیتا۔ ہم اللہ شریف بڑھنے کو تسمیہ اسی منیٰ میں کہتے ہیں کم ضمیر
مفعول بہ اول مُسْلِمِیْن۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر سلم سے مشتق ہے مصدر ہے
اسلام لغوی معنی ہے مرجھانا، بات اور حکم ماننا۔ یعنی سر تسلیم خم کرنا۔ سابقہ امتوں کے لیے
یہ لفظ اسم فاعل وغیرہ اسی لغوی منیٰ میں مستعمل ہوتا رہا ہے اصطلاحی معنی ہے نبی کریم محمد مصطفیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں آنا۔ مُسْلِمِیْن بحالت فتح ہے مفعول بہ دوم ہے
مِنْ قَبْلِ۔ یہ جار مجرور معطوف علیہ واو عاطفہ فی جارہ ظرف مکانی کے لیے ہذا اسم اشارہ
قریبی اس کا اشار الیہ لغوی قرآن مجید ہے یہ جار مجرور معطوف ہے مِنْ قَبْلِ پر دونوں عطف

متعلق ہے سنی کار لیکن الزسول شہیداً علیکم وتکوونوا شہداً علی الناس
 فاقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واعتصموا باللہ ہو مونی کمر فیتہ ما مونی ونعم النصیر
 لام کے برائے تعلیل اس کا ماقبل سنی علت ہے مابعد معلول ہے یکن فعل ناقص مضارع
 معروف واحد مذکر غائب بحالت نصب ہے لام کے کی وجہ سے الزسول اسم معرف باللام مراد
 ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسم ہے یکن شہیداً اسم فاعل مبالغہ شہد سے
 مشتق ہے لغوی معنی ہے حاضر و ناظر موجود ہونا اصطلاحاً گواہ اور گواہی دینے اور آنکھوں
 سے کسی واقعے کو دیکھنے کے لیے بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ نیز تنقیم مددگار، نگہبان کو بھی
 شہید کہہ دیتے ہیں۔ یہ خبر ہے علی حرف جر فوقیت کا کم ضمیر مجرور یہ دونوں متعلق ہیں ایک قول
 میں یکن کے اور وہ اپنے اسم خبر اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقص ہو کر معطوف علیہ
 اور ایک قول میں یہ جار مجرور متعلق ہے شہیداً اسم فاعل صفت مشبہ کا اور وہ اپنے پوشیدہ
 فاعل و متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر یکن ہو کر جملہ فعلیہ ناقص ہو کر معطوف علیہ ہوا خیال رہے
 کہ یہاں شہیداً پر حرف علی خلاف گواہی کے لیے نہیں مشا ہداتی گواہی کے لیے ہے خواہ حق میں
 خواہ خلاف۔ اسی لیے آگے فاقیموا میں ف سببیہ ہے، واو عاطفہ تکوونوا فعل مضارع ناقص
 جمع مذکر حاضر اس کا اسم ضمیر صیغہ جس کا مرجع مسلیں شہیداً اسم جمع مکرر اس کا واحد ہے
 شہیداً علی الناس یہ جار مجرور بھی یا متعلق ہے تکوونوا کا یا متعلق ہے شہیداً اسم مبالغہ
 کا یہاں پہلا قول زیادہ مضبوط ہے یکن فعل ناقص اپنے اسم و خبر متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ
 ناقص ہو کر سبب ہوا ف سببیہ اقیموا باب افعال کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر دراصل تھا اقیموا
 کی پر کسر ثقیل تھا ماقبل کو دیا۔ آخر کا الف صرف تفخیم کے لیے ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ
 حکم ہے تمام مسلمانوں کو الصلوۃ یعنی نماز بخوقتہ اور جمعہ و عیدین یہ مفعول بہ ہے اقیموا
 سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اتوا باب افعال کا امر
 حاضر معروف جمع مذکر حاضر اصل میں تھا اقیموا کی پر صمۃ بوجھل تھا ماقبل کو دیا اب دو
 ساکن جمع ہوئے کی اور واو کی کو گرا دیا کیونکہ واو علامت جمع ہے وہ نہیں کر سکتی
 اقیموا کا مصدر اقوام اور اقامۃ ہے اور اتوا کا مصدر ایتا ہے اتی سے مشتق ہے
 بمعنی دینا عطا کرنا۔ ادا کرنا۔ الزکوۃ اسم مصدر مزید قبیلہ جاید حاصل مصدر بمعنی صدقہ فرضی
 واجب سالانہ یہ مفعول بہ ہے اتوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واو

عاطفہ۔ اَعْتَصَمُوا باب افتعال کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِعْتَصَامُ بمعنی مضبوط پکڑنا عَصَمَ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے روکنا منع کرنا۔ اصطلاحاً نَوْ مجازی معنی میں مشترک ہے ما باندھنا ۲ گلے میں پٹہ ڈالنا ۲ سائبان یا خیمہ باندھنے لگانے کی رسی ۲ حفاظت کرنا ۲ مضبوطی سے تھامنا پکڑنا ۲ پاکدامن عورت ۲ منکوصہ عورت ۲ گناہ پر نہ قادر ہونا۔ یعنی گناہ محال ہوں ۲ کسی کے ساتھ لگنا، ساتھ نبھانا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع مسکین ہے ب حرف جر بمعنی اَمَعَ اللہ بحر و ر یہ جار مجرور متعلق ہے اَعْتَصَمُوا کے سبب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا تینوں عطف مل کر مسبب ہوئے۔ تَکُونُوا کے جملے کا یہ سبب مسبب مل کر معطوف ہے تَکُونُوا کے جملے پر دونوں عطف مل کر معلول ہے سَتَی فاعل کا ضمی سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ تَکُونُوا دراصل تَکُونُوا تَخَارَ عطف تابعی کی وجہ سے لام کے نے اس کو بھی فتح دیا اس لیے آخر کی نون اعرابی گر گئی۔ صُو ضمیر مبتدا، مَوَلٰی مصدر بھی ہے یا اسم مفعول واحد مذکر و لٰی سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے قریب ہونا، ملا جلا ہونا مجازاً دوست مددگار، حقدار فیض میں لینے والا، حمایتی، وارث، والی۔ عالم اور رفیق کے لیے بولا جاتا ہے۔ باب تَفَعَّلُ تین آکر منہ بھیرنا کا معنی ہوتا ہے یہ مضاف ہے کُم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ف زائدہ بیانِ نَعْم فعل مدح۔ لغوی ترجمہ ہے۔ سُرُور آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اصطلاحاً بہت نرم، خوشگوار۔ آسودگی، دولت نعمت، خوش حالی۔ اتحاد، اجتماعیت، احسان، کشادہ، بلند مفید مضبوط فضل و کرم کرنے والا۔ اچھا۔ یہاں ان ہی دو معنی میں ہے۔ نیز جسمانی تندرستی اور صفائی اور اچھی بات کو بھی نَعْم کہتے ہیں جو پایہ حلال چرندوں مویشیوں کو نَعْم اور اَنعَام کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی مفید اور اچھی نعمت ہے۔ ہاں اور تائید کو نَعْم کہتے ہیں کیونکہ تائید کرنے والا اُس کو اچھا سمجھتا ہے۔ نَعْم فعل مدح صُو ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل المَوَلٰی مخصوص بالمدح سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ نَعْم فعل ضمیر صیغہ فاعل التَّحْسِیْرُ مخصوص بالکدر سب مل کر معطوف ہے وَ نَعْم المَوَلٰی پر دونوں عطف مل جملہ عاطفہ ہو گیا۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ۔ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ
تَفْسِيرُ عَالِمَانِهِ فِي الدِّينِ مِنْ حَرْجٍ۔ مِلَّةَ آبَائِكُمْ ابْرَاهيمَ هُوَ سَمَّكُمُ
المُسْلِمِينَ۔ مِنْ قَبْلِ قَوْلِي هَذَا۔ اور اسے ایمان والو رکوع سجود، عبادت اور اَعْمَلُوا

اَلْخَيْرُ اَعْمَالُ وَحُكْمٌ نَّكِیْ فَرَمَانِ داری کرنے والوں کو لب پانچواں حکم یہ دیا جاتا ہے کہ دُعا جَدُوْل مجاہدہ صفات سے دنیا میں خیر پھیلا کر آبِ جہاد ذات و آلات سے دنیا سے ہر قسم کا شرٹا دو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں اُس کی خدمت دینی میں ہر کافر ظالم، باطل سرکش شریر و فسادِی سے ایسی زبردست جنگ کرو کہ راہِ الہی کی جنگ کا حق ادا ہو جائے اور ایسی ایمانی قوت عرفانی ثقتِ ابقانی حکمت اور سلامتی طاقتِ ولایت سے کرو کہ تمہاری جنگ جہادِ حقِ سبیل اللہ بن جائے۔ خیال ہے کہ کافر ظالم اور مومن عادل کی جنگ میں فرق یہ ہے کہ کافر جنگ کرتا ہے مومن ملک گیری یا فتنہ و غارتگری کے لیے لیکن مومن جنگ کرتا ہے تو فقط زمین سے شرٹانے خیر پھیلانے اور سنتِ پیغمبری قائم کرنے کے لیے مومن کی جنگ میں نہ کشور کشائی نہ مال غنیمت نہ قتل عام کی بربادی نہ توڑ پھوڑ کی تباہی اس لیے کہ مومن کو تین حکم ہیں۔ پہلا حکم جَاہِدُوا یعنی خیر پھیلاؤ، شرٹاؤ۔ جنگ کو جہاد بناؤ دوسرا حکم فی اللہ یعنی مومن کی تلوارِ انبازی، شکر سازی، سب تیاری صرف فی سبیل اللہ بَوَحْیَہ اللہ ہونی چاہیے۔ تیسرا حکم۔ حق جہاد یعنی مومن کا جہاد ایسی شان، ایسی آن ایسی چال ایسی رفتار اسی کردار اسی گفتار سے ہونی چاہیے کہ جہادِ اسلامی کا حق ادا ہو جائے اور دنیا کے ظالم و مظلوم، حاکم و محکوم اُمرا و وزراء بادشاہ و رعایا سب جان لیں کہ تربیتِ قرآن اور دین اسلام کی جنگ ایسی ہوتی ہے۔ حق جہاد کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ ہر جہاد ہمت طاقت جوشِ اسلامی جذبہ ایمانی ہمت طاقت میں اول سے آخر تک یکساں ہو اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب ہاتھ میں تلوار ہو نگاہ میں کفر ہو میدان میں یلغار ہو عشق میں کسریا ہو سینے میں مصطفیٰ ہو۔ ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق کہہ دینا یہ بھی حق جہاد ہے۔ تلوار سے ہو یا قلم سے۔ بازبان سے یا قلبی نفرت سے نیت خالص، اللہ اطاعت کامل یا اللہ نہ کسی کی رُوعایت نہ کسی ملامت کی گھبراہٹ نہ سوم یہ کہ دین کی حمایت و اشاعت میں سردھڑ جان۔ مال کی بازی لگاؤ کسی کی پرواہ نہ کرو جس طرح صحابہ کرام کی جہادیں پھر سلاطین اسلام کی شمیر سے اولیاء اللہ نے زبان و عملی کردار سے علمائے علم سے ایسے خلوص و شجاعت و جذبات کے جوہر دکھائے کہ حق جہاد کے منظر ائم بن گئے اگر صند سے کفر کی یلغار اٹھتی ہے تو غزنی سے شمیر محمود اٹھتی چلی آتی ہے اور مغلیہ شہنشاہوں کی اسی جَاہِدُوا فی اللہ کے جذبہ ایمانی سے سلطنتِ اسلامیہ کی سرحدیں طویل وسیع ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اگر پرتھوی راج کا طوفانِ ظلم و کفر اٹھتا ہے تو اجیر سے خواجہ چشتی کا روش

ایمان میدانِ عمل میں آجاتا ہے اور جا دو گروں کو شکست دے کر لاکھوں ہندوؤں کو اسلام و قرآن کے دامن میں لے آتا ہے پھر اگر گنگہ اور تھانہ بھون سے دیو کا قسا اور ابلیس کا شر اٹھتا ہے تو بریلی کی سرکار سے رضا کا نیزہ بلند ہوتا ہے اور شکرِ فقراءِ قادری ایسی سرفروشی علمی قوتِ عملی و صحت سے رواں دواں ہوتا ہے کہ رضا کا نیزہ بن کر سیمۂ باطل میں گڑھ جاتے اور دنیا و بکھرے کہ ہیں قادری فقیروں کے تھنڈے گڑھے ہوئے غرضکہ سلاطینِ اسلام اولیاءِ عظیم علماء کرام اور عوامِ اہل ایمان نے جاحِدُ وافی اللہ کے وہ عملی مظاہرے فرمائے کہ جہادِ اسلامی کا حق ادا ہو گیا۔ بعض بد بخت لوگ ان ایمان افروز یوں میں بھی تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی پیر پرست کہتا ہے کہ اولیاء اللہ نے وہ کارنامے کئے جو سلاطینِ اسلام نہ کر سکے کوئی گستاخ کہتا ہے کہ اگر سلطان التمش نہ آگیا تو ساری کرامتیں دھری رہ جاتیں۔ کوئی کہتا ہے علماء نے کیا کر دکھایا۔ کوئی اولیاء اللہ کی کارکردگی کا منکر ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سب ابلیسی فرقہ پرستی اور احسان فراموشی والی باتیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ سلاطین اور اولیاء و علماء مشائخ و عوامِ مسلمان سب ہی اسلام کے قوت و آلے باز و اور اعطاءِ یک دیگر اند ہم سب کے احسان مند ہیں۔ قائدِ اعظم کے اس احسان کو کوئی اندھی آنکھوں والا ناکارہ عقل والا ہی بھلا سکتا ہے جو پاکستان کی شکل میں ہے۔ اس احسان کو نہ پاکستانی بھلا سکتے ہیں نہ بنگلہ دیشی نہ ہندوستانی مسلمان تمام اگرچہ بدل گیا بنگلہ دیش رکھ لیا گیا مگر دلایا ہوا اسلامی سیاست بتایا ہوا تو قائدِ اعظم کا ہی ہے ہمیں اب بھی بنگلہ دیش پیارا کہ وہ ایک اسلامی ملک ہے قائدِ اعظم کا تحفہ ہے ۱۹۶۵ء میں پوری مسلم قوم نے جاحِدُ وافی اللہ حق جہاد کا نقشہ تاریخِ عالم پر ایک بار پھر ایسا کھینچا کہ کفر تھرا گیا، فوج و رعایا ایک دوسرے کے دست و بازو بن گئے تھے۔ جاحِدُ و مشتق ہے مجاہد کا سے اس کا منہ ہے دو طرفہ قتال، قتال میں سات چیزیں ہوتی ہیں ۱۔ شکرِ ایمان ۲۔ شکرِ کفر ۳۔ مومن کا طریقہ جنگ ۴۔ کافر کا طریقہ جنگ ۵۔ مومن کا مقصد جنگ ۶۔ کافر کا مقصد جنگ ۷۔ جنگ کی قسمیں۔ شکرِ ایمان کی تین قسمیں ہیں ۱۔ شکرِ سلطنت ۲۔ شکرِ شریعت ۳۔ شکرِ سلطنت کے ہتھیار بندِ وق و تلوار ہیں شکرِ شریعت کے ہتھیار علم و قلم و زبان ہے شکرِ طریقت کے ہتھیار عرفانِ عمل کردار تذکیۂ قلب و روع ہے۔ شکرِ دشمن کی چھ قسمیں ہیں ۱۔ کفار ۲۔ فاسق ۳۔ اہل شر ۴۔ اہل فساد ۵۔ نفسِ امارہ ۶۔ شیاطین، اسے شکرِ ایمان

والو تم ان دشمنوں سے جہاد کرو اس لیے کہ **مُحُوا جَبْتَكُمْ** اُس مولیٰ تعالیٰ نے اپنی پوری مخلوق میں سے تم کو چن لیا ہے اپنے پورے دین اسلام کے لیے تم نے ہی اسلام کا رکوع اور ایمان کا سجدہ کیا ہے تم نے ہی اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے اور زمین پر پھیلائی ہے اور مدتوں کی ترسی ہوئی زمین کو ذکر الہی سنانا ہے رکوع سجود کی تسبیحوں سے نماز کی تلاوتوں سے اذانوں کی آوازوں سے تکبیرات کی صداؤں سے اور کفار کے ساتھ تلوار سے فساد کے ساتھ علم و زبان سے اہل شر کے ساتھ عدالت اسلامی سے، اہل فساد کے ساتھ شریعت کے احکام سے نفس و شیاطین کے ساتھ طریقت کے اعمالِ صالحہ و تذکیۃ قلب و روع سے جہاد کرتا ہے جس رب کریم نے آسمانوں پر فرشتوں کا اصطفیٰ فرمایا اسی خالق تعالیٰ نے زمین پر تمہارا اجتبا فرمایا۔ فرشتوں کو وزیران فی السماء کے عملے میں داخل فرما کر غلامانِ مصطفیٰ بنا دیا اور تم کو وزیران فی الارض کے عملے میں شامل فرما کر غلامانِ محبتی بنا دیا۔ کفار و فساد و شر و مفسدین سے جہاد کرنا جہادِ اصغر ہے۔ اور نفس و شیاطین سے جہاد کرنا جہادِ اکبر ہے۔ جنگِ تبوک سے واپسی پر آقاؐ کا کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے شکرِ اسلام والو ہم لوٹ رہے ہیں جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف اور ایک مرتبہ مجاہدین اسلام کے ایک لشکر سے فرمایا کہ تم لوگ جہادِ اصغر سے فتح مند ہو کر جہادِ اکبر کی طرف لوٹے ہو۔ کیونکہ ظاہری دشمن کفار و فساد و شرارتیوں سے قتل جہادِ اصغر ہے اور باطنی دشمن نفسِ امارہ و ابلیس و شیاطین سے مجاہدہ جہادِ اکبر ہے اس لیے کہ ظاہری دشمن کبھی قتال میں آتا ہے کبھی غلبہ سے بھاگ جاتا ہے کبھی صلح پر آمادہ ہوتا ہے کبھی ماتحتی پر۔ مگر باطنی دشمن نفس و شیطان ہمیشہ آمادہ جنگ ہی ہوتے ہیں کبھی بھی جنگ و رغلان و شرارت و مواصل اور فساد بغاوت سے باز نہیں آتے اور یہ جہادِ نفس انتہا سخت خطرناک ہے کہ جہادِ کفار کا مغلوب و مقتول مومن شہید بن کر جنت میں جاتا ہے۔ لیکن جہادِ نفس میں اگر کوئی بندہ مقتول نفس اور مغلوب شیطان ہو جائے تو بعین بن کر جہنم میں چلا جاتا ہے اسی لیے میدانِ جنگ کا قتال جہادِ اصغر ہے اور ابدانِ نفس و تسلطِ شیطان کا مجاہدہ جہادِ اکبر ہے لہذا خوش نصیب ہو تم کہ تم کو چن لیا گیا اور اس چناؤ سے ایک عظیم فائدہ تم کو یہ بھی ملا کہ **وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ** نہ بنائی تم پر اس رحیم کریم مشفق منعم رب تعالیٰ نے دین کی شریعت و شریعت کے اصول و قوانین و احکام میں کوئی تنگی و دشواری، جبر و زبردستی، اکراہ و سختی

ترشی، عمر کے کسی بھی حصہ کسی بھی حالت، کیفیت میں نہ تمہاری ذات میں نہ صفات میں نہ بشری کمزوری نہ لاغری بیماری نہ معذوری مجبوری نہ غریبی مسافری میں، نہ شرعی اعمال میں نہ اُن کے طریقوں وقتوں، مقامات میں ہر عمل ایسا آسان ذہن نشین و دل پذیر کہ مومن صادق کا دل چاہتا ہے کہ کئے ہی جائے نمازوں میں چاشنی نوافل میں روشنی، روزوں میں خوشبو، زکوٰۃ میں اُلفت، صدقوں میں محبت، حج مکہ مکرمہ میں عشق کبیر پائی زیارت مدینہ منورہ میں محبت مصطفائی، عبادات اتنی نرم کہ نہ امیر کو تنگی نہ غریب کو نہ تندرست کو مشقت نہ بیمار کو کھڑے نہ کر سکے تو بیٹھ کر بیٹھے نہ کر سکے تو لیٹ کر اس سے بھی مجبور ہو تو قضا کرے، سقر میں بجائے چار دو قرض نماز، روزہ تھاکے، ذرا سی رکاوٹ سے حج کی فرضیت معاف، عورت پر مزید آسانیاں کو حین و نفاس میں نمازیں معاف روزے قضا، وضو نہ کر سکے تو تیمم، بھوک سے مرتا ہو تو حرام الوقت ضرورت جائز اوقات عبادات میں بھی عجیب وسعت کریمانہ کہ پانچ دس منٹ کی نماز کے لیے کئی گھنٹوں کا وقت دیدیا، رمضان و عیدین کے چاند و تاریخ کے علم میں سہولتیں کہ اُن پڑھ بھی دیکھ کر پتہ لگائے۔ پورے آسمان کو مسلمانوں کے لیے نظام الاوقات اور تاریخی کیلنڈر بنا دیا مقام عبادت میں فراخی کہ جس پاک جگہ چاہا ادا کر لو خلوت و جلوت میں جماعت و فردیت میں ادا اور قبول بشری کمزوری سے گناہ پاکر کر لو تو صرف زبانی سچائی یکتی تو یہی کافی اور منظور، فرمانبرداری کرنے والے کی عزت و مشہوری، نافرمانی میں پردہ پوشی جرم میں کفار سے قتل میں دیت سے معافی۔ چھٹکارا، رحمت کے دروازے تاقیات کھول دئے گئے عذاب کے دروازے بند کر دئے گئے جسم، لباس پلید ہو جائے تو پانی سے دھو کر پاک کر لو اے مسلمانوں یہ آزادیاں نرمیاں صرف تم کو ملی ہیں محبوب رب کے صدقے میں پچھلی اُمتوں پر نہ تھیں، حرج نہ ہونے کا معنی یہ بھی ہے کہ امت مسلمہ پر دینی دنیوی ہر قسم کی جائز ضلال طیب ترقی حاصل کرنے میں کوئی شرعی پابندی اور حمانعت رکاوٹ نہیں ہے نہ تجارت میں نہ حصولِ علم میں دینی علم، ہو یا دنیوی معلومات نہ سائنسی صنعت کاری ہو۔ یا معاشرتی ملکی عملی زندگی ہو، غرض کہ اسلام کا جائز طریقہ لے کر جو چاہو کرو کھاؤ پیو مقام ترقی حاصل کرو جتنا چاہو آگے بڑھو بلکہ سب قوموں سے اونچے ہو جاؤ۔ اسلام میں نہ راجحانہ تارک الدنیا زندگی کی اجازت ہے نہ پادریوں پاؤں کی بتاؤٹی پابندیوں کی اجازت اسلام تو کہتا ہے

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو چاہو تو جہازوں پہ اُڑ دو چرخ پہ چھولو
 پر ایک سخن اپنے اکابر کی رکھو یاد اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو
 یہ وہ دین نہیں کہ اس پر عمل کرنے سے تم مصیبت اور غربت میں پھنس جاؤ یا آغیار کے
 دست نگر بن جاؤ یا تمہاری مادی علمی روحانی قلبی ترقی رک جائے اور دنیوی وسائل میں
 قوموں سے پیچھے رہ جاؤ، تمہارے ہی دین کا نام اسلام ہے اسی دین میں ہر طرح کی سلامتی
 و کامیابی و آسانی ہے اس کو سیکھنا سمجھنا آسان اس پر عمل کرنا ایسا واضح روشن کہ اس کی
 رات بھی دن کی طرح جگمگائے پچھلی امتوں کے لیے بڑے سخت قانون کے کوئی رعایت نہ
 تھی نہ قصا کی نہ قصر کی نہ پوری زمین مسجد ہو نہ کی ان کی نماز نہ بیٹھ کر جائز نہ لیٹ کر جسم
 گنڈا کر رہو کھوپڑے کر چھیل کر پاک کر و اگر کپڑا گنڈا کر لو تو اتنا کپڑا کاٹ کر پھینک دو اگر جسم
 و لباس کپڑا خود گنڈا ہو جائے تو صرف دھونے سے پاک ہو جائے، گناہ کسے تو ذلت کی
 تشہیر کہ گناہ کبیرہ دروازے پر لکھے جائیں اور گناہ فحاشی سے ماتھے پر نشان بن جائے شرک
 کفر کر لینے کی توبہ میں خود کو قتل کروائیں یعنی شرک کی توبہ قتل، کے لیے خود کو پیش کر دینا
 اے مسلمانو سابقہ مومن امتوں کی ہر سال کی دن رات عبادت اور تمہاری ایک لیلۃ القدر
 کی عبادت خیر من ألف شہرہ اور اللہ تعالیٰ کو تم سے اتنا پیار کہ ملت میں تم کو اپنے
 خلیل ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شامل کر دیا کہ فرمایا مِلَّتْ اَبْرٰہِیْمَ بَنُو اٰدَمَ تَمٰہِدٰی
 ملت وہی ہے جو تمہارے اسی نسلی آبائی روحانی مرنی ابراہیم علیہ السلام کی تھی یہودیوں
 نے مسلمانوں سے کہا کہ ابراہیم یہودی تھے۔ عیسائیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ابراہیم
 عیسائی تھے سورۃ بقرہ آیت ۱۲۵ مشرکین نے مسلمانوں سے کہا ابراہیم ہمارے دین پر
 تھے یعنی مشرک تھے رب تعالیٰ نے سورۃ آل عمران آیت ۶۷ میں فرمایا اے مسلمانو ابراہیم
 نہ یہودی تھے نہ عیسائی نہ مشرک بلکہ وہ ضیفت تھے مسلمان ہو کر یا مسلمانوں کی طرح کیونکہ
 اے مسلمانو تمہارا دین اور ابراہیم کا ایک ہی ہے۔ اجتہاد الہی کا یہ کتنا بڑا اعزاز ہے
 کہ یہود و نصاریٰ و مشرکین نے خود اپنے مومنوں سے اپنے دین کو ابراہیم علیہ السلام
 کی طرف نسبت کر کے اپنی شان و عظمت بیان کی مگر رب تعالیٰ نے ان سب کی تردید
 فرما کر خود اپنے کلام سے ہی شان و عظمت مسلمانوں کی بیان فرمائی کہ ابراہیم نہ یہودی تھے
 نہ عیسائی نہ مشرک بلکہ خالص (ضیفت) مسلمان تھے کہ جو کچھ ابراہیم کرتے تھے وہ اب

مسلمان کر رہے ہیں ابراہیم کا نقشہ مسلمانوں میں ہے نہ کہ یہود و نصاریٰ مشرکین میں سچی پکی نشاندہی تو رب تعالیٰ کی ہی ہو سکتی ہے نہ کہ کسی کے اپنے منہ سے کہنے سے مسلمانوں کو اپنے منہ سے اپنی نسبت ابراہیمی والی عظمت و شان بیان کرنی کی ضرورت نہیں۔ یہ آیت یہود و نصاریٰ مشرکین مکہ کی زبرد اور دین ابراہیم کا اصل نقشہ دکھا رہی ہے۔ ملت کا لغوی معنی ہے شریعت اصطلاحی معنی ہے دین کے اصول و فروع۔ ملت اور دین میں تین طرح فرق ہے۔ لفظ دین کی نسبت و اضافت ہر شخص اور ہر حق و باطل کی طرف ہو سکتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا دین، میرا تمہارا زید و بکر کا دین انبیاء علیہم السلام کا دین، جن کو ملک کا دین کفار کا دین، باطل دین، حق دین لیکن لفظ ملت کی نسبت صرف انبیاء علیہم السلام کی طرف ہی ہو سکتی مثلاً ملت ابراہیم ملت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ملت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لیکن ملت اللہ ملت زید بکر یا ملت باطل کہتا جائز نہیں۔ دین مکمل ضابطہ حیات اور تمام اصولی فردعی قوانین کا نام ہے۔ مگر ملت غیر مکمل چند مخصوص و ضروری اصول و فروع کا نام ہے۔ دین نام ہے مذہبی قانون کا، اور ملت نام ہے اُس قانون کے عملی نقشے کا، ابراہیم علیہ السلام کو امت مسلمہ کا ابو، فرمانا چار وجہ سے ہے۔ مایا اس لیے کہ اکثر اہل عرب ابراہیمی نسل سے ہیں۔ مایا اس لیے کہ سب لوگوں کو تا قیامت ابراہیم علیہ السلام سے محبت ہوتی رہے گی خاص کر تمام عرب اور بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ کو۔ مایا اس لیے کہ یہود و نصاریٰ و مشرکین مکہ کا وہی مذکورہ بالا قول کہ یہ تینوں کافروں میں اپنے اپنے مذہب کو ملت ابراہیمی کہتے اور سمجھتے تھے اُن سب کی تردید فرماتے ہوئے بتایا کہ تمہارے آبائی نسل و اصل کے ابی اور مرنی۔ مرنی ابراہیم علیہ السلام کی ملت یہ بت پرستی یا یہودی، عیسائی نظریاتی بتاؤٹی کفریات نہیں ہے بلکہ تمہارے ابو ابراہیم کی ملت وہ ہے جو دین اسلام کی ہے لہذا اگر اپنے ابی ابراہیم سے محبت کا سچا دعویٰ کرتے ہو تو اسلام قبول کرو۔ مایا اس لیے اَبِیْکُمْ اِبْرَہِیْمَ فرمایا کہ حضرت ابراہیم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خَدِیْ اَعْلٰی تھے اور چونکہ ہر نبی علیہ السلام اپنی امت کا باب یعنی مرنی ہوتا ہے۔ اس لیے نبی کریم کی نسبت کی وجہ سے حضرت ابراہیم تمام مسلمانوں کے ابی و مرنی ہو گئے۔ اسے مسلمانوں تم کہتے خوش نصیب ہو کہ خود اللہ تعالیٰ نے تمہارا دینی نام مسلمان رکھا کسی بھی نبی علیہ السلام کی امت کو اس سے پہلے یہ شان و سلامتی والا نام

نہیں دیا گیا، پھر تمہارے اس دینی نام کو اتنا مشہور کیا کہ تمام پچھلی کتابوں صحیفوں میں بھی اوقات پڑھی جانے والی اس کتاب قرآن مجید میں بھی تمہارا نام سلمان رکھا، اور تمہارے ہی دین کا نام اسلام رکھا گیا تم پر یہ سب انعامات و انتخابات اس لیے ہے کہ۔ لَیْکُمْ اَللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ عَلَیْکُمْ وَ تَلٰوٰتُہٗ شَہٰدَۃٌ عَلٰی النَّاسِ۔ یہ رسولِ ابدی محبوبِ ازلِ تم پر شاہدہ کرنے والے ہوں۔ تمہارے اچھے اعمال، سچی عبادات رکوع و سجود افعالِ خیر۔ میام و زکوٰۃ جذبہ جہاد۔ صبر و شکر ثابت قدمی انبیاء و اطاعت کا مشاہدہ فرما کر کل قیامت میں تمہاری حقانیت و صداقت کی گواہی دیں، دنیا میں تم اُن کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے رہو اور کل بروز قیامت وہ رسول بارگاہِ رب العزت میں اپنی تبلیغ اور تمہاری قبولیت تبلیغِ ایمانہ کا مددِ عملیات صالحہ کی شہادت دیں یہ خصوصیت ہے آقا کا ثباتِ حضور و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کہ خود اپنے ہی حق میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی مستبر قبول ہوگی۔ کچھ لوگوں نے لکھا کہ یہ مقبولیت عصمت کی وجہ سے ہے مگر یہ قول مغلطہ ہے۔ اولاً اس لیے کہ اگر عصمت کی وجہ سے غیر کی گواہی ضروری نہ ہوتی تو آپ کی عصمت تو حیاتِ دنیوی میں بھی موجود ہے یہاں کیوں آپ کے لیے گواہی غیر ضروری ہوتی جیسا کہ ایک مرتبہ اوٹ کی خریداری پر آپ کو حضرت خزیمہ کی گواہی پیش آئی دوم اس لیے کہ معصوم تو تمام انبیاء علیہم السلام ہیں اُن کو کفار کے انکار پر کیوں گواہی کی ضرورت قیامت میں پیش آئے گی ثابت ہوا کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ذاتی خصوصیت صرف قیامت میں ہوگی اور اسے خوش قسمت متقی مسلمانوں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مشاہداتی قوت اور تمہارے کامل ایمان صالح اعمال مقبول اقوال کی وجہ سے بروز قیامت تم بھی بارگاہِ الہیہ میں پہنچے گواہ بن کر پیش ہو گئے کہ تمام کفار کے خلاف انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں تمہاری گواہی قبول ہوگی۔ تفسیر منطہری نے بحوالہ محدث ابن مبارک بسند ابی حبلہ اس گواہی محشر کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ پہلے حضرت اسرافیل کو بلا کر پوچھا جائے گا کہ اے اسرافیل کیا تو نے میرا عہد یعنی کلام و پیام پہنچایا تھا وہ عرض کر نیگے ہاں یا رب میں نے جبریل کو پہنچا دیا تھا تب جبریل علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کیا تجھ کو اسرافیل نے میرا کلام و پیام پہنچایا تھا وہ عرض کرے گا ہاں یا رب تب حضرت اسرافیل کو چھوڑ دیا جائے گا اور جبریل علیہ السلام

سے پوچھا جائے گا کہ تم نے میرے عہد میں کیا کیا، وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ میں نے وہ پیغام ہر نبی کو پہنچا دیا تھا اور تمام فرشتوں کو سنا دیا تھا، تب انبیاء کرام علیہم السلام کو بلایا جائے گا، یہ تمام کاروائی تمام کفار اور مومنین اور جن و ملک دیکھ رہے ہوں گے ان کو بھی دکھانے کے لیے یہ سب کچھ بیان و شہادت ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا کیا تم کو جبریل نے میرا عہد کلام پہنچا دیا تھا، تمام انبیاء مرسلین عرض کریں گے ہاں یا اللہ تب جبریل علیہ السلام کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس وقت آقا کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے پھر سب انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا کہ تم سب نے میرے عہد سے کیا سلوک کیا تھا سب عرض کریں گے یا اللہ ہم نے اپنی اپنی امت کو تیرے کلام کی پوری تبلیغ کر دی تھی تب قریب موجود امتوں کو خطاب کر کے پوچھا جائے گا جن میں اکثریت کفار کی ہوگی وہ کفار کہیں گے۔ انبیاء نے ہمیں کوئی تبلیغ نہیں کیا ان امتوں میں بہت غمزدہ لوگ مومن ہوں گے جو انبیاء کی تصدیق کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات بطور گواہی آپ کے حق میں قبول کر لی جائیگی یہ آپ کی اس دن خصوصیت ہوگی، دیگر انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لیے اُن سے گواہ طلب کئے جائیں گے سب انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے کہ ہمارے گواہ مسلمان ہیں، تب مسلمانوں کو مخاطب کر کے پوچھا جائے گا کہ انبیاء کے بارے میں تم کیا گواہی دیتے ہو۔ سب مسلمان عرض کریں گے یا اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو پوری تبلیغ فرمادی تھی۔ اس پر وہ کفار اعتراض کریں گے کہ یہ مسلمان تو اس زمانے میں تھے ہی نہیں پھر یہ انبیاء کے حق میں اور ہمارے خلاف گواہی کیسے دیتے ہیں پھر رب تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو خطاب آئے گا کہ بتاؤ تم کیسے گواہی دیتے ہو۔ سب مسلمان قال حال کی زبان سے عرض کریں گے کہ یا اللہ ہم کو ہمارے آقا حضور اقدس تیرے نبی و محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تیری توحید بتائی، تیری کتاب سنائی، تیری شریعت سکھائی پوری تبلیغ فرمائی جنت دوزخ قبر حشر پر ایمان دلایا اسی زبان اقدس نے ہم کو بتایا تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو کما حقہ تبلیغ فرمائی تھی لیکن امتوں نے تکذیب کی و تکلیف دی اس گواہی ستمہ صادقہ پر عدالت الیہ کا فیصلہ سنا دیا جائے گا، اسی کو سورۃ بقرہ کی آیت ۱۲۲ پر بیان فرمایا گیا۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَنَّ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۚ حَبِيبِ اے مسلمانو

تم پر تمہارے رب علی کی اتنی نعمتیں ہیں کہ تمہارا نام سب سے اعلیٰ تمہارا اہم سب سے بالا ،
 تمہارا اکرام سب سے اکثر تمہارا مقام سب سے بہتر تمہاری شریعت سب سے آسان لہذا
 تم بھی اُس کے اداءِ شکر بقاۃ فکر حفاظتِ ذکر میں۔ **كَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا**
بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ خوب اچھی طرح نماز میں قائم و مضبوط
 رکھو۔ اچھی اور حُسن انداز و قاری تمام عجز و نیاز کے ساتھ پڑھتے پڑھاتے بتاتے سکھاتے رہو
 یہ نماز حقوقِ اللہ بھی ہے غذا و روح بھی قُرَّتِ عین بھی فرحتِ قلب بھی، اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے
 رہو۔ نصابِ مال کی سالانہ حقوقِ العباد میں اوقاتِ کار کی ماہانہ حقوقِ النفس میں اعلیٰ خیر کی روزانہ
 راہِ الہی ہیں ہر جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہوتا ہے چار وجہ سے، پہلی وجہ یہ کہ نماز عبادتِ
 ذاتی انفرادی ہے دنیا میں نمازی کو ہی اس کے ظاہری باطنی تقریباً پندرہ فائدے ملتے ہیں
 برکت، رحمت، سکونِ قلبی، طہارتِ بدنی، حسن، صحت، بحالتِ نماز ہر نمازی کو ہر گناہ سے
 روکتی ہے۔ ہار گاہِ رب میں پہنچاتی ہے ہر ایک سے توجہ ہٹاتی ہے۔ بعدِ فراغت گناہوں سے
 شرم دلاتی ہے، امین بنا تی ہے، خیانت سے بچاتی ہے۔ آخرت میں جنت دلاتی ہے، قبر میں
 بچاتی ہے توڑ پھیلاتی ہے۔ اور زکوٰۃ اجتماعی عبادت ہے کہ بعض کو بعض سے فائدہ ہوتا ہے
 لینے والوں کو دنیا میں دینے والوں کو آخرت میں، دوسری وجہ یہ کہ نماز حقوقِ اللہ ہے اور
 حقوقِ العباد ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ نماز ہر قسم کی عبادت کا مجموعہ ہے۔ خلوتی بھی، جلوتی بھی۔ مالی
 بھی، وقتی بھی، قلبی بھی۔ لسانی سمعی بھی، عقلی فکری بھی، ہوا بھی، ترک بھی کیونکہ عبادت نام ہے
 ترکِ دنیا طلبِ آخرت کا زکوٰۃ مالی عبادت ہے گویا کہ نماز عبادتوں کا گلدستہ ہے اور
 زکوٰۃ عبادت کا ایک پھول ہے۔ چوتھی وجہ یہ کہ نماز پر ایمان والے پر فرض، زکوٰۃ ہر مال والے
 پر فرض، ایمان لانا دولتِ آخرت ہے مال کمانا دولتِ دنیا ہے، نماز طہارتِ اجسام ہے
 زکوٰۃ طہارتِ اموال ہے اس لیے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہوتا ہے لیکن چونکہ نماز مجموعہ ہے
 زکوٰۃ مفردہ ہے اس لیے نماز کا ذکر پہلے ہوتا ہے زکوٰۃ کا بعد میں۔ **وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ**
 اور سخت مضبوطی کا بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ پر ہر حالت ہر کیفیت ہر حادث ہر عبادت ہر تدبیر
 ہر تقدیر ہر زمان ہر مکان میں بچیں جو انی بڑھاپے میں امیری غریبی بیماری تندرستی میں
 دنیا قبر حشر میں اپنی کسی چیز پر بھروسہ نہ کرنا نہ کرامت پر نہ قدامت پر نہ عبادت پر
 دلائلِ عقلیہ بھی اُس کے بھروسے پر قلم دلائلِ نقیبہ بھی انعام و ثنوی الطافِ اُخروی

پر بھی اعتصام اسی کا ہونا چاہیے، عنایات پر بھی اس کا بھروسہ چاہیے۔ محذورات و ممنوعات سے بچنے کے لیے بھی اُسی سے عصمت کی طلب کرو اور امر و واجبات پر عمل کرنے میں بھی اُسی کی عصمت مانگو کیونکہ **هُوَ مُؤْتِي كُم**۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا کارساز حاجت روا مشکل کشا فریادرس ہے اُس کے مقابل نہ کوئی مشفق نہ کوئی منعم نہ کوئی معطی نہ کوئی مولیٰ نہ متولی نہ حافظ نہ ناصر نہ والی بعض لوگوں نے **وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ** کا ترجمہ کیا ہے۔ اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑ لو یہ ترجمہ غلط اور جاہلانہ ہے کیونکہ دامن کُرتے یا قمیص کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کُرتے اور قمیص سے پاک ہے نیز کُرتے قمیص بلکہ لباس، طرف ہوتا ہے اور کُرتے قمیص لباس والا منظور ہوتا ہے اللہ تعالیٰ منظور ہونے سے پاک ہے کیونکہ طرف بڑا ہوتا ہے منظور چھوٹا، **نَتْنِعْمُ الْمُؤْتِي**، وہ اللہ تعالیٰ تو بہت اچھا مولیٰ ہے۔ اے مسلمانوں اتنا اچھا کہ تم میں سے ہر بے یار و مددگار بے کس مظلوم مجبور کے لیے دنیا آخرت قبر حشر میں بہت سے مددگار پیدا فرما دے ہر ملک ہر شہر ہر علاقے میں اور تاقیامت اعلان بھی فرما دیا چنانچہ سورۃ مائدہ کی آیت ۵۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **لَنَعَا وَبَلَّكُمْ اللّٰهُ وَكَسُوْلُهُ وَالْمُتَدِيْنَ**۔ یعنی اے مسلمانو کسی آفت مصیبت میں گھبرانا مایوس نہ ہونا تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اسی کی کارسازی مشکل کشائی ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہر جگہ دنیا قبر حشر میں تمہارا مددگار بنا دیا اور محبوب کی تقسیم کے ڈپو ہولڈر جگہ جگہ کھولے اس طرح کہ شریعت میں علما کی مدد۔ طریقت میں اولیا کی مدد زندگی میں آستانوں کی مدد بعد وفات مزارات قبور کی مدد مقرر فرمادی ان وسبلوں سے مانگنا رب تعالیٰ سے ہی مانگنا ہے اور سورۃ نمتحہ کی آیت ۳۱ میں ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو اہل قبور اولیاء اللہ سے مایوس نہ ہو جانا کیونکہ **قَدْ كُنَّ كَالْغَنَامِ مِنَ الْاَصْحَابِ الْقُبُورِ**۔ قبر والوں سے تو صرف وہی مایوس ہوتے ہیں جو بکے کافر ہیں، ہر جگہ اور ہر نبی ولی میں قوتیں نصرتیں اُسی مولیٰ تعالیٰ کی ہیں۔ **كُوْنِعْمُ النَّصِيْرُ**۔ اور وہی ہے کمال، جمال، رحمت، برکت کی مدد دینے والا۔ اس کی مدد حاصل کرنے کے لیے کہیں دور دراز بھاگنے دوڑنے یا پیچھے چلانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہر جگہ ہر وقت دفتر نیست معرفت گردگار عالم دہر کا پتہ تبتہ اُس کے آستانوں کا اور آستانوں کی مدد کا پتہ بتا رہا ہے صرف سننے کے لیے عقل و عشق کے کان چاہئیں۔ **اِنَّ اٰیٰتِیْ مَفْسَّرٰتٍ لِّمَنْ خَلَّفَ اَقْوَالًا**۔ کجا حد وافی اللہ (الخ) اس پوری آیت کے حکم میں دو قول ۱۔ بعض نے لکھا کہ جس طرح سورۃ آل عمران

کی آیت ۱۳ اِنَّ تَتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ مِّنْهُ يَخْرُجْ لَكُمْ مَخْرَجًا ۚ سُوْرۃ تَغَابُنِ کی آیت ۱۶ قَالَتْ قُوۡمِ اللّٰهُ مَا
۱ سَتَطْعَنُنَّہُ سے اسی طرح جَاہِدُوۡا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِہَادِہَا کی پوری آیت بھی اس تغابن کی
آیت مذکورہ سے منسوخ ہے ۲ بعض نے کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ حکم ہے یہی قول درست
ہے اس پوری آیت کے نزول میں دُوّ قول ۱ قول بعض نے کہا یہ آیت نکلے ۲ بعض نے
کہا یہ آیت مدنی ہے کیونکہ اس میں جہاد کفار کا حکم دیا جا رہا ہے جو بعد ہجرت ہی جاری ہوا ہے
اور بعد ہجرت کی سب سورتیں آئیں مدنی کہلاتی ہیں۔ پہلے قول والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہاں
جہاد سے مراد جہاد کفار نہیں بلکہ جہاد بالنفس ہے، دوسرا قول درست ہے جہاد کی قسم و نوعیت
میں چار قول ۱ اس سے جہاد بالکفار مراد ہے ۲ جہاد بالاشراک و فساد مراد ہے ۳ نفس و شیطن
سے جہاد مراد ہے ۴ ہر قسم کا جہاد مراد ہے۔ یہی قول درست ہے۔ فی اللہ کے معنی میں دو قول
۱ بعض نے کہا فی اللہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہے
خالص نیت سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہاد کرو یعنی دین اسلام کی حمایت اشاعت و سر بلندی کے لیے
وام قدسے، سختی عملی قوی جہاد کرو۔ دونوں قول درست ہیں، حتیٰ جہاد وہ میں پانچ قول ۱ بعض
نے کہا کہ جہاد کا حق یہ ہے کہ اُس کے لیے ظاہری بھی مکمل تیاری اور باطنی بھی پوری تیاری، موعظا ہری۔
لشکر، ہتھیار ساز و سامان والی، باطنی تیاری یعنی دل گردے کی ہمت جرئت، جسمانی قوت
سپہ گری کا طریقہ، جنگ کرنے ہتھیار اٹھانے چلانے کا ہنر جنگی چابھیں سیکھنے والی تیاری
بھی حتیٰ جہاد ہے ۲ بعض نے کہا کہ ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا حتیٰ جہاد ہے
۳ بعض نے کہا کہ کسی بھی دینی کام اور اشاعت دین میں کسی جبر ظلم یا من ظمن ملامت گالی
گلوچہ از رحمت مصیبت سے نہ ڈرنا نہ گھبراتا حتیٰ جہاد ہے ۴ بعض نے کہا کہ کفار و فساد
پر تلوار یا زبان قلم اور قلبی نفرت سے سختی کرنا حتیٰ جہاد ہے ۵ بعض نے کہا کہ ہر جہاد
و قتال کو فی سبیل اللہ بنا دینا ہی حتیٰ جہاد ہے تاکہ نیت خراب کر کے عمل برہاد نہ کر
دیا جائے۔ ۶ خُرُج میں تین قول ۱ بعض نے کہا کہ خُرُج کا معنی ہے تنگی و سختی یعنی اسلام کے
کسی حکم میں نہ تنگی ہے نہ سختی نہ جبر ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ سابقہ اُمتوں کی طرح
مسلمانوں پر کسی عمل میں مشقت نہیں بلکہ زبانی توبہ کفار سے، دیت اور بے شمار علیٰ رخصتوں
کے سبب اور ذریعے بہت سہولت ہے ۳ بعض نے کہا کہ خُرُج کی نفی کا معنی ہے اسلامی
عبادت میں تین چیزوں کی بہت سہولت دیکھی ہے، اوقات، مقامات، تواریخ کی سب قول

درست ہیں کیونکہ اسلام میں ہر طرح نرمی ہے۔ ملت کے معنی میں چار قبیلہ یا بعض نے کہا کہ یہاں
 مثلیت و مشابہت مراد ہے یعنی دین اسلام آسانی اور وسعت میں ملتِ ابراہیمی کی مثل ہے
 ۲ بعض نے کہا یہاں مطابقت مراد ہے یعنی ملتِ ابراہیمی ہی دین اسلام ہے پہلے جس کا
 نام ملتِ ابراہیم تھا اب اُس کا نام اسلام ہے۔ اصول بھی وہی فروع بھی وہی ۲ بعض نے کہا
 کہ ملت کا معنی صرف فردعی احکام میں یعنی فرض واجب مستحبات کے عمل ۲ بعض نے کہا کہ
 اس کا معنی ہے سنتِ ابراہیم اور مستحبات و علیاتِ ضروریہ۔ اِیکُم میں تین قول ۲ بعض نے
 کہا اس کا معنی ہے اہل عرب کے جدِ اعلیٰ اباؤ اجداد کے اصل ۲ بعض نے کہا اس کا معنی ہے
 تم سب کہ بسندیدہ شخصیت ۲ بعض نے کہا کہ اِیکُم فرماتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے جدِ اعلیٰ ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمت کے لیے مثل باپ ہیں اس
 نسبت سے حضرت ابراہیم ساری اُمت کے اَبُو ہوئے۔ حُوشُکُم میں دو قول ۲ بعض
 نے کہا کہ ہو ضمیر کا مرجع ابراہیم ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا مگر یہ
 قول غلط ہے کیونکہ آیت کے سیاق و سباق کے خلاف ہے سیاق میں اس حُوشُکا تعلق
 حُوشُکُم اور وَمَا جَعَلَ کے مرجعوں سے ہے وہاں اللہ تعالیٰ تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ
 مرجع ہے اور سیاق میں اس کا تعلق مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا سے ہے، مِنْ قَبْلُ یعنی تو بیت
 النجیل و صحیفوں میں بھی فرماتے والا اللہ تعالیٰ اور فِي هَذَا یعنی قرآن مجید میں بھی رب تعالیٰ
 نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام سے یہ نام رکھنا کہیں ثابت نہیں اور سورۃ بقرہ کی آیت ۱۲۸ میں
 ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذَرِئَتِنَا اُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ
 لَّكَ۔ یہاں لَكَ کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہ نام رکھنا نہیں بلکہ مسلم کا لغوی معنی مراد ہے یعنی
 تسلیم و رضا کا سر جھکانا ۲ بعض نے فرمایا کہ حُوشُکا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی قول درست بلکہ
 حضرت ابی ابن کعب کی قرئت ہی یہ ہے کہ اللہ سَکُم شہیداً، میں دو قول ۲ بعض نے کہا
 کہ اس کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بروز قیامت خود اپنی گواہی دیں گے
 اور اُس دن آپ کی خصوصیت ہوگی ۲ بعض نے کہا کہ یہاں شہید کا معنی ہے کہ نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تا قیامت تمام اُمت کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے والے ہر
 جگہ حاضر و ناظر اس قول کی تین دلیلیں پہلی یہ کہ سورۃ اسری کی آیت میں اللہ نبی کریم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں زمینوں کی تمام آیت کبریٰ کے لیے سَمِيعٌ وَبَصِيرٌ فرمایا گیا

دوم یہ کہ بخاری سلم اور مسند احمد کی ایک حدیث پاک ہے کہ مجھ کو عالم برزخ میں بھی ہر ہفتہ اپنی اُمت کے سب اعمال دکھائے جاتے ہیں اور میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، سوم یہ کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے دو دُشمن اور سلام خود سنتا ہوں اور مجھے پہنچائے بھی جاتے ہیں دونوں قول درست ہیں کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں بھی شہید یعنی حاضر و ناظر ہیں اور آخرت میں بھی شہید یعنی خود اپنے گواہ ہیں عَلَیْکُمْ میں دو قول بعض نے کہا کہ گم ضمیر کا مرجع صرف صحابہ ہیں مگر یہ قول غلط ہے ۲ بعض نے کہا کہ اس کا مرجع تمام مسلمان تاقیامت ہیں، یہی قول درست ہے ھُوَ مُوَلَّکُمْ میں دو قول ۱ مَوَلَّی کا معنی ہے تمہاری جان مال آل اولاد کا ناصر مددگار ۲ بعض نے فرمایا کہ مَوَلَّی کا معنی ہے تمہارے تمام امور کا متولی والی وارث محافظ دونوں قول درست ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدہ حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ اگرچہ قرآن مجید میں کئی جگہ ذکر ہے کہ پہلی اُمتوں اور اُن کے انبیاء علیہم السلام نے اُسْلُتُ اَسْلَمْنَا لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور اُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لِّکَ کے الفاظ عرض کئے مگر وہ لغوی معنی میں تھے یعنی قلب و زبان سے مان لینا تسلیم خم کرنا اُن لفظوں سے ان کا نام مسلمان نہ ہو گیا نہ اُن کے دین کا نام اسلام ہوا۔ سُبْحَانَ الْمُسْلِمِیْنَ اور لَکُمُ الْاِسْلَامُ دیناً صرف اُمَّةٌ مصطفیٰ کی شان ہے۔ نیز اُن پہلوں نے خود اپنے آپ کو اُسْلُتُ، اَسْلَمْنَا اور اُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ مگر کبار رب تعالیٰ نے ان کو مُسْلِمٌ نہ کہا لیکن یہاں سُبْحَانَ خود رب تعالیٰ نے فرمایا یہ فائدہ یہاں چار فرمودہ دلائل سے حاصل ہوا۔ دلیل اول ھُوَ اَجَبْتُکُمْ یعنی جن کا نام مسلمان رکھا گیا وہی مسلمان اِجْتَبَا اِلٰہِی میں لائے گئے۔ دلیل دوم وَمَا جَعَلْ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ یعنی آسانیاں صرف اِس اُمت کو ملیں جس کا نام مسلمان رکھا گیا۔ دلیل سوم وَتَكُونُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ یعنی جس اُمت کا نام مسلمان رکھا گیا ہے صرف وہی بروز قیامت گواہ علی الناس ہوگی اور وہ صرف اِس اُمَّةٌ مصطفیٰ تم ہو۔ دلیل چہارم جَاہِدُوْا فِی اللّٰہِ یعنی اَب جہاد کا حکم صرف اُن کو ہے جن کا نام مسلمان ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہے، سورۃ فتح کی آیت ۲۹ میں ہے۔ ذَٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی الْتَوْرٰتِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ یہ ذکر بھی مسلمانوں کا ہی ہے

دوسرا فائدہ۔ مسلمان اُمت کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں رب تعالیٰ کی طرف سے چار ایسی نعمتیں ملیں جو کسی کو پہلے نہ ملیں۔ قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام کا گواہ تصدیق بننا۔ دین میں بے شمار سہولتیں ملنا۔ باب عذاب بندہ۔ باب رحمت کھلا رہنا۔ جاحِد کا حکم اور اس دینی خدمت کے لیے اِجْتِنَاءِ اِلٰہی کا فراز واکرام تا قیامت ملنا۔ دعا کا نکلنے کا حکم اور قبولیت کا وعدہ ملنا۔ چنانچہ سورۃ غافر کی آیت میں ارشاد ہے اُدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یہ فائدہ جاحِد کو جمع حاضر فعل امر فرمانے سے حاصل ہوا۔ جاحِد اگر جہد سے مشتق ہے تو معنی ہے کہ وسعت اور طاقت سے جہاد کرو اور اگر جہد سے ہے تو معنی ہے کہ مشقت محنت و مبالغے سے جہاد کرو۔ تیسرا فائدہ اسلام، ایمان اور مومن مسلمان اور کافر و گمراہ کا فرق یہ ہے کہ زبانی و قلبی دین زبانی کرمان لینا اسلام ہے۔ اور عملی طریقے سے ماننا ایمان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر بات ماننے والا مسلمان اور سب باتوں پر عمل کرنا مومن ہونا ہے۔ پھر مومن وہ ہے جس کی نیت بھی صحیح ہو، طریقہ بھی صحیح ہو۔ کافر وہ ہے جس کی نیت بھی صحیح ہو مگر طریقہ غلط ہو، گمراہ وہ ہے جس کی نیت غلط ہو، طریقہ بھی صحیح ہو۔ مثلاً دودھ کا مزہ پینے کے لیے زبان سے چکھنا یہ مومن کی مثال ہے کہ نیت بھی جائز طریقہ بھی درست لیکن دودھ چکھنے کے لیے دودھ کو آنکھ ناک یا کان سے لگائے رکھنا یا دودھ میں انگلی ڈبو دینا سارا دن کٹے رہو دودھ کا مزہ نہ آئے گا یہ کافر کی مثال ہے۔ اور حرام چیز کو زبان سے چکھنا یہ گمراہ کی مثال ہے کہ نیت غلط طریقہ درست۔ لہذا رضاء الہی کا ارادہ ہو تعلیم نبوی کا طریقہ ہو تو بندہ مومن ہے اور اگر رضاء الہی کی نیت و طلب ہو مگر تعلیم نبوی سے دور و نفور تو بندہ کافر ہے، اور اگر گستاخی نبوت کے لیے دین کا علم بڑھے پڑھائے جلے کرے مدرسے مسجدیں بنائے تبلیغیں کرے تو وہ آدمی گمراہ کیونکہ کام اچھا مگر نیت بد طریقہ برا۔ یہ فائدہ ہو سکتا ہے (الخ) سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن | اہل آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان کو تا عمر اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے کہ رب تعالیٰ جس بندے کو منتخب فرمائے اُس خوش قسمت کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں لہذا شرعی قوانین میں وہ شخص اپنے آپ کو زیادہ صبر و استقامت سے بھرنا چاہیے، دنیا میں کسی کا عالم فقیہ فحش مفسر مفتی قاضی خطیب امام، پیر، پیرزادہ سجادہ نشین بن جانا بلکہ

علماء اہل سنت قرآنی بیان سے شریعت والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف کرانے میں پھر ان کا حکم سناتے ہیں۔ لیکن فضلاء و ہابیت اپنی سفری حضری تبلیغوں میں احکام تو سناتے ہیں کلمہ تو پڑھاتے ہیں مگر کلمے کلام والے آقا سرکار کا تعارف نہیں کرانے۔ تانج و تحت ختم نبوت زندہ باد تو کہتے ہیں مگر تاجدار ختم نبوت زندہ باد نہیں کہتے۔ تلاوت کے بعد صدق اللہ تو پڑھتے ہیں مگر صدق رسول لہ الکریم نہیں کہتے اللہم صلّ تو کہتے ہیں مگر و سلم نہیں کہتے۔ اس کا اُخروی انجام۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ تو قرآن مجید سے سنایا اور دنیوی انجام مشاہدات تے دکھایا کہ سُنّیوں کی ہر مسجد میں عزت اُن کی ہر دروازے پر ذلت کام ایک ایسے مگر طرز طریق میں فرق سُنّۃ اُپیکم فرما کر رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو تبلیغ دین کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔ تیسرا مسئلہ قانون شریعت یہ ہے کہ جو حکم اولاً کسی کمزوری یا شک شبہ کی وجہ سے بنایا گیا ہو اُس کو اتنا مضبوط و مستقل بنا دیا جاتا ہے کہ اگر کسی میں وہ کمزوری یا شک شبہ یقیناً کبھی نہ پایا جائے پھر بھی وہ قانونی شرعی حکم برقرار رہے گا۔ مثلاً سونے والے کے وضو ٹوٹنے کا قانون اس لیے بنا تھا کہ نیند میں جسم ڈھبلا ہونے سے مزج نکلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مگر یہ قانون اتنا محکم و مضبوط بن گیا کہ نیند میں ہوا نکلے یا نہ نکلے یا کسی کی ہوانا قرض وضو ہو یا نہ ہو سونے ہی جسم ڈھبلا ہوتے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس طرح مدعی سے گواہی اور مدعی علیہ سے قسم لینے کا قانون اس لیے بنایا گیا تھا کہ مدعی یا مدعی علیہ کسی بھی دعویٰ مقدمے میں جھوٹ نہ بول سکیں اس شک و شبہ کی وجہ سے سچائی ظاہر کرتے کے لیے گواہی اور اگر گواہی نہ ہو تو مدعی علیہ سے قسم کا حکم شرعی مقرر کیا گیا تھا۔ مگر یہ قانون اتنا مضبوط بنا دیا گیا کہ فقط مدعی ہونے سے ہی اُس پر گواہی لازم اور مدعی علیہ ہونے سے ہی مدعی کی طرف سے گواہی نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ پر قسم لازم اگرچہ مدعی و مدعی علیہ میں کذب کا شک و شبہ قطعاً نہ ہو۔ یعنی مدعی و مدعی علیہ اولیاء و محفوظین میں سے ہوں یا انبیاء معصومین میں سے جہاں کذب شکل ترین اور محال یا عصمت ہوتا ہے مگر ان مدعی و مدعی علیہ سے بھی مقدمے کی گواہی طلب کی جائے گی دنیا میں بھی جیسے کہ ایک بار اونٹ کی خریداری کے تنازعے میں گواہی کی ضرورت پڑی تو ایک صحابی حضرت خزیمہؓ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گواہی دی، اور آخرت میں بھی جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کی تائید میں اُمت مسئلہ کی گواہی طلب کی جائے گی جو قبول ہوگی یہ مسئلہ

وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ مِمَّا كَفَرْتُمْ

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا کہ نعم الموتیٰ معتزلہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف خالق خیر و ایمان ہے خالق شر اور خالق کفر نہیں ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، خیر و شر کا بھی کفر و ایمان کا بھی، یہاں معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہی کافر میں کفر اور فاسق میں فسق شریعہ پیدا کیا ہے تو پھر کافر و فاسق کو عذاب و سزا کیوں۔ اس طرح تو یہ بڑا ظلم ہوا کہ خود ہی کافر و فاسق ہیں کفر و فسق پیدا کر دیا پھر خود ہی عذاب و سزا دیدی ایسا کرنے والا تو نعم الموتیٰ نہیں بلکہ بُس الموتیٰ ہے۔ جواب۔ اللہ تعالیٰ کفر و فسق کو بھی پیدا فرماتا ہے خیر و شر کو بھی نہ ہر تریاق کو بھی حلال و حرام کو بھی ہر چیز کا وہی ایک خالق ہے۔ مگر کافر و فاسق اس بات کے مجرم ہیں کہ انہوں نے کفر و فسق کو اپنے وجود میں داخل کر لیا رب تعالیٰ نے کفر کو پیدا فرمایا لیکن کافر میں کفر فاسق میں فسق آتا یہ رب تعالیٰ کا کام نہیں، یہ کافر و فاسق کا اپنا کام ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو بھی پیدا کیا زہر کو بھی اور ہر بندے کو قرآن و حدیث و علما و اولیاء و علما اطمینان کے ذریعے بتا دیا گیا کہ یہ کفر ہے یہ فسق یہ حلال یہ حرام یہ زہر یہ تریاق اس کا یہ نقصان اس کا نقصان اب بندوں کا کام ہے کہ وہ کفر فسق کرنے زہر و خنزیر کھانے سے بچیں۔ رب تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر بندہ ان سب نقصان و چیزوں سے بچے اس لیے وہی نعم الموتیٰ ہے اُس نے نبی جانے کے لیے انبیاء علیہم السلام بھیجے اس لیے نعم النبیؐ ہے۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں تم پر کوئی سختی تنگی نہ ڈالی حالانکہ اسلامی قانون بڑے سخت اور سزائیں بڑی شدید ہیں کوئی معمولی چوری کرے تو ہاتھ کاٹے جائیں کوئی شادی شدہ زنا کرے یا کرے تو پتھر پھینک دے رجم کی ہلاکت کوئی جان بوجھ کر فرضی روزہ ماہ رمضان میں توڑ دے تو کفار سے میں مسلسل دو ماہ کے ساٹھ روزے رکھنے کی سزا وغیرہ وغیرہ یہ سب کچھ اسلام کی سختیاں اور حرج ہی ہیں پھر یہ فرمانا کہ دین میں حرج نہیں کیونکہ درست ہے بعض بے دین و گمراہ لوگ، جواب یہاں حرج سے مراد وہ سختیاں ہیں جو سابقہ امتوں کے ہر فرد پر ہر وقت لازم و واجب تھیں جن کو علی عبادات میں شامل کیا گیا تھا۔ اسلام میں وہ سختیاں نہیں اور اسلام کی عبادتیں اور اعمال سخت نہیں بہت آسان ہیں مثلاً پہلی شریعتوں میں ایمان والوں

پر جنگ فرض تھی مگر مالی غنیمت لینا برتنا حرام تھا، قربانی واجب مگر اس کا گوشت کھانا ممنوع تھا۔ کوئی شخص اپنا کپڑا پلید کر دیتا تو دھو کر پاک نہیں کر سکتا تھا اتنا پلید حصہ کاٹ کر پھینک دینا واجب تھا۔ عبادت کے لیے صرف مقررہ عبادت گاہ جانا لازم تھا ہر جگہ عبادت جائز نہ تھی قسم سے چھٹکارا بذریعہ کفارہ نہ ہو سکتا تھا یا قسم پوری کر دیا عذاب آسمانی یا آخری باعذاب برزخی پاؤ۔ شرک سے زبانی سچی توبہ کافی نہ تھی بلکہ اپنے کو قتل کے لیے پیش کر دینا عذاب کفر کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا مگر اسلام میں ایسی کوئی سختی نہیں۔ کفارے اور زبانی سچی توبہ کے جواز سے زمینیاں ہو گئیں۔ معترض نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے وہ عبادات کی عملی کیفیت نہیں بلکہ جرم کی قانونی منزل ہے اس لیے ہر شخص پر نہیں صرف مجرم پر ہے۔ اور سخت سزا سے ہی جرم کی جڑ کٹ سکتی ہے اور شرعاً کا تحفظ ہوتا ہے۔ اس لیے دین اسلام میں حرج کی نفی بالکل برحق ہے۔ تیسرا اعتراض یہاں مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ کیوں فرمایا گیا صرف مِلَّةِ اِبْرٰہِیْمَ فرمایا جاتا اس لیے کہ کم دھنیر میں تو قیامت ساری اُمۃ مُسَلِمہ شامل ہے اور سب سے خطاب ہے لیکن ابراہیم علیہ السلام ساری امت کے باپ نہیں ہیں۔ جواب دراصل یہاں ایسی قرابت کو ایمانی و روحانی قرابت سے جوڑا جا رہا ہے نبی کریم آقا و کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام امت کے ایمانی و روحانی باپ و مربی ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی جد اعلیٰ باپ اس نسبت محمدی سے ابراہیم علیہ السلام ہم سب امت کے ایمانی روحانی باپ و جد اعلیٰ ہوئے یہ گویا کہ حکم سننے سے پہلے حکم والے کی شفقت و محبت کا تعارف کرایا گیا۔ اس لیے اِبْرٰہِیْمَ فرمانا ہی درست ہے، دو اور وجہ بھی بیان کی گئی ہیں مگر یہی وجہ سب سے زیادہ درست ہے۔

تفسیر صوفیانہ اِنِّی الْمَذِیْبُ مِنْ حَرِّجِ مِلَّةِ اِبْرٰہِیْمَ ہُوَ سَمُّکُمُ الْمُضِلِّیْنَ۔ مِّنْ قَبْلِ وَنِیْ هٰذَا لَیْکُوْنُ الرَّسُوْلُ شَہِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شَہَدًا عَلَی النَّاسِ۔ اے اقرار و تصدیق کے ایمان والو اپنے اللہ تعالیٰ کی معبودیت میں قلب قبول و جسم وجود و رُوح سرور سے جہاد و اجتہاد کرنے میں اس طرح لگ جاؤ کہ عقل و علم سانس و لسان اور حال و عمل سے جہاد با نفس کا حق ادا ہو جائے اور تمہاری

انانیت ذات و صفات میں کوئی غیر اللہ نہ رہے۔ یہی ہے جہاد فی اللہ عبادت اللہ اور عینیت باللہ حق جہاد نفس و شیطن سے وجود بشریت کو بچانا ہے انانیت کو مٹانا ہے۔ جہاں انانیت و ماں حق اجتہاد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جہاد فی اللہ کلیۃً فتاویٰ صفات کا نام ہے اس طرح کہ نہ بندے کی انارہے نہ انا کا اثر عابد اللہ مثل نہج ہے اور عبادت مثل شگوفہ سجدہ ریزی مجاہد ہے کی زمین عزیز میں خود کو گم کرتا ہے، جب وجود عابد فنا ہوتا ہے تو عبادت کے شگوفے کا ظہور بقا ہوتا ہے، اے عابدین معرفت و قابلین اجتہاد بندو ھو اٰضِلٰکُمْ اُس مولائے قدیم نے تم کو وجود حقانی کے لیے جن لیا پس تم بھی غیر اللہ کی طرف توجہ نہ کرو، اپنی عینیت کو ظاہر کر کے حیات دنیوی کی ساری اُلفتیں اُسی ذات کریم سے وابستہ کر دو، کیونکہ اُس ذات اقدس نے اپنے دین عرفانی میں تم پر کسی اُلفت میں کُلفت اور کسی عبادت میں مشقت نہ بنائی نہ کوئی تنگی ڈالی۔ لہذا جب تک وجود عابد باقی ہے اُس وقت تک ہر عبادت قائم و واجب، عبادت کے قیام سے ہی عابد اپنے قلب و روح کی بقا پاتا ہے۔ جب تک نفس امارہ باقی رہے بندہ اپنی عقل و غرور میں مشغول رہتا ہے۔ اور بندہ نفس نور توحید سے مستقیم ہو سکتا ہے نہ مقام تفرید پر مقیم و متکمل ہو سکے نہ ہی عبادت میں روح تمام پیدا ہو سکے نہ ذوق عام اور پھر جسم انسانی سے نہ کُلفت غفلت، حسیق مشقت حرج مرض ختم ہو سکے، لیکن جب خوش قسمتی سے استقامت نور میں ممکن آجائے اور محبت تامہ میں نصیقا اور اُلفت عامہ میں تکیا نمودار ہو جائے تو بندہ قوت روح کی گنجائش پالیتا ہے پھر بہارِ مدینہ منورہ کی خوشبو آتی ہے اور فرمایا جاتا ہے مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اَبْرَ اَہِیْمَ۔ اے عارفین الہی تمہارا مرتبی حقیقی اور مورث اصلی، توحید اکبر کا موجدِ اول و اعظم ہے۔ مولیٰ تعالیٰ نے اُس مرشدِ کامل کی ملت ہدایت کو تمہارے لیے خاص کر دیا۔ اور تم کو اس کی لیے خالص کر لیا۔ یہ مرتبی ابوت ہر اہل توحید کو فیض وحدت پہنچانے والے ہے اس لیے ہر موجد اُس موجدِ اعظم و مرشدِ اول کے لیے مثل اولاد ہے۔ اے راہ رواں منزل عشق اُسی رب تعالیٰ مولیٰ تعالیٰ نے تمہارا نام بندگانِ تسلیم و رضا میں شامل فرما کر مسلمان رکھ دیا ہے۔ تم ہی اُس مقام نیاز پر ہو جنہوں نے سیر کر دیا اپنی ذات کو حقانی اللہ کے لیے اللہ کی طرف اور تم کو علم اسلام سے نوازا میں قبل۔ علوم اولین سے بھی بذریعہ قرآن مجید اور علوم آخرین سے بھی بذریعہ حدیث مقدسات و فی حدیث

سے مراد علوم احادیث ہیں یعنی تم کو قرآن مجید نے علماء بنا دیا اور احادیث سے فقہا بنا دیا تاکہ سارے جہان میں وہ رحمۃ عالمین شاہد کا ملین تمہاری توحید کے محافظ ایمان کے معاون اعمال کے ہادی مقام بقا کو ابدیت بخشنے والے شہید اور امین حاضر و ناظر گواہ ہو جائیں، اور ان کی فیضانِ نظر سے تم بھی پوری انسانیت حق و باطل کے گواہانِ صادقین بن جاؤ ان کو ان کے مقاماتِ علیا کی تکمیل ہونے کی اطلاع دے کر اور ان کے مراتبِ عظمت کی نشاندہی کر کے، اور جو خوش بخت درس گاہ رسالت میں آنا چاہیں ان کو توحید و رسالت کے انوار کا فیض پہنچا کر۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ**

تو اے توحیدِ انسانیت کے گواہ بننے والے مسلمانو! بارگاہِ رسالت تک حضورِ شہود و رسالت قبولِ حاصل کرتے کے لیے شہودِ قات کی نماز قائم کر لو کیونکہ تم اپنے مقام کی اشرقیّت اور نفاسد کی عزت کے کنارے پر ہو اے باہمت مسافرینِ راہ معرفت پر فیضِ روحانی کی زکوٰۃ اور تزکیۂ قلب و روح کی خیرات ادا کرو۔ طالبینِ بصاوت و سائلینِ بصیت کی تربیت کے صدقات یا نٹو کیونکہ، بے شک یہی تمہارے لیے تمہارے حال و انعام کا شکر یہ مقام کی عبادت ہے اور قربِ ربّانی و احکامِ الہی کی بارگاہ کو اس طرح ارشاد میں چلتے کے لیے مضبوطی سے منتخب قیام بنا لو اس طرح کہ اپنے نفسوں سے نہ دیکھو بلکہ روح و قلب سے دیکھو اور اپنے آپ کو اخلاقِ اللہ سے مزین کر لو حقیقتہً مقامِ استقامت میں وہی تمہارا مولیٰ ہے اور امدادِ دائمی و نصرتِ ابدی کے ساتھ رشد و ہدایت کی راہ میں وہی تمہارا ناصر ہے **فَتَحْمَدُ الْمَوْلَىٰ وَنَحْمَدُ النَّصِيبَ**۔ تم ہی خوش نصیب ہو کہ اچھا پایا تم نے وہ مولیٰ جو نیست و ہست اور موت و حیات فنا و بقا میں وہی محافظ ہے اور اچھا مان لیا تم نے اپنا نصیر کیونکہ ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت میں وہی سب توفیقیں بخشنے والا ہے (ابن عربی) آثارِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فتحِ مندِ شکر سے واپسی پر یہ فرمانا کہ **قَدْ مَتَّعْتُ خَيْرَ مَتَدَرٍ مِنَ الْجَهَانِ** **الْأَصْحَرِ إِلَىٰ جَهَادٍ الْكَبِيرِ**۔ اس حدیثِ مقدس سے ثابت ہوتا ہے کہ مریدِ طالب کے لیے مجاہدہ نفس کی کامیابی شیخِ کامل و اکمل کی صحبتِ سعادت سے ہے کیونکہ جب وہ حضراتِ صحابہ کفار کی جنگ سے واپس خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تب انہوں نے صحبتِ پاک کی برکت سے اکتسابِ فیض کیا اور نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انوار کی

شاعروں سے صفائی قلب و تنائی نفس حاصل کی اور تبوک کے مجاہدین سے فرمانا و جَعَلْتَ
یعنی جمع منکلم میں خود کو شامل فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اگرچہ تم میرے ساتھ میری صحبت
بابرکت میں ہی اتنا عرصہ رہے ہو مگر اُس وقت ہم سب عملاً جہادِ اصغر یعنی قتال کفار و
مقاتلہٗ اَعْمَاقِ طَاہِرِی کی حالت میں مشغول تھے اور ہماری ہمتوں کی توجہ مدافعہ کفار میں تھی
لیکن جب اُس جہادِ اصغر سے فارغ ہوئے تو ہر قدم پر اصغر سے اکبر کی طرف رجوع ہو
گیا اور مسافرتِ راہِ مدینہ منورہ سے اقامتِ شہرِ مدینہ طیبہ تک صحبت اقدس کے ہر لمحے
میں اقتباسِ انوارِ نبوی و کتابِ مسالم آثارِ رسالت و تحصیلِ علومِ ظاہری باطنی میں بارگاہِ نبوت
سے لیتے ہیں ان سب صحابہ کی ہمتیں مشغول ہو گئیں تب مجاہدہٗ نفس و تذکیہٗ قلب شروع
ہو گیا اور زوجہٗ نبوی و تحملِ صحابہ کا تعلق پھر شروع ہو گیا۔ یہی کیفیت مرید و شیخ کی ہوتی ہے
اصلِ محبتِ تزویج کا نام ہے (منظہری) جہادِ اکبر بدنِ باطنی میں ہوتا ہے اس جہاد میں لشکرِ
اعداءِ نفسِ امارہ ہے اس کا سالار ابلیس ہے جہادِ باطنی یہ ہے کہ اداءِ حقوقِ اللہ کی
تلوار سے تذکیہٗ نفس کیا جائے اور شکرِ ایمانی قلبِ مومن اور اراداتِ قلب ہیں اس کا جہاد
کفویات کا خانہ اور کونین سے قطعِ تعلق مومن کی روحِ قلعبہٗ عرفان و خزانہٗ ایمان ہے روح
کا جہاد یہ ہے کہ خالق میں وجودِ مخلوق کو فنا کر کے زیورِ بقا سے مزین کرنا، ان ہی کرامت
کے لیے صُورِ اِبْتِکَمُ چُن لیا تم کو اُس کریم نے تمام بحر و بر میں سے۔ اگر یہ اجتہادِ روحانی نہ
ہوتا تو کبھی بھی روحِ معلیٰ کو سیرِ سرقت کی ہدایت نہ ملتی۔ اس ربِ تعالیٰ نے اس الفت و عشق
میں تم پر کوئی رکاوٹ نہ ڈالی حدیثِ قدسی میں ہے جو بندہ میری طرف ایک بالشت چلتا
ہے میں اُس کی طرف ایک ذرع دگن چلتا ہوں بندے کا چلتا محبتِ الہی ہے ہرگز میں تین
بالشت ہوتی ہیں یہاں پہلی بالشت میں توفیقِ سابقہ دوسری میں سعادتِ وسطیٰ تیسری میں
قبولیتِ کُلیہ ہے اے بندہٗ عارف سیرالی اللہ ملتِ ابراہیم اور سنتِ خلیل ہے۔
اسی کا ذکر سورۃٔ صافات کی آیت ۹۱ میں ہے اِنِّیْ ذَا صِبْءٍ اِلٰی رَبِّیْ یَحْذَرُنِیْ اُس رب
کریم نے تمہارا نام عالمِ ازل میں ہر نفا سے سلامتی والا رکھا اور فرقانِ ابدی میں بھی تمہارا نام
سلامتیِ قریب والا منظر فرمایا تاکہ رسولِ مقدمِ دینی مؤخر تمہارا شاہدہ فرمائیں، اپنے محبوب
کی نظرِ حسنوری کے لیے تم کو چُن لیا اُن کی گواہی کو تقدیم اس لیے عطا فرمایا کہ اَوَّلُ
مَا خَلَقَ اللّٰهُ الرَّوْحَ سے مراد روحِ مصطفیٰ ہی ہے پھر عالمِ ارواح کو پیدا کیا پھر ارواح

انبیاء علیہم السلام کو پھر ارواحِ اُمّۃ مصطفیٰ کو روح مصطفیٰ طرف ازل میں مقدم ہے اور وہی اُمّۃ
مُسدّہ کو شرفِ سلامتی بخشنے والی ہے اور ارواحِ اُمّتِ مُسدّہ دیگر ارواحِ طالبین کو شرف دیتے
والی ہیں اس آیت میں گواہی مصطفیٰ کو مقدم فرما کر اولیتِ ازلِ برادری لگائی ہے اور سورۃ بقرہ کی آیت ۱۲۹
میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی کو بعد میں ذکر فرمانے سے طرفِ ابدیت کا اظہار
ہے۔ یعنی ابتداء مخلوق آپ کی رسالت سے ہے اور انتہاء مخلوق آپ کی شہادت سے ہے۔
اے مسلمانو میرا اللہ کے عروج کی نماز قائم رکھو۔

اور دعوتِ الی اللہ کی زکوٰۃ دیتے رہو۔ آستانہٴ قربانی یعنی درِ محبوب کو مضبوطی سے پکڑے
رہو یہاں تک کہ منزلِ قُرب میں داخلِ باللہ ہو جاؤ۔ وہ رحیم تمہاری قنابیت کو قبول فرما
کر نعم المولیٰ ہے اور تمہاری بقا کو قائم فرماتے والا نِعْمَ التَّصْوِیرُ ہے جو بندہ آستانہٴ رحمت
سے دور ہوا اُس کا ہی وجود گناہ ہے۔ اے بندو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تم سب تعلق
و تعظم قائم رکھو کیونکہ وہی مولا ہے۔ رب تعالیٰ کے بندوں پر تین کرم ہیں پہلے عمل کی
توفیق اور آسانی پھر عمل کے سعادت و روحانی پھر عمل کی قبولیت و مہربانی، ملتِ ابراہیم
خزانہٴ توحید ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ملتِ ابراہیم آٹھ چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۔ سخاوت
۲۔ خیر فی سبیل اللہ ۳۔ حسنِ اخلاق ۴۔ مکارمِ عادات ۵۔ نفسِ امارہ کے جال
سے نکلنا ۶۔ اپنے اہل کی اُلفت ۷۔ مال کی محبت ۸۔ اولاد کی شفقت سے عشق الہی
کے بے قلب کو خالی اور بچائے رکھنا۔ قلبِ مومن مثل کشتی ہے اور یہ اُلفت
محبت شفقتِ آبِ دریا ہے اور

آبِ درکشِ ہلاکِ کشتی است ۴ آبِ اندرِ زرخشِ کشتی است

یہی اہل طریقت کی صِلۃ ابراہیمی ہے، سیرِ الی اللہ اور جہاد ہے اور اس کی چار سڑکیں ہیں
۱۔ جہادِ اعداء ۲۔ جہادِ نفس ۳۔ جہادِ شر ۴۔ جہادِ فسادِ قلبی شرارت کا نام شر ہے۔ عملی شرارت
کا نام فساد ہے۔ سیرِ الی اللہ کا راہِ بر و مُرتبی ابراہیم خلیل ہے۔ نمتِ بالخیر۔

بجملہ تعالیٰ آج مؤرخہ ۲۲ جمادی الاول ۱۴۹۹ھ بروز پیر صبح گیارہ بجے ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو یہ تفسیر پارہ
متروکہ مکمل تصنیف ہوا۔ ہم نے اس میں بائیس تفاسیر سے استفادہ کیا۔ ۱۔ تفسیر کبیر رازی ۲۔ تفسیر روح المعانی
۳۔ روح البیان ۴۔ منظری، قرطبی ۵۔ خلال القرآن ۶۔ تفسیر فتح التذییر ۷۔ جلالین ۸۔ بیضاوی ۹۔ خازن ۱۰۔ ابن کثیر
۱۱۔ معالم ۱۲۔ انشا پوری ۱۳۔ بیان القرآن ۱۴۔ مدارک ۱۵۔ ابن عربی ۱۶۔ تفسیر البیان ۱۷۔ لغات القرآن ۱۸۔ اجات بیان
۱۹۔ خزائن العرفان ۲۰۔ نور العرفان، کتبِ نحو کتبِ فقہ و اصول فقہ و کتبِ لغت منجھ و غیرہ۔ تفسیر صاوی۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	پہلا صفحہ ٹائٹل نام کتاب، نام مصنف	۱۵	۱۵	اہل طریقت کے مسلک میں توحید و شرک کی چار قسمیں	۲۷
۲	نام ناشر۔	۱	۱۶	از۔ قَالَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ۔	۲۸
۳	سورۃ انبیاء کے سات رکعوں کی مختصر تفسیر اور فضائل و عملیات و تعویذ	۳	۱۸	تَا اِفْکُمْسِدُ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ از آیت ۱ تا آیت ۷۔	۲۹
۴	اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ تَا وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ از آیت ۱ تا آیت ۳	۱۷	۱۹	تعلقات، شان نزول، تفسیر نحوی	۳۰
۵	تعلقات شان نزول	۱۲	۲۰	کَلِّیْلُ کَا بِلَانِ اور قسمیں	۳۱
۶	تفسیر نحوی۔ ما نافیہ تین قسم کا،	۱۳	۲۱	تفسیر عالمانہ، کفار، مکہ کی پانچ باتیں	۳۲
۷	سورۃ انبیاء کا تعارف	۱۴	۲۲	لفظ کَلِّیْل کے تین معنی	۳۵
۸	تفسیر عالمانہ	۱۷	۲۳	خواب کی تین قسمیں ہیں اور ان کی تعریف	۳۶
۹	ہر انسان کو پانچ قوتیں عطا فرمائی گئیں۔	۲۲	۲۴	وحی الہی کی گیارہ قسمیں ہیں۔	۳۷
۱۰	حماقت کے تین درجہ ہیں۔	۱۸	۲۵	ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال	۳۸
۱۱	مفسرین کے مختلف اقوال	۲۰	۲۶	فائدے۔ ربی کریم بھی یکسو و علیم ہیں	۳۹
۱۲	مدلول قرآن تین چیزیں، فائدے	۲۱	۲۷	بطاعہ الہی	۴۰
۱۳	احکام القرآن	۲۲	۲۸	شر اور افترای کا فرق اور ان کی قسمیں	۴۱
۱۴	قرآن مجید میں غور و فکر کی تین قسمیں۔	۲۳	۲۹	صل مطلقاً صرف مذکر انسان کو کہا جاتا ہے۔ صل کی تین قوتیں، موقدہی احکام القرآن	۴۲
۱۵	اعتراضات	۲۴	۳۰		
۱۶	تفسیر صوفیانہ	۲۵			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۷	اعتراضات	۴۱	۴۲	تعلقات، تفسیر نحوی	۵۹
۲۸	تفسیر صوفیانہ	۴۲	۴۳	راکھ کی چار قسمیں	۶۱
۲۹	اخلاق کا بیان اور اس کی قسمیں	۴۵	۴۴	ارادے کی چار قسمیں	۶۲
۳۰	وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا مِّنْ تَابٍ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُونَ	۴۵	۴۵	تفسیر عالمانہ، مختلف اقوال	۶۳
	از آیت ۱ تا آیت ۱۲	۴۵	۴۶	فائدے، صحیح اور غلط اتحاد کا فرق	۶۵
۳۱	تعلقات	۴۶	۴۷	احکام القرآن، اسلام نے ہر کھیل سے منع کیا۔	۶۶
۳۲	شان نزول، تفسیر نحوی، جسد جسم	۴۸	۴۸	اعتراضات	۶۷
	وجود میں فرق	۴۷	۴۹	بخت نصر بادشاہ پانچ طرح پر قانون جاری کرتا تھا۔	۶۸
۳۳	حرف لٹا کی تین قسمیں، تفسیر عالمانہ	۵۰	۵۰	جیل کا موجد بخت نصر ہے پانچ	
۳۴	انبیاء علیہم السلام کو انسان اور مرد بنانے کی حکمت۔	۵۱		جرموں سے پانچ وبائیں پھیلتی ہیں	
۳۵	نزول قرآن مجید سے اہل عرب پر			تفسیر صوفیانہ	
	تین احسان ہوئے۔	۵۲	۵۱	محاسبہ پانچ چیزوں سے مکمل ہوتا	
۳۶	اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُونَ کا تفصیلی وقت	۵۳		ہے اور پانچ وقت نمازوں کی	
۳۷	فائدے۔ احکام القرآن	۵۴	۵۹	حکمت طریقت۔	
۳۸	اعتراضات	۵۵	۵۲	بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ نَارًا مِّنْ هُمُ	
۳۹	تفسیر صوفیانہ، ہر انسان کو چار چیزیں			مُنْشَرٌّ وَّنَا۔ از آیت ۱ تا آیت ۱۲	
	میں	۵۶	۵۳	تعلقات، تفسیر نحوی	۷۱
۴۰	غذائیت سے انسان کو گیارہ علم		۵۴	ویل کے بارہ معنی ہیں۔ قرب کی تین	
	سطح۔ چار چیزوں کی رغبت نہ کرو	۵۷		قسمیں۔	
۴۱	لَا تَرْكُضُوا وَاذْجَعُوا تَابًا اِنْ		۵۵	عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ تسخیری	
	كُنَّا فَعَلَيْنَا۔ از آیت ۱۳ تا			۱۲ اختیار ی	
	آیت ۱۴	۵۸	۵۶	لفظ آم عاقلہ کی دو قسمیں ہیں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۷	تفسیر عالمانہ	۷۵	۷۳	اللہ میں سنگائیں صفات لازمی ہیں	۹۱
۵۸	مخلوق کی چھ قسمیں اور چھ تشبیہیں	۷۶	۷۴	اگر چند معبود ہوتے تو کائنات میں	
۵۹	قرآن مجید میں چھیٹیں چیزوں کو			چودہ قسم کے فساد برپا ہوتے	۹۲
	چھیٹیں چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے	۷۸	۷۵	سوال کی سات قسمیں ہوتی ہیں اور	
۶۰	فائدے، ہر باطل کے مقابل ایک			اللہ تعالیٰ سے کس نے کیا سوال کیا	
	حق پیدا کیا گیا۔			اس کا نتیجہ کیا ہوا سوال اعتراض کی	
۶۱	احکام القرآن، اعتراضات	۷۹		چھ وجوہ، مستشرقین کی تین قسمیں	۹۵
۶۲	تفسیر صوفیانہ، حق کے تین مرتبے	۸۳	۷۶	انسان ناقص کی تین کمزوریاں	۹۶
۶۳	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک فرمان		۷۷	کسی چیز کو ثابت کرنے کے تین درجے	
۶۴	دلیل اولیٰ، دلیل کا فرق			ہوتے ہیں	۹۷
۶۵	لَوْ كَانَتْ فِيْهِمَا اِلٰهَةٌ تَتَنَادَوْنِ مَا لَكُم مِّنْ اٰيٰتٍ		۷۸	دلیل حجت اور برہان کا فرق	
	۲۲ تا آیت ۲۵	۸۴	۷۹	پانچ آیتوں نے دنیا کفر میں آج	
۶۶	تعلقات	۸۵		تک پہنچے مجایا ہوا ہے اور تمام	
۶۷	تفسیر نحوی۔ اِلَّا اور غَيْرُ کا		۸۰	کفار پریشان و لا جواب میں	۹۸
	فرق		۸۶	قرآن مجید میں لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	
۶۸	لفظ دُون کے پانچ معنی ہیں	۸۸		فرمانے کی وجہ	۱۰۰
۶۹	انشائیہ دس چیزوں سے		۸۹	مفسرین کے مختلف اقوال۔	
	ہوتی ہے			فائدے	۱۰۱
۷۰	تفسیر عالمانہ۔ حکایت	۹۰	۸۲	حکایت۔ اللہ تعالیٰ کی برہان	
۷۱	فساد اور اصلاح تین چیزوں میں			صرف نبی کریم میں	۱۰۲
	ہوتا ہے۔	۹۱	۸۳	احکام القرآن	۱۰۳
۷۲	ہر بندے پر پانچ کام لازم		۸۴	سجدہ تعظیمی ہر شریعت میں ہمیشہ	
	ہیں۔			حرام رہا اُن کا وجود کسی شریعت میں نہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تھا، سجدہ عبادت اور تنظیمی میں فرق	۱۰۴	۱۰۰	صبر کی چار قسمیں ہیں	۱۳۲
۸۵	اعتراضات جوابات	۱۰۶	۱۰۱	اَوْ كَذِبًا لَّذِينَ كَفَرُوا	۱۳۳
۸۶	تفسیر صوفیانہ	۱۰۶		تَا عَنْ اِيشِيَا مَعْرِضُونَ	۱۳۴
۸۷	توحید کی تین قسمیں	۱۰۹		از آیت ۳ تا آیت ۳۲	۱۳۵
۸۸	وَقَالُوا لَا تَتَّخِذِ الْوَحْمَنُ وَلَا	۱۰۴		تعلقات، تفسیر نحوی	۱۳۶
	تَا نَجْزِي الظَّالِمِينَ از آیت	۱۰۳		حرف او کا گیارہ معنی ہیں استعمال	۱۳۷
	۲۷ تا آیت ۲۹	۱۱۰	۱۰۲	سَدَّ خَلْقٌ اور تَلَقُّ میں فرق	۱۳۸
۸۹	تعلقات، شان نزول، تفسیر نحوی	۱۱۱	۱۰۵	جَعَلَ دُوس معنی ہیں استعمال ہوتا	۱۳۹
۹۰	لفظ مَنْ کی پانچ قسمیں شرطیہ			ہے۔	۱۴۰
	جزم دیتا ہے۔	۱۱۳	۱۰۶	نَج اور وادی کا فرق	۱۴۱
۹۱	تفسیر عالمانہ	۱۱۴	۱۰۷	تفسیر عالمانہ	۱۴۲
۹۲	ابن اللہ کا عقیدہ سات وجہ		۱۰۸	لَوْ كَانَ فِيْهَا اِلَهَةٌ	۱۴۳
	سے شرک ہے	۱۱۵		توحید کے چھ دلائل	۱۴۴
۹۳	لفظ سُجَّان کی اہمیت، سبقت		۱۰۹	مُحٰی اور حیوان میں فرق	۱۴۵
	کرنے کی وجہ۔		۱۱۰	نھولنا اور بند کرنا پانچ قسم کا	۱۴۶
۹۴	اَبٌ وَّ اِلِدٌ اور اَبٌ وَّلَدٌ ہیں			ہے۔	۱۴۷
	سات فرق ہیں۔	۱۱۶	۱۱۱	مولیٰ علی رض کا ایک فرمان	۱۴۸
۹۵	نسبتیں چار قسم کی ہیں۔		۱۱۲	پہاڑوں میں اٹھارہ راستے انکے	۱۴۹
۹۶	خوف کے چار معنی۔	۱۱۸		پانچ فائدے	۱۵۰
۹۷	فائدے، مقرب کے لیے تین		۱۱۳	مختلف اقوال۔ فائدے	۱۵۱
	عبادتیں لازم ہیں۔	۱۱۹	۱۱۴	تمام آسمان اور زمین مکمل ایک	۱۵۲
۹۸	احکام القرآن، بزرگ سات قسم			جگہ ساکن ہیں۔ اور رہائش کے	۱۵۳
	کے۔	۱۲۰		پینے تین چیزیں ضروری ہیں	۱۵۴
۹۹	تفسیر صوفیانہ	۱۲۳	۱۱۵	احکام القرآن۔	۱۵۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۶	اعتراضات، جوابات	۱۳۸	۱۳۰	اسلامی عبادات کے دنیوی فائدے	۱۵۶
۱۱۷	تفسیر صوفیانہ، حکایت	۱۴۰		بیان کرنا گناہ ہے	۱۵۶
۱۱۸	ابدالین کی گیارہ عادتیں جیل		۱۳۱	اعتراضات، جوابات	۱۵۷
	طریقت کے گیارہ خزانے	۱۴۱	۱۳۲	تفسیر صوفیانہ	۱۵۹
۱۱۹	وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ تَا بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كَاٰفِرُوْنَ		۱۳۲	کلمہ طیبہ کے فائدے اور اس کے	
	از آیت ۳۳ تا آیت ۳۶	۱۴۲		آٹھ نام اور آٹھ حقوق خلقِ عظیم	
۱۲۰	تعلقات، شانِ نزول	۱۴۴	۱۳۴	کے آٹھ خزانے	۱۶۳
۱۲۱	تفسیر نحوی	۱۴۵		خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ تَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ	
۱۲۲	خیر اور رشد کے چار معنی ف		۱۴۳	۳۷ تا آیت ۴۰	۱۶۳
	جنائیہ کی چار صورتیں	۱۴۷	۱۳۵	تعلقات، شانِ نزول تفسیر نحوی	۱۶۵
	تفسیر عالمانہ	۱۴۸	۱۳۶	لفظِ بَلِّ برائے اضراب کی چار	
۱۲۳	اَسْوَرَّ سَيْلٌ، سَجٌّ، جَرِيٌّ، طَيْرٌ	۱۴۹		قسمیں اور مفعولوں کی نسبتوں کا	
	کافرق	۱۴۹		بیان	۱۶۷
۱۲۴	فلک کے بارے میں فلاسفہ کے	۱۴۹	۱۳۷	تفسیر عالمانہ	۱۶۸
	مختلف اقوال	"	۱۳۸	نعمت یا مصیبت کا علم پانچ طرح	
۱۲۵	تعدادِ فلک میں اختلافِ فلاسفہ	۱۵۰		ہوتا ہے	۱۶۹
۱۲۶	موت و حیات کی دو قسمیں، نفس		۱۳۹	کافر اور فاسق کے عذاب کا فرق	
	کے تین معنی	۱۵۱		پانچ طرح مصیبت سے بچنے	
۱۲۷	قرآن مجید میں چھ چیزوں کو موت			کی کوشش کی جاتی ہے	۱۷۰
	وجہات فرمایا گیا	۱۵۲	۱۴۰	محبتِ سرعت، نجاست میں	
۱۲۸	موت و حیات کی حقیقت اور		۱۶۲	فرق	۱۶۲
	قوت کا بیان	۱۵۳	۱۴۱	موت آنے کے چار طریقے	
۱۲۹	فائدے، احکام القرآن	۱۵۵	۱۶۳	فائدے	۱۶۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۲	اچانک موت کیا ہے، احکام القرآن	۱۴۴	۱۵۶	فائدے۔ گیارھویں شریف کے فوائد	۱۹۱
۱۴۳	جلدی کر نیکی جائز و ناجائز صورتیں	۱۴۵	۱۵۷	احکام القرآن، فقہی مسائل	۱۹۲
۱۴۴	انبیاء کرام علیہم السلام نہ کبھی کسی سے ڈرتے ہیں نہ گھبراتے ہیں	"	۱۵۸	اختراصات جوابات	۱۹۳
۱۴۵	جیلی پیدائشی عادات کے اثرات	"	۱۵۹	تسل دینے کی تین وجوہ	۱۹۴
۱۴۶	اختراصات، انسان کی گیارھویں عادتیں۔	۱۴۶	۱۶۰	حرف من چودہ معنی میں مستعمل ہوتا ہے	۱۹۵
۱۴۷	تفسیر صوفیانہ، خمیر آدم میں گیارہ خزانے امانت	۱۴۹	۱۶۱	تفسیر صوفیانہ	"
۱۴۸	حسن اخلاق کی بیس قسمیں، حقوق کی گیارہ صفات حمیدہ کی دو بد اخلاقی کی چار۔ ہدایت اسلام کی دس قسمیں۔	۱۴۹	۱۶۲	بَلْ مُتَّعْنَا هَؤُلَاءِ تَارَاتٍ كُنَّا	۱۹۶
۱۴۹	وَلَقَدْ نَسَحْنَاهُ رِبْرِيسٍ مِّنْ تَارٍ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحِفُونَ	۱۸۱	۱۶۳	تَلَمِيحِينَ۔ از آیت ۲۴ تا آیت ۲۶	۱۹۷
۱۵۰	از آیت ۲۴ تا آیت ۲۶	۱۸۲	۱۶۴	تعلقات	۱۹۸
۱۵۱	تعلقات، تفسیر نحوی	۱۸۳	۱۶۵	شان نزول۔ تفسیر نحوی، حرف حتیٰ کے اقسام	۱۹۹
۱۵۲	دس چیزوں سے جملہ انشائیہ بنتا ہے۔	۱۸۴	۱۶۶	نُفْحَةٍ کے پانچ معنی	۲۰۰
۱۵۳	نَفِطٌ مِّنْ دَسٍّ طَرَحٌ مستعمل ہے	۱۸۵	۱۶۷	نَفِطٌ وَنِيلٌ کے نو معنی تفسیر عالمائے	۲۰۱
۱۵۴	نَفِطٌ بَلْ اِضْرَابِیْ وَاسْتَدْرَا کی کابیان	"	۱۶۸	کفار مکہ نے اسلام کی مخالفت کر کے اپنا سات طرح نقصان کیا تھا	۲۰۲
۱۵۵	تفسیر عالمائے	۱۸۶	۱۶۹	فائدے۔ بیس عمر کسی کے لیے مفید کسی کے لیے غیر مفید ہے۔	۲۰۵
		۱۸۷	۱۷۰	دنیا میں سب سے بزدل قوم بت پرست ہیں۔ احکام القرآن	۲۰۶
		۱۸۸	۱۷۱	اختراصات جوابات	۲۰۸
		۱۸۹	۱۷۲	تفسیر صوفیانہ	۲۰۹
		۱۹۰	۱۷۳	اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو چار غیلے اور چار نعشیں عطا فرمائیں۔	۱۱۰
		۱۹۱	۱۷۴	وَنُفْحٌ مِّنْ مَّوَارِثِ الْقِسْطِ۔ تَا	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	اَمْ قَاتِلْتُمُوهُمْ صُنُوفُكُمْ اِنْ اَتَيْتُمْ	۲۱۲	۱۸۸	قیامت کو ساعت کہنے کی چار وجہ	
	۵ تا آیت ۵			ادبِ قرآن سے پانچ فائدے ملتے ہیں	۲۳۵
۱۴۴	تعلقات	۲۱۳			
۱۴۵	تفسیر نحوی	۲۱۴	۱۸۹	تیارِ قیامت کے لیے گیارہ خصلتیں	
۱۴۶	ظلم کے ساتھ معنی	۲۱۵		اختیار کرو	۲۳۹
۱۴۷	تفسیر عالمانہ	۲۱۷	۱۹۰	وَلَقَدْ اَتَيْنَا اِبْرٰهٖمَ رُسُلًا	
۱۴۸	میزانِ قیامت کا بیان، قسط اور عدل کا فرق	۲۱۸		تَاْمَ اَنْتَ مِنَ الْمَعْبُوْدِيْنَ اِنْ	
۱۴۹	عذابِ کفر اور عذابِ اعمال کا فرق	۱۹۱		آیت ۵ تا آیت ۵	۲۳۹
	دنیا اور قیامت کی ترازو کا فرق	۲۱۹	۱۹۲	تعلقات، تفسیر نحوی	۲۴۰
۱۵۰	حساب لینے والے میں چار چیزیں ضروری ہیں۔ حساب محشر چار طرح کا		۱۹۳	تفسیر عالمانہ، رشد کے بارے میں	۲۴۲
	ظاہر ہو گا۔	۲۲۰		رشد میں تیس خزانے، قرآن مجید میں	
۱۸۱	فائدے	۲۲۲	۱۹۴	ابراہیم نام ستر بار اور ہر جگہ مختلف	
۱۸۲	احکام القرآن	۲۲۵		حالات بیان ہوئے۔	۲۴۵
۱۸۳	اعتراض، جواب	۲۲۶	۱۹۵	حضرت ابراہیم کا وطن شہر بابل کا حدود	
۱۸۴	میزانِ قیامت کا ثبوت، تفسیر صوفیانہ	۲۳۱	۱۹۶	اربعہ	۲۴۷
۱۸۵	ظاہری، باطنی اور میزانِ قیامت کی قسمیں اور ان کے پلڑوں کا بیان			تصویر کی بناوٹ اور قسمیں	
۱۸۶	اعمالِ ظاہری و باطنی اور ذکر کی قسمیں	۲۳۳	۱۹۷	تصویر کی شرعی حیثیت، عکس اور	۲۴۸
۱۸۷	ایمان بالغیب والوں کی تین قسمیں	۲۳۴	۱۹۸	تصویر کا فرق	
				فائدے، والدینِ ابراہیم کے ایمان	۲۵۰
				کی ایک دلیل	
				احکام القرآن، ہر کھیل حرام ہے	۲۵۱
				تجاہلِ عارفانہ کی تعریف کیا ہے	۲۵۲
				تفسیر صوفیانہ	
				جسم انسانی جہالت کی وجہ سے غلطیتوں میں	۲۵۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰۱	قَالَ بَلْ رَجَعْتُمْ تَارِيقًا كَهَٰذَا بَرَاٰ هِمْ اَزَايْت ۵۶	۲۵۸	۲۱۸	احکام القرآن۔ کلام تودہ اور کلام متفرق کافرق	۲۸۴
۲۰۲	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۲۵۹	۲۱۹	اعتراضات، جوابات	۲۸۵
۲۰۳	تفسیر عالمانہ	۲۶۳	۲۲۰	کذب کی قسمیں اور معنی	۲۸۶
۲۰۴	کبد، مگر تدبیر۔ تقریب کافرق	۲۶۶	۲۲۱	تفسیر صوفیانہ	۲۸۷
۲۰۵	فائزے انبیاء علیہم السلام سب مخلوق سے بہادر ہوتے ہیں	۲۶۷	۲۲۲	قَالَ لَا تَتَّبِعُوا دُورًا مِنْ دُورِ اللّٰهِ۔ تَارِ بَا رَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ	۲۸۹
۲۰۶	حروفِ قسم کی تعداد اور فرق	۲۶۸	۲۲۳	تعلقات، تفسیر نحوی	۲۹۰
۲۰۷	احکام القرآن	۲۶۹	۲۲۴	تفسیر عالمانہ، نارِ نمرود کا واقعہ	۲۹۲
۲۰۸	اعتراضات، جوابات	۲۷۰	۲۲۵	ابلیس تین چیزوں کا موجد ہے	
۲۰۹	تفسیر صوفیانہ، ربوبیت چھ عناصر سے ہوتی ہے۔	۲۷۱		نارِ نمرود کے وقت نمرود کی عمر ابراہیم علیہ السلام کی عمر اور	
۲۱۰	دنیا میں بندے تین قسم کے ہیں	۲۷۲		آگ کا زمانہ	۲۹۷
۲۱۱	قَالَ لَوْ اَنَّ تَوَابِيْہٗ تَا۔ مَا هُوَ لَہٗ يَنْطَفِئُوْنَ۔ اَزَايْت ۶۶ تا آیت	۲۷۴	۲۲۶	حدُ حد اور گرگٹ کا ذکر حضرت ابراہیم آگ چھا کتنے دن رہے	۲۹۸
۲۱۲	تعلقات	۲۷۵		نمرود کے تاریخی حالات نمرود کی میت جلانی گئی۔	۳۰۱
۲۱۳	تفسیر نحوی نقطہ عین کے چار معنی	۲۷۶	۲۲۷	فائدے۔ بزرگوں کے حالات	
۲۱۴	حرف ت کی آٹھ قسمیں ہوتی ہیں۔	۲۷۷		سنانا عبادت ہے	۳۰۳
۲۱۵	نفس کے دس معنی	۲۷۸	۲۲۸	احکام القرآن	۳۰۴
۲۱۶	تفسیر عالمانہ، نمرود و فرعون کی حالت	۲۷۹	۲۲۹	اگر انسانوں کے لباس میں شیطان ہو تو اس کی پہچان کیا ہے۔	۳۰۵
۲۱۷	فائدے، ایمان، کفر، اور اتذاد کافرق	۲۸۳	۲۳۰	اعتراضات، جوابات	۳۰۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۳۱	فطرتی دشمنی، دوستی اور مذہبی دشمنی			نبی اور غیر نبی کے صالح ہوتے ہیں چار	
	دوستی کا فرق	۳۱۰		طرح فرق ہے	۳۲۹
۲۳۲	تفسیر صوفیانہ	۳۱۱	۲۲۵	تفسیر صوفیانہ - چند تاویلاتِ صوفیاء	۳۳۱
۲۳۳	پسختی توبہ کے تین جز، عبادت کا نقشہ	۳۱۳	۲۲۶	حنور غوث اعظم کا فرمان	۳۳۲
۲۳۴	وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ. تِلْكَ قَوْمُ سُرٍّ قٰتِلِيْنَ اِذَا بَیْتٌ لِّہٖ تَاۡبِتٌ		۲۲۷	وَاَدْخَلْنٰہٗ فِی رَحْمَتِنَا. تِلْكَ اٰیَاتُ	
	۱۷	۳۱۴		۱۷ تَاۡبِتٌ ۱۷	۳۳۴
۲۳۵	تعلقات، تفسیر نحوی لفظ دیہالی اور		۲۲۸	تعلقات	۳۳۵
	احمدی نسبت کی وجہ مزار ایوں کو		۲۲۹	تفسیر نحوی، ترجمہ اعظم حضرت کا کمال	۳۳۶
	احمدی نہ کہا جائے۔	۳۱۶	۲۵۰	جانور جاننے کے لیے تین لفظ	
۲۳۶	اسماء تعدادی پانچ ہیں	۳۱۷		رَبِّہٖ نَفْسٌ	۳۳۸
۲۳۷	تفسیر عالمانہ	۳۲۰	۲۵۱	تفسیر عالمانہ لوط علیہ السلام کا	
۲۳۸	حضرت ابراہیم کے مختصر خاندانی			ذکر چھ سورتوں میں	۳۳۹
	حالات	۳۲۱	۲۵۲	بوط علیہ السلام کا مختصر واقعہ و	
۲۳۹	قوم لوط کا بیان، حیثیت، نتیجہ			حالات اور آب کا مزار	۳۴۰
	نتیجہ کا فرق	۳۲۵	۲۵۳	ابو البشر اول ثانی۔ ابو العربی اول	
۲۴۰	جمعہ کے دن پوری چھٹی کرنی			ثانی القابات	۳۴۱
	واجب ہے	۳۲۶	۲۵۴	حضرت داؤد کا نسب حالات	
۲۴۱	فائدے، بڑی نعمت صرف نبی کا			علیہ شریعت، عمر۔	۳۴۵
	وجود ہے، نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی		۲۵۵	فائدے نوح علیہ السلام کا فریٹا	
	نعمت اور بری اولاد فقہ ہے	۳۲۷		دوسری بیوی سے	۳۴۶
۲۴۲	احکام القرآن	"	۲۵۶	مسلمانوں کے لیے ایک فروری دعا	
۲۴۳	اعتراضات، جوابات	۳۲۸		احکام القرآن	۳۴۷
۲۴۴	یعقوب علیہ السلام کی چار خصوصی شانیں		۲۵۷	دعا اور بد دعا کرنے کا شرعی حکم	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۸	اعتراضات، جوابات	۲۴۸	۲۴۸	احکام القرآن اجتہاد کرنا سنت	۲۴۳
۲۵۹	تفسیر صوفیانہ	۲۵۰	۲۴۲	انبیاء علیہم السلام ہے	۲۴۲
۲۶۰	عقل عرفانی کی قسمیں اور ان کے مقامات	۲۴۴	۲۴۳	اچھے برے علم و تجارت کی قسمیں	۲۴۳
۲۶۱	فَقَعْمُنَّهَا سُلَيْمَانُ - تَابِكُلْ شَيْءٌ	۲۵۱	۲۴۵	اعتراضات، جوابات، تسخیر واوڈی	۲۴۵
۲۶۲	عَلِيمِينَ از آیت ۷۹ تا آیت ۸۱	۲۵۲	۲۴۶	سیلمانی میں فرق	۲۴۶
۲۶۳	تعلقات، تفسیر نحوی	۲۵۵	۲۴۷	تفسیر صوفیانہ - افعال مومن کی پانچ صورتیں	۲۴۷
۲۶۴	عربی میں بنانے کے لیے پانچ الفاظ اور ان میں فرق	۲۵۷	۲۴۹	وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَلْعَنُ صَوْنَ	۲۴۹
۲۶۵	تیز ہوا کی تین قسمیں	۲۵۷	۲۵۰	کہ رتار و ذکر ای للعبیدین از	۲۵۰
۲۶۶	تفسیر عالمانہ، حضرت داؤد و سلیمان کے فیصلوں کا واقعہ	۲۵۸	۲۵۱	آیت ۸۲ تا آیت ۸۴	۲۵۱
۲۶۷	داؤد علیہ السلام کو دوجہ سے منعمہ ہو کر سکھائی گئی	۲۶۲	۲۵۲	تعلقات - تفسیر نحوی	۲۵۲
۲۶۸	داؤد علیہ السلام کو چار معجزے ملے	۲۶۳	۲۵۳	تفسیر عالمانہ	۲۵۳
۲۶۹	انبیاء علیہم السلام کے علوم، اور شکر الہی کیا ہے	۲۶۵	۲۵۴	حضرت سلیمان کو سات معجزے ملے	۲۵۴
۲۷۰	تخت سلیمانی کا ذکر	۲۶۶	۲۵۵	ایوب علیہ السلام کے واقعات و حالات	۲۵۵
۲۷۱	تخت سلیمانی کے علاقائی سفر اور مدینہ منورہ کا ادب	۲۶۷	۲۵۶	ایوب علیہ السلام پر مصیبتوں کی وجہ اور ابتداء	۲۵۶
۲۷۲	حضرت سلیمان کے دو واقعے، مدینہ منورہ کا ذکر	۲۶۸	۲۵۷	فائدے، وجود انبیاء بے مثل قدرت ہے	۲۵۷
۲۷۳	فائدے اجتہاد کا بیان، بندوں کی تین قسمیں	۲۶۹	۲۵۸	احکام القرآن، کسی بھی شریعت میں جاندار کی تصویر بنانا جائز نہیں تھا۔	۲۵۸
		۲۷۰	۲۵۹	مسلمان کو شیطان کہنا منع ہے	۲۵۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۸۶	حلال روزی کی آرزو جائز ہے	۲۹۹	۲۳۶	فائدے۔ انبیلگی ہر ادا ہر چیز	۲۳۶
۲۸۷	اغراضات جوابات	۲۰۵	۲۳۷	بے مثل ہے	۲۳۷
۲۸۸	تفسیر موقیانہ	۲۰۸	۲۳۸	اجکام القرآن۔ بقیۃ دعا حمد و نعت	۲۳۸
۲۸۹	ابتلاء مومن کے چار فائدے	۲۰۹	۲۳۹	بھی دعا ہے	۲۳۹
۲۹۰	قوله اسْمِعِلْ وَادْرِ لِسْ تَا وَكَذَّالِہ	۳۰۱	۲۴۰	اغراضات، جوابات	۲۴۰
۲۹۱	نہجی المؤمنین از آیت ۸۵ تا	۳۰۲	۲۴۱	تفسیر موقیانہ۔ بدن انسانی میں	۲۴۱
۲۹۲	آیت ۸۵	۲۱۱	۲۴۲	ممبر کی تین قوتیں	۲۴۲
۲۹۳	تعلقات	۲۱۲	۲۴۳	کلمہ طیبہ کی سات قوتیں	۲۴۳
۲۹۴	تفسیر نحوی	۲۱۳	۲۴۴	آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام	۲۴۴
۲۹۵	تفسیر عالمانہ، امتحان الہی کے آٹھ	۲۱۴	۲۴۵	زندگی حیران کن معجزہ ہے	۲۴۵
۲۹۶	طریقے	۲۱۵	۲۴۶	بدن انسانی میں تین اندھیرے	۲۴۶
۲۹۷	ممبر کرنے کے چار طریقے۔ صبر کی	۲۱۶	۲۴۷	وَذَكِّرْ بِآيَاتِ ذِي رَبِّہ تَا	۲۴۷
۲۹۸	بارہ قسمیں	۲۱۷	۲۴۸	وَابْتِہَا آيَہ لِّلْعٰلَمِیْنَ از	۲۴۸
۲۹۹	حضرت اسماعیل کا ذکر قرآن مجید	۲۱۸	۲۴۹	آیت ۸۹ تا آیت ۹۱	۲۴۹
۳۰۰	میں آپ کی اولاد آپ کا حلیہ	۲۱۹	۲۵۰	تعلقات، تفسیر نحوی	۲۵۰
۳۰۱	خصائل مبارکہ	۲۲۰	۲۵۱	وراثت کے معنی اور اشتقاق	۲۵۱
۳۰۲	ادریس علیہ السلام مختصر واقعہ	۲۲۱	۲۵۲	صیغے	۲۵۲
۳۰۳	وعلیہ وعادات	۲۲۲	۲۵۳	تفسیر عالمانہ	۲۵۳
۳۰۴	حضرت ذی الکفل کا مختصر واقعہ	۲۲۳	۲۵۴	رغبت، رصبت، خشیت کا بیان	۲۵۴
۳۰۵	اور خلافت کا واقعہ	۲۲۴	۲۵۵	قرآن مجید میں حضرت زکریا کا	۲۵۵
۳۰۶	حضرت یونس کا نام لقب، نسب	۲۲۵	۲۵۶	تذکرہ متعدد سورتوں میں	۲۵۶
۳۰۷	حلیہ زمانہ علاقہ واقعہ	۲۲۶	۲۵۷	حضرت زکریا علیہ السلام کا حلیہ	۲۵۷
۳۰۸	یونس علیہ السلام کی چند	۲۲۷	۲۵۸	اور نسب نامہ	۲۵۸
۳۰۹	خصوصیات	۲۲۸	۲۵۹	حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر	۲۵۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۱۳	فائدے، انبیاء کرام کی زندگی کا قرآنی خلاصہ	۴۸۰	۳۲۹	راہ طلب کے تین فرستے	۴۸۹
۳۱۴	کسی بھی نبی کی والدہ کا فرقہ فاسقہ فاحشہ، بد اخلاق نہیں ہو سکتی۔	۴۸۲	۳۳۰	وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ رَبَّنَا وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ	۴۹۱
۳۱۵	احکام القرآن، دعا مانگنے کا نبوی طریقہ	۴۸۳	۳۳۱	آیت ۹۷ تا آیت ۱۰۱	۴۹۲
۳۱۶	اعتراضات، جوابات	۴۸۴	۳۳۲	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۹۳
۳۱۷	تفسیر صوفیانہ	۴۸۵	۳۳۳	ایندھن کی پانچ قسمیں	۴۹۴
۳۱۸	إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ	۴۸۶	۳۳۴	تفسیر عالمانہ	۴۹۵
۳۱۹	۹۲ تا آیت ۹۷	۴۸۷	۳۳۵	فائدے، بہت پرستی کس طرح ہوتی رہی ہے۔	۴۹۹
۳۲۰	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۸۸	۳۳۶	احکام القرآن، مشہور رشاذ اور غلط قرأتوں کا بیان، تبدیلی قرأت کا اصول و ضابطہ دور صحابہ کے قاری اور ان کے لیے۔	۵۰۰
۳۲۱	لفظ اُمت کے نو معنی	۴۸۹	۳۳۷	اعتراضات، جوابات	۵۰۱
۳۲۲	جماعت کی چار قسمیں ہیں	۴۹۰	۳۳۸	تفسیر صوفیانہ فاسقین کو دنیا میں تین معیشتیں	۵۰۲
۳۲۳	تفسیر عالمانہ	۴۹۱	۳۳۹	إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ	۵۰۳
۳۲۴	بندے اور اُس کے اعمال کے تین حال۔	۴۹۲	۳۴۰	إِنَّا كُنَّا فَعَلِينَ	۵۰۴
۳۲۵	یا جوج ماجوج کا قصہ اور قیامت کی دش نشانیاں	۴۹۳	۳۴۱	تا آیت ۱۰۱	۵۰۵
۳۲۶	فائدے، دین حق کے پانچ بنیادی عقائد ہوتے ہیں	۴۹۴	۳۴۲	تعلقات، شان نزول	۵۰۶
۳۲۷	فرقے بازی کا بیان اور ابتداء احکام القرآن	۴۹۵	۳۴۳	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کفار مکہ کا ایک مناظرہ کفار کی شکست	۵۰۷
۳۲۸	اعتراضات، جوابات	۴۹۶	۳۴۴	تفسیر نحوی	۵۰۸
۳۲۹	تفسیر صوفیانہ	۴۹۷	۳۴۵		۵۰۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۲	تفسیر عالمانہ، محبوب بندوں کے لیے	۲۵۷	۲۵۷	وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ	۲۵۷
-	گیارہ خزانے اور پانچ نعمتیں	-	۲۵۸	ترجمہ	۲۵۸
-	دینا و آخرت میں	-	۲۵۹	بعثت انبیاء کرام اور بعثت نبی کریم	۲۵۹
۲۴۳	خزاع اکبر اور خزاع اصغر کا بیان	۵۱۲	۲۶۰	میں فرق، علیم السلام	۲۶۰
۲۴۴	کاتبین وحی کے آسمان پاک، لازم	۲۵۹	۲۶۱	احکام القرآن، کتب آسمانی کے	۲۶۱
-	اور واجب کافرق	۵۱۵	۲۶۲	مضامین	۲۶۲
۲۴۵	فائدے	۵۱۶	۲۶۳	اعتراضات، جوابات	۲۶۳
۲۴۶	احکام القرآن، اعتراضات، جوابات	۵۱۷	۲۶۴	اِنَّهَا لَیَعْلَمُنَّۙ مَا تَلْفَحُوْنَۙ فَاِنَّهَا لَیَسْتَعْلَمُنَّۙ	۲۶۴
۲۴۷	حسن ظاہر باطنی اور توفیق کی چار	۵۱۸	۲۶۵	علیٰ مَا تَصِفُوْنَۙ۔ از آیت ۱۱	۲۶۵
-	قسمیں	۵۲۱	۲۶۶	تا آیت ۱۲	۲۶۶
۲۴۸	وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُورِ مِنَّا	۳۶۲	۲۶۷	تعلقات، تفسیر نحوی	۳۶۲
-	اَمْ یَعْبُدُوْنَ مَا تُوْعَدُوْنَۙ اَز	۳۶۳	۲۶۸	اعلمت کے ترجمہ کی شان	۳۶۳
-	آیت ۱۵ تا آیت ۱۹	۵۲۲	۲۶۹	حروف نفی کی اقسام	۲۶۹
۲۴۹	تعلقات، تفسیر نحوی	۵۲۳	۲۷۰	تفسیر عالمانہ	۲۷۰
۲۵۰	حرفِ اِنّی کی چار قسمیں	۵۲۴	۲۷۱	نقشے کے چار معنی	۲۷۱
۲۵۱	تفسیر عالمانہ	۵۲۵	۲۷۲	فائدے کا فرق، فاسق اور نیک کی	۲۷۲
۲۵۲	حیات دنیوی کے تیس زمانے	۵۲۸	۲۷۳	دنیا میں فرق	۲۷۳
۲۵۳	انبیاء کرام علیہم السلام کا اسرہ حسنہ	۵۲۹	۲۷۴	احکام القرآن، حرام چیزیں ہمیشہ	۲۷۴
۲۵۴	رحمۃ عالمین کے سات طریقے	۵۳۰	۲۷۵	نقصان ہی دیتی ہیں	۲۷۵
-	آٹھ علاقے۔ آٹھ قسم کی مخلوق کے	۵۳۱	۲۷۶	اعتراضات، جوابات	۲۷۶
-	یہ رحمت عالمین کی سات صفات	۵۳۲	۲۷۷	رَبِّ الْعَالَمِیْنَۙ بِالْحَقِّۙ۔ بدعا نہ تھی	۲۷۷
-	لازمی	۵۳۳	۲۷۸	تفسیر صوفیانہ	۲۷۸
۲۵۵	علم، ادراک اور درایت کا فرق	۵۳۴	۲۷۹	عالمین کی سات قسمیں شریعت اسلام	۲۷۹
۲۵۶	فائدے	۵۳۵	۲۸۰	کی تین قسمیں	۲۸۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۷۱	تفسیر نحوی	۳۸۴	۵۵۰	صالحین، عاشقین کی چار قسمیں	۳۷۱
۵۷۲	تفسیر عالمانہ	۳۸۵	۵۵۱	ذاکر بندوں اور ذکور اللہ کی چار قسمیں	۳۷۲
۵۷۶	زلزلہ قیامت، اور قیامت کا ذکر	۳۸۶		رحمن کا صوفیانہ معنی، بندوں کی دو	۳۷۳
	جنتی اور جہنمی لوگوں کی تعداد	۳۸۷	۵۵۲	قسمیں	
۵۷۷	حکایت		"	نا فرمان کی تین نشانیاں	۳۷۴
	عورت کے لیے موت۔ مذکر الفاظ	۳۸۸		تین چیزوں پر غرور کفار کی خصلت	۳۷۵
۵۷۸	استعمال کرنے کا قاعدہ			ہے، مولیٰ علیٰ ذلک	
"	حمل کی چھ حالتیں اور ان کی کیفیات	۳۸۹		فرمان کہ دولت دنیا کو امتحان سمجھو	۳۷۶
	زلزلہ ارض یعنی زمینی زلزلے کے	۳۹۰		عابدین، عارفین، عاشقین کا اخروی	
۵۷۹	اسباب		۵۵۳	بدلہ و ثواب	
	زلزلے کی حقیقت میں حدیث	۳۹۱	۵۵۶	سورۃ حج کی مختصر تفسیر و خلاصہ مضمون	۳۷۷
۵۸۱	مقدسہ کا فرمان			سورۃ حج کے فضائل، فوائد و ظائف	۳۷۸
	فائدے، سب سے بڑی دولت	۳۹۲	۵۶۷	عملیات	
	تقویٰ ہے اس کی چھ روشنیاں		۵۶۸	سورۃ حج کا تعوید	۳۷۹
۵۸۳	اور چار قسمیں			سورۃ حج مدنی ہے ۷۸ آیتیں اور	۳۸۰
	احکام القرآن، مجادلے کی جائز و	۳۹۳		۱۰ رکوع ترتیب تلاوت کا نمبر ۲۲	
۵۸۴	نا جائز مہوز نہیں		۵۶۹	ترتیب نزول کا نمبر ۱۰۳ ہے	
۵۸۴	بحث کی چار قسمیں	۳۹۴		بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔	۳۸۱
۵۸۵	تقویٰ چار چیزوں کا نام ہے	۳۹۵		يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ	
۵۸۷	تفسیر صوفیانہ	۳۹۶		تَارَ وَ يَتَّبِعْ كُلَّ شَيْطٰنٍ مُّرِيدٍ	
۵۸۸	راہ سلوک کی چار آگیاں	۳۹۷	۵۶۹	از آیت مآتات	
	کامل متقی کے چار نشان انبیاء علیہم	۳۹۸	۵۷۰	تعلقات	۳۸۲
	السلام کی پانچ قوتیں شیطان کی			شان نزول، نزول اور دونوں	۳۸۳
۵۸۹	چار قسمیں		۵۷۱	میں فرق	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۹۹	کُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ	۵۸۹	۲۱۳	اعتراضات۔ جوابات	۶۰۶
	تَاَمَّ مَنْ كُلُّ زَوْجٍ بَیْعٍ		۲۱۴	تفسیر صوفیانہ، شیطانوں اور بندوں کی قسمیں	۶۰۸
۴۰۰	آیت میں تا آیت ۵	۵۹۲	۲۱۵	علوم حقیقت کے چار درجہ متقین	۶۰۹
۴۰۱	تعلقات، تفسیر نحوی	۵۹۳		کی چار بلندیاں	۶۱۰
۴۰۲	طبقات جہنم کے آٹھ درجے	۵۹۵	۲۱۶	عارفین کے نو تغیرات	۶۱۰
۴۰۳	تفسیر عالمانہ		۲۱۷	سالک معرفت کی چار عمریں ہر عمر میں	۶۱۱
	انسانی جسم کی ظاہری باطنی بناوٹ	۵۹۶		تین چیزیں ملتی ہیں	۶۱۱
۴۰۴	کامیاب		۲۱۸	موت و حیات اور زندہ مردہ کی	۶۱۲
	انسانی جسم میں ہڈیوں اور مسامات کی تعداد	۵۹۷		چار قسمیں	۶۱۲
۴۰۵	رحم مادر میں حمل مکمل کی پیشانی پر قرشتہ		۲۱۹	ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْعَثُ	۶۱۳
	سات چیزیں لکھا ہے۔	۵۹۸		مَنْ فِي الْغُبُورِ۔ از آیت ۶۰	۶۱۳
۴۰۶	اگر تہ عمر میں حکما کے پانچ اقوال	۵۹۸		تا آیت ۶۰	۶۱۳
۴۰۷	جسم انسانی حیوانی قدرت کا عجیب		۲۲۰	تعلقات	۶۱۴
	کارخانہ ہے	۵۹۹	۲۲۱	تفسیر نحوی	۶۱۴
۴۰۸	جسم انسانی پر تین ذمے، ہر ذمے		۲۲۲	تفسیر عالمانہ	۶۱۵
	میں نو تبدیلیاں	۶۰۰	۲۲۳	فائدے، قبر کی حقیقت اور بیان	۶۱۶
۴۰۹	خلقت انسانی کے سات مرحلے		۲۲۴	احکام القرآن، قدرت الہی و علم	۶۱۸
	ان آیت میں بیان ہوئے	۶۰۲		مصطفائی کا بیان	۶۱۸
۴۱۰	فائدے ان آیت میں شیطان کی پدر		۲۲۵	اعتراض، جواب	۶۱۹
	چیزیں بیان ہوئی	۶۰۳	۲۲۶	تفسیر صوفیانہ، کافر فاسق متقی کے	۶۲۰
۴۱۱	شیطن مرید ہونے کی سات کیفیتیں		۲۲۷	عقیدوں میں فرق	۶۲۰
	فضول خرچی کا بیان	۶۰۴	۲۲۸	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ	۶۲۲
۴۱۲	بارش اور دیگر پانیوں میں فرق احکام القرآن	۶۰۵		تَا بِظُلَامٍ لِّلْعَبِيدِ۔ از آیت ۶۰ تا	۶۲۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۲۸	تعلقات، شان نزول	۶۲۳	۴۲۶	کا ذکر	۶۲۶
۴۲۹	تفسیر نحوی	۶۲۴	۴۲۳	فائدے، احکام القرآن	۶۵۰
۴۳۰	بسانے کی تین قسمیں، تفسیر عالمانہ		۴۲۴	مقبول و مردود، عبادت کی نشانی	
	بند و کی قسمیں	۶۲۷		اعتراضات	۶۵۱
۴۳۱	فائدے، بحث و مجادلے کا فرق	۶۳۱	۴۲۵	تفسیر صوفیانہ، انسانیت کی چھ قسمیں	
۴۳۲	احکام القرآن مجادلے کی چار قسمیں	۶۳۲		ہیں	۶۵۳
۴۳۳	موجودہ زمانے میں ملکی، اجتماعی		۴۲۶	مومن کافر مذہب متزلزل کافر	
	انفرادی پریشانی دہشت گردی			تواضع کی قسمیں	۶۵۵
	تخریب کاری کی وجہ اور سذباب	۶۳۳	۴۲۷	اِنَّ اللّٰهَ يَدْخُلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	
۴۳۴	اعتراضات، جوابات، علم کی تین			تَا۔ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ	
	قسمیں	۶۳۴		از آیت ۱ تا آیت ۱۶	۶۵۵
۴۳۵	انسانی ہاتھ کے حیرت انگیز کارنامہ	۶۳۵	۴۲۸	تعلقات، شان نزول، تفسیر نحوی	۶۵۷
۴۳۶	تفسیر صوفیانہ، بندوں کو تین چیزوں		۴۲۹	تفسیر عالمانہ	۶۶۰
	میں اِستیاط چاہیے۔	۶۳۷	۴۵۰	اصل مصدر اور مشتق مصدر کا	
۴۳۷	سات چیزوں سے سات چیزیں ملتی			فرق مشتقات کی قسمیں	۶۵۸
	ہیں۔	۶۳۸	۴۵۱	فائدے انبیاء علیہم السلام دلوں بھی	
۴۳۸	ایسی باتوں میں دعوت غور و فکر			سکتے ہیں چھنوا بھی	۶۶۵
	ہے	۶۴۰	۴۵۲	علماء صوفیاء کے لیے آیت قرآن	
۴۳۹	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْبِدُ اللّٰهَ			اُنہیں قسم کی مگر نبی کریم صلی اللہ	
	تَا۔ وَلِبَاسِ الْعَشِيْرِ اَزْآيَت			تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے	
	۱۳ تا آیت ۱۳	۶۴۱		سب آیت بیّنات ہیں احکام	
۴۴۰	تعلقات	۶۴۲		القرآن	۶۶۶
۴۴۱	شان نزول، تفسیر نحوی	۶۴۳	۴۵۳	اطاعت اور اتباع کا بیان اور	
۴۴۲	تفسیر عالمانہ قرآن مجید میں چھ قسم کے مذہبی لوگوں			قسمیں	۶۶۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۵۴	اعتراضات، جوابات	۴۶۸	۴۶۸	اللہ تعالیٰ کے قانون کے علاوہ قانون	۴۸۵
۴۵۵	بین اور یسٹریں فرق، تفسیر موفیانہ	۴۷۰	۴۷۰	مانتا بھی شرک ہے۔	۴۸۵
۴۵۶	چار قسم کے شخص، عیار اور طراریں	۴۷۱	۴۷۱	دین نصاریٰ کا تعارف	۴۸۶
۴۵۷	ہندوں کے لیے دینا میں چار راستے	۴۷۲	۴۷۲	شہید، عظیم، خیر کا فرق	۴۸۷
۴۵۸	ان الذین آمنوا و الذین کفروا ان الله یفعل ما یشاء۔ از آیت ۱ تا ۱۰	۴۷۳	۴۷۳	سجدے کی دو قسمیں ہیں	۴۸۸
۴۵۹	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۷۴	۴۷۴	فائدے، اصل دین الہی انبیاء علیہم السلام	۴۸۹
۴۶۰	یہودی، عیسائی، مجوسی، صابئی کا	۴۷۵	۴۷۵	کو مانتا ہے۔	۴۹۰
۴۶۱	دینی فرق	۴۷۶	۴۷۶	کافر اور فاسق کی جہنم میں فرق۔ احکام	۴۹۱
۴۶۲	تاریخوں کے اعتبار چاند کے تین نام۔	۴۷۷	۴۷۷	القرآن	۴۹۲
۴۶۳	تفسیر عالمانہ، دنیوی دینوں کی مختصر تشریح	۴۷۸	۴۷۸	سجدہ تلاوت کے کچھ مسائل	۴۹۳
۴۶۴	ابلیس کے ایجاد کردہ دین، شرک کا تعارف	۴۷۹	۴۷۹	اعتراضات، جواب	۴۹۴
۴۶۵	بت پرستی دس قسم کی ہے	۴۸۰	۴۸۰	تفسیر موفیانہ، ہر دل میں دو دوزخیں ہیں۔	۴۹۵
۴۶۶	دین مجوسیت کا نام و شناخت	۴۸۱	۴۸۱	ہذا ان خصلین اختلفوا	۴۹۶
۴۶۷	مذہب کا تعارف	۴۸۲	۴۸۲	نا و ذوق و مذاب الحریق	۴۹۷
۴۶۸	دینی صابئی کی تقسیم و تعارف	۴۸۳	۴۸۳	از آیت ۱ تا آیت ۲۰	۴۹۸
۴۶۹	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۸۴	۴۸۴	تعلقات، شان نزول، تفسیر نحوی	۴۹۹
۴۷۰	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۸۵	۴۸۵	تفسیر عالمانہ	۵۰۰
۴۷۱	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۸۶	۴۸۶	فائدے، ایمان کے آٹھ اجزا	۵۰۱
۴۷۲	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۸۷	۴۸۷	احکام القرآن	۵۰۲
۴۷۳	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۸۸	۴۸۸	اعتراضات جوابات	۵۰۳
۴۷۴	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۸۹	۴۸۹	تفسیر موفیانہ	۵۰۴
۴۷۵	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۹۰	۴۹۰	عاجزی کے ظاہری باطنی چہرہ نشان	۵۰۵
۴۷۶	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۹۱	۴۹۱	تواضع کی تین قسمیں، غور کی پانچ	۵۰۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۸۶	إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا	۴۸۶	۵۰۳	پیدل حج کی فضیلتیں اور اس کی صورتیں	۴۵۴
	تَا نُدْخِلُهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ			کیفیتیں۔	
	از آیت ۲۲ تا آیت ۲۵	۴۱۸	۵۰۴	حج کس آیت سے اور کب فرض ہوا	۴۵۵
۴۸۷	تعلقات، شانِ نزول، تفسیر نحوی	۴۲۰		حج کا ذکر	
۴۸۸	تفسیر عالمانہ	۴۲۲	۵۰۵	افعالِ حج کی ترتیب کا واجب ہونا۔	۴۵۶
۴۸۹	زمین مکہ مکرمہ کی خصوصی شان	۴۲۶			
۴۹۰	پہلے اسلامی عمرے اور حجۃ الوداع		۵۰۶	حج کے چھینے اور نبی کریم صلی اللہ	
	کی تاریخیں	۴۲۸		تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عمرے	
۴۹۱	مکہ منظمہ اور مسجد حرم شریف کے			اور حج کی تاریخیں	۴۵۷
	تاریخی حالات	۴۳۲	۵۰۷	اسلام کے نوذبیحوں کے ساتھ قسم	
۴۹۲	ایک عظیم غلطی	۴۳۴		کے جانور	۴۵۸
۴۹۳	مسجد حرم شریف کے تاریخی حالات		۵۰۸	قربانی اور حج کے ذبیحوں میں فرق	۴۵۹
	و خصوصیات	۴۳۵	۵۰۹	فائدے	۴۶۱
۴۹۴	زمین حرم شہر حلال ہے فائدے	۴۳۸	۵۱۰	دورانِ حج مکہ و مدینہ و جدہ سے	
۴۹۵	احکام القرآن	۴۳۹		خرید و فروخت اور تجارت کرنا بھی	
۴۹۶	لو لحد کی تین قسمیں ہیں	۴۴۰		عبادت ہے اس کی حکمت	۴۶۲
۴۹۷	اعتراضات، جوابات	۴۴۱	۵۱۱	احکام القرآن	۴۶۳
۴۹۸	تفسیر صوفیانہ	۴۴۲	۵۱۲	اعتراضات، جوابات	۴۶۵
۴۹۹	وَإِذْ لَوْ أَنَّا رَأَيْنَا هِمْزًا		۵۱۳	پانچ علوم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و	
	وَ أَلْطَمُوا لِبَاسَيْنِ الْفَقِيئِ			عورت پر فرض ہے۔	۴۶۶
	از آیت ۲۶ تا آیت ۲۸	۴۴۵	۵۱۴	تفسیر صوفیانہ	۴۶۷
۵۰۰	تعلقات، تفسیر نحوی	۴۴۷	۵۱۵	عبادت حج سب سے بڑی و عظیم	
۵۰۱	تفسیر عالمانہ، شرک کی قسمیں	۴۵۱		عبادت ہے۔	۴۷۰
۵۰۲	زمین پر پہلی اذان کے الفاظ	۴۵۳	۵۱۶	تُدْخِلُهُمْ فِي النَّارِ وَاجْتَنِبُوا	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	قَوْلُ التَّوَدُّدِ آیت ۲۹ تا			تین قسمیں	۷۸۷
	آیت ۳۰	۷۷۳	۵۳۰	جھوٹ کی پانچ قسمیں	۷۸۸
۵۱۷	تعلقات	۷۷۴	۵۳۱	فائے راب اُصولی اجتہاد کی تہ فہرست	
۵۱۸	تفسیر نحوی تاخیر کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔			باقی رہی نہ اجتہاد ہو سکتا ہے	۷۹۰
۵۱۹	تفسیر عالمانہ منت کی آٹھ قسمیں ہیں	۷۷۵	۵۳۲	مردار کی پانچ قسمیں، احکام القرآن	۷۹۱
۵۲۰	منت کے کچھ مسائل، جرائم حج کی تعداد بارہ ہے۔	۷۷۸	۵۳۳	آج کل مکہ و منی میں اعلان کرتی ہوئی	
	تعداد بارہ ہے۔	۷۷۹		یکسینوں کو اپنی قربانی کے پیسے	
۵۲۱	لفظ غنیمت کے تین معنی، طواف کی چار قسمیں			جمع کرانا، گناہ اور اپنا حج خراب	۷۹۲
۵۲۲	طواف کے فرض، واجب، سنت کی تعداد		۵۳۴	اعتدالات، جوابات	۷۹۲
۵۲۳	طواف کے پانچ مستحبات ہیں	۷۸۰	۵۳۵	تفسیر صوفیانہ	۷۹۳
۵۲۴	پانچ چیزیں حصر پیدا کرتی ہیں۔	۷۸۱	۵۳۶	حضرت آدم علیہ السلام قبلہ ملائکہ کو	
	تعظیم حرمت کے چھ معنی، حرمت کی قسمیں اور تعداد۔			بن گئے۔	۷۹۴
۵۲۵	حلال جانوروں کی قسمیں	۷۸۲	۵۳۷	صوفیا کے نزدیک قول زور کیا	
۵۲۶	قرآن مجید میں چھ چیزوں سے منع کیا گیا۔	۷۸۳	۵۳۸	سے اور منافع کثیر کیا ہیں اور کتنے	۷۹۷
۵۲۷	جسمانی روحانی غذا پر مہیر اور علاج کا بیان	۷۸۴	۵۳۹	حَقَّاءَ لِلّٰہِ حَبِیْرٌ مُّشْرِکِیْنَ بِہٖ	
۵۲۸	پر مہیر کی تین قسمیں۔ گندی چیزیں چار قسم کی	۷۸۵		تَا اِلٰی الْکَبِیْرَتِ الْعَظِیْمِ	
۵۲۹	نجاست کی آٹھ قسمیں ہیں، اوٹن کی	۷۸۶	۵۴۰	آیت ۳ تا آیت ۳۳	۷۹۷
		۷۸۷		تعلقات، تفسیر نحوی	۷۹۸
				ان اُسما کی جمع جو بروزن فیصل ہیں	
				اسم فاعلی معنی اور اسم و معنی یا علمی	۷۹۸
				معنی جمع میں فرق	
				نشان کے بارے میں علما کے آٹھ اقوال	۸۰۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۴۲	گزینگی چار آوازیں چار صورتیں یہاں تیشی جملے میں سات چیزیں مذکور ہوئیں۔	۸۰۱	۵۵۶	تفسیر عالمانہ، ہر قربانی میں پانچ شرطیں ہیں۔	۸۱۹
۵۴۳	شعائر اللہ کی تعظیم کا طریقہ اور ان کی تعداد	۸۰۲	۵۵۷	مومن و کافر کے ذبح میں فرق، ذبح کے فرض، واجب، سنت، مستحبات	۸۲۰
۵۴۴	قرب کعبہ کی صورتیں۔	۸۰۴	۵۵۸	بھیمہ جانور کی سات قسمیں حلال حرام جانور۔	۸۲۱
۵۴۵	فائدے، تقویٰ اور تقویٰ والوں کی قسمیں۔	۸۰۷	۵۵۹	خجنتین کی چار نشانیاں، ارجحیات کے چار اثرات۔	۸۲۲
۵۴۶	اچھی بری محبت کی تین قسمیں	۸۰۸	۵۶۰	کفار کے چھ کفروں کے مقابل مومنوں کو چھ عبادتیں ملیں	۸۲۲
۵۴۷	احکام القرآن	"	۵۶۱	خرچہ کرنیکی پانچ قسمیں ایک حق چار باطل، حق خرچہ کی آٹھ صورتیں ہیں	۸۲۳
۵۴۸	حدی و قربانی کے جانور ہیں پانچ چیزیں اور ان کا حکم	۸۰۹	۵۶۲	مفسرین کے مختلف اقوال۔	۸۲۳
۵۴۹	امام اعظم اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل میں فرق۔	۸۱۱	۵۶۳	فائدے۔ پہلی اُمتوں اور اس اُمت کی قربانیوں میں فوارہ فرق ہے قربانی بھی دیگر عبادتوں کی طرح ہر جگہ لازم ہے	۸۲۵
۵۵۰	اعتراضات جوابات، تفسیر صوفیانہ	۸۱۲	۵۶۴	احکام القرآن	۸۲۵
۵۵۱	صوفیاء کے نزدیک تعظیم شعائر چار چیزیں ہیں۔	۸۱۳	۵۶۵	اعتراضات۔ جوابات	۸۲۶
۵۵۲	صوفیاء کے نزدیک مشرک کی چار نشانیاں	۸۱۴	۵۶۶	تفسیر صوفیانہ	۸۲۸
۵۵۳	وَلَكِنْ أُمَّةٌ جَعَلْنَا تَأْوِمًا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔	۸۱۵	۵۶۷	اجلاس کے چار قدم ہیں	۸۲۹
۵۵۴	آیت ۳ تا آیت ۳۵ تعلقات، تفسیر نحوی	۸۱۶	۵۶۸	دنیا میں تین قسم کی چیزیں تین قسم کے بندوں کو ملتی ہیں	۸۳۰
۵۵۵	واحد کی چار قسمیں، موتی ہیں۔	۸۱۷	۵۶۹	اچھے بندے کی نشانی۔ وَاللَّهُ ذَانِ جَعَلْنَا هَا لَكَ۔ تَأْكُلُ	۸۳۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۷۰	سُحُورِ کُفُورِ از آیت ۳۶ تا آیت ۳۷	۸۳۱	۵۸۶	اُذِّنْ لِلَّذِينَ يُقَتْلُونَ تَا۔ اِنْ شَاءَ	۸۳۲
۵۷۱	تعلقات۔	۸۳۲	۵۸۷	نَقُوْی عَزِیْزٌ۔ از آیت ۳۹ تا آیت ۴۰	۸۳۳
۵۷۲	شانِ نزول۔ تفسیر نحوی	۸۳۳	۵۸۸	تعلقات۔ شانِ نزول	۸۳۴
۵۷۳	جملہ انشائبہ کی دس قسمیں، تفسیر علامہ	۸۳۴	۵۸۹	تفسیر نحوی	۸۳۵
۵۷۴	ذبیحوں کی سات قسمیں، خیر کی چار نوعیتیں۔	۸۳۵	۵۹۰	لفظ لولا کی پانچ قسمیں	۸۳۶
۵۷۵	ذبح کا طریقہ، اور ذبح کی دعا	۸۳۶	۵۹۱	تفسیر علامہ، مسلمانوں کا تیرہ سالہ امتحان صبر	۸۳۷
۵۷۶	تقویٰ پانچ چیزوں کا نام ہے۔	۸۳۷	۵۹۲	حضرت امیر حمزہ کا ابو جہل کو مارنا پیٹنا۔	۸۳۸
۵۷۷	بشارت اور تصدیق کا فرق	۸۳۸	۵۹۳	ہجرت کا واقعہ اور مسلمانوں کی پہلی عید۔	۸۳۹
۵۷۸	اللہ تعالیٰ کی نفرت اور محبت کی نشانی۔	۸۳۹	۵۹۴	رب تعالیٰ کی حفاظت و مدافعت کی چھ صورتیں	۸۴۰
۵۷۹	ظاہری باطنی شرعی خیانتوں کا بیان	۸۴۰	۵۹۵	قتال کی دو قسمیں	۸۴۱
۵۸۰	اذنِ قتال سے جہاد، جہاد سے غلبہ، غلبہ سے فتح مکہ اور فتح مکہ سے چھ کفریات تا قیامت بند کئے گئے۔	۸۴۱	۵۹۶	فائدے، اجازتِ ربانی کے چار فائدے۔	۸۴۲
۵۸۱	ناشکری اور خیانت کی پانچ صورتیں	۸۴۲	۵۹۷	اطاعت و اتباع دونوں ضروری ہیں	۸۴۳
۵۸۲	فائدے، قربانی کے عالمگیر فوائد	۸۴۳	۵۹۸	احکام القرآن	۸۴۴
۵۸۳	نقوے کے تین بنیادی رکن	۸۴۴	۵۹۹	مرتد کا قتل واجب مرتدہ کی صرف قید لازم ہے۔	۸۴۵
۵۸۴	احکام القرآن، بُدنہ کے معنی میں اختلاف۔	۸۴۵	۶۰۰	مرتد کو قتل اور مرتدہ کو نہ قتل کرنے کی وجہ۔	۸۴۶
۵۸۵	اعتراضات جوابات	۸۴۶	۶۰۱	اسلامی اور عیسائی جنگوں کا فرق	۸۴۷
۵۸۶	تفسیر صوفیانہ	۸۴۷	۶۰۲		۸۴۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۰۰	اعتراضات۔ جوابات	۸۷۱	۶۱۲	فائدے حکام اسلامی کے لیے چار کام	۸۸۸
۶۰۱	کفار کے ہاتھوں مسلمانوں کی ذلت			احکام القرآن	
	و شکست کی وجہ	۸۷۲	۶۱۳	نمازیوں کی قسمیں۔ اعتراضات، اُمت کی قسمیں	۸۸۹
۶۰۲	تفسیر صوفیانہ۔ شریعت و طریقت	۸۷۳		عذاب نیکر کا تعارف	۸۹۰
۶۰۳	بلوغت کی عمر بلوغت کے بعد مکلف ہونے کی وجہ قلب پر نفسِ آمارہ کے چار ظلم	۸۷۴	۶۱۴	تفسیر صوفیانہ، شریعت و طریقت کی مال و زکوٰۃ	۸۹۱
۶۰۴	تکلف اور خوشامد کا فرق اور دونوں برے۔		۶۱۵	نبی رسول مرسل کا فرق، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پانچ قسم کی وحی عطا فرمائی گئی	۸۹۲
۶۰۵	الَّذِينَ اِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ تَلَكُفِكَ اَنْ نَّكِيْرَ۔	۸۷۶	۶۱۶	عُلَمَاءُ مَمْتَنِيْ كَا بَنِيَّاءِ بِنِيْ اِسْرَآئِيْلَ	۸۹۳
	از آیت ملا تا آیت ۴۴	۸۷۷		کام معنی	۸۹۴
۶۰۶	تعلقات	۸۷۸	۶۱۸	فَكَأَيُّ مِّنْ قَرْيَةٍ اَوْ هَلَكْنَهَا۔	
۶۰۷	تفسیر نحوی	۸۷۹		تَاْمَمًا تَعْدُوْنَ۔	
۶۰۸	تفسیر عالمانہ، حاکم اسلامی کی چھ نشانیوں			از آیت ۴۵ تا آیت ۴۷	۸۹۵
	مقیمین، صلوٰۃ اور مصلین صلوٰۃ کا فرق۔		۶۱۹	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۸۹۶
۶۰۹	نماز کے چھ حقوق، طہارت کی پانچ قسمیں	۸۸۲	۶۲۰	ممت کی پانچ قسمیں۔ غام اور سنۃ کا فرق	۹۰۰
۶۱۰	دنیا کی تمام اچائیاں اسلام میں اور پورا اسلام قرآن مجید میں اور پورا قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں۔	۸۸۳	۶۲۱	تفسیر عالمانہ، ظلم سے چار ہلاکتیں ہوتی ہیں	۹۰۱
	سزا کی چار قسمیں۔ مدد کی بھی چار قسمیں	۸۸۴	۶۲۲	بستی صالح علیہ السلام کا واقعہ	۹۰۲
۶۱۱			۶۲۳	انبیاء علیہم السلام پر وحی آنے کے گیارہ طریقے۔	۹۰۳
			۶۲۴	بستی کی چھ قسمیں	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۲۵	ہر انسان کی چار آنکھیں اور ان کا فرقِ رویت	۹۰۲	۹۳۹	تعلقات -	۹۱۶
۶۲۶	روشن دل کے گیارہ خزانے	"	۹۴۰	تفسیر نحوی -	۹۱۷
۶۲۷	جسم انسانی میں راستے اور دروازے	۹۰۵	۹۴۱	تفسیر عالمانہ، جہلت اور دُھیل کا فرق -	۹۱۸
۶۲۸	علم و عقل میں تین فرق	۹۰۶	۹۴۲	قرآن مجید کی ایک عظیم اصطلاح	۹۱۹
۶۲۹	نوید اور وعید کا فرق، دنیا و آخرت کے آیام کا بیان	۹۰۷	۹۴۳	راقعی شیعوں کی خود ساختہ ایک اصطلاح	۹۲۰
۶۳۰	فائدے، حقیقی اور مجازی اندھاپن -	۹۰۸	۹۴۴	نذارت کی ایک شاندار مثال از حدیث پاک	۹۲۱
۶۳۱	علم و عقل کی قسمیں اور مقام، احکام القرآن -	۹۰۹	۹۴۵	محسن کی چار نشانیاں، قرآن مجید میں انیس چیزوں کو کریم فرمایا گیا	۹۲۲
۶۳۲	اعتراضات، جوابات	۹۱۰	۹۴۶	رزقِ کریم کا گیارہ فضیلتیں	۹۲۳
۶۳۳	تفسیر صوفیانہ	۹۱۱	۹۴۷	مُعجزین کی تین حرکتیں - کفارِ مکہ کی پندرہ شرارتیں -	۹۲۴
۶۳۴	عاف بننے کے بے تین اجتہاد	۹۱۲	۹۴۸	فائدے - افعال اور افعال کا فرق	۹۲۵
۶۳۵	دنیوی باتوں سے چار نقصان	۹۱۳	۹۴۹	نذرات کی تین قسمیں، اور ان کی ہر وقت ضرورت ہے	۹۲۶
۶۳۶	پانچ چیزیں دل کی دوا ہیں	۹۱۴	۹۵۰	احکام القرآن رزقِ کریم اور رزقِ حبیب کیا ہے	۹۲۷
۶۳۷	تین ضروری کام، منکرین کی چار قسمیں -	۹۱۵	۹۵۱	اعتراضات، جوابات	۹۲۸
۶۳۸	تکلم تاسف، تکلف کا بیان	"	۹۵۲	معرفت کے چار معنی، تفسیر صوفیانہ	۹۲۹
	حسنِ کلام کی قسمیں اور کثرتِ کلام سے تین بیماریاں ہوتی ہیں	"	۹۵۳	اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے چار نشان ہیں	۹۳۰
	وَكَايُنْ مِنْ قَرْيَةٍ أُمِّيَّتُ تَارَ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ	"	۹۱۵	قربِ الہی کے بے چار قدم اُس کے پیر انعام، معجزین کے بے چار آگاہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۵۳	دنیا کی بے کفایت کی تین چیزیں وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ	۹۳۰	۹۶۷	مومن کی نشانی وَلْيَعْلَمُوا تَذِينًا - تَارِقِي جَنَّةٍ الْمُعِينِ - از آیت ۵۲ تا آیت ۵۶	۹۵۵
۹۵۴	از آیت ۵۲ تا آیت ۵۳ تعلقات - شانِ نزول	۹۳۱	۹۶۹	تعلقات، تفسیر نحوی بیمہات کا بیان، شک کے بے	۹۵۷
۹۵۵	تفسیر نحوی	۹۳۲	۹۷۰	تین لفظ حق کے پانچ معنی ہوتے ہیں	۹۵۹
۹۵۶	تفسیر عالمانہ	۹۳۳	۹۷۱	نکدے کی صفت معرفہ ہو سکتی	۹۶۰
۹۵۷	تعدادِ انبیاء علیہم السلام کا بیان	۹۳۴	۹۷۲	ہے	۹۶۱
۹۵۸	غلط تفسیروں کی مدلل تردید	۹۳۵	۹۷۳	تفسیر عالمانہ	۹۶۲
۹۵۹	بَلَدٌ أَنْفَرَانِيْقٌ - والے واقعے	۹۳۶	۹۷۴	ہدایتِ ربانی کی تین قسمیں، اور	۹۶۳
۹۶۰	کی مردودیت کے دلائل - فائدے، شیطان کے دعوے	۹۳۷	۹۷۵	ہدایت پانے کے بے تین خصلتیں	۹۶۴
۹۶۱	دوقیم کے - مسلمانوں سے کفار کی دوستی ہمیشہ	۹۳۸	۹۷۶	ضروری ہوتی چاہئیں	۹۶۵
۹۶۲	عیارانہ ہوتی ہے - اس عیاری	۹۳۹	۹۷۷	عربی میں بے یقینی کے بے	۹۶۶
۹۶۳	کے تین طریقے - احکام القرآن	۹۴۰	۹۷۸	آٹھ الفاظ ہیں	۹۶۷
۹۶۴	انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر چیز	۹۴۱	۹۷۹	فائدے - کفر و فسق میں جہالت	۹۶۸
۹۶۵	بے مثل پیدا کی گئی -	۹۴۲	۹۸۰	ہے - کافر اور فاسق کی جہالتوں میں	۹۶۹
۹۶۶	نسخ کے تین معنی - اعتراضات	۹۴۳	۹۸۱	فرق - انسانوں کی دس قسمیں	۹۷۰
۹۶۷	جوابات	۹۴۴	۹۸۲	اعتراضات	۹۷۱
۹۶۸	تفسیر صوفیانہ	۹۴۵	۹۸۳	جنت و جہنم کی ابدیت کی وجہ	۹۷۲
۹۶۹	اعضاء ظاہری کے کاموں میں	۹۴۶	۹۸۴	اور فرق	۹۷۳
۹۷۰	فرق	۹۴۷	۹۸۵	احمت اور اجر میں فرق، تفسیر صوفیانہ	۹۷۴
۹۷۱	ہلاکت اور نجات کی تین تین چیزیں	۹۴۸	۹۸۶		

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۸۱	وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا لَعَنُوهُمْ غَفُورٌ ۝۱۰ اذ آیت ۵۷	۹۴۳	۴۹۳	صفت رازقیت و خالقیت میں فرق	۹۹۳
۴۸۲	تعلقات	۹۴۴	۴۹۴	اعتراضات	۹۹۴
۴۸۳	شان نزول، تفسیر نحوی	۹۴۸	۴۹۵	تفسیر صوفیانہ	۹۹۵
۴۸۴	نقطہ خیر کی چار قسمیں اور تو معنی میں مشترک ہے	۹۴۹	۴۹۶	تلاوت قرآن مجید دنیا میں رزق حسن ہے	۹۹۶
۴۸۵	تفسیر عالمانہ، ذلت کی چھ قسمیں	۹۸۱	۴۹۷	اہل اللہ کے پے تین نعمتیں	۹۹۷
۴۸۶	قتل اور موت کا فرق، رزق حسن کی صفات	۹۸۳	۴۹۸	ذَالِكَ بَأْسَ اللَّهِ تَارِكُهُو الْغَى الْحَمِيدُ۔ اذ آیت ۶۱	۹۹۸
۴۸۷	اللہ تعالیٰ اور بندوں کی عطا میں فرق	۹۸۴	۴۹۹	تعلقات	۹۹۹
۴۸۸	بناوت کی چار صورتیں ہیں دنیوی و اخروی مدد الہیہ کی تین قسمیں ہیں	۹۸۵	۵۰۰	شان نزول، تفسیر نحوی	۱۰۰۰
۴۸۹	معافی اور توبہ میں فرق۔ معافی دینے کے فائدے۔	۹۸۶	۵۰۱	یل اور تہار کا بیان	۱۰۰۱
۴۹۰	حرمت داسے چار جیسے فائدے	۹۸۷	۵۰۲	تفسیر عالمانہ، مشارق و مغایب کی تعداد	۱۰۰۲
۴۹۱	مجاہدین کی چار قسمیں	۹۸۸	۵۰۳	لطیف کے پانچ اور خیر کے تین معنی	۱۰۰۳
۴۹۲	احکام القرآن، شہید اور مجاہد کے درجات میں سات طرح فرق ہے	۹۹۱	۵۰۴	فائدے، حق پیم قانون کی چھ نشانیوں	۱۰۰۴
		۹۹۲	۵۰۵	احکام القرآن، باطل کے چار معنی	۱۰۰۵
		۹۹۳	۵۰۶	ہر طرح کا پانی بیچنا جائز ہے غنی اور انفق کا فرق	۱۰۰۶
		۹۹۴	۵۰۷	اعتراضات، جوابات	۱۰۰۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۰۸	روزہ کی افطار میں دیر لگانا	۷۲۵	۱۰۱۵	تفسیر صوفیانہ	۱۰۳۷
۷۰۹	گمراہی و گناہ ہے	۷۲۶	۱۰۱۷	بندہ مقبول کی تین خصلتیں	۱۰۳۹
۷۱۰	عربی میں غذا کی قسمیں اور دن رات کے پندرہ حصے	۷۲۷	۱۰۱۸	وَإِنْ جَاءَ دُلُوكُ تَاوَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ	۷۲۸
۷۱۱	تفسیر صوفیانہ	۷۲۸	۱۰۲۰	از آیت ۷۵ تا آیت ۷۸	۷۲۹
۷۱۲	علویت اور کبریت کا بیان	۷۲۹	۱۰۲۱	تعلقات	۷۳۰
۷۱۳	أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ تَاوَمَا لَمْ يَهْدِ مُتَّبِعُهُمْ	۷۳۰	۱۰۲۲	تفسیر نحوی بحث جدل	۷۳۱
۷۱۴	از آیت ۷۵ تا آیت ۷۸	۷۳۱	۱۰۲۳	نزع کافرق	۷۳۲
۷۱۵	تعلقات	۷۳۲	۱۰۲۴	ظلم کے نو معنی ہیں	۷۳۳
۷۱۶	شان نزول، تفسیر نحوی	۷۳۳	۱۰۲۵	حکمت کے گیارہ معنی ہیں	۷۳۴
۷۱۷	رُوف اور رجم، کافرق	۷۳۴	۱۰۲۶	تفسیر عالمانہ	۷۳۵
۷۱۸	زندگی کے بے پانچ قوتیں ضروری ہیں۔	۷۳۵	۱۰۲۷	تنازع، منازعت اور نزاع	۷۳۶
۷۱۹	تفسیر عالمانہ	۷۳۶	۱۰۲۸	کافرق	۷۳۷
۷۲۰	آسمان گر نیکی پانچ صورتیں	۷۳۷	۱۰۲۹	فائدے	۷۳۸
۷۲۱	جہالت دنیوی ملنے کی وجہ؟	۷۳۸	۱۰۳۰	احکام القرآن	۷۳۹
۷۲۲	منگلا کے نو معنی	۷۳۹	۱۰۳۱	اعتراضات	۷۴۰
۷۲۳	فائدے	۷۴۰	۱۰۳۲	تفسیر صوفیانہ	۷۴۱
۷۲۴	احکام القرآن، ہر پچھ دین میں تمام	۷۴۱	۱۰۳۳	وَإِذْ أَسْتَشَلَّ عَلَيْهِمْ تَاوَمَا لَمْ يَهْدِ مُتَّبِعُهُمْ	۷۴۲
۷۲۵	انبیاء پر ایمان لانا فرض تھا	۷۴۲	۱۰۳۴	از آیت ۷۵ تا آیت ۷۸	۷۴۳
۷۲۶	زرتشت یا گوتم بدھ کو پیغمبر ماننے والا کافر ہے۔	۷۴۳	۱۰۳۵	تعلقات، تفسیر نحوی	۷۴۴
۷۲۷	اعتراضات	۷۴۴	۱۰۳۶	تفسیر عالمانہ	۷۴۵
۷۲۸		۷۴۵	۱۰۳۷	آیت قرآنی نے پانچ چیزیں	۷۴۶
۷۲۹		۷۴۶	۱۰۳۸	کھلی کھلی بیان فرمائیں	۷۴۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۲۲	انسانی چہرہ سترہ چیزوں کا اظہار کرتا ہے۔	۱۰۶۵	۴۵۵	تفسیر صوفیانہ	۱۰۷۷
۴۲۳	بَیْسُطُون کے سات اور منکر کے آٹھ معنی	۱۰۶۵	۴۵۶	مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَتَّى قَدَرَهُ تَا لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ۔ آیت کے تائید	۱۰۸۰
۴۲۴	قُرْبٌ، مِثْلٌ، دُخُو کے چند معانی	۱۰۶۷	۴۵۷	تعلقات، شان نزول، تفسیر نحوی	۱۰۸۲
۴۲۵	ذباب کی قسمیں اور تحقیق	۱۰۶۷	۴۵۸	قَدَرُ کے نو معنی ہیں	۱۰۸۲
۴۲۶	جمع قلت کے لیے ایک اور جمع	۱۰۶۷	۴۵۹	تفسیر عالمانہ، نبی کی اتباع سے ہی	۱۰۸۵
۴۲۷	کثرت کے لیے پانچ لفظ مشہور ہیں۔	۱۰۶۸	۴۶۰	قدر الہی کا پتہ لگتا ہے۔	۱۰۸۶
۴۲۸	فائدے۔ ہر باطل ہر دور میں ہر حق سے نفرت کرتا ہے کرتا رہے گا۔	۱۰۷۱	۴۶۱	دنیا بھر کے کفار کی کفریہ گستاخیاں	۱۰۸۶
۴۲۹	احکام القرآن، عبادت کی نو قسمیں ہوتی ہیں۔	۱۰۷۳	۴۶۲	اللہ تعالیٰ کی قدر عظمت، توصیف	۱۰۸۷
۴۳۰	سجدہ تعظیمی کوئی نہیں اب سب سجدے عبادت کے ہیں، سجدہ ملائکہ و سجدہ یوسف تعظیمی نہ تھے۔	۱۰۷۴	۴۶۳	دُ معرفت کا فرق	۱۰۸۷
۴۳۱	سوال، طلب، وظیفہ، عبادت و دُعا کا فرق۔	۱۰۷۴	۴۶۴	وہود کی چودہ قسمیں اس کی معرفت کے طریقے۔	۱۰۸۸
۴۳۲	طلب کی سات قسمیں ہیں	۱۰۷۵	۴۶۵	شریک و صیب کا فرق	۱۰۹۰
۴۳۳	اعتراضات جوابات	۱۰۷۵	۴۶۶	ہر نماز کے اصلی ارکان چار ہیں	۱۰۹۲
۴۳۴	کبھی کی نو خصلتیں	۱۰۷۶	۴۶۷	افعال کو عبادت بتانے کی پانچ شرطیں۔	۱۰۹۳
۴۳۵	کفار مکہ کا تعظیم بتاں کا طریقہ	۱۰۷۷	۴۶۸	افعال خیر چار چیزیں ہیں	۱۰۹۴
			۴۶۹	فائدے، یہ چار آیتیں جامع الکیلیات ہیں۔	۱۰۹۵
			۴۷۰	احکام القرآن، نماز کے ارکان و	۱۰۹۶
			۴۷۱	اذکار کی تعداد	۱۰۹۷
			۴۷۲	سورۃ بقرہ و سجدہ سے ہونے کا	۱۰۹۸
			۴۷۳	بیان	۱۰۹۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۷۰	اعتراضات، جوابات	۱۰۹۹	۷۸۵	شکر ایمانی کی تین اور شکر	۱۱۱۳
۷۷۱	رُسلِ مَلائکہ کا بیان	۱۱۰۰		کفر کی قسمیں -	
۷۷۲	تفسیر صوفیانہ، مومنوں مسلمانوں پر		۷۸۶	دین اسلام کی عظیم شان	۱۱۱۴
۷۷۳	رب تعالیٰ کا ایک عظیم احسان	۱۱۰۱		بہولتیں -	
۷۷۴	خیر کی چار قسمیں	۱۱۰۲	۷۸۷	ملت کا لغوی اور اصطلاحی	۱۱۱۷
۷۷۵	کامیابی کی دو قسمیں، حیاتِ طیبہ			معنی -	
۷۷۶	چار چیزوں سے اور اُخروی کامیابی		۷۸۸	دین اور ملت کا فرق	"
۷۷۷	بھی چار چیزوں سے -	۱۱۰۵	۷۸۹	ابراہیم علیہ السلام کو ابْنِکُم	"
۷۷۸	نازِ روحانی کا نقشہ، روح کی		۷۹۰	فرمانے کی وجہ -	
۷۷۹	منزلیں -	"		قیامت کے دن نبی کریم	
۷۸۰	وَسَجَّاحٌ وَفِي اللَّهِ تَارِقٌ			صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	
۷۸۱	التَّصْيِيرُ: آیت ۷ تا ۸	۱۱۰۶		کی ایک خصوصیت	۱۱۱۸
۷۸۲	تعلقات، یہ آخری آیت ہے	۱۱۰۷	۷۹۱	گواہی محشر کا نقشہ و طریقہ	"
۷۸۳	تفسیر نحوی		۷۹۲	نماز کے ساتھ زکوٰۃ کے ذکر	
۷۸۴	تنگی کی تین قسمیں خرچ کے سات	۱۱۰۸		کی وجہ	۱۱۲۰
۷۸۵	معنی -		۷۹۳	نماز کے ظاہری باطنی پندرہ	
۷۸۶	لفظ شہید کے چند معانی	۱۱۰۸		فائدے	"
۷۸۷	اعتقار اور عصمت کے نو معنی	۱۱۱۰	۷۹۴	فائدے، صرف امت مسلمہ کا	
۷۸۸	ہیں -			نام مسلمان اس کے دلائل	۱۱۲۲
۷۸۹	تفسیر عالمانہ	۱۱۱۱	۷۹۵	اسلام ایمان، مومن، مسلمان	
۷۹۰	مومن و کافر کی جنگ میں فرق، حَقُّ			اور کافر، گمراہ کا فرق -	
۷۹۱	جہاد کی چار صورتیں	۱۱۱۲		احکام القرآن	۱۱۲۵
۷۹۲	اسلامی محنین، قتال عام کی سات		۷۹۶	سنی و لمبی تبلیغ کا فرق	۱۱۲۶
۷۹۳	چیزیں -	۱۱۱۳	۷۹۷	اعتراضات، جوابات	۱۱۲۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۹۸	تفسیر صوفیانہ	۱۱۲۹	۸۰۲	کرم .	۱۱۳۳
۷۹۹	مسلمانوں پر حدیث مقدسات کا بھی	۱۱۳۰	۸۰۳	ملتِ ابراہیمی آٹھ چیزوں کا	۱۱۳۳
۸۰۰	فیضان ہے	۱۱۳۱	۸۰۴	مجموعہ ہے ۔	۱۱۳۳
۸۰۱	مجاہدہ نفس کی کامیابی مرشد			فہرست مضامین	۱۱۴۲
	اکمل سے ہے ۔			ختم فہرست	۱۱۴۲
	اللہ تعالیٰ کے مسلمانوں پر تین			تمت یا الخیر	

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ